بیاد: شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دوستو سن لو تم کچھ مری داستاں
ایک دن پھر نہیں ہونگے دنیا میں ہم (اختر)

بہت روئیں گے کر کے یاد اہلِ میکدہ مجھ کو
شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے (اختر)

نسبت ہائے عالیہ کا امتزاج

شاہ عبد الغنیؒ کی حاصل تھی عنایت اُن کو
شاہ احمدؒ کی میسر رہی صحبت اُن کو
شاہ ابرارؒ نے بھی دی تھی خلافت اُن کو
خوب اشعار میں حاصل تھی مہارت اُن کو
وہ فصاحت و بلاغت کا سخنور نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہِ اختر نہ رہا

تاریخ پیدائش: ۱۹۲۳ء تاریخ وفات: ۲ جون ۲۰۱۳ء

جو فیضِ طریقت تھا تری ذات سے اختر
با صورتِ مظہر وہ درخشندہ رہے گا

مولانا محمد سفیان قاسمی نائب مہتمم دار العلوم دیوبند وقف

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: گلشن اقبال کراچی

فہرست

اداریہ

نقوش وتأثرات:

اکابرینِ عظام:

دینی و علمی کارنامے:

فضل وکمال:

سیرت واخلاق:

تصوّف وسلوک:

سفرِ آخرت:

تعزیتی بیانات:

عالم گیر غم واندوہ:

تعزیتی مکتوبات:

پاکستان..

منظوم خراجِ تحسین:

متفرقات:

تصویری جھلکیاں:

ادار یہ

ازطرف: شعبۂ نشر واشاعت خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ’’شیخ العرب والعجم نمبر‘‘ کی اشاعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡم

بعثتِ نبوی کے مقاصدِ اربعہ کی محنت دورِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بعد اللہ ربّ العزت نے اپنے نیک اورمحبوب ومنتخب بندوں سے ٹھیک اُسی نہج پر کروائی ہے جس پر خود حضرت نبی علیہ السلام نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں معجزانہ شان کے ساتھ نہایت قلیل مدت میں تکمیل فرمائی تھی۔ اور یہ مقاصد اربعہ تلاوت کتاب اللہ، اس کی تعلیم ،حکمت ودانائی کی تعلیم اورتزکیۂ نفس دراصل بندگانِ خدا کے ظاہر و باطن کو سنوارنے کی وہ محنت ہے جو بیک وقت دل کی دنیا اور ظاہری عملی زندگی کو حقیقی بندگی اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھال دیتی ہے۔

یہی محنت ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث قرار دیا گیا ہے، حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے ،اُن کے بعد دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ،تابعینؒ ، تبع تابعینؒ اور بعد کے علماء وصلحاء اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم نے اسی کو اپنی عملی زندگی کی شاہراہ سمجھا اوراُسی پر وہ گامزن رہے، وہ اپنی شخصی زندگی کو ایمان کے ستر سے زائد شعبوں سے عبارت گوناگوں روشنیوں سے منور کرتے رہے اور پوری اُمت کو بھی تابندہ اُجالے فراہم کرتے رہے۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس مبارک محنت کا تسلسل اُمتِ مسلمہ میں جاری وساری ہے اور رجال اللہ کتاب وسنت کی روشنی میں عباد اللہ کی تعلیم وتربیت کی یہ مبارک محنت انجام دے رہے ہیں۔

بلا شبہ اس اِیمانی و رُوحانی محنت کے سلسلۃ الذہب کی ایک سنہری کڑی حضرت اقدس عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کی علمی وعملی زندگی ہے،جن کے علوم ومعارف سے امّتِ مسلمہ کے بہت بڑے طبقے نے استفادہ کیا ہے، اور لاکھوں بندگانِ خدا اُن کے مآثر علمیہ سے تاہنوز مستفید ہورہے ہیں، انشاء اللہ یہ استفادہ استمرار کے ساتھ جاری رہے گا۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پورے برّصغیر ہندو پاک وبنگلہ دیش و برما میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے بلکہ آپ کی شہرت

یورپ وامریکہ اور افریقہ کے طول وعرض میں بھی اسی طرح پھیلتی چلی گئی کہ آپ دورِ حاضر کی یگانہ ونابغۂ روزگار شخصیت قرار دیئے گئے، برصغیر میں سلوک وتزکیہ کے میدان میں آپؒ کی پُر فیوض ہستی نہ صرف بے مثال تھی، بلکہ اپنی ہمہ جہت علمی وعملی خوبیوں اور ظاہری و باطنی کمالات کی وجہ سے، بساطِ چرخ پر جگمگانے والے قطب ستارے کی مانند تھے جس کی چمک سپیدۂ صبح کے طلوع ہونے کے بعد بھی نمایاں رہتی ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ مشیت ایزدی سے آج ہمارے درمیان نہیں رہے، لیکن اُن کی خوشبو خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کے درو دیوار میں اور اُس کے ماحول میں ایسی رچی بسی ہوئی معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ابھی یہیں تشریف فرما ہیں، بقول جگر مرادآبادیؒ کے ؎

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی، نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں، وہ پھر رہے ہیں، یہ آرہے ہیں، وہ جارہے ہیں

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں اور باتیں تاحیات ہمارے قلوب واذہان کو معطر رکھیں گی، اور آپ کے سمعی وکتابی مواعظ وملفوظات اور آپ کی گراں قدر تصنیفات وتالیفات ہماری صلاح وفلاح کی روشنی بھی پہنچاتی رہیں گی۔ اسی طرح آپ کے فیض یافتگان سے خلقِ خدا کو ایمانی وروحانی سطح پر علم وعمل کی درست رہنمائی حاصل ہوتی رہے گی۔ جن کی تعداد پوری دنیا میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزار سے زائد ہے، اور پھر اُن کے مریدین وعقیدت مندوں کی تعداد لاکھوں میں ہے، جب کہ خود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت وعقیدت کا بلاواسطہ تعلق رکھنے والے بھی لاکھوں کی تعداد میں ہیں، درحقیقت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایک فرد ہونے کے باوجود ایک پوری انجمن تھے ؎

وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے

قدردان قومیں ہمیشہ اپنے پیش رو اور بڑوں کے جانے کے بعد اُن کے نقوش قدم سے رہنمائی حاصل کرتی ہیں چنانچہ وہ اپنے اکابر کے علمی وعملی کارناموں کی یادگار دستاویزیں تیار کر لیتے ہیں جن سے بعد میں آنے والی نئی نسل سبق حاصل کرتی ہے، اسی نقطۂ نگاہ سے ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وعملی زندگی سے متعلق سوانحی خاکے، اصلاحی مقالات ومضامین، بزرگوں اور معاصرین کے پیغامات وتأثرات اور دنیا بھر سے آنے والے تعزیتی خطوط ومراسلوں اور منظوم خراج ہائے عقیدت پر مشتمل ایک خصوصی نمبر شائع کیا جارہا ہے۔

حضرت صاحبزادہ مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی خواہش وتمنا تھی کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ جس طرح زندگی بھر اللہ کی محبت میں تڑپتے رہے اور شمع کی مانند پگھلتے رہے اور اپنی آہ وفغاں کے ذریعے مخلوق کو خالق سے جوڑتے رہے، اب اسے جاری وساری رکھنے کے لیے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

کی آہ وفغاں اور ملفوظات وارشادات پر مشتمل ایک سہ ماہی رسالہ بنام ''فغانِ اختر'' شروع کیا جائے، اسی سہ ماہی رسالے ''فغانِ اختر'' کا پہلا شمارہ ''شیخ العرب والعجم نمبر'' کی صورت میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، جس کا ان شاء اللہ ورق ورق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت وشخصیت، تعلیمات وہدایات اور اُن کے عارفانہ پیغامات کی جھلک پیش کرے گا ۔

ورق ورق پہ یہ اُبھرے ہوئے نقوشِ حیات
قدم قدم پہ پتہ زندگی کا دیتے ہیں

قارئینِ محترم! موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات کی خدمت میں اور آپ کے توسط سے دیگر اہلِ عقیدت ومحبت کی خدمت میں یہ بات واضح کر دی جائے کہ جیسے خیر القرون میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد دین متین کی محنت واشاعت کا سلسلہ رکا نہیں، بلکہ مزید وسیع ہوا ہے، گو کہ عارضی طور پر کچھ علاقوں میں لوگ ارتدادی فتنے کی زد میں آ گئے تھے، مگر حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عزیمت اور اُن کی قیادت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھرپور محنت کے نتیجے میں دوبارہ اِسلامی دنیا میں خیر وہدایت کی فضاء بحال ہوگئی اور پھر رفتہ رفتہ دینِ اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، اور رُشد وہدایت کا خورشیدِ تاباں دیکھتے ہی دیکھتے صرف ایک ربع صدی کی قلیل مدت میں دنیا کے ایک تہائی حصہ پر اپنی کرنیں بکھیرنے لگا۔

کچھ اسی طرح آج ہم حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد افسردگی وسراسیمگی کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہوئے احباب کو دیکھتے ہیں، تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ہماری سماعتوں میں بازگشت کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں:

''جس نے مولانا محمد مظہر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی گویا اُس نے مجھ سے بیعت کی، کیونکہ میرے اور مولانا محمد مظہر کے شیخ ایک ہی ہیں''۔

اور ساتھ ہی ساتھ وجدان کے جھروکوں سے ایک آواز سنائی دیتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی روح یہ پیغام سنا رہی ہے کہ ۔

ہم کو معلوم ہے ہم ہیں چراغِ آخرِ شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں، اُجالا ہے

اس لیے ہمیں رحمتِ باری تعالیٰ سے آج بھی وہی اُمیدِ واثق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جیسے پوری دنیا میں مقاصدِ بعثت کی محنت پھیلی ہے اور اِسلام کو روز افزوں فروغ حاصل ہوا ہے، اسی طرح ہمارے شیخ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بعد بھی تزکیہ وسلوک اور مقاصدِ بعثت کی محنت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوگا جس کے آثار ابھی سے محسوس ہونے لگے ہیں، اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ خود حضرت والاؒ نے

اپنی حیات ہی میں اپنی نیابت کے لیے اپنے فرزندِ ارجمند مخدوم زادہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہٗ کو منتخب فرما دیا تھا جن کی قیادت وسرپرستی میں خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی کا جاری وساری فیضان اپنی تمام تر تابناکیوں کے ساتھ انشاء اللہ وسعت پذیر رہے گا۔ جس کی حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب مدظلہٗ نائب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند نے کیا خوب ترجمانی کی ہے ؎

جو فیضِ طریقت تھا تری ذات سے اختر
با صورتِ مظہر وہ درخشندہ رہے گا

آثار بتا رہے ہیں کہ اس مبارک خانقاہ کے منبعِ فیاض سے جو رشد و ہدایت کے چشمے پھوٹے ہیں اور ایک بڑی دنیا کو سیراب کررہے ہیں، وہ مستقبلِ قریب میں مزید وسیع وعریض دنیا کو شادابی بخشیں گے، کیونکہ ۱۹۷۲ء کی بات ہے جب حضرت مخدوم زادہ حفظہ اللہ درسِ نظامی کی تکمیل سے شرف یاب ہوکر واپس آئے تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا ''مولانا محمد مظہر میاں! اب آپ عالم بن گئے ہیں اب آگے بڑھ کر ذمہ داریاں سنبھالیں''۔ چنانچہ اُس کے بعد سے حضرت مخدوم زادہ حفظہ اللہ نے اِصلاحی مجالس میں مواعظ کا سلسلہ شروع فرمایا اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں ملک کے دُور دراز علاقوں کا طویل ومفصل سفر بھی، جس میں جگہ جگہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنی موجودگی میں اپنے صاحبزادہ مدظلہٗ سے بیانات کرواتے تھے، اسی طرح حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے فرزندِ ارجمند کی صلاحیتوں کو دیکھ کر جب یہ اندازہ ہوگیا کہ یہ مجالس وعظ اور تزکیہ وتربیت کی ذمہ داری نبھا سکتے ہیں، تب ۱۹۷۳ء میں اپنے اسفار کا آغاز فرمایا اور پھر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اندرون و بیرونِ ملک اسفار کا سلسلہ بڑھتا گیا، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی غیر موجودگی میں نیابۃً تمام تر ذمہ داریاں حضرت مخدوم زادہ حفظہ اللہ ہی انجام دیتے رہے، چنانچہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف مواقع پر چند وَصایا تحریر فرمائے تھے ان میں سب سے پہلا وصیت نامہ ۱۹۷۶ء کا ہے، جس میں حضرت مخدوم زادہ مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہٗ کو اِختیارات وحقوق کے ساتھ ذمہ داریاں منتقل کی گئیں ہیں۔

یہ حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مؤمنانہ فراست تھی کہ اپنی وفات سے تقریباً چالیس سال قبل ہی وصیت نامہ کی صورت میں تحریری انداز پر حضرت مخدوم زادہ حفظہ اللہ کے لیے حقوق وفرائض منصبی کا تعیّن فرما گئے، فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَيْراً عَنَّا أَجْمَعِيْن، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی توقعات اور اُمیدوں کے عین مطابق بلکہ اُس سے بڑھ کر اس منبعِ فیاض کے ظاہری وباطنی اور اِیمانی وروحانی فیوض وبرکات کو جاری وساری رکھے۔ آمین۔

اصلاح وتزکیہ کے مخصوص دائرہ سے آگے بڑھ کر حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کی نافع خلائق شخصیت کی ہمہ جہت اِفادیت ونافعیت کو ایک مضمون یا مقالہ میں سمیٹنا بظاہر مشکل سا معلوم ہوتا ہے اور اس ہمہ

جہتی کو کچھ یوں سمجھا جا سکتا ہے۔

اٹھائے کچھ ورق لالے نے، کچھ نرگس نے، کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

حضرت والاؒ نے خانقاہ کے منبر سے اور تزکیہ وتصوّف کی مسند سے جہاں نیکیوں کے راستوں پر چلنے کا درس دیا اور پوری تن دہی کے ساتھ فریضہ امر بالمعروف انجام دیا، وہیں پوری ذمہ داری کے ساتھ تڑپ اور کڑھن انگیز انداز میں لوگوں کو ہلاکت وتباہی کے پرخطر راستوں سے بچانے کے لیے نہی عن المنکر کا عمل بھی بخوبی انجام دیا ہے، آپؒ نے قرآن کریم کی روشنی میں تمام تر ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچنے کے نہ صرف راستے دِکھلائے، بلکہ خود اپنی عملی زندگی کو بھی اپنی دعوت سے ہم آہنگ رکھا، چنانچہ بہت واضح طور پر یہ دیکھا گیا کہ حضرت والاؒ کی خدمت میں اگر کسی شخص کے بارے میں منفی باتیں کی جاتیں تو وہ کبھی اُن باتوں کا اثر نہ لیتے بلکہ اُس کے ساتھ اسی شفقت ومحبت کا برتاؤ فرماتے تھے، جو دِیگر لوگوں کے ساتھ فرماتے تھے، وجہ یہ تھی کہ آپؒ اپنے دل کو مؤمن کی بدگمانی سے بالکل پاک رکھتے تھے، کسی سے کینہ وبغض یا بدگمانی بالکل نہیں فرماتے تھے، اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہی اہلِ جنت کی علامت بیان فرمائی ہے ’’وَنَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ ‘‘اِس لیے بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت والاؒ اس زمین پر چلتے پھرتے جنتی اِنسان تھے، اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی بغض وکینہ اور بدگمانی سے پاک صاف قلبِ سلیم عطا فرمائے، آمین۔ اہلِ جنت کی محبت اللہ تعالیٰ مخلوق کے قلوب میں ایسی رکھ دیتے ہیں کہ جو بھی دیکھتا ہے وہ پروانہ وار اُن پر نچھاور ہوتا ہے، یہ کیفیت حضرت والاؒ کی شخصیت میں بڑی وضاحت سے نظر آتی تھی۔

یہی آئینِ قدرت ہے، یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گامزن محبوبِ فطرت ہے

حضرت والاؒ نے پوری زندگی اللہ کی محبت کا درس دیا اور رسول ﷺ کی سنت واطاعت کی دعوت دی اور آپؒ اسی فکر میں بے چین رہتے تھے کہ آج کا انسان اپنے حقیقی مالک وخالق سے کیوں روٹھا ہوا ہے؟ کیوں اس منعمِ حقیقی سے منہ موڑے ہوا ہے؟، اور اس خالق ومالک کی نافرمانی سے خود بھی بہت ڈرتے تھے، اور دوسروں کو بھی ڈراتے تھے، اس لیے وہ اکثر دورانِ خطاب رو پڑتے تھے، اور سامعین بھی آب دِیدہ ہو جاتے تھے، اسی اشک باری کی کیفیت میں آپؒ اکثر فرماتے تھے’’ہم جان دے دیں گے، مگر ایک لمحہ کے لیے اپنے مولیٰ کو ناراض نہیں کریں گے، یہ جان جاتی ہے تو چلی جائے مگر ہم اپنے مولیٰ کا ایک ادنیٰ سا فرمان بھی نہیں توڑیں گے، گناہ نہیں کریں گے‘‘۔

حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کی آہ وفغاں جو محبتِ مولیٰ میں فنائیت کے سچے جذبوں میں ڈھلی ہوئی

تھی ،اُس کی عکاسی شاعرِ مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کے ان ولولہ انگیز اشعار میں محسوس ہوتی ہے ؎

مجھے اے ہم نشیں! رہنے دے شغلِ سینہ کاوی میں
کہ میں داغِ محبت کو نمایاں کر کے چھوڑوں گا
دکھادوں گا جہاں کو جو مری آنکھوں نے دیکھا ہے
تجھے بھی صورتِ آئینہ، حیراں کر کے چھوڑوں گا

حضرت والاؒ کی زندگی پر اور آپؒ کے علمی و عملی کارناموں اور آپؒ کی اِصلاحی وتجدیدی محنت پر جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ حقیقت سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ عقیدت ومحبت کے رنگ میں ڈھلا ہوا بھی معلوم ہوتا ہے، اس خصوصی دستاویز میں شامل ہونے والے تمام مضامین پر فکر وتدبر کی نظر ضرور ڈالی گئی ہے، اور حسبِ تقاضا حضرت مخدوم زادہ صاحب مدظلہٗ کی مشاورت سے ان میں کہیں کہیں کتر و بیونت سے بھی کام لیا گیا ہے، چنانچہ کئی مضامین میں تاریخی حوالہ جات کی خامیوں کو درست کیا گیا ہے۔ دار العلوم وقف دیوبند (انڈیا) کے ترجمان ''ماہنامہ ندائے دار العلوم وقف دیوبند'' نے بڑے سائز کے ۱۱۰ رصفحات پر حضرت والاؒ کی یاد میں ایک خاص شمارہ شائع کیا تھا اس کے بھی اکثر مضامین کو ہم نے اس خاص نمبر کی زینت بنایا ہے اور جو مضمون اُس سے لیا گیا ہے اس کے آخر میں حوالہ دے دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عمومی طور پر اس طرح کے خاص نمبرات میں ایک ہی بات کا مستقل تکرار ہوا ہی کرتا ہے لیکن اس حوالہ سے بھی ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ جو بات پہلے سے کسی مضمون میں آ گئی ہو دوسرے مضامین سے اس کو حذف کر دیا ہے، اِلا یہ کہ وہ اگلے مضمون میں کسی نئے فائدے کے ساتھ آئی ہو۔لیکن پھر بھی بعض جگہوں پر کچھ وجوہ سے اس تکرار کو ختم کرنا ہمارے لیے ممکن نہ تھا اس کے لیے ہم اپنے جملہ قارئین سے عموماً اور اہلِ قلم حضرات سے خصوصاً پورے خلوص ومحبت کے ساتھ معذرت خواہ ہیں کہ وہ ہمیں اِس عمل پر اپنے عفو وکرم سے ہم کنار رکھیں گے، تاکہ دامنِ محبت ہاتھوں سے نہ چھوٹ جائے ؎

محبت ہی سے پائی ہے شفاء بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے

آخر میں حضرات اکابر، اہلِ علم ودانش، رجالِ صحافت، شعراء کرام، حضرت والاؒ سے تعلقِ خاطر اور عقیدت واِرادت کی نسبت رکھنے والے ان تمام حضرات کا از راہِ خلوص ومحبت، شکریہ ادا کرنا ہم لازم سمجھتے ہیں، جنہوں نے اپنے قیمتی اوقات کو بیش قیمت افکار سے ہم آہنگ کر کے اپنے مضامین ومقالات اور قلمی شہ پاروں سے اس خصوصی نمبر کو زینت بخشی اور حضرت والاؒ کو اس انداز سے جہاں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے، وہیں حضرت والاؒ کے نسبی وصلبی اور نسبتی وروحانی پسماندگان کو سامانِ سکون بہم پہنچانے کی سعیٔ مشکور فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین

اور یہ بھی اللہ رب العزت سے اِلتجاء ودعا ہے کہ حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی وصایا اور نیک تمناؤں کے عین مطابق خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اِقبال کراچی کی مسندِ رشد وہدایت کی صورت میں صلاح وتقویٰ کی اِیمانی وروحانی روشنی پھیلانے والا چراغ جو تقریباً نصف صدی سے ضوفشانی کرتا رہا ہے، وہ مستقبل میں تادیر حضرت مخدوم زادہ مولانا حکیم محمد مظہر صاحب حفظہ اللہ کی قیادت وسیادت میں شمعِ فروزاں بن کر پورے آب وتاب کے ساتھ رہ روانِ سلوک وطریقت کو خصوصاً اور عامۃ المسلمین کو عموماً اِیمان ویقین اور صلاح وتقویٰ کی لازوال روشنی فراہم کرتا رہے اور حضرت مخدوم زادہ مولانا حکیم محمد مظہر صاحب حفظہ اللہ کی سرپرستی میں اس خانقاہ مبارکہ کا فیض چار دانگِ عالم میں مزید وسعتوں اور نافعیت وقبولیت ومقبولیت کے ساتھ پھیلے اور تاقیامت یہ فیض جاری وساری رہے، آمِین ثُمَّ آمِین۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ۔

حضرت والا علیہ الرحمہ نے پوری زندگی جس حقیقی محبتِ الٰہیہ کا پیغام دیا اور دردِ محبت کے ساتھ جو فغاں پورے عالم کو سنائی اور اسی فغان دردِ محبت میں اپنی متاعِ حیات لگادی، آخری سطروں میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ان روحانی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہی کے چند اشعار پیش ہیں، جو حضرت والا علیہ الرحمہ کے ان احوال کی ترجمانی کرتے ہیں ؎

نظر آتا ہے اپنے دل کا جب زخم نہاں مجھ کو
تو اپنا درد خود کرتا ہے مجبورِ بیاں مجھ کو
زبانِ عشق کی تاثیر اہلِ دل سے سنتا ہوں
مگر مسحور کرتی ہے محبت بے زباں مجھ کو
مری صحرا نوردی اور میری چاک دامانی
بہت مجبور کرتی ہے مری آہ وفغاں مجھ کو
کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستو! راہِ محبت میں
سنانے دو تم اپنی بزم میں اپنا بیاں مجھ کو
ملا کرتی ہے نسبت اہلِ نسبت ہی سے اے اختؔر
زباں سے اُن کی ملتا ہے بیانِ دُرفشاں مجھ کو

اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جوارِ رحمت میں خصوصی مقام محبوبیت عطا فرمائے اور اُن کی آخری آرام گاہ پر شب وروز کروڑ ھا رحمتیں نازل فرمائے، آمین ثم آمین۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورُستہ اُس گھر کی نگہبانی کرے

نقوش و تاثرات

چار سُو اُن کی نسبت کی خوشبو
پھیل جاتی ہے سارے جہاں میں

(حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

اکابرینِ عظام:

آہ.....حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

۲۲؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲؍جون ۲۰۱۳ء بعد از نمازِ مغرب محبی ومحبوبی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں راقم السطور اُس وقت حاضر تھا جب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے محبوبِ حقیقی سے ملاقات کے لیے بے تاب نظر آرہے تھے، یوں محسوس ہورہا تھا کہ جیسے ایک مسافر برسوں سے اپنی منزل تک رسائی کے لیے ہر لحظہ، ہر آن بے تاب ہو اور اب وہ اپنی منزل تک پہنچنا ہی چاہتا ہو، ایک طرف شوقِ لقاءِ محبوب میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بےقراری آہستہ آہستہ سکینت وطمانیت کی طرف لوٹ رہی تھی اور دوسری طرف اس خبرِ جانکاہ سے خانقاہ کی درودیوار پر حسرت ویاس کے بادل چھانا شروع ہوچکے تھے، خانقاہ کی پوری فضا سسکیوں اور آہوں سے غمزہ و پژمردہ معلوم ہورہی تھی اور کیوں نہ ہوتی جب کہ یہ درودیوار حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نالہ وفریاد اور آہ و فُغاں کے زندہ وتابندہ شاہد ہیں۔ جو تا قیامت ان شاء اللہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے پائندہ رہیں گے۔

راقم السطور چونکہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اِس وقت اکلوتا فرزند ہے، چنانچہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت ومحبت بھی بے حد و بے اِنتہا رہی، گوکہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے اِس غم واندوہ اور اُن کی طرف سے ہونے والی حد درجہ شفقت ومحبت کے مابین نسبت کو بیان کرنا محال ہے، تاہم اِس سانحہ کا قلب پر کس قدر شدید اثر ہوا، دائرۂ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ کافی غور وخوض کیا کہ اس غم کا مداوا کیا ہو؟ اور قلبِ مضطر کے قرار کا ساماں کیا ہو؟ اس کشمکش میں یوں محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام میرے سامنے کھل کے آگیا ہے اور میں نے تمام محاوروں اور تعبیرات سے بالاتر ہوکر ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ '' پڑھا اور اپنے والدِ محترم رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تفسیر کا اِستحضار کیا، جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ''وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ '' کے الفاظ یہ بتارہے ہیں کہ یہ جدائی بہت عارضی ہے اور جو ایک طویل اور دائمی معیت مقدر ہونے والی ہے وہ تاابد رہے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس لیے جدائی کے اس عارضی غم کی بجائے ملاقات کی مستقل مسرّت کو سامنے رکھا تو الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے صبر واِستقامت عطا فرمادی۔

قرآن کریم کے بعد فوراً حدیث شریف کی طرف ذہن منتقل ہوا تو مزید بوجھ ہلکا ہوا، کیونکہ کتبِ احادیث میں اِس موقع پر جو دعا وارد ہوئی ہے وہ بھی تسلی وتشفی کا بڑا سامان ہے وہ دعا یہ ہے ''اِنَّ لِلّٰہِ مَا أَخذَ وَلَہٗ مَا أَعطیٰ وَ کُلُّ شَئٍي عِندَہٗ بِأَجلٍ مُّسَمّٰی '' کہ اللہ تعالیٰ جو نعمت بھی ہمیں عطا فرماتے ہیں، وہ درحقیقت اُنہی کی ہوتی ہے اُس پر ہماری ملکیت نہیں ہوتی، اِسی طرح جب اللہ تعالیٰ اس نعمت کو بمقتضائے حکمت لے لیتے ہیں تب بھی وہ اُنہی کی ہوتی ہے اور مالک اگر اپنی عطا کردہ چیز لے لے اور یہ ''اخذ'' لینا محض لے لینا نہ ہو بلکہ اس کی ''لَا تَعدّ و لَا تحصٰی ''حِکَم ومصالح اس سے وابستہ ہوں تو رضا بالقضا نہ ہونے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی، حدیث شریف میں مذکور دعا کی طرف خصوصیت سے اِس لیے بھی ذہن جاتا ہے، واقعتاً حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اللہ ہی کے تھے اور ساری زندگی اللہ کے بن کے رہے جب کہ میرا دِل تو یوں چاہتا ہے کہ ''لِلّٰہ'' میں جو لام ہے یہ جہاں ملکیت کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے وہیں پر اِختصاص کے بیان کرنے کے لیے بھی آتا ہے پس ''اِنَّ لِلّٰہِ'' کا معنیٰ یہ کرنے کو جی چاہتا ہے کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ کے خاص تھے، بلکہ اخص الخواص تھے۔ اَللّٰہُ اَکبَر! کیا آہ وفغاں تھی اور آنکھوں کا سیلِ رواں ایسا تھا کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے، گویا اپنے ہی اِس شعر کے مصداق تھے۔

ہے زباں خاموش اور آنکھوں سے ہے دریا رواں
اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھیے

حتیٰ کہ ایک دفعہ تو ایک آئی اسپیشلسٹ نے آنکھوں کے مسلسل بہنے کو دیکھ کر مجھ سے پوچھا کہ ان کی آنکھوں میں کوئی بیماری ہے؟ تو احقر راقم السطور نے عرض کیا کہ نہیں! بالکل نہیں! یہ کوئی بیماری نہیں ہے بلکہ یہ دردِ دل ہے جو آنکھوں سے ٹپک رہا ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر دل سے راضی ہوں اور دِل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو رَوضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الُجنَّۃِ (جنت کے باغوں میں سے ایک باغ) بنائے، بال بال مغفرتِ کاملہ سے نوازے اور اُن کے فیوض وبرکات سے بہرہ مند فرماتے ہوئے تاقیامت اس فیض کو جاری وساری فرمائے، آمین۔

دعاؤں وشفقتوں کا مظہر:

جیسا کہ احقر نے پہلے عرض کیا کہ بچپن ہی میں دو بھائیوں کے اِنتقال کے بعد میں والد صاحبؒ کا اکلوتا بیٹا تھا، چنانچہ والد صاحبؒ کی بے پناہ شفقت ومحبت کا مظہر رہا، جو حضرات محبین ومنتسبین خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے رہتے تھے وہ بخوبی واقف ہیں کہ والد صاحبؒ ہر ایک کو خصوصی توجہات سے نوازتے اور ہر نو وارِد کے لیے (داہنا دستِ مبارک مفلوج ہونے کے باوجود

صرف) بایاں ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمایا کرتے تھے،خصوصاً اپنے اِس فرزند کے لیے کتنی بار ہاتھ اُٹھے اور کتنی دعائیں کیں، شمار نہیں کیا جاسکتا اور اُن کے ذریعہ جو برکات محسوس ہوئیں نا قابلِ بیان ہیں۔حتیٰ کہ ایک دفعہ ایک صاحب نے حضرت والد صاحبؒ سے کہا کہ آپ کا ایک ہی بیٹا ہے آپ انہیں ڈاکٹر یا انجینیئر وغیرہ بنائیں تاکہ مستقبل میں آپ کا سہارا بن سکے،تو حضرت والد صاحبؒ نے بہت ہی جوش میں فرمایا کہ ''ایک ہی بیٹا ہے اس لیے میں اسے خدمتِ دین کے لیے وقف کرتا ہوں اور میں نے اپنے اس فرزند کے لیے کعبہ کا غلاف پکڑ کر گڑ گڑا کر اللہ سے دعا کی ہے کہ اس کو خدمتِ دین کے لیے قبول فرمائیں'' اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس دعا کی لاج رکھتے ہوئے تمام خیراتِ دنیویہ و اُخرویہ سے بہرہ مند فرمائے اور حضرت والد صاحبؒ کے مشن کی اشاعت کے لیے قبول فرمائے۔

والد صاحبؒ اور حضرتؒ کے شیخ حضرت پھول پوریؒ کے درمیان جو محبت وعقیدت تھی وہ کسی سے مخفی نہیں یہاں تک کہ حضرت پھول پوریؒ خود فرماتے تھے کہ ''حکیم اختر میرے ساتھ اِس طرح رہتا ہے کہ جیسے دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے''، اسی محبت وعقیدت کے نتیجے میں حضرت پھول پوریؒ احقر کو بھی بے اِنتہا توجہات سے نوازتے تھے، مجھے جب بھی دیکھتے اپنے پاس بلاتے اور نہایت شفقت ورحمت سے سر پر ہاتھ پھیرتے اور خوب دعائیں دیتے، اب تک اُن کے دستِ شفقت کے لمس کی لذت محسوس ہوتی ہے اور اُن کی دعاؤں کے اثر کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتا ہوں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حقوق العباد کی پاسداری:

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی بھی بھرپور پاسداری کرنے والے تھے،عموماً یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی اپنے آپ کو احیاءِ دین کے لیے وقف کردیتا ہے تو اس مہتم بالشان کام کے باعث اُمورِ خانہ داری میں کمی واقع ہوجاتی ہے اور حقوق العباد پامال ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے لیکن حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِس معاملے میں نہایت حساس تھے،اُمورِ خانہ داری کا بھی اپنے تئیں اہتمام فرماتے،خصوصاً سفر پر جاتے ہوئے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈھیر ساری دعاؤں کے ساتھ رخصت فرماتے اور جب واپسی کا وقت ہوتا تو بے چینی وبے قراری حد درجہ ہوتی تھی بار بار بذریعہ فون رابطہ کرتے اور اگر کبھی رات کے وقت واپسی کا موقع ہوتا تو اس وقت تک بسترِ استراحت پر تشریف نہیں لے جاتے تھے جب تک جی بھر کر نہ دیکھ لیتے اور نہایت بشاشت سے معانقہ نہ فرمالیتے آج بھی جب ان نوازشات کو سوچتا ہوں تو بے اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔

پھر فدا اُن پر کیونکر نہ پسر ہو!:

جب ایک شفیق باپ اپنی پدرانہ ذمہ داری سے اِس قدر اہتمام سے نبرد آزما ہو تو اس عظیم

باپ پر پسر بھی کیونکر نہ فدا ہو؟ یہی وجہ تھی کہ احقر کو بھی ہر وقت یہ دھن لگی رہتی کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خوش رہیں اور اُنہیں کسی بھی قسم کی تنگی و پریشانی نہ ہو، چنانچہ ادارہ خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ و اشرف المدارس سے متعلق بہت سے منصوبہ جات نہایت سوچ بچار کے بعد عمل میں لانے کی خواہش ہوتی اور اُس کا ایک پورا خاکہ ذہن میں تیار ہوتا تھا لیکن جب حضرت والد صاحبؒ سے مشورہ کرتا اور حضرت والدؒ کی رائے اگر نفی میں ہوتی تو اُن کا سر مبارک نفی میں ہلنے سے قبل ہی اس کا خاکہ و نقشہ حاشیۂ خیال سے بھی اس طرح مٹ جاتا جیسے کبھی تھا ہی نہیں! کوشش ہوتی تھی کہ معمولی معمولی کاموں سے لے کر بڑے سے بڑے منصوبے تک حضرت والد صاحبؒ سے مفصل مشورہ کرلیا جائے پھر بعد میں اس کے اثرات بھی مشاہد ہوتے اور جملہ امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد و دستگیری شاملِ حال رہتی۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت عظیم قدردان:

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ قدردان بہت تھے اس لیے بارہا اپنے مختلف بیانات میں اس واقعہ کو ذکر فرمایا کہ ''مولوی محمد مظہر میاں صاحب سلمہ جب چھوٹے بچے تھے تو ایک دفعہ اُن سے کوئی غلطی ہوئی، جب میں اُن کو کوئی سزا دینے کی غرض سے آگے بڑھا تو وہ بھاگے نہیں جیسا کہ عام بچے بھاگ جاتے ہیں بلکہ فوراً میرے قدموں میں بیٹھ گئے اور اپنی ٹوپی اُتاری اور کہا کہ ''ابا! آپ جو سزا دینا چاہیں دے دیں'' جب میں نے اپنے بیٹے کی یہ فرماں برداری و اطاعت کو دیکھا تو میں خود رونے لگا، اللہ تعالیٰ مولانا محمد مظہر میاں صاحب سلمہ کو خوب جزائے خیر عطا فرمائے''۔

یہ ایک عظیم والد کی حد درجہ حوصلہ افزائی اور ہمت افزائی کی ادنیٰ سی ایک مثال ہے، بہر حال بچپن میں بھی حضرت والد صاحبؒ کی معمولی سی ناراضگی بھی قبل از مرگ ہی موت کے مترادف تھی

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اکثر استغراق کا سا عالم طاری رہتا تھا اور آنکھوں سے قطار اندر قطار آنسو گرتے رہتے، چونکہ دل کا عارضہ بھی تھا اس لیے ضروری معلوم ہوتا اور ڈاکٹر کی ہدایت بھی تھی کہ کچھ وقت ہنس لیں اور مسکرالیں، اسی غرض سے بوقتِ شب ایک مختصر سی مجلس بھی ہوتی تھی جس میں کچھ لطائف و ظرائف سنا دیئے جاتے لیکن بسا اوقات ایسی کیفیت ہو جاتی کہ استغراق بہت زیادہ بڑھ جاتا، نہ گفتگو فرماتے اور نہ ہی کسی بات پر مسکراتے خصوصاً ایسے وقت میں میں بے تکلف ظرافتِ طبع کا اظہار کرتا، جس سے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خوب محظوظ ہوتے، دستِ شفقت رکھتے اور خصوصی توجہات سے نوازتے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسفار اور ذمہ داریوں کی سپردگی:

پھر جب ۱۹۷۳ء میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیض آفاقِ عالم میں پھیلنے لگا اور بہت

تیزی سے اسفار کا سلسلہ شروع ہوا پھر احقر بھی جامعہ اشرفیہ لاہور سے تعلیم سے فارغ ہو چکا تھا تو حضرت والد صاحبؒ نے ادارہ وخانقاہ کی جملہ ذمہ داریاں احقر کے سپرد فرما دی تھیں اور میری گزارش بھی یہی ہوتی تھی کہ آپ ادارہ وخانقاہ سمیت امورِ خانہ داری کی جملہ ذمہ داریوں سے یکسو ہو جائیں اور اشاعتِ دین کے لیے سفر فرمائیں اُس کے بعد سے حضرت والد صاحبؒ کے وصال تک بیشتر ایسے احوال وعوارض پیش آئے جو انتہائی کٹھن اور پریشان کُن تھے لیکن الحمد للہ ثم الحمد للہ میری ہمیشہ کوشش رہی کہ ان حالات میں بھی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یکسوئی قطعاً متأثر نہ ہو، حتیٰ کہ بسا اوقات یہ ناتواں کندھے بہت بھاری قرض تلے بوجھل رہتے اور راتوں کی نیند غائب ہو جاتی لیکن اس کے باوجود بھی طبیعت گوارا نہ کرتی تھی کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس قسم کے انتظامی امور میں کسی قسم کی کوئی تکلیف دی جائے، پیشِ نظر چونکہ حضرت والد صاحبؒ کی راحت رسانی ہوتی تھی اس لیے وقتی طور پر مصائب وآلام کے سیاہ بادل ضرور منڈلاتے، جس سے دل فوراً گھبرا جاتا لیکن پھر غیبی مدد متوجہ ہوتی اور وہی بادل ابرِ رحمت بن کر برس بھی جاتے اور بڑے سے بڑے مسئلہ سے بخوبی نبرد آزما ہو جاتا، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ توجہات اور دعاؤں کا ثمر تھا۔

بیعت وارشاد کا سلسلہ:

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خانقاہ میں رہتے ہوئے باقاعدہ کسی کو بیعت کرنے کی اجازت نہیں تھی تاہم حضرت والد صاحبؒ نے اپنی زندگی ہی میں بیعت وارشاد کا سلسلہ احقر سے شروع فرما دیا تھا اور اپنے بیانات میں کثرت سے یہ بات فرماتے کہ ''جو میرے بیٹے کے ہاتھ پر بیعت ہوگا وہ گویا براہِ راست میرے ہی ہاتھ پر بیعت ہوگا اور پھر فرماتے کہ یہ اس لیے بھی کہتا ہوں کہ میرے اور میرے بیٹے کے شیخ (حضرت اقدس ہردوئی رحمہ اللہ) ایک ہیں چنانچہ سند کے اعتبار سے ان کے واسطے بھی اتنے ہی ہیں جتنے کہ میرے ہیں''۔

خصوصاً اِصلاح وتصوّف کے حوالے سے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حد درجہ تربیت فرمائی چنانچہ بچپن میں اس کے لیے اوّلاً حضرت مولانا پھول پوریؒ کی خدمت میں لے کر جاتے، اُس کے بعد اپنی نگرانی میں حضرت والا مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ کے ذریعہ اصلاح واحسان کا راستہ طے کروایا، اس کے علاوہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ کو بھی بذریعہ خط میرے تمام احوال سے آگاہ رکھتے، تاہم اس کے بعد ہمیشہ ازخود تمام امور میں رہنمائی فرماتے رہے۔

حضرت والا ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد احقر کا حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی کی طرف قطعاً کوئی رجحان نہیں ہوا اور اخیراً تا حیات حضرت والدؒ ہی کے قدموں کو دنیوی واخروی

فلاح کا ضامن سمجھا، دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ تا قیامت اس سلسلۃ الذہب کو قائم و دائم رکھے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مضمون حفاظتِ نگاہ:

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بارہا بیان فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حفاظتِ نگاہ کے مسئلہ میں مخصوص علم عطا کیا ہے اور بدنظری کے مضرات کو واضح کرنے کے لیے مجھے خاص کیا ہے اور روز بروز مجھ پر اس مسئلہ کے دقائق کھلتے ہیں اور نئے علوم وارد ہوتے ہیں ؎

وہ خمرِ کہن تو قوی تر ہے لیکن
نئے جام و مینا عطا ہو رہے ہیں

والد صاحبؒ نے اس مسئلہ پر مبسوط و مفصل کلام فرمایا، اس سے تکرار کا شبہ نہ ہو کیونکہ اسکی وجہ والد صاحبؒ نے بارہا بیان فرمائی کہ جس معاشرے میں ''کولیرا'' جیسا خطرناک مرض پھیلا ہوا ہو اور طبیب، لوگوں کو نزلہ وزکام کی احتیاطی تدابیر اور علاج سے آگاہ کر رہا ہو تو یہ مقتضائے حال کے مطابق نہیں، چنانچہ میرا بیان خصوصیت سے بدنظری کے حوالے سے اس لیے ہوتا ہے کہ معاشرے میں یہ خطرناک و مُوذی مرض بہت تیزی سے پھیلتی ہوئی وَبا کی صورت اختیار کر گیا ہے اور عوام اس کے مضرات کو سمجھنا تو کجا! اس کو گناہ ہی نہیں سمجھ رہے، نیز یہاں دو باتیں الگ الگ ہیں: (۱) ایک ہی مضمون کو بیان کرنا (۲) کسی مضمون کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کو اہتمام اور تفصیل سے بیان کرنا۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاداتِ دردِ دل دوسری نوع سے تھے جن کا حاصل یہ ہے کہ یہ مہلک مرض جس قدر خطرناک حد تک اور کثرت سے پھیل رہا ہے اُس کا علاج بھی اسی قدر اہتمام سے ہونا چاہیے، بلاشبہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس مضمون میں مجدّد کہا جائے تو قطعاً مبالغہ نہیں، جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے تو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ والد صاحبؒ نے جملہ شعبہ ہائے زندگی کی عملی مشق اپنے مشائخ کی صحبت میں کی تھی چنانچہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات دینِ اسلام کے تمام شعبہ ہائے زندگی (عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت و باطنی اخلاق) سے متعلق رہنمائی سے پُر ہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ تربیت:

صرف یہی نہیں کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ امتیازی خصوصیت تھی کہ جس طرح حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بذاتِ خود عملی مشق کی، اسی طرح اپنے مریدین و منتسبین کو بھی احکامِ دِین کو بجالانے کی ''عملی مشق وتربیت'' کروائی، حتیٰ کہ اذان واقامت، نماز، وضو وتیمّم سمیت دیگر اُمورِ دینیہ تک کی باقاعدہ عملی مشق کرواتے، غلطیوں کی نشان دہی فرماتے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ تربیت میں جہاں تَحلِیَہ بِالفَضَائِل تھا وہیں پر ''وَذَرُوا ظَاهِرَ الإِثْمِ وَبَاطِنَه'' کی رو سے تَخلِیَہ عَنِ الرَّذَائِل کا بھی خصوصی اہتمام تھا، گناہوں

سے متعلق نفس وشیطان کے مکر کو خوب وضاحت سے بیان فرماتے اور اُس سے بچنے کی تدابیر بھی بتاتے اور علاج بھی تجویز فرماتے، ظاہر کے حوالے سے بھی نہایت حسّاس طبع واقع ہوئے تھے، فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے گالوں کی صورت میں جو سرسبز زمین دی ہے اس پر جلدی جلدی نبی ﷺ کی سنت کا باغ لگالو تاکہ قیامت کے دن کہہ سکو۔

ترے محبوب کی یارب! شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

اس پرفتن دور میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وجود ایک نعمتِ غیر مترقّبہ تھا:

بلا شبہ اس پُرفتن دور میں اللہ تعالیٰ نے امتِ مُسلمہ پر رحم فرماتے ہوئے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ظاہری وباطنی گناہوں کے سدّ باب کے لیے خاص فرمایا، خصوصاً بدنظری کے خلاف حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اعلانِ جہاد کا آوازہ چہار دانگ عالم میں بلند ہوا اور الحمد للہ اپنے مابعد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑی جماعت چھوڑ گئے جو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشن پر الحمد للہ گامزن ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشن کے تاقیامت جاری رکھنے کے حوالے سے نہایت روشن فکر کے حامل تھے، جس میں الحمد للہ وہ فلاح وکامیابی سے سرفراز ہوئے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہلِ علم اور اہلِ فکر ودانش کی طرف سے ایک ایسا عظیم فریضہ ادا کیا جس سے تاحال اُن کے کندھے بوجھل ہیں، اس قرض کی تلافی کی یہی صورت ہے کہ تمام اہلِ علم ودانش ورجالِ کار حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کو پہلے سمجھیں اور پھر آنے والی نسلوں تک پہنچانے کے لیے اپنا کردار ادا کریں اور وہ فکر یہی تھی کہ اُمتِ محمدیہ کا ہر فرد اُمتِ دعوت سے اُمتِ اجابت کے زُمرے میں آجائے اور نہ صرف یہ کہ ادنیٰ درجے کا ولی اللہ بلکہ اولیاء صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچ کر اپنے خالقِ حقیقی سے ملے اور اس حیاتِ دوروزہ میں ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرے۔

دوسرے یہ کہ والد صاحبؒ کے مریدین، متعلقین ومنتسبین عموماً اور جملہ محبین ودیگر حضرات خصوصاً، جس قدر ایصالِ ثواب ہوسکے اپنے تئیں پڑھ کر بخش دیں، کم ازکم اُمت کے اس عظیم محسن کا یہ حق تو بنتا ہے کہ تین بار سورہ اخلاص پڑھ کر بخش دیں اور جس طرح حضرت والد صاحبؒ اُمت کے لیے سراپا آہ وفغاں رہے، ہمارے لیے ضروری ہے کہ اُن کی مغفرت کے لیے دعا گو رہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ذمہ داریوں کا بوجھ کافی بڑھ چکا ہے، یہ ناتواں کاندھے جس کا تحمل نہیں رکھتے تاہم ان حالات میں بزرگوں کی وہ دعائیں جو ہر دم، ہر لحظہ شاملِ حال رہتی ہیں، حددرجہ ڈھارس کا باعث ہیں، خصوصاً حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ اول، پیرطریقت حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ محبت وعقیدت اور دعائیں جو وہ اپنے خطوط میں غایت اہتمام سے دیا کرتے تھے، اپنے لیے دنیوی واخروی فلاح کا ضامن اور حضرت والد

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کو رائج کرنے کے لیے ایک عظیم معاون سمجھتا ہوں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''عزیزم و مخلصم مولوی مظہر میاں سلمہٗ

سلامِ مسنون و دعائیں، آپ بہت یاد آتے ہیں خدا کرے بہت خیریت ہو، اللہ پاک آپ کے والد محترم کا فیض مدت تک جاری رکھے، جب بھی خط آتا ہے مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے، اللہ پاک وہ دن لائے کہ آپ سب سے ملاقات ہو، اور میرا دل مسرور ہو، آپ کے لیے دعا کرتا ہوں، آپ میرے لیے دعا کریں، اپنی والدہ معظّمہ اور اپنی ہمشیرہ وغیرہ سے سلام مسنون و دعا کہہ دیجیے، میں سب کے لیے دعا کرتا ہوں۔ فقط محمد احمد، الٰہ آباد

نورِ چشم مولوی مظہر میاں سلمہٗ بہت یاد آتے ہیں۔

اُن کی والدہ سلمہا، نورچشمی سلمہا، داماد، اہلیہ مولوی مظہر میاں سلمہٗ اور سب سے دعا کہیے۔ فقط محمد احمد، الٰہ آباد

ایک خط میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھتے ہیں: ''مظہر میاں کا حال بتائیں گے؟''۔

حضرت الحاج نواب عشرت علی خان صاحب قیصر رحمۃ اللہ علیہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا محمد مظہر صاحب سلمہٗ سے بندہ کا سلامِ مسنون پہنچا دیں۔ قیصر''

حضرت الحاج محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے خط کے آخر میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں:

''عزیزم مولوی محمد مظہر میاں کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ والسلام محمد فاروق''۔

حضرت الحاج محمد افضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا مظہر میاں کی خدمتِ اقدس میں سلامِ مسنون وآداب محمد افضل''

نیز بھائی عبد الواحد صاحب جو کہ حضرت والاؒ سے ۱۹۹۳ء سے بیعت ہیں، نے حضرتؒ کی وفات کے بعد اپنا حال بتلایا ''جب میں حضرت والاؒ کی حیات میں ان کی مجلس اور صحبت میں حاضر ہوتا تھا اور حضرت کا دیدار نصیب ہوتا تھا تو میری ایسی کیفیت ہو جاتی تھی کہ جیسے میں نے اپنی والدہ کا دودھ پی لیا ہے، اور دل کو تسلی وسکون مل جاتا تھا اور اب حضرت کے انتقال کے بعد جب مجلس میں حضرت کے بیٹے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کو دیکھتا ہوں تو بالکل وہی کیفیت محسوس ہوتی ہے کہ جیسے میں نے اپنی والدہ کا دودھ پی لیا ہے، اور دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حضرتؒ کی وفات سے چند روز قبل خانقاہ کی مسجد میں بیان سننے حاضر ہوا تو حیرت زدہ رہ گیا کہ کرسی پر حضرت والاؒ تشریف فرما ہیں۔ میں نے اپنے ہوش وحواس کو جھنجھوڑ کر دوبارہ دیکھا کہ کہیں میں دھوکہ تو نہیں کھا رہا؟ جب دوبارہ دیکھا تو بالکل ہو بہو حضرت والاؒ ہی نظر آئے حالانکہ اس وقت کرسی پر حضرت کے بیٹے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب تشریف فرما تھے اور جمعہ کا بیان فرما رہے تھے''۔

ایک بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوئی کہ بعض حضرات نے اپنے مضامین میں حضرت

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانحی خاکے میں متعدد غلطیاں بھی کی ہیں، خصوصاً تواریخ کے حوالے سے غلط فہمیاں دیکھی گئی ہیں جن کا ازالہ ضروری معلوم ہوتا ہے:

(۱) حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سن پیدائش ۱۹۲۳ء ہے اور یہی تاریخ طبیہ کالج کی سند پر بھی مذکور ہے۔

(۲) حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ طویل عمر پائی چنانچہ بعض تحریروں میں اُن کی براہِ راست نسبت حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی گئی ہے، جوکہ ظاہر ہے کہ صحیح نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا اِصلاحی تعلق حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم ہوا، پھر حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوکر مسلسل ۱۷/سال اُن کی صحبت میں رہے، اس کے بعد حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رہا۔ جن سے احقر بھی بیعت تھا۔

(۳) حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ دونوں سے اجازت وخلافت حاصل تھی، بعض حضرات نے خلافت کی نسبت تینوں شیوخ کی طرف کی ہے، جوکہ صحیح نہیں۔

(۴) حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وِصال عیسوی اعتبار سے ۲/جون ۲۰۱۳ء کو ہوا، اس سے یہ مغالطہ نہ ہو کہ ۲/جون چونکہ اتوار کو تھا اس لیے وِصال اتوار کو ہوا، جب کہ ہجری تاریخ کے لحاظ سے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اِنتقال ۲۲/رجب ۱۴۳۴ھ کو بعد مغرب ہوا جو کہ پیر کا دن تھا، اس طرح حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ''بَابُ تَمَنِّی الْمَوْتِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ'' کی رُو سے اس دن کی فضیلت سے بھی بہرہ مند رہے۔

جو کچھ اب تک لکھا گیا ہے اُمید ہے کہ تقریباً ایک ہزار صفحات کا یہ مفصل وضخیم نمبر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت وسوانح اور حیات وخدمات کے حوالے سے قارئین کی تشنگی کے لیے بہت حد تک سیرابی کا سامان ہوگا، تاہم اب بھی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ کے متعدد پہلو پر مفصل کلام کی ضرورت ہے جن کا علم یا تو لوگوں کو نہیں یا بہت کم ہے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر ان تمام حضرات کے لیے کلماتِ تشکر نہ کہے جائیں جو اس پراندوہ وقت میں اپنے گراں قدر خطوط کے ذریعے شریکِ غم ہوئے اور ان حضرات کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے رسائل، اخبارات وغیرہ میں اپنی تحریروں کے ذریعے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو سراہا اور تعزیتی بیانات دیئے، خصوصاً (عشرت جمیل) میر صاحب نے اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ وقف کرکے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات کے جمع وترتیب میں جو جہدِ مسلسل صرف

کی ،اللہ تعالیٰ اُن کی مساعی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما کران کے لیے فلاح دارین کا ذریعہ بنائے اور اُمتِ مسلمہ کو اس سے مکمل مستفید فرمائے۔ نیز درج ذیل احباب لائق صد تحسین و مستحق آفرین ہیں جنہوں نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بحالتِ صحت عموماً اور ایامِ علالت میں خصوصاً پوری توجہ و اِنہماک کے ساتھ فریضۂ خدمت ادا کرتے ہوئے اپنی عمرِ گراں مایہ کا ایک طویل حصہ محض حبۃً للہ خرچ کیا، اوراس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ ساتھ اپنے پیارے شیخ (حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی خوشنودی بھی حاصل کی، اور تمام ہی مریدین و منتسبین کی طرف سے ایک عظیم فرضِ کفایہ ادا کیا، ان خوش نصیب احباب وخدام میں جناب صوفی ضیاء الرحمٰن امریکی (جنہیں اِدارہ کی طرف سے رِہائش ودِیگر سہولیات بھی حاصل ہیں)، جناب صوفی محمد مطہر محمود صاحب لاہوری، جناب برکت اللہ صاحب، جناب قمر الزمان صاحب بنگلہ دیشی، جناب حافظ محمد احمد صاحب، جناب محترم صوفی شفیق احمد خان (چچا) صاحب اور مولانا محمد اسحاق میاں صاحب سلمہٗ شامل ہیں۔ اور چچا شفیق احمد خان اور محمد مطہر محمود لاہوری تو خانقاہ میں ایسے دل وجان سے شبانہ روز اِقامت پذیر ہیں کہ اُن کی کیفیت حضرت خواجہ مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اِس شعر کی مصداق ہے ؎

نہ ہم نے شاخِ گُل چھوڑی نہ ہم نے آشیاں بدلا

علاوہ ازیں جناب ڈاکٹر ایوب صاحب، ڈاکٹر امان اللہ صاحب (جنہیں اِدارہ کی طرف سے رہائش ودیگر مراعات بجلی اور گیس بھی حاصل رہی ہیں) نیز ڈاکٹر عمر صاحب بھی لائقِ مبارکباد ہیں جو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاج معالجہ کے لیے مصروف عمل رہے۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْراً

اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا یہ عظیم سانحہ پورے عالمِ اسلام کے لیے ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر سے اب تک تعزیتی خطوط اور مراسلات کا سلسلہ جاری ہے، بڑی بڑی شخصیات، ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے احقر سے تعزیت کی ہے، اُن سب کو اللہ تبارک و تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے؛ کہ سب ہی قابلِ تعزیت ہیں۔ بارگاہِ ربّ ذُوالجلال میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی کامل مغفرت فرمائے جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام سے نوازے، جملہ اہلِ خانہ، تمام خلفاء، مریدین، منتسبین و متعلقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات، مواعظ وملفوظات کو سارے عالم میں نشر فرما کر پوری اُمتِ مسلمہ کے لیے ہدایت اور نجات کا ذریعہ بنائے، نیز اس مجموعے (فغانِ اختر کے اول شمارے شیخ العرب والعجم نمبر) کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر حضرت اقدس والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت وتعلیمات کو اُجاگر کرنے کا ذریعہ بنائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ۔

حضرتؒ کے پسماندگان اور مریدین کے لیے نصیحت

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم
سرپرست جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور، انڈیا

جب کبھی کراچی میرا سفر ہوتا تھا تو حضرت عارف باللہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا تھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ باوجود ضعف اور علالت کے مجھے بہت قریب بٹھا کر ذاتی احوال اور مدرسہ وخانقاہ سہارنپور کے احوال معلوم کرتے اور بہت دیر تک گفتگو فرماتے تھے۔

ایک روز ہم نے خانقاہ والوں سے ملاقات کا وقت طلب کیا تو ہمیں جو وقت بتایا گیا وہ دو گھنٹے بعد کا تھا اور حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دو گھنٹے پہلے کا وقت کسی نے بتادیا، چنانچہ اپنے معمول سے پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہمارے انتظار میں بیدار ہوگئے اور تیار ہوکر انتظار فرماتے رہے، خدام نے پوچھا کہ جلدی بیدار ہونے کا سبب کیا ہے؟ تو فرمایا کہ ''مولانا طلحہ صاحب ملاقات کے لیے آنے والے ہیں''، ہم لوگ جب پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرتؒ دو گھنٹے سے انتظار فرما رہے ہیں، حضرتؒ کی محبت دیکھ کر تعجب بھی ہوا اور خوشی بھی ہوئی۔

میری نصیحت پسماندگان اور مریدین کے لیے یہ ہے کہ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نصائح کو خوب عام فرمائیں اور اُن کے مواعظ وملفوظات کی اِشاعت خوب ہوتی رہے تاکہ اُمتِ مسلمہ کو اُن کا پیغام پہنچتا رہے۔

جماعت اہلِ حق کے لیے ایک اہم المیہ

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند و نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسلک اہلِ حق کے مؤثر ترجمان اور بواسطہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ، مشرب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص نقیب تھے۔ اُن کی وفات حسرتِ آیات سے عالمی پیمانہ پر ملتِ اسلامیہ ایک عظیم ہستی سے محرومی ہوئی ہے۔

حضرت حکیم صاحبؒ کے فیضِ علمی اور عرفانی سے دنیا کے مختلف ممالک کے علماء، صلحاء اور عامّۃ المسلمین طویل عرصے تک مستفیض ہوتے رہے اور جہاں بھی حضرت حکیم صاحبؒ کا جانا ہوا، مختصر قیام کے باوجود اُن کے سراپا علم و معرفت کلمات سے لوگوں میں ایمانی قوّت کا غیر معمولی اضافہ ہر کس و ناکس محسوس کرتا تھا اور اُن کی ذاتِ گرامی کی عالمی مقبولیت عوام و خواص، اہلِ علم اور حاملینِ ذوقِ دین کے ذہنوں میں موج زن تھی۔ قدر شناس حضرات تحریراً اُن کے پرتاثیر کلماتِ عرفانیہ کو محفوظ کر کے اُن کے عالمی قدر شناس حلقے کے لیے وسیع پیمانے پر استفادہ کی راہیں پیدا کر دیتے تھے، چنانچہ حضرت حکیم صاحبؒ کی چند سال قبل ہندوستان تشریف آوری ہوئی، جس میں حیدر آباد کے سفر میں مدرسہ سبیل السلام میں دورانِ قیام حضرت حکیم صاحبؒ کے کلماتِ عرفانیہ کو ٹیپ ریکارڈر سے محفوظ کر کے ''باتیں اُن کی یاد رہیں گی'' کے دل کش عنوان سے کتابی صورت میں شائع کیا گیا، اُس کتاب نے ہر علمی اور دعوتی حلقے میں غیر معمولی طور پر قبولیتِ عامّہ حاصل کی، اُس کے علاوہ اپنے اصلاحی اُمور پر مشتمل چھوٹی بڑی ایک سو سے زائد بے شمار اُن کی تصنیفات لوگوں کے مطالعہ میں رہتی ہیں، اُس کے بعد سے حضرتؒ کا علمی اور عرفانی فیض عالمی پیمانے پر جاری ہے اور ایشیائے ہند میں ہمیشہ جاری رہے گا، جو یقیناً اُن کے لیے صدقۂ جاریہ بن کر دائمی اجر و ثواب کا وسیلہ بنا رہے گا۔ حضرت حکیم صاحبؒ کی وفات کا صدمہ دارُ العلوم وقف دیوبند کے تمام حلقوں میں محسوس کیا گیا اور ایصالِ ثواب کے اہتمام کے ساتھ اعلیٰ علّیین میں مغفرت کاملہ کے لیے باخلاص طور پر نیک اعمال بھی کیے گئے، جو بارگاہِ ربّ العزت میں ضرور مقبولیت سے سرفراز ہوں گے۔ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ، وَقَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ وَاَعْلَی اللّٰہ دَرَجاَتِہٖ آمِین۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

عالم ربانی فضیلۃ الشیخ محمّد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب دامت برکاتہم
مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

عالم ربانی مولانا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعلیم وتربیت اور تزکیۂ نفوس و اِخلاص کے میدان میں مرجعِ خلائق تھے۔ بڑے پیمانے پر لوگ حضرت مولانا شاہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مخلوقِ خدا کو اللہ سے جوڑنے اور فحاشی و بے حیائی سے معاشرہ کو پاک رکھنے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے اور کتاب وسنت کی روشنی میں اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔

حضرتؒ پرتاب گڑھ صوبہ یوپی میں ۱۹۲۳ء کو پیدا ہوئے۔ پھر انہوں نے مدارسِ دینیہ میں تعلیم وتربیت حاصل کی اور اُن کو دینی تربیت، تزکیۂ نفوس اور روحانی علوم میں ایک اعلیٰ مقام حاصل ہوا۔ حضرتؒ کا تصوّف واصلاحِ نفس کا طریقہ وہی ہے جو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ہے۔

مولانا مرحوم ۱۹۵۵ء میں ہندوستان سے ہجرت کر کے چلے گئے اور کراچی میں جامعہ اشرف المدارس کے نام سے ایک مدرسہ قائم فرمایا جو اہلِ علم کی توجہات اور تعلیم وتربیت وتزکیۂ نفوس کا ایک بڑا مرکز ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولاناؒ کو گوناگوں صفاتِ حمیدہ سے سرفراز فرمایا تھا جس کی وجہ سے اُن کو خاص وعام میں مقبولیت حاصل تھی۔ مولاناؒ اللہ تعالیٰ کے اُن اولیاء میں سے تھے جن کے متعلق باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ'' (سورۃ یونس، پارہ ۱۰، آیت ۶۴) ''یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' (ترجمہ از حضرت شیخ الہندؒ) کہ اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں''۔ جو لوگ مولاناؒ کی تربیت میں رہے ایمان، اخلاص اور عملِ صالح پر اُن سے بیعت کی اُن کی تعداد کئی ہزار سے متجاوز ہے۔ اسی طرح ایک بہت بڑی تعداد اُن لوگوں کی بھی ہے جنہوں اُن سے دین ومعرفت کا درس لیا۔ حضرتؒ کے خلفاء اور متبعین کو ہم ایک بلند مقام پر دیکھتے ہیں۔ معرفتِ الٰہی پر حضرتؒ کی اپنی تالیفات وتصنیفات بھی اہلِ علم کی تشنگی کو بجھانے کے لیے ایک کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ جن سے لوگوں میں اخلاص وقناعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ اُن سے اور وہ اللہ سے حقیقی محبت کرنے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ مولاناؒ کو اپنی رحمت میں رکھے اور بال بال مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان ومتبعین اور تمام مسلمانوں کو اس عظیم صدمہ پر صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ۞ (بشکریہ ماہنامہ ندائے دار العلوم وقف دیوبند مرشد ملت نمبر)

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم
ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ، أَمَّا بَعْدُ!

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کا انتقال ہندو پاک کی ملتِ اسلامیہ کی ارشاد وتربیتِ دینی کے دائرہ میں ایک بہت بڑا خسارہ ہے، اِدھر متعدد اصحاب وارشاد وتربیت یکے بعد دیگرے اِس دنیا سے رُخصت ہوئے اوراس دائرہ میں بڑی کمی واقع ہوئی، مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے اِس کمی کی تلافی ہورہی تھی اوروہ اِس کمی کو اپنے بیانات ومواعظ اوراپنی توجہات سے پورا کرتے تھے، اُن کے پر تاثیر کلام سے بہت لوگوں کی اِصلاح ہورہی تھی، اُن کا فیضان عام ہورہا تھا، لوگ دِین کی طرف متوجہ ہورہے تھے اوراپنی سیرت واخلاق کوسنوار رہے تھے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو طبّی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حکیم کی حیثیت تو حاصل ہوئی لیکن اپنے عہد کے بزرگوں سے رشد واصلاحِ باطن کے دائرہ میں فیضان اُٹھانے سے ارشادِ دینی اورصلاحِ باطنی کا غلبہ ہوا اورانہوں نے اس سلسلہ میں اوّلاً حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا تعلق جوڑا اوراُن کے فیضانِ نظر سے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اِرشادی خصوصیت میں مزید اضافہ ہوا، اسی دوران اُنہوں نے مثنوی کی شرح لکھنی شروع کی، اُن کو مثنوی مولانا رومؒ سے حد درجہ عشق تھا اوراپنی مجلسوں کو اُن کے ناصحانہ کلام سے مزین رکھتے تھے، اوراپنے دردِ دل کی کیفیتوں کو شامل کرکے حاضرینِ مجلس پر محبتِ الٰہی کا رنگ پیدا کرتے تھے۔

پھر حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر خوب مجاہدے کیے اورسترہ سال تک اُن کی بے لوث خدمت کی، پھر یہ تعلق رِشتہ میں بھی تبدیل ہوگیا جب اُن کی والدہ سے

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح کیا۔ اُن کی وفات حسرتِ آیات کے بعد حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا اور اُن کی تربیت و اِرشاد سے معرفت کا اُونچا مقام حاصل کیا اور اُن سے اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے تین مشائخ سے استفادہ کیا ہے، اور اُن تینوں کا فیضان اُن میں پایا جاتا تھا، وہ پاکستان ہجرت کر گئے تھے اور اُن کی صحبت وتربیت سے لوگوں میں صلاح وتقویٰ پیدا ہوا اور زندگیوں میں تبدیلی آئی، اسی طرح برّصغیر خاص طور سے ہندوستان و پاکستان میں اُن کا بڑا فیض پھیل رہا تھا۔

وہ ایک اچھے شاعر بھی تھے اور اپنی شاعری کو دِینی جذبہ کی تقویت کے لیے استعمال کرتے تھے، ادھر کئی سال سے اُن کو فالج کے حملہ سے سابقہ پڑا اور اُن کو جسمانی معذوری پیش آئی، لیکن وہ بستر علالت سے ہی اپنے فیض کو قائم رکھے رہے اور لوگوں کی اصلاح وتربیت کا کام انجام دیتے رہے، اُن کے مواعظ بڑے پُرتاثیر ہوتے تھے اور جب سے جدید مواصلاتی نظام عام ہوا، تو اُن کے خدام ومتوسلین نے اُن کے مواعظ وبیانات کو اِنٹرنیٹ کے ذریعے سے دنیا کے دور دراز علاقوں تک پہنچا دیا، اس طرح اُن کے ریکارڈ شدہ بیانات ومواعظ کا فیضان جاری وساری رہا، اللہ تعالیٰ اُن کو مسلمانوں کی اِصلاح کا ذریعہ بنائے، اور اُمتِ مسلمہ کی تقویت کا سامنا بہم پہنچائے۔

بزرگوں کی رحلت سے اس بات کا خطرہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ اُن کے نہ رہنے سے پیدا ہونے والی کمی کیسے پوری ہوگی؟ اور خطرہ کا احساس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جانے والے کے درجات بلند فرمائے، انہوں نے اِصلاح و اِرشاد کا جو عظیم کام انجام دیا اُس کا بیش از بیش صلہ عطا فرمائے اور جو کمی پیش آئی ہے اُس کو دُور فرمائے، آمین۔

مجھ کو اُن سے ملاقات کا شرف کئی بار حاصل ہوا، مجھے اُن کی عظمت کی قدر ہوئی اور اُن کی دینی تاثیر محسوس کرنے کا شرف حاصل ہوا، وہ میرے وطن رائے بریلی کے پڑوس ضلع پرتاب گڑھ کے رہنے والے تھے جہاں وہ ۱۹۲۳ء کو اٹھیہ میں پیدا ہوئے، جو ہمارے رائے بریلی کے علاقہ اینٹھہہ سے متصل علاقہ ہے، اس طرح ہم لوگوں کا اُن سے قربِ وطن کا بھی تعلق ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اُن کی کوششوں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر کا اجر نصیب فرمائے۔

(بشکریہ پندرہ روزہ تعمیر حیات، لکھنؤ ۲۵؍اگست ۲۰۱۳ء)

❁

اِصلاح کے اکسیری والہامی نسخے بیان کرنے والا

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم
شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ وصدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، وَبَعْد

حضرت مولانا محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ جب تک اِس دنیا میں رہے تو طرح طرح اپنے بیانات سے، اَشعار سے، تالیفات وتصنیفات سے، توجہ اور تصرفات سے، محبت وشفقت سے، اُمت کی خیر خواہی کے بے پناہ پاکیزہ جذبات سے، اپنے مرشدینِ عالی مقام کی دعا وبرکات سے نور ونورانیت بکھیرتے رہے، خلقِ خدائے تعالیٰ قریب سے اور دور ہوتے ہوئے بھی اُن سے مستفید ہوتی رہی۔

دِل گلستاں تھا تو ہر شئی سے ٹپکتی تھی بہار
دِل بیاباں ہوگیا عالم بیاباں ہوگیا

اِصلاح کے اکسیری والہامی نسخے بیان کرنے والا حکیم اپنا فریضہ ادا کر کے رفیقِ اعلیٰ کی طرف چلا گیا۔

حضرت جل وعلا نے بیان کی جو نعمتِ عظیمہ حکیم محمد اختر صاحبؒ کو عطا کی تھی وہ نرالی، اِنفرادی شان والی تھی جو کم یاب ہی نہیں فی زمانہ نایاب بھی ہے۔ وَذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

اسی کے ساتھ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے خیر، صلاح وفلاح کے مختلف، متنوّع ذرائع بھی صدقۂ جاریہ کے سلسلے اُمت کے لیے فراہم کیے۔ اشرف المدارس، خلفاء، اولاد، امجاد، تالیفات وتصنیفات وغیرہ۔

حقیقت یہ ہے کہ اِس ہیچ مداں اور بے مایہ کے لیے ممکن نہیں کہ وہ کما حقہٗ ان عالی شان خدمات کو بیان کرے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موصوف کے ذریعہ انجام دِلائیں۔

احقر کی دعا ہے کہ حق جل وعلا حضرت کے جملہ متعلقین کو ان حسنات وخیرات کے سلسلے کو قائم رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور حکیم صاحب کے لیے صدقۂ جاریہ کے طور پر حسن قبول عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سلیم اللہ خان
جامعہ فاروقیہ کراچی
۱۳/ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ/۲۰/ستمبر ۲۰۱۳ء

❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبعد حضرت مولانا محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ جب تک اس دنیا میں رہے تو طرح طرح اپنے بیانات، اشعار سے، تالیفات و تصنیفات سے، توجہ اور تصرفات سے، محبت و شفقت سے، امت کی خیرخواہی کے بے پناہ پاکیزہ جذبات سے، اپنے مرشدین عالی مقام کی دعا و برکات سے فرد و فرداً نیست بکثرت رہے، خلق خدا اللہ تعالیٰ قریب سے اور دور رہتے ہوئے بھی مستفید ہوتی رہی۔

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
یہ بیاباں جب ہوا عالم بیاباں ہو گیا

اصلاح کے اکسیری و الہامی نسخے بیان کرنے والا حکیم اپنا فریضہ ادا کرکے رفیق اعلیٰ کی طرف چلا گیا۔

حضرت جل وعلا نے بیان کی جو نعمت عظمیٰ حکیم محمد اختر صاحب کو عطا کی تھی وہ نرالی انفرادی شان والی تھی جو کم یاب ہی نہیں فی زمانہ نایاب بھی ہے۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

اس کے ساتھ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے خیر، صلاح و فلاح کے مختلف، متنوع ذرائع بھی صدقہ جاریہ کے سلسلے امت کے لیے فراہم کیے، اشرف المدارس، خلفاء، اولاد امجاد، تالیفات، تصنیفات وغیرہ۔

حقیقت یہ ہے کہ اس ہیچ مداں اور بے مایہ کے لیے ممکن نہیں کہ وہ کما حقہ ان عالیشان خدمات کو بیان کرے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موصوف کے ذریعہ انجام دلوائیں۔

احقر کی دعا ہے کہ حق جل وعلا حضرت کے جملہ متعلقین کو ان حسنات و خیرات کے سلسلے کو قائم رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور حکیم صاحب کے لیے صدقہ جاریہ کے طور پر حسن قبول عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

سلیم اللہ خان
جامعہ فاروقیہ کراچی
۱۳/ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ / ۲۰ ستمبر ۲۰۱۳ء

حضرت حکیم اختر صاحبؒ کی دو خوش بختیاں

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی صاحب دامت برکاتہم
شاگرد و مرید شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ و مشرف تخصص فی الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

آغازِ اسلام سے ہر صدی میں گونا گوں علوم کے جامع رہے ہیں۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ چودہویں صدی میں کراچی میں حضرت حکیم اختر صاحب تھے، جو حضرت پھول پوریؒ کے زیرِسایہ پلے بڑھے ہیں۔ یہ اُن کی پہلی خوش بختی ہے۔ حضرت پھول پوریؒ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے نہایت باکمال اور بڑے درجے کے خلفاء میں سے تھے۔ جن کے پاس کبھی کبھی بڑے بھائی حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کے ساتھ میرا بھی بارہا جانا ہوا، اُن کی تھوڑی دیر کی حاضری ہفتے تک کام کرتی رہتی تھی۔ ان (حضرت پھول پوریؒ) پر حضرت تھانویؒ کی نظرِ کرم برابر رہی۔[1]

اور حضرت حکیم اختر صاحبؒ کی دوسری خوش بختی یہ ہے کہ حضرت پھول پوریؒ کے بعد آپ کا تعلق حضرت تھانویؒ کے خلیفہ ابرار الحق حقی ہردوئیؒ[2] سے قائم ہوا۔ اور اُن سے خلافت بھی ملی۔ اور گوناگوں دِینی خدمات کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان کی گوناگوں خدمات میں (۱) مطب۔ (۲) رشد وہدایت۔ (۳) تعلیم وتربیت۔ (۴) مدرسہ کا قیام۔ (۵) خانقاہ کا قیام۔ (۶) شعر وشاعری۔ (۷) مطبع مظہری۔ (۸) کتابوں کی اشاعت۔ (۹) ہر دینی کام میں معاونت۔ (۱۰) اسفار۔ (۱۱) بیماری میں بھی خلقِ خدا سے ربط وتعلق۔ یہ اُن کے نمایاں اوصاف ہیں اور یہ عنوانات ایسے ہیں کہ اُن میں سے ہر عنوان پر ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ (۱۲) مصائب وآلام میں ثابت قدمی اور یاد اللہ سے وابستگی واستحضار پھر اس مرض میں وفات۔ ایسی صفات ہیں کہ عجب نہیں موصوف نے شہادت کا درجہ بھی پایا ہو۔ حضرت تھانویؒ کے خلفاء میں خواجہ عزیز الحسن علیگ سے اللہ نے دین کا جو کام شاعری کے ذریعے سے لیا اس دور میں اس سے ملتا جلتا کام حکیم اختر صاحبؒ کو توفیقِ الٰہی سے حاصل ہوا۔ پاکستان، بنگلہ دیش، ہندوستان، مشرقِ وسطٰی اسلامی ممالک وغیرہ میں اُن کے خلفاء دین کی خدمت پر مامور ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کا فیض مرنے کے بعد بھی جاری وساری ہے یہ اُن کی خوش قسمتی اور قبولِ عام کی دلیل ہے۔ جگر نے خوب کہا ہے ؎

جان کر منجملہ خاصانِ میخانہ مجھے ۔۔۔ مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ مجھے

فارسی شاعر نے کہا ہے ؎

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ۔۔۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

محمد عبدالحلیم چشتی

التاریخ: ۲۱/ذی قعدہ/۱۴۳۴ھ ۲۰۱۳/۹/۲۷ء بروز جمعہ

[1]: ملاحظہ ہو بزمِ اشرف کے چراغ ص: ۱۰۴/ پروفیسر سعید احمد، مصباح اکیڈمی جامعہ اشرفیہ لاہور۔ [2]: ایضاً ص: ۸۵/

M.A. HALEEM CHISHTI
M.A, Islamic Studies, M.L.S, Ph.D.
Fazil-i-DEOBAND (India)
MUSHRIF & USTADUL HADIS Jamiatul uloom-il-Islamia
Banuri Town-Karachi.

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی
ایم اے اسلامیات، ایم ایل ایس، پی ایچ ڈی
فاضل دارالعلوم دیوبند (انڈیا)
مشرف (شعبۂ تحقیق وتالیف) و
استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی
استاذ حدیث جامعۃ الرشید احسن آباد کراچی

Ref. ______ Date. ______

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغازِ اسلام سے ہر صدی میں گوناگوں علوم کے جامع رہے ہیں۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ چودہویں صدی ہجری میں کراچی میں حضرت حکیم اختر صاحب تھے جو حضرت پھولپوری رح کے زیرِ سایہ پلے بڑھے ہیں یہ ان کی اعلیٰ خوش بختی ہے۔ حضرت پھولپوری حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے نہایت باکمال اور بڑے درجے کے خلفاء میں سے تھے۔ جن کے پاس کبھی کبھی بڑے بھائی حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رح کے ساتھ میرا بھی بارہا جانا ہوا۔ ان کی تھوڑی دیر کی حاضری ہفتے تک کام کرتی رہتی تھی۔ ان (حضرت پھولپوری رح) پر حضرت تھانوی رح کی نظرِ کرم برابر رہی۔[1]

اور حضرت حکیم اختر صاحب رح کی دوسری خوش بختی یہ ہے "پھولپوری" کے بعد ان کا تعلق حضرت تھانوی رح کے خلیفہ ابرار الحق حقی ہردوئی سے قائم ہوا۔ اور ان سے انہیں خلافت بھی ملی۔ اور گوناگوں دینی خدمات کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان کی گوناگوں خدمات ہیں: (۱) مطب ۲۔ رشد و ہدایت ۳۔ تعلیم و تربیت ۴۔ مدرسے کا قیام ۵۔ خانقاہ کا قیام ۶۔ شعر و شاعری ۷۔ مطبع ظاہری ۸۔ کتابوں کی اشاعت ۹۔ ہر دینی کام میں معاونت ۱۰۔ اسفار ۱۱۔ بیماری میں بھی خلقِ خدا سے ربط و تعلق (اوصاف) نمایاں ہیں۔ اور یہ عنوانات ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر عنوان پر ایک مستقل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ ۱۲۔ مصائب و آلام میں ثابت قدمی اور یاد اللہ سے وابستگی و استحضار پھر اس مرض میں وفات ایسی صفات ہیں کہ عجب نہیں موصوف نے شہادت کا درجہ بھی پایا ہو۔

حضرت تھانوی رح کے خلفاء میں خواجہ عزیز الحسن علیگ سے اللہ نے دین کا جو کام شاعری کے ذریعے لیا اس دور میں اس سے ملتا جلتا کام حکیم اختر صاحب رح کو توفیقِ الٰہی سے حاصل ہوا۔ پاکستان، بنگلہ دیش، ہندوستان، مشرق وسطیٰ وغیرہ اسلامی ممالک میں ان کے خلفاء دین کی خدمت پر مامور ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کا فیض وفات کے بعد بھی جاری و ساری ہے۔ یہ بھی ان کی خوش قسمتی اور قبولِ عام کی دلیل ہے۔ جگر نے خوب کہا ہے:

جاکر منجملۂ خاصانِ میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

فارسی شاعر نے کہا ہے:

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

محمد عبدالحلیم چشتی

التاریخ: ۲۱ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ
۲۷/۹/۲۰۱۳ء
بروز جمعہ

حاشیہ

[1]: ملاحظہ ہو بزمِ اشرف کے چراغ، صفحہ نمبر ۱۰۴، پروفیسر احمد سعید، مکتبہ مصباح اکیڈمی، جامعہ اشرفیہ فیروزپور روڈ لاہور

[2]: ایضاً: صفحہ نمبر ۸۵۔

مشاہدات وتاثرات

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزّاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم

رئیس وشیخ الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی، نائب صدر وفاق المدارس پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Jamia-Uloom-Islamiyyah
(University of Islamic Sciences)
Allama Muhammad Yousuf Banuri Town
Karachi - Pakistan.

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
کراتشی ۷۴۸۰۰ - باکستان

Ref. No. ____________

Date ۱۲ / ۱۱ / ۱۴۳۰ھ
۱۹ / ۹ / ۲۰۰۹ء

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ أشرف الأنبیاء والمرسلین، وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین وعلی من تبعھم بإحسان من العلماء والمرشدین إلی یوم الدین. أما بعد:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا، جن کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی اور انتہاء سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر ہوئی۔

آپ ﷺ کے فرائض نبوت میں تلاوت آیات، تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیۂ نفوس ذکر کئے گئے ہیں۔ آپ ﷺ کی شخصیت تو ایک جامع شخصیت تھی، اس لئے آپ بیک وقت ان فرائض کو سرانجام دیتے رہے جس کے نتیجہ میں ایک ایسی امت وجود میں آئی جسے ''کنتم خیر أمۃ'' کا لقب دے کر یہ ذمہ داری بھی سونپی گئی کہ تمہیں خیر امت اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ تم لوگوں کی نفع رسانی کا ذریعہ بنو، چنانچہ آپ ﷺ کے بعد آپ کے فرائض امت میں تقسیم ہوگئے، ان فرائض میں تزکیۂ نفوس کے لئے ایک جماعت صوفیاء کرام کے نام سے مشہور ہوئی اور انہوں نے امت کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور تربیت کے لئے خانقاہی نظام قائم فرمایا۔ چنانچہ ہر دور میں امت میں بڑے بڑے مربی صوفیاء کرام پیدا ہوئے اور امت کی تربیت فرمائی۔ جزاھم اللہ عنا خیر الجزاء۔

متحدہ ہندوستان میں بھی بڑے بڑے بزرگ مربی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے، جن میں سے ایک حضرت حکیم

P.O. Box: 3465 Karachi Code No. 74800, Phone: (0092-21) - 34913570 - 34912683 - 34915966 - 34123366 - 34121152
Fax: (0092-21) - 34919531, Karachi Pakistan. URL: www.banuri.edu.pk , E-mail: info@banuri.edu.pk

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Jamia-Uloom-Islamiyyah
(University of Islamic Sciences)
Allama Muhammad Yousuf Banuri Town
Karachi - Pakistan.

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
کراچی ۷۴۸۰۰ - پاکستان

Ref. No. ________ Date. ________

الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے، جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اصلاح کا وہ کام لیا کہ دنیا میں شاید اس کی مثال نہ مل سکے، آپ کے اصلاحی سلسلوں میں مواعظ، بیانات، تصنیفات وتالیفات اور بیعت وخلافت کے عدیم المثال نمونے امت مسلمہ کی نفع رسانی کا کام دیتے رہے اور اب بھی الحمد للہ یہ سلسلہ جاری ہے آپ کے مجاز بیعت اور خلفاء میں سے ایک خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ بھی تھے، جن کے خلیفہ اجل ہمارے بزرگ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تھے، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار انسانوں کی اصلاح کا کام لیا۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ صحیح معنوں میں ایک مربی شیخ تھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مریدوں اور حاضرین مجلس کی تربیت کا اونچا ذوق اور مہارت عطا فرمائی تھی۔

الحمد للہ! وقتاً فوقتاً مجھے آپ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہا، نہایت شفقت سے پیش آتے تھے، آخری ملاقات اس وقت ہوئی جب آپ صاحب فراش تھے اور آپ کے صاحبزادے اور نائب حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کے سامان کے ٹرک کھڑے تھے، جن میں افغانستان کے مظلوموں کے لئے امدادی سامان تھا تو حضرت نے فرمایا: ''دعا کریں اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمالے''۔

میں نے عرض کیا کہ ''حضرت اس امداد کا تسلسل ان شاء اللہ قبولیت کی علامت ہے''۔ اس پر بہت خوش ہوئے اور دعا دی، ایسی ہستی کی رحلت سے بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے اور ایک بڑے فیض سے امت محروم ہوگئی ہے۔ فإنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کیلئے تین ایسے صدقات جاری فرمادیئے ہیں کہ جن سے ان کے درجات ان شاء اللہ بلند ہوتے رہیں گے:

۱......صدقۂ جاریہ خانقاہ اور جامعہ اشرف المدارس۔

۲......جو علم انہوں نے کتابوں اور مواعظ کی شکل میں چھوڑا ہے۔

۳......ان کی حسنِ تربیت وتعلیم کا مظہر آپ کی ذریت طیبہ بھی ہے۔

اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ وارفع درجاتہ وارض عنہ ولاتحرمنا أجرہ ولاتفتنا بعدہ۔ آمین

(مولانا ڈاکٹر) عبدالرزاق اسکندر (مدظلہ)

P.O. Box: 3465 Karachi Code No. 74800, Phone: (0092-21) - 34913570 - 34912683 - 34915966 - 34123366 - 34121152
Fax: (0092-21) - 34919531, Karachi Pakistan. URL: www.banuri.edu.pk , E-mail: info@banuri.edu.pk

Aalami Majlise
Tahaffuze Khatme Nubuwwat
Jama Masjid Bab-ur-Rahmat (Trust)
Old Numaish, M.A.Jinnah Road, Karachi Post Code 74400
Ph: 021-32780337, 021-34234476 Fax: 021-32780340

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ، کراچی پوسٹ کوڈ 74400
فون: 021-34234476, 021-32780337۔ فیکس: 021-32780340

Head Office:
Hazuri Bagh Road,
Multan, Pakistan.
Ph: 061-4783486

Lahore Office:
Jama Masjid Aisha, 5-Husain Street,
Muslim Town, Lahore, Pakistan.
Ph: 042-35862404

Islamabad Office:
1159/B, Sec. G-6/1-3, Street 49,
Islamabad, Pakistan.
Ph: 051-2829186

Overseas Office:
35, Stock Well Green,
London, SW9 9HZ UK.
Ph:0207-737-8199

تاثرات

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

محترمی ومکرمی حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ جان کر بہت ہی مسرت ہوئی کہ آپ حضرات عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر نوراللہ مرقدہٗ کے بارے میں خصوصی نمبر کی اشاعت کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ اسے پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور امت کے لئے نافع بنائے۔ آمین۔

حضرت حکیم صاحبؒ کا اندازِ تربیت بالکل انوکھا اور ممتاز تھا اور انہوں نے اپنے خلفاء کرام ومریدین میں معرفتِ الٰہیہ اور اللہ تعالیٰ سے عشق ومحبت کا ایک خاص رنگ بھر دیا ہے اندرون ملک اور خصوصاً بیرونی ممالک کے اسفار میں اس کا خوب مشاہدہ رہا۔ اگرچہ حضرتؒ سے میری بالمشافہ ملاقات اور گفت وشنید بہت کم رہی تاہم بندہ ان کے دینی جذبے اور خدمات جلیلہ کا ہمیشہ معترف رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات میں ترقی نصیب فرمائیں اور آپ حضرات کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

والسلام

(مولانا) عبدالمجید لدھیانوی

آہ! حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث ونائب رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی

پچھلے مہینے نہ صرف پاکستان، بلکہ عالمِ اسلام کا شاید سب سے بڑا سانحہ یہ ہوا کہ ہم حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ کی حیاتِ طیّبہ سے محروم ہوگئے، جن کے فیوض ومعارف سے عرب وعجم کے بے شمار خطّے سیراب ہورہے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت حکیم صاحب قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی اس وقت سالکانِ طریقت کے لیے ایک عظیم چشمۂ فیض تھی جس کے آبِ حیات سے بے شمار اِنسانوں کو نئی زندگی ملی، اور نہ جانے کتنے خاندانوں میں وہ حسین اِنقلاب برپا ہوا جس سے ضمیر کو سکون، نظر کو آسودگی اور دِل کو تعلق مع اللہ اور یقین ومعرفت کا قرار حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُنہیں اپنے عہد کے تین مشائخِ عظام کی طویل خدمت وصحبت کی وہ توفیق عطا فرمائی تھی جو خال خال ہی کسی کے نصیب میں آتی ہے۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی، حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری اور حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی (قدست اسرارھم) تینوں کے فیض نے اُنہیں ایسا کندن بنادیا تھا کہ جس کے مس سے مٹی بھی سونے کی خاصیات حاصل کرلیتی ہے۔

مجھے سب سے پہلے اُن کی زیارت اور ملاقات کا شرف ۱۹۶۰ء میں اُس وقت حاصل ہوا جب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ پاکستان تشریف لائے۔ ہمارے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ جب بھی اپنی مصروفیات سے کچھ وقت نکال سکتے اُن کی خدمت میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اپنے ساتھ ہم بھائیوں کو بھی لے جاتے تھے، اس وقت حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری قدس سرہٗ پر ایک اِستغراق کا سا عالم طاری رہتا تھا اور اگرچہ اُن کی مجلس میں شرکت کے لیے علماء اور دوسرے مسلمان دور دور سے آتے تھے، لیکن وہ مجلس سے خود خطاب نہیں فرماتے تھے، اُس وقت عموماً حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری قدس سرہٗ کی گزشتہ مجلسوں کے بیانات اور ملفوظات ہی مجلس میں سنائے جاتے تھے۔ سنانے والے ایک صاحب نہایت وجیہ شکیل اور فصیح وبلیغ نوجوان تھے جنہوں نے حضرت پھول پوریؒ کے بیانات نہایت مؤثر اور عام فہم انداز میں اپنے پاس

ضبط کیے ہوئے تھے اور مجلس میں اُنہی کو بڑے واضح اور خوش گوار لہجے میں سناتے تھے۔ مجلس کے بعد پتہ چلا کہ یہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب ہیں جو حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری قدس سرہٗ کے مصاحبِ خاص ہیں، اس طرح اُن سے ملاقات اور تعارف کا شرف حاصل ہوا بعد میں جب کبھی حاضری ہوتی وہ ہمیشہ اپنے متبسم چہرے کے ساتھ ملتے اور اُن کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی بے تکلف مجلسیں بھی ہوتیں وہ بزرگوں کی باتیں سناتے اور چونکہ شعری ذوق اُنہیں حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تھا، اِس لیے ہمارے درمیان شعروسخن کا تبادلہ بھی ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اُنہوں نے حضرت پھول پوریؒ کے بیانات کو اِس قابلیت کے ساتھ قلم بند کیا تھا کہ اس میں حضرت قدس سرہٗ کے علوم ومعارِف اپنی بھرپور تاثیر کے ساتھ جمع ہوگئے تھے۔ بعد میں یہ بیانات ''معیتِ الٰہیہ'' اور ''معرفتِ الٰہیہ'' کے نام سے شائع بھی ہوئے اور میرے بڑے بھائی جناب الحاج محمد زکی کیفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو خود حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے بیعت اور بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے) اُن کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ''اُن میں آگ بھری ہوئی ہے''۔

حضرت حکیم صاحب قدس سرہٗ نے اِبتدائی تعلیم پرتاب گڑھ سے حاصل کی تھی اور اسی زمانے سے وہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت وصحبت سے سال ہا سال مستفید ہوتے رہے، حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہٗ کے سلسلے کے بزرگ تھے اور عشق ومحبت کے دریا میں غرق۔ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے خوب خوب اِستفادہ فرمایا اور اس کے بعد حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری قدس سرہٗ سے بیعت کا تعلق قائم فرمایا اور عرصۂ دراز تک اُن کی خدمت وصحبت میں رہے اور مجاہدے کی زندگی گزاری، اس سے پہلے اُنہوں نے اپنے والدِ ماجدؒ کی خواہش کے مطابق عصری اسکولوں میں پڑھا تھا اور بعد میں طبیہ کالج اِلٰہ آباد سے حکمت کی سند حاصل کی تھی، لیکن اُن کی اصل خواہش علومِ دینیہ پڑھنے کی تھی، حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری قدس سرہٗ کے مدرسہ ''بیت العلوم'' میں چار سال کے اندر درسِ نظامی مکمل کیا اور لوگوں کے اِصرار کے باوجود ''دارالعلوم دیوبند'' نہیں گئے تاکہ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری قدس سرہٗ کی خدمت میں علومِ ظاہر کے ساتھ علومِ باطن کی بھی تکمیل ہو۔ پھر اُنہی کے حکم کے مطابق اُن کی وفات کے بعد حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے، جنہوں نے اُن کو خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

اپنے دوسرے شیخ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں اُن کے حکم کے مطابق انہوں نے ''خانقاہِ اِمدادیہ اشرفیہ'' پہلے ناظم آباد اور پھر گلشن اقبال میں قائم کی جس

میں سالکانِ طریقت کا اِتنا زبردست رجوع ہوا کہ دنیا کے تقریباً ہر خطّے سے لوگ اپنی اِصلاح کے لیے آتے اور دِل کی دُنیا بدل کر جاتے۔ شروع میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ کا درسِ مثنوی خاص طور پر نہایت مقبول اور مؤثر ہوا جو بعد میں ''معارفِ مثنوی'' کے نام سے شائع ہوا، اُس کے بعد اُنہوں نے خود مثنوی تصنیف فرمائی اور اُن کی مجالس، مواعظ اور ملفوظات بفضلہٖ تعالیٰ بڑی تعداد میں قلم بند ہوکر شائع ہوئے۔ جنہوں نے طالبانِ سلوک کی پیاس بجھائی۔ اسی طرح اُن کی تصانیف، مواعظ اور مجالس جو چھوٹی بڑی کتابی شکل میں شائع ہوئیں، اُن کی تعداد سو سے متجاوز ہے، اور اُن میں بہت سی کتابوں کے تراجم، عربی، فارسی، انگریزی، چینی، روسی زبانوں کے علاوہ دنیا کی ۲۳ رمختلف زبانوں میں شائع ہوئے ہیں اور اِس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُنہیں اپنے مشائخ کے فیض کو عالم گیر بنانے کی وہ توفیق عطا فرمائی جسے عصرِ حاضر میں منفرد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

حضرت حکیم صاحبؒ کو حضرت والدِ ماجدؒ، حضرت عارفیؒ اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہم سب کے ساتھ خصوصی تعلق تھا اور وہ ان سب بزرگوں کی خدمت میں نیازمندانہ حاضر ہوتے رہتے تھے، اسی لیے اپنے خاص مشائخ کے علاوہ اپنے زمانے کے دوسرے بزرگوں سے بھی انہوں نے کسبِ فیض فرمایا اسی نسبت سے دارالعلوم اور اہلِ دارالعلوم، بالخصوص ہم دونوں بھائیوں سے اُن کا بڑی شفقت اور محبت کا تعلق تھا، شروع میں کثرت سے دارالعلوم تشریف لاتے اور اپنی شگفتہ مجلسوں سے ہمیں نہال فرماتے، میرا اُس زمانے میں بکثرت عرب ممالک کا سفر ہوتا رہتا تھا اور میری عربی تحریریں بھی اُن کی نظر سے گزرتی رہتی تھیں، اس لیے وہ بندہ کی ہمت افزائی کے لیے فرمایا کرتے تھے کہ ''آپ ہمارے پاکستان کے علی میاں ہیں'' ان مجلسوں میں وہ اپنے اشعار بھی سناتے اور کبھی کبھی مجھ سے بھی میرے شعر سننے کی فرمائش کرتے، ایک مرتبہ میں نے اُن کی فرمائش پر اپنی ایک غزل کا یہ مطلع اُنہیں سنایا۔

دردِ دل دے کہ مجھے اُس نے یہ ارشاد کیا ۔۔۔ ہم اسی گھر میں رہیں گے جسے برباد کیا

یہ شعر اُنہیں اِتنا پسند آیا کہ مجھے اُن کے اہلِ مجلس نے بتایا کہ وہ اپنی مجلس میں بندہ کا یہ شعر سنا کر اُس کی تشریح فرمایا کرتے تھے۔

مجھے بھی گاہے گاہے اُن کی خانقاہ میں حاضری کا موقع ملتا رہتا تھا اور ہمیشہ اُن کی خدمت میں حاضری کا ایک سرور محسوس ہوتا تھا۔ لیکن ۲۰۰۰ء سے ایک طرف میرے اسفار بہت بڑھ گئے اور اُدھر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر فالج کا حملہ ہوا جس کی بناء پر اُن کی نقل وحرکت متأثر ہوئی۔ اس لیے ملاقات اور زیارت کے مواقع کم ہوگئے، اس کے باوجود کبھی کبھی بندہ اُن کی خانقاہ میں حاضر ہوتا تو وہ بستر پر ہوتے، لیکن چہرے پر وہی اِطمینان وسکون، وہی پُرتبسم انداز اور وہی شفقت

ومحبت کا معاملہ۔تقریباً تیرہ سال اُنہوں نے علالت کی حالت میں گزارے،لیکن رضا بالقضاء کی تصویر بن کر۔ اور اس حالت میں بھی جب زبان ساتھ دینے لگی تو مجلسوں اور اِفادات کا سلسلہ پہلے کی طرح، بلکہ بعض اوقات پہلے سے زیادہ جاری ہوگیا۔

اُن کی مجالس اور جذبِ دروں کا یہ اثر تھا کہ جو شخص اُن کی صحبت میں کچھ عرصہ گزار لیتا، اُس پر شریعت وطریقت کا ایک مخصوص رنگ چڑھ جاتا تھا، اُنہوں نے دنیا کے مختلف ممالک کے دورے کیے اور ہر دورے میں وہاں کے باشندوں کی ایک بڑی جماعت کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔

بالآخر حکیم صاحب قدس سرہٗ کا وہ وقت آ گیا جسے کوئی ٹال نہیں سکتا، ۲۳؍رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲؍جون ۲۰۱۳ء اتوار کے دن عصر کے بعد اُن کی حالت نازک ہوگئی، اور جب اِتوار کا سورج غروب ہوکر پیر ۲۳؍رجب کی رات شروع ہوئی تو اُن کی روح اپنے محبوبِ حقیقی کے حضور پہنچ گئی۔ میں اس وقت مدینہ طیّبہ میں تھا، مغرب کی نماز کے کچھ ہی دیر بعد مجھے پاکستان اور سعودی عرب کے مختلف حضرات کے پیغامات فون پر ملے جس سے اس جاں گداز سانحے کی اِطلاع ملی۔ جنازے میں شرکت ممکن نہیں تھی، وہیں مسجدِ نبوی (ﷺ) میں حسبِ استطاعت دعا وایصالِ ثواب کی توفیق ہوئی۔

چند روز بعد پاکستان واپسی ہوئی تو اُن کی خانقاہ میں اُن کے لائق وفائق فرزند جناب مولانا محمد مظہر صاحب اور اُن کے دِیگر خلفاء کی خدمت میں حاضری دی تو مولانا محمد مظہر صاحب نے بتایا کہ حضرت حکیم صاحبؒ نے یہ تمنا ظاہر فرمائی تھی کہ اُن کا انتقال پیر کے دن ہو۔ (کیونکہ حضور سرور دو عالم ﷺ کی وفات بھی پیر کے دن ہوئی تھی) اُس کے بعد علالت کے آخری دنوں میں جب ذرا ہوش آیا تو پوچھا کہ ''آج کون سا دِن ہے؟'' جواب ملا کہ بدھ ہے،تو خاموش ہوگئے، پھر دو دِن بعد پوچھا تو بتایا گیا کہ جمعہ ہے، پھر خاموش ہوگئے بظاہر وہ پیر کے دِن کے اِنتظار میں تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کی یہ تمنا اس طرح پوری فرمائی کہ سکراتِ موت اِتوار کا دن گزرنے کے بعد پیر کی شب میں طاری ہوئے اور اسی دن انہوں نے جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔ رَحِمَهُ اللّٰہُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

آج حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں، لیکن اُنہوں نے بے شمار اِفادات کا جو ذخیرہ اور اپنی تربیت سے بنائے ہوئے جو اِنسان چھوڑے ہیں، اُن کی بنا پر اُن کا تذکرہ اور اُن کے فیوض اِن شاء اللہ زندہ جاوید رہیں گے۔

ہر گز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے صاحبزادۂ گرامی جناب مولانا محمد مظہر صاحب اور اُن کے دِیگر خلفاء کو اُن کا کام جاری وساری رکھنے کی توفیقِ کامل مرحمت فرمائیں۔ آمین۔ اَللّٰھُمَّ أَکْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَأَبْدِلْهُ دَاراً خَیْراً مِّنْ دَارِهٖ وَأَھْلاً خَیْراً مِّنْ أَھْلِهٖ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْأَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ۔ (بشکریہ ماہنامہ البلاغ کراچی رمضان ۱۴۳۴ھ)

دِلوں میں حرارت پیدا کرنے والی شخصیت

حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، انڈیا

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ قحط الرجال کے اس دور میں ایک عظیم شخصیت تھے، جن سے دنیا کو روحانی فیض پہنچا، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی مجالس، مواعظ اور تربیت سے بڑی خوش گوار تبدیلیاں رونما ہوئیں، اُن کی زبان میں اللہ نے بڑی مٹھاس اور تاثیر رکھی تھی، جو کچھ بولتے تھے اور لکھتے تھے اُس سے دل میں حرارت پیدا ہوتی تھی۔ بہترین شاعر بھی تھے، دنیا کی بے ثباتی پر اُن کے اشعار اپنے اندر ایک خاص کیفیت اور اثر رکھتے ہیں جن کو سننے کے بعد آدمی تڑپ اُٹھتا ہے اور اُن کے اِصلاحی بیانات میں تربیت کا ایک خاص انداز نظر آتا ہے، جس میں علمیت کے ساتھ روحانیت اور سوز کے ساتھ درد بھی پایا جاتا ہے۔

حضرت مرحوم، حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے وابستہ تھے اُن کے اصلاحی بیانات اور مجلسوں سے خوش گواری کی فضا پیدا ہوئی اور وہ آخری دم تک بندگانِ خدا کی دینی خدمت میں لگے رہے، اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور اِصلاحی فکر کو اُنہوں نے زندہ رکھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرمائے، اُن کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

ایک چراغ اور بُجھا

حضرت مولانا سید احمد شاہ خضر کشمیری صاحب دامت برکاتہم
حفید حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ وشیخ الحدیث دار العلوم وقف دیوبند

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے جلائے ہوئے چراغوں نے خانقاہوں اور روحانی مرکزوں کو زندگی بخشی اور جہاں جہاں اُن کے خلفاء پہنچے، وہاں اِنسانیت، اخلاق اور علم وفضل کا ایک ماحول پیدا ہوگیا ہے، اسی سلسلہ کے ایک بزرگ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی مخلوقِ خدا کی تربیت واصلاح میں لگائی اور اُن کا وجود عام مسلمانوں کے لیے من جانبِ اللہ ہدایت ورحمت کا سبب بنا۔ اس دور میں ایسے بندگانِ خدا اور باکمال افراد کا اُٹھنا ایک بڑے نقصان کا سبب ہے، حضرت حکیم صاحبؒ ایسے خوش نصیب فرد تھے، جس کی نظیر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ دل چسپ اور عجیب وغریب بات یہ ہے کہ وہ خود، اُن کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد مظہر، حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز ہیں، جب کہ اُن کے تمام پوتے خود حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے مجاز ہیں اب تک ایسا کم سننے میں آیا کہ باپ، بیٹا اور پوتا تینوں کو ہی بزرگوں سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی ہو۔

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، والد مرحوم فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بھی مرشد تھے، حضرت شاہ صاحبؒ کو حضرت حکیم صاحبؒ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ حکیم صاحبؒ کو ''رِیحانۃ الاسلام'' کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔

حضرت مولانا عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ تھے اُن کے حلقے کے اور موجودہ دور کے صاحبِ نسبت بزرگ مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ تھے، جو پاکستان میں رحلت فرما گئے۔ حضرت مولانا عبد الغنی پھول پوریؒ کی خدمت میں اُن کا سب سے زیادہ وقت گزرا بلکہ کہنا چاہیے کہ بچپن سے لے کر جوانی کے آغاز تک انہوں نے اپنی زندگی کے ماہ وسال حضرت مولانا عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارے، اسی درمیان حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے والد کا اِنتقال ہوگیا تو حضرت مولانا عبد الغنی

صاحب پھول پوریؒ نے اُن کی والدہ سے نکاح فرمالیا، چند سال بعد حضرت پھول پوریؒ پاکستان ہجرت کرنے لگے تو حضرت حکیم صاحبؒ بھی اُن کے ساتھ پاکستان چلے گئے۔

پاکستان میں حضرت مولانا عبد الغنی پھول پوریؒ کا جو حلقہ بنا، اُس کے مرشد حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ قرار پائے۔ حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ، حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئیؒ کے خلیفہ تھے اور پورے پاکستان اور دیگر مشہور ممالک میں اُن کے خلفاء اور فیض یافتگان کی بڑی تعداد ہے۔ سلوک و تصوّف، شریعت وسنت اور دینی خدمات کا جو کارنامہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ نے انجام دیا اُس کو آنے والا وقت محسوس کرے گا، اُن کی علمی روحانی شخصیت اور سنت کے سانچے میں ڈھلا ہوا مزاج وعادات تمام لوگوں کو اپنی جانب کھینچتی تھی۔ اُن کے اِس دُنیا سے جانے کے بعد محرومی کا احساس بڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرتِ کاملہ فرمائے اور اُن کے درجات بلند فرمائے۔ ادارہ وارا کینِ ادارہ جامعہ امام محمد انور شاہ (دیوبند، انڈیا) حضرتؒ کے اہلِ خانہ، معتقدین و منتسبین کی خدمت میں تعزیتِ مسنونہ پیش کرتا ہے اور دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ آمِیْن یَارَبَّ الْعَالَمِیْن۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دار العلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

❁

قبل از نبوت حضور ﷺ کو حق تعالیٰ نے دو صفات سے خاص کر ممتاز فرمایا تھا، یعنی امانت وصداقت سے۔ اللہ نے ایک دو دن نہیں، چالیس برس کافروں کو دکھایا کہ ہمارا نبی کیسا صادق اور امین ہے، یہاں تک کہ کافر خود کہتے تھے کہ ھٰذَا صَدُوْقٌ اَمِیْنٌ، یہ امانت وصداقت کی صفت انبیاء کو اس وجہ سے عطا فرمائی جاتی ہے کہ جب وہ نبوت کا دعویٰ کریں تو لوگوں کے لیے کوئی گنجائشِ انکار نہ رہے کہ یہ شخص جو آج کہہ رہا ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں، یہ سچا اور امین نہیں ہے۔

امانت ایسی صفت ہے کہ علماء جو وَرَثۃُ اَنْبِیَاءَ ہیں، یعنی انبیاء کے وارث ہیں، ان کے لیے بہت ضروری ہے، کیونکہ اگر وہ امین نہ ہوں گے اور پھر تقریر کریں گے تو ان کے وعظ میں اثر نہ ہوگا، جو شخص امین ہوتا ہے اللہ اس کو دنیا میں بھی عزت دیتا ہے اور آخرت میں بھی، جبکہ خائن کے لیے دنیا میں بھی ذلت ہے اور آخرت کا عذاب الگ۔

تو ایک امانت تو بندوں کے مال کی امانت ہے اور ایک امانت وہ ہے جو اللہ نے ہمیں دی ہے اور وہ اللہ کی امانت ہے، تو جب بندوں کی امانت کو اللہ نے اُن بندوں کا حق قرار دے دیا، تو کیا اللہ کی امانت اللہ کا حق نہ ہوگی؟ اور کیا اس امانت کا حق بندوں کی امانت کے حق سے کم ہے؟ اور وہ امانت کیا ہے؟ وہ خود ہمارا جسم ہے۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

نقوشِ رفتگاں

حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی صاحب دامت برکاتہم

سجادہ نشین خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون، انڈیا

میرے بچپن میں حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کثرت سے تھانہ بھون تشریف لایا کرتے تھے اور بعض اوقات کئی کئی روز قیام فرماتے، اس دوران علاقے کے لوگوں کا زِیارت وملاقات اور اِستفادہ کے لیے تانتا لگا رہتا، رکشہ وغیرہ کی سہولت میسر نہیں تھی، اس لیے اس مقصد کے لیے ایک ڈولی نما سواری تیار کی گئی تھی جس کو کئی لوگ بڑا سا بانس ڈال کر اٹھاتے تھے بس اڈہ سے خانقاہ اور خانقاہ سے مزار تک آمد و رفت میں اس کا استعمال ہوتا تھا اور بڑا مجمع ساتھ ہوتا، ہم بچوں کے لیے یہ منظر بڑی دل چسپی کا باعث ہوتا تھا، حضرت پھول پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اس دور میں ہند و پاک کے اکابر ومشائخ میں امتیازی حیثیت کی حامل تھی وہ جب تشریف لاتے تو اُن کے ہمراہ علماء وصلحاء اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی ایک جماعت ہوتی تھی جن میں حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب شاہ جہاں پوری، حضرت حافظ عبد الولی صاحب بہرائچی، حضرت مولانا محمد نبی حسن صاحب واصل ٹانڈوی، حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی، حضرت حبیب الحسن صاحب شیروانی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ ہوتے اور خادم خاص کی حیثیت سے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے، جو حضرتؒ کے سر میں تیل لگاتے، بدن دباتے، وضو وغیرہ کراتے، دوائیں دیتے تھے، اس کے علاوہ قلم و کاغذ سے بھی مستعد رہتے اور حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھول پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق علمی کاموں میں لگے رہتے، اشعار کہتے اور مجلس علماء میں سناتے، اس وقت ''معرفتِ الٰہیہ'' مرتب ہو رہی تھی، ''محبتِ الٰہیہ'' اور ''صراطِ مستقیم'' بھی انہی دنوں مرتب ہو کر آئیں جو مجلس میں سنی سنائی جاتیں عجیب فرشتوں کی محفل کا سماں اور نورانی کیفیت ہوتی تھی۔

حکیم اخترؒ کا کمرہ حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ سے متصل ہی تھا اور ضرورت پڑنے پر وہ حکیم اختر! کہہ کر پکارتے، آج بھی وہ الفاظ گویا کانوں میں گونج رہے ہیں، بعض اوقات حکیم

صاحبؒ موجود نہ ہوتے تو ہم بچے دوڑ کر حکیم صاحبؒ کو بلا لاتے، حکیم صاحبؒ علمی کاموں میں معاون رہتے اور حضرت پھول پوریؒ پر جب کوئی مضمون کا القاء ہوتا تو فوراً حکیم صاحبؒ کو نوٹ کراتے۔

اِصلاح کا آسان نسخہ کسی نے حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظ ملت ابراہیمیہ سے نکال کر علیحدہ شائع کرایا تھا وہ تقسیم ہوا اور بار بار سنایا بھی گیا، حضرت پھول پوریؒ نے فرمایا کہ حکیم اختر! اس کو نظم کردو، حکیم صاحب نے تھانہ بھون ہی میں اس کو نظم کیا اس کی ابتداء بھی اس طرح کی گئی تھی۔

جسے آہ ہمت دوا کی نہ ہو سکت جس میں پرہیز کی بھی نہ ہو
وہ مایوس بندہ یہ مژدہ سنے بڑے عارفِ حق کا نسخہ سنے

تو والدِ محترم مولانا سید ظہور الحسن تھانویؒ نے اُس کے شروع میں ایک شعر کا اضافہ فرمادیا کہ۔

مخاطب ہے میرا وہ گم کردہ راہ جسے یاس نے کردیا ہو تباہ

اس کو سب نے پسند کیا اور اس نظم کا جزو بنادیا تھا، اُس وقت یہ نظم اِصلاح کا آسان نسخہ بہت مقبول ہوئی تھی اور ''معرفتِ الٰہیہ'' میں اُس کو شامل کردیا گیا تھا۔

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت کمزور تھے، دو آدمیوں کے سہارے اُٹھتے بیٹھتے تھے، لیکن نماز میں نہ جانے کہاں سے ہمت وقوت آجاتی تھی کہ بغیر سہارے کھڑے ہوکر پڑھتے تھے، اس وقت ہم لوگوں کو بہت حیرت ہوتی تھی، مجلس اَکثر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سہہ دری میں ہوتی، لیکن حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے لیے جو جگہ متعین فرمائی تھی، وہیں پر تشریف فرما ہوتے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ بٹھانے پر علماء اصرار کرتے لیکن وہ نظر انداز فرمادیتے تھے۔

آخر میں کراچی تشریف لے گئے تھے، کچھ ہی عرصے بعد وِصال ہوگیا اُن دِنوں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''محبتِ الٰہیہ'' بہت مقبول ہوئی اور خوب پڑھی جاتی تھی، اُس میں موضوع کے مستقل اشعار، حکایات اور اَہل اللہ کے دِل پر اثر کرنے والے واقعات تھے اُسی کے ساتھ حضرت پھول پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام کے حالات نثر اور نظم دونوں میں تھے۔

پاکستان ہجرت کے بعد مدتِ دراز تک حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زِیارت وملاقات کی نوبت نہیں آئی۔ مجلس صیانۃ المسلمین لاہور کے سالانہ اِجلاس میں شرکت شروع ہوئی تو ہر سال ملاقات ہوا کرتی تھی، کراچی کی دعوت دیتے اور اپنے ہی ہاں قیام کراتے، ایک مرتبہ شالیمار سے اپنے ساتھ لے گئے، دورانِ قیام راحت وآرام کی پوری فکر اور خدام کو تاکید رکھتے۔ دو ایک مرتبہ ساتھ میں سفر کا بھی اِتفاق ہوا، اُن کی مجلس بڑی پر بہار ہوتی تھی، اُسی میں وہ ایک سے ایک علمی نُکات، نوادرات اور تجربات پیش کرتے رہتے اور اس طرح ہنسی خوشی راہِ سلوک طے کرادیتے

تھے۔ بارہا اُنہوں نے اپنے مخصوص انداز میں دو پہر تک بیان فرمایا پھر رُک گئے اور سامعین سے دریافت کیا کہ ''یہ مضمون آپ نے پہلے نہیں سنا ہوگا، نیا ہے نا؟ دیکھو یہ تھانہ بھون کی برکت ہے۔ مولوی نجم کے ذریعے تھانہ بھون کا فیضان ہورہا ہے، کیسا عجیب مضمون بیان ہوا''۔

ایک مرتبہ ہم لوگ رحیم یار خان گئے، مسجد میں بیانات ہوئے، فارم پر بھی جانا ہوا، گنّے چُوسے گئے، مجلس بھی ہوئی بعد نمازِ فجر مسجد میں بیان ہوا، مجھے سامنے بٹھایا اور میر صاحب، حضرتؒ کے برابر بیٹھے، مضامین بہت عمدہ بیان ہورہے تھے اور حضرت مولانا حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پورے خوش گوار ماحول میں تھے، لیکن مجھے نیند آرہی تھی، حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ تقریر میر صاحب کو کئی مرتبہ تنبیہ فرمائی، کیوں سورہے ہو؟ میں بھی سنبھل جاتا مگر پھر غلبہ ہوجاتا میں نے غور کیا تو میر صاحب تو ہشاش بشاش تھے، توجہ سے سن رہے تھے، معاً خیال آیا کہ یہ تنبیہ میر صاحب کو نہیں تُجھے ہورہی ہے!۔

ایک مرتبہ مجلس صیانۃ المسلمین کے پروگرام میں جامعہ اشرفیہ لاہور جانا ہوا، مغرب کے بعد دارالافتاء کے سامنے حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ دروازہ کے قریب تشریف فرما تھے اور ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑ گئی فرمایا ''بھائی مولوی نجم کو راستہ دے دو، جانتے ہو اس ظالم نے ہمارے ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر رکھا ہے!'' اور فرمایا کہ ''میں اختر ہوں یہ نجم ہیں''۔

حضرت حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت فیاض، کُشادہ دست اور سیرِ چشم تھے، اس وصف میں وہ بہت سے مشائخ میں ممتاز تھے، غریب علماء وحفاظ کا خیال رکھتے، اہلِ مدارس کا بھرپور تعاون کرتے اور کراتے، فرماتے تھے بنگلہ دیش میں جو فتوحات ہوتی ہیں، وہیں کے علماء اور مدارس میں تقسیم کرآتا ہوں، غریب ملک ہے غیرت اِجازت نہیں دیتی، کہ وہاں سے کچھ لے کر آیا جائے۔

گزشتہ سال جامعہ اشرف المدارس کراچی پاکستان کے سالانہ عالمی اِجلاس میں حاضری ہوئی، صاحبزادہ جناب مولانا محمد مظہر صاحب نے ماشاء اللہ عمدہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا، بہت سے ممالک سے علماء اور مشائخ کو مدعو کیا تھا، شاندار پروگرام ہوا، حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آخری ملاقات اسی دوران ہوئی، اِستغراقی کیفیت تھی خدام نے زور سے عرض کیا کہ ''تھانہ بھون سے مولوی نجم الحسن سالانہ عالمی اجلاس میں شرکت کے لیے آئے ہیں'' جواب میں حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زور سے فرمایا ''ہوں!'' پھر آنسو جاری ہوگئے، خدام نے بتایا کہ کئی روز بعد ایسی بشاشت دیکھنے کو ملی۔

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر لکھنے والے بہت کچھ لکھیں گے، اور ماشاء اللہ لکھ رہے ہیں۔ میں نے بھی اُنگلی کٹا کر شہیدوں میں نام درج کرالیا۔ (بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

۞

رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی

حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزماں اِلٰہ آبادی صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ وخویش حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

ایک مجلس خاص تعزیتی نظام کے تحت ''مدرسہ دار المعارف الاسلامیہ'' اور ''بیت المعارف الاسلامیہ'' (انڈیا) میں منعقد کر چکا ہوں، ماشاء اللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے طریق ہی نہیں، کتاب وسنت کی بہت سی توضیحات وتشریحات خاص تصوّفی رنگ میں منصۂ شہود پر آ گئی ہیں، جن سے اصحابِ محبت وارباب معرفت سب ہی محظوظ ومسرور ہورہے ہیں، بلکہ ایک دفعہ خود اِس حقیر نے عرض کیا کہ آپ کے بیانات سے ہم لوگ مسرور ہی نہیں، بلکہ مخمور ہورہے ہیں، جس سے حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت مسرور ہوئے ماشاء اللہ آپ نے علوم ومعارف کا ایک خزانۂ گراں مایہ چھوڑا ہے کہ ان شاء اللہ اُمت بعد میں بھی اس سے مستفیض ہوتی رہے گی، اللہ ہم سب کو اس کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

ہمارے جیسے ناتواں ونا کارہ پر تو خاص عنایت وشفقت رہی، حکیم صاحبؒ ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں تقریباً حضرت اقدس مُرشدی مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں قریب قریب دوماہ کے لیے تشریف لائے تھے، اس وقت یہ حقیر انتہائی ضیق وتنگی کا شکار تھا، بفضلہٖ تعالیٰ آپ کی آمد اس حقیر کے لیے موجبِ فرحت وتسلی ثابت ہوئی، پھر حضرت اقدس مُرشدی مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد تعزیت کے لیے الٰہ آباد تشریف لائے تو ہمارے مدرسے ''بیت المعارف'' میں ہی قیام فرمایا، جو اس حقیر کے لیے مزید تسلی اور تقویتِ قلب کا سبب ہوا اور پہلی مرتبہ کافی دنوں ہمارے غریب خانہ ''بخشی بازار، روشن باغ'' میں اور ''مدرسہ بیت المعارف'' دونوں ہی جگہ قیام کرتے، اور فرماتے کہ تمہارے مریدوں کو اپنا مرید سمجھتا ہوں۔ ماشاء اللہ امّ عبد اللہ سلمہا اُن کے طعام کا خاص طور سے اہتمام کرتی تھیں، جس سے حکیم صاحبؒ خوش ہوتے اور اُن کو دعائیں بھی خوب دیتے تھے، فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ اثنائے قیام ''بیت المعارف'' میں حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعض دفعہ فرماتے کہ ''بیت المعارف'' میں نور ہی نور معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت ''دار المعارف الاسلامیہ'' کی تعمیر کا سلسلہ جاری نہیں ہوا تھا، مگر آپ کو اتنا خیال تھا کہ حضرت مولانا تقی الدین صاحب ندوی سے ملاقات کے وقت اس کی تعمیر کی طرف متوجہ فرمایا، فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ اَب اِس سے زیادہ کیا لکھوں.........؟ کہ آپ جیسے عارف کا دنیا سے چلا جانا باعث ظلمت وتاریکی ہے، یقیناً حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کے خاص ترجمان تھے اور اُن کے طریقۂ طرزِ تصوّف کا عیاناً اظہار فرماتے تھے۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے بعد بھی اُن کے خلفاء ومتعلقین کو اِس طریق پر چلنے بلکہ اُمت کو چلانے کی توفیق مرحمت فرمائے، اللہ تعالیٰ حضرت حکیم صاحبؒ کو اعلیٰ مقامات سے نوازے اور ہم سب کی بھی اُن کے طفیل مغفرت فرمائے اور جنت نصیب فرمائے۔ آمین۔ ❁ (ماہنامہ ندائے دار العلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

وہ جو دیتے تھے دوائے دل

حضرت مولانا شاہ قاری محمد مبین صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم
خلیفہ و جانشین حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

یہ سن کر بے اِنتہاء تکلیف ہوئی کہ مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کا وِصال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں درجاتِ عالیہ عطا فرمائے۔ آمین۔

موت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ذائقہ سب کو چکھنا ہے، آج اُن کی تو کل ہماری باری ہے، ہمارے حضرت والا مولانا شاہ وصی اللہؒ دنیا کی بے ثباتی پر اکثر و بیشتر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
جان ٹھہری جانے والی، جائے گی
پھول کیا ڈالوگے تُربت پر میری
خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

تاہم موت و شخصیت سب کی یکساں نہیں ہوتی، شخصیت کی عظمت و تقدّس کے لحاظ سے موت و رحلت کا صدمہ بھی عظیم ہوتا ہے، سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے وِصال پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ کانٹے دار جھاڑیوں کو بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اِنتقال کا غم محسوس ہوا ہے، دراصل جو چیز سب سے زیادہ قابلِ فکر ہے وہ یہ کہ اپنے بڑے اُٹھتے جاتے ہیں اور اُن کی مسندِ اِرشاد و ہدایت خالی ہوتی جاتی ہے، بزرگوں کی صحبت میں ایک طویل زمانے تک رہنا، رِیاضت و مجاہدہ کرنا، اخلاقِ رذیلہ دور کرنا، اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہونا وغیرہ یہ سب باتیں قریب ختم کے ہیں، حضرت والا مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجالس میں دولتِ باطنی کے حصول کے لیے ان مجاہدات و ریاضات کی جانب توجہ دلاتے تھے اور بڑے درد کے ساتھ یہ شعر پڑھا کرتے ؎

خونِ دل پینے کو، لختِ جگر کھانے کو
یہ غذا ملتی ہے جاناں! ترے دیوانے کو

ایسی شخصیت جو اکابر اُمت و اولیاء اللہ کی معتمد اور تربیت یافتہ ہو اُن کے دنوں کی ''تپش'' اور ''شبوں'' کے گداز میں شامل رہی ہو، ظاہر ہے، اس دورِ قحط الرجال میں ایسی ہستی کا روپوش ہونا ایک عظیم صدمہ اور ایک بڑا خلا ہے، اللہ تعالیٰ اُن کی خانقاہ اور اُن کے زرّیں سلسلہ کی باقیاتِ صالحات کی حفاظت فرمائے اور ایسا نعم البدل عطا فرمائے جو اُن بزرگوں کی رِوایات کو اُن کے اُصول وخطوط پر چلتے ہوئے قائم رکھے، سنا ہے کہ اُن کے صاحبزادے مولانا محمد مظہر صاحب سلمہ اُن کی خانقاہ کے امین وجانشین بنائے گئے ہیں، متعلقین ومنتسبین کو چاہیے کہ مولانا محمد مظہر سلمہ کی زیرِ نگرانی اپنے معمولات کو جاری رکھیں، تاکہ اُن کے فیوض وبرکات عرب وعجم میں جاری وساری رہیں، امید ہے کہ مولانا موصوف سلمہ اپنے والدِ ماجدؒ کے اصلی کام کو ان شاء اللہ العزیز زندہ وروشن رکھیں گے، اہل اللہ کی خدمات اتنی جلدی ختم نہیں ہوا کرتیں، اللہ تعالیٰ اُن کی حفاظت وحمایت فرمائے اور جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ حَفِظَهُ اللّٰهُ وَرَحِمَهٗ رَحْمَةً وَّاسِعَةً كَامِلَةً۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

❁

ایک صاحب نے عرض کیا کہ میں نے عجیب خواب دیکھا کہ میں عرب حج پر گیا ہوں تو اہلِ عرب نے جہاز کے سامنے یہ نعرہ لگایا کہ اونٹ ہمارا خدا ہے۔ اس کی تعبیر یہ ارشاد فرمائی کہ حضرت تھانویؒ سے حضرت پھول پوریؒ نے نقل کیا کہ خواب میں بعض دفعہ بعض الفاظ محذوف ہوجاتے ہیں اس خواب میں لفظ نشانی چھوٹ گیا جملہ یوں تھا کہ اونٹ ہمارا نشانِ خدا ہے اور یہ نشانی عرب میں سب سے زیادہ ہے افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت کیفیت خلق کی طرف متوجہ فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ کیفیت خلق سے کیفیت صانع کی معرفت حاصل کرو مخلوق میں صانع کو دیکھو کہ جس کی مخلوق کی یہ کیفیت ہے اسی کا صانع کیسا ہوگا۔ کیفیت مصنوعیت کیفیت صانع پر دلالت کرتی ہے۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

مثنویٔ مولانا روم کے شارح

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم
ناظم اعلیٰ اسلامک فقہ اکیڈمی ہند

ماضیٔ قریب کے علماء میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی مجالس کا خاص شہرہ تھا اُن مجلسوں نے کتنی ہی مٹی کو پارس اور پتھر کو موم بنایا تھا، کیا علماء اور کیا عوام، کیا امراء اور کیا نوابان اور کیا رعایا اور کیا شعراء وسخن وراں اور کیا فقہاء ومفتیان ہر طبقہ کے لوگ آپ کے اسیرانِ محبت تھے۔

اسی مے کدۂ تھانویؒ کے بادہ خواروں میں حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ اور حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئیؒ تھے، اوران دونوں بزرگوں کے فیض یافتگان میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ تھے، جو تھانوی رنگ میں رنگے ہوئے تھے، شعروسخن کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے، خوب کہتے اور خوب اِنتخاب کرتے تھے، اپنے سامعین ومستفیدین کو بادۂ محبت پلاتے تھے اور مست مئے عشقِ حقیقی کرتے تھے، مثنویٔ مولانا رومؒ کے شارحِ خاص تھے، اور مثنوی کے ایک ایک شعر کی شرح آپ کے قلم فیض رقم کا اثر ہے، پیر رومیؒ نے کس کس کو مرید نہیں کیا؟ صاحبِ دل کو بھی، صاحبِ دماغ کو بھی، صوفی کو بھی، فلسفی کو بھی، بارگاہِ رومی کی ارادت بھی ایک تمغۂ امتیاز ہے، حکیم صاحبؒ بھی اُس بارگاہ کے عارفین بلکہ عاشقین میں تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر وسلوان نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

برّصغیر کی ایک رُوحانی شخصیت

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی مدظلہٗ
نائب مہتمم واستاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند، انڈیا

حضرت حکیم اختر صاحبؒ عصرِ حاضر میں برصغیر کی ایک عظیم روحانی شخصیت تھے، جنہوں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے افکار اور تعلیمات کو زبان اور قلم دونوں سے عام کیا، اور بزرگوں کی روایات اور سیرت وسلوک کا نمونہ بن کر رہے، قابلِ رشک زندگی گزاری، خلقِ کثیر کے دینی نفع اور روحانی فیض کا ذریعہ بنے، ایسی ہستیاں بار بار پیدا نہیں ہوتیں، جو لوگ اُن سے مستفید ہوئے ہیں اور اُن کی تربیت اور اصلاح پائی ہے وہ بڑے خوش نصیب ہوئے ہیں۔

حکیم صاحبؒ کی اِصلاحی خدمات کا دائرہ محدود نہیں تھا، پوری دنیا میں اُن کے روحانی فیض کی لہریں پہنچیں اور زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والوں کی اصلاح وہدایت کا ذریعہ بنے، اللہ اُن کی مغفرت فرمائے اور جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، اخلاف کو صبرِ جمیل نصیب فرمائے۔ آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

❁

بزرگ ہستی

حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی مدظلہٗ
صدرالمدرسین وناظم تعلیمات دارالعلوم وقف دیوبند، انڈیا

گزشتہ دنوں عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ وفات پیش آیا، جس سے رنج اور قلق ہوا، اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کی مغفرت فرمائے اور مراتبِ آخرت کو بلند کرے۔

بڑی مغتنم اور بزرگ ہستی کے روحانی فیض سے دنیا محروم ہوگئی، ایسی بزرگ ہستیاں ایک ایک کر کے رخصت ہوتی جارہی ہیں اور دن بدن رجالِ کار کی صفوں میں ناقابلِ تلافی خلا پیدا ہورہا ہے۔ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی سلسلے کے بلند پایہ بزرگ تھے، اور اُن کی تعلیمات کے شارح تھے، مرحوم کے فرزندِ نیک نام جناب مولانا محمد مظہر صاحب اب اُن کے سچے جانشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعے مرحوم کے فیض کو جاری رکھیں۔ آمین

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

❁

پُرانے اکابر کا ذوق رکھنے والے

حضرت مولانا ریاست علی ظفر بجنوری صاحب مدظلہٗ
استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند، انڈیا

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیاتِ مستعار کے قیمتی لمحات کو کامیابی کے ساتھ ہم کنار کرکے سفرِ آخرت کے لیے روانہ ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علوم وفنون اور معارف وتصوّف کے سلسلے میں معتبر اور مستند اہلِ علم اور مشائخِ تصوّف سے اِستفادہ کیا، پھر دین کی صحیح اشاعت اور عام مسلمانوں کی ہدایت کے لیے زبان وقلم کا بڑے سلیقہ سے استعمال کیا۔

پُرانے اکابر کے ذوق کے مطابق اپنے خلفاء کے ذریعے متعدد خانقاہیں قائم کیں جن میں حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت یافتہ متوسلین خلقِ خدا اور عام مسلمانوں کی ہدایت کا مؤثر کام کررہے ہیں، راقم نے بنگلہ دیش میں حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ متعدد خانقاہوں میں ہونے والے کام کا مشاہدہ کیا ہے اور اُن کو اپنے مقاصدِ حسنہ میں کامیاب پایا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرتؒ کی بال بال مغفرت فرمائے اور اُن کو اپنے شایانِ شان اجرِ جزیل عطا فرمائے اور اُن کے اہلِ خانہ اور متوسلین کو صبرِ جمیل کی توفیق ارزانی کرے۔ آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

۞

ایک ناقابلِ تلافی خلا

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی مدظلہٗ
مہتمم جامعہ اشاعت الاسلام اکل کنواں گجرات، انڈیا، ورکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، الہ آباد یونیورسٹی سے حکمت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اُنہوں نے اپنی پوری توجہ تزکیۂ نفس اور اِصلاحِ باطن پر صرف کی جس کے لیے انہوں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مجاز اور معتمد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ کی صحبت اختیار کی، تادمِ حیات اپنے شیخ کی خدمت کی اور خوب فیض حاصل کیا، تقسیم کے بعد پاکستان منتقل ہوگئے اور اپنی خانقاہ، مواعظ اور اِصلاحی اسفار کے ذریعے پوری دنیا کو رُوحانی فیض پہنچایا اور آخری دم تک مصروفِ خدمت رہے۔ گزشتہ دنوں حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دارِ فانی سے کوچ کرگئے، اُن کی وفات سے ایک ناقابلِ تلافی خلا پیدا ہوگیا ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

۞

صاحبِ فراست اور بابصیرت شخص

حضرت مولانا سید حبیب احمد صاحب مدظلہم
مہتمم جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ، وجانشین حضرت مولانا قاری سید صدیق باندویؒ

حضرت حکیم اختر صاحبؒ کی وفات کی خبر سن کر دُکھ اور رنج ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
والدِ محترم علیہ الرحمہ سے اُن کا جو خاص تعلق تھا اس کے نتیجے میں راقم السّطور سے خصوصی محبت فرماتے تھے، بڑے کریم النفس، حلیم الطبع، صاحبِ فراست اور بابصیرت شخص تھے، اپنی گوناگوں صلاحیتوں کو انہوں نے اصلاحِ نفس میں لگایا، لاکھوں کی ہدایت کا سامان بنے اور عمر کی آخری منزل تک ضعف و پیری اور عوارض کے باوجود تزکیۂ نفس کی خدمت میں مصروف رہے، بارہا اباجی کی دعوت پر حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی علیہ الرحمہ کی معیت میں بیل گاڑی کی صعوبتیں برداشت کر کے اُن حلقوں میں جاتے، جہاں فتنۂ اِرتداد کے لیے علمائے حق اباجی کی قیادت میں محاذ آراء تھے، بہت کم لوگ ہوں گے جو حضرت حکیم صاحب علیہ الرحمہ کی شخصیت اور اُن کے کارناموں سے واقف نہیں، ہندو پاک کے علاوہ باہر کی دنیا میں بھی اپنے روحانی فیض کی وجہ سے مشہور و معروف تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات کو بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین
(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

❁

عارف باللہ حکیم محمد اختر صاحبؒ

حضرت مولانا سید احمد صاحب بخاری مدظلہم
امام وخطیب شاہی جامع مسجد دہلی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک مردم ساز شخصیت تھی، اُن کے علمی کارنامے منفرد تھے اور انہوں نے تصوّف وسلوک کے راستے سے مخلوقِ خدا کی جو خدمت انجام دی ہے وہ ناقابلِ فراموش ہے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے روحانی سلسلے کے بزرگوں میں ہندو پاک بلکہ برّ صغیر میں جن حضرات سے سب سے زیادہ فیض پہنچا ہے، اُن میں عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحبؒ مقیم کراچی پاکستان کی شخصیت معروف ومشہور ہے، انہوں نے اپنی خانقاہ اور مواعظ ومجالس کے ذریعے تقریباً پوری دنیا میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے روحانی فیوض و برکات کو پھیلایا۔ بندہ حکیم صاحبؒ کی بلندیٔ درجات کے لیے دعا گو ہے۔ (بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

❁

روشنی اور ہدایت کا سامان

حضرت مولانا اشہد رشیدی صاحب مدظلہم
مہتمم جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد، جنرل سیکریٹری جمعیت علمائے ہند(یوپی)

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑی با اَثر اور رُوحانی شخصیت کے مالک تھے، یورپی ممالک میں اُن کے مریدین ومعتقدین کی ایک بڑی تعداد ہے، اللہ تعالیٰ نے اُن سے تزکیۂ نفس کا کام لیا اور دُوسروں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا، یہ اُن کی عنداللہ مقبولیت کی علامت ہے، اُن کی زندگی میں یقیناً بہت سی خوبیاں تھیں، جن کو جاننے اور سمجھنے کے بعد اپنانے کی ضرورت ہے، آگے بڑھانے اور دوسروں کو فیض پہنچانے کی ضرورت ہے، ایسی شخصیتیں دوسروں کے لیے روشنی اور ہدایت کا سامان ہوتی ہیں، اُن کے حالاتِ زندگی سے روشناس کرانا ایک عظیم خدمت ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرمائے اور اُن کو مقامِ کریم عطا فرمائے۔ آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشدِ ملت نمبر)

روحانی شخصیات کا سلسلہ بالتدریج منقطع ہوتا جارہا ہے

حضرت مولانا ڈاکٹر عزیر احمد قاسمی صاحب مدظلہم
ناظم عمومی مرکزی جمعیت علمائے ہند

مرشدِ ملت حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ کا حادثۂ وفات ایک ایسے وقت میں پیش آیا کہ جب روحانی شخصیات کا سلسلہ بالتدریج منقطع ہوتا جارہا ہے، ایک وقت تھا کہ چاروں طرف بڑی بڑی ہستیاں موجود تھیں، اور اِصلاح واِرشاد کی محفلیں گرم تھیں، اب ایسی ہستیاں دور دور تک نظر نہیں آتیں، حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ اُنہی ہستیوں میں سے ایک تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن سے اِصلاح واِرشاد کی خدمت کا کام لیا۔ وہ بڑی معظم اور معتبر شخصیت تھے۔ احقر کو بھی مدینہ منوّرہ میں کثرت سے مجلسوں میں حاضری کی سعادت ملی اور خوب اِستفادہ کا موقع حاصل ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب فرمائے۔ آمین

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشدِ ملت نمبر)

الوداع اختر! سفیر سنت خیر البشر

حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم
حفید حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، نائب مہتمم واستاذ الحدیث دار العلوم وقف دیوبند

بقاء سزاوار ذات حَیٌّ وَ قَیُّوْمٌ کو، اُس کی صفات کو، اُس کے ذکر کو، اُس کے کلام کو، اُس کے کام اور اُس کی شان بالائے وہم گمان کے ماسوا ہر شئی فانی اور ناپائیدار ہے، ''کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ○ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ○'' جو آئے رخصت ہوئے، جو آئیں گے، چل چلاؤ اُن کے لیے بھی مقدر ''کُنْ فَیَکُوْنُ'' کے قانون کے ساتھ ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ'' کا منشور بھی جاری ہے۔ ماضی قریب میں کیسے کیسے اساطینِ علم وعمل، اکابرِ سلوک ومعرفت اور جبالِ دانش اس جہانِ فانی سے رخصت ہوگئے، سچ یہ ہے کہ اُن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دینِ مبین کی اشاعت، خلقِ خدا کی مخلصانہ خدمت اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کی جہدِ مسلسل میں گزرا، ایک دنیا اُن کے دینی فیوض اور روحانی برکات سے مستفید ہوئی، اُن کی خدا پرستی، خدا ترسی، صالحیت اور روحانیت سے چمن انسانیت میں بہار اور زندگیوں میں اِنقلاب آیا، مگر احکم الحاکمین کی حکمتوں اور مصلحتوں کو کون سمجھ سکتا ہے، اگر اُس کی حکمتِ کاملہ تعمیر، تکوین اور اِیجاد کو مقتضی ہے تو نظامِ کائنات ''وَمَا فِیْهَا'' کی شکست وریخت، اِنہدام اور اِنقلاب کی بھی مقتضی ہے، ہر دو شان اسی حکمتِ بالغہ کی ہیں ؎

وداعِ غنچہ میں ہے رازِ آفرینشِ گل
فنا فنا ہے یا ہے زندگی کی ہستی

یعنی وداعِ غنچہ آفرینشِ گل کا مژدہ یا فنائے غنچہ رعنائی گل کی تمہید، ایک بلیغ مثال ہے جہان رنگ وبو کے فنا میں، جہان ابدی کے مضمر ہونے کی عادت اللہ یہی ہے کہ بناءِ قدیم کی شکست وریخت تعمیرِ جدید کے لیے لازم یا تعمیرِ جدید کے لیے بناءِ فرسودہ کا اِنہدام ناگزیر صانع مطلق کی حیرت انگیز

صناعی اور حکیم مطلق کی حکمت بالغہ کو جہان جاودانی کی تعمیر ملزوم ہے تو عالمِ فانی کی بساط کا سمیٹنا اس کے لیے لازم ہے۔ سب کچھ مٹنے کے بعد نئے نقوش ابھریں گے، نئی دنیا آباد ہوگی، نیا نظام قائم ہوگا۔

عارف باللہ حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الامت مجدد الملت رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے ایک صاحبِ اِرشاد، صاحبِ دل اور بافیض بزرگ تھے، جن کی پوری زندگی، خلقِ خدا کی دینی رہنمائی اور اِصلاحی خدمت میں گزری۔ اُن کی مجالس، اسفار، مواعظ اور احسان وسلوک کے موضوع پر اہم تصانیف کے ذریعے سے پوری دنیا میں اُن کا فیض پہنچا ہے اُن کے الفاظ میں حرارت، اُن کی آواز میں سوز ودرد، اُن کے لب ولہجہ میں اتباعِ سنت اور عشق ومعرفت کی ایک آنچ محسوس ہوتی ہے، جس کو سننے اور پڑھنے والا محسوس کرتا ہے کہ حکیم صاحبؒ کو اللہ نے ظاہری وجاہت اور کشش کے ساتھ بے شمار علمی صلاحیتوں اور باطنی خوبیوں سے نوازا تھا، انہوں نے احسان وسلوک کے اہم مسائل اور حقائق کو بڑے سلیقے سے کتاب وسنت سے کشید کر کے عوام وخواص سب ہی کے لیے قابلِ استفادہ بنایا، اُن کی تصانیف، مواعظ، ملفوظات اور تحریریں پڑھنے اور سننے والے کو ایمانی حلاوت اور عرفانی لذّت ایک خاص ماحول میں لے جاتی ہیں اور دلوں میں جذب وکیف کی ایک مخصوص فضاء پیدا کرتی ہیں۔

مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی دلآویز تشریح اور بے مثال ترجمانی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مثالی اور زندہ جاوید کارنامہ ہے، انہوں نے اس کے ذریعے ایک نسل کو مولانا رومؒ کے سوزِ عشق اور شمس تبریزؒ کے دردِ دل سے آشنا کرنے کی کوشش کی ہے۔

اُن کی شاعری احسان وسلوک کی منظوم ترجمانی، اور معرفت وطریقت کا ایک ایسا چمن صد رنگ ہے کہ جس کی آبیاری انہوں نے کتاب وسنت صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے آبِ حیات سے کی ہے۔

حضرت مولانا حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق پرتاب گڑھ، اُتر پردیش کی مردم خیز سرزمین سے تھا، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ ارشد حضرت مولانا عبد الغنی پھول پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص اور مسترشد باختصاص تھے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد اپنا اِصلاحی تعلق حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ ارشد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کر لیا تھا اور پھر خلافت سے بھی نوازے گئے۔

تقسیمِ وطن کے بعد پاکستان منتقل ہوگئے، کراچی میں اقامت اختیار کی اور گلشن اقبال کراچی میں اپنی خانقاہ کے ذریعے خلقِ کثیر کی روحانی واصلاحی خدمات میں مصروف رہے، ہند وپاک بلکہ دنیا کا شاید ہی کوئی ایسا خطہ ہو جہاں اُن کا روحانی فیض نہ پہنچا ہو، ضعفِ پیری اور گوناگوں امراض اور

عوارض کے باوصف آخری دم تک ذکر وفکر اور اصلاحِ باطن کے مبارک مشاغل سے وابستہ رہے۔

آپ کے صاحبزادۂ گرامی محترم جناب مولانا حکیم محمد مظہر صاحب زید مجدہٗ خلیفۂ ارشد حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ علم وعمل، زہد تقویٰ میں آپ کے مثنیٰ اور صحیح معنیٰ میں آپ کے جانشین ہیں۔ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جوارِ رحمت میں جگہ پاگئے، نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهٗ وَبَرَّدَ اللّٰهُ مَضْجَعَهٗ، آپ کے فرزندِ صالح مولانا محمد مظہر صاحب آپ کی باقیاتِ صالحات میں سے ہیں، خدا تعالیٰ اُن سے بھی وہی کام لے رہے ہیں اور دُعا ہے کہ اُن کا فیض جاری وساری رہے اور حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ خلقِ کثیر اُن سے مستفید ہوتی رہے۔

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرتِ آیات پر حلقہ دار العلوم وقف دیوبند (انڈیا) میں گہرا رنج وغم محسوس کیا گیا، دار الحدیث میں ایصالِ ثواب اور تعزیتی جلسے کا اہتمام کیا گیا، جس میں عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات سے اساتذہ کرام نے طلباء ومعززینِ شہر اور شرکائے اطرافِ دیوبند کو روشناس کرایا، خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دامت برکاتہم کے سفر میں ہونے کی وجہ سے حضرت دامت برکاتہم کے تعزیتی کلمات پڑھ کر سنائے گئے، جس میں حضرت دامت برکاتہم نے حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات کا وقیع تذکرہ کرتے ہوئے سانحۂ وفات پر گہرے رنج وغم کا اِظہار فرمایا۔

صاحبزادۂ مکرم جناب مولانا حکیم محمد مظہر صاحب زید مجدہٗ کی خدمت میں تعزیتِ مسنونہ پیش کرتے ہوئے دعاگو ہیں کہ ربِّ کریم، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ علّیین میں مقامِ کریم سے سرفراز فرمائیں، جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل اور صاحبزادۂ محترم مولانا حکیم محمد مظہر صاحب زید مجدہٗ کے ذریعہ اُن کے بابرکت کام اور روحانی فیض کو جاری وساری رکھیں۔ آمین۔

تاریخ ترے نام کی تعظیم کرے گی
تاریخ کے اوراق میں تو زندہ رہے گا
جو فیضِ طریقت تھا تری ذات سے اخترؔ
باصورتِ مظہرؔ وہ درخشندہ رہے گا

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دار العلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

❁

بزرگوں کے صحبت یافتہ

حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی صاحب دامت برکاتہم

صدر مفتی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند، انڈیا

پہلے زمانے میں ہمارے اکابر کا یہ وطیرہ ہوتا تھا کہ وہ ظاہری علوم سے فراغت کے بعد کسی خانقاہ میں جاکر کسی بزرگ کی سرپرستی اور رہنمائی میں اپنے باطن کی صفائی کیا کرتے تھے اور اسی فکر وفلسفے سے اُن کی مستقبل کی زندگی نمو پاتی تھی۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ بھی اُن ہی نفوسِ قدسیہ کے چشم وچراغ تھے، آپ نے حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ، حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ اور حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ، ہرتین بزرگان کی صحبت اٹھائی، ان نفوسِ قدسیہ کی صحبت نے آپ کو کُندن بنادیا۔

حضرت مولاناؒ نے باطنی تربیت اور تصوّف وسلوک کا روحانی سلسلہ ہند وپاک اور بنگلہ دیش میں ایسا چلایا کہ بے شمار نفوس کو آپ نے باطنی تربیت اور روحانی تزکیہ کے رنگ میں رنگ دیا۔

افسوس کہ آج یہ روحانی شخصیت ہم سے روپوش ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ نے اپنی وفات کے بعد بہت سے روحانی خلفائے کرام کو چھوڑا اور بہت سارے علمائے کرام کو چھوڑا، جو آپ کے مدرسہ سے فیض یاب ہوکر نکلے ہیں اور دین اور علمِ دین کی صحیح خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ وَر پیدا

اللہ تعالیٰ بہت بہت اُن کی مغفرت فرمائے اُن کے درجات کو بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اُنہیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کا علماء لدھیانہ اور مجلسِ احرار سے تعلق

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی صاحب
قومی صدر مجلسِ احرارِ اسلام ہند، امام و خطیب جامع مسجد لدھیانہ پنجاب، انڈیا

بے شک تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی عالمِ اسلام میں کسی تعارف کی محتاج نہیں، شاہ صاحب مرحوم سے علمائے لدھیانہ کا تا زندگی ایک مضبوط تعلق رہا، مجلس احرارِ اسلام کی تحریک جھوٹے نبی مرزا غلام قادیانی کے فتنہ کے رد میں شروع کی گئی تحریک تحفّظ ختمِ نبوت میں آپ کی دعائیں شامل رہیں، غالباً ۱۹۹۹ء میں لاہور میں میری حضرت اقدس مولانا حکیم صاحب مرحوم سے تفصیلی ملاقات ہوئی، جب آپ کو اس بات کا علم ہوا کہ تقسیمِ ہند کے بعد پنجاب میں ایک بار پھر مساجد کی آبادکاری کا کام احرار انجام دے رہے ہیں، تو آپ بہت خوش ہوئے اور دُعاؤں سے نوازا، برطانیہ میں بھی دِینی اسفار کے دوران میری حضرت شاہ صاحب سے ملاقات رہی، آپ کی ذات اُمتِ مسلمہ کے لیے ایک عظیم سرمایہ تھی، آپ نے جن خداداد صلاحیتوں کے ساتھ دنیا بھر میں مسلمان قوم کا تعلق اللہ کی ذات کے ساتھ پختہ کیا وہ ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے۔

حضرت اقدس مرحوم کے حلقہ احباب میں جو بھی فرد شامل ہوا، اس کی زندگی کا نظام ہی مکمل اسلامی ہوگیا، آپ نے موجودہ دور میں جب کہ مسلمانوں کی نوجوان نسل کو خراب کرنے کے لیے باطل قوتوں نے ہر حربہ استعمال کیا، لیکن آپ نے اُس طریقہ سے عوام کو دین سے جوڑا کہ دنیا متفکر و حیران رہ گئی، حضرت اقدس مرحوم خانقاہوں میں جلوہ افروز ہوکر لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

عالمی انقلابی شخصیت کے حامل

حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب
صدر جمعیت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وخلیفہ مجاز حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسنی ندویؒ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے سلسلے کے مشہور بزرگ تھے، پوری دنیا کو حضرت حکیم الامتؒ کی تعلیمات اور اِصلاحات سے آشنا کیا، حضرت علیہ الرحمہ انقلابی شخصیت کے حامل تھے، عالمِ اسلام کے ساتھ ساتھ یورپ وافریقہ وامریکہ میں موجود انگریزی تہذیب سے متأثر لوگوں میں دینی اِنقلاب پیدا کر دیا، اچھا لکھتے اور بولتے تھے اُن کی تربیت اور اِصلاح سے ہزاروں لوگ راہِ راست پر آئے اور ہزاروں پر اُن کی تربیتی چھاپ نظر آتی تھی۔

حضرت علیہ الرحمۃ سے حرمین شریفین میں قاری خلیق اللہ صاحب کے ہاں مسلسل اِستفادہ کا موقع ملا اُن کی خدمات کو دیکھ کر بلا شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا عکسِ جمیل تھے، اللہ تعالیٰ نے اُنہیں شاعری کا بھی صاف ستھرا ذوق عطا فرمایا تھا اُنہوں نے اپنی شاعرانہ صلاحیت کو معرفت وسلوک کی تشریح وتفہیم اور تزکیۂ نفس پر بڑے طریقے سے استعمال کیا، معرفت وسلوک پہ اُن کے اشعار بڑے بامعنیٰ اور پرمغز اور خاص تاثیر رکھتے ہیں، اُن کے اِنتقال پرملال سے ایک عظیم خلا پیدا ہوگیا ہے، جس کو بہت شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے۔

احقر کو حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت تھی، اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کو جاری وساری فرما کر توشۂ آخرت بنائے اور جملہ پسماندگان خصوصاً جناب مولانا حکیم محمد مظہر صاحب کو دن دونی ترقیات سے نوازے اور صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

عالمِ ربانی، عارِف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ رحلت فرما گئے

حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی صاحب مدظلہم
مدیر ماہنامہ الصیانہ وخلیفہ مجاز حضرت مولانا مسیح اللہ خانؒ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ جو کچھ عرصے سے علیل چلے آ رہے تھے، مؤرّخہ ۲/جون ۲۰۱۳ء بمطابق ۲۳/رجب ۱۴۳۴ھ کو رحلت فرما گئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ چند سالوں سے صاحبِ فراش تھے، آخر میں فالج کا اثر بھی ہو گیا تھا، آپ کا حلقۂ اِرادت پاکستان، ہندوستان، افریقہ، عرب اور دیگر ممالک میں وسیع تھا، آپ شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ خلیفۂ ارشد حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے مسترشد اور حضرت اقدس محی السنہ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ (ہردوئی) کے ممتاز خلفاء میں سے تھے۔ آپ کثیر کتابوں کے مصنف تھے، عربی، اردو کے علاوہ دیگر ۷/زبانوں میں آپ کی کتابوں کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ مجلسِ صیانۃُ المسلمین کے سرپرستوں میں سے تھے، مجلس سے آپ کا خصوصی تعلق تھا، حالتِ صحت کے زمانے میں حضرت اقدس حکیم صاحب رحمہ اللہ مجلس کے ہر سالانہ اجتماع میں مع متعلقین کے تشریف لا کر اپنے مواعظِ حسنہ سے سیراب فرماتے تھے، اور خصوصی تعاون سے نوازتے تھے۔

پاکستان میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کا سب سے پہلے استقبال میں نے ہی کیا تھا، ۱۹۶۰ء میں جب انڈیا سے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے تھے تو لاہور میں نیلا گنبد جامعہ اشرفیہ میں ہمارے گھر پر ہی اُن کا قیام تھا، الحمد للہ یہ سعادت ہمیں نصیب ہوئی، اس وقت حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ بھی حیات تھے۔ لیکن اس زمانے میں میرے والد صاحب حضرت مولانا جلیل احمد صاحب شیروانی رحمہ اللہ کا انتقال ہو چکا تھا، تقریباً ۱۲/۱۳/دن حضرت پھول پوریؒ کے ساتھ حضرت حکیم صاحبؒ کا ہمارے گھر کی اُوپر کی منزل میں قیام رہا۔ پھر جب کراچی جانے لگے تو رات کا وَقت تھا، پلیٹ فارم پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کپڑا بچھا کر بیٹھ گئے، حضرت حبیب الحسن خان شیروانی صاحب رحمہ اللہ بھی ساتھ تھے، اسٹیشن

پر گاڑی کے جانے میں دیر تھی، حضرت پھول پوری صاحب رحمہ اللہ کا کیا حال تھا، گریبان کھلا ہوا، بال بکھرے ہوئے، جب کہ شیروانی صاحب ماشاء اللہ خوب صورت اور وجیہ آدمی تھے، اب جو کوئی گزرتا تھا، وہ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھتا تھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ اور شیروانی صاحب کو کوئی نہیں پوچھتا تھا، شاہ صاحبؒ کے بارے میں جب کوئی پوچھتا تو میں کہتا کہ یہ بھی ایک بزرگ ہیں، جو ہمارے خفیہ بزرگوں میں سے ہیں۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی تشریف لے گئے اور اب حکیم صاحب رحمہ اللہ بھی تشریف لے گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت حکیم صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے ہماری بہت سرپرستی فرمائی اور میں سمجھتا ہوں کہ کراچی میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ ہی کا فیض ہے اور اب حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد پیر عام ختم ہو گئے، اب پیر مخصوص ہیں، ٹھیک ہے جب تک دنیا قائم رہے گی حضراتِ ظاہر بھی رہیں گے اور حضراتِ باطن بھی رہیں گے جب کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ ظاہر بھی تھے اور باطن بھی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی شان عجیب تھی۔ وہ بہت خفیہ آدمی تھے، اُن کا ظہور اُس طرح سے نہ ہو سکا جیسے ہونا چاہیے تھا، مگر بہر حال پھر بھی بہت کچھ ہو گیا، لوگوں کو بہت بڑا فائدہ پہنچا، اُن کے صدقاتِ جاریہ بھی بے شمار ہیں ماشاء اللہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرمائیں۔

آپ رحمہ اللہ کی نمازِ جنازہ حسبِ وصیت آپ کے فرزند وصالح جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب زید مجدہٗ نے پڑھائی۔ جس میں ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ آپ کے دُور دراز کے متعلقین نے بھی آپ کے جنازہ میں آکر شرکت کی۔ مجلسِ صیانۃ ُالمسلمین پاکستان کے نمائندہ کی حیثیت سے حضرت مولانا عبد الدیان صاحب سلیمی نے شرکت فرمائی، احقر وکیل احمد بوجہ ضعف ومعذوری کے شرکت نہ کر سکا، جس کا احقر کو افسوس صد افسوس ہے۔ آپ کو اپنے مدرسے کے قریب ہی قبرستان میں دفن کیا گیا، افسوس صد افسوس! کراچی شہر خصوصاً آپ کے فیوض وبرکات سے محروم ہو گیا۔ نیز دیگر شہروں کے منتسبین حضرات بھی عموماً محروم ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرکز مجلسِ صیانۃ ُالمسلمین، جامع مسجد عثمانیہ ومدرسہ اشرفیہ احتشام العلوم جام پور (صوبہ پنجاب) میں ایک تعزیتی پروگرام منعقد ہوا جس میں عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کی دینی، علمی، تبلیغی واصلاحی خدماتِ جلیلہ پر تفصیلی بیانات ہوئے۔ مقررین میں حضرت مولانا راشد قمر صاحب خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ واستاذ جامعۃ الرشید کراچی، حضرت حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری مدیر جامعہ، مولانا محمد اقبال صاحب خطیب جامع مسجد عثمانیہ اور دیگر علماء شامل ہیں۔ مقررین نے اپنے اپنے بیانات وتأثرات میں کہا کہ

’’حضرت عارف باللہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ عالمِ اسلام کی عظیم علمی ورُوحانی شخصیت تھے، عالمِ اسلام میں اُن کے لاکھوں مریدین اورعقیدت مند موجود ہیں، جامعہ اشرف المدارس کراچی، خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کراچی، لاہور اور متعدد دینی مدارس، مساجد، سینکڑوں تصانیف اور اولادِ صالحہ سب اُن کے لیے صدقۂ جاریہ ہیں۔ تعزیتی اجتماع میں کثیر تعداد میں عوام وخواص نے شرکت کی اور حضرت رحمہ اللہ سے عقیدت ومحبت کا اظہار کیا اوراُن کی وفات کو عالمِ اسلام کا عظیم نقصان قرار دیا۔ حضرت رحمہ اللہ کی مغفرت اور بلندیٔ درجات نیز پسماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کی گئی‘‘۔

۱۹؍اگست ۲۰۱۳ء بروز پیر صبح نو بج کر تیس منٹ پر حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے فرزند و صالح جانشین حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب زید مجدہٗ بندہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے ،تو اُن کو دیکھ کر بہت مسرت ہوئی اور ایسا محسوس ہوا کہ گویا احقر کی ساری کمزوری اور بیماری دور ہوگئی اور ایک نئی جان آ گئی۔ مولانا حکیم محمد مظہر صاحب نے کچھ دیر بعد اپنے ساتھ آنے والے اَفراد جن میں برما اور جنوبی افریقہ کے احباب بھی تھے، کو کہا کہ ’’جو بوڑھے ہیں وہ اُوپر بیٹھ جائیں باقی احباب نیچے ہی بیٹھیں‘‘ تو احقر نے عرض کیا کہ ’’آپ نا بوڑھوں میں ہیں نا جوانوں میں بلکہ آپ ہمارے مشائخ میں ہیں‘‘۔ پھر احقر نے اُن سے معذرت بھی کی کہ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا، اسی لیے اپنے نمائندے مولانا عبدالدیان صاحب کو بھیجا، طبیعت مسلسل ناساز چل رہی ہے، اسی وجہ سے آپ کو تعزیتی خط بھی نہیں لکھ سکا لیکن توجہ ہر وقت آپ کی طرف ہی ہے۔ آپ نے بہت ہی محبت وشفقت فرمائی، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ بھی بہت محبت فرماتے تھے، آپ تشریف لے آئے، حوصلہ افزائی بھی ہوئی عزت افزائی بھی ہوئی۔ مولانا نے احقر کو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کا تازہ شائع شدہ وعظ ’’اِسلامی مملکت کی قدر و قیمت‘‘ مرحمت فرمایا (جس میں قیامِ پاکستان کے وقت علماءِ کرام خصوصاً حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ کی فکر اور کوششوں کا تذکرہ نمایاں ہے)۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے وعظ کو دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوئی۔

احقر کی دعا ہے کہ اللہ جل شانہ حضرت قبلہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کی مغفرت فرما کر درجات بلند فرماویں، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ اور حضرت اقدس محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب قدس سرہٗ کے فیوض وبرکات کو جاری رکھیں اور حضرت مولانا شاہ محمد مظہر صاحب زید مجدہٗ کی عمر میں برکت عطا فرماویں، اورمولانا محمد مظہر صاحب کے ذریعے ان بزرگوں کے فیوض وبرکات کو جاری وساری رکھیں۔ آمین ثم آمین۔

❁

وَاعَمَّاهُ قَدْ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ

حضرت مولانا مفتی عبداللہ پھول پوری صاحب مدظلہ (انڈیا)
حفید حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۳؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بروز یک شنبہ بعد مغرب بندہ دہلی میں ایک پروگرام میں تھا کہ اچانک سعودیہ عربیہ سے فون آیا کہ حضرت والا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ اس دارِ فانی کو الوداع کہہ گئے۔ اِنَّـا لِلّٰـهِ وَاِنَّـا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر قضا و قدر کے فیصلے کے سامنے سرِتسلیم خم کرتے ہوئے حضرتؒ کے لیے دل سے دعائیں نکلیں اور مدرسہ پر بھی ایصالِ ثواب ودعا مغفرت کا اہتمام کرایا گیا بندہ کے تمام منتسبین و متعلقین کا بھی جگہ جگہ سے فون آنے لگا، تعزیت کے علاوہ بھی حضرات دعاے مغفرت وایصالِ ثواب کرانے کی خبر دیتے رہے اللہ تعالیٰ حضرت والاؒ کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے اور فردوس اعلیٰ میں تمکن عطا فرمائے، اپنے بزرگوں کے قافلہ کے ساتھ ملحق فرمائے۔

حضرت والا حکیم محمد اختر صاحبؒ حضرت شاہ عبدالغنی پھول پوری علیہ الرحمہ کے خادم خاص کے عنوان سے مشتہر تھے، بزرگوں کے بقول حضرت پھول پوری علیہ الرحمہ کے فیض سے سرشار تھے، ہمارے حضرت والا ہردوئی قدس سرہٗ نے بھی اُن کے لیے فرمایا تھا کہ ''خدمت شیخ از ابتداء تا انتہاء مبارک ہو''۔ کسی انسان کا سب سے بڑا سرمایہ یہی ہوتا ہے کہ اُس کے مربی و بڑے اعتماد فرمائیں، جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس یہی بڑی سند تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن سے راضی رہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب خلافت ساز کمیٹی مقرر فرمائی تو یہی فرمایا کہ یہ وہ چھ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو عشرہ مبشرہ کے افراد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے تاحیات خوش رہے۔ بہرحال بڑوں کا خوش رہنا اور پر اعتماد ہونا چھوٹوں کے لیے بڑا سرمایہ ہے، ہمارے حضرت والا حکیم صاحب قدس سرہٗ کو اپنے بزرگوں کا اعتماد اور اُن کی خوشیاں حاصل رہیں جو بعد میں اُن کے عالمی افادات کا ذریعہ بنیں۔ یقیناً وہ فناء فی الشیخ، فناء فی اللہ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، ہر جگہ برجستہ اپنے مشائخ کے ملفوظات اُن کو یاد آجاتے تھے سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی قطبی شمسِ بازغہ کا مطالعہ تو کم تھا۔ مگر قطب بینی بہت چوکس تھی۔ بڑے بڑے علماء دانش ورانِ قوم ششدر و حیران رہ جاتے تھے حضرت ہی کا شعر ہے ؎

کہاں پاؤ گے صدرا بازغہ میں
نہاں جو غم ہے دل کے حاشیہ میں
ارے یارو! جو خالق ہو شکر کا
جمالِ شمس کا، نورِ قمر کا
وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

بہرحال حضرت والا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ اٰیَةٌ مِّنْ اٰیاتِ اللّٰہ تھےاور گونا گوں کمالات سے متصف تھے۔ ایک صاحب نے فون پر مجھ سے کہا کہ حضرت پھول پوری علیہ الرحمہ کی پھلواری کا ایک پھول مرجھا کر گر گیا تو میں نے برجستہ کہا کہ پھول کی مہک ان شاء اللہ باقی رہے گی۔

واقعہ تو یہی ہے کہ شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری علیہ الرحمہ کی جسمانی وروحانی دونوں اولادیں بہت تیزی سے مسافر راہ عدم ہو رہی ہیں ابھی حال ہی میں آخری نسبی وصلبی اولاد والد محترم جناب بابو ابوالبرکات صاحب قدس سرہٗ واصل بحق ہوئے ان سے پہلے پھوپھیاں رخصت ہوئی تھیں ادھر اب عم محترم حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ داغِ فرقت دے گئے۔ حضرت نے تو بہت بڑا حلقہ چھوڑا ہے، یقیناً اخلاف کے لیے دُہرا غم ہوتا ہے ایک تو بڑوں کا سایہ سمٹتا ہے دوسرے بڑوں کی صلبی اولاد میں تو بھائی مولانا حکیم محمد مظہر صاحب زیدت مکارمھم ہیں، دوسرے ایک بچی اُن کے علاوہ پوتوں ونواسوں کی بھی ایک جماعت ماشاء اللہ موجود ہے خدا کرے اولاد بھی اپنے بزرگوں کے طرز پر احیاءِ سنت کا کام کریں اور بڑوں کی تسلی کا سامان بنیں ان کے علاوہ حضرتِ والاؒ کے خلفاء ومجازین کی ایک بہت طویل فہرست ہے جو ان شاء اللہ حضرتِ والا کے کارناموں کو جلا بخشے گی اور ترقی سے ہم کنار فرمائے گی، بندہ تمام وارثین وپس ماندگان کو ادائیگیٔ سنت کی نیت سے تعزیت پیش کرتا ہے اور خود کو بھی تسلی دیتا ہے کہ ربِّ ذوالجلال کے حکم پر سر جھکانا ہی تسلیم ہے اور یہی بندوں کا شیوہ ہے نیز اپنے تمام دوستوں سے اُمید رکھتا ہے کہ حضرتؒ کے لیے ایصالِ ثواب ودعاءِ مغفرت کا اہتمام گاہے بگاہے کرتے رہیں۔ بندہ خانوادۂ پھول پوری کے سب ہی افراد کو مستحقِ تعزیت سمجھتے ہوئے سب ہی کی خدمت میں تعزیتِ مسنونہ پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خاندان کے سب ہی افراد کو خواہ وہ اولادِ جسمانی ہوں یا اولادِ روحانی، صراطِ مستقیم پہ گامزن رکھے اور شریعت وسنت پر عمل اور اس کی اِشاعت کی توفیق بخشے۔ آمین

حضرت والاؒ کی بیماری کافی عرصہ ممتد رہی، ۳۰ رمئی ۲۰۰۰ء کو فالج کا اٹیک ہوا، پھر آخر میں

نو سال صاحبِ فراش رہے۔کل مدتِ بیماری ۱۳؍سال ۲؍یوم رہی، مگر ماشاء اللہ اس مدتِ مدیدہ میں بھی بافیض رہے مرجع خواص وعوام بنے رہے، آنے والا سرشار ہوکر واپس ہوتا تھا، اُن کی زیارت ہی کافی لوگوں کی تسلی کا سامان تھی ۔۲؍جون ۲۰۱۳ء بمطابق ۲۳؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بعد مغرب ۷:۴۰ پر رحلت ہوئی اور صبح تقریباً ۹؍بجے خلف الرشید حضرت مولانا شاہ محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم خلیفۂ مجاز حضرت محی السنۃ شاہ ہردوئی علیہ الرحمہ نے نماز جنازہ پڑھائی لاکھوں سے متجاوز سوگ وار مجمع نے انہیں آغوشِ رحمت کے سپرد فرمایا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

(بشکریہ ماہنامہ فیضانِ اشرف، انڈیا، رمضان ۱۴۳۴ھ، جولائی ۲۰۱۳ء)

اہلِ دنیا اللہ والے کو دیکھ کر ترس کھاتے ہیں کہ بے چارے کے پاس بنگلہ نہیں ہے کار نہیں ہے۔ظاہری حالت کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ تکلیف میں ہے اور اللہ والا اہلِ دنیا پر ترس کھاتا ہے کہ تمہارے پاس سکون نہیں ہے۔اللہ والا بغیر ایکسرے کے ان کے دل کی بے چینی دیکھتا ہے جیسے ایکسرے میں زخم نظر آجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لوگوں کے دلوں کا حال مجھ پر خوب کھول دیا ہے۔تم اسباب سکون اختیار کرتے ہو اور بے چین ہو۔ہمارے پاس اسباب سکون نہیں لیکن دل سکون سے ہے کیونکہ دل کی غذا صرف اللہ کی یاد ہے، اگر کسی اللہ والے کے سامنے کوئی اس پر ترس کھائے کہ آپ کی حالت پر بڑا افسوس ہے اگر اس وقت وہ سکوت اختیار کرتا ہے تو وہ اللہ والا نہیں ہے۔اگر یوں کہتا ہے کہ ہاں دعا کریں کہ اللہ مجھے بھی کار اور بنگلہ دے دے تو تو بالکل دنیا دار ہے، لیکن اگر سکوت بھی اختیار کرتا ہے تو میں سمجھوں گا کہ بالکل خالی ہے۔اس کے اندر کچھ ہے نہیں۔اسے تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ تمہیں کیا معلوم کہ میرے اللہ نے میرے دل کو کیا کیا نعمتیں دے رکھی ہیں۔

رخِ زرینِ من منگر کہ پائے آہنیں دارم
تو می دانی کہ در باطن چہ شاہے ہمنشیں دارم

(ملفوظ:حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

مولانا شاہ حکیم محمد اختر کا وِصال!

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب
مدیر ماہنامہ لولاک ملتان وناظم شعبۂ نشر واشاعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

شریعت وطریقت کے آفتاب وماہتاب حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اخترؒ کراچی میں ۲؍جون ۲۰۱۳ءکو وصال فرما گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ یوپی کے ضلع پرتاب گڑھ کی بستی اٹھیہ میں جناب محمد حسین کے گھر ۱۹۲۳ءکو پیدا ہوئے۔ساتویں جماعت تک کی تعلیم اپنے علاقہ کے اسکول میں حاصل کی۔پھر طبیہ کالج الٰہ آباد میں طب پڑھنے کے لیے داخلہ لیا۔حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ کے مدرسہ بیت العلوم میں دینی تعلیم حاصل کی۔درس نظامی آپ نے چار سال میں مکمل کیا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ سے بیعت کی اور انہیں سے ہی آپ کو خرقۂ خلافت نصیب ہوا۔

حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ کی شخصیت بہت ہی جامع تھی۔بیک وقت تعلیم وتعلم، بیعت وارشاد، مجالس ومحافل، تصنیف وتالیف، علاج ومعالجہ، مجالس ذکر، تبلیغی اسفار کے ذریعہ ایک عالم کو آپ نے فیض یاب کیا۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ حضرت تھانویؒ کے سلسلہ کے بزرگ تھے، اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ خود مجلسِ احرارِ اسلام (ہند) کے شعبۂ تبلیغ کے ممبر تھے۔جب کہ حضرت تھانویؒ کے سلسلہ کے دِیگر بزرگ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رہے ہیں۔اور حضرت تھانویؒ کے مجازِ صحبت شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کے مرکزی امیر اور آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظِ ختم نبوّت کے صدر رہے۔یہ سب ہی حضرات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

کے خانوادۂ طریقت سے تعلق رکھتے تھے۔

ان حضرات کے بعد پھر عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کو حضرت تھانویؒ کے حلقہ کی جس شخصیت نے اپنی محبتوں سے اسیر کیا وہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اخترؒ تھے۔ سندھ کے اُن علاقوں میں جہاں قادیانیوں نے رفاہِ عامہ کے نام پر غریب سادہ لوح عوام کو اپنے اِرتداد کی لپیٹ میں لینا چاہا۔ وہاں آپ کے قائم کردہ رفاہی اِدارہ نے رفاہِ عامہ کی وہ جلیل القدر خدمات سرانجام دیں جن سے قادیانی گروہ کی ملعون سازش ناکام ہوئی۔ وہاں مسلمانوں کا ایمان بھی محفوظ ہوا۔ ایک تبلیغی سلسلہ میں فقیر کا تھرپارکر سندھ کا سفر تھا۔ اس اِدارہ کی خدمات کو بچشمِ خود دیکھا تو اس سے متأثر ہوکر پھر خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی مجلس کے انوارات سے نفع حاصل کیا۔ آپ کے جانشین اور ہمارے مخدوم زادہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب سے شرفِ نیاز حاصل ہوا۔ پھر یہی تعارف ایک مضبوط بندھن ثابت ہوا۔ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب کا بلاشبہ آج ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو مجلس تحفظِ ختم نبوّت کے کام کی سرپرستی فرماتے ہیں۔ کام کی خوش کن رپورٹ ملے تو ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے ہیں۔ غائبانہ اُن کی دعاؤں کا تحفہ ہمیشہ مجلس کے رفقاء کو حاصل رہتا ہے۔ ہمارے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ کو جو مجلس تحفظِ ختم نبوّت سے دِلی محبت تھی انہیں روایات کو مولانا حکیم محمد مظہر صاحب سنبھالے ہوئے ہیں۔ آپ کی خانقاہ، آپ کا جامعہ، آپ کی تالیفات، آپ کے خلفاء، آپ کا حلقہ، یہ سب آپ کی یادگار اور آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کے لگائے ہوئے اس گلشن کو قیامت تک صدا بہار رکھیں اور آپ کی تربت بقعۂ نور بنی رہے:

رفتید ولے نہ از دلِ ما

اس عنوان سے دعا مانگا کرو کہ میرے نفس کی گمراہی کی قوت پر تیری ہدایت کی طاقت غالب ہے تو اپنے آفتاب ہدایت کی کوئی شعاع مجھ پر ڈال دے پھر میری گمراہی کا آپ کی ہدایت پر غالب ہونا محال ہے اے اللہ **انتم الفقراء** کا ایک فرد آپ سے بھیک مانگ رہا ہے ہم تو آپ کے پکارے ہوئے فقیر ہیں ''انتم الفقراء'' ساری فقیری کو الیٰ کے ذریعہ آپ نے اپنی ذات کے ساتھ وابستہ فرمایا پھر ہم کہاں جائیں آپ کے سوا۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ)

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ

حضرت مولانا زاہدالراشدی صاحب
مدیر ماہنامہ الشریعہ وشیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ ملک کے بزرگ صوفیاء کرام میں سے تھے جن کی ساری زندگی سلوک وتصوّف کے ماحول میں گزری اور ایک دنیا کو اللہ اللہ کے ذِکر کی تلقین کرتے ہوئے طویل علالت کے بعد گزشتہ ہفتے کراچی میں اِنتقال کرگئے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

ان کا روحانی تعلق حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز کے حلقے کے دو بڑے بزرگوں حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ اور حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئیؒ اور حضرت گنج مرادآبادیؒ کے حلقے کے بزرگ حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ سے تھا۔ وہ ان بزرگوں کے علوم وفیوض کے امین تھے اور زندگی بھر ان فیوض وبرکات کو لوگوں میں تقسیم کرتے رہے۔ اُن کا حلقۂ ارادت پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش سے باہر جنوبی افریقہ، برطانیہ اور دِیگر ممالک تک وسیع تھا اور بلا مبالغہ لاکھوں مسلمانوں نے ان سے روحانی استفادہ کیا۔علماء کرام کی ایک بڑی تعداد ان سے بیعت تھی ۔اور انہیں اہلِ علم کے مرجع کا مقام حاصل تھا۔ وہ ہمارے دور کے اکابر صوفیاء کرام اور بزرگانِ دین میں سے تھے۔لوگوں کے دِلوں میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کی جوت جگانا اُن کی زندگی بھر کا مشن تھا۔ جذب وسلوک کا حسین اِمتزاج اپنے مزاج میں رکھتے تھے اور اُن کی مجلس باغ وبہار کا منظر ہوتی تھی ۔

مجھے مولانا محمد عیسیٰ منصوری کے ہمراہ لندن کی بالہم مسجد میں ایک بار ان کی صحبت میں حاضری کا اِتفاق ہوا تھا، اس مجلس کی تروتازگی اور بہار ابھی تک ذہن میں نقش ہے۔اُس کے علاوہ بھی بعض مجالس میں اُن کی صحبت کا فیض اُٹھانے کا شرف حاصل کرچکا ہوں اور برس ہا برس گزر جانے کے باوجود اُن مجلسوں کی یاد قلب وذہن میں تازہ ہے۔ باغ وبہار شخصیت تھے، سخن فہمی کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کا کمال بھی رکھتے تھے اور باذوق صوفیاء کرام کی طرح اُنہیں محبتِ اِلٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کے حوالے سے دلی جذبات کی تپش کو اشعار کی صورت میں ڈھالنے کا بھرپور ذوق اور ملکہ حاصل تھا۔گلشن اقبال کراچی میں ایک بڑی دِینی درس گاہ اور خانقاہ قائم کی جہاں سے ہزاروں علماء کرام نے علمی و روحانی فیض حاصل کیا۔اب ان کے فرزند وجانشین مولانا حکیم محمد مظہر صاحب اس مرکز کا نظام چلا

رہے ہیں اور اپنے عظیم باپ کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ لاہور میں اس خانقاہ کی شاخ چڑیا گھر کی مسجد میں مصروفِ عمل ہے اور ہمارے محترم دوست جناب ڈاکٹر عبد المقیم صاحب اپنے شیخ کی روحانی برکات لوگوں میں بانٹ رہے ہیں۔

۲۳؍جون کے دن کراچی میں جناب مولانا جمیل الرحمٰن فاروقی صاحب اور جناب مولانا مفتی حماد اللہ وحید صاحب کے ہمراہ جامعہ اشرف المدارس کراچی میں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند و جانشین جناب مولانا حکیم محمد مظہر صاحب و دیگر حضرات سے تعزیت کے لیے حاضری دی اور حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر پر فاتحہ خوانی اور دعا کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

ہماری دینی اور معاشرتی زندگی میں خانقاہ کا ایک مستقل مقام اور نظام ہے جہاں سے لوگوں کو روحانی فیض، اللہ اللہ کے ذکر کی تلقین اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حلاوت کے ساتھ ساتھ نفسیاتی سکون بھی ملتا ہے۔ اگرچہ دوسرے بہت سے اداروں کی طرح یہ ادارہ بھی کمرشل ازم سے بہت متأثر ہوا ہے لیکن شاہ حکیم محمد اخترؒ جیسے باخدا بزرگوں کی صورت میں قدرت ایزدی نے اس عظیم ادارے کی آبرو اور بھرم کو قائم رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم صاحبؒ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کریں، اُن کے درجات جنت میں بلند سے بلندتر فرمائیں، اُن کے متوسلین و متعلقین کو اُن کی حسین یادیں اور روایات تازہ رکھنے کی توفیق سے نوازیں اور اُن کے لگائے ہوئے علمی و روحانی گلشن کو ہمیشہ آباد رکھیں۔ آمِین یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

(بشکریہ ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، جولائی ۲۰۱۳ء)

۞

اب رہ گیا یہ سوال کہ کیا اپنے بھائیوں کی بیویوں کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر ڈش بھی نہ کھائیں۔ جیسا کہ آج کل بعض گھر والے اس بے چارے پر طعن کرتے ہیں جو ڈاڑھی رکھ لیتا ہے اور گول ٹوپی پہن لیتا ہے، اللہ اللہ کرتا ہے اور اللہ کے حکم غضِ بصر پر عمل کرتا ہے اور نامحرم یعنی اپنی بھابی، ممانی، چچی، چچازاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد بہنوں وغیرہ سے اپنی آنکھوں کی احتیاط کرتا ہے اور ان کے قریب بھی نہیں بیٹھتا کیونکہ یہ حسن کا مرض ایسا ہے کہ اگر دس فٹ پر بھی بیٹھے رہو اور معلوم ہو جائے کہ یہاں ایک نامحرم عورت ہے تو اس کی گرمی وہاں تک پہنچتی ہے۔ انگیٹھی کی گرمی حدودِ انگیٹھی تک نہیں رہتی، حدودِ انگیٹھی سے تجاوز کر کے دور تک پہنچنے میں کوشاں اور رواں دواں ہوتی ہے۔ ورنہ دھواں تو دیتی ہی ہے اور اللہ والے دھویں سے بھی بچتے ہیں۔ بعض لوگ نادانی سے کہتے ہیں کہ ایک دسترخوان پر چار بھائی اور ان سب کی بیویاں بیٹھ جائیں۔ بھائی ایک طرف ہو جائیں اور بیویاں دوسری طرف ہو جائیں لیکن ذرا اس پر عمل کر کے دیکھو، اگر دل کو نقصان نہ پہنچے تو کہنا۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس اللہ سرہٗ کی وفات

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب
نائب شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

پیر ۲۳/رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۴/جون کی صبح نو بجے سے پہلے احقر ان ہزاروں افراد میں سے ایک تھا جو جامعہ اشرف المدارس گلستانِ جوہر کے اردگرد شیخِ وقت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے گلستانِ جوہر کے اس علاقہ کی گلیوں، سڑکوں، بازاروں پر رواں دواں تھے۔ مجمع کی کثیر تعداد کے پیشِ نظر جامعہ اشرف المدارس کا مرکزی گیٹ بند کردیا گیا تھا اور لوگ ایک تنگ راہ داری سے اندر جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اژدحام اور دھکم پیل سے بچنے کے لیے مجھ جیسے کمزور لوگ سڑک پر کھڑے یا بیٹھے اس بات کے منتظر تھے کہ کب نمازِ جنازہ شروع ہو اور ہم اس مردِ حُر کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کریں، جو اس زمانے کے عاشقانِ حق میں سرِفہرست تھا اور جس کے ذریعے ہزارہا افراد نے رجوع الی اللہ اور انابت الی اللہ کی سعادت حاصل کی ہے۔ جنازہ اندر نہ جانے کہاں اور کس کمرے میں تھا؟ ہم تو باہر سڑک پر ایسی جگہ پر تھے کہ مینارہ کے گول گنبد کے سوا کچھ نظر نہ آ رہا تھا، ہاں سفید پوش مسلمانوں کا جمِ غفیر تھا جن کے سر ہی سر چاروں طرف نظر آ رہے تھے۔ اعلان کے مطابق ٹھیک نو بجے (ماشاءاللہ) نمازِ جنازہ شروع کردی گئی، ہم سڑک پر جہاں تھے وہیں کھڑے کھڑے قبلہ رُخ ہو کر ہم نے بھی لاؤڈ اسپیکر کی تکبیرات کے مطابق نمازِ جنازہ ادا کرلی۔ معلوم نہیں صفیں متصل تھیں یا نہیں، البتہ اتنا آنکھوں سے بھی نظر آتا تھا کہ دل سب کے متصل تھے۔ لوگ ایک ہی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر جمع تھے اور ان شاءاللہ رحمتِ حق کی طرف سے ثواب بھی سب کے لیے متصل تھا۔ تین چار منٹ میں چار تکبیریں ختم ہوئیں تو تصوّف کا ایک باب بند ہوگیا، قبر کا اور آخرت کا دروازہ کھلا اور شیخِ طریقت عالمِ دنیا سے اُس عالمِ آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے منتقل ہوگیا جہاں سے آیا تھا۔

احقر کے ہمراہ کئی ساتھی تھے، بہت سے حضرات حضرتؒ سے بیعت بھی نہ تھے نہ اُن کے سلسلے میں داخل، مگر سب کے دل اُن کے احترام سے لبریز تھے اور عقیدت سے پُر۔ یہی حال ہزارہا افراد کے اس مجمع کا تھا جو نہ جانے کراچی اور حیدرآباد شہر کے کس کس کونے بلکہ ملک کے بہت سے دور دراز

علاقوں سے آکر شریک ہوئے تھے۔ اتنی بڑی تعداد کے ساتھ نمازِ جنازہ کا مجمع خال خال ہی نظر آتا ہے، بلاشبہ یہ کراچی کی تاریخ کے بڑے جنازوں میں سے ایک تھا۔ رَحِمَہُ اللّٰہ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً۔

احقر نے اپنے والد کے انتقال کے بعد ادارہ اسلامیات لاہور سنبھالا تو حضرت حکیم صاحب قدس سرہٗ کئی مرتبہ اس ادارہ میں تشریف لائے، خود احقر بھی ان کی زیارت وملاقات کے لیے ریگل چوک لاہور پر جناب غلام سرور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر جاتا رہا، جن کی اس زمانے میں ڈرائی کلیننگ کی دکان مشہور تھی۔

کراچی منتقلی کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی کی ملازمت اور اپنے مسائل کی وجہ سے مسلسل حاضری نہ ہوسکی، مگر ان کی شفقت وعنایت بدستور حاصل رہی۔ اُن کی کتابیں بالخصوص معرفتِ الٰہیہ اور دنیا کی حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں، احقر نے لڑکپن میں پڑھیں اور اُن سے بہت فائدہ ہوا، احقر کے والدِ ماجد حضرت الحاج محمد زکی کیفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ معرفتِ الٰہیہ کے حصہ دوم کے بہت مداح تھے۔ احقر نوعمر لڑکا تھا، انارکلی کی دکان پر شام کے وقت والد صاحب مرحوم کے ساتھ کام کرکے ان کا ہاتھ بٹاتا تھا۔ لوہاری دروازہ سے کتابیں اور پان خرید کر لانا، گاہکوں کو کتابیں نکال کر دینا، کتابیں کھولنا، پیک کرنا، دکان پر آنے والی کتابوں کو ترتیب سے رکھنا، احقر کے کاموں میں شامل تھا۔ اس دوران میں حضرت والد صاحب قدس سرہٗ اور آنے والے مہمانوں کی باتیں بھی سنتا رہتا تھا۔ حضرت والد صاحب مرحوم کا یہ جملہ جو اُنہوں نے کئی مرتبہ اپنے دوستوں سے کہا آج بھی سینے پر نقش ہے کہ ''اس کتاب میں آگ بھری ہوئی ہے'' احقر ناسمجھ تو ہے ہی، اُس وقت نوعمر بھی تھا اس لیے سمجھ میں نہ آیا کہ اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟ لیکن اس جملہ کو سننے کی وجہ سے ''معرفتِ الٰہیہ'' کئی مرتبہ پڑھنے کی سعادت ملی اور ہر مرتبہ کچھ نہ کچھ لذت ضرور نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس آتشِ عشق سے احقر کو بھی منوّر فرمادے جس سے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب اور احقر کے والد ماجد حضرت الحاج محمد زکی کیفی صاحب رحمہم اللہ علیہم کے قلوب منوّر تھے۔ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی جَمِیْعاً۔

شروع میں حضرت حکیم صاحب قدس سرہٗ اپنی تصانیف اپنے قلم سے دستخط فرما کر اس ناچیز کو اِرسال کرتے رہے، بعد میں ان کے ضعف اور مصروفیت کی بنا پر جناب حضرت میر صاحب اُن کی قیمتی تصانیف، مواعظ، ملفوظات، سفر نامے احقر کو اِرسال کرتے رہے اور احقر اُن سے اِستفادہ کرتا رہا۔

اس دور میں عشقِ مجازی اور بدنظری کی تردید وتطہیر میں جتنا کام حضرت حکیم صاحبؒ نے کیا ہے قریبی دور میں اس کی مثال نظر نہیں آتی۔ تقبل اللّٰہ تعالیٰ جمیع حسناتہ وغفرلہ زلاتہ واسکنہ فی جنۃ الفردوس۔ اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ ورحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ ۞

موت العالم موت العالَم ......
حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہ
کا سانحہ ارتحال!

حضرت مولانا محمد اکرم کاشمیری صاحب
مدیر ماہنامہ الحسن واستاذ حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ (۲۳ رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲/ جون ۲۰۱۳ء بروز پیر) مغرب کے وقت اس دنیائے ناپائیدار کی ۹۰/ بہاریں گزار کر اچانک حرکتِ قلب بند ہوجانے سے خالقِ حقیقی کے پاس پہنچ گئے، ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ''! اس قحط الرجال کے دور میں حضرت حکیم صاحب قدس سرہٗ کا وجودِ مسعود کسی بھی بڑی نعمت سے کم نہ تھا...... بلا شبہ ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں تشنگانِ رشد واِصلاح حضرت سے رجوع فرماتے اور فیض یاب ہوتے، اندرون اور بیرونِ ملک اُن کے معتقدین کی تعداد اِتنی زیادہ ہے کہ عصرِ حاضر میں شاید ہی کسی بھی اور بزرگ کے دامنِ عقیدت سے اِتنی وابستگی پائی جاتی ہو...... حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سلسلے میں حکیم صاحب قدس سرہٗ کو یقیناً ایک اِمتیازی مقام حاصل تھا...... اُنہیں بیک وقت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے دو جلیل القدر خلفاء (حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہما اللہ) سے استرشاد اور مؤخر الذکر بزرگ سے خلافت حاصل تھی، انہیں یہ شرف بھی حاصل تھا کہ سلسلۂ تھانوی سے وابستہ جملہ متعلقین اُن سے اُن کے زہد، تقویٰ، ورع اور اتباعِ سنت کی وجہ سے محبت اور اُن کی قدر کرتے تھے...... حضرت ہردوئی رحمہ اللہ جب بھی پاکستان تشریف لاتے تو حکیم صاحبؒ اُن کے ساتھ ساتھ ہوتے تھے...... حضرت ہردوئی رحمہ اللہ اتباعِ سنت اور تجوید کا بہت خیال رکھا کرتے تھے، عوام الناس کو عملی نمونہ دِکھانے کے لیے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کو ہی فرمایا کرتے تھے کہ تم یہ عمل سنت کے مطابق کرکے دِکھاؤ، چنانچہ متعدد مرتبہ دیکھنے کا اِتفاق ہوا کہ آپ یعنی حضرت ہردوئیؒ کے حکم سے حکیم صاحبؒ اذان دے کر، اِقامت کہہ کر، قرآنِ پاک کو تجوید وقرأت کے ساتھ

پڑھ کر بتاتے کہ سنت یہ ہے، حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ جہاں بھی دیکھتے کہ لوگ سنت کے خلاف کر رہے ہیں تو حکیم صاحبؒ کو فرماتے ''حکیم صاحب آپ انہیں عملی طور پر بتائیں کہ سنت کیا ہے؟'' آفرین ہے کہ حکیم صاحب نے کبھی بھی ہچکچاہٹ کا اِظہار نہیں فرمایا، شیخ کے حکم کی تعمیل کے لیے فوراً کھڑے ہوجایا کرتے تھے اور بتاتے کہ سنت پر عمل یوں کیا جاتا ہے......انہیں دیکھ دیکھ کر لوگ اپنے اعمال درست کرلیا کرتے تھے گویا کہ آپ مجسمہ سنت بن چکے تھے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ پہلے صرف حکمت کا کام کیا کرتے تھے لیکن طبیعت شروع ہی سے صاف اور پاکیزہ پائی تھی، اِصلاح ورشد کی تلاش اُن کی گھٹی میں شامل تھی، ہر وقت تزکیۂ نفس کا شوق اُنہیں علماء واولیاء کی خدمت میں کھینچے کھینچے چلا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانویؒ کے سلسلے کے اکابرین سے تعلق نصیب فرمایا، یہ اسی تعلق کی برکت تھی کہ حکیم صاحبؒ کو باقاعدہ ایک عالمِ دین بننے کا شوق پیدا ہوا، آپ نے علماء کرام سے رابطہ کیا، تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم پائی...... تفاسیر میں روح المعانی، احادیث میں مشکوٰۃ شریف اور فقہ میں شامی وغیرہ سے خاص مناسبت اور اُن پر مکمل عبور رکھتے تھے، اپنے مواعظ وملفوظات میں اکثر اُن ہی کتابوں کے حوالے دِیا کرتے تھے، ضمناً ان کتابوں کی مستند شروحات کے حوالہ جات پر بھی نظر ہوتی تھی، خصوصاً مرقات شرح مشکوٰۃ (ملاعلی قاریؒ) اُن کے مطالعہ میں رہتی اور اُس کے حوالے بھی سامعین کی نذر کرتے...... فارسی اور فارسی ادب سے بھی آپ کو ایک خصوصی مناسبت حاصل تھی، مولانا رومؒ کی مثنوی کے تو گویا حافظ ہی تھے، مثنوی شریف کی ایک ضخیم شرح کلیدِ مثنوی کے نام سے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے بھی قلمبند فرمائی ہے، جس کے بارے میں شاعرِ مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے کہا تھا کہ ''میں مولانا رومؒ کی مثنوی کی شرح میں حضرت تھانویؒ کا مقلد ہوں......''۔ حضرت حکیم صاحبؒ نہ صرف یہ کہ مثنوی شریف مولانا روم کے حوالہ جات اکثر پیش فرماتے تھے بلکہ اُنہوں نے اُس کی ایک مختصر اور جامع شرح ''معارفِ مثنوی'' کے نام سے بھی لکھی ہے، جس کو پڑھ کر یہ اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے تصوّف کی مشکل ترین گتھیوں کو کس طرح سلجھایا ہے۔

حضرت حکیم صاحبؒ کے مواعظ اور ملفوظات کی طرح اُن کی تحریر وتصنیف بھی اپنی اِمتیازی شان رکھتی ہیں...... سننے اور پڑھنے والوں کے دِل ودماغ پر انمٹ نقوش چھوڑتی ہیں......حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ (حکیم آپ کی طب میں شہرت کی وجہ سے آپ کے نام کا جزو سمجھا جانے لگا ہے ورنہ حضرت ایک بہت بڑے عالمِ دین بھی تھے جس کی وجہ سے آپ کو مولانا ہی کہنا چاہئے) محبوب العلماء والصلحاء تھے آپ کے دامنِ عقیدت سے وابستہ حضرات آپ پر جان نچھاور

کرتے تھے، آپ کی مجلسِ وعظ و اِرشاد میں ہزاروں لوگ دیوانہ وار حاضری دیا کرتے تھے...... ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء! اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کو ان گنت خوبیوں سے نوازا تھا...... ماہنامہ الحسن کے اس مدیر سے بھی اِنتہائی محبت وشفقت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے...... اس کی ایک وجہ تو حضرت کے اخلاقِ حسنہ کا برتاؤ تھا اور دوسری وجہ حضرت کے صاحبزادے (اور اب جانشین) مولانا حکیم محمد مظہر صاحب کے ساتھ راقم کی رفاقت تھی! مولانا محمد مظہر صاحب راقم الحروف کے اِنتہائی مخلص ساتھی تھے، ہم نے جامعہ اشرفیہ میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہٗ، حضرت اقدس حضرت مولانا محمد عبید اللہ اشرفی صاحب مدظلہٗ العالی سے ایک ساتھ دورۂ حدیث کیا ہے...... حضرت حکیم صاحب قدس سرہٗ جب بھی لاہور تشریف لاتے یا راقم کو کبھی کراچی اُن کی خدمت میں جانے کا موقع ملتا تو حاضرین سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے دو بیٹے ہیں ایک تو مولوی مظہر اور دوسرے مولوی اکرم...... مجھے مولوی اکرم کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے یہ میرا محبوب بیٹا ہے...... حضرت کے اِن الفاظ سے میری جو قلبی کیفیت ہوتی تھی میں اس کا اِظہار نہیں کرسکتا...... مولانا محمد مظہر صاحب، حکیم صاحب قدس سرہٗ کے اکلوتے صاحبزادے ہیں، اُن کا کوئی دوسرا حقیقی بھائی نہیں، ہاں صرف ایک بہن ہیں جو شادی شدہ ہیں...... حضرت حکیم صاحب قدس سرہٗ کے اِنتقال پر ملال کے بعد تمام تر خاندانی، علمی اور خانقاہی ذمہ داریاں مولانا محمد مظہر صاحب کے ناتواں کندھوں پر آن پڑی ہیں، اللہ تعالیٰ اُنہیں یہ ہمت عطا فرمائے کہ ان ذمہ داریوں سے نبرد آزما ہوسکیں (آمین) مولانا محمد مظہر صاحب نے حضرت کے اِنتقال کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ ابا جی گذشتہ کئی دِنوں سے مسلسل پوچھ رہے تھے کہ پیر کب ہے؟ شاید وہ آج کے اس دِن کا اِنتظار فرمارہے تھے کہ پیر کے دن موت کی ایک خاص فضیلت ہے وہ اس کو بھی حاصل کرنا چاہتے تھے...... بہرحال آج جب کہ اللہ والوں کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے، حکیم صاحب قدس سرہٗ جیسی شخصیات کا اُٹھ جانا کسی بھی بڑے نقصان سے کم نہیں...... حضرتؒ نے ۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ بمطابق ۵ جولائی ۱۹۹۹ء کو اپنا وصیت نامہ بقلمِ خود تحریر فرمایا تھا جو ہر ایک کی راہنمائی اور اِستفادہ کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، اُن کے درجات کو بلند اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمِین یَا رَبَّ الْعَالَمِینَ۔

(بشکریہ ماہنامہ الحسن، لاہور، شعبان ۱۴۳۴ھ)

آہ! میرے دوست حکیم محمد اختر ؒ

جناب نثار احمد خاں فتحی صاحب
خلیفہ مجاز حضرت قاری فتح محمد پانی پتیؒ

یہ تقریباً ساٹھ برس پہلے کی بات ہے کہ میرے پڑوس میں حضرت مولانا تھانویؒ کے ایک مرید مولوی عبدالوحید خانؒ رہتے تھے، جو حضرت تھانویؒ کے حلقہ میں بہت مقبول تھے، ان کے ہی ذریعے اس خاکسار نے بہت سے بزرگوں کی زیارت کی اور بہت سوں کی صحبت بھی نصیب ہوئی، جیسے مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا فقیر محمد پشاوریؒ، ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ عارفیؒ، مولانا ابرارالحق ہردوئیؒ، مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ، حضرت قاری فتح محمدؒ اور دوسرے بہت سے بزرگ۔ انہیں میں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ بھی تھے۔

حضرت پھولپوریؒ کی مجلس میں اکثر جانا ہوتا تھا، ایک نوجوان کتاب پڑھتے تھے، درمیان میں ان پر گریہ بھی طاری ہوتا، بعد میں معلوم ہوا کہ ان کا نام حکیم محمد اختر ہے اور یہ حضرت پھولپوریؒ کی دوسری بیوی کے بیٹے ہیں۔ حضرت پھولپوریؒ کے انتقال کے بعد حکیم محمد اختر اپنے طبی مشغلے کی طرف مشغول ہوگئے، اس وقت تک ان سے کوئی بیعت نہیں ہوا تھا، یہی زمانہ تھا جب یہ خاکسار عبدالوحید خانؒ کے ساتھ حکیم محمد اختر کے یہاں جایا کرتا تھا، کئی کئی گھنٹوں پر محیط بڑی پرلطف نشست ہوا کرتی تھی، مختلف موضوع پر گفتگو ہوتی، درمیان میں شعر وشاعری کا سلسلہ بھی چلتا تھا۔ میرے اشعار بہت پسند کرتے تھے، خاص طور پر یہ میرے تین اشعار ابتدا میں ان کے وعظ کی جان ہوا کرتے تھے ؎

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تابہ منزل صرف دیوانے گئے

مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہوکر تیرے دیوانے گئے

آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے

آہ نکلی اور پہچانے گئے

چنانچہ میری کتاب ''حسرت نایافت'' پراظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نثار صاحب میرے قدیم دوستوں میں سے ہیں، ان کے کلام سے احقر ذاتی طور پر بہت متأثر ہے اوراپنے مواعظ میں ان کے یہ تین اشعار اکثر پیش کرتا رہتا ہے، جوآفاق عالم میں غلغلہ مچاتے رہتے ہیں''۔

حق تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔اس کے علاوہ حق تعالیٰ جس سے جو کام لینا چاہتے ہیں، اس کے لوازمات اور معاون اسباب بھی غیب سے عطا کردیئے جاتے ہیں۔جس طرح کوہ آتش فشاں میں گرم لاوا ابلتا اور پکتا رہتا ہے، پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ پھٹ کر باہر نکلتا ہے اور دور دور تک اپنی آتش فشانی کے جوہر دکھاتا ہے، بالکل اسی طرح حکیم محمد اخترؒ کے دل میں بھی خدا کی محبت، اس کی فرمانبرداری اور اتباع سنت اور دعوت الی اللہ کا کوہ آتش فشاں دہک رہا تھا، جو وقت آنے پر ایسا پھٹا کہ ہزاروں لوگوں کے پتھر دلوں کو نرم کر گیا، ہزاروں پیاسی زبانوں کو خدا کی محبت کی چاشنی دے گیا، ہزاروں حسن فانی کے پرستاروں کو حسن حقیقی کا عاشق بنا گیا۔ وہ جس خزاں رسیدہ جگہ گیا، اس کو رشک بہار بنا گیا۔ ہندوستان، پاکستان، افریقہ، پیرس، ری یونین، بنگلہ دیش، وہ جس جگہ بھی گیا، اس نے اپنی شعلہ بیانی سے ہر سامع کے دل میں محبتِ الٰہی کا شعلہ رکھ دیا اس نے ہر بولہوس کی آنکھیں نیچی کردیں، تاکہ آبروئے شیوۂ اہلِ نظر برقرار رہے۔

حکیم محمد اخترؒ کی تقریر کا انداز مختلف اور بڑا عجیب تھا۔ دن میں دو دو، تین تین مرتبہ تقریر اور ہر تقریر خود شہادت دیتی کہ ''آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں'' پھر دوران تقریر علامہ آلوسیؒ کی تفسیر ''روح المعانی'' اور ملا علی قاریؒ کی ''مرقاۃ'' کے برجستہ حوالے، مضمون کی مناسبت سے اردو اور فارسی کے اشعار، بزرگان دین کے واقعات، اپنے مشائخ واکابرین کے حالات اور ملفوظات، یہ ساری چیزیں ملا کر ان کی تقریر کو اس قدر دلچسپ بنا دیتی تھیں کہ سامعین ''وہ کہیں اور سنا کرے کوئی'' کا مصداق بن جاتے تھے۔ میری چونکہ بے تکلفی تھی، اس لیے ایک دن میں نے کہا: حکیم صاحب! آپ کے شیخ مولانا ابرارالحق صاحب بھی یہاں تقریر کرتے ہیں، مگر آپ کی تقریر میں جو لطف آتا ہے وہ ان کی تقریر میں نہیں آتا۔ کہنے لگے: میرے شیخ اسٹرکچر (Structare) تیار کرتے ہیں میں اس پر ڈسٹیمبر (Distember) کرتا ہوں۔حکیم محمد اخترؒ میں حس مزاح بھی بہت اعلیٰ درجہ کی تھی، جو انسان کے زندہ دل ہونے کی نشانی ہے۔ مجھے اکثر خانقاہ میں دیکھ کر مسکراتے اور کہتے ''جان تم پر نثار کرتا ہوں''، میں جواب میں کہتا ''اس کا میں اعتبار کرتا ہوں'' بہت خوشی کا اظہار کرتے۔

حکیم محمد اخترؒ کے تمام مواعظ، مکتوبات اور تقاریر کا مرکزی خیال کیا تھا؟ میر عشرت جمیل صاحب ''فیضانِ محبت'' کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

''حضرت والا کا کلام نہ گل و بلبل کے قصے ہیں، نہ شراب معشوقانِ فانی کی لچر داستانیں، بلکہ حسن فانی و عشق مجازی اور بدنظری کے خلاف اعلانِ جہاد ہے۔ اس روحانی کینسر کے علاج کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو خاص توفیق بخشی ہے۔ اکابر علماء بھی اس بات کے معترف ہیں کہ اس موضوع خاص میں حضرت والا موید من اللہ ہیں''۔

میر صاحب نے جو کچھ لکھا، وہ سو فیصد درست ہے اور اس کے گواہ حکیم محمد اختر صاحب کے وہ سینکڑوں مواعظ ہیں، جو اب کتابی شکل میں موجود ہیں اور کئی زبانوں میں ترجمہ کیے گئے ہیں، جن سے ایک دنیا فیض اٹھا رہی ہے اور یہ بہترین ترکہ اور صدقۂ جاریہ ہے، جو حکیم محمد اخترؒ چھوڑ کر گئے ہیں۔

حکیم محمد اخترؒ کے انتقال کی خبر مجھے رات کے دس بجے کے قریب موصول ہوئی، فوراً خانقاہ کا رخ کیا، اس امید پر کہ شاید مجھے غسل وغیرہ میں شرکت کی سعادت نصیب ہو جائے، مگر وہاں جا کر دیکھا تو غسل شدہ کفن پوش میت ایک کمرہ میں رکھی ہوئی ہے، جس کے چاروں طرف شیشے لگے ہوئے تھے اور باہر سے لوگ چہرہ کی زیارت کر رہے تھے۔ میں نے بہت سے بزرگوں کے چہرہ کی دفن سے قبل زیارت کی ہے، مگر میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ایسا پرنور، پرسکون اور شاداب چہرہ میں نے کسی کا نہیں دیکھا۔ مجھ اندھے کو معلوم نہ تھا کہ انوار کسے کہتے ہیں، حکیم محمد اخترؒ کا چہرہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ ''اب دیکھ لو، اتباعِ سنت کے انوار کیسے ہوتے ہیں!''۔ حکیم محمد اخترؒ کے چہرے کی زیارت سے میرے قلب پر ایک خاص روحانی اثر ہوا ہے، جو اب تک قائم ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ سب نے ایسا ہی دیکھا یا خاص طور پر مجھے دکھایا گیا ہے اور ایک دیرینہ دوست نے اپنی دوستی کا حق ادا کیا ہے۔

دوسرے دن نمازِ جنازہ کے لیے روانہ ہوا، لیکن انتہائی کوشش کے باوجود نماز میں شرکت نہ کر سکا، خانقاہ کے باہر ہزارہا لوگوں کا ہجوم جمع تھا، ٹریفک جام ہو گیا تھا اور ایک کو دوسرے کی خبر نہیں تھی۔ خواجہ خان محمدؒ کے جنازے کے بعد غالباً یہ دوسرا جنازہ تھا، جس میں اس قدر کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔

آج سے تقریباً بیس، پچیس برس پہلے میں نے کچھ اشعار حکیم محمد اختر صاحبؒ کے متعلق کہے تھے، جس میں میرے حسنِ ظن کو زیادہ دخل تھا، مقطع میں بیٹھے دعا بھی کی تھی کہ الٰہی! میرے اس حسن ظن کو حقیقت میں بدل دے، بعد کے حالات گواہی دیتے ہیں کہ دعا قبول ہو گئی، وہ اشعار یہ ہیں:

اسمِ ہادی کا نام مظہر ہے
ہم میں ایسا بھی اک قلندر ہے
بیش وکم کے غموں سے فارغ ہے
گھر میں رہتے ہوئے بھی بے گھر ہے
چہرہ تقویٰ کے نور سے روشن
شمعِ ایماں سے دل منوّر ہے
جس کو حاصل ہے نسبتِ امداد
نسبتوں میں جو اک سمندر ہے
باتیں کرتا ہے جذب ومستی کی
سوختہ جاں ہے، دِل بھی مضطر ہے
عشق کے سوز وساز کی اس کو
سب کتاب وحدیث ازبر ہے
ہر نشست اس کی راحتِ جاں ہے
ہر بیاں اس کا روح پرور ہے
کام اس کا رفوگری دل کی
نام اس کا حکیم اختؔر ہے
حسنِ ظن کو نثاؔر کے یارب
سچا کردے، تو بندہ پرور ہے

حق تعالیٰ حکیم محمد اختؒر کو ان کی خدماتِ دین کے صلے میں ہماری اور تمام معتقدین کی طرف سے بہترین جزائے خیر اور جنت میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے۔ حکیم محمد مظہر صاحب اور میر عشرت جمیل صاحب کے غم میں یہ خاکسار برابر کا شریک ہے، مگر تاب لائے ہی بنے گی غالب! واقعہ سخت ہے اور جان عزیز۔

آج رخصت جہاں سے داغ ہوا
خانۂ عشق بے چراغ ہوا

(بشکریہ ماہنامہ بینات، کراچی، رمضان۱۴۳۴ھ)

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

حضرت مولانا مفتی سید عبد القدوس ترمذی صاحب
مدیر ماہنامہ الحقانیہ ورئیس جامعہ حقانیہ ساہیوال

گزشتہ کئی دنوں سے عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی علالت کی خبریں بڑی تیزی سے پہنچ رہی تھیں، اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ سلسلۂ اشرفیہ کا یہ چراغ بھی اب بجھنے کو ہے چنانچہ احقر ناکارہ ۲۳؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ کو ایک دینی پروگرام میں شرکت کے لیے سرگودھا حاضر ہوا تو مغرب کے بعد مدرسہ مدینۃ العلوم میں یہ روح فرسا خبر سنی کہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ ابھی کچھ دیر قبل کراچی میں انتقال کر گئے ہیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ O اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی۔

اس دارِ فانی میں جو آیا ہے وہ جانے کے لیے ہی آیا ہے، آمد و رفت کا یہ سلسلہ ابتدائے آفرینش سے جاری ہے اور قیامت تک یوں ہی جاری رہے گا، پیدائش اور موت کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ پیدائش کا انجام موت ہی ہے۔ کما قیل:

سبیل الموت غایۃ کل حی
لدوا للموت وابنوا للخراب

لیکن جن خوش قسمت حضرات کی زندگی خدا تعالیٰ کی یاد اور اُس کے ذکر و فکر اور معرفت ہی سے عبارت ہو اور جن کا مقصدِ حیات ہی ؂

ترے عاشقوں میں جینا
ترے عاشقوں میں مرنا

ہو اور پھر جن کے انفاسِ قدسیہ سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کے نفوس کی اصلاح اور ہدایت وابستہ ہو، اُن کی رحلت سے متعلقین واحباب کے قلوب کا پژمردہ ہونا بلکہ اُن کی دل کی دنیا کا تاریک ہو جانا اپنی جگہ پر ایک حقیقت ثابتہ ہے ایسے باخدا اور عارفین کا دنیا سے رحلت فرمانا اگرچہ خود اُن کے لیے خوشی اور مسرت کا باعث ہے بلکہ وہ تو اُس دن کے انتظار میں رہتے ہیں، اور جب وہ

ساعت سعید آجاتی ہے اُن کے لیے عید بن جاتی ہے کما قال العارف الجامیؒ:

خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم

راحت جاں طلبم و پئے جاناں بروم

سرورِ دو عالم ﷺ کے ارشادِ گرامی ''اَلدُّنیاَ سِجنُ الْمُؤْمِن '' کے مطابق اہل اللہ اس سرائے فانی کو قید خانہ سمجھتے ہیں اس لیے یہاں سے کوچ کے وقت اُن کی خوشی اور فرحت حقیقی ہے کیوں کہ اُن کی نگاہ حال پر نہیں بلکہ مآل پر رہتی ہے۔ بہر حال یہ دن اُن کے لیے وصالِ محبوب کا دن خوشی اور عرس کا دن ہوتا ہے، لیکن چونکہ ایسے پاک باز حضرات کی رحلت سے پسماندگان اُن کی ظاہری برکات اور دیدار سے محروم ہوجاتے ہیں اس لیے انہیں یہ جدائی از حد شاق ہوتی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ''ولی را ولی می شناسد'' تو حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے مرتبہ اور مقام کو بھی وہی پہچان سکتا ہے جو اس میدان کا فارس ہے، احقر ناکارہ کو تو اس کوچہ کی ہوا بھی نہیں لگی، اس لیے وہ ان حضرات کو پہچاننے کا دعویٰ کیسے کرسکتا ہے لیکن یہ حقیقت کسی بھی ذی عقل اور صاحب علم سے مخفی نہیں کہ ایسے باکمال حضرات مدتوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرماویں اور بعد والوں کو اُن کے فیوض و برکات سے محروم نہ فرماویں، آمین۔

احقر کو بفضلہٖ تعالیٰ بچپن ہی سے اکابر کی خدمت میں حاضری اور اُن کی کتب پڑھنے کا شوق تھا، اسی جذبہ کے تحت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی کتاب ''معارفِ مثنویؒ''، ''روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج''، ''معارفِ شمسِ تبریز'' اور ''تزکیۂ نفس'' کو بڑے شوق سے پڑھا۔ احقر نے فارسی زبان بڑی محنت، لگن اور شوق سے پڑھی تھی، اس لیے ''معارفِ مثنوی'' اور ''معارفِ شمس تبریز'' کو بڑے شوق سے پڑھا اور حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی شخصیت کا ایک تأثر دل پر قائم ہوگیا اور دل میں زیارت کا جذبہ موجزن ہونے لگا۔ ایک مرتبہ غالباً ۱۹۷۷ء میں احقر نے کراچی آپ کی بعض کتب کے حصول کے لیے خط لکھا تو جواب ملا کہ:

''میں کراچی سے ملتان جارہا ہوں، راستہ میں ساہیوال کچھ دیر ٹرین رکے گی، فلاں بوگی میں ملاقات ہوسکتی ہے، مطلوبہ کتب بھی میرے ہمراہ ہوں گی''۔

خط ملتے ہی دل کی عجیب کیفیت ہوگئی لیکن یہ قصبہ ساہیوال نہ تھا بلکہ ضلع ساہیوال تھا اس لیے احقر اس وقت زیارت سے محروم رہا لیکن حضرت حکیم صاحبؒ کی شفقت وعنایت کا ایک خاص نقش دل پر قائم ہوگیا تا آں کہ ۶ / صفر ۱۳۹۹ھ ۶ / جنوری ۱۹۷۹ء جمعۃ المبارک کے روز جامعہ اشرفیہ لاہور میں صیانۃ المسلمین کے دفتر کا اِفتتاح تھا اس میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ تشریف لائے،

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ بھی اُن کے ہمراہ تھے غالباً وہاں پہلی مرتبہ آپ کی زیارت ہوئی۔

ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ مارچ ۱۹۷۹ھ میں برادرم جناب حافظ محمد اکبر شاہ بخاری زید مجدہم نے اپنے ہاں جام پور میں مجلس صیانۃ المسلمین کا سالانہ اجتماع رکھا، جس میں دیگر علماء اور مشائخ کے علاوہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ بھی شامل تھے، احقر ناکارہ بھی حضرت اقدس والد صاحبؒ (حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ) کے ہمراہ جام پور حاضر ہوا اور وہاں حضرت حکیم محمد اختر صاحبؒ کی دوسری بار ملاقات وزیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور آپ کے مواعظِ حسنہ سے استفادہ کا بھی موقع ملا، وعظ کیا تھا، جام پور میں حق تعالیٰ کی محبت ومعرفت کے جام پلائے جارہے تھے۔

فجر کی نماز کے بعد جامع مسجد محمدی میں حضرت والد ماجد مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ نے درسِ قرآن دیا جو عجیب وغریب معارف اور علوم کا جامع تھا۔ حضرت مولانا عبدالحئیؒ جام پوریؒ اس درس سے بہت متأثر ہوئے، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ نے بھی اس درس کی جامعیت اور افادیت کا بطور خاص ذکر فرمایا اور ناشتہ کے موقع پر اپنے تاثرات کے اظہار کے ساتھ یہ شعر بھی سنایا۔

عجیب مظہرِ اضداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

فرمانے لگے کہ درس سن کر میرے ذہن میں جو تأثرات پیدا ہوئے ناشتہ کے وقت یہ شعر انہی تأثرات کی عکاسی کے لیے خود بخود موزوں ہوگیا اور پھر یہ شعر اپنے قلم سے لکھ کر احقر کو عنایت فرمایا۔

شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ میں مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان لاہور نے مجلس کا پہلا سالانہ اجتماع جامعہ اشرفیہ میں منعقد کیا، جس میں اکابر علماء کرام ومشائخ عظام نے شرکت فرمائی اور کئی سال تک مسلسل یہ اجتماع بڑی آب وتاب سے ہوتا رہا، حضرت حکیم محمد اختر صاحبؒ کی وہاں بار بار مجالس سننے اور مواعظ میں حاضری کا موقع ملا، آپ کے بیانات یقیناً اجتماع کی روح اور جان ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ برادرم جناب مولانا سید عبدالصبور ترمذی لاہور سے حضرت شیخ مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم اور حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کو ساہیوال بھی لے آئے، یہاں ان حضرات نے ایک رات اور دن قیام فرمایا رات کو جامع مسجد حقانیہ میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کا بڑا مؤثر اور اصلاحی بیان ہوا۔ اگلے روز ہمارے گھر پر خواتین میں بھی آپ نے بڑا اصلاحی بیان فرمایا۔

احقر پہلی مرتبہ حضرت والدِ محترمؒ کے ساتھ فروری ۱۹۸۶ء میں جب کراچی، جامعہ دار العلوم کراچی میں حاضر ہوا اور تقریباً دو ہفتہ وہاں قیام رہا اس دوران گلشن اقبال میں حضرت حکیم

صاحبؒ کے ہاں بھی حاضری ہوئی، یہ ۲۵/فروری ۱۹۸۶ء بمطابق ۱۵/جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ کی بات ہے۔ حضرت حکیم صاحبؒ کے حضرت والد صاحبؒ سے قدیم تعلقات تھے۔ اس لیے بڑے پُر تپاک انداز میں پیش آئے اور خوب تواضع فرمائی ایک مرتبہ جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور میں حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب مدظلہم کے ہاں بھی حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی مجلس میں حاضری کا اِتفاق ہوا، یہ مجلس بڑی پرمغز اور علمی تھی اس میں حضرت حکیم صاحبؒ نے بعض مسائل کی تحقیق بھی حضرت والد مفتی سید عبد الشکور ترمذی صاحبؒ سے فرمائی اور خود بھی کتبِ فقہ کی طرف مراجعت فرماتے رہے، احقر کو اس وقت معلوم ہوا کہ عربی کتب پر بھی آپ کو خاصا عبور حاصل ہے۔

۲۰۰۰ء سے آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور اُس وقت سے تیرہ سال کے طویل عرصے تک آپ مسلسل بیمار رہے لیکن علم وعرفان کی بارش کا سلسلۂ پیہم جاری رہا بلکہ اس دوران دوسری دنیا کے سفر بھی کیے، اندرون ملک اسفار میں لاہور کی تشریف آوری بھی ہوتی رہی ایک مرتبہ احقر بھی یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، (نزد، چڑیا گھر، لاہور) حاضر ہوا اس وقت آپ بیان سے قاصر تھے اس لیے فقط زیارت اور مصافحہ پر اِکتفا کیا۔

مجلس صیانۃ المسلمین کراچی نے جب بھی جیکب لائن جامع مسجد تھانوی میں اِجتماع رکھا، احقر بھی اس میں حاضر ہوا، ایک مرتبہ حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی مدظلہ کے ہمراہ حضرت حکیم صاحبؒ سے ملنے گلشن اقبال حاضری ہوئی، حضرتؒ نے خصوصی عنایت فرمائی اور بڑا ہی وقت دیا، احقر نے دورانِ مصافحہ ساہیوال میں آپ کی تشریف آوری اور حضرت والد ماجدؒ نیز حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوریؒ سے خاص تعلق کے علاوہ بعض اور واقعات بھی جلدی جلدی عرض کردیئے، حضرتؒ اس پر بڑے محظوظ ہوئے اور بڑی ہی مسرت کے اظہار کے ساتھ فرمایا کہ ماشاء اللہ آپ کو سب کچھ یاد ہے، آپ نے پُرانی باتیں یاد دلا کر بڑا مسرور کیا۔ اسی ملاقات میں جب جامعہ حقانیہ کے متعلق احقر نے کچھ حالات بتلا کر دعا کی درخواست کی تو آپ نے دعا کے ساتھ یہ قیمتی ہدایت بھی فرمائی کہ کام تدریجی طور پر کیا جائے، اس میں سہولت رہتی ہے ورنہ خواہ مخواہ پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔

کئی سال ہوئے کہ حضرت کے خلیفۂ خاص جناب حضرت سیّد عشرت جمیل صاحب میر دامت برکاتہم نے فون پر فرمایا کہ دو مسئلوں کی تحقیق کرکے بھیج دیں، حضرت والاؒ نے حکم دیا ہے۔

(۱) مسلمان کی حرمت وعظمت کو حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ سے زیادہ قرار دیا اس کا حوالہ درکار ہے۔

(۲) یہ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کا جو حصہ مٹی کو مس کیے ہوئے ہے اس مٹی کا مقام بیت

اللہ بلکہ عرشِ معلّٰی سے زیادہ ہے۔اس کا ماخذ مطلوب ہے۔

ان دونوں کی تحقیق لکھ کر حسب الحکم احقر نے حضرت میر صاحب کو کراچی ارسال کردی، انہوں نے حضرت حکیم صاحبؒ کو سنائیں تو اس پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور احقر کو دعائیں دیں، اپنی خوشی کے اظہار کے لیے احقر کو فون کروایا، جس سے احقر کو اطمینان اور خوشی ہوئی۔ان دنوں احقر کے ماموں جناب سید شمشاد حسین مرحوم بھی جھنگ سے ساہیوال آئے ہوئے تھے، انہیں بھی اس سے بہت خوشی ہوئی، انہوں نے اپنے خرچ پر احقر کا جواب ارجنٹ بھجوادیا تاکہ جلدی پہنچ جائے۔

حضرت حکیم صاحبؒ اور حضرت والد صاحبؒ کے پرانے تعلقات تھے، دراصل جب حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ کا سانحۂ ارتحال پیش آیا جو حضرت والد ماجدؒ کے مرشد اور شیخ تھے، حضرت والد صاحبؒ نے حضرت علامہ ظفر احمد صاحب عثمانیؒ کے مشورہ سے اصلاحی تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوریؒ سے قائم کیا، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ نے بیعت بھی فرمایا اور باقاعدہ اصلاح بھی فرمائی، حضرت والد ماجدؒ نے کراچی میں کچھ عرصہ آپ کے ہاں قیام بھی فرمایا، بعد میں خط وکتابت کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری رہا۔اکثر جوابات حضرت حکیم صاحبؒ کے قلم وقائق رقم سے ہوتے تھے، اس طرح حضرت حکیم صاحبؒ سے بھی خاص تعلق قائم ہوا۔

حضرت والد ماجدؒ فرماتے تھے کہ میرے کراچی میں قیام کے زمانے میں حضرت پھول پوریؒ کی کتاب ''معرفتِ الٰہیہ'' پر کام ہورہا تھا اس کی تصحیح اور تخریج کی خدمت کا بھی موقع ملا، یہ حضرت مولانا حکیم اختر صاحبؒ کی نشان دہی کی وجہ سے ہوا۔حضرت پھول پوریؒ کا رسالہ ''اصول الوصول'' طبع ہوا تو اس میں بطورِ ضمیمہ کے حضرت والد صاحبؒ کے بعض اصلاحی خطوط بھی شامل کیے گئے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ سے خواجہ تاشی کے اس تعلق کی وجہ سے دونوں حضرات میں خوب تعلق تھا۔حضرت والد صاحبؒ، حضرت حکیم صاحبؒ کی اپنے شیخ سے مناسبت اور اُن کی برکت سے تمام شبہات کے حل کی استعداد وقابلیت کی خوب تعریف فرماتے تھے، چنانچہ معرفتِ الٰہیہ کی ایک عبارت جو ''لا علم لنا'' کی توجیہ سے متعلق ہے اس پر حضرت حکیم صاحبؒ کی لاہور میں حضرت والدِ گرامیؒ سے زبانی گفتگو ہوئی، حضرت والدِ گرامیؒ نے معرفتِ الٰہیہ میں کی گئی توجیہ کے مقابلے میں مفسرین سے منقول دوسری توجیہ کو راجح قرار دیا تھا، حضرت حکیم صاحبؒ نے اس کے جواب میں جو توجیہ فرمائی اس سے معرفتِ الٰہیہ میں کی گئی توجیہ کا اس مقام کے مناسب ہونا واضح ہوا۔ حضرت والد صاحبؒ نے حضرت حکیم صاحبؒ کی بیان کردہ وجہ کو پسند فرمایا اور اپنی پسندیدگی کے اظہار کے لیے انہیں ایک گرامی نامہ بھی تحریر فرمایا، جس میں اصل مسئلہ کی پوری تفصیل آگئی ہے، اس لیے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ گرامی نامہ قارئین کے استفادہ کے لیے ذیل میں نقل کردیا جائے:

بخدمت جناب حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم (کراچی)

''معرفتِ الٰہیہ'' کے ص۲۶۴ پر لا علم لنا کے جواز کی جو وجہ بیان کی گئی ہے کہ عظمت وقہاریت کی شان کے مشاہدہ سے انبیاء کے بھی ہوش اس وقت بجا نہ رہیں گے، غلبۂ ہیبتِ حق سے اُمت کی طرف سے دیئے ہوئے جوابات یاد نہ آسکیں گے الخ۔

اس کے متعلق میں نے لاہور کی حاضری میں عرض کیا تھا کہ اس توجیہ کے بالمقابل دوسری توجیہ کو اہلِ تفاسیر نے پسند کیا ہے کہ یہ نفی علم باعتبار باطن کے ہے، حاصل جواب انبیاء یہ ہے کہ ہم کو اُمتیوں کے صرف ظاہر احوال کا علم ہے، اُن کے باطن احوال کو اے اللہ تعالیٰ آپ ہی جانتے ہیں، ہم کو اس کا علم نہیں کیوں کہ آپ ہی غیب کے جاننے والے ہیں، لا علم لنا کی تعلیل میں انك انت علام الغیوب فرمانا اسی توجیہ کے مناسب معلوم ہوتا ہے، حضرت تھانویؒ نے بھی اپنی تفسیر بیان القرآن میں اس آخری توجیہ کو ہی اختیار فرمایا ہے اور علامہ خازن نے توجیہ اول کو نقل کرکے اس پر لا یحزنھم الاکبر سے تصادم کا اشکال فرمایا ہے۔

میری عرض کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ:

''کتاب معرفت الٰہیہ حصہ ثانی کا مقصد عظمت شان حق کے آثار کا بیان ہے، یہ کوئی علمی کتاب نہیں، حضرت تھانویؒ نے اپنی شانِ علمی کے مطابق تفسیر میں دوسری توجیہ کو اختیار فرمایا ہے کیوں کہ بیان القرآن کے مقصد تفسیری کے وہ زیادہ مناسب ہے اور معرفت الٰہیہ کے مقصد کے مناسب توجیہ اول ہے اس لیے اس کتاب میں توجیہ اول کو اختیار کیا گیا ہے کہ اس میں عظمت وہیبت حق کے اثر کا بیان ہے اور بعض مفسرین نے اس توجیہ کو نقل بھی فرمایا ہے''۔

شاید میں آپ کے جواب کو پوری طرح ضبط کرسکا ہوں یا نہیں مگر بحمد للہ مجھے اس جواب سے تسلی ہوگئی اور بڑی خوشی اس بات پر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ببرکتِ صحبت حضرت والا دامت برکاتہم شبہات واشکالات کے حل کرنے کی قابلیت ولیاقت اور خوب استعداد عطا کی ہے، اللہ تعالیٰ اس میں مزید ترقی اور استحکام عطا فرمائیں۔

اس ہیچ مداں کا اشکال تو حل ہوا اور اس توجیہ کے اختیار کرنے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی لیکن خیال آتا ہے کہ اگر اس مقام پر حاشیہ وغیرہ کی شکل میں اس قسم کی کوئی عبارت تحریر کردی جائے تو دوسرے حضرات کے لیے دافع اشکال ہوگی، شاید

کسی اور کو بھی یہ اشکال پیش آ جائے، مثلاً عبارت یہ ہو کہ:

''آیتِ ہٰذا کی یہ تقریر منجملہ توجیہاتِ منقولہ محتملہ کے ایک توجیہ پر کی گئی ہے اور یہ توجیہ چونکہ مقصود عام کے مناسب اور مطابق تھی اس لیے اس جگہ اس کا اختیار کرنا مناسب تھا اگرچہ تحقیقی اور علمی طور پر دوسری توجیہات منقولہ تفاسیر اس توجیہ کے مقابلے میں راجح اور قوی ہیں''۔

مفسرین نے چونکہ دوسری توجیہ کو پسندیدہ قرار دیا ہے جو اگرچہ معرفت الٰہیہ کے مقام کے مطابق نہیں ہے اس لیے حضرت والدِ ماجدؒ نے اس کی تعیین کے ساتھ اصل حاشیہ میں اس کے اختیار کرنے کی وجہ ذکر کرنے کا صائب مشورہ دیا تاکہ کسی کو اشکال نہ ہو، وھذا احسن التطبیق و حبذا التوفیق۔

حضرت اقدس مولانا عبد الغنی پھول پوریؒ کے ملفوظات میں حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے حوالے سے درج ہے کہ:

''سورج کی ٹکیہ نکلنے کے بعد سے ہی اشراق کا وقت شروع ہوجاتا ہے''۔

یہ چونکہ خلافِ واقعہ اور خلافِ تحقیق ہے اس لیے حضرت والد صاحبؒ نے حضرت حکیم صاحبؒ کو اس طرف متوجہ کرتے ہوئے انہیں تحریر فرمایا:

وقت اشراق کی تحقیق:

''دوسری گزارش یہ تھی کہ ملفوظات (حضرت اقدس مولانا عبد الغنی پھول پوریؒ) میں ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کی تحقیق ہے کہ سورج کی ٹکیہ نکلنے کے بعد سے ہی اشراق کا وقت شروع ہوجاتا ہے لیکن ''تذکرۃ الرشید'' میں ص ۱۹۱ پر حضرت گنگوہیؒ کا جواب منقول ہے کہ اشراق کا وقت بلندی یک نیزہ سے شروع ہوکر ایک ربع دن تک رہتا ہے الخ، نیز علامہ شامیؒ فرماتے ہیں ''ینبغی تصحیح ما نقلوہ عن الاصل للامام محمد من انہ مالم ترفع الشمس قدر رمح فھی فی حکم الطلوع لان اصحاب المتون مشوا علیہ فی صلوٰۃ العید حیث جعلوا اوّل وقتھا من الارتفاع (ج۱،ص۲۵۹)'' امید ہے کہ رائے عالی سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ ۲رصفر۱۳۸۳ھ۔''

احقر نے حضرت والد ماجد مولانا مفتی سیّد عبد الشکور صاحب ترمذیؒ کی وفات کے بعد اُن کی ایک مبسوط و مفصل ایک ہزار صفحات پر مشتمل سوانح بنام ''حیات ترمذی'' تحریر کی، جو محرم الحرام ۱۴۲۴ھ میں شائع ہوئی، اس میں حضرات علماء کرام و مشائخِ عظام سے بھی حضرت پر مضامین لکھوائے

گئے تھے، حضرت حکیم صاحبؒ سے بھی احقر نے بذریعۂ خط لکھنے کی درخواست کی، چونکہ ان دنوں آپ علیل تھے اس لیے کوئی تفصیلی تحریر یا مقالہ اُن کے لیے لکھنا ممکن نہ تھا تاہم مختصر تحریر لکھوا کر حضرتؒ نے احقر کی حوصلہ افزائی فرمائی اس میں آپ نے حضرتؒ سے اپنے تعلق کا اظہار کرتے ہوئے لکھوایا:

''حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی صاحبؒ میرے خاص دوستوں میں تھے، اُن کا علم بہت وسیع اور عمیق تھا اُن کے والد صاحب حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلویؒ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ تھے، حضرت مفتی صاحبؒ حضرت تھانویؒ سے بیعت تھے۔۔۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کے درجات بلند فرمائے اور اُن کی دینی خدمات کو قیامت تک صدقۂ جاریہ بنائیں۔ آمین''۔ (حیاتِ ترمذی ص:۶۰۰)

حضرت حکیم صاحبؒ ایک منجھے ہوئے شاعر بھی تھے اُن کا کلام ''فیضان محبت'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے، بلکہ اُس کی شرح بھی چھپ چکی ہے اُن کے کلام میں حق تعالیٰ سے عشق ومحبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، اور یہی کچھ وہ دوسروں میں بھی بھرنا چاہتے ہیں، اُن کا عارفانہ کلام سارا ہی عجیب وغریب ہے لیکن درج ذیل اشعار پورے دیوان کی جان معلوم ہوتے ہیں۔ احقر ناکارہ کو بھی بدذوق ہونے کے باوجود یہ اشعار بے حد پسند ہیں، اس لیے آخر میں ہدیۂ قارئین ہیں ؎

رنگ لائیں گی کب میری آہیں
پھر مدینہ کی جانب کو جائیں
جب نظر آئے وہ سبز گنبد
کہہ کے صلّ علیٰ جھوم جائیں
جب حضوری کا عالم عطا ہو
ان کو افسانۂ غم سنائیں
اب نہ جانا ہو گھر ہم کو واپس
چپکے چپکے یہ مانگیں دعائیں
تیرے در پر مرا سر ہو یارب
جان اس طرح تجھ پر لٹائیں
مجھ کو اپنا بنا لو کرم سے
ملتزم پر یہ مانگیں دعائیں

دونوں عالم کی کیا ہے حقیقت
جتنے عالم ہوں تجھ پر لٹائیں
سارے عالم میں پھر پھر کے یارب
تیرا دردِ محبت سنائیں
تیرا دردِ محبت سنا کر
سارے عالم کو مجنوں بنائیں
سارے عالم کو مجنوں بنا کر
میرے مولیٰ ترے گیت گائیں
لذتِ قرب پاکر تری ہم
لذتِ دوجہاں بھول جائیں
دربدر ڈھونڈتا ہے یہ اختؔر
اہلِ دردِ محبت کو پائیں

بحمدہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم صاحبؒ سے اصلاح وارشاد، تزکیہ نفس اور اصلاح باطن، روحانی امراض کی اصلاح، خاص طور پر بدنگاہی سے حفاظت کی تدابیر واصلاح کا بہت کام لیا۔ ہمارے شیخ حضرت الحاج نواب عشرت علی خان قیصر صاحبؒ آپ کو ''غض بصر'' کا مجدد فرمایا کرتے تھے۔ بہر حال اب اُن کے ہزاروں متوسلین، خلفاء کرام، خانقاہ اور مدرسہ اشرف المدارس اُن کی بہترین یادگار ہیں۔ ساتھ ہی اُن کے خلف الرشید حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم اُن کے لیے سب سے بہتر صدقہ جاریہ ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں صحیح معنیٰ میں آپ کے مشن کو آگے بڑھانے اور صحت وعافیت سے مزید کارہائے نمایاں انجام دینے کی توفیق اور سعادت عطا فرمائیں اور ہر نیک کام میں اُن کی مدد ونصرت فرمائیں۔ آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ الحقانیہ، ساہیوال، رمضان ۱۴۳۴ھ)

اُٹھاتا ہے جو نازِ شیخ کو اے دوستو! سن لو
اُسی کو خلق میں دیکھو گے تم کہ جانِ جاناں ہے
بزرگوں کی دعاؤں سے ملا ہے دردِ دل مجھ کو
تعجب کیا زباں میری جو ہر سو شعلہ افشاں ہے
(حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

رومیٔ وقت وسعدیٔ دوراں

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب
خلیفہ مجاز حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ورئیس دارالافتاء جامعہ خلفائے راشدین، ماڑی پور، کراچی

آہ...... میرے محسن، میرے مربی، میرے شیخ و مرشد، مجدد تصوّف و اصلاحِ باطن و ظاہر، رومیٔ وقت وسعدیٔ دوراں، نقش و نشان جنید وشبلی، عارف باللہ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ وَ جَعَلَ الْجَنَّۃَ مَثْوَاہُ بقضاء ورضاءِ الٰہی کروڑوں عشاقِ حقیقی اور اہلِ دل علماء صلحاء کو سوگ وار اور حزین چھوڑ کر وطنِ اصلی کی جانب کوچ کر چلے۔

مادہ پرستی، ہوا و نفس پرستی کے اس پرفتن دور میں جبکہ اِلحاد و بے دِینی، ضلالت وگمراہی اور منکرات کا اُمنڈتا ہوا سیلاب ہر طرف سے اُمتِ مرحومہ کی دینی اور اَخلاقی سرحدوں میں تباہی اور آفت بپا کیے ہوئے ہے، ایسے میں حضرتِ اقدس نوّراللہ مرقدہٗ کی ذاتِ بابرکت اہلِ دل علماء وصلحاء کے لیے سدِسکندری، لق دق صحراء میں سرسبز وشاداب خنک فضاءِ نخلستان، چلچلاتی دُھوپ میں شجرِ سایہ دار کی سی حیثیت رکھتی تھی۔ بلا شبہ حضرت اقدس نوّراللہ مرقدہٗ اسلاف علماءِ دیو بند کی للّٰہیت، اِخلاص اور تقویٰ کا مظہر اور اُن کے اِصلاحی مشن اور کوششوں کے امین تھے۔

بندہ ۹۹، ۱۹۹۸ء میں حضرت اقدس نوّراللہ مرقدہٗ کے سایۂ عطوفت وشفقت میں پناہ گزین ہوا، اور پھر یوماً فیوماً حضرت اقدس نوّراللہ مرقدہٗ کی جملہ شنیدہ خوبیوں اور کمالات سے پردہ اُٹھتا رہا اور حضرت اقدس نوّراللہ مرقدہ کے محاسن خصوصاً اصلاحِ اُمت کی تڑپ، آئبین وتائبین سے محبت اور اُن پر شفقت، اِرادت مندوں کی خیر خواہی وخیر جوئی، دِین واحکامِ دین کے سلسلے میں ایمانی غیرت، عشق ومحبتِ الٰہیہ اور ہر اس شئی سے جو حصولِ محبتِ الٰہیہ کا ذریعہ اور سبب ہو محبت کا گرم جوش وجذبہ، نیز قول وعمل سے اُس کا بے ساختہ اِظہار روزِ روشن اور بدرِ کامل کی طرح واضح ہوتے رہے، اور دل بے اِختیار حضرت اقدس نوّراللہ مرقدہٗ کی عظمت اور محبت سے لبریز ہوتا گیا۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَ الْمِنۃَ۔ بلا مبالغہ وتعلّی حضرت اقدس نوّراللہ مرقدہٗ کی ذات اس حدیث شریف کا جیتا جاگتا مصداق ومظہر تھی:۔

”عن أبی هريرة رضی الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ : ان الله تعالى قال : من عادى لی وليا فقد آذنته بالحرب، و ما تقرب الی عبدی بشیء أحب الی مما افترضت عليه، و ما يزال عبدی يتقرب الی بالنوافل حتى أحبه، فاذا أحببته كنت سمعه

الذی یسمع به، و بصره الذی یبصربه، و یده التی یبطش به، و رجله التی یمشی بها، و ان سألنی أعطیته و لئن استعاذنی لأعیذنه، رواه البخاری''.

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اِس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں:

''أن أحب العبادة الی الله اداء فرائضه، و أن من تقرب الی الله بالنوافل أحبه و نصره و حفظه و أجاب دعاه و رقاه من درجة الایمان الی درجة الاحسان فلا ینطق بما یسخط الله و لا یحرك جوارحه فی معاصی الله۔(باب فی المجاهدات، ریاض الصالحین)''.

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عبادت بندہ کا اپنے ذمّہ عائد فرائض کی ادائیگی ہے، مثلاً فرض نماز، رمضان کے روزے، صاحبِ نصاب کا اپنی زکوٰۃ ادا کرنا، صاحب اِستطاعت کا حج اور ترکِ منکرات وغیرہا اور جو شخص فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل کے ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے محبت فرمانے لگتے ہیں اور اُس کی نصرت و حفاظت فرماتے ہیں اور اس کی دعائیں قبول فرماتے ہیں اور اس کو درجۂ ایمان سے درجۂ احسان تک ترقی عطا فرماتے ہیں پھر اُس کی برکت سے وہ بندہ نہ تو اپنی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکالتا ہے جو موجبِ غضبِ الٰہی ہو اور نہ ہی اپنے اعضاء و جوارح کو اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی میں حرکت دیتا ہے اور بالخصوص جب بندہ سے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت اور اُمتِ مرحومہ کی اِصلاح کا کام بھی لے رہے ہوں تو اس حدیث کے بمصداق اللہ تعالیٰ اُس کی نصرت اس کے قول و فعل کی اِصلاح اور لوگوں کے دِلوں میں اُس کی محبوبیت ڈالنے سے بھی فرماتے ہیں۔ آپ حضرت اقدس نوّر اللہ مرقدہٗ کے مواعظ و بیانات، تالیفات و تصنیفات اور اشعار و عارفانہ بلکہ عاشقانہ کلام دیکھ لیجیے! مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اِلہامی کلام کی واضح جھلک آپ کو یہاں بھی نظر آئے گی۔ لفظ لفظ، سطر سطر میں ایسی چاشنی، ایسی شیرینی، ایسی مٹھاس، ایسا اثر، اور اپنے اسلاف و اکابر شیوخ کی دعاؤں کا وہ ثمر کہ اللہ اللہ............خود بقول حضرت اقدس نوّر اللہ مرقدہٗ ؎

یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے — دعاؤں سے اور ان کی صحبتوں سے
کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختؔر — اسے آگیا ہے جینا، اسے آگیا ہے مرنا
مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یا رب — ترے عاشقوں سے سیکھا، ترے سنگِ در پہ مرنا

حضرت اقدس نوّر اللہ مرقدہٗ کی مساعیٔ جمیلہ اور عمر بھر خونِ جگر سے آبیاری کیے ہوئے مجاہدات کو دیکھتے ہوئے (انشاء اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ نے مغفرت تو فرمادی ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ علیین میں حضرت رحمہ اللہ کو مقامِ اعلیٰ عطا فرمائیں اور حضرت اقدس نوّر اللہ مرقدہٗ کے جملہ اہل و عیال و متوسلین اور عشاق کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں اور حضرت اقدس نوّر اللہ مرقدہ کے مقصد کو آگے بڑھانے اور اس پر اپنا تن من دھن نثار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین.

آہ ! سلسلہ رشد و ہدایت کے آفتاب اور شریعت و طریقت کے ماہتاب آسمان تصوّف وتزکیہ کا درخشاں ستارہ

حضرت مولانا محمد زرولی خان صاحب
مدیر ماہنامہ الاحسن ورئیس وشیخ الحدیث جامعہ احسن العلوم، کراچی

یعنی حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب چراغِ سحری کی طرح ٹمٹماتے ہوئے ۹۰ رسال کی عمر میں راحلِ آخرت ہوئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ ہندوستان کے مشہورِ زمانہ جید عالم اور ولی حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ کی صحبت گوہر بار سے مستنیر ہو چکے تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ، مجدد ملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے معتمد خاص خلیفہ تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کو آپ پر اتنا اعتماد تھا کہ فرماتے تھے کہ ''عبدالغنی دیوبند میں پڑھانے کے اہل ہیں''۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ اپنے بہت سارے متعلقین کے ہمراہ پاکستان منتقل ہوئے اور ناظم آباد نمبر ۴ ر میں قیام فرمانے لگے۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ آپ کے ہمراہ تھے اور آپ کے خادمِ خاص تھے، شروع شروع میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ، حضرت پھول پوری رحمہ اللہ سے بیعت تھے، فقیہ وقت مفتی زمانہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ کی بیعت اور خلافت دونوں سے آراستہ تھے، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ کا ذکرِ خیر مفتی اعظم پاکستان مفسّرِ قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے قرآن کی تفسیر میں بھی فرمایا ہے (تفسیر سورہ شوریٰ آیت نمبر ۱۹)۔

بہر حال حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ، طیبہ کالج اِلٰہ آباد سے فارغ التحصیل تھے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ میں نے وہی کورس کیا ہے جو حکیم محمد سعید صاحب نے کیا ہے لیکن میں نے اس کو باقاعدہ شغل نہیں بنایا، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ولایت اور علمیت کے میادین کے شہسوار تھے۔

زندگی کا اکثر حصہ ناظم آباد نمبر ۴ ر کے ایک مختصر سے مکان میں حکمت کے بعض نسخوں میں اور دینی کتب کی تجارت میں صرف فرمایا تھا۔ سن ۱۹۷۹ء کے آس پاس حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ بمع اہل وعیال گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ ر منتقل ہوئے اور یہ ہمارے اوران کے تعلقات کا آغازِ خیر تھا۔ یہ عاجز اور فقیر اس سے کچھ سال پہلے گلشن اقبال بلاک ۲ ر کراچی کی جامع مسجد احسن میں امام وخطیب تعینات ہو چکا تھا اور جامعہ عربیہ احسن العلوم کے قیام وتاسیس وتعلیم کے ابتدائی مراحل چل پڑے تھے۔ نمازِ فجر کے بعد اس عاجز کا درس قرآن ہوتا تھا، کالجز اور یونیورسٹیز کے بعض اسٹوڈینٹس جو فجر میں نہیں پہنچ سکتے تھے ان کے لیے عصر کے بعد درسِ قرآن ہوتا تھا اور عشاء کے بعد نورالایضاح اور الطب النبوی للذھبی رحمہ اللہ کے درس ہوتے تھے، برادرم پروفیسر مزمل حسن اوران کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر مدثر جوالحمدللہ اب ہارٹ کے کامیاب سرجن اوراخلاقیات سے مالا مال ہیں اورڈاکٹر محمد ہمایوں کڑوا (ان کے بھی دریائے شفاء موجزن رہے) اور بزرگوارم ممتاز محمد بیگ مرحوم، نوراللہ مرحوم، اوراطہر بیگ وغیرہ باقاعدہ کلاس کی شکل میں ان درسوں میں شریک رہتے تھے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ بھی باقاعدگی سے فجر کے بعد والے درس میں شرکت فرمانے لگے آپ بہت زیادہ قدردان، علم دوست اور نکتہ سنج انسان تھے۔ تفسیرِ قرآن کی بعض علمی موشگافیوں پر عش عش کرنے لگتے اور آنسوؤں کی آبشار کے ساتھ آپ خوب دعائیں دیتے تھے۔ آپ کی عادتِ جمیلہ تھی کہ ایسے موقع پر بے انتہا علمی سوغات، ہدایا کے سیلِ رواں سے پیش آتے تھے اورحدیث ''تھادوا وتحابوا'' پر ترکیب اور معنیٰ کے اعتبار سے عمل فرماتے تھے، بعد میں مشکوٰۃ شریف کے درس میں بھی بیٹھنے لگے جو درجہ سابعہ کے سبق کے طور پر یہ عاجز پڑھاتا تھا، حضرت والا رحمہ اللہ ہی کی تحریک وترغیب سے تفسیر روح المعانی کا باقاعدہ درس شروع ہوا۔ یہ سلسلہ تقریباً ۵ ر تا ۶ ر مہینہ تک رہا دراصل بڑے لوگوں کے عزائم اورشان بھی بڑی ہوتی ہے، وہ اس طرح کہ مجھ عاجز اور فقیر کی دل بستگی اور حوصلہ افزائی فرمانا چاہتے تھے آپ کے ہمراہ بہت سارے خلفاء اورمریدین بھی آتے جاتے تھے، حضرت مولانا حشمت علی صاحب امام وخطیب مسجد گول مارکیٹ اورصوفی عبدالحمید صاحب امام وخطیب ہادی مارکیٹ ناظم آباد بھی شریک درس ہوتے تھے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ انہوں نے اپنے شیخ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ ہردوئی والے جن کے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ خلیفہ تھے، جو عالم اسلام کی معروف ہستی تھی کو خط میں لکھا کہ میں گلشن اقبال نمبر ۲ ر کی مسجد کے امام وخطیب اور آگے میرا نام لکھا کے درسوں میں شریک ہوتا ہوں تدریسی مہارت اور مزاولہ معلوم ہوتا ہے اس پر حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ نے لکھا تھا

کہ ’’آپ کو قدر اور احترام کرنا چاہیے‘‘ یہ خط حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے مسودات میں محفوظ ہوگا۔ فرماتے تھے کہ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ آپ اس نوجوان کے درس میں جاتے ہیں؟ تو میں ایک جواب نثر میں دیتا ہوں کہ ’’ان کا علم پختہ اور قدیم ہے‘‘ اور دوسرا جواب شعر میں دیتا ہوں کہ ؎

دن میں سو سو بار گو مجھ کو وہاں جانا پڑے
کوئی سودائی کہے یا کوئی دیوانہ مجھے

فرماتے تھے یہ شعر میرا اس درس سے متعلق ہے اس زمانے میں یہ عاجز اور فقیر مَردوں کے لیے کھلے گریبان کے سنت ہونے پر مُصر رہتا تھا اور اس کے دلائل دیتا تھا، چنانچہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ بھی میرے ہمنوا ہوئے اور یہ شعر پڑھا ؎

کچھ راز بتا ہم کو بھی اے چاک گریباں
اے دامنِ تر! اشکِ رواں! زلفِ پریشاں!

اور ساتھ ہی فرماتے تھے کہ ’’اختؔر‘‘ یاد رہے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے میں مشکوٰۃ شریف کا درس سن کر حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ اتنا خوش ہوتے تھے کہ اس زمانے کی مسجد کمیٹی کے صدر ممتاز محمد بیگ صاحب مرحوم سے فرماتے کہ ’’مولانا بخاری شریف بہت اچھی پڑھائیں گے‘‘ بعد میں جب جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی میں دورۂ حدیث کا آغاز ہوا اور اللہ کے فضل وکرم سے طلباء کا اس عاجز کے درسِ بخاری اور ترمذی کی طرف خوب رجحان ہوا تو میں نے اسے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی کرامت کے طور پر ذکر کیا اور حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے خط کے جواب میں، میں نے اس کا ذکر کیا، ہر دونوں خط طرفین کے یہاں محفوظ ہیں۔

تو حضرتؒ کا اِظہار تشکر آیا جس میں لکھا تھا کہ جب سے آپ کا خط آیا ہے اب تک مختلف مجلسوں میں تین دفعہ پڑھا گیا اور ہر دفعہ پڑھنے سے وجد کی سی کیفیت طاری رہی۔ عمر اخیر میں آپ کی بیماری فالج کے عارضے سے بڑھتی گئی اور تقریباً ۱۳ سال آپ صاحبِ فراش رہے، عیادت کے لیے ایک دفعہ علامہ علی شیر حیدری مرحوم کے ساتھ جانا ہوا اور مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدظلہ کے ساتھ بھی جانا ہوا میں نے تلطفاً عرض کیا کہ آپ کے پورے دیوان میں جو مجھے سب سے زیادہ پسند آیا وہ یہ شعر ہے ؎

زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
اس کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

یہ سنتے ہی حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ بے تابانہ زار وقطار رونے لگے اور اس عاجز کی قدر دانی اور شعورِ شعر کی داد دینے لگے۔ حضرت رحمہ اللہ کے ساتھ چونکہ ۳۵ سال کی وابستگی، علمی ہم

آہنگی، دادِ محبت اور اتحادِ مسلک کا رشتہ روز افزوں رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت والا رحمہ اللہ متاعِ جاوِداں تھے، پیکرِ اخلاق جمیلہ تھے اور سلف صالحین کے عمدہ نمونہ تھے۔

ان کے خلف الصادق برادرم مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم اور ان کے لائق فائق فرزندار جمندعزیز القدر مولوی محمد ابراہیم سلمہ ایک حسین زندگی کے ستون ہیں اور ایک عمدہ پڑوس کے آئینہ دار ہیں۔ اس عاجز وفقیر اور جامعہ عربیہ احسن العلوم و جامع مسجد احسن اور اس کے در و دیوار نے ہمیشہ ان مخلصین کو عزیز سہارا اور ہراول دستہ کی طرح پایا ہے۔ استطاعت نہیں رکھتا کہ ان کی توصیف وتعریف میں رطب اللسان رہ سکوں۔

اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندۂ احساں
سر میرا ترے سر کی قسم! اُٹھ نہیں سکتا

حقیقت یہ ہے کہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ان اولیاء وصلحاء کے ساتھ شیرینی بڑھ رہی ہے اور چاشنی دلآویزی تک پہنچ رہی ہے کسی نے ان کے لیے کہا ہے کہ

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

حق تعالیٰ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور برادرم مولانا حکیم محمد مظہر صاحب اور ان کے جملہ سوگواروں کو اور پورے عالم میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے خلفاء باصفا اور مریدین ومسترشدین اور دیگر شرکاءِ غم اور صدمے کو حق تعالیٰ صبرِ جمیل اور اجر جزیل نصیب فرمائے۔ آمین

(بشکریہ ماہنامہ الاحسن، کراچی، شعبان ۱۴۳۴ھ)

کسی طالب کے دل کی تربیت کس طریقے سے کی جائے یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے بڑا مشکل کام ہے۔ میرے شیخ حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ ایسا ہونا چاہیے جو ہر طالب کے دل کی تربیت کے لحاظ میں کمال رکھتا ہو۔ جو شیخ کامل ہوتا ہے وہ ہر طالب کو ایک ہی لکڑی سے نہیں ہانکتا۔ جو لوگ عیش وعشرت میں پلے ہوتے ہیں ان کی تربیت اور انداز سے کرتا ہے اور دکھ بھرے دل کی تربیت کا انداز دوسرا ہوتا ہے جس کا دل دنیا کے کاموں میں نہیں لگتا شیخ کامل اسے دنیا کے کاموں کے لیے مجبور نہیں کرے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ایسے طالب کو اللہ تعالیٰ نے دین کے کاموں کے لیے پیدا کیا ہے اس کی روزی کا انتظام وہی فرمائے گا۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدۂ)

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے!

حضرت مولانا محمد ازہر
مدیر ماہنامہ الخیر واستاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

گزشتہ ماہ سلوک واحسان کی دنیا کا سب سے بڑا حادثہ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر قدس سرہ کا سانحۂ ارتحال ہے۔ ۲۳/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ اتوار کی شام کو آفتابِ دنیا کے ساتھ دنیائے سلوک واحسان اور عالم شریعت وطریقت کا یہ ماہتاب بھی غروب ہوگیا ع

اِک چراغ اور بجھا، اور بڑھی تاریکی

روحانیت کا یہ خورشید تاب ناک ہندوستان کے مشہور شہر پرتاب گڑھ میں ۱۹۲۳ء میں طلوع ہوا اور جون ۲۰۱۳ء میں عروس البلاد کراچی، پاکستان میں غروب ہوگیا، یوں کم وبیش ۹۰/برس تک شریعت وطریقت کا یہ آفتاب عالم تاب اپنی ضوفشانیوں سے ہزار ہا قلوب کو گرماتا اور جلاتا رہا۔

''موت کے وقت تین رجسٹر پیش کیے جاتے ہیں۔ ایک رجسٹر میں اولیاء اللہ کا اندراج ہوتا ہے، دوسرے رجسٹر میں کفار ومنکرین کا اندراج ہوتا ہے اور تیسرے رجسٹر میں گناہ گار مسلمانوں کا۔ آپ ان تینوں رجسٹروں میں سے کس رجسٹر میں اپنا نام لکھوانا پسند کریں گے؟''۔

یہ الفاظ عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ کے ہیں۔ جو انہوں نے ۱۹۹۳ء میں جامعہ خیر المدارس ملتان میں خطاب کرتے ہوئے فرمائے تھے۔ حضرتؒ جامعہ کی مجلسِ شوریٰ کے رکن رکین تھے۔ شوریٰ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لیے تشریف لاتے تو خدام کی درخواست پر حاضرین سے بالعموم خطاب بھی فرماتے۔ حضرتؒ کا وعظ علوم ومعارف کا گنجینہ، راہِ سلوک میں پیش آنے والے پیچ وخم کے لیے مشعل راہ اور سالکین کی باطنی پریشانیوں اور روح کے امراض کے لیے نسخہ مجرب ہوتا تھا۔ وعظ کا ایک ایک لفظ عشق ومحبت اور کیف ومستی میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا۔ معاصر علماء وواعظین میں ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا عمدہ نمونہ اور اعلیٰ مثال حضرت حکیم صاحبؒ کے مواعظ میں ملتی ہے۔

اللہ والوں کی صحبت سے محروم صرف نقوش والفاظ کا علم رکھنے والے اور صحبت یافتہ واصلاح یافتہ عالم ربانی وعاشق حقانی کے انداز کلام اور طرز خطاب میں کیا فرق ہوتا ہے، یہ فرق حضرت مولانا

حکیم محمد اختر صاحبؒ کے مواعظ وارشادات سن کر سمجھ میں آتا تھا۔

دردِ مندِ عشق کا طرزِ بیان اور ہے

حضرتؒ نے جن علماء محققین وراسخین فی العلم سے اکتساب فیض کیا اُن میں سے اکثر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دامن سے وابستہ، تربیت یافتہ اجل خلفاء تھے۔ حضرت حکیم صاحبؒ کا حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھیؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ سے اصلاحی تعلق تھا اور ان کو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئیؒ سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

حضرت حکیم صاحبؒ نے اپنے دادا پیر حضرت تھانویؒ کی طرح دینی خدمات میں سلوک و تصوف، اصلاح وتربیت اور اہلِ ایمان کے دلوں میں عشق ومحبت خداوندی کی آگ جلانے کو اہمیت و فوقیت دی۔ حکیم صاحبؒ ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے اور ۲۰۱۳ء میں وصال فرمایا۔ تحصیل علوم کے ابتدائی اور علالت کے آخری چند سالوں کو چھوڑ کر بقیہ پوری زندگی آپؒ نے قرآن وسنت اور حقیقی تصوّف کی خدمت میں صرف کی۔ رسمی پیروں اور جاہل صوفیوں کی بہتات میں حکیم صاحبؒ نے تصوّف کے اسرار ورموز کو قرآن وسنت کے علمی دلائل کے ساتھ مبرہن کیا اور تصوّف کو قرآن وحدیث کے علوم و معارف سے ایسا مدلل کیا کہ کسی معترض کے لیے یہ گنجائش نہیں رہی کہ وہ یہ الزام لگا سکے کہ تصوّف و طریقت قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ حکیم صاحبؒ کے مواعظ وملفوظات اور مجالس میں جملہ روحانی امراض سے حفاظت اور اُن کے علاج کے طریقے موجود ہیں مگر انہوں نے اس دور کے سب سے مہلک اور خطرناک مرض بدنظری اور عشق مجازی (فسق) کی تباہ کاریوں اور ہلاکت آفرینیوں پر بطور خاص اپنے متعلقین اور عام مسلمانوں کو متوجہ فرمایا۔ حکیم صاحبؒ کے کم وبیش دوسو مطبوعہ مواعظ میں شائد ہی کوئی وعظ ایسا ہو جس میں انہوں نے بدنظری کی نحوست و ہلاکت آفرینی پر تنبیہ نہ فرمائی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ بدنظری وفسق کا مہلک مرض جس شدت سے ہمارے دور میں ظاہر ہوا ہے، اتنی شدت سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا نے بدنظری کے اسباب ومواقع کو اس قدر عام کردیا ہے کہ حق تعالیٰ کی توفیقِ خاص اور عطا فرمودہ ہمت کے بغیر اس رذیلہ سے بچنا بہت مشکل ہے اور یہ قوت وہمت صرف اہل اللہ کی صحبت ومجالست ہی سے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بدنظری کے علاج کے لیے حضرت حکیم صاحبؒ سے جو کام لیا وہ بلا شبہ کارِ تجدید اور مجددانہ شان کا حامل ہے۔ اس لیے کہ نگاہ کی حفاظت کا شعبہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوگیا ہے حتیٰ کہ بدنظری کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا یا بہت ہلکا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ حکیم صاحبؒ نے اس کے نقصانات اور تباہ کاریوں کو اُمت پر ظاہر کیا ہے۔ حکیم صاحبؒ کے مرشد حضرت مولانا ابرار الحقؒ کی خدمت میں ایک مرتبہ ایک شخص نے

بدنظری کے مرض کی شکایت کی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ تم حکیم محمد اختر صاحب کی کتابیں پڑھا کرو، وہ اس مسئلہ کے امام اور مجدد ہیں۔ بعض دیگر اکابر علماء نے بھی حکیم صاحبؒ کے متعلق ایسے ہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ عشق مجازی اور بدنظری کے متعلق نفس کے مکائد اور اس کے معالجات جس تفصیل کے ساتھ حضرت حکیم صاحبؒ نے بیان فرمائے ہیں، اس تفصیل کے ساتھ اکابر کی کتابوں میں بھی نہیں ملتے، کیوں کہ یہ اس دور کا خاص مرض ہے، جو اس قدر عموم وشدت کے ساتھ پہلے نہیں تھا۔ چنانچہ اس دور میں اس کی اصلاح کا عظیم الشان کام اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم صاحبؒ سے لیا۔ مختلف موضوعات پر خطاب کے دوران بھی معمولی مناسبت سے حضرتؒ حجاب وپردے کی اہمیت وضرورت اس انداز میں بیان فرماتے کہ وہ ذہن نشین ہوجاتی۔ جامعہ خیر المدارس ملتان کے جس وعظ کا سطور بالا میں تذکرہ ہوا اس کا موضوع ''تصوّف کی اہمیت وضرورت'' تھا۔ مسجد کے صحن میں وعظ ہورہا تھا۔ اس دوران تیز ہوا کی وجہ سے اسپیکر سے شائیں شائیں کی آواز آنے لگی۔ ایک صاحب نے اٹھ کر مائک پر کپڑا باندھ دیا جس سے وہ آواز بند ہوگئی اس پر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ مسکرائے اور جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری زید مجدہم سے مخاطب ہوکر فرمایا ''اس سے ثابت ہوا کہ پردے کی ضرورت ہے اس سے خارجی اثرات سے حفاظت ہوتی ہے''۔

ایک طالب اصلاح، عالم نے حضرت والاؒ کی خدمت میں لکھا کہ کبھی کبھی میری شاگرد طالبات مجھے راستے میں سلام کرلیتی ہیں، میں بھی جواب دے دیتا ہوں، میرا یہ عمل کیسا ہے؟ (آج کل مدارس بنات میں اس طرح کے مواقع بکثرت پیش آرہے ہیں، حضرت حکیم صاحبؒ کا جواب ہم سب کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے) حضرتؒ نے جواب میں لکھا ''کسی نامحرم لڑکی کا سلام کرنا کسی اجنبی مرد کو یا اس کے برعکس (مرد کا نامحرم عورت کو سلام کرنا) حرام ہے۔ اس لیے اس موقع پر نرمی برتنا جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ خصوصاً اہلِ علم اور دین دار آدمی کی تو بہت ہی بدنامی کا سبب ہے، اس لیے فوراً سختی سے ڈانٹ لگائیے کہ وہ سلام نہ کرے، اس پر بھی شیطان کا اثر ہے اور اس اثر کو قبول کرانے کے لیے آپ پر بھی اس کی کوشش جاری ہے۔ بس ہوشیار ہوجائیے۔ ابتداء میں مقابلہ آسان ہے۔ زیادہ عشق کا غلبہ ہوجانے کے بعد پھر نجات پانا مشکل ہے''۔

قحط الرجال کے موجودہ دور میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی رحلت نے تصوّف وطریقت اور دل کی علاج گاہوں کو مزید ویران اور اداس کردیا ہے:

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دکان اپنی بڑھا گئے!

حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی رحلت کے بعد آپ کے فیوض وبرکات انشاء اللہ

جاری وساری رہیں گے، آپؒ کی انہی خدمات میں آپؒ کی معرکۃ الآرا کتاب معارفِ مثنوی ہے جس میں عشق ومحبت خداوندی کی آگ بھری ہوئی ہے لیکن یہ عشق ومستی حدود وشریعت میں محصور ہے، آپؒ نے مولانا رومؒ کی مثنوی کی ایسی عاشقانہ توضیح وتشریح کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ توجہ سے پوری کتاب پڑھ لے، ناممکن ہے کہ اس کے دل میں محبت الٰہیہ کا دریا موجزن نہ ہو، مثنوی مولانا رومؒ کی یہ خصوصیت ہے کہ جو شخص جتنا صاحب دل ہوگا اس کے رموز اسی قدر اس پر آشکارا ہوں گے۔ حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ کے درس مثنوی میں بھی اشعار مثنوی کی الہامی ونادر تشریحات ملتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپؒ کی تمام دینی خدمات کو قبول فرمائیں، آپؒ کی رحلت صرف اہلِ پاکستان ہی نہیں پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے نقصان عظیم ہے۔ بھارت، بنگلہ دیش، امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، جنوبی افریقہ اور برما سمیت دنیا کے کئی ممالک میں آپ کے ہزاروں مرید اور خلفاء موجود ہیں، انشاء اللہ ان کے ذریعے آپؒ کے فیوض وبرکات کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپؒ کے صاحبزادے وجانشین مولانا حکیم محمد مظہر زید مجدہم کو نعم الخلف للسلف کا مصداق بنائیں، آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ الخیر ملتان رمضان المبارک/شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ اگست ۲۰۱۳ء)

❁

مثبت اور منفی تاروں کے ملنے سے بجلی کا بلب روشن ہوتا ہے، اللہ نے جب کلمہ پیدا فرمایا تو اپنی محبت کی بجلی پہلے ہی پیدا فرمادی اور اس میں مثبت اور منفی کے دو تار لگائے، لَآ اِلٰہَ یہ منفی کا تار ہے کہ نہیں ہے کوئی ہمارا معبود، نہیں ہے کوئی ہمارا مقصود، نہیں ہے کوئی ہمارا مسجود، نہیں ہے کوئی ہمارا محبوب لیکن اللہ، اِلَّا اللّٰہُ یہ مثبت کا تار ہے۔ پس اللہ نے بتادیا کہ قلب دو تاروں کے ملنے سے روشن ہوتا ہے، ان دونوں تاروں کو ملاؤ گے تو ہماری محبت کی بجلی پیدا ہوگی، ایک تو ذکر اللہ کا تار ہے جو مثبت تار ہے اور دوسرا صحبتِ شیخ کا تار ہے جو منفی کا تار ہے، جس سے گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے، جو بنیاد ہے ولایت کی لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنْ اَوْلِیَآءُ ہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ، قلب ان دونوں یعنی ذکر کے مثبت اور اجتنابِ معصیت کے منفی تاروں کے ملنے سے منوّر ہوجاتا ہے اور اجتنابِ معصیت کی توفیق صحبت شیخ سے ہوتی ہے۔ اسی سے سمجھ لو کہ اگرچہ ذکر بمنزلہ مثبت تار کے ہے لیکن اگر کوئی شخص صرف ذکر ہی کرتا رہے اور کسی اللہ والے سے تعلق قائم نہ کرے تو ذکر سے تکبر اور خود پسندی کا ایک نشہ پیدا ہوجاتا ہے اور اللہ کا قرب ملنے کے بجائے اللہ سے اور دوری ہوجاتی ہے۔ شیخ کی صحبت کا منفی تار اس نشہ ہی کی نفی کرتا ہے، ان دونوں کے ملنے سے قلب، اللہ کے نور سے روشن ہوجاتا ہے، پس اگر کوئی شخص صرف مثبت تار ہی لگائے، یعنی ذکر کرتا رہے اور صحبتِ شیخ نہ اختیار کرے یا صرف منفی تار لگائے، یعنی شیخ کی صحبت کا تو اہتمام کرے لیکن ذکر ترک کردے تو دونوں صورتوں میں قلب پورا منور نہ ہوسکے گا۔ پس ذکر کا التزام اور صحبتِ شیخ کا اہتمام دونوں ضروری ہیں۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ)

یاراں! خبر دہید کہ ایں جلوہ گاہ کیست؟

حضرت مولانا عبدالرشید صاحب بستوی
صدر مدرس و ناظم تعلیمات جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند، انڈیا

اب سے سات آٹھ سال پہلے کی بات ہے کہ فخر المحد ثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ صاحب کشمیریؒ کی عنایات و توجہات سے انہی کی معیت میں ''مملکتِ خداداد'' جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں کے چھوٹے بڑے متعدد شہروں کے دیکھنے کا موقع ملا۔ اس سفر کی داستان '' لٹے پٹے قافلوں کے دیس میں'' کے عنوان سے ''ماہنامہ محدث عصر'' میں بالاقساط اسی وقت اشاعت پذیر ہوئی اور اہلِ نظر کے نزدیک کسی قدر قابلِ تحسین بھی ٹھہری تھی۔

یادگار تشنگی:

یہ سفر بہ چند وجوہ دل چسپ اور یادگار رہا تو بعض وجوہ سے افسوس ناک اور تکلیف دہ بھی۔ یادگار اس لحاظ سے تھا کہ نہ صرف پاکستان بلکہ پورے برصغیر کی ولی صفت دو عظیم شخصیات حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کندیاں شریف اور حضرت الحاج سید انور حسین نفیس رقم المعروف نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ لاہور کو پہلی مرتبہ قریب سے دیکھنے اور اُن کی درد و تاثیر میں ڈوبی ہوئی باتیں سننے کی سعادت نصیب ہوئی، وعظ و ارشاد اور لذتِ کام و دہن کی یہ مختصر مجلس برصغیر ہند و پاک کی اس مجاہد، جاں باز، جاں نثار اور سحر انگیز خطیب کے دولت کدہ پر سجائی گئی جس کی مؤمنانہ صدا اور مجاہدانہ للکار سے برصغیر کا کونہ کونہ گونجتا رہا، یعنی حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے احاطے دارِ بنی ہاشم میں۔ اس مجلس کی دوسری اور بڑی امتیازی صفت یہ تھی کہ اس میں برصغیر کی دیگر دو عظیم المرتبت علمی و عرفانی شخصیتیں۔ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی زید مجدہم اور حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ صاحب کشمیریؒ بھی رونق افروز تھیں، چونکہ یہ مجلس اپنے حاضرین کے اعتبار سے بے حد مختصر تھی، اور احاطۂ دارِ بنی ہاشم میں منعقد ہوئی تھی، اس لیے عالمِ اسلام کی ان نابغہ شخصیات سے استفادہ کا بھرپور موقع ملا۔

یک لحظہ غافل بودم:

افسوس کا باعث یہ رہا کہ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے برعکس کراچی کا قیام اچانک مختصر

ہوگیا، اور تیسرے روز علی الصباح دہلی کے لیے محو پرواز ہونا پڑا، کراچی آمد کے دوسرے دن احقر تاریخ ہند کے عیاش وبدقماش اور جابر وظالم حکمران راجہ داہر بن صعصعہ کے آثار وکھنڈرات دیکھنے کی غرض سے مولانا شفیق احمد خان بستوی (خلیفۂ مجاز حضرت حکیم صاحبؒ) کے ہمراہ دیبل چلا گیا، راجہ داہر کا قلعہ کراچی سے تقریباً سو کلومیٹر کے فاصلے پر پڑتا ہے، ارادہ تھا کہ قیام کے آئندہ دنوں میں مدینۃ العلم کراچی کی متعدد علمی ودینی شخصیات کی زیارت کا شرف حاصل کیا جائے گا، لیکن ابھی قلعہ دیکھ کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا فون بعجلت تمام کراچی واپس آنے کا ملا، اس طرح ان شخصیات کی زیارت وملاقات کا جو خواب جانے کب سے آنکھوں میں سجایا ہوا تھا وہ چکنا چور ہوگیا اور وقت کے ربانی اور مرشدِ کامل حضرت حکیم محمد اختر صاحبؒ کی زیارت سے بھی محرومی رہی۔

دودھ کا جلا:

اس سے اگلے سال ایک بار پھر کراچی جانے کا اتفاق ہوا، کہیں کوئی ناگہانی صورت حال پیش آجائے اور رختِ سفر باندھنا پڑے اس لیے کراچی آمد کے اگلے دن ہی محترم مولانا شفیق احمد خان صاحب بستوی کی معیت میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی خدمت میں حاضری دی، یہ بات تو پہلے ہی سے علم میں تھی حکیم صاحب پر فالج کا سنگین حملہ ہوا تھا، لہٰذا وہ دو چند جملوں سے زیادہ گفتگو نہ کرسکتے، نہ کوئی وعظ ونصیحت، تاہم اس بندۂ ولی صفات کی عرفانی واصلاحی مجلس حسب سابق روزانہ منعقد ہوتی، حکیم صاحبؒ اپنی پند وموعظت سے نہ سہی، اپنی نورانی شخصیت کے ساتھ ضرور اس میں رونق افروز رہتے، کیسٹوں کی مدد سے مجلسی گفتگو اور ملفوظات وارشادات کا سلسلہ جاری رہتا۔

نسبت کی برکت:

اختتام مجلس پر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ اپنے حجرہ میں لے جائے گئے، اور دیارِ ہند بالخصوص سرزمینِ دیوبند سے تعلیمی وتدریسی رشتے کے سبب، اس حقیر کو خصوصی ملاقات وزیارت کی سعادت حاصل ہوئی، یہ ملاقات دس منٹ پر مشتمل تھی، حضرت مولانا حکیم اختر صاحب نے احقر کا نام، کام اور مقام معلوم کیا، جب وطن ''بستی'' سنا تو بے اختیار بول اٹھے، تم تو میرے پڑوسی ہو، اور حدیث شریف میں پڑوسی کے ساتھ نہایت تاکید کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے، معاً اپنی اردو وعربی کتابوں کا سیٹ عنایت فرمانے کا حکم دیا، دارالعلوم دیوبند کا حال احوال معلوم کیا اور فرمایا، مولانا عبدالحق صاحب اعظمی میرے ہم درس رہے ہیں، اُن سے اس شعر کے ساتھ میرا سلام کہنا۔

ما و مجنوں در مدرسہ ہم سبق بودیم
او بصحرا رفت ومادر کوچہ ہا رسوا شدیم

عجیب تعلق خاطر:

اس شعر کے ساتھ ہی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے، اوراسی کے ساتھ مجلس اختتام پذیر ہوگئی، حکیم صاحب نے جس درد کے ساتھ یہ شعر پڑھا، اور جس والہانہ انداز میں حضرت الاستاذ شیخ مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ کا تذکرہ فرمایا، اس سے صاف جھلک رہا تھا کہ وہ اپنی زندگی کی شبانہ روز جملہ مصروفیات کو بے معنیٰ و ہیچ گردان رہے ہیں اور حضرت الاستاذ مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ کی وابستگی مدرسہ اور تدریس حدیث شریف کو بے پناہ قدر و عظمت کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے، کہتے ہیں ''دل سے دل کو راہ ہوتی ہے'' جب احقر نے شیخ صاحب سے حکیم صاحب کا سلام اور شعر سنایا تو شیخ صاحب بھی اپنے آنسو پر قابو نہ رکھ سکے، فرمایا یہ حکیم صاحب کی تواضع، کسرِ نفسی اور میری بابت حسن ظن ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ایک دنیا کی اصلاحِ احوال کی خدمت لی ہے اور لے رہا ہے۔

نور یعلوہٗ:

کئی سالوں سے صاحبِ فراش، ضعف و ناتوانی مستزاد، مرض کا حملہ سنگین، نہ خود سے اُٹھ بیٹھ سکتے، نہ چل پھر سکتے تھے، لیکن چہرہ بشرہ شاداب، تر و تازہ، چمک ایسی جیسے شباب پھوٹ پڑا چاہتا ہو، تازگی ایسی جیسے صحت منداور توانا جواں سال کا چہرہ ہو، نہ بڑھاپے کی جھریاں، نہ بیماری کی پژمردگی اور نہ کمزوری کا اضمحلال۔ راقم الحروف کی حرماں نصیبی کہ صالح بندوں کی زیارت کم ہی اس کے حصہ میں آسکی۔ ایسا نہیں کہ ظلمت کدہ ہند نیک نہاد اور روشن صفات بندگانِ خدا سے خالی ہے، قصور اپنی رندمزاجی کا ہے، جس کے سبب دل ایک دن کے لیے بھی وہاں رکنے کے لیے آمادہ نہ ہوسکا، جہاں خلقت ہجوم در ہجوم آتی ہے، اور ہفتوں رہا کرتی رہی ہے، بقول کسے ؂

ہمہ شہر پر ز خوباں، منم و خیالِ ماہے   چہ کنم کہ نفسِ بدخو نہ کند بہ کس نگاہے

تمام شہر حسینوں سے بھر پڑا ہے، لیکن میں ہوں کہ کسی (دوسرے) چاند کے خیال میں گم ہوں، میں کیا کروں کہ میری بدطبیعت کسی پر نگاہ نہیں ڈالتی۔

لیکن حضرت حکیم صاحب کی شخصیت کا سحر کہہ لیجیے، اُن کی صلاح و نیکی کا عنوان دیجئے یا احقر کی خوش بختی کہ پہلی ہی ملاقات میں دل اور زبان کہہ اٹھے ع

کرشمہ دامنِ دل کشد کہ جا ایں جا است

پایم بہ پیش از سرایں کو:

اس کے بعد متعدد مرتبہ کراچی جانا ہوا، مگر دل میں کسی دوسری شخصیت کی زیارت کا تقاضہ پیدا نہ ہوا، نہ احقر شوقِ دید کے اضطراب سے آشنا ہوسکا۔ حاضری دی تو اسی بیتِ اشرف کے نگران

ونگہبان کے در پر، لطف آیا تو اسی کی حدیث دل میں، سکون ملا تو اسی کی بزم میں، اخلاص وللّٰہیت کی خوشبو مہکی تو یہیں، ذکرِ الٰہی کی لذت ملی تو اسی کی مجلس میں، اور پندارِ علم وآگہی نے قدم بوسی کی، تو اُسی درویشِ خدا مست کی۔ ہندوستان میں بھی مصلحین ومرشدین کی کمی نہیں، بلکہ یہ تعداد روزافزوں ہے، لیکن مجھے قرار آیا تو مُرشدی حضرت مولانا قمر الزمان صاحب اِلٰہ آبادی زید مجدہم کے یہاں، جب سے اُن کا ہاتھ تھاما، نہ نگاہ کسی دوسری طرف اُٹھی اور نہ ہی کوئی دوسرا نظروں میں جچا، یہ اور بات ہے کہ راقم الحروف اس دریائے معرفت سے بھی کچھ زیادہ فیض حاصل نہ کرسکا۔

دیارِ ہند میں دل کی جو صدا حضرت مولانا قمر الزمان صاحب اِلٰہ آبادی زید مجدہم کی مجلس میں حاضری پر نکلی، عجیب اتفاق ہے کہ آواز اسی رنگ وآہنگ اور شہادت قلب ونظر کے ساتھ دیارِ پاک میں حضرت حکیم صاحب علیہ الرحمہ کے یہاں اولین حاضری پر بھی آئی، بقول نظیری نیشا پوری ؎

پایم بہ پیش از سرِ ایں کو، نمی رود | یاراں! خبر دہید کہ ایں جلوہ گاہ کیست؟

میرے قدم اس گلی سے آگے نہیں بڑھتے، دوستو! مجھے بتلاؤ تو یہ کس کی جلوہ گاہ ہے؟

معرفتِ الٰہی کے شہ پارے:

حکیم صاحب کی سیرت گری نے کیسے کیسے ناتراشیدہ پتھروں کو ہاتھ میں لیا، اور انہیں گوہر فروشوں کی دوکان کا بیش قیمت موتی بنادیا۔ دنیا کے کن کن خطوں میں ان آب دار موتیوں سے روشنی ہے، اس کا درست اندازہ نہیں، صرف پاکستان میں حکیم صاحب کے خلفاء ومجازینِ بیعت کی تعداد چھ صد کے قریب ہے۔ ان میں کئی حضرات کو احقر قریب سے جانتا پہچانتا اور اُن کی نیکی، معمولات کی پابندی، معاملات کی صفائی اور تواضع وخاکساری کا معترف ہے۔ ہر بڑے آدمی کی بزم میں کچھ بوالہوس، خود پرست اور خدا فراموش لوگ بھی باریاب ہوجاتے ہیں، لیکن اُن کی جعل سازی اور تکڑم بازی کچھ زیادہ دیر قائم نہیں رہ پاتی، اور یہ پاکیزہ دل اور فریس شخصیات اُن کے خبثِ باطن کو تاڑ کر انہیں دیس سے نکال دیتی ہیں۔ حکیم صاحبؒ کی مجلس میں بھی ایسے عیار صفت لوگ بڑے طمطراق اور آن، بان، شان سے داخل ہوئے، مگر جلد ہی اتنی ہی رسوائی کے ساتھ باہر کردیئے گئے۔ سلسلۂ تھانویؒ کے مرشدین کی زندگی میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن کے نام ونسب کے ذکر کا یہ موقع ہے نہ محل۔

تلقینِ درس:

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی درس گاہِ معرفت اور مدرسہ احسان وتزکیہ میں زیادہ تر زور بدنظری، تکبر اور حسد جیسے جاہی وباہی امراض کے نقصانات اور اُن کے علاج پر ہوتا، مختلف پیرایہ بیان اور متعدد مثالوں سے اس پر مفصل گفتگو کرتے، آیات واحادیث سے استشہاد کرتے، اہلِ دل

کے واقعات سناتے اور پاکیزہ نفوس کے ارشادات بیان کرتے ،مجلس کے شرکاء، وعظ کے سامعین اور کتابوں کے قارئین کے دلوں پر حضرت حکیم صاحبؒ کے اخلاص کا ایک خاص اثر پڑتا، اور وہ اپنی باطنی بیماریوں کے ازالے کی طرف متوجہ ہوجاتے ،طلبِ صادق ہوتو اہلِ نظر کا ایک اشارہ ہی کافی ہوتا ہے، ورنہ تو دفتر کے دفتر بے اثر و بے معنیٰ ۔

تلقینِ درسِ اہلِ نظر یک اشارت است　　　کردم اشارتے و مکرر نمی کنم

اہلِ نظر کے درس کی تعلیم و تلقین کے لیے تو بس ایک اشارہ ہی کافی ہے، میں نے وہ ایک اشارہ کردیا ہے، پھر دوبارہ نہیں کروں گا۔

یہی وہ اہلِ نظر اور مردِ مؤمن ہیں جن کی ایک نگاہِ التفات سے انسان کی کائناتِ دل یکسر بدل جاتی ہے اور انہی کو باطنی مسیحائی سے وہ حصہ وافر ملتا ہے، جن کی ادنیٰ توجہ سے گم کردہ راہ انسان دوسروں کے لیے راہبر بن جاتا ہے۔

وصحبتِ استاذ وطول زمان:

یکے از اذکیاء سیدنا امام شافعیؒ نے حصولِ علم کے لیے جن چیزوں کو اساس اور بنیاد قرار دیا ہے، یہ چیزیں طلبِ علم کے لیے تو لازم ہیں ہی اگر غور کیا جائے تو ہر راہ کے طالب اور ہر فن میں کمال کے لیے ان سے مفر نہیں، جس شخص میں جس درجہ یہ اشیائے ستہ پائی جائیں گی ،اسی درجہ وہ مطلوبہ تگ ودو میں کامیاب یا ناکام ہوگا، ان میں سے دو نہایت اہم بنیاد ہیں، ''صحبت استاذ وطول زمان''۔ باکمال اور ماہرفن استاذ کی صحبت اور مجالست اور عرصۂ دراز تک اس سے وابستگی، یہ جوہر گراں مایہ ہمارے اسلاف واکابر کی تاب ناک زندگیوں کا سب سے روشن اور ممتاز حصہ رہا ہے۔ جب سے اس جوہر گراں بہا کی ہمارے بازار میں ارزانی، بلکہ ناقدری ہوئی تب سے گویا ''پیڑوں نے بھی پھل دینا چھوڑ دیا'' اور اسلاف کی یہ روشن تاریخ عہدِ ماضی کی بھولی بسری داستان سی لگنے لگی ہے فوا حسرتاہ

پیشِ مردکاملے پامال شو:

اقبال مندی جس کا نصیب ہوتی ہے توفیقِ ایزدی اس کا حلیف ورفیق بن جاتی ہے، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی زندگی اس حوالے سے سعادت سے مالا مال رہی، یادِ الٰہی سے خود بھی زار زار رونے والے اور حاضرین کو بھی اپنے نفسِ کرم سے رُلا دینے والے صاحبِ دل بزرگ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ تقویٰ وطہارت میں یکتائے روزگار اور مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے بافیض وجلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوریؒ ثم کراچوی اور حضرت تھانویؒ ہی کے دوسرے دست گرفتہ اور اجازت یافتہ ،امر بالمعروف کے

ساتھ نہی عن المنکر میں ممتاز شناخت کے مالک حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ (انزل اللہ شآبیب رحمتہٖ علیھم اجمعین) کی صحبت بابرکت میں زندگی اور جوانی کے نہایت بیش قیمت پچپیس سال گزارے، بالخصوص حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ کی ذات پر اپنا سب کچھ قربان کردیا اور انہی کے حکم پر اپنا گھربار چھوڑا اور نوزائدہ مملکت کی نامعلوم منزل کی طرف چل پڑے، جب تک حضرت پھولپوریؒ حیات رہے اُن کی خدمت اور راحت رسانی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، ان تینوں قدسی صفات بزرگوں سے حضرت حکیم صاحب کو بہت فیض ملا اور حضرت ہردوئیؒ سے اجازت وخلافت کا خرقہ عنایت ہوا۔ معرفت وسلوک کی راہ میں اگر کسی کو کچھ بننا ہے تو اس شعرؔ

قال را بگزار، مردِ حال شو پیشِ مردِ کاملے پامال شو

کا نمونہ پیش کرنا پڑے گا۔ حکیم صاحب کی بڑی نمایاں خصوصیت رہی کہ انہوں نے یکے بعد دیگرے تین مردانِ کاملین کے سامنے اپنے آپ کو، اپنی خودی کو اور اپنی عزتِ نفس کو بے جھجک پامال کردیا اور ربع صدی ان حضرات کی خدمت میں گزاردی، لہٰذا نتیجہ ظاہر تھا ''ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد!'' گزشتہ ربع صدی سے زیادہ عرصے سے وہ خود مخدومِ عالم بنے ہوئے تھے۔ اللّٰھم اغفرلہٗ وارفع درجتہٗ!

ایں خانہ ہمہ آفتاب است:

مشائخ کے یہاں ایک بات مشہور ہے کہ ''شیخ کے فیض سے تین افراد محروم رہتے ہیں: خادمِ شیخ، اولادِ شیخ، زوجۂ شیخ''۔ ظاہر ہے کہ اس میں استثناء بھی ناگزیر ہے۔ حضرت حکیم صاحبؒ اور ان کی اولاد انہی مستثنیاتِ زمانہ میں سے ہیں۔ اسے ان کی خوش بختی کہہ لیجیے یا توفیقِ الٰہی کی یادآوری یا پھر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی سحرانگیز تعلیم وتربیت کی اثرآفرینی!۔

حکیم صاحب کو جس ''شاہِ ابرار'' اور ''بادشاہِ نیکاں'' کی بارگاہ سے اجازت وخلافت کی سندِ اعتبار عطا ہوئی، اُسی در سے اُن کے صاحبزادہ محترم مولانا حکیم محمد مظہر صاحب کو خلافت نصیب ہوئی جب کہ اُن کے پوتے عزیزم مولانا ابراہیم کو حکیم صاحبؒ کی طرف سے خرقۂ خلافت سے سرفراز کیا گیا۔ اس طرح تین نسلیں لگاتار اس راہِ معرفتِ الٰہی کی معتبر راہ رو بلکہ راہبر ہوئیں، کم ازکم ہماری معلومات کی حد تک برصغیر ہندوپاک کی سرزمین کا کوئی دوسرا گھرانہ اس سعادت سے بہرہ ور نہیںؔ

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حرفِ ناگزیر:

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ ایک باصلاحیت عالمِ دین، مستند قاری ومجود، بافیض مدرس اور نیک نام مصنف ومؤلف تھے۔ نحو، صرف، تجوید وقرأت، سیرتِ نبوی اور علمِ حدیث پر اُن کی

متعدد کتابیں حکیم صاحب کی علمی قابلیت اصلاحیت کا شاہدِ عدل ہیں، اُن کے اپنے قلم سے نکلی ہوئی کتابیں دو درجن سے زیادہ ہیں، ان میں ''روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج'' نیز مثنوئ مولانا روم کی دل آویز شرح ''معارفِ مثنوی'' بہت نمایاں اور نہایت قابلِ قدر ہیں۔ جب کہ مواعظ وملفوظات پر مشتمل مجموعوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے متجاوز ہے۔

تعزیتِ مسنونہ:

یہ ہیچ میچ تحریر تقاضائے دلِ حزیں بھی ہے اور غم زدہ خاندان کی خدمت میں تعزیتِ مسنونہ بھی اور سوگ وارانِ میکدہ کے لیے سامانِ تسلی بھی۔ حضرت حکیم محمد اختر صاحبؒ کی حیات وخدمات کا احاطہ تو وہی کرسکتا ہے، جس نے اس دشتِ معرفت کی سیاحی میں ایک عمر گزاری ہو اور حضرت حکیم صاحبؒ کی توجہات وعنایات سے بہرہ مندر رہا ہو، احقر تو میرؔ کی زبان میں بس اتنا جانتا ہے ؎

وہ آئے بزم میں، اتنا تو میرؔ نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

ماہر چہ خواندہ ایم:

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ نے حیاتِ مستعار کی کل نوے بہاریں دیکھیں جن میں تقریباً اسی سالہ زندگی صحت وتوانائی سے عبارت رہی، جب کہ آخری دس سال بیماری ومعذوری میں گزرے۔ یہ بیماری آپ کے لیے بموجب ارشادِ نبوی ﷺ ازالۂ سیئات ورفعِ درجات کی نوید ہے اور تندرستی کے طویل زمانے کی طرح ہی اجر وثواب سے لبریز بھی۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی زندگی کی تمام تر جد وجہد ان دو اشعار کی نمائندگی اور عملی ترجمانی کا عنوان رہی ؎

ماہر چہ خواندہ ایم، فراموش کردہ ایم
الا حدیثِ یار کہ تکرار می کنیم
ماقصۂ سکندر ودارا نہ خواندہ ایم
از ماجز حکایتِ مہر ووفا مپرس

ہم نے جو بھی کچھ پڑھا تھا وہ سب بھلا دیا ہے، سوائے محبوب کی بات کے جس کو بار بار دہراتے ہیں۔

ہم نے سکندر اور دارا کی داستان نہیں پڑھی ہے، ہم سے تو محبت اور وفا کی داستان کے سوا کوئی دوسری چیز مت پوچھو۔ ❁ (بشکریہ ماہنامہ ندائے دار العلوم وقف دیو بند، مرشد ملت نمبر)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا قاری عبدالملک صاحب

خلیفہ مجاز حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ وشیخ التجوید والقرأت جامعہ دارالعلوم کراچی

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہ جن کا وجود اہلِ اسلام کے لیے عموماً اور کراچی کے باشندوں کے لیے خصوصاً بڑی نعمت تھا، آپ کا دنیا سے تشریف لے جانا اس قحط الرجال کے دور میں مزید انحطاط پیدا کرگیا۔ خانقاہی نظام سے وابستہ لوگ جب ملک بھر میں موجود خانقاہوں پر نظر ڈالتے تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ سب سے نمایاں نظر آتی تھی کیونکہ اکثر خانقاہیں آج کل سونی پڑی ہیں جب کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ شریعت پر عمل کرنے، صحیح تربیت دینے، تعلق مع اللہ پیدا کرنے اور اس کو جلا بخشنے میں اپنی مثال آپ تھی۔

وجہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اُن نفوس قدسیہ کی صحبت ملی تھی جن کو حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھرپور استفادہ کا موقع ملا تھا اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ تربیت، ماضی قریب میں بڑا مثالی تھا جہاں اتباعِ شریعت کی پابندی کرانے کے ساتھ ساتھ حق تعالیٰ کی محبت کی قلوب میں آب یاری کی جاتی تھی، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ تربیت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انداز سے ماخوذ تھا، چنانچہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جہاں حق تعالیٰ کی محبت کے جام لٹائے جاتے تھے، وہاں اتباعِ سنت اور اتباعِ شریعت کا پورا اہتمام کرایا جاتا تھا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک بہت ہی قریبی رفیق بھائی حاجی بشیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک خواب سنایا جس میں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور اس میں انہوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ کراچی میں دو جگہ کچھ اخلاص ہے ایک حکیم محمد اختر صاحب اور دوسرے حاجی عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (والدِ محترم مولانا عبد اللہ میمن صاحب استاذ جامعہ دار العلوم کراچی)۔ اور الحمد للہ میرا ان دونوں بزرگوں سے خاص تعلق رہا، جب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خلافت سے سرفراز فرمایا تو اس کے کچھ ہی عرصے بعد حاجی عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مجھے خلافت عطا فرمائی۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے پُرسوز دل سے نوازا تھا، کیونکہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کیمیا اثر نے آپ پر گہرے نقوش چھوڑے تھے اور ان دو حضرات سے پہلے آپ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے تھے، ان تین حضرات کی صحبتوں نے آپ کو سہ آتشہ کردیا تھا چنانچہ آپ کا دل حق تعالیٰ کی محبت ومعرفت سے ایسا سرشار تھا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں آنے والے اپنے دل میں بھی حق تعالیٰ محبت کی چاشنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکتے تھے، آپ کی زندگی سنت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، جب کہ آپ کا پیکرِمجسم سنتِ نبوی کا چلتا پھرتا نمونہ تھا۔ بندہ کو اولاً حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب عارفیؒ سے اصلاحی تعلق کی سعادت حاصل رہی، اُن کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد حضرت والاؒ سے تعلق جوڑنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت والاؒ کی محبتیں، شفقتیں، بندہ پر ایسی رہیں جنہیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا اور حضرت والاؒ کی اداؤں کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ قرآن کریم کی خدمت کی نسبت کی وجہ سے بھی بندہ کا بہت خیال فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔

حق تعالیٰ جل شانہٗ سے چونکہ آپ کا تعلق عاشقانہ تھا، اس کا اثر یہ تھا کہ کلام اللہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آپ کو بے پناہ محبت تھی، محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر تو آپ کے نعتیہ کلام سے چھلکتا ہے اور کلام اللہ سے آپ کی عظمت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی بندہ حضرت والاؒ کے ہاں حاضر ہوتا تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ تلاوت کی فرمائش کرتے اور اگر آپ کرسی پر تشریف فرما ہوتے اور مجھے تلاوتِ قرآن کریم کا فرماتے تو میرے لیے بھی کرسی منگواتے جو آپ کی کرسی سے بلند یا کم ازکم برابر ہوتی تھی اور اگر مسجد میں ہوتے تو مجھے منبر پر بٹھا کر تلاوت کرواتے اور قرآن کریم سنتے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مصرعہ جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ کے متعلق فرمایا تھا بندہ چونکہ آنکھوں سے معذور ہے، چنانچہ فرمایا ؎

وہ دیکھتا نہیں تھا مگر دیکھ رہا تھا

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے میرا تعلق سن ۱۹۷۵ء سے ہے، جب میں جامعہ دارالعلوم کراچی میں مدرس ہوا تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ روضۃ العلوم ناظم آباد میں تھا، وہاں امتحان کے لیے حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ لے کے آتے تھے تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات ہوتی تھی، بے تکلفی تھی، حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ ''بھئی حکیم صاحب کو فون کردو کہ ہم ناشتہ وہاں آکے کریں گے''، شروع میں تو کھانے پینے کی مجلس میں شرکت ہوتی رہی پھر علمی مجلس بھی الحمدللہ نصیب ہوتی رہی۔

جیسا کہ عرض کیا کہ میرا بیعت کا تعلق حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب عارفیؒ سے تھا، ان کی

وفات کے بعد کسی سے کیا نہیں، ایک دفعہ حضرت والاؒ نے کمرے میں بیعت فرمایا میں بھی بیٹھا ہوا تھا عام طور پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ یوں نہیں فرماتے تھے، اس وقت فرمایا کہ اس کمرے میں جتنے لوگ موجود ہیں سب یہ الفاظ کہیں بیعت کے، تو میں نے بھی الفاظ کہے، فارغ ہوئے میں نے عرض کیا، حضرت آج تو میں بھی بیعت ہوگیا، فرمایا وہ کیسے؟ میں نے عرض کیا آپ نے فرمایا تھا کہ اس کمرے میں جتنے لوگ ہیں سب کہیں تو میں نے بھی کہہ دیا تو حضرت ہنسے۔ بیعت بھی اس طرح اللہ تعالیٰ نے کرادی۔

بہرحال اس دنیا میں جو بھی آیا ہے اس کو ایک دن جانا ہے اسی حکم کے تحت حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس دنیا سے تشریف لے گئے حق تعالیٰ اُن پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

❁

کسی کو شدید بھوک لگی ہو اور اس کے سامنے اعلیٰ درجہ کی بریانی قورمہ اسٹو وغیرہ رکھا ہو اور کوئی کہے کہ دیکھو اس بریانی کو لالچ اور کھانے کی نظر سے نہ دیکھنا پاک نظر سے دیکھنا تو یہ حماقت ہے۔ اسی طرح آج کل کے حمقاء کہتے ہیں کہ لڑکیوں کا بے پردہ رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے ان کو شہوت کی نظر سے نہ دیکھو پاک نظر سے دیکھو اور ان کو اپنی اس حماقت کا علم نہیں ہے کہ یہ محال ہے جس طرح بھوک میں پاک اور بے طمع نظر سے کھانے کو دیکھنا محال ہے اسی طرح جب شہوت ہمارے اندر رکھ دی گئی ہے تو شہوت کے ہوتے ہوئے نامحرم لڑکیوں کو پاک نظر سے دیکھنا بھی ممکن نہیں اور اگر پیٹ بھرا ہو تو کھانے کو دیکھ سکتا ہے لیکن اس سے لذت یاب نہیں ہوسکتا لیکن شہوت ایسی چیز ہے کہ اگر اپنی بیوی سے صحبت بھی کرکے آیا ہے اور پھر بیوی سے زیادہ کوئی حسین صورت سامنے آجائے گی تو نفس آنکھوں سے لذت کا کوئی نہ کوئی درجہ حاصل کرلے گا معلوم ہوا کہ بے پردگی سے معصیت کا کوئی درجہ ہرحال میں رہے گا اسی لیے شریعت نے بے پردگی کو حرام فرمادیا جس طرح بھوک میں صرف دیکھنے سے معدہ میں غذا نہیں پہنچ جاتی لیکن معدہ اپنا کام شروع کردیتا ہے اسی طرح آنکھوں سے دیکھنے سے اگرچہ اعضاء شہوت میں مبتلا نہیں ہوتے لیکن آنکھوں سے لذت میں مشغول ضرور ہوجاتے ہیں ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں فرماتے کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ)

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی کی خصوصیت

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب حفظہ اللہ (جدہ)

خلیفۂ مجاز حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ، استاذ حدیث وتفسیر وناظم (اول) مجلس علمیہ حیدرآباد دکن، انڈیا

اگر میں یوں کہوں تو اس میں مبالغہ نہیں ہے کہ ہم اپنے حلقے میں کہہ سکتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں خاتم الخانقاہ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی کی خانقاہ ضلع ہردوئی یوپی (انڈیا)، پھراس کے بعد اگر نظر پڑی تو کراچی کی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سے میں محروم نہیں رہا۔

یہاں آنے کے بعد میرا تعلق حضرتؒ سے میرا خیال ہے ۳۰/۳۵ سال سے تھا، حضرت مولانا حکیم صاحبؒ حیدرآباد دکن تشریف لاتے تھے اس وقت سے ملاقات رہی، پھر کراچی کی حاضری بھی ہوتی رہی، تو میں نے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی کی خصوصیت دو باتوں میں پائی، جو اور خانقاہوں سے مختلف ہے۔ ہر خانقاہ سے جو بھی مجھے ملا ہوگا، ملا ہوگا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اور میں الحمد للہ یہ بتا سکتا ہوں کہ اِس خانقاہ میں یہ شراب ملتی ہے، اُس خانقاہ میں یہ شراب ملتی ہے، شراب ظاہر ہے اللہ کی محبت۔

ایک تو یہ کہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی میں اللہ کے عشق ومحبت کی بڑی برکت نظر آتی ہے، اللہ کے عشق ومحبت کا تذکرہ تو ایسی کثرت سے ہوتا ہے کہ کسی اور خانقاہ میں، میں نے اس موضوع کو نہیں پایا، یہ میرا اپنا احساس ہے، اختلاف کی گنجائش ہے۔

ہر خانقاہ کا ایک خصوصی ماحول ہوتا ہے اور اس میں تعلیم وتربیت کا خصوصی نظام رہتا ہے، خانقاہ گلشن میں عشق ومحبت کی بہتات ہے، اس کی تعلیم دی جاتی ہے کہ عشق ومحبت پیدا کرو اور یہ اللہ کی محبت آگ لگانے والی ہے اور باغ وبہار بھی پیدا کرنے والی ہے، خانقاہ جب بھی میں آیا اس کی تجدید ہوتی رہی، اور اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔

اور دوسری بات جو شدت سے میں نے محسوس کی کہ اس خانقاہ میں آنکھ کی حفاظت کا اہتمام اتنی کثرت سے کیا جاتا ہے کہ گویا یہ امّ الخبائث ہے اور حقیقتاً بدنظری امّ الخبائث ہی ہے، جتنی بھی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اسی آنکھ سے پیدا ہوتی ہیں، آنکھ ہی دیکھتی ہے اور سب کچھ اس کے بعد عمل پیدا ہوتا ہے۔ جب تک آنکھ کی حفاظت نہ ہوگی، انسان کی اصلاح نہیں ہوسکتی، میرا یہ تاثر اسی خانقاہ سے ہوا، میں نے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی کی خصوصیت میں عشق ومحبت، للّٰہیت، فنائیت، گڑگڑاہٹ، تڑپ، بے چینی، بے قراری پائی ہے، یہ اس خانقاہ کی خصوصی علامت ہے، اور جب بھی میں آیا میں نے اس میں ہمیشہ اضافہ ہی پایا ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

وہ ہستی جس پہ سارے زمانے کو ناز تھا

حضرت مولانا محمد حسین صدیقی

خلیفہ مجاز حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ استاذِ حدیث جامعہ بنوریہ عالمیہ کراچی

موت التقی حیاۃ لا انقطاع لھا
کم مات قوم وھم فی الناس أحیاء

میرے حضرتؒ کو اللہ تعالیٰ نے حسنِ باطن کے ساتھ ساتھ جمالِ ظاہری سے بھی خوب خوب نوازا تھا، حضرت کو اللہ تعالیٰ نے ایسی ظاہری کشش عطا فرمائی تھی کہ آپ کی مسکراہٹ ہر ایک کو اپنا گرویدہ بنا لیتی تھی، جس سے پریشان سے پریشان دِل کو سکون واطمینان حاصل ہوجاتا تھا، آپ کی مجلس میں یہ کیفیت ہوتی تھی کہ دِل چاہتا تھا کہ مجلس ختم ہی نہ ہو ؎

اُن کی صورت دیکھ کر آجاتی تھی یادِ خدا
نورِ رُخ اُن کا چراغِ راہِ عرفاں ہوتا تھا

حضرت اقدس کے فیوض اور علوم وافادات سے لاکھوں انسانوں نے استفادہ کیا، لاکھوں زندگیوں میں آپ کے فیضِ صحبت سے اِنقلاب آیا، خدا جانے اُن کا دل کس قدر طاقت ور تھا، جس مردہ دل پر نظر ڈالتے اُسے زندہ کردیتے تھے ؎

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیے لاکھوں
اس قلب میں یااللہ! کیا آگ بھری ہوگی

نیز بے شمار افراد نے آپ کی تصانیف سے اپنے عقائد وافکار کی اِصلاح کی، ایک بار بندہ حضرت کے کمرہ میں تھا، حضرت نے بے تکلفی سے پوچھا کہ میرے مواعظ پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا (جس میں کوئی غلط بیانی نہیں تھی) کہ حضرت! میں نے بار بار آپ کے مواعظ پڑھے ہیں،

ہر مرتبہ اس کی لذت پہلے سے مختلف پائی، حضرت نے سن کر بہت دعائیں دیں۔

شارح بخاری علامہ بدر الدین عینیؒ اپنی شرح ''عمدۃ القاری'' میں (جو کہ میرے حضرت کی پسندیدہ شرح تھی) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوله: ''اذ احب عبدا'' محبة الله للعبد، او صل الخير اليه بالتقرب والاثابة وكذا محبة الملائكة وذالك بالاستغفار والدعاء ونحوه قوله ''يوضع له القبول في الارض'' اى فى اهل الارض اى فى قلوب اهل الارض ويعلم منه ان من كان مقبول عند الناس هو محبوب الله عز وجل وقيل يوضع له القبول فى الارض عند الصالحين ليس عنده جميع الخلق والذى يوضع له بعد موته اكثر من حياته۔ (عمدة القارى ٢٤/ ١٥٥)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت فرماتے ہیں تو اس کی طرف اپنی خیر کو متوجہ فرمادیتے ہیں اور اسے اپنا قرب عطا فرماتے ہیں اسی طرح جب ملائکہ کسی سے محبت کرتے ہیں تو اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اس کے لیے دعائیں مانگتے ہیں، (ارشاد نبوی ﷺ يوضع له القبول) کا مطلب یہ ہے کہ زمین والوں کے دِلوں میں اس کی مقبولیت رکھ دیتے ہیں اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو شخص لوگوں کے ہاں مقبول ہو وہ عند اللہ بھی محبوب ہوگا، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ''يوضع له القبول'' کا مطلب ہے کہ وہ علماء کے ہاں مقبول ہوگا، یہ ضروری نہیں کہ وہ عوام الناس میں بھی مقبول ہو اور ایسے لوگوں کی مقبولیت زندگی میں بھی اگرچہ بہت ہوتی ہے لیکن مرنے کے بعد اُن کی مقبولیت اور زِیادہ بڑھ جاتی ہے۔

حضرت والاؒ ایک شخص کا نام نہیں بلکہ ایک انجمن کا نام تھا۔ دین کی بلندی کا کوئی بھی ایسا میدان نہیں تھا جس میں حضرت کی دعائیں تائید و سرپرستی کا باعث نہ ہوتی ہوں۔

حضرت دنیا سے اِس شان سے تشریف لے گئے کہ باید و شاید! جس شخصیت نے اپنی پوری زندگی گوشہ نشینی میں گزاری ہو، جس نے ہمیشہ اپنی زندگی کو چھپا کر رکھا، اس کے جنازے نے اُن کی شخصیت کے راز کو اِفشاء کردیا، جنازے میں بے شمار ایسے لوگ بھی شریک تھے جنہوں نے زندگی میں کبھی حضرت کی زیارت بھی نہ کی ہوگی اور بظاہر ان کا دین و مذہب سے کوئی گہرا تعلق بھی نہ تھا، مگر اُن کی اشک بار آنکھیں ان کے عشق و محبت کی ترجمانی کررہی تھیں، جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت کتنے لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے تھے، حضرت تو دنیا سے تشریف لے گئے

اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ انتہائی اُونچا مقام پایا ہوگا مگر ہم تو یتیم ہوگئے، پوری دُنیا میں آپ کے لاکھوں متوسلین اور مریدین یتیم ہوگئے، علماء طلباء یتیم ہوگئے، اُن کا محسن چلا گیا۔ اُن کا ظاہری باطنی سہارا ٹوٹ گیا۔

تمہارے بعد ہر لمحہ ہے جاری آنکھ سے آنسو
یہ وہ برسات ہے جس کا کوئی موسم نہیں ہوتا

جامع العلوم والحکم، پیکرِ صدق ووفاءِ مجسم، میرے شیخ اور مربی ایسے وقت دنیا سے رخصت ہوئے جب کہ دنیا والے اُن کے علوم سے استفادہ کے بے حد محتاج تھے، ہماری بدقسمتی کہیے یا اُمت کی بدقسمتی کہ جن لوگوں کے وجود سے اس دنیا کا وجود ہے، جن کی برکت سے بے شمار آفات وعذاب رُکے رہتے ہیں، اب وہی شخصیتیں دنیا سے رخصت ہوتی جارہی ہیں، جس کی وجہ سے تاریکیاں بڑھ رہی ہیں، ظلمتیں چھا رہی ہیں، گناہوں کے طوفان آرہے ہیں مگر اُن پر رونے والی آنکھیں نہیں، اُن کے سامنے توبہ واستغفار کے بند باندھنے والے نہیں، کشتی ہچکولے کھا رہی ہے، ساحل دور ہے اور ناخدا کا پتہ نہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب پر خصوصی کرم فرمائے، آمین۔ ان العین لتدمع وان القلب لتخشع ولا نقول الا مایرضی ربنا وانا بفراقك لمحزونون۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے

❖

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ فرماتے ہیں کہ صحبت اتنی ضروری چیز ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانِ پاک کو حکم دیا جارہا ہے کہ آپ صبر کیجئے، اپنے نفس پر تکلیف اُٹھائیے۔ بے شک آپ کو خلوت میں میرے نام میں مزہ آرہا ہے لیکن اگر آپ خلوت میں رہیں گے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کیسے آپ کی ذات سے فیضیاب ہوں گے؟ لہٰذا آپ اُن کے پاس تشریف لے جایئے، گھر سے بے گھر ہوجایئے اور مسجد نبوی میں جو صحابہ رضی اللہ عنہم ہمیں یاد کررہے ہیں اُن کے پاس جاکر بیٹھ جایئے اور نسبت مع اللہ علیٰ منہاج النبوۃ جو ہم نے آپ کو عطا کی ہے اس اعلیٰ ترین درجہ کی نسبت مع اللہ کے فیضان نبوت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صاحبِ نسبت بنایئے، کیونکہ ہمیں انہی سے آگے اسلام پھیلانا ہے۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ)

قحط الرجال میں ایک عالمِ ربانی کی جدائی

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
مہتمم جامعہ خیر المدارس وناظم اعلیٰ وفاق المدارس پاکستان

الحمد للّٰہ و سلام علیٰ عبادہٖ الذین اصطفٰی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے فیوض و برکات آپ کے جن خلفاء ومجازین کے طفیل پھیلے اور لاکھوں انسانوں کی ہدایت واصلاحِ باطن کا ذریعہ بنے اُن میں ایک نمایاں نام عارف کامل، پیرِطریقت حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری قدس سرہ کا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں ایک مرتبہ ایک طالبِ صادق نے یہ استفسار کیا کہ اس وقت حضرت والا کے علاوہ اور ایسی کون سی ہستیاں ہے جن کی طرف اصلاحِ باطن کے لیے رجوع کیا جاسکتا ہے، تو حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے گیارہ افراد کی مختصر فہرست میں حضرت پھول پوری قدس سرہ کا نام درج فرمایا۔ انہی حضرت پھول پوریؒ کے صحبت یافتہ واصلاح یافتہ، عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ خیر المدارس ملتان کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین تھے۔ احقر کے جدامجد استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہٗ سے محبت وعقیدت کا خاص تعلق تھا، اس نسبت کی وجہ سے احقر سے بھی بہت محبت فرماتے تھے، اور جامعہ کی مجلس شوریٰ کے سالانہ اجلاس میں اہتمام کے ساتھ تشریف لاتے اور ازراہِ محبت وشفقت دو دو، تین تین روز جامعہ میں قیام فرماتے، اس دوران خدّامِ جامعہ کی درخواست پر عمومی خطاب بھی فرماتے، اور آپ کے خطاب کے دوران اندازہ ہوتا کہ ''دردمندِ عشق کا طرزِ بیان اور ہے''۔

حضرت حکیم صاحبؒ میں لطیف حسِ مزاج بھی پائی جاتی تھی جسے وہ اپنے مواعظ میں بڑی

مہارت سے استعمال کرتے تھے۔ایک مرتبہ آپؒ ایک ایسی جگہ وعظ فرما رہے تھے جہاں کے امام صاحب کی تنخواہ بہت کم تھی، دورانِ وعظ آپؒ نے فرمایا کہ ''مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک بادشاہ تھا اس نے اعلان کیا کہ جو ہمارے ہاتھی کو رُلا دے اس کو ہم بہت انعام دیں گے اس پر بڑے بڑے مصیبت زدہ آئے اور کسی نے کان میں کہا کہ میرا بیٹا مر گیا ہے، کسی نے کہا کہ میری تجارت نقصان میں جارہی ہے، کسی نے کہا کہ میری بیوی کو کینسر ہو گیا ہے، لیکن کسی کی مصیبت سن کر ہاتھی کو رونا نہ آیا، پھر ایک مولوی صاحب آئے جب انہوں نے ہاتھی کے کان میں کچھ کہا تو ہاتھی زارو قطار رونے لگا، لوگوں نے پوچھا کے مولوی صاحب آپ نے اس کے کان میں کیا کہہ دیا کہ یہ زارو قطار رونے لگا، مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے اسے اپنی تنخواہ بتادی، بس اتنی تھوڑی سی تنخواہ کا سُن کر ہاتھی بھی رونے لگا، کہ بے چارے کا گزارہ کیسے ہوتا ہوگا، ہاتھی تو رو پڑا مگر کمیٹی والوں کے آنسو نہیں نکلتے۔اللہ ان کے دل میں بھی رحم ڈالے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد بھی اُن کے فیوض و برکات انشاء اللہ العزیز جاری وساری رہیں گے، آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ایک سو پچاس سے زائد ہے جن میں بیشتر کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ان تالیفات میں آپؒ کی معرکۃ الآراء کتاب ''درسِ مثنوی'' بھی ہے۔

بڑی عظیم شخصیت تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات آخرت کو بلند فرمائے، کسی ایسی شخصیت کا جو سانحہ ہوتا ہے، وہ پوری اُمتِ مسلمہ کا سانحہ ہوتا ہے۔ ہمارے دادا، استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا تو حضرت بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو تعزیتی خط لکھا تو اس میں یہ تحریر فرمایا کہ یہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ فوت نہیں ہوئے یہ علم فوت ہوا ہے عمل اور تقویٰ فوت ہوئے ہیں۔

بحمداللہ آپؒ کے خلف رشید و جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر زید مجدہم الولد سر لابیہ کا مصداق ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں مزید روحانی ترقیات و برکات نصیب فرمائیں (آمین)

اب یہ معرفت کی دکانیں........

حضرت مولانا صاحبزادہ خواجہ خلیل احمد
سجادہ نشین خانقاہِ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں شریف

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

محترم ومکرم جناب مولانا حکیم محمد مظہر صاحب زِیدمجدکم !

آپ حضرات حضرت قبلہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی یاد میں اُن کی سوانح حیات مرتب کرنے کا اِرادہ رَکھتے ہیں، اِس پر میں آپ حضرات کو دِلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دُعا گو ہوں کہ اللہ تبارَک وتعالیٰ جلد از جلد اس کی تکمیل کے تمام مراحل طے کرادے۔

چونکہ میں لکھنے لکھانے سے آشنائی نہیں رَکھتا اور نہ ہی قبلہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ سے صحبت اور ملاقات رَہی ہے، اِس لیے زِیادہ تفصیلی حالات لکھنے سے قاصر ہوں۔ اِتنا عرض کرتا ہوں کہ اب یہ معرفت کی دُکانیں آہستہ آہستہ کم ہورَہی ہیں اور صاحبِ نسبت اکابر ایک ایک کرکے اِس دنیا سے اُٹھتے جارہے ہیں، ضرورت اِس بات کی ہے کہ اِن اللہ وَالوں کے نقشِ پا کی پیروِی کرتے ہوئے اللہ کے بندوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے سچی محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مخلص پیروکار بنایا جائے، اِس لیے تمام رِیاضتوں اور مجاہدوں کا اصل الاصول اور حاصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع ہی ہے، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا ملنا یقینی ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے: ’’قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفرلکم ذنوبکم‘‘ (آلِ عمران ۳۱)

ترجمہ: ’’تو کہہ اگر تم محبت رَکھتے ہو اللہ کی تو میری رَاہ پر چلو تا کہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے‘‘۔

اِسی پر اِکتفا کرتا ہوں اور دُعا گو ہوں کہ اللہ تبارَک وتعالیٰ حضرت قبلہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس اللہ سرہٗ کے متوسلین اور منتسبین کو آپؒ کے مشن اور فیوض و برکات کو آگے بڑھانے کی ارزاں توفیق نصیب فرمائیں اور ہم سب کو زمرۂ صالحین میں شمار فرمائیں۔ آمین

والسلام

(مولانا خواجہ) خلیل احمد

سجادہ نشین خانقاہِ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں شریف

عالم ربانی کی رحلت

حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
مدیر ماہنامہ بینات واستاذ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

۲۳؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲؍جون ۲۰۱۳ء بروز اتوار بعد نماز مغرب عالم ربانی، میدانِ تصوّف کے شہسوار، حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھیؒ کے مجاز بیعت، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ کے شاگرد رشید، حضرت مولانا شاہ ابرارالحق ہردوئیؒ کے تربیت یافتہ وخلیفۂ مجاز، جامعہ اشرف المدارس کراچی کے مؤسس وبانی، ہزاروں مریدین کے شیخ ومصلح، لاکھوں معتقدین ومنتسبین کے ماٰویٰ ومرجع حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ اس دنیائے فانی کی ۹۰؍بہاریں دیکھنے کے بعد عالم فانی سے منہ موڑ کر عالم عقبیٰ کی طرف رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَO اِنَّ لِلّٰہِ مَا أَخَذَ وَلَہٗ مَاأَعطٰی وَکُلُّ شَئٍ عِنْدَہٗ بِأَجَلٍ مُّسَمّٰی۔

علماء کرام اور اہلِ قلوب صالحین کے قافلے بڑی تیزی کے ساتھ جانب عقبیٰ رواں دواں ہیں، دنیا کی تاریکی میں بڑی شدت اور تیزی سے اضافہ ہورہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی کا منظر آنکھوں کے سامنے آرہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”یذھب الصالحون الأول فالأول ویبقیٰ حفالة کحفالة الشعیر أو التمر لایبالیھم اللّٰہ بالة“. (صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب ذھاب الصالحین، ج:۲، ص:۱۸۰۱، ط: الطاف اینڈ سنز)

ترجمہ: ”نیک لوگ یکے بعد دیگرے اٹھتے چلے جائیں گے اور پیچھے انسانوں کی تلچھٹ رہ جائے گی، جیسے جو یا کھجور کی تلچھٹ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کو ان کی کچھ بھی پرواہ نہ ہوگی“۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ کا وجود سامی سایۂ رحمت اور چشمۂ فیض تھا، جس

سے نہ جانے دنیا کے کونے کونے میں کتنی مخلوقِ خدا سیراب ہوتی تھی۔ان کی زندگی واقعۃً ایک عارف باللہ کی زندگی تھی، آپ کے فیض یافتہ اور صحبت یافتہ دور سے پہچانے جاتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی ذات میں بہت سے کمالات اور خصائص ودیعت فرمائے تھے۔

حضرت حکیم صاحب نور اللہ مرقدہٗ میں محبت کا عنصر غالب تھا، آپؒ کا خمیر محبت کی مٹی سے گوندھا گیا تھا اور شیخ کامل کی نظر کیمیا اثر کی کرامت سے حسن ازل کا عشق ان کے رگ وپے میں سرایت کر گیا تھا، وہ کشتۂ محبت ہی نہیں سراپا محبت بن گئے تھے۔وہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے نوجوان وعمر رسیدہ حضرات وخواتین کی اس طرح تربیت فرماتے کہ وہ عشق مجازی کے تعفن و بدبو اور سڑاند کے ڈھیروں سے کوسوں دور بھاگ کر عشق حقیقی کے متوالے بن جاتے تھے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ راقم الحروف حضرت والاؒ کی زیارت وملاقات کے لیے آپ کی خانقاہ جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال گیا ہوا تھا، دیکھا کہ حضرت والاؒ کی خدمت میں دو نوجوان بیٹھے ہیں، جو چہرے مہرے اور وضع قطع سے کسی کالج یا یونیورسٹی کے طالب علم لگتے تھے، حضرت والاؒ نے اُن کی تربیت کرتے ہوئے اُنہیں فرمایا کہ: ''تم اپنے سر کے بالوں کو استرے سے صاف کرادو، تمہارا سر ایسے لگے گا جیسے کسی مرنے والے کی قبر پر لوٹا پڑا ہو، جب تم ایسا کر لو گے تو پھر کوئی بھی حسینہ اور دوشیزہ تمہاری طرف منہ پھیر کر نہیں دیکھے گی، اس طرح تم بہت سے گناہوں سے بچ جاؤ گے''۔

حضرت حکیم صاحبؒ کی ہر مجلس اور ہر محفل بجائے خود درسِ عبرت تھی، آپؒ کی مجلس میں محبت کی خوشبو مہکتی تھی اور آپؒ کے بیانات میں اکثر وبیشتر محبت ہی زیرِ بحث آتی۔حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ملفوظ ہے کہ سارے سلوک کا حاصل صرف ایک چیز معلوم ہوتی ہے اور وہ ''محبت'' ہے۔حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ شیطان میں ''تین عین'' تھے، مگر چوتھا عین نہیں تھا، اس لیے مارا گیا۔وہ عالم تھا اور اتنا بڑا عالم کہ معلم ملکوت کہلاتا تھا۔عابد تھا اور ایسا عابد کہ آسمان کے چپے چپے پر سجدہ کیا تھا۔وہ عارف تھا اور ایسا عارف کہ عین غضب الٰہی کے وقت بھی جب کہ اُسے راندۂ درگاہ کیا جارہا تھا، دعا کرنے لگا: ''رَبِّ فَأَنْظِرْنِیْ إِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ'' کیونکہ جانتا تھا کہ یہ حالت بھی قبولیت دعا سے مانع نہیں۔لیکن ظالم میں عشق نہیں تھا، اگر اسے یہ چوتھا عین بھی حاصل ہوجاتا اور اسے اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی تو حکم الٰہی سے سرتابی نہ کرتا، جب حکم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو فوراً سجدہ میں گر جاتا، کیونکہ محبت مصلحتیں اور علتیں تلاش نہیں کیا کرتی، محبت تو محبوب کے حکم پر مر مٹنے کا نام ہے، پس جب تک عشق ومحبت نہ ہو، نہ علم کا اعتبار رہے، نہ عبادت کا، نہ معرفت کا۔

جیسے ہی حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ کے انتقال کی خبر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن پہنچی

تو جامعہ کے رئیس وشیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم، نائب رئیس واستاذ الحدیث جناب مولانا سید سلیمان بنوری صاحب اور جامعہ کے اساتذہ کرام نے حضرت مولانا حکیم محمد اختر نوراللہ مرقدہٗ کے سانحۂ ارتحال کے غم کو اپنا غم اور حضرتؒ کی رحلت کو اُمتِ مسلمہ کے لیے ایک عظیم سانحہ قرار دیتے ہوئے حضرت رحمہ اللہ کے لیے ترقیٔ درجات کی دعا فرمائی۔ آپؒ کی نمازِ جنازہ میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی طرف سے استاذ الحدیث حضرت مولانا امداداللہ صاحب، نائب رئیس دارالافتاء حضرت مولانا مفتی محمد انعام الحق صاحب، رفیق دارالافتاء مولانا مفتی محمد شفیق عارف صاحب، مولانا صاحبزادہ سعید خان صاحب، حضرت مولانا فضل حق یوسفی صاحب (ناظم ماہنامہ ''بینات'')، راقم الحروف اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے مولانا قاضی احسان احمد (مرکزی مبلغ) اور جناب انوارالحسن شریک ہوئے۔

نمازِ جنازہ کے بعد مقامی قبرستان میں آپؒ کی تدفین عمل میں آئی۔ رشد وہدایت کا یہ امام ربانی اور میدانِ تصوّف کا یہ شہسوار اپنی زندگی بھر کی حسنات ساتھ لے کر اپنے مریدین، متوسلین اور معتقدین کی آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔

اسی دن بعد نمازِ مغرب مولانا حکیم محمد مظہر صاحب سے تعزیت کے لیے مولانا قاضی احسان احمد (مرکزی مبلغ)، جناب الحاج عبد اللطیف طاہر (معاون مدیر ہفت روزہ ختم نبوت) اور راقم الحروف خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال حاضر ہوئے اور تعزیت کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مرحوم کی جملہ حسنات کو قبول فرما کر جنت الفردوس کا مکین بنائیں اور آپ کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں، آمین۔

آخر میں باتوفیق قارئین سے اِلتماس ہے کہ جہاں تک ہوسکے حضرتؒ کے لیے ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں کہ حضرت سے محبت وتعلق کا یہی تقاضا ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ بینات، شعبان ۱۴۳۴ھ)

آہ! آج اُمت کے لوگوں کو کیا ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عالیشان کے پرخچے اڑا کر محبت کا دعویٰ ہورہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تصویروں کو گھروں میں مت رکھو، جہاں تصویریں ہوتی ہیں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، آج اُمت کے گھر گھر میں تصویریں لگی ہیں لیکن دعویٰ عشق رسول میں سب سے آگے ہیں، نافرمانی کے ساتھ یہ کون سی عاشقی ہے؟ کیا محبت کا یہی حق ہے؟

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ)

علماء کرام:

قلوب کو مسخر کرنے والی شخصیت

مولانا حکیم محمود احمد خاں صاحب دریا آبادی
جنرل سیکریٹری آل انڈیا علماء کونسل (مہاراشٹر)

اب تک شاید سینکڑوں مرتبہ اِس قسم کے جملے زبان سے نکلے ہوں گے، اور شاید ہزاروں مرتبہ دوسروں سے سنے ہوں گے کہ یہ دنیا دارِ فانی ہے یہاں جو بھی آیا ہے اُسے ایک نہ ایک دن ضرور جانا ہے، بچپن سے اب تک نہ جانے کتنے جنازے دیکھے۔ قریبی اقرباء میں والدِ محترمؒ اور نوجوان برادرِ خوردؒ سے لے کر بہت سے مشائخ اور مشفق اساتذہؒ کو کاندھے پر اٹھا کر زِندگی اور موت کے فلسفے کو بذاتِ خود محسوس کرنے کا موقع بھی ملا ہے۔

مگران سب کے باوجود بہت سی موتیں ایسی ضرور ہوتی ہیں جنہیں پہلی بار سن کر دِماغ قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا اور دِل کے کسی گوشے سے آواز آتی ہے ''کاش!''۔

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسی ہی شخصیات میں سے تھے، جن کے وِصال کی اِطلاع پر دیر تک یہ کیفیت رہی۔

حضرت حکیم صاحبؒ، حضرت عبد الغنی پھول پوریؒ اور حضرت ہردوئیؒ جیسے عارفینِ اُمت کے تربیت یافتہ اور اُن جیسے تمام اسلاف کے ترجمان تھے، بہت سی کتابوں کے مصنف، دنیا کی متعدد زبانوں میں جن کا ترجمہ ہو چکا ہے، قلوب کو مسخر کر لینے والے واعظ جن سے نہ جانے کتنے گم راہوں نے ہدایت پائی، دنیا کے بااثر مذہبی رہنماؤں میں اُن کا شمار ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جنازہ میں ایک لاکھ سے زائد افراد شامل تھے، ساری دنیا میں اُن کے خلفاء ومریدین اور متوسلین کی بہت بڑی تعداد موجود ہے، حضرتؒ کے ممبئی کے سفر کے موقع پر متعدد مقامات پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ میں شرکت کا شرف احقر کو بھی حاصل ہے، مواعظ میں مسلمانوں کی بد دینی، بے حیائی، اور فحاشی پر شدید بے چینی کا اظہار، نئے انداز اور منفرد اسلوب میں شعر وادب کی چاشنی کے ساتھ اصلاح کی کوشش، بیان کے بعد بھی دیر تک سننے والوں کے دل ودماغ پر جس کا تاثر قائم رہتا تھا، ''از دل خیزد بر دل ریزد''۔

قربِ قیامت اور قحط الرجال کے اِس دور میں جب دُنیا صلحاء سے خالی ہوتی جارہی ہے،

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات اِس اُمت کے ہر فرد کا ذاتی نقصان ہے، اِس لحاظ سے ہم سب تعزیت کے مستحق ہیں، تاہم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اہلِ خانہ اور قریبی منتسبین پر جو گزر رہی ہوگی، اس کا اندازہ ہمیں اس وقت نہیں ہوسکتا، اس لیے اُن سب کی خدمت میں تعزیت پیش ہے۔

یوں تو ہم ہر جانے والے کے لیے کچھ رسمی الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ اللہ مرحوم کی مغفرت کرے، درجات کو بلند فرمائے، پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، لیکن آج حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے یہ رسمی الفاظ لکھتے ہوئے عجیب سی کم مائیگی کا احساس ہورہا ہے مگر مجبوری یہ ہے کہ اپنے حقیقی جذبات واحساسات کے لیے بھی انہیں رسمیات کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے اندر اخلاص پیدا فرمائے اور حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے تمام بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

حق تعالیٰ نے دنیا میں دوگروہ پیدا فرمائے۔ ایک اپنے انبیاء اور اولیاء کا گروہ اور ان کی صحبت ومعیت کا حکم کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ میں دے کر یہ بتادیا کہ یہ لوگ ہمارے پھول ہیں، تمہیں انہی سے ہماری محبت کی خوشبو ملے گی اور دوسرا گروہ شیطان اور اس کے متبعین کا پیدا فرما کر منع فرمادیا کہ دیکھو ان کے قریب بھی نہ جانا، یہ سانپ ہیں، ان کے پاس جاؤ گے تو یقیناً ڈس لیے جاؤ گے اور عمر بھر کے مجاہدات وایمان ویقین خاک میں مل جائے گا، کیونکہ ان پر ہماری صفتِ اِضلال کی تَجلّی ہورہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دونام ھَادِی اور مُضِل بھی ہیں۔ انبیاء اور اولیاء پر اسم ہادی کی تجلّی ہوتی ہے، اس اسم مبارک کا ان پر خاص فیضان ہوتا ہے۔ اس تجلّی اور فیضان کی قوت سے ان کے پاس بیٹھنے والوں کو ہدایت نصیب ہوتی ہے، ورنہ کسی نبی اور ولی کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ کسی کو ہدایت دے سکے۔ اس اسم ہادی کی تجلّی کی قوت لوگوں کو ہدایت عطا کرتی ہے۔ اس کے برعکس شیطان اور اس کے متبعین پر اسم مُضِل کی تجلّی ہوتی ہے، پس جو شخص ان کے پاس بیٹھے گا، اندیشہ ہے کہ اسم مُضِل کی تجلّی اس پر بھی پڑجائے اور وہ بھی گمراہ ہوجائے۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ)

از دل خیزد بر دل ریزد

مولانا مفتی عبدالعلیم عیسیٰ صاحب (وصی اللّٰہی)
امام وخطیب جامع مسجد شہر فیروز آباد (یوپی)

یادگار حضرت پھول پوریؒ وحضرت ہردوئیؒ، آہ! حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، چند دنوں قبل میں سفر میں تھا کہ اچانک ایک عزیز کے فون سے یہ دردناک خبر ملی کہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب (خادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفۂ اجل حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ) کا کراچی میں انتقال ہوگیا۔

اس خبر کا دل پر زبردست اثر ہوا حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ اس پرفتن دور میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے طرز وانداز پر دینی واصلاحی کام کررہے تھے اور ماشاء اللہ بڑے پیمانے پر کام ہورہا تھا اور اُمت کو آپ کی ذات سے بہت فائدہ ہورہا تھا آپ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے بظاہر اُس کا پر ہونا مشکل ہے، ''لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِكَ أَمْراً'' حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مرحوم کی زِیارت کا مجھے دومرتبہ شرف حاصل ہوا۔ پہلی مرتبہ زِیارت اُس وقت ہوئی جب حضرت پھول پوریؒ حیات تھے اور اِلٰہ آباد محلّہ حسن منزل میں اپنے عزیز کے ہاں تشریف لائے تھے اور مرشدی حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے حضرت کی قیام گاہ حسن منزل جانا چاہتے تھے اور اس کی اطلاع حضرت پھول پوریؒ تک پہنچائی کہ حضرت مصلح الامت آپ کی ملاقات کے لیے آنا چاہتے ہیں چنانچہ اس اطلاع کے لیے مجھے قاصد بنا کر بھیجا گیا اور دوسری ملاقات ۱۹۹۲ء میں سفرحج کے موقع پر حضرت ہردوئیؒ کی مجلس میں ہوئی یہ دونوں زیارتیں بہت مختصر ہوئیں، البتہ حضرت حکیم صاحبؒ کے اکثر مواعظ وملفوظات پڑھنے کا موقع ملا۔ حق تعالیٰ نے آپ کے مواعظ وملفوظات میں بڑی تاثیر رکھی ہے: ''از دل خیزد بر دل ریزد'' مشہور مقولہ ہے، طالبِ صادق ان مواعظ وملفوظات سے بھی فیض یاب ہوسکتے ہیں۔

حق تعالیٰ حکیم صاحب مرحوم کو اپنے قربِ خاص سے نوازیں۔ آمین

اختر بہ کار مثل فیض قمر

مولانا محمد شکیب قاسمی صاحب
حفید حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مدظلہٗ

بعض ہستیوں کی وفات صحیح معنوں میں حسرت آیات اور انتقال حقیقت میں پر ملال ہوتا ہے، انہیں شخصیات میں سے عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ تھے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بابرکت سلسلہ سے وابستہ نامور شخصیات ایک ایک کر کے رخصت ہورہی ہیں، اِن حضرات نے احسان وسلوک اور اِصلاح وتربیت کے ذریعہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے سلسلہ کو زندہ رکھا اور بندگانِ خدا کی بے لوث خدمت کی۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ انہیں شخصیات کے خوشہ چیں اور اُن کے علوم وافادات کے شارح اور ترجمان تھے، اُن کی شخصیت خوبیوں سے مرصّع، زندگی نظم وضبط کی آئینہ دار اور طریقۂ تربیت بڑا مؤثر ونرالا اور مثالی تھا، اُن کے مواعظ، ملفوظات تصوّف کے نکات اور حکیم الامت کے احسانی معارف کی تشریح کے حوالہ سے اُن کی شخصیت کے خدوخال اُن کی بے شمار خوبیوں کا جو تصور اور اُن کی عظمت کی جو تصویر ذہن میں ابھرتی ہے، وہ حضرت تھانویؒ کی شخصیت اور خدمات وکمالات کا ایک پرکشش نمونہ پیش کرتی ہے۔

علماءِ اُمت کے تفسیری سرمایۂ میں علامہ آلوسیؒ کی تفسیر ’’روح المعانی‘‘ بڑی وسیع، مبسوط اور گراں قدر تفسیر ہے، انہوں نے جا بجا آیاتِ کریمہ سے احسان وسلوک اور تصوّف کے مسائل کا خوب صورت استنباط کیا ہے۔ حکیم صاحبؒ کے ملفوظات ومواعظ اور کچھ باضابطہ تالیفات سے اندازہ ہوا کہ اس تفسیر سے اخذ کیے ہیں، خود بھی استنباطی مزاج رکھتے تھے، چھوٹے چھوٹے واقعات سے اچھے نتائج اخذ کر کے عام فہم اور جدید سے جدید مثالوں کے ذریعے اپنے مدعا کو ذہن نشین کرانے میں بڑا ملکہ رکھتے تھے۔

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہترین شاعر تھے، انہوں نے اپنی شاعری سے بھی سلوک وتصوّف اور اِصلاحِ نفس کا کام لیا، رواں دواں، سلیس شگفتہ، شستہ پُر مغز معانی کا ایک بحرِ بیکراں لیے ہوئے اشعار دل میں طوفان اٹھا دیتے ہیں، بدنظری کی حقیقت اُس کے مضرات، بدنظری کا محاسبہ اور اس کا علاج اُن کا ایک ایسا مضمون تھا جس پر خاص زور دیتے تھے۔ نظم ونثر دونوں طرح سے اس مضمون کو انہوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اس کو اِصلاح کا ایک شعبہ، ایک مستقل کتاب، تہذیبِ نفس کا ایک عنوان اور اخلاقیات کا ایک عظیم الشّان باب بنا دیا ہے۔ ربّ کریم اُن کے درجات کو بلند فرمائے اور اُن کے فیضِ روحانی کو جاری وساری رکھے۔ آمین یارب العالمین۔ (بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیو بند، مرشد ملت نمبر)

جنہوں نے خود کو جلا بخش کر زمانے کو روشنی بخشی

مولانا حسن الہاشمی صاحب
مدیر ماہنامہ طلسماتی دنیا، دیوبند

جب سے یہ دنیا بنی ہے، اس وقت سے ہی حق و باطل کی کشمکش، اندھیرے اُجالے کی جنگ، سچ اور جھوٹ کی لڑائی، خزاں اور بہار کی آمد و رفت، نیکی اور بدی کا عروج و زوال، ظلم اور مظلومیت کے سلسلے پھلتے پھولتے رہے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اس کائنات کو متضاد بنیادوں پر قائم کیا ہے۔ اُس نے روشنی کو پیدا کیا تو اُس کے مدّ مقابل اندھیرے کو بھی پیدا کیا، اُس نے خوشیاں بھی پیدا کیں تو اس نے غموں کو بھی تخلیق کیا، اُس نے بہاروں کو پیدا کیا تو اس کے مقابلے میں خزاں کو بھی پیدا کیا، محبت پیدا کی تو اس کے مقابلے میں نفرت کو بھی پیدا کیا، علم پیدا کیا تو مقابلے میں جہالت بھی پیدا کی۔ اسلام کے مقابلے میں کفر کو، توحید کے مقابلے میں شرک کو، اخلاص کے مقابلے میں نفاق کو اور سنت کے مقابلے میں بدعت کو پیدا کیا۔ اگر اس دنیا میں روشنی تو ہوتی اندھیرا نہ ہوتا تو روشنی کی قدر و قیمت کا اندازہ کیسے ہوتا؟ علم ہوتا اور جہالت نہ ہوتی تو علم اور اہلِ علم کی قدر کون کرتا؟ محبت ہوتی اور نفرت نہ ہوتی تو محبت کی خوبیاں کس طرح واضح ہوتیں؟ اچھائیاں ہوتیں اور برائیاں نہ ہوتیں تو اچھے لوگوں کی عزت کون کرتا؟ چمن میں بہاریں آتیں اور خزائیں کبھی نہ آتیں تو بہاروں کا قدر دان کون ہوتا؟ اگر دیکھا جائے تو اس کائنات کا حسن اسی تضاد کی بناء پر ہے اور یہی تضاد ہر انسان کو اسی آزمائش کی وادیوں میں سے گزارتا ہے جو اس کائنات کی تخلیق کا اصل منشاء ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس سے حق و باطل کی جو کشمکش شروع ہوئی ہے، آدم (علیہ السلام) و شیطان کی جنگ کا آغاز کائنات کے شروع سے ہوا تھا وہ آج تک جاری ہے اور شاید قیامت تک جاری رہے گا۔ انسانی تاریخ کا کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں روشنی تو ہو لیکن اندھیرا نہ ہو، علم تو ہو لیکن جہالت نہ ہو، موسیٰ تو ہو لیکن فرعون نہ ہو، حُسین (رضی اللہ عنہ) تو ہو لیکن یزید نہ ہو، انسانی تاریخ حق و باطل کی کشمکش، توحید و شرک کی جنگ اور نیکی و بدی کی چشمکوں سے کبھی خالی نہیں رہی، ہر دور میں کچھ لوگوں نے تاریکیاں تقسیم کیں، اندھیروں کو اُچھالا، تاریکیوں کو فروغ دیا اور انسانیت کو شرم سے دوچار کیا اور ہر دور میں کچھ لوگوں نے اُجالے تقسیم کیے، روشنیوں کو وجود بخشا اور انہوں نے اللہ کے بندوں کو گمراہ کُن تاریکیوں سے نجات دلانے میں ہر ممکن

کوشش کی اور انہیں پر ہول اندھیروں میں غرق ہونے سے محفوظ رکھا۔

اللہ کی عطا کردہ توفیق اور صلاحیت سے کچھ لوگ جگنو بن کر اُبھرے، کچھ لوگ چراغ بن کر جلے، کچھ لوگ ستاروں کی طرح چمکے اور کچھ لوگوں نے آفتاب و ماہتاب بن کر جہالت اور گمراہی کے اندھیروں کا مقابلہ کیا، علم ومعرفت کی جو روشنی بانیٔ دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے توسط سے دیوبند میں نمودار ہوئی تھی وہ گنگوہ، تھانہ بھون، جلال آباد، سہارن پور، ہردوئی سے گزرتی ہوئی چار دانگ عالم میں پھیل گئی اور اس روشنی نے اُن اندھیروں کا قتلِ عام کر کے رکھ دیا جو ابلیس لعین کے غلاموں نے مختلف انداز سے ساری دنیا میں پھیلا رکھے تھے، علم ومعرفت کے اُجالے پھیلانے والوں کا ایک مقدس قافلہ سوا سو سال سے اندھیروں سے نمٹتے ہوئے اس منزل کی طرف رواں دواں ہے جو ''مقامِ رضا'' کہلاتی ہے، اور جس تک پہنچ کر بندے کو اللہ کی رضاء کا سرٹیفکیٹ حاصل ہو جاتا ہے۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی تھے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ جو پرتاب گڑھ کی سرزمین سے ایک سورج بن کر اُبھرے اور جن کی کرنوں سے صرف ہندوستان اور پاکستان نہیں بلکہ پورا عالم منور ہو گیا۔ انہوں نے اپنے اکابر سے علم ومعرفت کی جو دولت حاصل کی تھی وہ دولت انہوں نے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ ساری دنیا میں تقسیم کر دی اور انہوں نے عمر بھر جہالت اور گمراہی کے اندھیروں کے ساتھ انتھک لڑائی لڑی، وہ زندگی کی آخری سانس تک علم ومعرفت کی خیرات سے اللہ تعالیٰ کی تشنہ مخلوق کو سرفراز فرماتے رہے، اور اُن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین کی تبلیغ میں گزرا۔ اُن کی بیسیوں کتابیں، ہزاروں نصیحتیں اور سینکڑوں مواعظ قیامت تک اُن کے زندہ اور تابندہ رہنے کا ثبوت ہیں۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی عمر چاند ستاروں سے بھی زیادہ لمبی ہے۔ جس طرح آسمان پر اُبھرنے والے ستارے قیامت تک انسانوں کو روشنی فراہم کرتے رہیں گے۔ اسی طرح حضرت مولانا حکیم اختر صاحبؒ کی مقدّس کتابیں، اُن کے پُر نور جملے اور اُن کی پاکیزہ تحریریں اُن کے دنیا سے روپوش ہو جانے کے بعد بھی اس دنیا کو قیامت تک اُجالے عطا کرتی رہیں گی۔ اس دنیا میں بے شمار لوگ جیتے جی مر جاتے ہیں، انہیں اُن کی زندگی میں بھی کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ لیکن اس دنیا میں بے شمار لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں، اُن کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی اہلِ دنیا اُن کا قرب ہمیشہ محسوس کرتے ہیں اور اُن کے تذکروں سے محفلیں اور مجلسیں ہمیشہ آباد رہتی ہیں۔

اندازہ کیجئے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اُن کے بعد ائمہ حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن

حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اسی طرح دوسرے حضراتِ صوفیاء حضرت حسن بصری، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت جنید بغدادی، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ہمارے اکابر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ان میں کس بزرگ کو موت آئی ہے؟ یہ سب اپنی اپنی قبروں میں جانے کے باوجود آج تک زندہ ہیں، چاند ستاروں کی طرح آج تک تابندہ ہیں، اور ان کے ذکر سے ہمارے جلسے اور ہماری مجلسیں آباد رہتی ہیں، اسی طرح اپنی وفات کے بعد بھی حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ آج ہمارے درمیان موجود ہیں، اور آج بھی لاکھوں انسان اُن کے پاکیزہ کلمات سے اور اُن کی مقدّس تحریروں سے رہنمائی حاصل کر رہے ہیں، زندگی سے سب بہرہ ور ہوتے ہیں، اور اپنی طے شدہ عمر کو پوری کر کے سب لوگ پیوندِ خاک ہوجاتے ہیں، لیکن خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس دنیا میں ''ہیرو'' کی حیثیت سے جیئے اور ''ہیرو'' کی حیثیت سے ہی اُن کی وفات ہوئی۔ یہ دنیا مثبت اور منفی کردار ادا کرنے والوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس دنیا میں وہ لوگ خوش نصیب ہوتے ہیں، کہ جنہوں نے وہ راستہ اختیار کیا جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے، اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اس راستے پر چلتے ہیں جو اللہ کی ناراضگی اور اُس کے عذاب کا سبب بنتا ہے۔ اچھے برے لوگ اپنی اپنی زندگی گزار کر فناء ہوجاتے ہیں، ایک طرح سے اپنی اچھی بری پہچان چھوڑ کر نیست و نابود ہوجاتے ہیں لیکن تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ انسان مر کر بھی نہیں مرتا، اچھے لوگ مر کر بھی زندہ رہتے ہیں، ہزاروں سال گزرنے کے باوجود بھی فرعون زندہ ہے، اور موسٰیؑ بھی زندہ ہیں، ذکر یزید کا بھی ہوتا ہے اور حسینؓ کا بھی۔ زندہ اگر ابوبکرؓ ہیں تو زندہ ابوجہل بھی ہے، زندہ تو سب ہی رہتے ہیں، لیکن فرق یہ کہ کچھ لوگ ''ہیرو'' کی حیثیت سے زندہ رہتے ہیں اور کچھ لوگ ''ویلن'' (بدمعاش/بدنام) کی حیثیت سے۔ حضرت مولانا حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ ''ہیرو'' کی حیثیت سے زندہ رہتے ہیں اور قیامت تک چاند سورج کی روشنی اور چراغوں سے اُبھرنے والے اُجالے بھی انہیں خراجِ عقیدت پیش کرتے رہیں گے کیونکہ وہ اُن بزرگوں میں شامل تھے جنہوں نے خود کو جلا کر زمانہ کو روشنی بخشی ہے۔ خود بے آرامی کی زندگی گزار کر اللہ کے بندوں کو راحتیں تقسیم کی ہیں، خود تڑپتے رہے، لیکن انسانیت کو سکون فراہم کیا۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ آج دنیا میں نہیں ہیں لیکن جگر مراد آبادیؒ کا یہ شعر ایک بہت بڑی حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے۔

روشِ دہر کا ہر نقش پکارے گا مجھے   یہ نہ سمجھو کہ مجھ ہی تک مرا افسانہ ہے

راہِ سلوک کا اختر

مولانا عبداللطیف قاسمی صاحب
استاذ دار العلوم وقف دیوبند

لاکھوں دلوں کا مسیحا، ہزارہا سنگ دلوں کو موم دل کرنے والا، جانے کتنی تبسّم سے مایوس کلیوں کو اپنے جادوئی پند و نصائح سے قہقہہ زار بنا دینے والا، بے شمار کشت ویراں دلوں کو لہلاتا ہوا سبزہ عطا کرنے والا، جانے کتنے غم کدوں کو شادمانیوں کا تحفہ دینے والا، سینکڑوں سنگلاخ وادیوں کو اپنی موعظت بالحکمہ سے سیراب کرنے والا، خدا معلوم کتنے شرک و بدعات میں مبتلا افراد کو ضلالت و گمراہی سے نکال کر رشد و ہدایت ہی نہیں بلکہ مرشد و ہادی بنا دینے والا۔

وہ ہادی و مرشد، واعظ، ناصح، مقرر و خطیب، الغرض ''اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحراً'' کا مصداق اور آسمانِ تعلیم و تزکیہ کا شعریٰ ''کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَان'' کا نعرہ لگاتا ہوا عالمِ سرمدی کو کوچ کر گیا، جس کی زندگی کا سورج ہندوستان کے صوبۂ یوپی کے ضلع پرتاب گڑھ کے مطلع پر طلوع ہو کر ہوا تھا، وہ پاکستان کے گلشن اقبال میں غروب ہوگیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرشدِ ملت کی زندگی کا ہر ایک لمحہ قوم و ملت کے فائدہ کے لیے وقف تھا، اُن کی تحریر کے حرف حرف سے اور تقریر کے لفظ لفظ سے قوم و ملت کی، دین سے دوری اور دین سے بیزاری و بے راہ روی اور بدنظری پر قلب جزیں میں تفکرات کے تلاطم خیز سمندر موج زن محسوس ہوتے ہیں، اُن کی تحریر و تقریر میں ساحری بھی ہے اور شاعری بھی، پاکیزگی بھی اور دل آویزی بھی، نکتہ سنجی بھی ہے اور عاجزی بھی۔ ماضی کی یادیں، مستقبل کی باتیں، طائرِ تخیل کی پرواز، نشیمن پر نشیمن کی تعمیر کا عزم مصمم، ہما عقابی روح، چیتے کا جگر اور شاہین کا تجسس موجود ہے۔

اور معارفِ مثنوی کے مطالعہ کے دوران محسوس ہوتا ہے کہ علامہ رومؒ کے بعد علم و معرفت میں دوسرے درجے کے تھے اور انداز تعلیم و تربیت سے محسوس ہوتا ہے کہ حضرت تھانویؒ کے بعد چودھویں صدی کے مجدد فی التصوّف، اور بیان و معرفت کے باب میں امثال و تشبیہات کے اعتبار سے شیخ جیلانیؒ اور بیان صبر و تحمل کے باب میں جنید بغدادیؒ، عشق رسول (ﷺ) اور تعلق مع اللہ کے

بیان میں شیخ شبلیؒ، حبّ شیخ اورآدابِ شیخ کے باب میں مجدد الف ثانیؒ، در باب علم وکلام امام محمد قاسم نانوتویؒ، فقہی مسائل میں حضرت گنگوہیؒ، اُن کے بحرِ معرفت میں غوطہ زنی کرنے والے اس حقیر فقیر عبداللطیف کی تائید باوضو، باادب قبلہ رُو کریں گے، ان شاء اللہ اور مبالغہ آرائی پر ہرگز محمول نہ کریں گے، شیخ العرب والعجم جب خلیۂ دل اور سودائے قلب پر کلام شروع فرماتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ دریاؤں کی روانی اُن کے نوکِ قلم کی ہم نوا ہوگئی ہو، کوہ سار اُن کے علمی قد کے سامنے بونے، اور لہلہاتی کھیتیاں اُن کے قلمی مرغزاروں سے سبز ہائے سرمدی کی بھیک مانگتی نظر آتی ہیں۔ اُن کے نوکِ قلم سے نکلے ہوئے حروف کی پنہائیوں میں اتھاہ معنویت کا سلسلہ ہمالیہ سے کہیں زیادہ لمبا چوڑا سلسلہ محسوس ہوتا ہے۔ اُن کے کلام میں صوت سرمدی، روحِ اسماعیلی، سوزِ ابراہیمی، عصائے موسیٰ کی فولادی صلابت، اور حضرت عیسیٰؑ کی مسیحائی کیمیا گری جلوہ گر نظر آتی ہے۔

حکیم صاحبؒ کے خوب سے خوب تر حالات اُن کی مجالس کی منظر کشی اور ہمہ وقت اُن کا ذکرِ خیر مولانا عبداللہ ابن القمر مدیر مسئول ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند کی زبانی تسلسل کے ساتھ سنتا رہا جس کا اثر یہ ہوا کہ غائبانہ طور سے اسیرِ محبت ہوتا گیا اور یہ محبت عقیدت میں تبدیل ہوگئی جس میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا اور اشتیاقِ ملاقات بڑھتا گیا لیکن سوئے قسمت ملاقات سے محرومی رہی۔ رب کریم اُن کو فردوسِ بریں نصیب فرمائے اور اُن کے فیوض و برکات کو تا حشر جاری وساری رکھیں۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

ہدایت وگمراہی کے پیدا کرنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ: تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا ہر چیز کی معرفت اس کی ضد پر موقوف ہے۔ اگر ظلمت نہ ہوتی تو نور کی معرفت محال تھی، اگر بدبو نہ ہوتی تو خوشبو کی معرفت محال تھی۔ اسی طرح اگر باطل نہ ہوتا تو حق کی صحیح معرفت بھی نصیب نہ ہوتی۔ اگر حق تعالیٰ صرف انبیاء واولیاء ہی کو پیدا فرماتے اور شیطان کو پیدا نہ فرماتے تو حق کی پہچان کیسے ہوتی۔ باطل کے مقابلہ سے حق کی معرفت نصیب ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اُلوہیت کی صحیح معرفت کے لیے دنیا میں معبودانِ باطل کو بھی پیدا فرمادیا کہ ان کے ہیچ اور لچر ہونے سے لوگوں کو اُلوہیتِ حقیقیہ کی معرفت نصیب ہو۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

علومِ معرفت کا سلطان

مولانا عبداللہ ابن القمر الحسینی صاحب
مدیر مسئول ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے وابستہ ہند و پاک ہی میں نہیں، پوری دنیا میں ایک بافیض، بیدار مغز، صاحبِ نظر اور اہلِ دل بزرگ تھے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی مجاہدۂ نفس، اصلاح وارشاد اور تزکیہ واحسان کی راہ میں گزاری، اور اُن کی مصلحانہ کوششوں کے نتیجے میں نسلوں کو خدا پرستی اور اپنی سیرت وکردار کی ایمانی بنیادوں پر تعمیر کرنے کی تحریک ملی، جن لوگوں نے اُنہیں دیکھا ہے اُن سے فیض حاصل کیا ہے وہ بتا سکتے ہیں کہ حکیم صاحبؒ ایک صوفی اور مصلح ہی نہیں تھے، بلکہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے احسانی افکار کے جدید اسلوب میں ترجمان بھی تھے، انہیں حضرت حکیم الامت کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ یاد تھا اور مختلف اخلاقی رذائل کے علاج کے لیے حکیم الامتؒ کا حکیمانہ وعارفانہ نسخہ، اُن کے خطبات، ملفوظات یا کتابوں کے کس صفحہ اور کس سطر میں ہے، اور اُس کے استعمال کا صحیح محل اور موقع کیا ہے؟ یہی نہیں بلکہ انہیں حکیم الامتؒ کے ممتاز خلفاء کے افادات سے بھی ایسی مناسبت تھی کہ اُن کے افادات بھی اسی رنگ میں ڈھل گئے تھے، یا یوں کہنا چاہیے کہ دونوں میں اکثر توارُد محسوس ہوتا تھا، حضرت تھانویؒ کے خلفاء میں اپنے شیخ، مخدوم ومربی حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ سے مناسبت زیادہ تھی، اُن کے علوم وکمالات اور تربیت سے ہی وہ ایک شخص سے شخصیت بنے تھے، اور بتانے والے بتاتے ہیں کہ اُن کا ذکرِ خیر بھی بڑے لطیف انداز میں فرماتے تھے۔

حضرت مرشدِ ملت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے افادات اور مواعظ کے حوالہ سے بھی بڑی پر اثر اور بابرکت شخصیت تھے، اُن کے مطبوعہ افادات اور مواعظ کو پڑھنے سے بڑا سکون ہوتا ہے، تصوّف وسلوک کے دقیق سے دقیق مسائل کو انہوں نے عام فہم اور قابلِ استفادہ بنایا ہے، مثنویٔ مولانا رومؒ کے حقائق اور معارف سے اُن کی تصانیف اور مواعظ مرصّع ہیں، بلند پایہ نثر گو، اور مرصّع شاعر بھی تھے، احسان وسلوک کی تشریح وتفہیم میں اُنہوں نے اپنی شاعری سے ایک کارآمد وسیلہ کا

کام لیا ہے، چھوٹی بڑی ہر طرح کی بحروں میں اُن کا کلام موجود ہے۔

مثنویٔ مولانا رومؒ کی اُنہوں نے جو شرح کی ہے، حق یہ ہے کہ وہ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کلیدِ مثنوی کے بعد برّصغیر میں مثنویٔ مولانا رومؒ کی ایک معتبر شرح ہے، جس طرح بخاری کی فتح الباری، مشکوۃ کی مرقات اور قدوری کی ہدایہ، اسی طرح اس میں شک نہیں اور حکیم صاحبؒ نے یہ شرح لکھ کر روحانی حلقوں کی طرف سے اردو زبان میں فرضِ کفایہ ادا کر دیا ہے۔

راقم السطور کا حضرتؒ سے نیاز مندانہ اور مسترشدانہ تعلق تھا، بڑی شفقت اور محبت کا معاملہ فرماتے تھے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اولاد کی طرح مانتے اور دوستوں کی طرح پیش آتے تھے، حقیر جب بھی اُن کی خانقاہ میں حاضر ہوتا اور جتنے دن بھی خدمت میں رہتا بڑی شفقتوں اور عنایتوں کا معاملہ فرماتے۔ بڑے بڑے صاحبِ اقتدار، اربابِ ثروت، اور اہلِ علم وکمال اُن کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے گھنٹوں گھنٹوں انتظار میں رہتے، اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ وزیرِاعظم اور صدرِ مملکت سے ملاقات آسان تھی مگر حضرتؒ سے ملاقات مشکل، یہ ناکارہ ہمیشہ انتظار کے اس کلیہ سے مستثنیٰ رہا، جب بھی زیارت اور ملاقات کو جی چاہا کسی انتظار کے بغیر خدمت میں حاضر ہو گیا معمولی سی محنت اور مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا، اور یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی غایت درجہ شفقت اور محبت ہی کی بات تھی۔

مزاج میں بڑی لطافت اور نفاست تھی، جس کا اثر اُن کے لباس، نشست وبرخاست، گفتگو اور اصلاحی طریقۂ کار پر بھی محسوس ہوتا تھا، شاہانہ انداز میں رہتے، اللہ نے دنیا سے بھی خوب نوازا تھا، مگر دنیا کی محبت دل میں ذرا سی بھی نہیں تھی، خوب لٹاتے اور خوب خرچ کرتے تھے۔ طریقِ اصلاح بڑا منفرد تھا، شدت اور سختی سے کام نہیں لیتے تھے، سہولت اور آسانی سے جو عمل ہمیشہ ہوتا رہے اس کو بہتر سمجھتے تھے جیسا کہ حدیث میں ہے: ''خیر العمل مادیم علیه وان قل'' بہت سے مریدین کثرتِ عمل کی وجہ سے جب زیربار ہو جاتے اور جسمانی عوارض کا شکار ہو جاتے تو فرماتے کہ سب بند کر دو اپنی صحت کا خیال رکھو۔ اور بقدرِ ہمت جو ہو سکے کرتے رہو، معمولات میں بھی سہولت اور اختصار کو پسند فرماتے تھے، اتنے بھاری معمولات اور اذکار نہیں بتاتے تھے کہ جن کو پورا کرنے میں دنیوی کام کاج کے ترک کی نوبت آئے، ہر وقت ہشاش بشاش اور باغ و بہار نظر آتے، سلوک وتصوّف کے موضوع پر نہایت وسیع مطالعہ تھا قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے تصوّف پر عالمانہ اور محققانہ استدلال کرتے تھے، اُن کے مطبوعہ مواعظ اور تصانیف کو دیکھنے کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف اور تصوّف کے نُکات ذہن میں تازہ ہو جاتے ہیں، اپنے مواعظ اور نصائح میں اپنی بات کی وضاحت اور مخاطب کی تفہیم کے لیے ایسی عمدہ

اور چست مثالیں دیتے تھے کہ ہر شعبۂ زندگی کا انسان با آسانی سمجھ جاتا تھا، زبان بڑی شیریں، پر اثر، سہل اور تعبیر بلیغ اور عام فہم ہوتی تھی کسی باریک مرض اور دقیق خامی کی اصلاح ایسی حکمتِ عملی سے فرماتے کہ مخاطب پوری طرح سمجھ جاتا اور مریدین ومعتقدین بھی پوری طرح مستفید ہوتے۔

راقم الحروف خود کو عبد اللہ کاظمی لکھا کرتا تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا: ''کاظمی سے تشیّع کا ایہام ہوتا ہے۔ اس کے بعد بھرے مجمع میں بڑی محبت اور پیار کے لہجے میں ''ابن القمر الحسینی'' ہی سے مخاطب فرماتے، اپنے شیخ کا جب ذکر کرتے تو آنکھیں ڈبڈبا جاتیں، گریہ کی سی کیفیت طاری ہوجاتی، خود کو سنبھالتے ہوئے فرماتے، تمہارے شیخ کی اگر انتہاء یہ ہے تو یہاں سے ہمارے شیخ کی ابتداء ہوا کرتی تھی۔

رذائلِ نفس پر، پر اثر وعظ فرماتے، بدنظری، محبت الٰہیہ اور معرفت پر گھنٹوں گھنٹوں برابر بولتے رہتے، اللہ تعالیٰ نے حسن شاعری کا بھی ملکہ عطا فرمایا تھا، دورانِ وعظ کبھی اپنے اشعار پڑھتے تو کبھی خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کے اور کبھی مولانا رومؒ کی مثنوی۔ حضرتؒ نے مثنویٔ مولانا رومؒ کی جو منظوم تشریح فرمائی ہے، جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ اردو میں رومؒ کی مثنوی کا ایک اچھا نمونہ ہے۔

وہ حضرتِ والاؒ کا ایک ایسا عظیم کارنامہ ہے جو دوسرے سے ممتاز کرتا ہے۔ راقم الحروف کا اصلاحی تعلق صدیق الامت حضرت مولانا سید صدیق احمد باندویؒ سے تھا، حضرتؒ بڑی شفقت فرماتے تھے، ایک روز فرمایا کہ تم جیسے آدمی کو کسی دینی ادارہ کی خدمت سے وابستہ ہوجانا چاہیے اس رائے عالی میں کیا کیا مصلحتیں اور حکمتیں تھیں، مخاطب اُس کا اُس وقت ادراک نہیں کرسکا، حضرت مولانا سید صدیق احمد باندویؒ کے انتقال کے بعد اس ارشاد کا ذکر حضرتِ والاؒ سے کیا اور ساتھ ہی ساتھ اس میں پیش آمدہ الجھنوں کا تذکرہ کیا، حضرتؒ نے فرمایا یہ سب الجھنیں مدارس سے وابستگی میں واقعی ہیں، اسی لیے تو حضرتؒ نے مشورہ دیا ہے پھر فرمایا عظمتِ دین اور عزتِ نفس کے ساتھ جو کام ممکن ہوسکے کرو، اب سمجھ میں آیا کہ یہ اصلاحِ نفس ہی کا ایک طریقہ تھا کہ مدارس میں جو کچھ محنتیں مشقتیں ہوتی ہیں، اس میں نفس کا علاج خوب ہوتا ہے، آج سوچتا ہوں کہ حضرت مولانا سید صدیق احمد باندویؒ کو شاید کشف ہی ہوا تھا کہ احقر کو مستقبل میں ایک بڑے دینی ادارہ کی خدمت سے وابستہ ہونا ہے۔

ماہنامہ ندائے دار العلوم وقف دیوبند بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، الحمد للہ دار العلوم وقف جیسے ادارہ اور خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مدظلہ جیسی عالمی شخصیت کے زیر اہتمام اور جناب مولانا محمد سفیان قاسمی مدظلہ کی سیادت میں عظیم خدمت مقدر بنی ہوئی ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

حضرت مرشدِ ملتؒ نے اپنی زندگی میں خانقاہ کا پورا انتظام اپنے خلف الرشید مولانا محمد مظہر صاحب زید مجدہٗ کے سپرد فرمادیا تھا۔ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب زید مجدہٗ حقیقت میں اُس کے اہل بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی صلاحیتیں اور صلاح وتقویٰ کی دولت سے نوازا ہے۔ مولانا موصوف پر جس قدر اعتماد فرماتے تھے، آج کمیاب ہے۔ حضرتؒ کی زندگی میں ہی مولانا محمد مظہر صاحب نے حضرتؒ کی نیابت وقائم مقامی کی خدمت باحسن وجوہ انجام دی اور حضرتؒ کی مجلس ارشاد کی آب وتاب باقی رکھی، حضرتؒ اپنی علالت کے دوران گزشتہ چار پانچ سالوں سے بیعت وارادت کا تعلق قائم کرنے والے حضرات کو مولانا محمد مظہر صاحب سے ربط وتعلق قائم کرنے کی ہدایت فرماتے۔

والدِ گرامی کی تربیت نے انہیں اس قابل بھی بنایا تھا کہ حضرتؒ کی خانقاہ کا کام بڑی خوبی سے چلاتے ہیں، حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اُنہیں، اور اُن کے فرزندِ صالح مولانا محمد ابراہیم کو حضرت مرشدِ ملتؒ سے اجازت وخلافت بھی حاصل ہے۔ دونوں حضرات اس وقت حضرتؒ کی خانقاہ اور حلقۂ ارادت کو پوری مستعدی کے ساتھ سنبھالے ہوئے ہیں اور اُن کے ذریعہ حضرتؒ کا روحانی فیض جاری ہے، اور ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

مرشدِ ملت حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ کے حادثۂ وفات پر دینی حلقوں میں جس قدر رنج اور غم محسوس کیا گیا، اس سے حضرت اقدس شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ کی شخصیت، کمالات اور عنداللہ مقبولیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حکیم صاحبؒ کے انتقال کی خبر پر خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مدظلہم، مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند اور صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی نائب مہتمم واستاذ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند نے گہرے دُکھ اور صدمہ کا اظہار فرمایا اور تعزیتی کلمات کو ہندوستان کے اخباروں نے بھی شائع کیا اور دارالعلوم وقف دیوبند کے محبین میں رنج وغم کا جو گہرا تاثر تھا، اُسے محسوس کیا گیا، باوجودیکہ دارالعلوم وقف دیوبند میں سالانہ امتحانات چل رہے تھے اور اساتذہ وطلباء بلکہ پورا عملہ اس میں مصروف تھا، ایک تعزیتی نشست کا اہتمام کیا گیا اور عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحبؒ کے سانحۂ وفات پر تعزیتی کلمات کے ساتھ ساتھ ایصالِ ثواب کا بھی اہتمام کیا گیا، اور دارالعلوم وقف دیوبند میں ختم بخاری کے موقع پر موجود ہزارہاہزار شرکاء میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہم نے دعائے مغفرت کا خصوصی اہتمام فرمایا۔

بہرحال مرشدِ ملتؒ کے سانحۂ وفات پر جو رنج اور غم ہوا اُس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا، تادمِ تحریر طبیعت پر اثر ہے کہ جو کل تک ''دامت برکاتہم'' تھے آج انہیں ''مرحوم ومغفور'' جو زندوں سے فرقت اور جدائی کی اصطلاحیں ہیں۔ کس دل سے لکھوں اور حوصلہ کہاں سے لاؤں؟ یہ کہہ

کر دل کو تسلی دی کہ حضرتؒ یہاں سے ہزاروں درجہ بہتر وہاں کی مسرتیں اور راحتیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہاں فانیوں اور ناپائیداروں سے تعلقِ محبت اور معاملہ تھا، وہاں ایک دائمی باقی بہت زیادہ محبت اور شفقت کرنے والی ذات سے ملاقات ہوگئی۔

ہم سے کچھ نہ بن پڑا، نہ مرض الوفات میں مزاج پرسی، نہ آخری زیارت، نہ جنازہ میں شرکت، نہ لحد مبارک پر مشتِ خاک کی سعادت نصیب ہوسکی۔ بس اتنا بن پڑا کہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہٗ اور نائب مہتمم صاحب کے حکم پر نہایت عجلت میں دارالعلوم وقف دیوبند کے ترجمان ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند کی وساطت سے ملک کے اُن نامور مشائخ، مشاہیر علماء کے تاثرات اور عقیدت مندوں ومحبت کرنے والوں کے تعزیتی پیغامات کا یہ ہدیہ جو سرزمینِ ہند میں مرشدِ ملت کی جدائی پر اشک بار اور نڈھال ہیں۔ حضرتؒ کے جانشین اور اُن کے علوم وروایات کے امین مولانا محمد مظہر صاحب کی خدمت میں لے کر حاضری دوں۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو درجاتِ عالیہ عطا فرمائے، پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور حضرتؒ کے روحانی فیض کو جاری رکھے، حضرتؒ کے فرزند سعادت مند حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کو مزید قوت وہمت کے ساتھ والدِ محترمؒ کے روحانی سلسلہ سے وابستہ حضرات کی راہنمائی اور نفع رسانی کی توفیق اور استقامت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

❁

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

خوب تر زیں سم ندیدم شربتے
زیں مرض خوش تر نہ باشد صحتے

اللہ کی محبت کا زہر ایسا جاں فزا ہے کہ دنیا کا کوئی شربت اس سے زیادہ لذیذ نہیں اور اللہ کے عشق ومحبت کا یہ روگ وہ روگ ہے جو انبیاء علیہم السلام کی جانوں کو لگایا جاتا ہے، لاکھوں صحتیں اس روگ پر قربان ہیں ؎

دست از طلب نہ دارم تا کامِ من بر آید
یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

جب تک میرا کام نہ بن جائے میں اللہ کی طلب سے اپنا ہاتھ نہ کھینچوں گا۔ یا تو یہ تن اللہ کے پاس پہنچ جائے یا جان ہی اس سے باہر آجائے، یعنی ان کی راہ میں ان کو پانے کی کوششوں میں کمی نہیں کروں گا۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

مرشدِ وقت کا سانحۂ وفات

مولانا نسیم اختر شاہ صاحب قیصر
استاذ دارالعلوم وقف دیو بند، انڈیا

اپنے جن بزرگوں کے نام بچپن میں سنے اور پھر سنِ شعور کو پہنچتے پہنچتے جن کے بلند کاموں سے کچھ واقفیت ہوئی، اُن کے نام پر ہی اگر اکتفاء کریں تو ایک لمبی فہرست ناموں کی ہی ترتیب پا جائے۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کا نام بھی چند حوالوں سے گردش کرتا رہا۔ تا آں کہ وہ وقت بھی آ گیا کہ میرا زمانۂ طالب علمی ختم ہو گیا، کچھ لوگ اسی زمانے میں رخصت ہو گئے اور کچھ کی وفات اس زمانے میں ہوئی جب ہم دارالعلوم دیو بند سے رخصت ہو چکے تھے۔ حکیم محمد اختر صاحبؒ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ممتاز خلیفہ حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ کے حلقے کے لوگوں میں سے تھے، حضرت پھول پوریؒ حضرت تھانویؒ کے اُن خلفاء میں سے تھے جن سے زمانے نے بڑا فیض اٹھایا، ہندوستان میں رہے تو یہاں پر بیعت وارشاد کا سلسلہ قائم رہا، پاکستان تشریف لے گئے تو وہاں بھی اُن کی ذات مرجعِ خلائق رہی، حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ کے فیضِ صحبت نے حضرت حکیم محمد اختر صاحبؒ کی زندگی میں بھی ایک روحانی اور قلبی انقلاب برپا کر دیا۔ انہوں نے حضرت پھول پوریؒ ہی سے درسِ نظامی کی تکمیل کی، انہی کی صحبتوں سے اپنے دن رات کی مجلسوں کو نکھارا اور تصوف کی منزلیں طے کیں۔ ہند و پاک ہی نہیں بلکہ دنیا کے بے شمار ممالک میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین، مریدین اور خلفاء کی بڑی تعداد موجود ہے۔

حکیم صاحبؒ کی چند کتابیں پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی اُن کی کتابوں میں سادگی کے ساتھ ساتھ ایک کشش، ایک جذب اور ایک کیفیت ہے جو ان بندگانِ خدا کے لیے مسیحائی کا کام انجام دیتی ہیں۔ جو حق کی تلاش میں گھر سے نکلتے ہیں اور کسی باصفا انسان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیتے ہیں۔ ان روحانی تصرفات اور مکاشفات کا اندازہ انہیں لوگوں کو ہوسکتا ہے جو اس راہ کے راہی ہیں اور جنہوں نے اپنے پیر اور مرشد کی خانقاہ میں رہ کر سلوک وتصوّف کی چاشنی کو دیکھا اور محسوس کیا۔

ہمارے اکابر جب علومِ دینیہ سے فارغ ہوجاتے تو معمولاً وہ کسی بزرگ اور خانقاہ کا رُخ کرتے تاکہ اُن کے دلوں اور طبیعتوں میں عاجزی اور خاک ساری اور خود کو مٹانے کا وہ جذبہ پیدا ہوجائے جس جذبہ کے تحت مخلوقِ خدا کی رہنمائی کے راستے ہموار ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا رُوحانی تعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ اسی دربار سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی وابستگی تھی۔ خود امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب اور اُن سے وابستہ تھے۔ یہ سلسلہ بہت اوپر سے چل کر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت مولانا حکیم صاحبؒ کا حضرت پھول پوریؒ سے ایک تعلق یہ بھی قائم ہوا کہ اُن کی والدہ کا نکاح حضرت پھول پوریؒ سے ہوگیا، یوں حکیم صاحبؒ کو حضرت پھول پوریؒ کی مجلسوں میں زیادہ شرکت اور قربت کے زیادہ مواقع حاصل ہوئے، اُسے خوش نصیبی کہنا چاہیے ورنہ کم لوگ ہوتے ہیں کہ جنہیں اپنے مرشد کی صحبت کا اتنا موقع ملتا ہو، یہ من جانب اللہ ایک ایسی صورت تھی جس نے حکیم صاحبؒ کو اطراف وجوانب سے سنورنے نکھرنے کا اچھا موقع دیا۔

حکیم صاحبؒ، حضرت پھول پوریؒ کے جانشین ہی نہیں بنے بلکہ انہوں نے اُن کی اداؤں، اُن کے علوم، اُن کے باطنی فیوض کو اپنی ذات میں ایسا سمویا اور ایسا اختیار کیا کہ ایک وقت وہ آیا کہ حضرت پھول پوریؒ کی یادیں تازہ ہوگئیں، میں نے اس سے قبل لکھا کہ حضرتؒ کے یہاں سادگی کا عنصر غالب تھا، اُن کو دیکھنے اور ملنے والوں کا عام تاثر یہ ہے کہ وقت کی یہ عظیم ترین ہستی انکساری اور عاجزی کا ایسا پیکر تھی کہ ملنے کے بعد یہ گمان ہی نہیں ہوتا تھا کہ حضرتؒ شریعت وطریقت کی اتنی بلندیوں پر فائز ہیں۔ ہر شخص سے اخلاص کے ساتھ اور خاک ساری کے ساتھ ملتے اور اتنی محبت کے ساتھ ملتے کہ ہر آدمی یہ گمان کرتا کہ حضرتؒ کو سب سے زیادہ اسی سے تعلق ہے۔ یہ بندگانِ خدا کی وہ خصوصیت ہے جو ان کی ذات کا حصہ ہوتی ہے۔ اور جس کے مظاہر روز دیکھنے میں آتے ہیں۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کافی عرصے سے صاحبِ فراش تھے اور بستر پر ہی تمام ضرورتوں کی تکمیل ہوتی تھی بلکہ ایک وقت تو وہ آیا کہ صرف اشاروں میں ہی گفتگو ہوتی اس زمانے میں ان پر بے انتہاء رقت طاری تھی، خوفِ الٰہی اور خوفِ آخرت کا بڑا غلبہ تھا جب علماء اور دوسرے صاحبِ فضل وکمال حضرات سے ملاقات ہوتی تو وہ حضرت کی اس کیفیت کو محسوس کرلیتے۔ جن اصحاب نے اُن کی زندگی کے آخری سالوں میں اُن سے ملاقات کی ہے وہ اس بات کے شاہد ہیں کہ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود کو مٹا کر اور فناء کر کے ایک ایسا مقام حاصل کرلیا تھا جو بندگانِ خدا

کے لیے خاص ہوتا ہے، اور یہ وہ منزل ہوتی ہے کہ جب اُن کے فیض کا دریا تیزی کے ساتھ رواں دواں ہوتا ہے اور جس پر بھی اُس کے چھینٹے پڑ جاتے ہیں اُس کی کایا پلٹ جاتی ہے، اور اُس کی زندگی میں پاکیزہ انقلاب آجاتا ہے۔ دور دراز سے لوگ اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے اُن کی خانقاہ میں ٹھہرتے اور اُن کی نگاہیں اُن کے چہرے کا طواف کرتیں۔ خشیت وانابت، خشوع وللّٰہیت کا ایک ایسا حسین پیکر جس کو اب آنکھیں ڈھونڈیں گی لیکن اب وہ ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل پائیں گے۔ نگاہیں اُن کو تلاش کریں گی لیکن وہ سامنے نہیں ہوں گے۔

موت ہر شخص کی منزل ہے اور ہر ذی روح اس راستے سے گزرے گا مگر جو شخصیت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کے نام سے کل تک ہمارے درمیان موجود تھی اُس شخصیت کا بدل ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا۔ یہ ایسی محرومی ہے جس کا احساس زندگی بھر ستائے گا اُن کے حلقے کے لوگوں کے لیے بلاشبہ اور عامۃ المسلمین کے لیے ایک بڑا سانحہ ہے۔ خداوندِ قدوس حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرتِ کاملہ فرمائے اُن کے درجات بلند فرمائے، اور اُن کے مریدین ومتبعین واہلِ خانہ کو صبرِ جمیل کی دولت سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

❁

ایک کیفیتِ عشقیہ

اَبر میں اللہ کے عاشقوں کا دل گھبرایا کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر عاشق اپنے محبوب کو بے حجاب دیکھنا چاہتا ہے، تو سات آسمانوں کے حجاب ہی کیا کم تھے کہ ایک حجاب اور تان دیا گیا۔ بس پھر ان کے قلب سے آہ نکلتی ہے جو تمام حجابات کو چیر کر ساتویں آسمان پر پہنچ کر پایۂ عرش کو ہلا دیتی ہے، یہ وہ آہ ہے جو دل میں شدید تعلق مع اللہ اور انابت الی اللہ سے پیدا ہوتی ہے لیکن انابت تو قلب کی ایک حالت تھی، وہ لوگوں پر کیسے ظاہر ہوتی؟ اس کے ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو آہ سے نوازتے ہیں۔

آہ کو نسبت ہے کچھ عشّاق سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے

بس پھر یہ آہ لوگوں کو بتلاتی ہے کہ یہ صاحبِ آہ کوئی معمولی انسان نہیں، اللہ کا مقرب اور محبوب ہے۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

وہ نمونۂ اسلاف تھے

مولانا مفتی محمد عارف صاحب قاسمی
ابن حضرت مولانا خورشید عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، استاذِ تفسیر وحدیث دارالعلوم وقف دیوبند

اس کائنات میں بقائے دوام کسی کو بھی حاصل نہیں، ہمیشہ رہنے والی ذات صرف حق جل مجدہٗ کی ہے۔ارشادِ ربانی ہے: ’’کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ O وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ O۔

نظامِ قدرت ہے کہ کسی کے آنے جانے سے نظامِ طبعی پر کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن بعض حادثات وواقعات ایسے ہوتے ہیں جو دل ودماغ کو رنج والم کے اثرات وجذبات سے متأثر کر جاتے ہیں، ہر طرف ایک خلا سا محسوس ہوتا ہے۔ دنیائے علم وفضل میں ایسے بہت سے حضرات پیدا ہوئے ہیں جنہیں دنیوی زندگی میں بھی عزت وعظمت ملی اور بعد وفات بھی اُن کا ذکرِ خیر زبانوں پر جاری ہے۔ اس طرح کے عالی مقام بزرگوں کا فیضانِ علم وعمل جاری وساری رہتا ہے۔ طالبین ومستفیدین اُن کے باقیات الصالحات سے فیض یاب ہوتے رہتے ہیں، ایسے زندہ جاوید اور صاحبِ عزم حضرات ہر دور میں موجود رہے ہیں، اپنی عظیم وبابرکت ذات سے دنیا والوں کو تقویٰ وطہارت، ہدایت واستقامت، حیاء وپاک دامنی، توکل واستغناء، کی دولت عطا کی ہے، عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب طَابَ اللّٰہُ ثَرَاہُ وَبَرَّدَ اللّٰہُ مَضْجَعَہٗ۔علم وعمل، روایت ودرایت، اخلاق واخلاص، اتباعِ سنت میں اعلیٰ وارفع، اسلاف کا عمدہ ومکمل نمونہ، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ کا عکسِ جمیل تھے۔

حضرت مولانا علیہ الرحمۃ نے اپنی مجالس، بیانات، خطابات اور کتابوں کے ذریعے دورِ حاضر کے عظیم فتنوں، فحش ومنکرات کے ذرائع، حیاء وپاک دامنی، بے پردگی کے سیلاب، مرد وزن کی مخلوط محفلوں کی تباہ کاری، حسن پرستی جیسے امراض کے سدّباب کے لیے مخلص سعی فرمائی ہے۔

ذکر اللہ جو مؤمن کے لیے زندگی کی علامت ومقصد، فلاح وکامرانی کی ضمانت، تقرب الی

اللہ کا مضبوط وسیلہ، حضرت والا حکیم صاحب علیہ الرحمہ نے درود شریف و دیگر اذکار کے فضائل وفوائد، مناقب ونتائج اور توبہ واستغفار کی اہمیت وافادیت پر بالخصوص اپنی محنتیں صرف فرمائیں ہیں۔

اللہ رب العزت نے حضرت والا علیہ الرحمہ کی تحریر وتقریر، تصنیف وتالیف میں عجیب تاثیر رکھی ہے جو سخت دلوں کو بھی موم بنادیتی ہے، اردو، فارسی اشعار کے ذریعے سلوک وتصوف، شریعت وطریقت کے پیغام کو عام کیا ہے۔ حضرت والا علیہ الرحمہ کی حیات کا ایک ایک لمحہ، اُمت کے دلوں کی اصلاح کی فکر، اندازِ تربیت ہم سب کے لیے اسوہ ونمونہ ہے۔ بلاشبہ اُن کی وفات ''مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ'' کا مصداق ایک عظیم سانحہ ہے۔

اللہ رب العزّت حضرت والا علیہ الرحمہ کی مغفرتِ کاملہ فرمائے، جنت الفردوس میں مقامِ کریم عطا فرمائے، ہم اصاغر کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے، آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشدملت نمبر)

مومن کو اپنے اللہ کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہونا چاہیے جیسا مچھلی کو پانی کے ساتھ ہے کہ اگر کانٹا اس کے منہ میں پھنس بھی جاتا ہے اور شکاری اس کو پانی سے نکالنا چاہتا ہے تو وہ اپنی پوری قوت صرف کردیتی ہے کہ پانی سے نہ نکلے، اگرچہ اس کشمکش میں کانٹا اس کے گال کو پھاڑے ڈالتا ہے لیکن وہ چاہتی ہے کہ اگر موت بھی آئے تو پانی ہی میں آئے، پانی اس کا محبوب ہے، اس لیے وہ چاہتی ہے کہ محبوب کے قدموں ہی میں دم نکلے۔

اسی طرح نفس وشیطان گناہ کے کانٹے پر لذت کا چارہ لگا کر مومن کی روح کی مچھلی کو پھنسانا چاہتے ہیں اور اگر کبھی وہ نفس وشیطان اور معاشرہ کی دعوتِ گناہ کے فریب میں آکر اس کانٹے کو کھا بھی لے تو اس مومن کو چاہیے کہ اپنی پوری قوت صرف کردے کہ دریائے قرب سے نہ نکلے اور اگر جان نکلے تو کلمہ ہی پر نکلے، اللہ کے قدموں ہی میں موت آئے۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

ایک مقناطیسی شخصیت کی وفات

مولانا محمد قاسم صاحب لوہاروی
ناظم مدرسہ دینیہ حسن پور لوہاری، ضلع شاملی، یوپی

حضرت حکیم صاحبؒ مرجعِ خلائق تھے، معلومات کا خزانہ اور مکارمِ اخلاق کا نمونہ، زہد وتقویٰ کے پیکر تھے، آپؒ اُن عظیم ہستیوں میں سے تھے، جن کے وجودِ مسعود سے علم اور علماء کا وقار قائم ہوتا ہے، جن کے انفاسِ قدسیہ سے ارشاد وتلقین کی شمعیں روشن اور اصلاح وتربیت کی محفلیں آباد ہوتی ہیں، جو شمع کی مانند خود پگھلتے ہیں مگر مخلوقِ خدا پر ضوفشانی کرتے ہیں، جو خود جلتے ہیں مگر دوسروں کو جِلا بخشتے ہیں، جو خود بے قرار اور بے چین رہ کر دوسروں کی راحت کا سامان کرتے ہیں، حضرت اقدس حکیم صاحبؒ اُن عظیم انسانوں میں سے تھے، جن کے سایۂ عاطفت میں بے کس درماندہ افراد پناہ لیتے تھے، مجروح دل اُن کے انفاس سے مرہم وشفا پاتے تھے، حضرت اقدسؒ کی شخصیت طالبینِ رشد وہدایت کے لیے مینارۂ نور تھی، اس کی روشنی میں سالکین کے لیے راہِ ہدایت پر گامزن ہونا آسان ہوجاتا تھا، حضرت اقدس حکیم صاحبؒ کا حال وقال سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا آپ کی مقناطیسی شخصیت نے ایک عالم کے عالم کو اپنی طرف کھینچا، اور بے شمار دلوں نے آپ کی فیضانِ صحبت سے جِلا پائی، اور آپ کے وُجود سے چمن اسلام سرسبز وشاداب اور سدابہار رہا، لیکن اُن تمام تر عظمت اور بلند مقام کے باوجود آپ تواضع وانکساری کے پیکر تھے، آپؒ کی ذات میں تصنع وتکلف نام کو بھی نہ تھا، اور خود نمائی سے تو کوسوں دور تھے، بلکہ ایک ہمدرد اور دردمند دل رکھنے والے انتہائی خلیق اور ملنسار تھے حضرت اقدس حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت، وقار کا مرقّع تھی، آپؒ کی ایک ایک ادا آپؒ کی گفتار ورفتار، آپؒ کی نشست وبرخاست، ایک ایک چیز سے وقار جھلکتا تھا اور کیوں نہ جھلکتا، آپ کو جن اکابر کی خدمت کا شرف حاصل ہوا، وہ اپنے آپ میں آفتاب وماہتاب تھے، ان میں شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ جو حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانویؒ کے ممتاز خلیفہ اور نامور مصلح زمانہ تھے، تقریباً ۱۷ سال تک اُن کی خدمت کا شرف حاصل رہا۔ بقول

حکیم صاحبؒ کے کہ میں نے تین دریاؤں کا پانی پیا ہے، جس سے اُن کے تینوں شیوخ مراد ہیں۔ دوسرے نامور عالم، عارفِ کامل، عاشقِ رسول اور سلسلۂ نقشبندیہ کی ایک عظیم روحانی شخصیت حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ سے بھی اکتسابِ فیض کیا، تیسرے محی السنہ، عاملِ قرآن وسنت مولانا ابرار الحق ہردوئیؒ کی ذاتِ گرامی سے تو آپ کو اجازت وخلافت بھی حاصل تھی، ان حضراتِ ربانیین کی صحبت نے آپ کو عارف اور کامل بنادیا تھا، اس کا اندازہ واقعی وہی کرسکتا ہے جس کو کبھی حضرت اقدسؒ کے یہاں خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ہو۔

ایک مرتبہ مولانا محمد مظہر میاں کے ساتھ حضرتؒ کی دوسری خانقاہ گلستانِ جوہر میں جانے کا اتفاق ہوا۔ باہر چند محافظین بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے اپنی کارروائی کے بعد اندر جانے کی اجازت دی، ہم لوگ اندر داخل ہوئے، حضرت مولانا عبداللہ صاحب نے مختصر تعارف مسجد وخانقاہ کا کرایا، اس وقت مسجد میں حضرتؒ کے خلیفہ وعظ فرمارہے تھے، واضح رہے کہ ہفتہ میں دو یوم جمعہ واتوار میں عمومی مجلس ہوتی تھی اور خصوصی مجلس ہر دن، چونکہ اتوار تھا اس وجہ سے اچھا خاصا مجمع مسجد میں شریک وعظ تھا، ہم لوگ جلدی سے وضو سے فارغ ہوکر مسجد میں آئے، اور وعظ میں شریک ہوئے، وعظ کے بعد ایک طالب علم نے درد بھرے انداز میں اپنی پیاری آواز کے ساتھ حضرت اقدسؒ کے اشعار اس عجیب انداز سے پیش کیے کہ سننے والوں پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی، اس طالب علم نے حضرت اقدسؒ کے اس شعر کو اپنی پیاری آواز میں پڑھنا شروع کیا، جو حضرت اقدسؒ کا بہت مشہور شعر ہے ؎

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں
جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تُجھے آسماں سے

عجیب حال یہ تھا کہ اس طالب علم کے ساتھ پورا مجمع بھی ان اشعار کو پڑھتا، ایسی حلاوت بہت کم جگہ دیکھنے میں آتی ہے ۹ ر بجے کے قریب یہ مجلس ختم ہوئی اور خانقاہ کے کمرے کے سامنے لمبی لمبی قطاریں لگ گئیں، اب دروازہ کھلنے کا بے تابی سے انتظار تھا، چند منٹ کے بعد دروازہ کے اندر سے مولانا عبد اللہ نے اعلان کیا کہ مہمان انڈیا اور اُن کے عزیز آجائیں، ہم لوگوں کے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔

مائک سے حضرتؒ نے حاضرین کو سلام کیا اور دعاؤں سے نوازا، اس کے بعد ایک خادم نے مائک سے اعلان کیا کہ مجلس ختم ہوگئی ہے سب ہی حضرات تشریف لے جائیں، سب لوگ باہر آگئے، ہم لوگ مسجد کے متصل بیٹھ گئے، چند منٹ کے بعد حضرت مولانا عبداللہ صاحب تشریف لائے

اور اس فقیر کو اور میرے عزیز کو حضرتؒ سے خصوصی ملاقات کے لیے لے گئے، حضرت اقدسؒ چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے اور چند خدام سامنے کھڑے ہوئے تھے، حضرت مولانا عبداللہ صاحب نے احقر کا تعارف کرایا تو حضرت اقدسؒ نے ہاتھ دراز فرما کر اس حقیر کو مصافحہ کی سعادت بخشی، اس کے بعد حضرت مولانا عبداللہ صاحب نے چند نایاب کتب حضرتؒ کی اس احقر کو عنایت فرمادیں۔ اس کے بعد مولانا غلام محمد کے ذریعے اشرف المدارس میں حضرتؒ کے فرزند مولانا محمد مظہر سے ملاقات ہوئی۔

احقر حضرت مولانا کے لیے چند کتب لے گیا تھا، جس میں مرشد اول حضرت جلال آبادیؒ کی سوانح بھی تھی، حضرت مولانا بہت خوش ہوئے، بہت دعائیں دیں، کچھ دیر کے بعد مولانا نے فرمایا کہ مجھے خانقاہ جانا ہے آپ میرے ساتھ چلیے، وہاں سے ہم لوگ زینے سے نیچے آئے تو ماشاءاللہ حفظ کی درس گاہوں کے چھوٹے چھوٹے بچے لائن لگائے ہوئے اپنی قیام گاہ کی طرف جارہے تھے، حضرت والا نے اس حقیر سے فرمایا کہ حفظ کے طلباء ہیں، سفید لباس میں ملبوس، چکن کی گول ٹوپی اور اس قدر وقار کے ساتھ کہ طبیعت پر اُس کا اثر ہوا، نیچے حضرت کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی، محافظ موجود تھے، انہوں نے حضرت کی گاڑی کا دروازہ کھولا، حضرت تشریف فرما ہوئے اور احقر کو اپنے برابر میں بٹھالیا، بہترین گاڑی جس میں وائرلیس کی سہولت بھی تھی، آگے آگے پولیس کی گاڑی اور پیچھے کی طرف حضرت کے ذاتی محافظین بہت تیز رفتاری کے ساتھ چند منٹ میں خانقاہ پہنچ گئے اندر داخل ہوئے تو حکیم صاحبؒ کی مجلسِ خصوصی جاری تھی، مجلس خانہ میں داخل ہوئے تو حضرتؒ آنکھیں بند کیے ہوئے تھے، اچھا خاصا مجمع سامنے بیٹھا ہوا تھا، سلام کیا، مولانا محمد مظہر صاحب نے حضرتؒ سے احقر کا تعارف کروایا، مصافحہ ہوا اور قریب آدھ گھنٹہ حضرتؒ کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل رہی اور یہ یادگار سفر بھی اسی طرح اپنے اختتام کو پہنچا اور یہ ملاقات آخری ملاقات رہ گئی۔ حق تعالیٰ شانہٗ حضرتؒ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے اور متعلقین کو صبرِ جمیل سے نوازے آمین یارب العالمین۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

آدمی اگر نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے تو دل میں نیکی کی طرف میلان ورغبت پیدا ہوتی ہے اور یقین پیدا ہوتا ہے۔ پھر اگر آدمی بری صحبت اختیار کرے تو اگر اسّی برس کا بھی یقین ہو تو اس کی بھی بنیادیں ہل جائیں گی اور آدمی گمراہ ہو جائے گا۔
(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

زمیں کی رونق چلی گئی ہے!

مولانا محمد میاں صاحب پرتاب گڑھی
استاذ جامعہ فیض العلوم نیرل ممبئی

زمزموں سے جن کے لذت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ آواز اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہے

بچپن اور لاشعوری دور سے گھر کے ماحول میں جن چند زندہ بزرگ ہستیوں کا تذکرہ سننے کو ملا، اُن میں سے ایک نمایاں نام حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کا بھی تھا، جن کے نام کے ساتھ آج مدظلہ العالی کی بجائے رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہوئے دل کی عجیب وغریب کیفیت ہورہی ہے۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نہ صرف ہم وطن، بلکہ والدِ ماجد حضرت مولانا محمد یار صاحب قدس سرہ کے شریک مجلس بھی تھے، شہر پرتاب گڑھ میں وکیل عبدالوحید کے مکان پر حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ کی مجلس میں حکیم اختر صاحب، حضرت بابا نجم احسن صاحبؒ، مولانا محمد یحییٰ اور والدِ ماجدؒ کی بڑی پر بہار و پرکیف علمی وروحانی مجلسیں ہوا کرتی تھیں۔ پاکستان ہجرت کر جانے کے بعد بھائی یعقوب صاحب (جو کہ ہمارے عزیز اور پاکستان میں حکیم صاحب کے پڑوسی و مرید خاص ہیں) جب بھی وطن آتے، تو حکیم صاحبؒ کی طرف سے والد صاحب کے لیے کچھ نہ کچھ کتابیں وغیرہ بطور ہدایا ضرور ساتھ لاتے، مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ کے انتقال کے بعد حکیم صاحبؒ الٰہ آباد تشریف لاتے تھے۔

بزرگوں کا قول ہے کہ محض کتابیں پڑھ لینے سے کسی کو علم کے حقیقی ثمرات حاصل نہیں ہوتے بلکہ اس کے لیے کسی ولی کامل کے پاس اپنے کو پامال کرنے اور تربیت پانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ حکیم صاحب کو جو مقامِ بلند حاصل ہوا، وہ اُن کی ذہانت وذکاوت اور علمی استعداد سے زیادہ حضرت عبدالغنی پھول پوریؒ کی فیضِ صحبت کا اثر اور نظرِ کرم کا نتیجہ تھا۔ انہوں نے تحصیلِ علم کے لیے کسی بڑے مدرسے میں داخلہ لینے اور سند حاصل کر لینے پر اپنی توجہ مرکوز نہیں کی، بلکہ اپنے شیخ کی خدمت وصحبت سے استفادہ اپنا نصب العین بنایا، ایک زمانے تک وہ اپنے شیخ کی نہ صرف معیت سے مستفید ہوتے رہے، بلکہ اُن کی خدمت اور اُن سے استفادہ کی خاطر نہ جانے کتنے مادی اور دنیوی مفادات کی

قربانی بھی دی، اللہ نے اُنہیں ایسی صلاحیتوں سے نوازا تھا جن کے پیشِ نظر وہ تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد ایک خوش حال زندگی گزار سکتے تھے، مگر آپ نے اپنے شیخ کی صحبت اور اپنے روحانی ذوق کی تسکین پر ہر دوسرے فائدہ کو قربان کردیا۔ وہ اپنے شیخ کے ساتھ ہر جگہ رہے سفر میں بھی، اور حضر میں بھی، گھر میں بھی اور باہر بھی، خلوت میں بھی اور جلوت میں بھی یہاں تک کہ لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ وہ حضرت پھول پوریؒ کے لڑکے ہیں حالاں کہ وہ اُن کے صلبی لڑکے نہیں تھے، بلکہ اُنہوں نے حضرت پھول پوریؒ سے اپنی والدہ کا نکاح والد کے انتقال کے بعد محض اس وجہ سے کرادیا تھا کہ اپنے شیخ و بیوہ والدہ دونوں کی خدمت بطریق اتم واحسن کرسکیں یہ اُن کی ایسی بے مثال قربانی تھی کہ تاریخ میں اس کی نظیر ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، اپنے شیخ کی محبت میں وہ شاعر کے اس شعر کے مصداق تھے ؎

من تو شدم تو من شدی، من جاں شدم تو تن شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

بالآخر حضرت حکیم صاحبؒ کی یہ قربانیاں رنگ لائیں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوریؒ کی نظرِ عنایت نے علمی کمالات کے ساتھ ساتھ اُن میں للّٰہیت وروحانیت، اخلاص وعمل، اور خلق انسان کی آب یاری کی، اور اُسی کا نتیجہ تھا کہ طبقہ علماء ومشائخ میں اللہ تعالیٰ نے حکیم صاحبؒ کو مقبولیت ومحبوبیت اور ہر دل عزیزی کا وہ مقام بخشا جو خال خال لوگوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔

آپ کو مثنویٔ مولانا رومؒ سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، چنانچہ آپ نے ''معارفِ مثنوی'' کے نام سے اُس کی شرح لکھی جو آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے، مولانا ابوالحسن ندویؒ اس شرح کے بارے میں رقم طراز ہیں: ''مولانا حکیم محمد اختر صاحب نے مثنوی کا ذوق اپنے شیخ اول مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ سے اخذ کیا، جن کے مثنوی کے ذوق اور عشق کو میں نے خود اپنی آنکھوں اور کانوں سے سنا ہے، حکیم صاحب نے اردو میں مثنوی کی ایک نئے طرز کی خدمت کی ہے، اور معارفِ مثنوی کے نام سے اُس کی حکایات کو سلیس اور شیریں اردو میں پیش کر کے مولانا عبدالغنیؒ کے بیان کیے ہوئے معارف وحقائق کو اردو داں طبقہ کے لیے آسان اور مفید بنادیا ہے اور اس طرح برصغیر ہند و پاک کے اردو داں طبقہ کے لیے مولانا رومؒ کا خوانِ نعمت وحکمت چُن دیا ہے۔ (ماخوذ از مقدمہ معارفِ مثنوی)

اس کے علاوہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف کو ''معرفتِ الٰہیہ'' اور ''معیتِ الٰہیہ'' کے نام سے شائع کیا، تزکیہ وتصوّف کے موضوع پر ''محبتِ الٰہیہ''، ''نوائے غیب''، ''دستورِ تزکیۂ نفس''، ''تکمیل الاجر التحصیل الصبر''، وغیرہ کے نام سے کتابیں لکھیں، نیز مولانا حضرت محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ کے ملفوظات کو ''صدائے

غیب‘‘ اور بابا نجم احسن صاحبؒ کے ملفوظات کو ’’یادِ احسن‘‘ کے نام سے مرتب فرمایا۔ اس کے علاوہ خود حکیم صاحب کی ’’مثنویٔ اختر‘‘ بھی اہلِ دل حضرات کے لیے ایک گنجینۂ معرفت کا درجہ رکھتی ہے۔

حضرت حکیم صاحبؒ کی ذات اس پر آشوب و پرفتن دور میں ایک ایسا سرچشمۂ فیض تھی جس سے نہ صرف برصغیر بلکہ افریقہ، امریکہ اور یورپ کے دور دراز کے علاقے فیض یاب ہو رہے تھے، انہوں نے پاکستان میں اپنی خانقاہ بنائی ’’خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ‘‘ اور اس کے ساتھ ہی ایک عظیم مدرسہ قائم کیا، جہاں سے تشنگانِ علوم اور طالبانِ حق کی ایک بڑی تعداد سیراب ہوتی ہے ؎

زمیں کی رونق چلی گئی ہے، اُفق پہ مہرِ مبیں نہیں ہے
تری جُدائی میں آج اخترؔ، وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

اصغرؔ گونڈوی کا شعر ہے ؎

توڑ ڈالے مہ و خورشید ہزاروں میں نے
اس نے اب تک نہ دکھایا رخِ زیبا مجھ کو

مہ و خوشید کو توڑنے کا مطلب یہ ہے کہ سالک کو اللہ کے راستہ میں حسینوں سے صرفِ نظر کرنا پڑتا ہے۔ بعض دفعہ نفس سے مغلوب ہو کر کسی حسین کی صورت سالک کے دل میں بیٹھ جاتی ہے لیکن پھر وہ شکستِ آرزو کرتا ہے اور اپنے آئینۂ دل کو توڑ دیتا ہے، یعنی اللہ کی رضا کے لیے مجاز سے حقیقت کی طرف اِمالہ کرتا ہے اور اس اِمالہ الی الحقیقت کی وجہ سے اس کی آرزوئیں ٹوٹ جاتی ہیں اور کسرِ آرزو سے کسرِ دل ہوتا ہے، جب دل ٹوٹتا ہے تو دل میں جتنی صورتیں اور بت تھے وہ بھی ٹوٹ جاتے ہیں، کیونکہ کسرِ ظرف کسرِ مظروف کو مستلزم ہے۔ اس طرح دل کے آئینہ میں ماہ و خورشید جیسی ہزاروں صورتیں دل کے ٹوٹنے سے شکستہ ہو جاتی ہیں اور دل کے شکستہ ہوتے ہی حق تعالیٰ اس دل میں آجاتے ہیں۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

کچھ اور بڑھی تاریکی

مولانا احمد متین صاحب اِلٰہ آبادی
حفید مصلح الامت حضرت مولانا وصی اللہ صاحب اِلٰہ آبادیؒ

ایک ایسے وقت میں جب عالمِ اسلام ایک نازک دور سے گزر رہا ہے، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منصوبہ بند سازشیں کی جارہی ہیں، خود اسلامی ممالک بھی عجب اضطراب، داخلی وخارجی انتشار سے نبرد آزما ہیں، دیدۂ بینا یہ بھی دیکھ رہی ہے کہ عوام تو درکنار خواص کے بام ودر میں بھی ضعف واضمحلال کے آثار نمایاں ہیں، آسمانِ ملت کے ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں، اور کوئی ستارۂ نو پیدا نہیں ہوتا، انہی بحرانی حالات میں ۲/ رجون ۲۰۱۳ء کو یہ خبر بھی آتی ہے کہ علم وروحانیت، معرفت ومحبت، عشق وگداز، روح کو تڑپانے، قلب کو گرمانے والی ایک جامع الصفات شخصیت یعنی مولانا محمد اختر صاحبؒ ایک طویل علالت کے بعد اس دنیا سے رُخصت ہوگئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

صد حیف! کہ مولانا رومؒ کے چمن کا بلبل ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا، اور اس طرح بزمِ تصوف کی لو، دھیمی پڑی واہلِ تزکیہ کی دنیا میں ایک سناٹا چھا گیا ع رفتم واز رفتن من عالمے تاریک شد

حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ کے ساتھ انتساب کی وجہ سے بہت سے لوگ اس مغالطہ میں ہوں گے کہ مولانا حکیم محمد اخترؒ بھی ضلع اعظم گڑھ قصبہ پھولپور سے تعلق رکھتے ہوں گے مگر دراصل آپ کا تعلق ہندوستان کے صوبہ یوپی ضلع پرتاب گڑھ کے ایک چھوٹے سے قصبہ ''اٹھیہ'' سے تھا۔

بزرگانِ دین واولیاء اُمت کی تاریخ شاہد ہے کہ عنایت ربانی جب کسی پر اپنا پرتو ڈالتی ہے اور آئندہ اُس کے ناتواں کندھوں پر اصلاح وتربیت اور تزکیۂ باطن کا بارِ گراں ڈالنا مقصود ہوتا ہے تو پھر غیبی کارفرما قوت وہ مخصوص استعداد اور صلاحیت پیدا کرنے کے لیے ایسے مواقع فراہم کرتی ہے جہاں کردار وسیرت کی تشکیل ہوتی ہے اور شیشۂ دل صحبتِ صالحین کی برکت سے آئینہ بن جاتا ہے اور شاعرانہ زبان میں یوں کہیے کہ: ع بہت شیشے پگھلتے ہیں تو ایک پیمانہ بنتا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے: ''اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ'' اللہ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو شخص اس کی طرف رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دیتا ہے، حضرت ممدوحؒ بھی فطری رشد وصلاح کی استعداد کے ساتھ ساتھ ان مراحل سے گزرے، یا گزارے

گئے کہ مشیتِ ایزدی، ایامِ طفولیت میں ہی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے وابستہ ومجازِ بیعت حافظ ابوالبرکات کی خدمت میں لے گئی، یہ اللہ اور اللہ والوں کی محبت کا پہلا بیج تھا جو اس طفلِ معصوم کے دل ودماغ میں پیوست ہوگیا۔

اتانی هواها قبل ان اعرف الهوی فصادف قلبا صافیا فتکمنا

ترجمہ: اس سے پہلے کہ میں محبوب کی محبت سے آشنا ہوتا اس کی محبت نے میرے خانۂ دل کو دیکھا اور ہمیشہ کے لیے فروکش ہوگئی۔

تعمیرِ شخصیت وتشکیلِ سیرت کے ابتدائی مراحل میں قدرت کی دست گیری ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت ممدوحؒ درجاتِ پرائمری کے تعلیمی مراحل میں اگرچہ مصروف ومشغول تھے مگر اندر سے کڑھتے رہے، جلتے رہے، دل ہمیشہ یہ آواز دیتا کہ اس سلسلہ کو خیرآباد کہہ دیا جائے مگر والدِ محترم کے حکم وجذبۂ اطاعت کے آگے سرتابی وحکم عدولی کی ہر موج سرنگوں ہوجاتی مگر بایں ہمہ ایک شورش پنہاں تھی جو انہیں صحرا اور ویرانہ میں لے جاتی اور دیکھنے وسننے والی قوتیں یہ دیکھتیں اور سنتیں کہ کوئی خدا کے حضور دل توڑ کر رورہا ہے اور عرض ونیاز میں مشغول ہے خود معارفِ مثنوی میں ایک مقام پر فرماتے ہیں ''ظاہر اس لذت کو کیا جانیں انہیں کیا معلوم، کہ خلوت تنہائی اور جنگل کے سناٹے میں کیا لطف ہے، اس کا لطف تو اللہ والوں سے پوچھو جن کی جانیں دنیائے فانی کی عارضی بہاروں سے مستغنی ہوکر خلوت میں حق تعالیٰ کے قرب سے مسرور رہتی ہیں، یہ وہ خلوت ہے کہ لاکھوں جلوتیں اس پر قربان ہوں۔ (معارفِ مثنوی ۵۵)

سلوک ومعرفت کی راہ میں صحرانوردی وخلوت نشینی کی تاریخ بڑی قدیم ہے اس کا سلسلۂ زریں غارِحرا سے ملتا ہے، مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ جب ضلع شاہ آباد، بہیا کے جنگل میں پہنچے، مور کی جھنکار سنی، ایک نعرۂ مستانہ لگایا اور جنگل میں غائب ہوگئے، اور بارہ سال تک یادِ الٰہی میں مشغول رہے۔

ادھر عصری تعلیم کا سلسلہ جاری تھا اور دوسری طرف عنایت الٰہی کشاں کشاں مختلف اولیاء اللہ واہلِ دل کی خدمت میں پہنچاتی رہی، ابھی عمر ۱۵ر سال تھی کہ سلسلۂ نقشبندیہ کے مشہور صاحبِ نسبت بزرگ حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں رہے، تین سال تک قیام کیا اور اُن کے دل کی زمین معرفت اور محبت سے سیراب ہوتی رہی، پھر غالباً مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر یا اپنے کسی دوست کے مشورہ سے اپنے وقت کے مشہور ومعروف ولیٔ کامل حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ (خلیفۂ مجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) کی خدمت میں پہنچے،

اُن کے وصال کے بعد حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئیؒ سے وابستہ ہوئے الغرض انہیں صحبت ایسے بزرگوں کی میسر آئی کہ جو اسلامی تعلیمات، اخلاقی وروحانی کمالات کے زندہ نمونہ اور مجسم تصویر تھے۔

اس لیے اُن کا دامن علم وعمل، فضل وکمال، زہد وورع، جملہ اخلاقی اور روحانی فضائل سے مالا مال ہوا اور اپنے وقت کے خاصان خدا کے فیض صحبت سے اُن کی شراب معرفت ومحبت دوآتشہ سے سہ آتشہ ہوگئی۔ اور چشم فلک نے پھر یہ منظر بھی دیکھا کہ عرب وعجم میں اُن کا فیض پھیلا، وعظ وتذکیر کی مجلسیں حد درجہ مؤثر ہوتیں اُن کے وعظ وتقریر میں محسوس ہوتا کہ اُن کا قلب ایک شکستہ ساز ہے جس سے ہمیشہ درد کی صدا نکلتی، جو دل کے تاروں کو ہلا کر رکھ دیتی عوام وخواص اور اپنے وقت کے جید علماء واکابرین کے دامنِ تربیت سے وابستہ ہوتے اور اپنی اپنی استعداد اور ظرف کے مطابق فیض یاب ہوتے ع دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر۔

دنیا واقف ہے کہ جو دینی، علمی اور روحانی برتریاں حضرت ممدوحؒ کو بارگاہِ ربانی سے عطا کی گئیں، اس کے علاوہ خانقاہ، مدارس اور مواعظ حسنہ ودیگر تصنیفات ایسے قابلِ قدر وایمان افروز کارنامے ہیں جو حضرت اقدسؒ کے لیے ذخیرۂ آخرت، ورفعِ درجات کا ذریعہ بنیں گے، مولاناؒ کی مشہور عالم کتاب ''معارفِ مثنوی'' تنہا ایسی تالیف ہے جس نے نہ جانے کتنے بندگانِ خدا کے قلوب میں خدا کی محبت ومعرفت کی تخم پاشی کی گئی ہے، اور کرتی رہے گی۔ اور یہی ایک عمل (اگر خدا نے چاہا تو) رحمت ومغفرت کے پھول نچھاور کرنے کا سبب بنے گا، چنانچہ معارفِ مثنوی کی تالیف میں اپنے اس تمنا کا اظہار اس طرح فرمایا ہے کہ:

''احقر کی ہمیشہ یہ تمنا رہی ہے کہ حق تعالیٰ مثنوی شریف کے علوم ومعارف احقر کے قلم سے اس عشق ناک اور دردناک انداز سے تالیف کرادیں جو ناظرین کے سینوں میں حق تعالیٰ کی محبت وتڑپ پیدا کرنے کا ذریعہ بن جائے، ہمارا کام ہر ملنے والے سے حق تعالیٰ شانہ کی محبت کا غم بیان کرنا ہے پھر جس کے مقدر میں ہوگا اور جس کی زمین تخم عشق الٰہی کے لیے صالح اور لائق ہوگی اس میں میرے لیے صدقۂ جاریہ کا انتظام ہوجاوے گا اور زمین شور کے لیے بھی یہ پیغام حجت بن جائے گا''۔

برسرِ منبر سنائیں گے تیرا افسانہ ہم بن کے دیوانہ کریں گے خلق کو دیوانہ ہم

اللہ ربّ العزت حضرت ممدوحؒ کی اس تمنا کو حقیقت میں بدل دے اور جنت میں مقامِ قرب ورضا سے نوازے، اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

آسمان اُن کی لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نو رُستہ اُس گھر کی نگہبانی کرے

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

سانحۂ ارتحال عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ

مولانا سید سلیمان عبدالقدیر ندوی، انڈیا

اسلامی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو برّصغیر کا ہمارا یہ خطہ بھی اسلامی تاریخ کے ایک بڑے حصہ پر محیط ہے، اس میں بھی خاص کر ہمارے ملک ہندوستان کی اسلامی تاریخ، اسلامی علوم وفنون، تربیت وسلوک اور عزیمت کے بے شمار نامور علماء، اہل اللہ، صالحین ومجاہدین کے کارناموں سے بھری پڑی ہے اور یہ فضل خداوندی ہے کہ اس خطّہ میں اللہ نے ایسے بے شمار پاک نفوس کو پیدا فرمایا، جن کی اصلاحی وتربیتی کوششوں، روحانی واخلاقی مجلسوں سے ہزاروں تشنگانِ علم وسلوک سیراب ہوئے اور جن کی ذات بابرکت گمراہی کے دلدل میں پھنسے لوگوں کے لیے قندیل ربّانی سے کم نہیں تھی، اس صف میں ہمیں خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے لے کر ماضی قریب میں محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ کی ذاتِ گرامی نظر آتی ہے۔

اسی صف کے ایک جید عالمِ دین، بقیۃ السلف، عارف باللہ، برصغیر کے رہبرِ شریعت، خلیفہ حضرت ہردوئیؒ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی ذاتِ اعلیٰ صفات ہے، جو ۱۳ رسالہ طویل علالت کے بعد ۲ رجون ۲۰۱۳ء بروز پیر بمقامِ کراچی پاکستان، دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف کوچ کرگئے، حضرتؒ کا دائرہ وحلقہ صرف برصغیر ہی نہیں بلکہ یورپ وافریقہ ودیگر ممالک تک پھیلا ہوا تھا، جہاں آپ کے سینکڑوں محبین ومتوسلین، اشاعتِ دین واحیاءِ سنت کے کاز میں مصروف ہیں، ۹۰ رسالہ طویل زندگی کو آپ نے مختلف گوشوں سے خدمتِ دین، احیاءِ سنت اور اتباعِ شریعت کے لیے وقف کر رکھا تھا، جہاں آپ کے پند ونصیحت، وعظ وارشاد سے ہزاروں لوگ مستفید ہوئے، تو دوسری جانب آپ کی چھوٹی بڑی تصنیفات سے سینکڑوں گم کردہ راہ راہ یاب ہوئے، حضرتؒ اگر چہ نصف صدی تک پڑوسی ملک پاکستان میں مقیم تھے، لیکن آپ کا خاندانی، علمی اور روحانی تعلق ہندوستان ہی سے تھا۔

روزِ اول ہی سے بزرگانِ دین سے بڑا ربط وتعلق تھا، جس کی وجہ سے آپ دینی کاموں میں سرگرم عمل تھے اور مزید یہ ہے کہ آپ نے جوانی ہی میں عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ علومِ اسلامیہ کا

کورس بھی مکمل کیا، عنفوانِ شباب سے سلوک وتربیت، عشق ومحبت، تزکیہ وتصوف کے راہِ عاشق تھے یہ حسن اتفاق تھا کہ جن بزرگان دین سے آپ کا تعلق تھا اُن میں سے دو حضرت حکیم الامتؒ کے خلفاء تھے، آپ تصوف کے چاروں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ سے بھی وابستہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سارے محاسن وکمالات کا جامع بنایا تھا، مزید یہ ہے کہ آپ کو دردناک وسبق آموز مواعظِ حسنہ کے ساتھ ساتھ تحریر وکتابت میں مہارت عطا فرمائی تھی، آپ کی تصنیفات وتالیفات کو پڑھ کر مضطرب دلوں کو سکون، بے چین طبیعتوں کو کیف وسرور محسوس ہوتا ہے اور گناہ کے عادی اشخاص کے لیے وہ کسی نسخۂ کیمیا سے کم نہیں ہے، ان تصنیفات میں آپ کی زبان اتنی سادہ عام فہم ہوتی ہے کہ ایک عام مبتدی شخص بھی اس سے استفادہ کرکے اپنے روحانی امراض کا علاج کرسکتا ہے۔

مولاناؒ کی خصوصیات میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ آپ نے اپنے اسلاف واکابر خاص کر اپنے پیر ومرشد حضرت ہردوئیؒ کے طرز ونمونہ پر اُمت کی اصلاح کا کام سرانجام دیا اور دین کے ہر شعبہ میں چاہے وہ ایمانیات سے متعلق ہو یا عبادات سے، اخلاقیات سے ہو یا معاشرت سے، ہر طبقہ میں اُمت کی اصلاح فرمائی اور اس میں بھی آپ کا خاص وصف یہ تھا کہ روزمرہ زندگی کے ایسے گناہ وجرائم کو ابتلاء عام کی وجہ سے اپنی اہمیت کھو چکے تھے، اس کی طرف آپ نے خصوصی توجہ فرمائی۔

فیشن پرستی، عریانیت اور بے حیائی کے اس دور میں جہاں بنتِ حوا اپنی چادر کو چاک کرکے موبائل، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، بازاروں وتعلیم گاہوں اور تجارتی اداروں کی زینت بن گئی ہے، جس کی وجہ سے بدنظری وبدنگاہی کے اس مرض کا ہر عام وخاص شکار ہوکر رہ گیا ہے، تو حضرتؒ کے دردمند دل نے یہ محسوس کیا کہ اس مرض کی تشخیص کی سخت ضرورت ہے لہٰذا آپ نے اپنی ہر عام وخاص مجلس میں اس کی طرف رہنمائی فرمائی۔ اس عنوان کے تحت آپ نے بدنظری کے چودہ نقصانات، بدنظری وعشق مجازی کی تباہ کاریاں اور اُن کا علاج، بے پردگی کی تباہ کاریاں، جیسی قیمتی کتابیں تصنیف فرمائیں جس میں ہر عام وخاص کے لیے ایک رہنمائی اور اس مرض کے شکار لوگوں کے لیے مفید باتیں اور اس سے بچنے کی تدابیر وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

آپ کی علمی خدمات کا دائرہ بھی وسیع تھا، مواعظِ حسنہ وصفاتِ کاملہ کے حوالے سے مختلف موضوعات پر کم وبیش ۱۵۰/ سے زائد کتابیں منظرِ عام پر آئیں۔ آپ کا یہ دعوتی وتبلیغی سلسلہ صرف اپنے ملک میں ہی محدود نہیں تھا بلکہ یورپ وامریکہ میں بھی آپ کے معتقدین نے آپ کی زیرِ نگرانی کئی ادارے قائم کیے۔ مولاناؒ کے اس کاز کو عام کرنے کے لیے آپ کے ادارہ کی جانب سے KHANQAH.ORG کے نام سے ویب سائٹ بھی موجود ہے، جس سے قارئین مولاناؒ کے

بیانات وتصنیفات سے براہِ راست استفادہ بھی کر سکتے ہیں، مولاناؒ کے معتقدین میں جہاں اہلِ علم وفضلاء کی ایک بڑی تعداد ہے تو دوسری طرف مختلف گوشوں سے تعلق رکھنے والی بڑی شخصیات بھی ہیں

پاکستان کے مشہور عالمِ دین حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی شہادت کے بارہ روز بعد ۲۰۰۰ء میں حضرت والاؒ پر فالج کا حملہ ہوا اور یہی آپ کے لیے جان لیوا ثابت ہوا۔

آپ نے اپنے پیچھے خدام علم دین، مواعظ وخطبات، تصنیفات وتالیفات کا بیش بہا خزانہ چھوڑا، جو آپ کے لیے تا روزِ قیامت صدقۂ جاریہ ہے، اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور یہ آپ کا شعر ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے ؎

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

(بشکریہ ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد انڈیا ۲۰۱۳ء)

دین کی مجلس کا ادب یہ ہے کہ جس شخص سے دین سیکھنے جاؤ اس کے سامنے کسی کتاب کا مطالعہ بھی نہ کرو، حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَهٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَهُوَ شَهِیۡدٌ﴾

(سورۃ ق، اٰیۃ:۳۷)

اس میں اس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جس کے پاس فہیم دل ہو یا وہ کم از کم (دل سے) متوجہ ہو کر (بات کی طرف) کان ہی لگا دیتا ہو۔(تفسیر بیان القرآن)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کا نفع ان لوگوں کو ہوتا ہے جن کے سینوں میں ہمارے لیے قلبِ مضطر ہو، یعنی ایسا دل ہو جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور ناراضگی کی باتوں کا فہم رکھتا ہو، حق وباطل میں تمیز کر سکتا ہو، یا اگر کسی کے پاس ایسا دل نہ بھی ہو تو کم از کم اتنا تو ہو کہ وہ دین کی بات کو کان لگا کر سنتا ہو اور سنتے وقت وہ دل سے حاضر بھی ہو، یہ نہیں کہ جسم تو مجلس میں ہے اور دل کہیں اور ہے۔ حکیم الامتؒ نے ''مسائل السلوک'' میں لکھا ہے کہ اس آیت میں کلامِ شیخ کے نافع یعنی فائدہ مند ہونے کی شرائط بیان ہوئی ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ہدایت کے حصول میں متوجہ ہو کر سننے کو بڑا دخل ہے۔ لہٰذا جب شیخ کے پاس حاضر ہو تو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

نمونۂ سلف حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب
نبیرہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ و مدیر ماہنامہ ندائے شاہی، مرادآباد انڈیا

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ دورِ حاضر کی بڑی بابرکت اور بافیض شخصیت تھے، اللہ تعالیٰ نے عوام وخواص بالخصوص علماء وطلباء کی تربیت کا بہترین ملکہ آپ کو عطا فرمایا تھا، آپ کی باتیں پر اثر اور صحبتیں انقلاب آفرین تھیں، ذاتِ حق تعالیٰ کے ساتھ آپ کا سوز گداز حاضرین وسامعین تک کو تڑپا دیتا تھا، ورع وتقویٰ کے اثر سے زبان سے اسرار وحکم کے پھول جھڑتے تھے اور موضوع کو آسان انداز میں حالاتِ حاضرہ کو پیشِ نظر رکھ کر سمجھانے میں آپ کو مہارت حاصل تھی، آپ نے ویسے تو دین کے مختلف شعبوں کو زندہ رکھنے اور انہیں نکھارنے میں توجہ دی، لیکن آپ نے اپنے اوقات کا سب سے بڑا حصہ اصلاح وتزکیہ کی محنتوں میں صرف کیا، کتنے ہی انسانی پتھروں کو تراش کر آپ نے بفضل خداوندی ہیرا بنادیا، جو آج دنیا کے خطے خطے میں چمک رہے ہیں۔

آپ کی تربیت اور نگرانی کا خاص پہلو یہ رہا کہ آپ نے اپنے متعلقین کو خلافت دینے کے بعد بھی آزاد نہیں چھوڑا، بلکہ اُن کی نگرانی کا سلسلہ مسلسل باقی رکھا، چنانچہ آج دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے آپ کے خلفاء ومتوسلین مکمل نظم وانتظام کے ساتھ آپ کی ہدایات کے مطابق دعوت واصلاح اور تزکیۂ نفس کا کام انجام دے رہے ہیں، فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

حضرت حکیم صاحبؒ کو تفسیرِ قرآن کریم سے خصوصی شغف تھا، خاص کر علامہ آلوسیؒ کی تفسیر ''روح المعانی'' کی عبارتیں از بر تھیں اور ساتھ میں مثنوی مولانا رومؒ تو گویا رگ وریشے میں بس گئی تھی، نیز آپ کو پاکیزہ شاعری اور حمد ونعت سے بھی بہت دل چسپی رہی، اس سلسلہ کے کئی مجموعے شاندار انداز میں شائع ہوکر مقبول ہوئے، آپ کے اشعار محبتِ الٰہی اور عشق نبوی ﷺ سے بھر پور ہیں جنہیں پڑھنے والا متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کو اللہ تعالیٰ نے ملت کے لیے تڑپنے والا دل عطا فرمایا تھا آپ پورے عالم میں اسلام اور کلمۂ اسلام کی سربلندی کے مشتاق تھے۔

آپ نے اپنے وقت کے تین بزرگوں سے تربیت پائی تھی اور ایک سے خلافت۔ حضرت حکیم صاحبؒ نے اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ کسی بزرگ سے خلافت ملنے کے بعد بھی آدمی کو اپنی اصلاح سے مستغنی نہیں ہونا چاہیے بلکہ کسی نہ کسی بزرگ سے وابستہ ہونا چاہیے اور یہ وابستگی بھی محض رسمی نہ ہو بلکہ سو فیصد اتباع وانقیاد کے ساتھ ہونی چاہیے۔ حضرت حکیم صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے حضرت مولانا محی السنہؒ سے ایسی فدائیت وفنائیت کا اظہار فرمایا کہ آپ موصوف کے جذبات وخیالات کے ترجمان بن گئے اور ''مجالس ابرار'' کے نام سے آپ نے حضرت محی السنہؒ کے ملفوظات بہت عمدہ انداز میں مرتب کیے جو بے حد مقبول اور نافع ہیں۔ اسی طرح آپ نے ''ایک منٹ کا مدرسہ'' نامی کتاب حضرت محی السنہؒ کی ایماء پر ترتیب دی جو انتہائی مقبول ہوئی اور اس کا نفع بے حد عام ہوا۔

مقامِ اطمینان ہے کہ آپ نے اپنی حیات ہی میں اپنے لائق وفائق صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کو ساری ذمہ داریاں سونپ دی تھیں اور اپنے سب متعلقین کو اُن سے رجوع کرنے اور مشورہ لینے کی ہدایت فرمادی تھی اس لیے قوی امید ہے کہ آپ کے ذریعہ چلائے جانے والے تمام دینی کام اور تزکیہ واصلاح کی سب محنتیں سابقہ ترتیب پر چلتی رہیں گی، بلکہ ترقی حاصل کرتی رہیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو نور سے منور فرمائیں، آپ کے درجات بے حد بلند فرمائیں اور اُمت کو آپ کے نعم البدل سے نوازیں، آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد انڈیا، ۲۰۱۳ء)

❁

جب بخاری شریف میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا کہ اے لوگو! ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور تمام زندگی مبارک آپ نے ایک مشت ڈاڑھی رکھی، جملہ نبیوں نے رکھی، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے رکھی، اتباع عشق رسول یہاں دکھاؤ! آپ کے فرمان عالیشان کے پرخچے اڑاتے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہو اور محبت اور عاشقی کا دعویٰ کرتے ہو؟ عربی شاعر کہتا ہے۔

تعصی الرسول وأنت تظهر حبه

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال کا سانحہ

مولانا بدر الحسن قاسمی (کویت)

جدہ سے محترم قاری محمد رفیق صاحب کے ٹیلیفون سے اطلاع ملی کہ کراچی میں حکیم صاحبؒ طویل علالت کے بعد تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے ۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

جہاں تک حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہے تو وہ پیر و مرشد اور واعظ و مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت اچھے شاعر بھی تھے ۔ اُن کے مرشد اور حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے آخری خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا اِنتقال چند سال پہلے ہی ہوگیا تھا۔ حیدرآباد دکن وہ کئی بار آئے اور حیدرآباد میں اُن کی آمد سے بڑی رونق بڑھ جایا کرتی تھی اور پورے شہر پر ایک طرح کی رُوحانی چادر تن جایا کرتی تھی، لوگ جوق دَر جوق اُن کی مجلسوں میں شرکت کرتے اور اہلِ حیدرآباد اپنے ذوق و مزاج کے مطابق بزرگوں کی نیازمندی وعقیدت کا بھرپور ثبوت ہمیشہ ہی دیتے رہے ہیں۔

حضرت مولانا حکیم صاحبؒ سے میری ملاقات مولانا محمد رضوان القاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں ہوئی اور اُن کی باتیں سننے کا موقع ملا، حضرت حکیم صاحبؒ بہت ہی باغ و بہار آدمی تھے، ہر موقع سے متعلق سینکڑوں اشعار اُن کی زبان پر ہوا کرتے تھے اور بہت لطف لے کر اُنہیں پڑھا کرتے۔ حضرت حکیم صاحبؒ ۱۳۹۷ھ میں حیدرآباد آئے اور اسی وقت مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اُن سے ''دید اور شنید'' کا موقع ملا اور باہم تعلقات قائم ہوئے اور جس کا نتیجہ اُن کے گرانقدر ملفوظات ''باتیں اُن کی یاد رہیں گی'' کی شکل میں سامنے آئے۔ مولانا محمد رضوان صاحبؒ نے اُن ملفوظات کی جس طرح عنوان بندی کی ہے اس سے تمام ہی ملفوظات بڑے ہی جاذب اور مؤثر بن گئے ہیں۔

موت تو ہر زندہ وجود کا خاصہ ہے جس سے کسی کو مفر نہیں ہے لیکن تشویش کی بات یہ ہے کہ ایک طرف نام ور علماء کی صفیں خالی ہوگئیں ہیں اور اب اُن کی شبیہوں کا ملنا بھی مشکل ہوگیا ہے۔ تو دوسری طرف اہلِ حق کی خانقاہیں بھی ویران ہوتی چلی جارہی ہیں اور ہر طرف ہُو کا عالم اور مکمل سناٹا نظر آتا ہے اور ہر طرف سے یہی آواز آرہی ہے کہ ؎ وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے۔

حضرت حکیم صاحبؒ نہیں رہے لیکن اُن کی باتیں یاد رہیں گی۔ حکیم صاحبؒ کی باقیات میں اُن کے اِدارے اور متوسلین کے علاوہ متعدد اَخلاقی رَسائل بھی ہیں جو سب کے سب مفید و مؤثر اور ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت نصیب فرمائے۔ آمین۔ (بشکریہ حق فورم)

حضرت حکیم صاحبؒ..... یادیں اور تأثرات

جناب مولانا محمد زاہد صاحب
ابن شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمدؒ، نائب رئیس واستاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

بچپن سے مجھے ایک بیماری تھی کہ جب حفظ میں پڑھتا تھا تو چھٹی کے اوقات میں بالخصوص عصر کے بعد کوئی نہ کوئی کتاب لے کر گھر کے کسی کونے میں بیٹھ جاتا تھا۔ اس وجہ سے والدہ سے کئی دفعہ ڈانٹ بھی پڑی۔ بالخصوص گرمی کے موسم میں شام یا رات کے اوقات میں کمرے کے اندر بیٹھ کر پڑھنے کی وجہ سے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس سے یرقان ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی زمانے جبکہ میں حفظ مکمل کر چکا تھا یا قرآن کریم قریب الاختتام تھا ہمارے گھر میں دو کتابیں آئیں، ظاہری شکل کے اعتبار سے دونوں میں قدرِ مشترک بات یہ تھی کہ وہ انتہائی دیدہ زیب اور خوب صورت انداز سے چھپی ہوئی تھیں۔ جلد پر خوب صورت سبز رنگ کا پلاسٹک یا ریگزین کا کور، اس کے نیچے نرم نرم فوم کی تہہ۔ ایک کتاب کا نام تھا اسوۂ رسول اکرم ﷺ (مؤلفہ شیخی ومرشدی حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحیٔ صاحب عارفی رحمہ اللہ) اور دوسری کتاب کا نام تھا ''معارفِ مثنوی'' جس پر مؤلف کا نام مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ لکھا ہوا تھا۔ پہلی کتاب کا تو اس زمانے میں مطالعہ کرنا یاد نہیں آ رہا تاہم دوسری کتاب میری مذکورہ بیماری کا نشانہ بنی۔ اس کتاب کے ایک حصے میں مثنوی مولانا روم سے منتخب حکایات کو سلیس اور مؤثر اردو زبان میں بیان کیا گیا ہے، بچوں کو ویسے ہی قصے کہانیوں سے دلچسپی ہوتی ہے، پھر دینی ماحول میں آنکھیں کھلنے کی وجہ قصے کہانی میں سبق آموزی بھی شامل ہو جائے تو بچے کی دلچسپی اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ یہ تھا اس ناکارہ کا حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ، مولانا روم کی شخصیت، ان کی مثنوی اور فارسی زبان ان چاروں چیزوں سے میرا پہلا تعارف۔ بلکہ خود تصوّف وسلوک کی لائن کے ساتھ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے تسہیل المواعظ کے بعد جس چیز کی وجہ سے تعارف ہوا وہ بھی یہی کتاب تھی۔ حکایات کی دلچسپی اور سبق آموزی کے علاوہ سب سے منفرد چیز جو اب تک لوحِ دل پر نقش ہے وہ اس کتاب کا سوز وگداز کا ایک خاص رنگ تھا، جو کم از کم اس زمانے کی پڑھی ہوئی کسی اور کتاب میں محسوس کرنا یاد نہیں، یہ تو خیر بعد میں پتہ چلا کہ یہ چیز مثنوی

مولانا رومؒ اور خود حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت کا ایک لازمی حصہ ہے۔

اسی دور کے کچھ عرصے بعد حضرت والد صاحب حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ جامعہ خیر المدارس ملتان سے دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الٰہ یار منتقل ہوگئے۔ وہاں ہمیں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ کے مکان میں دو سال رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس زمانے میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کا کراچی بکثرت آنا جانا رہتا تھا۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کا بیعت واصلاح کا تعلق حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحئی صاحب عارفی رحمہ اللہ کے ساتھ تھا۔ بنیادی طور پر انہی کی وجہ سے کراچی جانا ہوتا تھا۔ قیام حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کے ہاں ہوتا تھا۔ دیگر بزرگوں سے بھی ظاہر ہے کہ رابطہ واستفادہ ہوتا تھا۔ ٹنڈو الٰہ یار کے قیام کے زمانے میں ہی حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے کراچی کے ایک بزرگ کے نام خط لکھا جس کے مضمون میں یہ بھی شامل تھا کہ آپ کی نصیحتوں اور بیانات کو میں آج کل کے طلبہ اور اساتذہ کے لیے بہت مفید سمجھتا ہوں، غالباً اس میں اس طرح کی بات بھی تھی کہ جناب کی ٹنڈو الٰہ یار تشریف آوری کی کوئی صورت بن جائے۔ اس خط کے سرنامہ میں کس بزرگ کا نام تھا یہ دیکھنا تو مجھے یاد نہیں، تاہم اس خط میں مذکورہ بزرگ کی جس مضمون کی نصیحتوں کا ذکر تھا اس کے پیشِ نظر یہ یقین ہے کہ یہ بزرگ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ ہی تھے۔ یہ حضرت رحمہ اللہ کی شخصیت سے اس ناکارہ دوسرا تعارف تھا۔ اسی زمانے میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ جب کراچی سے تشریف لاتے تو ایک مختصر سے کتابچے کے متعدد نسخے ساتھ لاتے جس کا نام تو اب یاد نہیں آرہا تاہم مضمون اس کا یہ تھا کہ اس میں صبح اٹھنے سے رات کو سونے تک رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو مختصر انداز میں بیان کیا گیا تھا جو حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ یا حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ میں سے کسی کی تصنیف تھی۔

وقت گذرنے کے ساتھ حضرت رحمہ اللہ کی شخصیت سے حاضرانہ یا غائبانہ استفادے کا سلسلہ بڑھتا رہا۔ فیصل آباد میں جب جامعہ امدادیہ کا قیام عمل میں آیا تو اس کے مقاصد میں ایک چیز حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے پیشِ نظر یہ بھی تھی کہ مختلف سلاسلِ مقبولہ بالخصوص حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سلسلے کے بزرگوں کی فیصل آباد میں تشریف آوری ہوتی رہے اور اہلِ فیصل آباد کو ان سے استفادے کے مواقع ملتے رہیں۔ اسی سلسلے میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی متعدد بار حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ کے ساتھ اور مستقلاً جامعہ امدادیہ میں تشریف آوری ہوئی، ایک دفعہ تو متعدد روز قیام رہا اور فیصل آباد کے علاوہ چنیوٹ میں بھی حضرتؒ کے بیانات ہوئے۔

حضرت والا رحمہ اللہ کے ذوق ومزاج کا اگر خلاصہ بیان کرنا چاہیں تو غالباً اس کے بنیادی

نکتے دو ہوں گے، ایک عشق الٰہی کی تڑپ اور خاص قسم کا سوز وگداز جو ایک تو اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر آپ کی طبیعت میں وودیعت فرمایا تھا، چنانچہ بتایا جاتا ہے کہ نوعمری ہی میں آپ جنگل میں جا کر عبادت کرتے اور روتے تھے، اس ذوق کو مزید لو ملی آپ کے شیخ اول حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمہ اللہ اور شیخِ ثانی حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ کے فیضانِ صحبت وتلمذ سے۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمہ اللہ کے مقام ومرتبہ اور عشق وجذب میں ان کے ذوق کی نشان دہی کے لیے اتنا بتا دینا ہی کافی ہے کہ آپ حضرت مولانا فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت مولانا بدرعلی صاحب رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کے اسی ذوق نے شاعری کی شکل بھی اختیار کی، چنانچہ آپ ایک مؤثر شاعر تھے۔ شاعری میں آپ کے مقام ومرتبے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے عالمی رابطہ ادب اسلامی (جس کے بانی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب حسنی ندوی رحمہ اللہ تھے اور جس کا ہیڈ آفس ریاض سعودی عرب میں ہے) کی ہندوستان کی شاخ نے کچھ عرصہ قبل مولانا پرتاب گڑھی پر باقاعدہ ایک سیمینار کرایا تھا۔ آپ کے دوسرے شیخ حضرت مولانا پھول پوری صاحب رحمہ اللہ میں بھی عشق وجذب کا یہ رنگ پایا جاتا تھا۔ ان دونوں شخصیات سے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے صرف استفادہ ہی نہیں کیا بلکہ صحبتِ طویلہ اور محدثین کی اصطلاح کے مطابق طولِ ملازمت حاصل کرنے کے علاوہ ان کی والہانہ اور بےلوث خدمت کی سعادت بھی حاصل کی۔ چنانچہ حضرت پھول پوری صاحب رحمہ اللہ کی خدمت کے حوالے سے یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بعض اوقات سردی کے موسم میں رات کے وقت پانی کے برتن کو اپنے پہلو میں لے کر اور اوپر کمبل کر کے رات گذارتے تھے تاکہ صبح شیخ کو ٹھنڈا پانی استعمال نہ کرنا پڑے۔ اس کی مثال میرے ناقص مطالعے کے مطابق ماضی قریب میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ کی سیرت میں ملتی ہے کہ وہ بھی اسارتِ مالٹا کے دوران اپنے شیخ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی راحت رسانی کے لیے یہی نسخہ استعمال کرتے تھے۔

بہرحال آپ کے ذاتی اور طبعی رنگ اور ان حضرات کے فیضانِ صحبت کے نتیجے میں آپ اس خاص قسم کے سوز وگداز میں اپنے معاصرین میں نمایاں تھے اور غالباً اسی چیز نے آپ کو مائل کیا مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ کی طرف اور مثنوی نے آپ کی اس آتش عشق کو مزید کئی آتشہ بنا دیا۔ ہمارے بزرگانِ دیوبند کو مثنوی مولانا رومؒ کے ساتھ خاص اعتناء رہا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ کا درس مثنوی اور اس کا خاص رنگ تو معروف ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے مواعظ میں جتنا استشہاد مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار سے ملتا ہے اور وہ کسی

اور سے نہیں ملتا۔ دیو بندی حلقوں میں مثنوی کے ساتھ مناسبت کے حوالے سے شاید حضرت والا رحمہ اللہ کو آخری شخصیت قرار دینا غلط نہیں ہوگا۔ فارسی زبان کا رواج نہ ہونے کے اس دور میں حضرتؒ نے اپنے مواعظ اور بالخصوص معارفِ مثنوی کے ذریعے مولانا رومؒ کے علوم ومعارف سے اردو دان طبقے کو متعارف کرانے کی مبارک کوشش فرمائی ہے۔ مثنوی مولانا رومؒ ویسے تو اتنے متنوع پہلوؤں پر مشتمل ہے کہ صرف عالمِ اسلام ہی نہیں پوری دنیا میں زیادہ بکنے والی کتابوں میں شامل ہے۔ تاہم دو چیزیں اس کتاب کی سب سے اہم ہیں۔ ایک تو اللہ تعالی نے مولانا رومؒ کی زبان سے وہ حقائق زندگی بیان کروادیئے ہیں جو رہتی دنیا تک مشعل راہ رہیں گے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ جیسا شاعرِ حقیقت مولانا رومؒ کو اپنا پیر ومرشد مانتا ہے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کی شاعری کو اگر دیکھیں تو قرآن کے بعد جن چیزوں کو اس شاعری کے بنیادی مآخذ میں شمار کیا جاسکتا ہے ان میں ایک تو مثنوی مولانا رومؒ ہے اور دوسرا تہذیبِ حاضر کا قریب سے مشاہدہ کرکے اس کے کھوکھلے اور کھوٹے ہونے کا عین الیقین ہے۔ بیانِ حقائق کے ساتھ مثنوی مولانا رومؒ کی دوسری خصوصیت اس کا خاص قسم کا سوز گدازِ عشق ہے جو انہیں شمسِ تبریزؒ سے حاصل ہوا تھا، جس کا اظہار مثنوی کے پہلے ہی بیت میں ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند
واز جدائی ہا شکایت می کند

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ نے مثنوی شریف کے اس دوسرے پہلو سے قابلِ ذکر حصہ پایا تھا جس کا اندازہ ان کے مواعظ اور تصانیف سے بآسانی ہوسکتا ہے۔

میں عرض کررہا تھا کہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کے ذوق ومزاج کا ایک عنوان تو یہ سوز وگدازِ عشق ہے۔ دوسرا اہم عنوان اتباعِ سنت ہے۔ یہ چیز انہیں خاص طور پر اپنے شیخ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ سے حاصل ہوئی۔ ویسے تو وہ شیخ ومرشد ہی کیا ہوا جس کے ہاں اتباعِ سنت کی بات نہ ہو، تاہم بعض حضرات کے ہاں اس پر زیادہ زور نظر آتا ہے۔ ویسے تو تمام بزرگانِ دین نے اتباعِ سنت ہی کی تعلیم دی ہے تاہم اس اصول کے عملی انطباق میں ان حضرات کے ذوق ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ اس سلسلے میں حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کے ذوق کے پیروکار تھے۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے سلسلۂ تصوف واحسان کے ساتھ ان کے مواعظ حسنہ سے بھی بے شمار لوگوں کو دینی فائدہ حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ بعض بزرگوں کی فیض رسانی کے سلسلے میں عمر کے کسی خاص حصے میں جاکر ایک انفجاری کیفیت پیدا کردیتے ہیں اور یک دم خلقِ خدا بڑی تعداد میں ان

سے مستفید ہونے لگتی ہے۔ حضرت رحمہ اللہ کی زندگی کے آخری بیس پچیس سال کا یہی معاملہ تھا۔ حضرت رحمہ اللہ کے کثیر اسفار، استرشاد کے لیے آپ کی طرف کثرت سے رجوع کے علاوہ اس عرصے میں آپ کے مواعظ بھی بڑی تعداد میں شائع ہوئے اور لوگوں نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ آپ کے مواعظ میں ہر طبقے کے لوگوں کے لیے فائدے کا سامان ہوتا تھا۔ آپ کے موضوعات بھی متنوع ہوتے تھے، عشق حقیقی کا سوز وگداز، اتباع سنت، زبان، کان اور آنکھ کے درست استعمال کے علاوہ عائلی زندگی بالخصوص حقوقِ زوجین آپ کے اہم موضوعات ہوتے تھے۔ قرآن و حدیث سے استفادے کے سلسلے میں دو کتابیں آپ کو خاص طور پر پسند تھی۔ تفسیرِ قرآن کے سلسلے میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی روح المعانی اور حدیث کے سلسلے میں مشکوۃ المصابیح اور اس پر حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ کی شرح مرقاۃ۔ ان دو کتابوں کی طویل طویل عبارتیں آپ کو ازبر تھیں۔ وسعتِ مطالعہ کے فوائد اپنی جگہ، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی گفتگو سن کر اندازہ ہوتا تھا کہ قرآن وحدیث ایسے بحر بیکراں ہیں کہ ان سے متعلق ایک آدھ کتاب بھی انسان ڈھنگ سے پڑھ لے تو ان سے بے انتہا فوائد اور نکات حاصل کرسکتا ہے۔ حضرت والا حکیم صاحب رحمہ اللہ ان دو کتابوں کی عبارتوں سے ایسی باتیں نکال لیتے تھے کہ عام طور پر ان کا مطالعہ کرنے والا ان تعبیرات سے سرسری انداز سے گذر جاتا ہے۔

اس طرح کی نکتہ رسی حضرت رحمہ اللہ کے عمومی خطابات کے علاوہ ملاقاتی گفتگو میں بھی ہوتی تھی۔ ایک دفعہ اپنے والد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ کراچی میں حضرتؒ کے ہاں حاضری ہوئی۔ حضرتؒ ان دنوں صاحبِ فراش تھے، ہمیں ملاقات کے لیے اندر ہی بلا لیا گیا۔ اس بیماری کے باوجود اس وقت سورۂ نساء کی ایک آیت کے متعلق متعدد نکات بیان فرمائے۔ اس طرح کے حضرات کی گفتگو میں بعض اوقات نصوص کے بعض ایسے پہلوؤں کی طرف توجہ ہوجاتی ہے جن کی طرف عام طور پر دھیان نہیں جاتا، حالانکہ بات بعض اوقات بالکل سامنے کی ہوتی ہے۔ چند دن پہلے اسی طرح کی ایک بات ایک حدیث کے متعلق حضرت کے ایک وعظ میں پڑھ رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی شکایت مجھ تک نہ پہنچائے۔ اس حدیث میں بیان کیے گئے حکم سے علماء نے ولاۃ الامر کا حکم بھی مستنبط کیا ہے کہ بلا وجہ حکام اور اہلِ اختیار کے کسی کے خلاف کان نہیں بھرنے چاہئیں، اس کا تعلق علما ومشائخ کے ساتھ بھی ہے کہ اساتذہ اور مشائخ تک ان کے شاگردوں کی شکایات نہیں پہنچانی چاہئے۔ اس کی اصل منصوص وجہ تو وہی ہے جو خود اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمادی کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا سینہ تم میں سے ہر ایک کے بارے میں صاف رہے۔ اس سے ایک پہلو تو واضح

طور پر یہ سمجھ میں آ رہا ہے کہ اس میں اس شخص کا نقصان ہے جس کی شکایت پہنچائی گئی ہے۔ اس لیے کہ جب فیض پہنچانے والے کا دل فیض حاصل کرنے والے کے بارے میں مکدر ہو جائے گا تو اس میں فیض حاصل کرنے والے کا نقصان ہوگا۔ گویا اس میں اصل نقصان اس شخص کا ہے جس کے بارے میں شکایت پہنچائی گئی ہے۔ عموماً بزرگوں کے ہاں اس طرح کی کان بھرنے والی مخلوق ہوتی ہی ہے۔ بعض جگہوں پر اس طرح کے لوگوں کی دال زیادہ گل جاتی ہے بعض جگہ کم اور بعض جگہ بہت کم۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے ایک وعظ میں اسی طرح کے لوگوں کے بارے میں پڑھ رہا تھا۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے جس پہلو کی طرف توجہ مبذول فرمائی وہ بھی بڑا اہم تھا۔ وہ یہ کہ عام طور پر اس طرح کے شکایت باز لوگ تو ہوشیار ہوتے ہیں اور دوسری طرف کے لوگ مخلص لیکن سیدھے سادے ہوتے ہیں، ان کے پاس اپنا اخلاص جتانے کی صلاحیت موجود نہیں ہوتی۔ ایسی صورتِ حال میں وقتی طور پر تو وہ مات کھا جاتے ہیں، لیکن چونکہ وہ بھی عنداللہ مقرب ہوتے ہیں اور ان کا دل دکھا ہوتا ہے اس لیے یہ کان بھرنے والے من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب کی زد میں آ جاتے ہیں اور آخر کار خسارے میں رہتے ہیں۔ پہلے اس پہلو کی طرف کبھی ذہن منتقل نہیں ہوا، لیکن حکیم صاحبؒ کے ایک وعظ میں یہ بات پڑھ کر خیال ہوا کہ بات تو یہ بالکل سامنے کی ہے۔ اس طرح کے جتنے بھی لوگ نظروں سے گذرے وہ عموماً آخر کار ناکام، رسوا یا پریشان ہی نظر آئے، کبھی ایسے لوگوں کو پنپتے نہیں دیکھا۔ بہر حال اس طرح کے بزرگوں کی گفتگو سے ایسی باتیں بھی سامنے آ جاتی ہیں جو ان کے تجربات کا نچوڑ ہونے کے علاوہ نصوص کے بعض نئے پہلوؤں کی طرف توجہ دلا دیتی ہیں۔

آج کل خشکی کو بعض اوقات بزرگی کے لوازم میں سے سمجھ لیا جاتا ہے اور اللہ والے کی تعریف یہ فرض کر لی جاتی ہے کہ وہ ہر وقت اپنے اردگرد کے ماحول اور دنیا کی چیزوں سے غافل رہتا ہے۔ یقیناً بعض بزرگانِ دین اس رنگ کے بھی گذرے ہیں۔ لیکن سنت کے زیادہ قریب دوسرا مزاج ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس کا جو رنگ نقل فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں مزاح بھی ہوتا تھا، بے تکلفی اور ہنسی مذاق کی باتیں بھی ہوتی تھیں اور ایسی باتیں بھی جو بظاہر دنیا کی نظر آتی ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ بھی اس تذکرے میں شریک ہو جاتے، اگر کھانوں کی بات چل پڑتی تو آپ بھی کھانوں کا تذکرہ شروع فرما دیتے۔ فیصل آباد تشریف آوری کے موقع پر حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، بلکہ فیصل آباد سے لاہور تک ریل کے ذریعے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ سفر کرنے کا موقع بھی ملا، اس عرصے میں دیکھا کہ آپ کے مزاج میں خشکی نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ چھوٹی چھوٹی

باتوں میں آپ مزاح کے پہلو نکال لیتے تھے۔ عام استعمال کی چیزوں میں بھی کوئی چیز اگر اچھی لگی تو اپنے خدام سے کہا کہ کمپنی وغیرہ کا نام نوٹ کرلو، تاکہ حاصل کی جاسکے۔ یہ تصنع آپ نے اختیار نہیں کیا کہ مجھے دنیا کی چیزوں سے کیا واسطہ، بلکہ اس کی بجائے بے تکلفی کا مسنون اختیار کرنے کو ترجیح دی۔

اللہ تعالی نے تصنیف وتالیف، وعظ وارشاد، تربیت سالکین جیسے عظیم کاموں کے علاوہ بھی کئی صدقاتِ جاریہ آپ کے ذریعے شروع فرمائے، جن میں جامعہ اشرف المدارس کراچی جیسی بڑی دینی درس گاہ، خدمتِ خلق کے کاموں کے لیے متعدد سلسلے اور ادارے شامل ہیں۔ یہ بات بھی خوش آئند ہے کہ آپ کے فرزندِ اَرجمند حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہم اِن تمام سلسلوں کو اُسی طرح سے جاری رکھے ہوئے ہیں، بلکہ اَب تو حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کی تیسری نسل بھی ان کاموں میں ان کا ہاتھ بٹارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمہ اللہ کے ان تمام صدقاتِ جاریہ کو قائم ودائم رکھیں، روز افزوں ترقی اور مزید نافعیت ومقبولیت عطا فرمائیں۔ آمین۔

۞

فیضِ شیخِ کامل

مری رُسوائیوں پر آسماں رویا زمیں روئی
مری ذلّت کا لیکن آپ نے نقشہ بدل ڈالا
بہت مشکل تھا میرے نفسِ امارہ کا چت ہونا
تری تدبیرِ الہامی نے اس کا سر کچل ڈالا

دلِ شکستہ اور آثارِ تجلیات

خونِ حسرت رات دن پینے کا لطف
اس کے جلووں کی فراوانی سے پوچھ
لذتِ زخمِ شکستِ آرزو
اس کی آنکھوں کی نگہبانی سے پوچھ

(حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

یہ کس نے زمانے سے پھیری نگاہیں!

مولانا تنویر الحق تھانوی
مہتمم جامعہ احتشامیہ جیکب لائن کراچی

ہائے افسوس صد افسوس! مشیت ایزدی سے ہمارے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیں چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

تقریباً چالیس سال قبل میں نے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی مرتبہ اس وقت دیکھا تھا جب میں اپنے والد حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جامعہ دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الٰہ یار سندھ میں منعقدہ سالانہ جلسہ ختم بخاری شریف میں شرکت کے لیے حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دینے پہنچا۔ چنانچہ ناظم نمبر ۴؍ میں واقع حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ادارہ دار الافتاء والارشاد کی مسجد میں نماز فجر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں ادا کر کے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ہم نے ٹنڈو الٰہ یار کے لیے ہم رکاب کرلیا۔ تو ایک صاحب میرے والدِ محترم سے ملنے کے لیے باہر ہی تشریف لائے، معلوم ہوا کہ یہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب ہیں۔ جہاں تک مجھے اپنی یادداشت کے مطابق یاد ہے، تقریباً ۳؍ یا ۴؍ مرتبہ اپنے والدِ محترم حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ اپنے والدِ محترم رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے قبل سن ۱۹۷۹ء تک ہر سال جامعہ دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الٰہ یار سندھ کی تقریب ختم بخاری شریف میں جانے کا شرف حاصل رہا، تا آنکہ اپریل ۱۹۸۰ء میں میرے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا۔ ہر مرتبہ حضرت مولانا حکیم صاحبؒ کا صرف دیدار اسی شکل میں ہوتا تھا کہ وہ اپنے گھر سے نکل کر حضرت والد مولانا احتشام الحق تھانویؒ سے بغرض مصافحہ جلوہ افروز ہوتے تھے، دور دور تک بھی انسانوں کے علم میں نہیں تھا کہ یہی حضرت حکیم صاحبؒ بہت جلد چار دانگِ عالم میں وہ شہرت وعزت اور عظمت ونیک نامی کے آفتاب و ماہتاب بنیں گے کہ آج ۲۰۱۳ء تک ایک خلقِ خدا اُن پر رشک کرتی رہے گی۔ حضرت حکیم صاحبؒ کے مقام بلند کو جتنا بھی بلند کیا جائے اس سے بھی کئی گناہ بڑھ کر ان کا درجہ عند اللہ وعند المخلوق ہر پہلو سے ظاہر و باہر ہے۔

میں تو انتہائی عاجز و ناقص ہوں کہ حضرت حکیم صاحبؒ کے علوّ مرتبہ کو بیان کرسکوں لیکن میں

نے اپنی زندگی میں شریعت وسنت کے بحر میں غرق ایسی شخصیت اور ہستی دیکھی ہی نہیں جیسا کہ حضرت حکیم صاحبؒ کی تھی، میں نے گزشتہ ۲۵؍۳۰؍سال عملی زندگی میں بعض بزرگوں کی زبانی کلامی جملے سنے ہوئے ہیں کہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کو قریب سے دیکھنے اور سننے کے بعد اب نظر کسی پر جمتی ہی نہیں اور کوئی جچتا ہی نہیں وغیرہ وغیرہ، میں آج کہتا ہوں کہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اب یہ خانہ خالی ہی نظر آتا ہے، بقول شاعر کے ؎

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے انداز بیاں اور

بڑی معذرت کے ساتھ وضاحت بھی کرنا چاہتا ہوں کہ اس تخیل اور کیفیت کے اظہار سے کسی کی تنقیص بھی نہیں ہونی چاہیے۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے شیخِ دوئم تھے، ۱۹۸۴ء میں حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ سے احقر بیعت ہوا، اور اُن کے ساتھ تا دمِ آخر بیعت رہا، پھر کچھ معتد بہ زمانے کے فصل کے بعد حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ نے احقر کی درخواست پر اسی وقت بیعت فرما کر غلامی میں قبول فرمالیا، میں بیعت سے قبل قدرے بے تکلف تھا تو بارہا اس حقیقت کا اظہار میں نے کر دیا کہ ''حضرت! آپ کی باتوں کا میرے قلب پر اثر بہت ہوتا ہے اور بعض اوقات تو رویا بھی کرتا ہوں گویا کہ آپ میرے ہی لیے یہ فرمودات عطا فرمارہے ہوں''۔

لہٰذا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو میرا اغلب گمان یہ ہے کہ اسی کے باعث ناچیز کی طرف قلبی میلان اور توجہ ارشادی محسوس ہوتا تھا، لیکن یہ اور بات ہے کہ میں اپنے نجی حالات کے باعث حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری سے قاصر رہتا تھا، کوئی امر مانع نہیں تھا بجز بعض اپنے مالی وجاہی الجھنوں اور مسائل کے، اور میں برملا ۲۷؍ویں شب جیسے عظیم الشان اجتماع اور بہتیرے مواقع پر بغیر کسی تصنع اور بناوٹ کہ اس کوتاہی کا اظہار عوامی جلسوں میں اس انداز سے کرتا رہا ہوں کہ ''حضرت حکیم صاحب کی عظیم المرتبت، شیخ الشیوخ، شیخ کامل شخصیت کا میں نااہل، نکما اور نہایت محروم مرید ہوں۔ جس کو قرب مکانی کے باوجود حضرت کی خدمت میں حاضری کی توفیق ہی نصیب نہیں ہوتی۔ بس میں ایک ناقص محروم مرید اپنے شیخ کامل حضرت حکیم صاحب کی خدمت میں کما حقہ نہ تو حاضری دے سکا نہ حاضر رہ سکا''۔ لیکن ہر مجمع عام میں، بیت اللہ کے سامنے، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے، اپنی ادعیۂ خلوت میں انہیں دعائے صحت کاملہ، عاجلہ، مستمرہ، دائمہ سے ضرور یاد کرتا رہا۔ ابھی ۵؍اپریل سے یکم مئی ۲۰۱۳ء تک جنوبی افریقہ کے سفر میں تفصیلی دورہ میں ۲۵؍۳۰؍تقاریر کے اختتام پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے خصوصیت کے ساتھ دعائیں کیں۔

بہر حال! میرا محورِ تصور، تصور ونگاہِ خالص حضرت شیخ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس تھی، اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت عظمیٰ کے واسطے سے حضرتؒ کی خانقاہ کی زیارت کرنے والا ہر کس وناکس میری نظر میں سر پر بٹھانے کے قابل تھا اور رہے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نسبی اولاد اور ذریت نسلاً بعد نسل میرے مخدوم ومحمود رہیں گے۔

بہر حال! حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے دوسرے اور آخری شیخ ثابت ہوئے ہیں۔ اب تو حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں، تقریروں اور قبر مبارک پر حاضری سے روحانی فیض حاصل کر کے اپنی آخرت اور عاقبت سنوارنے میں مزید تیزی پیدا کروں گا، انشاء اللّٰہ ثم انشاء اللّٰہ۔

یہ تحریر حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف ومحاسن لکھنے کے لیے مطلق نہیں یہ تو صرف اس قیامت کے اظہار کے لیے سمجھی جاسکتی ہے کہ جو اُن کے وصال کے باعث عاشقین، محبین اور خلفاء ومتوسلین کے دلوں پر گزری ہے، اس تاسف کے اظہار کے لیے جو درحقیقت صدیوں تک رہے گا، گزشتہ سوڈیڑھ سو سال میں بیشتر شخصیات کا ذکر ہمارے لیے سماعیات کے درجے تک رہا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایسے تھے ویسے تھے، وغیرہ وغیرہ، لیکن میں اپنے آپ کو تاریخ کے اُن تمام خوش نصیبوں کی فہرست میں شامل ہونے پر اللہ رب العزت کا کروڑہا کروڑ شکر گزار ہوں کہ حضرت شیخ المشائخ، مجمع الخلائق، اعلم المعارف والدقائق، اسحر البیان والکلام، حامل شریعت وطریقت، عامل قرآن وسنت، شیخ کامل ومربی باطن عرب وعجم سمیت پانچوں براعظموں میں سکونت پذیر لاکھوں مریدین ومریدات کے محمود وممدوح، مشرب تھانہ بھون کا آخری ورثہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃً کو دیکھنے اور سننے کا شرف مجھے بھی حاصل ہوگیا، الحمد للّٰہ علیٰ احسانہ۔

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جناب بھائی فیروز صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا منصور الحق صاحب دامت برکاتہم (رسٹن برگ جنوبی افریقہ)، حضرت مولانا عبدالحمید صاحب ادام اللہ حیاتہم لنا (آزاد وِل جنوبی افریقہ) اور حضرت مولانا مفتی زُبیر بھیّات صاحب دامت برکاتہم (ڈربن جنوبی افریقہ) سمیت پوری دنیا میں بیشتر ہیرے اور موتی اپنے روحانی ورثے میں چھوڑے ہیں، لیکن ألحمد للّٰہ ثم ألحمد للّٰہ جو شباہت اور صلاحیت صاحبزادہ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو اللہ رب العزت نے ودیعت فرمائی ہے، اُن سے قوی امید ہے کہ وہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہترین متبادل بن سکیں گے اور میری خصوصی دعا بھی ہے کہ اللہ اُن کے ذریعے سے اس خلا کو پُر فرمادیں، آمین۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

(بشکریہ ماہنامہ حق نوائے احتشام کراچی شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ/جولائی ۲۰۱۳ء)

حضرت والاؒ کی شان

مولانا مفتی محمد صاحب
شیخ الحدیث ورئیس دارالافتاء جامعۃ الرشید، کراچی

عارف باللہ، ولی کامل، شیخ وقت، واعظ شیریں بیان حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ وصال فرما گئے۔ حضرتؒ کا وصال پوری ملت اسلامیہ کے لیے بالعموم اور حضرتؒ کے متوسلین کے لیے بالخصوص ایک عظیم سانحہ ہے۔ بلا شبہ حضرتؒ ان اہل اللہ میں سے تھے جن کا بابرکت وجود بہت سے فتنوں کی راہ میں سدسکندری کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب ایسی نابغۂ روزگار شخصیات میں سے کوئی اس پر فتن دنیا سے پردہ فرمالیتا ہے تو اپنے پیچھے ایسا خلا چھوڑ جاتا ہے جس کے پر ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔

علمی نکات اور فنی تحقیقات کے شناور شاید اب بھی ہوں اور آئندہ بھی موجود رہیں، مگر دین کا ٹھیٹھ مزاج، ورع وتقویٰ، اخلاص وللّٰہیت، تواضع وانکساری اور قناعت وسادگی کا ایک خاص معیار و انداز جو کتابوں سے نہیں، بلکہ اہل اللہ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے... رکھنے والے حضرات اب انگلیوں کی تعداد سے بھی شاید کم رہ گئے ہوں، بندہ بار بار یہ سوچ کر پریشان ہوجاتا ہے کہ جب یہ چند حضرات بھی اس دنیا میں نہیں رہیں گے تو یہ دنیا کیسی بے رونق ہوگی؟ ان پر نور ہستیوں کے بغیر زندگی کیسی بے کیف ہوگی؟

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کو اللہ نے بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔ محبت وشفقت کے پیکر، چہرہ ایسا پرنور وپررونق کہ آدمی دیکھتا ہی رہے اور دل نہ بھرے، دل ایسا دردمند کہ دورانِ بیان دل کا درد بار بار آنکھوں سے چھلک پڑتا، مجلس میں دور بیٹھنے والا نو وارد شاید بار بار بھرائی ہوئی آواز سن کر اسے تصنع وتکلف پر محمول کرتا ہو، مگر جو قریب ہوا اور بار بار مجلس میں آیا وہ دل سے گواہی دینے پر مجبور ہوا کہ آنکھوں سے جو سیل بے کراں جاری ہے اس کے پیچھے اس سے کئی گناہ زیادہ درد چھپا ہوا ہے۔ فصاحت وبلاغت ایسی کہ گویا الفاظ قطار باندھ کر سامنے کھڑے ہیں۔ ظرافت ایسی کہ

سننے والے ابھی ابھی رو رہے تھے، دوسرے ہی لمحے ہنس رہے ہیں۔ حکمت واعتدال ایسا کہ منکرات پر خوب جھنجھوڑ رہے ہیں، مگر اندازِ بیاں اتنا شفقت بھرا اور الفاظ کا انتخاب اتنا موزوں کہ نو وارد کی عزت نفس مجروح ہوتی محسوس نہ ہوا اور وہ بدکنے، متنفر ہونے کی بجائے گرویدہ ہو کر اُٹھے۔

حضرت حکیم صاحبؒ سالہا سال تک ناظم آباد نمبر ۴ر میں حضرت فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحبؒ کے قائم کردہ دارالافتاء والارشاد کے بغل میں اس مکان میں قیام پذیر رہے جہاں حضرت شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ کا قیام رہا تھا، حضرت حکیم صاحبؒ جن کے ربیب (سوتیلے بیٹے) بھی تھے اور مرید اور خادم بھی، حضرت حکیم صاحبؒ نے تقریباً ۱۷ر سال حضرت شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ کی خدمت کی۔ حضرت مفتی رشید احمدؒ بھی حضرت شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ سے بیعت تھے۔ حضرت شاہ عبد الغنی پھول پوریؒ رات کو ۳ر بجے بیدار ہوتے اور دارالافتاء والارشاد کے پلاٹ میں آکر تہجد اور معمولات میں مشغول ہو جاتے اور صبح ۹ ر۱۰ر بجے تک مشغول رہتے۔ شاید دارالافتاء والارشاد سے جاری ہونے والے عظیم فیض میں حضرت شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ کی آہِ سحر گاہی کا بہت بڑا حصہ ہے۔

پیر بھائی اور پڑوسی ہونے کی وجہ سے حضرت مفتی صاحبؒ اور حضرت مولانا حکیم صاحبؒ کے درمیان بہت گہرے تعلقات تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے بہت قدر دان تھے۔ حضرت حکیم صاحبؒ مسائل میں عموماً حضرتؒ ہی کی طرف رجوع فرماتے۔ حضرت مفتی صاحبؒ سفر بہت کم فرماتے تھے۔ حرمین شریفین کے علاوہ عموماً کہیں اور سفر نہ فرماتے، صرف ایک بار برطانیہ وکینیڈا وغیرہ کا سفر اس جذبہ وارادہ سے فرمایا کہ کم از کم ایک بار تو سب کو پیغام پہنچا کر آؤں کہ میرے اللہ کی بغاوت سے توبہ کرو، جب کہ حضرت حکیم صاحبؒ خوب سفر فرماتے تھے، اور فرماتے کہ میں سفر نہ کروں تو طبیعت خراب ہونے لگتی ہے، اسی لیے حضرت مفتی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا حکیم صاحبؒ ہمارے وزیرِ خارجہ ہیں۔ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جس سے جس قسم کا کام لینا چاہتے ہیں اس کا مزاج بھی اسی کے مطابق بنادیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ نے علمی وتحقیقی کام کا عظیم ذخیرہ چھوڑا ہے اور وعظ وارشاد کا سلسلہ زیادہ تر ملکی سطح تک محدود رہا ہے۔ مگر حضرت مولانا حکیم صاحبؒ کا سلسلہ متعدد ممالک میں پھیلا ہوا ہے، مریدین ومتوسلین کی تعداد شاید لاکھوں میں ہو، صرف خلفاء ہی سینکڑوں میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم اختر صاحبؒ کو کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائیں، درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں، ان کی خیراتِ حسان کو قیامت تک جاری وساری رکھیں، پسماندگان، خلفاء ومتوسلین کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں اور حضرتؒ کے فیض کو جاری رکھنے کے لیے ہمت واستقامت عطا فرمائیں۔

❁

(بشکریہ روزنامہ اسلام ۸ر جون ۲۰۱۳ء کراچی)

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

مولانا مفتی ابولبابہ شاہ منصور
استاذ جامعۃ الرشید، کراچی

اس ہفتے علم و عمل کی دنیا کی مشہور علمی ورُوحانی شخصیت طویل خدمات کے بعد اپنا اِنعام پانے منعمِ حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ گئی۔ اللہ تعالیٰ اُن کو غریقِ رحمت فرمائے اور اُن کے نسبی ورُوحانی پسماندگان کو صبرِ جمیل واجرِ جزیل عطا فرمائے۔

کراچی کے قطب اور اہلیانِ کراچی کے محسن، تھانہ بھون کے سلسلۂ اِصلاح کی عظیم ہستی عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد اپنے اُس رب کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے، جس سے اُس کی گناہ گار مخلوق کو جوڑنے کی محنت میں انہوں نے عمر بِتا دی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وہ وقت ہم نے نہیں پایا، جب ہمارے حضرت والا حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی قدس سرہٗ کے پڑوس میں اپنے شیخ حضرت پھول پوری نوّر اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں سکونت رکھتے تھے، اور حضراتِ شیخین کے باہمی تعلقات ومحبت کی مثال دی جاتی تھی، البتہ جب وہ گلشن اقبال میں تشریف لائے تو الحمد للہ شروع سے ہی خانقاہ میں حاضری کی مسلسل اور بار بار سعادت نصیب ہوتی رہی۔ یہ ہماری طالبِ علمی کے اختتام اور عملی زندگی کے آغاز کا زمانہ تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری مجالس اپنی جگہ، جمعہ سے پہلے ۱۱ر تا ۱۲ر جو بیان ہوتا تھا، اس میں علماء وطلباء بکثرت حاضر ہوتے تھے اور بعد ازاں کچھ نماز تک وہیں ذکر وتلاوت میں مصروف رہتے اور کچھ واپس جاکر اپنی اپنی مساجد میں جمعہ پڑھاتے۔ جو وہیں رہ جاتے تھے اُنہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دریائے فیض سے چند جام پینے کے بعد ہفتہ بھر جس کیف میں گزرتا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ دوسری طرف جو ائمہ حضرات حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بیان سن کر اپنی مساجد میں بیان کے لیے چلے جاتے، اُن کے بیانات میں ایسا اصلاحی رنگ نمایاں ہوتا کہ نقد وصولی والی بات ہوجاتی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اصلاحی بیان میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی رُوح المعانی اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی مرقاۃ المفاتیح کے برجستہ عربی حوالے جو وہ مختلف

آیات اور احادیث کی شرح میں بیان کرتے تھے بڑے خاصے کی چیز ہوتے تھے۔ سمجھدار ائمہ وخطیب حضرات اُن کو ضبط کر کے اپنا بیان تیار کر لیتے تھے۔ دوسری چیز اعلیٰ پائے کے اردو، فارسی محاورات، ضرب الامثال اور برمحل و برموقع اشعار تھے۔ یہ ایسی خصوصیت تھی جو رُوحانی سیرابی کے ساتھ ادبی ذوق کی تسکین بھی کرتی تھی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات، حضرت مولانا عبد الغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اِرشادات جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے یا دُوسرے مشہور اُستاذوں کے کلام سے منتخب اَشعار سناتے تو اَیسا سماں بندھتا کہ حاضرین مسحور ہو کر رہ جاتے۔ اِس دَوران بیچ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ رِقت انگیز آواز میں جب سچی توبہ کی ترغیب دیتے یا معرفتِ الٰہی کی باتیں کرتے تو سنگ دل سے سنگ دل شخص کے سینے کے پتھر سے بھی رجوع اِلی اللہ کا چشمہ پھوٹ نکلتا۔ اِس کا نتیجہ تھا کہ کراچی کے دُنیا داروں میں اَیسے اَیسے صاحبِ وِلایت وحاملِ مقامات لوگ تیار ہوئے، جن کا مشاہدہ ہر وہ بینا و نابینا کرسکتا ہے جسے اس چھوٹی سی خانقاہ میں تھوڑا سا وقت بھی گزارنے کی نعمت نصیب ہوئی ہو۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت تھے۔ اَب وہ تو اُٹھ گئے، لیکن اُن کے خلفائے کرام ماشاء اللہ کراچی اور ملک بھر میں پھیل کر اُن کی دعوت کو پھیلا رہے ہیں بلکہ دُنیا بھر میں اُن کے فیض کو پھیلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کے کاموں میں بہت بہت برکت عطا فرمائے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ جیسی مقبولیت ومحبوبیت انہیں بھی عطا فرمائے۔

(بشکریہ اشاعتِ خاص ہفت روزہ ضربِ مؤمن کراچی ۱۴ تا ۲۰ رجون ۲۰۱۳ء)

❁

ایک صاحب ملازمت کے سلسلے میں پریشان تھے، ان کو ایک وظیفہ بتلایا اور ان سے میں نے کہا کہ دیکھو وظیفہ اللہ پر حکومت نہیں کرتا، یہ تو بس ایک درخواست ہے، جو چیز مانگی ہے، اگر وہ مل جائے تو شکر کرنا اور اگر نہ ملے تو راضی رہنا۔ آج کل لوگ وظیفہ بتاتے ہیں تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ ایسا مجرب ہے، ویسا مجرب ہے۔ پھر اگر اس وظیفہ کا اثر محسوس نہیں ہوتا تو شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہارے رب نے تمہاری کیا سنی؟ اس طرح اللہ کے وجود ہی میں شک ڈال دیتا ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات ایمان ہی ضائع ہوجاتا ہے۔ اس لیے یہ بتادیا کہ وظیفہ درخواست ہے، اللہ پر حکومت نہیں ہے کہ کام ضرور ہی ہوجائے گا۔ اگر تمہارے لیے مناسب نہیں ہوگا تو اللہ نہیں دے گا، اللہ کے ہر فیصلہ پر راضی رہنا ہی عبدیت ہے:

((مَن لَّمۡ یَرۡضَ بِقَضَائِیۡ وَلَمۡ یَصۡبِرۡ عَلٰی بَلَائِیۡ فَلۡیَلۡتَمِسۡ رَبًّا سِوَائِیۡ))

(الجامع الصغیر، باب حرف القاف)

جو شخص میرے فیصلہ سے راضی نہیں ہے اور میری دی ہوئی تکلیف پر صابر نہیں ہے تو وہ جائے میرے علاوہ کسی اور کو اپنا رب بنالے۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے تھے اندازِ خسروانہ

مولانا قاضی احسان احمد
مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

''انسان کا قلب ایک آئینہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے منعکس ہونے کی استعداد اور قابلیت موجود ہے، اس استعداد کے ظاہر ہونے اور عملی حالت میں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کو صیقل بنایا جائے اور شفاف رکھا جائے، اس میں جو معصیت کی ظلمت اور بد خلقی، رذیل عادات کے تکدر اور گرد وغبار کو ہر وقت کوشش اور سعی کے ذریعے دور کیا جاتا ہے، پھر جب غبار اڑ جاتا ہے تو دائمی طور پر ذکر وفکر میں اس کو مشغول کردیا جاتا ہے، اور حق تعالیٰ کے حضور میں مستقل طور پر قائم رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس کی برکت سے اس میں وہ انعکاس پیدا ہوتا ہے، جس کی مثال بیان کرنے کے لیے کوئی چیز نہیں آتی، یہ آئینہ جس وقت اصل معدنِ نور سے منور ہوجاتا ہے، تو عالم کے اندھیرے کو روشن کرنے کے لیے یہی کافی ہے، یہی وہ نور ہے جس کو لے کر نبی کریم ﷺ کا مبارک قلب دنیا میں آیا اور آفاقِ عالم کو منور کرگیا، اور اسی کی نورانیت دوسرے قلوب میں پھیل کر اور منعکس ہوکر ہر ہر زمانے میں ہدایت کی روشنی پھیلاتی رہی، آفتابِ نبوت سے روشن ہونے والے چراغ، چودہ سو برس بعد آج بھی دنیا میں موجود ہیں، اور قیامت تک باقی رہیں گے، اس مقدس نور کے حامل اولیاء اللہ کہلاتے ہیں، جن کی گنتی اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں لاکھوں سے بڑھ گئی۔ (دُکانِ عشق، ص: ۴۶، مرتبہ ڈاکٹر عبدالسلام مدظلہٗ)

انہی اولیاء اللہ میں عارف باللہ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ کا بھی شمار ہوتا ہے، جنہوں نے تا زیست اللہ رب العزت کے عشق ومحبت کی طرف مخلوقِ خدا کی رہنمائی فرمائی، بے راہ روؤں کا خالقِ کائنات سے رشتہ جوڑا۔ بنجر اور غافل دِلوں میں اللہ کے ذِکر کی جوت جگائی۔ اپنے مشائخِ عظام کی برسوں خدمت وصحبت سے معرفتِ الٰہیہ کے جو انمول خزانے سمیٹے، علوم ومعارف کے جو گراں قدر موتی، اپنے دامن میں بھرے اُنہیں اپنی مجالس اور مواعظ میں فراخ دلی سے تقسیم کیا، اندرون اور بیرون ممالک کے ہزاروں، لاکھوں سالکینِ شریعت وطریقت نے اس چشمۂ معرفت سے

فیض پایا، کتنے ہی گناہوں سے لتھڑے، غم زدہ، معصیت میں ڈوبے ہوئے اور زندگی سے مایوس دلوں نے اس مردِ درویش کے آستانے سے عشقِ حقیقی اور محبت رسول (ﷺ) کے جام نوش کیے جن سے اُن کی رُوحانی دُنیا میں عظیم اِسلامی انقلاب آیا، بھٹکے ہوئے راہِ راست پر آ گئے، اس عارف باللہ کی خصوصیات، صفات وکمالات اور خصائص کا احاطہ میرے جیسے کم سواد کے لیے محال ہے۔

نوّے کی دِہائی میں فقیر جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد میں پڑھتا تھا، حضرت حکیم صاحبؒ تشریف لائے، آپ کا ایک ہفتہ قیام رہا، پورا ایک ہفتہ فقیر راقم آپ کی خدمت میں تھا۔ پورا مدرسہ آپ کے ملفوظات وبیانات سے مستفید ہوا، بعد میں بھی اکثر اوقات شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحبؒ سے آپ کا تذکرۂ خیر ہم سنا کرتے تھے۔ دوسری زیارت ہم نے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی اُس دَور میں کی جب آپ صاحبِ فراش ہو چکے تھے۔ شاہینِ ختمِ نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہٗ اور مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی مدظلہٗ کی معیت میں فقیر راقم الحروف بھی حضرتؒ کی عیادت کے لیے حاضرِ خدمت ہوا۔ صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم بنفسِ نفیس والد صاحبؒ کے کمرے میں تشریف لے گئے، ہمارا تعارف کروایا۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے بہت ہی شفقت ومحبت کا اظہار فرمایا، خیر خیریت اور حالات دریافت فرمائے۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا اندازِ تربیت ایک منفرد رنگ لیے ہوئے تھا، یہاں ہم حضرت رحمہ اللہ کے چند ملفوظات بیان کرتے ہیں جس سے آپ کا اسلوبِ بیان، سوزِ دروں، دردِ دل اور جذبہ خیر خواہی عیاں ہوتا ہے:۔

(۱) فرمایا: جو شخص اپنی نفسانی خواہشات پر قابو نہیں پاتا اور اس کے حملے سے مغلوب ہو جاتا ہو تو اس کا نسخہ صرف ذکر اللہ ہے۔ جب اللہ کو خوب یاد کرے گا تو اس کے ذکر کے پانی سے نفسانی خواہشات کی آگ بُجھ جائے گی، پس جب آگ بُجھ جائے گی تو نورِ تقویٰ حاصل ہو جائے گا۔

(۲) فرمایا: اِصلاح کا نسخہ یہ ہے کہ تھوڑا سا ذِکر کرلیا جائے اور اللہ کی نعمتوں کا مراقبہ کرلیا جائے اور کسی اللہ والے سے صحیح اور قوی تعلق کرلیا جائے۔

(۳) فرمایا: جو شخص ان تین باتوں سے پرہیز رکھے، ان شاء اللہ دوسرے گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ (۱) بدنگاہی، (۲) بدگمانی، (۳) غیبت۔

(۴) فرمایا: پہلے برائی کو دور کرنے کی فکر مت کرو، جب تک اچھائی پیدا نہیں ہوگی برائی دور نہیں ہوسکتی، پہلے اللہ کا ذکر شروع کردو اور ذکر بھی عاشقانہ ہو، پھر وہ خرابی اور گندگی اس کی برکت سے دور ہو جائے گی اور بھلائی دل میں داخل ہونا شروع ہو جائے گی۔

(۵) فرمایا: صرف اللہ والوں سے تعلق پیدا کرلینے سے کچھ نہیں ہوتا ہے جب تک ذکر،

صحبت اور پرہیز ان تین باتوں کا اہتمام نہ رکھا جائے۔

(۶) فرمایا: اللہ والا وہ ہے جو مسجد، گھر اور بازار میں ہر جگہ اللہ والا ہو، یہ نہیں کہ صرف مسجد میں اللہ والے ہو گئے اور جیسے ہی بازار اور گھر کی طرف چلے تو سب مسجد ہی میں چھوڑ دے اور مسجد سے باہر مسجد والی زندگی کا کوئی اثر اس کے کردار اور عمل میں نہ ہو۔

(۷) فرمایا: نیکیوں کے ساتھ گناہوں سے بچنا بھی ضروری ہے، اس لیے کہ کتنی ہی نیکیاں کیوں نہ کرلے جب تک گناہ سے نہ بچے گا سب کمایا ہوا ضائع ہوتا رہے گا۔

(۸) فرمایا: حق تعالیٰ کے عاشقوں کی پہچان یہ ہے کہ ان کے پاس بیٹھ کر حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہو اور دنیا آنکھوں میں فانی اور بے قدر ہو جائے اور خدائے پاک پر مال وعزت، دل وجان دینے کا شوق پیدا ہو جائے اور جانِ مضطر میدانِ شہادت تلاش کرنے لگے۔

(۹) فرمایا: سچی توبہ سے گناہ کی دوری ختم ہو کر حضوری سے تبدیل ہو جاتی ہے بشرطیکہ دل سے آہ نکل جائے اور دل کی گہرائی اور جگر سے خون کی شمولیت سے استغفار ہو۔

(۱۰) فرمایا: زندگی کے ہر سانس کو غنیمت سمجھنا چاہیے موت آجائے ہر ایک سانس کی مہلت ہفت اقلیم کی دولت قربان کرنے پر بھی نہ مل سکے گی۔

اختؔر جگ میں آئے ہو، کچھ دیا دھرم کا کام کرو
یہ وقت نہیں ہاتھ آوے گا جو کرنا ہے سو آج کرو

دل سے دعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائیں اور ان کے مشن کو جاری وساری رکھیں۔

اللہ نے ہم کو کیوں پیدا کیا؟ کیا ہم سے انہیں اپنا کوئی بنگلہ بنوانا تھا یا کوئی مزدوری کرانی تھی یا کوئی کام کرانا تھا؟ ان کو ہماری کوئی ضرورت اور احتیاج نہیں تھی اللہ نے تو اپنے خزانے لٹانے کے لیے ہم کو پیدا کیا ہے۔

من نکردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

میں نے اے بندو! تم کو اس لیے نہیں پیدا کیا کہ تم سے کوئی نفع حاصل کروں بلکہ اس لیے پیدا کیا ہے کہ اپنی رحمت کے خفیہ خزانے تم پر لٹا دوں۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

گھنے درخت کا سایہ

مولانا سہیل باوا
انٹرنیشنل سیکرٹیریٹ ختم نبوت اکیڈمی لندن، مرکزی کنونیئر علماء رابطہ کونسل برطانیہ

بسمہٖ تعالیٰ

گھنے درخت کا سایہ اچانک چھن جائے اور دھوپ سر پر پڑنے لگے تو اس درخت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے، برمنگھم میں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے کے دوران جب حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے انتقال کی خبر ملی تو شاید یہی کیفیت تھی، ایک لمحے کے لیے تو پورے مجمع کو سکتہ ہوگیا، اسٹیج پر بھی خاموشی تھی، کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح اس عظیم سانحے پر اپنے دکھ کا اظہار کرے مولانا قاری عبدالرشید صاحب نے گلوگیر آواز میں جب حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے انتقال کے حوالے سے ایک تعزیتی قرارداد پیش کی تو مجمع میں دبی دبی سسکیاں سنائی دے رہی تھیں، ایسا لگ رہا تھا کہ کائنات کی ہر شے مغموم ہے اور ایسا کیوں نہ ہو دنیا سے خالق دنیا کا ایک ولی رخصت ہوگیا تھا۔

جب فاصلے بڑھتے ہیں تو اپنی چیزوں کی قدر و قیمت بھی بڑھ جاتی ہے، دوریاں، تڑپ میں اضافے کا سبب بنتی ہیں حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے لیے یورپ کے مسلمانوں کی بعینہٖ یہی صورت تھی، اہلِ دل اس ولی کامل کے دیدار کے لیے ترستے تھے، حضرت والاؒ کی کتب ان سے موافقت و مراسلت کا پیش بہا خزانہ تھیں۔ یورپ کے معاشرے میں مادیت اول ہے اور مادیت ہی انتہا ہے ایسے میں روحانیت اور عشق حقیقی کی تفاسیر پڑھ کر ایسے محسوس ہوتا کہ جیسے پیاس کے صحرا میں کسی عاصی کو پانی مل گیا، مولانا رومیؒ سے حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ تک کا سفر دراصل روحانیت کا ایک ایسا سفر ہے، جو کائنات کی اصل ہے اور حضرت والاؒ بلاشبہ اس اصل کی معراج پر فائز تھے۔

جیسے جیسے وقت گزرتا جارہا ہے، اہل اللہ دنیا سے رخصت ہورہے ہیں، احساس ہورہا ہے کہ ہمارے اوراصل کے درمیان فاصلے بڑھ رہے ہیں، حضرت والا، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے قریبی سلسلہ تھے اوراب یہ سلسلہ بھی دنیا میں نہیں رہا، اپنی ذات سے انسانوں کوفیض پہچانا اہل اللہ کی سنت رہی ہے اور حضرت والا کا فیض ہے کہ آج دنیا بھر میں ان کے لاکھوں معتقدین اورمریدین حضرت کے پیغام کوآگے پہنچارہے ہیں، پرتاب گڑھ سے بے سروساماں اپنے سفر کا آغاز کرنے والے ایک اللہ والے کی دعوت پرنہ جانے کتنی زندگیاں ہدایت کے راستے پرآچکی ہیں، ایک ولی کامل کا اس سے بڑا اور کیا مرتبہ ہوگا کہ آج اس سے فیض حاصل کرنے والے عرب میں بھی ہیں، عجم میں بھی ان کی اذانیں گونج رہی ہیں۔ افریقہ کے جنگلوں اور یورپ کے دروازوں پرحضرت والاؒ کا فیض تیزی سے پھیل رہا ہے آج وہ نہیں ہیں۔ اُن کا پیغام ہے موت آنی ہے اور دنیا فانی ہے۔ حضرتؒ اسی بات کا مسلسل احساس سکھا کر گئے ہیں اگرچہ موت ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے مگر کچھ لوگوں کے بچھڑنے سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے سب اجڑ گیا، اب کچھ نہ رہا، کچھ لوگوں کی جدائی دنیا کو ویران کردیتی ہے، ایک انسانی جذبات ہوتے ہیں اورایک روحانی جذبات کی کیفیت ہوتی ہے، انسانی جذبات کوتو ایک وقت پرآکرقرار آجاتا ہے مگر روحانی قلق روح کو چیر دیتا ہے۔

آج ہمارے روحانی جذبات زخموں سے چور ہیں، دل رورہا ہے، حضرت والاؒ کی رحلت پرجگر چھلنی چھلنی ہے مگران سب کیفیات کے ساتھ ایک انوکھے سے احساس نے بھی جنم لیا ہے یہ احساس ہے حضرت والاؒ کے پیغام کوآگے بڑھانے کا۔ اصل موت تو دنیا سے رشتہ منقطع ہونے کا نام ہے جب تک حضرت والاؒ کا پیغام ہمارے درمیان رہے گا۔ حضرت ہمارے درمیان تھے، ہمارے درمیان ہیں اور ہمارے درمیان رہیں گے۔

❁

حدیث: قل الحق وان کان مرا۔ (المشکوٰۃ، ج:۲/ ص:۴۱۴) حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو، لیکن دوستو! حق بات بھی اگر کہنا ہو تو اس کو بھی سلیقہ سے کہو، جیسے اگر کوئی اپنی ماں سے کہے کہ اے میرے ابا کی بیوی! ناشتہ لاؤ! تو ہے تو حق مگر ظالم نے حدیث کے مفہوم کو ضائع کردیا۔ دین ہمیں ادب کا درس دیتا ہے، بے ادبی نہیں سکھاتا۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ)

اسے آ گیا ہے مرنا!

مولانا محمد الیاس گھمن

اپنے مرشد و مربی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ کی یاد میں مغموم دِل کی آواز جن کے دم قدم سے اللہ کریم نے دین کی خدمت کے لیے قبول فرمایا۔

۱۹۲۳ء کو ہندوستان کے شہر پرتاب گڑھ میں ایک ایسے بچے نے جنم لیا جس نے بڑے ہو کر تزکیۂ نفوس کی بدولت لاکھوں بندگانِ خدا کی زندگی کی کایا پلٹ دی۔ یعنی میرے مُرشد و مربی حضرت والا الشاہ مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔ حضرت والاؒ کی زندگی کے بے شمار پہلو ہیں جن پر لکھا جا سکتا ہے آپ نے اپنی محنت کا میدان پیسے اور شہرت کو نہیں بلکہ لوگوں کے قلوب کو بنایا اور اُن کے دلوں سے ماسویٰ اللہ کی آلائیشیں نکال پھینکیں۔ عشقِ مجازی، حسن پرستی، اغلام بازی، بدنظری جیسے گناہوں کو معاشرے سے ختم کرنے کی دن رات محنت کی۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ محض گناہ ہی نہیں بلکہ بہت سارے کبیرہ گناہوں کا پیش خیمہ ہیں۔ بدنظری سے زنا، لواطت سے ناجائز جنسی تسکین، فحاشی، عریانی، شراب خوری اور اُن کے حصول کے لیے ناجائز طریقۂ آمدن سود، رشوت، ہیرا پھیری، چوری چکاری اور جھوٹ و دھوکہ دہی جیسے گناہوں کا لوگ اِرتکاب کرتے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے صرف گناہوں کو نہیں بلکہ گناہوں کی جڑ کو اُکھاڑ پھینکنے کی محنت کی۔ اس لیے حضرت رحمہ اللہ نے جن نفوس سے گناہوں کے تریاق کا فن سیکھا وہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خاص تربیت یافتگان شمار ہوتے ہیں۔

تین سال تک حضرت مولانا محمد احمد رحمہ اللہ سے فیض حاصل کیا، اس کے بعد تقریباً سترہ برس حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوری رحمہ اللہ سے طریقت و معرفت کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوتے رہے۔ حضرت پھول پوری رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ نے حضرت مولانا ابرار الحق رحمہ اللہ کے فیض صحبت سے کمال حاصل کیا۔ اصلاح معاشرہ میں حضرت نے خانقاہی نظام کو

حقیقی معنوں میں متعارف کرایا۔ تصنیفی میدان میں ۱۵۰ ر کے لگ بھگ آپ کی تالیفات مارکیٹ میں دستیاب ہیں، اس کے علاوہ آپ کے مواعظ کی کیسٹیں، آڈیو سی ڈیز، ویب سائٹ پر متعدد بیانات اور اصلاح ظاہر و باطن پر مشتمل خاطر خواہ مواد لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب لائے ہوئے ہے اللہ کرے یہ فیض تا قیامت جاری وساری رہے۔

۲ر جون ۲۰۱۳ء کو نماز مغرب کے بعد حضرت رحمہ اللہ اس جہانِ فانی سے اپنے اصلی محبوب کی طرف چل دیئے جس کی محبت ومعرفت میں اپنی زندگی کی بہاریں لٹا دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے پسماندگان جن میں ہم سب شامل ہیں کو صبرِ جمیل کی دولت عطا فرما کر حضرت رحمہ اللہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اصل میں جب تک کسی اہلِ دل کی صحبت میسر نہ آئے اس وقت تک نہ تو انسان کو جینے کا ڈھنگ آتا ہے اور نہ ہی مرنے کا فن۔ ہاں جب کسی اہلِ دل سے نسبت قائم ہو جائے تو دل میں اِطمینان اور فرحت وسکون کی روح افزا موجیں خلاقِ لم یزل کی رحمت میں غرق کر دیتی ہیں۔ اسی لیے حضرت رحمہ اللہ نے اپنا ایک شعر یوں ارشاد فرمایا ہے ؎

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختؔر
اسے آگیا ہے جینا، اسے آگیا ہے مرنا

(بشکریہ ماہنامہ فقیہ سرگودھا جولائی ۲۰۱۳ء)

فدا تجھ پہ اے خاکِ مدینہ

مبارک تجھے ہو اے ارضِ مدینہ
نبی کا شہر ہے یہ شہرِ مدینہ
ترے پاس جب سیدؐ دو جہاں ہیں
نہ کیوں رشکِ افلاک ہو پھر مدینہ
ترے سبز گنبد پہ عالم فدا ہے
فلک جیسے چومے زمینِ مدینہ
ترا ذرّہ ذرّہ نشانِ نبی ہے
فدا تجھ پہ میں خاکِ شہرِ مدینہ
اُحد کے یہ دامن میں خونِ شہیداں
سبق دے رہا ہے وفائے مدینہ
وفاداریوں پر صحابہؓ کی اختؔر
ہے تاریخ روشن یہ شہرِ مدینہ

(حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

حضرت شیخِ ثانیؒ

مولانا مفتی محمد خالد میمن
دارالعلوم الاسلامیہ، ہالہ شہر

۱۴۳۴ھ کے ہجری سال کا ماہِ رجب المرجب کی ۲۳ رویں شب، شب دوشنبہ کا شروع تھا، نماز مغرب کے لیے مسجد کی طرف روانگی تھی کہ بھائی ضمیر عرف عبداللہ کا دل کو دہلا دینے والا فون آیا کہ شیخ العرب والعجم، غزالیِ دوراں، رومیِ وقت حضرت مولانا ومرشدنا ومحبوبنا صاحب الفیض والفتوح حضرت حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ پورے عالم اسلام کو یتیم کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ إِنَّـا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ، اِنَّ لِـلّٰـهِ مَا أَخَذَ وَلَهٗ مَاأَعطٰى وَكُلُّ شَئٍ عِنْدَهٗ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى۔

بچھڑا کچھ اس اَدا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اِک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا

ایک ہفتہ قبل خانقاہ اشرفیہ میں قدم بوسی کے لیے حاضری دی تھی اور حضرت کے خلف الرشید حضرت مولانا محمد مظہر مدظلہ العالی سے ہالہ مدرسہ میں ختم بخاری کا آخری سبق پڑھانے کی درخواست کی تھی، جس پر حضرت نے فرمایا کہ اتوار کو میر پور خاص وغیرہ کا پروگرام ہے، وہاں سے واپسی پر ہالہ آنے کی کوشش کریں گے مگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہی کچھ اور تھا۔ التقدير يضحك على التدبير۔

چنانچہ ختم بخاری کا پروگرام شب دوشنبہ طے تھا اسی کے نظم ونسق میں مشغول تھے اور پروگرام عصر کے بعد سے شروع تھا کہ یہ جاں گداز خبر ملی، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

چنانچہ بعد نماز مغرب جب یہ جاں گداز خبر جلسے میں سنائی گئی تو پورے جلسے پر خاموشی چھا گئی اور اس خبر کو صدمہ کے ساتھ سنا گیا اور پھر آخر میں اس پورے پروگرام کا اجر وثواب حضرت والاؒ کی روح اقدس کو ایصال ثواب کیا گیا۔

چنانچہ بندہ مولانا محمد یعقوب صاحب مکسی کے ساتھ بعد نماز فجر حضرت کی نماز جنازہ وتدفین

میں شرکت کی غرض سے روانہ ہوا، راستہ بھول جانے کی وجہ سے جب جامعہ اشرف المدارس کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ نماز ہوچکی ہے، محرومی پر بے حد افسوس ہوا، پھر تقریباً ایک کلومیٹر دور گاڑی کھڑی کر کے تدفین میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے تیز تیز پہنچنے کی کوشش کی، مگر بھیڑ کی وجہ سے تدفین میں شرکت سے بھی محروم رہے بلکہ سخت رش کی وجہ سے مزار تک بھی نہیں پہنچ سکے اس لیے تھک ہار کر کسی گوشے میں بیٹھ گئے اور دل ہی دل میں حضرت والاؒ کے لیے دعا کرتے رہے، اور نماز ظہر کے بعد حضرت والاؒ کی قبر پر حاضری دی، اور دروازہ پر سورۃ اخلاص پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا۔

یہ بندہ شیخِ اول حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کی رحلت کے بعد اپنے کو یتیم محسوس کرتا تھا۔ حضرت کی خصوصی توجہ سے محرومی کے باعث دل کی دنیا اجڑی ہوئی لگتی تھی، مختلف اہلِ دل حضرات کی صحبت میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی، مگر وہ دوائے دل جو حضرت مفتی اعظمؒ سے ملی اس کی بات ہی کچھ اور تھی، اور وہ پیاس بجھ ہی نہیں رہی تھی کہ اتنے میں احساس ہوا کہ حضرت حکیم صاحبؒ بھی حضرت پھول پوریؒ کے صحبت یافتہ اور آپ کے منظورِ نظر تھے، اور حضرت پھول پوریؒ کے لیے ایسے تھے جیسا کہ شمس الدین تبریزؒ کے لیے مولانا رومؒ تھے تو حضرت کے مواعظ کا مطالعہ شروع کیا تو ایسا لگا کہ جیسے اجڑے چمن میں بہار آ گئی۔ حضرت کے ہر وعظ کی سطر میں اللہ کی محبت ٹپک رہی ہے اور ترکِ منکرات پر زور اسی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے جیسا کہ حضرت شیخِ اول کے مواعظ میں ہے۔

چنانچہ حضرتؒ سے ۱۴۳۰ھ غالباً ماہِ رجب ہی میں بیعت کی درخواست کی، جو کہ حضرتؒ نے از راہِ شفقت و محبت قبول فرمائی حالانکہ اُن دنوں میں حضرتؒ اکثر بیعت نہیں فرماتے تھے۔ فللّٰہ الحمد

اب حضرت والاؒ سے اتنی محبت ہوگئی کہ ہر دوسرے تیسرے ہفتہ جمعرات کو حاضر ہوتا تھا اور حضرت والاؒ کے ہاں دو دفعہ سہ روزہ بھی لگایا اور حضرت والاؒ کے مواعظ اور کیسٹوں سے پیاس بجھاتا تھا مگر وہ بجھنے کا نام ہی نہیں لیتی تھیں۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

جب بھی حضرت والاؒ کی یاد ستاتی اور حاضری نہ ہوتی تو حضرت والاؒ کے کسی نہ کسی وعظ کو اٹھا کر پڑھنا شروع کرتا تو کسی قدر آتش عشق پر کچھ چھینٹے پڑتے اور اس شعر کی کیفیت ہوجاتی ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

نہ کتابوں سے، نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

ذہن میں یہ اشعار گھومنے لگے ؎

وہ چہرۂ پُر نور کی تابندہ ضیائیں
صد حیف! کہ ہیں خاک کے تودے میں نہاں آج

فنا کیسی بقا کیسی جب اُن کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں آٹھہرے، کبھی اس گھر میں جا ٹھہرے

چھپ گیا آفتاب اور شام ہوگئی
اس مسافر کی راہ تمام ہوگئی

یہ دنیا کھیل ہے اور کھیل بھی ہے چند لمحوں کا
نظر جو کچھ بھی آتا ہے اسے خواب گراں سمجھو

اے خاکِ قبر! بر دلِ مارا نگاہ دار

ایسا لگا کہ جیسے حضرت والاؒ فرما رہے ہوں کہ ؎

شکریہ، اے قبر تک پہنچانے والو! شکریہ
اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

اور یہ شعر بھی دل میں آیا کہ ؎

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نو رُستہ اُس گھر کی نگہبانی کرے

اور بے اختیار ہونٹوں پہ عربی کا یہ شعر جاری ہوگیا ؎

رحمة اللّٰه علیک خیر اخلاف الکرام
نم قریر العین فی قبرک الیٰ یوم القیام

مزار پر حاضری کے بعد خانقاہ اشرفیہ میں خلف الرشید حضرت مولانا محمد مظہر صاحب مدظلہ العالی سے تعزیت کے لیے حاضر ہوا اور حضرت گلے لگ کر ملے اور ایسے لگا جیسے حضرت ہم سے تعزیت کررہے ہیں، اور تسلیاں دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ، پیرزادہ ونواب زادہ کو حضرتؒ کا سچا جانشین بنائے اور حضرتؒ کی طرح آپ کے فیض کو بھی پورے عالم میں عام اور تام فرمائے اور ہم جیسوں کو مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین، برحمتك یاارحم الراحمین۔

شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب بھی رخصت ہوئے

مولانا محمد امجد سعید

دنیا کے اندر بعض ہستیاں پیدا ہوتی ہیں جو حال اور مستقبل میں زندگی گزارنے والوں کے لیے آفتابِ ہدایت بن کر ایک تاریخ رقم کر جاتی ہیں۔ انہی ہستیوں میں ایک اہم ترین شخصیت ہمارے حضرت والا شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ ہمارے شیخ کی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ پوری زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و اطاعت میں گزری ہے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی کسی نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مولیٰ کی نافرمانی میں نہیں دیکھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے والد جناب محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ایک ایسا ہونہار اور فرمانبردار بیٹا عطا کیا، جس نے ہزار ہا بھٹکے ہوئے انسانوں کو خدا کی معرفت سے مالا مال کر دیا، عصری تعلیم حاصل کرنے کے باوجود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا جھکاؤ اللہ کی محبت اور اولیاء اللہ کی صحبت کے حصول کی طرف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے ''معارفِ مثنوی'' کے نام سے ایسی شرح قلم بند کروائی جسے دیکھ کر شیخ الحدیث حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت علامہ محمد یوسف بنوری، مفتی رشید احمد لدھیانوی، مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری، اور مفتی ولی حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہم جیسے علمائے اُمت بھی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے۔

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی راہِ اللہ میں وقف کر رکھی تھی۔ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کی فکر میں غمگین رہتے تھے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اُمتِ مسلمہ کی حالتِ زار کو دیکھتے ہوئے ایک کتاب لکھی جسے ''روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کتاب نے بہت سوں کی زندگیوں کو بدل ڈالا۔ بہت سے اس کتاب کو پڑھ کر غیبت، چغل خوری، حسد، کینہ، بغض و عداوت اور جھوٹ جیسی اخلاقی بیماریوں سے باز آ گئے اور بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کو پڑھ کر ہمیشہ کے لیے اپنی نظروں کو غیر محرموں کے دیکھنے سے پاک کر لیا۔ اس کتاب میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اصلاحی مضامین کچھ اس انداز میں جمع کیے ہیں کہ پڑھنے والا پڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور وہ مضامین اپنا جادو کرتے چلے جاتے ہیں، سچ تو یہ ہے کہ فتنہ کے اس زمانے میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج'' ہر گھر کی زینت بنی چاہیے۔

حالات وواقعات کے پیشِ نظر ہمارے حضرتؒ کا ایک خاص مضمون نظروں کی حفاظت کا تھا، جس پر حضرتؒ نے اپنی پوری زندگی میں سب سے زیادہ زور دیا۔ اگر دیکھا جائے تو فی زمانہ سب سے بڑا فتنہ نظر بازی، زنا اور لواطت کا ہے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی اللہ والا اُمتِ محمدیہ (ﷺ) کو ان برائیوں سے نہ صرف آگاہ کرتا بلکہ اس فریضہ کو اپنی زندگانی کا نصب العین بنالیتا۔ چنانچہ ہمارے حضرتؒ کو اللہ تعالیٰ نے اس برائی سے آگاہ کرنے کے لیے وقف کردیا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ فی زمانہ ہمارے حضرتؒ ان برائیوں کے سامنے بند باندھنے کے مجدد تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ان برائیوں کے خاتمہ کا خوب کام کیا۔

دن رات عوام الناس کو وعظ ونصیحت اور اصلاحی خطوط لکھنے کے باوجود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی دوسو سے زائد کتب احاطۂ تحریر میں آئیں، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تمام کتابیں اپنی مثال آپ ہیں۔ اگر کوئی آدمی اللہ کی محبت ومعرفت اور عشقِ رسول ﷺ سے سرشار ہونا چاہتا ہے تو میں دعویٰ سے یہ کہتا ہوں کہ وہ تنہائی میں بیٹھ کر ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے شروع کے دس مواعظ پوری توجہ سے پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں اپنی معرفت ومحبت پیدا کردیں گے (ان شاء اللہ العزیز) اس وقت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ ۱۰۰ کی تعداد تک چھپ چکے ہیں اور تاحال سینکڑوں مواعظ زیرِ طبع ہیں۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور سنت کے طریقوں پہ چلنے پر زور دیا گیا ہے۔

تھانوی سلسلہ میں چاروں سلسلوں کے اندر بیعت کا سلسلہ چلتا ہے اس لیے ہمارے حضرت والاؒ بھی تصوّف کے چاروں سلسلوں یعنی چشتی، نقشبندی، سہروردی اور قادری میں بیعت فرماتے۔ ہمارے حضرت والاؒ نے اپنے پیر ومرشد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تصوّف وتزکیۂ نفس کے اس فریضہ پر کام کرتے ہوئے اپنی پوری زندگی لگادی اور اپنے پیچھے ہزاروں خلفاء اور مریدین چھوڑے۔

ہمارے حضرت والاؒ کو اللہ تعالیٰ نے اس حوالے سے بھی ایک خاص مقام عطا فرمایا کہ آپؒ کے خاندان میں آپؒ کے علاوہ آپؒ کے اکلوتے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہٗ بھی حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ اور اُن کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد ابراہیم صاحب حضرت والاؒ کے خلیفہ ہیں۔ گویا حضرت والاؒ اور اُن کے بیٹے دونوں فقط ایک واسطہ سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہوئے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو یقیناً آج کے دور میں کسی اور کے اندر نہیں پائی جاتی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے حضرتؒ کی اولاد کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے اور حضرت والاؒ کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

صحبتِ اخترؔ سے عاصی اولیاء اللہ ہوئے   اُن کی باتیں سن کے غافل واصل باللہ ہوئے
آہ امجدؔ خانقہ میں نہ پاؤگے اُنہیں   کیونکہ جو عارف تھے وہ واصل باللہ ہوئے

الشاہ حضرتِ محترم حکیم مولانا محمد اختر صاحبؒ رحلت فرما گئے

مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری

مدیر سہ ماہی ندائے رحیمیہ ملتان

کراچی کے گلشنِ اقبال میں بیٹھ کر دوائے دردِ دل بیچنے والے بھی اپنی دکان بڑھا گئے۔ سلسلۂ تھانویؒ کی مؤثر شخصیت الشاہ حضرتِ محترم حکیم مولانا محمد اختر صاحبؒ رحلت فرما گئے۔

پورے عالم میں آپ کا فیض ایک بحرِ بیکراں کی طرح رواں دواں تھا۔ حضراتِ اہلِ علم کا بھی آپ کی طرف رجوع بکثرت ہوتا تھا۔ منہیات ومنکرات سے اہتمام بلیغ کے ساتھ بچنے کی آپؒ تاکید درتاکید فرماتے تھے۔ چنانچہ آپؒ ہی کا ایک ملفوظ ارشاد عالی ہے:

''ایک شخص رات بھر تہجد پڑھتا ہے، لیکن تقویٰ سے نہیں رہتا۔ دوسرا شخص تہجد تو نہیں پڑھتا مگر تقویٰ سے رہتا ہے، ایک نظر بھی خراب نہیں کرتا، ایک لمحہ بھی اپنے مالک کو ناراض نہیں کرتا۔ میں واللہ کہتا ہوں: اُس کے دردِ دل سے عالم میں زلزلہ پیدا ہو جائے گا، اور ایک مخلوق اُس سے فیض یاب ہو گی''۔

قسم کھا کر فرماتے تھے کہ ''گناہوں سے بچنے کا غم اولیاء کی غذا ہے، عبادات، حج اور عمرہ فاسق بھی کرتا ہے، عبادات فاسقوں کی بھی غذا ہے، اور اللہ کے دوستوں کی بھی، مگر گناہوں سے بچنے کا غم صرف اللہ کے دوستوں کی غذا ہے۔ اگر گناہ گار بھی یہ غذا کھانے لگے اور گناہ چھوڑ دے تو ولی اللہ ہو جائے''۔

الغرض اُن کا اندازِ تربیت حالاتِ زمانہ کے بالکل مطابق تھا۔ اس دور میں معاصی کا ترک ہی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اس کو عام نفسیات اور طبائع وقت کے لحاظ سے ادراک فرما کر علاج تجویز فرماتے۔ جس سے ایک زمانہ فائدہ اٹھاتا تھا۔

آپؒ کے ملفوظات میں ہے کہ کچھ احباب نے عرض کیا:

آج کل فحاشی وعریانی کی وجہ سے عورتوں نے تو ہماری ناک میں دم کر دیا ہے، حضرت نے

ارشاد فرمایا کہ انہوں نے تمہاری ناک میں دم نہیں کیا بلکہ تم نے اُن کی دُم میں ناک لگا رکھی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تم نے اپنے اختیار کے ساتھ اپنی آنکھ کو ناپاک بنایا ہوا ہے۔ اگر آپ اپنے اختیار کو استعمال کرو تو تمہیں کوئی مجبور تو نہیں کرسکتا۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا: ''آج کل بازار میں نظریں جھکا کر چلنے سے ولایت حاصل کی جاسکتی ہے۔ جو چیز مساجد و خانقاہوں میں ایک عرصہ تک مجاہدہ کرنے سے حاصل ہوتی تھی آج کل وہ دولت بازاروں میں ادنیٰ مجاہدہ سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اس کی تمکین کے لیے صحبتِ شیخ ضروری ہے''۔

حق تعالیٰ ایسے اصحابِ عصر کو جیسے اس دنیا میں ''وربك يخلق مايشاء ويختار '' کے تحت یہاں انتخاب فرمایا ہے۔ امید رکھنی چاہیے کہ عالمِ برزخ و آخرت میں بھی یہ حضرات اہلِ دل اللہ کے انتخاب میں داخل ہوں گے۔ اور وہاں کے روح و ریحان اور رضوان وغفران سے نوازے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات اہلِ حق کی محبت کے تصدق میں ہمارا آخرت میں ان کے ساتھ محشور ہونا مقدر فرمادیں۔ آمین۔

(بشکریہ سہ ماہی ندائے رحیمیہ ملتان رجب، شعبان، رمضان ۱۴۳۴ھ)

❁

اللہ سے اپنی مرادیں مانگو لیکن اگر مرادیں پوری نہ ہوں تو بھی مست، خوش اور راضی رہو کہ اس آرزو کو پورا نہ کرنے میں میری ہی مصلحت ہے۔ اگر آرزو پوری ہونے پر ہی خوش ہوئے تو کیا ہوئے، مزہ تو جب ہے کہ جب حق تعالیٰ درد دیں تب بھی مست رہو کہ وہ جس حال میں رکھیں وہی حال اچھا ہے ؎

عاشقم بر رنجِ خویش و دردِ خویش
بہرِ خوشنودیِ شاہِ فردِ خویش

میں اپنے محبوب حقیقی تعالیٰ شانہٗ کی خوشنودی و رضا کے لیے اپنے درد و غم پر خود عاشق ہوں ؎

عاشقم بر لطف و بر قہرش بہ جد
اے عجب من عاشقِ ایں ہر دو ضد

میں محبوب کے لطف و کرم اور ان کی طرف سے ابتلاءِ غم پر عاشق ہوں۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ کے لطف و قہر جو ایک دوسرے کی ضد ہیں، میں دونوں پر عاشق ہوں، یعنی اللہ تعالیٰ کے الطاف و کرم اور ان کی طرف سے آنے والی مصیبت اور غم دونوں پر راضی ہوں، کیونکہ دونوں میرے فائدہ کے لیے ہیں۔

۲۴ر جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ، ۱۷راگست ۱۹۷۱ء

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

ذکر اس پری وش کا

مولانا مفتی عبدالرحمٰن مدنی
مہتمم جامعہ محمودیہ بفرزون کراچی

بالا بلند، کتابی چہرہ، بے پناہ روشن اور اندر تک اتر جانے والی آنکھیں۔ خوش خلق، خوش گفتار، بامحاورہ انسان، قد ضرب المثل، قامت کہاوت، آنکھیں ساقی نامہ، ناک مصرع کی طرح، چال میں غزل، ڈھال میں نظم اور آواز مردانہ وقار و وجاہت کی گونجتی ہوئی صدا، الفاظ کا جوہری، مطالب کا شناور۔ انسانوں کی طبائع، ان کے مزاج اور ان کے امراض کے ماہر نباض و طبیب اور انسائیکلو پیڈیا طبیعتوں کے قافیہ شناس اور مزاجوں کے رازداں، چہرہ میں ہمہمہ، طبیعت میں دبدبہ، دل جری، نگاہ کھری، قاہری و دلبری کا مجموعہ، شجاعت و شرافت کا مرقع، دامن ہر داغ سے دھلا ہوا اور نفس سونے میں تلا ہوا۔ ''لوگ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہوں گے۔''

بس! موجِ خرام یار بھی کیا گل کتر گئی ......

کی شرحِ دلفریب اور غالب کے اس فرمودے کا اعادہ وتکرار!

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں؟

کوئی بدمعاش انہیں زک نہیں پہنچا سکا اور کسی شریف نے ان سے زک نہیں اٹھایا۔ جو ملا نہیں پچھتائے گا، جو ملا تو دل تھام کر رہ گیا۔

دوستوں اور ارادت مندوں سے کبھی دغا نہیں کیا۔ جس سے ہاتھ ملایا اسے کبھی کاٹا نہیں۔ وہ جسور بھی تھے اور غیور بھی۔ ان کے گرد و پیش جھوٹے اور مکار کا کوئی کار نہیں تھا۔ ان کے ارادت کیش ہر جگہ ہیں۔ وہ ایک دریا تھے جس سے ہر شخص بقدر طلب اور بقدر ظرف پانی پی سکتا تھا۔ ذہانت ان کی لونڈی اور امراء کی تواضع ان کی باندی۔ ان کے ہاں لہو ولعب کے تصور کا بھی گزر نہیں تھا۔ اپنے

اسلاف و اکابر کی محبت میں گندھے ہوئے اور تصور معصیت سے شب قدر میں آبِ زم زم سے دھلے ہوئے۔ اپنے اکابر کے قبیلے سے غایت درجہ محبت تھی اور اس خون کی حفاظت تو عصبیت حد تک کرتے تھے۔ ان سے منکر بھی ملتا تو بے ساختہ کہہ اٹھتا کہ ہم ایک قول کے پکے اور فعل کے سچے اور طبیعت کے کھرے انسان سے مل کر آرہے ہیں۔ اللہ سے محبت اور رسول ﷺ کی اطاعت کی جیتی جاگتی اور متحرک روح تھے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر۔ دل کے اجڑے چمن کو ان کی نگاہ کی تاثیر اور ان کی صحبت کا امرت گلستان میں بدل دیتا تھا ع

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

انہیں انسانی طبائع کے علوم اور مزاجوں کی شناسی میں کمال حاصل تھا۔ وہ مجمع کی رنگا رنگی کو اکائی میں تبدیل کر دیتے تھے۔ انہیں ہزاروں اشعار، ان گنت ضرب الامثال، بے شمار محاوے اور سینکڑوں تمثیلات زبانی یاد تھیں۔ وہ ایک عظیم انسان، عظیم خطیب، عظیم مصلح اور بہترین بزلہ سنج اور شریعت وطریقت کی عجیب اور دلآویز تفسیر وتصویر تھے۔ جو خوبیاں انسان انسانیت میں گنتے آئے ہیں ان کو یکجا کر لیں تو ہمارے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر کا ابتدائی خاکہ تیار ہوتا ہے۔ حضرت پھول پوری کی خدمت میں گئے تو حضرت امام محمد کی روایت دہرا کر فقط خالق کا بندہ ہونا ثابت کر آئے۔ نام ونمود سے دور اور اپنی متاع فقیری پر مغرور، مسجد و مدرسہ کو اپنی جنت سمجھا اور رب کی جنت کی آرزو اور طلب میں خود بھی بسر کی اور بے تابی و بے قراری ہر دل مردہ میں روح کی مانند پھونک دی۔ طویل مشاہدہ، عمیق تجربہ اور گہرا مطالعہ ان کی ذکاوت پر دال ہیں۔ انہوں نے شیطان سے عمر بھر چومکھی لڑی اور اس کی دشمنی کے محاذ پر ہمیشہ صف اول کے مجاہد رہے۔ باعزم، باوصف، باہمت تھے اور ہمیشہ رہے۔ سن وسال کی رفتار سے طویل سفر طے کیے مگر ان کی کمر میں کوئی شتر گربہ کسی باریک کی آنکھ بھی تلاش نہ کر پائی۔ بذلہ سنج، حاضر جواب اور نکتہ سنج۔ شعر وانشاء کے کسی میدان میں ان کا قلم رُکا نہیں، طبیعت اٹکی نہیں، اور مزاج رُکا اور تھکا نہیں۔ وہ موتی برساتے اور پھر انہیں پرو کر مالا بنا دیتے تھے۔

حضرت پرتاب گڑھی سے حضرت پھول پوری تک اور حضرت پھول پوری سے حضرت شاہ ابرار الحق ہردوئی تک انہوں نے ہر ایک کے علوم واحکامات کو مولائے روم کے شمسِ تبریز کی طرح جانا مانا اور ان کا ڈنکا بجایا۔ آپ ان سے ملتے تو بے ساختہ پکار اٹھتے ؎

بہت جی خوش ہوا کل جوش سے اے ہم نشیں مل کر
ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں

وہ بڑے اور بہت بڑے تھے۔ خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی کے چشمے سے جامعہ

اشرف المدارس گلستان جوہر کے دریا تک ہر جگہ ان کا فیض پھوٹا اور خوش نصیبوں نے خوب خوب اپنے نصیبوں اور بختوں کو جگایا۔ انہوں نے اپنے ترکے میں مظہر کو چھوڑا جو طبیعت کا قلندر اور راہِ خدا میں سخاوت کا سکندر رہے۔ حکیم محمد مظہر کے جوہر کو تراش کر اسے کوہِ نور بنا کر درفشانی کے لیے کائنات کو ایک نایاب تحفہ عطا کر گئے۔ وہ الفاظ سے آگے اور تصورات سے ماوراحسین وجمیل، خوبصورت، پاکیزہ اور شریف النفس تھے۔ قد دراز، طبیعت پر گداز، مزاج میں سوز و انداز، شوق میں پرواز، سیرت میں اعجاز، اخلاق میں اعلیٰ، کردار میں صدائے دل نواز، تحمل میں اکسیر، صبر میں بے مثال و بے نظیر، دل آئینہ، فطرت سادہ، عیب بین نہ عیب چین۔ جہاں گئے گناہوں کی گدلی دنیا کو پاکیزگی کا درس دے آئے۔ دلوں کے زنگ کو دھویا اور روحوں کو نئی زندگی دی۔ بندوں کو شہوت اور حرص کی پرستش سے نکال کر بندوں کے رب کی بندگی میں دے آئے۔ انہیں کسی سے دشمنی نہ تھی، وہ صرف شیطان اور شیطان کے چیلوں کے دشمن تھے۔ ساری عمر شیطنت سے لڑتے رہے اور شیطان کے خلاف محاذ کو گرم رکھا اور شیطان اور نفس سے لڑنے کے گر بتاتے رہے اور لوگوں کو فانی دنیا اور فانی حسن کی قید سے نکال کر ابدی دنیا اور ابدی اور لازوال حسن کی جانب بلاتے رہے۔

ایک عالم باعمل، امام وخطیب، مدرس، مدبر، مفکر، مصنف، شاعر، نباض، طبیب، رہنما، مصلح، شخصیت پرجوش مگر اطاعتِ رب اور سنتِ رسول ؐ پر عمل میں یہ جوش اور جنوں بھی ہار جاتا اور وہ آگے نکل جاتے۔ صفات سے بھرپور، عاجزی سے شرابور، وہ شیطان سے دور اور شیطان ان سے دور۔

قلم ان کی تصویر کشی سے عاجز ہے اور افکار معطل ہیں، دل ان کی جدائی سے غمگین، آنکھیں ان کی مجلس کو ترسیں اور سماعت ان کی آواز کو تلاشتی پھرے۔ وہ کیا گئے، کراچی، پاکستان اور یہ دنیا سونی ہوگئی۔ ایک سچا اللہ والا، دل والا، فکر والا، ذکر والا، عاجزی وانکساری اور صبر وتحمل والا چلا گیا۔ دنیا برسوں روئے گی اور طلبہ مدتوں، جبکہ متعلقین ہمیشہ روئیں گے، ان سا اب نہ آئے گا اس چمن میں:

زمین کے تاروں سے اک تارہ آسمان کے تاروں میں جاچکا ہے
مگر تیری مرگِ ناگہاں کا مجھے اب تک یقین نہیں ہے

❁

رومیٔ ثانی

مولانا طیب زمان
رفیق شعبۂ تصنیف بیت العلم کراچی

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے نظام کو اپنے محبوب و مطیع بندوں کے ساتھ مربوط کیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے وہ خاص بندے ہیں جو عشقِ الٰہی میں ایسے مستغرق ہوتے ہیں کہ اہلِ ایمان اُن کے چہروں پر قائم نورِ سبحانی سے راہِ نجات پر گامزن رہتے ہیں۔ جب کہ کفار اُن کی خاموشی، سادگی اور نرم خوئی میں چھپے رعب وجلال سے مرعوب ومغلوب رہتے ہیں۔ پھر بعض تو اُن کی طرف کھنچے آتے ہیں اور بعض اپنی کم مائیگی اور ضد کی وجہ سے اپنے کفر پر ڈٹے رہتے ہیں۔

جس طرح سورج کی روشنی سے دنیا کے کارخانے کا نظام چلتا ہے، اسی طرح یہ آفتاب ہدایت بھی نیک راہ سجھاتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ سورج کی چمک اس کے جانے سے ماند پڑ جاتی ہے، مگر ان اللہ والوں کے جانے سے ہدایت کا نور ختم ہوتا ہے نہ ہی راہِ نجات پر تاریکی چھاتی ہے، بلکہ جو شمعیں اُن کے ذریعے فروزاں ہو جاتی ہیں، وہ تا ابد مشعلِ راہ بنی رہتی ہیں۔

اسی وجہ سے قیامت تب ہی آئے گی جب روئے زمین پر ایک بھی ''اللہ، اللہ'' کرنے والا باقی نہ رہے گا، کیونکہ وہ چیز جس سے نظامِ کائنات مربوط تھا، وہ نہ رہا تو نظامِ کائنات بھی ملفوف ہو جائے گا۔

انہی اللہ والوں میں ایک نام مجددِ عصر، شیخ المشائخ حضرت مولانا حکیم محمد اختر نور اللہ مرقدہٗ کا بھی ہے۔

جنہوں نے پاکستان میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم میں اپنی عارفانہ پرواز کے ذریعے بہت سی ایسی شمعیں روشن کیں، جو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے انتقالِ پر ملال کے بعد بھی اہلِ دنیا کے لیے رونقِ محفل کا کام دیتی ہیں۔

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت کو قلم کے ذریعے اوراق میں بند کرنا ایک امرِ صعب ہے۔

آپ نہ صرف ایک الہامی شاعر تھے بلکہ عشقِ الٰہی میں فریفتہ، حبِ نبوی ﷺ میں دیوانہ وار، رومیؒ ثانی، عجز وانکساری میں مٹے ہوئے ولی اور مسلمانوں کے لیے ہمدرد مربی تھے۔

آپ اپنے بلند اقبال کلام کے ذریعے کبھی ڈاکٹر اقبال مرحوم کی یاد دلاتے تو کبھی سحر گو اشعار سے بہلول مرحوم کی، پھر کبھی شیریں سخن کے ذریعے سعدیؒ کی گلستان میں پھراتے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت روزِ روشن سے زیادہ عیاں تھی، آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی والہانہ محبت تھی، اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور محبت کو اپنے دل میں غالب کرلیا تھا۔ دوسروں کا ذکر چھوڑ کر صرف اور صرف اپنے رب کے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ دنیا کی لذتیں تا دمِ آخر حضرتؒ کو اللہ تعالیٰ کے اُنسِ ذکر سے نہ موڑ سکیں۔

گویا کہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر نور اللہ مرقدہٗ قرآن کریم کی آیت ''رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِاللّٰهِ'' کا مصداق تھے۔

عبودیت اور مخلصانہ پاک دامنی کا مظہر تھے۔ اللہ تعالیٰ سے کیے معاہدۂ اطاعت کے سچے مطیع تھے۔ گویا کہ ''رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيۡهِ'' کا بھی مصداق تھے۔ ہمیشہ معروف کا حکم کرتے اور منکرات سے مخفی اسرار کے ساتھ منع کرتے، گویا نرم خُو، حکمت سے بھرپور اور مشفق ناصح وداعی تھے۔ دنیا والوں کے سامنے بےغم اور آزاد نظر آتے، مگر حقیقت میں مستعد اور غمگین ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں پر ایسے متیقن کہ ایک بار فالج کے حملے کے بعد کہنے لگے۔

''آج کل جو دعا مانگتا ہوں فوراً قبول ہوتی ہے، یہ سب فرشتوں کی آمین کا صدقہ ہے، ورنہ مجھ میں تو ایسی کوئی بات نہیں''۔

ہمارے بس میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت کو بیان کرنا نہیں، حضرتؒ کے اوصاف وکمالات، محاسن ومحامد اور مقبولیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، وہ ایک عالم گیر رہبر ورہنماء اور مقتداء وپیشوا تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اُن کے جملہ نائبین، بالخصوص حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہٗ کو اسی فکر اور تڑپ کے ساتھ دین کی خدمت پر قائم رکھے جو فکر حضرت مولانا حکیم محمد اختر نور اللہ مرقدہٗ کی تھی، اور ہمیں بھی حضرتؒ جیسا سچا باعمل اللہ اور اس کے رسول کا عاشق بنائے۔ آمین ثم آمین

❁

آفتابِ معرفت کی رحلت

صاحبزادہ مولانا حمزہ احسانی
حفید حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ، نبیرہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ

مؤرخہ ۲ رجون حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے سلسلہ کے عظیم مرشد، محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق رحمہ اللہ (خلیفۂ مجاز: حضرت تھانویؒ) کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب (بانی: جامعہ اشرف المدارس، کراچی وخانقاہ امدادیہ اشرفیہ، کراچی) رضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے۔

اس روز بندہ اپنے احباب کے ہمراہ جامعہ مظہریہ حسینیہ جنہان سومرو، ٹنڈو محمد خان (حیدرآباد) کی تقریب ختم بخاری سے فراغت پر حیدرآباد سے بہاول پور کے لیے روانہ ہو چکا تھا، راستے میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کے انتقال کی خبر ملی، جنازہ میں شرکت سے محرومی پر شدید افسوس ہوا۔ خدا تعالیٰ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی کامل مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں بلند و بالا مقام نصیب فرمائے۔ آمین۔ قارئین سے بھی دعاؤں کی درخواست ہے۔

۲۰۰۳ء میں جب بندہ ''مدرسہ تعلیم الفرقان قاسمیہ مسجد حق چار یار، پنڈ گدوال، واہ کینٹ'' میں زیرِ تعلیم تھا تو استاذِ محترم حضرت مولانا قاری احسان الحق مدظلہم گاہے بگاہے مختلف اکابر کی کتب بندہ سے سنتے رہتے تھے، اسی دوران حضرت والا کی کتاب ''مواعظِ درد محبت'' بھی استاذِ محترم کو سنانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ غالباً وہیں سے حضرت کا تعارف ہوا۔ اس سے قبل نہ تو حضرت والا کی زیارت سے شرف یاب ہوسکا تھا نہ آپؒ کی کسی کتاب کے مطالعہ کی سعادت حاصل کی تھی اور نہ ہی کوئی بیان وغیرہ کہیں سننا نصیب ہوا تھا، بلکہ تعارف بھی شاید نہیں تھا۔ جب حضرت الاستاذ دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت والا کی کتاب بندہ کی زبانی سننی شروع کی تو نہایت شوق و ذوق سے بندہ نے سنائی اور خوب مزے لے لے کر معرفت کی باتیں پڑھیں، اگر چہ اس وقت اتنی سمجھ تو نہیں تھی، لیکن شعروشاعری سے قدرے لگاؤ شروع ہی سے تھا، اور حضرت کے بیانات میں اشعار بکثرت ہوتے تھے، اس لیے خوب دلچسپی سے کتاب پڑھتا تھا۔ حضرت والا کی زیارت کا شوق بھی وہیں سے پیدا ہوا، لیکن کم عمری اور بعد

ِ مسافتی کی بنا پر حضرت والا حکیم صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری بظاہر جلدی ممکن نہ تھی۔

پھر جب بندہ ''جامعہ مفتاح العلوم، سرگودہا'' میں زیرِ تعلیم تھا تو بندہ کے محسن ومحبوب ساتھی حضرت مولانا عدنان جلال پوری مدظلہم نے حضرت والا کے چند مطبوعہ بیانات عنایت فرمائے، ان کا مطالعہ کیا تو عقیدت ومحبت اور شوقِ زیارت میں اِضافہ ہوا، خاص طور پر حضرت والا کا ''سفرنامہ لاہور'' کئی بار پڑھا۔ بہت جی چاہا کہ حضرت کبھی لاہور تشریف لائیں اور آمد سے قبل خبر ملے تو لاہور حاضری دے کر زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی اور دل پرسکون کروں، لیکن قدرت کو ابھی منظور نہیں تھا۔ پھر عرصہ دراز تک حضرت والا کے انہی بیانات اور زبانی عقیدت مندانہ تذکرہ پر اکتفا کرتا رہا۔ جب ''دارالعلوم مدنیہ، بہاول پور'' حاضری ہوئی تو حضرت والا کے فرزندِ ارجمند اور جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہم کی زیارت کی سعادت ملی، اسی طرح حضرت کے بعض خلفاء شیخ الحدیث حضرت مولانا جلیل احمد اخون مدظلہم اور شاعرِ معرفت حضرت خالد اقبال تائب مدظلہم کی زیارت کی سعادت بھی گاہے بگاہے بہاول پور میں ملتی رہی۔ حضرت کے خلفاء کی اِتباعِ سنت میں ڈوبی ہوئی زندگی اور معرفت سے بھرپور گفتگو سے متأثر ہوکر بہت سے طلباء اُن کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، میرے ایک بہت قریبی ساتھی نے بھی بطورِ مشورہ اس خواہش کا اظہار کیا کہ: میرا جی چاہتا ہے کہ حضرت حکیم اختر صاحب مدظلہم سے بیعت ہوجاؤں۔ بندہ نے کچھ عرصہ بعد اُسے حضرت والا کی ایک تصنیف بطورِ ہدیہ پیش کی اور پابندی سے مطالعہ کی تلقین کی، تاکہ قلبی رجحان پختہ ہوجائے۔ خود چونکہ بندہ کا قلبی رجحان شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے سلسلہ کی طرف تھا اور اُن کے خلیفۂ مجاز (میرے نانا جی) قائد اہلِ سنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی اِرشاد فرمودہ تسبیحات کا بچپن سے ورد کرتا رہا، اگرچہ کم سنی کی وجہ سے اُن سے بیعت کی نوبت نہ آئی، لیکن اُن کے خلیفۂ مجاز اور جانشین شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم کے دستِ حق پرست پر بیعت کرکے ''سفرِ سلوک'' شروع کرچکا تھا۔ اسی لیے کسی اور سے بیعت ہونے کی گنجائش نہیں تھی۔ البتہ جو احباب سلسلۂ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ میں بیعت کے شوقین ہوتے اور ناچیز سے مشورہ کرتے تو بندہ اُن کو شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور مدظلہم اور حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی صحبت ومعیت کا مشورہ دیکر اِستخارہ کا عرض کردیتا تھا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ حضرت تھانوی وحضرت مدنی رحمہما اللہ کے سلسلوں سمیت جملہ سلاسل کے نامور مشائخ میں سے چند گنے چنے حضرات باقی ہیں، ورنہ تو سلوک واحسان کے سلسلہ پر خزاں ہی خزاں ہے، چشتیہ سلسلہ ہو یا نقشبندیہ، قادریہ ہو یا سہروردیہ ہر طرف ویرانی ہی ویرانی ہے جس میں روز بروز اِضافہ ہورہا ہے، خدا تعالیٰ اُمتِ مسلمہ کے حال پر رحم فرمائے۔ آمین

حضرت والا کو خدائے عز و جل اور اس کی مخلوق میں حضور نبی کریم ﷺ کی ذات سے جو عشق تھا اسی آتشِ عشق کا اظہار انتہائی گہرے اور پرسوز اشعار سے ہوتا تھا، شعر و شاعری اور حضرتؒ گویا لازم ملزوم تھے، حضرتؒ ہوں، اشعار نہ ہوں محال تھا، اور شعراء معرفت کا تذکرہ ہوا اور حضرتؒ کا نام مبارک نہ آئے، ناممکن۔ حضرتؒ کا کلام پڑھتے انسان صاف محسوس کرتا ہے کہ کسی دردِ دل والے نے دل کی گہرائی اور عشق کے منتہاء سے پوری عقیدت کے ساتھ یہ اشعار کہے ہیں۔ ایک مرتبہ بندہ کے شیخ مدظلہم کی موجودگی میں بڑے شعراء کا تذکرہ چلا اور بندہ نے حضرت نفیس شاہ صاحب کا نام لیا تو حضرت شیخ نے اُن کی تعریف فرمائی اور پھر حضرت والاؒ کا نام لیا کہ اُن کے اشعار بھی بڑے کمال کے ہوتے ہیں۔

گزشتہ سے پیوستہ سال بندہ کو اپنے ہم کلاس ساتھی جناب مولانا نثار صاحب کے ہمراہ حضرت والا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، باوجود ضعف ونقاہت کے نہایت پرنور اور روشن چہرہ تھا، جو ع ''جسے دیکھ کر خدا یاد آئے'' کا واضح مصداق تھا۔ حضرت کی موجودگی میں اُن کے خلیفہ عارفانہ کلام پیش فرما رہے تھے اور موقع بہ موقع ایسا انداز اپنا رہے تھے کہ حضرت والا بے اختیار مسکرا دیتے، آپؒ کی دلفریب مسکراہٹ دیکھتے ہی جملہ حاضرین قدرے بلند آواز سے ''ماشاء اللہ'' کہتے۔ عصر تا مغرب کی اس مختصر ترین محفل سے بندہ بہت محظوظ ہوا۔

۲۰۰۹ء میں بندہ نے اپنے جدامجد حضرت امام اہلِ سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی وفات پر حضرتؒ سے کچھ تحریر کرنے کا عرض کیا تو درج ذیل چند سطور لکھوا کر بھجوائیں جو مجلّہ ''المصطفیٰ'' کے ''امام اہلِ سنت نمبر'' میں شائع ہوئیں:

''باسمہ تعالیٰ
محبی المکرّم سرفراز حسن خان صاحب زید مجدہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محدث کبیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی وفات اُمتِ مسلمہ کا نقصانِ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، حضرت رحمہ اللہ خانقاہ میں تشریف لا چکے ہیں اور اس طرح احقر کو بھی حضرت کی ملاقات کا شرف حاصل ہے، آپ، حضرتؒ کی دینی خدمات اور سوانح حیات مجلّہ المصطفیٰ میں شائع فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور اُمتِ مسلمہ کے لیے نافع فرمائیں۔ آمین''

آہ! کہ ہم معرفت کے اس بحرِ بے کراں اور سلوک و طریقت کے اس دریا سے کچھ حاصل کیے بغیر ہی ہاتھ دھو بیٹھے، اب پچھتائے کیا ہوت۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را''

❁

صحافی حضرات:

حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب کا انتقال پر ملال

مولانا محمد احمد حافظ
انچارج میگزین پیج روزنامہ اسلام

گزشتہ ماہ عارف باللہ حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ!......حضرت شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ ہمارے دادا پیر تھے۔ ہمارے شیخ و مرشد حضرت مولانا قاری نور محمد صاحب دامت برکاتہم، حضرت حکیم اختر صاحب کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ اگرچہ ہمارے حضرت قاری نور محمد صاحب، حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمہ اللہ کے طویل صحبت یافتہ اور فیض یافتہ ہیں اور آپ سے خلافت بھی حاصل ہے اور اُن کے بعد حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی رحمہ اللہ سے اجازت بیعت و خلافت حاصل ہے لیکن اللہ والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے مقام و مرتبہ کا ادنیٰ شائبہ بھی دل میں نہیں لاتے اور خود کو کسی شیخ کامل کے سپرد کیے رکھتے ہیں۔ حضرت قاری نور محمد صاحب کے بارے میں آپ کے معاصرین کا کہنا ہے کہ آپ پیدائشی ولی ہیں، آپ کے قریب رہنے والا آپ کے فیوض و برکات کا بہ چشم خود مشاہدہ کرسکتا ہے....... بایں ہمہ آپ نے اپنے آپ کو عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب کے سپرد کیا اور اُن کے تادمِ واپسیں اپنی روزانہ حاضری کو حرزِ جاں بنائے رکھا......اس ذکر سے مقصود یہ ہے کہ جہاں مرید اس پائے کے ہوں تو خود حضرت حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ کس پائے کے شیخِ وقت ہوں گے؟۔

حضرت شاہ حکیم اختر صاحب قدس سرہ نے حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا۔ آپ حضرت شاہ ابرارالحق صاحبؒ (ہردوئی والے) کے بھی فیض یافتہ تھے۔ تصوف کی لائن میں حضرت حکیم اختر صاحبؒ اس وقت چوٹی کے بزرگ تھے۔ خوبی کی بات یہ تھی کہ آپ محض ذکر و اذکار کی تلقین نہ فرماتے بلکہ اپنے مریدین اور متعلقین کے شرعی امور کی پاس داری کی بھی مکمل نگرانی فرماتے۔ جہاں کہیں انہیں کوئی منکر نظر آتا فوراً اس کو زائل کرنے کی کوشش فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے، دنوں میں ہی اُن کی کایا پلٹتی نظر آئی۔ پانچوں وقت نمازوں کا اہتمام، مکمل اور مسنون ڈاڑھی، شرعی حلیہ اور اسلامی لباس، معاملات میں صفائی اور گھروں

میں اسلامی معاشرت........ یہ چیزیں آپ کے مریدین میں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ، حضرت اقدس مفتی رشید احمد رحمہ اللہ کے پیر بھائی اور ہم عصر تھے، دونوں ہی حضرات کو اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمہ اللہ سے بے پناہ محبت تھی۔

بلا شبہ حضرتؒ ایک جامع دینی شخصیت تھے۔ آپ کی خدمات کا ہر رُخ اجلا اور روشن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کو منبع فیوض و برکات بنا دیا تھا۔ آپ کی مجالس معرفت الٰہی، ایمان و یقین کی مضبوطی، معاصی سے اجتناب، دلوں کی رقت، اور سنتوں پر عمل کا باعث ہوتیں۔ کتنے ہی نوجوان آپ کی تلقین کے باعث راہِ راست پر آئے، نہ صرف راہِ راست پر آئے بلکہ اوروں کے امام بن گئے، کتنے ہی مردہ دلوں کو آپ کی بابرکت مجالس کی بدولت حیات جاوداں ملی، آپ سچے عاشق رسول تھے، سنتوں پر عمل کے شیدائی تھے اور اپنے متعلقین سے بھی اسی کی توقع رکھتے تھے، آپ ہی کا یہ لافانی شعر ہے۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

آپ کے مواعظ اور آپ کی تصنیف کردہ کتابوں میں شوقِ وطن، محبت الٰہیہ، عشقِ رسالت مآب کا والہانہ پن بدرجۂ اتم نظر آتا ہے۔ آپ کے سجدوں اور دعاؤں میں اُمت کا غم جھلکتا تھا، آپ کی وفات پر کسی نے بہت درست بات کہی ہے کہ وہ ہاتھ ہمیشہ کے لیے اُٹھ گئے جن کے اُٹھنے سے اُمت کی آفتیں اور مصیبتیں ٹل جایا کرتی تھیں۔ حق یہ ہے کہ آپ حق کے معاملے میں نہایت جری تھے، اور تذکیر و تلقین اور دعوت و ارشاد میں کسی ملامت گر کی ملامت کی ہرگز پروانہ کرتے۔ آپ جدیدیت اور مداہنت کے اس دور میں منارۂ استقامت تھے۔ آپ آج اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن یقین ہے کہ آپ کی تعلیمات تا دیر زندہ رہیں گی اور لوگ آپ کے بعد بھی برابر آپ سے فیض حاصل کرتے رہیں گے۔ (بشکریہ ماہنامہ سنابل شعبان ۱۴۳۴ھ)

❁

اکثر تو یوں ہوتا ہے کہ پیر سے مرید اور اس کے خلیفہ چمکتے ہیں اور بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ مرید سے پیر چمکتا ہے۔ تاریخِ اولیاء اس کی شاہد ہے۔ حضرت جنید، غزالی اور بابا فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہم کے پیر کو کوئی جانتا بھی نہیں اور ان حضرات کو حق تعالیٰ نے چمکا دیا۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

علم ومعرفت کا آفتابِ جہاں تاب

مولانا ایریداحمد نعمانی
کالم نگار روزنامہ اسلام

۲۳ ؍ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ کراچی کی سرزمین پر علم ومعرفت کا ایک آفتابِ جہاں تاب غروب ہوا۔ میخانۂ رشد وہدایت کا ایک اور ساقی اپنی منزلِ مراد پا گیا۔ دوائے دل بیچنے والا ایک اور ولیٔ دوراں اپنی دکانِ معرفت بڑھا گیا۔ بے شک فراقِ شیخ میں ہر چشم اشک بار ہے۔ ہر قلب غم گین وحزیں ہے۔ ہر فکر پارہ پارہ ہے۔ ہر محبّ ومسترشد مضطرب ہے۔ ہر خادم ونیاز مند بے قرار ہے۔ مگر زبانوں پر وہی کلمات جاری ہیں۔ جن کی تعلیم جنابِ نبی کریم ﷺ نے اُمت کو دی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ O اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعۡطٰی وَکُلُّ شَیۡءٍ عِنۡدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَحۡرِمۡنَا اَجۡرَہٗ وَلَا تَفۡتِنَّا بَعۡدَہٗ.

جی ہاں! یہ ذکرِ خیر ہے عارف باللہ، مرجع خلائق، مرشدِ عالم، ولی کامل، شارح مثنوی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کا۔ جو ۱۳ ؍ سالہ طویل علالت کے بعد ۹۰ ؍ سال کی عمر میں بروز پیر عصر ومغرب کے درمیان انتقال کر گئے۔

حضرت والاؒ اپنے پیر ومرشد سے وفورِ محبت، قلبی تعلق اور روحانی نسبت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حضرت کی والہانہ عبادت، ذکر وتلاوت اور تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد سجدہ میں دیر تک دعا مانگنا اور آہستہ آہستہ رونے کا نقشہ احقر کی نگاہوں میں اب تک پیوست ہے۔ احقر نے ایسی والہانہ عبادت، کثرت آہ، ونعرہ ہائے عشق کے ساتھ کرتے ہوئے پھر کسی کو نہ دیکھا۔ اور حضرت والاؒ کے رہن سہن کی سادگی حدیث ''کُنۡ فِی الدُّنۡیَا کَاَنَّکَ غَرِیۡبٌ'' کی شرح تھی۔ گھر کے احاطۂ صحن کی خام دیواروں کے کنارے بارش سے کٹے پھٹے اور چٹائیوں کے ایک چھپر میں حضرتؒ کا اکثر آرام فرمانا، کبھی دریا کی طرف سیر کرنا اور اکثر مغرب کے بعد سے عشاء تک صرف تاروں کی روشنی میں مسجد کی کھلی چھت والے حصے میں ذکر اللہ اور تلاوت میں بار بار آہوں کی آواز اور نعرہ ہائے درد کے ساتھ مشغول رہنا احقر کو آج بھی جب یاد آتا ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ تقریباً سولہ برس دن رات

کی صحبت کا شرف حاصل رہا اور اختر پر یہ حق تعالیٰ کا انعام عظیم اور یہی معاد حاصل مراد ہے“۔

حضرت والاؒ کو اللہ نے بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی تھی، اسی عالم گیر محبت اور مقبولیت عند الناس کی ایک دلیل یہ تھی کہ آپ کے انتقال کی خبر ملتے ہی نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی دنیا سے ان کے عقیدت مندوں، شاگردوں، خلفاء اور چاہنے والوں کی بڑی تعداد نماز جنازہ میں شرکت کے لیے کراچی پہنچی۔

ایسے وقت میں جب اُمت کو قحط الرجال کا سامنا ہے، حضرت والا حکیم اختر صاحبؒ کی جدائی دکھ اور غم کو دوآتشہ کر رہی ہے۔ رنج والم کے اس موقع پر آپ کا ہی ایک ملفوظ ہمیں تسلی دیتا ہے، جس میں حضرت والاؒ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انا للّٰہ غم کا عقلی علاج ہے کہ جو چیزیں ہمیں دی گئی ہیں، ان کے ہم مالک نہیں ہیں۔ بطورِ امانت ہمیں وہ چیزیں دی گئی ہیں لہٰذا مالک اگر اپنی وہ چیز واپس لے لے تو اس کا حق ہے۔ امین کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اعتراض کرے کہ یہ چیز کیوں مجھ سے واپس لی جا رہی ہے۔ اور انا الیہ راجعون طبعی غم کا علاج ہے کہ آج جو ہم سے جدا ہوئے ہیں، ہمیشہ کے لیے جدا نہیں ہوئے۔ عارضی جدائی ہے۔ ایک دن ہمیں بھی اللہ کے پاس جانا ہے۔ وہاں ملاقات ہوگی اور پھر کبھی جدائی نہ ہوگی۔ (افضال ربانی: ۹۷)

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ بہت جلد ختم ہو جانے والی ہے۔ موجودہ لمحات کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اعمال خیر کی طرف رغبت اور اعمال سیئہ سے اجتناب کو اپنا شعار بنانا چاہیے۔ نفس کو مزکی و مصفی بنانے پر محنت کرنی چاہیے۔ اہل اللہ پوری زندگی اسی کا درس دیتے ہیں ؎

اختؔر جگ میں آئے ہو کچھ دیا دھرم کے کام کرو
یہ وقت نہیں ہاتھ آئے گا جو کرنا ہے سو آج کرو

(بشکریہ اشاعتِ خاص روزنامہ اسلام کراچی ۲۸ / رجب ۱۴۳۴ھ ۸ / جون ۲۰۱۳ء)

❁

بابا فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق
عمر بگذشت او نہ شد آگاہِ عشق

اللہ کی محبت کے راستہ میں جو کسی اللہ والے کو رفیق نہیں بنائے گا اس کی عمر گذر جائے گی مگر اللہ کی محبت نہیں پائے گا۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ)

رومیٔ دوراں کا سانحۂ ارتحال

مولانا لطیف الرحمٰن لطفؔ
کالم نگار روزنامہ اسلام

یہ آج سے تقریباً پندرہ سولہ سال پہلے کی بات ہے کہ اپنے ایک عزیز اور محسن سے ملنے جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال جانا ہوا، جو اس وقت وہاں درجۂ موقوف علیہ میں زیرِ تعلیم تھے اور میں کالج کے سیکنڈ ایئر کا طالب علم۔ مدرسہ کے گیٹ پر ادھیڑ عمر کے گھنی ڈاڑھی اور سپاٹ مونچھوں والے ایک شخص سے ملاقات ہوئی، جس نے تھانوی ٹوپی پہن رکھی تھی، وہ بڑی خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ میں نے اُس سے اپنے عزیز کے بارے میں دریافت کیا تو اُس نے میرے ساتھ ایک طالب علم کو کر دیا جو کہ مجھے مطلوبہ کمرے تک لے گیا۔ اپنے میزبان سے حال احوال پوچھنے کے بعد میں نے کہا کہ گیٹ پر ایک بڑے مولانا صاحب سے ملاقات ہوئی جو بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور یہاں تک آنے میں میری راہنمائی کی۔ وہ ہنس کر بولے، کہ وہ کوئی مولانا نہیں، مدرسہ کے چوکیدار ہیں۔ میں نے حیرت سے کہا کہ چوکیدار؟ انہوں نے جواب دیا ہاں! چونکہ ہمارے ہاں ایک بڑے ولی اللہ ہیں، اُن کی صحبت کے نتیجے میں یہاں کے چوکیدار اور ملازمین بھی علماء کی وضع قطع اور اُن کی صفات کے حامل ہیں۔ میں نے پوچھا کہ اُن بزرگ کی زیارت کی کوئی سبیل ہے؟ انہوں نے کہا کہ آج جمعہ کا بیان اُن کا ہوگا، جب تک ٹھہر جاؤ بیان بھی سن لوگے اور زیارت کا شرف بھی حاصل ہو جائے گا۔

بندہ بیان کے مقرر وقت سے پہلے ہی مسجد کی اگلی صف میں جا کر بیٹھ گیا، اتنے میں ایک انار جیسے نکھرے اور نورانی چہرے، سفید اور چمکتی ڈاڑھی والے نہایت ہی خوش شکل بزرگ آ کر منبر پر براجمان ہوئے۔ میری نگاہیں زندگی میں پہلی مرتبہ کسی ایسے پرنور چہرے سے چار ہوئی تھیں کہ بس انہیں دیکھنے کو ہی جی چاہ رہا تھا اور اُس منظر سے آنکھیں ہٹانا میرے لیے ناممکن دکھائی دے رہا تھا۔ عفت وحیا کے پانی سے دھلی صاف وشفاف آنکھیں سلطنت دل پر تسلط جمائے جا رہی تھیں۔ غضب یہ تھا کہ چہرہ جتنا پُرکشش ہے باتیں بھی اُتنی ہی سحر انگیز۔ زرخیز قلوب کا تو کیا ذکر؟ میرے بنجر دل پر بھی

اُن باتوں کا اثر دھیرے دھیرے ہونے لگا تھا۔ بزرگ ولی اللہ بننے کے لیے تین اعمال کا ذکر فرما رہے تھے، یعنی ایک مشت ڈاڑھی رکھنے، شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھنے اور نظر کی حفاظت کرنے کی تلقین ہو رہی تھی۔ میں نے اُسی وقت ڈاڑھی رکھنے کی نیت کر لی اور باقی دو باتوں پر عمل کا بھی اپنا سا ارادہ کر لیا۔ اس سے قبل میرے وہ عزیز مجھے مدرسہ میں داخلہ لینے کی ترغیب دیتے آ رہے تھے، اُس بیان نے کام مزید آسان کر دیا اور میں نے طے کر لیا کہ اگر پڑھنا ہے تو اسی مدسہ میں پڑھنا ہے۔ اس کے بعد اللہ کے فضل و کرم سے درس نظامی کی تکمیل کی توفیق نصیب ہوئی جن میں سے چار سال کے لیل ونہار انہی حضرت کے مدرسے کے پُرنور ماحول میں گزرے۔

یہ حضرتؒ تھے حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ۔ چار سال حضرت والاؒ کے بیانات اور مجالس میں شرکت کی سعادت حاصل رہی۔ اس دوران حضرتؒ کو کافی قریب سے دیکھنے کا موقع بھی ملا۔ حضرت والاؒ کے سینے میں عشق الٰہی کا ایک آتش فشاں تھا۔ جس کی جھلک اُن کے بیان میں بھی نظر آتی تھی۔ ہم نے آج تک کسی بزرگ کا اس قدر عشق الٰہی میں ڈوبا ہوا بیان نہیں سنا، جس طرح حضرتؒ کا ہوتا تھا۔ مجلس میں بیٹھے بیان سننے والے پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی بلکہ بسا اوقات حضرتؒ اللہ تعالیٰ کی محبت کو اس انداز میں بیان فرماتے کہ منہ میں پانی آ جاتا اور دل بے ساختہ پکار اٹھتا کہ کاش ہمیں بھی اللہ کے قرب کی وہ حلاوت نصیب ہو جائے جو ان جیسے اولیاء کو حاصل ہے۔ بسا اوقات فرماتے کہ ''عشق مجازی میں اپنی عمر ضائع کرنے والے ظالمو! میں کس طرح تمہیں عشق الٰہی کا لطف سمجھا دوں، کسی کو لاکھ سمجھایا جائے کہ شامی کباب یوں لذیذ ہوتا ہے وہ اس کی لذت سے آشنا نہیں ہوسکتا، ہاں اگر کباب لا کر اُس کے منہ میں ڈالا جائے تو عش عش کر اٹھے گا، تم بھی اگر اللہ کے قرب کی لذت سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہو تو اللہ کا بن کر دیکھو'' بعض اوقات اشک بار ہو کر فرماتے کہ ''میں لامحدود ذات کی محبت کو اپنے محدود الفاظ کے ذریعے تمہارے سامنے بیان کرنے سے قاصر ہوں''۔

آج کل طلباء، فضلاء اور دین کی طرف آنے والے افراد میں معاشی تنگی برداشت کرنے کی اہلیت ناپید ہوتی جا رہی ہے۔ بعض لوگ اپنی حالت کا اکابر کی موجودہ حالت کے ساتھ موازنہ کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ فلاں کے پاس اتنے وسائل اور اتنا وسیع حلقہ احباب ہے، میرے پاس کیوں نہیں؟ اس بارے میں حضرت فرمایا کرتے تھے ''بزرگوں کے حال کو مت دیکھو کہ مال کی فراوانی ہے اور خدام ہر وقت خدمت میں مصروف ہیں، بلکہ اُن کے ماضی کو دیکھو، انہوں نے ایک طویل عرصے تک مشقت اور مجاہدے کی زندگی گزاری ہوتی ہے، پھر جا کے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے آسائشوں کے

دروازے کھولے ہوتے ہیں اور تم بغیر کسی محنت، مشقت اور مجاہدے کے ان جیسی زندگی گزارنا چاہتے ہو؟ ایسا نہیں ہوسکتا''۔

دینی مدارس میں عام طور پر شعبۂ حفظ کے مقابلے میں شعبۂ کتب، اُس کے اساتذہ اور طلباء کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے قولاً یا کم از کم عملاً۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ کی طرح اس رجحان کے سخت خلاف تھے۔ درس گاہوں میں کارپٹ بچھانے اور واٹر کولر لگانے سمیت تمام سہولتوں کی فراہمی میں شعبۂ حفظ کو مقدم رکھنے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ اصل کام یہی ہے، جب کہ کتابیں پڑھنے پڑھانے کا مقصد بھی قرآن فہمی ہے، وہ بذاتِ خود مقصود نہیں۔ وہ اس بات پر افسوس کا اظہار کرتے کہ بعض مدرسوں میں حفظ و ناظرہ کی درس گاہوں میں دریاں تک نہیں بچھی ہوتیں اور کتابوں کی درس گاہیں عمدہ قالینوں سے آراستہ ہوتی ہیں۔

آپ معاشرے بلکہ دین دار طبقہ میں اذان دینے کے عمل کو معمولی سمجھنے کے رجحان کے بھی سخت خلاف تھے۔ اس بناء پر اپنی تندرستی کے دنوں میں وقتاً فوقتاً مسجد میں آکر خود اذان دیتے تاکہ طلباء اور متعلقین کو اس عمل کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ ہوسکے۔ آپ اپنی مالی فراوانی کے باوجود اسراف کے سخت خلاف تھے۔ بیان یا مجلس کے دوران بلا ضرورت کوئی پنکھا چلتا ہوا یا بلب جلتا ہوا دیکھتے تو فوراً ٹوک دیتے اور بند کرنے کا حکم دیتے۔ خود عبادت گزار ہونے کے باوجود اپنے متعلقین کو کثرتِ عبادت سے زیادہ ترکِ گناہ کرنے کی تلقین کرتے اور فرماتے ''فرائض، واجبات اور سنتوں کی پابندی اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنے والا اس شخص سے بہتر ہے جو نوافل اور ذکر واذکار کی تو کثرت کرتا ہے لیکن گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتا''۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا مولانا حکیم اختر صاحبؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور ہمیں اُن کی تعلیمات کی پیروی کرنے اور اپنے موجودہ بزرگوں کی قدر کرنے کی توفیق دے، آمین۔

(بشکریہ ادارتی صفحہ روزنامہ اسلام کراچی ۶ رجون ۲۰۱۳ء)

گناہ دوزخ کی فرع اور برانچ ہے اور دوزخ آگ کا مرکز اور ہیڈ آفس ہے۔ تو جو شخص برانچ سے رابطہ قائم کرتا ہے اس کا تعلق ہیڈ آفس سے خود بخود ہوجاتا ہے اور ذکر اللہ، اللہ کا نور ہے اور اللہ کا نور جو گناہوں سے بچنے سے اور اتباعِ سنت سے پیدا ہوتا ہے، اتنی طاقت رکھتا ہے کہ دوزخ جو آگ کا مرکز ہے، اس کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ قیامت والے دن جب مومن دوزخ کے پاس سے گذرے گا تو دوزخ کہے گی: جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَقَدْ اَطْفَأَ نُوْرُكَ لَهَبِیْ (**الجامع الصغیر، باب حرف التاء**)

(ملفوظ: مرشد ملت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ)

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ کی وفات

جناب خزیمہ حنفی صاحب
ماہنامہ حق چاریار

جب کبھی جوشِ جنوں چاکِ گریباں نکلا

سلوک و احسان کے مہرِ منیر، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ بھی حسبِ ضابطۂ الٰہی دارِ بقاء کو منتقل ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ نے سینکڑوں نہیں، بلکہ ہزاروں اجاڑ دلوں میں محبتِ الٰہی کے گلستان کھلا دیئے۔ کبیرہ گناہوں کی دلدل میں ناف تک دھنسے ہوئے لوگ آپ کی مجلس میں آکر بیٹھتے اور توبہ وندامت کے آنسوؤں سے غسل کر کے اٹھتے۔ آپ کے دِل نشین اور پُر تاثیر مواعظ نے عرب وعجم میں دھوم مچا رکھی ہے۔ دنیا کے ہر خطے میں اُن کے معتقدین موجود ہیں اور آپ کے حلقۂ ارادت میں ہر طبقہ کے لوگ، خصوصاً جید علماء کرام کثیر تعداد میں شامل ہیں۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک جملہ معاشرتی خرابیوں کی جڑ بدنگاہی تھی۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یہیں سے شیطان انسان کو اپنے چکمے میں لیتا ہے اور پھر بڑے بڑے زُہّاد گناہوں کے گڑھے میں جا گرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے مواعظ کا بنیادی موضوع ''بدنظری کے مضر اثرات'' اور اس کے انجام بد کے گرد گھومتا۔ اس گناہِ بےلذت کے عادی لوگ آپ کی صحبت میں آکر جب گفتگو سنتے تو پانی پانی ہو جاتے اور دل سے نکلی ہوئی باتیں کئی دلوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتیں ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے، اثر رکھتی ہے
پَر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

افسوس کہ اللہ والوں سے یہ دنیا خالی ہوتی جارہی ہے۔ صحیح بخاری شریف کی ایک روایت میں جناب رسول ﷺ کا فرمان موجود ہے کہ ''ھم الجلساء لا یشقیٰ جلیسھم '' اللہ کے پیاروں کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں رہ سکتا، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کا شمار انہی برگزیدہ لوگوں میں تھا جن پر بخت نچھاور ہوتا ہے آپ کے مواعظ آیات قرآنی اور احادیثِ نبویّہ سے مزین ہوتے۔

اَسلاف کے واقعات اور حالات ایسے شستہ لہجے میں بیان کرتے کہ طبیعت باغ و بہار ہو جاتی۔ آپ اعلیٰ درجہ کے شاعر بھی تھے اور آپ کی شاعری حسنِ مجازی کے فریفتگان کو حسنِ حقیقی کا دل دادہ بنا دیتی تھی۔ اپنی تقریروں میں جب برمحل اپنا ہی کلام ''لو جی شعر ہو گیا ہے'' کہہ کر پڑھتے تو اِک سماں بند جاتا، نمونہ ملاحظہ کیجیے ؎

جو تری بزمِ محبت سے گریزاں نکلا
جس طرف نکلا وہ حیران و پریشاں نکلا
دل دیا غیر کو جس نے بھی وہ ناداں نکلا
کیوں کہ وہ جانِ چمن خارِ بیاباں نکلا
ساری دنیا کی خرد آئی فدا ہونے کو
جب کبھی جوشِ جنوں چاک گریباں نکلا
نارِ شہوت میں نظر آئے اندھیرے دل کو
نورِ تقویٰ دلِ مؤمن میں درخشاں نکلا
بعد مدّت کے ہوئی اہلِ محبت کی شناخت
خاک سمجھا تھا جسے لعلِ بدخشاں نکلا
ہائے اس قطرۂ دریائے محبت کا اثر
جس کو سمجھا تھا کہ قطرہ ہے، وہ طوفاں نکلا
خار سمجھا تھا جسے اہلِ جہاں نے اختؔر
دامنِ فقر میں اس کے ہی گلستاں نکلا

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کی طبیعت میں بلا کی شگفتگی بھی تھی، ایک وعظ میں فرمانے لگے کہ میرا ایک مرید مطب کرتا ہے، اور دُکان میں بیٹھ کر ذِکر واَذکار میں مصروف رہتا ہے۔ جب کوئی مریض آتا ہے تو جلدی جلدی دوا دے کر اُسے فارغ کر دیتا ہے، اُن سے پوچھا جاتا کہ آپ کو جلدی کیا ہے؟ تو وہ جواب دیتے کہ میں نے اللہ کا ذِکر کرنا ہے۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ فرماتے کہ چونکہ وہ میرا مرید تھا اس لیے میں نے اس کے متعلق یہ شعر کہہ ڈالا ؎

یوں تو بگلے کی طرح تجھ کو مراقب دیکھا
اور جو مچھلی کو دبوچا تو ترا راز کھلا

آج کل تصوّف کی آڑ میں غیر شرعی اور غیر اخلاقی واقعات آئے روز رونما ہو رہے ہیں۔ خصوصاً عقائد و نظریات کے معاملے میں انتہائی بے توجہی اور غفلت و جمود کا سامنا ہے۔ وطنِ عزیز میں چند ایک بزرگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے متعلقین کو فتنوں سے بچا کر رکھا۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ انہی میں سے ایک تھے۔ آپ کے متعلقین میں خارجی، رافضی، ناصبی، یزیدی، مماتی جیسے مریضوں کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ آپ اپنے مواعظ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی منقبت جھوم جھوم کر بیان کرتے تھے اور فرماتے تھے ''صحابیؓ سے بڑھ کر مصلح اور صوفی کامل اور کوئی نہیں ہوسکتا''۔

آپ رحمہ اللہ کے مواعظ کے موضوعات جو ساتھ ساتھ طبع ہوتے رہتے تھے، اس قسم کے ہوتے: ''استغفار کے ثمرات، فضائل توبہ، تعلق مع اللہ، علاج الغضب، علاجِ کبر، تسلیم و رضاء، حقوق النساء، بدگمانی اور اس کا علاج، خوش گوار ازدواجی زندگی، منازل سلوک، بدنظری اور عشق مجازی کی تباہ کاریاں، نورِ ہدایت، فیضانِ محبت، طریق ولایت، انعاماتِ الٰہیہ، تزکیۂ نفس، تجلیاتِ جذب، مجلس ذکر، اور راہ مغفرت وغیرہم ان میں سے ہر ایک وعظ روحانیت اور علم و معلومات کا خزانہ ہے۔

سفرِ آخرت:

۲ رجون ۲۰۱۳ء بروز پیر آپ نے دنیائے فانی کو خیر باد کہا، اگرچہ پچھلے تیرہ سال سے علیل تھے، مگر رُشد و ہدایت کا سلسلہ ایک گھنٹے کے لیے بھی نہیں رُکا، اَسفار و وَعظ، اور ذِکر کی مجلسیں آباد رہیں تا آنکہ بے قرار دل کو قرار آ ہی گیا اور آپ اپنے ہزاروں عقیدت مندوں کو آہوں اور سسکیوں میں چھوڑ کر خدا کے حضور پہنچ گئے۔ کراچی میں آپ کا ڈیڑھ لاکھ سے زائد لوگوں نے جنازہ پڑھا اور کراچی میں ہی آپ کی تدفین ہوئی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(بشکریہ ماہنامہ حق چار یار شعبان ۱۴۳۴ھ)

بندہ کا زمین پر یوں اللہ کو پکارنا پایۂ عرش کو ہلا دیتا ہے، اس بندہ کی آواز عرش پر زلزلہ لاتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کو جوش آتا ہے۔ اللہ کو ہماری پوری خبر ہوتی ہے کہ میرا یہ بندہ مجھے کس طرح یاد کر رہا ہے۔ آخر جب بندہ روزانہ اس طرح ان کا در کھٹکھٹاتا رہتا ہے تو آخر ایک دن وہ اپنا دروازہ کھول دیتے ہیں اور ولایت کے اعلیٰ مقام سے مشرف فرماتے ہیں۔

(ملفوظ: مرشد ملت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ

جناب جمیل اعجاز صاحب

امام احمد بن حنبلؒ نے ایک بار فرمایا تھا: ''ہمارا جنازہ ہمارے صحیح راستے پر ہونے کی دلیل ہوگا''۔ میں گلستان جوہر میں سندھ بلوچ سوسائٹی کے گیٹ پر کھڑا یہی سوچ رہا تھا کہ آج ۱۱؍سو سال بعد بھی یہ فرمان کس قدر سچ ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ اہلِ علم اور اہلِ دل کے جنازے ان کی عظمت کا سب سے بڑا ثبوت ہوا کرتے ہیں۔ میرے سامنے بھی انسانوں کا ایک سیلاب تھا جو مولانا حکیم محمد اخترؒ کی نماز جناہ میں شرکت کے لیے امڈ آیا تھا۔ لوگ دیوانہ وار چلے آرہے تھے اور یہ عمل تدفین کے بعد بھی جاری رہا۔ حضرت والاؒ سے محبت وعقیدت اور اصلاحی تعلق لوگوں کو برما، سعودی عرب، بنگلہ دیش، بھارت، جنوبی افریقہ اور اندرون پاکستان کے کئی علاقوں سے کھینچ لایا۔ یہ وہ خالص محبت ہے جس نے انسانوں کا ایسا سمندر گلستان جوہر میں جمع کر دیا تھا جس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ رہا تھا۔

دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی چیز سے لگاؤ رکھتا اور محبت کرتا ہے۔ کسی کی چاہتیں منفی ہوتیں ہیں تو کسی کی مثبت۔ سب سے خوش نصیب لوگ وہ ہوتے ہیں جنہیں اللہ کے لیے محبت کرنے کا ہنر آجائے۔ حضرتؒ کے مریدین ہی نہیں صرف نام سے آگاہ لوگوں کو بھی پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھا تو پہلی بار اندازہ ہوا اللہ کے لیے محبت کیسی ہوتی ہے؟ یقیناً سونے کی قدر تو سنار ہی کرسکتا ہے، ہم ایسے بے قدرے لوگ حضرتؒ کے بارے میں کیا بیان کرسکتے ہیں جنہوں نے حضرتؒ سے استفادے کے کئی مواقع ضائع کردیئے ہوں اور اب سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ بچا ہو۔ رشد وہدایت کے آفتاب حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اخترؒ کی سوانح حیات کو اگر مختصر الفاظ میں بیان کرنا ممکن ہوتا تو اس سے بہتر جملہ کوئی نہ تھا وہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا پرتو تھے۔ تصوّف اور طریقت کی مشکل دِکھائی دینے والی راہ کو شریعت کا جامہ پہنا کر جیسے حضرت مولانا تھانویؒ نے آسان کیا۔ حضرت والاؒ بھی انہی خطوط پر چلتے رہے اور مسلمانوں کی اصلاح کے مؤثر ترین خانقاہی نظام کو مضبوط کیا۔

وہ مجدد غض بصر تھے، بدنظری اور اور بے پردگی سے بچاؤ کے جیسے نسخے آپ نے بتائے اس

نے بدنظری کو بہت مشکل بنادیا چونکہ آج کل کی جدید اور ذرائع ابلاغ کی دنیا کا المیہ یہی ہے کہ انسان بچنا چاہے بھی تو بدنظری سے نہیں بچ سکتا مگر حضرت نے اپنی پوری زندگی میں اس سے بچ کر نہ صرف دکھایا بلکہ زندگی کی آخری سانس تک اس کی تلقین کرتے رہے۔ وہ اپنے بعد آنے والوں کے لیے مثال بن گئے اور اب کسی کے پاس یہ عذر نہیں کہ اس دور میں بدنظری یا بے پردگی سے بچنا ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرتؒ کے خلفاء و متوسلین، مریدین اور متعلقین میں بھی الحمدللہ یہ جذبہ موجود ہے۔ وہ اس سلسلہ میں بعض مرتبہ مختلف حلقوں کی جانب سے طنز بھی سہہ جاتے ہیں اور اس شعر پر عمل کرتے ہیں۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیِ جانانہ چاہیے

حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ ۳۱؍مئی ۲۰۰۰ء کو فالج کا دورہ پڑنے کے بعد سے علیل تھے۔ اس سے محض ۱۰؍ماہ پہلے انہوں نے اپنی وصیت لکھ دی تھی کہ اُن کے متعلقین اُن کے بعد بھی ایک لمحے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کریں، شرعی مسائل میں اہلِ فتاویٰ سے رجوع رکھیں، اور اپنی مناسبت کے اعتبار سے تاحیات کسی ولی اللہ کی صحبت اختیار کریں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ کس اونچے درجے کے ولی تھے اور انہیں کس قدر اپنے متعلقین کے ایمان کی فکر تھی۔

میں نے پہلی بار حضرتؒ کی زیارت اس وقت کی تھی جب وہ سہارے سے مسجد میں تشریف لاتے اور حاضرین سے السلام علیکم کہا کرتے تھے تب وہ فالج میں مبتلا ہونے کے باوجود ہشاش بشاش تھے۔ رات گئے عشاء کے بعد لطائف کی مجلس بھی منعقد کراتے۔ آخری بار گزشتہ سال اپنی ہمشیرہ کی شادی پر اُن کی زیارت کی، تب وہ بسترِ علالت پر تھے۔ ایک شخص نے انہیں سلام کیا تو آنکھیں کھول کر مسکرا کر دیکھا اور پھر آنکھیں موند لیں مجھ سمیت لاکھوں عقیدت مند ایسی مسکراہٹ سے ہمیشہ کے لیے محروم ہوگئے ہیں۔ حضرتؒ نے تو اللہ کے لیے اپنے ہر لمحے کو وقف کر کے کامیاب زندگی گزاری، اب ہمارا امتحان شروع ہورہا ہے، اس لیے کہ وہ شجر نہیں رہا جس کے سائے میں آکر ہم کڑی دھوپ سے محفوظ ہوجایا کرتے تھے وہ ساقی رندوں کو چھوڑ کر چلا گیا جو اللہ کی محبت کا جام بھر بھر کر پلایا کرتا تھا۔ وہ ماہتاب بادلوں کی اوٹ میں جاچکا جس کی روشنی میں لوگ سیدھی راہ تلاش کرلیا کرتے تھے اب اگر ہم واقعی حضرتؒ سے محبت کرتے تھے تو اُن کے خلفاء، متوسلین سے بھی ایسی ہی محبت کرنا ہوگی اور حضرتؒ کی وصیت کے ایک ایک لفظ پر عمل کرنا ہوگا اسی طرح ہم حضرتؒ کے وصال کے غم کو ہلکا کرسکتے ہیں۔

(بشکریہ اشاعتِ خاص ہفت روزہ ضربِ مؤمن کراچی ۵؍تا ۱۱؍شعبان ۱۴۳۴ھ، ۱۴؍تا ۲۰؍جون ۲۰۱۳ء)

دیدارارِ خداوندی میں تڑپتے قلبِ مضطر کو قرار آ ہی گیا

جناب محمد کاشف قمر
روزنامہ اسلام

برصغیر بالخصوص خداداد مملکتِ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے جن اہلِ علم و اِخلاص نے اِس خطّے کو اِیمان ویقین اور دِین کے علمِ صحیح سے جگمگایا تھا، اب وہ رَفتہ رَفتہ اس دارِ فانی سے حیاتِ ابدی کی جانب منتقل ہورہے ہیں۔ ہر جانے والی عظیم شخصیت اپنے پیچھے ایسا مہیب خلا چھوڑ کر جارہی ہے جس کے پر ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ جہاں تک علم کے حروف ونقوش، کتابی معلومات اور فنی تحقیقات کا تعلق ہے، ان کے شناوروں کی اب بھی زیادہ کمی نہیں اور شائد آئندہ بھی نہ ہو۔لیکن دین اسلام کا وہ ٹھیٹھ مزاج ومذاق، تقویٰ وطہارت، سادگی وقناعت اور تواضع وللّٰہیت کا وہ البیلا انداز جو کتابوں میں نہیں وہ صرف اور صرف بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے، وہ اب مسلسل سمٹ رہا ہے اور اس خسارے کی تلافی کا کوئی راستہ بھی نظر نہیں آرہا۔ ماضی قریب ہی میں کئی علماء وصلحاء اور بزرگان دین کی صحبت ونصیحت سے ہم لوگ محروم ہوچکے ہیں۔ان میں ایک بڑا نام استاذ الاساتذہ، شیخ ومربی، ہادی ورہنماء، غم خوار وغم گسار، عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ کا ہے جو کہ گزشتہ دنوں ۲/جون ۲۰۱۳ء بروز پیر کو اس دارِ فانی سے آخرت کے سفر پر روانہ ہوگئے۔(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)۔

حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کے چہرے کا صرف دِیدار غم وتشویش کا مداوا تھا جو کہ اَب زِندگی بھر کے لیے روپوش ہوچکا ہے، وہ مقدس آواز جس کو سن کر ہر مشکل آسان معلوم ہوتی تھی اب سکوت اختیار کرچکی ہے، علم وفضل اور رُشد وہدایت کی محفلوں کی نورانیت ماند پڑ چکی ہے۔غرض یہ ہے کہ تفقہ وتدین کا آفتاب وماہتاب بدلیوں میں چھپ چکا ہے۔آج ہر آنکھ اشک بار ہے، اُمنگوں کی ساری کائنات لٹ چکی ہے، دل میں فریاد وفغاں کے طوفان برپا ہیں۔

ویسے تو حضرت والا رحمہ اللہ کی پوری حیاتِ مبارکہ کا ہر ہر لمحہ اُمتِ مسلمہ کی اصلاح وتربیت، جنت کی راہوں کی نشان دہی کرنے اور جہنم کی ہولناکیوں سے باخبر رکھنے کے ساتھ ساتھ عشق نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں سرشار رہتے ہوئے گزرا ہے جو کہ درحقیقت ضبط وتحریر سے ماوریٰ ہے۔

حضرت والا رحمہ اللہ کے ولی کامل ہونے کا اَندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنی عمر کے آخری ۱۳؍سالوں کے گوناگوں جسمانی امراض وآزار کے عین درمیان ہوتے ہوئے بھی نہ جانے کتنے بے شمار دلوں کے لیے شفائے روحانی کا سامان کیا، کتنے ہی تشنگانِ علم ومعرفت کی پیاس بجھائی، کتنے ہی ٹوٹے دلوں کو حضرتؒ کی پرنور مجالس سے دلاسے ملے، حضرت والاؒ کے قلب و زبان سے نکلی ہوئی ان گنت دعاؤں اور بے شمار اذکار وتسبیحات سے آج بھی خانقاہ مہک رہی ہے۔

اِخلاص وخیرخواہی کے ساتھ حق اور بے باکی حضرت والا رحمہ اللہ کی خاص صفت تھی، جہاں کہیں دِین کا معاملہ آجاتا اور حدودُ اللہ میں کوئی رَخنہ پڑتا نظرآتا تو پوری صفائی اور جرأت وعزیمت کے ساتھ اَپنی بات کہنے سے نہ چوکتے تھے۔

حضرت والا رحمہ اللہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ انہوں نے شریعت وطریقت کے اہم ترین تقاضوں یعنی آدابِ معاشرت، اخلاق اور صفائی معاملات کی طرف اپنے تمام متعلقین بلکہ بذریعہ مواعظ پوری اُمتِ مسلمہ کو متوجہ فرمایا جب کہ دین کے ان شعبوں کو دین سے خارج سمجھا جارہا ہے، اورادووظائف یا نوافل میں سستی پر، بظاہر اتنا شدید عتاب اور ردعمل دیکھنے میں نہیں آتا تھا جتنا کہ اگر کوئی شخص آدابِ معاشرت یا معاملات وغیرہ میں کوتاہی کرتا یا ایسا کام کرتا جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے تو اس پر سخت گرفت فرماتے تھے۔

حضرت والاؒ کی اسی تعلیم وتربیت کا اثر ہے کہ آج کوئی بھی خلیفہ بلکہ ادنیٰ سا تعلق دار بھی ایذائے مسلم سے بچنے اور آدابِ معاشرت کا خصوصی اہتمام کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ اصلاح وارشاد (تصوّف) تو خیر حضرتؒ کا خاص موضوع ہی تھا جس میں اس وقت کوئی ثانی ملنا مشکل ہے۔

لیکن ہر علم وفن میں معلومات کا خزانہ، قوت حافظہ، وسعتِ مطالعہ، ذوقِ کتب بینی، پاکیزہ شاعری، اکابر واسلاف کے تذکروں سے حضرت والاؒ کا شغف، علمائے دیوبند کے ٹھیٹھ مسلک پر تصلب کے ساتھ اُن کی وسعتِ نظری اور رواداری، دین کے لیے جذبہ اِخلاص وللّٰہیت، زِندگی میں نفاست اور سادگی، ذوقِ مہمان نوازی، باغ وبہار و پروقار علمی واِصلاحی مجلسیں، عالمانہ لطائف و ظرائف ان میں سے کون سی ایسی چیز ہے جس کو بھلایا جاسکتا ہے؟ یقیناً جواب ''نہیں'' میں ہے۔

حضرتؒ بلا شبہ اپنے فکر وفن کے لحاظ سے دورِ حاضر کے گنے چنے کامیاب شعراء میں سے تھے جنہوں نے اردو شاعری کو علم ومعرفت کے سانچے میں ڈھال کر کندن بنادیا، فارسی اور اردو شاعری کے فن کو حضرتؒ نے چار چاند لگائے حضرتؒ کو بلا مبالغہ اپنے کلام اور اشعار کے علاوہ فارسی اور اردو کے کئی ہزار اشعار یاد تھے رومیؒ کی مثنوی کے اشعار اور پھر معارفِ مثنوی کی تالیف کی تو کیا ہی بات

ہے۔

حضرت والا رحمہ اللہ کو اللہ ربّ العزت نے جو مقامِ بلند نصیب فرمایا وہ حضرت والا رحمہ اللہ کی ذہانت وذکاوت، مجاہدات وریاضات کے ساتھ ساتھ ولی کامل حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھول پوری رحمہ اللہ کی صحبت اور حضرت مولانا شاہ ابرارالحق ہردوئی رحمہ اللہ کے فیض نظر کا نتیجہ تھا۔

حضرتؒ نے تحصیل علوم ومعرفت کے لیے صرف کتب بینی اور ضابطہ کی سند حاصل کر لینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے مربی ومرشد شیوخ اور اساتذہ کی خدمت وصحبت سے استفادہ کو اپنا نصب العین بنایا اور درحقیقت یہی خدمت وصحبت معرفت الٰہی کی کنجی ہے جس کو سینے سے لگائے پوری اُمتِ مسلمہ کو داغِ فراق دے کر ۲؍جون ۲۰۱۳ء کو خالقِ حقیقی سے جا ملے اور بالآخر دیدارِ خداوندی میں تڑپتے قلب ِمضطر کو قرار آ ہی گیا۔

حضرت والا رحمہ اللہ کی وفات صرف خلفاء اور متعلقین کے لیے نہیں، صرف ملک پاکستان کے مسلمانوں کے لیے نہیں، بلکہ پوری ملت اسلامیہ کے لیے ایسا کرب ناک ودل خراش سانحہ ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت والاؒ پر اپنی کامل رحمتیں نازل فرما کر انہیں دارِ آخرت کا سکون اور چین نصیب فرمائے۔ اللہ ربّ العزت تمام متعلقین وخلفائے کرام اور پوری اُمتِ مسلمہ کو اس ولی کامل کی جدائی پر صبرِ جمیل عطا فرمائے اور حضرت والاؒ کے پند ونصائح کی روشنی میں ہم سب کو خدمتِ دین کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین ؎

تمام عمر اسی احتیاط میں گزری
کہ آشیاں کسی شاخِ چمن پہ بار نہ ہو

(بشکریہ اشاعتِ خاص روزنامہ اسلام کراچی ۸؍جون ۲۰۱۳ء)

جب بندہ اللہ اللہ کرتا ہے تو اللہ اس کے پاس ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے:

((اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ))(شعب الایمان)

جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں، ذکر کا وقت گویا اللہ سے ملاقات اور اس کے سامنے حاضری کا وقت ہے۔ بندہ جب محبت اور درد کے ساتھ اللہ کہتا ہے تو گویا اللہ میاں کے دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے اور بزبانِ حال کہتا ہے کہ اے اللہ میاں! اپنے دروازۂ قرب کو کھول دیجیے ؎

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے
عاقبت بینی ازاں در ہم سرے

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص کسی دروازہ کو کھٹکھٹاتا رہے گا تو ایک دن اس دروازہ سے کوئی نہ کوئی سر ضرور برآمد ہوگا، یعنی دروازہ کھل ہی جائے گا۔ اسی طرح جو بندہ ذکر کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، اس کے نتیجہ میں ایک دن اللہ تعالیٰ اسے اپنے قرب سے نواز ہی دیں گے۔ (ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

عظیم شخصیت

جناب محمد فیصل شہزاد
کالم نگار روزنامہ اسلام

۲/جون مغرب کے بعد کا وقت تھا، جب موبائل پر پیغام آمد کی بیپ ہوئی۔ دیکھا تو کسی انجانے نمبر سے پیغام آیا تھا۔ پیغام کھولا تو پہلی ہی سطر پڑھتے ہی بے اختیار اِک آہ نکلی۔ لکھا تھا ''عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب انتقال فرما گئے''۔ پیغام چونکہ انجانے نمبر سے تھا اس لیے فوراً اِدھر اُدھر کچھ دوستوں سے رابطہ کیا تو اس دل خراش خبر کی تصدیق ہوگئی۔ تصور میں حضرتؒ کا نورانی چہرہ بچوں کی سی معصومیت لیے سامنے آگیا۔ ہم نے ۲۰۰۸ء میں پہلی مرتبہ حضرتؒ کی زیارت، گلشن اقبال میں واقع حضرتؒ کی خانقاہ میں اپنے دوست خالد رضا کے وسیلے سے کی۔ اس وقت بھی حکیم صاحب رحمہ اللہ بات نہ فرما سکتے تھے دراصل آپ پچھلے تیرہ سال سے سخت علیل تھے۔ آپ پر مئی ۲۰۰۰ء میں فالج کا حملہ ہوا تھا اس کے بعد سے بات کرنے میں آپ کو شدید تکلیف ہوتی تھی۔

آپ متبحر عالم، عارف باللہ، داعی الی اللہ اور کامل شیخ طریقت تھے۔ آپ کی شخصیت میں بہت سی صفاتِ محمودہ جمع ہوگئی تھیں لیکن اُن میں سب سے غالب صفت جو تمام صفاتِ محمودہ کی گویا بنیاد ہے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید محبت تھی، اسی محبت کا لازمی نتیجہ تھا کہ حدیث پاک کے مصداق پھر آپ کی محبوبیت کے زمزمے بھی چہار دانگِ عالم میں گونجے۔ نہ صرف برصغیر بلکہ افریقہ، یورپ، امریکہ اور کینیڈا کے ہزاروں لوگوں کے دل بھی آپ کی محبت سے معمور تھے۔

حضرت مولاناؒ اتحادِ اُمت کے زبردست داعی تھے۔ تعصب جو آج پاکستان میں خوں ریزی کی سب سے بڑی وجہ ہے، اس سے آپ کو سخت بغض تھا۔ تعصب چاہے جس رنگ میں ہو، اس نے لسانیت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہو یا قومیت کے نعرہ میں چھپا ہو، اس کی بنیاد علاقائیت ہو یا رنگ ونسل، آپ کے نزدیک اُمتِ مسلمہ کو پارہ پارہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی۔ آپ کے نزدیک وطن، قوم، نسل اور زبان وتہذیب کی ہر نسبت سے زیادہ اسلام کی نسبت وحمیت اہم تھی۔ آپ نے اپنے درد

بھرے مواعظ کے ذریعے اسی تعصب جاہلیہ کی بیخ کنی کی اور مسلمانوں کو اللہ اور اُس کے رسول اللہ ﷺ کی محبت کے نام پر جمع ہونے کی دعوت دی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے مریدین میں دنیا بھر کے مختلف زبان بولنے والے ہر رنگ و نسل کے لوگ شامل تھے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی رحلت سے اُمت ایک شفیق مربی اور عظیم عالمِ دین و مصلح سے محروم ہوگئی۔ مولاناؒ کا شمار عالمِ اسلام کی ان چند ممتاز اور روحانی شخصیات میں ہوتا تھا جن سے بلا مبالغہ لاکھوں انسانوں نے بلا واسطہ یا بالواسطہ فیض حاصل کیا اور ہزاروں لوگوں کی زندگیاں تبدیل ہوئیں۔ اس فتنے کے دور میں جب اولیاء اللہ کا وجود تمام فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے، حضرتؒ کی وفات یقیناً اُمت کا ایک بہت بڑا اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ خصوصاً شہر کراچی کو جتنا اس وقت اللہ والوں اور اُن کی دعاؤں کی ضرورت ہے، پہلے کبھی نہ تھی۔ اب حضرتؒ کی رحلت کے بعد ضرورت اس بات کی ہے اُن کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور اُن کے پیغامِ محبت کو عام کیا جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولاناؒ کو اپنا خصوصی قرب عطا فرمائیں اور تمام مسلمانوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں۔

(بشکریہ ماہنامہ الدعوۃ الی اللہ شعبان رمضان ۱۴۳۴ھ)

❁

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحبِ نسبت بزرگ تھے، حالتِ جذب میں اللہ کے حضور مراقبہ میں بیٹھے تھے۔ اچانک آنکھ کھلی، ایک کتا گزر رہا تھا اس پر نگاہ پڑ گئی، فرمایا کہ جہاں جہاں وہ کتا جاتا تھا سب کتّے اس کے سامنے ادب سے بیٹھ جاتے تھے۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ شیخ الکلاب ہوگیا ظالم! تو جب اللہ والوں کی نظر کا جانوروں پر یہ اثر ہے تو میرے دوستوں کیا کہوں کہ انسانوں پر اُن کی نگاہ کیا اثر کرتی ہوگی؟ (تعلق مع اللہ۔ ص:۵۰)

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میاں! بغیر اللہ کا دیوانہ بنے کام نہیں بنتا، لیکن بس! کسی دیوانے سے پالا پڑ جائے، اللہ کے عاشقین ہم سے خدانخواستہ دنیا نہیں چھڑائیں گے، اُن کی برکت سے دنیا ہاتھ میں ہوگی، جیب میں ہوگی بس دل سے نکل جائے گی، دل میں صرف اللہ ہوگا۔ پھر معلوم ہوگا کہ ہفت اقلیم کی سلطنت اور زمین و آسمان سے بڑھ کر دولت ہمیں حاصل ہوئی ہے۔ (تعلق مع اللہ۔ ص:۵۶)

حکیم محمد اختر صاحب

جناب شکیل فاروقی
کالم نگار روزنامہ ایکسپریس

۲؍جون کی شام بعد از نماز مغرب مسجد میں درس قرآن کے دوران اچانک یہ اندوہ ناک خبر سننے کو ملی کہ حکیم محمد اختر صاحب اس دارِفانی سے رخصت ہو کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ حضرت والاؒ مے کدۂ تھانویؒ کے سرکردہ بادہ خواروں حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جید بزرگانِ دین کے محبت اور فیض یافتگان میں سرفہرست شمار کیے جاتے ہیں۔ وہی محبت صالح جس کی جانب آپ نے اپنے اس خوبصورت شعر میں ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ؎

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختؔر
اسے آ گیا ہے جینا، اسے آ گیا ہے مرنا

چونکہ شروع سے ہی آپ کا قلبی رجحان علوم اسلامی کی جانب تھا چنانچہ دورانِ تعلیم ہی فارسی زبان بھی سیکھ لی اور بہت جلد اس پر دسترس حاصل کر لی۔ علماءِ حق کے مواعظ میں شرکت کا شوق آپ کو بچپن ہی سے تھا اور دنیا داری سے بے رغبتی اور خلوت پسندی آپ کے خمیر میں شامل تھی۔ جس کا اظہار اس شعر کی صورت میں ملتا ہے ؎

مری زندگی کا حاصل، مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا، ترے عاشقوں میں مرنا

یہ دردِ دل ہی تھا جس نے آپ کو کم عمری میں ہی مثنوی رومؒ کے کیف وسرور سے آشنا کر دیا تھا۔ یہی وہ اضطراب تھا جس کے سبب آپ کی رسائی مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ ''راحت القلوب'' تک ہوئی۔ جس نے دل کو مزید سوختہ اور وارفتہ بنا دیا۔ ابھی آپ نے حضرت تھانویؒ سے بیعت کا ارادہ ہی کیا تھا کہ حضرت تھانویؒ کی وفات ہوگئی۔ چنانچہ آپ نے حضرت تھانویؒ کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی جانب رجوع کیا اور پہلے خط کے سرنامہ پر یہ شعر تحریر کر دیا ؎

جان و دل اے شاہ قربانت کنم
دل ہدف راتیرِ مژگانت کنم

ابھی چہرے پر مونچھیں بھی نمودار نہ ہوئی تھیں کہ اپنی زندگی کا یہ پہلا شعر کہا جو حاصل زندگی بن گیا۔

حضرت پھول پوریؒ کے وصال کے بعد حکیم صاحبؒ نے اپنا جو اصلاحی تعلق مولانا ابرار الحقؒ سے قائم فرمایا وہ آخری دم تک قائم رہا اور اس والہانہ لگاؤ کا اظہار آپ کے مواعظ وملفوظات کے مطالعے سے بخوبی ہوتا ہے۔ اسی تعلق کی خاطر آپ نے ''مجالس ابرار'' کے نام سے ۵۲۹ رصفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب مرتب فرمائی جو مولانا ابرارؒ کے مواعظ وملفوظات کے انمول خزانے پر مشتمل ہے۔ یہ مولانا پھول پوریؒ اور مولانا ابرار الحقؒ کی محبتوں کا اثر اور کمالِ حاصل تھا کہ حکیم صاحبؒ کی مجالس انتہائی روح پرور، معلومات افزا اور دل نشین ہوا کرتی تھیں۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس باطن کی پاکیزگی کا بہترین ذریعہ ہوا کرتی تھیں۔ جن سے اذہان وقلوب منور ومعطر ہو جاتے تھے۔ گلشن اقبال کراچی میں آپ کی خانقاہ کو ایک مرکز ثقل کی حیثیت حاصل تھی۔ جہاں خواص وعوام کھنچے چلے آتے تھے۔ ان مجلسوں نے نہ جانے کتنے دلوں کو پگھلا کر پتھر سے موم اور مٹی سے پارس بنا دیا۔ حضرت والاؒ سرتاپا حضرت تھانویؒ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور اسی نسبت سے اس مرکز فیض کا نام ''اشرف المدارس'' رکھا گیا۔ حکیم صاحبؒ کے مواعظ عالمانہ نہیں بلکہ حکیمانہ ہوا کرتے تھے۔ آپ نہ صرف شعر وسخن کا نہایت اعلیٰ ذوق رکھتے تھے بلکہ بذات خود بھی اپنے اشعار سے سامعین ومریدین کو بادۂ محبت ومعرفت سے سرشار فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی مجلسیں کسی زاہد خشک کی مجالس نہیں ہوتی تھیں بلکہ ان میں شعر وسخن اور لطائف وظرائف کی چاشنی بھی ہوتی تھی جس سے آپ کے خطبات اور مواعظ کا اثر دوآتشہ ہو جاتا تھا۔ حکیم صاحبؒ کے مواعظ وملفوظات میں جابجا عشق حقیقی اور محبت خداوندی کا غلبہ نمایاں طور پر نظر آتا ہے اور سننے اور پڑھنے والا اس کی حرارت کو واضح طور پر محسوس کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضرت والا کو قلبی محبت تھی جس کا اظہار آپ نے اپنے اس شعر کی صورت میں کیا ہے ؎

محبت ہو خدا کی، یا نبیؐ کی
کوئی سیکھے صحابہؓ کے لہو سے

۱۹۷۷ء میں ہندوستان کے مشہور شہر بمبئی میں جو اب ممبئی کہلاتا ہے آل انڈیا کانفرنس ''تحفظ ناموس صحابہؓ'' منعقد ہوئی تھی۔ آپ حیدرآباد دکن سے پاکستان واپس آتے ہوئے اس کانفرنس میں شریک ہوئے تھے۔

روحانیت کا یہ خورشیدہ تاب ناک جو ہندوستان کے مشہور شہر پرتاب گڑھ میں ۱۹۲۳ء میں طلوع ہوا تھا عروس البلاد کراچی، پاکستان میں ۲۰۱۳ء میں غروب ہو گیا۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح آناً فاناً دُنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئی اور بیرون ملک واندرون ملک سے اُن کے دِیوانے پروانہ وَار کھنچے چلے آئے۔ حضرت والاؒ کے وصال سے جو رُوحانی خلا پیدا ہوا ہے وہ کبھی پر نہ ہوگا اور دُنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے اُن کے معتقدین ومریدین اُن کی کمی کو ہمیشہ محسوس کرتے رہیں گے۔ مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَم!۔ ❁

ایک عارف باللہ کا وصال

ڈاکٹر طاہر مسعود
کالم نگار روزنامہ نئی بات کراچی

کہتے ہیں چراغ سے چراغ جلتا ہے، بالکل اسی طرح آدمی سے آدمی بنتا ہے، یعنی آدمی ہی دوسرے آدمی کی اصلاح باطن کرکے اسے وصفِ انسانیت سے متصف کرتا ہے۔ آج جو معاشرے میں نفسانفسی اور آپا دھاپی مچی ہوئی ہے، اس کی ایک بڑی وجہ لوگوں کی اپنی اصلاح اور اپنے اخلاق کی درستگی کی طرف سے غفلت ہے، آدمی کی بڑھی ہوئی انانیت اور نفسانیت نے سماج کو ایک مہلک اخلاقی بحران مین مبتلا کر دیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے خود غرضی، مفاد پرستی، زر پرستی، جاہ طلبی اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کی ہوس ہم لوگوں میں پیدا ہوگئی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم سب چوہوں کی دوڑ میں شریک ہیں اور کسی کو نہیں معلوم کہ بالآخر اس دوڑ کا انجام کیا ہوگا؟ آج زندگی کی سب سے بڑی قدر دولت اور اسٹیٹس میں اضافہ ہے۔ حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ آدمی کو سونے کا ایک پہاڑ دے دیا جائے تو وہ ایک اور سونے کے پہاڑ کی تمنا کرے گا اور یہ کہ آدم کے بیٹے کا پیٹ تو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ اس حدیث کا اطلاق ہماری آج کی زندگی میں پورے طور سے ہوتا ہے، آج معاشرے سے اعلیٰ اقدار مثلاً ایثار و قربانی، عفو و درگزر، قناعت و توکل، صبر و بے نفسی، رحم و برداشت، ایک دوسرے کو حق کی نصیحت، اور دوسروں کے لیے خیر خواہی کے جذبات وغیرہ وغیرہ رفتہ رفتہ دم توڑ چکی ہیں۔

ہمارے روایتی معاشرے میں فرد کی عزت و توقیر کی بنیاد تقویٰ اور پرہیز گاری تھی، آج کے جدید معاشرے میں فرد کی یہ قدر و منزلت دولت اور اثر و رسوخ کی بنا پر ہے۔ روایتی معاشرے کی دوسری خوبی یہ تھی کہ افراد معاشرہ کی نظر اپنے عیوب اور برائیوں پر بھی ہوتی تھی، جنہیں دور کرنے کے لیے وہ اپنی اصلاح کے طالب ہوتے تھے، ان کی اسی طلب نے روایتی معاشرے میں خانقاہی نظام کو مقبول بنایا، جہاں فرد کی اصلاحِ باطن اور اصلاحِ نفس کا اہتمام کیا جاتا تھا، جدید عہد کا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو شعوری یا لاشعوری طور پر مکمل سمجھتے ہیں، اور زندگی کے محاذ پر اپنی ناکامیوں کا ذمہ

دار دوسروں کوٹھہراتے ہیں۔ ہماری شخصیتوں میں انانیت اتنی در آئی کہ گھر کے بچے بھی اپنے حقوق کے معاملے میں اپنا موازنہ اپنے والدین سے کرنے لگے ہیں۔ روایتی معاشرے میں جیسا کہ عرض کیا، فرد اپنے معائب کی طرف متوجہ رہتا تھا، ان ہی عیوب سے نجات دلانے اور تزکیۂ نفس کرنے کے لیے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تھانہ بھون میں اپنی ایک خانقاہ قائم کی، اور اپنے مواعظ، کتابوں اور انفرادی توجہ سے لاکھوں ہدایت کے طالبوں کی اصلاح باطن کی اور حکیم الامت کہلائے۔ حضرت تھانویؒ کا فیض، ان کے ملفوظات اور تصانیف کے ذریعے آج بھی جاری وساری ہے۔

پچھلے دنوں انہی کے سلسلے کے ایک بزرگ عارف باللہ حضرت حکیم محمد اخترؒ جن سے سینکڑوں لوگوں نے کسبِ فیض کیا اور راہِ ہدایت پائی، قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ اُن کی نمازِ جنازہ میں ایک محتاط اندازہ کے مطابق ایک لاکھ سے زائد شہریوں نے شرکت کی، جس سے ان کی ہر دل عزیزی اور اثر پذیری کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، اُن کی وفات کی خبر کو ہمارے نام نہاد سیکولر میڈیا نے نظر انداز کیا، اِکّا دُکّا اَخباروں کے سوا کسی اخبار یا کسی قابلِ ذکر چینل نے اپنے نیوز بلیٹن میں اس افسوس ناک اطلاع کی نشر واشاعت کا بندوبست نہیں کیا۔ یہ ہمارے لبرل، سیکولر میڈیا کا رویہ جو بھارتی اداکارہ راجیش کھنہ کی موت کو قومی سانحہ کی طرح مناتا ہے، اور ایک روحانی بزرگ کی وفات کو محض ''گلیمر'' کی عدم موجودگی کے سبب ناقابلِ التفات سمجھتا ہے، کچھ ایسا ہی ناروا سلوک ہمارے نام نہاد لبرل انگریزی اخبارات نے پیرس میں مقیم معروف دینی اسکالر ڈاکٹر حمید اللہ کے ساتھ اُن کے انتقال پُر ملال کے موقع پر کیا تھا، جس کی نشاندہی اس زمانے میں ہم نے ''روزنامہ نوائے وقت'' میں ایک کالم کے ذریعے کی تھی، ان انگریزی اخبارات نے جو دانشوری کے نمائندے سمجھے جاتے ہیں، ڈاکٹر حمید اللہ کو اس لائق بھی نہیں سمجھا کہ ان کی موت کی خبر ہی شائع کر دیتے، تعزیتی اداریے اور تعزیتی مضامین چھاپنا تو دور کی بات ہے، کچھ ایسا ہی مشاہدہ حکیم محمد اختر مرحوم کے وصال کے موقع پر ہوا، لیکن کثیر الاشاعت اخبارات میں وفات کی خبر نہ چھپنے کے باوجود اُن کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے لوگ اِس طرح اُمڈے کہ کراچی کے دو علاقوں گلشن اقبال اور گلستان جوہر میں ٹریفک جام ہو گیا۔ بس پتہ چلا کہ اللہ والے اخبارات کی سرخیوں میں نہیں اپنے معتقدین کے دلوں میں زندہ رہتے ہیں۔

اس عاجز نے بھی حکیم صاحبؒ کے کئی وعظوں میں شرکت کی سعادت حاصل کی ہے اور یہ محسوس کیا کہ حکیم صاحبؒ میں لطیف مزاحِ حس بھی پائی جاتی تھی، جسے وہ اپنے مواعظ میں بڑی مہارت سے استعمال کرتے تھے۔ جس شام اُن کا وصال ہوا، میں نے اُنہی کی خانقاہی مسجد میں نمازِ مغرب ادا کی، امام صاحب نے گلوگیر آواز میں امامت کے فرائض ادا کیے اور جب میں گھر واپس آیا

تو ان کے ایک لائق مرید اور مسجد ابراہیم کراچی یونیورسٹی کے امام مولانا سید محمد یوسف صاحب نے فون پر ان کی رحلت کی جانکاہ اطلاع دی ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حکیم محمد اختر صاحب نے اپنی وصیت میں اپنے مریدوں اور عام مسلمانوں کو تین باتوں کی نصیحت کی ہے، اول: تقویٰ اختیار کرنے اور ذاتِ باری تعالیٰ کو نہ بھولنے کا حکم دیا ہے، دوم: اپنے مالی معاملات کو حلال طریقے سے استوار کرنے کی ہدایت کی ہے، اور تیسرے: تین بار سورہ اخلاص پڑھ کر انہیں ایصالِ ثواب کرنے کی بھی درخواست کی ہے، خدوا ند تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، عرصے سے بیمار تھے، فالج نے معذور کر رکھا تھا، لیکن زبان ذکرِ الٰہی سے تر رہتی تھی، یقین واثق ہے کہ اپنے معتقدین میں جس طرح اُنہوں نے تعلق باللہ کا جذبہ پیدا کیا، اس کے عوض اللہ تعالیٰ انہیں جنت کے حسین باغوں میں سے کسی حسین ترین باغ میں داخل کر دے گا۔ انشاء اللہ۔

(بشکریہ روزنامہ نئی بات کراچی جون ۲۰۱۳ء)

علم کا مزہ اس وقت ہے کہ پہلے قلب کو ماسوی اللہ سے خالی کیا جائے، پھر علم دین سیکھا جائے۔ کیونکہ پہلے شیشی کو گندگی سے صاف کرتے ہیں پھر اس میں عطر رکھتے ہیں، اگر گندی شیشی میں عطر بھر دیا جائے تو عطر بھی گندا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر دل میں دنیا کی محبت گھسی ہو اور اس گندگی کے ساتھ دل میں علم کا عطر رکھ دیا جائے تو بوجہ ظرف کی گندگی کے وہ علم بھی نافع نہیں رہتا۔ ایسا شخص علم کو دنیا کے عوض فروخت کر دیتا ہے۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ میں پہلے ماسوی اللہ ہی کی نفی کی گئی ہے کہ پہلے دل کو ہر شے سے خالی کرلو، پھر اس دل میں اللہ آئے گا۔ پہلے خلا ہے پھر ملاء ہے۔ پہلے ظرف کو خالی کیا جاتا ہے پھر خالی کرنے کے بعد اس کو بھرا جاتا ہے۔ لَآ اِلٰـهَ میں قلب کو غیر اللہ سے خالی کرنے کا درس ہے، بعد میں اِلَّا اللّٰهُ یعنی محبتِ الٰہیہ سے قلب کو بھرنے کا حکم ہے۔ اگر غیر اللہ سے ظرفِ قلب خالی نہ ہوگا تو اللہ کے آنے کی اس میں جگہ بھی نہ ہوگی۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

متفرق:

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جناب حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری صاحب
مہتمم مدرسہ اشرفیہ احتشام العلوم جام پور

۞

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجودہ دور میں ایک عالم باعمل، شیخ کامل اور ولی کامل تھے۔ ان کا وجود مسعود عالم اسلام کے لیے باعث رحمت و برکت تھا۔ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے فیضِ علمی و روحانی حاصل کیا۔ اور پھر انہی حضرات اکابر و مشائخ کے علوم و معارف کے عظیم ترجمان و شارح رہے، متعدد تصانیف اپنے شیوخ کے علوم و معارف اور تعلیم و ارشادات و ملفوظات پر مشتمل مرتب فرمائیں جو ملتِ اسلامیہ کے لیے بے حد نافع اور مفید رہیں، جن میں سے معارفِ مثنوی، معارفِ شمس تبریز، مجالسِ ابرار، دنیا کی حقیقت، معرفتِ الٰہیہ، معیتِ الٰہیہ، روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج، ملفوظاتِ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر قابلِ ذکر ہیں، اس وقت آپ سلسلۂ اشرفیہ امدادیہ کے چمکتے دمکتے آفتاب و ماہتاب تھے، زمانۂ طفولیت سے ہی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ سے تعلق و محبت اور خصوصی مناسبت رہی، بچپن ہی میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تصنیف راحت القلوب کا مطالعہ کیا تو کایا ہی پلٹ گئی اور دنیوی تعلیم سے دل برداشتہ ہوکر دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوگئے۔

ابتدائی دِینی تعلیم کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر دینی و روحانی تعلیمات سے خوب خوب استفادہ کیا، پھر مدرسہ بیت العلوم اعظم گڑھ میں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث تک کتب پڑھیں اور دینی تعلیم مکمل کی۔

حضرت مولانا شاہ محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ سے فیض علمی کے ساتھ روحانی تربیت بھی حاصل کی، اور اُن کے فیوضات علمی و روحانی سے مالا مال ہوئے، اس

دوران حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد و مربی حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف اور ملفوظات کو بڑی محبت وجانفشانی سے قلم بند فرماتے تھے، چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ ''مولوی محمد اختر میرے غامض ودقیق مضامین کو بھی احسن طریق پر قلم بند کرلیتے ہیں''۔ اس لیے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے وہبی علوم ومعارف آپ ہی کے ذریعہ منصۂ شہود پر آئے اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں معرفتِ الٰہیہ، معیتِ الٰہیہ، براہینِ قاطعہ، شراب کی حرمت اور ملفوظاتِ حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کتابیں شائع ہوکر مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنیں۔

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح معنیٰ میں علمی وروحانی جانشین ثابت ہوئے، سترہ سال تک اپنے شیخ کی خدمت کی، انہی کے ساتھ پاکستان ہجرت کی اور کراچی میں ناظم آباد کے علاقے میں فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہائش پذیر ہوئے۔ حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے بھی شیخ تھے۔ جب کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز بھی تھے۔ دارالافتاء والارشاد ناظم آباد میں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب خوب دینی خدمات سرانجام دیں، اوران دونوں حضرات نے حضرت مولانا شاہ پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو خوب پھیلایا۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آپس میں بڑی محبت کا تعلق تھا اور ایک دوسرے کے دونوں حضرات بہت زیادہ قدردان تھے، آپس میں محبّ ومحبوب تھے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں کراچی کے علاقے ناظم آباد میں پہلے پہل مدرسہ اشرف المدارس کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا پھر اسی کا نام دارالافتاء والارشاد رکھ دیا۔ جب کہ حضرت مولانا حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے پہل گلشن اقبال میں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ قائم کی۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سے ہزاروں افراد نے اپنی ظاہری وباطنی اصلاح کرکے دنیا وآخرت کو سنوارا، پھر گلستان جوہر کراچی میں ایک وسیع وعریض رقبہ حضرت مولانا حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خرید کر ایک عظیم الشان ادارہ، جامعہ اشرف المدارس کے نام سے تعمیر کروایا اور ساتھ ہی عظیم الشان جامع مسجد کی بنیا د رکھی اس جامعہ سے ہزاروں طالبانِ علم وابستہ ہیں اور یہ حضرت مولانا حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صدقہ جاریہ ہے اب اس جامعہ کے مہتمم آپ کے لائق وفائق صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہم ہیں جوخود بھی ایک بڑے عالم باعمل اور

شیخ کامل ہیں، اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز ہیں، جامعہ اشرف المدارس کے علاوہ کراچی ہی میں اس جامعہ کی متعدد شاخیں ہیں جو حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں دین کی تعلیم قرآن وحدیث کی خدمت میں مصروف ہیں، یہ سب صدقۂ جاریہ اور یادگار ہے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اللہ کرے قیامت تک یہ قائم ودائم رہیں۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے سلسلۂ عالیہ اشرفیہ امدادیہ سے تھا اور انہی کی قائم کردہ جماعت مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان سے آپ وابستہ تھے، پوری زندگی تبلیغ واصلاح وارشاد اور خدمت میں گزاری اور ملک اور بیرون ملک آپ نے متعدد سفر کیے اور دین کا پیغام پہنچایا، لاکھوں افراد کی اصلاح کی، دینی مدارس کے جلسوں میں، اجتماعات میں آپ تشریف لے جاتے اور اپنے مواعظ حسنہ سے عوام وخواص کو مستفید فرماتے۔

مجلس صیانۃ المسلمین کے پروگراموں میں بھی آپ کثرت سے آتے جاتے تھے، مجلس کے سالانہ اجتماعات خصوصاً جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد اور جامعہ احتشامیہ جیکب لائن کراچی میں اکثر آپ کے بیانات ہوتے تھے، جہاں ہزاروں کی تعداد میں علماء، طلباء، عوام وخواص سب ہی آپ کے بیانات سنتے اور زیارت کا شرف حاصل کرتے تھے۔ دو تین مرتبہ آپ مجلس صیانۃ المسلمین ڈیرہ غازی خان اور جام پور کے پروگراموں میں بھی تشریف لائے اور اپنے مواعظ حسنہ سے مسلمانوں کے قلوب کو منور کیا۔ جامع مسجد عثمانیہ جام پور میں احقر کی درخواست پر دو مرتبہ ۱۹۷۹ء اور ۱۹۸۰ء میں مجلس کے اجتماعات میں تشریف لائے اور ہر مرتبہ دو دو تین تین روز تک اہلِ جام پور کو اپنے فیض علمی وروحانی سے سیر وشاداب کیا۔

احقر سے حضرت رحمہ اللہ بڑی محبت وشفقت فرماتے تھے، احقر کی درخواست پر ہی آپ نے ''اکابر علمائے دیوبند'' کتاب کے لیے ایک خودنوشت، حالات پر مبنی مضمون قلم بند فرما کر ارسال کیا اور چند تصانیف بھی عنایت فرمائیں۔ احقر کی تصانیف کو دیکھ کر بے حد مسرت کا اظہار فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔

الغرض آپ کی دینی، علمی، تبلیغی واصلاحی اور تصنیفی خدمات جلیلہ ناقابلِ فراموش ہیں، متعدد دینی مدارس کا قیام، دو سو کے قریب آپ کی تصانیف، ہزاروں خلفاء ومتوسلین، مساجد کی تعمیر، پوری زندگی تبلیغ واصلاح وارشاد کی خدمت اور صالح اولاد، سب عظیم صدقۂ جاریہ ہیں، حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں، آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ الخیر ملتان رمضان المبارک، شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ اگست ۲۰۱۳ء)

کروڑوں رحمتیں ہوں حکمت ومعرفت کے بے تاج بادشاہ پر

جناب الحاج الحافظ محمد اسحٰق ملتانی صاحب

مدیر ماہنامہ محاسن اسلام ملتان

ایک دن مغرب کے وقت فون کی گھنٹی بجی...رسیو کرنے پر دوسری طرف حضرت حاجی ظفر اللہ صاحب پشاور والے تھے...انہوں نے یہ جانکاہ خبر سنائی کہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ...اس دارفانی سے داربقا کی طرف کوچ فرما گئے ہیں...بہت دلی صدمہ ہوا کہ سلسلہ اشرفیہ کا ایک اور ٹمٹماتا ہوا چراغ نصف صدی تک اپنے علوم وفیوض سے ایک دنیا کو مستفید کرنے کے بعد گل ہوگیا...اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ .

حضرت سے پہلی ملاقات

غالبًا ۱۹۷۹ء کی بات ہے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ ملتان تشریف لائے اور سیدی ومرشدی عارف ربانی حضرت حاجی محمد شریف صاحب قدس سرہٗ (خلیفہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوّراللہ مرقدہٗ) کی خدمت میں کچھ دن قیام فرمایا..دونوں بزرگوں میں باہمی محبت واکرام کا بہت تعلق معلوم ہوتا...سیدی حضرت والا رحمہ اللہ کی مسجد (نواں شہر طارق روڈ) میں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کے بیانات بھی ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی محبت ومعرفت پر عجیب وغریب تھے...سیدی حضرت والا رحمہ اللہ بھی بہت محظوظ ہوتے تھے...حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوّراللہ مرقدہٗ کے واپس جانے کے بعد سیدی حضرت والا رحمہ اللہ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ حکیم صاحب ہم سب کو گرما گئے...

چونکہ راقم الحروف سیدی حضرت والا رحمہ اللہ کی مسجد میں امامت کی خدمت سرانجام دیتا تھا ...اس طرح بندہ کو یہ سعادت بھی نصیب ہوئی کہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ نے بندہ کے پیچھے نمازیں ادا فرمائیں اور ایک دن ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہت اچھی آواز دی

ہے اور یہ غیر اختیاری ہے...اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرو' اس ملاقات کے بعد راہ ورسم بڑھ گئی۔

ادارہ کی بنیاد اور حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کا تعاون

انہی دنوں میں بندہ نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک وعظ ''طریق القلندر'' شائع کیا تھا جو کہ ''ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان'' کی ابتداء ثابت ہوا...اس وعظ کی اشاعت کا قضیہ بھی نہایت دلچسپ ہے جس کو یہاں مختصراً ذکر کرنا ضروری ہے...سیدی ومرشدی حضرت والا رحمہ اللہ کے پاس ''طریق القلندر'' کا ایک قدیم نسخہ تھا جسے حضرت نہایت احتیاط سے رکھتے تھے...حضرت والا کی دلچسپی دیکھ کر ایک دن بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! یہ ایسی ہی قیمتی چیز ہے تو اسے کیوں نہ شائع کردیا جائے...بس! پھر حضرت کی اجازت اور دعا کے ساتھ بندہ اس وعظ کی اشاعت میں مصروف ہوگیا... چونکہ نشر واشاعت کے کام کی ابجد بھی معلوم نہ تھیں اس لیے رات دن اسی مبارک کام میں صرف ہونے لگے حتیٰ کہ ایک دن والد محترم (حضرت الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی دامت برکاتہم) فرمانے لگے کہ تمہیں ''طریق القلندر'' کی اشاعت نے قلندر ہی بنادیا ہے...اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق اور شب وروز کی کاوش کے بعد حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا یہ نایاب وعظ شائع ہوگیا...

جب راقم الحروف نے حضرتؒ سے ''طریق القلندر'' کی اشاعت کا ذکر کیا کہ اس طرح حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خطبات' ملفوظات اور تالیفات کی اشاعت کے لیے ''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' کی داغ بیل ڈالی ہے تو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا تم کراچی آؤ... وہاں ہمارا ''کتب خانہ مظہری'' ہے...میں مولانا محمد مظہر میاں صاحب سلمہٗ سے کہوں گا کہ تم سے یہ وعظ لے کر تبادلہ کرلیں گے اور تمہارے ساتھ تعاون کریں گے...

کچھ عرصہ بعد جب کراچی حضرت اقدس حکیم صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے بہت شفقت کا معاملہ فرمایا اور اپنے صاحبزادہ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ العالی سے فرمایا کہ ان سے کتب کا تبادلہ کرو اور ان کے ساتھ تعاون کرو... حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ایسی ہی عنایات کی بدولت ''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' کا قیام عمل میں آیا...حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کا یہ تعاون ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

ایک دن حضرت اقدس حکیم صاحب رحمہ اللہ نے راقم الحروف کے بارہ میں ہمارے ایک بزرگ حضرت سید قمر الدین شاہ صاحب مدظلہم سے فرمایا کہ یہ نوجوان جس طرح حضرت والا کی خدمت میں لگا ہوا ہے...اگر اسی طرح لگا رہا تو عنقریب اسے خلافت سے سرفراز کردیا جائے گا...

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی اس بات کے کچھ ہی عرصہ بعد اگرچہ راقم الحروف اس

قابل نہیں تھا... سیدی حضرت والا رحمہ اللہ کی طرف سے بندہ کو خلافت واجازت حاصل ہوگئی... سچ ہے کہ ع

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

محبت وظرافت

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائے کہ جب بھی بندہ کراچی حاضر ہوتا تو نہایت شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے جو یقیناً سیدی حضرت والا رحمہ اللہ کی بابرکت صحبت کا نقد انعام ہوتا۔

حضرت حکیم صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی طبیعت میں عجیب خوش مزاجی تھی... ہر ملاقات پر کوئی نہ کوئی ایسی خوش طبعی کی بات ضرور فرماتے جس سے کئی دنوں تک طبیعت باغ وبہار رہتی...۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ حکیم صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس خاص میں حاضری ہوئی تو حضرت نے اہلِ مجلس کو اعلیٰ قسم کے سیب کھلائے اور فرمایا کہ یہ خاص اہلِ دل حضرات کے لیے ہیں، بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! میں بھی اہلِ دل میں سے بننا چاہتا ہوں، فرمایا ہاں ہاں تم بھی کھاؤ۔

ایک مرتبہ بندہ کے سامنے کسی اہلِ تعلق کا فون آیا تو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا کہ بھائی! تم ہمارے پاس کیوں نہیں آتے جب کہ میں تو تمہارا فیملی پیر ہوں...۔

حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ (شیخ الحدیث دارالعلوم کبیر والا و سرپرست اول ماہنامہ ''محاسن اسلام'' ملتان) سے ایک مرتبہ فرمایا... بھائی! تم کہاں ہو... جاؤ اپنے علاقہ میں اپنے بارے میں ایک بورڈ لگواؤ ''سید عبدالقادر جیلانی'' کیونکہ دوسروں کی نسبت حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ کے ہم زیادہ قریب ہیں... یقیناً حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم صاحب رحمہ اللہ پر سلسلہ اشرفیہ کی اشاعت کا ایک عجیب غلبہ تھا اور وہ اس بارہ میں اپنا منفرد وعجیب ذوق رکھتے تھے...۔

ایک مرتبہ وعظ کی مجلس میں ایک صاحب آگے بیٹھے ہوئے اونگھ رہے تھے، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے انہیں ڈانٹا اور پھر فرمایا کیا کبھی بیوی کے پاس جاتے ہوئے بھی نیند آتی ہے... میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت کی باتیں سنا رہا ہوں اور تم نیند کر رہے ہو؟ یوں خوش طبعی اور پیار ومحبت سے ان کی اصلاح فرمادی کہ دینی مجلس میں غفلت سے نہیں بیٹھنا چاہیے...۔

ایک مرتبہ حضرت حکیم رحمہ اللہ کے ہاں کراچی حاضری ہوئی تو حضرت ہمیں اپنی گاڑی پر دوسری خانقاہ لے گئے ... میرے ساتھ برادر اکبر حافظ محمد ابراہیم صاحب بھی ہمراہ تھے... راستہ میں حضرت نے پوچھا ارے تم مرید بھی کرتے ہو؟ تو بڑے بھائی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! ان کے پاس جو بھی آتا ہے... یہ ان کو اپنے بڑے بزرگوں کے پاس بھیج دیتے ہیں فرمایا ارے! مرید کیا

کرو... میں ملتان آؤں گا تو تمہاری ایڈورٹائز کروں گا...۔

(یاد رہے کہ بندہ کا اصلاحی تعلق حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ سے تھا اور بندہ کو خلافت بھی حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ سے تھی... حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کا بندے سے یہ سوال غایت محبت وتعلق سے ناشی ہے)...۔

تسکین بخش تقریظ

ایک مرتبہ راقم الحروف نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خطبات وملفوظات سے علمی وادبی رموز اور لطائف وظرائف پر مشتمل سینکڑوں نکات جمع کرکے ''اشرف اللطائف'' نامی کتاب شائع کی تو بندہ کی درخواست پر حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے جو تاثرات قلمبند فرمائے وہ جملہ اراکین ادارہ کے لیے سرمایہ تسکین ہیں...

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی خودنوشت تقریظ مع عکس پیش خدمت ہے:

۸/رجب ۱۴۱۷ھ

مکرمی جناب حافظ محمد اسحاق صاحب زید لطفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج شریف

آپ کی مرتبہ کتاب اشرف اللطائف کا مطالعہ جستہ جستہ کیا۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملتؒ کے ارشادات پر تقریظ یا تاثرات تحریر کرنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، بس آپ کو اللہ جزائے عظیم عطا فرمائیں کہ آپ نے خزائنِ علمیہ اشرفیہ سے جواہر مفرحہ کا انتخاب کرکے ایک مستقل علمی شاہکار اُمتِ مسلمہ کو پیش کیا۔ جزاك الله تعالیٰ خیر الجزاء

والسلام مع الاکرام

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہٗ

کفیٰ بالموت واعظاً حدیث
نصیحت کیلئے موت کا دھیان کافی ہے

حکیم محمد اختر صاحب
ناظم مجلس اشاعۃ الحق

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
بالمقابل کتب خانہ مظہری و اشرفی دواخانہ نزد صمدانی ہسپتال
گلشن اقبال ۲ کراچی
فون: ۴۶۱۱۹۵۸ پوسٹ بکس نمبر: ۱۱۱۸۲

تاریخ ۸ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

مکرمی جناب حافظ محمد اسحاق صاحب زید لطفہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف
آپ کی مرتبہ کتاب اشرف اللطائف کا مطالعہ
جستہ جستہ کیا۔ حضرت حکیم الامت
مجدد الملت کے ارشادات پر تقریظ یا تاثرات
تحریر کرنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے
بس آپ کو اللہ تعالیٰ جزائے عظیم عطا فرمائیں کہ آپ نے
خزائن علمیہ اشرفیہ سے جواہر مفرحہ کا انتخاب کر کے
ایک مستقل علمی شاہکار امت مسلمہ کو پیش کیا
جزاک اللہ تعالیٰ خیر الجزاء والسلام مع الاکرام محمد اختر

حج کے ثواب میں شمولیت

ملتان قیام کے دوران حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے سیدی و مرشدی حضرت والا رحمہ اللہ سے فرمایا کہ حضرت! امسال حج کا ارادہ ہے اس کے لیے دعا فرمادیں...

مجلس کے بعد بندہ نے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ حضرت! حج میں چند

دن باقی ہیں تو آپ کیسے جائیں گے؟ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے رہنمائی فرمائی کہ حجاج کا ایک گروپ خاص اسکیم کے تحت حج کے بالکل قریب دنوں میں جانے والا ہے.. حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی اس رہنمائی کے بعد بندہ نے اسی سکیم کے تحت کوشش کی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُسی سال بندہ کو بھی حج کی سعادت نصیب ہوگئی جس میں یقیناً حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کا بھی پورا پورا حصہ ہے.

اپنے شیخ کے ہمراہ ملتان حاضری

ایک مرتبہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کے ساتھ ملتان تشریف لائے (یہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی ملتان دوسری مرتبہ تشریف آوری تھی... یاد رہے کہ ان حضرات کی ملتان آمد کا یہ واقعہ سیدی حضرت والا رحمہ اللہ کی وفات کے بعد کا ہے)... اس سفر میں حضرت الحاج قرار احمد صدیقی صاحب رحمہ اللہ بھی ہمراہ تھے... دیگر احباب کے ساتھ بندہ بھی ان حضرات کے استقبال کے لیے سٹیشن پر حاضر ہوا... ان حضرات کی آمد پر بندہ نے غایت محبت اور سابقہ تعلق کی بنا پر فی الفور آگے بڑھ کر مصافحہ کرنے کی کوشش کی تو حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ نے فرمایا پیچھے ہٹ جاؤ... پہلے ہمارا سامان اترے گا... سامان کی تسلی کے بعد مصافحہ ہوگا... جب مکمل سامان اتر گیا اور اس کی تسلی ہوگئی تو حضرت نے فرمایا... اب تم آگے آؤ اور باقی تمہارے پیچھے لائن بنالیں اور فرمایا ہر کام قاعدہ سے ہونا چاہیے....

حضرت ہردوئی رحمہ اللہ کا قیام سیدی حضرت والا رحمہ اللہ کی مسجد کے قریب الحاج میاں بلال صاحب کی کوٹھی پر تھا... دوپہر تک حضرت کا قیام جامعہ خیر المدارس میں رہا، جامعہ خیر المدارس کی مسجد سے ظہر کی اذان ہوئی تو حضرت ہردوئی رحمہ اللہ نے مؤذن کو بلوا کر کلمات اذان کی درستگی کرائی ... پھر جب انہوں نے دوسری مرتبہ اذان دی تو وہ کافی بہتر تھی، جس پر حضرت نے انہیں کچھ انعام بھی دیا... نماز ظہر کے بعد جب حضرت ہردوئی رحمہ اللہ کا بیان ہونے لگا تو ایک طالب علم نے کھڑے ہوکر تلاوت کرنی چاہی... جب کہ حضرت ممبر پر تشریف فرما تھے... اس موقع پر حضرت نے نکیر فرمائی کہ اس طرح کھڑے ہوکر تلاوت کرنا بے ادبی ہے یا تو اس کے لیے بھی ممبر لاؤ یا پھر میں نیچے بیٹھتا ہوں....

میاں بلال صاحب کے ہاں دوران قیام رات کا واقعہ ہے کہ فرمایا یہاں سگریٹ کی بو آرہی ہے... معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت کی رہائش والے کمرے سے دور کسی دوسرے کمرے میں کسی نے سگریٹ پی ہے... اس سے حضرت کی لطافت طبع کا اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کس قدر لطیف المزاج اور زکی الحس تھے....

حضرتؒ نماز فجر کے لیے مسجد میں تشریف لائے تو سردی کی وجہ سے ہیٹر چل رہا تھا جس کا شور

تھا حضرت نے فرمایا اس کو بند کردو نماز میں پہلے ہی توجہ کم ہوتی ہے، پھر اس شور کی وجہ سے کتنی توجہ کم ہوجائے گی نیز فرمایا کہ ہسپتالوں میں آپریشن تھیٹر کتنے دور بنائے جاتے ہیں تاکہ کسی قسم کا شور نہ ہو۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ جب امامت کے لیے آگے بڑھے تو بندہ چونکہ مسجد کا امام تھا اس خیال سے کہ کہیں کوئی دوسرا شخص غلط تکبیر نہ پڑھ دے ...بندہ نے تکبیر پڑھنی شروع کردی...حضرت نے اسی وقت تکبیر کی تصحیح کرائی لیکن بندہ گھبراہٹ کی وجہ سے نہ تو صحیح سمجھ سکا اور نہ درست پڑھ سکا پھر حضرت نے فرمایا کہ ''مولانا حکیم محمد اختر صاحب ہیں تو وہ تکبیر پڑھیں''۔

نماز فجر کے بعد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کا بیان تھا، حضرت ہردوئیؒ نے بیان سے قبل فرمایا کہ میرا قیام مسجد سے دور تھا...اس لیے میں اس مسجد کی اذان نہیں سن سکا... براہ کرم مؤذن صاحب مجھے اذان سنا دیں...ہماری مسجد کے ضعیف العمر مؤذن صاحب نے اذان سنائی تو اس میں کافی غلطیاں تھیں...حضرت نے فرمایا کہ کیا تم نے کسی سے اذان سیکھی ہے؟

اس سوال پر مؤذن صاحب نے سیدی حضرت والا رحمہ اللہ کا نام لیا کہ میں نے ان سے اذان سیکھی تھی...(حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سیدی حضرت والا رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں ان کی اذان کی تصحیح کے لیے بہت کوشش کی تھی...لیکن وہ عمر کے ایسے حصہ میں پہنچ چکے تھے کہ باوجود کوشش کے صحیح پڑھنے پر قادر نہ ہو پاتے) اس پر حضرت مولانا ہردوئی رحمہ اللہ نے سیدی حضرت والا رحمہ اللہ کے احترام کا بھی خیال رکھتے ہوئے جو ارشاد فرمایا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے...۔

حضرت نے فرمایا کہ انہوں نے تو تمہیں صحیح اذان سکھائی ہوگی لیکن تم نے خود بعد میں غلط کرلی.

اس سوال و جواب کے دوران مسجد کے ایک خان صاحب ہنس پڑے تو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ نے انہیں ڈانٹا کہ تمہارے اس ہنسنے سے مؤذن صاحب کی تحقیر معلوم ہوتی ہے جب کہ میں نے یہ سب کچھ ان کی اصلاح کے لیے کیا ہے...۔

سیدی حضرت والا رحمہ اللہ کی مسجد چونکہ برلب سڑک ہے...سردی کے موسم میں نماز ظہر باہر صحن کی دھوپ میں پڑھی جاتی تھی...حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ نماز ظہر کے لیے تشریف لائے تو صحن میں صفیں بچھی دیکھیں تو فرمایا یہاں ٹریفک کا شور ہے اس لیے نماز اندر مسجد میں ادا کی جائے...بس پھر اس وقت سے نماز ظہر مسجد کے اندر ہی ہونے لگی...۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ جب پہلی یا دوسری مرتبہ تشریف لائے تو سیدی حضرت والا رحمہ اللہ کی مسجد بہت قدیم طرز کی تھی...جس کے مختلف حصوں میں مختلف رنگ تھے...حضرت مولانا ہردوئی رحمہ اللہ نے محبت بھرے انداز میں ترغیب دی کہ مکمل مسجد کا پینٹ

سفید رنگ کا ہونا چاہیئے...اس ترغیب کے بعد ہماری مسجد کے صاحب خیر میاں بلال صاحب نے مکمل مسجد کی از سرِ نو تعمیر کی اور مکمل مسجد کا پینٹ سفید کرادیا اور یوں مکمل مسجد وائٹ ہوگئی اور ماشاء اللہ ایسی شاندار تعمیر ہوئی کہ دوسری مساجد والے اس کے ڈیزائن کو دیکھنے اور کاپی کرنے کے لیے آنے لگے...

بیان کے بعد حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے علیحدگی میں حضرت مولانا ابرار ہردوئی رحمہ اللہ کی خدمت میں بندہ کے بارے میں عرض کیا کہ حضرت! یہ اس مسجد کا امام ہے...لوگ پہلے ہی ائمہ مساجد کی ناقدری کرتے ہیں اور آپ نے تو ان کی پڑھی ہوئی تکبیر ہی غلط قرار دے دی...اس پر حضرت مولانا ہردوئی رحمہ اللہ نے مجھے اپنے پاس بلوایا اور معذرت کے انداز میں فرمایا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ تم یہاں امام ہو...لیکن بھائی! بات یہ ہے کہ اصلاح اسی وقت ہو جائے تو ہو جاتی ہے بعد میں رہ جاتی ہے...اب تم باقاعدہ حکیم صاحب سے اپنی تکبیر صحیح کرلو...پھر ہم نے باقاعدہ حضرت حکیم صاحبؒ سے اذان واقامت سیکھی... مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اقامت کا مسنون طریقہ افادہ عام کے لیے درج کردیا جائے۔

اقامت کا درست طریقہ

اقامت میں اذان کی طرح ٹھہر ٹھہر کر کلمات نہ کہے جائیں....بلکہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ چاروں ایک سانس میں اور ہر اکبر کی را کو ساکن اور پُر پڑھا جائے...

اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ... اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دونوں ایک سانس میں مگر اللہ کی ھا کو ساکن پڑھیں، پہلے اللہ کو پیش دے کر وصل نہ کیا جائے...

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ .... اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ دونوں ایک سانس میں ادا کریں...مگر پہلے اللہ کی ھا کو زیر دیئے بغیر تجوید کے قاعدہ کا وصل کلمات اذان میں نہیں ہے بلکہ حدر (جلدی) صوتی (آوازی) ہے...

حَیَّ عَلٰی الصَّلٰوۃُ ... حَیَّ عَلٰی الصَّلٰوۃُ دونوں کو ایک سانس میں پڑھیں...لیکن پہلے الصلوۃ کی ھا کو ھا ہی پڑھا جائے...اس کو ۃ اور زیر کے ساتھ پڑھ کر وصل نہ کیا جائے...

اسی طرح حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ کے دونوں کلمے ایک ساتھ پڑھیں...مگر پہلی ح کو زیر دے کر وصل نہ کیا جانا چاہیئے...

قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کے دونوں کلمے بھی ایک سانس میں ادا کیے جائیں...اس میں بھی اس بات کا خیال ضروری ہے کہ پہلے الصلوۃ کی ھا کو ھا ہی پڑھا جائے ۃ بنا کر پیش کے ساتھ پڑھنے اور وصل کرنے سے احتراز کیا جائے...

آخر میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تینوں کلموں کو ایک ہی سانس میں پڑھا جائے ...تاکہ اقامت سنت کے مطابق ادا ہوکر باعث ثواب وانوار وبرکات ہو...رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (اذان اقامت وتکبیر افتتاح جزم کے ساتھ ہے) (طحطاوی علی المراقی ص ۱۰۵)

نوٹ :...کلمات اذان کی طرح کلمات اقامت کا بھی سننے والوں کو جواب دینا مستحب ہے اور قَدْ قَامَتِ الصلوۃ کے جواب میں اَقَامَھَا اللّٰہُ وَاَدَامَھَا کہنا چاہیئے...

مگر اس سلسلہ میں بہت غفلت ہے لہٰذا اس کی طرف توجہ کی جائے کہ اذان کی طرح اقامت کے جواب کا بھی رواج عام ہوجائے اور مستحب پر عمل کا اجروثواب نامۂ اعمال میں شامل ہوجائے...

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ ہر سال جامعہ اشرفیہ لاہور میں مجلس صیانۃ المسلمین کے سالانہ جلسہ پر تشریف لاتے اور سامعین بڑے اہتمام سے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کا وعظ سنتے ...بندہ کو بھی ان رُوح پرور مجالس میں حضرتؒ کے کئی مواعظ سننے کا موقع ملا...ماشاء اللہ ہر وعظ اللہ تعالیٰ کی محبت ومعرفت سے لبریز ہوتا اور ''از دل خیزد بردل ریزد'' کا مصداق ہوتا...

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کی حسنات کو ترقیات سے نوازے اور ان کے علوم و فیوض کو ابدالاباد تک جاری رکھے...بلاشبہ حضرت سلسلہ اشرفیہ کی ایک یادگار شخصیت تھے...اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان نفوس قدسیہ کے نقش ہائے قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں...آمین

اس مضمون کے توسط سے جملہ قارئین سے استدعا ہے کہ وہ اپنے معمولات میں حضرت کے ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں... یہ استدعا اُمتِ مسلمہ کے لیے بالعموم اور حضرت کے متعلقین کے لیے بالخصوص محبت وتعلق کا اولین حق ہے...۔

کسی اللہ والے کو یا کسی پرہیزگار عالم کو دیکھنا، حدیث شریف میں ہے:

((اَلنَّظَرُ فِیْ وَجْهِ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ))

(کنز العمال، الفصل الثالث فی فضائل المسجد و اٰدابه و محظوراته)

عالم کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے یعنی جسم کے ہر جز کو اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا یہ اس امانت کا حق ادا کرنا ہے۔ اور اس کو اللہ کی مرضی کے خلاف استعمال کرنا، یعنی گناہ کرنا خیانت ہے۔

(ملفوظ: مرشد ملت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہ)

حق کی تلاش اور حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ

جناب سید انور علی، آسٹریلیا

حق و باطل کے درمیان معرکہ ابتداء ہی سے چلا آ رہا ہے، چنانچہ دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی درجے میں ''حق'' کی تلاش وجستجو میں سرگرداں نظر آتا ہے۔ چنانچہ جب ایک بے دین شخص لادینیت کی گمراہیوں سے نکل کر دینِ اسلام کی حقیقی روشنی میں آتا ہے تو اس پر نور وظلمت کا فرق واضح ہو جاتا ہے، اسی طرح وہ مسلمان جو اپنے دل میں ایمان کی شمع روشن رکھتا ہے، لیکن نفس وشیطان سے مغلوب ہو کر گناہوں اور معصیتوں کی زندگی گزارنے لگتا ہے، تو خالق کائنات کو ناراض کرنے کے سبب زمین اس پر تنگ ہونا شروع ہو جاتی ہے اور وہ اپنی زندگی سے بے زار ہونا شروع ہو جاتا ہے، بالآخر وہ توبہ استغفار کے بعد اس سوال کے جواب میں سرگرداں رہتا ہے کہ ''میں گناہوں کی تنگ اور پریشان زندگی سے نکل کر خوش حال زندگی کیسے گزار سکتا ہوں جس سے میری دنیا وآخرت دونوں کی فلاح ہو''۔

میں بھی اسی طرح کے پریشان حال معاشرے کا ایک غیر ذمہ دار شہری تھا جو گناہوں اور معصیتوں کے سبب پریشان ہو چکا تھا، اور اپنی زندگی میں کوئی واضح تبدیلی لانا چاہتا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ میری زندگی رفتہ رفتہ ایک سمت رواں دواں ہے، اگر میں نے ابھی نہ سوچا اور حق کی تلاش وجستجو نہ کی تو مستقبل میں اپنی ایک ایسی تصویر دیکھوں گا جو میں کبھی دیکھنا نہیں چاہتا۔ بس میں نے عزمِ مصمم کر لیا اور گناہوں سے توبہ واستغفار کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور دعا شروع کر دی، کیونکہ میں جانتا تھا کہ ''دعا'' اور ''عزم مصمم'' ایسے دو ہتھیار ہیں جن سے بڑی سے بڑی جنگ لڑی جا سکتی ہے۔

بالآخر اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت مجھ پر متوجہ ہونا شروع ہوئی اور مجھے خواب میں ایک بزرگ ہستی نظر آنے لگی، جو ظاہر کے اعتبار سے مکمل متبع سنت اور سفید پوش نظر آتی تھی، اور مجھے دل میں ایک عجیب نور معلوم ہوتا تھا، مجھے یقین ہونے لگا کہ یہی وہ ہستی ہے جو مجھے اس دلدل سے نکال سکتی ہے، بس میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اگر میری ہدایت اس شخصیت سے وابستہ ہو تو مجھے ان تک پہنچا دیجئے۔

پھر وہ وقت آیا کہ کسی نے مجھے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے حوالے سے بتایا۔ میں نے وہاں جا کر پہلی دفعہ عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تو حیران رہ گیا، کہ یہ

وہی شخصیت تھی جسے اللہ تعالیٰ نے بار بار مجھے خواب میں دکھایا اور میرے لیے ہدایت کا سامان کیا۔

اب چونکہ میرے پیشِ نظر کوئی شخصیت نہیں تھی، بلکہ اسی سوال کا جواب مقصود تھا کہ کسی طرح مجھے حق مل جائے اور میں گناہوں کی زندگی سے نیکی کی طرف آجاؤں؟ بس میں کچھ عرصہ حضرتؒ کی خدمت میں رہا تو مجھے حضرتؒ سے اُنسیت ہوگئی، اور میں نے ان سے بیعت کا تعلق قائم کرلیا، اور میری زندگی میں انقلاب آگیا، میں گناہوں کی دلدل سے نکل کر ظاہر و باطن کے اعتبار سے نیکی سے مزین ہوگیا، میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس پُرفتن دور میں اس نے مجھے ایک ایسی شخصیت سے جوڑ دیا جو اس کی نظر میں محبوب تھی، اگر میں حضرتؒ سے وابستہ نہ ہوتا یا اس میں مزید دیر کرتا تو شاید اب تک میں بہت دور نکل چکا ہوتا۔

کچھ ہی عرصہ قبل بروز پیر ۲۳؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲؍جون ۲۰۱۳ء حضرت مولانا حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقالِ پُر ملال ہوا، ایسا محسوس ہوا کہ زندگی جیسے بُجھ سی گئی ہے، کیونکہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، اُن کی سوچ اور فکر مکمل واضح اور روشن تھی کہ اُمت کو گناہوں کی دلدل سے نکالا جائے، اور اس وقت ہر طرف جو فحاشی و عریانی پھیلی ہوئی ہے اس کا مکمل سدباب کیا جائے۔

اس غرض سے انہوں نے دنیا بھر کے مختلف ممالک کا سفر کیا، اور ان کی محنت و درد ِدل کے باعث ایک بہت بڑا انقلاب آیا، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسان پوری دنیا میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے مرید ہوئے، اور ظاہر و باطن کی اصلاح اور تزکیہ نفس کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے بعد دنیا بھر میں اُن کے تربیت و اجازت یافتہ خلفاء کی تعداد سینکڑوں میں ہے جن سے لاکھوں لوگ وابستہ ہیں، اور راہِ حق کی تلاش کی تکمیل کر رہے ہیں، اگر آپ بھی اسی طرح کے کسی سوال کے جواب کے لیے سرگرداں ہیں اور گناہوں کی زندگی سے تنگ آچکیں ہیں، تو ''دعا'' اور ''عزم مصمم'' کر کے قدم بڑھائیے ہوسکتا ہے کہ آپ کا یہ قدم ایک بہت بڑے انقلاب کی طرف پہلا قدم ہو، اور دنیوی و اخروی فلاح کی منزل پر اس کا اختتام ہو۔

(بشکریہ ماہنامہ تہذیب کراچی اگست ۲۰۱۳ء)

کلیہ یہ ہے کہ یہ جسم اور اس کا ہر جز جو اللہ کی طرف سے ملی ہوئی امانت ہے، اس امانت کو اس کے مالکِ حقیقی کی مرضی کے خلاف استعمال کرنا یہ خیانت ہے، جس پر سخت عذاب و گرفت ہوگی اور اس امانت کا حق یہ ہے کہ اس کو اللہ کی مرضیات کے مطابق استعمال کیا جائے۔ یہ دل جو اللہ نے دیا ہے اس کو گناہوں کی لذتوں کے خیال اور گناہ کے ارادوں سے محفوظ رکھنا، دل ہی دل میں اللہ کو یاد رکھنا، زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھنا، یہ آنکھیں بھی اللہ کی ہیں، ان سے کسی نامحرم کو نہ دیکھنا۔ (ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

میرے حضرتؒ کی رحلت

بنت مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ تعالیٰ

بے اختیار ہی زبان پر عربی کا ایک شعر آ گیا ؎

من شاء بعدك فليمت

فعليك كنت احاذر

ترجمہ: آپ کے بعد جو چاہے وہ مرجائے کہ مجھے آپ پر ہی سب سے زیادہ خوف تھا۔

کیونکہ ملت اسلامیہ کا مظلوم چمنِ اسلام سال ہا سال سے محرومیت کی دل گداز سختیوں اور انتظام کی اذیت ناک گھڑیوں کے کرب برداشت کرتے ہوئے شمع کی مانند پگھل رہا ہے، اگر کبھی کسی اکلوتے ستارے کی ٹمٹماہٹ سے روشنی پھوٹتی بھی ہے تو وہ تیزی سے ماند پڑ جاتی ہے۔

شبِ ظلمت کی تاریکی کو چاک کرنے والا، صوفیاء کے ماتھے کا جھومر بننے والا، قرآن وسنت کی اتباع کرنے والا، سرزمینِ عشق کا عظیم ولیٔ خدا، جس کا عزم ہمالیہ کی طرح استوار، دل آبِ زم زم کی طرح پاک وصاف، دماغ آسمان کی طرح وسیع، عقل چراغوں کی طرح نورافروز، فضل اشجار کی مانند سایہ دار ثمرریز، کلام شہد کی مانند لذیذ وشیریں، مزاج پھولوں کی طرح شگفتہ ونازک، حکمت میں عقدہ کشا، اصلاح میں صاحبِ تدبیر، علوم ومعارف کا رازدار، بزم میں صاحب علم وکمال، رزم میں مجاہدِ میدان، پیشانی میں شرافت کا عکس، آنکھوں میں ایمان کا نور، زبان پر نعرۂ حق اور پیامِ امن، سینے میں محبت کی آئینہ بندی، کمر میں صبر کی تلوار، روش پر شکر کی عبا، ہاتھ میں استقامت کا عصا، پاؤں میں عزم وثبات کے موزے، ان تمام اوصاف کے مجموعے سے بنتا ہے وہ مردِ باوفا، شانِ اولیاء جسے دنیا حضرت شیخ مولانا حکیم محمد اختر نوراللہ مرقدہٗ کے نامِ نامی سے یاد کرتی ہے، جن کی روحِ مقدس ''روح وریحان وجنة نعيم'' کی بہار دیکھنے کے لیے ہمیں یتیم کرکے خلعتِ جنت سے سرفراز ہوچکی ہے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ؎

ادا کر کے فرض اپنی خدمات کا

سحر دم وہ جاگا ہوا رات کا

ابد کے نگر کو روانہ ہوا
مکمل سفر کا فسانہ ہوا

یہ صدمہ اتنا عظیم ہے کہ اس کے غم میں سورج سیاہ چادر اوڑھ لے، ستاروں کی رونق ماند پڑ جائے اور چاند اپنا حسن کھودے تو بھی کم ہے، محفل ہی اجڑ گئی، چمن سُونا سونا ہے، ہر طرف سکوتِ مرگ طاری ہے، آنکھوں میں ساون کی جھڑی لگ گئی ہے، دل بے تاب ہوا، سکون غارت ہوا، دل یوں دھڑکا کہ قیامت آگئی، جی اچاٹ ہوا، موسم اداس ہوئے، امیدیں یاس میں بدلیں بہاروں کے ہوتے ہوئے بھی میرے چمن میں غموں کی آگ لگ گئی، سسکیوں نے تسلسل لیا، آہوں نے دل کے اجڑے کھنڈر میں گھر کرلیا....... صفیں تبدیل ہوئیں، صفِ ماتم بچھ گئی ؎

گو سب کو بہم ساغر وبادہ تو نہیں تھا
یہ شہر اداس اتنا زیادہ تو نہیں تھا
گلیوں میں پھرا کرتے تھے دو چار دیوانے
ہر شخص کا صد چاک لبادہ تو نہیں تھا

اس دل نے اور بھی بہت غم سہے ہیں، لیکن یہ کرب اتنا شدید ہے کہ دل سنبھالے نہیں سنبھل رہا، ساقی چل دیا میخانہ خاموش ہے، نگاہیں انہیں ڈھونڈ رہی ہیں لیکن وہ ہر جگہ اپنا عکس چھوڑ کر چلے گئے ہیں، رب کعبہ کی قسم! جب سے مرشد ومہرباں کا سائباں اٹھ گیا ہے، رنگ میرے لیے اہمیت کھوگئے ہیں، خوشبوؤں کی کشش بے معنیٰ ہوکر رہ گئی ہے، مسکراہٹ بھی کرب کی علامت بن گئی ہے، لب کشا ہوں بھی تو زبان ساتھ چھوڑ جائے لیکن میری خاموشی بھی ایک داستان بن گئی ہے، یہ صرف میرا حال ہی نہیں بلکہ سینکڑوں دیوانہ ہائے حق کے حالِ دل کی ترجمانی ہے جو حضرت رحمہ اللہ کے غمِ فراق سے نڈھال ہیں، ابھی تک ایک بے یقینی کی سی کیفیت ہے، بلا شبہ موت تو برحق ہے اور ایک وقت مقرر پرآکر رہے گی، لیکن کچھ رخصتیاں ایسی ہوتی ہیں جو اپنے ساتھ اہلِ جہاں کے دل بھی لے جاتی ہیں، میرے حضرت رحمہ اللہ کی رحلت بھی کچھ ایسی ہی ہے جو ہر خاص وعام، اصاغر واکابر، علماء وطلباء کے جگر شق کرگئی ہے، یتیمی اور بے کسی کے احساس نے جکڑ رکھا ہے۔

جس نے زندگی گزارنے کا ڈھب سکھایا، قدم قدم پر رہنمائی کا چراغ روشن کیا، جس کی ضیاء پاشیوں سے عاصیانِ مجسم دنیا کے گوشے گوشے میں دردِ محبت پھیلا رہے ہیں، جس کے ہاتھوں شرابِ عرفان مفت ملا کرتی تھی، وہ یوں روٹھ کر چل دیا اور کانوں میں ابھی تک اسی کی وہی سوز وگداز والی آواز بازگشت کررہی ہے، جو اُن کا اندازِ عارفانہ تھا کہ ؎

اختر کا دردِ دل لے لو
اختر کا دردِ دل لے لو

آہ! کہ وہ ذاتِ گرامی جو ملکوں کے سفر کر کے اپنا دردِ دل بانٹا کرتی تھی، آج ایسے سفر پر روانہ ہوگئی ہے جہاں اُن کے لیے ابدی راحتیں اور سعادتیں منتظر ہیں اور پیچھے رہ جانے والے پس ماندگان قافلۂ غم زدگان کے لیے آہ و بکا کا بہت سامان ہے ؎

جلا پھر صبر کا خرمن، پھر آہوں کا دھواں اٹھا
ہوا پھر نذرِ صرصر ہر نشیمن کا ہر اِک تنکا
ہوئی پھر صبحِ ماتم، آنسوؤں سے بھر گئے دریا
چلا پھر سوئے گردوں کاروانِ نالۂ صہبا

بے شک یہ حضرت رحمہ اللہ کی کرامت اور تربیت کا نتیجہ تھا کہ اتنی کڑی گھڑی میں بھی عاشقانِ حق کے ہاتھ سے دامنِ صبر نہ چھوٹا، انتہائی احترام وعقیدت اور برستی آنکھوں کپکپاتے ہاتھوں سے رب کی عظیم امانت اور بیش بہا تحفہ اس کے اصل اور دائمی مسکن کی طرف لوٹا دیا گیا، یہ حضرتؒ کی تربیتِ رضا بالقضاء کا ہی نتیجہ تھا کہ قلوب اس وقت صبر سے رہے جب ہر آنکھ سوال کر رہی تھی ؎

اطابت انفسکم ان تحثوا علیه التراب!؟

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
جس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت والا رحمہ اللہ کی سی صفات سے ہمیں بھی نواز دے اور مولانا حکیم محمد مظہر صاحب کو ہمت، استقامت اور عافیت دے کہ یہ باغ پھلتا پھولتا رہے اور ہماری آنکھوں کو قرار رہے۔ آمین۔ (بشکریہ ماہنامہ حیاء کراچی شعبان ۱۴۳۴ھ)

محبت! تیرا صدقہ ہے، ثمر ہے تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے
(حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

دوستو! سن لو تم کچھ میری داستاں
ایک دن پھر نہیں ہوں گے دنیا میں ہم

(حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

مختصر حالاتِ زندگی

مولانا خطیب الرحمٰن ندوی
استاذ جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ

افسوس کہ عارِف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب (کراچی، پاکستان) کا سانحۂ ارتحال ۲۳ / رجب ۱۴۳۴ھ کو بعد مغرب پیش آ گیا، اگلے روز صبح ۹ / بجے دن میں تدفین ہوئی، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر ؒ ۱۹۲۳ء کو اپنے آبائی وطن پرتاب گڑھ کے اٹھیہ نامی گاؤں میں پیدا ہوئے، والدِ ماجدؒ سلطان پور میں سرکاری ملازمت سے وابستہ تھے، حکیم صاحبؒ نے ۴۲، ۴۳ اور ۴۴ء کا زمانہ طب کی تحصیل میں طبیہ کالج اِلٰہ آباد میں گزارا، اُس زمانہ میں حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ کی خدمت میں آمد و رفت رہا کرتی تھی، حکیم صاحبؒ روزانہ عصر کے بعد طبیہ کالج سے حضرت پرتاب گڑھیؒ کی قیام گاہ ''صابری منزل'' آتے اور دس گیارہ بجے تک حضرتؒ کی خدمت میں رہتے۔

۴۴ء میں حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوریؒ کے دامنِ تربیت سے وابستہ ہوئے، اپنے وطن پرتاب گڑھ سے چل کر اعظم گڑھ پھول پور پہلی حاضری اور ملاقات ٹھیک عید الاضحیٰ کے روز ہوئی، حضرت مرشدؒ کی خانقاہ پھول پور دیکھتے ہی عجب خوشی و مسرت کے عالم میں یہ شعر پڑھا۔

شہرِ تبریز است وشہرِ شاہِ من　　نزد عاشق ایں بود حبُّ الوطن

سلامِ مسنون کے بعد عرض کیا ''محمد اختر ہوں، پرتاب گڑھ سے اصلاح کی غرض سے آیا ہوں، چالیس دن قیام کا اِرادہ ہے''، پہلی ہی گفتگو میں حضرت مرشدِ تھانوی قدس سرہٗ کے اصول و آداب کی جھلک دیکھ کر حضرت پھول پوریؒ کی نظرِ کرم اور توجہ خاص نے ایسا اسیر کیا کہ تا دمِ آخر جدائی کی بات تک دِل میں نہ آئی، سولہ سال مسلسل اُن کی خدمت میں رہ کر خادمِ خاص کا مرتبہ حاصل کیا، اُن ہی کی خدمت میں رہ کر عربی درسیات کی تعلیم مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں حاصل کی، حاضری کے چار سال کے بعد حضرت پھول پوریؒ کی اہلیہ صاحبہ نے انتقال کیا، تو ایک روز فرمایا کہ بغیر بیوی کے بہت تکلیف ہوتی ہے، اس پر حکیم صاحبؒ نے اپنی والدہ سے نکاح کے متعلق مشورہ کیا اور آمادگی پا کر حضرت پھول پوریؒ کی خدمت میں والدہ سے عقد کی درخواست کی، حضرت پھول پوریؒ کو اس سے بڑی مسرت ہوئی اور عقد فرمایا، پھر فرمایا کہ امام محمدؒ کی والدہ سے امام ابو حنیفہؒ نے عقد فرمایا تھا، اِس

طرح حکیم صاحبؒ حضرت پھول پوریؒ کے رَبیب بھی ہوگئے، حضرت پھول پوریؒ نے ۱۹۶۰ء میں جب (ناظم آباد) پاکستان ہجرت فرمائی تو یہ خادمِ خاص بھی شریکِ سفر ہوگئے، حضرت پھول پوریؒ کے وِصال (۲۱ رربیع الاول ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۲ راگست ۱۹۶۳ء) کے بعد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ سے بیعت واِسترشاد کا تعلق قائم کیا اور اِجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔

حضرت مولانا پرتاب گڑھیؒ کی خدمت میں خوب وقت گزارا، اُن سے بھی خلافت حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے موزوں طبیعت عطا فرمائی تھی، اس لیے بھی حضرت والا پرتاب گڑھیؒ سے مناسبت دوبالہ ہوکر رہی، حضرت حکیم صاحب موصوفؒ نے مذکورہ تینوں بزرگوں سے فیض حاصل کیا، تحریر وتقریر میں بڑی تاثیر تھی، آپ کے وعظ وبیان سے متأثر ہوکر کتنوں کے چہروں پر نورانیت (داڑھی) آگئی اور وہ اپنی پچھلی زندگی سے تائب ہوکر آپ کے حلقۂ فیض بلکہ سلسلۂ اِرادت وخلافت میں شامل ہوگئے۔

تصنیفات وتالیفات: کتابیں کثرت سے لکھیں اور سب ہی مؤثر ومقبول ہیں، حضرت پھول پوریؒ کی طویل صحبت اور خدمت کے اثر سے اُن کے متنوّع علوم ومعارف کا مجموعہ ''معرفتِ الٰہیہ'' کے نام سے مرتب کیا، جب یہ مجموعہ کتاب کی شکل میں طبع ہوکر حضرت پھول پوریؒ کی خدمت میں پہنچا، تو بے حد خوشی ومسرت کا اِظہار فرمایا اور حضرت مولانا ہردوئیؒ سے والہانہ طور پر اُس کا ذِکر فرمایا، مولانا رومؒ کی مثنوی کی شرح ''معارفِ مثنوی'' کے نام سے لکھی، جب یہ طبع ہوکر منظرِ عام پر آئی تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کی خدمت میں مدینہ منورہ بھیجا، حضرت شیخؒ نے اُس کی اِس طرح دادِ تحسین کی کہ فرمایا ''مضامین ماشاء اللہ بہت اچھے ہیں''، یہ بھی تحریر فرمایا کہ ''اس سے مسرت ہوئی کہ آپ کا تعلق اوّلاً مولانا پھول پوریؒ سے ہے اور آخراً مولانا ابرار الحق سے ہے''۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ورُوحانی فیض کا سلسلہ ہندوپاک سے تجاوز کر کے دنیا کے دُوسرے مختلف ملکوں تک دَراز ہے، اللہ تعالیٰ قبولیت وبرکت سے مالا مال فرمائے۔

حضرت پھول پوریؒ نے حضرت حکیم صاحبؒ کی باطنی ورُوحانی ترقی دیکھ کر وِصال سے کچھ پہلے ہی اپنی خانقاہ کا نظام اُن کے حوالہ کردیا تھا، شیخ کی مفوضہ خانقاہ کے علاوہ کراچی میں اُن کے متعدد دینی وتربیتی اِدارے اور خانقاہیں ہیں، گلشنِ اقبال کراچی میں خانقاہِ اِمدادیہ اشرفیہ کے علاوہ گلستانِ جوہر میں جامعہ اشرف المدارس جیسا عظیم الشان اِدارہ حضرت مرحوم کی یادگار ہے، جہاں کئی ہزار طلباء زیرِ تعلیم وتربیت رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُنہیں تعلیم وتربیت کا خاص ذوق عطا فرمایا تھا، اُس کی وجہ سے وہ ملک وبیرونِ ملک کے مختلف مقامات پر بھی قیام اور نگرانی فرماتے تھے، فرماتے ہیں ؎

اخترؔ کو کیا ہوا ہے کہ عالم میں ہر طرف پھرتا ہے اپنا چاک گریباں کیے ہوئے

اللہ تعالیٰ بلند سے بلند درجات سے سرفراز فرمائے، آمین۔ (بشکریہ دوماہی الشارق انڈیا رجب، شعبان ۱۴۳۴ھ)

عارف باللہ شیخ العرب والعجم مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی

حضرت سید عشرت جمیل میرؔ صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ مجازِ بیعت و خادم خاص حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

(نوٹ: مندرجہ ذیل مضمون حضرت والا کی حیات مبارکہ میں لکھا گیا تھا۔ جامع)

ولادت باسعادت

شیخ العرب والعجم محی ومحبوبی سیدی وسندی وسیلۃ یومی وغدی الیٰ یوم الدین عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مرشدنا ومولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ادام اللہ ظلہم علینا ہندوستان کے شہر پرتاب گڑھ صوبہ یوپی کی ایک چھوٹی سی اٹھیہہ نامی بستی کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ حضرت کے والد ماجد جناب محمد حسین صاحب ایک سرکاری ملازم تھے۔ حضرت اپنے والد صاحب کے اکلوتے فرزند تھے اور آپ کی دو بہنیں تھیں حضرت والا کے والد صاحب بھی صاحب محبت تھے اور حضرت سے بہت ہی زیادہ محبت فرماتے تھے۔

بچپن ہی میں آثار جذب الٰہیہ کا ظہور

میرے محبوب مرشد فداہ ابی وامی وروحی مادرزاد ولی ہیں حضرت والا میں بچپن ہی سے آثارِ ولایت ظاہر ہوگئے تھے۔ حضرت والا نے احقر کو خود یہ واقعہ سنایا کہ میرے والد صاحب کا بہ سلسلہ ملازمت جب ضلع سلطان پور میں قیام تھا اس وقت میری عمر تین چار سال تھی اور میری بڑی ہمشیرہ جو اس وقت بچی تھیں مجھے گود میں اٹھا کر امام صاحب سے دم کرانے کے لیے لے جاتی تھیں تو جب میں نے امام صاحب کو دیکھا تو ان کی وضع قطع لمبا کرتا اور ڈاڑھی مجھے بہت اچھی معلوم ہوئی اور مسجد کے در و دیوار اور مسجد کی زمین کی خاک مجھے بہت اچھی لگی اور مجھے اب تک یاد ہے کہ مسجد کی زمین کو میں نے بوسہ دیا۔ جب ذرا اور ہوش سنبھالا تو اللہ کے نیک بندوں کی محبت اور زیادہ معلوم ہونے لگی اور ہر حافظ و عالم اور نیک بندوں کی وضع وقطع رکھنے والوں کو دیر تک محبت سے دیکھا کرتے اور اللہ تعالیٰ کی محبت دن بدن دل میں بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ درجہ چار پاس کرنے کے بعد والد صاحب سے درخواست کی کہ مجھے دیوبند بھیج دیا جائے لیکن والد صاحب نے مڈل اسکول میں داخل کرادیا۔

والد صاحب کے حکم پر بادل ناخواستہ تین سال مڈل تک پڑھا اور بہت اصرار کیا کہ ان دنیاوی تعلیمات میں میرا دل بالکل نہیں لگتا مگر والد صاحب کے حکم کے آگے مجبور تھے۔

حضرت نے فرمایا کہ ابھی میں نابالغ ہی تھا ۱۲ سال کی عمر تھی تو معلوم ہوا کہ مسجد کے امام صاحب جن کا نام حافظ ابوالبرکات صاحب تھا جو بچپن میں دعا پڑھ کر دم کیا کرتے تھے وہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز بیعت ہیں۔ان کی مجھے بہت محبت محسوس ہوتی تھی اور دل میں خیال آتا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں ایک دن ان سے جا کر عرض کیا کہ مجھے بیعت کر لیجئے۔حضرت فرماتے ہیں کہ اس وقت میں مڈل میں پڑھ رہا تھا لیکن حافظ صاحب کو مجھ میں نہ جانے کیا نظر آیا کہ فرمایا کہ حضرت حکیم الامت نے مجھے عوام کے لیے مجاز بیعت بنایا ہے اور آپ عوام میں نہیں ہیں اور فرمایا کہ آپ کو کوئی خاص بندہ بیعت کرے گا۔

اس دورنابالغی میں گھر سے دور جنگل میں ایک مسجد تھی حضرت آدھی رات کو اٹھ کر چپکے سے وہاں جا کر عبادت کیا کرتے تھے،اس مسجد میں خوب دل لگتا تھا۔حضرت تنہائی میں وہاں تہجد پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں رویا کرتے اور فجر تک اللہ تعالیٰ کے حضور میں خوب گریہ وزاری کرتے،اور قصبہ کے باہر ایک اور مسجد تھی،مسجد سے کچھ فاصلے پر مسلمانوں کے چند گھر آباد تھے لیکن وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے تھے حضرت نے ان کو نماز کی دعوت دی جس کی برکت سے وہ نمازی ہوگئے اور اس مسجد میں اذان اور جماعت بھی ہونے لگی اور لوگ تعریفاً حضرت کو مسجد کے نمازیوں کا پیر کہنے لگے۔

حضرت والا کے تقویٰ کی ایک مثال

حضرت کا چونکہ بچپن تھا اس لیے یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا کہ نابالغ کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی اس لیے ان لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے کیونکہ وہ لوگ پڑھے لکھے نہیں تھے۔ ۲۰۰۰ء میں جب حضرت والا کو فالج کا حملہ ہوا تو ایک دن خیال ہوا کہ اس زمانے میں جو نمازیں پڑھائی تھیں تو نابالغ ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کی نماز واجب الاعادہ ہے لہٰذا حضرت والا نے سلطان پور کی اس مسجد کے امام صاحب کو رجسٹرڈ خط بھیجا کہ پچاس سال پہلے جب میں نابالغ تھا تو مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے میں نے وہاں کے نمازیوں کی امامت کی ہے ان کی وہ نمازیں واجب الاعادہ ہیں لہٰذا ان میں سے اگر کوئی نمازی زندہ ہو تو اس کو بتا دیں کہ اس زمانے کی نمازوں کو دہرالیں۔دس پندرہ دن بعد اسی مضمون کا دوسرا خط بھی رجسٹری سے روانہ فرمایا۔اب نہ معلوم وہ امام صاحب اور وہ لوگ زندہ بھی تھے یا نہیں لیکن جتنا اختیار تھا وہ حضرت نے استعمال فرمایا۔

وہ مسجد بالکل ویرانے میں تھی اور رات کو دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آتا تھا حضرت آدھی

رات کے بعد اس مسجد میں جا کر تہجد پڑھتے تھے حالانکہ ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے۔ حضرت کی والدہ ماجدہ منع فرماتیں کہ اتنی رات کو اکیلے مت جایا کرو۔ حضرت کے والد صاحب چونکہ سرکاری ملازم تھے اس لیے ان کے دوستوں نے مشورہ دیا کہ سرکاری ملازمت کی وجہ سے بہت سے دوست اور بہت سے دشمن ہوتے ہیں لہٰذا ان کو رات کو اکیلے مسجد میں نہ جانے دیں لیکن حضرت کے والد صاحب نے براہ راست منع نہیں فرمایا بلکہ حضرت نے فرمایا کہ ایک رات کے آخر میں جب میں مسجد سے تہجد پڑھ کے نکلا تو والد صاحب مع چند دوستوں کے مسجد کے باہر کھڑے انتظار کر رہے تھے اور فرمایا کہ تم میرے ایک ہی بیٹے ہو اور یہاں بہت سے دوست اور بہت سے دشمن ہوتے ہیں لہٰذا تم گھر ہی پر تہجد پڑھ لیا کرو۔ اس کے بعد سے حضرت گھر پر تہجد پڑھنے لگے۔ والد صاحب کے دوست حضرت کو فقیر اور درویش کہتے تھے اور خود والد صاحب نام لینے کے بجائے مولوی صاحب کہتے تھے۔

بچپن ہی میں نامحرم عورتوں سے پردہ کا اہتمام

حضرت کے بھانجے محمد احمد صاحب نے بتایا کہ اسی بچپن کے زمانے میں حضرت نے نامحرم عورتوں سے پردہ شروع کر دیا۔ جب کوئی عورت آتی تو حضرت دوسرے کمرے میں چلے جاتے۔ حضرت کی والدہ صاحبہ کی خدمت میں ایک ہندو عورت آیا کرتی تھی جو پڑوس ہی میں رہتی تھی ایک بار اس نے حضرت کے متعلق پوچھا کہ بھیا کہاں ہیں؟ حضرت کی والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ وہ عورتوں سے پردہ کرتے ہیں تو اس عورت نے کہا کہ اتنا چھوٹا بچہ اور ابھی سے پردہ کرتا ہے میں ان کا پردہ چھڑاؤں گی۔ ایک دن حضرت والا مسجد سے نماز پڑھ کر گھر واپس آ رہے تھے تو اس عورت نے دیوار کی آڑ لے کر بہانے سے کہا کہ بیٹا ذرا یہ خط پڑھ کر سنا دو۔ جب حضرت نے خط لینا چاہا تو اس نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ کاہے پردہ کرتے ہو ابھی تو بچے ہو۔ حضرت اس سے ہاتھ چھڑا کر روتے ہوئے گھر آئے اور والدہ صاحبہ سے کہا کہ اب میں گھر سے باہر بھی نہیں جاؤں گا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں ذرا اور بڑا ہوا تو قلب خدائے تعالیٰ کے لیے بے چین رہنے لگا رات کی تنہائیوں میں آسمان اور چاند ستاروں کو دیکھ کر بہت سکون ملتا اور دیر تک محبوب حقیقی کی یاد میں مشغول رہتے اور یہاں تک کہ تھک کر سو جاتے اور کبھی آسمان کی طرف دیکھ کر بار بار حق تعالیٰ سے عرض کرتے کہ ؎

اپنے ملنے کا پتہ کوئی نشاں
تو بتا دے اے مرے ربِّ جہاں

مثنوی مولانا رومؒ سے والہانہ شغف

بچپن کے اسی زمانے میں مثنوی رومی کے چند اشعار پڑھ کر حضرت کو مولانا روم سے محبت ہوگئی اور مثنوی سمجھنے کے لیے فارسی پڑھنا شروع کردی اور مثنوی کے اشعار پڑھ پڑھ کر رویا کرتے اور حضرت کے استاذ جو قرآن شریف پڑھاتے تھے بہت خوش الحان تھے، قرآن شریف پڑھنے کے بعد ان سے مثنوی سنانے کی درخواست کرتے وہ بہت دردناک آواز سے مثنوی پڑھتے تو دل اللہ کی محبت میں تڑپ جاتا۔ رات کی تنہائیوں میں حضرت مثنوی کے اشعار پڑھ کر اللہ کی یاد میں رویا کرتے خصوصاً یہ اشعار۔

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیرِ خدا محرم نبود

ترجمہ: میری آہ کا سوائے آسمان کے کوئی ساتھی نہیں اور میری محبت کے راز کا سوائے خدا کے کوئی محرم نہیں۔

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تا بگویم شرح از درد اشتیاق

ترجمہ: اے خدا آپ کی جدائی کے غم میں چاہتا ہوں کہ میرا سینہ پارہ پارہ ہوجائے تاکہ آپ کی محبت کی شرح نہایت درد سے بیان کروں۔

ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد
او ز حرص وعیب کلی پاک شد

ترجمہ: جس کا سینہ اللہ تعالیٰ کے عشق سے چاک ہوگیا وہ جملہ امراض باطنی اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہوگیا۔

پانچ سال کی عمر میں جب کہ ہوش حواس صحیح نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ کی طرف جذب محسوس ہونا اور دل کا اللہ کی محبت میں بے قرار ہونا جب کہ جوان ہونے کے بعد بھی لوگوں کو یہ حالات نصیب نہیں ہوتے یہ دلیل ہے کہ حضرت والا اولیاء اخص الخواص میں ہیں اور مادرزاد ولی ہیں۔

مثنوی شریف کے شوق میں حضرت نے جامع مسجد سلطان پور کے خطیب حضرت مولانا قاری صدیق صاحب سے فارسی پڑھنا شروع کی۔ بہت بعد میں جب حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ سے تعلق ہوا اور حضرت شیخ کے مدرسہ بیت العلوم میں داخلہ لیا وہاں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مرید مدرسہ میں فارسی کے استاذ تھے ان سے ہی حضرت نے فارسی پڑھی لیکن وہ بہت تیز بولتے تھے جو

طلبہ کی سمجھ میں نہیں آتا تھا اور طلبہ اساتذہ سے ان کی شکایت کرتے تھے اور بہت سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے ہی پڑھا اور ادب کی وجہ سے کبھی ان کی شکایت نہیں کی۔ اس کی برکت ہے کہ جب حضرت نے معارفِ مثنوی تالیف کی اور ہندوستان تشریف لے گئے اور اپنے استاذ کی خدمت میں معارفِ مثنوی پیش کی تو انہوں نے فرمایا کہ میرے علاوہ بھی کیا تم نے کسی سے فارسی پڑھی ہے؟ حضرت نے عرض کیا کہ نہیں حضرت آپ کے سوا کسی سے نہیں پڑھی۔

معارفِ مثنوی پر یاد آیا کہ جب معارفِ مثنوی چھپی تھی تو مولانا حسین بھیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس وقت جامعہ بنوری ٹاؤن کے طالب علم تھے معارفِ مثنوی حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کی اور بتایا کہ یہ کس کی تالیف ہے تو حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''اچھا میں دیکھتا تھا کہ حضرت پھول پوری کی خدمت میں ایک نوجوان رہتا تھا، پرانی سی لنگی اور بوسیدہ سا کرتا پہنے ہوئے اشرفی تیل اور معجون بنایا کرتا تھا میں سمجھتا تھا کہ یہ حضرت کا خادم نہیں بلکہ نوکر ہے اور فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ اتنے بڑے عالم ہیں'' اور معارفِ مثنوی پر جو تقریظ لکھی اس میں لکھا کہ ''مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیف لطیف معارفِ مثنوی پڑھ کر مجھ کو موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی جس کا میں تصور نہیں کرسکتا تھا'' اور ایک بار حضرت اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو معارفِ مثنوی پیش کی جس کے آخر میں حضرت کی فارسی مثنوی بھی ہے۔ حضرت کی مثنوی کے چند اشعار پڑھ کر حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا'' لَا فَرْقَ بَیْنَکَ وَبَیْنَ مَوْلَانَا رُوْمٍ '' یعنی آپ میں اور مولانا روم کے کلام میں کوئی فرق نہیں۔ اور اسی زمانے میں ایران کے ایک بہت بڑے عالم نے حضرت کی فارسی مثنوی پڑھ کر تحریر فرمایا کہ ''ہر کہ مثنوی اختر را بخواند او را مثنوی مولانا روم پندارد، حقا کہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب رومی عصر اند'' یعنی جو بھی مثنوی اختر کو پڑھتا ہے اس کو مثنوی مولانا روم سمجھتا ہے بے شک مولانا حکیم محمد اختر صاحب اس زمانے کے رومی ہیں۔

معارفِ مثنوی ایک بالکل منفرد شرح ہے جو محض لفظی ترجمہ نہیں بلکہ حضرت رومی کے منتشر اور وسیع علوم کو جمع کر کے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے جس میں حضرت والا کی آتش عشق اور درد دل سے ایک منفرد اور دل آویز اسلوب بیان دلوں میں اللہ کی محبت کی آگ لگا دیتا ہے۔ معارفِ مثنوی کے متعلق بعض امتیازی خصوصیات حضرت والا نے ترجمۃ المصنف میں خود تحریر فرمائی ہیں وہ یہاں افادۂ قارئین کے لیے پیش ہیں:۔

معارفِ مثنوی کے متعلق چند ضروری معلومات اور امتیازی خصوصیات

حضرت والا ترجمۃ المصنف میں تحریر فرماتے ہیں:

(۱)......حصہ اوّل حکایات ناصحانہ، حصہ دوم منظومات حکیمانہ، حصہ سوم مناجات متضرعانہ پر مشتمل ہے۔

(۲)......حصہ اوّل میں ضروری ضروری اور نہایت مفید حکایات کا انتخاب اس طرز پر کیا گیا ہے کہ ہر حکایت کو مع اس کے مفید نتائج ونصائح مکمل کر دینے کے بعد دوسری حکایت کا آغاز کیا گیا ہے جبکہ حضرت رومی کے زمانہ سے لے کر آج تک سات سو برس کے اندر اس انداز کا کوئی انتخاب مع شرح منصۂ شہود پر نہ تھا۔ چنانچہ سابقہ تمام شروح میں ایک حکایت کے اندر متعدد حکایات داخل ہو جانے سے ان کو سمجھنے اور ان سے سبق حاصل کرنے میں بہت دقت اور دماغی تعب ہوتا تھا نیز وقت بھی بہت لگتا تھا حکایات کے اندر جگہ جگہ احقر کے اشعار اور مثنوی کی تضمین نے حکایات کو مزید پرلطف و پرکیف کر دیا ہے اور انداز بیان سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ یہ لفظی ترجمہ نہیں بلکہ خود اپنا مستقل طرز تحریر ہے جو حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کے صدقہ میں محض عطاحق ہے اور جس کے لطف سے میرے اہلِ علم احباب بہت محظوظ اور متأثر اور مسرور ہیں۔

(۳)......حصہ دوم میں مختلف عنوانات کے تحت مثلاً صبر، شکر، عشق، تواضع، اخلاص، ادب، خشیت وتقویٰ، شہوت، غصہ تکبر وغیرہ جیسے تمام ضروری مضامین پر اشعار کا انتخاب مع شرح اس زاویۂ نظر سے کیا گیا ہے کہ علمائے واعظین کو اپنی تقاریر کے لیے اور مشائخ طریقت کو اپنی مجالس ارشاد کے لیے اور مصنفین کو اپنی تصانیف کے لیے ہر مضمون پر قلیل وقت میں بآسانی مواد فراہم ہو جائے جبکہ سابقہ شرحوں میں ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار سے ان اشعار کا تلاش کرنا بے حد مشکل تھا۔

(۴)......تیسرے حصہ میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی مناجات اور دعائیہ اشعار کو مع شرح تحریر کیا ہے تاکہ ہر روز عاشقان الٰہی مولانا کی زبان سے دعا مانگ کر اپنی آہ کو مولانا کی آہ کے طرز پر حق تعالیٰ تک رسا کر سکیں۔

(۵)...... سالکین کی نشاط طبع کے لیے احقر نے اپنی فارسی مثنوی کے اشعار جو مختلف دینی مضامین پر مشتمل ہیں منسلک کر دیئے ہیں۔غرض احقر کے درد دل نے کہیں نثر کی صورت اختیار کر لی ہے کہیں نظم کی بعض دوستوں نے احقر کے یہ فارسی اشعار رومی کے سمجھ کر اپنے پاس نوٹ کر لیے بعد میں احقر نے ان کو بتایا کہ یہ اشعار مولانا رومی کے نہیں احقر کے ہیں اس لیے بعض دوستوں کا اصرار اور تمنا تھی کہ ان اشعار کو شائع کر دیا جائے جو کہ بہت سے طبائع کے لیے یہ مزید باعث نشاط وسرور

ہوگا۔

(۶)......اس معارفِ مثنوی کے مطالعہ سے ناظرین خود اس فیصلہ پر مجبور ہوں گے کہ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے آج تک سات سو برس کے اندر ایسی شرح اور ایسا انتخاب نہ ہوا تھا۔ ذٰلِکَ مِمَّا خَصَّنِیَ اللہُ تَعَالٰی بِفَضْلِہٖ وَرَحْمَتِہٖ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

مثنوی مولانا روم سے حضرت والا کا شغف سارے عالم میں معروف ہے چنانچہ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۸ء میں تقریباً آٹھ ملکوں کے علماء خانقاہ میں تشریف لائے اور انہوں نے درس مثنوی کے لیے حضرت سے درخواست کی۔ چنانچہ روزانہ بعد فجر حضرت نے مثنوی کا درس دیا جو''آشوب و چرخ و زلزلہ'' کا مصداق تھا ایک ایک لفظ عشق و مستی میں ڈوبا ہوا لیکن عشق کی یہ تیز و تند شراب جام سنت وشریعت میں محصور تھی، مجال نہیں کہ عشق و مستی حدود شریعت سے باہر قدم رکھ دے جس سے علماء کو وجد آیا۔ الحمد للہ یہ درس، درس مثنوی مولانا روم کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور الحمد للہ اس کے لیے ایک بشارت عظمیٰ بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کے ایک خادم جناب سید ثروت حسین صاحب سے خواب میں فرمایا کہ درس مثنوی بہت اچھی کتاب ہے تم یہی پڑھا کرو۔

اور مثنوی کے متعلق حضرت والا کی تیسری تالیف فغان رومی ہے جس میں مثنوی کے دعائیہ اشعار کی والہانہ، عاشقانہ اور الہامی تشریح ہے اور یہ بھی درس ہے جو ری یونین سے آنے والے علماء اور سالکین کے محضر میں دیا گیا۔

حضرت والا کو بچپن ہی سے مثنوی سے جو شغف تھا اس پر ایک واقعہ یاد آیا۔ حضرت جب مدرسہ بیت العلوم میں پڑھتے تھے تو ایک رات حضرت کے قلب مبارک پر مثنوی کے بعض اشعار کی خاص تشریح وارد ہوئی اور حضرت رات ہی کو فجر کے قریب اپنے شیخ حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پھولپور حاضر ہوئے اور فجر کی نماز پھولپور میں پڑھی۔ مدرسہ بیت العلوم پھولپور سے پانچ میل پر ہے۔ حضرت شیخ حضرت کو دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ اتنے سویرے کیسے آئے؟ عرض کیا کہ حضرت مثنوی کے بعض اشعار کے معانی دل میں آئے ہیں حضرت کی تصدیق کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں صحیح سمجھا ہوں یا نہیں؟ حضرت شیخ پھولپوری فجر کے بعد تلاوت، مناجات واذکار کرتے تھے اور اشراق کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تھے۔ اس دن حضرت شیخ نے اپنے تمام معمولات ملتوی کر دیئے اور فرمایا کہ سناؤ۔ حضرت نے فجر کے بعد تشریح شروع کی یہاں تک کہ دن کے گیارہ بج گئے تقریباً پانچ گھنٹے حضرت پھولپوری مسلسل سنتے رہے اور حضرت شیخ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

وہ چشم ناز بھی نظر آتی ہے آج نم
اب تیرا کیا خیال ہے اے انتہائے غم

یہ واقعہ سنا کر حضرت دامت برکاتہم نے یہ شعر احقر کو سنایا تھا۔ حضرت شیخ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ مثنوی کے عاشق تھے، حضرت کی تشریح سن کر حضرت والا شیخ شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے خوش ہوکر فرمایا کہ بتاؤ! آج کیا کھاؤ گے؟ حضرت نے عرض کیا کہ جو حضرت کھلا دیں گے۔ حضرت گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ''آج اختر کے لیے تہری پکاؤ'' تہری پیلے رنگ کی ہوتی ہے، چاولوں سے بنائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سے مثنوی کی جو عظیم الشان خدمت لی ہے ایسی شرح کی مثال نہیں ملتی اور یہ سب ان بزرگوں کا فیض ہے جن کی جوتیاں حضرت نے اٹھائی ہیں۔

یہ باتیں تو درمیان میں آگئیں میں حضرت والا کے بچپن کے حالات کا ذکر کررہا تھا کہ ماں کی گود سے ہی حضرت کو اللہ تعالیٰ کی طرف جذب تھا۔ حضرت والا ترجمۃ المصنف میں تحریر فرماتے ہیں:

''احقر ایام طفولیت ہی سے اپنی روح میں حق تعالیٰ کی طرف ایک خاص جذب محسوس کرتا تھا اور دل کو دنیا سے اچاٹ پاتا تھا۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب وگریباں کو

عشقِ خود در جانِ ما کاریدہ اند
نافِ ما بر مہرِ خود ببریدہ اند

حضرت رومی فرماتے ہیں کہ اپنی محبت کا بیج میری جان میں بو دیا ہے اور اپنی محبت کے شرط ایفاء پر مجھے وجود بخشا ہے''۔

ترجمۃ المصنف میں ایک اور جگہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

''احقر کو رات کی تنہائیوں میں آسمان کی طرف نظر کرنے اور چاند ستاروں کے مناظر سے بہت سکون ملتا اور ان مصنوعات سے صانع حقیقی کی یاد میں دیر تک مشغول رہتا اور پھر تھک کر سو جاتا حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی کا یہ شعر اس حالت کا صحیح ترجمان ہے۔

ان کے جلووں کی رنگیں بہاریں
دیکھتے دیکھتے سو گئے ہم''

بچپن میں حضرت کی دینی فہم کا ایک واقعہ

حضرت کے بھانجے محمد احمد صاحب نے یہ واقعہ سنایا جو ان کی والدہ صاحبہ نے ان کو سنایا تھا کہ

ہماری دادی مُردوں کو ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ دیا کرتی تھیں اور مسجد کے مؤذن کو بلا کر فاتحہ دلواتی تھیں اور اس کو کھانا بھی دیتی تھیں۔ حضرت اگرچہ اس وقت بچے تھے لیکن دادی کو منع کرتے تھے کہ فاتحہ نہ دیا کریں لیکن وہ نہیں مانتی تھیں۔ ایک بار جب انہوں نے کھانا پکا کر مؤذن کو فاتحہ کے لیے بلایا تو حضرت نے دادی سے کہا کہ یہ مؤذن ثواب اپنے مُردوں کو پہنچاتا ہے آپ کے مُردوں کو نہیں پہنچاتا آپ کا سارا کھانا بے کار جاتا ہے۔ یہ سن کر دادی نے مؤذن کو بھگا دیا اور گھر سے یہ بدعت ہمیشہ کو ختم ہوگئی۔

تحصیل طب یونانی

ترجمۃ المصنف میں حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ ''درجہ ہفتم پاس کرنے کے بعد والد صاحب کا تبادلہ پھر ضلع سلطان پور ہوگیا اور وہاں احقر نے جامع مسجد کے خطیب مولانا قاری صدیق صاحب سے فارسی شروع کی۔ کریما مکمل اور گلستاں کے کچھ باب پڑھ کر احقر نے پھر دیوبند جانے کی اجازت چاہی مگر والد صاحب نے میری مرضی کے خلاف طبیہ کالج الٰہ آباد میں داخل کردیا اور فرمایا طب سے فارغ ہوکر عربی شروع کرنا۔ بڑی مشکل سے پھر یہ دن گذارنے پڑے۔ اس وقت الٰہ آباد میں حضرت مولانا سراج احمد صاحب امروہوی اسٹیشن کے قریب عبداللہ والی مسجد میں درس تفسیر دیا کرتے تھے احقر وہاں حاضری دیا کرتا۔ اس محلّہ پر جہاں قیام تھا تقریباً ایک میل پر کچھ صحرا تھا وہاں ایک مسجد تھی جو جنوں کی مسجد مشہور تھی۔ اسی مسجد میں گاہے گاہے حاضر ہوتا اور مناجات مقبول ہمراہ لے جاتا اور اس مسجد میں خوب تنہائی کا موقعہ پاکر اپنے رب سے دونوں جہاں کا دکھڑا رولیا کرتا۔

دونوں جہاں کا دکھڑا مجذوبؔ روچکا ہے
اب اس پہ فضل کرنا یارب! ہے کام تیرا

حضرت نے فرمایا طبیہ کالج میں داخلہ اس وقت مجھے بہت گراں گذرا تھا لیکن میرے والد صاحب نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں طب کی تعلیم اس لیے دے رہا ہوں تاکہ دین تمہارا ذریعہ معاش نہ ہو اور دین کی خدمت تم صرف اللہ کے لیے کرو۔ حضرت فرماتے ہیں کہ آج والد صاحب کے لیے دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ واقعی اس سے بہت فائدہ ہوا کہ آج کوئی اس قسم کا الزام نہیں لگا سکتا کیونکہ میرا اپنا دواخانہ اور کتب خانہ ہے۔ طب پڑھنے کا دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ اپنے احباب کو اس قدر وظیفہ و ذکر بتایا جائے کہ جس سے وہ غیر معتدل نہ ہوں کیونکہ آج کل اکثر لوگ اعصابی دباؤ اور ڈیپریشن میں مبتلاء ہیں اس لیے مختصر ذکر بتاتا ہوں کیونکہ ولایت کثرت ذکر پر نہیں گناہوں سے بچنے پر موقوف ہے۔ اس سے الحمدللہ احباب کو روحانی وجسمانی دونوں فائدے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ کی خدمت میں حاضری

الٰہ آباد میں حضرت کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علم ہوا جو حضرت اقدس مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے خلیفہ تھے اور بڑے صاحب نسبت بزرگ تھے اور سراپا محبت تھے، ان کی زیارت کے لیے حضرت جب پہلی بار ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مولانا علمائے ندوہ کے محضر میں بڑے درد سے یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

دلِ مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکوں ہے، نہ آرام ہے
تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے
یہی بس محبت کا انعام ہے
جو آغاز میں فکرِ انجام ہے
ترا عشق شاید ابھی خام ہے

حضرت نے فرمایا کہ مولانا کو دیکھ کر مولانا سے بہت محبت و مناسبت محسوس ہوئی مولانا سراپا محبت سراپا جمال تھے اور سینہ میں درد بھرا دل رکھتے تھے۔ حضرت طبیہ کالج سے فارغ ہوکر روزانہ شام پانچ بجے سے رات کے گیارہ بجے تک مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہتے۔ پندرہ سال کی عمر سے اٹھارہ سال کی عمر تک تین سال مسلسل مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں تو اللہ والوں کی گود میں بالغ ہوا ہوں۔ کالج سے فارغ ہوکر میرے ساتھی شام کو دریائے جمنا پر جاتے تھے نہاتی ہوئی عورتوں کو دیکھنے اور میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاتا تھا۔ مولانا بھی حضرت سے بہت ہی شفقت اور محبت فرماتے تھے۔ کبھی حضرت مولانا اپنے وطن پھول پور تشریف لے جاتے تو حضرت آپ کی ملاقات کے لیے پھول پور حاضر ہوتے اور وہاں قیام فرماتے تو مولانا گھر سے اپنا بستر لے کر مہمان خانے میں تشریف لے آتے اور فرماتے کہ یہاں بڑے بڑے علماء آتے ہیں میں کسی کے لیے اپنا بستر باہر نہیں لاتا لیکن صرف آپ کے لیے گھر سے باہر آ کر سوتا ہوں۔ ایک بار الٰہ آباد سے حضرت مولانا محمد احمد صاحب نے حضرت کو کراچی خط بھیجا تھا جس میں لکھا تھا کہ آپ مجھ سے جیسی محبت کرتے ہیں دنیا میں ایسی محبت مجھ سے کوئی نہیں کرتا۔ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی محمود حسن گنگوہی مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ میں سب سے قوی النسبت بزرگ کون ہیں تو حضرت مفتی صاحب نے جواب دیا کہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب۔ حضرت نے اپنے شیخ اوّل

حضرت پھول پوری سے عرض کیا کہ ایک بزرگ مولانا شاہ محمد احمد صاحب ہیں جن کی خدمت میں میں بچپن سے حاضر ہوتا ہوں اللہ کی محبت میں بالکل جلے بھنے ہیں تو حضرت پھول پوری نے فرمایا کہ ہم بھی ان سے ملیں گے۔ حضرت پھول پوری مولانا سے ملنے پھول پور تشریف لے گئے (مولانا شاہ محمد احمد صاحب کے وطن کا نام بھی پھول پور ہے) اور مولانا سے ملاقات کی۔ مولانا جب چائے لینے گھر کے اندر تشریف لے گئے تو حضرت پھول پوری نے زمین کی طرف دیکھا پھر آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا نور مجھے زمین سے آسمان تک نظر آرہا ہے اور ایک بار فرمایا کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب سراپا محبت ہیں۔ آغاز جوانی ہی میں حضرت والا کو ایسے بزرگ کی صحبت نصیب ہوئی جو اللہ کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب زبردست عاشق خدا تو تھے ہی لیکن اللہ کے عاشق تو بہت دیکھے مگر اللہ کے بندوں سے ایسی محبت کرنے والا نہیں دیکھا۔ مولانا کے مہمان اور مریدین جب آتے تھے تو حضرت بہت خوش ہوجاتے تھے اور کچھ دن رہ کر جب وہ رخصت ہوتے تھے تو جہاں تک وہ نظر آتے تھے مولانا دور تک ان کو دیکھتے رہتے تھے اور ان کے رہنے کی جگہ اور ان کے برتنوں کو دیکھ کر اشکبار ہوتے تھے کہ یہاں میرے مہمان رہتے تھے اور ان برتنوں میں کھاتے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مولانا محمد احمد صاحبؒ کی مجلس میں میں نے کبھی دنیا کا ذکر نہیں سنا، ہر وقت یادِ الٰہی میں سرشار اور اللہ کی محبت میں مولانا محمد احمد صاحبؒ کے درد بھرے اشعار، مولانا کی مجلس اشعار کی مجلس ہوتی تھی۔ حضرت مولانا کی آواز بھی ایسی دردناک تھی جیسے بانسری بج رہی ہو۔ ہر بزرگ کے یہاں نسبت منتقل ہونے کے طریقے مختلف ہیں، مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ کے یہاں نسبت اشعار سے منتقل ہوتی تھی۔ بعض دفعہ ایسا ہوا ہے کہ عشاء کے بعد اشعار کی مجلس شروع ہوئی مولانا کیف و وجد کے عالم میں اشعار پڑھ رہے ہیں اور سامعین پر بے خودی طاری ہے یہاں تک کہ نصف شب ہوگئی لوگوں نے تہجد پڑھی تہجد کے بعد پھر مجلس شروع ہوگئی اور حضرت فجر تک درد بھرے ترنم سے اشعار پڑھتے رہے لوگوں نے مسجد میں جماعت سے نماز ادا کی اور پھر آگئے اور پھر مجلس شروع ہوگئی اور اشراق کی نماز پڑھ کر لوگ گھر گئے اور نصف شب کے قریب اگر کسی نے گھڑی دیکھ لی تو مولانا کو سخت تکلیف ہوتی تھی اور فرماتے تھے کہ نصف شب کے بعد جب مجھ پہ کیفیت طاری ہوتی ہے تو لوگوں کو نیند آنے لگتی ہے اور بہت درد بھرے انداز میں یہ شعر پڑھتے ؎

داستاں عشق کی ہم کس کو سنائیں آخر
جس کو دیکھو وہی دیوار نظر آتا ہے

اور حضرت سے فرماتے کہ میری مجلس میں کبھی آپ کی آنکھ نہیں جھپکتی۔

حضرت کو اللہ نے شعر وسخن کا فطری ذوق عطا فرمایا ہے اس کی تربیت مولانا محمد احمد کی صحبت سے ہوئی لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ شاعری میں میرا کوئی استاد نہیں میں نے کسی سے ردیف قافیہ نہیں سیکھا شاعری میں میرا دردمیرا استاد ہے۔ چنانچہ آغاز جوانی میں جبکہ حضرت کے ڈاڑھی مونچھ کا ایک بال بھی نہیں آیا تھا حضرت کی زندگی کا پہلا شعر ہوا جو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کہنہ مشق استاد کا ہے اور حضرت کے سینہ میں منجانب اللہ جو آتش محبت ودیعت ہوئی ہے اس کا ترجمان ہے، وہ شعر یہ ہے ؎

دردِ فرقت سے مرا دل اس قدر بے تاب ہے
جیسے تپتی ریت میں اک ماہیِ بے آب ہے

پاکستان آنے کے سولہ سال بعد جب حضرت اپنے شیخِ ثانی حضرت والا مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہلی بار ہندوستان گئے تو حضرت والا مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام اکابر اور دیگر احباب ومتعلقین کو اطلاع کر دی حضرت مولانا محمد احمد صاحب الٰہ آباد سے تشریف لائے اور مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مغربی بنگال میں تھے جہاں ان کی آنکھوں کا آپریشن ہوا تھا لیکن مفتی صاحب تشریف لائے اور حضرت سے فرمایا کہ ڈاکٹر مجھ کو سفر سے منع کر رہے تھے کہ سفر نہ کریں آنکھ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے لیکن میں آپ کی محبت میں آ گیا۔

ہردوئی میں قیام کے دوران حضرت مولانا ابرارالحق صاحب نے حضرت کو وعظ کہنے کا حکم دیا۔ حضرت مفتی محمود حسن صاحب بھی مجلس میں موجود تھے حضرت نے فرمایا کہ مفتی صاحب کی موجودگی میں ان کے علم کے اکرام کی وجہ سے مجھے جھجک ہو رہی تھی۔ میں نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ اپنے کمرے میں تشریف لے جا کر آرام فرمائیں تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ اچھا آپ مجھے اپنے وعظ سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔غرض حضرت نے بیان فرمایا جس سے تمام سامعین پر وجد طاری تھا اور اکابر بھی اشکبار تھے۔ بیان کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کو سینہ سے لگا لیا اور فرمایا کہ اللہ کسی کو زبان دیتا ہے تو دل نہیں دیتا کسی کو دل دیتا ہے تو زبان نہیں دیتا۔آپ کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دل اور زبان دونوں عطا فرمائے ہیں۔

ایک اور سفر میں حضرت جب ہردوئی تشریف لے گئے تو حضرت مولانا محمد احمد صاحب سے حضرت والا کے تعلق کی وجہ سے شیخ نے حکم دیا کہ الٰہ آباد میں مولانا محمد احمد صاحب آپ کے منتظر ہیں جا کر ان سے مل آیئے۔مولانا نے وہاں حضرت کا بیان کرایا۔ بیان کے بعد فرمایا کہ روح المعانی کے حوالوں سے تو بہت سے علماء بیان کرتے ہیں لیکن آپ جو روح المعانی سے بیان کرتے ہیں اس کا مزہ ہی کچھ اور ہے اللہ تعالیٰ نے جو درد آپ کو عطا فرمایا ہے وہ روح المعانی کی لذت بڑھا دیتا ہے۔

اور مکہ معظّمہ میں ایک بار حج کے موقع پر حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ ہوگیا۔ حج کے بعد اپنے حجرہ میں حضرت مولانا کی طبیعت کچھ مضمحل تھی حضرت سے فرمایا کہ کچھ سنایئے۔ حضرت نے مثنوی کے اشعار کی تشریح فرمائی تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میرے سر میں شدید درد تھا آپ کی تقریر سے بالکل جاتا رہا اور طبیعت بالکل ٹھیک ہوگئی۔

خیر میں تو حضرت کے زمانۂ طفولیت کے حالات بیان کر رہا تھا کہ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی اور ترتیب باقی نہ رہی اور ترتیب مقصود بھی نہیں، مقصود تو حضرت والا کے حالات بیان کرنا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے سلسلۂ مکاتبت برائے بیعت

طبیہ کالج کے زمانے میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ راحت القلوب مل گیا جس کے مطالعہ سے حضرت حکیم الامتؒ سے عقیدت ہوگئی اور طے کیا کہ اسی سلسلہ میں داخل ہونا ہے۔ ترجمۃ المصنف میں حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''اسی زمانے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک وعظ راحت القلوب ہاتھ لگ گیا۔ اس کے مطالعہ نے میری بڑی رہبری کی اور صحیح راہ دکھادی حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے لیے سلسلہ مکاتبت شروع کیا۔ افسوس کہ حضرت اس وقت اپنی زندگی کے آخری ایام میں تھے مولانا شبیر علی صاحب نے لکھا کہ حضرت والا علیل ہیں خلفاء میں سے کسی مصلح کا انتخاب کرلیا جاوے چند دن بعد خبر معلوم ہوئی کہ حضرت حکیم الامت تھانوی کا وصال ہوگیا۔ طبیہ کالج میں چھٹی ہوگئی۔ روتا ہوا گھر آیا اور آہ وبکا کے ساتھ کچھ تلاوت کر کے ایصال ثواب کیا۔ دل پر سخت صدمہ تھا۔ مثنوی نالۂ غمناک پڑھنا شروع کی اور خوب جی بھر کے رویا۔ صرف دو اشعار اس کے اب بھی یاد ہیں ؎

جو تھے نوری وہ گئے افلاک پر
مثل تلچھٹ رہ گیا میں خاک پر
بلبلوں نے گھر کیا گلشن میں جا
بوم ویرانے میں ٹکراتا رہا

(نوٹ: مندرجہ بالا واقعات احقر نے حضرتؒ کی حیات مبارکہ میں تحریر کیے تھے جن میں سے اکثر ماہنامہ الابرار میں شائع ہوچکے ہیں کچھ مضامین کا اضافہ اب کیا گیا ہے، پھر حضرتؒ کی علالت کی وجہ سے یہ سلسلہ موقوف ہوگیا اس کے بعد کی سوانح اب حضرتؒ کی وفات کے بعد تحریر کر رہا ہوں۔ جامع)

والد صاحب کی وفات

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے بے انتہاء محبت فرماتے تھے۔ حضرت

والا رحمۃ اللہ علیہ طبیہ کالج سے جب چھٹیوں میں گھر آتے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب ایک ماہ پہلے سے اپنی آنکھوں میں سرمہ لگاتے تاکہ اپنے بیٹے کا چہرہ صاف طور سے دیکھ سکیں۔ طب یونانی کے آخری سال میں امتحانات کے زمانے میں والد صاحب کو مرض الموت لاحق ہوا لیکن انہوں نے منع فرمادیا کہ میرے بیٹے کو اطلاع نہ کرنا ورنہ وہ امتحان نہ دے سکیں گے۔ یہاں تک کہ والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ ایسے شفیق والد پر جنہوں نے بہت ناز و نعمت میں حضرت کو پالا تھا ان کی جدائی پر حضرت کو کتنا غم ہوا ہوگا۔ حضرت والا ترجمۃ المصنف میں تحریر فرماتے ہیں:

''احقر جب ۱۷ سال کا ہوا اور طبیہ کالج کا آخری امتحان کا آخری پرچہ لکھ کر شام کو قیام گاہ پر آیا تو گھر کا خط ملا جس میں میرے والد صاحب کا سایہ میرے سر سے اٹھ جانے کی خبر تھی قلب کو بہت سخت صدمہ ہوا۔ گھر کے سامنے قبرستان تھا۔ قبروں کو نگاہِ عبرت سے دیکھا اور دل کو سمجھایا کہ ایک دن تجھے بھی اسی مسکن میں دفن ہونا ہے اور حق تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا ہی عین عبدیت ہے۔ ۱۲ سال کی عمر ہی سے شیخ کامل کی تلاش میں بے چین رہتا تھا اور اس طلب و دھن میں ہر فقیر و درویش صورت کے پاس پہنچتا مگر تسلی نہ ہوتی اور قلب میں تلاش حق کی بے چینی بڑھتی جاتی تھی ؎

کہیں کون و مکاں میں جو نہ رکھی جاسکی اے دل
غضب دیکھا وہ چنگاری مری مٹی میں شامل کی''

انتخاب مرشد

حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ راحت القلوب مطالعہ کرنے کے بعد سلسلہ تھانوی ہی سے عقیدت ہوگئی اور یہ طے کیا کہ اسی سلسلہ میں داخل ہونا ہے بچپن ہی سے قلب میں یہ تہیہ کر رکھا تھا کہ شیخ و مرشد اسی کو انتخاب کروں گا جو سراپا سوختہ جان سراپا عشق اور سراپا درد ہو۔ عشق الٰہی میں سرشار اور وارفتگی و دیوانہ مزاجی کے ساتھ حق تعالیٰ کے لئے اس کی جان پاک شدید والہانہ تعلق سے ہر وقت ماہی بے آب ہو۔ عشق حق اس کے ہر بُن مو سے ٹپکتا ہو۔ اس کے نالہائے نیم شب اور اس کی آہ و فغان اور اس کی آنکھیں اس کے درد باطن پر شہادت پیش کر رہی ہوں ؎

بوئے مے را گر کسے مکنوں کند
چشم مستِ خویشتن راچوں کند

الہ آباد میں ایک دوست نے مجھے حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق چشم دید کیف و دیوانگی اور وارفتگی کا کچھ اجمالی خاکہ بتایا جس سے مجھے اُمید ہوگئی کہ میری مناسبت وہیں ہوگی، حق تعالیٰ نے غیب سے اعانت فرمائی اور احقر نے حضرت اقدس مولانا شاہ عبد

الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ سے مکاتبت کا سلسلہ شروع کر دیا اور حضرت ہی کو اپنا مرشد منتخب کر لیا۔ احقر نے حضرت اقدس کی خدمت میں اپنی اصلاح کے لئے جو پہلا خط لکھا تھا اس میں یہ شعر لکھا۔

جان و دل اے شاہ! قربانت کنم
دل ہدف را تیرِ مژگانت کنم

(انتھی کلامہ)

اس پہلے خط کے جواب میں حضرت مولانا عبد الغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ آپ کا مزاج عاشقانہ معلوم ہوتا ہے اور اہلِ عشق و محبت اللہ کا راستہ بہت جلد طے کر لیتے ہیں، محبت شیخ مبارک ہو جو تمام مقاماتِ سلوک کی مفتاح ہے اور حضرت نے خط سے بیعت فرما کر کچھ ذکر واذکار تلقین فرمائے۔

حضرتؒ ترجمۃ المصنف میں تحریر فرماتے ہیں: حضرت کی زیارت کے لیے قلب مشتاق و بے چین رہتا مگر کچھ موانع پیش تھے راتوں کو آسمان پر چاند تاروں سے تسلی حاصل کرتا اور قدرت کی ان نشانیوں سے دلِ بے تاب کو تسکین ہوتی۔ کبھی آسمان کی طرف دیکھ کر بار بار حق تعالیٰ سے یہ عرض کرتا۔

اپنے ملنے کا پتہ کوئی نشان
تو بتادے اے مرے ربِّ جہاں

احقر تعلیم طب سے فارغ ہو کر جب اپنے وطن واپس آ گیا تو گاؤں میں بھی ایک مسجد کسی قدر آبادی سے باہر تھی اور کچھ غیر آبادسی تھی وہاں سنّاٹا رہتا تھا۔ احقر اسی مسجد میں ذکر کرتا اور بہت لطف آتا۔ اس زمانہ میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتا۔

پھرتا ہوں جنگلوں میں کبھی کوئے یار میں
وحشت میں اپنا چاک گریباں کیے ہوئے
ہم عشق میں ان کے بھلا کیا کیا نہیں کرتے
سر دھنتے نہیں اپنا کہ رویا نہیں کرتے

سیر صحرا کا لطف تو حضرت محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی دامت برکاتہم نے اپنے ایک شعر میں جس انداز سے بیان فرمایا ہے آج تک اس موضوع پر اس سے عمدہ شعر نظر سے نہیں گذرا۔ فرماتے ہیں۔

گیا میں بھول گلستان کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوتِ صحرا نے

قلب کا یہی تقاضا ہوتا اور یہی تمنا ہوتی کہ صحرا کے سنّاٹے میں میاں کو یاد کر کے خوب رویا کروں۔ قصہ مختصر یہ کہ تاب رنجیر ندارد دلِ دیوانۂ ما کا معاملہ آ پہنچا اور احقر نے والدہ صاحبہ کی

اجازت سے حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا قصد کرلیا۔

احقر عین بقرعید کے دن نماز عیدالاضحیٰ سے ایک گھنٹہ قبل پھول پور پہنچا۔ عجیب خوشی ومسرت تھی یہ تصور ذرہ ذرہ سے قلب کو مسرور کررہا تھا کہ یہ میرے مرشد کا شہر ہے ؎

شہرِ تبریز ست و شہرِ شاہِ من
نزدِ عاشق ایں بود حبّ الوطن

(رومیؒ)

میرے مرشدؒ اس وقت تلاوت میں مشغول تھے۔ ٹوپی زمین پر رکھی ہوئی تھی سر مبارک کے بال بکھرے ہوئے گریباں چاک تھا۔ اچانک میری طرف دیکھا۔ احقر نے عرض کیا۔ السلام علیکم۔ محمد اختر ہوں۔ پرتاب گڑھ سے آیا ہوں اصلاح کی غرض سے۔ ۴۰؍ دن قیام کا ارادہ ہے۔ یہ تین باتیں ایک سانس میں کہہ گیا اور یہ آداب حاضری حضرت اقدس تھانویؒ کی کتابوں میں پڑھ چکا تھا۔ حضرت نے بڑے صاحبزادے کو پکارا اور فرمایا ان کے لیے ناشتہ لاؤ اور حکم فرمایا ناشتہ کرکے کچھ آرام کرلو۔

ایک ہی نظر میں ایسا معلوم ہوا کہ احقر حضرت شمس الدین تبریزیؒ کی زیارت کررہا ہے۔ جلد مبارک پر جگہ جگہ عشق الٰہی سے جلے ہوئے نشانات ژولیدہ بال۔ گریبان چاک تھوڑے تھوڑے وقفہ سے مسلسل آہوں کی آواز۔ پس قلبی مراد پوری ہوتی نظر آئی کہ جیسا پیر اللہ سے چاہتے تھے اپنے کرم کے صدقہ میں ویسا ہی عطا فرمایا۔ احقر کے یہ اشعار اسی نقشہ کو کھینچتے ہیں ؎

ہم نے دیکھا ہے ترے چاک گریبانوں کو
آتشِ غم سے چھلکتے ہوئے پیمانوں کو

ہم نے دیکھا ہے ترے سوختہ سامانوں کو
سوزشِ غم سے تڑپتے ہوئے پروانوں کو

ہم فدا کرنے کو ہیں دولتِ کونین ابھی
تو نے بخشا ہے جو غم ان پھٹے دامانوں کو

حضرت کی والہانہ عبادت ذکر وتلاوت اور تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد سجدہ میں دیر تک دُعا مانگنا اور آہستہ آہستہ رونے کا نقشہ احقر کی نگاہوں میں اب تک پیوست ہے۔ احقر نے ایسی والہانہ عبادت کثرتِ آہ ونعرہ ہائے عشق کے ساتھ کرتے ہوئے پھر کسی کو نہ دیکھا۔ اور حضرت والا کے رہن سہن کی سادگی حدیث **کن فی الدنیا کانک غریب** کی شرح تھی۔ گھر کے احاطۂ صحن کی خام دیواروں کے کنارے بارش سے کٹے پٹے اور چٹائیوں کے ایک چھپر میں حضرت کا اکثر آرام فرمانا،

کبھی دریا کی طرف سیر کرنا اور اکثر مغرب کے بعد عشاء تک صرف تاروں کی روشنی میں مسجد کی کھلی چھت والے حصہ میں ذکر اللہ اور تلاوت میں بار بار آہوں کی آواز اور نعرہ ہائے درد کے ساتھ مشغول رہنا احقر کو آج بھی جب یاد آتا ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ خانقاہ شریف کی سادگی دیکھ کر غالبؔ کا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

کوئی ویرانی سے ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

میرے مرشدؒ نے اپنے آستاں سے ایسے چپکا یا کہ آخری سانس تک تاب جدائی نہ لا سکا اور تقریباً سولہ برس دن رات کی صحبت کا شرف حاصل رہا اور اختر پر یہ حق تعالیٰ کا انعام عظیم اور یہی میرا حاصل مراد ہے۔''

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ یہ سولہ سال حضرت والا نے ایسے مجاہدے سے گذارے جس کا تصور کرنا بھی ہم جیسوں کے لئے ناممکن ہے ان مجاہدات کا مختصر تذکرہ اپنے اگلے مضمون ''تم سے بچھڑ کر زندہ ہیں'' میں کروں گا۔

شیخ کا والہانہ عشق اور خدمات ومجاہدات

حضرت والا فرماتے تھے کہ میرے شیخ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری تو اس دُنیا کے آدمی ہی نہ تھے، ہمہ وقت اللہ کی یاد میں غرق اور کیف وجذب میں رہتے تھے۔ حضرت کے گھر میں نہ بیت الخلاء تھا نہ غسل خانہ، قضاء حاجت کے لیے جنگل میں جانا ہوتا۔ حضرت کی مسجد کے سامنے ایک چھوٹا سا تالاب تھا جس میں بہت جونکیں تھیں، سردیوں میں اس کا پانی برف کی مانند ٹھنڈا ہو جاتا۔ جب نہانے کی حاجت ہوتی تو اسی تالاب میں نہاتے اور جیسے تالاب میں داخل ہوتے تو ایسا لگتا کہ بچھوؤں نے ڈنک مار دیا ہو اور جونکوں کو بھی ہٹاتے جاتے کہ کہیں چپک نہ جائیں۔ شدید گرمیوں کے زمانے میں چلچلاتی دھوپ اور لُو میں روزانہ ایک میل دور ندی سے شیخ کے لیے پانی بھر کر لاتے کیونکہ حضرت شیخ پھولپوری نوّر اللہ مرقدہٗ کنویں کا پانی استعمال نہیں فرماتے تھے کیونکہ اس میں سے ہندو بھی پانی بھرتے تھے۔ حضرت فرماتے تھے کہ اگرچہ اس کا استعمال جائز ہے مگر میرا دل اس کے استعمال کو نہیں چاہتا کیونکہ اگر کبھی اس کو استعمال کر لیتا ہوں تو دل پر قبض کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

حضرت رات ڈیڑھ بجے تک اپنے شیخ کے پاؤں دباتے اور جب شیخ سو جاتے تو حضرت بھی سونے کے لیے لیٹ جاتے۔ حضرت پھولپوری تین بجے بیدار ہو جاتے تو حضرت بھی فوراً اُٹھ جاتے۔ حضرت فرماتے تھے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ شیخ کو مجھے بیدار کرنا پڑا ہو میں پہلے ہی بیدار ہو جاتا

تھا اور تہجد کے لیے شیخ کو وضو کراتے۔ حضرت شیخ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ پہلوان تھے بہت طاقتور تھے، رات تین بجے سے صبح نو دس بجے تک مسجد میں سات آٹھ گھنٹے عبادت میں مشغول رہتے۔ حضرت فرماتے کہ میں کمزور تھا اتنی عبادت نہیں کرسکتا تھا مگر مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر شیخ کے ذکر وتلاوت کو سنتا رہتا تا کہ شیخ کی عبادت میں خلل نہ پڑے۔ حضرت درمیان درمیان میں اللہ اللہ کہتے تو میں تصور میں اپنا دل حضرت شیخ کے دل سے ملا دیتا کہ شیخ کے دل کا نور میرے دل میں داخل ہورہا ہے۔ فجر کے قریب جب نماز کی تیاری کے لیے حضرت مسجد سے نکلتے تو میں حضرت شیخ پھول پوری کے جوتے حضرت کے قدموں میں رکھ دیتا، حضرت خوش ہوجاتے اور فرماتے ماشاءاللہ۔

جیسا کہ پہلے تحریر کرچکا ہوں کہ حضرت شیخ مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ بڑھاپے کی وجہ سے ناشتہ نہیں کرتے تھے تو حضرت بھی ناشتہ نہیں کرتے تھے حضرت کی جوانی تھی کڑاکے کی بھوک لگتی تھی لیکن صبح سے دوپہر ایک بجے تک چنے کا ایک دانہ بھی منہ میں نہیں جاتا تھا، میرا ناشتہ ذکر وتلاوت و اشراق سے ہوتا تھا، دوپہر ایک بجے شیخ کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ حضرت فرماتے تھے کہ شیخ کی صحبت میں بھوک اور تمام مشقتیں آسان ہوگئی تھیں اور اتنا مزہ آتا جس کا نور ابھی تک محسوس ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ پھول پور میں قیام کی طویل مدت میں حضرت اتنے مجاہدات، مشقت اور حاسدین کی ایذا رسانیوں سے گذرے ہیں جن کا اجمالی ذکر اپنے اگلے مضمون ''تم سے بچھڑ کر زندہ ہیں'' میں کروں گا، قارئین وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

تحصیل علومِ دینیہ

میرے حضرت عارف باللہ مجدد زمانہ شیخ العرب والعجم حضرت مرشدنا ومولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہ نے عربی درسیات کی تعلیم اپنے شیخ کے مدرسہ بیت العلوم ہی میں حاصل کی اور اتنی محنت اور جانفشانی سے پڑھا کہ درس نظامی کے آٹھ سالہ نصاب کی چار سال میں تکمیل کی۔ حضرت کے بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ حدیث کی کتابیں دارالعلوم دیوبند میں پڑھنی چاہیے لیکن حضرت نے انکار فرمادیا کہ وہاں مجھے شیخ کی صحبت نہیں ملے گی جو علم کی روح ہے اور میرا مقصود ہے، علم میرے نزدیک درجہ ثانوی میں ہے اور اللہ کی محبت درجہ اولیٰ میں ہے، میں علم اس لیے حاصل کررہا ہوں کہ مجھے معلوم ہوجائے کہ کن باتوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں تاکہ وہ کروں اور کن باتوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں تاکہ ان سے بچوں جس پر عمل کی توفیق صحبت شیخ پر موقوف ہے۔ اس لیے میں حضرت کو چھوڑ کر دیوبند نہیں جاؤں گا۔ حضرت کے ساتھیوں نے مذاق اڑایا کہ ہماری سندوں میں فاضل دیوبند لکھا ہوگا اور آپ کی سند میں فاضل بیت العلوم لکھا ہوگا اور بیت العلوم کو کون جانتا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ فاضل دیوبند کہلانے کے لیے علم حاصل نہیں کررہا ہوں اللہ کی محبت سیکھنے کے لیے کررہا ہوں۔ حضرت والا کی اس طلب و اخلاص و فنائیت کی برکت ہے کہ آج بڑے بڑے فضلاء دیوبند حضرت والا کے حلقۂ ارادت میں ہیں اور حضرت والا کے ارشادات کو نوٹ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت والا کی زبان مبارک سے جو علوم ہم سنتے ہیں وہ نہ ہم نے کہیں پڑھے نہ سنے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کے چند پارے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ سے پڑھے جو صرف ایک واسطہ سے حضرت گنگوہیؒ کے شاگرد ہیں یعنی حضرت شیخ پھولپوریؒ کے استادِ حدیث مولانا ماجدعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت قطب العالم مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ اس طرح حضرت والا صرف دو واسطوں سے حضرت گنگوہیؒ کے شاگرد ہیں۔ حضرت فرماتے تھے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اتنی قریبی سند اس زمانے میں شاید ہی کسی کو حاصل ہو۔

حضرت پھولپوری سے بیوہ والدہ صاحبہ کا نکاح اور حضرت کی کرامت کا ظہور

ترجمۃ المصنف میں حضرت والا تحریر فرماتے ہیں:

''تعلق شیخ کے تقریباً چار سال بعد حضرت اقدس کی اہلیہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا ایک عرصہ بعد ایک دن فرمایا کہ بغیر بیوی کے بہت تکلیف ہوتی ہے بعض بیماری ایسی آجاتی ہے کہ پیشاب پاخانہ کی خدمت بیوی ہی کرسکتی ہے۔

احقر نے والدہ صاحبہ سے نکاح کے متعلق مشورہ کیا۔ پھر حضرت اقدس سے درخواست کی۔ بہت مسرور ہوئے اور عقد فرما کر ارشاد فرمایا کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ صاحبہ سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عقد فرمایا تھا''۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا تھا کہ چاند اُن کی گود میں آگیا ہے۔ پھر آپ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ بعینہ یہی خواب حضرت کی والدہ صاحبہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا نے دیکھا تھا اس میں بہت بڑی بشارت ہے کہ والدہ صاحبہ کا نکاح ان سے ہوا جو نائب رسول ہیں۔

ہندوستان میں خصوصاً دیہاتوں میں ہندوؤں کے اثر سے بیوہ کے نکاح کو بہت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ نکاح کے بعد جب حضرت اپنے وطن اٹھیہہ واپس آئے تو خاندان والوں نے بدتمیزی اور لعن طعن کی۔ حضرت نے ان کو کچھ جواب نہیں دیا اور مسجد میں جا کر دو نفل پڑھ کر سجدہ میں گر گئے۔ حضرت کے بھانجے محمد احمد صاحب اس کے راوی ہیں کہ تھوڑی دیر گذری تھی کہ بدتمیزی اور لعن طعن کرنے والوں پر مصیبتیں نازل ہوگئیں کسی کی بیوی بیمار پڑگئی اور مرنے کے قریب ہوگئی، کسی کا بچہ چھت سے گر پڑا، کسی کے پیٹ میں سخت درد ہوگیا۔ غرض سارے خاندان والے مصیبت اور پریشانی

میں گرفتار ہوگئے تو پھر سب مل کر حضرت کے پاس مسجد میں گئے اور حضرت کے پاؤں پر گر گئے کہ اللہ کے لیے ہم کو معاف کر دیجئے۔ حضرت نے سب کو معاف فرما دیا اور ان کی تمام مصیبتیں جاتی رہیں۔

حضرت والا کا نکاح، سادگیٔ معاشرت اور اہلیہ صاحبہ کی دین داری

حضرت نے اپنا نکاح اپنے آبائی وطن میں نہیں فرمایا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر میں اپنے وطن میں نکاح کرتا تو شیخ سے دور ہو جاتا کیونکہ میرا وطن پھول پور سے بہت دور تھا اور بار بار وہاں جانا پڑتا اور بار بار شیخ سے جدا ہونا پڑتا جو مجھے گوارا نہ تھا اس لیے پھول پور کے بہت قریب ایک گاؤں کوٹلہ میں اپنا نکاح ایسی خاتون سے فرمایا جو عمر میں حضرت سے آٹھ سال بڑی تھیں لیکن ان کے تقویٰ و دینداری اور بزرگی کا پورے گاؤں میں شہرہ تھا۔ حضرت کی معاشرت بالکل سادہ اور تکلفات سے پاک تھی جس کی مثال یہ ہے کہ حضرت نے اپنا نکاح خود پڑھایا کیونکہ گاؤں میں کوئی عالم نہیں تھا۔

حضرت کی اہلیہ صاحبہ بہت ہی اللہ والی تھیں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ شیخ کی صحبت میں مدت طویلہ تک رہنا اُن کی وجہ سے ہی ممکن ہوا حضرت شیخ مولانا شاہ عبد الغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے شدید والہانہ تعلق کو دیکھ کر اہلیہ (حضرت پیرانی صاحبہؒ) نے شروع ہی میں خوشی سے اجازت دے دی تھی کہ آپ جب تک چاہیں شیخ کی خدمت میں رہیں ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا ہماری طرف سے آپ پر کوئی پابندی نہیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ وہ ہمیشہ دین میں میری معین رہیں اور ابتداء ہی سے مجھ سے کہا کہ ہم ہمیشہ آپ کا ساتھ دیں گے جو کھلائیں گے کھالیں گے، جو پہنائیں گے پہن لیں گے، اگر آپ فاقہ کریں گے ہم بھی فاقہ کریں گے، آپ جنگل میں رہیں گے تو ہم بھی جنگل میں رہیں گے، آپ سے کبھی کوئی فرمائش یا مطالبہ نہیں کریں گے اور کبھی آپ کو پریشان نہیں کریں گے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ انہوں نے اس عہد کو پورا کر دکھایا اور زندگی بھر کسی چیز کی فرمائش نہیں کی۔ نہ زیور کی، نہ کپڑے کی، نہ مال کی۔ دنیا کی محبت ان میں تھی ہی نہیں، جانتی ہی نہ تھیں کہ دنیا کس کتّی کا نام ہے۔ جب گھر میں داخل ہوتا تو اکثر و بیشتر تلاوت کرتی ہوتیں آخر میں بہت بیمار رہتی تھیں لیکن نماز ذکر و تلاوت میں کمی نہ کرتیں۔ میں کہتا بھی کہ نفلی عبادت کچھ کم کر دیجیے تو ہنس کر خاموش ہو جاتیں، حضرت شیخ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے لیے فرمایا تھا کہ یہ تو صاحب نسبت ہیں ہی، لیکن ان کی گھر والی بھی صاحب نسبت ہیں۔

۱۹۶۰ء میں اپنے شیخ حضرت پھولپوریؒ کے ساتھ حضرت نے پاکستان ہجرت کی لیکن بچوں کو ساتھ نہ لائے کیونکہ کچھ عرصے بعد حضرت پھولپوری کو تھوڑے دن کے لیے ہندوستان واپس جانا تھا لیکن بعض حالات کی وجہ سے حضرت پھولپوری واپس نہ جا سکے اور پاکستان میں ایک سال قیام کرنا

پڑا حضرت بھی شیخ کے ساتھ پاکستان رہے، یہ ایک سال حضرت پیرانی صاحبہ نے بڑے مجاہدے میں گذارا، لیکن کبھی شکایت لکھ کرنہیں بھیجی، اُن کی حیاء اور پردہ کا یہ عالم تھا کہ کبھی گھر سے باہرنہیں نکلیں، اسی زمانے میں حضرت کے فرزند مولانا مظہر صاحب جو اس وقت بچے تھے سخت بیمار ہوگئے، بس ایک خط میں بچہ کی شدید علالت کا تذکرہ کیا اور دعا کے لیے عرض کیا واپسی کا مطالبہ اور شکایت پھر بھی نہ لکھی

گذر گئی جو گزرنا تھی دل پہ پھر بھی مگر
جو تیری مرضی کے بندے تھے لب ہلا نہ سکے

ایک بار احقر راقم الحروف کے بہنوئی سخت بیمار ہوگئے ان کی عیادت کے لیے احقر ناظم آباد جانے لگا تو احقر نے حضرت کے چھوٹے پوتے عبداللہ میاں سلمہٗ سے کہا جو اس وقت بچے تھے کہ دادی سے دُعا کی درخواست کر دینا۔ مغرب کے بعد جب احقر واپس ہوا تو عبداللہ میاں سلمہٗ سے پوچھا کہ دادی سے دُعا کرائی تھی؟ عبداللہ میاں سلمہٗ نے کہا کہ ہاں! جب میں نے دادی سے دُعا کے لئے کہا تو دادی سونے کے لیے لیٹ گئی تھیں، دُعا کا سن کر دادی اٹھیں وضو کیا دو نفل پڑھے اور دیر تک دُعا کی، احقر کو بہت شرمندگی ہوئی کہ اتنی بیماری اور کمزوری کی حالت میں حضرت پیرانی صاحبہ نے اتنی تکلیف اُٹھائی حالانکہ میں نے تو صرف دُعا کے لیے عرض کیا تھا۔ حضرت والا کو احقر نے یہ واقعہ سنایا اور بہت ندامت کا اظہار کیا۔ حضرت والا نے مجھ سے فرمایا کہ آج میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں کہ میں خود ان کا معتقد ہوں اور ان کے وسیلہ سے دُعا کرتا ہوں، یہ اس دور کی رابعہ بصریہ ہیں۔ انتقال سے دو تین دن پہلے گھر کے افراد کو اور عیادت کے لیے آنے والی عورتوں کو کئی بار اُن کے قریب ایسی خوشبو محسوس ہوئی جو زندگی بھر کبھی نہیں سونگھی تھی۔

حضرت والا کے پسماندگان میں الحمدللہ ایک صاحبزادے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ) اور ایک صاحبزادی صاحبہ ہیں اور ماشاء اللہ پوتے اور نواسے۔ حضرت کے سب پوتے ماشاء اللہ حافظ و عالم ہیں اور نہایت متقی اور خوش اخلاق اور حضرت والا کے اجازت یافتہ ہیں۔ حضرت کے سب نواسے بھی نہایت صالح متقی اور متبع سنت ہیں۔ حضرت نہایت درد سے آبدیدہ ہوکر اکثر یہ دُعا فرماتے تھے کہ یا اللہ میری اولاد میں قیامت تک سب کو اللہ والا بنائیے کیونکہ آپ کا فاسق دیکھنے میں میرے دل میں تحمل نہیں۔ حضرت والا کے دو صاحبزادے اور تھے محمد اظہر، محمد اطہر جو بچپن ہی میں انتقال فرما گئے تھے۔

شیخ ثانی کا ادب، بشارت منامیہ اور خلافت واجازتِ بیعت

ترجمۃ المصنف میں حضرت والا تحریر فرماتے ہیں:

''اختر اس وقت ۲۱ رسال کا تھا اور توفیقِ الٰہی سے اپنا عالمِ شباب ایک بوڑھے شیخ کی خدمت وصحبت دائمہ میں نذروفدا کررہا تھا۔ خانقاہ شریف قصبہ سے باہر تھی۔ عجیب تنہائی کا عالم تھا۔

ایک دن خواب دیکھا کہ میری پیشانی کے وسط میں حضرت مرشدؒ نے اللہ لکھا اور اب تک یاد ہے کہ انگشتِ شہادت سے کس طرح اللہ لکھ رہے تھے، اسی اثنا میں ایک دن خواب دیکھا کہ احقر حج کے لیے بمبئی گیا اور بحری جہاز پر سوار ہوگیا، دل میں آرہا ہے کہ مجھے حمل ہے اور خوف ہورہا ہے کہ جہاز ہی میں وضع حمل کا قصہ نہ پیش ہو۔ بیدار ہونے پر حضرت مرشدؒ کو خواب پیش کیا جواب تحریر فرمایا کہ آپ کو نسبت متعدیہ کی بشارت ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ نسبت کی دو قسمیں ہیں۔ وہ تعلق مع اللہ جو دوسرے تک اپنا اثر نہ کرے اس کو نسبت لازمہ کہتے ہیں اور جو تعلق مع اللہ دوسروں پر بھی اثر انداز ہو اس کو نسبت متعدیہ کہتے ہیں۔ حق تعالیٰ حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت کو احقر کے حق میں قبول فرماویں۔ آمین!

شیخ کی اس بشارت کے کچھ دن بعد پھر خواب دیکھا کہ حضرت مرشدؒ نے حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم سے ارشاد فرمایا کہ آپ اختر کو اجازت دے دیں۔ ان دونوں خوابوں کی تعبیر کا ظہور اس طرح ہوا کہ حضرت والا نے آخری وصیت فرمائی تھی کہ ہمارے متعلقین کو لکھ دو کہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم سے اصلاحی تعلق کرلیں۔ حضرت اقدس کے وصال کے بعد حسب وصیت احقر نے بھی تعلق اصلاحی حضرت مولانا سے کرلیا''۔

حضرت فرماتے تھے کہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے میرا بہت بے تکلفی کا تعلق تھا، خوب ہنسی مذاق رہتی تھی کیونکہ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا اصلاحی تعلق بھی حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھا اس لئے بالکل پیر بھائیوں جیسی بے تکلفی تھی۔ حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط کے اور دیگر بڑے بڑے علماء کے خطوط کے جوابات حضرت پھول پوری میرے مرشد حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لکھواتے تھے حضرت پھولپوری کو حضرت پر اتنا اعتماد تھا لیکن حضرت فرماتے تھے کہ جب حضرت ہردوئی سے اصلاحی تعلق قائم کیا تو میں نے سوچا کہ اب بے تکلفی جائز نہیں کیونکہ غلامی ہے یہ دوستانہ نہیں ہے۔ حضرت کے شیخ اول حضرت پھولپوری اور شیخ ثانی حضرت ہردوئی کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ حضرت پھولپوری کی شان عاشقانہ تھی ہروقت یادِ الٰہی میں مستغرق، حضرت کو معلوم ہی نہ تھا کہ گردوپیش میں کیا ہورہا ہے، حضرت سراپا محبت تھے، عشق الٰہی میں ڈوبے رہتے تھے۔ جبکہ حضرت ہردوئی کی شان جلالی انتظامی اور اصلاحی تھی ہروقت بیدار مغز اور ذرا سے منکر کو بھی برداشت نہیں فرماتے تھے فوراً اصلاح فرماتے۔ لیکن حضرت ہردوئی سے اصلاحی تعلق کے بعد

حضرت نے اپنے کو ایسا مٹایا جیسے کوئی ادنیٰ طالب علم اپنے استاذ کا ادب کرتا ہے۔ احقر نے خود دیکھا ہے کہ جب حضرت ہردوئی ہندوستان سے تشریف لاتے تو ہفتوں پہلے حضرت خانقاہ کی صفائی اور انتظام کا خاص اہتمام فرماتے اور فرماتے کہ میرے شیخ کے مزاج میں نفاست ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسی کوئی بات ہو جائے جو حضرت کو ناگوار ہو اور حضرت کا قلب مبارک مکدر ہو جائے اور جب حضرت خانقاہ میں قیام فرماتے تو حضرت اپنی نشست گاہ پر تشریف نہیں رکھتے تھے کہ اب یہ میرے شیخ کی جگہ ہے اس پر بیٹھنا خلاف ادب ہے اور شیخ کے سامنے دو دو گھنٹے دوزانو ایک ہی نشست پر بیٹھے رہتے۔ ہمارے سلسلہ کے ایک بزرگ نے فرمایا کہ حضرت ہمیں آپ کی صحبت اور مواعظ سے تو فائدہ ہوا ہی لیکن سب سے زیادہ فائدہ شیخ کے سامنے آپ کی فنائیت سے ہوا کہ اگرچہ آپ اس وقت شیخِ عالَم ہیں لیکن اپنے شیخ کے سامنے آپ نے خود کو ایسا مٹایا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا وجود ہی نہیں ہے۔

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کے دو سال بعد مکہ مکرمہ حضرت ہردوئیؒ کا ایک خط موصول ہوا جو حضرت نے جمعہ کے دن قبیل مغرب بیت اللہ شریف کے سامنے تحریر فرمایا تھا اور جس میں حضرت والا کو خلافت و اجازتِ بیعت سے سرفراز فرمایا۔

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کا قیام

حضرت والا کا قیام بیس سال سے ناظم آباد میں تھا۔ حضرت کے شیخ ثانی حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے ہردوئی سے تحریر فرمایا کہ دل میں یوں آتا ہے کہ آپ اپنا مکان فروخت کر کے کسی دوسری جگہ زمین لیں اور وہاں خانقاہ بنائیں، شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ کے حکم پر حضرت والا نے اپنا مکان فروخت کر دیا اور گلشن اقبال بلاک ۲ میں زمین خرید کر خانقاہ کے لئے وقف کر دی، اپنے پاس کچھ نہیں رکھا صرف ایک چھوٹی سی دکان کتب خانہ مظہری کے لیے رکھ لی جو حضرت کی ذاتی ملکیت تھی۔ اسی خانقاہ میں قرآن پاک کی تعلیم کے لیے ایک مکتب قائم فرمایا جس میں بچے قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور کافی عرصے بعد مسجد اشرف تعمیر کی گئی۔ الحمدللہ آج یہ خانقاہ پورے عالم کا مرکز ہے جہاں متوسلین و طالبین خصوصاً بڑے بڑے اہلِ علم افریقہ، امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، برما، بنگلہ دیش، ہندوستان، افغانستان، ایران، کینیڈا، سعودی عرب، اور عرب امارت وغیرہ سے اور پاکستان کے مختلف علاقوں سے اصلاح و تزکیہ کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور یہی وہ جگہ ہے جہاں ایک چھوٹے سے حجرہ میں حضرت والا کا قیام تھا اور اسی چھوٹے سے حجرے سے سارے عالم میں دین نشر ہو گیا۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ آخری عمر میں حضرت شیخ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری کا پاکستان ہجرت کرنا مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل

تھا۔ اگر حضرت ہجرت نہ فرماتے اور ہندوستان میں انتقال فرماتے تو حاسدین وہاں مجھے دین کا کام نہ کرنے دیتے اور یہاں کراچی کے بین الاقوامی شہر میں قیام سے سارے عالم سے رابطہ ہوگیا اور دین کی اشاعت وتبلیغ آسان ہوگئی اور اصلاح اخلاق اور تزکیۂ نفس کا کام جو خانقاہ کی اصل روح ہے کراچی سے دنیا بھر میں پھیل گیا۔ الحمدللہ آج حضرت والا کی نسبت سے مختلف ممالک کے مختلف شہروں میں سو سے زائد خانقاہیں قائم ہیں جہاں سے دین کی اشاعت اور اصلاح وتزکیہ کا کام ہورہا ہے۔

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلستانِ جوہر اور جامعہ اشرف المدارس کا قیام

حضرت ہردوئیؒ کی منشاء سے حضرت نے دوسری خانقاہ سندھ بلوچ سوسائٹی، گلستان جوہر میں قائم فرمائی، جس کے قیام کا واقعہ حضرت کی کرامت کا ظہور ہے۔ حضرت روزانہ بعد فجر صبح کی سیر کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب نے بتایا کہ سندھ بلوچ سوسائٹی بہت اچھی جگہ ہے بالکل سنسان ہے صرف ایک دو گھر بنے ہوئے ہیں۔ حضرت وہاں تشریف لے گئے تو وہ جگہ بہت پسند آئی اور فرمایا کہ کاش یہاں ایک خانقاہ اور مدرسہ قائم ہوجائے لیکن وہاں کی سب زمینیں فروخت ہوچکی تھیں۔ حضرت روزانہ صبح سیر کے لیے وہاں تشریف لے جاتے اور کھلے میدان میں دو نفل پڑھ کر دُعا فرماتے کہ یا اللہ! یہاں کی زمینیں دلوادیجئے اور مدرسہ اور خانقاہ بنوادیجئے، اس کے بعد روزانہ قبیل مغرب تشریف لے جاتے۔ بعد مغرب بہت دیر تک گریہ وزاری کے ساتھ دُعا فرماتے اور تاروں کی روشنی میں نہایت درد کے ساتھ مع احباب ذکر فرماتے۔ تین سال تک دُعا فرمائی تو سوسائٹی کے ذمہ داران مجوزہ مسجد کی جگہ فروخت کرنے پر تیار ہوگئے۔ حضرت کے متعلقین میں ایک صاحب خیر کو علم ہوا تو انہوں نے درخواست کی کہ یہ پوری مسجد میں بنواؤں گا آپ براہ کرم اجازت مرحمت فرمادیں اور وہاں شاندار وسیع وعریض مسجد اشرف تعمیر ہوئی جس وقت اس بستی میں صرف ایک دو گھر تھے وہاں مسجد پہلے بنی آبادی بعد میں ہوئی۔ مسجد کے سامنے ایک زمین تھی جہاں اب جامعہ اشرف المدارس قائم ہے وہ زمین دس پلاٹوں پر مشتمل تھی اور فروخت ہوچکی تھی اور ان کے مالکان کا پتہ نہیں تھا کہ کون ہیں اور کہاں ہیں۔ حضرت دُعا فرماتے یہاں تک کہ درمیان کا ایک پلاٹ مل گیا وہ حضرت نے خرید لیا پھر دوسرا پلاٹ دوسرے کونے پر اور تیسرا پلاٹ دوسرے کونے پر حضرت خریدتے رہے یہاں تک کہ دو سال میں سب پلاٹ حاصل ہوگئے جہاں آج جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں قائم ہے جہاں مکمل درس نظامی اور تخصصات تک کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس کے بعد خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلستان جوہر کی زمین خریدنے کا منجانب اللہ انتظام ہوا اور زمین کے مالک جنہوں نے زمین فروخت کرنے سے انکار کردیا تھا ایک دن خود آئے

اور زمین بیچنے کی درخواست کی جو حضرت نے فوراً خرید لی۔ یہ حقیقت ہے کہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، جامعہ اشرف المدارس اور مسجد اشرف بارگاہِ حق میں حضرت کی آہ وزاری اور دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

تصنیفات وتالیفات

حضرت کی تقریباً دوسو کے قریب تصنیفات ہیں، جن میں قرآن وحدیث، شریعت وطریقت اور تصوف وسلوک پر نہایت ضخیم کتب، سفرنامے، ملفوظات مجموعۂ اشعار اور مواعظ حسنہ ۱۰۹ شائع ہو چکے ہیں اور کئی سو کے مسودات تیار ہیں۔ یہ سب مواعظ اور چھوٹی اور بڑی کتب لاکھوں کی تعداد میں گذشتہ بیس سال سے مفت تقسیم کی جارہی ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ حضرت والا پر یہ حق تعالیٰ کا خاص فضل اور غیبی انتظام ہے ورنہ احقر نے ہندوستان پاکستان میں بڑے سے بڑے عالم کی چھوٹی کتابیں بھی اس طرح مفت تقسیم ہوتے ہوئے نہیں دیکھیں جب کہ یہاں بڑی بڑی کتابیں بھی پانی کی طرح بہادی گئیں اور دنیا کے کونے کونے میں پہنچ گئیں اور الحمد للہ سارے عالم میں دین کی اشاعت ہوگئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ کتب کی طباعت پر حضرت دُعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ دنیا کی ہر زبان میں میری کتابوں کا ترجمہ ہوجائے اور مجھے جو دردِ دل اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے سارے عالم میں اُمت تک پہنچ جائے۔ حضرت کی یہ دعا قبول ہوئی اور حضرت کی کتابیں اور مواعظ حسنہ لاکھوں کی تعداد میں اردو، عربی، فارسی انگریزی جرمن فرانسیسی، چینی، ملیشیائی، لاطینی، پرتگالی، زولو، بنگالی، برمی، ہندی، گجراتی، سندھی، پشتو، بلوچی، بروہی، سرائیکی، پنجابی اور دیگر زبانوں میں شائع ہوچکی ہیں اور ابھی تک ہورہی ہیں اور ان کے ترجموں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ حضرت اپنی کتب کی طباعت میں دل کھول کر اپنا ذاتی مال لگاتے تھے۔ جو ہدایا آتے تھے وہ سالہا سال سے خصوصاً جب سے حضرت علیل ہوئے نشر واشاعت کے لیے وقف کردیئے اور اس سلسلہ میں ایک تحریر بھی لکھوادی تھی جو حضرت کے محبوب خادم حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب کے پاس موجود ہے۔ علالت کے دوران ایک بار اپنے مال سے چوبیس لاکھ روپے سعودیہ میں ان کتابوں کی طباعت کے لیے بھجوائے جو عربی میں ترجمہ ہوچکی تھیں اور آٹھ لاکھ روپے انگریزی کتابوں کے لیے عطا فرمائے۔ سعودی حکومت نے سرکاری طور پر حضرت کی تصانیف کی اشاعت وطباعت کی اجازت دی ہے۔

فهرستِ کتب:

(۱)خزائن القرآن (۲)خزائن الحدیث (۳)رسول اللہ ﷺ کی نظر میں دنیا کی حقیقت (۴)خزائن شریعت وطریقت (۵)خزائن معرفت ومحبت (۵)آئینۂ محبت (مجموعۂ اشعار) (۶)فیضانِ محبت (مجموعۂ اشعار) (۷)معرفتِ الٰہیہ (۸)کشکولِ معرفت (۹)معارفِ شمس تبریز

(۱۰) معارفِ مثنوی (۱۱) درسِ مثنوی (۱۲) فغانِ رومی (۱۳) تربیت عاشقانِ خدا (تین جلدیں) (۱۴) روح کی بیماریاں اور ان کا علاج (۱۵) مجالسِ ابرار (۱۶) باتیں ان کی یاد رہیں گی (۱۷) صدائے غیب (۱۸) نوائے غیب (۱۹) ایک منٹ کا مدرسہ (۲۰) پردیس میں تذکرۂ وطن (۲۱) آفتابِ نسبت مع اللہ (۲۲) ارشاداتِ درد دِل (۲۳) معارفِ ربانی (۲۴) مواہبِ ربانیہ (۲۵) براہینِ قاطعہ (۲۶) معیتِ الٰہیہ (۲۷) ملفوظات حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ (۲۸) مواعظِ درد محبت ۱۰/جلدیں (۲۹) حسن پرستی وعشقِ مجازی کی تباہ کاریاں اوران کا علاج (۳۰) سفرنامہ لاہور (۳۱) سفر نامہ رنگون و ڈھاکہ (۳۲) سفرنامہ حرمین شریفین (۳۳) حقوق شیخ اورآداب (۳۴) اصلاح اخلاق (۳۵) بدنظری و عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں (۳۶) تلقینِ صبرِجمیل (۳۷) حرمین شریفین میں حاضری کے آداب (۳۸) تسہیل قواعد النحو (۳۹) قرآن وحدیث کے انمول خزانے (۴۰) معمولات صبح وشام (۴۱) پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری سنتیں (۴۲) حسن خاتمہ کے سات مدلل نسخے (۴۳) قرآن پاک سے شراب کے حرام ہونے کا ثبوت (۴۴) ولی اللہ بنانے والے چار اعمال (۴۵) قومیت وصوبائیت اورزبان ورنگ کے تعصب کی اصلاح (۴۶) بدنظری کے چودہ نقصانات۔

فہرست مواعظِ حسنہ:

(۱) استغفار کے ثمرات (۲) فضائلِ توبہ (۳) تعلق مع اللہ (۴) علاج الغضب (۵) علاجِ کبر (۶) تسلیم و رضا (۷) خوش گوار ازدواجی زندگی (۸) حقوق النساء (۹) بدگمانی اور اس کا علاج (۱۰) منازلِ سلوک (۱۱) تجلیاتِ جذب (۱۲) تکمیلِ معرفت (۱۳) طریقِ ولایت (۱۴) تزکیۂ نفس (۱۵) مقصدِ حیات (۱۶) فیضانِ محبت (۱۷) ذکر اللہ اور اطمینانِ قلب (۱۸) تقویٰ کے انعامات (۱۹) حیاتِ تقویٰ (۲۰) نزولِ سکینہ (۲۱) اہل اللہ اور صراطِ مستقیم (۲۲) مجلسِ ذکر (۲۳) تعمیر وطن آخرت (۲۴) راہِ مغفرت (۲۵) نورِ ہدایت اوراس کی علامات (حصہ اول) (۲۶) نورِ ہدایت اور اس کی علامات (حصہ دوم) (۲۷) عظمتِ حفاظ کرام (۲۸) علاماتِ اہلِ محبت (۲۹) بعثتِ نبوت کے مقاصد (۳۰) تشنگانِ جامِ شہادت (۳۱) عرفان محبت (۳۲) آداب راہِ وفا (۳۳) اُمیدِ مغفرت ورحمت (۳۴) صبراورمقام صدیقین (۳۵) صحبت اہل اللہ اور جدید ٹیکنالوجی (۳۶) عشق رسالت کا صحیح مقام (۳۷) منزل قرب الٰہی کا قریب ترین راستہ (۳۸) انوارِ حرم (۳۹) فیضانِ حرم (۴۰) حقیقت شکر (۴۱) اللہ تعالیٰ کے باوفا بندے (۴۲) قافلۂ جنت کی علامات (۴۳) اللہ سے اشد محبت کی بنیاد (۴۴) یاارحم الراحمین مولائے رحمۃ اللعالمین (۴۵) انعاماتِ الٰہیہ (۴۶) لذت

ذکر اور لطف ترک گناہ (۴۷) ہم کس کو ملتے ہیں اور ہم کو کون پاتا ہے؟ (۴۸) تحفہ ماہ رمضان (۴۹) عظمت رسالت (۵۰) اللہ کا پیغامِ دوستی (۵۱) انعاماتِ الٰہیہ (۵۲) تقریر ختم قرآن و بخاری شریف (۵۳) محبوب الٰہی بننے کا طریقہ (۵۴) توبہ کے آنسو (۵۵) آرامِ دوجہاں کا طریقِ حصول (۵۶) خونِ تمنا کا انعام (۵۸) اصلی پیری مریدی کیا ہے؟ (۵۹) مقامِ اولیاء صدیقین (۶۰) علاماتِ مقبولین (۶۱) مقامِ اخلاص و محبت (۶۲) ثبوت قیامت اور اُس کے دلائل (۶۳) حقوق الرجال (۶۴) نفس کے حملوں سے بچاؤ کے طریقے (۶۵) لذتِ قربِ خدا (۶۶) دِین پر استقامت کا راز (۶۷) زندگی کے قیمتی لمحات (۶۸) تعلیمِ قرآن میں شان رحمت کی اہمیت (۶۹) عزیز و اقارب کے حقوق (۷۰) اہل اللہ کی شانِ استغناء (۷۱) دستک آہ وفغاں (۷۲) نگاہِ نبوّت میں محبت کا مقام (۷۳) آدابِ عشقِ رسول ﷺ (۷۴) علم اور علماء کرام کی عظمت (۷۵) قربِ الٰہی کی منزلیں (۷۶) روحِ سلوک (۷۷) لازوال سلطنت (۷۸) محبت ِالٰہیہ کی عظمت (۷۹) بے پردگی کی تباہ کاریاں (۸۰) آدابِ محبت (۸۱) طریق الی اللہ (۸۲) اولیاء اللہ کی پہچان (۸۳) نسبت مع اللہ کے آثار (۸۴) قلبِ سلیم (۸۵) طریق محبت (۸۶) حقانیتِ اسلام (۸۷) عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم (۸۸) ایمان اور عملِ صالح کا ربط (۸۹) دِل شکستہ کی قیمت (۹۰) نسبت مع اللہ کی شان وشوکت (۹۱) فیضانِ رحمتِ الٰہیہ (۹۲) صحبتِ شیخ کی اہمیت (۹۳) غمِ حسرت کی عظمت (۹۴) اہلِ محبت کی شان (۹۵) تعمیرِ کعبہ اور تعمیرِ قلب کا ربط (۹۶) طلوعِ آفتاب کی امید (۹۷) کیف روحانی کیسے حاصل ہو؟ (۹۸) طلباء و مدرسین سے خصوصی خطاب (۹۹) کرامتِ تقویٰ (۱۰۰) گناہوں سے بچنے کا راستہ (۱۰۱) مقامِ عاشقانِ حق (۱۰۲) راہِ محبت اور اس کے حقوق (۱۰۳) دارِ فانی میں بالطف زندگی (۱۰۴) غمِ تقویٰ اور انعامِ ولایت (۱۰۵) لذتِ اعترافِ قصور (۱۰۶) داستانِ اہلِ دل (۱۰۷) حقوق الوالدین (۱۰۸) اِسلامی مملکت کی قدر و قیمت (۱۰۹) ہم جنس پرستی کی تباہ کاریاں اوران کا علاج۔

علالت سے سفرآخرت تک

حضرت والا کے سانحۂ انتقال کا ذکر اپنے مضمون ''تم سے بچھڑ کر زندہ ہیں'' میں کروں گا جو اسی نمبر میں شامل ہوگا، وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔ بس اتنا عرض کرنا ہے کہ ۱۳ رسال پہلے حضرت والا پر فالج کا اثر ۳۰ مئی ۲۰۰۰ء کو ہوا۔ حضرت والا کی طبیعت صبح سے ہی ناساز تھی اور مسجد کے سامنے چہل قدمی فرماتے ہوئے پاؤں میں لغزش سی معلوم ہوئی اس کے بعد حسبِ معمول اشراق کی نماز کے لیے مسجد تشریف لے گئے احقر نے دریافت کیا کہ کیا حضرت والا کی طبیعت ناساز ہے؟ خلاف معمول

حضرت والا نے کوئی جواب نہیں دیا اور احقر کی طرف دیکھ کر اشراق کی نیت باندھ لی۔ اشراق کے بعد ہمیشہ حضرت والا حجرہ میں تشریف لاتے اور ناشتہ فرماتے۔ احقر جب حضرت والا سے ناشتہ کے لیے دریافت کرتا تو ہاں یا نہ میں جواب ارشاد فرماتے۔ اس دن جب احقر نے دریافت کیا تو خلاف معمول کوئی جواب نہیں دیا اور چادر اوڑھ کر استراحت کے لیے لیٹ گئے۔ ظہر کی نماز کے بعد تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا اور قیلولہ کے لیے لیٹ گئے اس وقت تک فالج کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تھا۔ عصر کے بعد حضرت والا کو چائے پیش کی تو ہاتھ سے پیالی نہ اٹھ سکی۔ فوراً ڈاکٹر ایوب صاحب کو بلایا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت والا کو فالج ہوگیا ہے۔ رات تک طبیعت اور زیادہ ناساز ہوگئی اور جسم کا دایاں حصہ اور زبان بہت زیادہ متأثر ہوگئی یہاں تک کہ پندرہ دن تک حضرت والا کوئی بات نہ کرسکے اس کے بعد الحمدللہ زبان صاف ہوئی اور ملک بیرون ملک سے آنے والے سالکین کو اپنے ارشادات سے مستفیض فرمانے لگے۔ یوں تو تندرستی کے زمانے میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہمہ وقت دین کی خدمت میں مشغول رہتے، تصنیف و تالیف، سالکین کے خطوط کے جوابات اور اصلاح کے لیے آنے والوں سے ملاقات اور اس میں اپنے آرام کی بھی فکر نہ فرماتے لیکن مجلس ہفتہ میں دو بار ہوتی تھی، ایک اتوار کی صبح کو اور دوسری پیر کی شام کو لیکن اس معذوری اور بیماری کی حالت میں صبح سے رات تک روزانہ چار پانچ مجلسیں ہونے لگیں جن کا دورانیہ ایک گھنٹہ سے ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی ہمت اور قوتِ ارادی اور مقامِ تسلیم و رضا عطا فرمایا تھا کہ معذوری کی حالت میں جب کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بغیر کسی خادم کے سہارے کے چل بھی نہیں سکتے تھے مختلف ممالک کے دینی اسفار فرمائے۔ ۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۸ء تک تین بار سعودی عرب تشریف لے گئے اور تین عمرے ادا فرمائے ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۴ء میں جنوبی افریقہ کے دو سفر فرمائے۔ ۲۰۰۴ء ہی میں جنوبی افریقہ سے بوٹسوانا، زمبیا اور موزنبیق کا سفر فرمایا، بنگلہ دیش کے دو سفر اور برطانیہ کا ایک سفر فرمایا اور اندرون ملک کئی شہروں کا سفر فرمایا اور تمام مقامات پر اپنی مجالسِ ارشاد سے مستفیض فرماتے رہے۔ یہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی دینی تڑپ اور غیر معمولی قوت ارادی کا نتیجہ تھا ورنہ اس حالت میں سفر کرنا اور اپنے ارشادات سے مستفیض فرمانا جب کہ بولنے میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو بہت تعب ہوتا تھا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں اور اکثر اپنا یہ شعر نہایت درد سے پڑھا کرتے ؎

دوستو! سن لو تم کچھ مری داستاں
ایک دن پھر نہیں ہوں گے دنیا میں ہم

بھاول نگر کے سفر میں حضرت نے دُعا فرمائی تھی اور اکثر دُعا فرماتے تھے کہ میری موت پیر

کے دن ہو، یہ جذبۂ عشق رسول تھا اور سنتِ غیر اختیاری کی درخواست تھی کیونکہ حضور ﷺ کی وفات بھی پیر کے دن ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والاؒ کی مراد پوری فرمائی اور حضرت کا انتقال بھی پیر کے دن بعد مغرب ہوا۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جمعہ کی موت تائبین کو نصیب ہوتی ہے اور پیر کی موت عاشقین کو نصیب ہوتی ہے۔

تکفین و تدفین

جیسا کہ تحریر کر چکا ہوں کہ حضرتؒ کی وفات کی خبر منٹوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اندرون ملک اور بیرون ممالک سے پندرہ منٹ کے اندر فون آنے لگے خانقاہ کا صحن اور مسجد کی تینوں چھتیں آدمیوں سے بھر گئیں۔ رات بھر یہ مجمع رہا کیونکہ قبر کی تیاری نو بجے سے پہلے ناممکن تھی۔ مشورے کے مطابق حضرت والا کے پوتے مولانا محمد اسحاق صاحب، حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب، حضرت مفتی غلام محمد صاحب، حضرت مفتی محمد ارشاد اعظم صاحب اور حضرت مولانا جلیل احمد اخون صاحب نے سنت کے مطابق غسل دیا اور اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ چھوٹے سے چھوٹا عمل، غسل اور تکفین سنت کے مطابق ہو۔ تقریباً رات کے ساڑھے دس بجے غسل اور کفن سے فراغت ہوئی اور حضرت والاؒ کا نورانی جسد خاکی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کے شیشہ والے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔

پیر کو فجر سے پہلے ہی اور زیادہ لوگ آنا شروع ہو گئے۔ بعد فجر لاؤڈ اسپیکر سے بار بار اعلان کیا گیا کہ آپ لوگ سندھ بلوچ سوسائٹی تشریف لے جائیں، نماز جنازہ وہیں ہوگی لیکن حضرت والا کی محبت میں کوئی جانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ۸/ بجے میت گاڑی حضرت والا کا جسدِ مبارک کو لے کر سندھ بلوچ سوسائٹی روانہ ہوئی اور حضرت والا کے جسدِ مبارک کو خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سندھ بلوچ سوسائٹی گلستانِ جوہر میں حضرت والاؒ کے اسی کمرے میں رکھا گیا جہاں حضرت والاؒ قیام فرماتے تھے، جب سندھ بلوچ سوسائٹی تشریف لے جاتے تھے۔ سندھ بلوچ سوسائٹی کا وسیع میدان آدمیوں سے بھر گیا تھا، ہر طرف سر ہی سر نظر آ رہے تھے، مسجد اشرف کی تینوں چھتیں صبح ہی سے بھر گئی تھیں۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم بار بار اعلان کراتے رہے کہ کہ کسی قسم کی فوٹو گرافی کی ہرگز اجازت نہیں ہے چاہے ڈیجیٹل ہو یا کیمرہ ہو یا موبائل ہو، ہر قسم کی تصویر منع ہے، اگر کوئی تصویر کھینچتا ہوا پایا گیا تو موبائل اور کیمرہ سب ضبط کر لیا جائے گا۔

لوگ شہر کے مختلف علاقوں سے جوق در جوق نماز جنازہ میں شرکت کے لئے بسوں کی چھتوں پر کاروں میں موٹر سائیکلوں پر اور پیدل چلے آ رہے تھے بہت سی جگہوں پر ٹریفک جام ہوگئی اور ہزاروں افراد نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔ پہلوان گوٹھ سے لے کر جوہر چورنگی تک آدمیوں کا

ہجوم تھا یہاں تک کہ اتنا رش بڑھ گیا کہ سندھ بلوچ سوسائٹی میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی اور جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر کراچی کا دروازہ بند کردیا گیا۔

۹/بجے صاحبزادہ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے رقت کے ساتھ درد بھری آواز میں نماز جنازہ پڑھائی، اتنا رش تھا کہ پہلوان گوٹھ سے لے کر جوہر چورنگی تک لوگوں کا بہت بڑا مجمع تھا کہ ٹریفک جام ہوگئی۔ ایک عالم صاحب نے بتایا کہ کراچی کی تاریخ میں اتنا بڑا ہجوم صرف دو تین شخصیات کے جنازوں میں دیکھا گیا بلکہ یہ ہجوم ان سے بھی بڑا تھا۔ جنازہ کے بعد ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ وہ کندھا دے۔ سندھ بلوچ میں مسجد امداد کے ساتھ ہی حضرت والا کا ذاتی قبرستان ہے جو حضرت والا نے خود خریدا تھا۔ اس میں داخل ہوتے ہی سیدھے ہاتھ کی طرف حضرت اقدس کی قبر تیار تھی۔ حضرت والا کے بڑے پوتے مولانا محمد ابراہیم صاحب سلمہ اور دوسرے پوتے مولانا محمد اسماعیل صاحب سلمہ اور تیسرے پوتے مولانا محمد اسحاق صاحب سلمہ قبر میں اترے اور اپنے پیارے نہایت شفیق اور محبت کرنے والے دادا (حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا اور سنت کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو دائیں ہاتھ کی طرف کروٹ دلا کر سینہ مبارک اور چہرہ قبلہ رو کردیا۔ تقریباً ساڑھے دس بجے صبح تدفین مکمل ہوئی اور قبرستان کا دروازہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کے لئے کھول دیا گیا اور لوگ جوق در جوق اشکبار آنکھوں سے ایصال ثواب کر کے رخصت ہو جاتے اور دوسرے حضرات آجاتے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے دردِ محبت کی جو میراث اپنی تصانیف و تالیفات کی شکل میں چھوڑی ہے ان شاء اللہ قیامت تک اُمت اس کو پڑھ کر اشکبار ہوگی کہ آہ! ایسا تابندہ آفتابِ محبت آفاقِ عالم پر جلوہ گر تھا۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعر میں اس حقیقت کو خود بیان فرمایا ہے ؎

بہت روئیں گے کر کے یاد اہلِ مے کدہ مجھ کو
شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے

اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو ساعۃً فساعۃً بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے جو اللہ تعالیٰ نے دین کے بڑے بڑے کام لیے ہیں قیامت تک ان کے نشانات باقی رہیں اور وہ مٹ نہ سکیں۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا فیض صدقۂ جاریہ ہو اور قیامت تک جاری رہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہم سب کو جس مقام قربِ الٰہیہ پر دیکھنا چاہتے تھے ہم سب کو وہ نصیب فرمادے، ہماری اصلاحِ کامل فرمادے اور حسنِ خاتمہ سے مشرف فرمائے آمین۔

۞

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب
مدیر ماہنامہ اشرف الجرائد، انڈیا

شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تیرہ سالہ طویل علالت کا سلسلہ ختم کرتے ہوئے ۲؍جون ۱۳ء، مطابق ۲۳؍رجب المرجب ۳۴ھ شبِ دوشنبہ ۶؍بج کر ۴۰؍منٹ پر اس دنیائے فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

اُن کی پیدائش ۱۳۴۶ھ میں ہندوستان کے مردم خیز ضلع پرتاب گڑھ کے قصبہ اٹھیہ میں ایک ملازم سرکار، شریف و وجیہ شخصیت جناب محمد حسین مرحوم کے گھر ہوئی تھی، وہ اپنے والدین کی تین اولادوں میں سے واحد نرینہ اولاد تھے، بچپن میں جسمانی اعتبار سے نحیف وضعیف تھے، اکثر بیمار رہا کرتے تھے، مگر قلبی لحاظ سے بہت متیقظ، بیدار مغز اور دین دار تھے، دین کا ذوق اور اہلِ دین کی محبت گویا فطری طور پر آپ میں موجود تھی، ابتدائی تعلیم ساتویں جماعت تک گاؤں کے اسکول میں حاصل کی، پھر والد کی تجویز کے مطابق اِلٰہ آباد منتقل ہوکر باقاعدہ یونانی میڈیسن کی تکمیل کی۔ شروع ہی سے نماز روزہ کے پابند، بلکہ تہجد گزار تھے، دین اور اہلِ دین کی طرف میلان ورجحان طالب علمی کے دور میں بھی بہت تھا، وہ اگرچہ والدؒ کے تعمیلِ حکم میں عصری تعلیم پڑھ رہے تھے مگر دل ودماغ ہمیشہ دین کی تعلیم سے مانوس اور اسی کی طرف راغب تھا۔

کالج لائف کے دوران ہی انہیں حضرت تھانویؒ کا ایک وعظ بنام ''راحۃ القلوب'' کہیں سے میسر آ گیا، طبیعت پہلے ہی سے دین دارانہ وعاشقانہ پائی تھی، اس وعظ کے مطالعے کے بعد یہ جذبہ اور بھڑک گیا، حضرت تھانویؒ سے غایت درجہ عقیدت ہوگئی، اُن سے رجوع ہوکر ایک ساتھ دینی تعلیم اور عملی تربیت حاصل کرنے کا ارادہ فرمالیا، خط لکھا، مگر وہاں علالت و ناسازئ طبع کی وجہ سے طالبین کو رجوع کی اجازت دینا بند کردیا گیا تھا، اس لیے معذوری کا جواب آیا، اس کے چند دن بعد ہی حضرت حکیم الامتؒ اِس دنیا سے وصال فرما گئے، جس کا آپ کی طبیعت پر بہت گہرا اثر ہوا، اس کے اثرات سے آپ کی زبان پر بے اختیار ایک شعر جاری ہوجاتا تھا، جس کا مفہوم یہ ہے ''بلبل تو اپنے چمن میں

مست ومگن ہے اور اُلّو ویرانوں میں ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہے‘‘۔ اس صدمے سے دل ودماغ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ عین اس روز جب کہ آپ کالج سے فراغت کی سند لے کر گھر پہنچے والدِ ماجدؒ کے سانحۂ ارتحال کی خبر آئی جس نے اور نڈھال کر دیا، مگر آپ صبر وثبات کے ساتھ راضی برضا رہے، کسی قبرستان میں چلے گئے اور قبروں کی زیارت کر کے تسلی حاصل کی کہ ایک دن سب ہی کا یہ انجام ہونا ہے۔

چند برس مختلف دواخانوں میں کام کیا، مگر حصولِ علمِ دین کا شوق اس قدر بڑھا کہ سب چھوڑ کر اس کے لیے رختِ سفر باندھ لیا، پھول پور پہنچے اور شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھول پوری رحمہ اللہ کے مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں علمِ دین حاصل کرنا شروع کر دیا، وفورِ شوق کا یہ عالم تھا کہ آٹھ سالہ نصاب صرف چار سال میں مکمل کر لیا، بخاری شریف کا ایک حصہ بھی شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھول پوری رحمہ اللہ سے پڑھا، اُن ہی سے حدیث کی اِجازت حاصل فرمائی۔

نکاح آپ نے نہایت سادگی کے ساتھ ضلع اعظم گڑھ کے گاؤں ’’کوٹلہ‘‘ میں ایک صالحہ قانتہ خاتون جو اگرچہ عمر میں آپ سے بڑی تھیں مگر ورع وتقویٰ اور صلاح وتدیّن میں پورے گاؤں میں ممتاز تھیں، سے کیا، یہ خدا کی نیک بندی مدت العمر زہد وقناعت اور صبر واستقامت کا مجسمہ بن کر تنگی وفراخی ہر حال میں بہتر رفیقۂ حیات ثابت ہوئیں، حضرت رحمہ اللہ کو ۳؍ بیٹے اور ۱؍ بیٹی اُن کے بطن سے نصیب ہوئے، زندگی بھر نہ کبھی کوئی شکوہ کیا نہ کبھی کوئی فرمائش ومطالبہ، بلکہ آگے بڑھ کر اپنے شوہر کے دین وایمان کی ترقی میں معاونت ونصرت کرتے ہوئے انہیں پوری آزادی دے دی کہ ’’آپ اپنے شیخ کی خدمت وصحبت کو میری راحت پر مقدم رکھیے، میری فکر نہ کیجئے میں صبر واستقامت سے کام لوں گی‘‘ گویا اس طرح اس سمجھ دار اور اس روشن دماغ خاتون نے بالواسطہ حضرت پھول پوری رحمہ اللہ کی طویل خدمت کے شرف اور اُس کے ثواب میں خود بھی شرکت کر لی، اور واقعی بعض مواقع پر بالخصوص حضرت پھول پوری رحمہ اللہ کی ہجرتِ پاکستان کے موقع پر جب کہ حضرت حکیم صاحبؒ بھی خدمت ورفاقت کی ضرورت سے اُن کے ساتھ ہو گئے تھے، اُن کی اہلیہ محترمہ نے حسبِ وعدہ پورے سال صبر وثبات اور صدق ووفا کا ثبوت دیا۔ فَجَزَاهَا اللّٰهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ نے مزاج تو گویا فطری طور پر خود فراموشی وخدا پرستی کا پایا تھا، چھوٹی سی عمر میں جب بڑی بہن دعا پڑھوانے کو گاؤں کی مسجد لے جایا کرتی تھیں، تو خود فرمایا کرتے تھے کہ ’’مجھے مسجد دیکھ کر خوشی ہوتی تھی اور نمازیوں بالخصوص امام صاحب کو دیکھ کر جو فی الحقیقت بہت نیک اور صالح آدمی تھے اُن کی طرف رغبت اور اُن کی محبت محسوس کر سکتا تھا‘‘ اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قدرت نے اُن کی فطرت میں وِلایت رکھ دی تھی، نابالغی کی عمر سے ہی تہجد

گزار وشب زندہ دار تھے، اپنے گاؤں میں آبادی سے پرے ایک مسجد ویران ہورہی تھی، بچپن میں آپ کو اس کی آزادی کا احساس ہوا، بنا اور کسی کی مدد کے تنہا اس میں تشریف لے جاتے اور اذان ونماز کا اہتمام کرنے لگے، اسی پر بس نہ کیا مسجد جاتے ہوئے درمیانِ راہ واقع مسلمان گھروں پر دعوت دینے اور اُنہیں مسجد لے جانے کی سعی کی یہاں تک کہ وہ مسجد مصلّیوں سے آباد ہوگئی۔

یہ تو اسکول کے زمانے اور نابالغی کے دور کے کارنامے ہیں، جب آپ الٰہ آباد کالج میں پڑھ رہے تھے، تب بھی آپ کا مشغلہ دوستوں اور یاروں کے ٹولوں میں گھومنا یا گپ باشی کی محفلوں میں محظوظ ہونا نہیں تھا، جیسا کہ اس عمر کے لڑکوں کا عام رواج ہے، بلکہ مولائے رومؒ کی مثنوی کا مطالعہ کرنا اور اس کے درد انگیز وولولہ خیز اشعار گنگناتے رہنا، نمازیں پڑھانا اور اہل اللہ وصالحین کی زیارتوں سے محظوظ ہوتے رہنا اُن کا شوق تھا، چنانچہ زمانۂ طالب علمی ہی میں اپنے وقت کے صاحبِ نسبت اور سلسلۂ نقشبندیہ کے مایہ ناز عالم حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی اور اُن کا وعظ سنا تو پھر اُن کی خانقاہ میں پابندی سے جانے لگے، روزانہ کالج سے فراغت کے بعد اُن کی مجلس میں جاتے اور رات گئے دیر تک وہیں رہتے، بلکہ کبھی کبھی وہیں سو جایا کرتے تھے، حضرت پرتاب گڑھیؒ کو بھی اس نوجوان کے اندر ودیعت جوہر گراں مایہ اور اس مردِ حقانی کی پیشانی پر نمایاں نورِ ایمان صاف دکھائی دے رہا تھا، اس لیے آپ کی اتنی قدر فرماتے تھے کہ جس رات حکیم صاحب کسی وجہ سے گھر نہ جا پاتے تو وہ خود بھی مہمان خانہ ہی میں قیام فرما لیتے تھے، جب کہ معمول گھر پر قیامِ شب کا تھا، اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کالج کے ماحول میں زیرِ تعلیم اور والدین کی نگرانی سے آزاد ہونے کے باوجود اس کھڑی جوانی میں آپ کا طائرِ روحانیت آسمانِ ولایت کی کن بلندیوں پر پرواز کر رہا تھا؟ اور مستقبل کے شیخ العرب والعجم کی، اُس کا پروردگار کیسی حفاظت وتربیت فرما رہا تھا۔ عصری تعلیم میں مشغول نوجوان جو کالجز کے ماحولوں کا رونا روتے ہیں اور اپنی بے دینی وگمراہی کا اسی کو سبب بتا کر طفل تسلی کا سامان کر لیتے ہیں، ان حالات میں غور کریں اور عبرت حاصل کریں تو ذرا ہمت ومجاہدہ کر کے وہ بھی بہت کچھ پا سکتے ہیں۔

بہر حال آپ کا پہلا مرشد یعنی حطامِ دنیا کی چاہت سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرف متوجہ کرنے اور اخلاق کو صالح بنانے والا ''مثنوی شریف'' ہے، دوسرے قطب الوقت حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمہ اللہ، تیسرے باقاعدہ مرشد شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ یکے از خلفائے حکیم الامتؒ تھے۔ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ الٰہ آباد کے قیام کے زمانے میں حکیم الامتؒ کے ایک وعظ ''راحت القوب'' کے مطالعے کے بعد انہیں تھانوی

مذاق ومزاج سے قلبی لگاؤ اور طبعی مناسبت ہوگئی تھی، (طریقت میں سارا کام اتباعِ کامل سے بنتا ہے، اتباع کی توفیق، اعتقاد واعتماد کے بغیر نہیں ملتی اور اعتقاد مناسبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، اس لیے مشائخ مناسبت کو شرط اول کہتے ہیں، جب کہ یہ مناسبت کبھی دفعۃً ہی کسی سے ہوجاتی ہے اور کبھی مزاولت وملازمت اور معتد بہ تجربہ کے بعد ہوتی ہے، پہلا اذکیاء کا نصیب ہے اور دوسرا اغبیاء کا حصہ۔) اسی مناسبت کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے فوراً حضرت تھانویؒ کے پاس ایک خط روانہ کردیا جس میں اپنی تمنائے رجوع واِصلاح پیش فرمائی، مگر تقدیرِ الٰہی سے یہ وہ وقت تھا کہ دنیائے تصوّف کا یہ شہسوار اور اقلیم تربیت کا یہ مجاہد اب تھک کر چور اور بسترِ مرگ پر دراز ہو چکا تھا، جواب یہی ملا کہ اہلِ تعلق میں کسی اور سے رجوع کرلیا جائے، ادھر چونکہ مناسبت اسی مذاق سے ہوچکی تھی، نظر اسی سلسلہ کی کسی کڑی کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی، اچانک اُن کے قلب کو اپنے ہی قرب وجوار میں اس مذاق ومزاج کی خوشبو محسوس ہونے لگی اور نگاہوں نے اس آستانے کو پالیا جس پر پہنچ کر وہ فدویت کے اس مقام پر پہنچے کہ شیخ تو ایک عرصہ کے بعد انہیں چھوڑ کر راہیٔ آخرت ہوئے مگر انہوں نے شیخ کو عمر بھر نہ چھوڑا، حضرت حکیم صاحبؒ کا یہ سترہ سالہ دورِ عشق ومحبت، اصلاح وتربیت اور عہد وفا کی تکمیل کا حسین مرقّع اور خوبصورت تاریخ ہے، (اگر غور کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ خوبصورت تاریخ خود حضرتؒ کی زبان سے ان کی تصنیفات وبیانات میں انہی کی شیریں زبان سے بکھری پڑی ہے، جو اکھٹی ہوجائے تو سالکینِ راہِ طریقت کو رُوحانی ٹانک کا کام دے گی۔) جس کی تفصیل باخبر وذی صلاحیت متعلقین ہی بیان کرسکتے ہیں، مجھ جیسے دور افتادہ ارادت مند کی بساط واوقات نہیں کہ اس میدان میں جرأتِ گویائی کرے، البتہ اس قدر عرض کروں گا کہ حضرت حکیم صاحبؒ نے شیخ کی اس سترہ سالہ خدمت ورفاقت کے بدلے میں حضرت پھولپوریؒ کو اپنی ذات میں جذب فرمالیا تھا، وہی عشقِ خداوندی، وہی اتباعِ سنت وحب نبویؐ، وہی خوفِ خدا اور گریہ وبکاء، وہی علم ومعرفت کے ابلتے چشمے، وہی مولائے رومؒ کے چشمۂ صافی کی والہانہ ترجمانی، وہی غیرت وحیاء اور پاک دامنی! میں نے حضرت پھولپوریؒ کو دیکھا تو نہیں ہے مگر میرے والدِ ماجدؒ کو اُن کی زیارت وصحبت کا شرف حاصل رہا ہے، وہ جو کچھ اُن کی چشم دید کیفیات سناتے تھے اور جو کچھ میں نے اُن کی کتب سے سمجھا ہے اُس کی روشنی میں ضمیر کی آواز پر کہہ رہا ہوں کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ حضرت پھولپوری رحمہ اللہ کا عکسِ جمیل بن گئے تھے۔

خیر! بات اُن کے تزکیہ وسلوک اور اُن کے مشائخ کرام کی چل رہی تھی، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ نے وِصال سے قبل انہیں تاکید فرمادی تھی کہ وہ اُن کے بعد حضرت حکیم الامتؒ کے ایک اور خلیفہ بلکہ نقشِ ثانی محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ سے رجوع

ہو جائیں، چنانچہ انہوں نے حضرت محی السنہؒ سے نہ صرف رجوع کیا بلکہ زندگی بھر والہانہ اور عاشقانہ تعلق رکھا، اُن کے مزاج ومنہاج کی پوری رعایت فرمائی اُن سے استفادہ اور اُن کی اطاعت وفرماں برداری کا بھرپور حق ادا کیا، تقریباً چوالیس سال تک اپنے مقام ومرتبہ سے بے نیاز ہو کر ایک عاشقِ صادق اور طالبِ کامل کی حیثیت سے وابستہ رہے، باوجودیکہ حضرت حکیم صاحبؒ حضرت ہردوئیؒ سے صرف ۷/برس چھوٹے تھے اور حضرت پھولپوریؒ کی صحبت میں مثل رفقاء کے بھی رہ چکے تھے۔ سنا ہے کہ حضرت محی السنہ مولانا ہردوئیؒ اور حضرت حکیم صاحبؒ نے مشترکہ طور پر حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ سے بنوٹ یعنی لاٹھی چلانے کی مشق کی تھی، یہ کوئی معمولی اخلاص وایثار کی بات نہیں ہے کہ آدمی اپنے معاصر کو شیخ بنائے اور چالیس سال تک پوری عقیدت ومحبت ہی سے نہیں عجز ونیازمندی سے اس کو نبھائے، اخلاص اور صدق طلب کی تاریخ میں اس مثالیں نایاب نہ سہی کم یاب ضرور ہیں۔

یہاں حکیم صاحب رحمہ اللہ کی پاکیزہ زندگی پر ایک نظر پلٹ کر ڈال لیجیے کہ بلوغ سے قبل ہی سے وہ شب بیدار و پرہیزگار تھے جو کہ وِلایت کے آثار تھے، بلوغ کے بعد قطبِ وقت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ کی نظرِ فیض اثر سے روحانیت ولِلّٰہیت کے جام پینے شروع کیے، وہ بھی طرفین کی عنایتوں کے ساتھ۔ بیس سال کی عمر میں آستانۂ پھولپوری سے وابستہ ہوئے اور سترہ سال تک بلا اِنقطاع کسبِ فیض فرماتے رہے، جوانی پوری انہی کی خدمت وصحبت پر نثار کر ڈالی، ادھیڑ عمر میں یعنی کوئی پینتیس برس کے ہوں گے کہ بارگاہِ محی السنہؒ میں پہنچے اور پورے چوالیس سال اُن سے استفادہ کرتے رہے، گویا زندگی کے وہ اِبتدائی آٹھ سال جو طفولیت ولاشعور کی وجہ سے بچپن کی نذر ہو گئے، اور وہ آخری آٹھ سال جو پیرانہ سالی اور مسلسل بیماری کی وجہ سے بستر پر پڑے گزر گئے چھوڑ دیئے جائیں تو اپنی اٹھاسی سالہ عمر کے بہتر سال پورے کے پورے راہِ خدا میں گزار دیئے، اسے آپ احسان وسلوک کے مقامات کہیے یا طریقت وتصوّف کے مینار، پوری عمر گویا یہ شخص کاملین کے زیرِ سایہ چلتا چلا جارہا تھا اور بڑھتا چلا جارہا تھا وہ بالآخر قربِ خداوندی اور نسبتِ الٰہی کے کس مقام پر پہنچا ہوگا؟

رہ گئی بات خلافت واجازت کی تو اگر آج کے زمانہ کا معیارِ خلافت سامنے رکھا جائے تو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ اپنے اعمال واخلاق، حب الٰہی وعشقِ نبویؐ اور طریقت سے دلچسپی کے اعتبار سے عنفوانِ شباب ہی میں خلافت کے مقام تک پہنچ گئے تھے، تاہم وہ دور ذرا اس سے کٹھن اور مہنگا دور تھا، مشائخ اعطائے خلافت واجازت میں کہا جائے تو بجا ہے کہ ایسے ہی محتاط تھے جیسے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ قبولِ روایت میں محتاط تھے۔ شیخ کامل وعارِف کی نگاہِ بلند اپنے مرید صادق کے مستقبل میں بہت دور تک دیکھ رہی تھی، کہ یہ وہ جوہرِ یکتا اور درّ بے بہا ہے جو صدیوں میں

کبھی پیدا ہوتا اور ایک عالم کو اپنا گرویدہ و وارفتہ بنا کر چھوڑتا ہے، اسی لیے اس میں کوئی کسر اور کمی باقی نہ رہنی چاہیے۔ بہر حال انہیں حضرت محی السنہؒ نے اُن سے رجوع کے دو برس بعد سن ۱۳۸۷ھ میں اِجازتِ بیعت و تلقین سے سرفراز فرمایا، جب کہ آپ کی عمر مبارک تقریباً چالیس برس تھی اور اسی کے کچھ عرصے کے بعد حضرت پرتاب گڑھیؒ نے بھی آپ کو اپنی طرف سے اِجازت و خلافت عطا کر دی۔ کہتے ہیں کہ اللہ پاک کی سنت بھی یہی ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کو دعوت و اِرشاد کے کام پر عام طور سے چالیس برس کی عمر ہی میں لگاتا ہے، حضرت حکیم صاحبؒ کو تقدیر خداوندی کے تحت یہ اتفاق بھی حاصل ہو گیا تھا اور اس کی برکات بھی اضافہ وافادہ کی وسعتوں میں بچشم سر دیکھی جا سکتی ہیں۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کو دنیائے طریقت میں جو قبولیت و محبوبیت حاصل ہوئی ہے اس کے اسباب میں حق تعالیٰ شانہٗ کی توفیقِ خاص اور اُن کے اِخلاص کے علاوہ یہ دو اسباب خصوصیت سے نوٹ کرنے کے قابل ہیں کہ آپ چشتیت و نقشبندیت کے مرج البحرین اور طب جسمانی اور معالجۂ روحانی کے سنگم تھے، جس نے آپ کے مزاج میں ایک عجیب کشش اور اندازِ تربیت میں متعلقین کے طبائع و مراتب کی رعایت کا خاص ملکہ پیدا کر دیا تھا، اسی لیے ہر لائن ہر طبقہ اور ہر عمر کے لوگ آپ کے سلسلہ میں جمع ہوتے چلے گئے، دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں عوام اور ہزاروں علماء کرام آپ کی دکانِ یقین و معرفت اور خانقاہِ تزکیہ و تربیت سے فیض یاب اور بہرہ ور ہونے لگے اور آپ کے خلفاء کے ذریعے آپ کی حینِ حیات ہی میں جو شاخیں نکل کر اقطاعِ عالم میں پھیلیں اُس کی نظیر تو کم ہی مشائخ رحمہم اللہ کے حالات میں ملتی ہے۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ کے پاکستان منتقل ہونے کے بعد خود بھی وہیں چلے گئے تھے، اس عاشق و معشوق کے درمیان رمز ہی کچھ ایسا تھا کہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر بے چین رہتے تھے، پھر ۱۳۸۶ھ میں حضرت پھول پوری رحمہ اللہ کا وصال بمقام کراچی ہو گیا اور آپ وہیں کے ایک قبرستان میں ہمیشہ کے لیے آسودۂ خاک ہوئے، تو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کا دل واپس ہندوستان آنے کے لیے تیار نہ ہوا اور آپ نے طے فرما لیا کہ میں اسی سرزمین پر اپنی بقیہ زندگی گزار لوں گا، جس میں میرے شیخ آرام فرما ہیں۔ پردیس میں بے اسباب و وسائل کسی شخص کا اپنی فیملی کے ساتھ سیٹل ہو جانا کوئی آسان کام تو نہیں تھا مگر اس مردِ درویشِ حق آگاہ کو جس ذاتِ عالی کی رزّاقیت پر بھروسہ تھا اس نے اس کی بھرپور دستگیری فرمائی، حضرتؒ کے پاس اسباب کے درجے میں فن طب تو تھا ہی جس کو آپ نے حضرت شیخ پھول پوری رحمہ اللہ کی خدمت و صحبت کی خاطر برسوں خیر باد کہہ رکھا تھا، اس فن کو آپ نے ضرورت کے اس

موقع پر کام میں لیا، اس کے علاوہ بھی مجھے یاد پڑتا ہے کہ وہ شروع میں کسی دوست کے ساتھ زمین کے کاروبار میں مضاربۃً شریک ہوگئے تھے، الغرض! یہ آزمائش زیادہ دن نہ رہی حق تعالیٰ نے وہ فتوحات عطا فرمائیں جو توکل علی اللہ تعالیٰ کے ثمرات دیکھنا چاہنے والوں کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔

پاکستان میں آپ نے پہلے ناظم آباد کراچی میں قیام فرمایا، پھر گلشن اقبال منتقل ہوگئے، وہیں پر خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کے نام سے ایک خانقاہ قائم کی، پھر اس میں مدرسہ جامعہ اشرف المدارس اور مسجد اشرف کی عظیم الشان تعمیرات کروائیں، جو حسنِ ظاہر کے ساتھ علم وعرفان کی بے مثال خدمات کا عالمی مرکز بن گئیں۔ اس وقت خانقاہ میں دسیوں ملکوں کے لوگ اور خود مدرسہ کے سینکڑوں طلباء واساتذہ روحانی ترقی اور اخلاقی تربیت میں مصروف ہیں اور مدرسہ میں ماشاء اللہ کئی ہزار طلباء وطالبات زیرِ تعلیم وتربیت ہیں، عظیم الشان دار الافتاء قائم ہے، اس کے علاوہ بھی حضرتؒ کے صاحبزادۂ محترم اور وارثِ ظاہر وباطن حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہم خلیفہ مجاز محی السنہ حضرت ہردوئیؒ اور اُن کے صاحبزادگان عالی وقار وذی اعتبار مولانا محمد ابراہیم، مولانا محمد اسماعیل اور مولانا محمد اسحاق زید مجدہم مختلف النّوع دینی خدمات میں دل وجان سے ہر وقت لگے رہتے ہیں۔

کیمپس میں ''مطب'' کا سلسلہ بھی ہے اور کتب خانہ مظہری کے ذریعے معتبر ومستند کتب کی اشاعت وفروخت بلکہ للہ تقسیم بھی ہوتی رہتی ہے، مختصر یہ کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ ہندوستان سے کراچی اپنے شیخ کی خدمت کی غرض سے تنہا گئے تھے، مگر جب اس دنیا سے رختِ سفر باندھا تو علماء وصلحاء پر مشتمل ایک بڑا خاندان، مختلف دینی شعبوں پر مشتمل دینی علمی واصلاحی عظیم الشان وتاریخ ساز مراکزِ اسلامیہ، دوسو سے زائد علمی واصلاحی تصنیفات اور ہزارہا وارثینِ علم ومعرفت ووابستگانِ سلسلۂ طریقت کو سوگ وار ویادگار چھوڑ گئے، اُن کی جاری کردہ یہ سرگرمیاں ان شاء اللہ رہتی دنیا تک جاری وساری رہیں گی۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنِّیْ وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

یوں تو حضرت حکیم صاحبؒ سن ۲۰۰۰ء سے مفلوج تھے اور گزشتہ چار سال سے زیادہ معذور ومضمحل ہوگئے تھے، قبل ازیں باوجود بیماری وپیرانہ سالی کے تمام معمولاتِ سفر وحضر جاری تھے، تیرہ سال تک مسلسل آزمائشوں اور تکالیف کے شکار رہنے کے باوجود سراپا تسلیم ورضاء، پیکرِ صدق وصفاء اور مجسمہ جود وسخا بنے رہے، یہ کوئی الفاظ کی تُک بندی نہیں ہے ہزاروں آنکھیں ان حقیقتوں کی شاہد اور ہزاروں زبانیں ناطق ہیں۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْد اَوَّلًا وَآخِراً، خیر خواہ آدمی خواہ کتنا ہی باکمال اور فیض رسا ہو، ربِ کائنات کی مشیت یہی ہے کہ اسے اس دنیا میں رہنا مختصر ہی ہے، جب امام الانبیاء ومحبوب خدا ﷺ کو بلالیا گیا تو کس کے قیامِ دنیا کو بقا مل سکتی ہے؟ سب کو جانا تھا سب کو جانا ہے، حضرت حکیم

صاحبؒ بھی لاکھوں قلوب کو مضطرب چھوڑ کر اس دنیا سے چلے گئے، اِنَّ لِلّٰہِ مَا أَخَذَ وَلَہٗ مَاأَعْطیٰ۔
نمازِ جنازہ میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں کی شرکت جن میں علماء وصلحاء ہی کی بڑی تعداد تھی، نیز وہ ہزارہا مسلمان جو شرکتِ جنازہ کے لیے بے تاب تھے، مگر ٹریفک جام ہوجانے اور راستوں کے مسدود ہوجانے کی وجہ سے راستوں اور سڑکوں پر محصور ہوکر رہ گئے تھے، اُن کی آہیں اور دعائیں حکیم صاحبؒ کی قبولیت عنداللہ وعندالناس کی واضح دلیل ہے۔۲/جون کو بعدِ مغرب وصال فرمایا۔۳/جون کو صبح نو بجے ''سندھ بلوچ سوسائٹی'' کی خانقاہ میں آپ کی نمازِ جنازہ صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ العالی نے پڑھائی اور سنّت کے مطابق مٹی میں دبا کر اللہ کی اس امانت کو اللہ کے سپرد کردیا گیا۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ وادخلہ الجنة۔ آمین۔

حضرت حکیم صاحبؒ کی اِبتدائی تصنیفات تو اُن کے شیخ حضرت پھول پوری رحمہ اللہ کے اِفادات پر مشتمل تھیں، آپ کی کتاب ''معارفِ مثنوی'' نے پورے ہندوستان کے دینی وعلمی حلقوں میں اُن کو متعارف کرایا اور مقبولیتِ عامہ کا سبب بنی، اُس کے بعد سے دُنیا کی حقیقت، رُوح کی بیماریاں اور اُن کا علاج نیز معارفِ شمسِ تبریز جیسی تصنیفات یکے بعد دیگرے سامنے آتی چلی گئیں اور خوب خوب مقبول ہوئیں، مواعظ کے سلسلہ سے وہاں کے لوگ براہِ راست خوب منتفع ہورہے تھے، مگر دور افتادگاں محروم این بادہ رہتے تھے، اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے آپ کے عاشقِ صادق، خادمِ واثق اور منظورِ نظر وجگرِ محترم سید عشرت جمیل میرؔ بلند شہری دامت فیوضہم کو کہ انہوں نے حکیم صاحبؒ کے مواعظ کو ضبطِ تحریر میں لانے اور شائع کرانے کا اس سلیقہ سے بیڑا اُٹھایا کہ اس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے، اس سلسلۂ مواعظ کی اشاعت نے عرب وعجم ہی نہیں یورپ وامریکہ میں بھی عاشقانِ خدا کی تربیت اور اُجڑے دلوں کی آبادی وتعمیر کا ایسا بازار گرم کیا کہ اندازہ کرنا مشکل ہے پھر جب جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب زید مجدہٗ نے ''خانقاہ ڈاٹ کام'' کے نام سے سائٹ تیار کروائی تو گویا سارے عالم کے متوسلین کو گھر بیٹھے گلشن اقبال میں پہنچا دیا بلکہ بزمِ اختر میں شامل کرلیا۔

مواعظ وبیانات اور ملفوظات وتصنیفات کی طرح حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے اسفار بھی بے شمار ہیں، پاکستان میں تو اُن کا قیام ہی تھا جہاں اندرونِ ملک متعدّد مقامات پر بلائے جاتے، جہاں جاتے محافلِ رُشد وہدایت قائم ہوتی چلی جاتیں، بنگلہ دیش کے بارہا سفر ہوئے اور ہر سفر میں علماء وعوام کی بڑی تعداد آپ کے ہاتھ پر توبہ کرکے سلسلہ میں شامل ہوجاتی تھی، پانچ چھ مرتبہ ہندوستان بھی تشریف لائے، ہندوستان کے کئی صوبوں اور شہروں میں مخلصین ومعتقدین کی دعوت پر تشریف لے گئے مختصر قیام فرمایا مگر مفصل ومسلسل نقوش چھوڑے، حرمین شریفین کی حاضری بھی متعدد

بار نصیب ہوئی، اس کے علاوہ ساؤتھ افریقہ، ترکی اور عربی وغربی ممالک کے متعدد سفر فرمائے اور ''جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں'' کہ مصداق رہے۔ خود فرماتے تھے ؎

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کیے ہوئے
روئے زمیں کو کُوچۂ جاناں کیے ہوئے

قدرت کے فیاض ہاتھوں نے اپنے فضل سے انہیں لمبی عمر، خوب علم وعمل اور بہت ہی قدرداں حلقۂ احباب عطا فرمایا تھا، اُن کے سوزِ دل نے اُن احباب کے قلوب کو بریاں اور آنکھوں کو گریاں کردیا، جس سے اُن کے اندر بھی دوسروں کے قلوب گرمانے اور بے کیفوں کو تڑپانے کی صلاحیت پیدا ہوگئی چنانچہ دنیا کے چپے چپے میں اس وقت آپ کے خلفاء آپ کے فیض کو عام کرنے میں مصروف ہیں جن کی تعداد سوا تین سو سے زائد بتلائی جاتی ہے، ہندوستان میں بھی متعدد خلفاء موجود ہیں، جن سے فیض اٹھایا جاسکتا ہے اور اٹھانا چاہیے۔ مثلاً برادرِ محترم جناب مولانا مفتی محمد عبد المغنی صاحب ناظم مدرسہ سبیل الفلاح حیدرآباد، جناب مولانا ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی صاحب ندوی شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم مرادآباد، محترم سید قادر معین الدین صاحب معتمد اشرف العلوم حیدرآباد۔ راقم کو ہندوستانی سب خلفاء کے نام اس وقت فراہم نہ ہوسکے، اس لیے دوسروں کا عدمِ ذکر صرفِ نظر پر نہیں عدمِ واقفیت پر محمول کیا جائے۔

جہاں تک راقم سطور کی حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ سے معرفت ومحبت کا معاملہ ہے، تو اپنے مضامین میں بارہا عرض کرچکا ہوں کہ والدِ ماجدؒ کی برکت سے ہمارا گھرانہ شروع ہی سے اُن بزرگوں سے واقف اور اُن کا دل دادہ رہا ہے، میں جب کچھ پڑھنے لکھنے کے قابل ہوا تھا تو میرے والدِ ماجدؒ کے سرہانے قرآن مجید اور مناجاتِ مقبول چند محدود دیگر معتبر دینی کتابیں رکھی ہوتی تھیں، اُن کا مزاج یہ تھا کہ وہ کوئی چھوٹا سا رسالہ بھی بغیر اپنے شیخ محی السنہؒ کی اجازت کے مطالعہ نہیں کرتے تھے، نہ گھر میں آنے دیتے تھے، اُن کتابوں میں ایک کتاب ''معرفتِ الٰہیہ'' کے نام سے بھی تھی، جب میں نے اُس کو دیکھا تو سب سے پہلے اُس کتاب میں حضرت حکیم صاحبؒ کا نام نامی نظر آیا تھا، پھر حضرت والدِ ماجدؒ سے ہردوئی کے قیام کے تذکرے جب بھی نکلتے تو حضرت محی السنہؒ کے ساتھ حضرت پھولپوریؒ کا بھی ذکر آتا، اس ضمن میں حضرت حکیم صاحبؒ کا بھی ذکر آجاتا تھا، کتابیں جب سمجھ میں آنے لگیں تو میں نے معرفتِ الٰہیہ پوری پڑھ ڈالی، اس کے واقعات تو سمجھ میں آجاتے اور غمیض مضامین سرسری نکل جاتے تھے، مجھے سب سے زیادہ اثر حضرت پھولپوریؒ کے احوال سے ہوا، وہ اشعار زبانی یاد ہوگئے جو حضرت پھولپوری رحمہ اللہ کے زبان زد تھے اور تأثر والم سے پڑھا کرتے تھے۔

بہر حال میرے لیے یہ حضرت حکیم صاحبؒ کا ابتدائی تعارف اور عقیدت کا نقشِ اول تھا، پھر جب تکمیلِ حفظ کے بعد عربی تعلیم کے لیے ہردوئی پہنچا تو اس وقت باشعور ہوگیا تھا اور ایک سال فارسی عربی پڑھ چکا تھا۔ حضرت ہردوئی رحمہ اللہ کی میز پر جو اہم کتابیں رکھی ہوتی تھیں، اُن میں پاکستان کی مطبوعہ خوبصورت جلد کی ایک کتاب ''معارفِ مثنوی'' کے نام سے بھی تھی، حضرت حکیم صاحبؒ کا نام دیکھ کر اس کتاب کو پڑھنے کا شوق ہوا، جب موقع ملتا اس کا مطالعہ کرتا تھا، فارسی سے مناسبت ہو چلی تھی اور گلستان وغیرہ نصاب میں چل رہی تھیں، ادھر چونکہ مثنوی شریف واقعات و قصص، امثال ومحاورات سے پر ہے، اس لیے اس کے مطالعہ میں کافی دلچسپی رہی، اور بہت ہی نفع ہوا، نیز حضرت حکیم صاحبؒ سے عقیدت ومحبت بھی بڑھتی ہی چلی گئی جی چاہتا تھا کہ کبھی اُن کو دیکھیں، اور اُنہی کی زبان سے کچھ سنیں، مگر ملکی سرحدوں کا تصور اسے ناممکن قرار دے کر مایوس کر دیتا تھا۔

ایک مرتبہ ہردوئی کے قیام میں ساؤتھ افریقہ کے ایک طالب علم ''سلیمان گھانچی'' (مولانا سلیمان گھانچی صاحب، مولانا یحییٰ بھام وغیرہ اچھی عمر کے افریقی طلباء تھے، حفظ کرتے تھے، اس وقت ہم لوگ کم عمر تھے، مولانا سلیمان صاحب پہلے کراچی جا چکے تھے اور حضرت سے واقف تھے۔) کے ہمراہ ''افریقی منزل'' (اس زمانے میں مدرسہ اشرف المدارس میں متعدد طلباء ساؤتھ افریقہ اور انگلینڈ وغیرہ کے زیرِ تعلیم تھے، اُن کی رہائش گاہ علیحدہ تھی، جو طلباء میں ''افریقی منزل'' سے جانی جاتی تھی۔) سے ایک بلند قامت، حسین ووجیہ بزرگ بادامی رنگ کے جوڑے (اونچی شلوار، کُرتا کلی دار اور پانچ کلی ٹوپی) میں ملبوس عصر کی نماز کے لیے مسجد کی طرف جاتے ہوئے نظر آئے ہردوئی میں مہمان بہت آتے تھے، اُن میں اکثر باوقار علماء وصلحاء ہی ہوتے تھے، مگر اس شخصیت کا رعب وداب اور وجاہت ووقار کا کچھ اور ہی ڈھنگ تھا، پیچھے پیچھے میں بھی ہولیا، نماز کے بعد سلیمان گھانچی صاحب نے میری طرح دیگر اور لوگوں کا تجسّس ختم کرتے ہوئے متعارف کرایا کہ ''یہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہٗ ہیں''، بس کیا تھا برسوں کی تمنّا پوری ہوئی، دل خوشی سے کِھل اٹھا اور آنکھیں جذبۂ مسرّت سے نم ہوگئیں، فوری گھر پہنچا اور مخدومہ امّی جان صاحبہؒ (اہلیہ حضرت محی السنہؒ) کو اطلاع دی کہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب تشریف لائے ہیں، اس وقت استاذ محترم حضرت قاری امیر حسن صاحبؒ بھی سفر پر تھے، اور حضرت محی السنہؒ بھی نہیں تھے، امی جانؒ نے عصرانے کا انتظام کیا اور افریقی منزل ہی میں حضرتؒ کا قیام تجویز ہوا، یہ معلوم ہوکر اور مسرت ہوئی کہ قیام اچھا خاصا رہے گا، اگلے روز حضرت قاری صاحبؒ کی تشریف آوری بھی طے تھی، یاد ہے کہ حضرت حکیم صاحبؒ خود اسٹیشن تشریف لے گئے اور حضرت قاری صاحبؒ کو کار کی اگلی سیٹ پر اپنے بازو میں بٹھا کر لائے، غالبًا ایک

آدھ روز ہی میں حضرت محی السنہؒ کی واپسی بھی ہوگئی، دونوں حضرات سفر حج سے واپس ہوئے تھے۔ اس دفعہ ہردوئی میں آپ کا قیام اچھا خاصا رہا، لوگوں کی آمد و رفت کا طویل سلسلہ تھا، آنے والوں میں بڑے بڑے علماء و اکابر بھی ہوا کرتے تھے، حضرت حکیم صاحبؒ کی مدرسہ کی مسجد میں بعد نمازِ فجر مجلس ہوا کرتی تھی اور عشاء کے بعد خواص اکابر و علماء کے ساتھ مہمان خانے میں محفل جمتی تھی، کچھ دن کے لیے حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ بھی تشریف لے آئے، ان دنوں تو ''افریقی منزل'' باغ و بہار بنی رہی، راقم سطور اگرچہ طلباء میں سے تھا، مگر خدام میں شامل ہوکر شریک رہتا تھا، ایک رات سخت سردی تھی، حضرت پرتاب گڑھیؒ چارپائی کے سامنے لحاف اوڑھ کر دوزانو بیٹھے ہوئے تھے، سامنے انگیٹھی جل رہی تھی، اُن کی بائیں جانب دیوار سے حضرت محی السنہؒ اُن کے بغل میں حضرت حکیم صاحبؒ، ایک طرف حضرت قاری صاحبؒ، ایک طرف کامل چانگی صاحب اور باقی کمرہ و دالان میں حسب مراتب مہمان و مقامی علماء۔ واقعی دیکھنے کا منظر تھا، اہل اللہ کا ایک حسین گلدستہ لگ رہا تھا، تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد حضرت پرتاب گڑھیؒ لحاف ہی میں سے پہلے تھوڑی دیر گنگناتے، اس کے بعد آواز سے اپنے اشعار سناتے تھے، پھر خود ہی اُن کی تشریح بھی فرماتے، کبھی حضرت حکیم صاحبؒ اپنا کلام پیش فرماتے، کبھی کامل صاحب اجازت حاصل کرتے اور خاص ترنّم کے ساتھ اپنا طویل کلام پڑھتے، حضرت ہردوئیؒ اگرچہ خود شعر نہیں کہتے تھے مگر اُن کو اپنے پیر بھائی حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کے عارفانہ اشعار خوب یاد تھے، بیانوں میں بھی دلوں کو لوٹنے والی خوش الحانی سے اس طرح پڑھا کرتے تھے، کہ مجمع پر سناٹا چھا جاتا اور قلوب پر بے خودی کی سی کیفیت طاری ہوجاتی تھی، اس رات بھی حضرت محی السنہؒ وقفے وقفے سے خواجہ صاحبؒ کے اشعار سنا رہے تھے، اور خوب داد پا رہے تھے، درمیان میں نہی عن المنکر اور اصلاح و تربیت کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا، اس سے ایک اور حالت و کیفیت طاری ہوتی، کبھی اپنی وارداتِ قلبیہ اور الہاماتِ ربانیہ نہایت عاجزی کے ساتھ اور اس حوالے سے پیش فرماتے کہ میں نے یہ بات اپنے محبوب استاذ فقیہ الامّت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کو سنائی تھی انہوں نے بھی اس کی تصویب و تائید فرمائی ہے، غرض یہ بڑی پُر لطف و پُر معارف محفلیں ہوتی تھیں، جو رات گئے تک چلتی تھیں، آج بھی اس منظر کو سوچتا ہوں تو دل اس طرف کھچا چلا جاتا ہے، اسی مجلس میں حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ نے حضرت محی السنہ مولانا ہردوئیؒ کے ساتھ اپنے خاص تعلق اور نسبت کے اتحاد کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا تھا ''جو میرے مریدین ہیں وہ مولانا ہردوئی کے مرید ہیں اور مولانا کے مریدین میرے مریدین ہیں''۔

ایک دن حضرت محی السنہ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ نے حضرت حکیم اختر

صاحب رحمہ اللہ کو نمازِ مغرب پڑھانے کا حکم دیا، نماز کے بعد حسبِ معمول اس وقت تبصرہ فرمایا کہ ''ماشاء اللہ کلام پاک اچھا پڑھتے ہیں، بس ایک آنچ کی کسر ہے''۔ اگلے روز صبح مجھے یاد ہے کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ فجر بعد والی مجلس سے فارغ ہوکر سیدھے دفتر پہنچے جس کے ایک گوشے میں مکتبہ بھی قائم تھا، یہاں سے نورانی قاعدہ خریدا اور جب ترانہ شروع ہوا، تو طلباء کی صفوں میں قاعدہ لے کر ٹھہر گئے، ترانہ پڑھا اس کے بعد قاعدہ کے طلباء کے ساتھ اُن کی کلاس میں جا کر بیٹھ گئے اور جس ایک آنچ کی طرف شیخ نے اشارہ فرمایا تھا اس کمی کو پورا کرنے میں مشغول ہوگئے، یوں آپ نے اپنے عمل سے ثابت کردیا کہ شیخ کی خدمت میں حاضری ایک طالبِ صادق اور عاشقِ کامل کی حیثیت سے ہوئی ہے کہ وہ ہر حکم کی تعمیل اور ہر اشارہ پر قربان ہوا کرتا ہے نہ کہ اکرام وتوقیر کا متمنی ومنتظر!

حضرت محی السنہ مولانا ابرار ہردوئی رحمہ اللہ وقفے وقفے سے پورے مدرسہ کا دورہ کرتے رہتے تھے، دن میں بھی راتوں میں بھی، حسبِ معمول شعبۂ حفظ کے درجات سے گزرے تو دیکھا کہ ایک شیخ کامل جس کے اپنی جگہ ہزاروں مریدین وطالبین ہیں جو ہردم اس کی دست بوسی وزیارت کے لیے بے تاب رہتے ہیں اور جس کی مجالس سے خود یہاں سینکڑوں بندگانِ خدا اِستفادہ کررہے ہیں، وہ تجوید میں ایک آنچ کی کمی کو دور کرنے کمسن بچوں کے ساتھ بیٹھ کر نورانی قاعدہ کی تصحیح کررہا ہے تو بہت متأثر ہوئے عصر کے بعد کی مجلس میں اس منظر کا نقشہ کھینچتے ہوئے گلوگیر ہوگئے اور یہ شعر پڑھا ؎

این چنیں شیخے گدائے کو بکو
عشق آمد لا ابالی، فاتقوا!

محی السنہؒ نہایت رقیق القلب اور محبت بھری ہستی تھے، خواہ مخواہ ہی یاروں نے انہیں شدید و حدید مشہور کردیا تھا۔ بقول حکیم صاحبؒ ''میرا شیخ عاشق مزاج ہے مگر شانِ انتظام غالب ہے''۔

ایک روز کسی گاؤں سے گنّے کا رس طلباء کے لیے آیا ہوا تھا، بڑے بھگونے میں چبوترے کے سامنے رکھ کر ایک ڈونگے سے حضرت محی السنہؒ نے خود ہی تقسیم فرمانا شروع کیا، طلباء دوڑ دوڑ کر اپنے برتن لے کر آتے اور لائن میں کھڑے ہوتے جارہے تھے، حکیم صاحبؒ اپنے کمرے میں بیٹھے واردین وزائرین سے محوِ گفتگو تھے، جب آپ کی نظر پاس کی کھڑکی سے اس منظر پر پڑی کہ شیخ اپنے دستِ مبارک سے تبرّک تقسیم فرمارہے ہیں اور طلباء اس سے محظوظ ہورہے ہیں، تو اچانک حکیم صاحبؒ کھڑے ہوگئے، کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھ کر ایک پیالہ اُٹھایا اور جلدی سے باہر آکے خود بھی لائن میں لگ گئے، جب اُن کا نمبر آیا اور حضرت محی السنہؒ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مسکرائے اور اُن کے پیالے میں بھی رس ڈال دیا، مریدِ صادق کی ان اداؤں سے شیخ کامل کا دل کتنا خوش ہوتا ہوگا؟ یہ

بات یہاں پھر تازہ کر لیجیے کہ حکیم صاحبؒ عمر میں حضرت محی السنہؒ سے کچھ زیادہ چھوٹے نہ تھے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ محی السنہؒ کسی بات پر ناراض ہوگئے اور اپنے دفتر میں چلے آئے، حکیم صاحبؒ ایک پرچے پر معذرت نامہ لکھ کر اسے پیش کرنے کے لیے دفتر اہتمام پہنچے، اس وقت حضرتؒ تنہا تھے، راقم خدمت میں موجود تھا، حکیم صاحبؒ جب اندر داخل ہوئے اور درخواست پیش کرنا چاہی تو حضرت محی السنہؒ پھر ناراض ہوگئے، فرمانے لگے ''باہر اعلان لگا ہے کہ بغیر اجازت اندر نہ آئیں، پھر کیسے داخل ہوگئے؟ بس ہر شخص نے اپنے کو مستثنٰی اور مقرب سمجھا ہوا ہے، یہی تو مانع ہوتا ہے ترقی میں'' خوب یاد ہے کہ فوراً حکیم صاحبؒ باہر نکل گئے اور چلمن کے پیچھے کھڑے ہوکر نہایت دبی آواز میں عرض کیا کہ ''اختر حاضر ہونا چاہتا ہے'' اجازت ملی تو تشریف لائے اور عریضہ پیش کیا، حضرت محی السنہؒ نے لے کر رکھ لیا اسی وقت جواب لکھ کر دے دیا، اللہ اللہ! کیسی محبتیں تھیں یہ، اور کیسا صدق و اخلاص!

خونِ دل پینے کو لختِ جگر کھانے کو　　یہ غذا ملتی ہے جاناں ترے دیوانے کو

اللہ پاک ہمیں اِس اِخلاص کا کوئی حصہ نصیب فرمائے آمین۔ حضرت محی السنہ ہردوئی رحمہ اللہ کا طریقِ اِصلاح کچھ اَیسا ہی تھا جو جتنا قریب ہوتا اُس پر خفگی کا اُتنا ہی زِیادہ حق سمجھتے تھے اور یہ وہی لوگ ہوتے تھے جن کا عشق شیخ ان کی اس ادائے تغافل و بے التفاتی سے دور نہ ہوتا بلکہ خوب مزے لیتا تھا۔

ایک دن ہم طلباء نے حضرت محی السنہ رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ ''طلباء میں بھی حضرت حکیم صاحب کا بیان ہونا چاہیے''! حضرت رحمہ اللہ نے اس کا باقاعدہ انتظام فرمایا، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے ارشادِ نبوی ''اشراف امتی حملة القرآن واصحاب اللیل'' پر مختصر بیان فرمایا، اس بیان کا یہ جملہ اچھی طرح یاد رہ گیا کہ آپ نے فرمایا تھا: ''اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حافظِ قرآن کو تہجد گزار بھی ہونا چاہیے''! پھر اخلاق و اعمال کے تحفظ پر بہت مؤثر باتیں بتا کر دعا کرائی۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی مجلس چل رہی تھی ڈاکٹر رفیق بلگرامی بھی موجود تھے، ڈاکٹر صاحب خود پختہ گو شاعر اور خوش الحان ہیں، اُن سے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کا کلام پڑھنے کی خواہش کی گئی تو انہوں نے کھڑے ہوکر حضرت رحمہ اللہ کے یہ اشعار پڑھنے شروع کیے۔

نہ گلوں سے مجھ کو مطلب نہ گلوں کے رنگ و بو سے　　کسی اور سمت کو ہے مری زندگی کا دھارا

تو اُس میں اُن سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے ''نہ گلوں سے مجھ کو رغبت'' پڑھ دیا حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے فوراً سر اٹھا کر فرمایا کہ ''مطلب'' کہیے ''رغبت'' نہیں۔ رغبت تو حسن و جمال کی طرف ہم کو بھی ہوتی ہے، کیا اہل اللہ نامرد ہوتے ہیں؟ ان میں بھی حسینوں کی جانب میلان و رغبت فطرتاً پائی جاتی ہے مگر وہ بالقصد اس سے تجاہل و تغافل برت کر اپنے نفس کو حرام لذتوں سے

بچاتے ہیں۔ ''مطلب'' میں اس تجاہل کی ترجمانی کی گئی ہے، مطلب اور رغبت میں زمین آسمان کا فرق ہے، راقم عرض کرتا ہے کہ واقعی یہ غیر معمولی فرق ہے جو اہلِ ذوق ہی سمجھ سکتے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ کی شاعری کوئی تُک بندی اور قافیہ سازی تھوڑا ہی تھی، دل مضطرب اور فکر دردمند کی ترجمانی تھی۔

حضرت حکیم صاحبؒ کے مجموعۂ کلام ''فیضانِ محبت'' کی شرح ''عرفانِ محبت'' کے نام سے حضرتؒ کے خلیفہ مفتی محمد امجد قاسمی سابق استاذِ حدیث دارالعلوم آزادوِل ساؤتھ افریقہ نے بہت عمدہ کی ہے، جسے حضرتؒ نے خود پسند فرمایا تھا، یہ شرح تین ضخیم جلدوں میں پاکستان سے چھپ چکی ہے۔

غرض! بچپن سے نوجوانی تک جس شخصیت کا نام ہمیشہ احترام سے سنا تھا، جس کی تحریریں دل ودماغ کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھیں اور جس کے دیکھنے کو آنکھیں اور سننے کو کان ترستے تھے وہ شخصیت ملی تو ایسی جگہ ملی جو بقعات الہند میں میرے لیے اشرف البقیع تھی اور جہاں میرا محبوب شیخ پورے جاہ و جلال کے ساتھ ہر طرف حکمراں وامرکناں تھا۔ بہت مزہ بھی آیا اور بہت نفع بھی ہوا۔ رَحِمَهُمُ اللّٰه رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

اس سفر میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ ہردوئی شہر کے علاوہ ہندوستان کے بعض دوسرے شہروں میں بھی تشریف لے گئے، اپنے وطن اعظم گڑھ بھی گئے اور حیدرآباد بھی گئے۔ میرے والدِ ماجدؒ جن کے بارے میں عرض کر چکا ہوں کہ ہردوئی اپنے شیخ کی خدمت میں چودہ برس رہ چکے تھے، اس زمانے میں حضرت پھولپوریؒ کا ہردوئی میں قیام کافی رہتا تھا اور کبھی حضرت محی السنۃؒ پھولپور چلے جاتے تھے۔ والدِ ماجدؒ کو بھی دونوں جگہ حضرت پھولپوریؒ کی خدمت کا شرف حاصل رہا اور اسی نسبت سے حضرت حکیم صاحبؒ سے بھی نیاز حاصل ہوتا رہا، والدِ ماجدؒ اگرچہ عمر کے اعتبار سے حضرت ہردوئیؒ سے چار سال چھوٹے، حضرت قاری صاحبؒ سے ایک سال اور حضرت حکیم صاحبؒ سے تین سال بڑے تھے، مگر چونکہ ان بزرگوں سے انہوں نے علم ومعرفت، اخلاق وتہذیب سب کچھ حاصل کرلیا تھا اس لیے اُن کے سامنے ادنیٰ طالب علم اور کمترین خادم کی طرح رہتے تھے اور رہنا بھی چاہیے تھا، کافی عرصے کے بعد جب حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے ہندوستان تشریف لانے کا علم ہوا تو حیدرآباد سے اُن کی خدمت میں ایک عریضہ لکھ کر ہردوئی روانہ فرمایا، یہ عریضہ اور جواب تبرّکاً نقل کررہا ہوں، اس میں اصاغر کی نیازمندی اور خرداں پروری کی ایک جھلک نظر آئے گی اور بہت کچھ سیکھنے کو ملے گا۔

''مخدومی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس ناکارہ نے ہردوئی میں اور پھولپور میں بھی حضرت والا سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے، پھر وہاں سے احقر کا اپنے اس وطن حیدرآباد میں جو

تبادلہ ہوا تو اب تک یہیں قیام ہے، آپ یاد آتے رہتے ہیں، بہت عاجزی کے ساتھ یہ کمترین آپ سے درخواست دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے اور مشکلات دور فرمائے، تاکہ بزرگوں کی اتباع اور رمضان شریف کے حقوق ادا ہوں، حسنِ خاتمہ نصیب ہو، آمین۔

احقر عبدالغنی عفی عنہ، ۲۲/شعبان ۹۶ ھ

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب روانہ فرمایا:

مکرمی مولوی صاحب زید لطفہ السامی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاجِ گرامی!

آپ کا نقش قلب میں محفوظ ہے یعنی آپ کو بھول نہ سکا، آپ کے محبت نامہ سے قلب نہایت درجہ محظوظ ومسرور ہوا، پرانہ زمانۂ لقاء یاد آ گیا، آپ کا قیام ہردوئی میں جب تھا آپ سے ملاقاتیں خوب یاد ہیں، دعا کرتا ہوں اور آپ سے بھی حسنِ خاتمہ، مغفرتِ بے حساب اور جنت میں رفاقت مع الصالحین کی دعا کی گزارش ہے۔ تازہ شعر ؎

مدت ہوئی ہے آپ کو دیکھے ہوئے مگر
اب تک ہے میرے دل میں کیوں محفوظ تیری یاد

والسلام/محمد اختر عفا اللہ عنہ''

اس دفعہ جب حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ حیدرآباد تشریف لے گئے تو یہ راقم عاجز ہردوئی میں ہی تھا، اس لیے اس دورے کی تفصیل معلوم نہیں، البتہ واپسی کے بعد معلوم ہوا کہ شہر کی مختلف مساجد میں اُن کے بیانات ہوئے، اخبارات میں اُس کے تذکرے ہوئے اور قیام گاہ پر اہلِ تعلق کا رجوع عام ہونے لگا، اُن بیانات ومجالس نے ہمارے علاقے میں کافی اچھا اثر چھوڑا۔ اگلا سفر ہند ہوا تو غالباً قانونی مجبوری سے آپ ہردوئی تو نہیں آ سکے بعض دوسرے علاقوں میں اصلاحی دورے ہوئے، حیدرآباد بھی تشریف لائے تاہم اس دفعہ بھی مجھے صحبت وخدمت کا موقع میسر نہ آ سکا۔

اس کے بعد غالباً سن ۱۹۸۴ء میں، پھر ۱۹۸۸ء میں آپ حیدرآباد تشریف لائے اس زمانے میں، میں مدرسہ فیض العلوم میں مدرّس تھا، حضرت رحمہ اللہ کا قیام حضرت ہردوئیؒ کی نسبت سے ہمیشہ اسی مدرسہ میں رہا، حضرت محی السنہؒ کی طرح حضرت حکیم صاحبؒ کے طعام کا نظام بھی ہمارے گھر میں ہوا کرتا تھا، (کیونکہ والدہ محترمہ مدظلہا والدِ ماجدؒ کے ساتھ کوئی آٹھ سال ہردوئی میں تھیں، امی جان صاحبہ سے کھانے پکانے کا سلیقہ خوب سیکھا تھا۔) اس دفعہ بھی آپ بھوبنیشور صوبہ اڑیسہ سے ہوتے ہوئے حیدرآباد پہنچے تھے، اڑیسہ سے ساتھ میں حضرت صوفی عبدالصمد صاحبؒ خلیفہ حضرت حکیم

الامتؒ بھی تشریف لے آئے تھے، ادھر ہردوئی سے حضرت محی السنہ رحمہ اللہ بھی دوسرے دن پہنچ گئے، ان اکابر کے اجتماع سے مدرسہ ایک نورانی اور روح پرور منظر پیش کررہا تھا اور اطراف واکناف کے علماء وصلحاء کا مرکز بن گیا تھا۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے مواعظ کے لیے شہر کی بڑی بڑی مساجد سے درخواستیں وصول ہورہی تھیں، لیکن حضرت محی السنہ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ نے آنے کے بعد یہ فرما کر کہ ''ایک عالم تین ہزار کلومیٹر سے سفر کر کے پہنچتا ہے اور آپ لوگ اس سے استفادہ کے لیے چند میل سے جمع نہیں ہوسکتے؟ بس مدرسہ میں قیام رہے گا اور بعد نمازِ مغرب مجالس ہوا کریں گی، جس کو اِستفادہ کرنا ہو یہیں آکر کرے'' جگہ جگہ کے پروگراموں کو ختم فرمادیا۔

حضرت محی السنہؒ بلند پایہ مصلح اور فطری مربی تھے، کسی کی بڑی بڑی بے اصولیاں بھی ہضم کرجاتے تھے تو کسی کے ادنیٰ زلات وغفلات سے صرف نظر کرنے کو تیار نہ ہوتے تھے، بالخصوص مقربین پر تو ذرا ذرا سی بات پر غضب ناک ہوکر گویا اُن پر ناز فرماتے تھے، صاف محسوس ہوتا تھا کہ جس کی گرفت خلافِ مصلحت سمجھتے مگر گرفت ضروری ہوتی اور تعلیم وتربیت مقصود ہوتی تو اس وقت کسی اپنے کی باری آجاتی اور خاص نشانے پر زد پڑتی، کسی بہانے سے اس کا احتساب اور ڈانٹ ڈپٹ شروع کردیتے، وہ خود تو جی جی میں خوب مزے لیتا رہتا مگر بقیہ سب کی عقلیں ٹھکانے لگ جاتی تھیں۔ اس کا بارہا تجربہ ہوا، اب یہی دیکھئے ناکہ حضرت حکیم صاحبؒ کے حیدرآباد پہنچنے کے بعد اگلے دن حضرت محی السنہؒ کو پہنچنا تھا، فلائٹ ڈیلے ہوگئی آپ کافی تاخیر سے ائیر پورٹ پہنچے، آپ جانتے ہیں کہ ائیر پورٹس اور ائیر کرافٹ اب بھی جوانوں کو تھکا دیتے ہیں، اس وقت تو اس معیار اور ایسی سہولت کے بھی نہیں تھے۔ حضرت محی السنہؒ باہر نکلے تو ابھی مغرب نہیں پڑھی تھی، تھکے ہوئے بھی بہت تھے، ادھر لوگ ملنے کے لیے ٹوٹے جارہے تھے، حسبِ معمول تنبیہ فرمائی اور یہ سوال کیا کہ آپ لوگ کب سے آئے ہوئے ہیں؟ بتلایا گیا کہ ٹھیک وقت پر آگئے تھے (تین چار گھنٹے سے منتظر ہیں) پوچھا کہ آپ لوگوں میں سے کس کس نے یہ سوچ کر کہ طیارہ نہیں پہنچ پایا، تاخیر ہورہی ہے کوئی بات تو پیش نہیں آگئی، کوئی حادثہ تو نہیں ہوگیا، مسجد میں جا کر میری حفاظت وسلامتی کے لیے دو رکعت نماز پڑھی؟ دعا مانگی؟ سب خاموش رہے، کسی نے اثبات میں جواب نہیں دیا، فرمایا یہ حال ہے ملنے کے لیے گرے جارہے ہیں، ایک دوسرے کو دھکے دے رہے ہیں، بڑی محبت کا اظہار کررہے ہیں، اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ دو رکعت نماز پڑھتے، دعا کا اہتمام کرتے، کچھ نہیں سب دکھاوا ہے، کسی سے نہیں ملے سیدھے مسجد گئے نماز ادا کی اور اس کے بعد قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے، جب مدرسہ فیض العلوم پہنچے تو حضرت حکیم صاحبؒ کی مجلس ابھی ختم ہوئی تھی، کافی مجمع موجود تھا، جیسے ہی حضرتؒ کی کار آکر رُکی، سب نے گھیر لیا،

اور جیسا کہ عوام کا انداز ہے، ایسا اژدحام ہوا کہ کار کا ڈور کھولنا مشکل ہوگیا، لیکن حضرتؒ نے زور سے اعلان کردیا کہ ''بہت تھکا ہوا ہوں، اس وقت کسی سے نہیں ملوں گا، فجر کے بعد ملاقات کروں گا''۔ منتظمین نے کسی طرح مجمع کو دور کرکے حضرتؒ کو مہمان خانے تک پہنچا دیا، اس وقت حضرت محی السنہؒ نے اپنے حجرہ میں حضرت حکیم صاحبؒ کو طلب کرکے ناز بھرے انداز میں خوب شکوہ کیا کہ ''آپ جب پہلے سے یہاں موجود تھے تو آپ سے یہ نہ ہوسکا کہ لوگوں کو سمجھاتے اور روکتے کہ دور سے سفر کرکے آرہے ہیں، بوڑھے ہیں، اس وقت کوئی ملاقات نہ کرے وغیرہ'' حکیم صاحبؒ سر جھکائے سنتے رہے، پھر باہر آکر فوراً ایک عریضۂ معذرت تحریر کرکے خود لے کر دینے کے لیے آئے، اس پر حضرتؒ کچھ اور بگڑے کہ یہ موقع! کوئی تحریر دینے کا ہے؟ یہ سن کر حکیم صاحبؒ اپنی قیام گاہ واپس ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمت کرکے میں نے عرض کیا کہ ''حضرت عشائیہ تیار ہے، کیا دسترخوان لگا دیا جائے؟'' ان بے اصولیوں پر ناگواریوں کا اثر باقی تھا، کچھ دیر چپ رہے پھر فرمایا: ''صرف ہمارے لیے لاؤ، باقی سب مہمانوں کو گھر پر کھلا دو'' چنانچہ ایسا ہی ہوا، عرض کرنا یہ ہے کہ جب حضرتؒ نماز پڑھ کر لیٹ گئے، دیگر مہمانوں کے لیے ہمارے ہی گھر دسترخوان لگا، حکیم صاحبؒ نے حضرت صوفی عبد الصمد صاحبؒ کے سامنے بہت مزے مزے لے لے کر اپنے شیخ کے اس ناز آمیز عتاب کا ذکر کرتے ہوئے پوچھا ''آپ کے شیخ (حضرت حکیم الامتؒ) کا جلال کیسا تھا؟ صوفی صاحبؒ نے فرمایا ''اگر آپ اُس کو دیکھ لیتے تو اِس کو بھول جاتے''۔ صبح ہوئی تو حضرت محی السنہؒ بہت خوش تھے، حکیم صاحبؒ کی مجالس کا، قیام کا، راحت کا برابر فکر فرماتے رہتے تھے، اس سفر میں کسی موقعہ پر انہیں ''عارف باللہ'' قرار دیا، جو بعد میں ماشاء اللہ یہ لقب اُن کے اسم گرامی کے ساتھ مستقل پیوست ہوگیا۔

ایک دن حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ سے وقت لے کر عرض کیا کہ ''اب میرے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں ہے، بچے بھی بڑے ہوکر خود مکتفی ہوگئے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ کی خانقاہ میں آکر بقیہ عمر پڑا رہوں اور کچھ سیکھ لوں'' حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے ساری تفصیل سنی اور یہ اِرشاد فرمایا ''اس عمر میں گھر اور گھر والوں سے دور رہنا بالکل مناسب نہیں ہے، آدمی کو جب بڑھاپا اور ضعف ہوجاتا ہے، تو اپنے بال بچوں کو دیکھ دیکھ کر ایک قسم کی طاقت آتی ہے، جو پردیس میں بالکل حاصل نہیں ہوتی، آپ یہیں رہیں، ذکر وفکر حسب سہولت کرلیا کریں، اپنے نواسوں، پوتوں کے ہمراہ وقت گزاریں، اپنے پاس ٹافی منگوا کر رکھیے اور بچوں کو دیتے رہیے تاکہ وہ بھی آپ سے مانوس رہیں، اور دیکھئے ٹافی سخت والی ہونی چاہیے، نرم والی نہیں، نرم والی سے معدہ اور دانت خراب ہوجاتے ہیں''۔ اسی طرح دیر تک بڑی بے تکلفی سے بات فرماتے رہے،

ادھر الحمدللہ والدِ ماجد رحمہ اللہ کے ذہن میں جو داعیہ ہجرت کا شدت سے پیدا ہوا تھا وہ سرد پڑ تا گیا اور مدت العمر اپنے بال بچوں میں اور ذکر وفکر میں مشغول رہ کر عالمِ آخرت کو سدھار گئے۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے بیانات سے متأثر ہوکر ایک سرکاری ملازم نوجوان اُن کے قافلے میں شامل ہوکر حیدرآباد پہنچے تھے، صبح کی نماز کے بعد حضرتؒ تفریح کے لیے نکلے، تو آبادی سے زیادہ دور تک چلے گئے، جہاں بڑا میدان تھا، وہاں سے حضرتؒ تو رکشے پر سوار ہوکر واپس ہوگئے، یہ نوجوان کرکٹ کے دل دادہ تھے، تو انہیں میدان دیکھ کر بہت جوش آیا اور چھوٹے چھوٹے پتھر اُٹھا کر بولنگ میں مشغول ہوگئے، مدرسہ پہنچ کر حضرتؒ نے بیان شروع کردیا، تھوڑی دیر بعد اُن صاحب کو یاد فرمایا پتہ چلا کہ ابھی نہیں پہنچے ہیں، پھر جب وہ مجلس میں داخل ہورہے تھے، حضرت رحمہ اللہ نے دیکھ لیا اور تاخیر کی وجہ دریافت کی، کھیلنے میں مشغول ہونے کا جواب سن کر خفا ہوگئے کہ ''جب میرے ساتھ اس لیے آئے تھے کہ استفادہ کروں گا، تو پھر یہ غفلت کیسی؟ کھڑے ہوکر سنو، بیٹھنے کی اجازت نہیں، تاکہ آئندہ پھر ایسی غفلت نہ ہو'' پھر چند منٹ بعد ہی بٹھادیا، مجلس کے بعد جب انہوں نے معذرت پیش کی تو بڑی نرمی ومحبت سے سمجھایا فرمانے لگے ''نرم شیخ سے بعض لوگوں کو نفع نہیں ہوتا، روک ٹوک کرنے والے سے اُن کا کام بنتا ہے، ویسے بھی اس میں ایک لذت ہے، کہو تمہیں اس تنبیہ میں مزہ آیا؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا ''ماہرین کا کہنا ہے کہ ہڈی کے قریب کا گوشت مزے دار ہوتا ہے، میں کہتا ہوں اسی طرح سخت گیر شیخ کی صحبت بھی مزے دار ہوتی ہے''۔

ایک بڑے ہال میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کا قیام تھا، جب ناشتے کے بعد آپ لیٹنے لگے تو احقر سے فرمایا ''دیکھو بھائی! کوئی نابالغ امرد کمرے میں نہ آنے پائے، طلباء صرف مجالس میں بیٹھ کر استفادہ کریں''۔ ان دنوں گرمی چل رہی تھی، روح افزاء کی آمیزش کے ساتھ دودھ کی فرمائش کی اور فرمایا ''ہر بیان کے بعد ایک گلاس دے دیا کرو، میں دردِ دل اور جوشِ قلب کے ساتھ بیان کرتا ہوں، ضعف اور خشکی ہوجاتی ہے''۔ کبھی درمیان وعظ بھی یاد فرمالیتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرتؒ کی مجلسِ وعظ جاری تھی، اثناءِ وعظ مولانا محمد رضوان القاسمی صاحبؒ تشریف لے آئے، حضرتؒ نے اُنہیں دیکھا تو اوپر تخت پر آنے کی فرمائش کی، انہوں نے انکار کیا حضرتؒ کے اصرار پر بھی انہوں نے یہی کہا، یہاں سے مجھے آپ کے دیکھنے اور غور سے سننے میں سہولت ہے، اس پر حضرتؒ نے فرمایا ''مولانا خاک نشینی کو ترجیح دے رہے ہیں اور کہنا چاہتے ہیں کہ

ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ تم ۔۔۔ یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

مولانا محمد رضوان القاسمی رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور نہایت ہی قابل عالمِ دین،

حیدر آباد کی ایک بڑی مسجد کے خطیب اور دار العلوم سبیل السلام کے بانی وناظم تھے، وہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے مواعظ اوران کی ملن سار ومحبت بار شخصیت سے کافی متأثر تھے، پہلے سفر میں انہوں نے ہی حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی مجالس کو اخبار ''نوید دکن'' میں شائع کرانے کا اہتمام کیا تھا، انہوں نے ہی اسفارِ حیدر آباد کی مجالس کو ''باتیں اُن کی یاد رہیں گی'' کے نام سے مرتب کر کے چھپوایا تھا۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک معتبر عالمِ دین نے اپنے مدرسہ کی تکمیلِ بخاری کے لیے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ سے فرمائش کی، حضرت رحمہ اللہ نے بخوشی قبول فرمایا، پھرانہوں نے ظہرانے کی بھی دعوت دی، اسے بھی قبول فرمالیا، عین جلسے سے پہلے ایک صاحب جو اہلِ علم میں سے تو نہ تھے اہلِ صلاح تھے، حضرتؒ کے معتقد ہو گئے تھے، اُن مولانا کی ایک کتاب لے کر آئے، اس میں کسی سیمینار میں پڑھا ہوا مقالہ دکھلایا جس میں انہوں نے مودودی صاحب کی تعریف کی تھی۔ حقیقت بس اس کی اس قدر تھی کہ انہوں نے کسی ادبی وعلمی سیمینار کے لیے استقبالیے میں سرزمینِ دکّن کی خصوصیات بتلاتے ہوئے بلا لحاظ مسلک ومشرب یہاں کی بڑی بڑی علمی شخصیتوں اور جامعات کا ذکر کیا اور اس میں مودودی صاحب کا بھی نام تھا۔ حضرت حکیم صاحبؒ کو مودودی صاحب سے اُن کی تحریروں میں موجود حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اصحاب عظام رضی اللہ عنہم کی شان میں ناروا تبصروں اور بے جا تنقیدوں کی وجہ سے للّٰہی بُغض تھا جیسا کہ تمام اکابر علماء کو تھا اور ہے، موصوف نے کچھ اس طرح مسئلے کو اٹھایا تھا کہ گویا وہ مولانا، مودودیُ الفکر ہیں، دیو بندیُ المسلک نہیں، یہ جان کر حکیم صاحب رحمہ اللہ کو جوش آ گیا، فرمایا ''ایسے عالم کے مدرسہ میں ہرگز نہیں جاؤں گا، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی کرنے والوں کی تائید کرتا ہے، میں اس کے ہاں ایک گھونٹ پانی پینے کے لیے بھی تیار نہیں ہوں''، چنانچہ جب وہ مولانا صاحب لینے کے لیے آئے تو آپ رحمہ اللہ نے منع فرما دیا اور وجہ بھی بتلا دی، انہوں نے کچھ اِصرار کیا اور پھر مایوس ہو کر چلے گئے، بدگمان بھی ہو گئے، ایک اخبار کے کالم نگار تھے تو اس میں اگلے ہی ہفتے ایک مضمون بھی لکھ دیا کہ بڑے بڑے علماء چغل خوری سے متأثر ہو جاتے ہیں، وغیرہ۔

میں نے اس واقعہ کو مضمون میں اس لیے شائع کر لیا کہ دو باتوں کی طرف قارئین کی توجہ مبذول ہو سکے، ایک تو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی غیرتِ مسلک اور حمیتِ صحابہ رضی اللہ عنہم جو اہلِ سنت کے ایمان کا ایک حصہ ہے۔ حضرت امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''ہم اصحابِؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اُن کا ذکر، خیر اور بھلائی کے ساتھ کرتے ہیں، اُن سے محبت کرنے والوں سے محبت اور اُن سے بُغض رکھنے والوں سے بُغض رکھتے ہیں'' حضرتؒ کا یہ فیصلہ عین ایمان کے مطابق تھا، (ہمارے اَکابر کو مودودی صاحب اور اُن کی جماعت سے ذاتی عناد کچھ نہیں، بس انبیاؑء وصحابہؓ کی شان

میں ہوچکی گستاخیوں کا اعتراف اور اُن کی تلافی نہ کرنے کی وجہ سے اِختلاف ہے اور شدید ہے۔)
دوسرے حضرتؒ تک یہ بات پہنچانے اور بلامشورہ وتحقیقِ کامل کے اُن عالم صاحب کومودودیت سے متہم کرنے والے صاحب کی جلد بازی و بے احتیاطی، کیونکہ اگرچہ انہوں نے کسی موضوعاتی مقالے کے ضمن میں علمی شخصیتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کئی غیر اہلِ حق علماء کا نام لیا تھا مگر وہ خود پختہ فکر دیوبندی تھے اور اُن کے مدرسہ میں خالص درسِ نظامی کی تعلیم ہوتی تھی، وہ حضرتؒ کی مجالس سے مستفید ہورہے تھے، اسی تاثیر کی بنیاد پر طلباء واساتذۂ مدرسہ کے نفع کو مدنظر رکھ کر انہوں نے یہ نظام بنایا تھا۔ ان صاحب نے اگر حضرتؒ سے ملنے سے قبل ہم لوگوں سے بھی مشورہ کرلیا ہوتا تو یہ ناخوش گوار صورت نہ بنتی، اگرچہ یہ مولانا چند برس بعد کراچی گئے اور حضرتؒ سے اپنی بدگمانی کی معافی بھی مانگ لی، مگراس وقت نوفارغ طلباء علماء اورعوام کا ایک بڑا مجمع حضرتؒ کے دردانگیز ومحبت خیز خطاب کوسن لیتا تو نہ معلوم کتنے بندگانِ خدا کواہل اللہ کی قدر معلوم ہوجاتی! كَانَ أَمْرُ اللّٰہِ قَدَراً مَّقْدُوْراً۔

کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ جن لوگوں کو بڑوں کا تقرب واعتماد حاصل ہوجائے اُنہیں دُوسروں کا تذکرہ کرنے میں بہت احتیاط وحزم سے کام لینا چاہئے، کیونکہ اَیسے مقامات پر اَدنیٰ بھول سے کبھی بڑا انقصان ہوجاتا ہے، بعض لوگ بزرگوں کے ہاں یہی کارنامے انجام دیتے ہوئے دِکھائی ہیں، گواُن کی نیت صحیح ہومگر عمل بہرحال ناپسندیدہ ہے۔ جس وقت حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو اپنی شوریٰ میں شامل فرمایا تھا تو حضرت عباسؓ نے اُنہیں بلاکر جن چار باتوں کی تاکید فرمائی تھی ان میں ایک یہ بھی تھی کہ اس تقرب سے فائدہ اُٹھاکر تم دوسروں کی شکایات اُن کے ہاں نہ پہنچاتے رہنا۔

ایسا ہی ایک واقعہ اُس وقت پیش آیا جب کہ حضرت حکیم صاحبؒ کے آخری سفر میں ہم خدام نے التجا کے ذریعے چار ضلعوں کے صدر مقامات پر حضرتؒ کے سفر طے کرالیے تھے، حضرتؒ بخوشی و بدل جمعی راضی تھے، تمام سرکاری کارروائیوں کی تکمیل کی گئی، ویزا الگ کرآ گیا، حضرتؒ بہت اچھے موڈ میں تھے، نہایت خوش گوار ماحول میں پہلا سفر شروع ہوا، ایک ایسے ہی مخلص مگر نادان صاحب نے ہم سے بہت اصرار کیا کہ میں حضرتؒ کی گاڑی میں قدموں میں بیٹھ کر چلنا چاہتا ہوں، ہم لوگوں نے بار بار اصرار کی وجہ سے انہیں بٹھادیا، ایک ساتھی سے معلوم ہوا کہ وہ راستے میں حضرتؒ کو یہ یاد دلاتے رہے کہ آپ کے شیخ نے گزشتہ سفر میں یہ کہا تھا کہ لوگوں کو یہیں آکر استفادہ کرنا چاہیے اور آپ کا نظام ایک ہی جگہ بنوایا تھا، اگر اُن کو معلوم ہوگا کہ آپ جگہ جگہ گئے ہیں تو وہ خفا نہ ہوجائیں، اور یہ اور وہ یہاں تک کہ حضرتؒ کی طبیعت میں اِنقباض اور تکدّر پیدا ہوگیا، وہاں پہنچتے ہی حضرت والاؒ نے ہم لوگوں کو بلاکر فرمادیا کہ بھائی! ہم کہیں نہیں جائیں گے، بس حیدرآباد ہی میں قیام رہے گا۔ ہم لوگ

صورتحال کو سمجھ چکے تھے، اس لیے سوائے تسلیم ورضاء کے اور کوئی صورت نہ تھی، لیکن بہر حال اس کا ملال تو اب بھی ہے کہ نہ معلوم اس اللہ والے کے قدم ان علاقوں میں پڑتے تو وہاں کتنا نفع اور فائدہ ہو جاتا اور بہت سے صلحاء جو غربت کی وجہ سے حیدرآباد تک نہیں پہنچ سکتے تھے وہ بھی زیارت وصحبت سے مشرف ہو جاتے، یہ صاحب نہ داعی تھے، نہ منتظم، نہ میزبان، انہیں اس کی ضرورت ہی نہ تھی مگر کچھ طبیعتیں ہوتی ہی ایسی ہیں، جن سے خیر کم اور ضرر زیادہ وجود میں آتا ہے۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکیٰ۔

الحمدللہ! حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کو حیدرآباد دکّن کے اسفار میں جی لگا تھا اور یہاں کے متعلقین سے اُنہیں قلبی وابستگی تھی، اس کا اندازہ کرنے کے لیے چند ایک کلمات کافی ہیں، جو انہوں نے اِس عاجز کے دعوت ناموں کے جواب میں لکھے تھے۔

ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

☆ ''مجی ومکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، دل سے حاضری حیدر آباد کا مشتاق ہوں، ویزا کی آسانی کی دعا کریں، پکا ارادہ ہے...... حکیم محمد اختر عفا اللہ عنہ''

☆ ''مزاج شریف! آپ کا محبت نامہ ملا، دل بہت خوش ہوا! دعا کیجئے کہ سفرِ ہندوستان کے لیے ویزا کی آسانی رونما ہو...........''

☆ ''مزاجِ گرامی! آپ کا محبت نامہ موصول ہوا! اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اپنی رحمت سے احقر کی اور آپ سب کی اصلاح تام فرمائے، آمین۔ آپ اور جناب معین الدین سلمہٗ اور جملہ احباب اے پی یاد آتے ہیں، لیکن ویزا کی دشواریاں سخت ہیں، ہند کا ویزا آفس اسلام آباد میں ہے، کراچی والوں کے لیے جانا سخت مشکل ہے، سب احباب سے صحت اور عمر کی برکت کے لیے دعا کی گزارش ہے''۔

☆ ''آپ کا مرسلہ احقر کا ''مجموعہ نعت شریف'' ملا، دل خوش ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین، آپ کی محبت اور یاد فرمائی سے قلب مسرور ہوا، ویزا یہاں سے ملنا سخت دشوار ہو رہا ہے، احقر خود آپ جیسے مخلص احباب سے ملاقات کا مشتاق ہے.......''

☆ ''آپ کا مرسلہ ''نذرانۂ عقیدت'' جو آپ نے طبع کیا ہے دیکھ کر دل بہت خوش ہوا، آپ کو بہت جزاک اللہ کہتا ہوں اور بہت دعا کرتا ہوں، فی الحال سفرِ ہندوستان میں ویزا وغیرہ کی بہت مشکلات ہیں، اور اب صحت بھی زیادہ اسفار کی متحمل نہیں، احقر کی صحت وعافیت، دینی خدمت اور شرفِ قبولیت کے لیے دعا کی گزارش ہے.........''۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کا جو آخری سفرِ ہند ہوا، تو اس میں حیدر آباد کا ویزا نہ لگ سکا، یہاں آنے کے بعد سعی کی گئی، جس میں برادرِ محترم جناب مولانا مفتی عبد المغنی صاحب مدظلہٗ کی بھی جد و جہد رہی، کافی عرصے سے وہ بھی حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کو خط و کتابت کے ذریعے آمادۂ سفرِ حیدر آباد کیے ہوئے تھے، بفضلہٖ تعالیٰ حیدر آباد شامل ہوا، اور جب حیدر آباد تشریف لائے تو مقامی عہدہ داروں کے ذریعے برادرِ محترم نے اے پی کے چار ضلعوں کو شامل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی تھی، گو اُن میں سے صرف ایک ہی جگہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تشریف لے گئے۔

اس آخری سفرِ حیدر آباد میں حضرت محی السنہ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کا نظم نہ بن سکا اس لیے وہ تشریف نہیں لائے، ہم لوگوں نے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ پر خوب ناز کیا، گویا ہم نے انہیں خوب تھکایا، بیانات بھی خوب کروائے، تفریحی پروگرام بھی بنائے، انہوں نے بھی ہمیں پدرانہ شفقت دی، اُن کی صحت تو الحمد للہ بہت اچھی تھی، البتہ بڑھاپا بہر حال تھا، مگر حضرت رحمہ اللہ نے والدِ ماجد رحمہ اللہ کی نسبت سے ہماری بہت رعایت فرمائی، اور ناز برداری فرماتے رہے، اللہ پاک انہیں اس محبت و شفقت کا بھرپور بدلہ عطا فرمائے، ہمارا ہر ہر رونگٹا اُن کا ممنونِ احسان ہے۔

ہم انہیں لے کر ایک دن یہاں کے ذخیرۂ آب ''عثمان ساگر'' گئے، کھانا پکانے کا سارا سامان ساتھ لے گئے، کچھ لوگ کھانا پکانے میں مشغول رہے، کچھ لوگ پانی کے کنارے بچھائے گئے فرش پر آپ کے ہمراہ ذکر و تلاوت میں مشغول رہے، جب آپ کی طبیعت خنک ہواؤں اور خوش گوار فضاؤں سے خوب کھل گئی اور نصائح کا سلسلہ شروع فرمایا، تو ارشاد ہوا کہ جو پکانے میں مشغول ہیں، انہیں بھی بلا لو، ایک بات بتاتا ہوں، جب سب آ گئے تو ارشاد فرمایا ''سمندر کا پانی اللہ پاک نے بہت مقدار میں بنایا ہے، لوگ ایک ملک کے ساحل سے دوسرے ملک کے ساحل تک ہزاروں میل کا سفر کرتے ہیں، مگر کوئی شخص یہ پانی پیتا نہیں، کیونکہ کڑوا ہوتا ہے، اسی طرح اس دنیا کو ایک سمندر سمجھو، ماں کے پیٹ سے قبر کے پیٹ تک اس ساحل سے اس ساحل تک چلے جاؤ، یعنی دنیا ہی میں زندگی گزارو، مگر دنیا کی محبت میں مبتلا ہو کر کوئی گناہ نہ کر بیٹھو، گناہوں کی محبت بالخصوص بدنگاہی کے برے نقصانات پر کافی دیر تک سمجھاتے رہے، پھر فرمایا کہ اب جلدی ناشتے کا بندوبست کرو، چنانچہ ساتھیوں نے ناشتہ تیار کر کے دسترخوان بچھایا، آپ تشریف لائے، ناشتے کے بعد واپس قیام گاہ پہنچ گئے۔

ایک دن ''زولاجیکل پارک'' لے گئے، جب اُس میں داخل ہوئے تو حکیم صاحب رحمہ اللہ نے روک کر فرمایا ''اللہ پاک نے جنہیں دیکھنے کی اجازت دے دی ہے، انہی کو دیکھو، جن کا دیکھنا منع ہے، ان پر ہرگز نظر نہ اُٹھنے پائے، جس مخلوق کو دیکھو حق تعالیٰ کی عظمت و قدرت کا تصوّر کر کے

سُبْحَانَ اللّٰہ کہو، نگاہوں کی حفاظت کرو، پھر دریافت فرمایا ظہر کی نماز کہاں ادا کی جائے گی؟ عرض کیا گیا کہ اندر مسجد ہے، اسی میں پڑھیں گے، تو فرمایا کہ راستے میں جو مسلمان ملیں، اُن سے کہو کہ ظہر کے بعد مسجد میں بیان ہوگا، آپ بھی ظہر مسجد میں ادا کریں، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ بڑی تعداد میں لوگ مسجد پہنچے، اُن کے ساتھ جو عورتیں تھیں، وہ بھی مسجد کے باہر لان میں اکھٹا ہوگئیں، حضرتؒ نے بعد نماز بہت مختصر مگر انتہائی مؤثر و پر درد بیان فرمایا، سب لوگ کہنے لگے ''آج کی تفریح یادگار رہے گی''۔

ایک دن میں نے مدرسہ کے لیے خریدی گئی زمین پر تشریف لے چلنے کے لیے کہا تو تیار ہوگئے، فجر کے بعد کا وقت طے ہوا تھا، یہ جگہ شہر سے کنارے وِیران پہاڑیوں میں تھی، ہم نے وہاں کچھ صفائی کروائی، ٹینٹ لگوئے، رات ہی سے کھانے وغیرہ کا نظم کیا، کچھ احباب کو جمع کیا، جب حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کو لے کر ہم وہاں پہنچے، تو صبح کا وقت تھا، ہوا و فضا خوش گوار تھی، حضرت رحمہ اللہ گاڑی سے اُتر کر ٹہلتے رہے، پھر احقر کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر اُوپر کی طرف چڑھنا شروع کیا، بہت اچھے موڈ میں تھے، ہم سب اُن کے تابناک اور متبسّم چہرے کو دیکھ کر پھولے نہیں سما رہے تھے، دھیرے دھیرے حضرت رحمہ اللہ اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے، ہم لوگوں کو کبھی وہاں تک چڑھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، چونکہ وہاں تک جانے کا کوئی نظام نہ تھا تو یوں ہی خالی ہاتھ پہنچے تھے، اوپر پہنچ کر حضرتؒ ایک چٹان پر بیٹھ گئے، جتنے لوگ ساتھ گئے تھے، وہ سامنے اِدھر اُدھر بیٹھ گئے، حضرتؒ نے ایک آیت کی تفسیر فرمائی، ایک حدیث کی تشریح کی، پھر مثنوی کا ایک شعر پڑھ کر اس کی وضاحت فرمائی، ہم غافل یوں ہی سنتے رہے، لیکن حضرتؒ نے اخیر میں فرمایا ''درسِ قرآن بھی ہوگیا، درسِ حدیث بھی اور درسِ تصوّف بھی، ان شاء اللہ اب یہاں سے یہ تینوں کام ہوتے رہیں گے''، پھر نیچے آ کر ناشتہ کیا اور حاضرین سے خطاب فرمایا۔ اب ان شفقتوں کو سوچ سوچ کر دل غم گسار اور آنکھیں اشک بار ہوئی جا رہی ہیں۔ حق تعالیٰ اُن کی بے حساب مغفرت فرما کر بلند درجات عطا فرمائے۔ آمین

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے ایک نظم اپنے شیخ حضرت محی السنہؒ کی شان میں کہی تھی۔

کیسی ظالم ہے تقریر، کیسی ظاہر ہے تحریر

یہ ہے آہوں کی تاثیر، یہ ہے نالۂ شب گیر

اُن کے آنے سے پہلے ہی اس کی کیسٹیں عام ہوگئیں تھیں، ایک بزرگ نے پیر دباتے ہوئے عرض کیا ''آپ کی نظم میں حضرت والا ہردوئی کی تحریر و تقریر کے لیے ظالم کا لفظ اچھا نہیں لگتا ہے''، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ نے برجستہ فرمایا ''ظالم! تجھے ظالم کے معنیٰ ہی نہیں معلوم'' شاعری میں پیاری اور محبوب شئے کے لیے بولا جاتا ہے، جیسے حسینوں کو بت کہہ دیا جاتا ہے۔

راقم نے اپنی مسجد میں بیان کی درخواست کی، قبول فرمائی اور بعد نمازِ عشاء تشریف لاکر طویل وعظ فرمایا، بعدازاں وہیں پر کھانے کا نظم کیا گیا تھا، تناولِ طعام فرمایا، حضرت محی السنہ مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ کی نسبت سے میں نے بنام ''فیضِ ابرار'' ایک مکتبہ قائم کیا ہوا تھا، دعا کے لیے عرض کیا تو اس میں تشریف لائے دعا فرمائی اور مجھے تاکیداً فرمایا ''دیکھو کوئی کتاب غیر معتبر یہاں سے نہ بکنی چاہیے، ہر کتاب معتبر علماء کرام کی منگاؤ، ورنہ جتنے لوگ غلط کتابیں یہاں سے لے جاکر پڑھیں گے اور بھٹکیں گے اُن سب کا گناہ اٹھانا پڑے گا'' الحمدللہ اس نصیحت پر آج تک عمل درآمد ہے۔

ایک دفعہ وہ کار میں بیٹھ گئے تھے، میں کچھ بات کرنے کے لیے سامنے آیا تو اُن کی نگاہ میرے ٹخنوں پر پڑی، جن کے قریب تک پائجامہ پہنچ گیا تھا، تو فرمایا ''آج کل سرحد پر بمباری ہورہی ہے، اس کے قریب بھی مت جاؤ'' میں کچھ نہیں سمجھا، پھر ہنس کر خود ہی فرمایا پاجامہ ٹخنے کے قریب بھی مت رکھو، نمایاں طور پر اونچا رکھا کرو! ''لَا تَقْرَبُوْا'' پر عمل کرنے میں ہی خیریت ہے، الحمدللہ وہ دن تھا اور آج کا دن اس ہدایت پر مسلسل عمل ہے، جب کہ یہ ملفوظ سنا کر کتنے اور لوگوں کا عمل صحیح کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔

ایک دن میں نے عرض کیا کہ حضرت! آج کیا کھانا پسند کریں گے؟ میر صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اِن سے پوچھو! یہ ماہرِ انواعِ اطعمہ ہیں۔ پھر خود ہی فرمایا کہ آج کباب کھایا جائے۔

ایک سفر میں ایک صاحب، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ سے بیعت ہوگئے تھے اور پورے سفر میں آپ کی خدمت میں رہے، حضرت رحمہ اللہ نے کسی نجی مجلس میں فرمایا تھا کہ ''گاؤں میں بعض اعزہ کی مالی مدد کو جی چاہا مگر میں خود سفر میں ہوں اس لیے کر نہیں پایا''، چونکہ واپسی سے قبل حضرت رحمہ اللہ کا دوبارہ وطن جانے کا نظام بھی تھا تو موصوف نے عرض کیا کہ ''حضرت! یہاں لوگ آپ کی تصنیفات حاصل کرنے کے لیے بے چین ہیں، ہندوستان میں چھپی بھی نہیں ہیں، میرا خیال یہ ہے کہ میں آپ کو پچاس ہزار روپے پیش کروں، آپ اسے جس طرح چاہیں استعمال فرمالیں، اتنی رقم کی اپنی کتابیں وہاں سے بھیج دیں، میں یہاں احباب میں اُن کو فروخت کرلوں گا، ہماری ضرورت بھی پوری ہوجائے گی، آپ کی اعزہ کے تعاون کی خواہش بھی پوری ہوجائے گی''، حضرت نے پہلی دفعہ میں تو نہیں دوبارہ سہ بارہ اصرار پر اس پیشکش کو قبول فرمالیا۔ جو بات اس واقعے میں عرض کرنا چاہ رہا ہوں، وہ یہ ہے کہ حضرت حکیم صاحب، نے اُن سے فرمایا، ''میں یہ رقم بطورِ قرض لوں گا اور اس کی جتنی رقم بنتی ہے، وہ آپ کی طرف سے مولوی حکیم محمد مظہر میاں سلمہٗ کے حوالے کرکے اس کی رسید آپ کو بھیج دوں گا، میرا آپ کا معاملہ اس پر ختم ہوجائے گا، کتب خانہ کے ذمہ دار وہ، آپ ان سے کتابوں

کی معاملت کرلیں، نرخ طے کرلیں، اور جو ترتیب بنتی ہے بنالیں، یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ میرے مرید ہیں اور دینی فائدہ مقصود ہے، اکثر خرید وفروخت میں طرفین کو کچھ نہ کچھ شکایت ہوجاتی ہے، جو بدگمانی اور ناگواری میں تبدیل ہوجاتی ہے، اگر آپ کو مجھ سے بدگمانی ہوجائے گی، تو آپ کا دینی نفع مسدود ہوجائے گا، اس لیے کتابوں کی معاملت اُن سے کرلیجیے، میں صرف رقم پہنچانے کا ذمہ دار رہوں گا'' سُبْحَانَ اللّٰہ! کیسی شفقت ومحبت ہے کہ مرید کی نظر اتنی باریک بین نہیں تھی کہ وہ ممکنہ نقصان اور محرومی کو سمجھ سکتی مگر شیخِ کامل نے اس پہلو کی طرف توجہ دلائی، وہ صاحب بھی حضرت رحمہ اللہ کے اس مخلصانہ وخیر خواہانہ مشورہ پر بہت مسرور ہوئے اور بخوشی قبول کیا سیکھنے کی چیز یہی ہے۔

ان سفروں میں حضرت رحمہ اللہ کا ایک معمول یہ ہوگیا تھا کہ جب بھی بیان میں مسنون ڈاڑھی کے اہتمام پر زور دیتے تو درمیان بیان میں ہی حضرتؒ کے خادمِ خاص ورفیقِ بااختصاص جناب محترم عشرت جمیل میر صاحب مدظلہٗ کو اسٹیج پر کھڑا کرکے اُن کی ڈاڑھی دکھاتے کہ اس طرح ہر طرف سے کم ازکم یک مشت ڈاڑھی رکھو، نیز قاضی صاحب نام کے ایک بزرگ کو حکم فرماتے تھے کہ وہ خاموشی کے فوائد سنائیں، اُن معمر بزرگوں کے فوراً تعمیلِ حکم کے لیے کھڑے ہوجانے کو دیکھ کر یہ سبق مفت میں مل جاتا تھا کہ بڑوں کے پاس کس طرح خود کو مٹا کر اور سراپا اطاعت بن کر رہنا چاہیے۔

حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ حیدرآباد سے ممبئی تشریف لے جارہے تھے، احقر نے حضرت حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی معروف ''کِتَابُ الْکَبَائِر'' کا اردو ترجمہ، تقریظ لکھنے کے لیے پیش کیا تو فرمایا ساتھ میں دے دیں، چنانچہ ساتھ لے گئے اور ریل ہی میں مطالعہ کرکے ریل ہی میں اس پر طویل مقدمہ تحریر فرمایا، احادیث وآثار اور کبائر کی تعریف وغیرہ سب حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے محض اپنے حافظے کی مدد سے لکھے تھے کیونکہ دستخط کے نیچے تحریر تھا کہ ''اثنائے سفر حیدرآباد تا ممبئی''۔

پورے سفر میں ہر اعتبار سے بہت برکات سامنے آئیں، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی شفقتوں نے بہت نوجوانوں کو مانوس کرلیا، بعض نوجوان تو تڑپ اُٹھتے تھے، کتنوں ہی نے غفلت کی زندگی سے سچی توبہ کی، کتنے لوگ اُن کے ہاتھ پر بیعت کرکے داخلِ سلسلہ ہوئے، جب واپسی کا دن آیا تو ہمارے قلوب پر جو گزر رہی تھی، لیکن صاف محسوس ہوتا تھا کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کا دل بھی بیٹھا جارہا ہے، سامان باندھا جارہا تھا ہم لوگوں کو طلب کرکے فرمایا ''دیکھو بھئی! ائیر پورٹ پر کوئی روئے گا نہیں، ورنہ مجھے بھی رونا آجائے گا، خوشی خوشی روانہ کرو، مجھ کو جانے دو'' اللہ اکبر! خود بھی غمِ جدائی سے نڈھال ہورہے تھے، اور فکر تھی تو ہمیں سمجھانے اور سنبھالنے کی، سوچتا ہوں کہ کوئی رشتہ داری تھی؟ کوئی خاندانی یا وطنی تعلق تھا؟ خون کا ساجھا تھا؟ وہ کیا چیز تھی جو ہمارے کلیجے نکلے

جارہے تھے؟ اور اُن کا دل بھی تڑپ رہا تھا، بس ایک دین کی نسبت تھی، جو سب نسبتوں اور رشتوں سے بڑھ کر تھی، پھر خیال ہوتا ہے کہ یہ نسبت بھی تو ہر جگہ ہوتی ہے، پھر ہر جگہ یہ تعلق واُنسیت کیوں نہیں پایا جاتا؟ ضمیر کہتا ہے رشتہ تو ہوتا ہے؟ مگر رشتہ کی معرفت وقدر نہیں ہوتی، تو اپنے پرائے ہوجاتے ہیں اور نسبت کی معرفت وقدر رہوتی ہے، تو پرائے بھی اپنوں سے بڑھ جاتے ہیں، اہل اللہ کے سینوں میں جو دل ہے وہ نسبت کی معرفت رکھتا ہے، ہمارے قلوب معرفت ہی سے محروم ہیں۔

الغرض حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تشریف لے گئے اور اپنی محبتوں کے انمٹ نقوش ہمارے قلوب پر چھوڑ گئے، کچھ دنوں بعد پھر ہم نے دعوتِ سفر کی سلسلۂ جنبانی شروع کی، مگر تقدیرِ خداوندی میں یہی سفر آخری قرار پاچکا تھا، پھر کوئی صورت نہ بنی، اس سلسلہ میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے جو معذرت فرمائی، وہ اس طرح تھی ''بوجہ ضعف وصعوبتِ سفرِ ہند کے، ہندوستان کے سفر کو ماہر قلب ڈاکٹر نے منع کیا ہے، آپ کے لیے دل سے دعا کرتا ہوں، محمد اختر عفا اللہ عنہٗ''۔

یہ صفر ۱۴۱۹ھ کی بات ہے، اسی سلسلہ میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ''ہمیشہ میں ہی آتا ہوں؟ آپ لوگ بھی تو یہاں آیئے، اس وقت سترہ ملکوں کے لوگ خانقاہ میں موجود ہیں'' یہ بات کچھ ایسی ادا سے فرمائی کہ میں نے کراچی جانا طے کرلیا، میں نے، برادرم محترم جناب مولانا مفتی صاحب اور جناب معین الدین صاحب نے دہلی جاکر درخواست داخل کی، جناب معین الدین صاحب کا ویزا تو لگ گیا، ہمیں ایک ماہ بعد رجوع کرنے کے لیے کہا گیا۔ وہاں سے ہردوئی گئے، حضرت محی السنہؒ کے سامنے ذکر آیا تو فرمایا ''مجھ سے کیوں نہ کہا تھا، آسانی سے انتظام ہوجاتا'' ادھر جب حضرت حکیم صاحبؒ کو کوشش ناکام ہونے کی اطلاع ملی، تو جواب میں تحریر فرمایا:

> ''محبت نامہ ملا، دل بہت مسرور ہوا، احقر کی صحت کاملہ کے لیے کی گئی آپ لوگوں کی دعا کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور جلد ظہور فرمائیں، ویزا نہ ملنے سے بہت افسوس ہوا، دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسان فرمائے اور جلد آپ سے ملاقات نصیب ہو، جملہ مقاصد حسنہ کے لیے دعا کرتا ہوں، والدِ مکرّم کی خدمت میں میرا سلام پیش کریں، اُن کے لیے دل سے دعا کرتا ہوں، اور اُن سے اپنے لیے دعاؤں کا طالب ہوں۔ محمد اختر عفا اللہ عنہٗ''۔

پھر اُس کے بعد تو دن بدن سرحدی کشاکش بڑھتی چلی گئی، حالات اس قدر دگرگوں ہوگئے کہ سفرِ پاکستان کا تصوّر بھی محال ہوگیا، جون ۲۰۰۸ء میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ عمرہ وزیارت کی غرض سے حرمین شریفین پہنچے تھے، راقم کو بھی اُسی زمانے میں سعادتِ عمرہ نصیب ہوئی، خوش قسمتی سے دیارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ سے آخری دیدار وملاقات بھی نصیب ہوگئی، مسجد

نبوی (ﷺ) سے قبلے کی جانب جو عمارت ''فنادق الحرم'' کے نام سے بنی ہوئی ہے، اس کے اس شُقّے میں جو گنبدِ خضراء کے بالکل متوازی تھا حضرتؒ قیام پذیر تھے، جسم مفلوج اور ضعیف ونحیف ہو چکا تھا، ایک خود کار پلنگ پر آرام فرمارہے تھے، روزانہ عصر بعد مجلس ہورہی تھی، حضرتؒ چار پائی پر اس طرح لیٹے ہوتے کہ داہنی کروٹ پلٹتے تو گنبدِ خضراء پر نظر پڑتی، بائیں دیکھتے تو مجلس میں جمع احباب ومتعلقین دکھائی دیتے، ایک عجیب منظر تھا، کبھی مسکراتے کبھی اشک بار ہوجاتے، بار بار گنبدِ خضراء کی طرف دیکھتے اور عشقِ نبوی (ﷺ) سے وارفتہ ہوجاتے، مسکراتے تو مرجھائے قلوب کی کلیاں کھل اٹھتیں، اور آب دیدہ ہوتے تو دلوں کی سنگلاخ وادی میں یادِ الٰہی وحبّ نبوی (ﷺ) کا سبزہ لہلاتا تھا۔

اختتامِ مجلس پر ہاتھ میں مائک دیا جاتا تو ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ'' فرماتے تھے اس آواز کو سن کر تمام حاضرین جھوم اٹھتے تھے، ایک دن سلام کے بعد مسکراتے ہوئے اتنا جملہ اور بڑھا کر کہ ''میں حکیم محمد اختر بول رہا ہوں'' پورے ہال پر وجد طاری فرمادیا اور خوشیوں کی مٹھاس گھول دی، ایک دن اُن کے پوتے جناب صاحبزادہ مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب زید مجدہٗ مجلس میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کا وعظ سنانے کھڑے ہوئے تو پہلے اعلان کیا کہ ''یہ سیدی ومرشدی وجدّی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہٗ کا ہے'' تو حضرت ''جدّی'' کے لفظ سے بہت محظوظ ہوئے، دومرتبہ پھر سے کہلوا کر سنا اور مسکراتے ہوئے آنسو بہاتے رہے۔

اس سفر میں جب احقر نے ملاقات ومصافحہ کیا تو جناب بھائی معین صاحب نے نام لے کر تعارف کرایا، حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے لڑکھڑاتی زبان سے فرمایا ''میں اچھی طرح جانتا ہوں، اِن کو بھی اِن کے والد کو بھی'' میرے ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی تھی، اُس کو محسوس کیا تو ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا ''ہمارے بزرگوں کا معمول نہیں رہا ہے، اس کو اُتار کر اہلیہ کو دے دو'' احقر نے فوراً نکال دیا اور عرض کیا ''آئندہ خیال رکھوں گا''، فرمایا ''ٹھیک ہے''۔

بس یہ زندگی کی آخری زِیارت اور ملاقات تھی، اب دل اُن بزرگوں کو یاد کرکے ترستا ہے، آنکھیں اُن کے نورانی چہروں کو دیکھنے اور کان اُن کے پاکیزہ بول سننے کو تڑپ جاتے ہیں، مگر اب بجز اِس دعا کے اور کوئی تسلی نہیں کہ الٰہی! کچھ ایسا کرم فرمادے کہ ہم جنت میں بھی جائیں اور تیرے نیک بندوں کی صحبت بھی نصیب ہو۔

احب الصالحین ولست منهم لعل اللّٰه یرزقنی صلاحا

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۞ (بشکریہ ماہنامہ اشرف الجرائد انڈیا، جولائی اگست ۲۰۱۳ء)

ایک صدی کی تاریخ کا خاتمہ

مولانا ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی صاحب ندوی
خلیفہ مجاز حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مدرسہ امدادیہ مرادآباد، یوپی (انڈیا)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں ایسا دریائے فیض رواں تھا جس سے برصغیر ہی نہیں، یورپ وافریقہ وغیرہ تک اہلِ ایمان مستفید ہورہے تھے، حضرتؒ نے اس پرفتن و پرآشوب دور میں اپنی ۹۰ ر سالہ طویل مبارک عمر میں خالص سنت کی پیروی سے آراستہ اور ہر قسم کے انحراف اورغل وغش سے پاک فہم دین کو عملی شکل میں مجسم کر کے دکھایا اور اپنی گفتار وکردار، صورت وسیرت، تعلیم وتربیت ہر چیز کے ذریعے شریعت وطریقت کے حسین متوازن اور جامع امتزاج کو عام فرما کر اپنے اکابر بطورِ خاص حضرت تھانویؒ کے فیض کو زندہ وجاوداں رکھا، اس لیے حضرتؒ کی وفات صرف کسی ایک فرد کی وفات نہیں؟ بلکہ پورے عہد، اس کے مشعل راہ بننے والے مزاج ومذاق اوراس کے روشن امتیازات وخصوصیات کا خاتمہ ہے۔ بقول شاعر ؎

وما کان قیس هلکه هلک واحد
ولکنه بنیان قوم تهدما

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات

والد صاحبؒ کی حضرت والاؒ سے محبت:

اکلوتے اور ہونہار ہونے کی وجہ سے آپ والدِ ماجدؒ کے منظورِ نظر تھے، آپؒ کی مجالس میں شرکت کرنے والوں نے بارہا یہ مناظر دیکھے کہ والدِ ماجد کی محبتوں اور شفقتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ پر گریہ طاری ہوجاتا تھا ایک موقع پر فرمایا:

''جب میں اِلٰہ آباد طبیہ کالج سے چھٹیوں میں سلطان پور (جہاں والد صاحب بسلسلۂ ملازمت مقیم تھے) جاتا تھا تو ابا جان ایک مہینہ پہلے ہی سے سرمہ لگاتے تھے تاکہ آنکھوں کی روشنی بڑھ جائے، تو اپنے بیٹے کو اچھی طرح دیکھوں گا (حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے روتے ہوئے فرمایا کہ) جب میری ریل اسٹیشن پر پہنچتی تھی تو ابا للچاتی نظروں سے ڈبوں میں دیکھتے تھے کہ میں نظر آجاؤں اور ابا

کنویں سے ڈول میں پانی بھر کے مجھے خود نہلاتے تھے، حالانکہ میں بڑا ہوگیا تھا، کالج میں طب پڑھ رہا تھا مگر باپ کی محبت ایسی تھی‘‘۔ (پردیس میں تذکرۂ وطن، ص۴۰۳، ۴۰۴)

حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی تعلق:

حضرتؒ کے محبّ خاص جناب الحاج محمد الیاس صاحب قریشی دہلوی نے اپنا یہ چشم دِید واقعہ سنایا کہ ۱۹۵۸ء میں حضرت پھول پوریؒ ہمارے گھر واقع کوچہ مہر پرور دہلی تشریف لائے، اُن کے ہمراہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم بھی تھے، حضرت حکیم صاحب کے عنفوانِ شباب کا زمانہ تھا، شدید سردی کا موسم تھا، میری والدہ حیات تھیں اور وہ بھی بوڑھی تھیں، والد صاحب پہلے ہی فوت ہوچکے تھے، حضرت پھول پوریؒ نے مجھ سے فرمایا کہ اپنی والدہ سے کہہ دیں کہ عشاء کے وقت ہی تہجد کے وضو کے لیے پانی گرم کرکے دے دیا کریں، رات کو اٹھنے کی بالکل تکلیف نہ کریں، محمد اختر خود انتظام کرے گا، چنانچہ روزانہ لوہے کے ایک برتن میں پانی گرم کرکے دے دیا جاتا، جسے حکیم صاحب دامت برکاتہم گہرے خاکی رنگ کے کمبل میں لپیٹتے اوراس کو اپنے پہلو میں رکھ لیتے اوراوپر سے لحاف اوڑھ لیتے، تاکہ اُن کے جسم اور لحاف کی گرمی سے پانی ٹھنڈا نہ ہو اور رات بھراسی طرح اسے لیے ہوئے نہ معلوم کس طرح سوتے، اورتہجد کے وقت جب حضرت پھول پوریؒ اٹھتے تو پانی گرم ہوتا اور حکیم صاحب دامت برکاتہم اپنے شیخ کو وضو کراتے، جناب محمد الیاس صاحب قریشی فرماتے ہیں کہ کافی دن حضرتؒ ہمارے گھر رہے، اور میں روزانہ یہ منظر دیکھتا تھا اور مجھے بڑی حیرت ہوتی تھی۔

بقایا شیوخؒ سے تعلق:

اہل اللہ اور بطورِ خاص اپنے مرشدین سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق و محبت اور عقیدت کا کیا رنگ تھا، خود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیے، فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ایک نعمت کو بطورِ شکر تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرتا ہوں اور فخر اور جاہ سے پناہ لیتا ہوں، جب میں بالغ ہوا تو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے، اُن کی صحبت میں تین سال رہا، اس کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا تو اُن کی صحبت میں سترہ سال رہا، اُن کے اِنتقال کے بعد حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم کی صحبت میں ابھی تک ہوں پچاس پچاس دن اُن کی صحبت میں رہا ہوں اب بھی باقاعدہ خط وکتابت کرتا ہوں، ہر ہفتہ ایک خط بھیجتا ہوں، یہاں (افریقہ) آنے سے چھ سات دن پہلے ایک خط کراچی سے بھیجا تھا اور یہاں آتے ہی دوسرا خط چلا گیا اور خط میں کیا مضمون

ہوتا ہے؟ کہ میں آپ کی دعاؤں اور توجہ کا سراپا محتاج ہوں، تاکہ شیخ یہ نہ سمجھیں کہ اب اختر کو لوگ بہت ماننے لگے تو مجھ کو بھول گیا، یاد رکھو! شیخ کٹ آؤٹ ہے اگر شیخ اپنی توجہ کا کٹ آؤٹ ہٹالے تو مرید چاہے کیسا ہی ہو گیٹ آؤٹ ہو جائے گا، اس لیے شیخ کا احسان کبھی نہیں بھولنا چاہیے۔ مجھ کو تین دریاؤں کا پانی ملا ہے، دریائے مولانا محمد احمد صاحبؒ، دریائے مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ، دریائے مولانا ہردوئی دامت برکاتہم۔ جب دریا ملتے ہیں تو پاٹ چوڑا ہو جاتا ہے، سب میرے بزرگوں کا فیض ہے، میرا کوئی کمال نہیں، بس اللہ کی رحمت کا ہارا ہے، اپنے اعمال کا کوئی سہارا نہیں ہے، اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ بخش دیا جاؤں گا، اپنے عمل سے بخشش نہیں ہوگی، یہ تحدیث نعمت ہے''ولا فخر یا ربی''کوئی فخر کی بات نہیں مگر یہ اللہ کا فضل ہے۔ امید ہے کہ اگر عالم میں آپ تلاش کریں تو اتنی صحبت پانے والے کم ملیں گے، کوئی چھ مہینہ، کوئی سال بھر، کوئی پانچ سال، مگر تینوں بزرگوں کی صحبت ملا کر بہت عرصہ ہو جاتا ہے شیخ کی نعمت بڑی نعمت ہے''۔ (پردیس میں تذکرۂ وطن، ص۲۴، ۲۶)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا خاص امتیاز:

بدنظری، بے حیائی، بدکاری، عشق مجازی، حسن پرستی، فحاشی اور عریانیت کے فتنے سے اُمت کو آگاہ اور ہوشیار کرنا حضرتؒ کا خاص امتیاز ہے، حضرتؒ نے اپنی فراست وبصیرت سے اس فتنے کی قہر سامانیوں کو محسوس کیا، اور اپنے بے شمار مواعظ وملفوظات میں اس موضوع پر خوب خوب روشنی ڈالی، اور اپنی تمام عام وخاص مجالس میں اس طرف توجہ دلاتے رہے، اور بلا شبہ ہزاروں افراد کو اُن کے ذریعے توبہ واصلاح کی توفیق نصیب ہوئی، واقعہ یہ ہے کہ اس موضوع پر حضرتؒ کی تمام تحریرات ومواعظ کا ایک مکمل مجموعہ تیار کیا جائے تو ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت اختیار کرسکتا ہے، فی الواقع یہ تحریریں اس قابل ہیں کہ انہیں انفرادی طور پر بار بار پڑھا جائے اور اجتماعی طور پر انہیں سنایا بھی جائے اور اُن کا مذاکرہ کیا جائے۔ احقر کے دل میں بھی ان کی برکت سے اس موضوع پر کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوا، جس نے ایک ضخیم کتاب''اسلام میں عفت وعصمت کا مقام'' کی شکل اختیار کی، یہ کتاب حضرتؒ کے دعائیہ کلمات سے مزین ہے، اور اسے ہر حلقہ میں سراہا اور قبول کیا گیا۔ فللّٰہ الحمد۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا خاص امتیاز:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک امتیازی خصوصیت مواعظ ومجالس اور ملاقاتوں میں خوش طبعی، ظرافت، ومزاح، ایمان اور سبک رفتاری کے ساتھ سوز، تاثیر اور درد کا بے نظیر اجتماع وامتزاج تھا، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات کے مجموعوں کا مطالعہ کرنے والے اس خصوصیت کا باآسانی

اندازہ لگا سکتے ہیں اور حضرتؒ کی پاکیزگی قلب اور صفائے باطن کا کچھ ادراک کر سکتے ہیں، حضرت والاؒ کمالِ تقویٰ کے جس مقامِ عالی پر فائز تھے اس کی طرف اشارہ کے لیے یہ دو واقعات کافی ہیں:۔

(۱) افریقہ میں سمندر کے کنارے اکثر لوگ نیم برہنہ لباس میں سن باتھ لیتے ہیں، دور کنارے پر ایسا شبہ ہوا کہ شاید وہاں یہ لوگ ہوں تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے متنبہ فرمایا کہ ادھر نہ دیکھو کیونکہ ناف سے گھٹنے تک ستر ہے، جس کا دیکھنا حرام ہے، چاہے مسلمان ہو یا کافر۔ بنگلہ دیش میں مچھلی والوں کو مچھلیاں پکڑنے کے لیے بلایا گیا جو کافر تھے، وہ لنگوٹ باندھے ہوئے مچھلیاں پکڑ رہے تھے، اور وہاں کے سب علماء بھی دیکھ رہے تھے، میں نے کہا کہ یہ کافر تو ستر چھپانے کے مکلّف نہیں ہیں ٹانگ کھولنا اُن کے لیے گناہ نہیں ہے، کیونکہ کافر ہیں، اور ایمان ہی نہیں لائے ہیں تو جب کُل نہیں تو جُز کا کیا تلاش کرنا لیکن مسلمان کا ان کے کھلے ہوئے ستر کا دیکھنا جائز نہیں ہے تو کہنے لگے کہ پھر کیا کریں کیونکہ یہی لوگ تو مچھلیوں کا شکار جانتے ہیں میں نے کہا کہ ان کو ایک ایک لنگی تھوڑی دیر کے لیے دے دو کہ ناف سے گھٹنے تک چھپالیں جب شکار کر چکیں تو اپنی لنگی واپس لے لو اگر توفیق ہو تو ان کو ہدیہ کر دو غریب ہیں اس طرح مسلمانوں سے قریب ہو جائیں گے۔ اس بات پر خیال آیا کہ نومسلموں کی تالیف قلب کے لیے یعنی ان کا دل خوش کرنے کے لیے ان کو ہدیہ دینا، خیریت پوچھنا، اُن سے محبت کرنا سب عبادت ہے ''والمؤلفة قلوبهم'' اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ جو نیا نیا اسلام لائے اس کی تالیف قلب کرو، اس کا دل خوش کرو، تاکہ وہ اسلام سے اور قریب ہو جائے، مولانا عبد الحمید صاحب نے عرض کیا کہ ماریشیس میں بھی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی کیا تھا، کشتی چلانے والا نیکر پہنے ہوئے ٹانگیں کھولے ہوئے تھا، آپ نے اس کو لنگی بھی دی، اور ہدیہ بھی دیا ہم لوگوں کو خیال بھی نہیں تھا کہ اس کو دیکھنا حرام ہے، آپ نے توجہ دلائی۔ (پردیس میں تذکرۂ وطن ص ۱۵۹)

(۲) ایک نوجوان جس کے چہرے پر داڑھی گھنی نہیں تھی، حضرتؒ نے بوجہ تقویٰ ان کو پاؤں دبانے سے منع فرما دیا تھا، وہ حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ آپ اطمینان رکھیں ان شاء اللہ، اللہ آپ کے خدمت نہ کرنے سے زیادہ راضی ہوگا، کیونکہ میں نے اللہ کے لیے احتیاطاً یہ فیصلہ کیا کہ میرے نفس کو کوئی مزہ نہ آجائے، جیسے کوئی عمارت گر جائے، اور کھنڈر رہ جائے اور کھنڈر بزبانِ حال کہہ رہا ہو یہاں عمارت عظیم تھی تو اس کھنڈر کا دیکھنا بھی جائز نہیں جب گال ڈاڑھی سے بھر جائے گا تو ڈاڑھی سے دوستی گاڑھی ہوتی ہے، اس وقت دیکھنے میں حرج نہیں، اور جب تک اللہ کی دوستی میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو اس وقت تک احتیاط کرو، اور نہ دیکھو اس لیے احتیاط کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے لیے دیکھتا ہوں اور اللہ کے لیے نہیں دیکھتا، آنکھیں اللہ کی بنائی ہوئی ہیں جہاں انہوں نے فرمایا دیکھو،

وہاں دیکھتا ہوں، جہاں منع فرمایا وہاں نہیں دیکھتا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، اس کی توفیق کا شکرگزار ہوں جن کے گال بالکل صاف ہیں، اُن کی طرف دیکھتے ہوئے ڈر لگتا ہے، کہ کہیں میرا نفس شرارت نہ کر جائے، شرارت دل میں ہوسکتی ہے، کیونکہ جو شیخ ہوسکتا ہے وہ زبان سے ظاہر شرارت نہیں کرسکتا، اس لیے احتیاط کرنا چاہیے ''المتقی من یتقی الشبهات'' (متقی وہ ہے جو شبہِ گناہ سے بھی بچے) نفس بہت ہی شریر ہے، اس کے مکر سے وہی بچ سکتا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہو، ورنہ بہت بڑے بڑے پڑھے لکھے اور شریف لوگ نفس کی چال میں آجاتے ہیں۔ (پردیس میں تذکرۂ وطن ص۱۵۹)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا تیسرا خاص امتیاز:

حضرتؒ کا ایک نمایاں امتیاز قرآن اور معارفِ قرآن سے خاص ربط، تعلق اور شغف تھا، ہر مجلس اور ہر وعظ میں یہ قرآنی رنگ بالکل نمایاں رہتا تھا، بطور خاص علامہ آلوسی کی تفسیر روح المعانی گویا آپ کو حفظ تھی، بکثرت اس کی عبارتوں کا حوالہ دیتے تھے، لمبے لمبے پیراگراف روانی سے پڑھتے چلے جاتے تھے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا چوتھا خاص امتیاز:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ایک اہم چیز یہ بھی ہے کہ آپ کی طرف سے آپ کے خلفاء ومتعلقین، ومنتسبین کی براہِ راست نگرانی فرمائی جاتی رہی، اور ہر ہر قدم پر اُن کی تربیت ہوتی رہی، چنانچہ دنیا کے مختلف خطوں میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء حضرتؒ کے مشن کو حضرتؒ کی تربیت کے مطابق انہیں اصولوں پر آگے بڑھانے میں منہمک ہیں۔

احقر کا حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق:

احقر راقم الحروف اسے اپنے لیے توفیقِ الٰہی اور عظیم سعادت باور کرتا ہے کہ اُسے اپنے والدِ ماجد حضرت مولانا محمد باقر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے خاص مناسبت ومحبت تھی اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اُنہیں اِجازت وخلافت بھی مرحمت فرمائی تھی) کی توجہ فرمائی اور تاکید کے نتیجہ میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات، زِیارت، مجالس میں شرکت پھر بیعت واِرادت اور اِنتساب وتعلق کا خاص الخاص شرف میسر آیا۔ متعدد بار، کئی کئی دن تک خانقاہ میں حاضری، معمولات میں شرکت اور حسب ظرف واِستعداد، خوب خوب اِستفادے کی سعادت نصیب ہوئی، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی محبتیں اور عنایتیں بھی سمیٹیں اور خدمتِ حدیث کی نسبت سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خاص توجہ بھی پائی اور اللہ شاہد ہے کہ دل نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بے حد کشش محسوس کی۔

حضرت پر فالج کا حملہ ہوا جس کا اثر وفات تک رہا مگر حضرت مجسم صبر و رضاء بالقضاء رہے۔
اسی دوران ایک دفعہ حضرت کے خلیفہ اور ممتاز شاعرِ معرفت خالد اقبال تائب صاحب نے ایک مرتبہ حضرتؒ کی خدمت میں عشاء کے بعد اپنا وہ کلام پڑھا جس میں حضرت کے لیے شفا مانگی گئی، جس کا مطلع یہ ہے۔

میرے مرشد کو مولا شفاء دے
اور نشاں تک مرض کا مٹا دے

تائب صاحب خود بھی رو رہے تھے، سامعین بھی رو رہے تھے، اور سب حضرت کو ترحمانہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، تو حضرتؒ نے یہ بات شدت سے محسوس فرمائی جب کلام ختم ہوا تو ڈانٹ کر فرمایا کہ: مجھے رحم کی نگاہوں سے نہ دیکھو میں تو پہلے سے زیادہ وی آئی پی ہو گیا ہوں، کیونکہ ایک حدیث قدسی میں آتا ہے کہ ''اللہ کے سامنے ایک بندہ پیش ہوگا، اللہ اُس سے پوچھے گا کہ اے بندے! جب میں بیمار تھا تو نے میری عیادت کیوں نہ کی؟ تو بندہ عرض کرے گا کہ اے اللہ! آپ تو بیمار ہونے سے پاک ہیں۔ تو اللہ فرمائیں گے کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا، اگر تو اُس کی عیادت کرتا تو مجھے بھی وہیں پاتا''۔
بالآخر طویل علالت کے بعد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ۔ فتنوں اور معاصی سے لبریز ماحول میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے وجود بابرکت سے محرومی کا المناک حادثہ، ایسا لگتا تھا کہ اُمت گھرے سائے سے محروم ہو کر تیز دھوپ میں آ گئی ہو، نہ جانے کتنے دلوں نے محسوس کیا ہوگا کہ غفلتوں اور گناہوں کی ظلمتوں میں حق کی روشنی بکھیرنے والی شمع گل ہو گئی ہے، اور دور تک صبح کے آثار نظر نہیں آ رہے ہیں۔

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

حضرت کے ساتھ تقریباً پوری ایک صدی کی تاریخ رخصت ہو گئی، وہ بیک وقت راسخ العلم، عالمِ ربانی، عارفِ حقانی، مصلحِ مثالی، طبیب جسم و رُوح، مربیِ کامل، شاعرِ درد و محبت و معرفت، مؤثر واعظ و ناصح، قرآن و سنت اور دین کے مستند شارح و ترجمان تھے۔ اللہ نے اُن کی ذات میں ایک عالم جمع کر دیا تھا۔

ولیس علی اللّٰہ بمستنکر
أن یجمع العالم فی واحد

نہ جانے کتنے پتھر آپ کی تراش سے کندن اور ہیرا بنے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ان بابرکت اور

مقدس ہستیوں میں تھے، جن کا صرف وجود ہی نامعلوم کتنے فتنوں کے لیے آڑ ثابت ہوتا ہے، پسماندگان میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادۂ گرامی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف اور حقائق و حکم کے امین اور حضرتؒ کے مشن کے وارث مخدوم محترم حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم (جن کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں ہی سارے کام سونپ دیئے تھے، اور اپنے تمام منتسبین ومتعلقین کو اُن کی طرف رجوع ہونے کی تاکید فرمادی تھی) اور حضرت کے احفاد کے علاوہ سینکڑوں خلفاء (جن میں ایک بڑی تعداد راسخ العلم، افاضل علماء کی ہے) ومنتسبین ہیں۔ جن کے ذریعے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فیض بحمد اللہ پھیل رہا ہے اور ان شاء اللہ پھیلتا رہے گا کہ ؎

ہر گز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوامِ ما

اللہ عزوجل حضرت والا قدس سرہٗ کی بال بال مغفرت فرمائے، اُن کے درجات عالی فرمائے اور اُن کی خدمات کی شایانِ شان جزا اپنی بارگاہِ رحمت سے عطا فرمائے۔ آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

نذرانۂ عقیدت

اے چراغِ رہروانِ راہِ عشق — اے امیرِ کاروانِ راہِ عشق
اے سراپا صاحبِ صدق ویقیں — آفتابِ عشقِ ربّ العالمین
می دہد در حسرتِ دیدار تو — جانِ من اے اخترِؔ پاکیزہ خُو

(نتیجۂ فکر: سید منصور غوری منصوؔر، انڈیا)

نذرانۂ عقیدت

اے نفیرِ نالہائے عاشقاں — اے نوائے رازِ دردِ عارفاں
اے امامِ سالکانِ راہِ حق — تو نے عبرت کا دِیا مجھ کو سبق
پہنچا جس دم نامۂ عالی ترا — سرندامت سے سراسر جُھک گیا
کیا کہوں اخلاقِ اخترؔ کیا کہوں — کس زباں سے میں ثنا تری کروں
یاد آئی تُجھ کو میری اے حبیب — اس کرم سے سرنگوں ہے یہ غریب
تُو کہاں اور میں کہاں اے آفتاب — مجھ گدا کو جو کیا تُو نے خطاب

(نتیجۂ فکر: سید منصور غوری منصوؔر، انڈیا)

آہ........حضرت مولانا حکیم اختر صاحب بھی چل بسے

مولانا محمد صدیق ارکانی صاحب
سابق استاذ حدیث جامعہ اشرف المدارس کراچی

مؤرخہ ۲۳؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲؍جون ۲۰۱۳ء شب پیر اطلاع ملی کہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئیؒ کے خلیفۂ مجاز، حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ وحضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھول پوریؒ کے صحبت یافتہ، جامعہ اشرف المدارس کراچی کے بانی حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ انتقال فرما چکے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت حکیم صاحبؒ ماہر حکیم، جید عالم دین، قابلِ تقلید شاعر، غیر متنازع فیہ پیر اور بہت سی کتابوں کے مؤلف تھے، اُن کی پوری زندگی اُمت کی اصلاح، مسترشدین و مریدین کی تربیت، اصلاح باطن اور تزکیۂ نفس میں گزری ہے، آپ اس آیت کے مصداق تھے۔ ''وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْناً وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجَاھِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا''۔ اُن کے وجود باسعود اور وعظ ونصیحت سے ہزاروں لوگوں کی زندگی میں تبدیلی آئی اور سینکڑوں کی کایا پلٹی، اُن کی موت سے اُمتِ مسلمہ ایک عظیم الشان مصلح اور مربی سے محروم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

سن ولادت اور طبیہ کالج میں تعلیم: یوپی انڈیا کے مشہور شہر پرتاب گڑھ میں محمد حسین نامی ایک سرکاری ملازم کے گھر میں ۱۹۲۳ء کو ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام ''محمد اختر'' رکھا گیا، جب کہ اُن کی دو بہنیں بھی تھیں، چونکہ اُس لڑکے سے اللہ کو کام لینا تھا اس لیے یہ علاقے کے مکتب میں داخل ہوئے۔ اور ابتدائی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد مزید تعلیم کے لیے طبیہ کالج اِلہ آباد کا رُخ کیا اور وہیں دینی تعلیم کے ساتھ حکمت پر بھی دسترس حاصل کی، یوں حکیم صاحب کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حکیم صاحبؒ اور حضرت پرتاب گڑھیؒ: ابھی حکیم صاحبؒ کی عمر چودہ پندرہ سال کی ہوگی کہ انہیں اندازہ ہوا کہ راہِ راست پر چلنے اور ہدایت یافتہ ہونے کے لیے کسی اللہ والے کی صحبت ضروری

ہے، یہ سوچ کر مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کم عمری میں صحبت وخدمت کا شرف حاصل کیا، حضرت پرتاب گڑھیؒ، مولانا شاہ بدر علی رائے بریلیؒ خلیفہ حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مراد آبادیؒ، خلیفہ حضرت شاہ محمد آفاق مراد آبادیؒ (متوفی ۱۲۵۱ھ/۱۸۳۵ء) کے خلیفہ ہیں، اور حضرت شاہ محمد آفاق مراد آبادیؒ حضرت شاہ ضیاء اللہؒ کے اور وہ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ (متوفی ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء) کے خلیفہ ہیں۔ حضرت پرتاب گڑھیؒ قابلِ ذکر مصلح اور بہترین شاعر تھے، اُن کے اشعار اور پُرسوز کلام کا مجموعہ بنام ''عرفانِ محبت'' طبع شدہ ہے، اور عرفانِ محبت کے اَشعار کی شرح ''فیضانِ محبت'' کے نام سے طبع شدہ ہے، جب کہ اُن کے بیانات اور تقاریر کا مجموعہ بنام ''روح البیان'' دو حصے کتابی شکل میں موجود ہیں۔ غالباً حضرت حکیم صاحبؒ نے ۱۹۴۰ء تک ان کی خدمت میں رہ کر خوب فیض حاصل کیا۔

حکیم صاحبؒ اور حضرت پھول پوریؒ: غالباً حکیم صاحبؒ ۱۹۴۰ء میں مولانا عبد الغنی پھول پوریؒ (متوفی ۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ/۱۲ اگست ۱۹۶۳ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بیعت کی سنت ادا کی، حضرت پھول پوریؒ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ ہیں، حضرت حکیم الامتؒ کی ہدایت پر انہوں نے ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء میں مدرسہ روضۃ العلوم اور ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء میں مدرسہ بیت العلوم قصبہ سرائے میر کی بنیاد رکھی، مؤخر الذکر مدرسہ میں دورۂ حدیث تک تعلیم ہوتی تھی۔

بہر حال حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ صاحبؒ سولہ سترہ سال کی عمر میں غالباً ۱۹۴۰ء میں حضرت پھول پوریؒ سے بیعت ہوئے، اور اصلاح باطن کے ساتھ مدرسہ بیت العلوم میں ظاہری علوم بھی حاصل کرتے رہے، چار پانچ سال حکیم صاحبؒ نے یہاں تعلیم حاصل کی اور بخاری شریف کا معتد بہ حصہ حضرت پھول پوریؒ سے پڑھا، یوں ظاہری علوم سے فراغت پائی، اس دور میں حکیم صاحبؒ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا اور حضرت پھول پوریؒ کی اہلیہ محترمہ بھی وفات پا چکی تھیں، اس لیے حضرت حکیم صاحبؒ نے حضرت پھول پوریؒ کو اپنی والدہ کا پیغام نکاح پہنچایا، اور حضرت پھول پوریؒ نے یوں فرما کر منظوری دی کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے بھی اپنے شاگرد امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کی والدہ سے نکاح کیا تھا، بہر حال اس طرح حضرت پھول پوریؒ حضرت حکیم صاحبؒ کے استاد ومرشد کے ساتھ والد بھی بن گئے۔ حکیم صاحبؒ نے مسلسل سولہ سترہ سال تک حضرت پھول پوریؒ کی شب وروز اور سفر وحضر میں خدمت کی اس مدت طویلہ میں حضرت پھول پوریؒ نے مختلف النوع مجالس میں جو بیانات، ملفوظات اور ارشادات فرمائے اُن کو حکیم صاحبؒ نے قلم بند فرمایا اور معرفت الٰہیہ ومعیت الٰہیہ نامی دو موٹی موٹی کتابوں میں دریا سمو دیا۔ یہ دونوں کتابیں دستیاب ہیں۔

چونکہ حضرت مولانا حکیم صاحبؒ حضرت پھول پوریؒ کے مرید وشاگرد کے ساتھ

صاجزادے بھی ہوئے اس لیے شاید تہمت سے بچنے کے لیے حضرت پھول پوریؒ نے حضرت حکیم صاحبؒ کو باقاعدہ خلافت نہ دی ہو، اس لیے حضرت پھول پوریؒ کے خلفاء کی فہرست میں حضرت حکیم صاحبؒ کا نام مبارک نہیں ہے، (معرفت الٰہیہ ص/۵۶) بہرحال سولہ سترہ سال تک مسلسل خدمت کرنا بے حد غیر معمولی بات ہے اور پھر حضرت پھول پوریؒ حضرت حکیم صاحبؒ سے خوش بھی رہے۔

حکیم صاحبؒ وحضرت ہردوئیؒ اور چند متفرق واقعات: ۱۲/اگست ۱۹۶۳ء کو حضرت پھول پوریؒ کے انتقال پُر ملال کے بعد حکیم صاحبؒ نے حضرت تھانویؒ کے کم سن اور آخری خلیفہ مولانا ابرار الحقؒ (متوفی ۸/ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ بمطابق ۱۷/مئی ۲۰۰۵ء) کے ہاتھ پر بیعت کی، اور اُنہی سے خلافت ملی۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئیؒ نے جس لطیف اور بہترین انداز میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی تربیت و اصلاح فرمائی وہ بے مثال ہے، صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے:۔

☆ بندہ ۱۹۹۲ء میں جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی میں درجۂ موقوف علیہ تک کے اسباق پڑھاتا تھا، اس سال حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئیؒ انڈیا سے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے پاس تشریف لائے اور قیام فرمایا، اس دوران حضرت مولانا حکیم صاحبؒ نے یا اُن کے کسی مرید نے ''فہرست تصانیف حضرت حکیم الامت تھانویؒ'' اور ''فہرست تصانیف حضرت حکیم صاحبؒ'' کے عنوان سے دو الگ الگ اوراق کتابت کروائے اور باہر دیوار پر کسی مرید نے چسپاں کر دیئے، لیکن اتفاق سے اُس مرید نے حضرت حکیم صاحبؒ کی تصانیف والا ورق اوپر اور حضرت حکیم الامتؒ والا ورق نیچے کر دیا، جب حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئیؒ باہر نکلے اور یہ اوراق دیکھے تو فوراً حضرت حکیم صاحبؒ کو طلب فرمایا اور فرمایا کہ کب سے تم میرے شیخ کے اُوپر چلے گئے؟ اس پر حضرت حکیم صاحبؒ نے اپنے دستِ مبارک سے وہ اوراق اتار لیے، یہ ہے اِصلاح کا اعلیٰ انداز، اس سال بندۂ ناچیز نے بھی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئیؒ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی۔

متفرق واقعات:

☆ میں پورا ایک سال بحیثیت اُستاذ اُس مدرسہ میں رہا، اور حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے ساتھ مختلف مجلسوں میں بیٹھنے، تنہائی میں ملنے، اُمورِ مدرسہ میں تبادلۂ خیال کرنے کا موقع ملا، لیکن میں نے کبھی حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کو کسی کی غیبت کرتے ہوئے یا کسی کو برا بھلا کہتے ہوئے نہیں سنا، ایک مرتبہ حضرت مولانا حکیم اختر صاحبؒ کو اطلاع ملی کہ مدرسہ کے بعض اساتذہ بے ریش لڑکوں سے خدمت لیتے ہیں، اور پاؤں وسر وغیرہ دبواتے ہیں، اس پر حضرت حکیم صاحبؒ نے جملہ اساتذہ اور مدرسہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا حکیم محمد مظہر میاں صاحب کو طلب فرمایا اور

فرمایا کہ ''آج سے میں کسی بے رِیش خادم و مرید سے خدمت نہیں لوں گا، مولوی محمد مظہر میاں تم بھی نہیں لینا''۔ بس یہ فرما کر اساتذہ کو واپس کر دیا اور ساتھ بہترین انداز سے اِصلاح بھی فرمادی۔

☆ اس وقت پہلوان گوٹھ میں جہاں جامعہ اشرف المدارس اور خانقاہِ اشرفیہ قائم ہیں، یہاں ۱۹۹۳ء میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ نے بہترین مسجد تعمیر فرمائی، اِفتتاحی تقریب میں بندۂ ناچیز بھی تھا، اسی مسجد کے قریب ایک جگہ سے بصورت چشمہ پانی نکل رہا تھا، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ اس چشمہ کے قریب گئے اور کھڑے ہوکر یوں دعا فرمائی ''یا اللہ یہ چشمہ جاری وساری رکھ اور پانی میٹھا بھی ہو''، چنانچہ پانی میٹھا ہے اور میرا خیال ہے کہ اب بھی یہ چشمہ جاری ہی ہوگا۔

☆ جب پہلوان گوٹھ والی مسجد کی تعمیر مکمل ہو رہی تھی اس وقت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ نے گلشن اقبال والی مسجد میں حاضرین کے سامنے فرمایا کہ پہلوان گوٹھ والی مسجد کے متعلق بہت سے حضرات کی طرف سے شکایت بصورت درخواست آرہی ہے کہ وہ مسجد تو متمول افراد کی رقم سے بن رہی ہے، اور ہم جیسے غریبوں کو تو موقع ہی نہیں مل رہا ہے، اس پر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ نے فرمایا کہ غریبوں کو بھی اس میں پیسہ لگانے کی اجازت ہے تاکہ یہ بھی محروم نہ رہ جائیں۔

☆ کبھی کبھی بعض طلباء اور جوشیلے مریدین کے درمیان تکرار ہو جاتا تھا، اس پر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ مریدین کی خوب اِصلاح کرتے، اور فرماتے کہ ''بے علم خدارا نتواں شناخت'' یعنی علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی معرفت مشکل ہے، اس لیے علم اور اہلِ علم کی عزت وتوقیر ضروری ہے، البتہ کتب بینی پر قطب بینی کو فضیلت حاصل ہے اس لیے کسی اللہ والے کے ہاتھ پر بیعت ضروری ہے۔

☆ کبھی کبھی حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ بعض اَساتذہ کو بلاتے اور نصیحت کرتے ہوئے فرماتے کہ امرد، نامرد، امرود اور نمرود سے پرہیز ضروری ہے، یعنی بے رِیش طلباء سے میل جول نہ رکھا جائے، لواطت اور اُس کے متعلقات سے بچنا چاہیے، کیوں کہ اس سے انسان نامرد بن جاتا ہے، کچا امرود کھانے سے قبض کی بیماری پیدا ہوتی ہے، اور نمرود کے اوصاف سے دور رہنا چاہیے۔ کمرے میں اکیلا نہ سوئے، زیرو بلب رات کو بھی جلنا چاہیے اور کھڑکی کھلی رہے۔

☆ ۱۹۹۳ء میں کسی معقول شکایت کی بناء پر مدرسہ کے نائب مہتمم مولانا حکیم محمد مظہر صاحب نے مدرسہ کے ناظم کو محرم کے مہینے میں فارغ کر دیا، اور صبح مجھے بلا کر کہا کہ آج پوری رات مجھے نیند نہیں آئی کیوں کہ ناظم کے جرم پر میں نے انہیں مدرسہ سے فارغ کر دیا، لیکن اُن کے چھوٹے بچوں اور اہلِ خانہ کا کیا قصور ہے؟ یہ بے چارے اب کہاں جائیں گے؟ اس لیے آپ ناظم سے ملیے اور کہیے کہ رمضان تک کی تنخواہیں یکمشت لے لیں، حسبِ معمول مدرسہ کی رہائش ودیگر سہولیات سے

فائدہ اُٹھائیں لیکن نظامت اور درس وغیرہ نہیں دیں گے، چند گھنٹوں کے بعد یہی بات مجھے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ نے بھی بلا کر کہی، اس سے اندازہ کیا جائے کہ اُن کی اعلیٰ ظرفی، وسعت قلبی اور رحم دلی کا کیا حال تھا؟ اور اب الحمدللہ اُن کے جانشین کا بھی وہی ہے۔

☆اس زمانے ۱۹۹۳ء میں وہاں رمضان المبارک میں تراویح کی نماز میں تین جگہ قرآن ختم کرنے کا دستور تھا، ایک گلشن اقبال والی مسجد میں، یہاں ۲۹ کو ختم ہوتا ہے، دوم خانقاہ میں جہاں ۱۵ کو ختم کیا جاتا ہے، سوم الگ کمرے میں جہاں ہفتہ میں ختم کیا جاتا ہے، چونکہ مؤخرالذکر جگہ میں اکثر متمول افراد شریک ہوتے ہیں، اس لیے اکثر قرأ کا رجحان تراویح سنانے کا یہیں ہوتا ہے کہ شاید کچھ ہدایا وغیرہ مل جائیں، اس لیے بہت سے قرأ یہاں تراویح سنانے کے لیے درخواستیں بھی دیتے ہیں، جب کہ انتظامیہ کی طرف سے ہدایا وغیرہ دینے پر سخت پابندی ہے، اس زمانے میں، میں وہاں درس نظامی کا استاد تھا، اور حافظ قرآن ہونے کی حیثیت سے کوئی جانتا نہیں تھا اور نہ ہی میں نے اس کے متعلق کبھی کوئی درخواست وغیرہ دی تھی، تاہم ۲۶ رشعبان المعظم کو حکیم صاحبؒ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اس سال آپ کو ہفت روزہ قرآن سنانا ہے، اور قرآن سنا کر ہدایا وغیرہ لینے کو فقہاء نے غلط کہا ہے، اور اس سے نسیان وغیرہ کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ بہر حال اس سال ہفت روزہ قرآن میں نے سنایا اور میرے سامع قاری محمد عثمان تھے، جو وہاں شعبۂ حفظ کے استاد تھے، اس سے اندازہ ہوا کہ حکیم صاحبؒ کی نظر بے حد گہری تھی اور ہر شعبہ میں نظر رکھتے تھے بلکہ تحقیق بھی کرتے تھے۔ حکیم صاحبؒ زیادہ تر ملا علی قاریؒ کی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ، اور علامہ آلوسیؒ کی تفسیر روح المعانی مطالعہ میں رکھتے تھے۔

پاکستان آمد اور اشرف المدارس کی بنیاد: حضرت مولانا حکیم صاحبؒ ۱۹۶۰ء میں ہجرت کرتے ہوئے پاکستان تشریف لائے اور ناظم آباد کراچی میں رہائش اختیار کی، چونکہ حکیم صاحب طبیب حاذق بھی تھے، اس لیے ۵۲ رجڑی بوٹیوں کا مرکب ''اشرفی تیل'' بنایا، جو آج بھی نہایت سود مند اور فائدہ مند ہے، ایک عرصہ تک اسی مشغلہ سے وابستہ رہے، اور ساتھ ساتھ تزکیۂ نفس بھی۔

۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء کو حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ نے ناظم آباد ۴ رکراچی میں ایک دینی اِدارہ کی بنیاد ڈالی، جہاں قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ مجلس اِشاعت الحق کا تبلیغی کام بھی جاری ہوا، ۱۹۸۰ء کو حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ نے گلشن اقبال ۲ رکراچی میں ۱۳۰۰ رمربع گز پر مشتمل پلاٹ خریدا اور سابقہ قرآنی مکتب یہاں منتقل ہوا۔ جو اب جامعہ اشرف المدارس کے نام سے معروف ہے اور ساتھ خانقاہ بھی ہے۔ ۱۹۹۲ء میں گلستان جوہر بلاک ۱۲ر، سندھ بلوچ سوسائٹی، کراچی میں ۴۰۰۰ رمربع گز کا پلاٹ حاصل کیا گیا، جہاں ۱۹۹۳ء کو جامع مسجد تعمیر ہوئی، اور بعد میں

مدرسہ اور خانقاہ کی عمارتیں کھڑی ہوئیں یوں جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال وہیں منتقل ہوگیا۔ اَب الحمدللہ اُس کی کئی شاخیں ہیں، جہاں پانچ ہزار سے زائد طلباء و طالبات تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

<u>حضرت حکیم صاحبؒ کے اندر تین مرشدین کے تین اوصاف:</u> حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے مرشد اول حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ کے اندر نعتیہ کلام اور شعر و شاعری کا عنصر غالب تھا، شاید یہ وصف حضرت مولانا حکیم صاحبؒ کی طرف منتقل ہوا، اس لیے حضرت حکیم صاحبؒ عمدہ اشعار کہنے میں بے مثال تھے۔ حضرت حکیم صاحبؒ کے مرشدِ ثانی حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ کے اندر جذبہ جہاد کا وصف غالب تھا اور یہی وصف حضرت حکیم صاحبؒ کے اندر جذب ہوا، اور مرشد ثالث حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئیؒ اتباعِ سنت اور نظافت و نفاست میں بے مثال تھے، بالکل یہی حال حکیم صاحبؒ کا بھی تھا، گویا تین مرشدین کے تین عمدہ اوصاف حکیم صاحبؒ کے اندر جذب ہوئے۔

<u>تالیفات حکیم صاحبؒ:</u> حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ نے اپنے جیتے جی چھوٹی بڑی ۱۵۰ر کے لگ بھگ کتابیں تالیف فرمائیں اور ہر تالیف اِصلاحِ اُمت کے لیے نسخۂ کیمیاء سے کم نہیں ہے، علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ لکھتے ہیں ’’فنابت عنهم رسائلهم بعد موتهم فی نصح المریدین ‘‘یعنی اولیاء کے انتقال کے بعد ان کی تصنیفات مریدین و متوسلین کی نصیحت کے لیے نیابت کا کام دیتی ہیں۔ اس مقولہ کے مطابق حضرت حکیم صاحبؒ کے رسائل بھی مریدین کی نصیحت کے لیے نائب ثابت ہوں گے۔ تالیفات کے مکمل تعارف کے لیے مستقل مقالہ کی ضرورت ہوگی۔

<u>وفات، نماز جنازہ اور پس ماندگان:</u> ۲۸ر مئی ۲۰۰۰ء کو حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ پر فالج کا حملہ ہوا۔ اور ۲۳ر رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲ر جون ۲۰۱۳ء شب پیر مالک حقیقی سے جاملے۔ پسماندگان میں ایک صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر میاں صاحب اور ایک صاحبزادی ہیں، جب کہ اہلیہ محترمہ کا انتقال پہلے ہی ہو چکا ہے۔ مولانا حکیم محمد مظہر صاحب ہی حضرتؒ کے جانشین اور جامعہ اشرف المدارس و خانقاہ اِمدادیہ اشرفیہ کے سرپرست و نگران ہیں وصیت کے مطابق اُنہوں نے ہی ایک لاکھ افراد کی موجودگی میں نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اُن کے سارے صاحبزادے حافظ اور عالم دین ہیں، جیسے مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب، مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب (یہ دونوں راقم کے شاگرد ہیں) مولانا محمد اسحاق صاحب اور حافظ عبداللہ صاحب۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

(ماہنامہ حق نوائے احتشام کراچی شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ جولائی ۲۰۱۳ء)

دینی و علمی کارنامے

دررازِ شریعت کھولتی ہے
زبانِ عشق جب کچھ بولتی ہے

(حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

میرے حضرتؒ کا فیضانِ قلم

مولانا مفتی محمد نعیم صاحب مدظلہم
خلیفۂ مجاز حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ورئیس دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی

میرے مرشد، مجدد عصر، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس اللہ سرہٗ، شریعت وطریقت کے آفتاب و ماہتاب، دنیائے عشق ومعرفت کے بے تاج بادشاہ، تقریباً ایک صدی تک دنیا کے ظلمت کدہ پر اپنی نورانی، عالمانہ، عارفانہ اور عاشقانہ کرنیں بکھیرتے ہوئے اس دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف رحلت فرما گئے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی قدسی شخصیت سے فیضان کے جو دریا (اس تشبیہ پر انتہائی ادب کے ساتھ معذرت! یقیناً چشمہ، دریا یا سمندر سے تشبیہ نہایت کمزور ہے، کیونکہ چشمہ اور دریا سے فیض یاب ہونے والے مخصوص علاقے اور ملک ہوتے ہیں، ایک سمندر بلا شبہ بیسیوں ملکوں کو فیض پہنچاتا ہے۔ مگر میرے مرشد، مرشدِ عالم کا فیض سات برّ اعظموں، عرب وعجم، ایشیاء ویورپ، امریکہ وافریقہ، جاپان وآسٹریلیا، الغرض! دنیا کے کونے کونے تک پہنچا) جاری فرمائے، وہ آپ کی رحلت کے بعد بھی ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری رہیں گے اور عشق ومعرفت سے خالی بنجر قلوب میں یادِ الٰہی اور عشقِ الٰہی کی گلکاریاں ہوں گی، چمن مہکیں گے اور ایک عالم اس رائحہ طیبہ سے معمور رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے میرے حضرتؒ کو زبان ایسی عطا کی تھی کہ پھول جھڑتے تھے اور قلم ایسا عطا کیا تھا کہ پھول کھلتے تھے۔

دامانِ نگہ تنگ وگلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ توزداماں گلہ دارد

آئندہ سطور میں یہ ناکارہ اور تہی دامن اس دعا کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قلمی فیضان کا ذِکر

کر رہا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف کے ان انمول خزانوں کی مزید ترویج واشاعت میں کسی قدر اِس ناکارہ کا بھی حصہ لگ جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت:

حدیث کی کتابوں میں ایک عنوان ''کتاب الرقاق'' کا بھی ہوتا ہے، اس عنوان کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حدیث کی کتابوں میں جس طرح کتاب الایمان، کتاب الصلوۃ، کتاب الزکوۃ، کتاب النکاح، کتاب البیوع وغیرہ عنوانات ہوتے ہیں، جن کے تحت ان ابواب کی حدیثیں درج کی جاتی ہیں، اسی طرح ایک عنوان ''کتاب الرقاق'' کا ہوتا ہے، جس کے ذیل میں وہ حدیثیں درج کی جاتی ہیں جن سے دل میں رقت اور گداز کی کیفیت پیدا ہوتی ہو، دنیا سے دلبستگی کم ہو، اور آخرت کی فکر بڑھے، اور آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُخروی فلاح کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے، اس کے علاوہ اسی عنوان کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤثر خطبات ونصائح اور مواعظ بھی درج کیے جاتے ہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ حدیث کے ذخیرے میں سب سے زیادہ مؤثر اور زندگی کا رخ بدلنے کی سب سے زیادہ طاقت رکھنے والا حصہ یہی ہوتا ہے، جو کتبِ حدیث میں ''کتاب الرقاق'' کے زیرِ عنوان درج ہوتا ہے، اس لیے اس کی خاص اہمیت ہے، اور کہا جاسکتا ہے کہ حقیقی اسلامی تصوف کی یہی اساس وبنیاد ہے۔'' (معارف الحدیث)

حدیث کی معروف کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' کی کتاب الرقاق سے منتخب حدیثوں کے ترجمہ وتشریح پر مشتمل ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت'' نامی کتاب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر ۱۳۹۴ھ میں تالیف فرمائی، کتاب میں مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت ۱۸۵/حدیثیں شامل ہیں:

(۱) کتاب الرقاق (دل کو نرم کرنے والی حدیثیں) (۲) فقراء کی فضیلت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرت کا بیان (۳) حرص وآرزو کا بیان (۴) اللہ کی اطاعت کے لیے مال اور عمر سے محبت رکھنے کا بیان (۵) توکل اور صبر کا بیان (۶) ریاء اور سمعہ کا بیان (۷) رونے اور ڈرنے کا بیان (۸) لوگوں کی حالتوں میں تغیر وتبدل کا بیان (۹) ڈرانے اور نصیحت کرنے کا بیان

شرح کے حوالے سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے زیادہ تر کام مشکوٰۃ شریف کی شرح ''مظاہرِ حق'' سے لیا ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب اپنے خدام کے ذریعے سنی اور اس کتاب کے حوالے سے کلماتِ تحسین ارقام فرمائے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری سنتیں:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی سنتوں کی کامل اِتباع اور اس کی دعوت میں گذری، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''شریعت وطریقت، تصوّف وسلوک کی اساس اتباعِ سنت ہے، منازل قربِ الٰہی کی اِبتدا بھی یہی ہے اور اِنتہا بھی یہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی اِبتدا بھی اِتباعِ سنت پر موقوف ہے اور اِنتہا بھی۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے لیے فاتبعونی کی قید لگا دی کہ اگر تم مجھ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع کرو، پھر تمہیں کیا انعام ملے؟ یحببکم اللّٰہ، میں تم سے محبت کرنے لگوں گا۔ معلوم ہوا کہ محبت کی اِبتدا بھی سنت کی اِتباع پر موقوف ہے اور اس کی اِنتہا یعنی محبوبیت عند اللہ بھی سنت کی اِتباع کا ثمرہ ہے کیونکہ فاتبعونی پر یحببکم اللّٰہ کی ترتیب منصوص ہے، اسی لیے سید الطائفہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''ہمارے سلسلہ میں وصول الی اللّٰہ (اللہ تک پہنچنا) اسی لیے بہت جلد ہو جاتا ہے کیونکہ اِتباعِ سنت پر عمل کیا جاتا ہے''۔ اگر آج بھی اُمت سنت کے راستہ پر آ جائے تو اس کی دوری حضوری میں تبدیل ہو جائے اور تمام مسائل حل ہو جائیں''۔ (پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری سنتیں: ۵)

سنتیں کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ پیارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری پیاری ادائیں! جن کو اپنانے والا از رُوئے قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پیارا بن جاتا ہے، حضرتؒ نے ''پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری سنتیں'' نامی کتاب میں انہی پیاری پیاری اداؤں کو جمع فرما دیا ہے، کتاب مختصر مگر جامع ہے، صبح بیدار ہونے سے رات سونے تک اِنسان عام طور سے جو کام انجام دیتا ہے، حضرتؒ نے ان میں سنت طریقہ، حوالہ جات کے اِلتزام کے ساتھ بیان فرما دیا ہے، کتاب تقریباً چالیس برس پہلے لکھی گئی، اپنے زمانہ تحریر سے لے کر اب تک مختلف زبانوں میں ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر تقسیم ہو چکی ہے۔

قرآن وحدیث کے انمول خزانے اور ایمان پر خاتمے کے لیے سات مدلل نسخے:

اِنسان عموماً طرح طرح کی پریشانیوں میں گرفتار رہتا ہے، کبھی اس کی جان پر کوئی آفت

آ جاتی ہے، کبھی اہل وعیال کے حوالے سے اُسے ناگوار باتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہ اور اس طرح کی اور بہت ساری باتیں اسے پریشان کرتی رہتی ہیں، اور وہ ان پریشانیوں کے حل کے لیے اپنی سی کوشش کرتا رہتا ہے، اس دوڑ دھوپ میں اس کی نظر عام طور سے قرآن وحدیث کی طرف نہیں جاتی، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے ان پریشانیوں کے حل کے لیے بہت سے نسخے ارشاد فرمائے ہیں، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے بعض نسخوں کو اس رسالے کے پہلے حصے میں جمع فرمادیا ہے۔

اس رسالہ کا دوسرا حصہ ایمان پر خاتمہ کے لیے سات نسخوں کے بیان پر مشتمل ہے، ایمان پر خاتمہ یقیناً ایک بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس نعمت سے محروم نہ فرمائیں، یقیناً جو شخص اس نعمت سے محروم ہوگیا اس سے بڑا محروم کوئی نہیں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان پر خاتمے کے حوالے سے قرآن وحدیث کی روشنی میں مختلف نسخے جمع فرما کر یقیناً اُمت پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ الغرض یہ مختصر سا رسالہ اپنی جامعیت کے سبب ''دریا بکوزہ'' کا بہترین مصداق ہے۔

معمولاتِ صبح وشام:

''قرآن وحدیث کے انمول خزانے اور ایمان پر خاتمے کے لیے سات مدلل نسخے'' نامی رسالے کا پہلا حصہ قرآن وحدیث کے ان اوراد وادعیہ پر مشتمل تھا جو مختلف پریشانیوں کے حل کے لیے نہایت اکسیر ہیں، مذکورہ رسالہ کا پہلا حصہ ''معمولاتِ صبح وشام'' کے نام سے قدرے تبدیلی کے ساتھ طبع ہو چکا ہے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اصلاح وبیعت کا تعلق قائم کرنے والوں کو اس کتابچہ میں موجود معمولات کو اپنی زندگی میں لانے کی تلقین کی جاتی تھی۔

تربیتِ عاشقانِ خدا:

راہِ سلوک میں قدم رکھنے والے کے لیے رہبرِ طریق یعنی اپنے شیخ ومرشد کو اپنے احوال کی اطلاع کرنا اور کامل اعتماد کے ساتھ اس کی تعلیمات کی پورے طور پر اتباع کرنا ضروری ہے، اس اطلاعِ احوال کے حوالے سے حضرت والا کے ہاں اصلاحی مکاتبت کا بڑا اہتمام تھا، ''تربیتِ عاشقانِ خدا'' حضرت والاؒ سے بیعت یا محض اصلاح کا تعلق رکھنے والوں کے خطوط اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ان خطوط کے جوابات پر مشتمل ایک کتاب ہے، جس کی تین جلدیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔

معرفتِ الٰہیہ:

حضرتِ والا اپنے شیخ حضرت پھول پوریؒ کی خدمت میں تقریباً سولہ برس رہے، اس دوران حضرت والا، حضرت پھول پوریؒ کے ارشادات کو قلم بند

فرماتے رہے، ''معرفتِ الٰہیہ'' نامی کتاب انہی ارشادات کا مجموعہ ہے، حضرت کتاب کے مقدمے میں ارقام فرماتے ہیں کہ: ''یہ علوم وارشادات بعض تو درسِ بخاری شریف کے وقت میں ہوئے، بعض بصورتِ جلسہ وخطاب عام ہوئے، بعض علوم درسِ مثنوی مولائے رومؒ کے وقت ارشاد ہوئے اور بعض علوم ومعارف اس وقت کے ہیں کہ حضرت پھول پوریؒ تنہا تلاوت وذکر میں مشغول ہوتے تھے اور اچانک ارشاد فرماتے کہ حکیم محمد اختر! احقر عرض کرتا جی! حضرت ارشاد فرماتے کہ اس آیت کے متعلق یا اس حدیث کے متعلق حق تعالیٰ نے علمِ عظیم عطا فرمایا ہے پھر تقریر فرماتے اور حکم فرماتے کہ اس مضمون کو لکھ لو، اکثر جب کسی واردِ علمی کی تقریر فرماتے تو ارشاد فرماتے کہ یہ نعمتِ علم ایسی نعمت ہے کہ ہفت اقلیم کی دولت اس کے سامنے ہیچ ہے، اور فرماتے کہ حضرت تھانویؒ کا یہ سب کچھ فیض ہے۔ حضرت پھول پوریؒ کے ان علومِ عظیمہ کو احقر قلمبند کرکے جب سناتا تو بہت مسرور ہوتے اور بعض احباب سے غائبانہ فرماتے کہ ''حکیم محمد اختر ہمارے علومِ غامضہ کو بھی خوب سمجھ لیتے ہیں اور پھر اس کو باحسن طریق قلم بند بھی کرلیتے ہیں''۔ (معرفتِ الٰہیہ:۱۸)

کتاب کے آغاز میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت جامعیت کے ساتھ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات جمع فرمادیے ہیں۔

معیتِ الٰہیہ:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں:

''یہ کتاب حضرت پھول پوری دامت برکاتہم کی ۱۳۸۰ھ کراچی میں شائع ہوئی ہے، اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ قربِ خداوندی کے حصول کے لیے محض ذکر وفکر اور علم وکتب بینی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے اہل اللہ کی صحبت بھی ضروری ہے۔

اس کتاب کے اندر حضرت والا کی عجیب والہانہ تقریر ہے، جس کے اندر حدیث قدسی لایزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل کی چھ عنوانات پر مشتمل عجیب وغریب الہامی شرح بھی ہے، حق تعالیٰ کی معرفت ومحبت حاصل کرنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ کیمیاء ایست عجیب التاثیر کا حکم رکھتا ہے''۔ (معرفتِ الٰہیہ:۵۳)

صراطِ مستقیم:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کے متعلق اِرقام فرماتے ہیں:

’’یہ کتاب ۱۳۸۱ھ کراچی میں طبع ہوئی ،اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت پر ایک عجیب الہامی مضمون ہے،اس کتاب کے اندر حضرت والاؒ نے عجیب والہانہ اور حکیمانہ انداز میں یہ بتایا ہے کہ ہماری روحوں کو دنیا میں حق تعالیٰ نے اس لیے بھیجا ہے کہ ہم یہاں ایمان بالغیب اور تقوی اختیار کر کے حق تعالیٰ کے مقرب ومحبوب اور دوست ہوجاویں، عالمِ ارواح میں ہم صرف بندے رہتے تو وہاں ہماری عبدیت پر ولایت کا تاج نہ رکھا جاتا کیونکہ شرطِ ولایت ایمان بالغیب اور تقوی ہے،جس کا محل یہی عالمِ ناسوت ہے اور صراطِ مستقیم اس کے لیے عملی راہ ہے،جس کا حصول کسی منعم علیہ بندے کی صحبت اور اس کی اتباع پر موقوف ہے۔
طالبانِ معرفت کے لیے عجیب کتاب ہے۔‘‘ (معرفتِ الٰہیہ:۵۴)

ملفوظات:

اس کتاب کے متعلق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اِرقام فرماتے ہیں:

’’اس کتاب میں حضرت پھول پوریؒ کی مختلف مجالس کے ارشادات جمع کردیئے گئے ہیں،جن کی حرفاً حرفاً حضرت پھول پوریؒ نے بغرضِ تصحیح سماعت فرمائی ہے، نیز حضرت والا کے مجرّبہ ومعمولہ تعویذات ونقوش بھی افادہ خلق کے لیے اس میں درج کیے گئے ہیں‘‘۔ (معرفتِ الٰہیہ:۵۵)

براہینِ قاطعہ:

اس کتاب کے متعلق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اِرقام فرماتے ہیں:

’’اس کتاب میں حضرت والا مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی وحدانیت، رسالت اور قیامت پر مشتمل عجیب وغریب علمی تقاریر مندرج ہیں ،جن کو پڑھ کر عقلی طور پر ملحدین کو بھی وجودِ صانع ،صدقِ رسالت اور وقوعِ قیامت کے انکار کی مجال نہیں رہتی‘‘۔ (معرفتِ الٰہیہ:۵۵)

نوٹ: معیتِ الٰہیہ،صراطِ مستقیم ،ملفوظات اور براہینِ قاطعہ یہ تمام کتابیں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہی کی مرتب فرمودہ ہیں۔

معارفِ مثنوی:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات میں مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کا بہ کثرت اور برمحل استعمال مثنوی سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مضبوط، گہرے اور والہانہ تعلق کا پتہ چلتا ہے۔ دراصل مثنوی سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق بچپن ہی میں قائم ہوگیا تھا، وہ قاری صاحب جن کے پاس حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک پڑھتے تھے ان کی آواز میں بلا کا درد اور لہجہ نہایت پرسوز تھا، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر قاری صاحب موصوف اپنی درد بھری آواز اور پرسوز لہجہ میں مثنوی کے اشعار پڑھا کرتے تھے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سنتے اور مست ہوجاتے، مثنوی سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ پہلا تعارف تھا، یہ تعارف آگے چل کر محبت ومعرفت کی اس منزل پر پہنچا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں مثنوی سب سے بڑے ممتاز شارح قرار پائے، ایران کے بعض علماء نے ''رومی ثانی'' کا لقب دیا اور حضرت علامہ یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ '' لا فرق بينك وبين مولانا روم''۔

حضرت والاؒ نے مثنوی کے منتخب اشعار کا باقاعدہ درس بھی دیا ہے جو ''درس مثنوی مولانا رومؒ'' اور ''فغان رومیؒ'' کے نام سے چھپ کر خواص اور عوام میں مقبول ہوچکا ہے، ''معارفِ مثنوی'' بھی مثنوی کا ایک حسین انتخاب اور اس انتخاب پر مشتمل اشعار کی بہترین شرح ہے، یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے: پہلے حصے میں مثنوی کی حکایات بیان کی گئی ہیں، دوسرا حصہ منظومات مثنوی پر مشتمل ہے، تیسرے حصے میں مثنوی کی مناجات کو جمع کیا گیا ہے، کتاب کے آخر میں حضرت والا کی فارسی مثنوی ''مثنوی اختر'' کے نام سے شامل ہے، ''معارفِ مثنوی'' پر حضرت والا کے مربی اول حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مضمون میں بالتفصیل روشنی ڈالی ہے، ذیل میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مضمون نقل کیا جاتا ہے:

> '' نحمده ونصلي علی رسوله الكريم
>
> اما بعد! حضرت عارفی رومی قدس سرہٗ کی مثنوی معنوی اپنے اسرار ومعارف کے لحاظ سے بین العوام والخواص مشہور ومعروف ہے، علماومشائخ نے اس کوتلقی بالقبول فرمایا ہے، چنانچہ اپنی مجالس ومواعظ میں اس کے اشعار ومضامین بطور سند وحجت پیش فرماتے ہیں بلکہ اس کے درس وتدریس کا سلسلہ بھی رکھا ہے جس کی وجہ سے بہتوں کی اصلاح ہوئی، عقائد تک درست ہوئے اور عقائد زندقہ سے تائب ہوگئے، معلوم نہیں کتنے اہلِ ذوق عشق ومحبت الٰہی میں کہاں سے کہاں پہنچ گئے، نسبت مع اللہ کی دولت سے نوازے گئے اور کتنے اہلِ علم جائے تقلید سے پایہ

تحقیق تک پہنچ گئے، شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کو تو گویا مثنوی معنوی سے عشق تھا، ''امداد المشتاق'' میں آپ کا یہ ملفوظ مذکور ہے کہ ''فقیر نے عادت کر لی ہے کہ سفر حضر میں کلام اللہ شریف، ''دلائل الخیرات'' و''مثنوی معنوی'' کو ضرور پاس رکھتا ہوں''۔

نیز مولانا قاسم صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''تین کتابیں البیلی ہیں: قرآن شریف، بخاری شریف، مثنوی شریف۔

اسی طرح حضرت مولانا تھانوی قدس سرہ کو بھی اس کتاب سے خاص شغف تھا، چنانچہ کئی دفتر کی شرح بھی لکھی جو''کلید مثنوی'' کے نام سے مشہور ہے۔

پس اکابر کے اس قدر شغف کا تقاضا تھا کہ ہم منتسبین بھی اس کتاب سے خاص شغف رکھتے اور مولانا رومیؒ کے فیوض سے مستفیض ہوتے مگر فارسی زبان سے ناواقفیت اور سلوک وطریق سے قلت مناسبت کی بنا پر اب گویا اس کتاب سے تعلق ہی ختم ہو رہا ہے، بنا بریں ضرورت تھی کہ اس کے زیادہ مفید اور مؤثر اشعار کا اِنتخاب کر کے اس کا اُردو ترجمہ کیا جائے اور اس کے مفہوم ومقصود کو آسان اور دلچسپ طریقے سے بیان کیا جائے، اس کی حکایت کا اِقتباس کیا جائے اور اس کے فوائد کو بالاختصار لکھا جائے تاکہ کچھ اس اہم کتاب سے ربط باقی رہے اور کل فائدہ نہیں تو بعض تو حاصل کیا جاسکے مالا یدرك كله لا یترك كله۔

لہٰذا قابلِ مبارک باد ہیں عزیز محترم ومکرم محبم ومخلصم جناب حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلمہٗ وزاد لطفہٗ کہ انہوں نے اس خدمت کو بطریق احسن انجام دیا اور اس سلسلہ میں بہت محنت وعرق ریزی کی، بلکہ میں کہتا ہوں کہ بس اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ توفیق عطا فرمائی کہ انہوں نے یہ کام انجام دیا فھنیئاً لھم

درمیان میں جو موقع بموقع اپنے مشائخ واکابر کے ارشادات کو بطور تائید لائے ہیں، اس سے تو چار چاند لگ گئے ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ ہمارے مشائخ اور متقدمین کی تعلیمات میں کس قدر تطابق ہے، اس طرح گویا بہت سے عارفین کے معارف اس کتاب میں آگئے ہیں۔

کتاب کے عام فہم اور دلچسپ ومفید ہونے کے لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''معارفِ مثنوی'' اس لائق ہے کہ سفر حضر میں ساتھ رکھی جائے اور اس سے منتفع

ہوجائے فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین والسالکین۔

''مثنوی اختر'' کو بھی دیکھا، ماشاء اللہ تعالیٰ بہت ہی خوب اور وجد آفریں ہے، مضامین بہت ہی مفید آگئے ہیں، مسائل سلوک اور رذائل نفس اور اس کے علاج کو عمدہ طریقے سے بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ بطورِ خلاصہ عرض ہے کہ ''معارفِ مثنوی'' قابلِ دید ہے اور اس کے مؤلف سلمہ قابلِ داد، اللہ تعالیٰ ان کو صحت وقوت کے ساتھ رکھے اور خوب کام لے۔''

حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے پوری ''معارفِ مثنوی'' اپنی مجلس میں سنی اور سن کر حضرت والاؒ کو پسندیدگی کا خط ارقام فرمایا، حضرت علامہ بنوریؒ نے اس شرح کے حوالے سے فرمایا کہ:

''برادرِ محترم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیفِ لطیف ''معارفِ مثنوی'' پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی جس کا مجھے تصور بھی نہ ہوسکتا تھا، فارسی اردو میں قدرت شعر، حسنِ ذوق، پاکیزگئ خیالات، دردِ دل کا بہترین مرقع ہے۔''

(''معارفِ مثنوی'' کے سدا بہار گلشن سے بحمدہٖ تعالیٰ احقر بھی ایک گلدستہ تیار کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہوا، ''مثنوی رومؒ کے ایمان افروز واقعات'' حضرتؒ کی ''معارفِ مثنوی'' ہی سے ماخوذ ہے، جس میں سادہ اسلوب میں منتخب حکایات کی مختصر شرح، ان سے حاصل ہونے والے سبق کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ حضرتؒ کی دعاؤں کی برکت سے یہ کتاب بحمدہ تعالیٰ قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی، بچوں اور نوجوان طبقے میں تو بہت زیادہ مقبول ہوئی۔ یہ بھی دراصل حضرتؒ ہی کا فیضان ہے)۔

معارفِ شمس تبریزؒ:

''دیوانِ شمس تبریزؒ'' جو تقریباً پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے، ''مثنوی مولوِی معنوی'' کی طرح مولائے رومؒ ہی کی تصنیف ہے، مثنوی کی طرح یہ بھی علوم ومعارف کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ مولائے رومؒ نے کمالِ عقیدت ومحبت کے سبب اپنی غزلیات کے اس مجموعے کا اِنتساب اپنے شیخ کی طرف کیا ہے، حضرتؒ نے مثنوی کے بعد اس دیوان کے منتخب اشعار کی بے مثال شرح ارقام فرما کر، حضرت بنوریؒ کے بقول: ''اپنے حسنِ ذوق، لطافتِ طبع، سلامتِ فکر کا ایک اور شاہدِ عدل پیش کیا ہے۔''

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے ''ماہنامہ البلاغ کراچی'' بابت ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ میں اس شرح پر تبصرہ کرتے ہوئے اِرقام فرمایا تھا:

''ابھی کچھ عرصہ پہلے ان (مولانا حکیم محمد اختر صاحب) کی کتاب

''معارفِ مثنوی'' نے اہلِ ذوق سے خراجِ تحسین حاصل کیا تھا، اب اس کتاب میں انہوں نے حضرت خواجہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کے دیوان سے منتخب اشعار کی دلنشین شرح لکھی ہے۔ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں اور ان کا کلام تصوف کے معارف وحقائق سے لبریز ہے، اللہ تعالیٰ حکیم صاحب موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس کلام سے اردو داں حضرات کو مستفید ہونے کا بہترین موقع فراہم کردیا۔ ان حضرات صوفیاء کا کلام جس سوز وگداز سے معمور ہوتا ہے، اس سے حکیم صاحب موصوف کو حصہ وافر ملا ہے، اس لیے ان کی شرح کے ساتھ دیوان شمس تبریز کا مطالعہ بغایت مفید ہے، زبان سلیس اور شگفتہ ہے، امید ہے کہ اہلِ ذوق اس کتاب کی قدر کریں گے۔''

حضرتؒ کی یہ شرح ''معارفِ شمس تبریزؒ'' کے نام سے طبع ہوکر قبولیت عامہ کی سند حاصل کرچکی ہے

کشکولِ معرفت:

تفسیر وحدیث وفقہ وتصوف اور شعر وادب کے حوالے سے حضرتؒ کا مطالعہ حددرجہ وسیع تھا، جس کا کچھ اندازہ حضرتؒ کے مواعظ وملفوظات سے بھی ہوتا ہے، دوران مطالعہ حضرتؒ کو جہاں کوئی اہم مفید اور دلچسپ بات نظر آتی، اسے محفوظ فرمالیتے، یہ سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ ایک مجموعہ تیار ہوگیا، یہی مجموعہ بعد میں ''کشکولِ معرفت'' کے نام سے موسوم ہوکر زیورطباعت سے آراستہ ہوا۔

مضامین چونکہ متفرق ہیں، اس لیے اسے کشکول کا نام دیا گیا اور تقریباً ہر مضمون میں قدر مشترک اللہ تعالیٰ کی محبت ومعرفت ہے، اس لیے اس کا نام کشکولِ معرفت ومحبت ہونا چاہیے تھا لیکن معرفت کے لیے محبت چونکہ لازم ہے، اس لیے معرفت ہی کے لفظ پر اکتفا کیا گیا۔

کتاب کی فہرست ہی پر اگر نظر ڈالی جائے تو بہ خوبی یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ سرورق پر موجود یہ تحریر: ''معرفت ومحبتِ الٰہیہ کے بیش بہا علوم کا خزانہ'' مبنی بر مبالغہ نہیں بلکہ صد فی صد حقیقت ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ عرضِ مؤلف میں لکھتے ہیں:

احقر حکیم محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتا ہے کہ مختلف ایام میں مختلف مضامین ''معرفت ومحبت'' کے حق تعالیٰ شانہٗ کی توفیقات سے جمع ہوتے رہے۔ چونکہ معرفت کے لیے محبت لازم ہے اس لیے صرف معرفت پر اکتفاء کیا گیا اور اس مجموعہ کا نام ''کشکولِ معرفت'' رکھا گیا اور لفظِ کشکول میں مضامین متفرقہ کی رعایت رکھی گئی۔

آخر میں مولوی محمد اسماعیل سلمہٗ کے ترتیب دیئے ہوئے دو مضمون منسلک ہیں جن کو احقر نے من وعن دیکھ لیا ہے اور مناسب اصلاح بھی کردی ہے۔ یہ مضمون بھی دراصل احقر کے ہی ہیں، جن کو سن کر موصوف نے قلم بند کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کتاب کو شرف حسنِ قبول فرما کر اُمت مسلمہ کے لیے نافع فرمادیں۔ احقر کے لیے، اس کے والدین اور اساتذہ مشائخ کے لیے صدقۂ جاریہ بنائیں۔ آمین

اے خداوند! ایں خم وکوزہ مرا
در پذیر از فضلِ اللہ اشترا (رومی)

اصلاح الاخلاق:

اچھے اخلاق اختیار اور برے اخلاق سے اجتناب کرنا چاہیے، یہ سب ہی جانتے ہیں مگر اچھے اخلاق کی فہرست میں کون کون سے اخلاق آتے ہیں اور وہ کون سے اخلاق ہیں جنہیں برے اخلاق کا نام دیا جاتا ہے، اس بات سے بہت سے لوگ بے خبر ہیں، پھر ایسے لوگ بھی کم نہیں جو یہ تو جانتے ہیں کہ فلاں فلاں اخلاق اچھے اور فلاں فلاں برے ہیں مگر ان کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں، حضرت والاؒ کے تحریر فرمودہ رسالہ ''اصلاح الاخلاق'' میں اچھے اور برے ہر دو طرح کے اخلاق کا ذکر ہے ساتھ ساتھ اچھے اخلاق کے حصول اور برے اخلاق سے بچنے کے طریقے بھی مختصراً مذکور ہیں، رسالہ اپنے اختصار کے باوجود حددرجہ نافع ہے۔

حقوق شیخ اور آداب:

بہت سے سالک شیخ کی خدمت میں برس ہا برس تک رہنے کے باوجود مقصود سے محروم رہتے ہیں، اس محرومی کا بڑا سبب حقوق شیخ میں کوتاہی اور اس کے آداب کی رعایت نہ رکھنا ہے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ''کمالات اشرفیہ'' سے ایک رسالہ ''حقوق شیخ اور آداب'' کے نام سے مرتب فرمایا جس میں شیخ کے حوالے سے حضرت تھانویؒ کے پچانوے ملفوظات جمع کیے گئے ہیں، ہر ملفوظ سالکین کے لیے حرز جان بنانے کے قابل ہے۔

دستور تزکیۂ نفس:

حضرتؒ نے اپنے پیر و مرشد محی السنہ حضرت ہردوئیؒ سے ایک طویل عرصے تک خط وکتابت کے بعد گناہوں میں مبتلا شخص کے لیے اصلاح کا ایک دستور مرتب فرمایا، یہ دستور العمل ''دستور تزکیہ

نفس'' کے نام سے چھپ کر بڑی تعداد میں لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب کا ذریعہ بن چکا ہے۔

روح کی بیماریاں اوران کا علاج:

جسم اگر بیمار ہوتو انسان فکرمند ہوجاتا ہے، صحت وتندرستی کے لیے مختلف تدبیریں اختیار کرتا ہے، کڑوی کسیلی دوا بلکہ اگرآپریشن کی بھی ضرورت ہوتو اس سے بھی دریغ نہیں کرتا، لیکن افسوس! یہی انسان عام طور سے روح کی بیماریوں کی طرف توجہ نہیں دیتا، اس کے علاج کی فکر تو درکنار اسے بیماری ہی تسلیم نہیں کرتا، حالانکہ روحانی بیماریاں اس درجے خطرناک ہیں کہ بعض اوقات اس سے ایمانی حیات کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں۔

''روح کی بیماریاں اوران کا علاج'' نامی کتاب کے پہلے حصے میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث اوراقوال سلف کی روشنی میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ روح کی بیماریوں کا ذکر کیا ہے، ان کے نتائج بد کی طرف توجہ دلائی ہے اوران کے علاج کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔

دوسرے حصے میں روح کی بعض بیماریوں کے ساتھ بہت سے اخلاق حمیدہ اوران کے حصول کا طریقہ بالتفصیل بیان کیا ہے۔

کتاب میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کا ایک اِنتخاب دستور تزکیۂ نفس (جو علیحدہ طبع ہوچکا ہے) اور بعض دوسرے رسائل بھی شامل ہیں۔

یہ کتاب رُوحانی امراض کی تشخیص اوراُن کے علاج کے حوالے سے حضرتؒ کی گہری بصیرت اورحد درجے حذاقت کا وہ ثبوت فراہم کرتی ہے کہ قلم حضرتؒ کو ''حکیم العصر'' لکھنے پر مجبور نظر آتا ہے۔

مجالس ابرار:

حضرتؒ کے شیخ ثانی حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئیؒ ۱۳۹۶ھ میں حج سے واپسی پر کراچی تشریف لائے، تقریباً دو ہفتے قیام رہا، اس دوران مختلف جگہوں میں حضرت ہردوئیؒ کی اصلاحی مجالس اور بیانات کا سلسلہ جاری رہا، حضرت والا، حضرت ہردوئی کے ارشادات کو قلم بند فرماتے رہے، ''مجالس ابرار'' کا پہلا حصہ انہی ارشادات پر مشتمل ہے، بعدازاں حضرت والا نے ہندوستان کا سفر فرمایا اوراپنے شیخ حضرت ہردوئیؒ کی خدمت میں تقریباً ایک ماہ مقیم رہے، اس دوران بھی حضرت والا، حضرت ہردوئیؒ کے ملفوظات کو ضبط فرماتے رہے، ''مجالس ابرار'' کے دوسرے حصے میں یہی ملفوظات پیش کیے گئے ہیں، ان ملفوضات کے علاوہ حضرت ہردوئیؒ کے بہت سے اہم اورنہایت مفید رسائل بھی ''مجالس ابرار'' کا حصہ ہیں، الغرض! حضرت مولانا ہردوئیؒ کے علوم معارف کے حوالے

سے یہ ایک نہایت قیمتی تحفہ ہے، جو حضرت والاؒ کی وساطت سے اُمت کے ہاتھوں میں پہنچا ہے۔

اس کتاب کے شروع میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیعؒ، حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت بابا نجم احسن نگرامیؒ اور حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کی تقاریظ بھی شامل ہیں۔

ایک منٹ کا مدرسہ:

حضرت والاؒ نے اپنے شیخ محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے اِرشادات پر مشتمل ایک رسالہ ''ایک منٹ کا مدرسہ'' کے نام سے مرتب فرمایا ہے، مشاغل کی کثرت اور شوق و رغبت کی کمی کے اس دور میں یہ رسالہ حد درجے نافع ہے، اس رسالے میں نماز کی سورتوں، دعاؤں اور تسبیحات کے ایک ایک لفظ کا ترجمہ سکھلایا گیا ہے، نماز کی ایک ایک سنت بتلادی گئی ہے، بڑے بڑے گناہ ذکر کیے گئے ہیں، گناہوں کے وہ نقصانات جو دنیا میں پیش آتے ہیں، ان کی خبر دی گئی ہے اور نیکیوں کے وہ فوائد جو دنیا میں عطا ہوتے ہیں، ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

حضرت ہردوئیؒ اور حضرت والا کے اخلاص کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ایک منٹ کے مدرسے کو قبولیت عامہ عنایت فرمائی ہے، سینکڑوں مساجد میں اس کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔

نوائے غیب:

حضرت والا کے مربی اول حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ اردو کے نہایت بلند پایہ شاعر تھے، آپ کا کلام ''عرفان محبت'' کے نام سے طبع ہو چکا ہے، آپ کے اور آپ کے کلام کے حوالے سے معاصر علماء و مشائخ کی آراء بہت بلند ہیں، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے کلام کے بعض اشعار کی شرح ''نوائے غیب'' کے نام سے ارقام فرمائی ہے، شرح کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ''نوائے غیب'' کے مقدمے میں فرماتے ہیں:

> ''مولانا موصوف نے اپنے اشعار میں سلوک کے اسرار و رموز بیان فرمائے ہیں لیکن بدون شرح ان کی صحیح حقیقت سمجھنا عام لوگوں کے لیے مشکل ہے، اسی طرح بعض لوگوں کے لیے خصوصی اصطلاحات مثل درد دل، غم ہجر، شوق وصال سے مجازی معنی کی طرف تصور مضر بھی ہوسکتا تھا، اس لیے احقر نے شرح کی ضرورت محسوس کی''۔

صاحب کلام حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شرح کو نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اِرقام فرمایا کہ:

> ''آپ نے جس طرح میرے کلام کی شرح کی میرے دل و جان بے حد

مسرور اور متاثر ہیں‘‘۔

بدنظری و عشق مجازی کی تباہ کاریاں اور ان کا علاج:

اسلام دینِ فطرت ہے، اس نے انسانوں کے فطری تقاضوں پر قدغن نہیں لگائی، البتہ انہیں ان تقاضوں کی تکمیل کے جائز راستوں کا پابند ضرور کیا ہے، بھوک لگے تو اسلام کھانے سے نہیں روکتا، مگر کھانے کے حلال ہونے کی پابندی ضرور عائد کرتا ہے، پیاس محسوس ہو تو پیاس بجھانے کے سامان مہیا کرنے سے منع نہیں کرتا مگر شراب اور اس جیسی دوسری نشہ آور اشیاء کے قریب جانے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔

اسی طرح جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے بھی اسلام نے ایک صاف ستھرا اور پاکیزہ راستہ متعین کر دیا ہے، اس سے ہٹ کر جنسی آسودگی کی خواہش اسلام کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں، مگر افسوس! انسان بسا اوقات اسلامی تعلیمات سے دامن چھڑا کر حیوانوں کو بھی شرمانے پر تل جاتا ہے، نامحرم عورتوں یا وہ لڑکے جن کی داڑھی مونچھ نہیں آئی اور ان کی طرف نفسانی میلان ہوتا ہے، ان سے اسلام نے حد درجے احتیاط کا حکم دیا ہے، ان کی طرف دیکھنے، ان سے بلاضرورت بات کرنے، ان کے خیالات سے دل میں مزہ لینے اور اس جیسے دوسرے افعال پر اسلام نے سخت روک لگائی ہے، اس روک تھام کا پاس نہ کر کے آج ہمارے معاشرے کی جو حالت ہے وہ کسی ذی شعور سے مخفی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اسی زمانہ میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اس مرض کے حوالے سے اِختصاص کا درجہ عنایت فرمایا تھا، حضرت والا کو اسی حوالے سے بجا طور پر ’’مجددِ غضِ بصر‘‘ کا لقب دیا گیا ہے۔

حضرتؒ نے تحریر و تقریر، نظم و نثر ہر طرح سے اس مرض کی شناعت مختلف انداز سے اور اس مرض سے حفاظت اور اس کے علاج کے مختلف طریقے بیان فرمائے ہیں، ’’بدنظری و عشق مجازی کی تباہ کاریاں اور ان کا علاج‘‘ نامی یہ رسالہ اسی مضمون کے حوالے سے حد درجہ نافعیت کی شان رکھتا ہے۔

فیضانِ محبت اور آئینہ محبت:

حضرتؒ کا اردو کلام ’’فیضانِ محبت‘‘ اور ’’آئینہ محبت‘‘ کے نام سے چھپ چکا ہے، حضرتؒ کے سازِ دل سے جاری ہونے والے ان نغموں میں بلا کا سوز اور غضب کی گرمی ہے، مبتذل اور پست شاعری کے اس دور میں حضرت والا کا کلام پڑھتے چلے جائیے، ابتذال اور پستی کی ایک مثال بھی نہ ملے گی، حضرت والا کی شاعری حد درجے پاکیزہ اور نہایت بلند ہے، یہاں مجاز کا گذر نہیں، حقیقت ہی حقیقت ہے، جس کا بیان یقین کی صلابت اور حسنِ ادا کی نزاکت ہر دو سے معمور ہے۔ حضرتؒ کے اکثر و بیشتر اشعار قرآن و سنت سے مستنیر اور ’’ان من الشعر لحکمۃ‘‘ کا بہترین مصداق ہیں۔

تسہیل قواعد النحو:

عربی عبارات کی درست ادائیگی اور اس کے نتیجے میں صحیح مفہوم تک رسائی کے حوالے سے علم النحو کی جو اہمیت ہے، وہ اہلِ علم پر مخفی نہیں، حضرت والا نے اس اہمیت کے پیش نظر ''تسہیل قواعد النحو'' کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں نحو کے قواعد سہل انداز میں اختصار کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، یہ رسالہ حضرت مولانا مشتاق احمد چرتھاویؒ کی ''علم النحو'' کے طرز پر ہے مگر تسہیل کے غایت درجے اہتمام اور بہت سے مفید اضافوں نے اس کو افادیت میں نسبتہً بڑھا دیا ہے۔

سفر نامہ لاہور:

حضرت والاؒ نے اکتوبر ۲۰۰۳ء میں لاہور کا سفر فرمایا اور کئی دن لاہور میں قیام فرما کر اپنے مواعظ وملفوظات اور بیانات وخطابات کے ذریعہ اہلیانِ لاہور کو مستفید فرماتے رہے۔ یہ کتاب اسی سفر کی مکمل روداد بمع حضرتؒ کے ملفوظات جو وہاں مختلف مقامات میں بیان فرمائے پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت والاؒ کے فیوض و برکات قیامت تک قائم ودائم رکھیں (آمین)۔

خزائن القرآن اور خزائن الحدیث:

حضرت والاؒ نے اپنی تقاریر وتصانیف میں جہاں قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح کی ہے اور جہاں جہاں الہامی مضامین از قبیل واردات غیبیہ بیان ہوئے ہیں ان کو ان دو کتابوں کے ذریعے جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ سینوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی آگ لگانے والا ایک بے مثال علمی خزانہ ہے۔

خزائن معرفت ومحبت:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں جہاں اپنے بیانات وخطابات میں تصوف وسلوک اور معرفت ومحبت کے بیش بہا خزانے لُٹائے، اور اُن کے ذریعے خلقِ خدا کو مستفید فرمایا، انہی مضامین کو اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے۔ کتاب کیا ہے؟ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی آہ وفغاں کا بیش بہا خزانہ ہے۔

درس مثنوی:

درس مثنوی مولانا رومؒ: مولانا جلال الدین رومیؒ (متوفی جمادی الثانی ۶۷۲ھ/ دسمبر ۱۲۷۳ء) نے اپنے شیخ ومرشد حضرت شمس الدین تبریزؒ (محمد بن مالک داد) (شہادت ۶۴۴ھ/ ۱۲۴۶ء) کے افادات، ارشادات اور فیوضات کو فارسی اشعار کی شکل میں قلم بند کیا جو ''مثنوی شریف'' کے نام سے معروف ہے، ۱۹۹۷ء میں دنیا جہاں سے مختلف جید علماء کرام حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے مثنوی کا درس دینے کی درخواست کی، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اس فارسی مثنوی شریف کے منتخب اشعار کا درس دیتے تھے اور اشعار کی بہت عمدہ تشریح فرماتے تھے، جو اب ۳۷۳ صفحات پر مشتمل ''درس مثنوی مولانا رومؒ'' کے نام سے کتابی شکل میں طبع شدہ ہے۔ یہ کتاب انہی دروس کا مجموعہ ہے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے سوزِ عشق و محبت کا جیتا جاگتا مظہر ہے۔

معارفِ ربانی:

۹۳ء میں حضرتؒ احباب ری یونین جزیرۂ فرانس کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے یہ کتاب ری یونین کا سفرنامہ ہے اور صرف سفرنامہ برائے سفرنامہ نہیں ہے بلکہ حضرتؒ کے وہاں بیان کردہ ملفوظات وارشادات سفرنامہ کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اس مجموعہ سے قاری بہت کچھ حاصل کرتا ہے۔

فُغانِ رومی:

یہ کتاب مولانا جلال الدین رومیؒ کے مناجاتیہ اشعار کی درد بھری شرح ہے جو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے یہ فقط لفظی شرح نہیں ہے، بلکہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی وہ آتش درِ دل ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خاص فرمایا تھا اور جو اُمت میں خال خال ہی لوگوں کو عطا ہوئی ہے۔

ارشاداتِ دردِ دل:

۱۵/اپریل ۲۰۰۲ء میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا جنوبی افریقہ کا سفر ہوا پیشِ نظر کتاب اس سفر کے ملفوظات و بیانات کا مجموعہ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عشق حقیقی اور حق تعالیٰ سے حقیقی محبت کا مظہر ہے۔

پردیس میں تذکرۂ وطن:

پھر ۲۰۰۴ء میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا جنوبی افریقہ کا ایک اور سفر ہوا اس سفر میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جو ملفوظات اِرشاد فرمائے، ان کو پیشِ نظر کتاب میں ایک مالا کی طرح پرو دیا گیا ہے، اس کتاب کا مطالعہ آخرت کی یاد دلاتا ہے اور یہ محسوس ہوتا ہے کہ آخرت ہی ہمارا وطن اصلی ہے دنیا پردیس ہے، اور واقعہ بھی یہی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

مواہبِ ربانیہ:

یہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے چھ مواعظ فیوض ربانی، الطاف ربانی، افضال ربانی، انعامات ربانی، عنایات ربانی اور عطاءِ ربانی کا مجموعہ ہے یہ ملفوظات بھی مختلف اسفار میں بیان کیے گئے ہیں۔

آفتابِ نسبت مع اللہ:

یہ بھی افریقہ کے اسفار میں بیان کردہ ملفوظات کا مجموعہ ہے جو ضخیم مجلد کتابی صورت میں تازہ چھپی ہے، بہت ہی عظیم علمی اصلاحی خزانہ ہے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے آہ وفغاں کا مظہر ہے۔

حضرت میر صاحب عرضِ مرتب کے عنوان کے ذیل میں اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جنوبی افریقہ کے احباب کی دعوت پر ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۴ء تک تقریباً ہر سال اور بعض دفعہ سال میں دو مرتبہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ جنوبی افریقہ کا سفر فرماتے رہے، اور وہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے جو دین کا عظیم الشان کام لیا ہے، خواص وعوام سب اُس کے رطب اللسان ہیں، پیشِ نظر کتاب ۱۹۹۸ء میں ہونے والے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے جنوبی افریقہ کے آٹھویں سفر کے ارشادات کا مجموعہ ہے۔ ہمیشہ کی طرح احقر نے اس بار بھی دورانِ سفر مختلف مقامات پر ہونے والے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے محفوظ کیا، اب اس سفرنامہ کو افادۂ عام کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے نوازے اور اسے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بلندیٔ درجات کا ذریعہ اور احقر اور جملہ معاونین کے لیے سببِ مغفرت وصدقۂ جاریہ بنائے، آمین۔ (آفتابِ نسبت مع اللہ ص: ۳۴، ۳۵)

اللہ جل شانہٗ ہم سب کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یہ مختصر تذکرہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات اور تالیفات سے متعلق تھا۔ اس کے علاوہ ۱۰۰؍ سے زائد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ رسالوں کی شکل میں چھپے ہوئے ہیں جو ہر خاص وعام کے لیے نہایت مفید ہے، عشق ومحبتِ الٰہیہ کی جوت جگانے والے ہیں، جن میں سے منتخب مواعظ کا ۲۳؍ زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے، لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر دنیا بھر میں بلا معاوضہ تقسیم ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے ایک بہت بڑے طبقہ کو ان مواعظ کی برکت سے ہدایت کی روشنی ملی، اللہ تعالیٰ تا قیامت اس سلسلہ کو اسی طرح قائم ودائم رکھیں۔ آمین۔ اُن کا الگ الگ تعارف لکھنے کا وقت نہیں ہے اس کے لیے قارئین سے معذرت خواہ ہیں، ان مواعظ کے نام حضرت میر صاحب کے مضمون میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

❖

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ اور آپ کی شاعری

مولانا شفیق احمد بستوی صاحب
خلیفۂ مجاز حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ و فاضل دیوبند

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

آج حضرتِ اقدس مرشدی ومحبوبی حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے تذکرۂ حسنہ کے لیے قلم اٹھاتے ہوئے اپنی قلمی کم مائیگی اور علمی بے بضاعتی کا نہ صرف اعتراف ہے، بلکہ اس خصوصی نمبر میں جن بزرگ شخصیات اور اربابِ علم ودانش کے مقالات ومضامین اور بیش قیمت رشحاتِ قلم شامل ہیں، ان کے سامنے اپنی ہیچ مدانی کا مکمل احساس بھی دامن گیر ہے، مگر چشم تصور نے جب وہ منظر دیکھا کہ مصر کا بازار ہے اور حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فروخت کرنے کے لیے پیش کیا گیا ہے، کئی لوگ اس عظیم پیکرِ حسن و جمال کو خریدنے کے لیے پہنچے ہوئے ہیں، وہیں ایک غریب و بے مایہ بڑھیا بھی اپنے ہاتھوں میں چرخی سے کاتے ہوئے سوت کا مجموعہ لے کر بازار پہنچی ہے، کسی نے اس سے پوچھا کہ بازار کیا لینے جارہی ہو؟ کہا کہ یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو خریدنے کی نیت سے جارہی ہوں، پوچھا کہ تمہارے پاس کون سی دولت ہے؟ جس کے بدلے تم یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو خریدوگی؟ وہ کہتی ہے: یہ میں نے اپنی چرخی سے جو سوت کاتے ہیں وہ لے کر جارہی ہوں۔ اس شخص نے کہا: بوڑھی اماں! بھلا ان دھاگوں سے کہیں یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو خریدا جاسکتا ہے؟ وہاں تو بڑے بڑے سرمایہ دار اپنی قسمت آزمائی کررہے ہیں، اُن کے مقابلے میں تیرے ان دھاگوں کی کیا حیثیت ہے؟ وہ کہنے لگی: میں نے مانا کہ ان دھاگوں سے یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو خریدا نہیں جاسکتا! لیکن یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے خریداروں اور اس کی چاہت رکھنے والوں کی فہرست میں میرا نام تو شامل ہوجائے گا''۔

تو احقر نے بھی حوصلہ کر کے قلم اُٹھالیا ہے کہ دورِ حاضر کے اس عظیم ولی، دنیائے روحانیت کے لاکھوں مریضوں کا شافی علاج کرنے والے عظیم المرتبت مسیحا، تصوّف وتزکیہ کو اکیسویں صدی کے مغرب زدہ اور جدت پسند ماحول میں سکہ رائج الوقت بنانے والے اولوالعزم بزرگ، اور میراثِ

نبوی (ﷺ) کو علم و عمل ہمہ گیری کے ساتھ مدلل و مبرہن طور پر پیش کرنے والے اس عالم باعمل کی سیرت و سوانح کے علمی و عملی گوشوں کو اجاگر کرنے اور اُن کی ظاہری و باطنی خوبیوں اور کمالات کو اپنی معیاری تحریروں اور مضامین کے ذریعے قارئین کرام کے لیے بیان کرنے کی غرض سے جو مضامین و مقالات حضرات اہلِ علم و دانش نے اس خصوصی نمبر کے لیے ارسال فرمائے ہیں، احقر کی یہ چند متواضع سطریں گو کہ اُن کے مقابل کی نہیں ہیں لیکن اُن خوش نصیب لوگوں میں احقر کا نام تو ان سطروں کی وجہ سے شامل ہو جائے گا جو احقر کے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و سوانح پر خامہ فرسائی کرنے والے ہیں۔

حضرت والاؒ کی سیرت و سوانح کے بہت سے گوشے ہیں جن پر قارئین کرام کو اطلاع بہم پہنچانے کے لیے کافی کچھ لکھا گیا ہے تاہم آپ علیہ الرحمۃ کی زندگی کا اہم گوشہ شعر و سخن کے پلیٹ فارم سے آپ کا وہ مثبت کردار ہے جس نے بے شمار طالبین حق کے لیے بہترین اصلاح و رہنمائی کی روشنی فراہم کی ہے اور غمِ جاناں اور رنج ہائے دنیا کے حوادث سے متاثرہ قلوب کو سامانِ سکون فراہم کیا ہے، اور عشقِ حق (یعنی عشقِ مولیٰ) کی ڈگر پر چلنے والے اہلِ دل لوگوں کو اس راہ کی نہ صرف روشن منزلوں کا پتہ دیا ہے بلکہ منزل مقصود کی حقیقی طلب سے تھک ہار کر بیٹھ جانے والے رہ رووَں کو ایسا حوصلہ بخشا ہے کہ وہ تن من دھن سب کچھ قربان کر کے منزل مقصود تک رسائی کا عزمِ مصمم کر لیتے ہیں۔

شعر و سخن سے آگاہی و دل چسپی رکھنے والے احباب اگر حضرت والاؒ کی شاعری کو غور سے دیکھیں گے تو بلا شبہ اُن کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جا بجا حضرت والاؒ کے اشعار میں ایسی معنویت اور ایسی تاثیر ہے جو کہ ایک الہامی کلام میں ہوا کرتی ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جب کسی اللہ والے کا کلام دل کی گہرائی سے للّٰہیت و خلوص کا آہنگ لے کر زبان حق ترجمان سے نمودار ہوتا ہے تو اسی جیسے کلام کے لیے کہا گیا ہے ''از دل خیزد بر دل ریزد'' اور اس کی تاثیر سے قلوب و اذہان کو روحانی جلا ملتی ہے بلکہ اُن کی روحوں کو معرفت بھری غذا میسر آتی ہے کسی شاعر نے اسی نوعیت کے پُر اثر کلام کے لیے کہا تھا ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے، اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

میرے محبوب شیخ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب علیہ الرحمۃ کی شاعری در حقیقت مولائے حقیقی کی محبت، اس کی سچی معرفت، اور اس کے قرب کی والہانہ چاہتوں کے رنگ میں ڈھلی ہوئی وہ عارفانہ شاعری ہے جس کے موضوع کی گہرائی و گیرائی کو وہی شخص بجا طور پر سمجھ سکتا ہے جس کو مولانا روم علیہ الرحمۃ کی مثنوی اور اس کے اِلہامی مضامین سے کچھ مناسبت حاصل ہو، یا اسی طرح وہ ملا جامیؒ، شیخ سعدی شیرازیؒ اور حافظ شیرازیؒ کے عارفانہ کلام کے رنگ کو سمجھتا ہو، یا کم از کم

وطن عزیز کے صوفی شاعر ولیٔ کامل حضرت حق باہو علیہ الرحمۃ، حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب سہارن پوری علیہ الرحمۃ کی معرفت بھری شاعری کے رنگ وآہنگ سے واقفیت وآشنائی رکھتا ہو۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کو مضامین کی ہمہ گیری کی وجہ سے کئی پہلوؤں سے دیکھا جاسکتا ہے چنانچہ آپؒ رب حقیقی کی حمد کرتے ہیں تو اس قدر اپنائیت کا اظہار ہوتا ہے، کہ ذہن وضمیر کو رب تعالیٰ کی ذات بڑی قریب محسوس ہونے لگتی ہے، چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں۔

ذکر سے تیرے مل گئی دل کو ہمارے صد حیات
بلکہ ترے ہی نام سے زندہ ہے ساری کائنات
شمس وقمر کی روشنی ادنیٰ سی بھیک ہے تری
روح میں تیرے نور سے کتنے ہیں ماہِ کائنات
جس کو خدا نے بخش دی لذتِ ذکر فضل سے
اخترؔ وہ پا گیا ہے بس حاصلِ لطف کائنات

اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے ہوئے اسی نوعیت کا تاثر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے جھلکتا ہوا محسوس ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

سوا تیرے نہیں ہے کوئی میرا سنگِ در اپنا
کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ سر اپنا
چھڑا کر غیر سے دل کو تو اپنا خاص کر ہم کو
تو فضلِ خاص کو ہم سب پہ یارب! عام کر اپنا

اس دوسرے شعر میں عام وخاص کے وصف کے ساتھ جو خوبصورت تحلیل پیش کی گئی ہے اس نے نہ صرف کلام میں چاشنی پیدا کردی ہے بلکہ برجستگی وسلاستِ کلام کی ایسی حسین ترکیب اس میں نظر آتی ہے کہ سخن دان طبیعتوں کو سرور آجاتا ہے۔

حضرتؒ کے اشعار میں مولائے کائنات کے حقیقی عشق کا عکس بہت نمایاں ہے، جسے دیکھ کر قونیہ کا وہ صحرا یاد آجاتا ہے جہاں اللہ کی یادوں میں منہمک رہ کر اس کے عشق وطلب میں مولانا جلال الدین رومیؒ نے ایک طویل عرصہ گزارا اور اٹھائیس ہزار اشعار کہے جو کہ عشقِ الٰہی اور معرفتِ خداوندی کے روح پرور علمی انوارات سے لبریز ہیں، کبھی کبھی تو ایسا لگتا ہے کہ حضرتؒ کے ذوقِ شعر وسخن کو اللہ نے مولانائے رومؒ کی میراث معرفت میں سے حصۂ وافر کی شکل میں صدیوں تک محفوظ رکھا اور اس پندرہویں صدی ہجری میں لاکر حضرتؒ کو عطا فرمایا ہے، چنانچہ اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

تیرا دردِ محبت سنا کر
سارے عالم کو مجنوں بنائیں
سارے عالم کو مجنوں بنا کر
میرے مولیٰ ترے گیت گائیں
لذتِ قرب پاکر تری ہم
لذتِ دو جہاں بھول جائیں

اپنے منظوم کلام کے ذریعے حضرتؒ نے توحید وسنت کے سبق کو جس طرح نکھار کر پیش کیا ہے، اسی کے عین معیار پر رکھ کر امّت کی علمی وفکری اصلاح کا نمایاں کارنامہ بھی انجام دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں

مؤمن جو فدا نقشِ کفِ پائے نبی ہو
ہو زیرِ قدم آج بھی عالم کا خزینہ
گر سنتِ نبوی کی کرے پیروی اُمت
طوفاں سے نکل جائے گا پھر اس کا سفینہ

یہ حقیقت تمام ہی اہلِ ایمان پر عیاں ہے کہ نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی محبت اور آپ کی اتباع پوری اُمت کے لیے عزت وعظمت اور کامیابی کا ذریعہ ہے اسی حقیقت کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو شعروں میں بیان کرتے ہوئے اتباعِ رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی دعوت دی ہے۔

اپنے شیخ کی محبت میں حضرتؒ کے اشعار ایسی خوبصورت اور لطیف معنویت کی غمازی کرتے ہیں کہ اُن کا ادراک ہوتے ہی دل جھوم اٹھتا ہے، آپ بھی یہ دو شعر ملاحظہ فرما کر محظوظ ہو سکتے ہیں ؎

جو تیری جانب سے خود ہی آئے پیام الفت دل حزیں کو
تو کیوں نہ زخمِ جگر سے بہہ کر لہو کرے رُخ تری زمیں کا
نہیں تھی مجھ کو خبر یہ اخترؔ کہ رنگ لائے گا خوں ہمارا
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

اور اس دوسرے شعر کا دوسرا مصرعہ تو اس قدر زبان زد عام وخاص ہوا کہ ضرب المثل بن گیا، ہم تو زمانۂ طالب علمی سے یہ مصرعہ سنتے چلے آئے تھے ع

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ مشہور زمانہ شعر حضرتؒ کا ہے، ضرور احقر کو ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر اس دور میں کہا ہے جب کہ قیامِ پاکستان کی تحریک زوروں پر تھی تو اس دور کے اِنقلابی

مقررین نے اس مصرعہ کو اپنے انقلابی افکار کی ترجمانی کے لیے خوب استعمال کیا۔

ایک موقع پر اپنے شیخ محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئیؒ کی مدح ومحبت میں فرماتے ؎

مری یہ گرمیٔ ایماں ترے آتش فشاں سے ہے

مرے کانٹوں پہ شانِ گل بھی تیرے گلستاں سے ہے

چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گلِ تر کے

تعجب کیا، چمن خالی نہیں ہے، ایسے منظر سے

اس بیان سے یہ حقیقت عیاں ہوجاتی ہے کہ شیخ کا فیضان کیا ہوتا ہے؟ اور اس سے قلبِ سالک میں کس قدر ایمان ویقین کی شمعیں روشن ہوتی ہیں اور کس قدر انوار محبت ومعرفت کی رونقیں بڑھتی ہیں، سالک کی زندگی پر شیخ کے روحانی فیض اور اس کی اثر انگیزی کی ایک جھلک اور ملاحظہ کرتے چلیں ؎

عشق بھی تام ہوچکا، عقل بھی تام ہوچکی

زندگی بے نظام کی زیرِ نظام ہوچکی

دیکھو تو فیضِ شیخ سے زاغ بھی ہنس ہوگیا

زندگی اک ہلال سے ماہِ تمام ہوچکی

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بالجملہ عشقِ مولیٰ، محبت ومعرفتِ الٰہیہ کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے، جب کہ بہت صاف گوئی وصراحت کے ساتھ عشقِ مجازی کی قباحت ومذمت بھی آپ بیان فرماتے ہیں جیسا کہ حسنِ فانی اور لیلائے دنیا کی بے ثباتی وبے وفائی اور اس کی پرفریبی کو ایسے انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ اگر عشاقِ مجازی عقل وخرد کی میزان پر رکھ کر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پڑھیں یا سنیں تو ان کی زندگی کا بگڑا ہوا زاویہ بالکل درست ہوجائے اور ایسے سینکڑوں لوگوں کی زندگیاں درست زاویے پر آچکی ہیں، جو پہلے عشقِ مجازی یعنی فسقِ حقیقی میں مبتلا تھے، عشقِ مولیٰ کی راہ پر گامزن لوگوں کے لیے آپ علیہ الرحمۃ یوں ترغیبی پیغام دیتے ہیں ؎

دردِ دل کے واسطے کر جستجو

زخمِ حسرت اور خونِ آرزو

غم سے ٹکڑے ہوگئے دل کے مگر

دل کے ہر ذرہ میں ہیں انوارِ ہو

اسی حقیقی عشق کی راہ پر تدریجاً بڑھتے ہوئے کیفِ باطن کا یوں اِظہار فرماتے ہیں ؎

آرزو میری خاک میں مل کے

لطف لیتی ہے عشقِ کامل کے
مٹ گئے رنج راہِ منزل کے
پاس آئے ہیں جب سے وہ دل کے
اب خزاں دل سے دور ہے کیونکہ
پاس رہتے ہیں وہ مرے دل کے

بالکل اسی رنگ وآہنگ میں عشقِ مجازی وحسن فانی پر ردوقدح کا ایک اچھوتا اسلوب دیکھئے۔

حسن فانی ہے، عشق بھی فانی
پھول مرجھا گئے ذرا کھل کے
کیسا چہرہ بدل گیا اُن کا
دام کچھ بھی نہیں رہے تِل کے
کی نہ توبہ اگر گناہوں سے
دونوں روئیں گے خاک میں مِل کے

عاشقِ مولیٰ کی عظمت کا پتہ دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

خاکِ تن میں دردِ دل کو جب نہاں کرتے ہیں ہم
اپنے آب و گِل کو رشکِ آسماں کرتے ہیں ہم
اپنا صحرا اُن کے غم سے گلستاں کرتے ہیں ہم
اور خارستاں کو رشکِ بوستاں کرتے ہیں ہم

اللہ تعالیٰ سے دوستی اور محبت کے ثمرات ونتائج کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت والاؒ نے فرمایا۔

دشمنوں کو عیشِ آب و گل دیا
دوستوں کو اپنا دردِ دل دیا
ان کو ساحل پر بھی طغیانی ملی
مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا

حسنِ فانی کے دھوکہ سے خبردار کرتے ہوئے ایک دفعہ برطانیہ کے سفر میں حضرتؒ نے فرمایا۔

اُسے لندن کے رنگِ گل کی کچھ حاجت نہیں ہوتی
جسے ملتا ہے دردِ دل خدا کی مہربانی سے
نہ دیکھو ان نمک پاروں کو تم، ہرگز نہیں دیکھو

کہ یہ تشنہ لبی جاتی نہیں نمکین پانی سے

یہاں نمک پاروں سے مراد حسینانِ دنیا ہیں جو کہ فانی ہیں اور ایک دن قبر میں جا کر سڑ جائیں گی اور گل کر مٹی ہو جائیں گی، عشقِ مجازی کا سبب چونکہ نظر بازی ہے اس لیے حضرت علیہ الرحمۃ غض بصر اور نگاہِ دل کی حفاظت پر بہت ہی زور دیا کرتے ہیں، چنانچہ ایک مقام پر فرماتے ہیں ؎

ولایت اہلِ دل کی صحبتوں سے گو میسر ہے
مگر یہ شرط ہے قلب ونظر کی پاسبانی ہو

مقصد یہ ہے کہ دل ونگاہ کی حفاظت از حد ضروری ہے کہ اس میں غیر اللہ کی ہستی نہ سما جائے ورنہ تو بقولِ شاعر مشرق ؎

زباں سے لا الٰہ کہہ لیا تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

انسان اپنے دل میں فانی حسینوں کو بسا کر نہ صرف بے بس ہو جاتا ہے بلکہ اس کی دل کی دنیا ویران ہو جاتی ہے اور پھر دل نورِ ایمان سے محروم ہوتا چلا جاتا ہے اور مسلسل بے چینی اس کا مقدر بن جاتی ہے، جیسا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نہیں کرتا ہے صدقِ دل سے جو توبہ گناہوں سے
کسی بھی حال میں اس کی پریشانی نہیں جاتی

ایک اور نظم میں اسی طرح فرماتے ہیں ؎

بتوں کی بے وفائی کا کیا ہے تجربہ تو نے
مگر اے نفس! پھر بھی تیری نادانی نہیں جاتی

حضرتؒ حسینانِ عالم کو فانی بتوں سے تعبیر فرماتے ہیں۔ شعر وسخن اور اصلاحی بیانات کے ہر دو پلیٹ فارم سے حضرتؒ نے بدنظری کے گناہ کو خوب واضح کیا ہے اور حدیث شریف ''لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ'' کی روشنی میں بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ اس کے نقصانات سے ہم کو آگاہ کیا ہے اس لیے غض بصر اور حفاظت نگاہ پر آپ بڑا زور دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آج کل پوری دنیا میں بدنظری کا گناہ سب سے بڑے پیمانہ پر ہو رہا ہے گویا یہ انٹرنیشنل گناہ ہے، اس مضمون پر خصوصیت کے ساتھ محنت کرتے ہوئے حضرت والاؒ نے جو لاکھوں لوگوں کی اصلاح فرمائی ہے اس کی وجہ سے آپؒ کو ''مجدد غض بصر'' کا لقب دیا گیا، جو بالکل بجا اور موزوں تر ہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے علاوہ بہت سے روحانی امراض اور ان کے نقصانات سے آگاہ کرنے کے لیے ''روح کی

بیماریاں اوراُن کا علاج'' کے نام سے پوری ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی ہے جو اپنے موضوع پر نہایت جامع اور اچھوتی کتاب ہے اپنے اشعار میں بھی جا بجا ان روحانی امراض کا تذکرہ فرماتے ہیں تاکہ لوگ علی العموم اور حضرات سالکین خصوصاً اُن سے بچنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں

فیضِ مرشد سے ہوگیا محروم
جب کوئی بدگمان ہوتا ہے
جو محافظ نہیں نظر کا آہ
زیرِ تیر و کمان ہوتا ہے
کیسے پائے گا قرب کی منزل
جب کوئی وقفِ نان ہوتا ہے

معلوم ہوا کہ بدنظری کی طرح بدگمانی بھی بڑا باطنی مرض بلکہ بڑا گناہ ہے جو بہت سارے نقصانات کا باعث ہوتا ہے، اسی طرح عیش کوشی بھی ایک بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ظاہری و باطنی گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

جب ہم قدرے وسعت و گہرائی کے ساتھ حضرت علیہ الرحمۃ کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو مضامین کی ہمہ گیری کے ساتھ ساتھ عبارات کی شستگی اور سلاست ذہن کو بے اختیار حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں محو کر دیتی ہے اور وجدان کے جھروکوں سے جیسے کوئی آواز سماعتوں سے ٹکراتی ہوئی محسوس ہوتی ہے کہ جو یہ کہہ رہی ہوتی ہے کہ یہ تو پندرہویں صدی ہجری کے مولانا رومی علیہ الرحمۃ معلوم ہوتے ہیں۔

مانا کہ میر گلشنِ جنت تو دور ہے
عارف ہے دل میں خالقِ جنت لیے ہوئے
صحراؤں میں کبھی، کبھی دامانِ کوہ میں
پھرتا ہوں دل میں دردِ محبت لیے ہوئے

کچھ اسی اسلوب میں مزید ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

جی چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے
میں ڈھونڈتا ہوں تجھ کو، محبت! کہاں ہے تو؟
اک قلبِ شکستہ ترے قابل لیے ہوئے

ایک صوفی درویش کو اہلِ دنیا جس نگاہ سے دیکھتے ہیں، وہ اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کر پاتے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے بوریہ نشین اہل اللہ کا مقام نمایاں طور پر بیان فرمایا ہے جس سے عاشقانِ حق کا رُتبہ معلوم ہوتا ہے۔

یادِ خدا کا ہر نفس کون ومکاں سے کم نہیں
اہلِ وفا کا بوریا تختِ شہاں سے کم نہیں
دامنِ فقر میں مرے پنہاں ہے تاجِ قیصری
ذرّۂ درد وغم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

آگے ایک نظم میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اُن کی نظر کے حوصلے رشکِ شہانِ کائنات
وسعتِ قلبِ عاشقاں ارض وسما سے کم نہیں

حاصل کلام اور خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ حضرت اقدس قدس سرہٗ کی شخصیت علم وعمل کی نمایاں اور مؤثر ترین صفات سے جہاں مزین تھی وہیں آپ کی عارفانہ شاعری بھی ہمہ جہت اصلاحی تاثیر سے معمور تھی، ایک مؤمن ومسلمان کی عملی زندگی کے جتنے بھی اصلاح طلب پہلو ہو سکتے ہیں ان سب پر حضرت والا علیہ الرحمۃ نے اپنے عارفانہ کلام میں گہری نظر ڈالی ہے اور کسی بھی طرح کی تشنگی نہیں چھوڑی ہے جیسا کہ عشقِ مجازی کے بارے میں مزید فرماتے ہیں۔

میر کا معشوق جب بڈھا ہوا
بھاگ نکلے میر بڈھے حسن سے

☆

صلہ عشق مجازی کا یہ کیسا ہے؟ ارے توبہ!
کہ عاشق روتے رہتے ہیں، صنم خود سوتا رہتا ہے

☆

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سنائے ہیں

☆

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

☆

خون ارماں سے قلب رنگیں کر
میرؔ رکھا کیا ہے نظاروں میں

☆

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا
کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر

☆

بچو گندے عمل سے، امردوں سے دور ہو جاؤ
اگر یہ فعل اچھا تھا خدا پتھر نہ برساتا

☆

نہ گوری کو دیکھ نہ کالی کو دیکھ
اسے دیکھ جس نے اسے رنگ بخشا

صحبت اہل اللہ کے متعلق فرماتے ہیں ؎

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اخترؔ
اسے آگیا ہے جینا، اسے آگیا ہے مرنا
مری زندگی کا حاصل، مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا، ترے عاشقوں میں مرنا
مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

☆

اگر اللہ والوں سے نہیں دل کی دوا پاتا
بہت مشکل تھا اپنے نفسِ سرکش کو دبا پاتا

☆

اگر مطلوب ہے دردِ محبت
تعلق کر گروہِ عاشقاں سے

☆

گناہوں کو چھوڑنے پر انعام کے سلسلہ کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

سارے عالم میں یہی اخترؔ کی ہے آہ وفغاں

چند دِن خونِ تمنا سے خدا مل جائے ہے

☆

دل خدا پر فدا کرو اخترؔ
کچھ نہیں عارضی بہاروں میں

☆

صدمہ وغم میں مِرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

☆

عجیب مظہرِ اضداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

☆

واصل الی الحق ہونے کے مزہ کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دِل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

☆

میں تھک جاتا ہوں اپنی داستانِ درد سے اخترؔ
مگر میں کیا کروں چپ بھی نہیں مجھ سے رہا جاتا

☆

مری آہ کا اثر ہے............مرے درد کا ثمر ہے
کہ جہاں بھی سنگِ در ہے....مرے آنسوؤں سے تر ہے
مری عاشقی کا منظر............ذرا دیکھنا سنبھل کر

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے درد وغم اور عشقِ الٰہی کی بھٹی ؎

فاش کیا ہے آہ نے زخمِ جگر کو بزم میں
لیکن ہماری آہ بھی زخمِ نہاں سے کم نہیں
کاشفِ رازِ دردِ دل یعنی یہ آہِ عاشقاں
رہبرِ دیگراں ہے جب رازِ نہاں سے کم نہیں

رندوں کی آہ زاریاں اخترؔ خدا کو ہیں پسند
ان کا شکستہ دل بھی پھر کرو بیاں سے کم نہیں
ان کے حضور میں مرے آنسو زباں سے کم نہیں
عشق کی بے زبانیاں لفظ و بیاں سے کم نہیں

حضرتؒ کی شاعری کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کی تعبیرات وتراکیب میں بکثرت سہل ممتنع کی صنعت دیکھنے کوملتی ہے جو کسی بھی شاعر کے قادرالکلام اور ماہر ادب وسخن ہونے کی دلیل ہے، یہ صنعت احقر نے اس سے قبل حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ کے کلام میں خوب دیکھی تھی، اسی طرح سہلِ ممتنع کی فراوانی حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ کے کلام میں دیکھنے کوملتی ہے۔

جب احقر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۹۹۶ء میں بیعت ہوا تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کو پنے دستِ مبارک سے نام تحریر فرما کر اپنا مجموعۂ کلام ''فیضانِ محبت'' عنایت فرمایا، اس مجموعہ کا پہلی بار دِیدار ہوا تھا تو چند صفحات دیکھ کر احقر نے عرض کیا ''حضرت! آپ کے کلام میں تو بالکل اسی انداز کا سہل ممتنع محسوس ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ کے کلام میں نظر آتا ہے''۔ یہ بات سن کر حضرتؒ مسکرائے اور فرمایا ''میرے دونوں شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ شاعر نہیں تھے، تو یہ میرا ذوقِ شعروسخن حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ کی صحبت فیض رساں کی مرہونِ منت ہے''۔

غرض یہ کہ حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری میں حقیقت کا رنگ نہایت واضح ہے، جو سامع کو گل وبلبل کے قصوں، لیلیٰ ومجنوں کی بے فائدہ کہانیوں میں اُلجھانے کی بجائے حقیقت سے آشنا کراتی ہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے انہی قیمتی اور حقیقت پسندانہ اردو اشعار کا مجموعہ دو ضخیم مجلد کتب ''فیضانِ محبت'' اور ''آئینۂ محبت'' کی شکل میں شائع ہو چکا ہے اور فارسی اشعار ''مثنویٔ اختر'' کے نام سے طبع ہو چکے ہیں حق تعالیٰ نے ان کتب کو عالم گیر شہرت عطا فرمائی ہے، دعا ہے کہ اللہ پاک ہم سب کو اس سے بھرپور استفادہ کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ہے اسی طرح سے ممکن تری راہ سے گزرنا
کبھی دل پہ صبر کرنا، کبھی دل سے شکر کرنا
یہ تری رضا میں جینا، یہ تری رضا میں مرنا
مری عبدیت پہ یارب یہ ہے تیرا فضل کرنا
(حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ)

ایمان ورُوحانیت کا اخترِ تاباں

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
مدیر سہ ماہی المآثر، مئوناتھ بھنجن

(حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ انڈیا کے معروف عالم دین اور کئی کتابوں کے مصنف ایک انقلابی قسم کی شخصیت کے مالک تھے، مولانا اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی معارفِ مثنوی پر درج ذیل مقالہ تحریر فرمایا تھا، لیکن سہ ماہی فُغانِ اختر کے شیخ العرب والعجم نمبر میں اس کی اشاعت سے پہلے ہی مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں تشریف لے گئے جہاں اُن کے اکابر چلے گئے ہیں، اب یہ مقالہ ملاحظہ فرمائیے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیے۔ ادارہ)

۱۹۷۸ء کا کوئی مہینہ تھا، ان حروف کا راقم مدرسہ وصیۃ العلوم اِلٰہ آباد میں تدریس کی خدمت انجام دے رہا تھا ایک روز دوستوں میں سے ایک صاحب نے بتایا کہ حضرت پرتاب گڑھیؒ کے یہاں پاکستان سے ایک بزرگ تشریف لائے ہیں۔ بہت خوش مزاج، خندہ رُو، خندہ جبیں، خوش لباس، خوش خصال، وجیہ و دل آویز، بولتے ہیں تو تمام مجلس سراپا گوش بن جاتی ہے، منہ سے الفاظ نہیں پھول جھڑتے ہیں، گفتگو کا ایک موضوع ہوتا ہے، ذکرِ الٰہی، نسبت مع اللہ، نفس کا تزکیہ، قلب کی اصلاح، اللہ کی جانب توجہ، اتباعِ سنت کی اہمیت اور اس کی ترغیب، گفتگو کے درمیان خوب صورت اشعار بھی پڑھتے ہیں، اور یہ اشعار زیادہ تر انہیں کے ہوتے ہیں، مثنویٔ روم کے بہترین شارح اور ترجمان!

موقع پا کر اس بندۂ خاک سار نے بھی خدمت میں حاضری دی، جیسا سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا، اُن کی تقریر بڑی مؤثر اور دلآویز محسوس ہوئی، قلب کا پیمانہ بادۂ محبت سے لبریز تھا، جب گفتگو چھڑتی تو محبتِ الٰہی اور عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی، ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ جب وہ ذکرِ الٰہی اور نسبت مع اللہ کی گفتگو کرتے تو اُن پر ایک محویت کا عالم طاری ہوجاتا، ایسا محسوس ہوتا کہ ع

''بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسولؐ میں''، معلوم ہوا کہ یہ بزرگ اصلاً ہندوستان کے رہنے والے، ضلع پرتاب گڑھ کے باشندے ہیں، ضلع اَعظم گڑھ کے مشہور پیرِ طریقت، صاحبِ نسبت بزرگ حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ کے مرید و پروردہ اور حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئیؒ کے خلیفہ اور حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ کے ہم وطن و خلیفہ مجاز بیعت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب ہیں۔

اس کے بعد گاہے گاہے، وہ ہندوستان تشریف لاتے رہے، اور اصلاحِ باطن، نسبت مع اللہ، ذکرِ الٰہی، اور ترغیب وترہیب کا نور برساتے رہے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ شریعت وطریقت کے سچے سالک اور رہنماء تھے۔ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں فناء تھے، غیر اللہ کا تعلق اور غیر اللہ کی محبت انہیں گوارا نہ تھی، وہ جہاں ہوتے محبت الٰہیہ کی ندا دیتے، ہر فنا پذیر اور زوال آمادہ شے کی محبت سے بیزاری کا سبق پڑھاتے اور خداوند تعالیٰ کی دائمی محبت کی تلقین فرماتے، یہی مضمون اُن کی تقریروں میں ہوتا، یہی مضمون اُن کی تحریروں اور کتابوں میں ہوتا، اس مضمون کی گرفت نے انہیں مولانا جلال الدین رومیؒ کی شہرۂ آفاق مثنوی تک پہنچایا اور انہوں نے مثنوی شریف کے منتخب اشعار کی اتنی خوب صورت اور جامع شرح لکھی کہ مثنوی شریف کی روح پڑھنے والوں کے سامنے رکھ دی، یوں تو حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے بہت سے مواعظ ومؤلفات ہیں اور سب ایک سے بڑھ کر ایک ہیں، مگر مثنوی شریف جس طرح البیلی ہے، اسی طرح اس کی یہ شرح بھی البیلی ہے، تنہا یہ ایک کتابِ محبت الٰہی، زہد فی الدنیا، شریعت کی عظمت، نسبت مع اللہ کی اہمیت اور بزرگوں سے تعلق ومحبت کے فیضان کے لیے کافی ہے۔

ناظرین کی واقفیت اور ضیافتِ طبع کے لیے معارفِ مثنوی کے چند اقتباسات اور مضامین اس جگہ پیش کیے جاتے ہیں، حکیم صاحبؒ کے درد وسوز اور حکمت وموعظت کو اُن کے درج ذیل مضمون میں ملاحظہ کیجیے اور نفسِ باطن کے تزکیہ اور قلب وروح کے تجلیہ وتحلیہ کا سبق حاصل کیجیے:۔

سلطان محمودؒ کا قصہ:

ایک رات حضرت سلطان محمودؒ شاہی لباس اتار کر عام لباس میں رعیت کی نگرانی کے لیے تنہا گشت فرما رہے تھے، کہ اچانک چوروں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ آپس میں کچھ مشورہ کر رہا ہے، چوروں نے سلطان محمود کو دیکھ کر دریافت کیا کہ اے شخص تو کون ہے؟ بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم میں سے ایک ہوں، وہ لوگ سمجھے کہ یہ بھی کوئی چور ہے، اس لیے ساتھ لے لیا، پھر آپس میں باتیں کرنے لگے اور یہ مشورہ ہوا کہ ہر ایک اپنا اپنا ہنر بیان کرے، تاکہ وہی کام اس کے سپرد کر دیا جاوے۔

ایک نے کہا صاحبو! میں اپنے کانوں میں ایسی خاصیت رکھتا ہوں، کہ کتا جو کچھ اپنی آواز میں کہتا ہے میں سب سمجھ لیتا ہوں، کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟۔ دوسرے نے کہا کہ میری آنکھوں میں ایسی خاصیت ہے کہ جس شخص کو اندھیری رات میں بھی دیکھ لیتا ہوں، اس کو دن میں بلا شک وشبہ پہچان لیتا ہوں۔ تیسرے نے کہا کہ میرے بازوؤں میں ایسی خاصیت ہے کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگا لیتا ہوں یعنی گھر میں داخل ہونے کے لیے مضبوط دیوار میں بھی ہاتھ سے سوراخ کر لیتا ہوں۔ چوتھے نے

کہا کہ میری ناک میں ایسی خاصیت ہے کہ مٹی سونگھ کر معلوم کر لیتا ہوں کہ اس جگہ خزانہ مدفون ہے یا نہیں، جیسے مجنوں نے بغیر بتلائے خاک سونگھ کر معلوم کر لیا تھا کہ اس جگہ لیلیٰ کی قبر ہے ۔

ہمچو مجنوں بو کنم ہر خاک را
خاکِ لیلی را بیابم بے خطا

پانچویں شخص نے کہا میرے پنجے میں ایسی قوت ہے کہ محل خواہ کتنا ہی بلند ہو لیکن میں اپنے پنجے کے زور سے کمند کو اس محل کے کنگرہ میں مضبوط لگا دیتا ہوں، اور اس طرح مکان میں آسانی سے داخل ہو جاتا ہوں، پھر سب نے مل کر بادشاہ سے دریافت کیا کہ اے شخص تیرے اندر کیا ہنر ہے؟ جس سے چوری کرنے میں مدد مل سکے بادشاہ نے جواب دیا ۔

مجرماں را چوں بجلاداں دہند
چوں بجنبد ریشِ من ایشاں رہند

ترجمہ: میری ڈاڑھی میں ایسی خاصیت ہے کہ پھانسی کے مجرموں کو جب جلادوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے اس وقت اگر میری ڈاڑھی ہل جاتی ہے تو سب اسی وقت رہائی پا جاتے ہیں، یعنی جب میں ترحم سے ڈاڑھی ہلا دیتا ہوں، تو مجرمین کو قتل کی سزا سے فی الفور نجات حاصل ہو جاتی ہے، یہ سنتے ہی چوروں نے کہا ۔

قوم گفتندش کہ قطبِ ما توئی
روزِ محنت ہا خلاصِ ما توئی

ترجمہ: اے ہمارے قطب چونکہ یوم مشقت میں خلاصی کا ذریعہ آپ ہی ہیں، یعنی اگر ہم پکڑے جاویں تو آپ کی برکت سے چھوٹ جاویں گے، اس لیے اب ہم سب کو بے فکری ہو گئی، کیونکہ اوروں کے پاس تو صرف ایسے ہنر تھے جن سے چوری کی تکمیل ہو سکتی تھی، لیکن سزا کے خطرے سے بچانے کا ہنر کسی کے پاس نہ تھا، یہی کسر باقی تھی، جو آپ کی وجہ سے پوری ہو گئی، اور سزا کا خطرہ بھی ختم ہو گیا، بس اب کام میں لگ جانا چاہیے، اس مشورہ کے بعد سب نے قصر شاہ محمود کی طرف رخ کیا، اور شاہ خود بھی اُن کے ہمراہ ہو گیا، راستہ میں کتا بھونکا تو کتے کی آواز سمجھنے والے نے کہا کہ تمہارے ساتھ بادشاہ بھی ہے، لیکن اس کی بات کی طرف چوروں نے دھیان نہ دیا کیونکہ لالچ ہنر کو پوشیدہ کر دیتا ہے ۔

صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد
چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد

ایک نے خاک سونگھی اور بتایا کہ شاہی خزانہ یہاں ہے ایک نے کمند پھینکی اور شاہی محل میں داخل ہوگیا، نقب زن نے نقب لگائی، اور آپس میں خزانہ تقسیم کرلیا، اور جلدی جلدی ہر ایک نے مال مسروقہ پوشیدہ کرلیا، بادشاہ نے ہر ایک کا حلیہ پہچان لیا، اور ہر ایک کی قیام گاہ کے راستوں کو محفوظ کرلیا، اور اپنے کو اُن سے مخفی کر کے محل شاہی کی طرف واپس ہوگیا۔

بادشاہ نے دن کو عدالت میں شب کا تمام ماجرا بیان کر کے سپاہیوں کو حکم دیا کہ سب کو گرفتار کرلو، اور سزائے قتل سنادو، جب وہ سب کے سب مشکیں کسی ہوئی عدالت میں حاضر ہوئے تو تخت شاہی کے سامنے ہر ایک خوف سے کانپنے لگا، لیکن وہ چور جس کے اندر یہ خاصیت تھی کہ جس کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا دن میں بھی اس کو بے شبہ پہچان لیتا، وہ مطمئن تھا، اس پر خوف کے ساتھ رجاء کے آثار بھی نمایاں تھے، یعنی ہیبتِ سلطانی اور قہرِ انتقامی سے ترساں اور لطفِ سلطانی کا امیدوار تھا، کہ حسبِ وعدہ جب مراحمِ خسروانہ سے ڈاڑھی ہل جاوے گی تو فی الفور خلاصی ہوجاوے گی، اور حسبِ وعدہ میں اپنے تمام گروہ کو چھڑالوں گا، کیونکہ غایت مروت سے بادشاہ اپنے جان پہچان والے سے اعراض نہ کرے گا، بلکہ عرض قبول کر کے سب کو چھوڑ دے گا۔

اس شخص کا چہرہ خوف اور امید سے کبھی زرد کبھی سرخ ہورہا تھا کہ بادشاہ محمود نے جلالتِ خسروانہ کے ساتھ حکم نافذ فرمایا کہ ان سب کو جلادوں کے سپرد کر کے دار پر لٹکادو اور چونکہ اس مقدمہ میں سلطان خود شاہد تھے، اس لیے کسی اور کو گواہی کی ضرورت نہیں، یہ سنتے ہی اس شخص نے دل کو سنبھال کر عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں، اجازت حاصل کر کے اس نے کہا حضور! ہم میں سے ہر ایک نے اپنے مجرمانہ ہنر کی تکمیل کردی، اب خسروانہ ہنر کا ظہور حسبِ وعدہ فرمادیا جائے، میں نے آپ کو پہچان لیا ہے، آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ میری ڈاڑھی میں ایسی خاصیت ہے کہ اگر کرم سے ہل جاوئے تو مجرم خلاصی پاجاوئے، لہٰذا اے بادشاہ! آپ اپنی ڈاڑھی ہلادیجئے تاکہ آپ کے لطف کے صدقے میں ہم سب اپنے جرائم کی عقوبت و سزا سے نجات پاجائیں، ہمارے ہنروں نے تو ہمیں دار تک پہنچادیا، اب صرف آپ ہی کا ہنر ہمیں اس عقوبت سے نجات دلا سکتا ہے، آپ کے ہنر کے ظہور کا یہی وقت ہے، ہاں کرم سے جلد ڈاڑھی ہلائیے کہ خوف سے کلیجے ہمارے منہ کو آرہے ہیں، اپنی ڈاڑھی کی خاصیت سے ہم سب کو جلد مسرور فرمادیجئے۔

سلطان محمود اس گفتگو سے مسکرایا اور اس کا دریائے کرم مجرمین کی فریاد و نالۂ اِضطرار سے جوش میں آگیا، ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص نے اپنی اپنی خاصیت دکھادی حتیٰ کہ تمہارے کمال اور ہنر نے تمہاری گردنوں کو مبتلاء قہر کردیا، بجز اس شخص کے کہ یہ سلطان کا عارف تھا اور اس کی نظر نے

رات کی ظلمت میں ہمیں دیکھ لیا تھا، اور ہمیں پہچان لیا تھا، پس اس شخص کی اس نگاہِ سلطان شناس کے صدقے میں تم سب کو رہا کرتا ہوں، مجھے اس پہچاننے والی آنکھ سے شرم آتی ہے، کہ میں اپنی ڈاڑھی کا ہنر ظاہر نہ کروں۔

فائدہ(۱): اس حکایت میں عبرت ونصیحت ہے کہ جس وقت تم جرائم کا ارتکاب کرتے ہو شہنشاہِ حقیقی تمہارے ساتھ ہوتا ہے، اور تمہارے کرتوتوں سے باخبر ہوتا ہے: ''وھو معکم این ما کنتم'' اور سلطان حقیقی تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

بندہ جب کسی نافرمانی کا ارتکاب کرتا ہے تو گویا خزانۂ حدودِ الٰہیہ میں خیانت کرتا ہے، اللہ کے حقوق کی خیانت ہو یا بندوں کے حقوق کی، یہ سب اللہ کے خزانے کی چوریاں ہیں اس لیے ہر وقت یہ خیال رہے کہ شہنشاہِ حقیقی ہمارے ساتھ ہے اور ہمیں دیکھ رہا ہے کہ اس کے سامنے خزانہ لوٹا جارہا ہے، ذرا سوچو تو سہی! تم کس کی چوری کررہے ہو؟ وہ بادشاہِ حقیقی کہہ رہا ہے کہ ہم تمہیں دیکھ رہے ہیں، ہمارا قانون تو نازل ہوچکا ہے، آج تم قانون شکنی کرلو، آج دنیا میں تمہاری ستاری کررہا ہوں کہ شاید تم راہ پر آجاؤ لیکن اگر ہوش میں نہ آئے تو کل قیامت میں جب مشکیں کسی ہوئی میرے سامنے حاضر ہوگے اس وقت میرے قہر وغضب سے تمہیں کون بچا سکے گا؟

فائدہ(۲): اس حکایت سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی سزا فی المآل یعنی آخرت میں دیں گے، اگرچہ دنیا میں فی الحال نظر انداز فرمادیں جیسے خزانہ شاہی کی چوری کے وقت سلطان اگرچہ چوروں کو دیکھ رہا تھا اور اُن کے پاس ہی تھا لیکن اس حال میں انہیں سزا نہ دی بلکہ انجامِ کار گرفتار کرالیا، اگر ہر روز یہ مراقبہ کرلیا جاوے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اعمال کو دیکھ رہے ہیں تو گناہ کے اِرتکاب سے خوف محسوس ہوگا۔

فائدہ(۳): تیسری نصیحت یہ کہ قیامت کے دن کوئی ہنر کام نہ دے گا، بلکہ وہ تمام اعمال جو اللہ کی مرضی کے خلاف انسان سے سرزد ہورہے ہیں، قیامت کے دن اس کی گردن بندھوادیں گے، گویا دنیا میں ان کو ہنر سمجھا جاتا ہو، جس طرح چوروں نے اپنے فن کو موقع کمال میں پیش کیا تھا لیکن ان کمالات نے ہی اُن کی مشکیں کسوادیں۔

ہر یکے خاصیتے خود را نمود
ایں ہنر ہا جملہ بدبختی فزود

ترجمہ: ہر ایک نے اپنی خاصیت دکھائی اور اپنا کمالِ ہنر پیش کیا لیکن ان تمام ہنروں سے اُن کی بدبختی اور بڑھ گئی، جو ہنر جان کو خالق جان سے آشنا نہ کرے اور دل کا رابطہ حق تعالیٰ سے قائم

نہ کرے اور اللہ کی یاد کا ذریعہ نہ ہو جاوے، وہ ہنر نہیں ہے، وبال ہے، انسان کی جو قوتیں اللہ تعالیٰ سے بغاوت، سرکشی اور غفلت میں صرف ہو رہی ہیں وہ ایک دن اس کو مجرم کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کریں گی۔

آج دنیا کی جو قومیں سائنسی ترقی کے ذریعے تسخیرِ مہتاب کو اپنا کمال سمجھ رہی ہیں، اور اللہ سے منہ موڑ کر اپنی زندگی کے ایام گزار رہی ہیں انہیں کل قیامت کے دن پتہ چلے گا کہ اُن کا یہ کمالِ ہنر قابلِ انعام ہے یا موردِ قہر وغضب؟ ؎

تسخیر مہر وماہ مبارک تجھے مگر
دل میں اگر نہیں تو کہیں روشنی نہیں

فائدہ (۴): پس معلوم ہوا کہ کوئی ہنر کام آنے والا نہیں ہے سوائے ایک ہنر کے اور وہ یہ ہے کہ اس دنیا کے ظلمت کدہ میں اللہ کو پہچاننے والی نظر پیدا کی جائے، جیسے کہ وہ شخص جس کی نگاہ سلطان شناس تھی کہ اپنے اسی ہنر کی وجہ سے قہر وانتقام شاہی سے خود بھی بچ گیا اور دوسروں کے لیے بھی سفارش کی باقی ساری خاصیتیں آلہ سزا وعقوبت ہوگئیں ؎

جز مگر خاصیتے آں خوش حواس
کہ بشب بود چشمِ او سلطاں شناس

ترجمہ: صرف اس خوش حواس کی نگاہ سلطان شناس کام آئی، جس نے رات میں سلطان کو پہچان لیا تھا، پس نصیحت اس میں یہ ہے کہ یہ دنیا ظلمت کدہ ہے، یہاں کی اندھیری میں جو بندہ اتباع شریعت الٰہیہ کی برکت سے اپنے اللہ کو پہچان لے گا، وہ قیامت کے دن خود بھی نارِ جہنم کی عقوبت سے خلاصی پائے گا اور دوسرے مجرمین (گنہ گار اہلِ ایمان) کے لیے بھی سفارش کرے گا لیکن اپنی اس معرفت اور لطف حق پر مغرور نہ ہوگا، بلکہ خوف اور امید کے درمیان بصد عجز ونیاز عبدیت سفارش کرے گا، پھر حق تعالیٰ جس کے لیے چاہیں گے اس کی سفارش قبول فرما کر اپنی شان رحمت کا ظہور فرمائیں گے اور جس کے لیے نہ چاہیں گے تو از راہ عدل اپنی شان قہر وانتقام ظاہر فرمائیں گے، پس بہت خوش نصیب ہے وہ بندہ جس نے دنیا میں رہ کر نگاہ معرفت پیدا کر لی، اور اپنے اللہ کو پہچان لیا، عارفین جن کی روحیں اپنے مجاہدوں اور ریاضتوں کے ذریعے آج اللہ کو پہچان رہی ہیں، کل حشر کے دن یہی عارفین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور نجات پائیں گے، اور اُن کی سفارش گناہ کاروں کے حق میں قبول کی جائے گی، جس وقت کفار ومجرمین کو ان کے ہنروں کی بدولت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آگ میں داخل کیا جارہا ہوگا، اس وقت یہ فاقہ زدہ چہرے، یہ پیوند لگے کپڑے والے، بوریا نشین جن کا آج

مذاق اڑایا جاتا ہے اپنے اللہ کو نگاہ بھر کر دیکھ رہے ہوں گے، اس وقت مجرمین ان پر رشک کریں گے کہ کاش دنیا میں ہم بھی انہیں کی طرح رہے ہوتے اور اُن کا ہنر سیکھا ہوتا، یعنی نگاہِ معرفت پیدا کر لی ہوتی۔

فائدہ (۵): اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول اور نیک بندے معیار انسانیت کے اعتبار سے کتنا بلند مقام رکھتے ہیں۔

افسوس کہ آج جو قوم انہیں چوروں کی طرح اپنی دنیوی زندگی کی چندروزہ بہار کے وسائل وذرائع کو ہنر سمجھتی ہے اور مادی ترقی کو اصل ترقی سمجھتی ہے اور انسانیت سے گری ہوئی تہذیب کو مثلاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو اور کاغذ سے مقام نجاست صاف کر کے، ٹب میں بیٹھ کر غسل کرنے کو اور انہی کی طرح پاخانہ کے مقام سے ملوث گندہ پانی منہ، کان، آنکھ میں داخل کرنے کو انسانیت کی معراج قرار دیتی ہے، کیا ایسی قوم کو تہذیب یافتہ وترقی یافتہ کہا جاسکتا ہے۔

افسوس صد افسوس کہ مسلمان اللہ کی پسندیدہ تہذیب ومعاشرت کو ترک کر کے اسی مغضوب ومقہور قوم کی نقل کر رہے ہیں۔

(دعا) اے اللہ ہم پر کسی ایسے حکمران کو متعین فرما جو تیرے پاکیزہ قانون کو نافذ کرے۔ (آمین) اور بے پردہ پھرنے والی عورتوں کو، بے نمازیوں، شراب پینے والوں کو سزائیں دے اور جبراً وقہراً ایسے دستور نافذ ہوں کہ یہ چکلے خانے، شراب خانے، سینما خانے سب مقفل کر دیئے جائیں، آمین ثم آمین۔ (معارفِ مثنوی ص۱۳ تا۲۳)

سچی محبتِ الٰہی کی حقیقت وبرکت کا یہ کتنا مؤثر بیان ہے واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی حقیقی معرفت حاصل ہو جائے، تو گناہوں کے خس وخاشاک کے جلنے اور دفع ہونے میں دیر نہ لگے گی، انسان کی تخلیق کی حکمت اسی معرفت میں پوشیدہ ہے، حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے ''**وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون**'' میں نے جنات اور انسان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں، مشہور مفسر قرآن حبر الامت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ **لیعبدون** سے مراد **لیعرفون** ہے، یعنی میری معرفت حاصل کریں، اللہ تعالیٰ شانہ ہمیں نور معرفت سے نوازیں۔

حکایت بازرگاں وطوطی محبوس:

طوطی وہ سبز رنگ کی چڑیا ہے جس کو عرفِ عام میں طوطا کہتے ہیں، (غیاث اللغات)

بازرگان، تاجر۔

ایک تاجر کے پاس طوطی تھی کو خوش آواز اور بہت خوب صورت تھی، تاجر نے اپنے سفرِ

ہندوستان کا آغاز کیا اور ازراہِ کرم اپنے غلاموں اور کنیزوں سے دریافت کیا کہ تمہارے لیے ہندوستان سے کیا لاویں؟ اسی طرح طوطی سے دریافت کیا کہ خطۂ ہندوستان سے تیرے لیے کیا لاویں؟ اور تیرا کیا پیام؟

طوطی نے کہا کہ ہندوستان میں جب کسی باغ وسبزہ زار سے گزرنا اور طوطیوں کا گروہ نظر آئے تو میرا سلام کہنا اور میرا یہ پیام کہہ دینا ؎

کاں فلاں طوطی کہ مشتاقِ شما ست
از قضائے آسماں در حبس ماست

گفت می شاید کہ من در اشتیاق
جاں دہم در ایں جا بمیرم در فراق

ایں روا باشد کہ من در بند سخت
گہ شما برسبز گاہے بر درخت

ایں چنیں باشد وفائے دوستاں
من دریں حبس وشما در بوستاں

یاد یاراں یار را میموں بود
خاصہ کاں لیلیٰ وایں مجنوں بود

ترجمہ: طوطی نے کہا کہ میرا یہ پیام طوطیانِ چمنستانِ ہند سے کہنا کہ فلاں طوطی تم لوگوں کی مشتاق ہے اور قضائے اِلٰہی سے میری قید میں ہے۔

طوطی نے کہا کہ بعد سلام میرا یہ پیام کہنا کہ کیا یہ بات تم لوگوں کے لیے مناسب ہے کہ میں تمہارے لیے تڑپتی رہوں اور تمہارے شوقِ ملاقات میں اس طرح تڑپ تڑپ کر جاں بحق ہو جاؤں۔

اور کہنا کہ یہ کب تمہارے لیے روا ہے کہ میں سخت قید رہوں اور تم سب کبھی سبزہ، کبھی درخت پر لطف آزادی اڑاؤ۔

کیا دوستوں کی وفاداری اسی طرح ہوتی ہے کہ میں قید میں رہوں اور تم سب باغوں میں رہو؟

دوستوں کی یاد دوستوں کے لیے نہایت مبارک ہوتی ہے بالخصوص جب دونوں میں تعلقات لیلیٰ اور مجنوں جیسے ہوں۔

تاجر نے اپنی مقید طوطی کی طرف سے جب ہندوستان کے ایک گروہ طوطیاں کو یہ پیغامات سنائے تو طوطیوں نے بھی اپنا سلام اس کو پیش کیا مگر ایک طوطی نے اس چمن میں جب یہ پیغام سنا تو اس کے جسم میں لرزہ ہوا اور شاخ سے کانپتی ہوئی زمین پر گری اور بالکل مردہ سی ہوگئی۔

تاجر اس پیغام رسانی سے شرمندہ ہوا کہ خواہ مخواہ اس غریب کی جان گئی نہ کہتا تو اچھا ہوتا، جب تاجر تجارت سے فارغ ہوکر واپس آیا تو اپنے غلاموں اور کنیزوں کو انعامات تقسیم کیے، طوطی نے اس سے کہا کہ طوطیانِ بیابانِ ہند نے مجھے کیا پیغام بھیجا ہے جو کچھ سنا ہو یا دیکھا ہو مجھے بتاؤ۔

گفت گفتم آں شکایت ہائے تو
با گروہِ طوطیاں ہمتائے تو

تاجر نے کہا کہ میں نے تمہاری شکایت تیری شریک غم طوطیوں سے کہہ دی۔

آں یکے طوطی ز دردت بوئے برد
زہرہ اش بدرید ولرزید وبمرد

ان طوطیوں میں سے ایک طوطی پر تیرے پیغام کا بہت شدید اثر ہوا، حتیٰ کہ تابِ ضبط نہ لاسکنے کی وجہ سے اس کا پتہ پھٹ گیا اور وہ کانپتی ہوئی گری اور مرگئی۔

چو شنید آں مرغ کاں طوطی چہ کرد
ہم بلرزید وفتاد وگشت سرد

ترجمہ: جب اِس طوطی نے اُس طوطی کا یہ فعل سنا کہ اس نے کیا کیا، یہ بھی اسی طرح کانپتی ہوئی گری اور ٹھنڈی ہوگئی۔

تاجر یہ ماجرا دیکھ کر رونے لگا کہ یہ کیا ہوا اور کیا کہا؟

اے دریغا! مرغِ خوش آوازِ من
اے دریغا! ہم دم وہمرازِ من

ترجمہ: تاجر نے کہا ہائے افسوس! اے خوش آواز مرغ! ہائے افسوس میرے ساتھی اور ہم راز۔

بعد از انش از قفس بیروں فگند
طوطیک پرّید تا شاخِ بلند

ترجمہ: اس کے بعد جب تاجر نے سمجھ لیا کہ طوطی صدمہ سے مرگئی ہے تو پنجرے سے نکال کر باہر ڈال دیا، تو طوطی فوراً اڑ کر شاخ بلند پر جا بیٹھی، تاجر نے اوپر منہ کیا اور پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟

کچھ مجھ سے بھی تو بیان کر؟

طوطی نے کہا کہ اس طوطی نے مجھے اپنے عمل سے خود کو مردہ بنا کر یہ سبق دیا تھا کہ تیری آزادی اور رہائی کی یہی صورت ہے کہ تو مردہ ہو جا، اس کے بعد طوطی نے سلام کیا اور تاجر کو الفراق کہا۔

الوداع! اے خواجہ! رفتم در وطن
ہم شوی آزاد روزے ہمچو من

ترجمہ: طوطی نے کہا اے خواجہ! میں نے اپنے وطن کا رُخ کیا اب تجھ سے رخصت ہوتی ہوں اور خدا کرے کہ تو بھی نفس کی زنجیر اور قید و بند سے آزاد ہو جاوئے میری طرح (تاکہ تو بھی باغِ قربِ الٰہی میں سیر کرے)۔

خواجہ گفتش فی امان اللہ برو
مر مرا اکنوں نمودی راہِ نو

ترجمہ: تاجر نے کہا کہ فی امان اللہ اے طوطی! جا، اپنے وطن مگر تو نے مجھے بھی آزادی کی راہِ نو دکھا دی۔

جانِ من کم تر ز طوطی کے بود
جاں چنیں باید کہ نیکو پے بود

ترجمہ: تاجر نے کہا کہ میری جان کیا طوطی سے بھی کم تر ہے؟ کہ دنیا کے قید خانے اور خواہشات نفس کی غلامی کی زنجیر میں گرفتار رہے اور اللہ تعالیٰ کے باغِ قرب سے محروم، پس جان تو ایسی ہی ہونی چاہیے جو اپنے اصل چمن کی طرف اڑ جائے اور قید سے رہا ہو جائے۔

فائدہ: مولانا کو اس واقعہ سے یہ نصیحت فرمانی مقصود ہے کہ قفس سے اس طوطی کی رہائی، تقریر اور بلند آوازی، دعویٰ انانیت سے نہیں ملی بلکہ اپنے کو مٹانے اور فنا کرنے سے ملی، پس اسی طرح جو طالب طائر روح کو نفس اور شیطان کے قفس سے آزاد کرانا چاہے، اس کو چاہیے کہ فنا سیکھے اور طریقۂ فنائیت فانی فی اللہ سے سیکھے، کیونکہ جو خود قیدی ہو وہ دوسرے قیدی کو رہا نہیں کرا سکتا اور اللہ والے نفس کے قید و بند سے آزاد ہو گئے ہیں، پس اُن کی صحبت سے دوسرے قیدی رہائی پا سکتے ہیں۔

(معارفِ مثنوی ص۲۰۴ تا ۲۰۷)

آدمی کن چیزوں کی وجہ سے مبتلائے معصیت ہوتا ہے، قید و بند میں گرفتار ہوتا ہے، اور کن چیزوں کی وجہ سے اُسے مصائب سے رہائی حاصل ہوتی ہے اس کا کتنا دلآویز بیان ہے، اور کیسی عمدہ

تفہیم ہے، اس فنائیت کو سمجھانے کے لیے مولانا روم نے ایک اور مثال بیان فرمائی ہے، حضرت حکیم صاحب کی شرح کے ساتھ اسے ملاحظہ فرمائیے:۔

مولانا رومؒ نے مثنوی میں ایک نحوی کی حکایت بیان فرمائی ہے کہ ایک نحوی صاحب دریا عبور کرنے کے لیے کشتی پر سوار ہوئے تو ملاح نے دریافت کیا کہ حضور آپ کس فن کے ماہر ہیں؟ فرمایا کہ میں فن نحو کا امام ہوں اور کہا کہ افسوس! تو نے اپنی زندگی کشتی چلانے میں گنوادی، نحو جیسا فن نہ سیکھا۔

ملاح بے چارہ خاموش رہا، قضائے الٰہی سے کشتی بیچ دریا میں طوفان میں پھنس گئی، ملاح نے اس وقت نحوی سے کہا کہ حضور اب اپنے فن سے کچھ کام لیجیے، کشتی غرق ہوا چاہتی ہے۔ حضور خاموش رہے کہ اس وقت نحو کیا کام دیتا؟۔

پھر ملاح نے کہا کہ اس وقت نحو کا کام نہیں محو کا کام ہے، محض نحوی بن جانے سے کام نہیں چلتا محوی بننے کی ضرورت ہے۔

محوی باید نہ نحو ایجاں بداں
گر تو محوی بے خطر در آب راں

ترجمہ: یہاں تو محو چاہیے نہ کہ نحو، اگر تو محوی ہے تو بے خطر پانی میں راستہ طے کر۔

آب دریا مردہ رابر سر نہد
در بود زندہ زدریا کے رہد

ترجمہ: پس حق تعالیٰ کے راستے میں محویت کام دیتی ہے، محض قیل وقال سے کام نہیں چلتا بلکہ بعض اوقات اس قیل وقال سے ناز و پندار پیدا ہوجاتا ہے، جو اہل اللہ سے تعلق پیدا کرنے میں عار کا سبب بن جاتا ہے، اللہ اس محرومی سے محفوظ فرمائیں، آمین، اور ہم کو فنائیتِ کاملہ عطا فرمائے۔

فنائیت کیا چیز ہے؟ احقر نے اپنے شیخ ومرشد سے یہ سوال کیا تھا۔ ارشاد فرمایا، اپنے کو مٹادینا اور فنا کردینا یا فانی فی اللہ ہوجانا، ان اصطلاحات کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنی مرضیات اور خواہشات کو جو اللہ کی مرضیات اور احکام کے خلاف ہوں ترک کردے پس اسی کا نام ہے فناءِ نفس۔ ابتداء سلوک میں یہ عمل مجاہدہ اور مشقت سے ہوتا ہے اور انتہائے سلوک میں مرضیاتِ الٰہیہ پر عمل کرنے سے طبعیت ثانیہ بن جاتی ہے۔ (معارفِ مثنوی ص ۲۲۱ تا ۲۲۲)

آخر میں حضرت مولانا رومؒ کی ایک نصیحت پر اس مضمون کا خاتمہ کیا جاتا ہے، یہ نصیحت دنیوی الجھنوں سے نجات، سکون دل اور تعلق مع اللہ کا ایک نسخۂ کیمیا ہے، حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے

الفاظ میں پڑھیے اور اسے اپنا دستور العمل بنائیے۔

دربیان حصول رزق:

اے دویدہ سوئے دکاں از پگاہ
ہیں بمسجد رو بجو رزق از الٰہ
آنکہ او از آسماں باراں دہد
ہم تواند کو زرحمت ناں دہد
رزق از وے جو مجو از زید وبکر
مستی از وے جو مجو از بنگ وخمر

ترجمہ وشرح:

(۱) اے وہ شخص جوعلی الصباح دوکان کھولنے کے لیے دوڑتا ہے، تجھ کو چاہیے کہ پہلے مسجد جاکر رزاقِ حقیقی سے روزی طلب کر، کاش تو رزق کی پریشانی دور کرنے کے لیے صرف دروازہ اسباب کا نہ کھٹکٹاتا بلکہ اسباب وتدابیر کے خالق سے رابطہ قائم کرتا کہ مسبب حقیقی اس سبب کومفید نتیجہ سے ہم آغوش کردے، فی نفسہٖ اسباب وتدابیر حکم الٰہی کے خلاف تجھ کو کچھ مفید نہ ہوں گے جس طرح دیوار نے کھونٹے سے کہا کہ تو میرا جگر کیوں پھاڑے دیتا ہے؟ مجھے اذیت نہ دے، کھونٹے نے جواب دیا کہ مجھ سے کیا فریاد کرتی ہے اس سے فریاد کر جو مجھے ٹھونک رہا ہے اگر وہ ٹھونکنا بند کردے، تو میں تیرے لیے کچھ باعث الم نہیں کہ مجبور بدست ٹھونکنے والے کے ہوں، اسی مضمون کوکسی عربی شاعر نے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

قال الجدار للوتد لم تشقنی
قال الوتد انظر الی من یدقنی

(۲) جوذات پاک آسمان سے بارش برساتی ہے وہ قادر ہے کہ اپنی رحمت سے تجھے روزی بھی عطا کرے۔

(۳) رزق کورزاق حقیقی سے طلب کرو، محض زید وبکر پر نظر کومحصور ومحدود نہ رکھو یعنی رزق کے دروازوں سے نگاہ کو آگے بڑھاؤ اوران تدابیر کے دروازوں سے جوذات روزی دینے والی ہے اس سے رابطہ قائم کرو اور استغفار کرکے اس کوراضی کرو کہ یہ کمی کسی گناہ کے سبب نہ ہو اور کیفیاتِ مستی کوحق تعالیٰ سے طلب کرو کہ اُس کی عطا کردہ کیفیات دائمی وسرمدی اور باعث فلاح ہوسکتی ہے، بھنگ اورشراب کا نشہ تو عارضی باعث دردسری اور رسوائی دوجہاں ہے، اس کے برعکس حق تعالیٰ شانہٗ کی

محبت کا لطف اور اس کا نشہ حضرت عارف رومیؒ کی غزلیات میں ملاحظہ فرمائیے، فرماتے ہیں ؎

ازیں مے جرعۂ پاکاں چشیدند
جنید و شبلی وعطار شد مست
نہ تنہا اندریں مے خانہ مستم
ازیں مے ہمچوں من بسیار شد مست

(۱) محبتِ الٰہیہ کی مئے (شراب معرفت) پاک بندے پیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادی، حضرت شبلی اور بابا فریدالدین عطاء رحمۃ اللہ علیہم وامثالہم اسی مئے معرفت سے مست ہوئے تھے۔

(۲) میں ہی تنہا مے خانہ محبت الٰہیہ کا مست نہیں ہوں بلکہ مثل میرے اور بے شمار بندگانِ خدا اس نعمت رشک ہفت اقلیم سے باریاب ہوئے۔ (معارفِ مثنوی ص ۵۲۵ تا ۵۲۶)

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

اگر کوئی تم سے کہے کہ میرا خیال ہے کہ فلاں کام میں بہت نفع ہے لیکن اس کام کے کرنے میں جان کا بھی ڈر ہے کہ شاید جان جاتی رہے تو تم کہتے ہو کہ میاں! میں خیالات پر جان نہیں دوں گا، جان ایسی چیز نہیں ہے کہ محض خیالات پر دے دی جائے۔ تو کیا صحابہ رضی اللہ عنہم کی گردنیں محض خیالات پر کٹ گئی تھیں؟ اگر ہمارا خدا خیالی تھا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے خون کو کیوں سستا کر دیا؟ خیالات پر گردنیں نہیں کٹتیں، خیالات تو کیا، کسی بہت بڑے نفع کے یقین پر بھی جان نہیں دی جاسکتی۔ جب جان سے بڑھ کر کوئی چیز ملتی ہے تب آدمی جان دیتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل کی آنکھوں نے اللہ کو دیکھ لیا تھا، اس وجہ سے انہیں جان دینا آسان ہوگیا۔ اگر ان کا دل اللہ کو نہ دیکھ لیتا تو وہ اپنی گردنیں نہیں کٹوا سکتے تھے۔ نبی جو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے، وہ کوئی خیالی دعوت نہیں ہوتی، وہ دل کی آنکھوں سے اللہ کو دیکھتا ہے، پھر لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

حضرت حکیم اختؒر اور مثنوی

مولانا ندیم الواجدی صاحب
مدیر ماہنامہ ترجمانِ دیوبند

(مولانا ندیم الواجدی صاحب معروف قلم کار، صاحب طرز ادیب اور انڈیا کے ایک جید عالم دین ہیں، مولانا نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ پر ایک عمدہ مضمون سپردِ قلم فرمایا تھا، لیکن چونکہ اس میں حضرتؒ کا سوانحی خاکہ بھی شامل تھا جو کہ حضرت میر صاحب کے مضمون میں تفصیل سے آچکا ہے، اس لیے بوجہ تکرار ہم نے وہ حصہ حذف کردیا اور جو حصہ مثنوی سے متعلق تھا وہ عنوان کی تبدیلی کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے، یہ ایک مجبوری تھی جس پر ہم مضمون نگار سے معذرت خواہ ہیں، امید ہے معذرت قبول کی جائے گی۔ادارہ)

حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ بچپن ہی سے مثنوی مولانا رومؒ کے دل دادہ تھے، یہ ذوق انہیں حفظ کے استاذ سے ملا تھا، جو برابر پروان چڑھتا رہا، یہاں تک کہ گویا مثنوی حضرتؒ کی رگوں میں سرایت کرگئی تھی، شائد ہی کوئی محفل، کوئی مجلس، کوئی تحریر، کوئی تقریر ایسی ہوگی کہ جس میں مثنوی کے اشعار پڑھے، یا لکھے نہ گئے ہوں، مثنوی مولانا رومؒ سے حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ کو کس قدر شغف تھا اس کا اندازہ اس بات سے ہوگا کہ انہوں نے اس سلسلے میں تین کتابیں ''معارفِ مثنوی''، ''درسِ مثنوی'' اور فغانِ رومی لکھی ہیں۔ معارفِ مثنوی کے مقدمہ میں حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ نے لکھا کہ ''احقر کو مثنوی شریف سے اس وقت سے والہانہ تعلق وشغف ہے جب کہ احقر بالغ بھی نہ ہوا تھا، اور پھر حق تعالیٰ نے ایسا شیخ عطا فرمایا جو مثنوی شریف کے عاشق تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مثنوی شریف میں عشق کی آگ بھری ہوئی ہے اور اپنے پڑھنے والوں کے سینوں میں بھی آگ لگا دیتی ہے'' حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ نے اعتراف کیا ہے کہ اُن کی بہت سی کتابیں خواہ وہ تالیف ہوں یا ترتیب سب مثنوی شریف کے فیض سے لکھی گئی ہیں، یا مرتب ہوئیں ہیں، بعض اوقات حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ اپنے شیخ حضرت پھول پوریؒ کو مثنوی شریف کے منتخب اشعار بھی سناتے اور اُن کی تشریح بھی کرتے، حضرت پھول پوریؒ کو اس مذاکرۂ علمی سے بڑا لطف آتا تھا، بعض مثنوی شریف کے اشعار اور اُن کی شرح سن کر آب دیدہ ہوجاتے، ایک دفعہ حکیم صاحبؒ نے بعد نمازِ فجر مثنوی شریف کی شرح

شروع کی، حضرتؒ پوری توجہ سے سن رہے تھے، حضرتؒ کو اس دن اس قدر لطف آیا کہ دن کے گیارہ بج گئے یعنی پانچ گھنٹے، دونوں شیخ ومُرشد مثنوی شریف کی تشریحات سنتے سناتے رہے، ایک مرتبہ حرم مکہ میں حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ کی طبیعت علیل اور مضمحل تھی، حکیم صاحبؒ نے اپنے مخصوص انداز میں مثنوی شریف کے اشعار سنائے اور اُن کی شرح کی، مغرب سے عشاء تک یہ سلسلہ چلا، حضرت پرتاب گڑھیؒ نے فرمایا کہ تمہاری باتیں سن کر تو میں اچھا ہوگیا اور سارا اضمحلال جاتا رہا، حضرت حکیم صاحبؒ کی بڑی خواہش تھی کہ مثنوی کے منتخب اشعار کی تشریح اُن کے قلم سے ہو اور وہ کتابی شکل میں شائع ہوکر لوگوں تک پہنچے ''معارفِ مثنوی'' حضرت حکیم صاحبؒ کی اسی دیرینہ تمنا کی مجسم شکل ہے۔

معارفِ مثنوی ایک بالکل منفرد شرح ہے، جو محض لفظی ترجمہ نہیں بلکہ حضرت رومیؒ کے منتشر اور وسیع علوم کو جمع کر کے دریا بکوزہ کردیا گیا ہے، جس میں حضرت والاؒ کی آتشِ عشق اور دردِ دل سے ایک منفرد اور دل آویز اسلوبِ بیان، دلوں میں اللہ کی محبت کی آگ جلا دیتا ہے، معارفِ مثنوی کے متعلق بعض امتیازی خصوصیات حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ نے ترجمۃ المصنف میں خود تحریر فرمائی ہیں۔

''معارفِ مثنوی'' جب چھپ کر آئی تو اس وقت کے اکابرینِ اُمت نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے لکھا: ''مضامین ماشاء اللہ بہت اچھے ہیں اور دل پر اثر کرنے والے ہیں''۔ محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئیؒ نے تحریر فرمایا: ''بہت ہی پسند آئی ماشاء اللہ مثنوی شریف کی خوب تشریح کی ہے گاہ بہ گاہ اس کو اپنے یہاں بعد عصر سناتا بھی ہوں''۔ حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ نے اس تأثر کا اظہار فرمایا: ''کتاب معارفِ مثنوی اس لائق ہے کہ سفر وحضر میں ساتھ رکھی جائے اُس سے منتفع ہوا جائے''۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ نے لکھا: ''ماشاء اللہ یہ مثنوی مولانا رومیؒ کی بڑی مفید خدمت ہوگی لوگوں کے لیے استفادہ آسان ہوجائے گا''۔ محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ (شارح ترمذی) نے تحریر فرمایا: ''مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیفِ لطیف معارفِ مثنوی پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی جس کا مجھے تصوّر بھی نہ ہوسکتا تھا''۔ محقق العصر حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے لکھا: ''معارفِ مثنوی کا مطالعہ شروع کیا جب تک نیند نے مجبور نہیں کیا پڑھتا رہا، یہ کتاب برابر میرے قریب رہتی ہے''۔ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحئی عارفیؒ نے ارشاد فرمایا: ''اس شرح سے مولانا رومیؒ کی مثنوی میں ناظرین کے لیے وجد آفرینی اور نافعیت پیدا ہوگئی ہے۔ مفکرِ اُمت حضرت مولانا سید ابو الحسن علی میاں حسنی ندویؒ نے فرمایا: ''حکیم صاحب نے اردو میں مثنوی کی ایک نئے طرز کی خدمت کی ہے (انہوں نے) مولانا رومؒ کا خوانِ نصیحت وحکمت چُن دیا ہے اور اُن موتیوں کو جو مثنوی کے دفتر

میں محفوظ تھے لوگوں کی دسترس میں دے دیا ہے''۔ممتاز عالمِ دین حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ نے معارفِ مثنوی کے متعلق فرمایا: ''شرح کیا ہے؟ دریا بکوزہ ہے اور سالکینِ راہِ طریقت کے لیے وبالنجم ھم یھتدون کا مصداق ہے''۔فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ (صاحبِ احسن الفتاویٰ) نے اس شرح کو حضرت پھول پوریؒ کا فیض قرار دیتے ہوئے فرمایا: ''حضرت پھول پوریؒ مثنوی رومی کی مجسم تصویر اور چلتی پھرتی تفسیر تھے،حضرتؒ نے اپنی ترجمانی کے لیے زبانِ اختر کو منتخب فرمایا تو ظاہر ہے اس کی حسن تعبیر کے لیے کتنی دعائیں کی ہوں گی۔ایران کے ایک بہت بڑے عالم علامہ محی الدین زاہدی قاسمی نے حضرتؒ کی مثنوی پر تحریر فرمایا کہ: ''ہر کہ مثنوی اختر بخوانداور مثنویٔ مولانا روم پندارد، حقا کہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب رومی عصر اند''یعنی جو بھی مثنوی اختر کی پڑھتا ہے اس کو مثنوی مولانا روم سمجھتا ہے بے شک مولانا حکیم محمد اختر صاحب اس زمانے کے رومی ہیں۔اور دوسرے بزرگوں نے بھی معارفِ مثنوی کو سراہا ہے،امید ہے ان شاء اللہ یہ کتاب اور دوسری تمام کتابیں حضرتؒ کے لیے صدقۂ جاریہ بنیں گی۔حضرتؒ کی کتابیں افادۂ عام کے لیے مفت تقسیم ہوتی تھیں۔بحمد اللہ آج بھی اسی طرح حضرتؒ کی کتابیں چھپ رہی ہیں اور پڑھی جارہی ہیں،حضرت مولانا حکیم صاحبؒ کو کتابوں کی اشاعت سے اس قدر دلچسپی تھی کہ انتقال سے پہلے حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ نے جو وصیت نامہ مرتب فرمایا تھا جو انتقال کے بعد عام کیا گیا اس کی پانچویں شق میں لکھا کہ''میری تمام تصانیف کی اشاعت کا بھی اہتمام رکھیں تاکہ صدقۂ جاریہ رہے''۔

حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں اُن کی وفات سے تصوّف وسلوک اور تعلیم وتربیت کے میدان میں زبردست خلا واقع ہوا ہے،ساری دنیا میں عام طور پر اور پاکستان کے دینی حلقوں میں خاص طور پر اُن کی کمی دیر تک محسوس کی جائے گی۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند،مرشد ملت نمبر)

علم ظاہری مقصود نہیں،مقصود تو حق تعالیٰ کے ساتھ والہانہ تعلق اور اللہ کا دردِ محبت ہے، علم تو ایک ظرف ہے جس کا مظروف یہی درد اور محبت ہے۔محض علومِ ظاہری کی تحصیل میں اِنہماک اور اللہ کی محبت کے حصول سے انحراف ایسا ہی ہے جیسے کوئی خالی شیشیاں تو خرید لے لیکن عطر ان میں نہ بھرے۔بتاؤ،ایسی شیشیوں کی کوئی قیمت لگے گی؟ ظرف کی قیمت تو مظروف سے ہے۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

جامعہ اشرف المدارس

ترتیب: ابن سرتاج عالم

دینی اداروں کے بارے میں ہمارے حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کا مؤقف یہ تھا کہ بلا شبہ کوئی بھی دینی ادارہ قائم کیا جائے تو اس کے ذریعے مقصود صرف اور صرف اللہ کی رضا ہو۔ اگر دنیا کے حقیر اغراض ومقاصد کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے گا تو بہت ہی بڑی محرومی اور خسرانِ آخرت کا موجب ہوگا۔ ہمیشہ آپ کی یہی خواہش وکوشش رہی کہ مدارسِ دینیہ صرف فلاحِ آخرت اور محض رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے ہونے چاہئیں ان میں دنیوی اغراض وخواہشات کی آمیزش کا شائبہ تک نہ ہونا چاہیے۔

چنانچہ جب آپ کو آپ کے شیخ حضرت ہردوئیؒ نے اپنے والا نامہ میں تحریر فرمایا ''دل میں آتا ہے کہ آپ اپنا مکان فروخت کرکے بڑی جگہ لے لیں۔ جہاں مسجد مدرسہ اور خانقاہ ہو''۔ تو حضرتؒ نے فوراً اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مندرجہ بالا سوچ کو مدنظر رکھ کر ۱۹۸۰ء میں گلشن اقبال بلاک ۲ میں ۱۳۰۰ مربع گز جگہ لے کر ایک خانقاہ، اور ایک چھوٹا سا مکتبِ قرآنیہ قائم فرمایا۔

اگرچہ یہ حفظ وناظرہ کا چھوٹا سا مکتب تھا لیکن.... حقیقت میں حضرت والاؒ کی بابرکت اور فیض رساں شخصیت کے طفیل یہ علم وعمل کی تربیت گاہ مقبول ہوتی چلی گئی اور یہاں تشنگانِ علوم نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا رُجوع اندرونِ ملک کے ساتھ ساتھ بیرونِ ملک سے بھی بکثرت ہونے لگا۔

رفتہ رفتہ اس علم وعمل کی تربیت گاہ کے اثرات ہر صوبہ اور ہر شہر میں نمایاں محسوس ہونے لگے اور لوگ دور دور سے اپنے بچوں کو اس مکتب میں تعلیم دلوانے کے لیے بھیجنے لگے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اِخلاص کی برکت سے کام بڑھتا گیا، پھر اسی جگہ میں درسِ نظامی کی تعلیم بھی شروع کر دی گئی، ہر ہر درجہ میں طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا، جیسے جیسے اضافہ ہوتا گیا مدرسے کی عمارت میں توسیع ہوتی گئی پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ شعبۂ حفظ کو مکمل طور پر ایک دوسری عمارت میں منتقل کرنا پڑا۔ پھر طالبات کی تعلیم وتربیت کے لیے بھی چار سالہ دینی تعلیم کا آغاز کر دیا گیا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی عشق ومحبت اور اخلاص کی آگ سینہ بسینہ منتقل ہوتی رہی لوگ دور دور

سے آتے رہے، پھر مختلف ممالک کے طلباء کا رخ مدرسہ کی طرف ہونے لگا، نتیجۃً جگہ کی قلت کی بناء پر داخلے کے خواہش مند کئی طلباء کو واپس کرنا پڑا۔ لیکن حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اس کے لیے فکر مند رہتے۔

بالآخر جب گلشن اقبال میں طلباء کے لیے مزید داخلوں کی بالکل گنجائش نہ رہی، تو ایک وسیع قرعہ اراضی پر مدرسہ کی موجودہ اور آئندہ ضروریات کے پیشِ نظر وسیع عمارت قائم کرنے کا منصوبہ تشکیل دیا گیا جو کہ شعبۂ تحفیظ القرآن الکریم اور شعبۂ کتب کی درس گاہوں کے ساتھ طلباء کرام کی رہائش کے لیے کئی دار الاقاموں پر مشتمل ہو، الحمد للہ منصوبہ کے مطابق ایک وسیع بیسمنٹ اور چھ منزلوں، دوسوبیس کمروں پر مشتمل ایک عظیم الشان عمارت ''جامعہ اشرف المدارس'' کے نام سے گلستانِ جوہر بلاک ۱۲/ سندھ بلوچ سوسائٹی میں ۴۰۰۰/ گز کے پلاٹ پر محض اللہ کے فضل وکرم اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص وللّٰہیت کے ذریعے قائم ہوئی۔

اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے یہ ادارہ ایک بہترین یونیورسٹی کی شکل اختیار کر چکا ہے، جس کے اثرات بہت دور تک پھیل چکے ہیں۔ جامعہ اشرف المدارس کے بانی حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ ہیں۔ جب کہ حضرت والاؒ نے جامعہ کے مہتمم کے عہدے پر اپنے صاحبزادۂ گرامی قدر حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کو مقرر فرمایا۔ جامعہ، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی سر پرستی اور حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کے اہتمام میں تدریجی طور پر ترقی کے منازل طے کرتا گیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ۳۳/ سال بعد آج یہ جامعہ دینی اور اسلامی علوم کا عظیم مرکز ہے، اگر ایک طرف جامعہ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن اور دل کش عمارت تمام سہولتوں سمیت عطا فرمائی ہے تو دوسری جانب جامعہ کو اللہ تعالیٰ نے معنوی خوبیوں اور حقیقی کمالات سے بھی نوازا ہے تعلیم وتدریس اور طلباء کی تربیت کا نظام الحمد للہ بہت اونچا ہے، عام درجات کے علاوہ مختلف تخصّصات کے درجات بھی قائم ہیں، طلباء واساتذہ کے فائدے کے لیے ہزاروں کتابوں پر مشتمل ایک کتب خانہ ہے، شعبۂ تصنیف وتالیف اور دار الافتاء جیسے اہم شعبے بھی کام کررہے ہیں، اور جامعہ سے ہر ماہ اردو زبان میں ''ماہنامہ الابرار'' کے نام سے ایک اصلاحی رسالہ بھی پابندی سے شائع ہوتا ہے، اب تک جامعہ سے اندرون اور بیرونِ ملک کے سینکڑوں طلباء فراغت حاصل کرکے دین کے مختلف شعبوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۱۹۹۸ء میں جب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے پوتے مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہم درسِ نظامی سے فارغ التحصیل ہوئے تو نیابتِ اہتمام کے لیے انہیں کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ آج بھی الحمد للہ یہ ادارہ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی زیرِ سر پرستی اور حضرت

مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہم کی نگرانی میں دینی علوم کی ترویج واشاعت کی راہ پر گامزن ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ مزید دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

اغراض ومقاصد

جامعہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کوعلم کے ساتھ ساتھ عمل کے زیور سے آراستہ کرنا تاکہ اسلاف دیوبند کی یادیں تازہ ہوجائیں۔

عامۃ المسلمین میں علوم دینیہ (قرآن وحدیث عقائد وفقہ) اوراس سے متعلقہ علوم کی ترویج واشاعت۔

قرآن وحدیث، فقہ وعقائد کی ایسی مکمل اور محققانہ تعلیم کا انتظام جس میں ضرورت دین اور عصر حاضر کے جدید تقاضوں کا خیال رکھا جائے۔

علوم دینیہ کے خصوصی شعبوں میں ایسے متخصّصین علماء تیار کرنا جو دین کے ہر شعبہ میں امتیازی خدمات انجام دے سکیں۔ انہی مقاصد کے تحت درج ذیل شعبے کام کررہے ہیں جن کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

جامعہ کے شعبہ جات

شعبۂ حفظ:

کلام اللہ کوصحت کے ساتھ پڑھنے کے لیے تجوید کا سیکھنا، اس کے بعد قرآن کریم کو حفظ یا ناظرہ کے طور پر باقاعدہ قرأ حضرات سے پڑھنے کا اہتمام، جس کے لیے، الحمد للہ جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر کے علاوہ جامعہ کی کئی شاخوں میں بھی یہ شعبہ قائم ہے، جن میں مدرسہ روضۃ العلوم نارتھ ناظم آباد، مسجد حفصہ اشرف المدارس ماڈل کالونی، مدرسہ رحمت عالم نارتھ ناظم آباد اور ایوب گوٹھ کی شاخ بھی شامل ہے۔

شعبۂ کتب درسِ نظامی:

درس نظامی آٹھ سالہ تعلیمی نظام پر مشتمل ہوتا ہے، جس میں ابتدائیہ، متوسطہ، (۱) درجہ اولیٰ (۲) ثانیہ (۳) ثالثہ (۴) رابعہ (۵) خامسہ (۶) سادسہ (۷) سابعہ اورآخر میں دورۂ حدیث جس میں حدیث شریف کی کتب پڑھائی جاتی ہیں جن میں صحاح ستہ بھی شامل ہیں، ان تمام درجات میں کئی ہزار طلبائے کرام تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ امسال ۱۴۳۳ھ میں الحمد للہ جامعہ سے ۶۱ر طلباء فارغ التحصیل ہوئے۔ اس شعبہ کے نگران اور جامعہ کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا مفتی محمد

ارشاد اعظم صاحب ہیں اور اُن کے معاون جناب مولانا حسین احمد صاحب ہیں۔

جب کہ جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید صاحب مدظلہم العالی ہیں، ہمارے حضرت والاؒ، مولانا موصوف سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے آپ کو خلافت بھی عطا فرمائی، آپ جامعہ خیرالمدارس ملتان کے فاضل اور حضرت علامہ محمد شریف کشمیریؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ جب کہ جامعہ کے دیگر اساتذۂ حدیث میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن میمن صاحب (شاگرد: شیخ الحدیث حضرت مولانا سحبان محمود صاحبؒ)، حضرت مولانا مفتی محمد شاہد صاحب دامت برکاتہم (خصوصی شاگرد: محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف صاحب بنوریؒ)، حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب (شاگرد: حضرت مولانا محمد موسی خان صاحب روحانی البازیؒ)، حضرت مولانا مفتی نورالزمان صاحب (شاگرد: مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن خان صاحب ٹونکیؒ)، حضرت مولانا محمد عالم صاحب (شاگرد: شیخ الحدیث حضرت مولانا سحبان محمود صاحبؒ) شامل ہیں۔

شعبۂ تخصّص فی الحدیث:

بلاشبہ ''الاسناد من الدین'' اسناد دین کا حصہ ہے۔ صحیح اور مستند روایات ہی کے ذریعے سے بدعات وخرافات، رسومات وتوہمات اور ہر روز نت نئے پیدا ہونے والے گمراہ کن فتنوں کا سد باب کیا جا سکتا ہے، شروع ہی سے دشمنانِ دینِ اسلام، اسلام کے اس مضبوط ستون میں رخنہ ڈالنے کی تگ ودو میں لگے رہے اور لگے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ انہوں نے ہر دور میں ایسے پاسبان ومحافظینِ اسلام پیدا فرمائے کہ جنہوں نے صحیح دین اور سنت نبویہ کو اُمتِ مسلمہ کے سامنے پیش کیا۔

اسی وجہ سے صحیح وسقیم احادیث میں پہچان کرنے، موضوع روایات کی وضعیت بتانے اور راویوں کے حالات اور تاریخ میں مہارت حاصل کرنے کے لیے ایک الگ شعبہ قائم کرنے کی ضرورت تھی۔ الحمدللہ جامعہ اشرف المدارس میں یہ شعبہ معرضِ وجود میں آچکا ہے اور اس فن کے ماہر اساتذہ کرام نے دوسالہ نصاب مرتب کیا ہے جس میں اصول حدیث، قواعد واصول تخریج، جرح وتعدیل وغیرہ کے اسباق کے ساتھ ساتھ تحقیق وتخریج کی عملی مشق بھی کروائی جارہی ہے۔

اس شعبہ کے مشرف حضرت مولانا مفتی نجیب اللہ منیب مدظلہم العالی ہیں آپ استاذ المحدثین حضرت اقدس مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ موصوف بہت ہی صلاحیتوں کے حامل جید عالمِ دین ہیں۔ آپ جامعہ کی شوریٰ کے رکن بھی ہیں۔

دارالافتاء وشعبۂ تخصص فی الفقہ :

دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۰۰۰ء سے اُمتِ مسلمہ کو درپیش مسائل کا حل بحسن وخوبی فراہم کررہا ہے اس کے ساتھ شعبۂ تخصص فی الافتاء بھی قائم ہے جس کے تحت ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۰۰۹ء تک ۹۹؍علمائے کرام فتویٰ نویسی کی مہارت حاصل کر چکے ہیں جو ملک اور بیرون ملک مؤقر دینی اداروں میں افتاء کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

اس شعبہ کے مشرف ونگران حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب مدظلہم ہیں، جو اس شعبہ کے نظم ونسق، طلباء کی تعلیم وتربیت، فتاویٰ کی اصلاح اور تخصص میں مقرر کتب کی تدریس کی ذمہ داریاں احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ فون پر اور بالمشافہ پوچھے گئے سوالات کے جوابات دینا بھی آپ کے ذمہ ہے۔ موصوف بڑی صلاحیت واستعداد کے مالک ہیں اور شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی زیدمجدہم کے خصوصی شاگردوں میں سے بھی ہیں، جب کہ ہمارے حضرت والاؒ سے مجاز بھی ہیں۔

اس شعبہ میں اُن کے نائب حضرت مولانا مفتی محمد یونس صاحب لغاری ہیں اور فتاویٰ کی اصلاح کے حوالے سے اہم ترین ذمہ داری کے ساتھ ساتھ طلبائے تخصص کو دینِ اسلام کی قانونی زبان حددرجہ سہل انداز میں سکھا رہے ہیں۔ جب کہ جامعہ ہی کے دو متخصصین حضرات، جناب مولانا یوسف عباس صاحب اور جناب مولانا غلام یاسین صاحب طلبائے تخصص کی ابتدائی تربیت کے فرائض بھی بحسن وخوبی ادا کررہے ہے۔ جب کہ معاونت کے درجے میں جامعہ کے دو فضلاء مولانا تاج محمد صاحب اور مولانا عزیر صاحب اپنی خدمات فراہم کررہے ہیں۔

جامعہ کے دارالافتاء سے گزشتہ تیرہ سالوں میں جاری ہونے والے فتاویٰ کی تعداد ۲۴۰۰۰؍ ہے اُن پر تبویب کا کام کردیا گیا ہے اور اب وہ الحمدللہ ۱۴۰؍جلدوں میں محفوظ ہے۔

شعبۂ بنات :

الحمدللہ جہاں طلبائے کرام کے لیے حفظ وناظرہ اور کتب کے شعبہ جات کام کر رہے ہیں وہاں خواتین کو دینی تعلیم پہچانے کے لیے ایک الگ عمارت قائم ہے جہاں معلمات کی نگرانی میں حفظ وناظرہ اور کتب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جہاں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مقرر کردہ نصاب کے مطابق چھ سالہ نصاب برائے شعبہ کتب للبنات اور درجہ حفظ للبنات میں کلاسیں کام کر رہی ہیں۔

شعبۂ کتب للبنات کے دورۂ حدیث کا آغاز ۱۴۲۲ھ سے ہوا اور اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۳۲۳/ طالبات تعلیم مکمل کر چکی ہیں۔ جب کہ حفظ قرآن کی تکمیل کرنے والی طالبات کی تعداد سینکڑوں میں ہیں۔

لائبریری:

لائبریری کسی بھی تعلیمی ادارہ کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، اور طلباء و اساتذہ کا اس میں دلچسپی لینا اور کتابوں کا مطالعہ کرنا علمی اضافہ اور گہرائی کا سبب بنتا ہے۔ اس وقت جامعہ میں چار لائبریریاں موجود ہیں، جو الحمد للہ طلباء و اساتذہ کی ضرورتوں کو پورا کر رہی ہیں:۔

پہلی لائبریری، تخصص فی الفقہ کی ہے جس میں ہزاروں کتب موجود ہیں۔ دوسری جامعہ کی مرکزی لائبریری ہے، جس میں طلباء کے لیے درسی و غیر درسی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، جو تقریباً چالیس لاکھ کی مالیت پر مشتمل ہے اور صرف قرآن مجید کی ۱۵۰/تفاسیر موجود ہیں۔ تیسری لائبریری تخصص فی الحدیث کی ہے اور چوتھی خانقاہ کی۔

شعبۂ نشر و اشاعت:

نشر و اشاعت اور عامۃ المسلمین کی اصلاح و فلاح کے لیے تحریری مواد کی شکل میں لوگوں کی رہنمائی کرنا اس شعبہ کی ذمہ داری ہے، نیز بزرگانِ دین خصوصاً ہمارے حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے پند و نصائح کو رسائل و کتب کی شکل میں مختلف زبانوں میں شائع کرنا بھی اس شعبے کے اہم ترین مقاصد میں شامل ہیں۔

ماہنامہ الابرار:

شعبۂ نشر و اشاعت ہی کے ماتحت جامعہ اشرف المدارس اور خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کے ترجمان کے طور پر ایک مؤقر اور اصلاحی رسالہ ''ماہنامہ الابرار'' کے نام سے حضرت والاؒ نے جاری فرمایا اس کے بانی خود حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں، سرپرست حضرتؒ کے جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم ہیں، جب کہ مدیر حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہم ہیں۔ ماہنامہ الابرار ہر ماہ پابندی سے شائع ہوتا ہے، یہ ایک خالص دینی، علمی اور اصلاحی رسالہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس رسالے کو اس کی اشاعت کے پہلے ہی شمارہ سے انتہائی مقبولیت عطا

فرمائی اور توقع سے کہیں زیادہ اس کی طلب پائی گئی۔

شعبۂ مطبخ و دار الاقامہ:

شعبۂ مطبخ کے تحت جامعہ میں زیرِ تعلیم رہائشی طلباء کرام کو کھانے کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ دیگر تعلیمی اداروں کے مقابلے میں جامعہ کے مطبخ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ مطبخ میں تیار ہونے والا تینوں وقت کا کھانا زکوۃ وصدقات واجبہ کی مد سے نہیں ہوتا، صرف طلبائے کرام کو وظائف زکوۃ میں سے دیئے جاتے ہیں، نگران ہمہ وقت مطبخ کے لیے بہتر سے بہتر کی فکر میں لگے رہتے ہیں، ناقص اور مضر صحت اشیاء نہ خریدتے ہیں اور نہ ہی جامعہ میں عطیہ وغیرہ کی صورت میں ان کو قبول کرتے ہیں۔ ایک گاڑی مع ڈرائیور صرف مطبخ کی ضروریات پر مامور ہے۔ جامعہ کے مطبخ میں ۹ افراد کا عملہ خدمت سرانجام دیتا ہے۔

جامعہ اشرف المدارس کی بہترین اور پرشکوہ عمارت میں ایک بیسمنٹ (تہہ خانہ) ہے جو اپنی وسعت کے اعتبار سے نہایت کشادہ ہے اس ہی میں مطعم کے لیے جگہ مخصوص کی گئی ہے، جس میں بیک وقت تقریباً ۱۵۰۰ طلباء کے کھانے کی گنجائش ہے، اس مطعم میں طلباء کو انتہائی نظم ونسق کے ساتھ کھانا فراہم کیا جاتا ہے۔

اسی طرح طلباء کرام کی رہائش کے لیے دار الاقامہ تین منزلوں پر مشتمل ہے اور اس میں تقریباً ۱۵۰۰ طلباء کی رہائش کی گنجائش ہے۔ جامعہ کے دار الاقامہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ طلباء کو موسم کے لحاظ سے جامعہ کی طرف سے بستر (گدا، کمبل تکیہ، بیڈشیٹ اور چادر) وغیرہ فراہم کیا جاتا ہے۔

طلباء کرام کے حوالے سے ہمارے حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق بڑا نفیس تھا کہ طلباء کو ہر ممکن سہولت فراہم کی جائے، چنانچہ طلباء کے لیے بہترین ٹھنڈے پانی کی مشینیں، رہائش کے لیے ہوادار اور کشادہ کمرے، بجلی نہ ہونے کی صورت میں جنریٹر کا انتظام، کھانے میں بہترین صاف ستھرے اور اُصولِ صحت کے موافق اچھے کھانے طلباء کو فراہم کرنا، اور موسم کے اعتبار سے طلباء کو بستر مہیا کرنا، طلباء کے لیے معقول وظائف اور کپڑوں وغیرہ کا انتظام کرنے کی منتظمین کو خصوصی تاکید فرماتے تھے، اور اب الحمد للہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم اسی ذوق کی بھرپور ترجمانی فرماتے ہیں، اور طلباء کے راحت و آرام اور اُن کی ضروریات کے لیے ہر ممکن کوشش کر کے سب چیزوں کا انتظام فرماتے ہیں۔

طلباء کی اصلاحی تربیت:

الحمد للہ جامعہ کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ طلباء کے اخلاق واعمال، اصلاح وتزکیۂ نفس پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے جس کے لیے روزانہ بعد نماز فجر اور بعد از مغرب مختصر بیان کا اہتمام ہوتا ہے، اس کے علاوہ حضرت الحاج فیروز میمن صاحب مدظلہم خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ بھی قریب میں ہے اور جامعہ کی مسجد میں بھی بروز جمعرات بعد نماز مغرب حضرت کا بیان ہوتا ہے، کافی طلباء حضرت سے تعلق رکھتے ہیں اور بیانات میں مستورات کا علیحدہ انتظام بھی ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مفتی ارشاد صاحب جو کہ حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں ان کا بیان بھی بعد عصر اتوار کو ہوتا ہے۔ اور اس سب کے علاوہ حضرت والاؒ کے جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم بھی وقتاً فوقتاً طلباء سے مخاطب ہوتے رہتے ہیں۔

ان اصلاحی مجالس سے طلباء کے علاوہ عوام الناس بھی مستفید ہو رہے ہیں اور اندرون وبیرون ملک سے آنے والے مہمان علمائے کرام کے بھی وقتاً فوقتاً بیانات ہوتے رہتے ہیں۔

شعبۂ مالیات:

دیگر شعبوں کی طرح شعبۂ مالیات بھی الحمد للہ بہت عمدہ کارکردگی کا حامل ہے اس کے ذمہ دار جناب خواجہ حنیف صاحب ہیں۔ جو بہت محنت کے ساتھ حساب کے معاملے میں مصروف رہتے ہیں۔ اور اس طرح وہ رقوم جو مختلف مدوں میں بطورِ امانت جامعہ کو خرچ کرنے کے لیے حاصل ہوتی ہیں، انہیں صحیح طور پر ریکارڈ میں محفوظ رکھنا بھی انہی کا کام ہے۔

المظہر انسٹیٹیوٹ:

جامعہ اشرف المدارس کراچی میں جہاں دینی تعلیم کو فروغ دیا جاتا ہے، وہاں یہ عصری تعلیم کے ایک ادارہ کو بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، ''المظہر انسٹیٹیوٹ'' جامعہ کا ایک ذیلی ادارہ ہے، اس کا مقصد عصرِ حاضر میں مذہبی اور عصری تعلیمات کے درمیان موجود خلا کو ختم کرنا ہے، تاکہ وہ طلباء جو عصری علوم میں پیچھے رہ گئے ہیں، وہ اپنے آپ کو جدید فنون سے کم سے کم وقت میں آگاہ کرلیں، اور موجودہ دور میں انگریزی زبان اور منیجمنٹ سائنس کی تعلیم سے کسے انکار ہے، اس اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ''المظہر انسٹیٹیوٹ'' طلباء کے لیے مختلف کورسز کا اجراء کرتا رہتا ہے، اس کے علاوہ ''المظہر

انسٹیٹیوٹ'' نے جدید دور کی بنیادوں کے مطابق ایک اسکول ''المظہر اسکول آف ایکسیلینس'' کا بھی اجراء کیا ہے، موجودہ دور میں پرائیویٹ اقراء طرز کے اسکولوں کی طرح یہ بھی ایک اسکول ہے، مگر یہ اسکول عام اسکولوں سے چنداں مختلف ہے، یہاں طلباء کو باقاعدہ اولیول کی تعلیم دی جاتی ہے، اس کے علاوہ یہ اسکول ''کمپیوٹرائزڈ لینگویج لیب'' اور ''ملٹی پرپز آڈیٹوریم ہال'' سے آراستہ ہے اس کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ خالصتاً اسلامی قدروں کی ترجمانی کرتا ہے، اور مزید یہ ہے کہ جو طلباء رہائش یہاں رکھنا چاہیں اُن کے لیے ہاسٹل کا بھی انتظام موجود ہے۔

حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے المظہر کے نظام کی ذمہ داری کے لیے جناب محمد شہاب صاحب کا انتخاب فرمایا جو کہ الیقین ایجوکیشن فاؤنڈیشن میں ڈائریکٹر اکیڈمکس اور ہیومن رسروسز کے ہیڈ رہ چکے ہیں، اور اُن کے نائب محترم محمد عادل صاحب ہیں جو یہاں شعبۂ کمپیوٹر میں منیجر کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں، آپ کا آئی ٹی کی فیلڈ سے بہت پُرانا تعلق ہے

اس وقت ''المظہر انسٹیٹیوٹ'' میں زیرِ تعلیم طلباء کی تعداد ۱۵۰/ ہے اور کل اساتذہ ۱۵/ ہیں۔ ماشاء اللہ یہ ادارہ بھی دن بدن ترقی کی منازل طے کررہا ہے۔

یہ جامعہ اشرف المدارس کراچی کے شعبۂ جات کا مختصر سا تعارف تھا، جس کی بنیاد حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی، حضرتؒ کے محبوب فرزند و جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے اس کو پروان چڑھایا اور آج حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حفید اور خلیفۂ مجاز حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہم کی جہد و عمل سے اس کی شاخیں چار دانگِ عالم میں پھیل رہی ہیں بقول حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز جناب شاہین اقبال آثر صاحب کے ۔

رحمۃ للعالمیں کا لہلہاتا گلستاں
حضرت اقدس کی بکھری ہوئی اِک کہکشاں
حضرتِ مظہر کا مبارک کارواں
حافظ ابراہیم کے جہد وعمل کی داستاں

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے لگائے ہوئے اس گلشن کو ہمیشہ سرسبز وشاداب رکھیں۔ اور مخلوقِ خدا کو ہمیشہ اس سے نفع پہنچتا رہے۔ آمین۔

آتی ہی رہے گی ترے انفاس کی خوشبو
گلشن تری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

❁

خدا کے فضل سے نسبت جسے حاصل ہوئی اختؔر
پھر اس کا فیض فیضِ بے کراں معلوم ہوتا ہے

(حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حسین قاسم صاحب
استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین وعلی اٰلہ وصحبہ وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الدین۔

اما بعد:

سن ۱۹۸۶ء کی بات ہے جب احقر جامعہ دارالعلوم کراچی میں درجہ ثانیہ کا طالب علم تھا اس وقت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی مرتبہ زیارت ہوئی، حضرت والاؒ جامعہ تشریف لائے، جامعہ کی جامع مسجد میں مغرب کی نماز ادا فرمائی، مسجد میں کافی دیر تک نوافل، تسبیح اور دعاؤں میں مشغول رہے، پھر جامع مسجد سے متصل قبرستان تشریف لے گئے جہاں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبریں ہیں، اُن کی قبروں پر گئے، احقر نے دیکھا کہ حضرت والاؒ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر گئے، اور کافی دیر تک مراقبہ کی شکل میں بیٹھے رہے۔

مختصر سی اس زیارت نے احقر پر بہت زیادہ گہرے اثرات چھوڑے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے لباس، پوشاک، عبادات اور معمولات سے بے حد متأثر ہوا۔

ان دنوں احقر کا اصلاحی تعلق حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ سے تھا، سن رکھا تھا کہ کسی شیخ سے اصلاحی تعلق قائم کرے تو دوسرے شیخ سے تعلق قائم نہ کرے، اس لیے دل میں حضرتؒ کی محبت وعقیدت لیے بیٹھنے کو ترجیح دی، پھر احقر جب درجہ سادسہ کا طالب علم تھا تو مہتمم جامعہ بنوری ٹاؤن حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ کا اِنتقال ہوا، حضرتؒ تعزیت کے لیے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لے گئے، وہاں تعزیتی جلسہ تھا، ملک بھر کے بڑے بڑے علماء آئے ہوئے تھے، جنھوں نے حضرت مفتی صاحبؒ کے بارے میں بیان بھی فرمایا، آخر میں حضرت والاؒ نے مختصر بیان فرمایا اور دعا فرمائی، دعا کیا تھی؟ وہ بھی پورا بیان تھا، احقر کو اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت والاؒ دورانِ دعا بار بار فرماتے یا اللہ! ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے، مفتیٔ بغداد علامہ

محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں فرمایا، دعا فرماتے اور حوالے بیان فرماتے، تحقیق کے اس عجیب اسلوب کو دیکھ کر حضرت والاؒ کے بارے میں پہلے سے زیادہ دل میں محبت وعقیدت موجزن ہوگئی۔

اس کے بعد بھی حضرت والاؒ سے باقاعدہ اصلاحی تعلق قائم نہیں ہوا، البتہ حضرتؒ کے مواعظ سے ہمیشہ استفادہ کا موقع ملا اور کبھی کبھار خانقاہ حاضری دینے کا شرف حاصل ہوا، دل میں موجزن محبت وعقیدت اور جذبات ہمیشہ بے چین رکھتے تھے کہ کب حضرت والاؒ سے تعلق قائم کرنے کا شرف حاصل ہوگا؟ جب حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ کا انتقال ہوا تو احقر نے حضرت والاؒ کے علاوہ اور کسی سے رجوع نہیں کیا چنانچہ سن ۱۴۲۴ھ میں حضرت والاؒ سے بیعت کی سعادت حاصل ہوئی، بیعت کے بعد حضرت والاؒ کی محبت وعقیدت میں اضافہ ہوتا گیا، لیکن اس میں حیرت انگیز طور پر اضافہ اس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ نے احقر کو حضرت والاؒ کی خانقاہ میں پورا چلہ لگانے کی توفیق عطا فرمائی، حضرت والاؒ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، دوران چلہ جہاں دوسرے فوائد حاصل ہوئے وہاں ایک عظیم فائدہ یہ حاصل ہوا ہے کہ حضرت والاؒ کے جن مواعظ اور تصنیفات کو پہلے پڑھنے کا موقع نہیں ملا تھا ان کو پڑھنے کی توفیق ملی، صبح وشام حضرت والاؒ کی مجالس میں بیٹھنے، اور ان کے بیانات، مواعظ اور کتب کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت والاؒ تو علوم ومعارف کے محیط بے کراں، اور اسرار شریعت کے نکتہ رس ہیں، حضرت والاؒ کی زبان سے تفسیر وحدیث کے بارے میں عجیب وغریب نکات ولطائف اور عظیم علوم جو کتابوں میں نہیں ملتے، معلوم ہوئے، حضرتؒ علوم عالیہ میں تو ماہر تھے ہی، علوم آلیہ اور فنون میں بھی ہرفن مولیٰ تھے، کون سا فن تھا جو حضرت والاؒ کے بیان میں نہیں ملتا تھا؟ بنگلہ دیش میں جب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا بیان ہوا تو وہاں کے سب سے بڑے محدث مولانا عزیز الحق صاحب نے فرمایا:

میں نے زندگی میں ایسی تقریر نہیں سنی جس میں آپ نے منطق، فلسفہ، نحو، حدیث، تفسیر کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

دوسری طرف بہت سے لوگوں کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی علمی گہرائی، اور رسوخ سے واقفیت تو دور کی بات ہے ان کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مستند عالم ہونے کے بارے میں بھی شک تھا، اس صورت حال کو دیکھ کر احقر کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ ایک مضمون ایسا تیار کیا جائے جس میں تفسیر وحدیث اور دیگر علوم وفنون کے حوالے سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات اور خصوصیات کے چند نمونے ایک ہی جگہ لوگوں کے سامنے آجائیں تاکہ اصل حقیقت واضح ہوجائے۔

احقر پس وپیش میں تھا کہ یہ کام شروع کرنا چاہئے یا نہیں؟ اس دوران کسی ذریعہ سے حضرت میر صاحب مدظلہم کو اس داعیہ کا علم ہوا تو احقر پر شفقت فرمائی اور احقر کو اپنے حجرہ میں یاد

فرمایا، حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے اس داعیہ کی تکمیل کا حکم فرمایا بلکہ مزید تعاون کا حوصلہ بھی دیا، اس حوصلہ کو دل میں لیے احقر نے بنام خدا یہ کام شروع کردیا، اس میں شک نہیں کہ حضرت والاؒ کے متعلقین، مقربین، خلفاء، مریدین اور تلامذہ میں سے بہت سے ایسے حضرات بھی ہیں جن کا حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ تعلق ہے، ایسے حضرات بھی ہیں جو سفر وحضر میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے ہیں، ان میں ایسے ذی استعداد حضرات بھی ہیں جو احقر سے بہتر طریقہ سے اس موضوع پر لکھ سکتے ہیں، لیکن احقر نے سوچا کہ یہ سعادت اسے حاصل ہو جائے۔ چنانچہ توکلاً علی اللہ شروع کرتا ہوں:۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایک مستند ومحقق عالمِ دین:

ہمارے پیارے حضرت والاؒ نے الحمدللہ ہندوستان میں اپنے محبوب شیخ حضرت پھول پوریؒ کے مدرسہ بیت العلوم میں درسِ نظامی کی تکمیل فرمائی تھی، صحیح بخاری حضرت پھول پوریؒ سے پڑھی، اور حضرت پھول پوریؒ ایک واسطہ سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

سندِ حدیث حسبِ ذیل ہے:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

⇙

حضرت مولانا ماجد علی صاحبؒ

⇙

حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ

⇙

ہمارے پیارے حضرت والاؒ

الحمدللہ احقر پر حضرتؒ کے احسانات میں سے ایک عظیم احسان یہ ہے کہ حضرتؒ نے احقر کو صحیح بخاری کی سند عطا فرمائی اور اپنے بابرکت واسطہ سے اس مبارک سلسلہ میں شامل فرما کر شرف بخشا۔

حضرت والاؒ نے اپنے شیخ کی خدمت میں اپنے آپ کو اتنا مٹایا ہوا تھا کہ لوگ حضرت والاؒ کو عالم بھی نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت بنوریؒ نے فرمایا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ حضرت کے عام سے خادم ہیں، میں تو ان کو عالم بھی نہیں سمجھتا تھا مگر جب حضرتؒ نے معارفِ مثنوی لکھی تو محدث العصر حضرت مولانا علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ معارفِ مثنوی دیکھ کر مجھ کو ان سے اس قدر عقیدت ہوئی جس کا میں تصوّر بھی نہیں کرسکتا تھا۔ ایک عالم نے فرمایا کہ معارفِ مثنوی میں جتنی بھی تقاریظ ہیں سب سے بہتر تقریظ حضرت بنوریؒ کی ہے۔ اور ایک بار حضرتؒ کا فارسی کلام دیکھ کر حضرت بنوریؒ نے فرمایا

"لافرق بینک وبین مولانا روم"، یعنی آپ کے اور مولانا رومیؒ کے کلام میں کوئی فرق نہیں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایک صالح نوجوان:

ربّ کریم نے ہمارے پیارے حضرت والاؒ کو ایک صالح نوجوان بنا کر پاکیزہ زندگی گزارنے کی توفیق بخشی، حضرت والاؒ کی جوانی کا زمانہ انتہائی پاک اور بہترین ماحول میں گزرا ہے، پندرہ سال کی عمر میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور مسلسل تین سال تک اُن کی خدمت میں رہے، حضرت والاؒ روزانہ شام سے رات دیر تک حضرت مولاناؒ کی خدمت میں رہتے اور خوب خوب استفادہ کرتے تھے، پھر اٹھارہ سال کی عمر میں اپنے محبوب شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور مسلسل سترہ سال تک صبر واستقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ حضرت پھول پوریؒ کی صحبت اٹھائی، اُن سے روحانی فیض حاصل کرتے اور ہر وقت تزکیۂ نفس کے لیے کوشاں رہتے اور اُن کے علوم ومعارف اور اخلاق کو اپنے اندر جذب کرنے کی خاطر ہمارے پیارے حضرت والاؒ نے اپنی جوانی اور اپنی زندگی کے بہترین لمحات قربان کیے۔

ذرا اندازہ لگائیے کہ ایک شخص جس نے پندرہ سال کی عمر سے لے کر پینتیس سال کی عمر تک مسلسل بیس سال اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں (اولیاء اللہ) کی صحبت اٹھائی ہو اور کبھی اُن سے الگ نہ ہوا ہو، ایسے شخص کی جوانی کی کس قدر حفاظت ہوئی ہوگی؟ اس کی جوانی کا زمانہ کس قدر تقویٰ وطہارت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی حالت میں گزرا ہوگا، اللہ اکبر! اس کی صبح وشام، لیل ونہار بزرگوں کی نگرانی میں، اس کے تمام معمولات، اس کی ہر ادا، ہر قول وفعل غرض تمام معمولات بزرگوں کی نگرانی میں، سبحان اللہ! کیسی پاکیزہ اور تقویٰ والی قابلِ رشک زندگی ہے؟ ایسے ہی نوجوان کے بارے میں سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ﴿**سبعة یظلهم الله تحت ظل عرشه یوم لا ظل الا ظل عرشه .... شاب نشأ فی عبادة الله**﴾.

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور بے مثال خدمت شیخ:

ہمارے پیارے حضرت والاؒ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ جن بزرگوں سے حضرت والاؒ کا اصلاحی تعلق تھا، اُن کی صحبت میں صرف اصلاح کی غرض سے نہیں جاتے تھے، بلکہ اُن کی خوب خوب خدمت کرتے تھے، خاص کر اپنے محبوب شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ کی بے مثال خدمت کی، مسلسل سترہ سال تک صبر واستقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ اُن کی بے مثال خدمت کی، سفر وحضر میں ہمیشہ اپنے شیخ کے ساتھ رہتے، ہر دم اُن کی راحت رسانی کا خیال رکھتے

تھے۔حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے حالات دیکھتا ہوں تو دنگ رہ جاتا ہوں کہ کیسے اپنے شیخ پر فدا ہوئے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایک بے مثال سالک:

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ربا تک رسائی اور حصول، اس کی محبت و معرفت اور قرب حاصل کرنے کے لیے بچپن ہی سے سلوک کا راستہ اختیار فرمایا اور اتنا عرصہ اس راستہ سے وابستہ رہے کہ ماضی میں بھی اس کی مثال کم ملتی ہے، چنانچہ پندرہ سال کی عمر میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے اِصلاحی تعلق ہوا اور مسلسل تین سال تک اُن کی خدمت میں رہے، حضرتؒ روزانہ شام کے وقت سے رات دیر تک حضرت مولاناؒ کی خدمت میں رہتے اور خوب خوب استفادہ کرتے تھے، پھر اٹھارہ سال کی عمر میں اپنے محبوب شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور مسلسل سترہ سال تک صبر واستقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ حضرت پھول پوریؒ کی صحبت اٹھائی، پھر پینتالیس سال تک حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کی صحبت اٹھائی، اس طرح ہمارے پیارے حضرت والاؒ مسلسل پینسٹھ سال تک اپنے وقت کے تین اکابر سے فیض یاب ہوتے رہے اور سلوک کی منازل طے کرتے رہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم مفسر:

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی آیاتِ کریمہ کی تفسیر کا خاص ذوق عطا فرمایا تھا، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ جب بھی کسی آیت کی تفسیر بیان فرماتے تو پہلے مفسرین کے اقوال بیان فرماتے تھے۔ پھر اپنی طرف سے ایسے عجیب وغریب نکات اور لطائف بیان فرماتے تھے کہ عقل دنگ رہ جاتی تھی، چنانچہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ شاہد ہیں، پھر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ایسی عام فہم ہوتی کہ خاص تو خاص عام لوگوں کو بھی اسے سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آتی، بطورِ مثال چند آیات کریمہ کی تفسیر حوالہ قرطاس کی جاتی ہے:۔

مثال نمبر ۱: اولیاء صدیقین کون ہیں؟

علامہ آلوسیؒ نے صدیق کی تین تعریفیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) الذی لا یخالف قالہ حالہ:. جس کا قول اور حال ایک ہو یعنی دل وزبان ایک ہو۔

(۲) الذی لا یتغیر باطنہ من ظاھرہ:. جس کا باطن ظاہری حالات سے متأثر نہ ہو۔

(۳) الذی یبذل الکونین فی رضا محبوبہ:. صدیق وہ ہے جو دونوں جہان اللہ پر فدا کردے۔

صدیق کی تین تعریفیں تو آپ نے سن لیں اور چوتھی تعریف اللہ تعالیٰ نے اختر کو اپنے مبدءِ

فیض سے براہِ راست عطا فرمائی، بدعائے بزرگاں اگر اختر کو بھی عطا ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔ وہ چوتھی تعریف یہ ہے کہ جو بندہ اپنی ہر سانس کو اللہ پر فدا کرے اور ایک سانس بھی اللہ کو ناخوش کر کے حرام خوشیاں اپنے اندر نہ لائے یہ بھی صدیق ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے یہ مقام ہم سب کو عطا فرمائے اور ولایت یعنی صدیقیت کی انتہا تک محض اپنے کرم سے ہم سب کو پہنچا دے اگرچہ ہمارے سینے اس کے اہل نہیں لیکن اے اللہ! آپ تو اہل ہیں، ہم نااہلوں کو اہل بنانے پر بھی قادِر ہیں لہٰذا ہم نالائقوں پر اپنے کرم کی موسلا دھار بارش برسا دیجئے۔ آمین یارب العٰلمین۔

مثال۲: ففرّوا الی اللہ کی انوکھی تفسیر

مؤمن کی امتیازی شان یہ ہے کہ حسن کا عالم شباب ہو، اور طبیعت کا شدید میلان اور ہیجان ہو کہ اس کو دیکھ لو، اس کا بوسہ لے لو، گناہ کرلو۔ مومن اس وقت اللہ کے خوف سے بھاگتا ہے، شباب حسن سے صرفِ نظر کرتا ہے اس کا نام ''فرارِ شرعی'' ہے۔ اور ففرّوا الی اللہ میں اسی فرار کا حکم ہے۔ اور فرارِ شرعی کی تین قسمیں ہیں۔ آنکھوں سے حسین لڑکیوں اور لڑکوں کو نہیں دیکھا، شدید تقاضے کے باوجود نگاہِ چشمی کی حفاظت کی یعنی اپنی نگاہوں کو حسینوں سے بچایا اس کا نام ''فرارِ عینی'' ہے۔ اس کے بعد نگاہِ قلبی کی بھی حفاظت کی یعنی دل میں گندے گندے خیالات نہیں پکائے، دل میں قصداً اس حسین کا خیال نہیں لائے اس کا نام ''فرارِ قلبی'' ہے۔ اس کے بعد جسم سے بھی بھاگے، حسینوں کے پاس سے اپنے جسم کو بھی دور کر دیا، اسباب گناہ سے دور ہو گئے کہ اگر قریب رہیں گے تو بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی، کسی نہ کسی وقت نظر اٹھ جائے گی یہاں تک کہ گناہ کبیرہ میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہے اس لیے جسم کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے اسباب سے دور کر دیا اس کا نام ''فرارِ قالبی'' یا ''فرارِ بدنی'' ہے۔

فرارِ شرعی کی یہ تین قسمیں شاید ہی آپ کسی کتاب میں پائیں گے۔ مفسرین کی جتنی عربی تفسیریں ہیں اس آیت کی تفسیر دیکھئے مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس علم میں اختر کو اس وقت خاص فرمایا اور شاید ہی یہ بات آپ کہیں پائیں اور شاید کا لفظ دعویٰ توڑنے کے لیے کرر ہا ہوں اور اس کو تفسیر نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ قرآن پاک کے لطائف میں سے ہے۔

مثال۲: تفسیر ذوالجلال والاکرام

کیا شان رحمت ہے کہ ناپاک بندوں کو اپنا دوست فرما رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان، استغناءِ کامل کی متقاضی ہے کیوں کہ وہ ذو الجلال ہیں یعنی صاحبِ استغناء مطلق ہیں۔ لیکن استغناء مطلق سے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ مکمل مستغنی ہیں تو بندوں کا خیال نہ رکھتے ہوں گے کیوں کہ جو مستغنی ہوتا ہے وہ دوسروں کے دکھ درد سے بے نیاز ہوتا ہے، اسے پرواہ ہی نہیں ہوتی کہ

کون کس حالت میں ہے۔تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنا دوسرا نام مبارک نازل فرمایا ’’وَالاِکْرَامِ ‘‘ اَیْ صَاحِبُ الْفَیْضِ الْعَام ۔یعنی صاحب الاستغناء اور مستغنی مطلق ہونے کے باوجود اس کا فیض عام ہے کہ وہ کسی کو بھولتا نہیں ۔ذُوْالْجَلَالِ وَالاِکْرَامِ کا یہ ترجمہ روح المعانی میں ہے۔تو اللہ تعالیٰ سارے عالم سے بے نیاز ہے اور سارا عالم اُس کا محتاج ہے لیکن اس کے باوجود ہم جیسے گناہ گاروں کو فرمارہے ہیں یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! کیا خطاب ہے،اس خطاب میں بھی مزہ ہے کہ اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرلو، گناہ گار زندگی چھوڑ دو، گناہ اچھی چیز نہیں ہے، بین الاقوامی خراب چیز ہے۔ ہر آدمی گناہوں کو بُرا سمجھتا ہے چاہے خود کرتا ہو۔تو اللہ تعالیٰ مستغنی مطلق اور مکمل بے نیاز ہونے کے باوجود اپنے سراپا محتاج اور ناپاک بندوں سے فرمارہے ہیں کہ میرے دوست بن جاؤ اور میرے دوست کون ہیں؟ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ،اس میں ماضی کا صیغہ استعمال کیا کیونکہ ایمان ایک ہی بار لانا ہوتا ہے۔تو ولایت کی پہلی شرط ایمان ہے اور دوسری شرط ہے وَکَانُوایَتَّقُوْنَ یہ ماضی استمراری ہے تو معنیٰ یہ ہوئے کہ تقویٰ میں استمرار مطلوب ہے لیکن تقویٰ ٹوٹ سکتا ہے لہٰذا اس کو بار بار جوڑنا پڑے گا۔ جیسے اگر وضو ٹوٹ جاتا ہے تو دوبارہ وضو کرکے پھر باوضو ہوتے ہیں ایسے ہی اگر تقویٰ ٹوٹ جائے ، بشریت غالب ہو جائے تو توبہ کرکے پھر متقی ہو جاؤ، اللہ سے توبہ، استغفار کرکے تجدیدِ عہد کرو کہ یا اللہ! جان دے دوں گا مگر آپ کو ناراض نہیں کروں گا۔

مثال۳: آیت کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَأنٍ کے متعلق ایک علم عظیم

میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے چٹنی روٹی میں بھی بریانی کا مزہ آرہا ہے اس لیے کہ میرے مولیٰ کھلا رہے ہیں۔ حضرتؒ نے ہر نوالے پر یہی فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ تو اپنے ہاتھ سے کھارہے ہیں۔فرمایا میرا ہاتھ ان ہی کی رحمت سے کام کررہا ہے کیونکہ اگر فالج گرادیں تو یہ ہاتھ منہ تک نہیں آسکتا اگر مجنون کو لیلیٰ اپنے ہاتھ سے کھلائے تو اسے کتنا مزہ آئے گا لیکن درحقیقت لیلیٰ فانی ہے اور اس کا حسن بھی فانی ہے جبکہ مولیٰ غیر فانی ہے اور حی و قیوم ہے۔

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
گوئے گشتن بہرِ او اولیٰ بود

مولیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کیسے اور کیوں کر کم ہوسکتا ہے؟ مولیٰ کی شان تو یہ ہے جو خود مولیٰ نے بیان فرمائی کہ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَفِیْ شَأْنٍ ہر وقت ہر لمحہ اور ہر لحظہ اس کی نئی نئی شان ہوتی ہے۔ یہاں یَوْم کا ترجمہ دن نہیں ہے۔علامہ آلوسیؒ نے یَوْم کا ترجمہ فرمایا ’’اَیْ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ مِنَ الْاَوْقَاتِ وَفِیْ کُلِّ لَمْحَۃٍ مِنَ اللَّمْحَاتِ وفِیْ کُلِّ لَحْظَۃٍ مِنَ الْلَحْظَاتِ‘‘ مثلاً ایک شخص

کو بادشاہ بنادیا تو دوسرے کو بادشاہت سے معزول کردیا۔ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ہر وقت ہر لمحہ اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی نئی نئی شانیں ظاہر ہورہی ہیں۔ ڈربن، ساؤتھ افریقہ کے ایک بہت بڑے عالم نے کراچی میں یہ اشکال پیش کیا، جوان کو بہت عرصہ سے لاحق تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر وقت نئی نئی شان ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنی ذات اور صفات میں قدیم ہیں (ازلی ابدی ہیں) پس ان کی صفات میں حدوث محال ہے اور ہر وقت نئی نئی شان کا ہونا بظاہر حدوث کو لازم ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کی شان باعتبار وجود نئی نہیں ہوتی، باعتبار ظہور نئی ہوتی ہے۔ جتنی شانیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ذات میں موجود ہیں لیکن ہر لمحہ ان کا ظہور ہوتا رہتا ہے جیسے کسی سیٹھ کی جیب میں لاکھوں کے نوٹ ہیں لیکن جب چاہتا ہے نوٹ نکال کر دکھاتا ہے تو نوٹ پہلے سے موجود ہے ظاہر بعد میں کررہا ہے۔ یہ سارے مضامین اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے انعام ہیں اور اس میں میرا کچھ کمال نہیں۔

میرے پینے کو دوستو! سن لو
آسمانوں سے مے اترتی ہے

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم محدث:

پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کتاب اللہ کے تفسیری نکات اور معارف کی طرح احادیث طیبہ کی بھی حیرت انگیز شرح فرماتے تھے، ذیل میں چند احادیثِ طیبہ کی شرح حوالۂ قرطاس ہے۔

امام عادل کی ایک انوکھی تشریح

امام عادل یعنی جو مملکت کا خلیفہ یا بادشاہ ہو اور اپنی رعایا میں عدل وانصاف کرتا ہو۔ اس سلسلے میں میں نے عرض کیا تھا کہ بعض لوگ کہیں گے کہ بادشاہت تو خواب میں بھی نظر نہیں آرہی ہے ہم کیسے امام عادل بن کر عرشِ الٰہی کا سایہ لے سکتے ہیں؟ اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ اگر ہم اپنے جسم کی پانچ چھ فٹ کی مملکت پر عدل قائم کردیں تو ہمارا شمار بھی امامِ عادل میں ہوجائے گا یعنی آنکھوں سے بدنظری نہ کریں تو آنکھ کے صوبے پر عدل قائم ہوگیا، کانوں کی گانا سننے کی ڈیمانڈ کو پورا نہ کریں تو گویا کان کے صوبے پر عدل قائم ہوگیا، دل میں گندے خیالات قصداً لاکر حرام مزہ نہ لیں تو دل کے اندر کی وفاق اور سینٹرل گورنمنٹ پر بھی عدل قائم ہوگیا۔ اسی طرح سے سر سے پیر تک ہر عضو کو اللہ پاک کی نافرمانی سے جو بچالے تو ہر مومن امام عادل ہوگیا، کیونکہ اس کا قلب سینٹرل گورنمنٹ یعنی وفاق، مرکز اور دارالسلطنت ہے۔ اس کے دل نے کسی اللہ والے کی صحبت سے زبردست طاقتِ وفاقی حاصل کرلی جس سے اس کا دل تگڑا ہوگیا پھر وہ اپنے جسم کے ہر صوبے میں عدل اور اللہ تعالیٰ کی

مرضی کے مطابق ایک عادل حکومت قائم رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حرام لذت کو اینٹھنے کی غیر شریفانہ حرکت سے اس کو اللہ تعالیٰ حیا اور غیرت اور طہارتِ قلبی عطا فرماتے ہیں اور حفاظتِ قلبی بھی نصیب فرماتے ہیں یعنی اسے حیا آتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رزق کھاتا ہوں اُن کا رزق کھا کر آنکھ کی روشنی کو کیسے غلط استعمال کروں؟ کسی کی بہو، بیٹی، بہن، ماں، خالہ اور پھوپھو کو یا کسی لڑکے کو جس کی ابھی داڑھی مونچھ نہ آئی ہو یا ہلکی آئی ہو کیسے دیکھوں؟۔ سارے اعضاء کو نافرمانی سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ اس کو حیا عطا فرماتے ہیں، بے حیائی اور غیر شریفانہ زندگی سے اس کو نجات عطا فرماتے ہیں۔

رشد کے متعلق علمِ عظیم اللّٰھم ألھمنی رشدی واعذنی من شر نفسی

اے اللہ! میرے دل میں ہدایت کے راستوں کا الہام کر دے یعنی میرے دل میں ایسی باتیں ڈال دیجئے جس پر چلنے سے آپ راضی ہو جائیں، جن پر عمل کرنے سے آپ مل جائیں الھمنی امر ہے جو مضارع سے بنتا ہے اور مضارع میں دو زمانے ہوتے ہیں حال اور استقبال یعنی موجودہ زمانے میں بھی اچھی اچھی باتیں جن سے آپ راضی ہوں میرے دل میں ڈال دیجئے اور آئندہ بھی ڈالتے رہیے، اپنی رضا کے ارادے الہام فرما دیجئے یعنی سیدھے راستہ کے طریقے دل میں ڈال دیجئے اور گمراہی سے بچا لیجئے۔ رشد میں دونوں باتیں ہیں کہ جن باتوں سے آپ راضی ہوتے ہیں وہ ہمارے دل میں ڈال دیجئے اور جن باتوں سے آپ ناراض ہوتے ہیں ان سے نفرت وکراہت ہمارے دل میں ڈال دیجئے۔

رشد کے یہ معنیٰ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی آیت سے میرے دل میں عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ'' اے صحابہؓ! ہم نے تمہارے دلوں میں ایمان کو محبوب کر دیا اور اس کو مزین کر دیا اور کفر وفسوق وعصیان یعنی کفر کو اور بڑے گناہوں کو اور چھوٹے گناہوں کو تمہارے دلوں میں مکروہ کر دیا۔ حَبَّبَ اور کَرَّہَ کا فاعل ''اللہ'' ہے یعنی یہ بتا دیا کہ ایمان جو تمہارے دلوں میں محبوب ہو گیا اور کفر وفسوق وعصیان جو تم کو مکروہ ہو گیا تو یہ اپنا کمال نہ سمجھنا، یہ ہمارا فضل ہے، ہمارا احسان ہے۔ حَبَّبَ کا فاعل میں ہوں اور کَرَّہَ کا فاعل بھی میں ہوں، میں نے تمہارے دلوں میں ایمان کو محبوب کر دیا ہے اور میں نے ہی کفر وعصیان کو مکروہ کر دیا ہے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ اور جن کو یہ دونوں باتیں حاصل ہو گئیں وہی راشدین ہیں، ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔ علومِ نبوت علومِ قرآن سے مقتبس ہوتے ہیں۔ اسی لیے حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ۔ کہ اے اللہ! جو باتیں آپ کو محبوب ہیں جن باتوں سے آپ راضی ہوتے ہیں وہ آپ

ہمارے دل میں حالاً بھی ڈالتے رہیے اور استقبالاً یعنی آئندہ بھی ڈالتے رہیے اور جو باتیں آپ کے نزدیک مکروہ ہیں جن باتوں سے آپ ناراض ہوتے ہیں ان سے نفرت وکراہت ہمارے دلوں میں ڈالتے رہیے اور ہمیں ان سے بچاتے رہیے۔ آگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعا سکھارہے ہیں کہ: ''وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ''۔

بعض اوقات ہدایت کی بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہ بات بری ہے مگر بری بات سمجھ کر برا کام کرتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ عورتوں کو تاکنا جھانکنا گناہ ہے مگر پھر بھی تاک جھانک کرتا ہے۔ الہام وہدایت تو ہوگیا لیکن اس کے باوجود نفس غالب آگیا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ میرے نفس کے شر سے مجھے بچالیجئے کہ میرا نفس مجھ پر غالب ہوجائے۔ بعض وقت ہدایت کا راستہ دل میں آجاتا ہے مگر نفس غالب ہوجاتا ہے اس لیے مجھے نفس کے شر سے بچالیجئے۔ کہ آپ کی ناراضگی کے راستہ پر قدم نہ رکھوں، میں آپ کی حفاظت میں اپنے نفس کو سونپتا ہوں۔ جو یہ دعا مانگتا رہے گا نفس کے شر سے محفوظ رہے گا۔

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور فقہی ذوق:

ایک فقہی مسئلہ سے صحبت اہل اللہ پر عجیب استدلال

اہل اللہ کی صحبت سے کیا ملتا ہے اس کو ایک فقہی مسئلہ سے ثابت کرتا ہوں کسی کے پاس دس ہزار روپیہ ہے۔ سال کے گیارہ مہینے گذر گئے۔ زکوٰۃ فرض ہونے میں ایک مہینہ رہ گیا کہ دس ہزار کی رقم اور آگئی۔ ایک ماہ بعد اب اس نئی رقم پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ علماء دین موجود ہیں ان سے پوچھ لیجئے۔ دس ہزار کی نئی رقم پر تو ابھی سال نہیں گذرا پھر اس پر زکوٰۃ کیوں فرض ہوئی؟ وجہ یہ ہے کہ گیارہ مہینہ سے جو رقم مجاہدہ میں تھی اس کی صحبت میں یہ دس ہزار کی نئی رقم آگئی جس کی برکت سے ایک ہی مہینہ میں وہ بالغ ہوگئی اور اس پر اللہ تعالیٰ شانہٗ نے زکوٰۃ فرض کردی کہ یہ سرکاری دربار میں قبول کی جائے گی۔ معلوم ہوا کہ جو مجاہدہ کرنے والے ہیں اُن کی صحبت کی برکت سے کم مجاہدہ والوں کا بھی کام بن جاتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں جلد اللہ والا بننے کا یہی راز ہے۔ مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تھرڈ کلاس کا ڈبہ جس کی سیٹیں بھی پھٹی ہوئی ہیں اسکرو ڈھیلے ہیں، چوں چاں کررہا ہے لیکن اگر فرسٹ کلاس کے ڈبوں سے جڑا رہے تو جہاں انجن پہنچے گا وہ تھرڈ کلاس والا ڈبہ بھی وہاں پہنچ جائے گا۔ پس اگر ہم نالائق ہیں، گناہ گار ہیں اور لائقوں کے پاس رہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ نجات پائیں گے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو اللہ تعالیٰ نور سے بھردے فرماتے ہیں کہ اگر تم کانٹے ہو تو پھولوں کے دامن میں چھپے رہو۔ جو کانٹے پھولوں کے دامن

میں ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ کا عجیب دستور ہے کہ باغ بان ان کو باغ سے خارج نہیں کرتا ع

آں خار میگریست کہ اے عیب پوشِ خلق

ایک کانٹا رو رہا تھا کہ اے مخلوق کے عیب چُھپانے والے! میرا عیب کیسے چُھپے گا مجھے تو آپ نے کانٹا پیدا کیا ہے۔

شد مستجابِ دعوت او گلعذار شد

اللہ تعالیٰ شانہ نے اس کی دعا قبول کرلی اور اس پر پھول کھلا دیا جس کے دامن میں اس خار کا عیب چھپ گیا۔ بتایئے کہ گلاب کے پھول کے نیچے کانٹے ہیں یا نہیں؟ مگر کیا کسی باغ سے وہ کانٹے نکالے جاتے ہیں؟ اسی طرح اگر ہم اللہ والوں سے جڑے رہیں تو امید ہے کہ اُن کے صدقہ میں ان شاءاللہ تعالیٰ جہاں وہ جائیں گے مثل کانٹوں کے ہم بھی ساتھ ہوں گے محبت کی برکت سے۔

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور ذوق نحوی:

خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ کیوں فرمایا صرف خیر فرمادیا ہوتا، خَطَّائِیْنَ کی نسبت ہی باقی نہ ہوتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ، تاکہ توبہ کی کرامت اور خاصیت ظاہر ہو کہ توبہ ایسا کیمیکل ہے جو شر کو خیر بنادیتا ہے، اور خَطَّائِیْنَ کی نسبت باقی رہنے سے بندوں کی عزت میں کوئی فرق نہیں آیا کیونکہ ترکیب اضافی میں مضاف ہی مقصود ہوتا ہے جیسے جَاءَ غُلَامُ زَیْدٍ یہاں زید نہیں غلام مقصود ہے، بس خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ خیر ہی مقصود ہے نہ کہ خَطَّائِیْنَ۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، اور صحابیؓ کا ایمان اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑے ولی اللہ کا ایمان ایک ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں سے فرمایا ''احتجبا!'' اے میری بیویو! صفیہ اور میمونہ ان سے پردہ کرلو، حالانکہ یہ صحابیؓ نابینا تھے، تو ہماری دونوں ماؤں نے عرض کیا ''الیس ھو اعمی؟'' کیا یہ نابینا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''الستما تبصرانه ؟'' کیا تم دونوں ان کو نہیں دیکھتی ہو؟ ''افعمیاوان انتما؟'' کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ دونوں جملوں میں استفہام ہے، ایک اقراری ہے اور ایک انکاری ہے، ''الستما تبصرانه؟'' استفہام اقراری ہے اور ''أفعمیاوان أنتما ؟'' استفہامِ انکاری ہے، اگر کسی مولوی کو استفہامِ اقراری اور انکاری پڑھانے کی ضرورت ہو تو دونوں اس حدیث میں موجود ہیں۔

صراطِ منعم علیهم، صراطِ مستقیم کا بدل الکل ہے:

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کو حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جتنے اللہ والے ہیں یہ صراط مستقیم کے بدل الکل من الکل ہیں۔ اس بدل کے تین نام ہیں۔ بدل

الکل من الکل ، بدل المطابق، بدل الموافق یعنی صراط مستقیم پورا پورا اللہ والوں کا راستہ ہے جس نے اللہ والوں کا راستہ اختیار نہ کیا وہ صراط مستقیم سے محروم ہے۔

کلام اللہ کا اعجازِ بلاغت اور علماءِ نحو کی حیرانی:

اب ایک اشکال علمی اس پر یہ ہے کہ ترکیب بدل میں بدل مقصود ہوتا ہے مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا جیسے ’’جَآءَ زَیْدٌ اَخُوْہُ‘‘ آیا زید یعنی اس کا بھائی۔تو زید نہیں آیا ہے، اس کا بھائی آیا ہے۔ بھائی اس کا بدل ہے یہاں اس کا بھائی مقصود ہے زید مقصود نہیں۔اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب مبدل منہ کلام میں غیر مقصود ہوتا ہے اور بدل مقصود ہوتا ہے تو اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ مبدل منہ ہے تو نعوذ باللہ اللہ کے کلام میں کیا غیر مقصود بھی آ گیا؟۔حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مبدل منہ میں اللہ نے ایک لفظ بڑھا دیا جو بدل میں نہیں ہے۔وہ کیا ہے؟ مستقیم، صفتِ استقامت اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ مبدل منہ میں صفتِ مستقیم نازل کر کے اور بدل میں یہ صفت نازل نہ کر کے اللہ نے اپنے کلام میں مبدل منہ کو بھی مقصود بنا دیا کہ دیکھو صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یہی مستقیم اور سیدھا راستہ ہے لیکن یہ صفت میرے مبدل منہ میں ہے بدل میں نہیں ہے لہٰذا میرا بدل بھی مقصود ہے اور میرا مبدل منہ بھی مقصود ہے لہٰذا علمائے نحات کے کہنے میں مت آنا، یہ قانون میرے بنائے ہوئے ہیں، یہ نحو کی قانون سازی میری عطا ہے۔ان کی کھوپڑی کی عقل میں تھوڑی سی روشنی میں نے دی ہے۔لہٰذا قانون نحوی کوئی چیز نہیں ہے میں نے اپنے کلام میں مبدل منہ میں مستقیم کا لفظ نازل کر کے اس کو مقصود بنا دیا کیونکہ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ سے قیامت تک کسی کو پتہ نہ چلتا کہ یہ اللہ والوں کا راستہ مستقیم بھی ہے یا نہیں۔سیدھا بھی ہے یا نہیں۔ وہ مبدل منہ اللہ تعالیٰ شانہ نے نازل فرما دیا۔ یہاں اللہ تعالیٰ شانہ کے کلام کا کمالِ بلاغت ہے کہ ساری دنیا کے علمائے نحات، ساری کائنات کے قانونِ قواعد وگرامر کے عالم حتیٰ کہ علماءِ عرب بھی حیرت زدہ رہ گئے کہ اللہ اکبر کلام اللہ کی یہ بلاغت! ساری دنیا کے علمائے نحات کا اجماع ہے کہ ترکیب بدل میں مبدل منہ غیر مقصود ہوتا ہے مقصود بدل ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے کمالِ بلاغت سے مبدل منہ میں ایک ایسی صفت نازل کر دی جو بدل میں نہ تھی جس سے خود مبدل منہ بھی مقصود ہو گیا۔سارے علمائے نحات ساری کائنات کی مخلوقات خدا کے سامنے کیا بیچتی ہیں۔اللہ تعالیٰ شانہٗ کے کلام کی بلاغت کے سامنے دنیا کے فصحاء اور بلغاء کیا بیچتے ہیں اُن کی کیا حقیقت ہے؟

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ○ منعم علیھم کا راستہ یہی بدل ہے یہی صراط مستقیم ہے یہی اللہ کا راستہ ہے جس نے اللہ والوں کا

راستہ نہیں پکڑا وہ صراطِ مستقیم نہیں پا سکتا۔

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور صرفی ذوق:

یدعون کی گردان

رب السجن أحب إليّ مما يدعونني إليه کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت والاؒ نے فرمایا تھا کہ یہاں جمع کا صیغہ کیوں ہے؟ جب کہ ایک عورت یعنی زلیخا نے بلایا تھا تو قاعدہ سے واحد کا صیغہ لانا چاہیے؟ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر بیان القرآن میں فرمایا کہ مصر کی عورتوں نے سفارش کی تھی کہ اے یوسفؑ! زلیخا کی خواہش پوری کردو، معلوم ہوا کہ گناہ کی سفارش کرنے والے بھی مجرم ہیں، اس لیے یدعون نازل کیا، بنگلہ دیش کے ایک عالم نے کہا کہ یدعون تو جمع مذکر ہے جب کہ عورت نے بلایا تھا تو مؤنث کا صیغہ کیوں نہیں لایا؟ میں نے کہا کہ یہ جمع مذکر تو ہے مگر جمع مؤنث بھی ہے اور میں نے گردان پڑھ دی، یدعو، یدعوان، یدعون، تدعو، تدعوان، یدعون، بنگلہ دیش کے طلباء وعلماء حیران رہ گئے کہ اس ملا کو اب تک گردان یاد ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور منطقی ذوق:

منطق کے ایک مسئلہ کی آسان اور دلچسپ تشریح

ہر شئ تین چیزوں سے ثابت ہوتی ہے ''بشرطِ شئ''، ''بشرطِ لاشئ''، ''لابشرطِ شئ''۔ علماء حضرات اس کو پڑھانے میں کچھ مشکل محسوس کرتے ہیں اور طلباء بھی یہی کہتے ہیں کہ پتہ نہیں کہ استاد بھی سمجھے ہیں یا نہیں؟ لیکن میں اس کو مولویوں کے بہت پسندیدہ ذوق کے مطابق حل کرتا ہوں یعنی دعوت۔ اگر آپ یہ کہہ دیں کہ دعوت مجھے اس شرط پر منظور ہے کہ آپ کباب شامی ضرور کھلائیں گے یا پاپڑ یا سموسہ، چلو بھئی گجراتی دعوت ہی سہی، تو اس کا نام دعوت ''بشرطِ شئ'' ہے اور اگر آپ کہہ دیں کہ بڑا گوشت مجھے نقصان کرتا ہے بڑا گوشت نہیں کھلائیں گے تو یہ دعوت ''بشرطِ لاشئ'' ہے اور اگر یہ کہہ دیں کہ جو چاہو کھلاؤ اور جو چاہو نہ کھلاؤ تو یہ ''لابشرطِ شئ'' ہے تو میرے بزرگوں اور اکابر نے جب یہ میری تقریر سنی تو فرمایا کہ بھئی تم نے تو کھانے پینے میں کتنا بڑا مسئلہ حل کردیا۔

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور فن بلاغت:

اطاعت، محبت کاملہ صادقہ کے لیے لازم ہے، آیت کریمہ

ومن يطع اللّٰه والرّسول فاولئک مع الّذين انعم اللّٰه عليهم من

النبیین...... میں ملزوم کی تعبیر لازم سے کی گئی ہے، جو فن بلاغت میں علاقہ مجاز مرسل کہلاتا ہے، اور اصطلاح میں اس کو تسمیۃ الملزوم باسم اللازم کہتے ہیں، چنانچہ حضرت ملاّ علی قاریؒ فرماتے ہیں:۔

من علامة المحبة الصادقة ان یختار امر المحبوب و نهیه علی مراد غیرها ولذا قالت رابعة العدویة

تعصی الاله وانت تظهر حبه ۔۔۔ هذالعمری فی القیاس بدیع

لوکان حبک صادقا لاطعته ۔۔۔ ان المحب لمن یحب مطیع

(ترجمہ کشکول ص:۷)

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور فلسفہ وحکمت:

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ مثالوں کے بادشاہ

یہ بات سب پر عیاں ہے کہ کسی مسئلہ اور کسی بات کو مثالوں کی مدد سے سمجھایا جائے تو جلدی سمجھ آتی ہے، ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہر بات کو مختلف مثالوں سے سمجھاتے تھے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کو دیکھ کر ہر کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ ہر بات کی وضاحت میں پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے مثالوں کا انبار پیش فرمایا، ایسا کیوں نہ ہو؟ ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ تو مثالوں کے بادشاہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ عوام وخواص میں مقبول ہیں، پوری دنیا میں مختلف زبانوں میں لاکھوں مواعظ تقسیم ہو چکے ہیں، اور مسلسل تقسیم ہو رہے ہیں۔

صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت اور اس کی مثال

مگر ان تمام علوم کے باوجود ایک چیز اپنی جگہ پر ہے اور وہ ہے بزرگوں کی صحبت۔ ان ہی کی برکت سے آدمی سنبھلا رہتا ہے اور صحبت کب تک چاہیے؟ علامہ آلوسیؒ نے کہا کہ اس وقت تک صحبت اختیار کرو جب تک تم شیخ جیسے نہ ہو جاؤ۔ تمہارا مربی جیسا اللہ والا ہے ویسے ہی تم بھی ہو جاؤ، اتنے دن ساتھ رہو کہ تم بھی اس مقام پر پہنچ جاؤ جس پر تمہارا شیخ ہے۔ اس کی وضاحت اختر کرتا ہے کہ ایک درخت ہے جس کا تنہ کمزور ہے تو اس کے ساتھ ایک ڈنڈا باندھ دیتے ہیں اور ڈنڈے کو زمین میں گاڑ دیتے ہیں تو ڈنڈا کھڑا ہوتا ہے جو مسٹنڈا بھی ہوتا ہے، مضبوط بھی ہوتا ہے یعنی اس لمبے درخت کو جو سیدھا جا رہا ہے اس ڈنڈے کے سہارے سے وہ قائم رہتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اس کا تنا مضبوط ہو گیا تو اب ڈنڈا ہٹا لیتے ہیں، اس درخت کے ذمہ صرف ڈنڈے کا شکریہ باقی رہتا ہے۔ اسی طرح جب آدمی صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے تو شیخ کی پھر ضرورت نہیں رہتی مگر شیخ کا شکریہ

ہمیشہ ادا کرنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ میرے شیخ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ مثال بھی پہلی دفعہ بیان ہوئی ہے کہ جو درخت کمزور ہوتے ہیں اگر ان کو اکیلا چھوڑ دو تو جب ہوا چلے گی تو وہ زمین پر گر جائیں گے۔ آپ نے صبح جا کر دیکھا تو زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔ تو آپ کہتے ہیں کہ بھائی ابھی تو سجدہ کا حکم نہیں تھا، ابھی تو قیام کرنا چاہیے تھا لہٰذا آپ نے لا کر ایک ڈنڈا لگا دیا۔ شیخ وہی ہے جو مریدین کو ابتدائی زمانے میں سہارا دیتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ کرے وہ دن آئے کہ اللہ تعالیٰ شانہ سے ان کی نسبت بالکل قوی ہو جائے پھر ہر شخص دوسروں کو سہارا دے گا۔ وہ درخت بھی دوسروں کے لیے سہارا بن جاتا ہے، اس کی ایک شاخ کاٹ کر دوسرے کمزور درختوں کے لیے سہارا بنا کر لگا دیتے ہیں۔ یہ شاخیں اصل ہی سے تو ہیں۔ جو درخت کبھی ایک ڈنڈے کے سہارے پر تھا وہ اتنا مضبوط ہو گیا کہ اس کی ایک شاخ کاٹ کر لگا دی تو دوسرے کمزور درخت اس سے سہارا لیں گے۔ اسی طرح دین پھیلا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم سے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سہارا پا کر قوی ہوئے پھر ان کے صدقے میں تابعینؒ قوی ہوئے اور ان کے صدقے میں تبع تابعینؒ قوی ہوئے وہی سلسلہ آج تک چلا آ رہا ہے۔

تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ کی مثال

دیکھئے! شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے لکھا تھا کہ پسرم! ملائے خشک و ناہموار نہ باشی۔ اے بیٹے! خشک ناہموار ملا نہ بننا، کسی مربی سے اپنی تربیت کرا کے مربی بن جانا، کوئی دنیا میں مربہ ایسا نہیں ہے جس کا کوئی مربی نہ ہو۔ کیا آپ نے کوئی ایسا مربہ دیکھا ہے کہ جس کی تربیت کسی نے نہ کی ہو؟ آملہ درخت سے گر کر زمین پر مربہ کیسے بنتا ہے؟ حلوائی لے گیا۔ اس کو مجاہدات کرائے۔ پھر پانی سے جوش دیا پھر چونے کے پانی میں دھو کر اس کو شیرے میں ڈالا۔ مربہ بننے کے بعد اس آملہ کو عزت ملی کہ اطباء اور حکماء لکھتے ہیں ''مربہ آملہ گرفتہ از آب گرم شستہ ورق نقرہ پیچیدہ مفتی اعظم بخورند و وزیرِ اعظم بخورند''۔ مربہ بننے کے بعد اب چاندی کا ورق اس کے منہ پر لگایا جا رہا ہے **سبحان اللہ**! کیا عزت مل رہی ہے کہ مفتی اعظم اور وزیرِ اعظم کھا رہے ہیں۔

اور جس آملے نے کہا کہ جناب تربیت نہیں کراؤں گا، مرشد کے ناز ونخرے برداشت نہیں کروں گا، مجھے آزادی چاہیے حالانکہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

پابندِ محبت کبھی آزاد نہیں ہے
اس قید کی اے دل! کوئی میعاد نہیں ہے

ارے محبت کی گرفتاری پر تو عاشقوں نے اپنے کو پیش کر دیا!۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! اگر دو سو زنجیریں بھی لاؤ گے تو جلال الدین اُن کو توڑ دے گا لیکن اللہ

تعالیٰ شانہٗ کی محبت کی زنجیر میں جلال الدین خود گرفتار رہنا چاہتا ہے ع

رو رو اے جاں زود زنجیرے بیار

اے میری جان! جلدی سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی زنجیر لا اور اس زنجیر میں مجھ کو جکڑ دے۔ میں اللہ کی محبت میں اپنی گرفتاری کو نعمت، اپنا شرف اور اپنی عزت سمجھتا ہوں۔لیکن اللہ کی محبت کی زنجیر کے علاوہ دوسری زنجیریں لاؤ گے تو میں سب کو توڑ ڈالوں گا۔

غیرِ آں زنجیرِ زلفِ دلبرم گر دو صد زنجیر آری بر درم

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم مجدد:

ہمارے پیارے حضرت والاؒ فرماتے تھے تقویٰ والی زندگی گزارو اور ایک لمحہ بھی اپنے ربا کی نافرنی نہ کرو، چنانچہ منکرات سے بچنے پر بہت زیادہ زور دیا کرتے تھے، پھر منکرات میں بدنظری کے گناہ سے بچنے پر بہت زیادہ زور دیتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں اپنے نیک بندوں کے دلوں میں وہ باتیں القاء فرماتے ہیں جن کی لوگوں کو سب سے زیادہ ضرورت ہے، اور کسی پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس زمانہ میں بدنظری کا مرض اتنا عام ہوگیا ہے جتنا پہلے نہیں تھا، آج اس مہلک مرض کی وجہ سے نہ معلوم کتنے لوگوں کی زندگیاں برباد ہوگئی ہیں، ہمارے حضرت والاؒ کی کتاب ''تربیتِ عاشقانِ خدا'' کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کتنے لوگ اس مرض میں مبتلا ہیں، اللہ تعالی نے اس زمانہ کے لوگوں پر فضل کا معاملہ فرمایا کہ ہمارے حضرت والاؒ جیسا عظیم مصلح اُمت میں پیدا فرمایا، ہمارے حضرت والاؒ نے اس مرض کی حقیقت کو خوب خوب کھولا، اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہمارے پیارے حضرت والاؒ کی وجہ سے پوری دنیا میں اس مرض میں مبتلا لاکھوں انسانوں کی اصلاح ہوئی، اس لیے ہمارے حضرت والاؒ کو اگر ''غض البصر'' کا عظیم مجدد کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا، جب کہ وقت کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ ہمارے پیارے حضرت والاؒ کو یہ لقب دے چکے ہیں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیانات میں بار بار اس کی وضاحت فرما چکے ہیں:

چنانچہ ایک موقع پر فرمایا: یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ کا مطلب خالی حسینوں سے بھاگنا نہیں ہے بلکہ اللہ کی ہر نافرمانی سے بھاگنا ہے لیکن چونکہ اس زمانہ میں حسن پرستی کی بیماری عام ہو رہی ہے اور اس کا کالرا پھیلا ہوا ہے اور جب کالرا پھیلا ہوا ہوتا ہے تو زکام کے علاج پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی، کیونکہ زکام کا مریض تو برسوں چل سکتا ہے لیکن کالرا کا مریض آناً فاناً مرجاتا ہے۔اس دور کا مہلک ترین مرض یہی حسن پرستی، بدنگاہی و عشق مجازی ہے اس لیے اس کا تذکرہ زیادہ کرتا ہوں لیکن اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ بس حسینوں سے بچ جاؤ اور پھر خوب

سودی کاروبار کرو، رشوت کھاؤ، سودی ملازمتیں کرو، خوب ٹیلیویژن، وی سی آر اور سینما دیکھو۔ فـفـرّوا الـی اللہ کے معنیٰ ہیں کہ اللہ کی ہر نافرمانی سے بھاگو۔ جتنے سودی کاروبار اور سودی ملازمتیں ہیں اُن سے بھاگنا اور حلال روزگار تلاش کرنا اور حلال روزی کے لیے رات دن اللہ سے رونا اور جب حلال مل جائے تو حرام کو فوراً ترک کردینا یہ سب فرار الی اللہ میں داخل ہے۔ اسی طرح خاندان کی ان تقریبات شادی بیاہ وغیرہ میں شرکت نہ کرنا جہاں فوٹوکشی ہورہی ہو یا مووی بن رہی ہو یا عورتیں اور مرد مخلوط ہو کر دعوتِ ولیمہ کھا رہے ہوں یا جہاں ساز اور باجہ اور گانوں کی ریکارڈنگ ہو رہی ہو اور اللہ تعالیٰ کے فرامینِ عالیہ کو پاش پاش کیا جارہا ہو ایسی مجالس میں شرکت نہ کرنا، اللہ کی تمام تر نافرمانیوں سے بھاگنا ففرّوا الی اللہ میں داخل ہے۔ غرض ہر وہ فعل، ہر وہ عمل اور ہر وہ خیال جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں اس سے بھاگنا اور جملہ نافرمانیوں کو چھوڑ دینا سب اس فرار میں داخل ہے۔ ہر گناہ کو چھوڑنا اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف بھاگنا ہے اور اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف قرار پکڑنا ہے۔

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایک بے مثال شیخ:

خلقِ خدا کی اصلاح وتربیت اور تزکیۂ نفوس کی راہ میں ہمارے پیارے حضرت والاؒ کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ حضرت والاؒ نے شروع سے ہی خانقاہی نظام کو اپنا مشن بنایا، اور اسی کو وصول الـی الـلّٰـه کا منہج بنایا، اور اسی کو پوری دنیا میں متعارف کروایا اور پوری زندگی اسی کے ہو کر رہ گئے، جب کہ آپ اتنے بڑے عالم تھے، چاہتے تو امامت، تدریس، تبلیغ وغیرہ دوسرے مشاغل بھی اختیار فرما سکتے تھے، لیکن اپنے آپ کو اس عظیم مشن کے لیے وقف کرنے کا نتیجہ ہے کہ آج گلشن اقبال کراچی سے شروع ہونے والا یہ کام پورے عالم میں پھیل گیا، امریکہ، کنیڈا، افریقہ، سعودی عرب، عرب امارات، بنگلہ دیش، انڈیا، برما اور دنیا کے بہت سے ممالک میں الحمدللہ بڑی تعداد میں حضرت والاؒ کی خانقاہیں قائم ہوگئی ہیں، اس وقت بنگلہ دیش جیسے ایک چھوٹے ملک میں ستر (۷۰) اور برما کے شہر رنگون میں پچیس (۲۵) خانقاہیں قائم ہیں۔ ہمارے پیارے حضرت والاؒ کے مواعظ کی مقبولیت کا تو کیا کہنا؟ اس وقت پوری دنیا میں مختلف زبانوں میں ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے لاکھوں مواعظ تقسیم ہورہے ہیں، اور تو اور عرب ممالک (سعوی عرب، دبئ، ابوظہبی، قطر) جہاں غیر عرب علماء کی کتابوں کی طباعت، اور نشر واشاعت کی اجازت بڑی مشکل سے ملتی ہے، وہاں ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریباً تمام کتابوں کی طباعت، اور نشر واشاعت کی اجازت مل گئی ہے۔

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ مجذوب سالک:

ہمارے پیارے حضرت والاؒ کے حالاتِ زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والاؒ

کو اللہ تعالیٰ نے بچپن سے وصفِ جذب عطا فرمایا تھا، ربّ کریم نے آیت کریمہ ﴿**اللّٰہ یجتبی الیه من یشاء و یهدی الیه من ینیب**﴾ میں جذب کی جس عظیم سعادت کا ذکر فرمایا اس سے حضرت والاؒ کو مالا مال فرمایا تھا، بچپن ہی سے حضرت والاؒ کو معصیت اور گناہوں سے نفرت تھی، اور اعمالِ صالحہ کی طرف رغبت تھی، بچپن سے ہی حضرت والاؒ مسجد اور داڑھی والوں سے محبت کرتے تھے، پھر جذب کے مرحلہ کے بعد سلوک کا طریقہ اختیار فرمایا، چنانچہ پندرہ سال کی عمر میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اِصلاحی تعلق قائم فرمایا اور مسلسل تین سال تک اُن کی خدمت میں رہے، حضرت والاؒ روزانہ شام کے وقت سے رات دیر تک حضرت مولاناؒ کی خدمت میں رہتے اور خوب خوب استفادہ کرتے تھے، پھر اٹھارہ سال کی عمر میں اپنے محبوب شیخ حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور مسلسل سترہ سال تک صبر و استقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ حضرت اقدس پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اٹھائی، پھر پینتالیس سال تک حضرت اقدس مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کی صحبت اٹھائی، اس طرح ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ مسلسل پینسٹھ سال اپنے وقت کے تین اَکابر سے فیض یاب ہوتے رہے اور سلوک کی منازل طے کرتے رہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن اور ولایتِ خاصہ کے آثار:

حضرتؒ فرماتے تھے کہ بالغ ہونے سے پہلے بلکہ بچپن ہی سے آسمان اور زمین دیکھ کر اللہ یاد آتا تھا کہ یا اللہ! آپ نے کیسا آسمان بنایا! کیسی زمین بنائی! ان حالات میں، میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بچپن ہی سے کھینچ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ میری باتوں اور میری تقریر میں جذب کا اثر ہوجاتا ہے۔ ابھی تک سمندر کو دیکھتا ہوں تو حیرت میں پڑ جاتا ہوں کہ **اللہ اکبر**! آپ نے اتنا پانی پیدا کیا، سمندر دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی پہچان بڑھتی ہے۔ یہ سب باتیں جذب کی علامت ہیں مگر ان پر بالکلیہ یقین بھی نہیں کرنا چاہیے، اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ یا اللہ! اپنی رحمت سے اپنے راستہ سے نہ ہٹنے دیجئے۔

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایک بے مثال بانی جامعہ:

محدث العصر حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''اگر دینی مدرسہ دنیا کے لیے بنانا ہے تو آخرت کا سب سے بڑا عذاب ہے، اور اگر آخرت کے لیے بنانا ہے تو دنیا کا سب سے بڑا عذاب ہے، ہمیں کسی سفیر، جلسہ، اشتہار و اعلان کی ضرورت نہیں، جس کا مدرسہ ہے وہ خود چلائے گا''، **سبحان اللّٰه**! کیا اخلاص تھا ہمارے اکابر کا؟ ہمارے پیارے حضرت والاؒ انہی اکابر کی یادگار تھے۔

الحمد للہ حضرتؒ کا قائم کردہ جامعہ اشرف المدارس جس نے بہت ہی کم مدت میں عالمگیر شہرت حاصل کر لی ہے، حضرتؒ کی روحانیت، تقویٰ اور اخلاص کا بہترین مظہر ہے، اس کے لیے

حضرتؒ نے کبھی اپنا ہاتھ غیر اللہ کے سامنے نہیں پھیلایا، ایک مرتبہ مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم سے فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت والاؒ کے لاکھوں مواعظ پوری دنیا میں تقسیم ہو رہے ہیں، لیکن عجیب بات ہے کہ کسی بھی وعظ میں آپ کے جامعہ کے بارے میں کوئی اِشتہار یا کوئی اعلان نہیں ہے۔

چنانچہ اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ کے حکم سے حضرت والاؒ نے گلشن اقبال میں خانقاہ کی تعمیر کے لیے جب زمین خریدی تو اس وقت عمارت بنانے کے لیے کچھ پیسہ نہیں تھا، زمین بھی حضرتؒ نے اپنا مکان بیچ کر خریدی اور آج جو خانقاہ ہے وہ حضرت والاؒ کے ذاتی پیسے کی ہے۔ اپنے ذاتی مال کو ہمارے پیارے حضرت والاؒ نے اللہ کے لیے وقف کر دیا۔ اور پھر خانقاہ کی تعمیر کے لیے رقم کی اشد ضرورت پیش آئی لیکن ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے عظمت دین اور عزت نفس کے خلاف کوئی کام نہیں کیا، چنانچہ الحمد للہ کسی چیز کی کمی نہیں ہوئی۔ سب لوگ حیرت میں تھے، خود ہمیں بھی حیرت تھی کہ سب کچھ کیسے ہوگیا، نہ ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کسی چندے کی پیش کش ہوئی، نہ مسجد میں کہا گیا، نہ کسی سے اس کا اعلان کیا گیا لیکن خود بخود سارا اِنتظام ہوگیا۔

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ عارف باللہ:

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف عالم اور بزرگ پیر تھے، بلکہ پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عارف باللہ بھی تھے، ہمارے پیارے حضرت والاؒ کے مواعظ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرتؒ کے بیانات میں کتنی زیادہ عارفانہ باتیں ہیں، سننے والوں کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں کہ یہ باتیں کہاں سے بیان فرما رہے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیارے حضرت والاؒ کو اُن کے عظیم شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ نے ''عارف باللہ'' کا لقب عنایت فرمایا۔

قصہ یوں ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت والاؒ کا ایک جگہ بیان طے ہوا، اِنتظامیہ نے اس کے لیے اشتہار میں حضرت والاؒ کا نام دے دیا، حضرتؒ کے نام کے ساتھ صرف ''حکیم محمد اختر صاحب'' لکھا، جب حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ کو اس کا علم ہوا تو فوراً فرمایا کہ اُن کے نام کے ساتھ ''عارف باللہ'' کا لفظ بڑھا دیا جائے۔ ذیل میں حضرت والاؒ کے عارفانہ کلام کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:۔

و لا تعذبنی فانک علیّ قادر کی عارفانہ شرح

اور اے خدا! ہم کو عذاب نہ دیجئے کہ ہمیں عذاب دینے کی بحقِ قانون وضابطہ آپ کو پوری قدرت حاصل ہے لہٰذا پوری قدرت کے اعتبار سے ہم کو پورا عذاب دینے پر آپ قادر ہیں لیکن اے مولیٰ! جتنا عذاب دینے کی آپ کو قدرت ہے تو اس قضیہ کے عکس کی یعنی عذاب نہ دینے کی بھی آپ کو اتنی ہی قدرت حاصل ہے۔ عذاب دینے کی ایک طرفہ قدرت کے اظہار پر آپ مجبور نہیں ہیں لہٰذا ہم

بے کسوں، غریبوں اور گناہ گاروں پر آپ رحم فرمائیں اور عذاب نہ دینے کی قدرت کا ہم پر اظہار فرمادیجئے۔

ارحم الراحمین کی عظمتِ شان کے عجیب عارفانہ نکات

مخلوق میں چونکہ تأثر وانفعال ہے اس لیے اس پر جب اس کی کسی صفت کا غلبہ ہوجاتا ہے تو دوسری صفت میں منتقل ہونے میں دیر لگتی ہے جیسے کسی پر غصہ چڑھ گیا تو اب رحم وکرم کی صفت میں منتقل ہونے میں اس صاحبِ غضب کو کچھ تاخیر ہوگی۔ کچھ وقت لگے گا کیونکہ خون گرم ہوگیا۔ گردن کی رگیں پھول گئیں آنکھیں سرخ ہوگئیں، تو اب صفتِ غضب سے صفتِ عفو میں آنے میں کچھ دیر لگے گی لیکن اللہ تعالیٰ شانہ کی شان سن لو کہ جس لمحہ اور جس سیکنڈ میں اگر اللہ تعالیٰ شانہ غضب اور اِظہارِ قدرتِ عذاب کا اِرادہ کرلیں تو اسی لمحہ اور سیکنڈ میں اللہ تعالیٰ شانہ اِظہارِ قدرتِ عذاب کو اظہارِ کرم وعفو میں منتقل کرنے پر قادر ہے۔ ان کی صفتِ غضب وانتقام کو صفت عفو وکرم میں تبدیل ہونے میں ایک لمحہ کی تاخیر نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ شانہ کی ذات تاثر وانفعال سے پاک ہے۔ وہ فاعل تو ہے منفعل نہیں ہوسکتا، وہ مؤثر ہے متأثر نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھا کر ہمارا بیڑہ پار کردیا کہ میرا اُمتی اگر یہ دعا پڑھ لے تو حق سبحانہ وتعالیٰ کی صفتِ تعذیب اور صفتِ غضب سیکنڈوں میں نہیں اس سے بھی زیادہ جلدی اور تیزی سے صفتِ عفو وکرم میں تبدیل ہوجائے گی کیونکہ سیکنڈ ہمارا بنایا ہوا ہے اللہ تعالیٰ سیکنڈ سے بھی بے نیاز ہے، وہ سیکنڈ سے بھی زیادہ تیز کام کرسکتا ہے جس کا احاطہ اعداد وشمار نہیں کرسکتے۔ پس آپ عذاب دینے کی قدرت کو عذاب نہ دینے کی قدرت میں تبدیل کرکے ہمارا بیڑہ پار کردیجئے اور یہ ہم آپ سے بحق رابطہ مانگتے ہیں کہ آپ مولائے رحمۃ للعالمین ہیں اور اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے جنہوں نے اپنے خون کے پیاسوں کو معاف فرمادیا تو آپ کی شانِ ارحم الراحمین کا کیا عالم ہوگا؟۔ پس اپنی رحمت کے صدقہ میں آپ اپنے غضب اور عذاب دینے کی قدرت کو عذاب نہ دینے کی قدرت میں تبدیل فرمادیجئے کیونکہ جتنی قدرت عذاب دینے کی آپ کو ہے اتنی ہی قدرت عذاب نہ دینے کی بھی ہے۔ دونوں میں ذرا بھی فرق نہیں ہوسکتا۔

حق تعالیٰ شانہ کی شانِ رحمت شانِ غضب سے زیادہ ہے بلکہ ایک بات مزید یہ ہے کہ عذاب دینے کی جتنی قدرت آپ کو ہے عذاب نہ دینے کی قدرت بوجہ رحمت وکرم اس سے بھی زیادہ ہے، آپ کی رحمت آپ کے غضب سے زیادہ ہے۔ یہ ادائے الوہیت بزبانِ نبوت اختر پیش کر رہا ہے۔ یہ ادائے خواجگی عبدِ کامل کی زبان سے اختر پیش کر رہا ہے جس سے بڑا کوئی کامل بندہ نہیں ہے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور غضب کی صفت میں دوڑ ہوئی،

مسابقہ ہوا تو حدیثِ قدسی ہے کہ (**سبقت رحمتی غضبی**) اللہ تعالیٰ شانہ کی صفتِ رحمت، صفتِ غضب سے آگے بڑھ گئی جس سے بندوں کا بیڑا پار ہو گیا۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ دعا سکھائی **و لا تعذبنی** اور ہمیں آپ عذاب نہ دیجئے۔ **فانک علیّ قادر** ۔ کیونکہ آپ کو تو ہم پر پوری قدرت ہے، ہم تو آپ کے تحت القدرۃ ہیں، جو چاہیں آپ ہمیں کردیں، کُتّا بنادیں، سور بنادیں، زمین پھاڑ کر دھنسادیں، عذاب کی جتنی قسمیں ساری اُمتوں پر آئی ہیں، آپ سب کی سب اجتماعی طور پر اس گُناہ پر نازل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن آپ ہم کو عذاب دینے کی تمام قدرتوں میں سے ایک قدرت کا بھی اظہار نہ کیجئے۔ عذاب دینے کی جتنی قدرت آپ کو حاصل ہے اس میں سے ایک ذرہ بھی نافذ نہ کیجئے بلکہ عذاب نہ دینے والی قدرت میں ایک ذرّہ نہ چھوڑیئے۔

آہ! سوچو تو سہی کیا یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا کرم اور حلمِ عظیم نہیں ہے کہ عذاب دینے کی جو قدرت آپ کو ہے اس میں سے ایک ذرّہ، ایک اعشاریہ ظاہر نہ ہونے دیجئے اور عذاب نہ دینے کی جو آپ کی قدرت ہے وہ سب کی سب ہم پر ڈال دیجئے۔ کیا مطلب؟ کہ غضب کا سارا ظہور ختم اور ساری رحمت ہم پر تمام کردیجئے، بحرِ رحمتِ ذخارِ غیر محدود کو ہم پر اُنڈیل دیجئے۔ اپنی رحمت کی بارش فرمادیجئے کہ آپ کی رحمت کا تماشہ دیکھ کر ساری دنیا حیرت زدہ ہوجائے کہ ارے! اس کو تو ہم معمولی سمجھتے تھے، یہ کیا سے کیا ہوا جارہا ہے؟ اللہ تعالیٰ جس کی تاریخ بدلتا ہے تو سارا عالم حیرت زدہ ہوجاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی تاریخِ ذلت کو بدلتا ہے اور عزت کی تاریخ دیتا ہے تو سارے مؤرخینِ عالم اور مؤرخینِ کائنات انگشتِ بدنداں، حواس باختہ اور حیران وششدر رہ جاتے ہیں۔ بس اب لغت ختم، دنیائے لغت سرنگوں ہے۔ اللہ اللہ ہے، ہماری کوئی لغت اُن کے کمالات کی تعبیر وتفسیر کرنے سے قاصر ہے۔ اب دنیائے لغت سرنگوں وعاجز ہے اس لیے بس ع

گفت امکاں نیست خامش والسلام

ایسے موقع پر مولانا رومیؒ کی سنت ادا کررہا ہوں کہ اب میرے پاس الفاظ نہیں ہیں لہٰذا اب میں خاموش ہوتا ہوں اور اللہ کے سپرد اختر اپنے کو بھی کرتا ہے اور آپ سب کو بھی اللہ کے سپرد کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب پر اپنی خاص نوازش فرمادیں۔ اختر کو میری اولاد کو، اور ذرّیات کو، میرے احباب کو، اُن کی ذریات کو میرے احباب حاضرین وحاضرات اور احبابِ غائبین اور غائبات سارے عالم میں کسی کو محروم نہ فرما بلکہ اس اُمتِ مسلمہ کو بھی مالا مال فرما اور اُممِ سابقہ مسلمہ جو جاچکی ہیں اور دوسرے نبیوں پر ایمان لائی تھیں اُن کو بھی محروم نہ فرمایئے اُن کو بھی بخش دیجئے لہٰذا پوری اُمتِ مسلمہ کے لیے اختر دعا کرتا ہے اور اُممِ سابقہ کے لیے بھی دعائے مغفرت مانگتا ہے۔

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم شاعر:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے شاعرانہ کلام کے بارے میں ذاتی تبصرہ

اس طرح دردِ دل بھی تھا میرے بیاں کے ساتھ
جیسے کہ میرا دل بھی تھا میری زباں کے ساتھ

احقر کا مجموعہ کلام بعنوان ''فیضانِ محبت''، جس کے تقریباً نوے فیصد اشعار میری زندگی کے ۶۶/سال کے بعد اچانک قلب کی آہ وفغاں کے ساتھ زبانِ ترجمانِ دردِ دل سے نمودار ہوئے اور بعض راتوں میں بے ساختہ آنکھ کھل گئی اور نیند غائب ہوگئی اور بغیر محنت وکاوشِ دماغی، محض عطائے رحمت حق تعالیٰ شانہ سے یہ اشعار موزوں ہوگئے، جو درحقیقت اس مضمون کے حقیقی ترجمان ہیں ؎

دیکھ کے اپنے ضعف کو اور قصورِ بندگی
آہ وفغاں کا آسرا لیتی ہے جانِ ناتواں

حضرتؒ کی شاعری کے بارے میں حضرتؒ کے خلیفہ مفتی محمد امجد صاحب کی اہم تحریر:

احقر کا اول اصلاحی تعلق مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا اس کے بعد باضابطہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے اِصلاحی تعلق ہوا اور اپنے مختصر سے اِصلاحی تعلق کے زمانہ میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہنے کا موقعہ ملا اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اَشعار کو سننے اور پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی تو یہ اندازہ ہوا کہ اِن اشعار کی حقیقت بالکل اس طرح ہے کہ جیسے کوئی درد وتکلیف میں مبتلا شخص بلا کسی تمرین ومشق اور بغیر کسی تصنع وتکلف کے اپنا درد وتکلیف بیان کرتا ہے ٹھیک اسی طرح حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے قلب مبارک میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد پیدا ہوا تو حق تعالیٰ شانہ نے زبانِ ترجمانِ دردِ دل بھی عطا فرمادی اسی لیے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ ؎

تم اصلاح کی اس میں کوشش نہ کرنا
یہ ہے داستاں دردِدل کی ہماری
مری شاعری بس مرا دردِ دل ہے
لغت پا سکے گی اسے کیا تمہاری

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے پہلے شعر کو ملاحظہ کیجئے اور مضمون بالا کا اندازہ لگایئے ؎

دردِ فرقت سے مِرا دل اس قدر بے تاب ہے
جیسے تپتی ریت میں اک ماہیِ بے آب ہے

حقیقت یہ ہے کہ علوم ومعارف اور اسرار وحکم شرعیہ قلب پر وارد ہوتے چلے گئے اور بلا کسی

دماغی کدوکاوش کے اشعار کے سانچے میں ڈھلتے چلے گئے اور تمام اشعار پر غور کرنے سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ ہر ہر شعر کا بنیادی سبق اور مرکز ومحور دین اور شریعت کی تبلیغ اور تصوف وتزکیہ کی تلقین اور خوف وخشیت خداوندی اور معرفت ومحبت الٰہی کی تعلیم ہے۔

غیر اللہ سے دل لگانے کا خطرناک اور مہلک انجام عشق مجازی کی تباہ کاریاں بڑے مؤثر اور پُرکشش انداز میں بصورت اشعار پیش فرمائی ہیں اس لیے ہر شعر احقر کے ناقص علم کے مطابق قرآن کریم کی کسی آیت یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کی تشریح نظر آتی ہے جیسا کہ حکیم الامت مجدد ملت حضرت تھانوی قدس سرہ نے مولانا رومیؒ کی مثنوی کے متعلق کہے گئے شعر کی توجیہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

مثنویِ مولویِ معنوی

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

یعنی مثنوی قرآن کریم کی طرح وحی نہیں ہے مگر ایک الہامی کلام ہے جو من جانب اللہ رومیؒ کے قلب پر وارد ہوا ہے اور اہلِ دل اہل اللہ کے کلام کا معاملہ کچھ ایسا ہی ہوا کرتا ہے چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ نئے اشعار سننا چاہتے اور اس کی فرمائش کرتے تو یوں ارشاد فرماتے کہ ''کچھ آیا ہو تو سنادیں''، یہ نہ فرماتے کہ کچھ اشعار بنائے ہوں تو سنا دیجئے اور فرماتے کہ ''کچھ تازہ وارد ہوا ہو تو پیش فرمادیں''۔

اسی لیے ان حضرات کے مجموعۂ کلام کے ایک ایک شعر میں گھنٹوں گھنٹوں کے وعظ کی تاثیر ہوا کرتی ہے جیسا کہ حضرت والاؒ سے ایک مرتبہ کسی نے حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھیؒ کا ایک شعر سنا تو اپنے وطن جا کر حضرتؒ کو لکھا کہ اس شعر میں مجھے گھنٹوں کے وعظ کا مزہ آیا اور وہ شعر یہ تھا کہ ؎

نہیں رہتے ہیں ہم کیوں چاہیے ہم کو جہاں رہنا

کوئی رہنے میں رہنا ہے یہاں رہنا وہاں رہنا

اس لیے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار کو عام شعر وشاعری کی نظر سے نہ دیکھا جائے، لاریب اشعار فیضان محبت علم وعرفان اور توحید وتوصیف کا خزانہ ہیں، جن کو سن کر سامعین اپنے ایمان میں تازگی اور حلاوت محسوس کرتے ہیں اور ان کو اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے، طبائع گناہوں سے متنفر اور طاعات کی جانب مائل دکھائی دینے لگتی ہیں، بالخصوص حسن بتاں کے عشق کی خطرناک دلدل میں پھنسے ہوئے لوگ بآسانی اس سے نکل آتے ہیں جیسا کہ ہزاروں عشاق مجازی حضرت والاؒ کے خاص انداز تربیت کے ذریعہ اس دلدل سے نکل کر اپنے مولیٰ کی محبت کا مزہ لوٹ رہے ہیں۔

اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کا عنصر گل وبلبل کی داستاں یا

ساغر وصہبا اور جام و مینا کی حکایت نہیں بلکہ درسِ توحید وتوقیر رسالت، دردِ محبت، نورِ معرفت، سلوک وتربیت ہے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نثر کے بجائے نظم کے ذریعے دردِ محبت سے آشنا بناتے ہیں اور معرفتِ الٰہی کا راستہ دکھاتے ہیں اور دل کش طریقہ سے سالکین کی تربیت فرماتے ہیں کہ جس کے قلب میں محبتِ الٰہی کی ذرا سی چسک ہوا ور راہِ سلوک سے کسی قدر ذوق ہو تو وہ بخوبی محسوس کرسکتا ہے کہ ہر ہر شعر میں ایسا جذب وکیف ہے اور نسبتِ باطنی کے تذکرے ایسے دل سوز انداز سے فرمائے گئے ہیں کہ جو کیسے ہی ناآشنائے درد کو آشنائے درد اور بسمل کردیتے ہیں۔

یہ وہ حقائق ہیں کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی شرح پڑھ کر قارئین خود ان کا اندازہ لگالیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے اور تا دیر ہمارے اوپر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا سایہ قائم رکھے اور ہر قول وفعل میں کمال اخلاص وللّٰہیت عطا فرمادے۔ آمین۔

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایک بہترین ادیب اور ایک محقق عالم:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کی ہر بات مدلل اور محقق ہوا کرتی ہے۔ ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:۔

مثال (۱) متاع کے لغوی معنیٰ کی تحقیق

علامہ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ بہت بڑے علماء نحو میں سے ہیں اُن کو خیال ہوا کہ متاع کا لفظ جو قرآن پاک میں نازل ہوا ہے، اُس کے معنیٰ کیا ہیں؟ چونکہ بڑے شہروں میں عرب اور عجم میں اختلاط ہوگیا تو اس وجہ سے وہ ایک عرب دیہات میں گئے تاکہ اس کی صحیح لغت جو عرب بولتے ہیں، وہ معلوم کرسکیں اور گاؤں میں زبان زیادہ صحیح اور محفوظ ہوتی ہے تو وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا بچہ پانچ چھ سال کا بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کتا آیا اور باورچی خانہ میں گھس گیا اور میلا کپڑا جس سے پونچھا لگایا جاتا ہے اور برتن صاف کیا جاتا ہے، لے کر بھاگا اور پہاڑ پر بیٹھ گیا۔ اب اس بچہ کی ماں آئی تو جو عربی زبان اس بچہ نے استعمال کی علامہ اصمعی جیسے شخص نے جو عالمِ نحو ہیں اس کو فوراً نوٹ کرلیا کہ الحمدللہ لغت حل ہوگئی کیوں کہ قرآنِ پاک عربوں کے محاورات پر نازل ہوا ہے۔ اس بچہ نے کہا: **یَـا اُمِّـیْ جَـآءَ الـرَّقِیْـمُ وَاَخَـذَ الْـمَتَـاعَ وَتَبَارَکَ الْجَبَلَ** یعنی چتکبرا کتا آیا اور اس نے متاع اُٹھائی، متاع یعنی وہ صافی جس سے برتن صاف کرتے ہیں۔ آہ! اللہ نے فرمادیا کہ دنیا کیا چیز ہے۔ اللہ جزائے خیر دے علامہ آلوسی کو جن کے بارے میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تفسیر روح المعانی سے بڑھ کر عربی زبان میں کوئی تفسیر نہیں ہے وہ ماہرِ تفسیر حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے

ہیں کہ اللہ نے دنیا کو متاع کیوں فرمادیا دنیا حقیر پونجی کب ہے؟ اگر دنیا اللہ سے غافل کردے تب دنیا ذلیل وخوار اور بری ہے یعنی دنیا متاعِ قلیل بشرطِ شئی ہے اب آپ کہیں گے کہ بشرطِ شئی کیا شے ہے؟

مثال (۲)

طائف اور مکہ کے درمیان ایک وادی ہے جس کا نام حنین ہے۔ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری (ج:۴ص:۱۵۴) میں تحریر فرماتے ہیں کہ غزوۂ حنین میں کافروں کی تعداد چار ہزار تھی اور مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ لہٰذا بعض مسلمانوں کو اپنی کثرت پر کچھ نظر ہوگئی کہ ہم لوگ آج تعداد میں بہت زیادہ ہیں، بس آج تو بازی مار لی، آج تو ہم فتح کر ہی لیں گے اور اُن کے منہ سے نکل گیا کہ آج ہم کسی طرح مغلوب نہیں ہوسکتے یعنی اسباب پر ذرا سی نظر ہوگئی۔ اپنی کثرت تعداد پر کچھ ناز پیدا ہوگیا کہ ہم آج تعداد میں کفار سے بہت زیادہ ہیں، آج تو فتح ہو ہی جائے گی۔ چنانچہ شکست ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری شکست کی وجہ یہی ہے کہ تمہیں اپنی کثرت بھلی معلوم ہوئی اور ہماری نصرت سے نظر ہٹ گئی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب انہوں نے توبہ واستغفار کی تو دوبارہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم آگیا۔ پھر مدد آگئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے دوبارہ فتحِ مبین نصیب فرمائی۔

کبھی بڑائی بڑی خفیہ طور سے دل میں آجاتی ہے، خود انسان کو پتہ نہیں چلتا کہ میرے دل میں تکبر ہے۔ کبھی آدمی کے دل میں بڑائی ہوتی ہے اور زبان پر تواضع ہوتی ہے کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ حکیم الامت مجدد ملت حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اپنے منہ سے اپنی خوب حقارت بیان کرتے ہیں کہ میں کچھ نہیں ہوں صاحب۔ حقیر ناچیز بندہ ہوں۔ لیکن اگر کوئی کہہ دے کہ واقعی آپ کچھ نہیں ہیں۔ آپ حقیر بھی ہیں اور ناچیز بھی تو پھر دیکھئے اُن کا چہرہ فق ہوجاتا ہے کہ نہیں اور دل میں ناگواری محسوس ہوگی۔ یہی دلیل ہے کہ یہ دل میں اپنے آپ کو حقیر نہیں سمجھتا۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ بعض لوگوں کی زبانی تواضع بھی تکبر سے پیدا ہوتی ہے۔

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور علم لدنّی:

یقیناً ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے کسبی علوم ومعارف سے خوب خوب نوازا تھا، لیکن اس کے ساتھ انہیں علمِ لدنّی کا وافر حصہ بھی عطا فرمایا تھا، ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات سننے والوں کی عقلیں دنگ رہ جاتی تھیں کہ یہ باتیں کہاں سے بیان فرمارہے ہیں، چنانچہ بڑے بڑے علماء نے اس کا اعتراف فرمایا ہے، ذیل میں چند نمونے ملاحظہ فرمائیے۔

علم عظیم

جنوبی افریقہ سے بخاری شریف پڑھانے والے ایک محدث یہاں آئے ہوئے تھے،

میرے خلیفہ بھی ہیں اور جنوبی افریقہ کے صوبہ ڈربن میں شیخ الحدیث اور بہت بڑے عالم ہیں ان سے میں نے گذارش کی کہ حضور ﷺ نے جو یہ دعا مانگی ہے ''**اللھم أرنا الحقّ حقّا وارزُقنا اتباعَه وأرنا الباطلَ باطلاً وارزُقنا اجتنابه**'' تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے **وَفّقنا** کے بجائے یہاں **وارزُقنا** کیوں مانگا؟ کہ اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی اِتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما بلکہ اس عنوان سے مانگا کہ اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا **وارزُقنا اتباعه** اور حق بات کی اتباع کو ہمارا رزق، ہماری روزی بنا دے اور باطل کو باطل دکھا، **وارزُقنا اجتنابه** اور باطل سے اجتناب، دوری اور احتیاط کو بھی ہمارا رزق بنا دے تو یہاں توفیق کیوں نہیں مانگی، رزق کیوں مانگا اس میں کیا راز ہے؟ میں نے گذارش کی کہ حضور ﷺ کی اس حدیث کو دوسری حدیث سے سمجھو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ''الا ان نفسا لن تموت حتی تستکمل رزقھا''۔ کوئی نفس یعنی کوئی جاندار ہرگز نہیں مرے گا جب تک اپنا رزق مکمل استعمال نہیں کرلے گا۔ یعنی جسے آپ کہتے ہیں کہ (COMPLETE) نہیں کرلے گا۔ جب تک اپنا رزق مکمل نہیں کھالے گا جب رزق کا ایک دانہ بھی باقی نہیں رہے گا تب اسے موت آئے گی، اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے **وارزُقنا** اس لیے فرمایا کہ جس طرح پیٹ کی دنیوی روزی مکمل کیے بغیر کوئی نہیں مرے گا تو ہمیں نیک عمل کا مکمل رزق دے دے اور برائی سے بچنے کا رزق بھی مکمل دے دے تاکہ میرا اُمتی نہ مرے جب تک اے اللہ! وہ آپ کا پورا پورا تابع دار اور پورا پورا فرماں بردار نہ ہوجائے، جب تک وہ اپنا رزق **اتباع حق** اور اپنا رزق **اجتناب عن الباطل** کا مکمل نہ کرلے یعنی جب تک اپنی روزی نیک عمل کی پوری نہ کرلے اور جب تک گناہوں سے پرہیز کا وہ پورا مرزوق نہ ہوجائے، نافرمانی سے پورا پورا بچنا اس کا نصیب اور مقدر نہ ہوجائے میرے کسی اُمتی کو اس وقت تک موت ہی نہ آئے۔

یہ سُن کر بخاری شریف پڑھانے والے اُن شیخ الحدیث نے کہا کہ زندگی پڑھاتے ہوئے گذرگئی لیکن کبھی یہ نکتہ ذہن میں نہیں آیا، نہ آج تک کسی کتاب میں یہ مضمون پڑھا، نہ اپنے اساتذہ سے سنا، میں نے کہا بھئی میں نے بھی نہیں سنا، نہ میں نے دیکھا لیکن میں کیا کہوں ؎

میرے پینے کو دوستو! سن لو
آسمانوں سے مے اترتی ہے

اللہ تعالیٰ کی مہربانی اُس کا کرم ہے بزرگوں کی دعائیں لگ گئیں۔ ایک شاعر مجھے ملا اس نے ایک شعر سنایا ؎

چاند تارے مرے قدموں میں بچھے جاتے ہیں
یہ بزرگوں کی دعاؤں کا اثر لگتا ہے

یہ میرا پچھتر سال کا تجربہ ہے کہ کسی اللہ والے کی خدمت کرلو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ یہ میرے پیاروں کی خدمت کرتا ہے امید ہے انشاء اللہ کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہ محروم نہیں رہے گا اور ہماری لاکھوں عبادتوں سے اللہ تعالیٰ کا ایک ذرّۂ کرم افضل ہے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ذرّۂ سایہ عنایت بہتر است
از ہزاراں کوششِ طاعت پرست

معمولی مضمون نہیں ہے یہ مولانا رومیؒ ہیں اور فرمارہے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کی عنایت ورحمت کا ایک ذرّہ سایہ مل جائے تو ہماری ہزار ہا محنت سے وہ بہتر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس حدیث پاک میں رزق کی یہ شرح جو میں نے کی ہے ساری کتابوں میں دیکھ ڈالو۔ امید ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کا یہ کرم اختر پر خاص پائیں گے۔ **ذلک مما خصنی اللہ تعالیٰ بکرمہ**۔ یہ وہ علوم ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اختر کو امید ہے کہ شاید خاص کیا لیکن میں شاید کہتا ہوں تواضع اور دعویٰ توڑنے کے لیے اور یہ شاید کہنا بھی میں نے اپنے بڑوں سے سیکھا ہے۔ حضرت مولانا محمد احمدؒ نے احقر کو یہ شعر سنایا کہ ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

اور حضرت نے فرمایا کہ یہ شاید میں نے تواضع کے لیے کہا ہے تاکہ بڑائی ثابت نہ ہو۔ ہمارے بزرگ ہمیشہ اس کا خیال رکھتے ہیں کہ ہماری زبان سے اپنی بڑائی ثابت نہ ہو۔

قرآن وحدیث کے ربط سے ایک علم عظیم:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اُمتی کو مولیٰ کے سامنے محبوب بنا کر پیش کردیا تاکہ اس حالت میں ہم اللہ کے سامنے ہوں تو اللہ کا پیار نصیب ہو۔ **اللّٰھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین**۔ کی دعا میں محبوبیت کی کوئی دعا نہیں ہے لیکن یہ دعا ایسی ہے جس کا ربط قرآن پاک کی آیت۔ **انّ اللہ یحبّ التوابین ویحب المتطھرین**۔ سے ہورہا ہے کہ **توابا** ور **متطھر** اللہ کا محبوب ہوجائے گا لیکن **متطھرین** باب تفعّل سے ہے تاکہ اپنے کو گناہ سے بچانے میں، پاک رکھنے میں جو زخم حسرت لگے ہمارے اس زخم حسرت کو اللہ نے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسان فرمادیا کیونکہ انسان کو جب انعام کا پتہ چل جاتا ہے تو مزدوری صرف آسان نہیں مزے دار ہوجاتی ہے تو اللہ نے توبہ کرنے اور پاک رہنے پر اپنی عطائے محبت کی مزدوری ارشاد فرما کر ہمارے لیے **توابیت** کو اور

تــطهـر کومزے دار کر دیا۔ پاک صاف رہنا تمہارے لیے اچھا ہے تاکہ تمہاری اس ادا پر جب مولیٰ تمہیں پیار کرنے والا ہو تو کون اندھا اور ظالم ہے جو گناہ اور ناپاکی میں آلودہ رہے۔ جب کھائیں محبت کا فالودہ تو کیوں رہیں ہم آلودہ۔ لہٰذا گناہوں سے بچنے اور نافرمانی سے پاک وصاف رہنے کی تکلیف اٹھانے سے تم اپنے بڑے مولیٰ اللہ کی محبوبیت اور پیار کے قابل ہو جاؤ گے لیکن اس باب تفعّل کو دیکھو کہ اس میں کتنا لطف ہے۔ عربی گرامر کا مزہ خشک ملا کو نہیں مل سکتا جب تک کسی اللہ والے کی صحبت کا مزہ ایک زمانہ تک نہ اٹھائے۔ بتایئے! آپ نے کتنا مدرسہ میں پڑھا لیکن یہاں باب تفعّل سے ترکِ معصیت میں کلفت اور تکلیف اٹھانے کی طرف کبھی ذہن گیا تھا؟ آہ! بس کیا کہوں ایسے علوم کی طرف بہت کم ذہن جاتا ہے کیونکہ گرامر پڑھتے تو ہیں مگر نفس کو نہیں گراتے ہیں۔ نمک کی کان میں گدھا اگر اپنے کو گرادے اور مرے نہیں تو نمک کی کان میں، نمک کی صحبت میں رہ کر بھی نمک نہیں بنے گا۔ گرامر کا معنی ہے جب گدھا گرا اور مر گیا تب نمک بننا شروع ہوگا۔ جب تک سانس لیتا رہے گا، گدھے کا گدھا ہی رہے گا۔ جن لوگوں نے شیخ کے سامنے فنائیت کا ملہ حاصل نہیں کی وہ باوجود علم کے خام رہے، صاحبِ نسبت نہ ہو سکے، لہٰذا اپنی شخصیت کو مٹاؤ فنا فی الشیخ ہو جاؤ۔ پھر دیکھو کیا ملتا ہے۔

ہمارے پیارے حضرت والاؒ تفسیر روح المعانی اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے حافظ:

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو ربّ کریم نے غضب کا حافظہ دیا تھا، ہمارے پیارے حضرت والاؒ کے حافظہ کی حالت دیکھ کر قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، چنانچہ حضرت والاؒ کی مجلس میں بیٹھنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ بیان میں حضرتؒ کی زبان بزرگوں کے واقعات سے تر رہتی تھی، حضرت والاؒ جب کوئی واقعہ بیان فرماتے تو ایسا لگتا کہ حضرت والاؒ کے سامنے اس واقعہ کا پورا پس منظر ہے، اور حضرتؒ دیکھ کر بیان فرما رہے ہیں، اور پھر ہر بات باحوالہ بیان فرماتے، زیادہ تر قرآن پاک کی تفسیر کے لیے تفسیر روح المعانی اور احادیث طیبہ کی تشریح کے لیے مشکوٰۃ المصابیح کی شرح مرقاۃ کا حوالہ دیا کرتے تھے، اور اتنی کثرت سے کتابوں کا حوالہ دیتے اور اتنے ضبط اور استحضار کے ساتھ اُن کی پوری پوری عبارت نقل فرماتے، ایسا لگتا کہ گویا آپ ان دونوں کتابوں کے حافظ ہیں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور ملکہ اِجتھاد و اِستنباط:

علم پر صحبت کی فوقیت کا عجیب استدلال

علم بے شک سر آنکھوں پر ہے مگر صحبت کی قیمت زیادہ ہے اور اس کی دلیل غارِ حرا سے دیتا ہوں اسی غارِ حرا میں نبوت عطا ہوئی ہے جس پر اخترؔ کا شعر ہے ؎

خلوتِ غارِ حرا سے ہے طلوعِ خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو! ویرانوں کو

نبوت کا آفتاب غارِحرا سے طلوع ہوا اور جس ویرانے میں اللہ تعالیٰ مل جائے آہ! اس ویرانے کو کیا سمجھتے ہو۔

اس غارِحرا میں ایک آیت نازل ہوئی اقرأ باسم ربک الذی خلق اس وقت جو ایمان لائے اُن کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے اُن کو سابقون الاولون قرار دیا گیا اور جو تیس پارے نازل ہونے کے بعد ایمان لائے اُن کو متأخرین قرار دیا گیا۔ وہ بھی مقبول ہیں لیکن درجہ میں اُن سے پیچھے ہیں جو سورۃ اقراء کے نازل ہوتے ہی ایمان لائے تھے۔ بتایئے تیس پاروں کا علم زیادہ ہے یا ایک آیت کا؟ یہی دلیل ہے کہ صحبت کی قیمت علم سے زیادہ ہے کیونکہ جو پہلے ایمان لائے اُن کو نبی کی صحبت زیادہ ملی اس لیے اُن کا درجہ ان سے بڑھ گیا جو تیس پاروں کے بعد ایمان لائے۔ یہ ہے صحبت کی اہمیت اور جو شیخ اور مربی جتنا قوی النسبت ہوگا اس کے صحبت یافتہ بھی اتنے ہی قوی النسبت ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ چونکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی پیدا نہ ہوگا اس لیے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اممِ سابقہ کے صحابہؓ سے افضل ہیں اور اب قیامت تک کوئی بڑے سے بڑا ولی ایک ادنیٰ صحابیؓ کے برابر نہیں ہوسکتا لیکن نسبت قیامت تک سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتی رہے گی۔ اس لیے مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! جو ہم میں صاحبِ نسبت نہیں ہیں اُن کو صاحبِ نسبت کردے اور جو صاحبِ نسبت ہیں مگر ضعیف اور کمزور تعلق ہے اُن کو قوی کردے اور جو قوی النسبت ہیں اُن کو اقویٰ کردے یعنی اُن کو اس قدر قوی النسبت کردے کہ اُن کی صحبتوں سے دوسرے ولی اللہ پیدا ہونے لگیں۔ اس لیے جس شیخ سے تعلق قائم کریں پہلے خوب دیکھ لیں وہ قوی النسبت بھی ہے یا نہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ میں صادقین سے مراد متقین ہیں لیکن صادقین اس لیے نازل فرمایا کہ تم دیکھ لو کہ وہ صادق فی التقویٰ ہے یا نہیں۔ ایسا تو نہیں کہ لباس تقویٰ ہے، ٹوپی بھی اہل اللہ والی ہے، وضع قطع بھی اہل اللہ والی ہے، مگر اعمال ویسے نہیں ہیں مثلاً بدنظری کررہا ہے۔

ایک مسئلہ سلوک کا استنباط

متطھرین باب **تفعّل** سے نازل فرمایا۔ اس کے اندر ایک مسئلۂ تصوّف بھی ہے جو حق تعالیٰ شانہ نے میرے قلب کو عطا فرمایا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کسی تفسیر میں ہے یا نہیں لیکن سارے علماء اور مفسرین ان شاء اللہ اس کو تسلیم کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انّ اللہ یحبّ الطاھرین ۔نہیں فرمایا کہ ہم محبوب رکھتے ہیں پاک رہنے والوں کو بلکہ متطھرین فرمایا جو باب تفعّل سے ہے جس میں خاصیت تکلف کی ہوتی ہے اور تکلف کے معنیٰ ہیں تکلیف اٹھا کر کسی کام کو کرنا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ گناہوں کی نجاستوں سے پاک رہنے میں تم کو تکلیف اٹھانی پڑے، کلفت پیش آئے تو اس سے دریغ نہ کرنا۔ جی نہیں چاہتا گناہ سے بچنے کو، جی نہیں چاہتا حسینوں سے نظر ہٹانے کو مگر تم میری راہ میں تکلیف اٹھالو۔ اگر لیلاؤں کو دیکھو گے تو پریشانی آئے گی اور یہ تکلیف راہِ لیلیٰ کی ہوگی لیکن مجھے خوش کرنے کے لیے تکلیف اُٹھاؤ گے تو یہ تکلیف راہِ مولیٰ میں داخل ہوگی ۔ اب تم فیصلہ خود کرلو کہ کس کی راہ میں تکلیف اٹھانے میں فائدہ ہے۔ تمہارے مزاج میں اگرچہ گناہ پسندی اور حسینوں کی طرف نظر بازی اور ذوقِ حُسن بینی ہے لیکن ان سے بچنے میں تمہاری روح کو تو سکون ملتا ہے مگر تمہارا نفس تِل کے لیے تلملاتا ہے اور بِل کے لیے بلبلاتا ہے لہٰذا اس کو تلملانے دو اور بلبلانے دو، تکلیف اٹھاؤ۔ گناہ چھوڑنے میں جو تکلیف ہوگی تمہارے نفس کو ہوگی، روح کو خوشی ہوگی اور تم روح سے زندہ ہو، نفس سے زندہ نہیں ہو۔ تمہاری گناہ سے جفا کاریاں اور بیوفائیاں سب روح کی بدولت ہیں۔ اگر میں تمہاری روح قبض کرلوں تو تم کوئی گناہ نہیں کرسکتے۔ تمہارا سببِ حیات روح ہے تو تم سببِ حیات کی کیوں فکر نہیں کرتے۔ جب تم اللہ کی نافرمانی سے بچو گے تو کتنی حیات تم پر برس جائے گی۔

ہجرت سے صحبت اہل اللہ پر عجیب استدلال

ارشاد فرمایا کہ ہجرت کا حکم تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیا گیا کہ جہاں میرا نبیؐ جارہا ہے تم سب وہاں جاؤ، کعبہ سے مت چپکے رہو۔ کعبہ میرا گھر ضرور ہے۔ اس کا طواف ضروری ہے مگر اللہ تم کو میرے نبیؐ سے ملے گا لہٰذا جہاں میرا نبیؐ جارہا ہے تم بھی چلے جاؤ اور کسی صحابیؓ کو اجازت نہیں ملی کہ وہ کعبہ میں رہ جائے۔ اس سے سبق ملا کہ اہل اللہ کی صحبت بہت ضروری ہے۔ حج فرض اور دوسرے فرائض و واجبات کے بعد صحبت اہل اللہ بہت ضروری ہے۔ اللہ والوں سے چپکے رہو جیسے چھوٹا بچہ ماں سے چپکا ہوا دودھ پیتا رہتا ہے۔ میرے شیخ حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ''حکیم اختر میرے پیچھے اس طرح رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے''۔

ہجرت کے بعض اہم اسرار

بتایئے! کعبہ کتنا اہم ہے جو اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اس کی اہمیت کا کیا کہنا مگر ہجرت کا حکم دے کر بتادیا کہ میرے رسولؐ کو کعبہ سے زیادہ اہم سمجھو اور میرے رسولؐ کے ساتھ جاؤ، وہیں تم کو اللہ ملے گا۔ یہاں تمہیں گھر ملے گا اور میرے نبیؐ سے تمہیں گھر والا ملے گا۔ کتنا فرق ہوگیا۔ اور ہجرت کے حکم

سے وطن کی محبت بھی نکل گئی ۔ سب اپنا بنا بنایا گھر ، بنی بنائی دکان ، رزق کے سارے وسائل چھوڑ چھاڑ کے رزاق کو ساتھ لے گئے ۔ یہ تھا ہجرت کا راز کہ رزق کے دروازے ، دکان داری ، تجارت سب چھوڑ دو اور جہاں نبیؐ جا رہا ہے تم سب بھی ساتھ جاؤ ۔ معلوم ہوا کہ ہجرت سے وطن کی محبت بھی نکال دی اور یہ عقیدہ بھی کہ رزق اسی دکان سے ملے گا دل سے نکال دیا اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم ہجرت کر گئے اُن کو کمی نہیں ہوئی وہ سب خوش حال ہو گئے ۔ ہجرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وطنیت کا بت توڑ دیا ۔

بیت اللہ کے بے آب و گیاہ وادی میں واقع ہونے کا راز

اللہ عزوجل نے مکہ شریف کے پہاڑوں کو سبزہ زار اور حسین مناظر والا نہیں بنایا ، چٹیل میدان ہے ، ایک سوکھا تنکا بھی وہاں نہیں ہے ۔ اس کی کیا وجہ ہے ؟ آدمی گھر بنانے سے پہلے جغرافیہ دیکھتا ہے کہ کہاں گھر بناؤں ۔ ہم لوگ کیا پسند کرتے ہیں ؟ کہ گھر ایسی جگہ بناؤ جہاں درخت وغیرہ ہوں ، ہرا بھرا ہو ، آکسیجن خوب ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے تصورات سے بالاتر سبزہ زار کے بجائے چٹیل میدان ، بے آب و گیاہ پہاڑوں کے درمیان اپنا گھر بنایا ۔

عشق صدیقی سے ایک مسئلہ سلوک کا استنباط

اب اس کے بعد ذوقِ صدیقی پیش کرتا ہوں ۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ! اے دنیا والو ! سنو ! مجھے دنیا میں تین چیزیں بہت پسند ہیں ۔ خوشبو ، نیک بیوی اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ۔ بیوی کو آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں فرمایا ۔ یہ کیا ٹھنڈک ہے کہ آج ٹھنڈک ہے اور کل کو اس کو موت آ گئی تو گویا آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کو موت آ گئی ۔ نبوت کی جانِ عاشق نے نماز کو آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ، نماز کی بدولت اللہ تعالیٰ کے قرب کی جو ٹھنڈک ہے یہی ٹھنڈک دائمی ہے باقی سب چیزیں فانی ہیں ، بنیاد اللہ کے اسی قرب پر رکھو ۔ اس لکڑی پر سہارا مت لو جس کو دیمک کھا رہی ہو ۔ کسی دن لکڑی ٹوٹے گی اور آپ زمین بوس ہو جائیں گے ۔ لہٰذا احمقوں کی زندگی مت گذارو ۔ اللہ تعالیٰ کی یاد سے اپنے دل کا سہارا حاصل کرو جو غیر فانی ہے ۔

اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے ۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! مجھے بھی کائنات میں تین چیزیں سب سے زیادہ محبوب ہیں ۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ اپنی تین چیزیں پیش کر رہے ہیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غور سے سنا کہ پتہ نہیں ابوبکرؓ کو کیا چیزیں پسند ہیں ؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی منتظر تھے کہ دیکھیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا چیز پیش کر رہے ہیں ۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : **النظر الیک** اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! ایک نظر جب آپ کو دیکھتا ہوں تو کائنات کی ساری لذتوں سے زیادہ آپ کو دیکھنے میں مزہ آتا ہے ۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس بات سے اُن کے عشق نبوّت کا پتہ چلتا ہے۔ اس لیے اُمت میں وہ اللہ کے سب سے بڑے عاشق تھے۔ اللہ کی محبت کی وجہ سے ہی اُن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھنا ساری کائنات سے زیادہ محبوب تھا۔ اس ذوقِ صدیقیت سے اہل اللہ کی محبت سیکھو۔ کیا فرمایا **النظر الیک** اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ کو ایک نظر دیکھتا ہوں تو یہ ایک نظر مجھے سارے عالم سے لذیذ تر معلوم ہوتی ہے۔ **والجلوس بین یدیک** اور جب آپ کے پاس بیٹھتا ہوں تو مجھے سارے عالم سے زیادہ لذیذ تر ہے کہ میں ایک سیکنڈ آپ کی صحبت میں بیٹھ جاؤں۔ اسی کو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ اہل اللہ کی صحبت ایک لاکھ سال کی اخلاص والی عبادت سے افضل ہے۔ اس کی شرعی دلیل مجھ سے کسی اور وقت میں پوچھ لینا۔ خانقاہ میں ابھی ٹھہرا ہوا ہوں۔ بخاری شریف سے ان شاء اللہ ثابت کروں گا۔ تو دو باتیں ہوگئیں۔ تیسری کیا ہے؟ **وانفاق مالی علیک** ۔ اور اپنا مال جب آپ پر خرچ کرتا ہوں تو اتنا مزہ آتا ہے کہ سارے عالم سے زیادہ یہ مجھے عزیز تر ہے۔ اس زمانہ میں دو عمل صورتاً جاری ہیں۔ نظر سے بھی دیکھتے ہیں اور پاس بھی بیٹھتے ہیں لیکن تیسرے عمل میں اکثر کو کلام ہے۔ کہتے ہیں کہ ''گر جاں طلبی مضائقہ نیست وز زر طلبی سخن دریں است''۔ جان مانگو تو حاضر لیکن مال کی بات نہ کرنا۔ مرشد پر فدا ہونا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سیکھو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت کیوں تھی؟ کیونکہ خالقِ کائنات اُن کے دل میں تھا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں سے محبت ہونا اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے۔ جس کے دل میں اللہ ہوتا ہے اس کی نگاہوں سے ساری کائنات گر جاتی ہے۔ ساری دنیا کی لیلائیں اس کی نگاہوں میں بے قدر ہو جاتی ہیں کیوں کہ ساری دنیا کی لیلاؤں کو نمک کون دیتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کس کو یہ قدرت حاصل ہے؟ تو جس کے دل میں مولیٰ آتا ہے اس کے دل کا کیا عالم ہوگا۔ اس کے عالم کا جو عالم ہوگا سارا عالم اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ جس کو اللہ اپنی محبت کا درد دے دے تو ساری دنیا کی چیزیں، سورج اور چاند، سلاطین کے تخت و تاج اس کی نظروں سے گر جاتے ہیں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور عالمی سوچ اور بلند عزائم:

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ عالمی سوچ اور بلند عزائم کے حامل ایک عظیم انسان تھے، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات اور مواعظ انتہائی جامع اور پر مغز دعائیں اس کے واضح شاہد ہیں، ذیل میں چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

ایک موقع پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھ کو کچھ اپنے عاشقوں کی ایک جماعت عطا فرما جو اختر

کے دردِ دل کی ترجمانی کے لیے اپنے کان پیش کریں اور کانوں سے وہ دردِ دل حاصل کریں اور پھر سارے عالم میں وہ میرا ساتھ دیں اور میں ان کا ساتھ دوں۔ اللہ تعالیٰ غیب سے ایسا خزانہ برسائے کہ سارے عالم میں اختر کی آہ وفغاں اور دردِ دل کے نشر ہونے کا شرف عطا ہو اور میری آہ وفغاں کو سارے عالم میں نشر ہونے کے لیے اسباب پیدا فرما اور افراد عطا فرما اور الحمدللہ میں پا بھی رہا ہوں علماء، محدثین، مفسرین اور شیخ الحدیث بھی اللہ مجھے دے رہا ہے اور شاعر بھی دے رہا ہے۔

اسی طرح ایک اور موقع پر فرمایا

ایسے موقع پر مولانا رومی رحمہ اللہ کی سنت ادا کر رہا ہوں کہ اب میرے پاس الفاظ نہیں ہیں لہٰذا اب میں خاموش ہوتا ہوں اور اللہ کے سپرد اختر اپنے کو بھی کرتا ہے اور آپ سب کو بھی اللہ کے سپرد کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب پر اپنی خاص نوازش فرما دیں۔ اختر کو میری اولاد اور ذریات کو میرے احباب کو ان کی ذریات کو میرے احباب وحاضرین وحاضرات اور احبابِ غائبین اور غائبات سارے عالم میں کسی کو محروم نہ فرما بلکہ اس اُمتِ مسلمہ کو بھی مالا مال فرما اور امم سابقہ مسلمہ جو جا چکی ہیں اور دوسرے نبیوں پر ایمان لائی تھیں ان کو بھی محروم نہ فرمایئے ان کو بھی بخش دیجئے لہٰذا پوری اُمتِ مسلمہ کے لیے اختر دعا کرتا ہے اور اُمم سابقہ کے لیے بھی دعاے مغفرت مانگتا ہے۔

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور کمالِ تقویٰ:

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ جن منکرات سے لوگوں کو منع کرتے تھے ان سے خود بھی حد درجہ احتیاط فرماتے تھے۔ ایک مجلس کے بعد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنے کمرہ میں تشریف لائے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عالم خلیفہ کے دو صاحبزادے بھی ساتھ آئے بڑے اور چھوٹے صاحبزادے دونوں دو سال پہلے بھی حاضرِ خدمت ہوئے تھے لیکن اس وقت چھوٹے صاحبزادے کی ڈاڑھی نہیں آئی تھی اب ماشاء اللہ پوری ڈاڑھی تھی۔ اُن کو دیکھ کر ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم ان کے بھائی ہو؟ پھر فرمایا اگر پہلے غور سے دیکھتا تو پہچان لیتا اسی لیے اب پوچھنا پڑا کہ کیا تم ان کے بھائی ہو کیونکہ بھائی بھائی کی شکل میں مشابہت ہوتی ہے لیکن اس وقت غور سے نہیں دیکھا تھا اس لیے کہ اس وقت دیکھنا جائز نہیں تھا، میرا شعر ہے ؎

جن کے چہرے میں ہو نمک شامل
واجب الاحتیاط ہوتے ہیں

اَلْـمُتَّقِیْ مَنْ یَّتَّقِیْ الشُّبُهَاتِ متقی وہ ہے جو شبہۂ گناہ سے بھی بچے۔ نفس بہت ہی شریر ہے اس کے مکر سے وہی بچ سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہو ورنہ بہت بڑے بڑے پڑھے لکھے اور شریف لوگ

نفس کی چال میں آجاتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ کیوں دیکھتے ہو؟ تو کہتے ہیں اس میں کوئی خاص بات نہیں۔ اگر خاص بات نہیں ہے تو دیکھتے کیوں ہو؟ دیکھنا ہی دلیل ہے کہ خاص بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تقویٰ کی نعمت دی تھی جس کی وجہ سے اُن کے چہرے کو غور سے نہیں دیکھا تھا۔ آج ڈاڑھی خوب بڑی ہوگئی ایک مٹھی سے بھی زیادہ ہے تو اب پوچھنے سے معلوم ہوا اور چہرہ بھی بتاتا ہے کہ بھائی بھائی ہیں۔

اہل اللہ کی معیت کا انعام

ایک صاحب کے سوال پر کہ **فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ** کس کو نصیب ہوگا۔ ارشاد فرمایا کہ جو یہاں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ اُن کی **معیت فی الدنیا معیت فی الجنۃ** میں تبدیل ہو جائے گی۔ اگر وہاں ساتھ رہنا ہے تو یہاں ساتھ رہنے کی کوشش کرو اور ہم کو بھی اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ جنت میں جگہ دے دے۔ (آمین)

دینی سفر کی برکت

ارشاد فرمایا کہ دریا کا پانی اس لیے میٹھا ہے کہ ایک جگہ کو بہتا رہتا ہے۔ ایک صاحب نے مجھ سے پُوچھا تھا کہ سمندر کا پانی بھی تو حرکت میں رہتا ہے۔ یہ کیوں میٹھا نہیں ہے؟ میں نے کہا حرکت تو کرتا ہے مگر محدود کرتا ہے، اسی حد میں رہتا ہے اور دریا آج یہاں، کل اور آگے بڑھ جائے گا آگے بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اس لیے میٹھا ہی رہتا ہے۔ حرکت میں برکت ہے۔ دین کے لیے سفر کرو۔ دین پھیلانے کے لیے سفر کرنا سنتِ صحابہؓ ہے اس لیے حرکت کرتے رہو، میٹھے رہو گے اور پاک رہو گے۔ دین کے لیے حرکت کرنے سے محبوبیت پیدا ہو جاتی ہے۔ آدمی میٹھا ہو جاتا ہے جیسے پانی حرکت کرتا ہے تو میٹھا ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ رہے گا تو سمندر کی طرح کتنا ہی شور مچائے میٹھا نہیں ہوسکتا اور دریا کی طرح حرکت کرتے رہو۔ **سَافِرُوْا تَصِحُّوْا** سفر کرو صحت پا جاؤ گے۔ جامع صغیر کی روایت ہے۔ گھر پر چاہے کتنا ہی آرام ہو چاہے بادشاہت ہو لیکن مسلمان کے لیے دین کی غرض سے سفر ضروری ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سفر ثابت ہے، مکہ شریف سے مدینہ ہجرت فرمائی، دین کے لیے سفر کرنے میں ہجرت کا بھی ثواب ملے گا کیونکہ مشابہ ہجرت کے ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور حکمت ودانائی:

نماز باجماعت کی عاشقانہ حکمت

مجھ کو خلوت میں بھی یاد تیری رہے
اے خدا! عاشقوں کا نظارہ بھی دے

ارشاد فرمایا کہ اگر تنہائی اور خلوت میں اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت اور اپنی یاد زیادہ پسند ہوتی تو جماعت کی نماز واجب نہ ہوتی۔ ہر آدمی کو کہا جاتا کہ تنہائی میں الگ الگ مصلّے بچھا کر سجدہ میں پڑے رہو لیکن فرمایا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھو **وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ**۔ علماء نے لکھا ہے کہ اسی آیت سے جماعت کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تنہائی میں نفلی عبادت تو کرو مگر فرض نماز جماعت سے پڑھو یعنی عاشقوں کے ساتھ رہو، پانچوں وقت عاشقوں کی ملاقات واجب ہے اور جمعہ کے دن اور زیادہ عاشقوں سے ملو کیونکہ جامع مسجد میں عاشقوں کا اجتماع زیادہ ہوگا اور پھر عید اور بقر عید میں اور زیادہ عاشقوں سے ملو اور حج کرنے جاؤ تو بین الاقوامی عاشقوں کی ایک بہت بڑی تعداد سے ملو۔ عاشقوں کے بغیر عاشق کا جینا محال ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک دنیا میں رہنا **کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ** رہنا ''صادقین'' سے مراد ''متقین'' ہیں۔ **اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ** صادق اور متقی کلّی متساوی ہے یعنی ایک ہی چیز ہے تو سوال یہ ہے کہ جب صادق سے متقی مراد ہے تو پھر متقی کیوں نازل نہیں کیا صادق کیوں نازل کیا؟ تاکہ معلوم ہو کہ صادق فی التقویٰ مراد ہے، جس کا تقویٰ سچا ہو بناوٹی نہ ہو یعنی جو نفس کی حرام خواہش اور ناجائز مطالبہ کو کچل دیتا ہو اور اللہ کو راضی رکھتا ہو وہ متقی ہے۔ پس جو تقویٰ میں صادق ہے وہی متقی ہے اور جو نفس کا غلام ہے وہ ہرگز متقی نہیں کیونکہ وہ تقویٰ میں صادق نہیں بس نفس کے غلام نہ بنو بلکہ نفس پر غالب رہو۔ اللہ نے جب تک دنیا میں زندہ رکھا ہے تو **کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْن** کا حکم دیا ہے کہ صادقین کے ساتھ رہ پڑو، یہ ترجمہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ ایک دو دن کے لیے جا کر کسی بزرگ سے مل آنا کافی نہیں بلکہ ان کے ساتھ رہ پڑو۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے ای **خَالِطُوْهُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَهُمْ** یعنی اتنا ساتھ رہو کہ تم بھی اس شیخ کی طرح ہو جاؤ، اُس کا تقویٰ تمہارے اندر منتقل ہو جائے، اُس کے آنسو تمہارے آنسو ہو جائیں، اُس کی آہ تمہاری آہ ہو جائے۔ **کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْن** ایک دو دن کی ملاقات کا نام نہیں ہے اللہ والوں کے ساتھ مسلسل رابطہ کا نام ہے۔ اُن کے ساتھ اتنا رہو کہ اُن ہی جیسے ہو جاؤ **خَالِطُوْهُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَهُمْ** اللہ والوں سے اتنا زیادہ خلط ملط رکھو تم بھی ان ہی جیسے اللہ والے ہو جاؤ۔ یہ **خَالِطُوْا** احادیث میں بھی آیا ہے۔ **التشرف فی احادیث التصوف** میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ **سَائِلُوا الْعُلَمَاءَ** علماء سے مسئلے پوچھا کرو، اُن سے دین کے بارے میں سوال کیا کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے **وَجَالِسُوْا الْکُبَرَاءَ** یعنی جو بڑے بوڑھے ہیں اُن کے ساتھ بیٹھا کرو، اُن کے تجربے سے فائدہ اُٹھاؤ اور **خَالِطُوا الْحُکَمَاءَ** جو بزرگانِ دین ہیں اُن سے خلط ملط رہو۔ حکماء سے

مراد اہل اللہ اور صوفیائے کرام ہیں کہ اصل حکیم وہی ہیں، اُن سے خوب گھل مل جاؤ، اُن کی خدمت میں رہ پڑو اُن کی معیت اختیار کرو تاکہ اُن کے اعمال واخلاق تمہارے اندر آ جائیں۔

ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور مقامِ صدیقیت:

نبوت کے بعد ولایت کا درجہ ہوتا ہے، غیر نبی نبوت کا درجہ تو نہیں پا سکتا، لیکن ولایت کا درجہ پا سکتا ہے، پھر ولایت کے مختلف درجات ہیں، اُن میں سب سے اعلیٰ درجہ صدیقیت ہے، اس کے اوپر نبوت کا درجہ ہے، دونوں کے درمیان اور کوئی درجہ نہیں ہے، ہمارے پیارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنے لیے اور سب کے لیے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مقامِ صدیقیت مانگتے تھے، چنانچہ پیارے حضرت والاؒ کی مشہور دعاؤں میں ہے: یا اللہ! ہمیں اولیاء صدیقین کی آخری سرحد تک یا خطِّ انتہاء کو پہنچا دیجیے۔

پیارے حضرت والاؒ ولایت کے کون سے مقام پر فائز تھے؟ اس کا حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، لیکن آپؒ کے مجموعی حالات، مبشرات، قرائن اور علامات سے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو مقامِ صدیقیت پر فائز فرمایا تھا اور حضرت والاؒ اولیائے صدیقین کی آخری سرحد پر فائز تھے۔

مضمون کے آخر میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ احقر نے حضرتؒ کی خصوصیات میں سے ہر خصوصیت کے صرف چند نمونے بطورِ مثال پیش کیے ہیں، اور وہ بھی احقر کی سوچ کے مطابق، جب کہ حضرتؒ کی ہر خصوصیت اور علمی کمال کے بیسیوں نمونے ہیں، مثلاً حضرتؒ کے قرآن کریم کی تفسیر کے بارے میں تفرّدات کی بیسیوں مثالیں آپ کے مواعظ اور بیانات میں ملتی ہیں، لیکن احقر نے مدعی اور موقف کے ثبوت کے لیے اُن میں سے چند مثالیں پیش کرنے پر ہی اکتفاء کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مضمون کو علماء، طلباء بلکہ ہر ایک کے لیے مفید بنائے، اسے اپنی رضا کے لیے قبول فرمائے اور احقر، والدین، پیارے حضرت والا مرشدی ومحبی عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ، عظیم مربی مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت اقدس مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم، سیدی واستاذی حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ صاحب مختار شہید رحمہ اللہ، مرشدی حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ اور جملہ اساتذہ کرام کے لیے اس کو ذخیرۂ آخرت بنائے اور اسے خاص وعام کے لیے نافع بنائے، آمین۔

وصلى الله تعالى على صفوة خلقه سيدنا محمد وعلىٰ آله وصحبه أجمعين

۞

حضرت شیخؒ کی علمیت، علم اور اہلِ علم سے محبت

مولانا جلیل احمد اخون صاحب
خلیفہ مجاز حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ورئیس وشیخ الحدیث جامع العلوم عیدگاہ بہاول نگر

اللہ تعالیٰ نے سیدی ومرشدی عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا علمی ذوق اور رسوخ عطا فرمایا تھا آپ شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص تھے، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک واسطے سے منبع علم وفضل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت مولانا عبدالماجد صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم جماعت تھے۔

پوری دنیا کے اہلِ علم جہاں آپ کے روحانی فیضان کی وجہ سے متأثر تھے وہیں آپ کے علمی نکات اور قرآن وحدیث کی نصوص پر گہری نظر کے بھی معترف تھے یہی وجہ تھی کہ آپ کے حلقۂ ارادت میں کئی ملکوں کے کبار علماء داخل تھے، جو اپنی روحانی اِصلاح وتزکیہ کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے علمی پیاس بھی بجھایا کرتے تھے۔ حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحب بنگلہ دیشی رحمۃ اللہ علیہ، جو بقول شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم، ایشیاء کے سب سے بڑے محدث تھے۔ وہ بھی آپ کے ارادت مندوں میں داخل اور خلفاء میں سے تھے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تصوّف کو قرآن وحدیث سے مدلل کر دیا تھا اور اکابر کی وہ باتیں جو راہ تصوف میں اجماعی سمجھی جاتی ہیں ان پر قرآن وحدیث سے دلائل پیش فرماتے تھے۔ اور خود فرماتے تھے کہ ہمارا تصوف بلا دلیل نہیں اور کبھی یہ شعر بھی ارشاد فرماتے ؎

ہماری آہ و فغاں یوں ہی بے سبب تو نہیں
ہمارے زخم سیاق وسباق رکھتے ہیں

نمونہ از خروارے کے طور پر بندہ عرض کرتا ہے کہ اہلِ دل کے ہاں کسی اللہ والے کی تھوڑی

سی صحبت سو سالہ بے ریا عبادت سے افضل ہے اور فارسی کا مشہور شعر ہے ؎

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

بلکہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر فرمایا تھا کہ اس میں یہ ہونا چاہیے ع

بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس پر بخاری شریف کی حدیث سے دلیل پیش فرماتے تھے کہ کتاب الایمان میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث لائے ہیں کہ تین باتوں پر اِیمان کی حلاوت اور مٹھاس ملتی ہے جن میں ایک یہ ہے ''ولا یحب عبدا الا اللّٰہ '' کہ کوئی انسان کسی بندہ سے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرے تو اس کو ایمان کی مٹھاس عطا کردی جاتی ہے پھر اس سے واپس نہیں لی جاتی تو یہ ایمان پر خاتمہ کی ضمانت ہے۔ اگر انسان کسی اللہ والے کے پاس تھوڑی دیر کے لیے محبت کے ساتھ بیٹھے گا تو اس کو ایمان کی مٹھاس ملے گی جس کی وجہ سے اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا جب کہ لاکھ سال عبادت کرنے والے کے لیے ایمان پر خاتمہ کی ضمانت نہیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مواعظ و بیانات میں اکثر تفسیر رُوح المعانی اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کا حوالہ اِرشاد فرمایا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ ان کتابوں کا ابھی تک اردو میں ترجمہ نہیں ہوا اس لیے میں ان کا حوالہ دیتا ہوں اور اپنے خلفاء کو بھی اس بات کی تلقین فرماتے تھے کہ اپنی گفتگو میں علمی حوالے بھی دیا کروتا کہ لوگ تصوّف کو قرآن و حدیث سے الگ چیز نہ سمجھیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کئی سال تک خانقاہ میں تصوّف فی التفسیر بھی کروایا کرتے تھے، جن میں زیادہ طلباء غیر ملکی ہوا کرتے تھے اور ان میں بھی زیادہ تعداد فرانس کے طلباء کی تھی جو آج بھی اپنے ملکوں میں علمی اور روحانی خدمات میں مشغول ہیں اسی علمی ذوق کی وجہ سے ۱۹۹۹ء میں جو صحت کی حالت میں آخری عمرہ ادا فرمایا تھا تو اس میں مسجد نبوی میں ارشاد فرمایا کہ میں اس مسجد شریف میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت معلمیت ادا کرنا چاہتا ہوں چنانچہ اس کے لیے مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے مولانا مفتی عبدالرحمٰن کوثر صاحب دامت برکاتہم اور بندہ کا انتخاب کیا گیا اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں وہاں سبق پڑھایا جو آج بھی بندہ کے پاس محفوظ ہے۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنی گفتگو میں خاص طور پر جب وہ اہلِ علم کے ساتھ ہوتی تو علمی

اصطلاحات استعمال فرماتے تھے مثلاً ایک مرتبہ ساؤتھ افریقہ سے حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم آزاد وِل جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اِرادت مند اور خلیفہ مجازِ بیعت ہیں اُنہوں نے فون کیا اور عرض کیا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تعلق اور نظرِ عنایت کے بعد مخلوق کا رجوع بڑھ رہا ہے اس سے ڈر رہے کہ میں عجب و کبر میں مبتلا نہ ہو جاؤں تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فون پر جواب دیا اور فرمایا کہ یہ میرا ٹیلیفونک خطاب ہے بندہ بھی وہاں موجود تھا، فرمایا اس نعمت پر خوب شکر ادا کرو اور شکر ذریعۂ قرب ہے اور کبر ذریعۂ بعد ہے اور اجتماع نقیضین محال ہے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مختصر ٹیلیفونک خطاب پر وہاں موجود علماء کی جماعت مست ہوگئی۔ بہر حال اس پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی نکات پر مشتمل خزائن القرآن اور خزائن الحدیث شاہد عادل ہیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اہلِ علم کی بہت قدر فرماتے تھے ۱۹۸۰ء کی دہائی میں جب ہم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے طلباء حاضر خدمت ہوا کرتے تھے تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بہت اکرام فرماتے اور دورانِ بیان جب کوئی علمی نکتہ یا بات آتی تو ہماری طرف اِشارہ کر کے فرماتے کہ اس بات کی قدر یہ ''جامعہ بنوری ٹاؤن'' کے طلباء جانتے ہیں۔ ایک بار بندہ اپنی اصلاح کے سلسلہ میں عصر کے بعد حاضر ہوا اس وقت خانقاہ کے صحن میں گھاس لگی ہوئی تھی، اور بیٹھنے کے لیے مونڈھے رکھے ہوئے تھے وہاں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہوئے۔ بندہ کی بات بڑی محبت سے سنی اور اِصلاح فرمائی اُس کے بعد فرمایا، چائے پی کر جانا اور خود اندر تشریف لے گئے اس وقت خدام حاضر نہیں تھے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ گھر سے خود ایک ہاتھ میں کیتلی اور دوسرے ہاتھ میں چائے کی پیالی لے کر آئے اور مجھ جیسے نالائق کو اپنے دستِ مبارک سے چائے پلائی۔

ایک بار بندہ بہاول نگر سے کراچی حاضر خدمت ہوا تو حضرتؒ اپنے حجرے میں تشریف فرما تھے اور پورا حجرہ متوسلین سے بھرا ہوا تھا حضرتؒ تخت پر تشریف فرما تھے اور اُن کے ساتھ حضرت کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم تشریف رکھتے تھے اور عشق الٰہی کا مضمون چل رہا تھا بندہ پیچھے بیٹھ گیا تو دیکھ کر فرمایا ''مولوی جلیل! تم بھی مولوی مظہر میاں صاحب سلمہٗ کے ساتھ تخت پر بیٹھو کیونکہ تم عالم ہو اور مولوی مظہر میاں بھی عالم ہونے کی وجہ سے یہاں بیٹھے ہیں''۔

حضرتؒ کے ساتھ بندہ کی تقریباً چونتیس پینتیس سال رفاقت رہی، ہمیشہ دیکھا کہ اہلِ علم کو آگے بڑھاتے تھے، جب کہ اس وقت بڑے بڑے سیٹھ اور بڑے بڑے سرکاری عہدوں کے لوگ بھی موجود ہوتے۔ ایک بار فراغت کے فوراً بعد بندہ لاہور مجلس صیانۃ المسلمین کے جلسے میں حاضر ہوا، حضرتؒ کراچی سے تشریف لائے ہوئے تھے اور عصر کے بعد حضرتؒ کا بیان ہوا تھا، مغرب کی نماز کے

بعد حضرت شیخ کو لینے کے لیے بہت سی گاڑیاں موجود تھیں اور مصافحہ اور زیارت کرنے والوں کا بہت رش تھا بندہ بھی کوشش کر کے آگے بڑھا اور مصافحہ کیا تو میرا ہاتھ پکڑ کر حاضرین سے فرمایا کہ ''یہ عالم ہیں سب ان سے مصافحہ کرو، یہ قدر و قیمت دیکھ کر بندہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے''۔

اس لیے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اہلِ علم کو تلقین فرمایا کرتے تھے کہ علمی رسوخ بھی حاصل کرو اور میدان روحانیت میں بھی ثابت قدم رہو پھر تمہاری خوشبو چار دانگِ عالم میں پھیلے گی۔ اور اپنے شیخ حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ نقل فرمایا کرتے تھے کہ ''عالم کچا کباب ہے اگر کوئی ایسے ہی کھائے گا تو اس کو متلی ہوگی اور قے کرے گا اور اگر کسی اللہ والے کی کڑاہی میں تلا جائے گا تو اس کی خوش بو ہر سو پھیلے گی پھر ہندو کافر بھی کہے گا ع

بوئے کباب مارا مسلمان کرد''

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اشعار میں بھی اس کی تلقین فرمائی ؎

دردِ عشقِ حق بھی تم حاصل کرو
لاکھ تم عالم ہوئے، فاضل ہوئے
یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
جس نے پائی بس وہی کامل ہوئے

بس آخری بات عرض کرتا ہوں کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو علم کی قدر کا اِس قدر اہتمام تھا کہ کبھی کسی علمی کتاب پر کوئی چیز نہیں رکھتے تھے مثلاً چشمہ وغیرہ اور لکھنے کے لیے کبھی کسی کتاب کو کاغذ کے نیچے نہیں رکھتے تھے فرماتے تھے کہ ''یہ علم کی توہین ہے یہ خود مقصود ہے اس کو کسی شے کے رکھنے یا لکھنے کا ذریعہ نہیں بنایا جاسکتا''۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی ۱۰ رجون ۲۰۱۳ء)

عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

خدا ان سے ہے راضی اور وہ رب سے ہوئے راضی
شہادت اس حقیقت پر ہیں خود آیاتِ قرآنی
بھلا غیرِ صحابیؓ پاسکے گا مرتبہ ان کا
کہ ہے منصوص ان پر رحمتِ حق فضلِ رحمانی
صحابہؓ کی محبت کو بھی ہم ایماں سمجھتے ہیں
کہ ان کے دم سے اُمت کو ملی تعلیمِ قرآنی
صحابہؓ کی حیاتِ باوفا تاریخِ ایماں ہے
جو اختؔر دے رہی ہے رات دن پیغامِ ایمانی

(حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

لالہ زارِ عجم کا رومئ ثانی

مولانا فضیل احمد ناصری صاحب قاسمی
استاذِ حدیث جامعہ امام محمد انور شاہؒ، دیوبند

رندِ باصفا:

خاکِ ہند سے اُٹھنے والے رندانِ باصفا جو بین الاقوامی سطح پر پیرِ مغاں کہلائے، اُن میں سے ایک عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ اُن کے علم و فضل کا ڈنکا جس طرح بجا، اُن کی شانِ تصوف جس شان سے عالم میں آشکار ہوئی، اُن کا ابرِ رحمت جس طرح برسا، ایسا بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ ایک وقت تھا کہ ہر باشعور مسلمان کی زبان پر اُن کا نام چڑھا ہوا تھا، بات تصوف کی آتی تو ذہن انہی کی طرف سبقت کرتا، اُن کے بیان کردہ علمی نکات، عارفانہ موشگافیاں اور جذب و مستی میں ڈوبے اُن کے ارشادات مستحضر ہوجاتے۔ اُن کا ذکرِ جمیل زبان پر آتے ہی یہ احساس ہوتا کہ دل گدگدا رہا ہے، انقلاب دستک دے رہا ہے، عالمِ اصغر (جسمانی نظام) تبدیلیوں کے دور سے گزرنے کو ہے، ہر کوئی اُن کی شخصیت پر اس طرح روشنی ڈالتا گویا اُن کے حالاتِ زندگی پر پوری نظر رکھتا ہے۔ یہ مقبولیت عند اللہ اور محبوبیتِ خدا کی واضح علامت تھی۔ حضرت حق جل مجدہٗ جس سے محبت کرتے ہیں دنیا کی ہر چیز اس کی اسیر ہوجاتی ہے۔

رجعتِ قہقریٰ:

اُن کا مزاج صوفیانہ تھا دل میں اہل اللہ کی محبتیں جڑ پکڑ چکی تھیں، اسلامی علوم کی اہمیت اس قدر جاگزیں ہوچکی تھی کہ عصری علوم کی تحصیل کے دوران ہی ذوقاً وشوقاً فارسی کی تعلیم بھی حاصل کی، اہلِ دل سے ملاقات کا اشتیاق رفتہ رفتہ پروان چڑھتا رہا، طبیعت پر خوفِ خدا غالب آتا رہا، نوعمری ہی میں یہ عالم تھا کہ گوشۂ تنہائی میں جاتے تو رونے دھونے کے سوا کوئی کام نہ تھا، چارہ ساز کی تلاش میں آہ و فغاں سے گزرتے، دنیا کو ٹھوکر انہوں نے پہلے ہی ماردی تھی۔

فاطر کائنات کا عجیب نظام ہے، جس کے ساتھ اپنا لطف وکرم فرماتے ہیں اس کے لیے راہیں خود ہی نکال دیتے ہیں، حکیم صاحب مرحوم بھی اس کی ایک مثال تھے، والد صاحبؒ نے تو انہیں عصری علوم دلا کر طبیب بنا دیا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، عبدیت وفنائیت کا تخم پڑنے کے بعد تو جیسے دنیا سے کوئی لینا دینا ہی نہیں تھا۔ اُن کے قلبِ مضطر کی تسکین کے لیے حق جل مجدہٗ نے مثنویٔ مولانا رومؒ تک رسائی کروادی، مثنوی کے اشعار پڑھ کر حکیم صاحب نے فیصلہ کیا کہ تصوّف میں کوئی کتاب پڑھنی چاہیے جو اردو میں ہو، چنانچہ حضرت تھانویؒ کا رسالہ ''راحت القلوب'' قسمت سے ہاتھ آ گیا، اس نے بڑی دست گیری کی اور اُن کے ذوق وشوق کو دوآتشہ بنا دیا۔ اِرادہ ہوا کہ حضرت تھانویؒ سے ہی اصلاحِ دل کا درس لیا جائے، خط وکتابت بھی شروع کردی ابھی بیعت کا مرحلہ نہیں آیا تھا کہ مجدد وقتؒ نے داعی اجل کو لبیک کہا، طبیعت کا میلان اب حضرت تھانویؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ کی طرف ہوا، اور حضرتؒ نے بھی اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کرلیا۔

وہ عالم باعمل تھے:

ان سے بے پناہ عقیدت کی وجہ یہ ہرگز نہیں تھی کہ وہ بڑے مشہور عالم تھے، یہ بھی نہیں کہ اُن کا عابد وزاہد ہونا مشہورِ خلائق تھا، عقیدت وعظمت کا سبب صرف اور صرف عالم باعمل ہونا تھا، اُن کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ مترشّح ہوتا تھا کہ وہ عالم بھی ہیں اور عامل بھی۔ انہیں قربِ خداوندی کا حظِّ وافر عطا ہوا ہے۔ اُن کی پوری زندگی محبتِ الٰہیہ سے عبارت ہے، روحِ شریعت اُن کی خوراک بن گئی ہے، اُن کا ہر قدم اسلام کی عملی تفسیر ہے، ہر سطر سے فنا فی اللّٰہی اور سیدالکائنات علیہ السلام سے وارفتگی ظاہر ہوتی ہے، یہ جو ہر ہر کتاب میں نمایاں نہیں ہوتا، ہر تصنیف اُن اوصاف کی حامل نہیں ہوتی۔

دریائے علم کے شناور:

حکیم صاحبؒ کی شہرت اگرچہ بطورِ صوفی ہوئی، لیکن ایسا نہیں کہ اُن کا تصوّف محرومیٔ علم کا شکار ہو، اُن کی کتابیں بتاتی ہیں کہ جہاں وہ امامِ سلوک تھے وہیں دریائے علم وفن کے ماہر شناور بھی، اُن کا علم بڑا عمیق تھا، اُن کی نظر بہت وسیع تھی، مسئلہ کے مغز تک رسائی اُن کے لیے بے حد آسان تھی اُس کی مثالیں دیکھنی ہوں تو اُن کے ملفوظات کا مجموعہ ''مواہبِ ربانیہ'' دیکھئے کیسے کیسے اسرار ورموز اور کیسی کیسی حکمتیں اُن کی زبان سے نکلی ہیں، مشتے نمونہ از خروارے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) وراثت کا مشہور مسئلہ ہے کہ میت کے ترکہ میں سے مذکر کو دو اور مؤنث کو ایک حصہ ملے گا، قرآن مقدس کی آیت ''للذکر مثل حظ الانثیین'' صاف وصریح اس پر ناطق ہے۔ قرآن و

حدیث میں بیان کردہ اس مسئلہ کو فقہاء نے بڑی تفصیل سے سمجھایا ہے لیکن اس کے راز سے کسی نے بھی پردہ نہیں اٹھایا، یہ سعادت اُن کے حصہ میں آئی، فرماتے ہیں: ''چونکہ لڑکی کا روٹی، کپڑا اور مکان شوہر کے ذمہ ہے اور لڑکے پر ڈبل ذمہ داری ہے، اپنے روٹی، کپڑا اور مکان کی بھی فکر اور بیوی کے روٹی، کپڑا اور مکان کی بھی فکر، لہٰذا ڈبل فکر والے کو اللہ میاں نے ڈبل حصہ عطا فرمایا اور لڑکی کا ایک حصہ رکھا کہ اس کے روٹی، کپڑا اور مکان کی ذمہ داری اگرچہ شوہر کے اوپر ہے لیکن بعض معاملات میں اُسے شوہر سے پیسہ مانگنے میں غیرت آتی ہے۔ مثلاً اُس کے بھانجے، بھتیجے اور رشتہ دار آگئے تو شوہر کا پیسہ اُن پر خرچ کرتے ہوئے اُسے شرم آتی ہے کہ میرا شوہر کہے گا کہ اپنے رشتہ داروں میں میرا پیسہ خرچ کرتی ہے، لہٰذا اُس کو بھی ایک حصہ دے دیا کہ اس کی جیب بھی گرم رہے، اور وہ بھی باعزت رہے۔ (افضالِ ربانی ۶۵)

مجلس میں موجود بڑے بڑے علماء جو اپنے اپنے مدارس میں علمِ میراث پڑھا رہے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ سن کر کہنے لگے کہ یہ بات ہم نے کسی کتاب میں دیکھی، نہ کسی سے سنی۔

(۲) منافقین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے وقوف، فاتر العقل اور ہوش وخرد سے ناآشنا کہتے تھے، حق جل مجدہٗ کی جانب سے جب یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ اس جیسا ایمان لاؤ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے ہیں تو اس کی تحقیر کرتے ہوئے فقرے کستے اور کہتے کہ ''أنؤمن كما آمن السفهاء'' کیا ہم ویسے ہی مسلمان ہوجائیں جیسے احمق لوگ بن گئے ہیں؟ مطلب یہ تھا کہ ہم تو ایسا ایمان لانے سے رہے، کیونکہ حماقت والوں کی تقلید ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اُن کی یہ گستاخی بڑی ناگوار گزری اور فرمایا ''ألا انهم هم السفهاء''، علم نحو کے اعتبار سے یہ مستقل جملہ ہے، جملہ معطوفہ نہیں، اس کا راز کیا ہے؟ حکیم صاحب فرماتے ہیں ''صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والوں کی حماقت کی سند خود اللہ نے دی ہے یہ خالص احمق ہی نہیں مستقل احمق ہیں، اُن کی حماقت مستقلہ ہے تاوقتیکہ توبہ نہ کریں، ''ألا انهم هم السفهاء'' میں ایک ''هم'' اور نازل فرما کر دوسرا جملہ مستقلہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ''هم السفهاء'' یہ دوسرا ''هم'' پھر مبتدا نازل ہوا کہ مبتدا خبر بن کر استقلالِ حماقت قیامت تک ثابت رہے۔ انہوں نے ہمارے عاشقوں کو حقیر سمجھا، تو یہ ہمیشہ کے لیے محروم ہیں، اور اُن کی حماقت پر جملہ مستقلہ نازل فرمایا یہ جو میں کہہ رہا ہوں علامہ محمود نسفی نے بھی ''تفسیرِ خازن'' میں تحریر فرمایا ہے، میں نے تفسیر میں بعد میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی میرے قلب کو یہ علم عطا فرمایا لیکن میں نے تصدیق کے لیے ''تفسیرِ خازن'' دیکھی تو یہی بات تھی''۔ (انعامات ربانی ص۲۶)

(۳) تصویر کا حرام ہونا نصوصِ صریحہ سے ثابت ہے احادیثِ مبارکہ، آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور

فقہاء کی عبارتیں تصویر کی حُرمت کو خوب آشکارا کرتی ہیں، اُس کے حرام ہونے کی حکمت اور اُس کا راز کیا ہے؟ حضرتؒ ہی سے سنیے:۔

''تصویر کو حرام کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور بندیوں کی آبرو رکھی ہے، مثلاً اگر نانی کی ایک تصویر سولہ سال کی لگی ہوئی ہے تو غیر آدمی بھی نانی کو تو عزت سے سلام کرے گا لیکن تصویر کو دیکھ کر دل میں گندے خیالات لائے گا کہ کاش یہ مجھے مل جاتی۔ اللہ کا احسان ہے کہ تصویر کو حرام کر دیا تا کہ اُس کے بندوں اور بندیوں کے بارے میں برے خیالات نہ لائے جائیں۔ اس کا ایک راز یہ بھی ہے کہ تصاویر تاریخ زندگی کی دستاویز بنتی ہیں، پس اگر کوئی فسق و فجور میں مبتلا ہے اور حالتِ گناہ کی تصاویر اتار لی گئیں، پھر مستقبل میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہی شخص توبہ کر کے ولی اللہ اور شیخ وقت ہو گیا۔ اس وقت اگر کوئی حاسد اس کی ماضی کی تصاویر پیش کر دے تو اس میں مؤمن کی کس قدر ذلت و رسوائی ہوتی؟ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تصویر کو حرام فرما دیا تا کہ گناہوں کی دستاویز نہ بن سکے اور اس طرح اپنے بندوں کی آبرو کو تحفظ بخشا''۔ (انعاماتِ ربانی ص ۱۰۹، ۱۱۰)

بہترین مدرس:

حضرتؒ کو مثنوی رومؒ سے بڑی اُنسیت تھی، اس کی تشریح بڑے عالمانہ اور عارفانہ اُسلوب میں کرتے، تشریح کے وقت انداز وہ ہوتا کہ سننے والے اُسی میں کھو جاتے، مثنوی سے اسی شدید دلچسپی کا نتیجہ ہے کہ اُن کے قلم سے ۸۰۰؍ صفحات پر مشتمل ''معارفِ مثنوی'' کے نام سے مبسوط شرح نکلی، جس نے دُنیائے تصوّف کو حیران کر دیا اور اُسے صاحبِ کتاب کا عظیم کارنامہ تسلیم کیا گیا۔ حضرتؒ نے اگرچہ عربی کتابیں نہیں پڑھائیں اور رسمی مدرس کبھی نہیں رہے لیکن معارفِ مثنوی کے مطالعہ سے اُن کے افہام و تفہیم کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اللہ نے انہیں مسئلہ کی تفہیم کا بہترین ملکہ عطا فرمایا تھا، اس کی ایک مثال پیش کی جارہی ہے، فیوض ربانی ص ۸۴؍ میں اُن کا ملفوظ ہے کہ: ''ایک دفعہ بنگلہ دیش میں حضرت ہردوئی اور حافظ جی کے ساتھ میں بھی حاضر تھا، میں نے عرض کیا کہ منطق کا یہ مسئلہ بشرطِ شئی اور بشرطِ لاشئی اور لا بشرطِ شئی کو اکثر اساتذہ نہ خود سمجھتے ہیں نہ شاگرد سمجھ پاتے ہیں، لیکن میں اس کو ایک ایسی مثال سے سمجھاتا ہوں کہ اہلِ علم بہت جلد سمجھ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ کیسے سمجھاتے ہو؟ میں نے کہا کہ اگر کوئی کسی کو دعوت دے اور وہ کہہ دے کہ میں آپ کی دعوت قبول کروں گا بشرطیکہ آپ شامی کباب کھلائیں گے، اس کا نام دعوت بشرطِ شئی ہے۔ اور اگر یہ کہہ دیں کہ سب کچھ کھلانا، بڑا گوشت نہ کھلانا، تو بڑا گوشت نہ کھلانے کی جو شرط لگا دی تو اس کا نام ہے دعوت بشرطِ لاشئی۔ اور اگر یہ کہہ دے کہ جو چاہو کھلاؤ، جو چاہو نہ کھلاؤ، ہماری کوئی شرط نہیں تو اس کا نام ہے دعوت لا بشرطِ شئی۔ یہ سن کر

دونوں بزرگ ہنسے اور فرمایا کہ تم نے تو اس مثال سے وہ سبق دیا جو خواص وعوام سب کو محبوب ہے''۔

غور کیجئے منطق کا یہ اجنبی اور وحشیانہ دور کہ استاذ اور شاگرد دونوں ہی اس سے گریزاں رہنے میں عافیت محسوس کرتے ہیں، حکیم صاحب کس قدر اس پر عبور رکھتے ہیں۔ انہوں نے باتوں باتوں میں اس کی ایسی تفہیم کردی کہ مسئلہ کی ''ترشی'' ''شیرینی'' میں بدل گئی۔ منطق کا مسئلہ سراسر ظرافت نظر آیا۔

تصوّف کی تعریف:

جناب اکبر الٰہ آبادیؒ نے تصوف کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا۔

سخن میں یوں تو بہت موقعِ تکلف ہے
خودی خدا سے جھکے بس یہی تصوّف ہے

جناب اکبر الٰہ آبادیؒ کا یہ شعر تصوّف کی حقیقت کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے لیکن اس کی تشریح کے لیے ہم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اُن کے یہاں یہ تشریح نظر آتی ہے:

''تصوّف کے بارے میں مشائخ تصوف فرماتے ہیں:''وھو علم تعرف بہ احوال تزکیۃ النفس و تصفیۃ القلب و تعمیر الظاھر والباطن لنیل السعادۃ الابدیۃ''۔

ترجمہ: تصوّف اُس علم کا نام ہے جس سے تزکیۂ نفس اور صفاءِ قلب، اور تعمیرِ ظاہر و باطن کی تدابیر معلوم ہوتی ہیں تا کہ اُس پر عمل کر کے سعادتِ ابدی حاصل ہو اور ''قد افلح من زکّٰھا'' کے وعدہ کے مطابق فلاح حاصل ہو''۔ تصوّف اور صوفی کی وجہ تسمیہ حضرتؒ نے اس طرح بیان کی ہے:

''علامہ ابوالقاسم قشیری رسالہ قشیریہ صفحہ ۸ر میں فرماتے ہیں کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو صحابیؓ اور حضراتِ تابعینؒ کو تابعیؒ کا اور بعد میں تبع تابعینؒ کا لقب کافی تھا۔ اس کے بعد جو لوگ بہت عابد، زاہد اور متبع سنت ہوتے تھے انہوں نے اپنے مسلک اور طریق کا نام تصوف تجویز کیا، اور اسی جماعت کا لقب صوفی تھا اور یہ جماعت ۲۰۰ھ سے قبل ہی وجود میں آچکی تھی''۔ (تصوّف اور نسبتِ صوفیہ ص۱۹)

لیکن اس میں تصوّف کا وجود اگرچہ ۲۰۰ھ کے بعد ظہور میں آیا مگر اس کا مسمیٰ یعنی احسان اور اخلاص حدیث میں موجود تھا اور اس حدیث سے ایمان اور اسلام کی صحت کا احسان اور اخلاص پر موقف ہونا اہلِ علم پر بالکل واضح ہے۔ (باتیں اُن کی یاد رہیں گی، ص۱۴۹،۱۴۸)

بذلہ سنج صوفی:

حکیم صاحبؒ صوفی تو تھے، مگر خشک صوفی نہ تھے کہ جن کے پاس لمحہ دو لمحہ بیٹھنا گراں معلوم ہو

اور ایسا محسوس ہو کہ وقت کھسکنے کا نام نہیں لے رہا، اپنے مسترشدین اور مریدین کی اصلاح میں بذلہ سنجی اور خوش طبعی کا خوب سہارا لیتے اور ہنسی مذاق میں ہی علوم کا فیضان اس قدر عام ہوتا کہ لوگ کافی محظوظ ہوتے اور خشکی سے بھی بچ جاتے۔اس کی بھی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔حضرتؒ فرماتے ہیں کہ:

''مدینہ منورہ میں ہمارے ایک ساتھی نے پوچھا کہ 'بلبل' پھول پر اور 'پروانہ' چراغ پر فدا ہے تو ان دونوں میں افضل کون ہے؟ میں نے کہا کہ دونوں جانور ہیں۔اس جواب پر وہ اتنا ہنسے کہ ہنسی رک نہیں رہی تھی۔افضل اور غیر افضل ہونے کے لیے کم از کم انسان تو ہونا چاہیے۔انسان ہو، مؤمن ہو، متقی ہو، عالم ہو تو اس میں پوچھا جائے کہ مثلاً یہ عالم افضل ہے یا وہ عالم افضل ہے۔اسی لیے میں نے جواب میں کہہ دیا کہ دونوں جانور ہیں، ولی اللہ نہیں ہیں، ولی اللہ ہونے کے لیے انسان ہونا شرط ہے، پھر ایمان کی شرط ہے، پھر تقویٰ شرط ہے، اسی لیے فرشتوں کو متقی کہنا جائز نہیں۔فرشتے معصوم ہوتے ہیں، بے گناہ ہیں لیکن متقی وہ ہوتا ہے کہ دل میں گناہ کا تقاضہ پیدا ہو، پھر تقاضے کو روکنے کا غم اٹھائے اور اللہ کو راضی کرے، اور فرشتوں کو گناہ کا تقاضہ ہوتا ہی نہیں، جبرائیل علیہ السلام اگر دنیا میں آجائیں اور معلوم ہو کہ ایک لڑکی مقابلۂ حسن میں دنیا بھر میں اول آئی ہے تو ان کو ذرا بھی اس کو دیکھنے کا تقاضہ نہ ہوگا، اب یہ افضل اور غیر افضل کا سوال ہوسکتا ہے؟ تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ خواصِ مؤمنین، خواصِ ملائکہ سے افضل ہیں اور عوام مؤمنین، عوام ملائکہ سے افضل ہیں''۔

اردو زبان سے لگاؤ:

فارسی زبان میں عبور کی وجہ سے اُن کے لیے فارسی شاعری آسان تر ہوگئی تھی، مثنویِ اختر فارسی زبان میں ہی ہے، جس میں شریعت کے اسرار ورموز بڑی مہارت اور چابک دستی سے بیان کیے گئے ہیں، اردو زبان تو خیر اُن کے لیے مادری ہی تھی، اس لیے اس میں شعر گوئی اور بھی سہل ہوگئی تھی، بہترین اشعار اُن کے قلم سے نکلے، اور ایسے ایسے نادرۂ روزگار اشعار جو علم وحکمت کا بیش قیمت گنجینہ تو ہیں ہی، سلوک وتصوف اور معرفت الٰہیہ کا بہترین خزانہ بھی ہیں۔اُن کے علاوہ اُردو زبان وادب کا قیمتی سرمایہ بھی۔اُن کے کہے ہوئے اشعار کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچتی ہے، اُن کے اشعار اُن کی حیات ہی میں اتنے مقبول اور مشہور ہوئے کہ کسی شاعر کے اشعار اس کی زندگی میں اتنے مشہور نہیں ہوئے، بلکہ بعض اشعار تو ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں۔دیکھئے اُن کے یہ اشعار ؎

کمالِ عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ مرجانا
ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے، پروانے
کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو

جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

حضرت والاؒ کا اردو زبان سے والہانہ لگاؤ کا اظہار جہاں اُن کی فصاحت و بلاغت سے بھر پور شاعری سے ہوتا ہے، وہیں اُن کا تذکرہ اُن کے ملفوظات میں بھی ملتا ہے، چنانچہ کہتے ہیں: میں ایک اہم مشورہ دیتا ہوں کہ یہاں اردو کو جاری کیجئے، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے جن لوگوں کو عشق ومحبت اور عقیدت ہے تو حکیم الامت نے ہندوستان کے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ چونکہ ہمارے دین کا سارا ذخیرہ اردو میں ہے، لہٰذا اپنے بچوں کو اردو پڑھاؤ، تاکہ وہ دین کی کتابیں پڑھ سکیں اور اس سے ان میں اور ہندوؤں میں فرق بھی رہے گا۔ جب وہ اردو بولے گا تو سمجھے گا کہ ہاں ہم ہندو نہیں ہیں۔ اسی طرح آپ اگر یہاں بچوں کو اردو پڑھائیں اور جب یہ آپس میں اردو بولیں گے تو ان کو احساس ہوگا کہ ہم میں اور کرسچن میں فرق ہے۔ زبان کا فرق بھی ہے، کیونکہ کرسچن لڑکے آپس میں فرنچ بول رہے ہیں اور ہم اردو بول رہے ہیں، جہاں ضرورت ہے وہاں فرنچ بولیے، لیکن گھر میں اردو بولیے اور بچوں کو اردو سکھانا لازم کر لیجیے۔ اتنی اردو تو آجائے کہ اگر کوئی عالم آپ کے ملک میں آئے تو اس کی تقریر سمجھ سکیں، بہشتی زیور پڑھ سکیں، دین کی کتابوں سے استفادہ کرسکیں، ہمارے دین کا سارا ذخیرہ اردو میں ہے۔ کہاں تک ترجمہ کرو گے، اور ترجمہ میں وہ بات نہیں آسکتی، اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ دینی مدارس میں اردو کو لازم کرلیں، حکیم الامت پر اعتماد رکھیے، ان شاء اللہ آپ گھاٹے میں نہیں رہیں گے، آپ کی آئندہ نسل گمراہ ہونے سے بچ جائے گی، ورنہ ''ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت'' الخ کی آیت دیکھ لیجیے۔ جنہوں نے یہود ونصاریٰ سے موالات یعنی دوستی کی، وہی لوگ دین سے مرتد ہوئے، فان موالاۃ الیھود والنصاریٰ تورث الارتداد روح المعانی کی عبارت پیش کر رہا ہوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں جن لوگوں نے یہود ونصاریٰ سے ربط وضبط رکھا وہی لوگ مرتد ہوگئے، ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارے دین کی حفاظت، ہماری تہذیب، ہماری ثقافت، ہمارا کلچر، ہمارا معاشرہ اردو کی برکت سے محفوظ ہوجائے گا، اور بہتر تو یہ ہے کہ عربی بھی پڑھائیے، عربی اور اردو دونوں زبانیں اپنے بچوں کے لیے لازم کردیجئے۔ (عنایاتِ ربانی ص۴۳)

منکرات سے نفرت کی انتہاء:

منکرات سے نفرت کی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اس قدر فراوانی تھی کہ بے حیائیوں، برائیوں اور غلط کاریوں سے بے حد کبیدہ خاطر ہوجاتے، معاشرہ میں پائی جانے والی ناسور نما برائیوں پر ہمیشہ تنبیہ کرتے رہے، بالخصوص زن پرستی، اجنبیہ پر نگاہ اور بے

ریش لڑکوں سے تعلق پر اُن کا پارۂ غضب ساتویں آسمان پر چلا جاتا، کوئی مجلس اور جلسہ اُن کے ذکر اور اُن کی قباحتوں سے خالی نہ ہوتا، ان بیماریوں کے سد باب کے لیے مختلف اور عجیب وغریب قسم کی تدابیر اختیار کرتے اور اپنے مریدین ومسترشدین کو ذرا سی کوتاہی پر سخت ڈانٹ پلاتے، اور عجیب وغریب حکمتیں اور دلچسپ نکتے اس سلسلے میں بیان کرتے جن کی وجہ سے اُن کا فیض پانے والا اُن برائیوں سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو جاتا، اُن کی کتابیں، روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج، مواہبِ ربّانیہ، مثنویٔ اختر اور تجلّیاتِ جذب وغیرہ اس طرح کے مضامین سے مملو ہیں۔ یقیناً یہ ایسا مرض ہے جو رُوحانیت کو فنا کر دیتا اور للّٰہیت کو نیست ونابود کر دیتا ہے۔ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں اس کی قباحت اس وجہ سے بھی آشکارا تھی کہ سالکین کی راہِ ترقی میں یہ بہت بڑی رکاوٹ بن جاتی تھی۔

حکیم صاحب کا سانحۂ ارتحال ایک بڑا حادثہ:

حکیم صاحبؒ پر لکھنے کے لیے فرصتِ عمر بھی چاہیے اور صفحات کی کثرت بھی، مختصر وقت میں اُن کے حالات اور اُن کے اوصاف وکمالات کو جمع کرنا قریب قریب ناممکن ہے، کہا جا سکتا ہے اور بلاشبہ کہ حکیم صاحبؒ اپنے وقت کے رومی تھے، اقبالؒ نے ایک مصرعہ کے ذریعے یہ شکایت کی تھی ع

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے

اگر ڈاکٹر اقبالؒ، حکیم صاحبؒ کو دیکھ لیتے تو اُن کی یہ شکایت دور ہو جاتی اور اُنہیں یہ کہنا پڑتا کہ ’’حکیم صاحبؒ لالہ زارِ عجم کے رومیٔ ثانی ہیں‘‘۔ بالیقین اُن کا سانحۂ اِرتحال اُمت کے لیے بڑے صدمے کی بات ہے۔ ایسے اولیاء اللہ موجودہ دور میں اب کہاں؟ انہوں نے تازندگی علم وحکمت، فضل ومعرفت اور سلوک وتصوّف کی تشریح جتنی مستعدی کے ساتھ کی، اب ایسی مستعدی تلاش کرنا کارے داردہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور ہمیں اُن کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند، مرشد ملت نمبر)

❁

یہی عاشقوں کا شیوہ یہی عاشقوں کی عادت
کبھی گریہ وبکا ہے، کبھی آہِ سرد بھرنا
یہی عشق کی علامت، یہی عشق کی ضمانت
کبھی ذِکر ہو زباں سے، کبھی دِل میں یاد کرنا
مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا، ترے عاشقوں میں مرنا

(حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ کی چند خصوصیات

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب غزنوی
سابق استاذ دارالعلوم دیو بند، حال استاذِ حدیث جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

الحمد للّٰہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد!

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ سے احقر کا نہ تو اِصلاحی تعلق تھا اور نہ ہی اپنی مصروفیات کی وجہ سے اُن کی مجلسوں میں حاضر ہونے کے کوئی خاص مواقع میسر آسکے، البتہ جامعہ اشرف المدارس کراچی میں چونکہ مسلسل پانچ سال ۱۴۱۶ھ تا ۱۴۲۱ھ تک بندہ حدیث کا ایک سبق پڑھاتا رہا اس لیے اس دوران حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ کو قریب سے دیکھنے، اُن کی اِصلاحی سرگرمیاں سمجھنے اور اُن کی خصوصیات سے واقف ہونے کا کچھ نہ کچھ موقع ضرور ملا، لہٰذا میں بلا تکلف و تصنع اور جذباتی عقیدت سے بالاتر ہوکر یہ عرض کرتا ہوں کہ اس دوران مجھے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں تین خصوصیات نمایاں طور پر محسوس ہوئیں۔

(۱) مقبولیتِ عامہ:

موصوف کی مقبولیتِ عامہ بلکہ محبوبیتِ عامہ کی یہ حالت تھی کہ اندرون ملک اور بیرونِ ملک ایک وسیع حلقہ جس میں علماء کرام، عام مسلمان، امیر، غریب، جدید تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگ سب شامل تھے، آپ سے اِرادت کا تعلق رکھتا تھا اور آپ سے بے حد محبت وخلوص کا جذبہ رکھتا تھا، مقبولیتِ عامہ کی ایک واضح مثال آپ کی نمازِ جنازہ میں اتنی بڑی تعداد کی شرکت تھی کہ کراچی نے زمانۂ قریب میں کسی جنازہ میں اتنی بڑی تعداد شاذ و نادِر ہی دیکھی ہوگی۔ عام مسلمانوں کی اتنی بے حد محبت حضرت قدس سرہٗ کے مقبول عنداللہ ہونے کی واضح علامت ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا (سورۃ مریم ۹۶) یعنی بلا شبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، (خدائے) رحمان اُن کے لیے (دلوں میں) محبت پیدا کردے گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی سند

کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی رِوایت سے نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے ’’جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتے ہیں تو جبریل علیہ السلام کو آواز دیتے ہیں کہ میں (اللہ تعالیٰ) فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں لہٰذا آپ بھی اُن سے محبت کیجئے، پس جبریل علیہ السلام اُن سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبریل علیہ السلام آسمان والوں کو آواز دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندہ سے محبت کرتے ہیں لہٰذا آپ بھی اُن سے محبت کیجئے تو آسمان والے اُن سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین والوں میں اُن کی مقبولیت راسخ ہوجاتی ہے‘‘۔ (بخاری شریف ص۸۹۲؍جلد ثانی)

(۲) مؤثر اندازِ بیان:

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کی دوسری خصوصیت اُن کا نہایت با اثر اور پر سوز اندازِ بیان تھا، آپ جو بولتے تو سامعین کو حیرت میں مبتلا کردیتے، ہنساتے، رُلاتے، تڑپاتے اور آمادۂ عمل کرتے، مجھے یاد ہے کہ ۱۴۱۲ھ کو جب میں دارالعلوم دیوبند انڈیا سے تازہ تازہ کراچی منتقل ہوا تو مجھے ایک دن یہ معلوم ہوا کہ حضرت اقدس مولانا ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ (خلیفۂ مجاز حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ) کراچی تشریف لائے ہوئے ہیں اور جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال میں مقیم ہیں، احقر کا چونکہ انڈیا ہی سے حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئیؒ سے تعارف تھا تو اُن سے ملنے کے لیے جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال حاضر ہوا، جب میں مدرسہ میں داخل ہوا تو اُس وقت خانقاہ میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کا بیان جاری تھا، حضرت اقدس مولانا ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ ابھی مجمع میں تشریف نہیں لائے تھے، حضرت حکیم صاحبؒ سے احقر کی یہ پہلی ملاقات و زِیارت تھی، میں تو حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی علیہ الرحمہ سے ملاقات کرنے اور اُن سے اِستفادہ کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ نعمت ِغیر مترقّبہ کے طور پر حضرت حکیم صاحب علیہ الرحمہ کے اِس بیان سے بے حد متأثر ہوا اور مجھے بڑا فائدہ محسوس ہوا، اُن کی مجلس میں، میں نے غیر معمولی کشش و جاذبیت محسوس کی اور وہ کشش محض الفاظ کی نہ تھی اور نہ ہی صرف الفاظ میں اتنی جاذبیت ہوسکتی ہے جب تک کہ الفاظ میں گہری معنویت نہ ہو اور محض معنویت بھی زنجیرِ کشش نہیں بن سکتی جب تک کہ اس معنویت میں معرفت نہ ہو اور محض معرفت بھی کشش کے اُس مقام پر نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ اس میں محبت نہ ہو، لہٰذا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ ایک مؤثر خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ معرفت و صاحبِ عشق و محبت بھی تھے، محبتِ الٰہی اُن کے دل کی رگ وپَے میں سمائی ہوئی تھی اور اسی سے اُن کی خطابت کا چشمہ اُبلتا تھا جس میں دوسروں کے دِلوں بلکہ اُن میں سما جانے کی خاصیت ہوتی تھی۔

(۳) متوسلین پر اُن کا نمایاں اثر:

تیسری خصوصیت جو احقر نے حکیم صاحب قدس سرہٗ میں محسوس کی وہ اُن کا اپنے مریدین ومتوسلین پر واضح طور پر اثر انداز ہونا تھا، اُن کے متوسلین میں ڈاکٹر، انجینیئر، فوجی، وکیل اور عام لوگ سب ہی شامل ہیں، میں نے اپنے اندازہ کے مطابق اُن سب میں ایک مشترکہ کیفیت یہ محسوس کی ہے کہ اُن پر اپنے شیخ کا رنگ اور تقویٰ کے آثار نمایاں طور پر نظر آتے ہیں، وہ نہ صرف ظاہری طور پر صاف ستھرے اور سنت کے مطابق لباس وحلیہ والے ہوتے ہیں بلکہ عملی طور پر بھی سنتوں کے پابند، نگاہوں کی حفاظت کرنے والے اور اپنی زبانوں کو قابو میں رکھنے والے اور اپنے کانوں کو گناہوں سے بچانے والے ہوتے ہیں، متوسلین کے اس تقویٰ وطہارت سے مرشد کے تقویٰ وطہارت کا اَندازہ لگایا جاسکتا ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک عام ماحول میں رہنے والے مسترشدین کے تقویٰ کا جب یہ عالم ہے تو مرشد کے تقویٰ کا کیا مقام ہوگا؟ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم صاحبؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عنایت فرمائے اور پسماندگان و متعلقین ومسترشدین کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

۞

علامہ محمود نسفی نے تفسیرِ خازن میں لکھا ہے حَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا افعالِ تعجب میں سے ہے یعنی مَا اَحْسَنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقاً یہ کیا ہی پیارے رفیق ہیں، جو انشاء پر دلالت کرتا ہے۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب فرماتے تھے کہ اللہ والوں کو رفیق تو بناؤ لیکن حَسُنَ فرما کر اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ ان کے ساتھ تمہاری رفاقت حسین ہو، حسنِ رفاقت ہو اور وہ حسن کیا ہے؟ وہ اتباع، محبت وعظمت اور ادب ہے، اپنی رائے کو فنا کرنا اور ان کی مرضی پر چلنا، خالی جسم سے ساتھ مت رہو کہ ان کے دسترخوان پر انڈا اور مرنڈا اور پسندہ کباب کو مطلوب بنالو ورنہ جسم تو منافقین کا بھی ساتھ تھا لیکن دل نبی کے ساتھ نہیں تھا لہٰذا محروم رہے۔ اس لیے دل سے اہل اللہ کے ساتھ رہو، دل سے ان سے محبت کرو، ان سے تقویٰ سیکھو، صراطِ مستقیم پا جاؤ گے۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ، عظیم بزرگ اور باغ و بہار شخصیت

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤوف صاحب سکھروی
استاذِ حدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندہ جب ۱۳۸۹ھ میں دورۂ حدیث کے لیے جامعہ دارالعلوم کراچی حاضر ہوا تو کچھ عرصہ کے بعد علم ہوا کہ ناظم آباد کراچی میں ہمارے اکابر میں سے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ بھی ہیں جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصول کے مطابق اپنے متعلقین کی اصلاح فرماتے ہیں اور اُن کے قریب دارالافتاء والارشاد میں حضرت مولانا مفتی رشید احمدؒ ہیں، ان دونوں حضرات کی بڑی علمی اور اصلاحی خدمات ہیں، چنانچہ اُن کی زیارت اور ملاقات کا شوق دل میں پیدا ہوا، کیونکہ بندہ کو اپنے سلسلہ کے اکابر و مشائخ سے دلی محبت ہے، اللہ پاک اس کو بندہ کے لیے ذریعۂ نجات بنائیں۔ آمین۔

ایک مرتبہ سکھر میں حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ تشریف لائے، بندہ اپنے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحبؒ کے ہمراہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور پہلی مرتبہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی زیارت ہوئی لیکن حضرتؒ نے اس موقع پر جو باتیں ارشاد فرمائیں وہ یاد نہیں، پھر ایک مرتبہ ہمارے سکھر والے گھر بھی تشریف لائے اور ہمارے قدیم مکان کی بیٹھک میں تشریف فرما ہوئے اور بندہ سے فرمایا آپ کو جامعہ دارالعلوم کراچی میں تدریس و افتاء کی خدمت کا موقع ملنا بڑی نعمت ہے، اور یہ ترقیاتِ عالیہ کا باعث ہے، یکسوئی اور محنت سے لگے رہیں، انشاء اللہ تعالیٰ بڑی کامیابی ہوگی، ایسے مواقع کم لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں، بلا شبہ حضرتؒ کا ارشاد بندہ کے حق میں بہت نافع اور مفید ثابت ہوا، جس پر جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنیؒ جامعہ دارالعلوم کراچی کے مکاتبِ قرآنیہ کے ناظم تھے اور اُن مکاتب کا سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ امتحان دیگر اساتذہ اور تلامذہ کے ساتھ لینے جایا کرتے تھے، اکثر وہ بندہ کو بھی ساتھ لے جاتے تھے، ایک دو مرتبہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے زیرِ سرپرستی قائم ہونے والے قرآنی مکاتب کا امتحان لینے کے لیے تشریف لے گئے، بندہ بھی اُن کے ساتھ گیا، حضرت مولاناؒ کے حکم سے امتحانی رپورٹ بھی بندہ نے لکھی، اس وقت

حضرت حکیم صاحبؒ کے قریب ہونے کا موقع ملا، حضرت حکیم صاحبؒ نے بندہ کی امتحانی رپورٹ پڑھ کر بہت سراہا اور خوشی کا اظہار فرمایا، اس وقت حضرت حکیم صاحبؒ کی بے تکلفی، سادگی اور خوش مزاجی کا اندازہ ہوا، اور طبیعت بہت مانوس ہوئی۔ حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ بہت سادہ اور نہایت خوش مزاج تھے، اس وقت ان دونوں حضرات کی بے تکلفی اور خوش طبعی قابلِ دید تھی، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ خوش رنگ اور خوبصورت ہونے کے ساتھ خوش لباس اور خوش خوراک بھی تھے، عمدہ کھانوں سے حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع فرماتے تھے اور اُن کے طفیل بندہ کو بھی اس میں سے وافر حصہ ملتا تھا، اس طرح بندہ کا بھی حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خاصا تعارف ہوگیا اور موقعہ بموقعہ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہونے لگی اور حضرتؒ بندہ پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔

نعمت کی قدر دانی کا عجیب انداز:

متعدد بار حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کھانے میں شریک ہونے سے پہلی بار ایک ادب معلوم ہوا، وہ یہ کہ عام طور پر کھانوں میں کالی مرچ، لونگ، بڑی الائچی اور چھوٹی الائچی ڈالی جاتی ہے اور جب کھانا کھایا جاتا ہے تو ان کو نکال کر پھینک دیا جاتا ہے، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بندہ نے دیکھا کہ وہ کھانے کے ساتھ ان کو بھی کھالیا کرتے تھے، بندہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا یہ چیزیں متعدد طبی فوائد کی بنا پر کھانوں میں ڈالی جاتی ہیں اور کھانا پکنے کے بعد بھی وہ فوائد اُن میں باقی رہتے ہیں، اس لیے ان کو پھینکنا اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے جس سے بچنا چاہئے، یہ سن کر بندہ کی آنکھیں کھلیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدردانی کا عجیب انداز معلوم ہوا، اس وقت سے بندہ بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

بہرحال حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کا فیضِ روحانی دور دور تک عام ہوا، چنانچہ بے شمار لوگ اور بہت سے علماء کرام حضرتؒ سے بیعت ہوئے، حیدرآباد سندھ میں بندہ کے خاندان اور برادری کے بھی بہت حضرات اُن سے بیعت ہوئے اور بعض اُن کے مجاز بھی بنے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ اُن کی خواہش پر ہر ماہ حیدرآباد تشریف لے جاتے تھے اور وہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاحی مجالس ہوتی تھیں، اس نسبت سے بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بندہ کا تعلق بڑھ گیا اور حضرتؒ کو ہمیشہ اپنے اوپر مہربان پایا۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور ومعروف تالیف ''معارفِ مثنوی'' جب سب سے پہلے جناب حافظ عبدالقدیر صاحب نے مکتبہ اصلاح وتبلیغ ہیرآباد حیدرآباد سندھ سے شائع کی اور بندہ نے اس کو پڑھا تو بہت لطف آیا، منتخب مثنوی کی ایسی آسان، دلچسپ، پراثر اور جامع

ہدایات پر مشتمل کسی اور شرح کو نہ پایا، احقر کے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی کبھی کبھی احقر سے سنا کرتے تھے اور بعض مرتبہ اُن پر رقّت بھی طاری ہو جاتی تھی۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلا شبہ اپنے وقت کے مثنوی کے امام تھے، آپ کا کوئی وعظ اور کوئی مجلس مثنوی کے اشعار کی دل نشین تشریح سے خالی نہیں ہوتی تھی، بلا مبالغہ آپ کو مثنوی کے ہزاروں اشعار زبانی یاد تھے اور اُن کی بے غبار شرح فرمانے کے ماہر تھے، اور چونکہ خود بھی بہت اچھے شاعر تھے اس لیے مثنوی کے اشعار کے ساتھ اردو کے بھی بے شمار اور برمحل اشعار دل کو تڑپا دیتے تھے، نیز دوسرے شعراء کے اشعار بھی خوب سنے، ساتھ ہی قرآن کریم کی آیات کے تفسیری نکات اور نحوی فوائد بھی بیان فرماتے تھے، جس سے اہلِ علم خوب محظوظ ہوتے تھے، بندہ کبھی کبھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے جایا کرتا تھا، حالتِ صحت میں اکثر کوئی نہ کوئی شعر ضرور سناتے تھے، ایک مرتبہ بندہ ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو یہ چند اشعار سنائے جو افادۂ عام کے لیے عرض کرتا ہوں۔ فرمایا مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب اِلہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے، گر کر اٹھے، اٹھ کر چلے

یعنی اصلاح وتربیت کے راستے میں ہمت مردانہ کے ساتھ برابر لگا رہے، دعا اور کوشش کرتا رہے اور اپنے مُرشد سے ہدایات لیتا رہے، آخر ان شاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی۔

خونِ دل پینے کو، لختِ جگر کھانے کو
یہ غذا ملتی ہے، جاناں! ترے دیوانے کو

یعنی جب کوئی شخص اصلاحِ باطن کی راہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب بن جاتا ہے تو اس کو دل وجان کی خواہشات قربان کرنا پڑتی ہیں، اس کے بغیر یہ راستہ طے نہیں ہوتا۔

فرمایا:۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ ڈپٹی کلکٹر تھے، گریجویٹ تھے، اِلہ آباد یونیورسٹی سے بی اے تھے، لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ دن کی صحبت سے اللہ تعالیٰ کی نسبت پا گئے اور تعلق مع اللہ کی دولت سے مشرف ہوئے اور جب تھانہ بھون سے جانے لگے تو فرمایا ؎

نقشِ بُتاں مٹایا، دِکھایا جمالِ حق
آنکھوں کو آنکھیں، دل کو مرے دل بنادیا
آہن کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے
ناآشنائے دردِ دل کو بسمل بنادیا

مجذوبؔ در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنادیا

خواجہ صاحبؒ کو کسی نے لکھا کہ جو دولتِ عشق ومحبت اور تواضع وفنائیت کی آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پائی ہے مجھے دے دیجئے! تو فرمایا۔

مے یہ ملی نہیں ہے یوں، قلب وجگر ہوئے ہیں خوں
کیوں میں کسی کو مفت دوں، مے میری مفت کی نہیں

اس کی تشریح مجذوب صاحبؒ کے اس شعر سے بھی ہوتی ہے۔

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو، دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل

یعنی تزکیہ کی راہ میں بار بار نفس کی ناجائز خواہشات کو دبانا اور قربان کرنا پڑتا ہے، تب جاکر اصلاح ہوتی ہے اور تعلق مع اللہ کی دولتِ عظمیٰ نصیب ہوتی ہے مولانا رومیؒ کا ایک شعر ہے۔

ایں چنیں شیخِ گدائے کو بہ کو
عشق آمد لاابالی فاتقوا

مجذوب صاحبؒ کا شعر ہے۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

پہنچنے میں ہوگی مشقت جو بے حد
تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی

جو کرتے ہو تم چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے، اُسے آسماں سے

فرمایا حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور بھی حضرت تھانویؒ کی تربیت سے جب واقعۃً وہ جمیل ہوئے تو حضرت خواجہ صاحبؒ نے اُن کے بارے میں فرمایا۔

پیشِ مرشد ذلیل ہوجاؤ
متبع بے دلیل ہوجاؤ
پھر تو سچ مچ جمیل ہوجاؤ
یعنی حق کے خلیل ہوجاؤ

ان اشعار میں تعلق مع اللہ نصیب ہونے کا طریقہ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا نگینہ حاصل ہونے کا صراحت کے ساتھ ذکر ہے۔

فرمایا: مولانا رومیؒ جب صاحبِ نسبت ہوئے تو ساڑے اٹھائیس ہزار اشعار اللہ تعالیٰ نے اُن کی زبان سے نکلوائے، اس کی طرف ان کے اس شعر میں اشارہ ہے ؎

قافیہ اندیشم ودل دار من گویم

گویدم میندیش جز دیدارِ من

یعنی جب کسی شعر کا قفیہ سوچتا ہوں، تو مرا محبوب فرماتا ہے، میرے دیدار اور میری زیارت کے سوا کچھ نہ سوچ قافیہ ہم خود دل میں بدل ڈالیں گے۔ آخر میں مولانا رومیؒ نے فرمایا ؎

چوں فتاد از روزنِ دل آفتاب

ختم شد واللہ اعلم بالصواب

یعنی جب دل کی کھڑکی سے آفتاب ہٹ گیا تو مثنوی ختم ہوگئی واللہ اعلم بالصواب، یعنی جب تک من جانب اللہ مثنوی کے اشعار دل پر وارد ہورہے تھے، عرض کرتا گیا، جب اُن کا آنا بند ہوگیا، مثنوی بھی ختم ہوگئی چنانچہ جہاں مثنوی ختم ہوئی ہے وہاں جو واقعہ شروع فرمایا تھا وہ بھی ناتمام رہ گیا، معلوم ہوا کہ مثنوی کے یہ اشعار الہامی تھے اور من جانب اللہ دل اور زبان سے جاری ہوئے تھے۔

پھر مولانا رومیؒ کے وصال کے چھ سو سال کے بعد انڈیا کے شہر کاندھلہ میں حضرت مفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اور انہوں نے مولانا رومیؒ کی مثنوی پوری کی اسی لیے وہ خاتمِ مثنوی کہلاتے ہیں۔

فرمایا: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص دو کتابیں پڑھ لے گا، وہ خدا کے عشق و محبت کی دولت پائے گا۔

۱۔مثنوی شریف، ۲۔گلزارِ ابراہیم، فرمایا مجذوب صاحبؒ کا شعر ہے ؎

ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے

معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

کچھ بھی نہ ہو ایک تو ہو، تو سب کچھ ہے مرے پاس

سب کچھ ہو مگر تو نہ، تو کچھ بھی نہیں ہے مرے پاس

محبت بھی کیا عاشقو! ہے تجارت

یہ کیوں ذکرِ سودوزیاں ہورہا ہے

یہ ہوا ثابت بوقتِ امتحانِ دردِ دل

دردِ دل سمجھے تھے جس کو تھا گمانِ دردِ دل
حاضر، یہ شرم سار ہے، سر اپنا خم کیے
اور آنکھ اپنی اشکِ ندامت سے نم کیے

اگر عالم سراسر خار باشد
دلِ عاشق گل وگلزار باشد

فرمایا حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کا شعر ہے ؎

ترے غم کی مجھ کو جو دولت ملے
غمِ دو جہاں سے فراغت ملے

یعنی دنیا کی نعمتوں سے دل کم لگاؤ اور نعمت دینے والے سے زیادہ لگاؤ اور نعمتوں کی محبت پر منعم کی محبت غالب کرلو تو جہاں بھی رہو گے غالب رہو گے! جگر مرادآبادیؒ کا شعر ہے ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگرؔ
وہ مجھ پہ چھا گئے، میں زمانہ پہ چھا گیا

ایک مرتبہ وحدۃ الوجود کی ان اشعار سے وضاحت فرمائی ؎

منصور کی زباں پہ تھا خود قول یار کا
اتنی سی بات تھی مگر طومار ہوگیا

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

فرمایا ؎

مجھے ہر شئی ہے ساقی، جب سے تو ہے دل نشیں ساقی
شجر ساقی، حجر ساقی، فلک ساقی، زمیں ساقی

لے اُڑا میرا تصور مری آنکھیں کہیں اور لے اُڑا
یہ محوِ دید تو ہیں، محوِ انتظار نہیں

حدیث میں آسان حساب کے بارے میں یہ دعا آئی ہے، اللھم حاسبنی حسابا یسیرا، یعنی اے اللہ! میرا حساب آسان لینا، اس کے متعلق حضرت مجذوبؒ کا یہ شعر سنایا ؎

مجذوبؔ نامراد تو یہ سن کے رودیا
جاہم نے تجھ کو چھوڑ دیا، بے سزا دیے

کردیجئے بس اب مجھے اپنے سے بے خبر
اس اپنے علم نے مجھے جاہل بنادیا

ایک مرتبہ حضرت حکیم محمد ابراہیم رزمیؒ کا شعر سنایا۔

موت سے یاری نہ تھی
ہستی سے بے زاری نہ تھی
اُس سفر پر چل دیے ہم
جس کی تیاری نہ تھی

ایک مرتبہ حضرت حکیم صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا، بعض اشعار کا ایک مصرعہ مشہور ہوتا ہے اور دوسرا غیر معروف ہونے کی وجہ سے معلوم نہیں ہوتا، پھر ایسے چند اشعار سنائے مثلاً۔

آں دم کہ دل بعشقِ دِہی خوش دم بود
درکارِ خیر حاجتِ استخارہ نیست

اس شعر کا دوسرا مصرعہ مشہور و معروف ہے اور پہلا مصرعہ معروف نہیں۔

مستی کے لیے بوئے مئے تند ہے کافی
میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے

اس شعر میں دوسرا مصرعہ بہت مشہور ہے اور پہلا مصرعہ مشہور نہیں ہے، پھر چند دیگر اشعار برائے اصلاح ارشاد فرمائے۔

مجھ کو جینے کا سہارا چاہئے
دل ہمارا، غم تمہارا چاہئے
داستانِ عشق ہم کس کو سنائیں آخر
جس کو دیکھو وہی دیوار نظر آتا ہے
ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں
ترے حسن کی عطا ہے، ترے عشق کا صلہ ہے
مری آہِ صبح گاہی، مرا نالۂ شبانہ
کوئی نہیں جو یار کی لاوے خبر مجھے
اے سیلِ اشک! تو ہی بہادے اُدھر مجھے

یارب! ترے عُشّاق سے ہو میری ملاقات
قائم ہیں جن کے فیض سے یہ ارض وسماوات

☆

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا، ترے عاشقوں میں مرنا
یہ تری عنایتیں ہیں، یہ ہے تیرا جذبِ پنہاں
مری جان ودل کا تجھ کو ہمہ وقت یاد رکھنا

☆

رنگ رلیوں پہ زمانہ کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو باندازِ بہار آئی ہے
جی چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے
یارِ غالب جو کہ تا غالب شویٰ
یارِ مغلوباں مشو، ہیں اے غویٰ

☆

یعنی جولوگ اپنے نفس سے مغلوب اورنفسانی خواہشات کے غلام ہیں ان سے دوستی نہ کر کیونکہ وہ بے راہ ہیں، ان لوگوں سے دوستی کراوران کی صحبت میں رہ جواپنے نفس پرغالب ہیں تاکہ تو بھی نفس وشیطان پہ غالب ہوسکے یعنی اللہ والوں کی صحبت اختیار کرآزادلوگوں کی صحبت سے پرہیز کر۔

مذکوہ مضمون کے متعلق یہ اشعار خوب ہیں۔

شو ہمدمِ پروانہ
تاسوختن آموزی
باسوختگان بنشیں
شایدکہ تو ہم سوزی

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

ایک مرتبہ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی کے اس شعر کی تشریح فرمائی۔

در فراخِ عرصۂ آں پاک آں
تنگ آید عرصۂ ہفت آسماں
رومی

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی جانوں میں جو قلوب ہیں، ان میں اتنی وسعت ہے کہ ساتوں آسمان کی وسعت بھی ان کے سامنے تنگ ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اللہ والے مصاحبِ خورشید ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کے قلب میں اتنی وسعت پیدا فرما دیتے ہیں کہ ساتوں آسمان اُن کے قیدی معلوم ہوتے ہیں جیسے جگر مرادآبادیؒ کا شعر ہے ؎

کبھی کبھی تو اسی ایک مشتِ خاک کے گرد
طواف کرتے ہوئے ہفت آسماں گزرے ہیں

ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا تو مولانا رومیؒ کے درج ذیل چند اشعار کی تشریح فرمائی ؎

نامِ او چوں برزبانم می رود
ہر بنِ مو از عسل جوئے شود

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ جب اللہ پاک کا نام میری زبان سے نکلتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ میرے بال بال شہد کے دریا رواں ہو جاتے ہیں ؎

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتئی
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

یا اللہ آپ نے اپنی قیمت دونوں جہاں بتلائی ہے، اپنی قیمت اور بڑھائیے، دونوں جہاں کے بدلے میں تو آپ سستے معلوم ہوتے ہیں، یہ شعر ایک بزرگ نے اس وقت کہا تھا، جب وہ کہیں جا رہے تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا! اے خدا! آپ کی کیا قیمت ہے؟ کس قیمت پر ملتے ہیں آسمان سے آواز آئی دونوں جہاں مجھے دے دو اور مجھے لے لو!

فوراً ان بزرگ نے مذکورہ شعر پڑھا، خواجہ صاحبؒ نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا ہے ؎

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

پھر فرمایا اہلِ دل کو اہلِ دل کیوں کہتے ہیں؟ حالانکہ دل تو انسان اور جانور سب کے جسم میں ہیں، اس کا جواب اس شعر میں ہے ؎

اہلِ دل آنکس کہ حق را دل دہد

دل دہد اورا کہ دل را می دہد

یعنی اہلِ دل وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو اپنا دل دے دیتے ہیں پس جس نے دل عطا کیا ہے اسی کو دل دے دیتے ہیں اس لیے وہ اہلِ دل کہلاتے ہیں۔

خانقاہ کی تعریف:

ایک مرتبہ فرمایا جس طرح مدرسہ درودیوار کا نام نہیں بلکہ استاد وشاگرد کا نام ہے اسی طرح خانقاہ کسی عمارت کا نام نہیں، شیخ اور مرید کا نام ہے جس کی تشریح اس شعر سے ہوتی ہے ؎

اہلِ دل کے دل سے نکلے آہ آہ
بس وہی اخترؔ ہے اصلی خانقاہ
اختر

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار میں اور مثنوی شریف کے بیان میں جہاں اللہ جل شانہ کے عشق ومحبت کا ذکر ہوتا تھا وہاں آپ کے اشعار سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پایاں محبت بھی نمایاں ہوتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں آپ کی نعتیں معروف ہیں اور حضرتؒ دوسرے شعراء کی نعتیں بھی بڑے شوق سے سنتے تھے اور خود بھی اور حاضرینِ مجلس بھی محظوظ ہوتے، خود بھی سنتوں پر عمل کرتے اور متعلقین کو بھی عمل کرنے کی طرف متوجہ فرماتے، اس سلسلہ میں آپ کا کتابچہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری سنتیں قابلِ قدر ہے اور اس بارے میں آپ کے یہ اشعار خوب ہیں ؎

جو مدینہ طیبہ کے بارے میں یہ اشعار واقعی دل کو تڑپانے والے ہیں ؎

دل تڑپتا ہے میرا سینے میں
ہائے پہنچوں گا کب مدینے میں
اس کا جینا ہے کوئی جینے میں
قلب جس کا نہ ہو مدینے میں

حضرت حکیم صاحبؒ کی یہ نعت مدینہ طیبہ کی یاد اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس سے فریاد کرنے میں عجیب ہے ؎

رنگ لائیں گی کب میری آہیں
پھر مدینہ کی جانب کو جائیں
جب نظر آئے وہ سبزِ گنبد
کہہ کے صلِّ علیٰ جھوم جائیں

جب حضوری کا عالم عطا ہو
ان کو افسانۂ غم سنائیں
اب نہ جانا ہو گھر، ہم کو واپس
چپکے چپکے یہ مانگیں دعائیں
مجھ کو اپنا بنالو کرم سے
ملتزم پر یہ مانگیں دعائیں
تیرے در پر مرا سر ہو یا رب
جان اس طرح تجھ پر لٹائیں
دونوں عالم کی کیا ہے حقیقت
جتنے عالم ہوں تجھ پر لٹائیں
تیرا دردِ محبت سنا کر
سارے عالم کو مجنوں بنائیں
سارے عالم کو مجنوں بنا کر
میرے مولیٰ! ترے گیت گائیں
سارے عالم میں پھر پھر کے یارب
تیرا دردِ محبت سنائیں
لذتِ قرب پاکر تری ہم
لذتِ دو جہاں بھول جائیں
دربدر ڈھونڈتا ہے یہ اختؔر
اہلِ دردِ محبت کو پائیں

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ، مجالس اور اکثر ملفوظات اللہ تعالیٰ کے عشق ومحبت کے درس پر مشتمل ہوتے تھے، اُن کے سننے سے دل پر بہت اثر ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ کی محبت جوش مارنے لگتی تھی، بالخصوص درسِ مثنوی بہت اثر انگیز ہوتا تھا اور حضرت مجذوبؒ کے اس شعر کا مصداق ہوتا تھا ؎

پھر ذرا مطرب اُسی انداز سے
جی اُٹھے مردے تری آواز سے

عشقِ حقیقی اور حق تعالیٰ کی محبت کے بیان کے ساتھ آپ کے بیانات میں شدت کے ساتھ عشقِ مجازی کی مذمت ہوتی، نامحرم عورتوں اور بے رِیش لڑکوں کی محبت کے نقصانات کا اپنے خاص انداز سے ذکر فرما کر اس سے بچنے کی تاکید ہوتی اور بدنگاہی چونکہ اس کا پہلا قدم ہے اس لیے اس پر بھی خوب نکیر فرماتے اور اس کے نقصانات گنواتے اور اس سے بچنے کی بے حد تاکید فرماتے تھے۔

یہ بات بڑی مسرت اور خوشی کی ہے کہ حضرت حکیم صاحبؒ کے مثنوی کے دروس اور دیگر مجالس و مواعظ اکثر ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ ہیں اور ان میں سے اکثر الحمدللہ طبع ہو کر کتب خانہ مظہری سے شائع ہو چکے ہیں، طالبین آج بھی انہیں لے کر اور پڑھ کر وہ فوائد اور نصیحتیں حاصل کر سکتے ہیں جو اوپر ذکر کیے گئے ہیں۔

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بندہ پر یہ بھی شفقت رہی اور احسان رہا کہ جب کبھی خدمت میں حاضر ہوا، اپنی کوئی نہ کوئی تازہ تالیف عنایت فرمائی اور کبھی متعدد کتب کا سیٹ عطا فرمایا، جزاہ اللہ تعالیٰ۔ اس طرح الحمدللہ احقر کے پاس حضرتؒ کے مواعظ اور مثنوی شریف کے دروس کا اچھا خاصہ ذخیرہ جمع ہے۔ جب کبھی اُن کا مطالعہ کرتا ہوں تو چھوڑنے کا دل نہیں چاہتا، اللہ پاک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائیں اور ان کی تمام خدمات قبول فرمائیں، آمین۔

حضرتؒ کے مواعظ اور مجالس کی اشاعت میں سب سے بڑا حصہ ان کے خلیفۂ اجل حضرت میر صاحب مدظلہم کا ہے، باوجود صاحبِ فراش اور مریض ہونے کے وہ یہ عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں، اللہ پاک ان کو صحت بخشیں اور ان کا سایہ سلامت رکھیں اور ان کی اس خدمت کو قبول فرمائیں، آمین۔

بندہ حقیر و فقیر ایک ادنیٰ طالب علم ہے لیکن حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر ناچیز سے مسائل دریافت فرماتے تھے اور ناچیز سے فتویٰ لیا کرتے تھے اور اس پر اپنے اِطمینان کا اظہار فرماتے تھے بلکہ اپنے متعلقین اور منتسبین کو بھی بندہ سے فقہی مسائل میں رجوع کرنے کی تلقین فرماتے تھے، یہ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذرہ نوازی ہے، ورنہ من آنم کہ من دانم بندہ اس قابل کہاں بقول کسی شاعر کے ؎

کہاں میں، اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی

(بندہ عبدالرؤف سکھروی، جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴ر)

❁

عارف باللہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال پر ملال

حضرت مولانا محمد اسلام الحق صاحب مظاہری سیتاپوری مدظلہٗ، انڈیا
خلیفۂ مجاز حضرت مولانا عبدالحافظ کھیریؒ

بروز پیر ۲۳؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲؍جون ۲۰۱۳ء ۷؍بج کر ۴۰؍منٹ پر محی الطریقت، ماہرِ شریعت، ماحیِ بدعت، شاہ معرفت، آگاہِ حقیقت، درویشِ خدا مست، نباض وقت، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، رأس الکاملین، فخر المحققین، عمدۃ الواعظین، برکت العصر قطب الارشاد، سراپا درد و عشق، عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ دس درجن کتب معرفت، سینکڑوں خلفاء، لاکھوں معتقدین و متوسلین اور پوری اُمتِ مسلمہ کو مغموم اور اشک بار چھوڑ کر اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حضرت والاؒ کی وہ خصوصیات جن میں وہ معاصرین سے منفرد تھے:

شیخ کی محبت مجاہدہ: مرشدنا و مولانا قطب العالم حضرت شاہ عبدالحافظ صاحب کھیری نوّر اللہ مرقدہٗ خلیفۂ ارشد شیخ المشائخ، قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوریؒ اور حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے رفیقِ خاص اور پیر بھائی تھے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حکیم صاحبؒ اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمہ اللہ کے عاشق تھے اور تا وقتِ وفات حضرت پھول پوریؒ، تقریباً ۱۷ سال تک شبانہ روز خدمت فرمائی ہے۔ ایک مرتبہ حکیم صاحبؒ نے اپنے مرشد حضرت پھول پوریؒ سے عرض کیا کہ حضرت! لوگ دُور دُور سے آتے ہیں، معانقہ کرتے ہیں اور فیض اٹھا کر چلے جاتے ہیں لہٰذا ہم کچھ دنوں بعد آیا کریں اور فیض اٹھا کر چلے جایا کریں؟۔ حضرت والاؒ نے جواب دیا جو قریب رہ کر اپنے شیخ کی خدمت کرتا ہے، ڈانٹ ڈپٹ سہتا ہے وہ لعل بن جاتا ہے اور واقعی حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے خدمت کا حق ادا کر دیا۔ ایک مرتبہ حضرت والا مولانا شاہ پھول پوریؒ نے سو کا نوٹ دیا اور فرمایا کہ پھٹکر کروا کر لاؤ۔ حکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لے گئے اور کچھ تاخیر سے آئے۔ حضرت والاؒ نے فرمایا کہاں تھے؟ فرمایا مطب میں ایک مریض بیٹھا تھا اس کو دیکھنے لگا۔ حضرت والاؒ نے جذب کے عالم میں فرمایا ''مطب میں آگ

لگ جائے'' واقعی آگ لگ گئی ۔ اب حکیم صاحبؒ نے مطب پر جانا بند کردیا اور ۲۴؍ گھنٹے حضرت والاؒ کی خدمت میں رہنے لگے ۔ معاشی تنگی آئی اہلیہ بھی بڑی صابرہ تھیں ، قانعہ تھیں ، کبھی زبان پر شکوہ نہیں لائیں ۔ بلکہ حضرت حکیم صاحب سے فرماتیں '' آپ مطمئن ہوکر حضرت والاؒ کی خدمت کریں'' (یہ فرما کر حضرت والا کھیری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سرد آہ بھرتے اور فرماتے اب ایسی عورتیں کہاں ہیں؟) ۔

ہمارے حضرت پھول پوریؒ سراپا درد تھے ، سراپا عشق تھے ، عجیب عالم تھا ۔ آٹھ آٹھ دس دس گھنٹے مسلسل تلاوت فرماتے رہتے تھے ۔ عجیب کیفیت طاری ہوجاتی تھی ، تلاوت کا درد بھرا انداز ہوتا تھا ۔ نو یا دس آیتوں کے بعد زور سے '' آہ '' فرماتے '' یا اللہ '' فرماتے اس آہ اور اللہ میں ایسی تاثیر موجود ہوتی تھی کہ سننے والے کا دل حرکت میں آجاتا تھا ہمہ وقت باطنی نسبت مع الحق کا ظہور رہتا رہتا تھا

صراحی در بغل، ساغر بکف مستانہ وار آجا
لگائے آسرا بیٹھا ہے اِک دیوانہ برسوں سے

حضرت مولانا حکیم صاحبؒ نے اپنے شیخ کی جو سترہ سال تک شبانہ روز خدمت فرمائی اور شیخ کی ڈانٹ ڈپٹ کھائی اس کی برکت سے حکیم صاحب بھی سراپا درد اور سراپا محبت بن گئے تھے اُن کی زبان جب بولتی تو عشقِ الٰہی کے اسرار و رموز آشکارا کرتی تھی ۔ بہر حال اُن کے مواعظ سے نہ معلوم کتنے غافل دل بیدار ہوگئے اور یادِ الٰہی سے سرشار ہوگئے ، ہمارے مرشد حضرت عبدالحافظ صاحبؒ بھی سراپا درد تھے ، سراپا عشق تھے ، حضرت پھول پوریؒ کے خلیفۂ اجل تھے اس لیے جب حضرت حکیم صاحبؒ کا تذکرہ فرماتے تو اشک بار ہوجاتے آواز گلوگیر ہوجاتی ، سرد آہ بھرتے رہتے اور حضرت والا مولانا شاہ پھول پوریؒ کا جب تذکرہ فرماتے تو بس وہ کیفیت دیکھنے کے قابل ہوتی تحریر سے باہر ہے ۔

حضرت والاؒ کے مواعظ :

جو انگیٹھی حضرت پھول پوریؒ کے درد اور دل سوزی سے سترہ سال تک گرمائی گئی تھی ۔ حضرت پھول پوریؒ کے وِصال کے بعد نصف صدی تک پورے عالم میں درد اور غم لے کر اپنے مواعظ اور نظرِ کیمیاء سے اُمت کی اصلاح فرمائی ، وعظ کے دوران یہ کیفیت ہوتی تھی کہ لوگوں کے قلوب میں نرمی پیدا ہوجاتی ، آنکھیں اشک بار ہوجاتیں ، بسا اوقات مجمع سے چیخ نکل جاتی ، خود بھی آہ آہ کرتے اور پورے مجمع کو رُلاتے تھے ۔ ایک ایک وعظ میں سینکڑوں انسانوں کو اپنے آنسوؤں کے موتی سے دل کا تزکیہ فرماکر واصل الی اللہ فرمادیتے تھے ۔ عجیب وعظ ہوتا تھا ، وعظ گویا سراپا عشق اور سراپا درد ہوتا تھا ، منکرات کی اصلاح بالخصوص روحانی کینسر ، بدنگاہی سے اجتناب کے لیے طرح طرح کی تمثیلات اور قرآن وحدیث سے مدلل فرماتے تھے اور اس خبیث منکر سے توبہ کرواکر ہر وعظ میں محبتِ الٰہی کی بھٹی

سلگا دیتے تھے۔ بلا تنقیص غیرہ وہ اس موضوع پر دنیا کے تمام واعظین میں اور علماء ومشائخ میں ممتاز تھے۔

حضرت والا مولانا حکیم محمد اختر ؒ یقیناً قطب الارشاد تھے، محقق تھے، مفسر تھے، اکابرِ ثلاثہ کے روحانی امین تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ رُوحانی طبیبِ اعظم بھی تھے۔ اپنی تمام تر رفعتوں، بلندیوں اور عظمتوں سے نزول فرما کر روحانی کینسر، بدنگاہی اور حسن پرستی کے لیے ایسی ایسی تعبیرات اور الفاظ استعمال فرماتے کہ ناسمجھ سے ناسمجھ حسن پرستی سے توبہ کرلیتا۔ نہ معلوم کتنے افراد اس فقیر کے علم میں ہیں کہ حسن پرستی سے عاجز آ کر خودکشی کرنے کو تیار تھے، مگر حضرت والاؒ کے انٹرنیٹ کے بیانات سے سچی توبہ کی توفیق ہوگئی اور آج اُن کا شمار صالحین کے زُمرے میں ہوتا ہے، حضرت والاؒ حسن پرستی کی مذمت کہیں قرآن وحدیث کے دلائل سے، کہیں طنزیہ انداز اور کہیں مزاحیہ انداز میں فرماتے، جب عالمی ایمان سوز فتنہ یعنی بدنگاہی اور حسن پرستی پر بیان فرماتے تو صاف ظاہر ہوتا کہ اللہ نے اس قبیح اور گھناؤنے منکر کو مٹانے کا حضرت والاؒ کو امام بنایا ہے۔ مزاحیہ انداز میں بھی کبھی ارشاد فرماتے ''عشقِ مجازی بہت برا مرض ہے، بعض لوگوں نے کہا ''ویلیم فائیو'' کھاتا ہوں لیکن نیند نہیں آتی ہے۔ میں اُن سے کہتا ہوں کیوں دیکھتے ہو کسی کی وائف؟ کہ کھانا پڑے ویلیم فائیو! اور خراب ہوجائے تمہاری لائف اور جگر میں چبھے اس کا نائف۔ نہ دیکھو کسی کا میک اپ ورنہ نفس میں اٹھے گا پِک اَپ۔ میں انگریزی ایک لفظ نہیں جانتا لوگوں سے سن سن کر نصیحت کے لیے استعمال کرلیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جنہوں نے حسینوں کے حسن کو کرنے کی کوشش کی ہے ہینڈل، اُن کے سر پر پڑے ہیں سینڈل!''۔

ہمیشہ دعا فرماتے کہ ''اے اللہ! مرنے سے پہلے پہلے صدیقین کے مقام کی منتہیٰ تک پہنچا دیجیے'' اور اُس کا نسخہ بھی بیان فرماتے کہ منتہائے اولیاءِ صدیقین تک پہنچنے کی تدبیر یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت سے، ذکراللہ سے، مجاہدہ سے اور نفس پر گناہ سے بچنے کا غم اٹھانے سے ہم کو اتنا ایمان و یقین اللہ عطا فرمائے کہ ہماری زندگی کی ہر سانس اللہ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی اللہ کو ناراض نہ کرے اور کبھی خطا ہوجائے تو آنسوؤں سے سجدہ گاہ کو تر کردیں اور اتنا روئیں کہ وہ سب خطا عطا ہوجائیں۔

حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر ؒ عجیب عجیب انداز میں اس مہلک بیماری کا پردہ چاک فرماتے اور فرماتے کہ ''نفس حسینوں سے نظر ملاتا ہے، کبھی شانِ راحت سے اور کبھی شانِ غضب سے! مثلاً کوئی لڑکی مسکین ہے بیچاری، یتیم ہوگئی ہے اور وہ رو رہی ہے تو جناب بھی رونے لگے مگر روتے ہوئے اشک بار آنکھوں سے دیکھ بھی رہے ہیں، بصورتِ رحمت بدنظری کا لعنتی کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح کبھی غصہ اور غضب کی حالت میں بدنظری کرتا ہے۔ مثلاً ہوائی جہاز میں ائیر ہوسٹس سے جوس منگا رہے ہیں، لانے میں دیر کردی یا کھانا اچھا نہیں ہے تو اسے ڈانٹ رہے ہیں، غصہ سے آنکھیں بھی

سرخ ہیں مگر اسے دیکھے بھی جا رہے ہیں، غصہ کر رہا ہے مگر بدنظری سے اندر اندر مزہ لے رہا ہے''۔

بہرحال حضرتؒ اپنے اندر اُمت کے غم میں کرب و بے چین دھڑکتا ہوا دل رکھتے تھے اور ہمہ وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ تمام انسان لیلیٰ کی محبت چھوڑ کر مولیٰ سے محبت کرنے والے ہو جائیں عشقِ مجازی سے نجات حاصل کر کے عاشقِ حقیقی ہو جائیں، معصیت کی گندگی سے تائب ہو کر متقی بن جائیں اپنے وعظ میں اشک بار آنکھوں سے اپنا مجاہدہ بھی کبھی بیان فرماتے اور ہمیشہ فرماتے جب تک صالحین کی صحبت میسر نہ ہو گی تو معصیت کی گندگی سے بچنا محال ہے۔ صحبتِ شیخ پر مدلل اور مفصل وعظ فرماتے، ہمیشہ حضرت والاؒ کے وعظ کا محور تصوّف اور سلوک ہوتا اور جب تصوّف کے اسرار و غوامض بیان فرماتے تو صاف محسوس ہوتا کہ حضرت والاؒ تصوّف میں تجدید کی شان رکھتے ہیں مثلاً فرماتے ''اس زمانے میں معصیت اور اسبابِ معصیت سے دور رہو، لیکن اے صوفیو! نفس کو تمام جائز نعمتیں ہر وقت دیتے رہو، شربت اچھا پیو، چائے عمدہ پیو، اچھا کھاؤ، اچھا پہنو اور دوستوں میں ہنستے بولتے رہو۔''

لہٰذا نفس کو جائز کاموں میں اللہ والے دوستوں کے ساتھ خوب مشغول رکھو، گھر سے یہ ارادہ کر کے نکلو کہ ہم کو بدنظری نہیں کرنی ہے، چاہے نفس کو کتنی ہی تکلیف ہو، ہم اپنے دل کو توڑ دیں گے مگر اللہ کے قانون کو نہیں توڑیں گے، یہی ایک عمل کر لو اگر اولیاء صدیقین کی منتہیٰ تک نہ پہنچا تو کہنا کہ اختر کیا کہہ رہا تھا۔

چونکہ حضرت والاؒ سراپا عشق تھے اور حضرت والا کا تعلق محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ سے بھی رہا ہے اور ان کے محبوب خلیفہ بھی رہے اس لیے سنتوں کو بھی عاشقانہ انداز میں بیان فرماتے ہر ایک وعظ میں فرماتے سرور عالم ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کی محبت مانگی تو ساتھ میں اللہ والوں کی محبت بھی مانگی ''اللھم انی اسئلك حبك '' اے خدا! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں تو اللہ کی محبت کا سوال کرنا بھی سنت پیغمبر ہے اور بخاری شریف کی اس حدیث سے یہ سنت ثابت ہے لہٰذا اس سنت کو بھی ادا کرنا چاہیے اور آگے سرور عالم ﷺ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ ''وحب من یحبك '' اور اے خدا! جو آپ سے محبت کرتے ہیں میں اُن کی محبت کا سوال کرتا ہوں تو اللہ والوں کی محبت مانگنا بھی سنت ہے والعمل الذی یبلغنی الیك اور جس عمل سے آپ کی محبت بڑھتی ہے ان اعمال کی توفیق مانگتا ہوں معلوم ہوا کہ ایسے اعمال کی توفیق مانگنا بھی سنت ہے ؎

نقشِ قدم نبیؐ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

حضرت والاؒ کے مواعظ مولانا رومؒ کے اس شعر کے ترجمان تھے ؎

بشنو از نے چوں حکایت می کند

واز جدائی ہا شکایت می کند

حضرت والا رحمہ اللہ کے مواعظ وملفوظات کو آدمی سامنے رکھ کر اخلاق ومعاملات اور معاشرت کے بہت سے عیوب اور کمزوریوں سے واقف اور اُن کے ازالہ وعلاج کے لیے اُن قابلِ عمل طریقوں سے آگاہ ہوسکتا ہے جن کو وہ اخلاق اور تصوف کی دقیق وعمیق کتابوں اور صفحات سے حاصل نہیں کرسکتا۔ حضرت والا رحمہ اللہ کے مواعظ وملفوظات میں شریعت وطریقت کے زریں اصول بھی ہیں، حکمت و اِصلاح کے نسخہ ہائے کیمیا بھی ہیں، ذِکر کے انوارات فکر کے جوہر بھی ہیں، امراض باطنہ سے شفاء کی ضمانت بھی ہے، عاشقِ صادق کے لیے سوختہ سامانی بھی ہے، عشق کا سوز وگداز بھی ہے، دردآہِ سحرگاہی بھی ہے، مردہ دلوں کی مسیحائی بھی ہے، سالکین کے لیے وصل حق کا سامان بھی ہے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی حکمت ودانائی بھی ہے، شیخ المشائخ حضرت پھول پوریؒ کا سوزعشق اور دردبھی ہے، محی السنہ حضرت ہردوئیؒ کا تقویٰ اور جذبہ احیاءسنت بھی ہے، حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ کے ذِکر اور اشعار کی حلاوت وچاشنی بھی ہے، خود حضرت والاؒ کا نالۂ نیم شبی اور آہِ سحر گاہی، بےنفسی اور خداترسی، انسانیت نوازی اور مردم سازی اور اخلاص وللّٰہیت جیسی صفاتِ کمالیہ نے حضرت والا رحمہ اللہ کی تعلیمات میں کیمیاء کا اثر پیدا کردیا ہے۔ امراضِ باطنیہ میں حضرت والا رحمہ اللہ کی تشخیص تیر بہ ہدف ہوتی ہے۔ حضرت والاؒ کی حالتِ مبارکہ دیکھ کر عارفین کا یہ قول سمجھ میں آجاتا ہے کہ ’’عارف کے قلب اور باری تعالیٰ کے درمیان ایک مخفی راستہ ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے نفحاتِ کرم پے درپے آتے رہتے ہیں دوسرے لوگ اس دریچۂ باطنی سے واقف نہیں ہوتے ؎

تم سا کوئی ہم دم کوئی دم ساز نہیں ہے

باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے

ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے

معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

حضرت والاؒ کا ذوقِ شعروسخن:

حضرتؒ فنی اعتبار سے بلند پایہ شاعر تھے، حضرتؒ کے اشعار سن کر اور پڑھ کر بڑے بڑے شعراء سر دھنتے ہیں۔ آپ کی شاعری اصلاح منکرات بالخصوص حسن پرستی کی مذمت میں اور عشقِ الٰہی کی بھٹی گرم کرنے میں ہوتی تھی آپ کے درد اور عشق بھرے اشعار سن کر آپ کو اُمت نے وقت کا ’’رومیٔ ثانی‘‘ قرار دیا۔ حضرتؒ کو چونکہ مثنوی سے عشق تھا تو مثنوی کی بحر میں اشعار کہے ہیں جن کو دیکھ کر کبار

علماء نے فرمایا کہ ''مولانا حکیم محمد اختر صاحب کے اشعار میں اور رومؒ کے اشعار میں کوئی فرق نہیں ہے''

حضرت والاؒ کے خلفاء:

حضرت والاؒ قطب الارشاد تھے، مرجع الخلائق تھے، محبوب الامۃ تھے، حضرتؒ جہاں تشریف لے جاتے، عوام وخواص کی بھیڑ جمع ہوجاتی، جہاں ہوتے وہیں خانقاہ بن جاتی اور اپنے مواعظ سے سلوک اور تصوّف کی طرف راغب فرماتے، بڑے بڑے شیخ الحدیث جو تصوّف سے چڑتے تھے حضرتؒ کے وعظ سے مسحور ہوگئے اور بیعت ہوکر صاحبِ خلافت واجازت ہوئے۔ حضرتؒ کی اِصلاح وتربیت اور عشقِ الٰہی میں ڈوب کر آہِ سحر گاہی کے نتیجے میں تقریباً ۶۰۰ رسو خلفاء تیار ہوئے جو آج ساری دنیا میں حضرت والاؒ کے سلسلہ کو قائم کیے ہوئے ہیں حضرت والاؒ کے فیوض اور برکات کو عام کررہے ہیں۔

باقیات الصالحات:

① حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ محترم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم خلیفۂ ارشد محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ، ماشاء اللہ نیک صالح، صاحبِ نسبت اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے سچے جانشین ہیں۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جو مولوی محمد مظہر میاں صاحب سے بیعت ہوگا وہ گویا مجھ ہی سے بیعت ہوگا۔ جب کوئی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم سے بیعت ہوتا تو حضرت بہت خوش ہوتے تھے لہٰذا یہ فقیر اسلام الحق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خلفاء کرام اور منتسبین سے درخواست کرتا ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مشن اِحیاء طریقت کے فریضہ کو حضرت صاحبزادہ مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی اور نگرانی میں ادا فرمائیں اور حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دام ظلہم العالی کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا قائم مقام تصوّر فرمائیں۔

② حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً ۶۰۰ ر خلفاء کرام۔

③ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ۲۰۰ ر معرفت کی کتابیں۔

④ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ، جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر کراچی جس میں دورۂ حدیث تک تعلیم ہوتی ہے، دیگر علوم وفنون افتاء اور تکمیلِ ادب وغیرہ کے شعبے ہیں۔

⑤ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ، خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال بلاک ۲ر کراچی جہاں حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی نگرانی میں اصلاح وتزکیۂ نفوس کا کام جاری ہے۔

❁

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحؒ کا سانحۂ ارتحال

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب
مدیر ماہنامہ القاسم ورئیس واستاذ الحدیث جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ

بالآخر جو کھٹکا لگا رہتا تھا وہی ہوا، شیخ طریقت، مرشد تھانوی کے علوم و معارف کے ترجمان، ان کے تصوّف وسلوک کے شارح، اُمت کے عظیم محسن وشفیق حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ بھی ۲۳؍رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲؍جون ۲۰۱۳ء نوّے (۹۰) سال کی عمر میں عازمِ اقلیم ابد ہوگئے۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ان میں اپنے عظیم اسلاف، اکابر، اساتذہ، مشائخ، فقہاء، علماء، صوفیاء اور اولیاء کی طرح استحضارِ علمی، سرعتِ انتقال، کمالِ درک، فناءِ ہستی، عشقِ رسول، روحانی بصیرت، علم وادب، شعر وکلام، علمِ تصوف کے حوالے سے فنی کمال وصلاحیت، اور مسائل ومواعظ میں استنباط وقیاس کی وہ مہارت پائی جاتی تھی جو کسی عبقری شیخ، ادیب، مصنف، خطیب، شاعر، قائد اور داعی میں اسلامی تقاضوں کے نبھانے اور علمی وعملی تقاضے انجام دینے کی اِسی لیاقت والے زعیم قوم وملت کی شان ہوا کرتی ہے اور ساتھ ہی وہ اپنے مشائخ، اپنے روحانی مربیین ومرشدین اور اکابر علماء دیوبند کی طرح دینی غیرت واستقامت، روحانی عظمت، عقائد میں صلابت، احسانی کیفیت اور تعلق مع اللہ کے حوالے سے بھی مثالی عالم، مثالی مرشد، مثالی شیخ، مثالی مربی اور مثالی پیرطریقت اور حکیمِ اُمت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے۔

خاتم العارفین الصادقین :

اخلاص واحتساب اور سلوک وعرفان کے حوالے سے وہ اپنے معاصرین میں ایسا لگتا ہے کہ ’’خاتم العارفین الصادقین‘‘ تھے۔ میری یہ بات ہرگز مبالغہ پر حمل نہ کی جائے میں نے دیکھا، سنا، اور انہیں خوب پڑھا، ان جیسے بلند پایہ صاحبِ نسبت شیخ ومربی کو دیکھنے کے لیے نہ صرف یہ کہ دینی مدارس کے طلباء واساتذہ کو بلکہ برصغیر سمیت یورپ وافریقہ اور عرب ملکوں کے زعماء ملت کو خدا جانے اب

کب تک انتظار کرنا پڑے گا۔

اقبال کا دیدہ ور :

یہ لفاظی نہیں، شاعری نہیں اور قلم کاری نہیں حقیقت ہے، اور حقیقت بیانی کے لیے بالآخر فکر و بیانِ اقبال ہی کا سہارا لینا پڑ رہا ہے کہ وہ ہزاروں سال نرگس کی اپنی بے نوری پر گریہ و ماتم اور رونے کے بعد بڑی مشکل سے چمن میں ایک دیدور کی حیثیت سے تشریف لائے تھے۔ میں انہیں اقبال کا دیدہ ور قرار دیتا ہوں۔

تزکیۂ نفس کی حقیقت :

مجھے حضرت حکیم صاحب کی صحبت، قریب سے مجلس اور مشافہۃً استفادے کا موقع نہیں ملا۔ میرے درجۂ موقوف علیہ کا سال تھا۔ بات ۱۹۷۷ء کی ہے۔ حضرت کا تحریر فرمودہ ایک چھوٹا سا رسالہ غالباً ''تزکیہ نفس کی حقیقت'' کے نام سے کہیں پڑھنے کو مل گیا، اسے پڑھا اور بار بار پڑھتا رہا، اس کے پیراگراف کے پیراگراف، جملے اور اشعار تک نوک زبان ہوگئے۔ اپنے احباب و معاصرین میں اس کے مطالعہ کا داعی بن گیا، تصوّف وسلوک سے دلچسپی پیدا ہوگئی، اور دلبستگی میں استحکام آیا۔ براہِ راست حضرت کو کراچی خط لکھ کر ''معارفِ مثنوی'' منگوائی، معارفِ مثنوی کیا آئی کہ دل و دماغ، قلبی کیفیات اور جذبات پر چھا گئی۔ خوب صورت مضبوط بکس نما ڈبے میں بند، ٹائٹل بہت ہی حسین اور بے حد نرم، ظاہر اتنا دلکش کہ بس دیکھتا رہا، اور کتاب کھولی تو باطن کا نکھار، ایمانی اور روحانی بہار کا باعث بن گیا۔ کتاب ہاتھ کے بجائے سینے پر رہتی، ایک ایک قصہ ازبر ہوتا گیا، اشعار یاد ہوتے گئے اور اس طرح ''اختر'' نے میرے دل پر اپنے علم اور روحانی کمال کا لازوال نقش ثبت کر دیا۔ ۱۹۷۸ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد تدریس کے لیے چکوال تشکیل ہوئی مگر تصوّف وسلوک کے حوالے سے حضرت حکیم صاحبؒ کے ساتھ میرے قلب کی تشکیل ہوگئی۔ اس دوران حضرت کی متعدد کتابیں مطالعہ کیں، روح کی بیماریاں اور ان کا علاج، براہینِ قاطعہ، معارفِ مثنوی، کشکولِ معرفت، معرفتِ الٰہیہ، فیضانِ محبت اور مواعظِ حسنہ نے خصوصیت سے مجھے فائدہ پہنچایا۔

دل کے دامن میں لے لیا :

۱۹۸۲ء میں تدریسی حوالے سے احقر نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا اور اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا، نہ تعارف نہ جان پہچان، نہ بیعت اور نہ مرید، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا جواب آیا ایسے لگا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنے دامن میں جگہ دے دی ہے، بلکہ دل کے دامن میں لے لیا ہے۔ مسائل کا حل نہیں

بتایا بلکہ عملاً حل کرنے کے لیے ساعی لکھنا شاید بے جا ہو' مدعی بن گئے۔

فقرِ غیّور :

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وجود مسعود سے دیو بندی حلقوں میں علم و عمل کی صحیح جامعیت کا رنگ کسی نہ کسی درجے میں قائم تھا۔ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے والوں' حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ سننے والوں' حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھنے والوں' حضرت والاؒ کی صحبت سے استفادہ کرنے والوں' حضرتؒ کے مواعظ' رسائل اور کتابیں پڑھنے والوں' بالخصوص جن میں دینی شعور' اسلامی آگہی و ادراک کی خو، بو پائی جاتی تھی یہ محسوس ہوتا تھا کہ دیو بندی تعلیمات' درس نظامی اور خانقاہی باقیات صالحات کے ماحول کے خاکستر میں بھی ایسی چنگاری باقی ہے جو اخلاص' للّٰہیت' والہیّت' فقرِ غیور اور عشقِ جسور کے آتشِ فروزاں کا رنگ اختیار کر لینے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہے۔

مئے خانۂ علم و عرفان :

حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ کی صحبت میں بیٹھ کر اور خود مجھے تو ان کی علمی' کتابی اور مطالعاتی صحبتوں سے اکتسابِ فیض سے اندازہ ہوتا تھا کہ اسلاف' مشائخ اور سلف صالحین کے علم و عمل کے حقیقی وارث کا رنگ ڈھنگ ابھی اس مے خانۂ علم و عرفان میں الحمد للہ کسی نہ کسی درجے میں قائم ہے۔

حضرت پر فالج کا حملہ ہوا معذور ہوئے مگر دکانِ معرفت چلتی رہی۔ وفات سے چند روز قبل ایک ناقابلِ توجیہ حیرت و استعجاب' حسرت' حزن والم اور ایک قسم کے اندھیرے کا احساس ہونے لگا تھا اور دل کے خاموش گوشوں میں یہ آواز سنائی دیتی تھی کہ شاید اب یہ مردِ قلندر ہمارے سروں سے دست شفقت اٹھانے والا ہے۔ اور آئندہ یہ بندۂ خدا اپنے خطبات سے ہم لوگوں کو لذت یاب نہیں کر سکے گا۔

شام و سحر کہاں :

جامعہ اشرف المدارس گلستان جو ہر کراچی میں اب بھی قائم ہے۔ خانقاہی نظام اب بھی چل رہا ہے۔ کتب' رسائل اور جرائد کی اشاعت کا کام بھی جاری ہے، درس و تدریس اور دورۂ حدیث تک نظام قائم ہے۔ جامع مسجد کے در و بام اب بھی نمازیوں کی سجدہ ریزیوں سے منوّر ہیں' مگر وہ روحانی روشنی' 'عرفانی کرنیں' ' اور توجہ و انابت الی اللہ کی دعوتیں' وہ احتسابی کیفیتیں جن سے مدرسہ و خانقاہ کا گوشہ گوشہ منوّر اور معمور تھا دور دور تک نظر نہیں آتیں۔ علماء' زعماء' فضلاء اور روحانی پیشوا یکے بعد دیگرے اُٹھتے جا رہے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ دن گذرنے کے ساتھ ساتھ ان گلیوں کی تاریکیوں میں محسوس طور پر اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

تیرے بغیر رونقِ دیوار و در کہاں — شام و سحر کا نام ہے، شام و سحر کہاں
عرصہ ہوا کہ رسمِ محبت بدل گئی — دامن سے اب معاملۂ چشمِ تر کہاں

درِّ نایاب :

حروفِ علم کے آشنا، علمی اصطلاحات کے غوطہ زن، اور بحرِ علم کے شناوروں کی اب بھی کوئی کمی نہیں، اور آئندہ بھی نہیں ہوگی۔ مگر عرفانِ حقیقت، ایمانِ کامل، یقینِ محکم، ظاہر و باطن کی یک رنگی، عملِ پیہم اور محبت فاتحِ عالم کے درِّ نایاب سے ان کے صدف کی آغوش بہت ہی خالی نظر آتی ہے کیونکہ ان کی ذات سے تمام برکاتِ علم و حکمت کے باوصف، وہ روشنیاں نہیں پھیل پاتیں جن سے عالم رنگ و بو کے بیابان کی حقیقی تاریکی کافور ہوا کرتی ہے۔

بدرِ کامل :

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حبّ الٰہی اور عشقِ نبوی سے اپنے دل کو منوّر اور اپنے وجود کو معطّر کر دیا تھا اور الحمدللہ وہ موت کے بعد بھی زندہ و پائندہ ہیں۔ حضرت مرحوم جو ''بہ وقت ضرورت'' شب تاریک میں لوگوں کے لیے ''بدرِ کامل'' کی طرح مطلوب و محبوب تھے ان کی موت بڑی ہی دل گداز اور روح فرسا ثابت ہوئی۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت کے محبین و مخلصین کے جگر پارہ پارہ ہو گئے انہیں ایک دائمی حزن و ملال اور لازوال قلق و اضطراب سے دوچار ہونا پڑا۔

صبر آزما مجاہدات :

ایسی شخصیتیں طویل قربانیوں اور پیہم سینہ سوزیوں کی پیداوار ہوتی ہیں۔ حضرتؒ زندگی کی عیش و عشرت، جسمانی و مادی خواہشات اور بہت ہی آرزوؤں وتمناؤں اور مرغوبات و من پسند اشیاء کی قربانیوں کے بعد محبوبیت و مرجعیت کے مقام سے نوازے گئے تھے۔ حضرتؒ اپنے مشائخ و اساتذہ اور سلف صالحین کی طرح تحصیلِ علم اور اس کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات کو بڑی خندہ جبینی کے ساتھ برداشت کرنے کے لیے صبر آزما مجاہدات سے گذرے، نفس کی تہذیب و اصلاح کے لیے ہر طرح کی جدوجہد کام میں لاتے رہے اور نفس کو زہد و تقویٰ سادگی و قناعت اور عبادت و مجاہدہ کی ڈگر پر ڈالتے رہے۔

لمحات کی قدر :

احقر نے حضرت مرحوم کو ان کے مواعظ، خطبات، ملفوظات اور تصنیفات میں دیکھا۔ وہ

اپنے اندر ہمہ گیر علم، اور مسلسل عمل کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے اور اپنی زندگی کے تمام لمحات کو رضائے الٰہی کے کاموں سے آباد رکھنے کی جدوجہد میں مصروف رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دین اسلام کی دعوت وتبلیغ، مجاہدۂ باطن سے نبرد آزمائی، بندگان خدا کی اصلاح اور دلوں کی شمع کو ایمان و یقین، عشق الٰہی اور خلوصِ عمل کی چنگاری سے بھڑکا دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔

حضرتؒ کی تمام تر مساعی کا ہدف یہی تھا اور وہ ہر آن، ہر لمحہ، اپنی ہر تقریر، ارشاد و بیاں میں اُمت میں یہ شعور بیدار کرنے کی جدوجہد کرتے رہے کہ وہ دنیا کے لیے اتنی ہی محنت کام میں لائیں جتنا انہیں دنیا میں رہنا ہے۔ خلاصہ یہ کہ شیطان، خدائے بزرگ و برتر کے احکام، نواہی، تعلیمات، ہدایات پر عمل کرنے میں افرادِ اُمت بالخصوص علماء طلباء اور صالحین ومخلصین کے علمی دینی عملی اور دعوتی مساعی میں ہر وقت آڑے آتا ہے۔ حضرتؒ اس سے پنجہ آزمائی کے لیے ہر وقت کمربستہ رہتے تھے۔

معرکۃ الآراء تصانیف:

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کے مشاغل کثیر تھے۔ دعوت وتبلیغ، اسفار، اضیاف، اور اصلاح وارشاد کی مسلسل مصروفیت، مگر بایں ہمہ آپ تصنیف وتالیف میں بھی مصروف رہے۔ آپ کی تصنیفات معرکۃ الآراء ہیں۔ موضوع سب کا ایک ہی ہے یعنی اصلاح وتزکیہ نفس۔ آپ کے اہلِ مجلس وخلفاء اور عقیدت مند، مستفیدین ومریدین اور تربیت پانے والوں میں جو ذی استعداد علماء ہیں، انہوں نے آپ کے نتائجِ افکار، خلاصۂ تحقیقات، مواعظ وارشادات اور مکاتیب وملفوظات کے ضبط و تدوین کا گراں بہا کام انجام دیا۔ اور آپ کے لائق فرزند مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہم نے عمدہ ترین لباس طباعت میں ان کی نشر و شاعت کا اہتمام کیا۔

آپ کے خلفاء میں بطور مثال جناب ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب اور ان کا اپنے شیخ کے افادات وافاضات کے حوالے سے اشاعتی کام اپنی مثال آپ ہے۔ وہ حضرت کے افادات کو عمدہ ترین مثالی زیور طباعت سے آراستہ کرتے اور پوری دنیا میں پھیلاتے ہیں۔

آپ کے مواعظ وخطبات اور ارشادات وملفوظات کے مجموعوں میں علمی نکتے، معاشرتی مسائل، فکری نوادرات، دعوتی افکار، صالح تربیت کے اصول، شعورآفرینی کے مناہج واسالیب، اصلاح وارشاد کے طریقے، دعوتی خیالات، اور روحانیات وایمانیات، الغرض یہ سب کچھ بھرپور مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ یہ تمام مجموعے حضرتؒ کے دعوتی رُجحانات کے غمّاز اور ان کی اصلاحی سرگرمیوں کا نمائندہ ہیں۔ جن میں ایک داعی کی بےچینی و بےقراری ہے۔ عالم باعمل اور مرشدِ کامل کے خیالات و افکار کا نور ہے۔ عشقِ الٰہی سے سرشار اور ذوقِ نیم شبی سے سرمست عبادت گزار بندے کے تجربات و

مشاہدات کی تجلی ہے۔ حضرت کے خطبات وارشادات اثر انگیز' فائدہ منداوردلوں میں فوراً اتر جانے والے ہیں۔ ان کا مطالعہ ہر ایسے مسلمان کے لیے نفع بخش ہے جو دنیا کے بجائے اپنے دین کی بگڑی بنانا چاہتا ہے اور فانی زندگی کو چھوڑ کر حیات جاوداں کی بہتری اور وہاں کی سرخروئی کا خواہاں ہے۔

رسائل وخطوط :

ایک اوراہم اوریادگار چیز آپ کے رسائل وخطوط کا ذخیرہ ہے جوانہوں نے اپنے مخلصین و محبین مسترشدین ومریدین' اورحصول تربیت کے طالبین والہین کے نام لکھے ہیں۔ جن میں علماء کرام' دینی مدارس کے طلباء' جدید تعلیم یافتہ احباب اور ہمہ جہتی عوامی طبقات کے لوگ شامل ہیں۔ جن کا مرکزی مضمون دعوتی اوراصلاحی امور ہیں جن کے پڑھنے سے نفس سنورتا اورقلوب میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ آخرت کی یاد' عقبیٰ کی فکر دل میں جگہ پاتی ہے۔ اصلاحی مکاتیب کے یہ مجموعے فانی دنیا اور اس کی ڈھلتی چھاؤں پرمرمٹنے سے زیادہ اپنی عاقبت پرتوجہ دینے پراُبھارتے ہیں۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ اشرف المدارس گلشن علوم نبوت اور خانقاہ ومرکز رُوحانیت کی جس طرح اپنے خون جگر سے آبیاری کی اور ملک و بیرون ملک اس کی کئی شاخیں قائم فرمائیں، خدا کا شکر ہے ان کوثمر آوراور بارآور بھی دیکھا۔ اوران کی علمی وروحانی بہاروں سے لطف اندوز بھی ہوئے۔ ان کی زندگی میں ان کے لائق وفائق صاحبزادے مخدوم زادۂ ذی قدر حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے حضرتؒ ہی کی سرپرستی میں ان کے قائم فرمودہ تمام اداروں کا نظم ونسق سنبھال لیا تھا۔ اوران کے کاموں کو جاری رکھا' بلکہ مزید ترقی اوروسعتیں دیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک حضرتؒ کے مرقد کونور سے بھردے، حضرتؒ کو درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے۔ حضرتِ مظہر کے ساتھ ہم خدام بھی غم میں برابر کے شریک بلکہ تعزیت کے مستحق ہیں۔

(بشکریہ ماہنامہ القاسم نوشہرہ شعبان ۱۴۳۴ھ)

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب
ترے عاشقوں سے سیکھا، ترے سنگ در پہ مرنا
یہ تری عنایتیں ہیں، یہ تری مدد کا صدقہ
مری جانِ ناتواں کا ترے غم پہ صبر کرنا
یہ تری عطا ہے یارب! یہ ہے تیرا جذبِ پنہاں
مرا نالۂ ندامت ترے سنگِ در پہ کرنا

(حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ)

اِک شجرِ سایہ دار تھا نہ رہا.....

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحکیم اکبری
گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

موت اس کی ہے زمانہ کرے جس کا افسوس
ورنہ دنیا میں ہیں آئے سب ہی جانے کے لیے

جامع شریعت وطریقت، ماہر منقول ومعقول، تصوف کے امام، تھانویؒ علوم ومعارف کے شارح، ہزاروں علماء ومشائخ کے مرجع ومرشد حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف کُوچ فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ حقیقی معنوں میں علم وفضل اور تقویٰ وطہارت کے پیکر تھے۔ ان کی وفات سے عالمِ اسلام کے مسلمان ایک عظیم روحانی ہستی سے محروم ہو گئے جو پوری زندگی عقائد کی اصلاح، تزکیۂ نفوس اور سنت نبویؐ کے احیاء کے لیے متحرک رہے جو جذبۂ خلوص وللّٰہیت، اپنی بے لوثی، مخلوقِ خدا سے محبت اور اپنے اکابر سے قریبی تعلق واعتماد اور محبت وعقیدت کی بدولت اسلامیانِ عالم کے دلوں کی دھڑکن بنے رہے۔ اس لیے اُن کی وفات پر درد دِل رکھنے والا ہر مسلمان غم زدہ، رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہے اور دل میں درد کا احساس رکھتا ہے ؎

کس کی یادیں اس حزیں دل میں ہیں عارف شعلہ زن
سوزشِ افزوں سے خاکستر ہوا جاتا ہے دل

حضرت مولانا حکیم صاحبؒ ایک صاحب نسبت بزرگ، ہزاروں علماء ومشائخ کا مرجع ومرشد، شریعت وطریقت کے جامع، اسرارِ شریعت کے رموزِ آشنا اور آسمانِ رشد وہدایت کے آفتاب وماہتاب ہستیوں کے صحبت یافتہ اللہ کے ولی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دیگر اوصاف وکمالات کے ساتھ ساتھ آپ کو شعر گوئی اور شعر فہمی کا اعلیٰ ملکہ عطا کیا تھا آپ کے وعظ وتبلیغ کی محفل میں ہزاروں تشنگانِ علم وعمل شریک ہو کر علم کی پیاس بجھاتے اور عمل کی قوت حاصل کرتے تھے، آپ کو قوت بیان میں سے وافر حصہ عطا ہوا تھا اور اس میں تاثیر کی قوت بھر دی گئی تھی، وہ بہت سے بے عملوں کے لیے عمل کا مینار ثابت ہوئے اور بہت سی غفلتوں کے شکار مسلمان بھائیوں کے لیے سایۂ رحمت بنے اور اس شان سے اپنی زندگی گزاری کہ ؎

جگر کے خوں سے رُخِ بے کساں نکھار گئے

عجیب شان سے وہ زندگی گزار گئے

وعظ و بیان کے ساتھ ساتھ بڑی گراں قدر کتابیں آپ کے قلم سے منصۂ شہود پر آئی ہیں جن میں معارفِ مثنوی، معارفِ شمسِ تبریز، روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج، دنیا کی حقیقت، اصلاح نفس کا آسان نسخہ، صدائے غیب، نوائے غیب، مجالسِ ابرار، مذاکراتِ دکن اور معرفتِ الٰہیہ شامل ہیں۔ ان کتب کے علاوہ سینکڑوں رسائل ہیں جو آپ کے ذوقِ تصنیف و تالیف اور فکرِ اصلاحِ خلق کے شاہد ہیں۔

ان تمام تگ ودو اور سرگرمیوں کا مقصد یہ تھا کہ اللہ کے بندوں میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی شریعت کے تابع کر دی جائے ان کی مجلس میں بیٹھنے والے جن روحانی کیفیات وانوارات کا اندازہ کرتے اُن کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا، اُن کے مواعظ ومجالس کا لبّ لباب یہ تھا کہ لوگوں کے عقیدے کی اصلاح ہو، اُن کے اعمال وعبادات سنت نبوی کے مطابق ہوں اور ان کے دل اور زبان ہر وقت ذکرِ الٰہی سے شادکام ہوں، غلط عقائد اور گمراہ کن خیالات ونظریات سے دلوں کو مانجھ کر پاک صاف کیا جائے اور صرف اللہ کے ذکر اور صحیح عقائد ونظریات کے لیے ان کو مختص کیا جائے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ صحیح معنوں میں شریعت وطریقت کے ماہر اور ان دونوں کے صحیح امتزاج کے حامل تھے، وہ جس طرح ظاہری امراض کے مستند اور ماہر حکیم تھے اسی طرح روحانی معالج کی حیثیت سے بھی کامل درجہ رکھتے تھے۔ وہ اپنے دور کے کامل بزرگوں کے فیض یافتہ تھے اور انہی کے فیض کو ساری زندگی تقسیم فرماتے رہے، لوگ اُن کے پاس ناقص صورت میں آتے اور کامل بن کر دوسرے لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنتے تھے، آپ کے بیانات کا موضوع اصلاحِ نفس اور تزکیۂ نفس ہوتا تھا آپ مولانا رومؒ کی مثنوی کے نہ صرف عارف تھے بلکہ شارح بھی تھے، یوں محسوس ہوتا تھا کہ انہوں نے مثنوی کو گھول گھول کر پیا ہے، وہ اس کے حافظ تھے اور موقع محل کی مناسبت سے برجستہ اس کے حوالے پیش فرماتے تھے، حضرت حکیم صاحبؒ جذب کی کیفیت سے مالا مال تھے جس کا تعلق آپ سے قائم ہو جاتا ان کو اپنی طرف جذب کر لیتے اور اس کو شریعت کا عامل اور طریقت کے اسرار و رموز سے واقف کرا دیتے۔ آپ سلوک ومعرفت کے امام تھے اپنے دونوں شیوخ حضرت مولانا عبد الغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم وفیوض کے آخری حاملین میں سے تھے اُن کی مجلس میں بیٹھنے سے اکابر کی مجالس کی برکات وانوارات کا احساس ہوتا تھا اس لحاظ سے ایک جہان اُن کا گرویدہ تھا۔

دلوں میں درد کی شمعیں جلا کے چھوڑ گیا
وہ اِک جہان کو اپنا بنا کے چھوڑ گیا

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ اگر ایک بڑے دینی مدرسے ''جامعہ اشرف المدارس گلستانِ جوہر کراچی'' کے بانی و مہتمم تھے تو اپنی ہی قائم کردہ خانقاہ ''خانقاہِ اِمدادیہ اشرفیہ'' کے روحِ رواں بھی تھے اور دونوں ظاہری اور باطنی علوم کا حسین امتزاج رکھتے تھے اور یہ آپ کی ایک امتیازی شان تھی، ورنہ عام طور پر بڑے صاحب العزم لوگ کبھی ایک طرف کے رہ جاتے ہیں اور کبھی دوسرے پلڑے میں اپنا وزن ڈال دیتے ہیں، حکیم صاحبؒ نے انتہائی دانائی، حکمتِ عملی اور اعلیٰ فراست وبصیرت سے کام لے کر دونوں سلسلوں کو قائم رکھا، ایسے ہی اولوالعزم بزرگوں کے بارے میں کہا گیا ہے ؎

در کفِ جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہو سنا کے نہ داند جام وسنداں باختن

حضرت امام مالکؒ کا قول ہے فرماتے ہیں:۔

''من تصوف ولم تفقه فقد تزندق ومن تفقه ولم تصوف فقد تفسّق ومن جمع بینهما فقد تحقق''، یعنی جس نے تصوف کو حاصل کیا اور علم فقہ سے محروم رہا پس بے شک وہ بے دین ہے اور جس نے فقاہت حاصل کر لی مگر تصوف سے بے بہرہ رہا تو وہ خشک عالم ہے اور جس نے فقہ اور تصوف دونوں کو جمع رکھا وہ محقق عالم بن گیا۔

الحمدللہ علمائے دیو بند کی جماعت کو یہ شرف اور امتیاز حاصل ہے کہ وہ نہ صرف فقہ یا تصوف کے حاملین ہوتے ہیں بلکہ وہ دونوں کا حسین امتزاج رکھتے ہیں اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ حضرات کا تو مزاج ہی شریعت وطریقت دونوں پر عمل پیرا ہونا ہے۔

حضرت حکیم صاحبؒ اس جماعت حقہ سے منسلک حضرات کے لیے بہت بڑا سہارا تھے، اُن کی وفات کی صورت میں یہ سہارا ہم سے چھن گیا مگر مایوسی گناہ ہے، اللہ تعالیٰ ایسے اسباب ضرور پیدا فرمائیں گے کہ حضرت حکیم صاحبؒ کے یہ دونوں ادارے (علم دین اور تصوّف) قائم ودائم رہیں۔ زمانہ کے دست برد سے اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور اُن کے فیوض وانوارات وبرکات کو جاری وساری رکھے، حضرت حکیم صاحبؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نظم ونسق کی بہترین صلاحیتوں سے مالا مال ہیں اور اپنے والد بزرگ وار کے فیض یافتہ ہیں وہ اپنے حلقے کے تمام بزرگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کا قرار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت حکیم صاحبؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مدارس اور اصلاحی مراکز کی ترقی واستحکام کے ساتھ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

اُٹھتے جاتے ہیں تری نظروں سے اربابِ نظر
گھٹتے جاتے ہیں مرے دِل کو بڑھانے والے

ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

مولانا سلامۃ اللہ ندوی، انڈیا

گزشتہ چالیس سالوں سے جدائی کا دردِ اشتیاق بیان کرنے والی ایک درد بھری آواز خاموش ہوگئی۔ یعنی شارحِ مثنوی عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے، حضرت حکیم محمد اختر صاحبؒ کی ساری زندگی مولانا روم کے اس شعر کی ترجمانی تھی ؎

بشنو از نے چوں حکایت می کند
واز جدائی ہا شکایت می کند

بانسری سے نکلنے والی جدائی کی درد بھری آواز کو سنو، اپنے مرکز سے جدا ہوکر وہ فضاؤں میں کیسا درد بکھیر رہی ہے۔

کبھی مثنوی کے درس میں محبوب حقیقی سے جدائی وفراق کا نغمہ چھیڑتے تو کبھی اس محبوب حقیقی سے مجوب کر دینے والے اسباب یعنی معصیت سے سننے والوں کے دلوں میں طبعی کراہیت وتنفر پیدا فرماتے۔ ایک طویل عرصے تک ایشیاء، افریقہ اور یورپ میں بسنے والے ہزاروں افراد کو اپنے انفاسِ قدسیہ سے گرماتے رہے، مردہ دلوں کی مسیحائی کرتے رہے، اس دور کے مہلک ترین فتنے یعنی بدنگاہی سے طبعی نفرت وکراہیت پیدا کر کے دلوں میں محبت الٰہی کی جوت جگاتے رہے۔

حضرت حکیم اختر صاحبؒ کے مواعظ کے دو مرکزی مضمون ہوا کرتے تھے، ایک بدنگاہی کے مہلک نتائج کا بیان، اپنی تمام تر بلندی اور روحانی عروج کے باوجود مخلوق کی اِصلاح کی خاطر انتہائی نزول فرما کر کھلے لفظوں میں بدنگاہی کے گھناؤنے پن کو بیان فرماتے، حتیٰ کہ کبھی کبھی اس گناہ کے گھناؤنے پن کو سمجھانے کے لیے ایسے الفاظ اور تعبیرات استعمال فرماتے جو بعض اہلِ ذوق کی طبیعت پر گراں گزرتیں، لیکن ایک طبیبِ حاذق جانتا ہے کہ مریض کون سی زبان سمجھتا ہے؟ اور اس کی شفاء کا نسخہ کیا تجویز کرنا چاہیے۔ نہ جانے کتنے ایسے نوجوان ہوں گے جنہوں نے حکیم صاحبؒ کے مواعظ کی برکت سے ہزاروں زلیخاؤں کے بیچ حضرت یوسفؑ جیسی پاک دامنی کی زندگی گزاری ہوگی، اس عاجز سے ایک نوجوان ڈاکٹر نے کہا تھا کہ میڈیکل کالج کے پہلے سال حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی

صاحب کی کتاب ''حیاء اور پاک دامنی'' اور حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے چند مواعظ پڑھنے کی برکت سے اپنے پورے تعلیمی سالوں میں شاید ہی کبھی اُن سے بالقصد بدنگاہی کے گناہ کا ارتکاب ہوا ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ بدنگاہی اور ناجائز اور نقصان دہ محبتیں اس دور کے عالمی فتنوں میں سے ایک عالمی، ایمان سوز فتنہ ہے، حکیم صاحبؒ نے اس مرض کو اپنا خاص موضوع بنایا اور اپنے مخصوص انداز ولہجہ میں اس کی نجاست وگندگی اور اس کے مہلک اثرات کو خوب کھول کھول کر بیان فرمایا۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کا دوسرا مرکزی موضوع محبوب حقیقی سے جدائی کا نوحہ اور اس کے عشق ومحبت کے سوز وگداز کا بیان ہے، حضرت حکیم صاحبؒ کی طبیعت بچپن ہی سے مستانہ وعاشقانہ تھی، حضرت والاؒ فرماتے ہیں کہ بارہ سال کی عمر تھی، جنگل کی ایک مسجد میں جا کر نماز پڑھتا اور آسمان کی طرف دیکھ کر حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھتا جاتا اور روتا جاتا ؎

سینہ خواہم شرح شرح از فراق

تا بگویم شرح از درد اشتیاق

اے اللہ آپ کی جدائی کے غم میں اپنا سینہ ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتا ہوں تاکہ آپ کی محبت کے دردِ اشتیاق کی شرح بیان کرسکوں۔ بچپن کی یہ معصوم تمنا پوری ہوئی، صرف اپنے گاؤں، شہر اور ملک ہی میں نہیں بلکہ جس کے غم میں سینہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا اس پاک ذات نے اپنے اس بندہ کو درد بھری آواز اور اس کا نغمہ دردِ اشتیاق ملکوں ملکوں، شہروں شہروں سنانے کا موقع دیا، ان معصوم تمناؤں کے پورا ہونے، دل میں محبت کی آتشِ فروزاں بھڑکانے اور نغمہ دردِ اشتیاق کی لے میں تاثیر پیدا کرنے کی صورت یہ ہوئی کہ ۱۷ سال کی عمر میں حضرت عبدالغنی پھول پوریؒ کے آستانے پر پہنچ گئے، اور متواتر ۱۷ سال تک ''یک در گیر محکم بگیر'' کے مصداق حضرت پھول پوریؒ سے چمٹے رہے۔

حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے محبوب خلفاء میں سے تھے، حضرت تھانویؒ، حضرت پھول پوریؒ کی مجاہدانہ بلکہ سپاہیانہ زندگی کی ہمیشہ تعریف فرماتے تھے، حضرت تھانویؒ ہی کے حکم پر حضرت پھول پوریؒ نے پھول پور میں ایک مدرسہ شروع فرمایا تھا۔ حکیم صاحبؒ نے اپنے شیخ کی مثالی خدمت کی، فرماتے ہیں کہ پھول پور کی خانقاہ میں ہم تین نفوس ہوا کرتے تھے، ایک حضرت پھول پوریؒ کی ذاتِ اقدس، دوسرے محترمہ اماں جان صاحبہ یعنی حضرت پھول پوریؒ کی اہلیہ صاحبہ اور تیسرے حضرت کے خادم یعنی حکیم صاحب۔

ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں کہ ''میں وہی سکھا رہا ہوں جو میں نے اپنے بزرگوں سے سیکھا ہے، اور بڑی مصیبت ومشقت سے سیکھا ہے، لیکن اللہ نے وہ مصائب میرے لیے آسان فرما دیئے

تھے، آپ اندازہ لگایئے جس نے اللہ کی محبت اس طرح سیکھی ہے کہ صبح سے ایک بجے تک بغیر ناشتہ کے رہا، اور یہ ایک مہینہ دو مہینہ کے لیے نہیں تقریباً دس سال تک، شیخ کی ایسی محبت میرے دل کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی تھی کہ تمام مجاہدے آسان ہو گئے تھے، اگر محبت نہ ہوتی تو بھاگ جاتا، کہ یہ کیسی خانقاہ ہے، جہاں پیٹ کا کوئی انتظام نہیں ہے، لیکن جب شیخ کو ایک نظر دیکھتا تو معلوم ہوتا تھا کہ وہ حاصلِ کائنات مل گیا، حضرت شہر سے دور رہتے تھے، مگر گلستان معلوم ہوتے تھے۔ (افضالِ ربانی)

دن بھر خانقاہ کے سناٹے میں تنہا بیٹھے رہتے، اور رات کو حضرت مولانا پھولپوریؒ کے ذکر بالجہر، دعا و مناجات اور مثنوی کے عاشقانہ اشعار سن کر اپنے دل کی انگیٹھی گرماتے رہتے۔ حضرت حکیم صاحبؒ نے ایک بار پھر یہ فرمایا تھا کہ ''میں بچپن میں یہ شعر پڑھتا تھا اور رویا کرتا تھا''۔

آہ را جز آسماں ہمدم نبود

راز را غیرِ خدا محرم نبود

اس جنگل و بیابان میں میری آہ و فغان کا کوئی مونس و غم خوار نہیں ہے، سوائے آسمان کے اور میرے دل میں چھپے محبت کے اس بھید کو سوائے میرے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

سفر ترکی کے مجموعہ ملفوظات الطافِ ربانی میں جناب سید عشرت جمیل میر صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت والا بچپن ہی سے مولانا رومؒ سے انتہائی محبت کرتے تھے، اور فرمایا کرتے ہیں کہ میرے شیخ اول تو مولانا رومی ہیں، جن سے مجھے اللہ کی محبت کا درد حاصل ہوا، اور مثنوی سمجھنے کے شوق میں نابالغی ہی کے زمانے میں فارسی کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی تھی، اور تنہائی میں مثنوی کے اشعار پڑھ کر رویا کرتا تھا۔ فرماتے ہیں، قونیہ کے سفر میں میں نے وہ جنگل دیکھا ہے جس میں مولانا رومؒ نے اپنی ۲۸ ہزار اشعار پر مشتمل مثنوی لکھی ہے، وہ جنگل انوارات سے آج بھی بھرا ہوا ہے''۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے شہر قونیہ کا جب سفر فرمایا تو اس سفر میں ان کے ساتھ انگلینڈ اور افریقہ سے علماء و دیگر سالکین پر مشتمل ایک جماعت تھی، اس سفر میں ان کی طبیعت کی جولانی، ان کے ملفوظات الطافِ ربانی سے عیاں ہیں، اعظم گڑھ کے ایک گاؤں کا گمنام سا بچہ جو ایک شیخ وقت اور ولی کامل کی خدمت کے طفیل آج اس مقام پر فائز ہے کہ یورپ اور افریقہ کے علماء و صلحاء اُس کی جوتیاں اٹھانا باعث شرف و عزت سمجھتے ہیں۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ و ملفوظات میں حضرت مولانا عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزرے دنوں کا تذکرہ اکثر آتا رہتا ہے، ترکی کے سفر کے احوال پڑھتے ہوئے ایسے ہی کسی ایک ملفوظ کو پڑھ کر مجھے ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کی ایک رباعی یاد آئی۔

دمِ عارف نسیمِ صبحِ دم ہے
اسی سے ریشۂ معنیٰ میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس مقامِ کلیمی تک، خدمت ہی نے پہنچایا تھا، انہوں نے اپنے شیخ کی مثالی خدمت کی تھی، اور ضابطہ ہے ''ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد''۔

حکیم صاحبؒ اپنے پیچھے مواعظ وملفوظات کا ایک بے بہا خزانہ چھوڑ گئے ہیں اسی طرح اپنے پیچھے سالکین اور خلفاء کی ایک بہت بڑی جماعت اور اُن کی یاد میں رونے والوں کا ایک بہت بڑا مجمع۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے قیامت تک آنے والے اور آکر جانے والے ہر اللہ والے کی جدائی پر پیچھے رہ جانے والوں کے درد وکرب کی ترجمانی کیا خوب کی ہے۔

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہرِ تماشا میروی

ہم تو سب تیرے تماشائی تھے، تیرے درد وکرب سے بھرے نغموں کو سنتے اور سر دھنتے تھے، تو جب بولتا تھا تو بندوں کے تالے کھول دیتا تھا، تو ہمارا رونقِ محفل تھا، ہماری جان ہمارا دل تھا، تجھ سے ویران دلوں کی آبادی تھی، تو ہماری محفل کو سونی کرکے کس کا تماشہ دیکھنے چلا گیا۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ اپنی مبارک زندگی سے ہمیں یہ پیغام دے گئے کہ ع

پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

سچی طلب کے ساتھ کسی شیخ طریقت کے دامن سے وابستگی انسان کے حصول مقصد کے لیے لازم ہے، خدا کے کسی سچے عاشق بندہ کی صحبت، خدمت و چاکری کے بغیر گناہوں سے بچنا اور معرفت خداوندی کا حاصل ہونا بہت مشکل ہے۔ خودسری، کبر، اور انانیت کے زہر کا تریاق وتوڑ صحبت اہلِ دل ہے، اہلِ دل کی خدمت سے دلوں میں محبت کی شمع روشن ہوتی ہے۔

یاایھا الذین آمنو اتقو اللّٰہ و کونوا مع الصادقین۔ اللّٰھم ارزقنی حبك و حب من یحبك و حب عمل یقربنی الی حبك۔

(بشکریہ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ رمضان شوال ۱۴۳۴ھ جولائی وگست ۲۰۱۳ء)

۞

دِلوں کے شاہ رخصت ہوئے!

مولانا محمد اسماعیل ریحان

روزنامہ اسلام

پیر ۳؍ جون کی صبح موبائل پر پیغام آیا۔ دیکھا تو حضرت شیخ مولانا محمد یحییٰ مدنیؒ کے صاحبزادے مولانا محمد اسماعیل مدنی کا تھا۔ جلدی سے کھول کر دیکھا تو موبائل ہاتھوں میں لرزنے لگا۔ لکھا تھا: حضرت اقدس شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت حکیم اختر صاحبؒ بھی دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ ایک ایسی شخصیت چلی گئی جس نے اللہ والوں کی صحبت کا عرق نچوڑ کر پیا تھا، جس کا قطرہ قطرہ عمر بھر اس کے قول وفعل سے ٹپکتا رہا ؎

مرے احبابِ مجلس سے کوئی پوچھے مزہ اس کا
بشرحِ دردِ دل اختؔر کا محوِ گفتگو رہنا

میں بے اختیار اُن دنوں کو یاد کرنے لگا کہ جب اس عظیم ہستی سے تھوڑی تھوڑی آشنائی ہوئی تھی۔ سب سے پہلے جب ان کا نام پڑھا تو عمر کوئی بارہ، تیرہ سال تھی۔ یہ کوئی تیس سال پہلے کی بات تھی۔ راقم اسکول کی آٹھویں کلاس میں پڑھتا تھا۔ گھر سے اسکول، اسکول سے گھر، بس یہی زندگی تھی۔ شہر میں کہیں گھومنے پھرنے کی عادت نہیں تھی۔ آس پاس کے چند علاقوں کے سوا کراچی سے ناواقف تھا۔ اسکول میں گرمیوں کی دو ماہ کی چھٹیاں ہوئیں تو ایک دوست نے اپنے رشتہ داروں کے ہاں ساتھ لے جانے پر اصرار کیا، جو گلشن اقبال میں رہتے تھے۔ ہم کراچی کی مشہور زمانہ ویگن ''این ون'' پر سوار ہو کر وہاں پہنچے۔ مل ملا کر کوئی تین بجے سہ پہر اسی طرح ''این ون'' پر واپس ہوئے۔ راستے میں ایک چورنگی (گلشن چورنگی) پر کوئی پچاس سال کے لگ بھگ عمر کے ایک باریش بزرگ سوار ہوئے۔ اُنہیں ہمارے سامنے جگہ ملی۔ وہ مجھے بہت مختلف لگے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد اُن کے منہ سے ''آہ'' کے انداز میں نکلتا۔ ''تم کہاں، ہم کہاں''۔ اُن کے ہاتھ میں کچھ کتابچے اور رسالے تھے۔ میری نگاہ اُن پر جم گئی۔ وہ بھانپ کر بولے بچو! میں گلشن اقبال کی خانقاہ اِمدادیہ اشرفیہ سے آرہا ہوں!

یہ رسالے وہاں سے ملتے ہیں۔ وہاں ایک بزرگ ہیں۔تم ضرور وہاں جانا۔اُن سے ملنا۔ یہ کہہ کر انہوں نے ایک چھوٹا سا کتابچہ ہمیں دے دیا۔جس کا عنوان تھا''ایمان پر خاتمے کے نسخے''۔اوپر حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب کا نام نامی تھا۔ یہ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف کا پہلا موقع تھا مگر برسوں تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کتنی بڑی ہستی ہیں؟....۔

بعد میں جب اللہ نے علومِ دینیہ کی طرف رُخ پھیرا اور راقم نے جامعہ معہد الخلیل الاسلامی میں داخلہ لیا تو اپنے شیخ حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے بارہا حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب کا ذِکر بڑی محبت سے سنا۔ یہی نہیں بلکہ شیخ اپنی مجالس میں اُن کے مواعظ اور بیانات کو باقاعدہ سنواتے اور جگہ جگہ تشریح فرماتے جاتے۔ جوں جوں عمر بڑھتی گئی اندازہ ہوتا گیا کہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب کو اللہ نے کتنا بلند مقام دیا ہے۔اُن کی تصانیف اور مواعظ کو پڑھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ایک عشق کی آگ شعلہ زن ہے۔

ایک بار ہمارے شیخ نے کسی بات پر خوش ہوکر راقم کو سو کا نوٹ بطورِ انعام دیا۔ میں دیر تک سوچتا رہا کہ اس کو کس طرح یادگار بنالوں۔ جامعہ معہد الخلیل الاسلامی کراچی کے اِحاطے میں مکتبۃ الشیخ چلا گیا۔ وہاں حضرت حکیم صاحب کی تصنیف ''معارفِ مثنوی'' پر نگاہ پڑی۔ کتب خانہ مظہری نے اسے سرخ مخملی جلد میں شائع کیا تھا۔ قیمت پوچھی تو لگ بھگ اتنی ہی تھی۔ میں نے فوراً خرید لی۔شعروشاعری کا شوق شروع سے تھا اور فارسی پڑھنے پڑھانے کا موقع بھی ملا تھا، اس لیے فارسی کلام سے ایک گونہ مناسبت تھی۔مثنوی مولانا رومؒ کا کچھ حصہ پہلے بھی پڑھا تھا مگر جب معارفِ مثنوی دیکھی تو ایک الگ ہی اثر ہوا۔کئی مقامات پر آنسو روکنا ناممکن ہوجاتا تھا۔حضرت رومیؒ کے سوز وگداز کو رومیٔ ثانی نے اپنے عشق ومحبت کے پیمانے میں یوں پیش کیا ہے کہ ہر لفظ دل میں پیوست ہوتا چلا جاتا ہے۔

پھر کچھ مدت بعد حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درسِ مثنوی پڑھنے کو ملی، اپنی جگہ وہ بھی ایک عجیب ہی شے ہے۔ممکن نہیں کہ کوئی اس کے دو چار صفحے پڑھے اور اپنے دل میں محبتِ الٰہیہ کی ٹیس محسوس نہ کرے۔گزشتہ دور کے کتنے ہی اللہ والے تھے جو گواہی دے گئے کہ حضرت حکیم صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے مولانا رومؒ کی نسبتِ خاصہ عطا کی ہے۔اہلِ ذوق معارفِ مثنوی کے آخر میں مثنویٔ اختر پڑھ کر اندازلگا سکتے ہیں کہ صدیوں کا فاصلہ ہونے کے باوجود دونوں بزرگوں کے کلام میں کتنی ہم آہنگی ہے۔عشق کا جو جوبن وہاں نظر آتا ہے یہاں بھی اُسی کا پرتو دکھائی دیتا ہے اور اُسی آہنگ وانداز میں۔

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحت کے دنوں میں اُن کی مجلس وعظ میں بھی شرکت کا موقع ملا۔پہلی بار مارشل آرٹ کے مشہور استاذ چن زیب خان کے ساتھ جانا ہوا۔مجلس میں

بیٹھنے کے بعد افسوس ہوا کہ پہلے کیوں حاضر نہ ہوا۔ درحقیقت خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ میں نورِ معرفت کی ایک ایسی بہار دکھائی دیتی تھی جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ اُن کی مجلس کا روح پرور ماحول ہزاروں لاکھوں اِنسانوں کو ہنستے ہنساتے عارف باللہ بنا دیتا تھا۔

آپ کا اندازِ تربیت عجیب تھا۔ مشکل سے مشکل گناہوں سے بچنے کے ایسے آسان نسخے بتاتے کہ بس سوچ کو زاویہ تبدیل کرنا پڑتا۔ روگ کا علاج ہوجاتا۔ حج وعمرہ کے سفر میں حرمین شریفین میں بہت سی خواتین چہرہ کھولے اچانک سامنے آجاتی ہیں جس کی وجہ سے نگاہ پر قابو رکھنا مشکل ہوجاتا ہے۔ آپ نے اس کا یہ حل تجویز فرمایا کہ: ''یہاں اگر اچانک کوئی نامحرم لڑکی سامنے آجائے تو نظر ہٹا کر فوراً دل میں کہو، اے اللہ یہ میری ماں سے زیادہ محترم ہے، کیوں کہ آپ کی مہمان ہے۔ اسی طرح اگر کسی حسین لڑکے پر نظر پڑ جائے تو دل میں کہیے یا اللہ! یہ میرے باپ سے زیادہ محترم ہے، کیوں کہ یہ آپ کا مہمان ہے''۔ یہ ایسا نسخہ تھا کہ جس کسی نے بھی آزمایا اسے بے حد فائدہ ہوا۔

آپ گناہوں سے بچنے پر بہت زیادہ زور دیتے تھے اور اسی کو اصل فرماتے تھے۔ ایک بار فرمایا ''ایک شخص رات بھر تہجد پڑھتا ہے، لیکن تقویٰ سے نہیں رہتا۔ دوسرا شخص تہجد تو نہیں پڑھتا، مگر تقویٰ سے رہتا ہے۔ ایک نظر بھی خراب نہیں کرتا ایک لمحہ بھی اپنے مالک کو ناراض نہیں کرتا، میں واللہ کہتا ہوں اس کے دردِ دل سے عالم میں زلزلہ پیدا ہو جائے گا اور ایک مخلوق اس سے فیضیاب ہوگی''۔

قسم کھا کر فرماتے تھے کہ گناہوں سے بچنے کا غم اولیاء کی غذا ہے، عبادات، حج اور عمرہ فاسق بھی کرتا ہے، عبادات فاسقوں کی بھی غذا ہے، اور اللہ کے دوستوں کی بھی، مگر گناہوں سے بچنے کا غم صرف اللہ کے دوستوں کی غذا ہے۔ اگر گناہ گار بھی یہ غذا کھانے لگے اور گناہ چھوڑ دے تو ولی اللہ ہو جائے۔

اللہ والوں سے تعلق رکھنا اور پھر آدابِ صحبت نہ بجا لانا بھی اِنسان کو محروم کرتا ہے۔ بعض اوقات اپنی قابلیت اور لیاقت شیخ سے عقیدت میں آڑے آجاتی ہے۔ بعض اوقات یہی نہیں پتہ ہوتا کہ بیعت کا مقصد کیا ہے، اس لیے اِنسان مدتِ دراز صحبت اُٹھا کر بھی پورا فائدہ نہیں اُٹھا پاتا۔ حضرتؒ اس مسئلے کو یوں حل فرماتے تھے: ''مشائخ کی خدمت میں اضافۂ علم کے لیے نہ جائیے، اُن کے قلب کی کیفیتِ احسانیہ کا درد لینے جائیے، کیونکہ ہوسکتا ہے کسی کا علم شیخ سے زیادہ ہو تو وہ اپنے علم کی ریل گاڑی کا وزن شیخ کی کیفیتِ احسانی کے ہوائی جہاز سے زیادہ سمجھے گا۔ حالانکہ ہوائی جہاز منٹوں میں ہزاروں میل طے کرلیتا ہے اور ریل گاڑی مہینے میں بھی وہاں نہیں پہنچتی۔ اس لیے خود کو ریل اور شیخ کو ہوائی

جہاز سمجھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہم، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے علم لینے نہیں گئے تھے۔ یہی کیفیتِ احسانی لینے گئے تھے‘‘۔

آپ نے ۱۹۶۹ء میں وعظ و اِرشاد کا سلسلہ شروع کیا۔

کہاں تک ضبطِ بے تابی، کہاں تک پاسِ بدنامی
کلیجہ تھام لو یارو کہ ہم فریاد کرتے ہیں

آپ کے وعظ میں ایسی تاثیر تھی کہ دیکھتے دیکھتے طالبانِ حقیقت ومعرفت پروانوں کی طرح آپ کے گرد جمع ہونے لگے۔ آپ فرماتے تھے۔

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا وچمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

حسن بیان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عشقِ الٰہی میں گندھا ایسا پرسوز سلیقۂ نظم عطا کیا تھا کہ بڑے بڑے شاعر' آپ کا کلام سن کر لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ بعض اشعار ایسے ہیں جو ضرب المثل بن گئے ہیں۔ مثلاً

کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ سر اپنا

پورا شعر یہ ہے۔

سوا تیرے نہیں ہے کوئی میرا سنگِ در اپنا
کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ سر اپنا

اور جیسے:

دیکھیں گے کبھی شوق سے مکہ ومدینہ

پورا شعر یہ ہے۔

ساحل سے لگے گا کبھی میرا بھی سفینہ
دیکھیں گے کبھی شوق سے مکہ ومدینہ

حضرت کا کلام دراصل ان کا دردِ دل تھا، اس میں کوئی تکلف نہ تھا، نہ تصنع۔ آورد نہیں، آمد تھی۔ خود فرماتے تھے۔

تم اِصلاح کی اس میں کوشش نہ کرنا
یہ ہے داستاں دردِ دل کی ہماری
مری شاعری بس مرا دردِ دل ہے

لغت پاسکے گی اسے کیا تمہاری

مگر عجیب بات یہ ہے کہ اس بے ساختہ کلام کو اگر کوئی شاعرانہ نزاکتوں کے ساتھ بھی دیکھتا تو اسے کلامِ عجم کے بلندتر درجے پر پاتا۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ، پھر کلام میں جگہ جگہ اپنا نام جو آپ کا تخلص بھی تھا، اس طرح استعمال فرماتے کہ اہلِ ذوق جھوم جھوم اٹھتے، مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

تجھے مشکل نہیں مسکیں کو سلطانِ جہاں کردے
کرم سے اپنے اختؔر کو ترا شمس وقمر کرنا

آپ خود حق تعالیٰ سے اس سوزِ بیان کی دعا کیا کرتے تھے۔ جو بھی آپ کی صحبت میں بیٹھا ہے اسے صاف محسوس ہوتا تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہر شخص کو اللہ کا عاشق بنا دینا چاہتے ہیں، بشرطیکہ کوئی اس نعمت کو قدر کے ساتھ لینے والا ہو، فرماتے تھے ؎

مالک! مری زباں کو وہ سحرِ بیان دے
جو میری بات سن لے وہ بھی تجھ پہ جان دے

مواعظ اور اِصلاحی شاعری کا یہ سلسلہ تقریباً ۳۲ رسال تک جاری رہا۔ اس دوران بلا مبالغہ آپ نے ہزاروں وعظ کیے۔ دنیا کے مختلف ممالک کے دورے کیے اور ہر جگہ اللہ کی محبت کے بیج بوتے چلے گئے۔ یہ بیج اب تناور درخت بن چکے ہیں۔ بیسیوں خانقاہیں آپ کے فیض کی گواہی دے رہی ہیں۔ دینی مدارس، تبلیغی جماعت، تصنیف وتالیف سمیت ہر شعبے میں آپ کے فیض یافتگان نمایاں طور پر اُمت کی رہنمائی کررہے ہیں۔

سچ ہے جانے والے چلے جاتے ہیں کبھی واپس نہ آنے کے لیے، مگر کچھ لوگ ایسے کارنامے کرجاتے ہیں جو صدیوں یاد کیے جاتے ہیں۔ حضرتؒ چلے گئے مگر علم ومعرفت اور اسلامی شعروادب کی ایک ایسی تاریخ شروع کرگئے جو کبھی ختم نہ ہوگی اُن کی آواز آج بھی کانوں میں گونجتی محسوس ہوتی ہے ؎

عشاقِ حق جہاں بھی ہیں آہ وفغاں کے ساتھ
رہتے ہیں مست لذتِ ہردوجہاں کے ساتھ

حضرتؒ کی آخری زیارت اس حال میں ہوئی تھی کہ حضرتؒ پر فالج کا اثر تھا۔ حضرتؒ نے آخری بارہ تیرہ سال اسی بیماری کی وجہ سے بستر پر گزارے۔ فالج کا اثر جسم کے دائیں پہلو اور زبان پر تھا۔ اس لیے وعظ و بیان کا سلسلہ ان سالوں میں بہت کم رہا تاہم اصلاحی گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ جنہیں اہلِ علم اور قدردان معرفت موتیوں کی طرح چن لیتے تھے۔ ان آخری سالوں میں حضرت کا

فیض بے کراں ہوتا گیا۔ دنیا کے دور دراز کے خطوں سے علماء، مشائخ اور دینی کاموں میں چوٹی کا درجہ رکھنے والے لوگ آ آ کر بیعت ہوئے، جنوبی افریقہ تک حضرتؒ کا فیض پہنچا۔ اُن کے مجازین پوری دنیا میں پھیل گئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آخری زیارت کوئی ڈیڑھ سال پہلے ہوئی تھی۔ حضرت کے ایک مجاز مجھے اُن کے پاس لے گئے تھے۔ حضرتؒ غنودگی کے عالم میں تھے۔ کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں۔ مفتی صاحب سے کچھ پوچھا جو میں نہ سمجھ سکا۔ پھر مفتی صاحب نے کوئی خوش خبری سنائی تو ہاتھ اُٹھا کر دعائیں دینے لگے، میں سوچ رہا تھا کہ ان اللہ والوں کو بستر پر ایسی حالت میں بھی اُمت ہی کا غم ہے۔

آپ نے ۹۰ر برس کی زندگی گزاری، اور پوری زندگی احسان وسلوک کی روشنی پھیلاتے رہے۔ آفرین ہے اُن ہستیوں کو جو حیاتِ مستعار کا ہر پل اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں گزار گئے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اہل اللہ کی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ اللہ سے اہل غفلت کے سالوں پر بھاری ہے۔ پھر اگر اُس کے ساتھ طویل عمر بھی نصیب ہوئی ہو تو اس سعادت کے کیا کہنے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی ہستیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مجازین اور وابستگانِ سلسلہ سے اس مضمون کے ذریعے دلی تعزیت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جو گلشن علم وعرفاں لگا گئے ہیں ربِّ کائنات اُس کی آب یاری کی ہمت دے۔ قارئین سے دردِ دل کے ساتھ گزارش کروں گا کہ اللہ والوں کے وجود کو غنیمت سمجھیں، مبادا وہ وقت آجائے کہ لوگ ڈھونڈتے پھریں مگر اللہ والوں کی جگہ، ہر جگہ شعبدہ بازوں سے پالا پڑے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجازین تقریباً ہر شہر میں موجود ہیں، جو حضرات اُن کی صحبت وتربیت سے فائدہ اُٹھالیں وہ خوش نصیب ہوں گے۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام ادارتی صفحہ ۲۸ر رجب ۱۴۳۴ھ/۸ر جون ۲۰۱۳ء)

مرا ہر خطا پہ رونا ہے یہی مری تلافی
تری رحمتوں کا صدقہ مرا جُرم عفو کرنا
تری شانِ جذب ہے یہ، تری بندہ پروری ہے
مرے جان ودل کا تُجھ کو ہمہ وقت یاد کرنا
کسی اہلِ دِل کی صحبت جو ملی کسی کو اخترؔ
اُسے آگیا ہے جینا، اُسے آگیا ہے مرنا

(حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

محبوبِ خدا حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ

مولانا امیر جان حقانی

مدیر سہ ماہی نصرۃ الاسلام گلگت، لیکچرار گورنمنٹ کالج گلگت

میں ابھی سن بلوغت کو بھی نہیں پہنچا تھا کہ حفظِ قرآن کے لیے کراچی سدھار گیا۔ میرے انکل مولانا موسیٰ ولی خان صاحب کراچی میں درس و تدریس میں مشغول تھے۔ میں اپنے والدین کا اکلوتا بچہ تھا مگر قرآن پاک کو حفظ کرنے کے لیے ہزاروں میل دور کراچی بھیج دیا گیا۔ جامعہ اشرف العلوم کورنگی کراچی، حضرت مولانا سحبان محمود صاحبؒ (سابق شیخ الحدیث وناظم تعلیمات جامعہ دارالعلوم کراچی) کا لگایا ہوا حسین پودا ہے۔ میں حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہو رہا تھا۔ یہ غالباً ۲۰۰۰ء کی بات ہے۔ حضرت مولانا سحبان محمود صاحبؒ سے دوران حفظ کئی دفعہ انعام میں کتابیں لینے کا اعزاز حاصل رہا۔ امتحانات میں پوزیشن ہولڈر طلباء کو کتابیں انعام میں دی جاتیں تھیں۔ چونکہ ہم چھوٹے تھے اس لیے ہمیں اکابرین علماء کرام کے رسائل دیئے جاتے۔ ان رسائل میں زیادہ تر جامعہ دارالعلوم کراچی والے رسائل ہوتے مگر تین شخصیات کے رسائل ہر انعام میں ہوتے۔ ۱۔ مفتی رشید احمد لدھیانویؒ، ۲۔ مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری ثم مدنیؒ اور ۳۔ مولانا شاہ حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ کے رسائل ہوتے۔ چونکہ میں مبتدی طالب علم تھا۔ علم وادب سے نابلد تھا۔ اکثر رسائل درمیان سے کچھ کچھ پڑھنے کے بعد اچھے وقتوں کے لیے سنبھال رکھتا۔ مگر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ کے رسائل اور کتب کے ساتھ معاملہ برعکس ہوتا۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ حضرت کے رسائل انتہائی خوبصورتی کے ساتھ معیاری کاغذ پر مزین طریقے سے چھاپے جاتے اور سہل اور آسان موضوعات پر مبنی یہ رسائل اور کتب جا بجا اشعار، قصوں اور کہانیوں سے مملوء ہوتے تھے۔ حضرت اپنے مواعظ میں دقیق علمی مسائل نہیں چھیڑتے۔ وہ تو اِنتہائی دلچسپ اور دلرُبا انداز میں وعظ کرتے اور یہی وعظ کتب ورسائل کی شکل میں چھپتے۔ اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ حضرتؒ کے مخاطب دینی مدارس کے طلباء و علماء سے زیادہ عوام تھے۔ عام طور پر ہمارے مدارس میں علمی زبان استعمال کی جاتی ہے جو عوام الناس کی فہم وادراک سے دور ہوتی ہے جس کی وجہ سے مناسب فائدہ نہیں ہوتا۔ مگر حضرت حکیم صاحبؒ کا

لب ولہجہ، انداز بیاں، اور طرز تخاطب عوامی ہوتا۔ وہ بڑے بڑے علمی دقیق مسائل اور صوفیاء کا کلام بالخصوص پیر رومیؒ کا فارسی کلام اِنتہائی جاذب اور دل نشیں انداز میں سمجھاتے تھے۔ پیر رومی کا کلام اور اس کی تشریحات تفصیل سے پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا ہے البتہ جو پڑھا ہے وہ حضرت شاہ صاحبؒ کی بیان کردہ توضیحات وتشریحات ہی میں پڑھا ہے۔ حق یہ ہے کہ شاہ صاحبؒ نے حق ادا کیا ہے۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ میں شاہ صاحب کا سن بلوغت سے پہلے کا قاری ہوں اور اس زمانے سے حضرت کا قدر دان بھی۔ حضرت کے کئی اشعار تو دوران حفظ از بر ہوئے تھے۔ ابتدائی اسلامی ادبی ذوق بھی حضرت والاؒ کے لٹریچر اور کتابوں سے پیدا ہوا۔ یقیناً حضرت کی کتب ادب اسلامی سے مملوء ہیں۔

جامعہ دارالعلوم کراچی میں ہمارے ایک برادر محترم مولانا عبدالقدوس صاحب پڑھتے تھے۔ اُن کا ایک مشغلہ یہ تھا کہ بزرگ علماء کی زیارت اور ملاقات کیا کرتے تھے۔ وہ غالباً درجہ ثالثہ کے طالب علم تھے۔ اکثر گلشن اقبال میں حضرت کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھتے تھے۔ جمعرات کو میں جامعہ دارالعلوم میں ان کے پاس آیا کرتا تھا۔ وہ میرے نگران بھی تھی اور رشتہ دار بھی۔ وہ حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے دلدادہ تھے۔ شاہ صاحبؒ کی اکثر کتب ان کے پاس موجود تھیں۔ وہ شاہ صاحبؒ کی کتب اپنے دوستوں اور اساتذہ میں بانٹتے۔ مجھے بھی کئی کتب دی تھیں۔ ویسے بھی ان کے پاس حضرت کی جو کتابیں تھی وہ میرے دسترس میں تھیں اور مطالعہ میں رہتی تھیں۔ ایک دفعہ میری چاہت پر مجھے بھی اپنے ساتھ حضرت کی بارگاہ میں لے گئے۔ ہم بہت پہلے ہی مسجد میں پہنچ گئے اور اگلی صفوں میں بیٹھ گئے۔ مسجد تنگ تھی۔ لوگوں کا ایک جم غفیر ہوتا تھا۔ کافی انتظار کے بعد حضرت شاہ حکیم صاحبؒ جلوہ افروز ہوئے۔ سفید ریش بزرگ، سفید پوشاک میں جب منبر پر بیٹھ گئے تو اللہ اللہ! دیدنی کا کیا منظر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جن جن وہبی وکسبی صفات عالیہ سے نوازا تھا ان پر تو اہلِ علم وقلم اور اصحاب سلوک وطریقت ہی روشنی ڈالیں گے مگر اس پہلی زیارت میں مجھ پر جو وا، ہوا، اور میرے دل ودماغ میں حضرت کی جو شخصیت سامنے آئی وہ کچھ یوں تھی کہ اللہ نے انہیں اخلاص وللّٰہیت، تقویٰ وطہارت، اُلفت ومحبت، احترام واکرام اور علم وعمل سے وافر مقدار میں نوازا تھا۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فدائیت، عشق الٰہی میں فنائیت، عشق صحابہ رضی اللہ عنہم میں غرق اور عشق اولیاءؒ وصوفیاءؒ میں قربان نظر آئے۔ علم تصوّف میرا موضوع نہیں اور نہ ہی تصوّف و طریقت کے رموز سے واقفیت ہے اور نہ ہی موجودہ دور کے اکابر صوفیاء وشیوخ سے شناسائی ہے۔ لیکن اگر قسم کھا کر کہوں کہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکیسوی صدی کے علم تصوّف وطریقت اور اصحاب تصوّف وسلوک کے بے تاج بادشاہ تھے تو حانث نہیں ہوں گا۔ بلکہ وہ تو با تاج بادشاہ تھے۔

نماز جمعہ کے بعد حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کے لیے لائن لگ گئی۔ بخدا! لوگوں کی ایک کثیر تعداد مصافحہ کے لیے تپتی دھوپ میں کھڑی تھی۔ ہم بھی لائن میں لگ گئے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کیا۔ پھر ہوتے ہوتے حضرت کی نشست گاہ تک پہنچے۔ مریدین وسالکین کا ایک مجمع تھا۔ دبک کے کسی کونے میں بیٹھ گئے۔ واللہ! حضرت والاؒ باتیں نہیں کررہے تھے دَہن مبارک سے پھول جھڑتے تھے۔ کتنی رسیلی گفتگو تھی جس کا بیان الفاظ میں ناممکن ہے۔

حدیث قدسی کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ ''میں نے اپنی رضا کو نفس کی مخالفت ومخاصمت میں رکھ دیا ہے اور لوگ اُسے موافقت ومطابقتِ نفس میں تلاش کرتے ہیں بھلا وہ کیسے میری رضا پائیں گے؟''۔ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ نے بھی اپنے نفس کی مخالفت کرکے اللہ کی رضا پالی تھی۔ مخالفتِ نفس ان کا سب سے پسندیدہ موضوع تھا۔ مخالفتِ نفس پر تادم اخیر قائم ودائم رہے۔ یہی حدیث میں آتا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے عزت واکرام اور شرف ومنزلت کو اپنی اطاعت وفرمانبرداری میں رکھ دیا ہے لوگ اُسے بادشاہوں کے محلوں اور دروازوں میں ڈھونڈتے ہیں۔ بھلا انہیں عزت کیسے ملے گی۔'' حضرت شاہ صاحب (قدس اللہ سرہٗ) نے اِطاعتِ خداوندی میں اپنی زندگی بِتائی تھی۔ بڑے بڑے بادشاہ اور بادشاہ گر اُن کے آستانہ میں حاضری دیتے تھے۔ اطاعتِ خداوندی کی وجہ سے اللہ نے انہیں وہ عزت ومرتبہ اور شرف سے نوازا تھا کہ ماوشما سوچ نہیں سکتے ہیں۔ جس قدر انسان کے اندر اللہ کی معرفت ومحبت صحیح ہوگی اس قدر اس کا عمل درست اور عنداللہ مقبول وماجور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت، محبت ومودت، اطاعت وفرماں برداری اور اُس کی کیفیات دِلوں میں کیسے جاگزیں ہوتیں ہیں، اُس کو جاننے کے لیے حضرت شاہ صاحب کی کتب کا مطالعہ اور اُن کی جیتی جاگتی حیات کا سمجھنا ضروری ہے۔ اور اُس پر چلنا اور پھر وہی مطلوبہ نتائج کا حصول کیسے ممکن ہوتا ہے اور سنت کے راستے کیسے اللہ سے ملاتے ہیں کا پتہ چلانے کے لیے بھی اُن کی سوانح عمری کو پڑھنا ہوگا۔ میں نے حضرت والا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بارہا سنا۔ ہر بار دل میں ان کے لیے ایک بلند مقام پیدا ہوتا۔ وہ خدا کی معرفت اور محبت کو سمجھانے کے لیے خدا کی کتاب مقدس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا مکمل سہارا لیتے تھے۔ خداوند کریم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''یَھْدِی اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ'' یعنی اللہ راہ مستقیم انہیں کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف متوجہ ہوں۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر یہی کام کیا کہ بندگانِ خدا کو خدا کی طرف متوجہ کیا۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا فیض چاردانگ عالم پھیلتا رہا۔ کراچی میں تو آپ کے فیوض وانوار کی برسات تادم حیات جاری وساری رہی۔ علماء وصلحاء اور تشنگانِ تصوف

وطریقت کی آمد ورفت ہمیشہ رہتی۔گلشن اقبال کی یہ عظیم خانقاہ حضرت رحمہ اللہ کے وجودسعید سے ایک طویل عرصہ تک جگمگاتی رہی۔گلشن اقبال مرجع خلائق بنا ہوا تھا۔اندرون ملک اور بیرون ملک سے لوگ قطار در قطار آرہے تھے۔آج خانقاہِ گلشن کے درودیوار پسماندگان شیخ میں شامل ہیں۔

کلیوں کو میں خونِ جگر دے کے چلا ہوں
صدیوں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

ہم بھی اپنی بساط کے مطابق حضرت سے مستفید ہوتے رہےمگر سچی بات یہ ہے کہ جس انداز میں حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کرنا تھا، اُن کی خدمت کرنی تھی وہ نہ کرسکے۔تاہم بارہا حضرت والا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محفلوں میں شرکت کا موقع ملا۔حضرت والاؒ کے مواعظ سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔کچھ مواقع ایسے بھی آئے کہ حضرتؒ کو بہت قریب سے دیکھا۔

غالباً مارچ ۲۰۰۸ء کی بات ہے۔مولانا عطاءاللہ شہابؔ کراچی میں آئے تھے۔ان کے ساتھ جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ سوسائٹی میں جانا ہوا۔مخدوم زادہ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب اوران کے صاحبزادے کے ساتھ ایک تفصیلی ملاقات ہوئی۔کئی امور زیرِ بحث آئے۔وہاں سے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب کی معیت میں حضرت حکیم محمد اختر صاحبؒ کے حجرے پہنچ گئے۔حضرت کو دیکھ کر دِل مسرور ہوا۔حضرت نے نفیس طبع پائی تھی۔حضرت والا طویل عرصے سے بستر علالت پر تھے۔بستر علالت اورحجرہ مبارک سے بھی نفاست ٹپک رہی تھی۔حجرہ خاص سے باہر مریدین باصفا کا ایک مجمع تھا۔جب ہم حاضر ہوئے تو حضرت کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد مظہر صاحب نے تعارف کروایا۔وہ دونوں چپ چاپ کھڑے رہےاوراحقر نے حضرت کے ہاتھ دبانے شروع کیے۔سلسلہ دراز ہوا۔پیشانی پرآہستہ آہستہ ہاتھ پھیرا۔پھر پاؤں بھی دیرتک دباتا رہا۔کتنے نرم اور ملائم پاؤں تھے۔حضرت ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے؛ میری زندگی کے حسین لمحات میں ان چندلمحات کا بھی شمار ہوتا ہے کہ جب میرے کہنے پرحضرت والاؒ نے میرے لیے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی تھی۔قارئین! میں بتا نہیں سکتا کہ اس وقت میرے دل کی کیفیات کیا تھیں۔ایسی ہی ایک مقبول دعا مجاہدِاسلام مولانا ڈاکٹر شیرعلی شاہ صاحب نے بھی میرے لیے خصوصی کی تھی، جب برادرم مولانا...ابن شیخ الحدیث مولانا مغفوراللہ باباجی (جامعہ دارالعلوم حقانیہ) کی معیت میں اُن کے دولت کدے پر حاضر ہوئے تھے۔ اللہ اللہ! کہاں یہ بزرگانِ باصفا کے ہاتھ بندہ پرتقصیر کے لیے اُٹھنا کہاں خواہشاتِ نفس کا یہ پتلا۔بندہ عاصی پرمعاصی کے لیے محبوبِ خدا کے ہاتھ اُٹھنا کوئی معمولی بات ہے کیا؟۔میرا دِل سرشار تھا۔اس کی ایک ہی وجہ تھی کہ حضرت محبوبِ خدا تھے۔وہ کیوں کرمحبوبِ خدا تھے؟ تو سیدھی سی بات ہے وہ

عاشقِ محبوبِ خدا تھے۔ کیونکہ اس (رسول ﷺ) کے بغیر اللہ سے محبت، اس کی اطاعت میں مداومت ناممکن ہے۔ بدون واسطۂ رسول ﷺ بندے کا ایمان قابلِ قبول نہیں چہ جائیکہ وہ محبوبِ خدا بنے۔

دورۂ حدیث کے سال استادِ محترم جناب مولانا عبیداللہ خالد صاحب نے مؤطا امام مالکؒ کی ایک حدیث دل نشیں انداز میں پڑھائی تھی۔ حدیث کا مفہوم یوں ہے کہ: ''جب اللہ ربّ العزت کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرئیل امینؑ سے فرماتے ہیں کہ: اے جبرئیل! میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، اُسے پسند کرتا ہوں لہٰذا تو بھی اس سے محبت رکھ۔ چنانچہ ملائکہ کے سردار حضرت جبریل امین علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر وہ اہلِ سماء میں اعلان فرماتے ہیں کہ: اے سکان سماء! مالک ارض وسماء فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ باشندگانِ سماء بھی اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد اس محبوب خدا کی مقبولیت زمین میں پھیلتی ہے اور اہلِ ارض بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں''۔

حضرتؒ بھی اُن معدودے چند لوگوں میں سے تھے جو اللہ کو محبوب تھے، وہ کیوں نہ اللہ کے محبوب ہوتے کہ پوری عمر محبوب خدا کی سنتوں کو زندہ کرنے میں بتائی۔ وہ تو علمائے دیوبند کے محبوب تھے۔ عوام وخواص آپ سے بے لوث محبت کرتے تھے۔ افراتفری اور مادیت کے اس دور میں مخلوقِ خدا حضرتؒ کے آستانے پر حاضری دینا سعادت سمجھتی تھی۔ بغیر کسی دنیاوی غرض اور مقصد کے صرف اللہ کے لیے محبت کرنا ہی محبت حقیقی ہے۔ ورنہ تو آج لوگ کسی کے خوف وشر سے بچنے اور مال ومتاع کے لالچ میں محبت واکرام کرتے ہیں۔ اور حضرتؒ سے خلقت رضاء الٰہی کے لیے محبت کرتی تھی۔

استادِ محترم مولانا عبیداللہ خالد نے جامعہ فاروقیہ میں طلباء کے ایک پروگرام میں فرمایا تھا کہ ''آج کل دینی مدارس واجتماعات میں بھی غیر مستند شعراء کا کلام، نظمیں اور نعتیں سنائی جاتی ہیں، بعض دفعہ تو ان کا کلام دینی احکامات کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ میری گزارش ہے کہ جامعہ کے پروگراموں میں حضرت سید انور حسین نفیس رقم شاہ الحسینی صاحب اور حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب کا کلام پڑھا جائے۔ ان دونوں بزرگوں کا کلام شرعی پیمانوں پر پورا اترتا ہے۔ کلام میں شرینی اور لطافت بھی ہے۔ اور شعری معیار پر پورا بھی اترتا ہے اور اکابر علماء ان کے کلام پر اعتماد بھی کرتے ہیں''۔

حضرت والا کی اصلاحی وعلمی خدمات کے ساتھ رفاہی وسماجی خدمات کا بھی ایک وسیع نیٹ ورک ہے۔ حضرت والاؒ کی رفاہی خدمات سے ملک بھر کی طرح گلگت بلتستان کے غریب مسلمان بھی مستفید ہوتے رہے۔ مگر افسوس کہ کچھ عرصے سے یہاں گلگت کے مقامی نااہل ذمہ داروں کی غیر شائستہ حرکتوں کی وجہ سے ادارہ کی امداد ومعاونت سے باسیان گلگت بلتستان محروم ہیں۔ شروع شروع

میں ادارہ کا امدادی مال گلگت بلتستان کے پسماندہ علاقوں تک پہنچتا تھا مگر بعد میں صورت حال مختلف رہی۔جس کی وجہ سے شاید بزرگوں نے یہاں کام معطل کردیا۔حضرتؒ کی باقیات صالحات سے گزارش ہے کہ گلگت بلتستان کے غیور اور مستحق مسلمانوں کو ادارہ کے فیوض وامداد سے محروم نہ رکھیں۔ دیندار اور صالح علماء کی ایک کمیٹی بنا کر یہاں دوبارہ سماجی کاموں کا نیٹ ورک بچھایا جاسکتا ہے۔اہلِ باطل نے گلگت بلتستان میں سماجی کاموں کا وسیع نیٹ ورک بچھا کر یہاں فتنہ وفساد شروع کر رکھا ہے۔ دیگر قبیح مضرات کے ساتھ ایک عظیم المیہ یہ بھی وقوع پذیر ہو رہا ہے کہ غریب اور سادہ لوح مسلمان ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ادارہ اور دیگر رفاہی وسماجی اداروں بالخصوص اکابر علماء کرام کو اس حوالے سے سنجیدگی سے کوئی لائحہ عمل طے کرنا ہوگا۔وگرنہ آنے والے دنوں کے موسم یہاں کے اہلِ سنت عوام کے لیے صحت افزا نہیں۔گلگت بلتستان کے مدارس بھی مفلوک الحال ہیں،ان پر بھی توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔بہرصورت ادارہ والوں کی نظر کرم والتفات کی اشد ضرورت ہے۔حضرت کا لٹریچر بھی اگر گلگت بلتستان میں مستقل بنیادوں پر تقسیم کیا جائے تو مناسب نتیجے کی توقع ہے۔

حضرت والا شاہ حکیم اختر صاحب کی رحلت ہوچکی ہے۔موت کو کسی سے رستگاری نہیں۔ہم نے بھی وہاں جانا ہے جہاں حضرت چلے گئے ہیں۔اس معمورۂ بے ثبات میں کسی کو مخلد نہیں رہنا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو محبوبِ خدا، جنابِ محمد مصطفیٰ، احمدِ مجتبیٰ، سید البشر ﷺ کو کبھی بھی موت نہ آتی۔

ولو کانت الدنیا تدوم لواحد
لکان محمد فیھا مخلداً

حضرتؒ کی رحلت کی خبر سن کر دل افسردہ ہوا۔مگر فوراً ''إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھ لیا۔ان کی وفات حسرتِ آیات پر ہر ایک رویا۔العین تدمع۔آنکھوں پر اختیار ختم ہوچکا ہے۔خلقت بے ساختہ روئی۔دل مغموم ہیں۔والقلب یحزن۔حضرتؒ کی وفات پر تو اہلِ علم وعمل لکھیں گے۔ان کی زندگی،سوانح عمری پر بھی اصحاب قلم ہی قلم اُٹھائیں گے۔تاہم ہم اپنی اس ناقص تحریر کے سبب خریداران یوسفؑ میں شامل ہوگئے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ہم تو انہی لوگوں میں ہیں جو حضرتؒ کے نام سے نام کمانا چاہتے ہیں۔کسی عربی شاعر نے حضرت محمد ﷺ کے حوالے سے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

ما مدحتُ محمداً بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمدِ

❁

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ گیر شخصیت

مولانا سید محمد زین العابدین
شعبۂ نشر واشاعت خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی

سردیٔ مرقد سے بھی افسردہ ہوسکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھوسکتا نہیں
(اقبالؒ)

۲۳؍رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲؍جون ۲۰۱۳ء کی شام میں تقریباً ساڑھے سات بجے سرزمینِ پاکستان کے سلسلۂ باکمال و بافیض مرشدین کے قافلۂ سالار، پختہ علم عالمِ باعمل، خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ و جامعہ اشرف المدارس کے بانی شیخ المشائخ، مجددِ عصر حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً نوے سال کی عمر میں فالج کے عارضے کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور نہ صرف اہلِ خاندان و باشندگانِ پاکستان کو بلکہ ہزاروں عقیدت مندوں، فیض یافتوں، محبین اور سارے علمی حلقے کو سوگوار اور اَشکبار کر گئے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ علم و عمل، فضل و کمال، لطف و شفقت، اصلاح و ارشاد، نظم وضبط، ہر کام کے حوالے سے سلیقہ مندی، ہمہ گیر ہنرمندی، ہر علم وفن میں بے مثال صلاحیت اور فیضِ رسانی و اِفادیت کی بے نظیر قدرت کے ساتھ ساتھ پُروقار و بااعتبار و پُرکشش شخصیت کے حامل اپنی نظیر آپ تھے۔ اُن سے ہر ملنے اور نیاز حاصل کرنے والے کو اُن سے محبت کرنے پر مجبور ہونا پڑتا تھا۔ غالباً بلکہ یقیناً اُن کا شاید ہی کوئی دشمن رہا ہو، میرا دل کہتا ہے کہ اُن کی ہر دید وشنید والا اُن کا صرف دوست ہی رہا ہوگا، اُن سے ملنے کے بعد کوئی اُن سے دشمنی کی ہمت نہ کر سکا ہوگا۔

شیخ المشائخ، مجددِ عصر، مرشدِ ملت حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ بلاشبہ اس گئے گزرے دور میں اُس شخصیت کا نام تھا کہ جس کے شب و روز دیکھ کر لوگ زندگی گزارنے کا ڈھنگ اور سلیقہ سیکھتے تھے، اُن کے علم و عمل کا مشاہدہ کر کے شریعت سے بے بہرہ افراد اپنی زندگیاں قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے کا طریقہ اور راستہ پاتے تھے، اور اُن کے نقشِ پا سے اصل زندگی کی راہیں تلاش کی جاتی تھیں۔ وہ بلاشبہ علمائے سلف کی یادگار تھے۔ انہوں نے اپنی جوانی امام العارفین حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری قدس سرہ کی خدمت میں صرف کر دی اور بقیہ عمر اُن سے حاصل کردہ معرفت کو پھیلانے میں۔ وہ دردِ محبت، سوزشِ عشق اور آہ وفغاں سے بھرپور وعظ فرماتے تھے، اور دلوں کو آتشِ عشق سے گرماتے تھے،

عشق مجازی کی تباہ کاریوں سے بچانے کی فکر میں گھلتے اور عشق حقیقی کا راز سمجھاتے تھے۔ سوزِ دروں کبھی آتشی شاعری کی صورت میں بیان ہوتا اور کبھی درد بھرے مواعظ کی شکل میں۔ مثنوی روم کے شارح بھی تھے، اور عاشق و مبلغ بھی، دین کے ہر طبقے کے محبّ و معاون بھی تھے اور مقتداء و رہنماء بھی، چاہے مدارس ہوں یا تبلیغ، خانقاہیں ہوں یا افتاء وتصنیف کے شعبے ہر طرف اُن کا فیض عام تھا۔ اُن کی مجلس سے فیض یاب ہونے کے لیے کسی رسمی اجازت یا کسی خادم کا واسطہ بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، وہ ہر آنے والے سے خندہ پیشانی سے ملتے اور آنے والے اجنبی کو خود ہی دو چار جملوں سے مانوس فرما لیتے تھے۔

وہ آفتاب کی مانند دنیا بھر میں تقویٰ وطہارت وتزکیۂ نفس کے ساتھ ساتھ علم کی روشنی بانٹتے تھے، اُنہیں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے عشق تھا عاشقی کے اس درد کو وہ اُمتِ مسلمہ تک پہنچاتے رہے، اُنہیں بندگی کا طریقہ آتا تھا چنانچہ وہ بھٹکے ہوئے انسانوں کو خالص بندگی کا طریقہ سمجھاتے رہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ عشق مجازی غیر اللہ سے دل لگانا ہے یہ عذابِ الٰہی ہے جس کو دوزخ کا عذاب دنیا میں دیکھنا ہو تو وہ ان لوگوں کو دیکھ لے جنہوں نے غیر اللہ سے دل کو لگایا ہے۔ جو عشق حقیقی یعنی اللہ والے کی محبت ہوتی ہے ہمیشہ قائم رہتی ہے تر و تازہ رہتی ہے یعنی دنیا میں بھی، عالم برزخ میں بھی، میدان حشر میں بھی اور انشاء اللہ جنت میں بھی۔ اللہ والے جو اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں میدان حشر میں بھی عرش کے سائے میں رہیں گے۔ آہ... اللہ کی معرفت کے جام پلانے والے وہ مرد قلندر کہ دنیا جن کو عارف باللہ، مجددِ عصر، شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر ؒ کے نام سے جانتی اور پہچانتی تھی اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

مرشدِ ملت، شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ اپنی ساری زندگی مسلمانوں کو باطل سے ہٹا کر حق کے راستے پر چلانے کی سعی کرتے رہے، مال کی محبت سے نکال کر قبر کی فکر عام کرتے رہے، عشق حقیقی اور عشق مجازی کا فرق سمجھاتے رہے، ظاہری حسن پر مر مٹنے والوں کو اس کے نقصانات سے آگاہ کرتے رہے، دل کی پاکیزگی کا ہنر دے کر دل کو منکرات کی محبت میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لیے دردِ دل بانٹتے رہے۔ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر ؒ کی مجلس انواراتِ الٰہی کا خزینہ ہوتی تھی۔ اُن کی مجلس میں شریک ہو کر ایسے لگتا تھا کہ جیسے عرش سے رحمتوں کا براہِ راست نزول ہو رہا ہو اور انسان رحمتوں سے مالا مال ہو رہا ہو۔ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ ولی کامل تھے۔ ایسے لگتا تھا کہ جیسے رب کائنات نے ساری دنیا کی شفقتیں آپ کے دل میں جمع کر دی ہیں۔ چنانچہ ہر خاص وعام پر شفقتیں نچھاور کرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ گناہ گار سے گناہ گار شخص بھی آپ کی محفل میں آکر پاکیزگی کی لمس محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ شانِ بندگی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ اِک روشن مینار تھے، دین کے ہر شعبے کے طرف دار تھے، دین کے ہر سچے داعی کے سرپرست تھے۔ بلاشبہ اللہ جل شانہ نے ان سے ہمہ جہت خدمات لیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور تبلیغی جماعت:

بعض لوگوں سے یہ اعتراض سننے میں آتا تھا کہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ تبلیغی جماعت کے مروجہ طریقے کے حق میں نہیں ہیں، بندہ کو یہ بات بہت عجیب لگتی تھی، لیکن جب خود تبلیغ پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مطبوعہ وعظ پڑھا، تو ساری حقیقت سامنے آ گئی؛ کہ حضرتؒ اس طریقے کے خلاف تو کجا! نامناسب کہنے کو بھی بہت برا سمجھتے تھے، بلکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو ان مشائخ اہلِ بصیرت میں سے تھے جنہوں نے اس کام کی وعظ وتقریر کے ذریعے تائید فرمائی تھی۔ چنانچہ تبلیغ سے متعلق وعظ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''تبلیغ کا کام مبارک ہے، پسندیدہ ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہی بزرگ ہیں۔ ہماری مسجد اشرف میں الحمد للہ خوب تبلیغی کام ہوتا ہے، ہر ہفتہ گشت بھی ہوتا ہے۔ ابھی ہمارے یہاں تبلیغی جماعت آئی تھی، فجر کے بعد اُن کی خاطر سے میں نے بیان کیا تھا۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نے تبلیغی جماعت کے ایک اجتماع میں بیان فرمایا، جہاں ساڑھے تین چار لاکھ کا مجمع تھا چونکہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی حضرت کے ساتھ پڑھے ہوئے ہیں، اس لیے حضرت کو فوراً موقع دیا گیا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جماعت قائم کی تھی کہ جو بیچارے دین سے دور ہیں انہیں دین سے مانوس کرا کے اُن کا رشتہ علماء ومشائخ سے جوڑا جائے تاکہ وہ پورا دین حاصل کرلیں۔ کراچی میں میری مسجد سے جماعتیں جاتی ہیں، ہردوئی میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی مسجد میں جماعتیں آتی ہیں، خود حضرت بارہا تبلیغی جماعت پاکستان کے مرکز رائے ونڈ بھی گئے اور عالمی مرکز نظام الدین جاتے رہتے ہیں، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی اور حضرت دونوں ساتھ کے پڑھے ہوئے ہیں۔ بہت ہی نادان اور فتنہ پرور ہے وہ شخص جو مجھے تبلیغ کا مخالف سمجھتا ہے بلکہ ہم تو عوام کو اس میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کا عظیم الشان فائدہ:

جس جماعت سے اتنا بڑا عالمی فائدہ ہورہا ہو اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت چمک رہی ہو، اس جماعت کی مخالفت کرنے والے سے اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائیں بلکہ ایسے شخص کا خاتمہ خطرہ میں پڑ جانے کا خطرہ ہے، کیونکہ اس جماعت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی بشارتیں ہیں۔ میں تبلیغی جماعت کے تمام احباب کو کہتا ہوں کہ میں اس جماعت کو بہت مبارک سمجھتا ہوں لیکن اگر نماز میں سجدۂ سہو کا مسئلہ بتاؤں کہ نماز میں دو سجدے واجب ہوگئے ہیں وہ ادا کرو ورنہ نماز دُہرانی پڑے گی، تو کیا میں نماز کا منکر ہوں؟ اسی طرح میں تبلیغ کا بھی منکر نہیں ہوں، البتہ مسائل بیان کرتا ہوں کہ یہ غلطیاں ہورہی ہیں لوگ اس بارے میں احتیاط کریں۔ اگر کسی تبلیغی

جماعت والے سے کوئی بے اصولی ہوجائے تو پوری تبلیغی جماعت کو متہم کرنا اور تبلیغ کی مخالفت کرنا کہاں جائز ہے؟۔

تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے:

میں سمجھتا ہوں کہ دینی اعتبار سے اجتماعی کام کرنے والی جماعتوں میں اس وقت سارے عالم میں تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے۔تبلیغ کے اصول بتانا تو واجب ہے لیکن جس بات سے تبلیغ کی حقارت،تبلیغی جماعت کی توہین یا اُن کا مذاق اُڑانا لازم آئے اس کو میں حرام سمجھتا ہوں۔اگر اُن سے کچھ کوتاہی ہوجائے تو مرکز کو یا علمائے دین کو اطلاع کردو تاکہ اُس کی اصلاح ہوجائے لیکن اس طرح کا رویہ اختیار نہ کرو جس سے معلوم ہو کہ یہ غیر ہیں۔یہ ہمارے ہیں۔حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ ہمارے ہی بزرگوں میں تھے،حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے،تیس برس خانقاہ میں اُن کی خدمت میں رہے،اللہ تعالیٰ نے اُن سے اتنا بڑا کام لیا کہ آج تبلیغی جماعت سے سارے عالم میں دین پھیل رہا ہے۔

بعض پڑھے لکھے لوگوں کا دل چاہتا ہے کہ ہم جماعتی حیثیت سے کام کریں، ان کو میں تبلیغ میں بھیج دیتا ہوں،یعنی اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو ہمارے لیے بہت بڑے فرضِ کفایہ کا ذریعہ بنادیا،کیونکہ بعضوں کا مزاج اتنا تیز ہے کہ وہ خانقاہوں میں آنے کے لیے تیار نہیں،کالجوں میں،فیکٹریوں میں،دکانوں پر سانپ کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں یعنی مال پر فدا ہیں یہ جماعت ان کو لے کر نکل جاتی ہے اس کی برکت سے بڑے بڑے افسران اور انگریزی داں نماز،روزہ ادا کرنے لگے اور سنت پر چلنے لگے۔ تو کسی کی ایسی تقریر کا یہ مطلب نہیں کہ ہم تبلیغی جماعت کی مخالفت کرتے ہیں،میں تو حدود بیان کررہا ہوں کہ ہم ان کی خدمت کے قائل ہیں،ان کی عزت کرتے ہیں۔

مبارک اور بے مثال جماعت:

میں تو یہ کہتا ہوں کہ تبلیغی جماعت بہت ہی مبارک جماعت ہے دنیا میں اس جماعت کی مثال نہیں ہے یہ سارے عالم میں کس قدر محنتیں کررہے ہیں اللہ اُن کی محنت کو قبول فرمائے۔میرے احباب میں جو لوگ اس کام میں لگے ہوئے ہیں میں خود انہیں تبلیغ میں جانے کی اجازت دیتا ہوں جو لوگ تبلیغ میں لگے ہیں ان میں بہت سے میرے خلیفہ بھی ہیں،میں نے بخل نہیں کیا کہ تبلیغ والوں کو خلافت کیوں دوں؟۔وہ جب چلہ لگانے جاتے ہیں تو پوچھ کر جاتے ہیں پھر آکر مجھ سے ملتے ہیں۔تبلیغی جماعت سب سے اچھی جماعت ہے اور اس سے اُمت کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اسکول،کالج،یونیورسٹی کے لڑکے نیک بن رہے ہیں۔اصلاحِ اُمت کے لیے یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔ (ماخوذ علم اور علماء کرام کی عظمت سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۴۷ رص:۳۳،۴۶،۶۷،۷۳،۸۴)''۔

دوسری جگہ تبلیغی احباب کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میری عمر پچھتر سال سے زیادہ ہوگئی ہے جو بات کہہ رہا ہوں خوب غور سے سن لو! جماعت میں اللہ کے لیے نکلو اور اللہ ہی کے لیے اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھو،

اپنے کو کچھ سمجھنا اور ناز کرنا کہ میں نے اتنے چلے لگائے یہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔ جو بندہ اپنے کو کچھ نہیں سمجھتا وہ اللہ کی نظر میں اچھا ہوتا ہے اور جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے، اللہ کے نزدیک ذلیل ہو جاتا ہے۔ (سفرنامہ لاہور ص: ۴۷)

اپنے خلفاء کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تبلیغی جماعت پر تنقید و تنقیص نہ کی جائے اور جو حضرات تبلیغی کام سے منسلک ہیں ان کو بھی دین کا خادم سمجھ کر اُن کا اکرام کیا جائے''۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات ہمیں یہ سبق دیتی ہیں کہ دینی شعبے آپس میں رفیق ہیں فریق نہیں ہیں اب اگر ایک شخص کسی دینی شعبہ سے وابستہ ہو کر کوئی غلط کام کرتا ہے، یا اکابرین کی ہدایات سے ہٹ کر کوئی عمل کرتا ہے تو وہ اس کا ذاتی فعل ہے، اس کی وجہ سے اس پورے شعبے کی افادیت سے انکار کرنا، دیانت داری نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تبلیغی مجمع میں کوئی خرابی دیکھی جائے تو اُن کے بڑوں کو بتایا جائے، اُس سے ہٹ کر کچھ نہ کیا جائے، اصل اخلاص یہ ہے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ سے جھلک رہا ہے۔ اللہ جل شانہٗ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلائے۔ اور پھر حضرتؒ کے بعد اُن کے جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کا بھی یہی معمول ہے کہ حضرت مدظلہٗ تبلیغی کام سے محبت فرماتے ہیں، اس کا اندازہ ہمیں اس دفعہ کراچی کے تبلیغی اجتماع کے بعد ہوا کہ جب مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کے نائب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم حضرت والاؒ کی تعزیت کے لیے خانقاہ تشریف لائے، تو حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے آپ کا شاندار استقبال فرمایا، مولانا مدظلہٗ سے بیان کروایا، ان کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہدیہ میں دی اور جب حضرت مولانا احسان صاحب نے فرمایا کہ تبلیغی جماعت پاکستان کے مرکزی امیر حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم خانقاہ کے لیے فکرمند رہتے ہیں، تو حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب کے ذریعے حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں نہایت عاجزانہ درخواست کی کہ ''حضرت سے میرا بھی سلام عرض کر دیجیے گا، اور میرے لیے دعا کی درخواست کیجیے گا کہ اللہ پاک مجھے اخلاص کے ساتھ اپنے والدِ ماجد کا مشن پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے''۔

دوسری طرف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور جامعہ اشرف المدارس کے ناظمِ تعلیمات مولانا ارشاد صاحب، حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کے سفرِ جنوبی افریقہ کی روئیداد میں لکھتے ہیں:

''حضرت (مولانا حکیم محمد مظہر صاحب) نے اس سفر میں اس بات کا بھی بطورِ خاص اہتمام فرمایا کہ تبلیغی حضرات اور اہلِ خانقاہ کے درمیان بعض غلط فہمیوں کی بنیاد پر جو دوریاں قائم ہو گئی ہیں، وہ ختم ہوں، اس حوالے سے وہاں ہونے والے ایک تبلیغی اجتماع میں حضرت نے شرکت بھی فرمائی اور وہاں کے تبلیغی مرکز کے حضرات بھی حضرت سے ملاقات کے لیے تشریف لائے''۔ (ماہنامہ الابرار جون ۲۰۱۳ء، خانقاہ اور جامعہ کے شب و روز، ص: ۹۱)

ماہنامہ الابرار اپریل ۲۰۱۳ء کے خانقاہ اور جامعہ کے شب و روز میں لکھتے ہیں:

''ایک چینی عالمِ دین کا طلباء سے خطاب

''گزشتہ دنوں ایک تبلیغی جماعت جامعہ کی مسجد میں آکر ٹھہری تھی، اس میں سات ساتھی چین کے تھے جن میں چین کے ممتاز عالمِ دین حضرت اقدس مولانا ابراہیم صاحب مدظلہم کے صاحبزادے حضرت مولانا مالک صاحب مدظلہم بھی تھے۔ ۳/ربیع الثانی بروزِ جمعرات جامعہ کی مسجد میں طلباء سے مولانا موصوف نے چینی زبان میں خطاب فرمایا، ترجمانی کے فرائض جماعت میں موجود ایک پاکستانی عالمِ دین انجام دے رہے تھے۔ خطاب سے قبل جامعہ کے نائب ناظمِ تعلیمات مولانا مفتی حسین احمد صاحب مدظلہم نے مولانا کا تعارف کرایا......''۔ (ماہنامہ الابرار اپریل ۲۰۱۳ء، خانقاہ اور جامعہ کے شب و روز، ص:۹۱)

یہ ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند و جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی تبلیغ اور تبلیغ کے بزرگوں سے محبت اور اُن حضرات کی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مشن سے محبت کہ اتنی مصروفیت اور ضعف و عوارض کے باوجود حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم سے ملنے کے لیے خانقاہ تشریف لائے، حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم کئی بیماریوں کا شکار ہیں، فالج، ہارٹ کا مسئلہ، شوگر، رعشہ بے انتہا کمزوری، عمر کا تقاضہ۔ اللہ ان کو شفا عطا فرمائے۔ پھر اسی طرح حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کا جنوبی افریقہ کے تبلیغی احباب سے ملنا، وہاں کے اجتماع میں شرکت کرنا، اپنے اِدارہ کی مسجد میں تبلیغی جماعت سے وابستہ ایک عالمِ دین کا طلباء میں بیان کروانا یقیناً یہ تبلیغی کام سے محبت کی علامت ہے، میں نہیں سمجھتا کہ ان تحریروں کے بعد بھی کوئی شخص جس کو اللہ نے عقلِ سلیم دی ہو حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ یا اُن کے فرزند و جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہم یا اُن کے ادارہ اور خانقاہ سے متعلق اس طرح کی کوئی بھی بات منسوب کرے گا۔

غرضیکہ مجددِ عصر، شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی برکت سے ہزار ہا انسانوں نے گناہوں سے توبہ تائب ہوکر اپنی زندگیوں کو اسلام کے نور سے روشن کیا، آپ اعلیٰ درجے کے بلند پایہ شاعر بھی تھے، آپ کی شاعری بھی عشقِ حقیقی، محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اصلاح و ارشاد کی چاشنی سے مالا مال ہوتی تھی۔

حضرت قدس سرہٗ ایک عالم باعمل، ایک کامل مربی، ایک عمدہ واعظ، ایک پختہ قلم کار اور اُمت کے درد و غم اور فکر و کُڑھن میں گُھلنے اور پگھلنے والے سچے عارفِ ربانی تھے، یقیناً اُن کی رحلت کے بعد دور دور تک اُن جیسا کوئی نظر نہیں آتا۔ لیکن اُمیدِ واثق ہے کہ اللہ جلّ شانہ تلافیٔ مافات ضرور فرمائیں گے۔

اُن کی مجالس سدا بہار تھیں وہ خود سدا بہار تھے۔ وہ ایک بڑے اچھے داعی و واعظ تھے، عالمانہ استدلال کے ساتھ بڑے دلچسپ قصے اور لطیفے بھی بیان کرتے تھے، جس سے اہلِ محفل کو بڑی دلچسپی ہوتی تھی اور ظریفانہ فقرے اس طرح ادا کرتے تھے کہ خود نہیں ہنستے تھے، مگر دوسروں کو ہنسا دیتے تھے، اور اگلے ہی لمحے ایسی دردانگیز بات کرتے کے سخت سے سخت دل آدمی کی آنکھوں سے بھی ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگتے، اُن کی تقریروں میں کافی علمی دلائل ہوتے تھے، اور علمی و تبلیغی اور واعظانہ ہر قسم کے بیان پر اُن کو قدرت حاصل تھی، ذہانت و معاملہ فہمی اور بدیہہ گوئی اُن کی تقریروں سے نمایاں ہوتی تھی، ہر طرح کے ظریفانہ اور فلسفیانہ اشعار کہنے میں اُن کو کمال حاصل تھا، وہ اُن کو اپنی تقریروں میں عُمدگی سے کھپاتے تھے۔ اُن کی تحریر بھی صاف اور شستہ تھی اور اس عصر کے اچھا لکھنے والوں سے بھی عمدہ اُن کا قلم چلتا تھا۔ اُن کی تالیفات اور چھوٹے رسائل تو متعدد ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اُن کے تصنیفی اور علمی کمال کا نمونہ اُن کی کتاب ''معارفِ مثنوی'' ہے۔ بلاشبہ اُن کے چھوٹے بڑے رسائل اور معارفِ مثنوی نے مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہنچایا ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ، قطب الارشاد حضرت سید نفیس الحسینیؒ اور خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی وفیات کے بعد حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو دیکھ دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں، کہ اب بھی الحمد للہ کوئی تو ایسی شخصیت ہے جو مسلک کے تمام لوگوں کے لیے غیر متنازع اور محترم ہے، اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی درازیٔ عمر اور صحت و سلامتی کے لیے دل سے دعائیں نکلتی رہتی تھیں۔ آہ......... آج وہ عظیم شخصیت بھی ہم سے رخصت ہوگئی۔

آج کے اس پرفتن زمانے میں جب کہ قحط الرجال کا دور دورہ ہے، ایسے روشن ضمیر علماءِ ربانیین، جو ایک طرف متقی و پرہیزگار اور دوسری طرف زمانۂ حال کی ضرورتوں سے باخبر ہوں، اُنگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، اُن ہی میں سے ایک حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، جن کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا آج عالمِ اِسلام کا سب سے بڑا حادثہ ہے، ان کی وفات سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم لق و دق صحرا کی چلچلاتی اور کڑکتی دھوپ میں بغیر سائباں کے اکیلے کھڑے رہ گئے۔ وہ دنیائے اسلام کے کاشانہ میں ہدایت کے چراغ تھے، افسوس کہ یہ چراغ اب ہمیشہ کے لیے بُجھ گیا۔ لیکن اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے ایک کامل زندگی کو جو کمالِ زہد و ورع، کمالِ اتباعِ شرع، کمالِ اتباعِ سنت کے ساتھ تھی، اس زمانے میں نمونہ کے لیے پیدا کیا، وہ آئی اور نوّے برس کے مجاہد کا نمونہ دکھا کر واپس چلی گئی۔ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ و أدخله علیٰ علیین۔

چاند تارے تری مرقد پہ بچھے جاتے ہیں

جناب مولانا محمد یوسف حسین صاحب
شعبۂ نشر واشاعت خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کراچی

ایک طرف ۲۲/رجب المرجب بروز اتوار کا سورج غروب ہورہا تھا تو دوسری طرف ایک اور شمسِ بازغہ اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ غروب ہوا چاہتا تھا بس وہ منتظر تھا کہ جس طرح عمر بھر کی ایک ایک ساعت سنت پر عمل کرتے ہوئے گزری، بالکل اسی طرح اس دارِ فانی سے کُوچ بھی ہو تو عین سنت کے مطابق، چنانچہ پیر کا دن طلوع ہوتے ہی ۲۳/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۳/جون ۲۰۱۳ء پر حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً بزبانِ حال اپنا ہی یہ شعر پڑھتے ہوئے ؎

بہت روئیں گے کر کے یاد اہلِ میکدہ مجھ کو
شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے

لاکھوں مریدین، متعلقین، اقرباء واحباب کو مغموم و مہجور چھوڑ کر اپنی دیرینہ خواہش (ملاقاتِ محبوب خداوندتعالیٰ) کی تکمیل کر گئے۔

ایک سرد آہ نکلی اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا جب یہ خبرِ جانکاہ، خانقاہ میں گردش کرتے ہوئے ساعتوں سے ٹکرائی اور نظروں کو تاحیات دیدارِ برکت اللہ فی الارض سے محروم کر گئی۔
اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ O اِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهٗ مَاأَعْطٰى وَكُلُّ شَيْئٍ عِنْدَهٗ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى۔

زمزموں سے جن کے لذت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ آواز اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہے

دنیا کا قانون ہے کہ جیسے جیسے کوئی ''چیز'' اپنی اِفادیت کھونے لگتی ہے، ویسے ویسے اس کا وجود مدھم ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے، حتیٰ کہ کثیر النفع یہ شمسِ تاباں بوقتِ غروب مدھم ہوتے ہوئے بالکل نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہے، قریب قریب یہی حال حضرت انسان کا ہے، لیکن دنیا کے اس عام قانون کے بالکل برخلاف جو رجال اللہ، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو مقصدِ حیات بنا کر فنا فی اللہ ہوجاتے ہیں، وہ نہ صرف یہ کہ خود حیاتِ جاوداں پا جاتے ہیں، بلکہ ایک خلقِ کثیر ان سے فیضیاب ہوتی ہے، بظاہر تو ان کی زندگی کا سورج غروب ہوتا ہوا نظر آرہا ہوتا ہے، لیکن ان کی حرارتِ ایمانی کی

ضوفشانیوں سے جاندار تو جاندار بے جان بھی مستفیض ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

ان ہی عظیم اور بابرکت شخصیات میں سے رومیٔ ثانی، جنیدِ دوراں، شیخ العرب والعجم، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ وتغمدہ اللہ بغفرانہٖ بھی تھے، جو درحقیقت حضرت تھانویؒ کے پَرتو، سنت وشریعت کے آئینہ دار اور عارف باللہ تھے، حضرت والا رحمہ اللہ نے احکامِ شرعیہ کو نہایت آسان اور سہل اسلوب میں پیش کیا۔ نتیجۃً بظاہر دنیادار اور فساق وفجار بھی اولیاء اللہ بن گئے ؎

فساق کو عشاق کے القاب دلائے
کیا خوش لقبی، خوش لقبی، خوش لقبی ہے

مواعظِ حسنہ از ابتدأ تا ارتقأ:

راقم السطور حضرت والا رحمہ اللہ سے اولاً ان کے پرسوز وپرگداز اور عشقِ الٰہی سے معمور ومخمور مواعظِ حسنہ سے متعارف ہوا جسے پڑھنے کے بعد دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوئی، تاثیر ایسی کہ ناقابلِ بیان اور کیوں نہ ہوتی جب کہ ان مواعظ حسنہ کی خشتِ اول ہی اخلاص وللّٰہیت کے آبِ حیات اور خاکِ استغناء سے گوندھ کر رکھی گئی تھی، چنانچہ حضرت والا رحمہ اللہ کا سب سے پہلا وعظ استغفار کے ثمرات جب طبع ہونے کے لیے گیا ہوا تھا تو احباب خصوصی کی رائے یہ ہوئی کہ اس وعظ کو اس کی حقیقی قیمت کے عوض فروخت کیا جائے، جس سے ادارہ کوئی اضافی منافع نہ لے تاکہ حاصل شدہ آمدنی سے اتنے ہی دیگر مواعظ طبع کر دیئے جائیں اور یہ سلسلہ جاری وساری رہے، جس پر حضرت والا رحمہ اللہ خاموش رہے، لیکن جب یہ وعظ چھپ کر آیا تو حضرت والا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسے تو کلاً علی اللہ بلاعوض تقسیم کر دو اور ان شاء اللہ اب یہ تاقیامت تقسیم ہوتے رہیں گے اور ایسا ہی ہوا، اب تک مواعظ کے لاکھوں نسخے ۲۳؍ سے زائد زبانوں میں ترجمے ہوکر دنیا بھر میں تقسیم ہو چکے ہیں، **تقبل اللّٰہ تعالیٰ جمیع مساعیہ المبارکۃ۔**

تھانویؒ رنگ:

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ تقریر ووعظ میں حضرت تھانویؒ کے شبیہِ مجسم تھے، چونکہ حضرت تھانویؒ کے روبرو عموماً علماء اور اہلِ فکر ونظر حضرات ہوتے تھے، اس لیے حضرت حکیم الامتؒ کی عبارات غوامض ودقائق پر مشتمل نظر آتی ہیں، جن سے استفادہ ہر ایک کے بس کی بات نہ تھی، لیکن حضرت والا رحمہ اللہ کے عقیدت مندوں میں جہاں ایک کثیر تعداد اہلِ علم حضرات کی تھی، وہیں پر ایک بہت بڑا طبقہ عصری تعلیم یافتہ تھا، نیز بڑی تعداد ناخواندہ منتسبین کی بھی تھی، چنانچہ حضرت والاؒ نے تصوّف وسلوک کی گتھیوں کو سلجھانے کے لیے حضرت تھانویؒ ہی کی تحریر وتقریر کو بنیاد بنایا، لیکن

مقتضائے حال اپنے طرزِ بیان کو ہر عام و خاص کے لیے اس قدر سہل، شیریں اور عام فہم بنادیا کہ سادہ اردو کی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی حضرت والاؒ کے مواعظ و ملفوظات سے بسہولت اپنے اندر موجود حرارتِ ایمانی کی چنگاری کو محبت ایزدی کے آتش فشاں سے بدل کر عشقِ الٰہی کی جُوت جگا سکتا ہے۔

اس درجہ حلاوت ہے مرے طرزِ بیاں میں
خود میری زباں اپنی زباں چوس رہی ہے

یادگارِ اسلاف:

حضرت والا رحمہ اللہ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا عبدالحمید صاحب (ساؤتھ افریقہ) نے کیا خوب کہا ہے کہ ''حضرت والاؒ اکابر صوفیاء متقدمین کے ساتھ راہِ سلوک و اصلاح میں رواں دواں تھے کہ سب حضرات کی یہ رائے ہوئی کہ حضرت والاؒ کو آنے والے پرفتن دور میں شاہراہِ اولیاء کی پاسبانی و ترجمانی کے لیے مقرر کردیا جائے، چنانچہ ان حضرات نے آپ رحمہ اللہ کو اپنے نائب کے طور پر اس اہم منصب کے لیے مقرر فرمایا، اور شک نہیں حضرت والاؒ اس فرضِ منصبی کو بخوبی نبھا گئے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ حضرت والاؒ اپنی شکل و شباہت، طرزِ بیان اور رفتار و گفتار سے اس زمانے کے راہ رو معلوم ہی نہ ہوتے تھے، خصوصاً حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام میں انوارات کا یہ عالم تھا کہ متقدمین اکابرینِ اُمت کی سوانح کی زندہ تصویر معلوم ہوتے تھے۔

شانِ محبت و جذب:

حضرت والاؒ کے بارے میں ایک عالم دین صاحبِ نسبت بزرگ کا قول قطعاً مبنی بر مبالغہ نہیں کہ اگر محبت کا کوئی جسم ہوتا تو حضرت والاؒ کی طرح ہوتا، یہی وجہ تھی جو صرف ایک دفعہ دیکھ لیتا، گرویدہ ہوجاتا، مصافحہ و ملاقات کرلیتا تو طلاقتِ وجہ کی عملی تفسیر و نمونہ کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتا، خود راقم الحروف جب پہلی دفعہ حضرت والاؒ کی زیارت سے مشرف ہوا، تو ان ایام میں حضرت والاؒ صاحبِ فراش تھے، تاہم خدام کے سہارے کچھ دیر چہل قدمی فرمایا کرتے تھے، چنانچہ جب حضرت والاؒ خدام کے سہارے آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے حاضرین کے قریب تشریف لائے اور بندہ کی پہلی نظر پڑی، تو چند منٹ تک بندہ اپنے حواس ہی میں نہیں تھا، ایسا محسوس ہوا کہ کوئی مقناطیسی کشش ہے جو اپنی طرف بہت تیزی سے کھینچ رہی ہے، گویا حضرتؒ کی شانِ جذب کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوا۔

جو ساحل پہ ہے کیا خبر اس کو یارب
کہ ڈوبے کہاں اور نکلے کہاں ہم
کرامت اگر عشق دکھلادے اخترؔ
بیک جذب پہنچیں گے تا جانِ جاں ہم

اور ہمیشہ کے لیے اسیری کا یہ خلعتِ زیبا مقدر بنا اور درحقیقت آزادی مل گئی، بقول تائب ؎

تم اپنی قید میں لے لو کہ ہم آزاد ہوجائیں

سراپا سنت وشریعت:

حضرت والا رحمہ اللہ سنت وشریعت سے معمولی اِنحراف بھی گوارا نہیں فرماتے تھے، چنانچہ اس علالت اور پیرانہ سالی میں بھی ہمیشہ دائیں کروٹ پر اِستراحت فرماتے، اسی طرح ایک دفعہ حضرت رحمہ اللہ کو جبہ پہنایا گیا تو وہ عمومی عادت سے کچھ نیچے ہوگیا، ٹخنے سے نیچے نہیں تھا جو اسبال ازار کے حکم میں ہو، اس کے باوجود حضرت والاؒ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ ''اسے فوراً اُتارو کیونکہ اگر اسی حالت میں میری روح نکل گئی تو بروزِ قیامت کیا ہوگا؟'' یہی تو اِتباع تھی کہ حضرت رحمہ اللہ کا یہ شعر عالم گیر صورت اِختیار کرگیا ؎

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اذا رء و اذکر اللہ کا مصداقِ حقیقی:

اکابرینِ اُمت کے احوال میں آیا ہے کہ انہیں صرف دیکھ کر لوگ مسلمان ہوجاتے تھے، یہی کیفیت حضرت والا رحمہ اللہ کی تھی، دیکھتے ہی دل کی دنیا بدلتی ہوئی معلوم ہوتی تھی، دل خود بخود اللہ اللہ کہنے لگتا، قبر وحشر کی فکر پیدا ہونے لگتی، یہی وجہ تھی کہ ہر وقت زیارت کی غرض سے لوگوں کا تانتا بندھا رہتا۔ ایک دفعہ حضرت والاؒ کسی یورپی ملک تشریف لے گئے، ایک ادھیڑ عمر غیر مسلم شخص نے آپ رحمہ اللہ کو دیکھتے ہی کہا کہ یہ بزرگ جس دین پر ہے، مجھے اسی دین پر کردو، یہ چہرہ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

عجز وفنائیت:

لاکھوں جانثار مریدین، سیکڑوں کتابوں کا سیلِ رواں، عالمی فیض کی حامل عظیم الشان خانقاہ، گزشتہ ۱۵ سالوں میں تیز ترین ترقی کرنے والی ملک کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ اشرف المدارس، خطوط واسفار، آؤ بھگت، لیکن تواضع اور فنائیت کا یہ عالم کہ ہر بات کی نسبت اپنے شیخ کی طرف، حتیٰ کہ کسی آیت یا حدیث کی خاص اِلہامی تشریح فرماتے تو عجز واِنکساری کے اظہار کے جملے بھی الہامی ہوتے، چنانچہ فرماتے کہ اس آیت کی تشریح اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسی مبدءِ فیض سے الہام فرمائی، جس مبدءِ فیض سے صاحب روح المعانی اور شارح مشکوٰۃ کو عطا ہوئی، پھر اس آیت کی اس قدر بلیغ اور شاندار تشریح فرماتے کہ بڑے بڑے علماء عش عش کر اُٹھتے اور تائید کرتے۔

بادہ خواروں کا مقولہ ہے کہ مئے تو مئے ہے، اپنے پینے والے کو مست کردیتی ہے، لیکن جو

لطف ''لذت خمرِ کہن'' کا ہے وہ حال کے نچوڑے ہوئے چھلکتے جام میں کہاں؟ بس یہی کیفیت حضرت والا رحمہ اللہ کی زندگی کے آخری سالوں میں اور پھر آخری مہینوں میں اور پھر آخری ایام میں تھی ؂

میرے پینے کو دوستو! سن لو
آسمانوں سے مئے اترتی ہے

بحمد اللہ تعالیٰ حیاتِ مبارکہ کے آخری تین سال راقم السطور کو کافی مصاحبت حاصل رہی، گو کہ بوجہ ضعف وعلالت سلسلۂ وعظ وگفتگو موقوف تھا، تاہم حضرت والاؒ خاموش انقلاب کی تصویر مجسم اور اپنے ہی اس شعر کا مصداق معلوم ہوئے ؂

ہے زباں خاموش اور آنکھوں سے ہے دریا رواں
اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھئے

بندہ کی ایک نظم کی یہ رباعی بھی اسی کیفیت کی ترجمان ہے ؂

حضرت رومئ دوراں بھی ہیں جامی بھی ہیں
شاعری اور وعظ میں مثل حضرت تھانویؒ
نعرہائے انقلابی سنتے تھے مثل طبل ہم
ہے یہ ''خاموش انقلاب'' مثل حضرت تھانویؒ

اور اس خاموشی میں بھی آتشِ عشق کا یہ عالم تھا کہ جو بھی حاضرِ خدمت ہوتا مئے محبت سے مخمور ہوکر لوٹتا ع

یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

اور طغیانیٔ محبت کی بے کرانی کا وہ عالم تھا کہ جو بھی قدم بوسی کرتا لب بھر بھر کے جامِ محبت لے کے لوٹتا جیسا کہ حضرتؒ ہی کا اپنا شعر ہے ؂

نہ جانے کتنی نہریں میرے دریا سے ہوئیں جاری
مگر پھر بھی مرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی

تجدیدی کارنامے:

عہدِ حاضر کے تمام اکابرینِ اُمت ہم خادموں اور پاپوش برداروں کے سر کے تاج ہیں ان بلند پایہ ذی ہمت وذی شعور اصحابِ قلم کی جہدِ مسلسل کو سلام! جنہوں نے جہالت کے اس گھٹا ٹوپ اندھیروں میں علم وعرفان کے ٹمٹماتے چراغوں کو تھامے رکھا اور تحقیقات وتدقیقات کے جواہر بکھیرے اور وہ فاقہ مست علمائے اُمت بھی قابل صد تحسین ہیں کہ جنہوں نے چٹائیوں پر بیٹھ کر علومِ

شرعیہ کی پاسبانی کی اور اُمتِ مسلمہ کی طرف سے اس بھاری ذمہ داری کو نبھایا، نیز قابلِ مبارک باد ہیں وہ خطباء ومقررین جنھوں نے فتنہ وسر بریت کے خلاف حق کی علم برداری کی.....لیکن عین نہجِ نبوت پر دردِ دل کی تعلیم، بقول شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم ؎

دردِ دل دے کہ مجھے اُس نے یہ ارشاد کیا
ہم اسی گھر میں رہیں گے جسے برباد کیا

اللہ تعالیٰ کی محبت کے افسانے خونِ تمنا اور خونِ آرزو کی ترغیب ؎

سارے عالم میں یہی اختؔر کی ہے آہ وفُغاں
چند دن خونِ تمنا سے خدا مل جائے ہے

اللہ تعالیٰ کے خوف وخشیت کے ترہیبی والہامی مضامین ؎

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
تجھے دیکھتا ہے کوئی آسماں سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق ومحبت اور احیاءِ سنت کے ترانے اگر کہیں گائے جاتے تو وہ حضرتؒ ہی کی خانقاہ کی خصوصیت تھی ؎

رنگ لائیں گی کب میری آہیں
ہم مدینہ کی جانب کو جائیں
جب نظر آئے وہ سبز گنبد
پڑھ کے صل علیٰ جھوم جائیں

اور ؎

یہ آہِ سحر کا اثر دیکھتے ہیں
مدینے کے شام وسحر دیکھتے ہیں
جسے آپ کا باخبر دیکھتے ہیں
اسے غیر سے بے خبر دیکھتے ہیں
جو روضے پہ حاضر سلاطیں ہوئے ہیں
وہ پندار زیر وزبر دیکھتے ہیں
جو جالی پہ صلِ علیٰ کہہ رہے ہیں
اے اختؔر انہیں چشمِ تر دیکھتے ہیں

جب کہ احیاءِ سنت کے حوالے سے تو حضرتؒ کا یہ شعر عالم گیر شہرت اختیار کر گیا۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

غرض یہ کہ عشق ومحبت کی وہ آگ جو ہر سانس اللہ تعالیٰ پر فدا کرنے کے لیے محرّک بنے اور ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو گوارا نہ کرے، اگر کہیں لگائی جاتی تھی تو وہ خانقاہ گلشن اقبال تھی نیز وہ مئے عشق جسے پی کر راہِ سلوک وتصوّف میں پہلا قدم رکھنے والا بھی مست ہو جائے، اگر کہیں پلائی جاتی تھی تو وہ بھی یہی خانقاہ تھی، جس نے آفاقِ عالم کو محبتِ الٰہیہ سے سیراب کر دیا۔

نہی عن المنکر:

عصرِ حاضر میں امر بالمعروف کا غایۃ درجہ اہتمام ہے لیکن نہی عن المنکر کرنا جلتے انگارے کو ہاتھ پر رکھنے کے مترادف ہے حضرت والاؒ اس معاملے میں کسی بھی قسم کی مصلحت کو مداہنت فی الدین سمجھتے تھے کوئی کتنا ہی بڑا صاحبِ ثروت ہو، ذی جاہ ومرتبہ ہو، اگر برہنہ سر ہوتا تو حضرتؒ اسی وقت کلاہِ خانقاہ ہی پہناتے اور ڈاڑھی رکھنے ٹخنے کھلے رکھنے کا حکم فرماتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے زرخیز زمین عطا فرمائی ہے، جلدی سے اس پر نبی کی سنت کا باغ لگا دو تا کہ کل قیامت کے دن کہہ سکو۔

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

نیز اپنا شعر بھی پڑھتے۔

جس کے چہرے پہ نہ ہو آہ! نبی کی سنت
کیسے معلوم ہو مؤمن کا مسلماں ہونا

چنانچہ ایک دفعہ مجلس میں حضرتؒ نے اپنے ایک خلیفہ کو حکم دیا کہ ڈاڑھی کا مسئلہ بیان کرو چنانچہ انہوں نے بالتفصیل ڈاڑھی کا مسئلہ بیان کیا، اسی دوران ایک صاحب کھڑے ہوئے (جن کی ڈاڑھی نہیں تھی) اور کہا کہ حضرت! میں ڈاڑھی رکھنے کا ارادہ کرتا ہوں، آئندہ کبھی نہیں کترواؤں گا، اس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ ''میرے دل میں تم ہی تھے۔''

ظاہر وباطن پر محنت:

حضرتؒ کا مزاج وذوق موجودہ دور کے نام نہاد روشن خیال اور تجدد پسند (جو درحقیقت زمانۂ جاہلیت کے خیالات کے علم بردار ہیں) لوگوں سے قطعی مختلف تھا، قرآن وسنت کے خلاف کوئی نظریہ یا کوئی ادنیٰ سی بات بھی گویا حضرتؒ کو برداشت نہ تھی فوراً ٹوکتے اور اصلاح فرماتے۔

''ظاہری حلیہ سے کیا فرق پڑتا ہے؟ باطن صاف ہونا چاہئے، آنکھوں سے دیکھ لینے سے کیا ہوتا ہے؟، دل میں پاکیزگی ہونی چاہئے''، اس قسم کے نظریات کی بہت سختی سے تردید فرماتے، اپنے مریدین و متعلقین کے باطن کو جہاں نورِنبوت سے منور فرماتے وہیں پر ظاہر کی بھی خوب نگرانی فرماتے یہی وجہ تھی کہ بقول شیخ الاسلام، استاذِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثانی صاحب زید مجدہم کہ متعلقین و منتسبین پر بہت کم عرصے میں حضرتؒ کا رنگ چڑھ جاتا تھا نیز حضرتؒ کے خاندان کے تمام ہی افراد نے اس رنگ کا بہت وافر حصہ پایا ہے، جو عموماً بہت کم دیکھنے میں آتا ہے، حتّٰی کہ کالجز اور یونیورسٹیز کے اپ ٹوڈیٹ اسٹوڈنٹس، ہپّی بالوں اور پینٹ پتلون میں آتے اور کچھ ہی عرصہ میں سرتاپا، سنت کے سانچے میں ڈھل جاتے تھے اور حددرجہ اطاعت یہ تھی کہ سرتک کو منڈا دیتے تھے بلکہ منڈائے ہی رکھتے تھے، گویا اپنے آپ کو اس قدر پامال اور فنا کردیتے تھے کہ خلافت سے سرفراز ہوجاتے تھے اور یہ بات تو خود زبان زد عام ہے جو خود راقم السطور نے بارہا سنی کہ حضرت والاؒ کے مریدین و منتسبین دور سے ہی پہچانے جاتے ہیں، اول تو اُن کی نگاہ نیچی ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ اُن کے چہرے نورِسنت سے منور نظر آتے ہیں، اس معاملہ میں خصوصاً حضرتؒ کے خلف الرشید فرزندار جمند حضرت مہتمم صاحب زید مجدہم کو حضرتؒ کا پرتو یا شبیہِ مجسم کہا جائے تو قطعاً مبالغہ نہیں۔

حقیقت پسندانہ شاعری:

احباب سے سنا کہ حضرتؒ بیشتر ایام میں اپنا کوئی نہ کوئی نیا کلام مرتب فرما کر سنا دیا کرتے تھے یا کسی کے ذریعے سے سنوا دیا کرتے تھے، گویا ''وارداتِ قلبی'' کی اس قدر بہتات ہوتی تھی کہ دنیا جہاں کا اردو ادب دست بستہ حاضرِ خدمت ہو اور حضرت والاؒ اپنے حسنِ انتخاب سے مضامینِ محبت کو زینتِ قرطاس فرما رہے ہوں اور اشعار میں ایسی آتشِ عشق و محبت کہ بقول تائبؔ ؎

برف میں شعر سے میں آگ لگا دیتا ہوں
گرمیٔ عشق! تجھے روز دعا دیتا ہوں
سازِ ہستی کے تقدس کا بھرم کھلتا ہے
رازِ ہستی سے جو پردہ میں اٹھا دیتا ہوں

اور اکثر اوقات بیانات و مواعظ میں نظم کو نثر پر ترجیح دینے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ؎

شعر گوئی بھی تو نیکی کا وسیلہ ہے کہ میں
کتنے بچھڑے ہوئے لفظوں کو ملا دیتا ہوں

سہل حسنِ تعبیر:

حضرت والاؒ کی مقبولیتِ عامہ کی ایک وجہ یہ بھی بنی کہ حضرت والاؒ مشکل سے مشکل مضمون کو

نہایت سہل انداز میں تعبیر فرماتے جو مخاطب کے لیے فہم کے اعتبار سے زود ہضم ہوتی، چنانچہ اس کا فوری اثر عملی زندگی پر پڑتا۔

خصوصاً دورِ حاضر کے مغرب پرست معاشرے میں داڑھی، ٹوپی اور اسبالِ ازار کے مضامین لوگوں کو کم ہضم ہوتے ہیں، لیکن حضرتؒ کی یہ خصوصیات میں سے ہے کہ ایک ایک مجلس میں سینکڑوں لوگوں نے سرتاپا متبع سنت ہونے کی نیت کی ،جس کا اثر ان کی عملی زندگی میں دیکھا گیا، عوام الناس کے لیے ترکِ معاصی جیسے نامانوس موضوع کو حضرتؒ نے ان الفاظ میں نہایت سہل انداز میں واضح فرمایا:

> ''آپ حضرات خود بتایئے! گناہ اچھی چیز ہے یا بری (مخاطبین نے جواب دیا) ''بری چیز'' فرمایا کہ بری چیز کو جلدی چھوڑنا چاہیے یا دیر سے؟، (سامعین نے عرض کیا) جلدی، تو فرمایا کہ پھر دیر کس بات کی؟ پھر ابھی ہی عزمِ مصمم کیجئے اور سابقہ گناہوں سے توبہ واستغفار کیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ جب آپ اس مجلس سے کھڑے ہوں تو بوجہ قبولیت توبہ ولی اللہ بن کر کھڑے ہوں گے''۔

اور سہل حسنِ تعبیر کے ساتھ حضرتؒ کا دردِ دل بھی ہوتا تو پتھر دل بھی موم ہوجاتے بقول حضرت والاؒ ؎

گویا کہ میرا دل بھی تھا میری زباں کے ساتھ

قرآن وحدیث کی اساسی حیثیت:

استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں کہ عصر حاضر میں وعظ وخطابت میں قرآن وحدیث بہت کم، جب کہ قصوں وکہانیوں کی بہتات ہوگئی ہے جو کہ متقدمین اکابر ومشائخ کے مزاج کے خلاف ہے۔

حضرت والاؒ چونکہ اکابر ومشائخ کے پرتو تھے، اس لیے حضرتؒ کے مواعظ وملفوظات نہ صرف یہ کہ قرآن وحدیث سے بھرے ہوئے ہیں بلکہ قرآن وحدیث کی تشریح بھی روح المعانی، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وملفوظاتِ مشائخ سے فرماتے اور بارہا فرمایا کرتے کہ ''میرا بیان کردہ تصوّف قرآن و حدیث سے مستنبط ہے، جو بھی تصوّف کا مسئلہ بیان ہوگا، حوالہ میرے ذمہ ہے، جو چاہے بیان کے بعد آکر پوچھ لے''، بلاشبہ یہ حضرتؒ کے تبحرِ علمی کی واضح دلیل ہے، اور یہی وجہ تھی کہ پوری دنیا سے علماء کرام کی ایک بہت بڑی تعداد حضرتؒ سے بیعت کا تعلق رکھتی تھی۔

بوقتِ ضرورت وبقدرِ ضرورت شرعی متبادل پیش کرنا مزاج نبوت ہے:

قرآن مجید میں سیدنا یوسف علیہ السلام کے ذکر کردہ واقعہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب

انہوں نے خواب کی تعبیر بتائی اور سات سالوں کی مدتِ ''قحط سالی'' کا ذکر فرمایا وہیں پر اس کا حل بھی پیش کیا۔اسی طرح جناب نبی کریم ﷺ سے جب پختہ کھجوروں کے عوض ،نیم پختہ کھجوروں کو تفاضل و زیادتی کے ساتھ خریدنے کی بابت استفسار کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے ان کھجوروں کو بعوض نقد خریدلو اور پھر اس نقدی سے دوبارہ ان کھجوروں کو خریدلو۔اس سے معلوم ہوا کہ جہاں کہیں شرعی ضرورتِ شدیدہ ہو وہاں پر شرعی متبادل پیش کرنا مزاجِ نبوّت ہے۔

حضرت والا رحمہ اللہ چونکہ از روئے حدیث ''العلماء ورثۃالانبیاء '' کے حقیقی مصداق بھی تھے اور طریق کار میں مزاج نبوت سے ایک وافر حصہ پایا تھا، چنانچہ اولیاءِ صدیقین کی آخری سرحد کو معیارِ تقویٰ قرار دیتے ہوئے جہاں منکرات سے منع فرمایا وہیں ان سرگرمیوں کی طرف توجہ مبذول کرائی جو ان منکرات سے حاجز بنیں۔

مثلاً حضرت والا رحمہ اللہ شرائط سماع کو بارہا بیان فرماتے، جو یہ ہے۔ا۔مسمع امرد وزن نباشد،۲۔مضمون خلاف شرع نباشد،۳۔آلہ لہو ولعب نباشد،۴۔سامع اہل ھویٰ نباشد،جس سے مروجہ قوالیوں ، بے ہودہ شعروشاعری اور گانے باجے کی حرمت کو مبرہن و مدلل فرماتے ، پھر اسی مجلس میں اپنے واعظانہ ، ناصحانہ و دردمندانہ ، پرتاثیر کلامِ معرفت ومحبت محترم خالد اقبال تائب صاحب و دیگر حضرات کی خوش الحان آواز میں سنوادیتے،جس کے سننے کے بعد کوئی کتنا ہی غناء وموسیقی کا رسیا ہوتا،فوراً تائب ہوجاتا،جیسا کہ حضرت والا رحمہ اللہ فرماتے تھے ؎

کاگا سے ہنس کیو اور کرت نہ لاگی بار

بھیگا، معالی پہ واریاں دن میں سوسو بار

اے بھیگا شاہ! اپنے شیخ شاہ ابوالمعالی پر دن میں سوسو بار قربان ہوجا کہ تو کوا تھا، گندگی کھاتا تھا، گناہ کرتا تھا، اللہ نے تیرے شیخ ومرشد شاہ ابوالمعالی کے صدقے تجھے ہنس بنادیا۔(غم تقویٰ اور انعام ولایت)

اب جو شخص موسیقی وعشق مجازی کی گندگی میں پڑا ہوا ہو اسے کیا معلوم کہ کلام معرفت ومحبت الٰہیہ کا لطف کیا ہوتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ حضرت والا رحمہ اللہ نے اپنے کلام معرفت ومحبت کے ذریعے ہزار ہالوگوں کو ان خرافات سے بچایا اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے آشنا کیا۔

چونکہ ہمارے معاشرے کی ''لغت'' ہی بدل گئی ہے نتیجۃً عمومی طور پر غیبت ، بہتان ،تمسخر وغیرہ کو تفریحِ طبع کا سامان سمجھا جاتا ہے اور بہت کم مجالس اس سے خالی نظر آتی ہیں، حالانکہ یہ کبائر میں سے ہے،جس سے طبع کو فرحت کے بجائے تکدر ہوتا ہے۔حضرت والا رحمہ اللہ نے ڈپریشن اور ٹینشن کو ختم کرنے اور تفریحِ طبع کا بھی عملی طریقہ بتایا، چنانچہ بوقت شب خانقاہ میں ایک خصوصی مجلس

ہوا کرتی تھی ، جس میں لطائف وظرائف سنائے جاتے تھے ، حضرت والا رحمہ اللہ خود بھی اس سے محظوظ ہوتے اور سامعین کے لیے بھی جائز وصحت مند تفریح ہو جایا کرتی تھی ۔

نیز حضرت رحمہ اللہ خود فرماتے کہ خشک مزاج اور خاموش طبع لوگوں سے مجھ کو مناسبت نہیں اور اللہ والا کبھی خشک نہیں ہوتا ، نہ ہمارے بزرگوں میں کوئی خشک تھا ، ہنسنا ومسکرانا منع نہیں ہے ، ہنسنا وہ منع ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ، نیز اگر کسی کی طبیعت میں خشکی و چڑچڑاپن آجاتا تو اس کا ذکر ایک وقت تک ملتوی فرما دیتے ۔

تسہیلِ تصوّف :

ایک وہ وقت تھا جب کہ مشائخ کے ہاں مجاہدات وریاضات اور ذکر واذکار وغیرہ کی کثرت ہوتی تھی اور اس وقت کے احوال وقویٰ اس کے متحمل بھی تھے ، جب کہ عہدِ حاضر میں ضعف قویٰ اور اسبابِ معاصی کی کثرت کے پیشِ نظر حضرت والا رحمہ اللہ نے صرف ایک ایک تسبیح ذکرِ نفی واثبات ، اسم الجلالہ ، استغفار ودرود شریف کو تجویز فرمایا ، اور اگر کبھی بوجہ مشغولیت نہ ہو سکے تو ۳۳ بار ، وہ بھی نہ ہو سکے تو صرف دس بار تجویز فرماتے اور فَلَـهٗ عَشْرُ أَمْثَـالِهَـا کو بطورِ دلیل پیش فرماتے ، تاہم گناہ نہ کرنے پر بہت زیادہ زور دیتے کہ ایک سانس بھی اپنے مالک کو ناراض نہ کرو ۔

حضرت فرماتے کہ اس اسباب گناہ کے کثرت کے دور میں جو شخص جاہی وباہی گناہوں سے بچا رہا اور فرائضِ واجبات اور سنن مؤکدہ کا پابند رہا تو اس کے اور ولایت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ۔

تارکِ صلوٰۃ کے لیے عشاء کی نماز میں سترہ رکعت کی بجائے صرف نو رکعت کا مشورہ دیتے اور فرماتے کہ جس طرح مریض کے لیے تخفیف کا حکم ہے ، اسی طرح تارکِ صلوٰۃ بھی روحانی مریض ہے ، اس لیے ابتداءً تارکِ صلوٰۃ کے لیے تخفیف کر دی جائے ، تاہم جب رفتہ رفتہ تقویت ہو جائے تو پوری سترہ رکعت پڑھ لے ۔ اسی طرح صلوٰۃ اللیل کی بھی بجز علماء کے حضرت رحمہ اللہ کے ہاں رخصت تھی ، بہت زیادہ تہجد کی تاکید نہ فرماتے اور سنت ووتر کے درمیان کے دو نفل کو از روئے حدیث قائم مقام تہجد کے حوالے سے ذکر کر دیتے ۔

حضرت والاؒ سراپا ذکر :

حضرت والا رحمہ اللہ کے سینۂ اطہر میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے چونکہ درد بھرا ''دل'' رکھا تھا ۔

پھرتا ہو دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا وچمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

چنانچہ کیفیاتِ احسانیہ چہرے سے چھلکتی اور آنکھوں سے ٹپکتی تھیں ۔ یہی وجہ تھی کہ ہر وقت زائرین کا تانتا بندھا رہتا اور لوگ بسا اوقات گھنٹوں انتظار کرتے اور صرف ایک زیارت و ملاقات سے اپنے قلوب میں نورِ ایمانی کا بحرِ بے کراں موجزن پاتے ، گویا ؎

یک زمانہ صحبتِ بااولیاء
بہتر است از صد سالہ طاعت بے ریا

کی زندہ تصویر معلوم ہوتے ۔ ہر وقت باری تعالیٰ کے حضور سرگوشی واستغراق کا ایک خاص عالم طاری رہتا اور غفلت کا تو گویا کوئی گزر ہی نہ تھا۔ احباب وزائرین بخوبی واقف ہیں کہ حضرت رحمہ اللہ کی آنکھیں بند اور قلب ہر وقت لو لگائے رہتا تھا، گھنٹوں گھنٹوں یہ کیفیت رہتی لیکن لطف کی بات یہ تھی کہ اگر کوئی ملاقات کے لیے حاضر ہوتا تو حضرت رحمہ اللہ کو نہ جانے کیسے علم ہو جاتا، اگلے ہی لمحے آنکھیں کھولتے اور پوری توجہ سے سرفراز فرماتے ۔

بیانات میں اکثر فرماتے کہ بیوی، بچے، مریدین ومتعلقین ودوست احباب کے حقوق اور تعلیماتِ حسنِ سلوک مجھے یہاں رکنے پر مجبور کیے ہوئے ہیں، وگرنہ میرا مزاج تو یہ ہے ''سکوتِ صحرا، لبِ دریا، دامن کوہ ہو، اور یادِ یار ہو اس کے سوا کسی چیز کی حاجت نہیں، پھر اپنا یہ شعر پڑھتے ؎

خلوتِ غارِ حرا سے ہے طلوعِ خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو! ویرانوں کو

عشق ومحبتِ الٰہیہ سے ایسے لبریز تھے کہ فرماتے کہ ''اب تو محبوب کی یاد کے بغیر ایک لمحہ بھی سکون وقرار نہیں ملتا، جب اللہ کا نام لیتا ہو تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ زمیں سے آسماں تک شربتِ روح افزا ہے اور وہ بھی سیلِ رواں کی طرح ؎

وہ شاہِ دوجہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے''

معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے:

ویسے تو حضرت والا رحمہ اللہ کے سینکڑوں مریدین ومنتسبین کو حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام واہلِ بیت رضی اللہ عنہم وغیرہ کی زیارت ہوئی، جس سے اتنی بات واضح ہے کہ جب مریدین ومنتسبین کی پرواز کا یہ عالم ہے تو حضرت والا رحمہ اللہ کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا مقام ومرتبہ ہوگا؟ تاہم واضح طور پر معلوم ہوتا تھا کہ حضرت رحمہ اللہ کسی عجیب عالمِ کیف میں ہے جسے ایک نو وارد شخص بھی محسوس کر لیتا تھا ؎

بے کیفی میں بھی ہم نے تو اک کیفِ مسلسل دیکھا ہے

جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں، اس حال کو اکمل دیکھا ہے

لیکن حضرت والا رحمہ اللہ نے اس خصوصی تعلق مع اللہ کی بابت رویا صادقہ وکشف وکرامات وغیرہ کے حوالے سے ازخود کبھی ذکر نہیں کیا، گویا عالم کیف کے وہ تمام اسرار ورموز جو ایک محبّ و محبوب کے درمیان راز تھے، وہ راز ہی رہے۔ احباب نے بتایا کہ حضرتؒ سے اس بارے میں موقع بموقع استفسار بھی کیا گیا لیکن حضرتؒ جواب میں مسکرا دیتے اور دوبارہ عالمِ استغراق میں چلے جاتے اور بزبانِ حال مجذوب رحمہ اللہ کا یہ شعر پڑھ رہے ہوتے ؎

باتیں تو ہے ہر دم مگر آواز نہیں ہے
تم سا کوئی ہمدم کوئی دم ساز نہیں ہے
ہم تم ہے بس آگاہ اس ربط خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

بالآخر یہ اسرار صاحبِ اسرار کے ساتھ ہی رخصت ہوگئے جو حضرت والا رحمہ اللہ کے غایت درجہ اخلاص اور خشیت وفنائیت کی عظیم الشان مثال ہے۔ اب وہ اسرار ورموز کیا تھے؟ اس کا ظہور بروز قیامت اسی وقت ہوگا جب حضرت والا رحمہ اللہ روزِ محشر میں نور کے منبر پر اولیاءِ صدیقین کی آخری سرحد پر پہنچے ہوئے اہل اللہ کی صف اول میں ہوں گے، جس کا کچھ اندازہ حضرت رحمہ اللہ کے وصال کے بعد دیکھے گئے مبشراتِ منامیہ سے خوب ظاہر ہوتا ہے، جو اس خصوصی نمبر کا حصہ ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمہ اللہ کی کامل مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اپنی خاص شان کے مطابق اعلیٰ سے اعلیٰ مقام سے نوازے، ان کے خانوادہ سمیت جملہ احباب متعلقین، منتسبین، مریدین، خلفاء ومحبین اور اُمتِ مسلمہ کو حضرت رحمہ اللہ کی اس دعا کے صدقے کہ ''اے اللہ! میری اس خانقاہ میں جو بھی آئے محروم نہ جائے'' بقاءِ نسبت، ارتقاءِ نسبت اور اپنی محبتِ کاملہ نصیب فرمائے، اولیاء صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچا دے اور بروز قیامت سرخرو فرما کر جنت الفردوس میں حضرت رحمہ اللہ کی معیتِ دائمہ نصیب فرمائے اور اُمتِ مسلمہ کو حضرت والاؒ کے فیوض و برکات سے محروم نہ فرمائے، نیز ''فغانِ اختر'' کے اس خصوصی شمارے ''شیخ العرب والعجم نمبر'' کے حوالے سے حضرت والا رحمہ اللہ کے فرزندِ ارجمند خلف الرشید حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب زید مجدہم کی جملہ مساعی کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نوازے، نیز اپنے خصوصی فضل وکرم سے اس مجموعہ کو حضرت والا رحمہ اللہ کی تعلیمات وشخصیت کو اجاگر کرنے کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

بزرگوں کے بہترین خلف تم پر اللہ کی رحمت ہو!

حافظ سید عبدالناصر (انجینئر)

آخر اس عیسیٰ نفس کو بھی موت آگئی، جس نے بلا مبالغہ لاکھوں مردہ دِلوں کو جِلا بخشی۔ دریغا! کہ آج قلم کو اس مجسمۂ عرفان وتزکیہ کا ماتم کرنا ہے، جس کے فیوض ومعارف نے ایک عالم کو مستفید بنا رکھا تھا۔ جس نے اپنی تحریر وتقریر سے حقائقِ ایمانی، معرفتِ ربانی، عشقِ لافانی اور اسرارِ احسانی کے ایسے بھید افشاء کیے کہ دنیا اس کو عارف باللہ کہہ اُٹھی ؎

محبت! تیرا صدقہ ہے، ثمر ہے تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے
(حضرت اخترؔ)

فضل وکمال، ایمان ومعرفت اور زہد وورع کی وہ شمع جو خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ سے ساری دنیا میں ضیا گستر تھی بالآخر ۲۳؍رجب کی شب ہمیشہ کے لیے بُجھ گئی۔ یعنی عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نے بعارضۂ فالج کئی سال علیل رہ کر ۲؍جون ۲۰۱۳ء کو بعد غروبِ آفتاب اس دارِ فانی کو الوداع کہا اور اپنے لاکھوں محبین، معتقدین، مسترشدین اور مستفیدین کو غمگین اور مہجور چھوڑا۔ إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّآ إِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حضرت والاؒ کون تھے اور کیا تھے؟ لکھنے والے ان کے محامد واوصاف پر صفحات کے صفحات لکھ چکے اور ہنوز لکھ رہے ہیں، یاد کرنے والے گھنٹوں گھنٹوں ان کی صفاتِ حسنہ کا تذکرہ نظم ونثر میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت تھے ہی ایسے لیکن جس طرح آسمان پر طلوع ہونے والا آفتاب ایک ہوتا ہے اور مخلوقِ خدا کی ہر نوع اپنی صلاحیت وضرورت کے مطابق اس سے منتفع ہوتی ہے۔ حضرت کے مستفیدین ومسترشدین میں پاکستان اور بیرونِ پاکستان کے علمائے

کرام، مفتیانِ عظام اور صلحاء و اتقیاء کی ایک بڑی جماعت ہے جنھوں نے بلا واسطہ یا بالواسطہ حضرت کی تالیفات کے ذریعہ حضرت سے خوب فیض حاصل کیا لیکن ایک عامی مسلمان کے اعتبار سے اور وہ بھی جس نے عمرِ عزیز کا زیادہ عرصہ عصری تعلیمی درس گاہوں میں گزارا ہو یا پروفیشنل اداروں میں کہ جہاں تہذیبِ جدید آنکھیں خیرہ کرنے کے لیے اپنی ساری حشر سامانیوں کے ساتھ موجود ہو، حضرت کی تین خصوصیتوں کے ثمرات اظہر من الشمس ہیں۔

۱۔ ۸۰ اور ۹۰ کی دہائی بلکہ اوائلِ اکیسویں صدی عیسوی میں بھی کراچی کی کسی بھی یونیورسٹی میں جن حضرات کو تعلیم حاصل کرنے کا اتفاق ہوا ہو وہ گواہی دیں گے کہ اس زمانے میں پوری یونیورسٹی میں ظاہری اعتبار سے باشرع طلباء کی تعداد اُنگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ اس زمانے میں اگر کوئی طالبِ علم نظروں کی خصوصی حفاظت کا اہتمام کرتا دِکھائی دیتا تو سب سے پہلا خیال یہی ذہن میں آتا تھا کہ یقیناً یہ حضرت مولانا حکیم اختر صاحب کے حلقہ ارادت سے وابستہ ہے۔ کلاس کی لڑکیوں سے (یا ٹیچر سے جو کہ بعض اوقات طلباء سے کچھ ہی سال سینئر ہوا کرتی تھیں) نظریں جُھکا کر بات کرنا وہ بھی صرف بضرورت ایسے ماحول میں ایک انتہائی آؤٹ ڈیٹیڈ (دقیانوسی) چیز بھی تھی اور شاید بہت سوں کے نزدیک قابلِ عار اور زمانے سے قدم نہ ملا کر چلنے کے مترادف بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیضانِ صحبت کی برکت سے اور ان کے بدنظری کی وباء پر انتہائی التزام و اہتمام سے نکیر کی بدولت اس جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو بھی نظر و قلب کی حفاظت کی توفیقِ صالح نصیب فرمائی۔ حضرت قدس سرہ خود بھی اس کو وضاحت کے ساتھ بیان فرماتے تھے کہ ''بعض لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تو بس حُسن پرستی اور بدنظری پر ہی بیان کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جہاں کالرا (Cholera) پھیلا ہوا ہو وہاں حکیم کالرا کا علاج کرے گا یا نزلہ زکام کا؟ آج کل بے پردگی اور عریانی کا طوفان آیا ہوا ہے، دوسرے گناہ اس کے مقابلہ میں مثل نزلہ زکام کے ہیں تو جو شخص نظر کی حفاظت کرے گا دوسرے گناہ اس سے آسانی سے چھوٹ جائیں گے۔''

۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت قدس سرہ کو عوام الناس کو اعمال پر کھڑا کرنے کا خصوصی ملکہ عطا فرمایا تھا۔ بظاہر مشکل نظر آنے والے اعمال پر ایسے انداز سے بیان فرماتے تھے گویا ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

نماز روزے کی حد تک تو عوام الناس بالعموم یہ سمجھتے تھے کہ ہم اپنی مصروفیات اور مشاغل کے ساتھ ان کو اختیار کر سکتے ہیں لیکن ایک غیر عالم بلکہ بالکلیہ دنیاوی ماحول سے وابستہ لوگوں کو ''ولی اللہ بنانے والے اعمال'' اتنے سادہ، دل نشین اور پر اثر انداز میں بیان فرماتے تھے کہ ''الـدیـن یسـر'' کی عملی تفسیر نظر آتی تھی۔ ایسے ایسے عنوانات سے عوام کو متوجہ فرمایا کرتے تھے ''ایک منٹ کا مدرسہ۔ تھوڑی سی فرصت والوں کے لیے خاص تحفہ''، ''ایمان پر خاتمہ کے لیے سات مدلل نسخے''، ''ولی اللہ بننے کے پانچ نسخے'' کہ جن سے ہر کس و ناکس یہ سمجھتا تھا کہ اتنا عمل اختیار کرنے کی تو کوشش میں کر ہی سکتا ہوں۔ پس اس ہی طرح یہ چیز لوگوں کو کشاں کشاں ترقی کی منازل طے کروا دیتی تھی۔ صرف یہی نہیں کہ اس عالم میں ان مواعظ اور تصانیف کو بھرپور مقبولیت حاصل ہوئی بلکہ اصل مقبولیت تو عند اللہ اور عند الرسول ﷺ مقبولیت ہے جس کا اثر دنیا میں نظر آیا کرتا ہے حضرت کو وہ تائیداتِ غیبیہ بھی خوب خوب حاصل ہوئیں۔ مبشرات اور منامات کے باب میں ''ولی اللہ بنانے والے چار اعمال'' پر حضرت کے ایک خادم نے خواب دیکھا کہ خانقاہ شریف کی چھت پر اعلان ہو رہا ہے کہ مسجد اشرف میں چار اعمال پر حضور ﷺ کا بیان ہو رہا ہے اور آپ ﷺ کی آوازِ مبارک پوری خانقاہ میں آ رہی تھی۔ اسی طرح ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ وہ روضۂ مبارک میں داخل ہوئے اور حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور دیکھا کہ ایک طرف حکیم صاحبؒ مع احباب کے موجود ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تشریف فرما ہیں خواب دیکھنے والے کو کسی نے بتایا کہ ''ولی اللہ بنانے والے چار اعمال'' کو حضور ﷺ نے پسند فرمایا ہے جس کے بعد حضرت یہ رسالہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی دِکھا رہے ہیں۔

۳۔ حضرت قدس سرہٗ کے فیضانِ صحبت کا ایک واضح اثر ''وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ'' کا پیدا ہونا تھا۔ معرفتِ ربانی، عشقِ حقیقی، اور محبتِ الٰہیہ کو کھول کھول کر بیان کرنا، اس راہ پر ترقی دلانے والی چیزوں اور اس راہ کے ممنوعات و مُنہیات کو بیان کرنا اور ساتھ ہی ساتھ قرآن وسنت کے دلائل کو موتی کی طرح پرونا من جانب اللہ ودیعت کردہ نعمت معلوم ہوتی تھی جیسا کہ میر صاحب نے درسِ مثنوی کے ابتدائیہ میں لکھا ہے ''مثنوی کا یہ درس جس میں عشق ومحبت کی آگ بھری ہوئی ہے، جس کے ایک ایک لفظ میں آتشِ عشق کی برقی رو دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے ایسی تُند و تیز شرابِ عشق ہے جو جامِ سنت و شریعت میں محصور ہے، کیا مجال ہے

کہ عشق و مستی حدودِ شریعت سے باہر قدم رکھ دے''۔ محبتِ الٰہیہ کے اسرار و رموز اس طرح کھولے کہ از چین تا روم بلکہ اس سے بھی بہت بعید حضرت کے فیضان کا سیلاب موجیں لیتا رہا اور تشنگانِ معرفت جام بھر بھر کے سیراب ہوتے رہے اور کیوں نہ ہو کہ بچپن سے ہی خود حضرت کے رگ و پے میں اللہ کی محبت موجزن تھی۔ حضرت خود فرماتے تھے کہ میں بہت چھوٹا تھا جب سے مولانا رومیؒ کے اشعار پڑھ پڑھ کر رویا کرتا تھا خصوصاً یہ شعر؎

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیرِ خدا محرم نبود

میں جنگل کی تنہائی میں ایسی جگہ اللہ کا نام لیتا ہوں جہاں سوائے اللہ کے میری آہ کا کوئی ساتھی نہیں ہوتا اور میری محبت کے راز کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بہر حال حضرت تو اب دنیا سے پردہ فرما گئے کہ موت ایسا پُل ہے جس سے ہر ذی رُوح کا گذرنا لابُدی ہے چاہے دنیاوی جاہ وجلال اور سلطنت وحکومت کے اعتبار سے بڑے سے بڑا آدمی ہو یا بلحاظِ آخرت بزرگ سے بزرگ ترین ہستی ہو۔

وَلَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَدُوْمُ لِوَاحِدٍ
لَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيهَا مُخَلَّدًا

اگر دنیا میں کسی کو ہمیشہ رہنا ہوتا تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیشہ یہاں رہتے۔

لیکن بحمد اللہ تعالیٰ حضرت کی صُلبی و روحانی اولاد، دنیا کے مختلف ممالک اور براعظموں میں پھیلے ہوئے خُلفاءَ، مُنتسبین، کئی زبانوں میں موجود مواعظ اور تصانیف کی کثیر تعداد موجود ہے جن سے تا دیر حضرت کا فیضان جاری وساری رہے گا ان شاء اللہ بلکہ کئی بار تو ایسا بھی ہوا کہ اہلِ حق کی جماعت یا اداروں کو اس کے بانی کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مزید مقبولیت اور مرجعیت عطا فرمائی ہے تا کہ عند اللہ ان کے درجات اور بلند سے بلند تر ہوں۔ زمانۂ قریب میں عالمی تبلیغی جماعت، جامعہ دارالعلوم کراچی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، جامعۃ الرشید وغیرہ اس کی زندہ مثالیں ہیں اور کیوں نہ ہو کہ اس سنت اللہ کا اظہار قرنِ اول میں بھی ہوا ہے کہ فاعلِ حقیقی تو وہی ذات ہے۔ وَاللّٰهُ هُوَ الْبَاقِيْ۔

ہم گنہ گار اُن کی مغفرت کی کیا دعا مانگیں گے؟ کہ اُن کے انفاسِ متبرکہ ہمہ تن عشقِ الٰہی، صبر و رضا، تعلیم وتزکیہ میں صرف ہوتے تھے، اُن کے فیضِ صحبت اور مواعظِ حسنہ کی برکت

سے ہزاروں زندگیوں میں شاندار انقلاب آیا اور ان کو دیکھ کر اور ان کی باتیں سن کر خدا کی محبت کا جذبہ دل میں ٹھاٹھیں مارنے لگتا تھا۔ باری تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اُن کی طرح ہم بھی تیری مغفرت ورضا کے اعمال اختیار کر کے تیرے قرب کے مستحق ٹھہریں۔

رحمت اللہ علیک خیر اخلاف الکرام
نم قریر العین فی قبرک الیٰ یوم القیام
کنت فی الدنیا سلاماً صِرت فی دار السلام
امسک الموتُ خطیب القوم حسّان الکلام

بزرگوں کے بہترین خلف، تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ قیامت تک اپنی قبر میں، میٹھی نیند سوتے رہو۔ آپ دنیا میں باعثِ سلامتی تھے، اب آپ دارالسلام میں پہنچ گئے۔ افسوس، موت نے قوم کے خطیب اور حسانِ زمانہ کو خاموش کردیا۔

عالمی تبلیغی جماعت پاکستان کے مرکزی امیر حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم سے ہم نے سنا کہ عالمی تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی سے سچی محبت کرو گے تو اللہ تمہارے اندر اس کی سی صفات پیدا فرما دے گا حتیٰ کہ اگر اس کا رنگ گورا ہوگا تو تمہارے اندر بھی اس سے مشابہت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی آج یہی کیفیت ہے۔

❁

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیا شان تھی کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناشتہ کی دعوت دی، آپ ناشتہ کے لیے اُن کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ گھر میں تصویر تھی، فرمایا کہ عمر ایسے گھر میں ناشتہ نہیں کرے گا جس میں نافرمانی رسول ہورہی ہو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمانِ عالی شان کی خلاف ورزی کی جارہی ہو، ہم ایسے ناشتہ سے باز آئے، یہ محبت ہے اس کا نام عشق ہے۔

آج اُمت کو دیکھ کر دل کڑھتا ہے، وظیفے خوب پڑھ رہے ہیں، لیکن گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں ہے۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ)

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

جناب عابد محمود عزام
کالم نگار روزنامہ اسلام

نماز مغرب کے کچھ دیر بعد ہم حضرت والا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کے کمرہ میں کھڑے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی استعمال شدہ اشیاء کی زیارت کررہے تھے۔ یہ کمرہ تھا یا تاریخ کا ایک گوشہ۔ ایک اللہ والے کا ڈیرہ تھا کہ صدیوں کا پھیرا۔ صاحب خانہ بتاتے چلے جارہے تھے کہ: یہ حضرت والا کی مراقبہ گاہ تھی، وہ آپ کا مخصوص دائمی نقشۂ اوقات ہے۔ چاروں طرف لگی گھڑیاں اُن کے ہاں وقت کی حساسیت کی آئینہ دار ہیں۔ دیوار پہ چسپاں جہازی سائز سینری آپ کی رگ رگ میں بسی اعلاء کلمۃ اللہ کی محبت کی غماز ہے۔ ''مدرسہ اشرف المدارس زیرِ انتظام مفتی رشید احمد!'' ایک کتاب پر لکھا نظر آیا۔ اسی دوران میرے موبائل پر آنے والے میسج نے چونکا دیا۔ میسج میں لکھا تھا۔ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ اِنَّـا لِلّٰـهِ وَاِناَّ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ اُن کی نماز جنازہ جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر میں ادا کی جائے گی۔ اس اطلاع سے دل و دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔

ایک عظیم اللہ والے کے کمرے میں کھڑے ہوئے ان کے ماضی کے یادگار واقعات میں گرداں ایک عظیم عالم ربانی کی موت کی اطلاع سے حقیقت میں عربی کہاوت ''**موت العالِم موت العالَم** '' کی صداقت سمجھ میں آئی۔ یوں لگا جیسے ''اِک شخص سارے جہاں کو ویراں کرگیا''۔ لیکن یہ کوئی ایک شخص تو نہ تھے، بلکہ پوری دنیا کے ہر انسان کی دائمی کامیابی وفلاح کے دردوغم میں ماہی بے آب کی مانند خود اِک تڑپتا جہان تھے۔ بے شمار لوگوں کی زندگیاں بدل کر انہیں معرفت ومحبت کے جام پلانے والے انبیاء کرام کے حقیقی وارث تھے۔ اس خبر کے ساتھ ہی افسردگی کے عالم میں دونوں بزرگوں (ایک بزرگ جن کے کمرے میں ہم کھڑے تھے ''مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نوّر اللہ مرقدہٗ'' دوسرے بزرگ جن کی وفات کی اطلاع ہمیں ملی تھی ''عارف باللہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ'') کی رفاقت وتعلق کے واقعات تسلسل کے ساتھ ذہن میں گردش کرنے لگے۔

ایک وقت تھا جب دونوں بزرگوں نے مل کر ناظم آباد میں دینی کام کی ترویج کا بیڑا اٹھایا اور اسی عظیم کام پر اپنا تن، من دھن قربان کر دیا۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نوّر اللہ مرقدہٗ ناظم آباد میں جامعہ اشرف المدارس کے ذریعے دینی کام کو جاری رکھے ہوئے تھے، اس وقت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اُن کے ہم رکاب تھے۔ حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ ناظم آباد کو اپنا مسکن بنائے رکھا، اور حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے بھی قریب دو دہائیوں کے ناظم آباد میں بِتائی ہیں۔ بعد میں جب حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گلستان جوہر میں مدرسے کی بنیاد رکھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کو مدرسے کا نام اشرف المدارس رکھنے کا مشورہ دیا اور خود ناظم آباد میں قائم ادارے اشرف المدارس کا نام دارالافتاء والارشاد رکھ لیا۔ دونوں حضرات کے مزاج میں انتہا درجے کی یکسانیت پائی جاتی تھی۔ دونوں بزرگوں نے اسلامی صحافت کا بیڑہ اٹھایا اور ہفت روزہ نکالے۔ دونوں نے خدمت خلق کا فریضہ ادا کرنے کے لیے رفاہی ادارے قائم کیے۔ خیر موت تو ایک حقیقت ہے۔ ''کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ'' تو ایک خدائی ضابطہ ہے۔ کسی بھی انسان کو اس سے مفر نہیں۔ لیکن اللہ والوں کی موت سے سارا جہاں سُونا ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی اللہ والوں کی فہرست میں شامل ہیں، جن کے جانے سے ہر دل رنجیدہ اور ہر آنکھ پُرنم ہے۔

آپ کے مواعظ بہت خاصے کی چیز ہیں اُن کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین میں سے بعض نے بتایا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چند مواعظ ایسے بھی ہیں جن کو امامِ کعبہ نے خود اپنے ہاتھ سے مسجد حرام کی پہلی صف میں تقسیم کیا، اسی طرح مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی آپ کے ترجمہ شدہ مواعظ تقسیم کیے گئے۔

آپ کے متعلقین اور خلفاء کی تعداد متعدد ملکوں میں بے شمار ہے۔ دنیا بھر میں حضرت مولانا حکیم صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے ذریعے ہدایت پانے والوں کی تعداد کا اندازہ لگانا بھی کچھ آسان نہیں ہے۔

حضرت مولانا حکیم صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی وفات کی اطلاع ملنے کے کچھ دیر بعد نماز جنازہ

کا وقت معلوم کرنے کے لیے جامعہ اشرف المدارس رابطہ کیا۔ بتایا گیا کہ نماز جنازہ کل صبح نو بجے بروز پیر جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر میں ادا کی جائے گی۔ جیسے کیسے افسردگی و بے چینی کے عالم میں صبح تک کا وقت گزارا۔ صبح آٹھ بجے نماز جنازہ کے لیے اپنے دفتر سے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک جگہ گاڑی روکی تو چاروں طرف افراد کو دیکھ کر یوں محسوس ہورہا تھا کہ ہر شخص ہی حضرت مولانا حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں شرکت کے لیے جلدی پہنچنے کی کوشش کررہا ہے۔ میں نے گاڑی میں اپنے ساتھ بیٹھے مولانا افتخار صاحب (استاذ جامعۃ الرشید کراچی، امام مسجد دار الافتاء والارشاد کراچی) سے کہا کہ حضرت! آج تک یہ سنتے آئے ہیں کہ دنیا کے بادشاہوں اور حکمرانوں کی حکمرانی لوگوں کے مال واسباب اور جسموں پر ہوتی ہے اور اللہ والوں کی حکمرانی لوگوں کے دلوں پر ہوتی ہے، آج لوگوں کے دلوں پر اللہ والوں کی حکمرانی کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کرلیا ہے۔ بغیر کسی اعلان واشتہار کے لوگ دیوانہ وار نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے بڑھے جارہے تھے۔ سوار اور پیدل ہر قسم کے لوگ حضرت مولانا حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میں دیوانہ وار، جنازہ میں شامل تھے۔

ہم تقریباً جنازے کے مقررہ وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے نماز جنازہ کی مقرر جگہ پر جامعہ اشرف المدارس کے قریب پہنچ گئے۔ جامعہ سے کچھ فاصلے پر گاڑی کھڑی کی۔ جنازے میں شرکت کے لیے آنے والے حضرات کا اس قدر اژدحام تھا کہ اشرف المدارس تک پہنچتے پہنچتے تقریباً بیس منٹ لگ گئے۔ ہر طرف انسان ہی انسان نظر آرہے تھے، جو اس دور میں بھی اللہ والوں کی نعمت کی قدر کا پتہ دے رہے تھے۔ جنازے میں شرکت اس لیے کی جاتی ہے تاکہ اللہ سے دعا کرکے دنیا سے رخصت ہونے والے کی مغفرت کروائی جائے، لیکن یہاں تو کئیوں کو یہ کہتے سنا کہ ہم تو حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں اس لیے شرکت کرنے آئے ہیں تاکہ اللہ والے کے جنازے میں شرکت کرکے ہماری بخشش ہوجائے۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ کی وصیت کے مطابق آپ کے بیٹے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے نمازِ جنازہ مقررہ وقت پر پڑھائی۔ نمازِ جنازہ بہت ہی سادگی سے ادا کی گئی، نہ کوئی اعلان، نہ کوئی بیان اور نہ کسی کا انتظار۔

جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد کا اندازہ ایک لاکھ سے ڈیڑھ لاکھ تک لگایا گیا۔ دس ہزار کے لگ بھگ لوگ گھروں سے جنازے کے لیے آئے لیکن رش کی وجہ سے جنازے میں شرکت نہ کرسکے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ نے اپنی پوری زندگی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل

کرتے ہوئے گزاری۔ بے شمار لوگوں کو سنت نبوی ﷺ کی راہ دکھائی۔ ہر کام سے پہلے آپ ہمیشہ اس شعر کو پیش نظر رکھتے اور دوسروں کو بھی اُسی کی تلقین کرتے تھے ؎

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

ایک ایسے وقت میں جب کہ جعلی پیروں نے برساتی کھمبیوں کی طرح سر اٹھا کر تصوّف و طریقت کو اتنا بدنام کیا ہے کہ لوگ تصوّف وطریقت کو شریعت سے الگ خیال کرنے لگے، حضرت حکیم صاحبؒ نے تصوّف وطریقت کا حقیقی تصور پیش کیا۔ لوگوں کو بتلایا کہ اصل میں شریعت پر عمل کرنے کا نام ہی تصوّف وطریقت ہے۔ جو عمل شریعت سے جدا ہو وہ گم راہی تو ہوسکتی ہے، تصوّف وطریقت نہیں ہوسکتا۔ آپ خود بھی ہمیشہ شریعت پر عمل کر کے اپنے متعلقین کے لیے نمونہ بن کر رہنمائی فرماتے رہے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کا عالم ملاحظہ فرمائیے! ایک بار حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساؤتھ افریقہ کے سفر پر گئے تو وہاں کسی عقیدت مند نے ایک جبّہ ہدیہ میں پیش کیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہدیہ لے کر بہت خوش ہوئے، جبّہ پہنا اور اپنے متعلقین سے پوچھنے لگے۔ دیکھ کر بتائیں کہ جبّہ ٹخنوں سے نیچے تو نہیں جارہا؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بہت پرانے خلیفہ نے فرمایا کہ حضرت! نیچے تو نہیں ہے، البتہ ٹخنوں کو چھورہا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ چونکہ بیماری کی وجہ سے اپنا جبّہ خود نہیں اتار سکتے تھے اس لیے فرمایا کہ میرا جبّہ فوری اتر واؤ۔ جبّہ اتر وانے میں کچھ دیر ہوگئی، تو حضرت بہت ہی غصے سے ڈانٹتے ہوئے فرمانے لگے کہ اگر اسی حالت میں میری موت آگئی تو میں اللہ کو کیا جواب دوں گا؟ جبّہ فوری اتر واؤ۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو ہمیں داغِ مفارقت دے گئے، لیکن قحط الرجال کے اس دور میں اُن کے جانے سے حقیقی تصوّف وطریقت کا درس دینے والی خانقاہوں کو شدید نقصان پہنچا ہے اور وہ بھٹکے ہوئے لوگوں کی علاج گاہوں کو مزید ویران کر گئے ہیں۔ ''وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے''۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اُن کے بعد بھی اُن کے فیوض وبرکات جاری رہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی شان کے مطابق انعامات سے نوازے۔ آمین۔

(بشکریہ اشاعتِ خاص روزنامہ اسلام کراچی ۲۸؍رجب ۱۴۳۴ھ، ۸؍جون ۲۰۱۳ء)

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا
(حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

حضرتِ والاؒ کے اوصافِ حمیدہ

جناب شاہین اقبال اثر جون پوری صاحب
خلیفہ مجاز حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

حضرتِ والاؒ کا تڑپتا ہوا دل اور پُر تاثیر زبان:

یہ غالباً ۱۹۸۵ء کی بات ہے، بندہ اپنے برادرِ کبیر جناب تائب جون پوری صاحب کے ساتھ دینی کتب کے ایک اسٹال پر کھڑا تھا کہ بھائی صاحب نے ایک کتاب ''روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج'' کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ کتاب ایک بزرگ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب کی تصنیف ہے، ہم کبھی اُن کی زیارت کے لیے بھی حاضر ہوں گے، پھر کچھ عرصے بعد وہ وقت بھی آ گیا کہ جب ہمیں جمعہ کی صبح حضرت اقدس کی خانقاہ حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ ہم کتب خانہ مظہری کے سامنے خانقاہ کا دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگے، ساتھ ہی دیوار پر آویزاں حضرت خواجہ مجذوبؒ کے قطعہ سے لطف اندوز بھی ہونے لگے، قطعہ وہی تھا جو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی خانقاہ میں بھی آویزاں کروایا تھا۔

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضاء
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

اسی اثناء میں اچانک خانقاہ کا دروازہ کھلا تو ہم دونوں بھائی اندر داخل ہوئے، اس کو سوائے فضلِ الٰہی اور خوش بختی کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ ہماری پہلی ملاقات ہی حضرت والاؒ سے ہوئی۔ بھائی صاحب چونکہ حضرت والاؒ کی زیارت سے پہلے بھی مشرف ہو چکے تھے، اس لیے انہوں نے پہچان لیا اور دریافت کیا کہ حضرت! ابھی آپ کا بیان ہوگا؟ حضرت والاؒ نے فرمایا کہ ہاں تھوڑی دیر انتظار کریں، دس بجے بیان شروع ہوگا۔ ہم نے وہیں انتظار کیا، پھر خانقاہ میں حضرت والاؒ کا بیان سنا تو وہی حالت تھی کہ وہ کہیں اور سنا کرے کوئی۔ بندہ نے غالباً اسی کے بعد یہ شعر کہا تھا جس کو بندہ کی زندگی کا پہلا شعر بھی کہہ سکتے ہیں۔

تری بات مجھ پر اثر کرگئی ہے
مرے خانۂ دل میں گھر کر گئی ہے

جنہوں نے صحت کی حالت میں حضرت اقدسؒ کا خطاب سنا ہے وہ جانتے ہیں کہ کوئی اہلِ دل سامع حضرت والاؒ کے خطاب سے گھائل، قائل اور مائل ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ دراصل بندہ نے سامعین ومتعلقین کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ اشعار لکھے تھے ؂

اُس پھول کی خوش بو بسی جہان میں ہے
جو پھول پورے گلشن میں، گلستان میں ہے
وہ بولتا ہے کہ رس گھولتا ہے کانوں میں
عجیب چاشنی الفاظ میں، زبان میں ہے

اُس کی بھی وجہ تھی، جب کسی نے حضرت والاؒ سے دریافت کیا کہ آپ کی بات دل پر فوراً اٹیک کیوں کرتی ہے کہ انسان متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ دراصل میں پہلے سارے مجمع کو محبت سے دیکھتا ہوں کہ یہ سب میرے اللہ کے بندے ہیں، مجھ سے اچھے ہیں اور دل ہی دل میں سب کو پیار کرتا ہوں، اس لیے تو بندے نے عرض کیا ہے ؂

لگتا ہے جاکے تیر محبت کا قلب میں
میں کیا بتاؤں تیرا نشانہ عجیب ہے
پروانوں کے ہجوم پہ حیرت نہیں مجھے
شمع کا روز خود کو جلانا عجیب ہے

حضرت اقدس عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ صرف معجز بیان مقرر ہی نہیں تھے بلکہ سینے میں ایک درد بھرا دل رکھنے والے عارف باللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے) بھی تھے اور عارف باللہ کا لقب حضرت والاؒ کو جامعہ بنوری ٹاؤن کے سابق مہتمم وشیخ الحدیث، حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہیدؒ نے اُس وقت دیا تھا جب حضرت والاؒ کے مضمون کے ساتھ انہوں نے عارف باللہ کا اضافہ ''ماہنامہ بینات'' میں کروایا تھا۔ چنانچہ حضرت اقدسؒ ہی کا شعر ہے کہ

کیوں آہ میں کچھ تاثیر نہیں
کیا عشق کا دل میں تیر نہیں
جب نور نہیں خود ہی دل میں
منبر پہ وہ کیا برسائیں گے

ایک موقع پر دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ نے

حضرت والاؒ کا بیان اول تا آخر سماعت فرمایا اور پھر حضرت والاؒ کو یوں مبارک باد دی کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دل دیتا ہے تو زبان نہیں دیتا، کسی کو زبان دیتا ہے تو دل نہیں دیتا، مولانا حکیم محمد اختر مبارک ہو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں تڑپتا ہوا دل اور شیرینی زبان دونوں عطا کی ہے، چنانچہ یورپ کے سفر کے دوران ایک بڑے عالم نے جب یہ کہا کہ ایسا بیان تو میں نے کبھی کسی کا نہیں سنا تو حضرت والاؒ نے تحدیث بالنعمہ کے طور پر یہ شعر فرمایا کہ ؎

اس طرح دردِ دل بھی تھا میرے بیاں کے ساتھ
جیسے کہ میرا دل بھی تھا میری زباں کے ساتھ
اس درجہ حلاوت ہے مرے طرزِ بیاں میں
خود مری زباں اپنی زباں چوس رہی ہے

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو خود بامزہ نہیں ہوتا وہ دوسروں کو بھی بامزہ نہیں کرسکتا، جو خود بالغِ منزل نہ ہو وہ دوسروں کو کیوں کر منزل پر پہنچا سکتا ہے۔ آج جب کہ دل سے انتہائی قریب رہنے والی ہستی انتہائی دور دراز سفر پر روانہ ہوچکی ہے تو دل کی کیفیت کچھ یوں ہے ؎

چمن کلیوں سے، گل خوش بو سے بیگانہ سا لگتا ہے
بغیر باغباں گلشن بھی ویرانہ سا لگتا ہے

حضرت والاؒ کی محبت وشفقت:

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اخترؒ سے آغاز تعلق ہی میں جب بندہ بیعت بھی نہیں ہوا تھا مگر گاہے گاہے حاضری کی کوشش کرتا تھا تو چند دن تعلیمی مشغولیت کی وجہ سے غیر حاضر رہا، پھر جب حاضر ہوا تو خانقاہ کے ساتھیوں نے بتایا کہ تم کہاں غائب تھے؟ حضرت والاؒ تمہیں یاد فرما رہے تھے۔ مجھے اس پر خوشی تو ہوئی تو مگر ساتھ ہی حیرت وتعجب بھی ہوا کہ اتنے سارے متعلقین میں میرے جیسے نو آموز ونالائق خادم کو بھی حضرت والاؒ یاد رکھتے ہیں، اس طرح مزید تعلق بڑھ گیا اور جیسا کہ حضرت عارف رومیؒ کا شعر ہے ؎

عشقِ معشوقاں نہانست وستیر
عشقِ عاشق بادوصد طبل ونفیر

یعنی معشوقوں اور محبوبوں کو بھی اپنے عشاق سے محبت ہوتی ہے مگر وہ اکثر اس کا اظہار نہیں کرتے بلکہ دل میں مخفی رکھتے ہیں اور عشاق اپنے عشق کا اعلان ببانگِ دہل کرتے ہیں، لیکن اس کے برعکس حضرت والاؒ بارہا اپنے طالبین اور محبین سے محبت کا اظہار فرمایا کرتے تھے، چنانچہ کئی مرتبہ

سامعین کو مخاطب کر کے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کا ملفوظ دوہرایا کہ میں آنے والوں کی جوتیوں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں، بعض اوقات فرمایا کہ ع

''ہم بات کریں گے جو کوئی کان ملے گا''۔

اور پھر یہ شعر بھی سنایا کہ ؎

تشنگاں گر آب جویند از جہاں
آب ہم جوید بعالم تشنگاں

کہ جس طرح پیاسا کنویں کو تلاش کرتا ہے، کنواں بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔ بندہ نے اسی حال کو شعر میں بند کیا ہے کہ ؎

مطلوب کے لیے تو چھڑکتے ہیں جاں سبھی
طالب کے لیے دل کا بچھانا عجیب ہے

حضرت والاؒ کے ایک بہت پرانے خادم نے اپنا قصہ خود بندہ سے بیان کیا کہ ایک زمانے میں جب میں اپنے معاشی حالات سے پریشان ہوکر تقریباً نفسیاتی مریض بننے لگا تھا کہ کہیں سے حضرتِ والاؒ کی کتاب معارفِ مثنوی میرے ہاتھ لگ گئی، میں اسے پڑھ کر اتنا متأثر ہوا کہ لوگوں سے پوچھتے پوچھتے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ حضرت والاؒ نے میری خستہ حالی دیکھ کر نہ صرف یہ کہ مجھ سے مفرح گفتگو فرمائی اور حوصلہ دیا بلکہ ساتھ ہی اس زمانے میں مجھے پچاس روپے ہدیہ دیا اور فرمایا کہ جاؤ اس سے وہ مرغا خریدو جس نے ابھی پہلی اذان دی ہو اور خوب خوش رہو۔ ان صاحب نے بتایا کہ اس کے بعد میری زندگی میں انقلاب آ گیا اور میں حضرتؒ کی محبت سے گھائل ہوکر شریعت وسنت کا پابند ہوکر سلوک کے زینے طے کرنے لگا۔ حضرت والاؒ کے خادمِ خاص اور خلیفۂ اجل جناب سید عشرت جمیل میر صاحب نے کئی بار سنایا کہ میں جب حضرت والاؒ کی خدمت میں اپنی اصلاح کی غرض سے رہنے لگا تو جو چیز مولانا محمد مظہر صاحب کے لیے منگواتے وہی میرے لیے بھی منگواتے، یہاں تک کہ عید پر جوتے اور کپڑے بھی انہی جیسے آتے تھے۔ حضرت والاؒ نے میر صاحب کے لیے کئی بار فرمایا کہ یہ علی گڑھ کے بی کام ہیں، اگرچہ اب بے کام ہیں۔ بنگلہ دیش کے ایک بڑے عالم نے عجیب بات کہی کہ اگر اللہ تعالیٰ محبت کو کوئی جسم دیتا تو وہ حضرت والاؒ ہی کی شکل میں ہوتا۔ اس ملفوظ کو حضرت میر صاحب نے اپنے شعر میں کس خوبی سے ادا فرمایا ہے کہ ؎

محبت کو کوئی اگر جسم ملتا وہ ہوتا سراپا مرے شیخ ہی کا
ارے وہ تو خود ہیں سراپا محبت، سنو گے بس ان سے محبت کی باتیں

میری موجودگی میں ایک عالم صاحب نے حضرت سے شکایت کی کہ میں جس مسجد میں امام ہوں وہاں کے لوگ مجھ سے محبت نہیں کرتے، بلکہ دلوں میں بغض ونفرت رکھتے ہیں۔ حضرت والاؒ نے فرمایا کہ آپ تو عالم ہیں، آپ نے یہ حدیث شریف نہیں پڑھی ''**المؤمن مالف ولا خیر فی من لایالف ولا یولف** '' کہ بندۂ مؤمن جائے محبت ہے اوراس میں خیر نہیں جس نے محبت نہیں کی اور جس سے محبت نہیں کی گئی۔ اس میں ''محبت نہیں کی'' پہلے ہے اور ''نہیں کی گئی'' بعد میں ہے۔ پہلے آپ محبت نچھاور کریں، پھر دیکھیں کہ لوگ کس طرح آپ سے محبت کرتے ہیں۔ حضرت والاؒ کی اس طرز تربیت ہی پر بندہ نے یہ شعر عرض کیا تھا کہ ؎

طریق الا ولیاء ہے یہ ولایت کی نشانی ہے
محبت بانٹنا اہلِ محبت کی نشانی ہے

ظاہر ہے جس کے پاس جو چیز ہوتی ہے وہی تقسیم کرتا ہے، حضرت والاؒ اللہ تعالیٰ کی محبت کا خزانہ تو لٹاتے ہی تھے، ساتھ ہی مخلوق سے بھی اللہ کے لیے ایسی محبت فرماتے کہ انسان یہ شعر پڑھنے پر مجبور ہوجاتا کہ ؎

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہوجائے وہ لوگ
آپ نے دیکھے نہ ہوں شاید، مگر ایسے بھی ہیں

حضرت والاؒ بارہا سرورِ عالم ﷺ کا یہ فرمان سناتے کہ ''**الخلق عیال اللّٰہ فأحب الخلق الی اللّٰہ من احسن الیٰ عیالہ** ''یعنی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ وہ ہے جو اُس کی عیال سے اچھا سلوک کرے۔ پھر ایک اور حدیث پاک ''**التودد الیٰ الناس نصف العقل** ''اس کی شرح میں فرمایا کہ جو شخص لوگوں سے محبت نہیں کرتا اُس کی عقل آدھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ حضرتؒ سے محبت کرتے تھے اور حضرتؒ کی فرقت پر سب ہی اشک بار ہیں۔ حضرت والاؒ کی محبت ہی کا اثر تھا کہ آپس میں متعلقین بھی شیر وشکر رہتے تھے، بقول شاعر ؎

ہر شخص جو آپس میں یہاں شیر وشکر ہے
یہ حضرتِ اقدس کی محبت کا اثر ہے

ساؤتھ افریقہ سے آنے والے سیاہ فام نومسلم مولانا موسیٰ پر حضرتؒ نے ایسی محبت نچھاور کی کہ وہ اشک بار ہوکر یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ ایسی محبت تو مجھے ماں باپ سے بھی نہیں ملی۔ حضرت والاؒ نے اُن کے بارے میں کئی بار فرمایا کہ یہ چہرے کا کالا ہے مگر دل کا اُجلا ہے۔ آج اتنے شکستہ دلوں کا

غم خوار سب غموں سے نجات پا کر آسودۂ خاک ہے، اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائے اور ہمیں اُن کی تعلیمات پر عمل کی توفیق سے نوازے، آمین۔

حضرت والاؒ کی شانِ استغناء:

حضرت مجذوبؒ نے فرمایا تھا ؎

شاہ صاحب جو سمجھتا ہے تو بھک منگوں کو
تو نے دیکھی ہی نہیں صورتِ شاہانہ ابھی

اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے لیے شاعر نے کہا ؎

نہ لالچ دے سکیں تجھ کو کبھی سکوں کی جھنکاریں
ترے دستِ توکل میں تھیں استغناء کی تلواریں
جلالِ قیصری بخشا جمالِ خانقاہی کو
سکھائے فقر کے آداب تو نے بادشاہی کو

ہمارے شیخ و مرشد بھی اسی مسلکِ تھانویؒ کے پیروکار تھے یعنی استغناء ایسا کہ اہلِ زر ششدر رہ جائیں اور فقر ایسا کہ بادشاہ بھی غلامی کو فخر سمجھیں۔ بقول میرے برادرِ کبیر جناب تائب جون پوری صاحب کے ؎

دیکھا ہے مرے شیخ کو دنیا نے بہ حسرت
دنیا کو نظر اُس نے اٹھا کر نہیں دیکھا

حضرت اقدسؒ کی شانِ استغناء پر اگر تفصیل سے لکھا جائے تو مضمون کئی قسطوں کا متقاضی ہوگا، اس لیے معدودے چند واقعات جو ذہن کے گوشوں میں نقش ہیں، انہیں رقم کرتا ہوں:۔

جب حضرتِ والاؒ ناظم آباد میں تشریف فرما تھے تو ایک قاری صاحب ایک ہزار روپے لے کر آئے کہ کسی نے ہدیہ بھیجا ہے کہ اسے دینی ادارے میں استعمال فرمالیں، حضرتؒ نے اُن سے دریافت کیا کہ جنہوں نے یہ روپے دیئے ہیں وہ کیا کام کرتے ہیں؟ قاری صاحب نے کہا کہ بینک میں ملازم ہیں۔ حضرتؒ نے روپے واپس کر دیئے اور فرمایا کہ اُن سے کہہ دینا کہ ہم حرام آمدن کی رقم دینی ادارے میں نہیں لگاتے۔ جب قاری صاحب نے اُن صاحب کو رقم واپس کی تو حیرت کی وجہ سے وہ حضرت کی زیارت کے لیے ناظم آباد آئے کہ ایسے بھی لوگ ہیں جو ایک ہزار روپے واپس کر دیتے ہیں، اب ہم خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس وقت یعنی ۱۹۸۰ء سے قبل کے ایک ہزار تھے، جو اب نہ

جانے کتنے بنیں گے؟ پھر جب حضرت گلشن اقبال میں مسجد اور خانقاہ تعمیر کرنا چاہتے تھے تو ایک خاتون نے کسی کے ذریعے پندرہ لاکھ کی رقم دینے کا ارادہ ظاہر کیا مگر ساتھ ہی اُس نے کہلایا کہ دروازہ پر اُن کے خاوند کا نام جلی حروف میں لکھا جائے کہ یہ مسجد اُن کے ایصالِ ثواب کے لیے بنوائی گئی ہے۔ حضرتؒ نے یہ کہہ کر رقم لینے سے انکار کردیا کہ مسجد کے نام کی تختی (یعنی مسجد اشرف) پہلے ہی لگ چکی ہے، اب کسی اور کی تختی نہیں لگ سکتی۔

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوریؒ کے خلیفۂ مجاز حضرت الحاج نواب عشرت علی خان قیصر صاحبؒ (جو دینی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں) کے حضرت والاؒ سے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات تھے۔ ایک مرتبہ حضرت نواب صاحبؒ نے کہا کہ حضرت! دوبئی میں میرے ایک دوست ہیں، میں اُن سے کہہ دوں گا تو آپ کے ادارہ کے لیے سات لاکھ روپے دے دیں گے۔ حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے، اگر وہ خود نیک کام میں حصہ لینا چاہتے ہیں تو مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ مگر کچھ دنوں کے بعد نواب صاحبؒ نے فرمایا کہ انہوں نے کہا ہے کہ مسجد کا جو متولی ہے وہ دوبئی آکر دستخط کرے تو ہم حوالہ کردیں گے۔ حضرت والاؒ نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، یہ فقیر کسی امیر کے دروازہ پر نہیں جائے گا۔ ورنہ قیامت تک کے لیے یہ دھبّہ لگ جائے گا، کہ اس ادارہ کا متولی کسی امیر کے دروازہ پر گیا تھا، اور میں ''بئس الفقیر علیٰ باب الامیر'' ہوجاؤں گا۔ لہٰذا حضرتؒ نے سخت ضرورت کے باوجود وہاں جانے سے صاف انکار کردیا۔ حضرت نواب قیصر صاحبؒ حضرتؒ کے اس جواب سے بے حد متأثر ہوئے اور فرمایا کہ آپ تو ہمارے بزرگوں کی یادگار ہیں، اور کہا کہ میں اگر کسی اور کو کہہ دیتا تو وہ میرے جوتے اُٹھاتا کہ کسی طرح یہ رقم ہمیں مل جائے، لیکن آپ نے انکار فرمادیا اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت پھولپوری کی جوتیاں اٹھائی ہیں یہ انہیں کا کمال ہے ان کی نگاہ کا اثر ہے، مجھے بھی رقم کی ضرورت ہے لیکن عظمتِ دین اور عزتِ نفس کے خلاف کوئی کام نہیں کرسکتا۔

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سکوں کی جھنکاریں
ترے دستِ توکل میں تھیں استغناء کی تلواریں
جلالِ قیصری بخشا جمالِ خانقاہی کو
سکھائے فقر کے آداب تونے بادشاہی کو

پھر حضرت نے یہ بات حضرت ہردوئیؒ کو لکھی تو حضرت ہردوئیؒ نے جواب میں لکھا کہ ''مبارک ہو! تعمیر فقیری تعمیر شاہی سے افضل ہے''۔ چنانچہ الحمدللہ کسی چیز کی کمی نہیں ہوئی۔ جو خوش

قسمت لوگ اللہ والوں کی جوتیاں اٹھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اہلِ زر کی احتیاج سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

ایک صاحب جو اپنی رقم اللہ کی راہ میں لگانا چاہتے تھے، کسی حوالے سے اس زمانے میں مسجد اشرف آئے، جب مسجد تعمیر ہو رہی تھی۔ انہوں نے دورانِ گفتگو معترضانہ انداز میں کہا کہ یہ ٹائل آپ نے اتنے اوپر کیوں لگائے ہیں، یہ تو بس نیچے نیچے کافی تھے۔ حضرتؒ نے بے ساختہ فرمایا کہ میں نے آپ سے مشورہ مانگا ہے؟ افسوس ہے آپ نے اپنے مشورہ کو ضائع کیا، پھر انہوں نے لاکھ کوشش کی کہ حضرتؒ اُن کی رقم قبول کرلیں مگر حضرتؒ نے کسی طرح قبول نہ کیا، کہ جو پہلے ہی اعتراض کر رہا ہے، وہ بعد میں نہ جانے کیا کیا کرے گا، اور پھر فرمایا کہ میرے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے کہ میں استغناء کے ساتھ دین کی خدمت کر رہا ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ میرے شیخ نے مجھے نصیحت فرمائی تھی کہ دین کا کام امام بن کر کرنا نہ کہ غلام بن کر۔

ایک مرتبہ سعودی عرب کے کوئی سرکاری آدمی حاضرِ خدمت ہوئے اور کہا کہ حضرت کوئی خدمت ہو تو مجھے حکم دیں، تکمیل کرنا میری سعادت ہوگی۔ علالت کی حالت میں حضرتؒ نے آنکھیں موندلیں، پھر آنکھیں کھولتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ میرے لیے یہ فقیر کافی ہیں۔ وہ حیران ہو کر حضرت والاؒ کو دیکھنے لگا کہ میرے پیچھے تو عجمی لوگ ہر وقت پھرتے ہیں کہ کسی طرح ہمارا مدعا ہی سن لیں مگر ؎

یہاں تو ایک پیغامِ جنوں پہنچا ہے مستوں کو
انہی سے پوچھیے دنیا کو جو دنیا سمجھتے ہیں

جب حضرت والاؒ ساؤتھ افریقہ تشریف لے گئے تو ایک بہت بڑے تاجر نے (جن کا بہت بڑا اسٹور تھا، جس میں سوئی سے لے کر گاڑیاں تک موجود تھیں) حضرتؒ سے درخواست کی کہ میرے اسٹور میں تشریف لاکر دعا کرا دیں، حضرتؒ نے دعا فرمادی، پھر انہوں نے پورے اسٹور کا معائنہ کروایا، پھر عرض کیا کہ حضرتؒ اس میں سے جو چیز آپ کو پسند ہو آپ قبول فرمالیں مجھے بہت خوشی ہوگی، مگر حضرت نے ان تاجر صاحب کے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تو آپ کا دل چاہیے، جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا باغ لگاؤں۔ وہ تاجر اتنے متأثر ہوئے کہ رات میں حاضرِ خدمت ہو کر حضرتؒ کے پاؤں دبانے لگے۔ اُن کے جانے کے بعد کسی نے کہا کہ حضرتؒ یہ تو اتنا دولت مند ہے کسی کے ساتھ گفتگو اور مسکرانے کی نوبت بھی کم آتی ہے، اُس نے آپ کے پاؤں کیسے دبائے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ اس تاجر نے میرا پاؤں اس لیے دبایا کہ میں نے اُس کی جیب نہیں دبائی۔

اسی قسم کے دو بڑے تاجر حضرت والاؒ کے پاس موجود تھے، تو ایک صاحب جناب سید عشرت جمیل میر صاحب سے کہنے لگے کہ یہ دونوں اتنے دولت مند ہیں کہ اگر چاہیں تو افریقہ کا فلاں شہر خرید لیں، جس میں سونے کے پہاڑ بھی ہیں۔ حضرت میر صاحب کو دولت و دنیا سے مرعوب ہونے والی یہ بات ناگوار گزری اور فرمایا کہ دیکھو حضرتؒ ان دونوں سے کیا فرمارہے ہیں؟ ایک شخص کو فرمارہے تھے کہ پائنچے ٹخنوں سے اوپر رکھا کریں، اور دوسرے کو فرمارہے تھے کہ جب کسی دینی خادم کے پاس حاضر ہو تو سر ڈھانک کر جایا کرو۔ وہ مرعوب شخص حیرت اور شرمندگی کی تصویر بن کر رہ گئے۔

اسی طرح افریقہ میں جب حضرت والاؒ پہلی مرتبہ تشریف لے گئے تو ایک صاحب نے کہا کہ حضرت فُلاں صاحب رئیس آدمی ہیں، میں اُن سے کہہ دیتا ہوں آپ کا جو مدرسہ بن رہا ہے اس میں تعاون کردیں گے، وہ میرے دوست ہیں اور آپ سے محبت بھی رکھتے ہیں، حضرتؒ نے فرمایا تمہیں اس کی اجازت نہیں ہے اس لیے کہ ان کو معلوم ہے کہ میں کبھی کبھی تمہارے ہاں آکر ٹھہرتا ہوں، اور تم مجھ سے عقیدت بھی رکھتے ہو، تو وہ تمہارے کہنے کو میرا کہنا ہی سمجھیں گے اور یہ سمجھیں گے کہ مولانا خود تو نہیں کہہ رہے لیکن اپنے ایجنٹ چھوڑ رکھے ہیں، میں دین کو فروخت کرکے دنیا نہیں کما سکتا، اگرچہ یہ بھی دین ہی کا کام ہے کہ کسی کا پیسہ کسی دینی مصرف میں لگ جائے، لیکن میں ان کے دل میں بدگمانی پیدا نہیں کرنا چاہتا پھر میری بات کا اثر ختم ہوجائے گا، میں دین کی قیمت پر کوئی چیز فروخت نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس درجے کے قطبِ دوراں کی صحبت بابرکت سے مجھ جیسے نااہل کو برسوں بلا استحقاق نوازا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں ؎

تو مجھ کو اسی بات پہ محبوب بنالے
مجھ پر بھی ترے عشق کا الزام بہت ہے

حضرتِ والاؒ کا عشقِ رسالت:

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اخترؒ کی خلوت، جلوت، گفتار، کردار، ہر زاویے سے سرورِ عالم ﷺ سے عشق جھلکتا تھا، اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے حضرت اقدسؒ بھی صرف عشق رسالت ﷺ کا اعلان نہیں فرماتے بلکہ ہر ہر سنت سے اپنی زندگی کو مزین کرنا اور کروانا جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدسؒ تقریباً نصف صدی سے ہر ملک میں، ہر شہر میں، ہر بیان میں اپنے ظاہر و باطن کو سنت سے سجانے کی دعوت ببانگ دہل دیتے رہے۔ شاید ہی کوئی بیان ایسا ہو جس میں حضرت اقدسؒ نے ڈاڑھی ایک مشت رکھنے اور مونچھیں برابر کرنے کی تلقین درد بھرے انداز میں نہ فرمائی ہو۔

حضرت والاؒ نے اکثر یہ فرمایا کہ ہم سب اور ساری اُمت سرورِ عالم ﷺ کی اِس امید پر زندہ ہیں کہ روزِ محشر آپ ﷺ ہماری شفاعت فرمائیں گے مگر ہمارا چہرہ ہی اگر سرورِ عالم ﷺ کے مشابہ نہ ہوا اور آقائے دو جہاں ﷺ نے ہمیں دیکھ کر منہ پھیر لیا اور دریافت فرمالیا کہ میرے پیارے امتی تمہیں میری صورت میں کیا عیب نظر آیا تھا کہ تم نے میری جیسی صورت نہیں بنائی تو ہمارے پاس کیا جواب ہوگا؟ صرف اسی ایک جملے کو سن کر نہ جانے کتنی زندگیوں میں انقلاب آ گیا۔ ایسی بات کوئی سچا عاشق رسول ﷺ ہی کرسکتا ہے۔ ورنہ اکثر خطباء بوجہ مصلحت گناہوں پر نکیر کرنے سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ ملتان کے رئیس شیر محمد جن کا چہرہ اس سنت عظیمہ سے خالی تھا، حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ عمرہ پر روانگی کا ارادہ ہے۔ حضرتؒ نے دریافت کیا کہ عمرے پر جاؤ گے تو روضۂ اطہر ﷺ پر بھی حاضری دو گے؟ عرض کیا کہ ضرور حاضری دوں گا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ جب تم سرورِ عالم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھو گے تو تمہارا چہرہ دیکھ کر سرورِ عالم ﷺ کو خوشی ہوگی یا رنج ہوگا؟ شیر محمد صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا، مگر آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں سمجھ گیا کہ میرا تیر نشانہ پر لگ گیا ہے، عمرہ سے کچھ عرصے بعد واپس آئے تو شیر محمد کی پوری ڈاڑھی تھی۔ حضرتؒ نے انہیں مبارکباد دی۔

پہلے تو حضرتؒ صرف بیانات وغیرہ میں ظاہری گناہوں سے بچنے کی خاص کر ڈاڑھی بڑھانے کی تلقین کرتے تھے مگر علالت کے بعد سے تو ہر آنے والے کو جو سنتوں سے محروم ہوتا فی الفور نصیحت فرماتے کہ ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کترواؤ۔ اور ایک محتاط اندازہ کے مطابق ۱۰۰/ میں سے ۹۸/ حضرات، حضرتؒ کی نصیحت پر اسی وقت لبیک کہتے اور آئندہ خود کو سنت سے مزین کرنے کا وعدہ کرتے اور ظن غالب یہ ہے کہ ۲/ فیصد بھی بعد میں محروم نہ رہتے ہوں گے۔ حضرتؒ نے کتنے پر درد انداز سے یہ شعر فرمایا کہ ؎

جس کے چہرے پر نہ ہو آہ! نبی (ﷺ) کی سنت
کیسے معلوم ہو مؤمن کا مسلماں ہونا

ایک عرصہ قبل جب حضرتؒ مدینہ منوّرہ حاضر ہوئے تو یہ یادگار نعت تحریر فرمائی، جس میں اس پہلو کو کتنی خوب صورتی سے بیان فرمایا کہ اگر مسلمان دل سے شاہِ مدینہ ﷺ کا غلام ہو جائے تو دونوں جہانوں کے غم سے آزاد ہو جائے ؎

یہ صبحِ مدینہ، یہ شامِ مدینہ
مبارک تمہیں یہ قیامِ مدینہ

ہو آزاد اختؔر غمِ دو جہاں سے
جو ہو جائے دل سے غلامِ مدینہ

جب حضرت اقدسؒ مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تو وہاں کی ہر ہر چیز کو محبت سے دیکھتے۔ چاند کو دیکھ کر حضرتؒ نے فرمایا یہ مدینہ شریف کا چاند ہے۔ اسی چاند کو سرورِ عالم ﷺ نے بھی دیکھا ہوگا۔ حضرتؒ مدینہ منوّرہ کے پہاڑوں کو محبت سے دیکھتے۔ مدینہ منوّرہ میں جہاں حضرتؒ کا قیام ہوتا وہاں سے سبز گنبد کا دِل نشین منظر نظر آتا تھا۔ گزشتہ عمرہ کے سفر میں حضرتؒ مکہ مکرمہ میں صرف تین دِن قیام فرما رہے جب کہ مدینہ منوّرہ میں ۲۳/ دِن قیام فرما رہے اور واپسی کے بعد ہم نے دیکھا کہ حضرتؒ یہاں پر موجود ہونے کے باوجود بھی یہاں پر نہیں ہوتے تھے، جس پر حضرتؒ ہی کا یہ شعر صادق آتا ہے ؎

اے اختؔر مرے قلب وجاں ہیں وہاں
مدینے سے گو دور رہتے ہیں ہم

مندرجہ ذیل نعتیہ اشعار حضرتؒ کے فناء فی الرسول (ﷺ) کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کی گواہی دیتے ہیں ؎

عجم کے بیاباں سے مفرور ہوں گا
گلستانِ طیبہ سے مسرور ہوں گا
اُڑے گی ہوا سے جو خاکِ مدینہ
میں ایسے غباروں میں مستور ہوں گا
میں روضہ پہ صل علیٰ نذر کر کے
بہ دل نور ہوں گا، بجاں نور ہوں گا

اس طرح کی متعدد نعتیں حضرتؒ کے عشقِ رسول ﷺ کی عکاسی کرتی ہیں۔ یہ بات تو اکثر حضرات جانتے ہیں کہ حضرت والا کا پہلا مجموعہ کلام کس قدر خوب صورت اور اعلیٰ طبع ہوا ہے۔ اپنے کلام کو اس درجہ عمدہ طباعت میں دیکھ کر حضرتؒ نے اپنے خدام سے فرمایا کہ میری جو کتاب ہے ''دنیا کی حقیقت رسول اللہ ﷺ کی نظر میں'' اس میں کیوں کہ سرورِ عالم ﷺ کا کلام ہے، اس لیے اس کتاب کی طباعت اس سے بھی اعلیٰ ہونی چاہیے۔ اس سے بھی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرتؒ کے قلب میں حضور سرورِ کونین ﷺ کی کیسی عظمت اور کتنا ادب ہے۔ ایک عرصہ سے حضرتؒ کا ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب (ﷺ)'' روزانہ رات کو سننے کا مستقل معمول تھا، جس میں سرورِ عالم ﷺ کے اوصافِ حمیدہ کا ذکر نہایت حسین اور دل نشین انداز میں ہے، جسے حکیم الامت تھانویؒ نے اس

زمانے میں تحریر کیا تھا کہ جب ہندوستان میں طاعون کی وباء پھیلی ہوئی تھی مگر حضرت تھانویؒ کی اس تالیف کی برکت سے تھانہ بھون طاعون کی وبا سے محفوظ رہا۔ حضرتؒ بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر مبارک کی برکت اور رحمت سمیٹنے کی غرض سے اس کتاب کو انتہائی ادب کے ساتھ سماعت فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی نمونہ ہماری زندگیوں میں بھی ظاہر فرمائے۔ آمین۔

حضرتِ والاؒ کا طریقِ تربیت:

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے عہد تک بہت سے لوگ تصوّف وسلوک کو کشف وکرامات وکیفیات ہی میں منحصر سمجھتے تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے اپنی تقریر وتحریر میں اس بات پر زور دیا ہے کہ طریقت صرف لمبے لمبے وظائف ونوافل کا نام نہیں بلکہ طریقت، شریعت پر احسن طریقے سے عمل کرنے کا نام ہے، ہمارے حضرت والاؒ بھی اسی مشن کو لے کر آگے بڑھے۔ حضرت حکیم الامتؒ کے دور میں تو لوگوں کی قوّت برداشت خوب تھی، مگر فی زمانہ ضرورت سے زیادہ محنت اور طویل وظائف انسانی ذہن کو خشک کردیتے ہیں اور سالک گویا ہالک ہوکر رہ جاتا ہے۔

حضرت اقدسؒ مثال سے سمجھایا کرتے تھے کہ جس طرح بادام کی زیادہ مقدار انسانی ذہن کو غیر معتدل کردیتی ہے، اسی طرح حد سے زیادہ ذکر بھی سالک کے دماغ کو غیر معتدل کردیتا ہے۔ نیند کم ہوجاتی ہے پھر وہ ہر ایک سے لڑنا جھگڑنا شروع کردیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں ولایت کے کسی خاص مقام تک پہنچ چکا ہوں۔ حالاں کہ اس نے ابھی ولایت کے ابتدائی زینے پر بھی قدم نہیں رکھا ہوتا۔ حضرت والاؒ فرماتے تھے کہ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ انسان اپنا روحانی علاج خود کرنا چاہتا ہے۔ جب کہ قاعدہ ہے کہ مریض کی رائے بھی مریض ہوتی ہے اور بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی اپنا آپریشن خود نہیں کرسکتا، بلکہ کسی دوسرے ڈاکٹر کا محتاج ہوتا ہے۔ مگر جب معاملہ اصلاحِ نفس کا آتا ہے تو انسان سمجھتا ہے کہ میں اپنی اصلاح خود کرسکتا ہوں۔ حضرتِ والاؒ اکثر سنتے تھے کہ حضرت خواجہ مجذوبؒ نے حضرت حکیم الامتؒ سے دریافت کیا کہ سالک صرف ذکر اللہ سے اللہ تعالیٰ تک کیوں نہیں پہنچ سکتا تو حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ کاٹتی تو تلوار ہی ہے مگر جب کسی سپاہی کے ہاتھ میں ہو۔ کام تو ذکر ہی سے بنے گا مگر جب کسی اللہ والے کی راہنمائی میں ہو۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت والاؒ اپنے متعلقین کو ذکر وعباداتِ نافلہ کی تلقین زیادہ نہ فرماتے۔ اور فرماتے کہ ایک عبادت چوبیس گھنٹے کی ہے، وہ ہے تقویٰ کا اہتمام۔ یعنی ہر وقت یہ خیال رہے کہ میرا مولیٰ مجھ سے ناراض نہ ہوجائے۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذکر پاس انفاس کسے کہتے ہیں تو فرمایا کہ

''پاس کہتے ہیں حفاظت کرنے کو جیسے محافظ کو پاسبان کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اپنی ہر ہر سانس، ہر ہر نفس کی پاسبانی کو کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی میں نہ گزرے پاس انفاس کہا جاتا ہے''۔

مجھے یاد ہے کہ ایک زمانے میں حضرتِ والاؒ ذکر نفی و اثبات (کلمہ طیبہ) اور ذکر اسمِ ذات (اللہ اللہ) ایک ایک ہزار مرتبہ بتاتے تھے۔ پھر کچھ عرصے بعد پانچ سو مرتبہ کردیا، پھر کچھ عرصہ بعد تین سو مرتبہ کردیا۔ اور اب سے تقریباً پندرہ سال پہلے ذکر کی تعداد سو سو مرتبہ فرمادی۔ نیز یہ بھی فرماتے کہ اگر ذکر بڑھانا ہو تو شیخ سے اجازت لینا ضروری ہے۔ از خود نہ بڑھائے ورنہ بزعمِ خود جلال آنے لگے گا حالاں کہ وہ دماغی خشکی ہوگی۔

کشمیر کے سفر پر حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئیؒ کے پاس ایک مریض لایا گیا جو زیادہ ذکر کرنے کی وجہ سے نیم پاگل ہوچکا تھا۔ حضرت مولاناؒ نے اس مریض کو ہمارے حضرتؒ کے حوالے کردیا کہ آپ اس کا علاج کریں۔ ان صاحب کی گردن مسلسل ہل رہی تھی۔ حضرت والاؒ نے کہا کہ گردن تو روکو۔ اس نے کہا کہ روکنے پر قدرت نہیں ہے۔ پہلے پیر صاحب نے اتنا ذکر کروایا ہے کہ گردن ہلتی رہتی ہے۔ حضرت والاؒ نے ان سے فرمایا کہ ذکر بالکل ملتوی کردو اور سر میں ٹھنڈے تیل کی مالش کرو۔ نماز بھی صرف فرض، واجب اور سنت مؤکدہ ادا کرو۔ دوستوں میں ہنسو بولو۔ کچھ ہی دنوں میں وہ صاحب معتدل ہونے لگے۔ اُن کے بیٹوں نے حضرتِ والاؒ کو خوب دعائیں دیں کہ آپ نے ہمارے ابا کی جان بچالی ورنہ یہ تو مرنے کے قریب ہوگئے تھے اور ہر ایک سے لڑتے رہتے تھے۔ نہ جانے اس جیسے کتنے مریضوں کو حضرتِ اقدس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جسمانی اور روحانی حیات عطا فرمائی۔ اس لیے حضرتِ والاؒ فرماتے تھے کہ اس زمانے میں تھوڑا بہت ہنسنا بولنا بھی ضروری ہے ورنہ انسان ڈپریشن کا مریض ہوجاتا ہے۔

حضرتِ والاؒ کے پرانے خادم اور معالج جناب ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے بتایا کہ میرے ایک مریض جو اس قدر ڈپریشن میں مبتلا تھے کہ میں علاج کرتے کرتے تھک رہا تھا میں نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ ہمارے شیخ کی خدمت میں آؤ تب ہی تمہاری بیماری ختم ہوسکتی ہے۔ کیونکہ اللہ والوں پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور یوں اُن کے پاس بیٹھنے والے بھی سکون حاصل کرتے ہیں۔ جب اُن مریض صاحب نے تجربہ کیا تو امریکہ سے سال میں تین تین، چار چار مرتبہ آتے تھے اور کہتے تھے کہ خانقاہ میں داخل ہوتے ہی میرا ڈپریشن ختم ہوجاتا ہے اور میں خود کو پرسکون محسوس کرتا ہوں۔

حضرت والاؒ کی شانِ تربیت کا خاصہ تھا کہ اپنے متعلقین کی کوتاہیوں کی اصلاح کرنے میں کبھی سمجھوتا نہیں کرتے تھے۔ حضرت والاؒ نے دورانِ بیان ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا تھا کہ میں جس کی

اصلاح نہ کرسکوں اور جس کی عزت مجھے کرنی پڑے میں اُسے بیعت نہیں کرتا۔ حضرت اقدسؒ کیوں کہ سب مسلمانوں سے عموماً اور سالکین سے خصوصاً محبت فرماتے تھے، اس لیے چاہتے تھے کہ سب اللہ والے بن جائیں۔ ظاہر تا باطن، اول تا آخر کوئی بھی محروم نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والاؒ کی اس تمنا کی تکمیل بھی کافی حد تک فرمادی۔

ایک مرتبہ جامعہ بنوری ٹاؤن کے شیخ الحدیث اور حضرت نفیس الحسینیؒ کے خلیفۂ مجاز حضرت مفتی ڈاکٹر نظام الدین شامزئی شہیدؒ نے فرمایا تھا کہ ''حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی نسبت بہت قوی ہے، اُن کے سب مریدین اُن کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں''۔ حضرتِ والاؒ خود بھی بزرگوں کے نقشِ قدم کی مکمل اتباع فرماتے اور اپنے متعلقین سے بھی یہی فرماتے تھے کہ اپنے اکابر کے نقشِ قدم سے سرمو انحراف نہ کرنا۔ بعض اوقات جب کسی سالک کو اصلاح کے لیے تنبیہ کرتے تو اس پر مہربانی بھی فرماتے اور محبت بھی نچھاور کرتے۔

حضرتِ والاؒ فرماتے تھے کہ مرید اصل میں اسٹوڈینٹ ہوتا ہے، اس لیے پہلے اُسے محبت کا اسٹو کھلاتا ہوں پھر ڈینٹ نکالتا ہوں، نیز فرماتے کہ مہربان اور شفیق ڈاکٹر پہلے بے ہوش کرتا ہے پھر آپریشن کرتا ہے، پھر زخم پر مرہم بھی لگاتا ہے۔ شیخ کو بھی اسی طرح پہلے اللہ تعالیٰ کی محبت میں بے ہوش کرنا چاہیے، پھر آپریشن کے بعد مرہم لگانا چاہیے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس ڈانٹ کی نوبت بھی بہت کم آتی تھی اور حضرت اقدس کی ڈانٹ بھی محبت سے لبریز ہوتی تھی بقول بھائی صاحب کے ؎

عجیب درد ہے اس باخدا کے لہجے میں
وہ ٹوکتا ہے خطاء پر عطا کے لہجے میں

ایک بڑے مفتی صاحبؒ نے بتایا کہ جب مجھے حضرتِ والاؒ کے ساتھ کھانا کھانے کی سعادت نصیب ہوئی تو آخر میں پلیٹ میں کچھ شوربہ وغیرہ موجود تھا۔ حضرتِ والاؒ نے اپنے پرانے خادم سے میرے سامنے فرمایا کہ یہ بڑے عالم ہیں اُن کا جھوٹا برتن صاف کرلو۔ وہ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر پانی پانی ہوگیا۔ حضرتِ والاؒ نے کس انداز سے تربیت فرمائی۔ بندہ نے عرض کیا کہ ؎

شاہِ امداد سی رحم کی شان ہے
حضرتِ پھول پوری کا فیضان ہے
حضرتِ تھانوی کا مہکتا چمن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

حضرتِ والاؒ کا مزاح:

حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے خواب میں کسی غیر مسلم حکمران نے دریافت کیا کہ آپ کے

پیغمبر ﷺ کی اور سب باتیں سمجھ میں آتی ہیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ ﷺ مزاح فرماتے تھے اور مسکراتے تھے، یہ تو متانت اور سنجیدگی کے خلاف ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے اسے جواب دیا کہ آپ ﷺ کے رُخِ انور پر ایک ہیبت تھی، جو آپ ﷺ کو پہلی نظر میں دیکھتا مرعوب ہوجاتا، آپ ﷺ اس لیے مسکراتے تھے تاکہ نیا آنے والا مانوس ہوجائے اور جلالِ نبوت جمالِ نبوّت میں تبدیل ہوجائے، اسی سنت کی اتباع میں اولیاء اللہؒ بھی مسکراتے اور مزاح کرتے ہیں، چنانچہ حضرتِ والاؒ فرماتے تھے کہ ہنسا ہنسا کے پھنساتا ہوں اور اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرتِ والاؒ کو ایسی خوش طبعی وخوش مزاجی عطا فرمائی تھی کہ جو ایک بار حضرتِ والاؒ کی مجلس میں آجاتا حضرت کی بلندیٔ اخلاق وسادگی، اور بے تکلفی ومحبت سے حضرت والاؒ کا گرویدہ ہوجاتا اور آنے والا کیسا ہی مایوس اور شکستہ دل کیوں نہ ہوتا حضرت والاؒ کی مجلس سے امیدوں کے سیکڑوں آفتاب اپنے قلب میں لے کر اٹھتا تھا۔ ایک بزرگ کے بقول ؎

نیست معشوقی ہمیں زلف چلیپا داشتن
دردِ سر بسیار باشد پاسِ دل ہا داشتن

یعنی مقامِ مشیخت یہ نہیں کہ صرف زلفیں بڑھالی جائیں بلکہ دلوں کا پاس رکھنا جو بڑا دردِ سر ہے، کوئی آسان کام نہیں۔ حضرتِ والاؒ بعض اوقات انگریزی زبان استعمال کرکے انگریزی دانوں کی دل جوئی کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جس پرندے کو سدھانا ہو اس کی زبان سیکھنی پڑتی ہے، اس لیے جب میں مسٹروں سے مخاطب ہوتا ہوں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ وظیفہ ''After'' فجر اور ''After'' مغرب پڑھنا ہے، جب مسٹروں کو ''ٹڑ'' ملتی ہیں، تو کہتے ہیں ''اوکے''۔ حضرت والاؒ ''بزنس مین'' کا مطلب بتاتے تھے کہ جس شخص کی نس نس کاروبار میں ''بزی'' ہو، ایسے شخص کو ''بزنس مین'' کہتے ہیں۔

ایک بار بیان کے دوران ایک خادم حضرت والاؒ کے مُڑے ہوئے کالر کو درست کرنے لگے تو حضرت والاؒ نے فرمایا کہ اس کالر کو درست مت کرو مجھے ''اسکالر'' ہی رہنے دو۔ ایک ایڈووکیٹ صاحب حضرت والاؒ کے پیر اپنی انگلیوں سے دبا رہے تھے تو حضرت والاؒ نے فرمایا کہ کیونکہ آپ ایڈووکیٹ ہیں، اس لیے ''کیٹ'' (بلی) کی طرح دبا رہے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت والاؒ نے مولانا رومیؒ کے حوالے سے واقعہ بیان کیا کہ ایک بادشاہ نے ایک بلی کو اتنا سدھایا کہ اس کے سر پر شمع دان رکھ کر اپنے شاہی فرامین جاری کرتا تھا۔ جب بادشاہ نے اپنے وزیر کو اپنی یہ مہارت دکھائی تو وزیر نے کہا کہ میں اس بلی کا امتحان لوں گا۔ چنانچہ وہ دوسرے روز ایک تھیلے میں چوہا بند کرکے لایا اور بلی کے سامنے آکر چوہے کا صرف منہ باہر کردیا۔ بلی نے

چوہے کو دیکھ کر پوزیشن سنبھال لی، پھر وزیر نے چوہے کو تھیلی سے آزاد کر دیا تو بلی فوراً چوہے کو پکڑنے کے لیے اس قدر بے تحاشا بھاگی کہ شمع دان کہیں اور شمع کہیں۔ اس پر وزیر تو ہنسا ہی بادشاہ بھی خوب ہنسا کہ میری تربیت کی حقیقت سامنے آگئی۔ یہ واقعہ سنا کر حضرت والاؒ نے فرمایا کہ ''کیٹ'' کا امتحان ''ریٹ'' سے ہوتا ہے یعنی جب گناہوں کے مواقع موجود ہوں اور بندۂ مؤمن ثابت قدم رہے تب وہ ولایت کے امتحان میں کامیاب ہوتا ہے۔ حضرت والاؒ فرماتے تھے کہ نہ دیکھو کسی کی ''وائف''، ورنہ کھانا پڑے گی ''ویلیم فائیو'' اور خراب ہوجائیں گے تمہارے ''کوائف'' اور جگر میں گھسے گا اُس کا ''نائف''۔

یورپ کے سفر کے دوران حضرت والاؒ نے ڈیٹو رائٹ والوں سے فرمایا کہ ڈیٹو رائٹ والو! تمہیں ''ڈیٹ رائٹ'' نہیں ہوسکتی، جب تک تم ''پیٹو فائٹ'' رہو گے یعنی ساری جدوجہد صرف پیٹ کے لیے کرو گے تو تمہاری تاریخ درست نہیں ہوسکے گی اور فرمایا کہ یورپ والوں نے نام بھی یور، اپ رکھا ہے کہ آپ ہی اوپر ہیں۔

ڈاڑھی کی سنت کو زندہ کرنے کے سلسلے میں فرمایا کہ ایک صاحب کا میرے پاس فون آیا کہ جب سے آپ کے کہنے پر ڈاڑھی رکھی ہے، اہلیہ بھی دعا کی درخواست کررہی ہیں، پہلے تو انہوں نے کبھی دعا کے لیے نہیں کہا۔ حضرت نے فرمایا کہ پہلے آپ دعا کی درخواست کے اہل نہیں تھے، کیونکہ خود مانند اہلیہ تھے، اب جب کہ آپ کامل مرد ہوگئے تو آپ کی اہلیہ نے دعا کی درخواست کی ہے۔ ساؤتھ افریقہ کے چڑیا گھر میں حضرت نے ایک سیاح کو شیر ببر دکھایا اور فرمایا کہ دیکھو شیر کی ڈاڑھی ہے اور اُس کے ساتھ جو شیرنی ہے اس کی ڈاڑھی نہیں ہے، یہ بتاؤ تم شیر بننا چاہتے ہو یا شیرنی؟ ان سیاح نے کہا کہ میں شیر بننا چاہتا ہوں اور ابھی ڈاڑھی رکھنے کا ارادہ کرتا ہوں، پھر جب وہ سیاح ڈاڑھی بڑھا کر اپنے ملک گیا تو لوگوں نے کہا کہ تم نے اتنی ڈاڑھی بڑھالی اور ملا بن گئے تو اُس نے مندرجہ بالا بات سنا کر کہا کہ ایک بڑے ملا نے ایسا سوال کیا، میں لاجواب ہوکر اُن کے سامنے چت ہوگیا۔

تصوّف اور سلوک کو بدنام کرنے والے اور دِین کے نام پر دنیا بٹورنے والے پیروں کے لیے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نے یہ اشعار فرمائے۔

بہت سے مرغے بنا کے مدفن ترے بدن میں جو سو گئے ہیں
انہی کے دم سے یہ تیرے اعضاء بھی موٹے موٹے سے ہوگئے ہیں
بغل میں تو اگر مرغا نہ لایا

برابر ہے کہ تو آیا نہ آیا

ہندوستان کے سفر میں حضرت والاؒ نے دورانِ بیان کئی مرتبہ یہ شعر سنایا ؎

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

ایک صاحب جو حضرت والاؒ کے ساتھ ساتھ تھے اور دعوتوں میں بھی شریک تھے، کہنے لگے میں نے بھی ایک شعر بنایا ہے ؎

مرغ کھانے کی ہے یہی اک راہ
کھانے والوں سے راہ پیدا کر

اس پر حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کھانے کے لیے ساتھ رہو گے تو دِین کا فائدہ نہیں ہوگا، اور دِین سیکھنے کے لیے ساتھ رہو گے تو دعوتیں مفت میں ملیں گی۔

بہت عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ایک صاحب حضرتِ والاؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ فلاں دن میرے بھائی کا ولیمہ ہے، اگر آپ شرکت فرمائیں تو ہماری بے انتہاء عزت افزائی ہوگی۔ حضرت والاؒ نے فرمایا ٹھیک ہے میں حاضر ہو جاؤں گا لیکن اگر وہاں کوئی کام شریعت وسنت کے خلاف ہو تو میں بیل کی طرح چلا جاؤں گا۔ پھر آپ کے رنگ میں بھنگ پڑ جائے گا۔ اب بتائیے کہ میں حاضر ہو جاؤں؟ انہوں نے کہا کہ حضرتؒ آپ یہیں تشریف رکھیں، میں کھانا پہنچا کر جاؤں گا۔ ایک مرتبہ حضرتِ والاؒ ایک ٹھیلے والے سے انگور خرید رہے تھے وہیں پر ایک سوٹڈ بوٹڈ مسٹر بھی آ نکلے اور حضرتِ والاؒ کو دیکھ کر طنز کی انداز میں کہنے لگے کہ ''مولوی بھی انگور کھاتے ہیں؟'' حضرتؒ نے برجستہ فرمایا ''تو کیا انگور صرف لنگور ہی کھاتے ہیں؟'' یہ غیر متوقع جواب سن کر وہ مسٹر وہاں سے فوراً رفو چکر ہو گیا۔

ایک صاحب نے کہا کہ حضرت والا! حسینوں نے تو ناک میں دم کر دیا ہے، حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حسینوں نے ناک میں دم نہیں کیا بلکہ آپ نے اُن کی ''دُم'' میں ناک لگا رکھی ہے، آپ اُن سے دور کیوں نہیں رہتے، دیکھتے نہیں گاڑیوں کے پیچھے لکھا رہتا ہے فاصلہ رکھیں۔ حضرت والا رحمہ اللہ نے اس پر یہ شعر بھی فرمایا ؎

ان سے کچھ فاصلے مفید رہے
میرے ایامِ غم بھی عید رہے

ارشاد فرمایا کہ جس طرح بلڈ پریشر کے مریض کے لیے ؎

جن غذاؤں میں ہو نمک شامل
واجب الاحتیاط ہوتی ہیں

بالکل اسی طرح نفسانی خواہشات کے مریض کے لیے بھی ۔

جن کی صورت میں ہو نمک شامل
واجب الاحتیاط ہوتی ہیں

حضرت والاؒ فرماتے تھے کہ اس میں شک نہیں کہ اچانک نظر معاف ہے مگر بعضے لوگ اچانک ہی میں چینک کی چینک پی جاتے ہیں، میں نے اس ملفوظ کو شعر میں بند کیا ہے ۔

نظر کو نہ آزاد کرنا کبھی
کہ ہے یہ نصیحت مرے شیخ کی
یہ مانا اچانک نظر ہے معاف
اچانک میں چینک کی چینک نہ پی

حضرت والاؒ فرماتے تھے کہ بدنگاہی کرنے والا انتہائی بے وقوف ''ڈنکی اینڈ منکی'' ہے، کیوں کہ جس جس کو دیکھ رہا ہے وہ اس کو ملنے والی تو نہیں پھر ایسی چیز کو دیکھ کر للچانے سے کیا فائدہ جو حاصل نہ ہو سکے، جیسے کسی کی جیب میں پیسے نہ ہوں اور کباب والے کی دوکان میں کھڑا ہو کر خوش بو سونگھ رہا ہو ہر کوئی اُسے بے وقوف کہے گا، میں نے اس ملفوظ کو بھی بند کیا ہے کہ ۔

اَثر آپ کی جیب خالی ہے پھر بھی
پرائے کبابوں پہ للچا رہے ہیں

فرمایا کہ بعض عاشقوں نے محبوب کے تل پر ''سمرقند و بخارا'' فدا کرنے کی بات کی تو اس ملک کے حاکم نے اس پر ''کیس'' کر دیا کہ ''ملک'' ہمارا اور فدا تو کر رہا ہے ''حلوائی کی دکان پر دادا جی کی فاتحہ'' مزید فرمایا کہ جب وہ محبوب عمر رسیدہ ہو گیا تو غربت کی وجہ سے اس نے اپنے عاشق سے کہا کہ ایک زمانے میں آپ مجھ پر ''سمرقند و بخارا'' فدا کر رہے تھے اب صرف شہر ''بخارا'' ہی دے دیجئے، تو عاشق نے کہا کہ اب تو میں تمہیں ''آلو بخارا'' بھی نہیں دے سکتا، بلکہ تمہیں دیکھ کر مجھے ''بخار'' آ رہا ہے جلدی سے اپنا چہرہ گم کرو۔

حضرت والاؒ فرماتے تھے کہ عشقِ مجازی کا یہی انجام ہوتا ہے جب ظاہری حسن ہوتا ہے تو خوب قصیدہ خوانی ہوتی ہے اور اگر اس حسین کے چہرے پر لقوہ گر گیا تو پھر عاشق صاحب ''تقویٰ'' اِختیار کر لیتے ہیں، حقیقتاً یہ عشق نہیں بلکہ فسق ہے بقول شاعر ۔

حسن کو جب زوال ہوتا ہے
عشق کا انتقال ہوتا ہے

ایک شاعر نے کہا تھا ؎

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

حضرتِ والاؒ نے فرمایا کہ جب شاعر کو چار لوگوں نے گھیر کر پوچھا کہ بھائی سچ سچ بتاؤ کہ تمہارا مدعا کیا ہے؟ تو کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ اگر اپنا پراگندہ مدعا بیان کر دیا تو لوگ پٹائی لگا دیں گے، لہٰذا شاعر منہ چھپا کر ایک دو تین ہو گیا۔ اسی طرح ایک شاعر نے کہا تھا ؎

نازکی اُن کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی ایک گلاب کی سی ہے

حضرتِ والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ جب جغرافیہ بدل گیا، گال پچک گئے اور آنکھوں پر گیارہ نمبر کا چشمہ لگ گیا تو اسی حسین کے لب، عاشق کو پنکھڑی کی بجائے ہتھکڑی نظر آنے لگتے ہیں اور بڑھاپے میں حال یہ ہوتا ہے کہ ؎

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا، کوئی نانی ہوئی

اور بزبانِ حال کہتا ہے ؎

اب تو پیری سے تری سمت نہیں اٹھتی ٹانگ
''مجھ سے پہلی سی محبت مرے محبوب نہ مانگ''

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مزاح کے رنگ میں یہ نصیحتیں کتنی قیمتی ہیں۔

فرمایا کہ اکبرالٰہ آبادی کے ایک دوست نے جب بالوں اور ڈاڑھی پر سیاہ خضاب لگایا تو اکبر نے فوراً شعر پیش کیا کہ ؎

مصروف ہیں جناب یہ کس بندوبست میں
اپریل کی بہار نہ ہوگی اگست میں

حضرت والا رحمہ اللہ نے اُس کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ''اسٹرکچر'' ہلنے لگا اور چوں چاں کرنے لگا تو اب ''ڈسٹمپر'' کرنے کا کیا فائدہ؟ حرمین کے سفر کے دوران ایک صاحب نے حضرت والا رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ''بلبل'' افضل ہے کہ ''پروانہ''؟ حضرت والا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

دونوں ہی جانور ہیں، اس میں فضیلت کیسی؟ یہ برجستہ جواب سن کر وہ صاحب ہنسے۔سفر یورپ کے دوران کسی خادم نے کہا کہ حضرت! آپ کا ''چیک اپ'' کروانا ہے، حضرت نے فوراً فرمایا کہ ''چیک اپ'' کروانا ہے تو ''کیچپ'' کھلاؤ۔اسی سفر میں ایک صاحب ''شہد'' لے کر آئے اور کہا کہ حضرت! میں آپ کے لیے ''ہنی'' لے کر آیا ہوں۔حضرت والاؒ نے دل جوئی کے لیے مزاحاً فرمایا کہ خود ''ہنی مون'' مناتا ہے اور ہمارے لیے صرف ''ہنی'' لے کر آیا ہے؟ جا ''مون'' بھی لے آ!۔اِس بات سے حاضرین بے حد محظوظ ہوئے۔ایک بار دورانِ بیان فرمایا کہ جانتے ہو ''ماموں'' کو ''ماموں'' کیوں کہا جاتا ہے؟ اس لیے کہ اس کا منہ ''ماں'' کی طرح ہوتا ہے۔ظاہر ہے ''بھائی بہن'' آپس میں مشابہت رکھتے ہیں۔ایک بار فرمایا کہ محاورہ مشہور ہے ''نانی یاد آجائے گی'' اس کی توجیہ یہ ہے کہ جب بچے کو اماں مارتی ہے تو وہ نانی کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے نانی! اپنی بٹیا کو سمجھا دو وہ مجھے مار رہی ہے اسی لیے یہ محاورہ بن گیا کہ نانی یاد آجائے گی۔حضرت والاؒ فرماتے تھے کہ جو ذاتِ باقی پر جان فدا کرتے ہیں وہ باقی باللہ ہوجاتے ہیں اور جو فانی چہروں پر فدا ہوتے ہیں وہ باگڑ بلا ہوجاتے ہیں۔کوئی اس کی عزت نہیں کرتا سب لوگ اس سے خائف رہتے ہیں کہ نہ جانے کس کی عزت کو نقصان پہنچادے (باگڑ بلا اس جانور کو کہا جاتا ہے جو پہلے زمانے میں چھوٹے بچوں کو اٹھا کر لے جایا کرتا تھا)۔

مجنوں جو کہ لیلیٰ کی محبت میں پاگل ہوکر مرگیا، آج کوئی بھی اسے حضرت مجنوں رحمۃ اللہ علیہ نہیں کہتا بلکہ سب مجنوں (پاگل) ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں، اور اولیاء اللہ کو کتنے القابات کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔فرمایا کہ جو کوئی نامحرموں کے چکر میں پڑتا ہے، انہیں چھیڑتا ہے، ان کی عزت تار تار کرتا ہے لوگ اسے جوتے لگاتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ پر فدا ہوتا ہے لوگ اس کے جوتے اٹھانے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔اب اپنی اپنی قسمت ہے اور اپنا اپنا اختیار ہے کہ کون جوتے لگواتا ہے اور کون جوتے اٹھواتا ہے مگر جوتے اٹھوانے کی نیت سے اللہ والے مت بننا ورنہ کچھ نہ ملے گا، میں نے اس ملفوظ کو بند کیا ہے ؎

انہی کو دیتا ہے وہ عزت رب العزت بھی
جو ان کی راہ میں خود کو مٹائے جاتے ہیں
بتوں کے عشق میں پڑتی ہیں جوتیاں سر پر
خدا کے پیاروں کے جوتے اٹھائے جاتے ہیں

ارشاد فرمایا کہ جنگ اخبار نے ایک مرتبہ خبر لگائی تھی جس کا عنوان تھا ''عشق کا علاج جوتا'' پھر تفصیل میں لکھا تھا کہ صدر کے علاقے میں کسی منچلے نے خاتون کو چھیڑ دیا تو سب لوگوں نے جوتے

سے اس کی مرمت کردی۔ ایک دوکاندار جو بہت مصروف تھا اس نے کسی کو کہا ارے دو جوتے میری طرف سے بھی لگاؤ تاکہ میں اس (جوتے لگانے کے) ثواب سے محروم نہ رہوں۔ اس کے بعد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے بدنگاہی کو حرام قرار دیا ہے کہ اللہ کے بندے برسر بازار رسوا نہ ہوں۔اس پر حضرتِ والاؒ کا شعر بھی پڑھیے ؎

اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی
پھرتے ہیں میر خوار، کوئی پوچھتا نہیں

حضرت والاؒ ایک مرتبہ دنیا کا نقشہ ملاحظہ فرمارہے تھے جس میں یوگینڈا کے پیچھے تنزانیہ اور کینیا ہیں اس پر شعر کہا ؎

میؔر یوگینڈا نہ تم جانا کبھی
پیچھے ہیں تنزانیہ اور کینیا

اس میں کتنی لطیف تلمیح ہے کہ غیر شریفانہ حرکت کرنے پر لوگ طنز بھی کرتے ہیں اور دلوں میں کینہ بھی پرورش پاتا ہے۔ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ؎

دیکھ کر باشندۂ لنڈن پہ لاٹھی چارج کو
مجھ کو یوگینڈا کی ایمبیسی سے نفرت ہوگئی

اس میں بھی لطیف اشارات کے ذریعے یہ پیغام پوشیدہ ہے کہ اخلاق سوز حرکات کرنے والوں کا انجام رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

فرمایا کہ بہت سے لوگوں کو جب کہو کہ دینی حلقوں میں اللہ والوں کی محفلوں میں جایا کرو تو کہتے ہیں کہ ٹائم نہیں ملتا۔ پھر وہی لوگ جب ٹی وی کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں اور کوئی ان سے کہے کہ اب کیا کررہے ہو؟ تو کہتے ہیں کہ ٹائم پاس کررہے ہیں۔ دونوں باتیں خود ہی کرتے ہیں ایک طرف کہتے ہیں کہ ٹائم نہیں ملتا، دوسری طرف فضول ٹائم پاس کیا جارہا ہے۔ درحقیقت یہ ٹائم پاس نہیں بلکہ فیل ہورہا ہے۔فیل پر یاد آیا کہ جب کسی سعودیہ میں رہنے والے ساتھی نے کہا کہ میرا کفیل بہت مضبوط ہے تو حضرتِ والاؒ نے فرمایا کہ کفیل تو طاقت ور ہونا ہی چاہیے، کیوں کہ کفیل میں ''ک'' مثلیہ ہے کفیل کے معنیٰ ہوئے فیل کی طرح یعنی ہاتھی کی طرح طاقت ور۔ کیوں کہ کفیل کئی لوگوں کی ذمہ داری اٹھاتا ہے۔ بیان سے قبل حضرتِ والاؒ کا اکثر اشعار سننے کا معمول تھا کبھی ہمارے بھائی تائب جونپوری صاحب سے اشعار سنتے پھر راقم کو اشعار سنانے کا حکم فرماتے، اور فرماتے کہ ایک بلبل ہے اور ایک زاغ، پھر فرماتے کہ تائب کے بعد اثر کی آواز اینٹی بائیوٹک کا کام کرتی ہے۔ حضرتِ والاؒ نے سنایا کہ

ایک صاحب نے ڈاکٹر قرار صاحب سے کہا کہ آپؒ کے شیخ (مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ) تو بہت کڑیل ہیں، تو ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ میرا نفس بھی تو اڑیل ہے، اڑیل گھوڑے کے لیے کڑیل سوار کی ضرورت ہوتی ہے، کسی نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ آپ کے شیخ کے بیان میں تو سنجیدگی غالب ہوتی ہے، آپ کا بیان اتنا رنگین کیوں ہوتا ہے؟ حضرت نے کیا عجز وانکساری سے بھرپور جواب دیا کہ بجلی تو شیخ کے ذریعے ہی آتی ہے، مگر میرے بلب میں آکر رنگین ہوجاتی ہے۔ بعض مرتبہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شوگر کوٹڈ ملفوظات عطا فرمائے ہیں کہ تلخ سے تلخ بات بھی ہنسی مذاق میں بیان ہوجاتی ہے، یہ میرے اللہ کا فضل ہے میرا کوئی کمال نہیں۔

حضرت والاؒ مزاح کے ساتھ ساتھ اُس کی شرائط کو بھی مدنظر رکھتے تھے۔ حضرت نے کئی مرتبہ ان شرائط کو بیان بھی کیا کہ مزاح ''انشراح'' کے لیے ہونا چاہیے، کسی مسلمان کی کدورت کا سبب نہ بن جائے، اور مزاح میں جھوٹ نہ ہو نیز مزاح میں کسی کی حقارت نہ ہو، جیسے کسی کی نقل (جو اسے گراں گزرے) کر کے ہنسنا ہنسانا۔ اسی طرح مزاح کو قلیل ہونا چاہیے، جیسے آٹے میں نمک۔ اگر نمک زیادہ ہوجائے تو روٹی سالن کھانے کے قابل نہیں رہتے۔ اس لیے مزاح کی اجازت اور اباحت ان شرائط کے ساتھ ہے۔ اسی طرح کسی کی دل جوئی یا اس کو مانوس اور بے تکلف کرنے کے لیے مزاح کرنا مستحسن ہے۔ ایک واقعہ مثال کے طور پر لکھتا ہوں:۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب مسجد اشرف کے دائیں کونے کی طرف بم دھماکہ ہوا تھا اور بی بی سی تک اس کی خبر نشر کی گئی تھی۔ اسی دوران ایک صاحب حضرتِ والاؒ کو ہنسانے کے لیے کہنے لگے کہ جب دھماکہ ہوا تو عبداللہ میاں (حضرت کے چھوٹے پوتے) فریزر میں گھس گئے۔ کچھ لوگ ہنسے بھی۔ حضرت کے چہرے پر مسکراہٹ بھی نہ آئی اور فوراً حضرت نے سنجیدگی کے ساتھ فرمایا کہ مزاح کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں جھوٹ اور خلاف واقعہ بات نہ ہو۔ اللہ والوں کا یہی اعتدال اور تعلق مع اللہ انہیں تمام اہلِ دنیا سے ممتاز کرتا ہے۔ حضرتِ والاؒ کے ایک خادمِ خاص عالم نے بتایا کہ جب پہلے پہل میں حضرت کی خدمت میں آیا تو مجھ پر سنجیدگی اور تفکر کا غلبہ تھا، چنانچہ حضرت والاؒ کی ہنسنے کی بات پر بھی میں سنجیدہ رہتا تھا، حضرت نے مجھے تنبیہ فرمائی کہ ہنسنے کی بات پر ہنسنا چاہیے۔ ہنسنے کی بات پر نہ ہنسنا دماغ کے غیر معتدل ہونے کی علامت ہے۔ شیخ ہنس رہا ہے اور مرید سنجیدہ بیٹھا ہے، یہ کیسا مرید ہے؟ فرمایا کہ ہنسا کرو۔ پھر اس کے بعد میں اتنا ہنسنے لگا کہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوجاتا، پھر حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب ذرا اعتدال سے، یا تو ہنستے ہی نہیں یا اتنا ہنسنے لگے کہ آپے سے باہر ہونے لگے۔ تب میری ہنسی اعتدال پر آئی۔

ایک خادم جوٹوپی قدرے بڑی پہنے ہوئے تھے اور پیشانی سے بھی نیچے آرہی تھی، کو دیکھ کر فرمایا کہ اس وقت آپ یتیم خانے کے چیئرمین معلوم ہورہے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ٹوپی ایسی لگاؤ کہ حسین بھی لگے، مگر حضرت سرخ ٹوپی کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ میرے سامنے ایک نوجوان عالم سے فرمایا کہ ''لال ٹوپی میں اندیشہ ہے نظر لگ جانے کا۔ من جانب لیڈیز اور من جانب لیڈاز'' وہ اس بات پر مسکرائے اور ٹوپی تبدیل کرنے کا وعدہ کیا۔ اسی طرح حضرتؒ کالی ٹوپی بھی پسند نہیں کرتے تھے بلکہ سفید اور خانقاہی ٹوپی کو پسند کرتے تھے، جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے منسوب ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کا ایک قصہ سنایا کرتے تھے کہ کوئی نوجوان حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں آکر کہنے لگا حضرت دعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرمادیں۔ حاجی صاحب نے دعا فرمادی، کچھ دنوں بعد اس نے پھر یہ درخواست کی کہ، اب حضرت حاجی صاحب نے تہجد میں بھی اس کے لیے دعا فرمادی، جب کچھ عرصہ بعد آکر اس نوجوان نے پھر اولاد کے لیے درخواست کی تو حاجی صاحب نے اس سے پوچھا کہ بھائی تمہاری بیوی کو کوئی بیماری تو نہیں ہے؟ (جو ہماری دعا قبول نہیں ہورہی) تو اس نے ہچکچاہٹ کے انداز میں کہا بیوی؟ کیا مطلب میری تو کوئی بیوی نہیں ہے۔ حاجی صاحب نے ڈانٹ کر کہا تو کیا بچہ تیرے پیٹ سے نکلے گا؟ اتنے دنوں ہمیں دعاؤں میں رُلایا اور شادی کیے بغیر اولاد کی دعا کرواتا رہا۔ حضرت فرماتے تھے کہ اسی طرح بعض لوگ نیک عمل کا عزم جازم اور ہمت کیے بغیر صرف دعا پر اکتفاء کرتے ہیں، بقول حضرت حکیم الامت تھانویؒ ''کرنے کے کام تو کرنے ہی سے ہوتے ہیں''، چنانچہ حضرت تھانویؒ کو جب کسی نے لکھا کہ آج کل فجر میں میری آنکھ نہیں کھل رہی، آپ دعا فرمادیں تو حضرت نے فرمایا کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اشرف علی کو پر عطا فرمائیں تاکہ میں تھانہ بھون سے بمبئی آکر آپ کو جگا دیا کروں۔ مقصود جاگنا ہے اور آپ جاگنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اسی قاعدہ کے تحت راقم نے جب کسی ساتھی کو ڈاڑھی نہ بڑھنے کی طرف محبت سے توجہ دلائی تو وہی روایتی جملہ دوہرایا گیا کہ بس آپ دعا کردیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو دعا کرتا ہوں لیکن میری دعا اور قبولیت میں آپ کی قینچی حائل ہے، آپ قینچی لگانا چھوڑ دیں میری دعا ڈائریکٹ آسمان پر جائے گی۔

جب حضرت کے سامنے کوئی خادم اُونگھتا تو فرماتے کہ آنکھیں کھول کر تقریر سنو، اگر سب لوگ آنکھیں بند کرلیں تو ہم تقریر کیسے کریں گے؟ اسی طرح اگر کوئی جمائی لیتا تو فرماتے کہ جب دسترخوان پر بہترین قورمہ، بریانی اور مرغوب غذا چنے ہوں تو اس وقت میں جمائی آتی ہے؟ ظاہر ہے اس وقت جمائی کیوں کر آسکتی ہے؟ ایسی باتوں سے تمام سامعین کی نیندیں اُڑ جایا کرتی تھیں۔

حضرت کا عتاب اکثر اپنے خادمِ خاص حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہٗ پر ہوا کرتا تھا۔اس سے تمام اہلِ مجلس چوکنا ہوجایا کرتے تھے، گویا بقول شخصے ''بیٹی کو ڈانٹ کر بہو کو سنایا جاتا ہے'' تاکہ وہ عقل مند ہو تو سبق لے لے کہ جب یہاں لاڈلی بیٹی کو نہیں بخشا جارہا تو مجھ سے خاک رعایت ہوگی، حالانکہ عام متعلقین کو کبھی حضرت ڈانٹتے ہی نہیں تھے۔

حضرت میر صاحب فرماتے ہیں کہ آج دوپہر کے کھانے کے درمیان حاجی ۔۔۔۔صاحب ہوٹل والے نے کہا کہ ایک بار حضرت والاؒ نے مجھے انڈا پیش کیا، اتنے میں حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ بھی ایک انڈا میرے لیے لے آئے تو حضرت والا نے مزاحاً انڈا واپس لینا چاہا لیکن میں نے جلدی سے وہ انڈا کھا کر مفتی صاحب سے انڈے کی پلیٹ لے لی اور کھا گیا، اور میں نے کہا کہ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس ناچیز سے بزرگ محبت کرتے ہیں، اس پر حضرت اقدس نے برجستہ فرمایا: لیکن یہ ایسا ناچیز ہے کہ چیز کو نہیں چھوڑتا۔

ایک صاحب یورپ اور ترکی وغیرہ کے سفر کے دوران ضرورت سے زیادہ بول رہے تھے۔ حضرت والاؒ نے سمجھایا کہ شیخ کے سامنے زیادہ بات نہیں کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ نے کان دو دیئے ہیں تاکہ اپنی دکان کھلی رکھو اور زبان ایک دی ہے تاکہ بولو کم۔ پھر جب حضرت ترکی کے شہر استنبول پہنچے تو اس شخص کو بلا کر فرمایا کہ ''آگیا استنبول، اب بول کیا بولتا ہے؟'' (کیوں کہ بول اردو گرامر کے اعتبار سے امر بھی بنتا ہے) امر پر یاد آیا کہ حضرت والاؒ اہلِ علم میں بیان فرماتے تھے ''ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا'' ہمیشہ عمرو کو زید سے پٹواتے رہوگے یا اپنے نفس کو بھی ماروگے؟ پھر مولانا رومؒ کا مصرعہ پڑھتے کہ ''نفس خود را کش، جہانِ زندہ کن'' مزید فرماتے کہ عربی گرامر پڑھنے والو! پہلے اپنے نفس کے بت گراؤ، پھر مرجاؤ، یہ اصل گرامر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے اپنے نفس کو فنا کردو۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان ہنستی ہنساتی نصیحتوں سے اِستفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

سوگیا زیرِ زمیں وہ عزم وہمت کا جبل
حوصلوں کا قصرِ عالی شان رخصت ہوگیا
اپنے لاکھوں سوگ واروں کو سسکتا چھوڑ کر
وہ جو تھا لاکھوں میں اِک انسان رخصت ہوگیا
تھا جس کے دم سے عالمِ اسلام لالہ زار
زد میں خزاں کے آگئی گلشن کی وہ بہار
آسودۂ زمین ہوئے آسمانِ عشق
ہر قلب سوگ وار ہے، ہر آنکھ اشک بار

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۶ رجب تا ۱۴ شعبان ۱۴۳۴ھ)

تم سے بچھڑ کر زندہ ہیں
آہ! بہت شرمندہ ہیں

حضرت سید عشرت جمیل میرؔ صاحب دامت برکاتہم
(خادمِ خاص وخلیفۂ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

۲۳؍رجب المرجب ۱۴۳۴؁ھ مطابق ۲؍جون ۲۰۱۳؁ء کو بروز دوشنبہ ۷؍بج کر ۴۳؍منٹ پر غروب آفتاب کے ساتھ ہی عشق ومحبتِ الٰہی کا آفتابِ عالمتاب بھی غروب ہوگیا اور اب شاید ہی کبھی ایسا کوئی آفتاب طلوع ہو۔ اُمت میں خال خال ہی ایسے اولیاء اللہ پیدا ہوئے ہیں جن کی رگ رگ میں عشقِ الٰہی کی آگ بھری ہوئی تھی، جو ہمہ وقت عشقِ الٰہی میں غرق تھے، جیسے مولانا رومی، حضرت شمس الدین تبریزی، حضرت فرید الدین عطار وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم۔ آنے والی تاریخ بتائے گی کہ مرشدی ومولائی محبی ومحبوبی مجدد زمانہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ حکیم الملت حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی منفرد اور خال خال اولیاء اللہ میں سے ایک تھے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پیر کے دن ہوئی تھی اس لیے حضرت نے ایک سفر میں دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! میری موت بھی پیر کے دن ہو، حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال بھی بروز دوشنبہ بوقت غروب آفتاب ہوا تھا اور اس زمانے کے رومیِ ثانی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال بھی پیر ہی کو ہوا۔

جب معارفِ مثنوی تقریباً چالیس برس پہلے شائع ہوئی تھی تو ایران کے ایک بڑے عالم نے خط میں لکھا تھا کہ ’’ہر کہ مثنوی اختر را بخواند او را مثنوی مولانا روم پندارد حقّا کہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب رومی عصر اند‘‘ یعنی جو بھی مثنویِ اختر کو پڑھتا ہے اس کو مثنوی مولانا روم سمجھتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب اس دور کے رومی ہیں۔

آہ! ۲۳؍رجب ۱۴۳۴؁ھ کو مغرب کے چند منٹ بعد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہم کو یتیم کر کے اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف تنہا چلے گئے اور احقر کا ۴۶؍برس کا شب وروز کا ساتھ چھوٹ گیا، احقر ایک لمحہ کے لیے بھی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے جدا ہونا نہیں چاہتا تھا اور محسوس کرتا تھا کہ اگر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوگئی تو میں زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ احقر ۱۹۶۹؁ء میں جب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت

میں حاضر ہوا اس وقت سے اکثر یہ دعا کرتا تھا کہ یا اللہ دنیا میں بھی ہمیشہ حضرت کے ساتھ رکھے اور مرتے وقت بھی ساتھ رکھے اور جنت میں بھی ساتھ رکھے۔ ۲۰۰۰ء میں جب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ پر فالج کا حملہ ہوا تھا تو دل ہر وقت مضطرب رہتا تھا کہ نہ جانے کیا ہونے والا ہے آخر کار ؎

دل میں مدت سے تھی خلش جس کی
وہی برچھی جگر کے پار ہے آج

۲۰۰۰ء سے ۲۰۱۳ء تک ۱۳/سال مسلسل پانچوں نماز کے بعد رو رو کر یہ دعا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو صحت و عافیت کے ساتھ ۱۲۰/سال کی عمر عطا فرمائیں اور جب حضرت کی وفات ہو تو میرا بھی اسی وقت ایمان کامل پہ خاتمہ ہو جائے اور دونوں جنازے ساتھ ساتھ اُٹھیں لیکن آہ ؎

جو تم بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
نہ اس عہد کو ہم وفا کر سکے

بہر حال اللہ تعالیٰ کی مرضی پر دل و جان سے راضی ہوں، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہی ہمیں اپنی حیات سے تسلیم و رضا کا یہ سبق دے گئے۔

حضرت والا کی پوری زندگی صبر و تسلیم و رضا سے تعبیر ہے، جس کا لوگوں کو علم نہیں کہ اللہ کے راستہ میں حضرت والا کن مجاہدات اور تکالیف اور حاسدین کی ایذا رسانیوں سے گذرے ہیں، ان شاء اللہ اجمالاً ان کا تذکرہ کروں گا۔ ۱۳/برس سے حضرت والا صاحبِ فراش تھے، تسلیم و رضا کا پیکر تھے، اگر حضرت والا کی اس حالت کو نہ دیکھا ہوتا تو معلوم ہی نہ ہوتا کہ تسلیم و رضا کسے کہتے ہیں۔ اس حالت میں بھی کبھی کسی سے اپنی تکلیف کا اظہار نہیں فرمایا، اگر کوئی مزاج پوچھتا تو فرماتے اللہ کا شکر ہے کہ سر سے پیر تک خیریت سے ہوں، الحمد للہ کوئی تکلیف نہیں اور بیماری کی اس حالت میں بھی لوگوں سے مزاح فرماتے، ہنستے رہتے اور ہنساتے رہتے اور اپنا مقامِ تسلیم و رضا اس شعر میں ظاہر فرما گئے ؎

کیفِ تسلیم و رضا سے ہے بہارِ بے خزاں
صدمہ و غم میں بھی اختؔر روح رنجیدہ نہیں

۲۲/رجب ۱۴۳۴ھ کی صبح کو مجھے معلوم نہیں تھا کہ آج حضرت والا کی رحلت ہونے والی ہے، اگرچہ حالت نازک تھی لیکن ایسے آثار نہیں تھے کہ اتنی جلدی داغِ جدائی لگنے والا ہے۔ صبح گیارہ بجے کاشف خلیل میاں سلمہ نے آکر مجھے بتایا کہ حضرت والا بیدار ہیں، احقر فوراً حاضرِ خدمت ہوا اور بستر کے قریب ہو کر حضرت والا کے چہرۂ مبارک کے سامنے سلام عرض کیا، حضرت والا نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔ آہ! حضرت کی مسکراہٹ ہمیشہ ایسی حسین تھی کہ دنیا

میں کسی کی مسکراہٹ ایسی حسین نہیں دیکھی۔احقر نے حضرت سے بات جاری رکھنے کے لیے عرض کیا کہ حضرت آپ کو بھوک لگ رہی ہے۔حضرت والا نے آنکھیں بند کرلیں۔جس وقت حضرت والا نے احقر کو دیکھا تو آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسی جوانی میں تھی اور بیماری کا کوئی اثر نہیں تھا،اس کے بعد احقر حضرت کے قریب وھیل چیئر پر بیٹھ گیا،تقریباً پون گھنٹہ بعد حضرت والا کے ہاتھ میں حرکت ہوئی جس سے پتا چلا کہ حضرت بیدار ہیں،احقر نے پھر حضرت کے چہرۂ مبارک کے قریب ہوکر عرض کیا کہ حضرت والا! حضرت والا نے پھر آنکھیں کھول کر دیکھا،آنکھوں میں ویسی ہی چمک تھی،احقر نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو ۱۳۰/سال کی حیات صحت و عافیت کے ساتھ عطا فرمائے اور نہ معلوم میرے منہ سے یہ الفاظ کیوں نکلے جب کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آج حضرت سے جدائی ہونے والی ہے کہ حضرت والا! آپ نے فرمایا تھا کہ دونوں ساتھ ساتھ چلیں گے تو حضرت اپنا وعدہ نہ بھولئے گا۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے پھر اپنی مبارک آنکھیں بند کرلیں اور یہ آخری نظر تھی جو احقر پر پڑی۔

شام کو بعد نماز عصر سوا چھ بجے جب احقر کا ڈائی لیسس ہورہا تھا کہ اچانک کاشف میاں سلمہ آئے اور کہا کہ جلدی آجائیں،حضرت کی حالت بہت نازک ہے،دل پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا،ایسا محسوس ہوا کہ مجھ پر دل کا دورہ پڑ جائے گا۔ڈائی لیسس فوراً بند کراکے احقر خانقاہ میں حاضر ہوا جہاں حضرت کے صاحبزادے حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم اور حضرت کے پوتے مولانا ابراھیم صاحب،مولانا اسماعیل صاحب اور مولانا اسحاق صاحب حضرت والا کو تھیلی سے آکسیجن دے رہے تھے،حضرت کے چہرۂ مبارک پر ایسا سکون اور طمانینت تھی کہ جیسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی اور چہرہ اور پیشانی مبارک پر نور بڑھتا جارہا تھا جیسے چودھویں کا چاند روشن ہو،اتنے میں مغرب کی اذان ہوگئی،مولانا ابراھیم صاحب نے روتے ہوئے مسجد میں نماز پڑھائی۔مغرب کے فرض پڑھ کر احقر خانقاہ حاضر ہوا اور دو سنت ادا کی۔حضرت والا کی آکسیجن اور نیچے گر گئی اور چند سیکنڈ میں محبوب مرشد مجدد زمانہ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نے جان جان آفرین کے سپرد کردی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وفات سے پانچ چھ دن پہلے نہایت بشاشت کے ساتھ سلام کا جواب دیا اور ہاتھ سے مصافحہ فرمایا اور فرمایا کہ ''چلو'' عرض کیا کہ کہاں چلیں تو مسکرا کر خاموش ہوگئے۔ وفات سے پانچ دن قبل اپنے صاحبزادے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم سے فرمایا کہ آج کیا دن ہے؟ حضرت مولانا نے جواب دیا کہ آج بدھ ہے تو حضرت والا نے نفی میں سر ہلا دیا۔ دو دن بعد پھر پوچھا کہ آج کیا دن ہے؟ حضرت مولانا مظہر صاحب نے عرض کیا کہ آج جمعہ ہے تو پھر نفی میں سر ہلا دیا،ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت والا پیر کے دن کا اِنتظار فرمارہے ہوں،جس میں

اِنتقال کی دُعا حضرت نے چند سال پہلے فرمائی تھی۔حضرت والا کی طبیعت صبح ہی سے تشویشناک تھی۔ حضرت کے معالجِ خاص ڈاکٹر امان اللہ صاحب جنہوں نے تیرہ سال دل و جان سے حضرت کا علاج اور خدمت کی یہاں تک کہ اکثر اوقات اپنا کھانا پینا بھی بھول جاتے، وہ اور ڈاکٹر ایوب صاحب بے بس تھے اور اشکبار تھے آخر کار وقتِ آخر آ پہنچا سات بج کر بیالیس منٹ پر جبکہ پیر کو داخل ہوئے بائیس منٹ ہو چکے تھے۔حضرت نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی مراد کو پورا فرما دیا۔

انچہ او خواہد خدا خواہد چنیں
می دہد یزداں مرادِ متقیں

جو اللہ والے چاہتے ہیں اللہ بھی وہی چاہتا ہے اور اللہ اپنے متقین بندوں کی مراد کو پوری فرماتا ہے۔ احقر جو یہ سمجھتا تھا کہ حضرت کے ساتھ ہی میرا بھی دم نکل جائے گا اور ۱۳ سال سے مسلسل غم میں مبتلا تھا اور حضرت کی جدائی کے خوف سے روتا رہتا تھا لیکن اس وقت نہ جانے اچانک قلب کو کیا ہوا جیسے اچانک دل پر سکینہ نازل ہوگیا، جیسے دِل کو کسی نے تھام لیا میرے آنسو بہہ رہے تھے، خانقاہ کے اندر لوگ ایک دوسرے سے لپٹ کر سسکیوں سے رو رہے تھے لیکن میں دل پر غم کا پہاڑ لئے ہوئے دوسروں کو تسلی دے رہا تھا کہ صبر کریں یہ صبر کا مقام ہے۔حضرت کی وفات کی خبر شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی چند منٹوں میں غیر ممالک سے فون آنے لگے، خانقاہ میں لوگوں کا پہلے ہی بڑا ہجوم تھا تھوڑی دیر میں خانقاہ کے صحن اور مسجد کی چھتوں پر تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ سنت کے مطابق مجھے جلد از جلد دفن کیا جائے، لیکن معلوم ہوا کہ صبح نو بجے سے پہلے قبر تیار نہیں ہوسکتی، حضرت نے منہ دِکھائی کی رسم سے منع فرمایا تھا کیونکہ اس سے دفن میں تاخیر ہو جاتی ہے، لیکن چونکہ حضرت والاؒ کی طرف سے اپنے خانوادہ کے لیے مختص کردہ قبرستان کی زمین نہایت پتھریلی اور سخت تھی جس کی وجہ سے قبر کی تیاری میں مشکلات کے باعث صبح نو بجے سے پہلے تدفین ناممکن تھی، اس لئے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب رئیس دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی اور حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مفتی دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے رجوع کیا گیا دونوں مفتیان کرام نے فرمایا کہ اب حضرت کے چہرۂ مبارک کی زیارت کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔حضرت کا چہرۂ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن معلوم ہو رہا تھا۔حضرت کے قدیم دوست جناب نثار احمد فتحی صاحب نے فرمایا کہ میں نے دفن سے پہلے بہت سے اکابر کے چہرۂ مبارک دیکھے ہیں مگر جیسا نور حضرت کے چہرہ پر تھا ایسا نور کسی کے چہرہ پر نہیں دیکھا۔جب سب لوگ زیارت کر کے جا چکے اور چہرۂ مبارک کفن سے ڈھانپ دیا گیا تو احقر نے سوچا کہ آخری بار اور اپنے پیارے شیخ کی زیارت

کرلوں۔کفن اُٹھا کر دیکھا تو واللہ کہتا ہوں کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ چاند سے بھی زیادہ روشن اور پہلے سے زیادہ بقعۂ نور تھا اور گردن اور دوش مبارک کا کچھ حصہ نظر آیا وہ بھی نور میں ڈوبا ہوا تھا۔

عین جس وقت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا اِنتقال ہوا ڈیوز بری (انگلینڈ) میں ایک بہت اللہ والی بوڑھی خاتون جو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھیں، وہ ظہر کے بعد قیلولہ کررہی تھیں اور پاکستان کے مطابق وہی وقت تھا، جب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا اِنتقال ہوا، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ریاض الجنۃ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر جنت البقیع کی طرف لے جارہے ہیں۔احقر کا گمان اقرب الی الیقین ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا جسدِ مبارک جنت البقیع میں منتقل کردیا گیا ان شاء اللہ تعالیٰ۔
حضرت والا سے اکثر سنا کہ حضرت کے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اجل حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ بعض اولیاء اللہ کی موت کسی اور ملک میں واقع ہوتی ہے لیکن ان کا جسم جنت البقیع میں منتقل کردیا جاتا ہے۔

اب ہر وقت نگاہوں کے سامنے ماضی میں حضرت والا کی خدمت میں گذرے ہوئے ایام کی جھلکیاں آتی ہیں اور دل کو تڑپاتی ہیں۔حضرت والا کی شفقتیں، حضرت والا کے الطاف وکرم جب یاد آتے ہیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے، حضرت والا نے ایسی محبت فرمائی کہ واللہ! احقر ماں باپ کی محبت کو بھول گیا۔ ماں باپ سے بھی زیادہ حضرت نے شفقت ومحبت کا معاملہ فرمایا۔حضرت سراپا محبت تھے اور ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ حضرت مجھے سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ناظم آباد میں تقریباً ۴۵؍سال پہلے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب (جو اس وقت طالب علم تھے) سے فرمایا کہ آپ کو ایک پلا پلایا بھائی مل گیا۔احقر تو حضرت والا کا غلام تھا، ایک غلام کو اپنے گھر کا فرد فرما کر عزت بخشی۔حضرت والا کا شعر ہے جو حضرت نے اپنے شیخ حضرت پھول پوری کی وفات پر کہا تھا وہ اب احقر کا حال ہے؎

لطفِ تو چوں یاد می آید مرا
بوئے تو جانم بجوید در سرا

جب آپ کی محبت اور الطاف وکرم مجھے یاد آتے ہیں تو میری جان دیوانہ وار آپ کی خوشبو کو اس جہان میں تلاش کرتی ہے، اب جان عشرت بھی آپ کو تلاش کرتی ہے مگر آپ کو نہیں پاتی اور تڑپ کر رہ جاتی ہے۔آہ کبھی وہ دن تھے کہ؎

جنت کی مے پیے ہوئے ساقی تھا مستِ جام
ساغر تھا، دورِ مے تھا، مقابل میں ہم بھی تھے
اک زلفِ پرشکن نے کیا تھا ہمیں اسیر

آزاد ہو کے دامِ سلاسل میں ہم بھی تھے
خوابوں کی سر زمیں! تری محفل میں ہم بھی تھے
جو دل کہ جانِ بزم تھا، اس دل میں ہم بھی تھے
دیکھا کسی نے کل ترا میرؔ شکستہ حال
رو رو کے کہہ رہا تھا کہ اس دل میں ہم بھی تھے

(احقر)

جو یاد آتی ہے وہ زلفِ پریشاں
تو پیچ و تاب کھاتی ہے مری جاں
کوئی پوچھے گا گر یہ مجھ سے آکر
کہ کیا گذری ہے اے دیوانے! تجھ پر
نہ ہرگز حالِ دِل اپنا کہوں گا
ہنسوں گا اور ہنس کر چپ رہوں گا

آہ! کبھی احقر سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک لمحہ کی جدائی برداشت نہیں ہوتی تھی اور ذرا سی دیر کی جدائی میں احقر کا یہ حال ہوجاتا تھا۔

سامنے تم ہو تو دنیا ہے مجھے خلدِ بریں
اور قیامت کا سماں تم سے بچھڑ جانے میں ہے
پاس اگر تم ہو تو ہے آباد ویرانہ مرا
ورنہ آبادی بھی شامل میرے ویرانے میں ہے

(احقر)

یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت سے نہ جانے کتنے عرصے کے لئے بچھڑ جاؤں گا لیکن یہ عارضی وقفہ ہے اللہ تعالیٰ جنت میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے دائمی ملاقات نصیب فرمائے جہاں پھر کبھی جدائی نہیں ہوگی، آمین۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کو جس کو احقر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سمجھتا ہے اور جس کو یاد کر کے دل کو بہت تسلی ہوتی ہے احقر کے حق میں قبول فرمائے۔ تقریباً تین برس پہلے حافظ عدنان صاحب خلیفہ مجاز حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے رات کے دو بجے جب کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بیدار تھے، حضرت کو یہ خواب سنایا کہ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت والا حاضر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت پیار سے حضرت والا کو دیکھ رہے ہیں۔ خواب سنانے کے بعد سب حاضرین نے دعا کرائی کہ

حضرت دعا فرما دیجئے کہ جنت میں ہم سب کو آپ کا ساتھ نصیب ہو۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے سب کے لئے دعا فرمائی۔ احقر اس وقت موجود نہ تھا، احقر کو معلوم ہوا تو فوراً حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت دعا فرما دیجئے کہ مجھے بھی جنت میں آپ کا ساتھ نصیب ہو۔ اس وقت حضرتؒ نے احقر کو ایک عظیم بشارت دی۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی اس بشارت کو احقر کے حق میں قبول فرمائیں، حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے لکھا ہے کہ حدیث میں جو آتا ہے:

((لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ))

(صحیحُ البخاری)

تو یہ قسم تاکیداً ہے، اگر یہ حضرات کسی بات کو فرما بھی دیں تو اللہ تعالیٰ ویسا ہی کر دیتے ہیں، آمین۔

اب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے وہ حالات اور مجاہدات مختصراً لکھتا ہوں، جن کا اُمت کو علم نہیں، تفصیل سے لکھنے کی ان اوراق میں گنجائش نہیں، ان شاء اللہ حضرت کی سوانح میں مفصل حالاتِ زندگی تحریر کرنے کا ارادہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بہ حسن وخوبی صحیح حالات تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قبول فرمائے اور اُمتِ مسلمہ کے لئے نافع فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

میرے محبوب مرشد مادرزاد ولی تھے۔ حضرت نے مجھے خود سنایا کہ جب میں گود میں تھا تو میری بڑی ہمشیرہ جو اس وقت بچی تھیں، مجھے گود میں لے کر مسجد میں امام صاحب سے دم کرانے گئیں تو مسجد کو دیکھ کر میرا دل خوش ہو گیا کہ یہ میرے اللہ کا گھر ہے اور انہوں نے مجھے زمین پر بٹھا دیا تو مجھے یاد ہے کہ میں نے مسجد کی زمین کو بوسہ دیا اور جب امام صاحب دم کرنے کے لئے تشریف لائے تو ان کی ڈاڑھی اور لمبا کرتہ اور گول ٹوپی دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی، بعد میں جب ذرا بڑا ہوا تو معلوم ہوا کہ مسجد کے امام حافظ ابوالبرکات صاحب تھے جو حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز بیعت تھے۔ حضرت کو بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ کی طرف خاص جذب محسوس ہوتا تھا اور دنیا سے دل اچاٹ رہتا تھا اور نیک بندوں سے محبت اور ان کی وضع قطع اچھی لگتی تھی۔ حضرت ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ گھر سے دور جنگل کی مسجد میں جا کر عبادت کرتے تھے اور قصبہ کے باہر ایک اور مسجد تھی، جس کے قریب چند گھر آباد تھے لیکن کوئی مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آتا تھا، حضرت نے انہیں نماز کی دعوت دی اور وہ لوگ نمازی بن گئے اور مسجد میں اذان و جماعت ہونے لگی اور لوگ حضرت کو محبت سے مسجد کے نمازیوں کا پیر کہنے لگے اور حضرت کے ان حالات کو دیکھ کر حضرت کے والد صاحب کے دوست حضرت کو فقیر اور درویش کہنے لگے اور والد صاحب بجائے نام لینے کے حضرت کو مولوی صاحب کہتے تھے۔ اسی دورِ نابالغی میں حضرت نصف شب کے بعد جنگل کی مسجد میں نکل جاتے اور

وہاں تہجد پڑھتے۔ حضرت کی والدہ ماجدہ پریشان ہوتیں اور منع کرتیں کہ بیٹا! اتنی رات کو اکیلے مت جایا کرو۔ حضرت نے فرمایا کہ میں فجر سے چند گھنٹے پہلے مسجد سے نکلتا۔ ایک رات جب میں مسجد سے نکلا تو دیکھا کہ میرے والد صاحب مسجد سے باہر کھڑے میرا انتظار کر رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ بیٹا! تم میرے اکلوتے بیٹے ہو، میں سرکاری ملازم ہوں، میرے دس دوست، دس دشمن ہیں، تم رات کو گھر پر ہی تہجد پڑھ لیا کرو، حضرت فرماتے ہیں کہ اس کے بعد والد صاحب کی مرضی کے مطابق میں گھر پر تہجد پڑھنے لگا۔ والد صاحب کو بھی حضرت دین کی دعوت دیتے، انہوں نے ایک مٹھی ڈاڑھی رکھ لی اور حضرت نے فرمایا کہ میں نے تہجد میں والد صاحب کے سجدے میں رونے کی آواز بارہا سنی ہے۔

اسی دورِ نابالغی ہی میں حضرت کو مثنوی مولانا روم سے بہت شغف ہو گیا اور مثنوی سمجھنے کے لئے فارسی پڑھنا شروع کر دی اور حضرت مثنوی کے اشعار پڑھ پڑھ کر رویا کرتے تھے۔ دل خدائے تعالیٰ کے لئے بے چین رہتا۔ حضرت کے استاد جو حضرت کو قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے ان کی آواز بہت اچھی تھی، حضرت قرآن پاک پڑھنے کے بعد ان سے درخواست کرتے کہ حضرت مثنوی شریف کے کچھ اشعار سنا دیجئے، ان کی دردناک آواز میں مثنوی سن کر دل اللہ کی محبت میں تڑپ جاتا۔

حضرت بچپن ہی سے والد صاحب سے درخواست کرتے کہ مجھے دیو بند بھیج دیجئے۔ جب حضرت ۱۴ سال کے ہوئے تو والد صاحب سے پھر دیو بند جانے کی درخواست کی لیکن والد صاحب نے طبیہ کالج الہ آباد میں داخل کر دیا، الہ آباد میں حضرت کی ملاقات حضرت مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی جو نقشبندی سلسلہ کے بزرگ تھے، حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کے سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اور سراپا عشق و محبت تھے۔ حضرت فرماتے تھے کہ طبیہ کالج سے فارغ ہو کر جب کہ میرے ساتھی دریائے جمنا میں نہاتی ہوئی عورتوں کو دیکھنے جاتے اور میں سیدھا حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا اور رات کے گیارہ بجے تک حضرت مولانا کی خدمت میں رہتا، حضرت بھی مجھ پر بے انتہا شفقت فرماتے تھے۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب شاعر بھی تھے ان کی اشعار کی مجلس ہوتی تھی اور حضرت خود بہت دردناک آواز میں اپنے عارفانہ اشعار پڑھتے تو دل تڑپ جاتا۔ تین سال تک جب تک حضرت طبیہ کالج، میں رہے روزانہ کا یہ معمول تھا کہ پانچ بجے شام شاہ محمد احمد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور رات گیارہ بجے تک رہتے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت والا کو بے انتہا محبت تھی اور حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کو بھی حضرت سے انتہائی محبت تھی۔ ایک بار الہ آباد سے حضرت کو خط میں لکھا کہ جیسی محبت آپ کو مجھ سے ہے ایسی کسی کو مجھ سے نہیں ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ میرے مرشد اول تو دراصل حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب ہیں۔

بچپن ہی سے حضرت کو مرشد کی تلاش تھی۔ اِلٰہ آباد آنے سے پہلے جب حضرت مڈل میں پڑھتے تھے، اس وقت حضرت کی عمر ۱۲/سال تھی تو حضرت مسجد کے امام حافظ ابوالبرکات صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ جو چھوٹی عمر میں حضرت پر دم کیا کرتے تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت مجھے بیعت کر لیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ حافظ صاحب کو مجھ میں نہ جانے کیا نظر آیا جو انہوں نے فرمایا کہ حضرت حکیم الامت نے مجھے مجازِ بیعت للعوام بنایا ہے اور آپ عوام میں سے نہیں ہیں، کوئی بڑا شیخ آپ کی تربیت کرے گا۔ اس سے قبل جب حضرت درجہ ہفتم میں پڑھتے تھے تو حضرت حکیم الامت کا وعظ راحت القلوب پڑھ کر حضرت حکیم الامت سے بہت زیادہ عقیدت و محبت ہوگئی اور بیعت ہونے کے لئے حضرت حکیم الامت کو عریضہ لکھا تو وہاں سے جواب آیا کہ حضرت علیل ہیں۔ حضرت کے خلفاء میں کسی سے رجوع کریں۔ چند دن بعد ہی حضرت حکیم الامت تھانوی کا انتقال ہوگیا تو حضرت کو سخت صدمہ ہوا اور گریہ وزاری کے ساتھ تلاوت کر کے ایصالِ ثواب کیا۔

حضرت والا نے ایک بار احقر کی اصلاح اور قلب کی تسلی کیلئے فرمایا کہ میں جب پندرہ سال کا ہوا تو میرے دل میں خواہشات کا ایک سمندر تھا اور میرا مزاج عاشقانہ تھا، اس وقت میں نے سوچا کہ اگر میں نے کسی شیخِ کامل کا دامن نہیں پکڑا تو میں ان خواہشات میں بہہ جاؤں گا تو میں نے فوراً حضرت شاہ عبدالغنی صاحب سے تعلق قائم کیا اور فرمایا کہ اس عاشقانہ مزاج کے باوجود مجھ سے زندگی میں کبھی ایک بار بھی لغزش نہیں ہوئی۔ احقر نے ایک بار جنوبی افریقہ میں جب حضرت کے یہ حالات سنائے تو وہاں کے اکابر علماء خصوصاً حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ (صدر مجلس علماء جنوبی افریقہ وخلیفہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ) تڑپ گئے اور فرمایا کہ کاش! حضرت کے یہ حالات شائع ہو جائیں تو اُمت زیادہ استفادہ کر سکے گی لیکن افسوس حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں یہ شائع نہ ہوسکے۔

طبیہ کالج اِلٰہ آباد میں حضرت کے ایک دوست نے حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عشق و مستی اور محبتِ الٰہی میں حضرت کی سرشاری و کیف و وارفتگی کے چشم دِید واقعات سنائے تو حضرت نے حضرت پھولپوری سے اِصلاحی مکاتبت شروع کی اور حضرت کو اپنا مرشد بنالیا۔

اپنے شیخ کی زیارت کے لیے حضرت کا دل بے چین رہتا۔ والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا حضرت نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ آپ کے ساتھ بہت عیدیں گذاری ہیں ایک عید شیخ کے ساتھ گذارنے کی اجازت دے دیجئے اور حضرت عین بقرعید کے دن نماز عیدالاضحیٰ سے قبل شیخ کی خدمت میں پہنچے اس وقت حضرت کی عمر ۱۸/سال تھی پہلی ہی ملاقات میں ایک چلہ شیخ کی صحبت میں گذارا۔

اس کے بعد مستقل حضرت اپنے شیخ کی خدمت میں رہ پڑے، سولہ سال دن رات کی صحبت

کا شرف حاصل رہا اور شیخ کی اس جاں نثاری وفدا کاری سے خدمت کی، جس کی مثال نہیں ملتی۔ شیخ پھول پوری کی خدمت ومحبت کے بہت مختصر سے واقعات حضرت نے درسِ مثنوی روم میں تحریر فرمائے ہیں جو یہاں نقل کرتا ہوں۔علماء کے محضر میں مثنوی کا درس دیتے ہوئے حضرت نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے عجیب وغریب علوم عطا فرمارہے ہیں اور یہ آپ حضرات ہی کی برکات ہیں، اس مہینے کی برکات ہیں اور میرے ان بزرگوں کی برکات ہیں جن کے ساتھ ایک عمر اختر نے بسر کی اور ایسی بسر کی کہ جنگل میں دس سال تک فجر سے لے کر ایک بجے تک ناشتہ نہیں کیا کیونکہ میرے شیخ بھی ناشتہ نہیں کرتے تھے تو میں کیسے کرتا۔ مجھے شرم آتی تھی کہ شیخ تو ناشتہ نہ کریں اور گھر سے میرے لئے ناشتہ آئے۔ میرا ناشتہ اشراق وچاشت اور ذکر وتلاوت سے ہوتا تھا۔ دوپہر ایک بجے تک ایک دانہ اُڑ کر پیٹ میں نہ جاتا تھا۔خوب کڑاکے کی بھوک لگتی تھی لیکن کیا بتاؤں کہ شیخ کی صحبت میں کیا لُطف آتا تھا کہ آج تک وہ مزہ دل میں محسوس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ کیا کہیں عجیب وغریب معاملہ تھا، وہاں نہ بیت الخلاء تھا نہ غسل خانہ اور جنگل میں استنجا کے لیے جانا اور تقریباً ایک میل سے شیخ کے لیے پانی لانا کیونکہ حضرت کنویں سے وضو نہیں کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ہندو یہاں پانی بھرتے ہیں اور کنویں میں اپنا ڈول ڈالتے ہیں اگرچہ اس سے وضو کرنا جائز ہے لیکن میرا دل نہیں چاہتا لہٰذا گرمیوں کی دھوپ میں روزانہ ایک میل دور ندی سے حضرت کے لیے پانی لاتا تھا۔ اللہ تعالی کی رحمت سے اُمید ہے کہ ؎

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
تجھ سے ہے فریاد اے ربِّ جہاں

اللہ والوں کی خدمت اللہ تعالی رائیگاں نہیں کرتا۔ اپنے پیاروں کی خدمت اور ان کی محبت خدائے تعالی ضائع نہیں فرماتے۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نے جواب میرے مرشد ہیں، جدہ میں مجھ سے فرمایا کہ سارے عالم میں جوتم کو پوچھا جارہا ہے اور تم سے جو دین کا کام لیا جارہا ہے یہ سب حضرت مولانا شاہ پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا صدقہ ہے اور اپنے سگے بھائی اسرار الحق صاحب سے جو حیدرآباد سندھ میں رہتے تھے، فرمایا کہ میں نے جو کتابوں میں پڑھا تھا کہ لوگ اپنے شیخ پر پہلے زمانے میں کس طرح فدا ہوتے تھے اور کتنی مشقت اور محبت سے ان کی خدمات میں سرگرم رہتے تھے، وہ کتابوں میں تو پڑھا تھا میں نے روئے زمین پر نہیں دیکھا تھا، مگر اختر کی زندگی میں وہ کتابوں کا پڑھا ہوا مجھے نظر آ گیا۔ یہ ان کے بھائی نے مجھے بتایا کہ مولانا ابرار الحق صاحب یوں فرمارہے تھے۔ اس کی مجھے اتنی خوشی ہے کہ اگر سلطنت ہفتِ اقلیم دے دوں تو حق ادا نہیں ہوسکتا۔

ایک دفعہ میں گیارہ بجے رات کو پھول پور آیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت اور حضرت ہردوئی اعظم گڑھ چلے گئے جو وہاں سے تیس چالیس میل ہے۔ میں وہاں سویا نہیں اگرچہ سونے کی جگہ تھی۔ سیدھا اسٹیشن آ گیا اور پلیٹ فارم پر جاگتا رہا۔ دو تین بجے کے قریب دوسری ریل جب آئی تو اس سے میں تہجد کے وقت اعظم گڑھ پہنچ گیا۔ حضرت سو رہے تھے۔ میرے شیخ کا معمول تھا کہ تھوڑی دیر پر اللہ اللہ، اللہ اللہ کرتے۔ آدھا گھنٹہ یا بیس منٹ کے بعد آنکھ کُھل جاتی تھی۔ ایسی نیند نہیں تھی کہ جس میں تسلسل ہو۔ ہر آدھا گھنٹہ بعد جب آنکھ کُھل گئی تو اللہ اللہ اللہ کہہ کے پھر سو جاتے تھے گویا اللہ اللہ حضرت کی غذاء تھی، حضرت کی حیات کی بُنیاد تھی۔ پس حضرت نے جیسے ہی اللہ اللہ کیا میں نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ اور حیرت سے فرمایا کہ ارے تم کیسے آ گئے اس وقت؟ ابھی تو رات ہے صبح صادق بھی نہیں ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی تلاش میں پھول پور گیا تھا جب وہاں آپ کو نہ پایا تو میری نیند اُڑ گئی اور میں دوسری ریل سے یہاں پہنچا۔ پھر میں نے یہ شعر پڑھا ؂

صبا بہ لطف بگوآں غزالِ رعنارا
کہ سر بہ کوہ وبیاباں تو دادۂ مارا

اے صبا! اس ہرن سے جو چوکڑی مار کر بھاگ رہا ہے، اس کے کان میں یہ کہہ دے کہ میرا سر تو نے پہاڑوں کے دامنوں میں اور جنگل میں ٹکرا دیا اور تو مجھے دستیاب نہ ہوا۔ بس یہ سُن کر حضرت پر کیفیت طاری ہو گئی اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی کے کان میں کچھ فرمایا۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نے بعد فجر مجھ سے فرمایا کہ اب تم حضرت سے دور نہ رہو، تم حضرت کے پاس ہی رہا کرو اور حضرت کی باتیں نوٹ کرتے رہو۔ تمہارا خرچہ پانی بال بچوں کا میں ہردوئی سے بھیجوں گا۔ ارے! میری خوشی کی تو کوئی انتہاء نہ رہی جب حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا اندھا آنکھ مانگے گا اور بھوکا روٹی۔ حضرت کئی برس تک مجھے ہردوئی سے ساٹھ روپے ماہانہ بھیجتے تھے۔ میرے شیخ کی کرامت تھی کہ سارا کام چلتا تھا۔ مولانا محمد مظہر صاحب کی والدہ زمیندار تھیں، غلہ گھر کا تھا لیکن پھر بھی چائے کی پتی، دودھ چینی وغیرہ کے لئے ساٹھ روپے اُس زمانے میں بہت ہوتے تھے۔ اس وقت سے ہی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی کا احقر پر خاص کرم تھا۔ اُس وقت حضرت میرے شیخ بھی نہیں تھے اور اُن کا میرے شیخ سے اصلاحی تعلق تھا۔ ہمارے ساتھ وہ اس طرح رہتے تھے گویا پیر بھائی اور ہم دونوں حضرت سے لاٹھی بھی سیکھتے تھے۔ حضرت لاٹھی چلاتے تھے اور ہم روکتے تھے، کبھی ہم چلاتے تو حضرت ہماری لاٹھی کے وار روکتے تھے اور حضرت سکھاتے رہتے تھے کہ اس طرح روکنا چاہیے اور اس طرح وار کرنا چاہیے‘‘۔

اب ان مجاہدات کو مختصراً لکھتا ہوں تا کہ اُمت کو سبق ملے کہ اللہ کا راستہ کس صبر و ہمت و استقلال سے طے ہوتا ہے۔ شیخ پھول پوریؒ کے ساتھ والہانہ محبت کے باعث حضرت اپنے شیخ کی نظر میں محبوب ہو گئے حضرت پر حضرت پھول پوری کی خاص نظر تھی، حضرت کے بعض خاص احباب نے بتایا کہ حضرت تھوڑی دیر کے لیے بھی کسی ضرورت سے کہیں چلے جاتے تو حضرت پھول پوری کی ایسی کیفیت ہو جاتی تھی جیسے ماں اپنے بچے کے لئے بے تاب ہو جاتی ہے اور بے قراری سے پوچھتے کہ حکیم اختر کہاں ہیں اور حضرت کے بارے میں شیخ پھولپوریؒ نے فرمایا تھا کہ یہ میرے ساتھ ایسے چپکے رہتے ہیں جیسے چھوٹا دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے ساتھ چپکا رہتا ہے۔ خود حضرت فرماتے تھے کہ حضرت پھولپوریؒ کی زبان مبارک سے جو بات بھی نکلتی تھی، میں دل و جان اور کان حضرت کے ارشادات کی طرف لگا دیتا کہ کوئی مضمون اور کوئی لفظ چھوٹ نہ جائے۔ حضرت سے احقر نے کئی بار خود سنا اور ترجمۃ المصنف میں بھی حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ ''احقر حضرت مرشد کے ارشاد کو قلمبند کر کے جب سناتا تو ارشاد فرماتے ماشاء اللہ اور بہت مسرور ہوتے، ایک بار میرے ایک پیر بھائی سے فرمایا کہ اختر میرے غامض اور دقیق مضامین کو خوب سمجھ لیتا ہے اور انہیں محفوظ کر لیتا ہے، ماشاء اللہ دین کی فہم ہے''۔

ایک بار حضرت والا معرفتِ الٰہیہ کے مضامین قلمبند کر کے سنا رہے تھے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستانؒ بھی موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت! حکیم اختر صاحب کے قلم میں بہت تاثیر ہے۔ حضرت شیخ نے حضرت کی طرف متوجہ ہو کر انگشت شہادت سے اشارہ کر کے فرمایا کہ خبردار اپنا کمال نہ سمجھنا، سب شیخ کا فیض ہوتا ہے اور پھر مفتی صاحب کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ تاثیر کیوں نہ ہو گی، ہم نے ان کو رگڑا بھی بہت ہے۔ بیک وقت فناء و بقاء کا درس شیخ نے دے دیا۔

حضرت پھول پوری قدس سرہٗ زمین دار تھے، زمینوں سے جو آمدنی آتی تھی، وہ حضرت پھول پوریؒ کے خاص مقربین کے پاس جمع ہوتی تھی لیکن حضرت شیخ پھول پوریؒ کو حضرت پر ایسا اعتماد ہوا کہ تمام آمدنی حضرت کے پاس جمع کرانے لگے، بوجہ مقربین پر اعتماد نہ ہونے کے اور یہ بات مقربین کو ہضم نہ ہوئی اور انہوں نے حضرت کو مختلف طریقوں سے ستانا شروع کیا تا کہ یہ شیخ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ یہاں تک کہ ایک صاحب کے ذریعہ شیخ سے کہلوایا کہ ''حکیم محمد اختر ابھی نوجوان ہیں آپ اتنی بڑی رقم ان کے حوالے کر دیتے ہیں!'' مطلب یہ تھا کہ نعوذ باللہ وہ کہیں خورد برد نہ کر دیں، یہ سن کر حضرت شیخ پھول پوریؒ ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ تم اس کو کیا سمجھتے ہو وہ صاحبِ نسبت ہے اس کے لیے ایک کروڑ اور ایک پیسہ برابر ہے۔ جاؤ دو نفل پڑھ کر توبہ کرو ورنہ سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ اسّی سالہ شیخِ کامل کا اپنے اٹھارہ سالہ مرید کے بارے میں یہ حسنِ ظن تھا اور شیخ کے اس حسنِ ظن کے

مظاہر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی میں ہم نے دیکھے کہ ایک کروڑ کیا، پوری دنیا کے خزائن بھی حضرت کی نظر میں مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں تھے۔ یہاں صرف چند واقعات لکھتا ہوں۔

آج سے تقریباً ۴۲/سال پہلے ایک غیر ملک میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رئیس دوست کا اِنتقال ہوا جنہوں نے قانونی مجبوریوں کی وجہ سے اپنی لاکھوں کی جائیداد پاکستان میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے نام کردی تھی۔ان کے انتقال کے بعد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بیوہ کو خط لکھا کہ کسی کو بھیج کرا پنے قانونی کاغذات اور رقوم منگوالیں۔ ایک صاحب آئے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے تمام کاغذات اور رقوم ان کے حوالہ کردیں، وہ دنیا دار آدمی تھے انہوں نے کہا میری زندگی کا پہلا تجربہ ہے کہ اتنی بڑی جائیداد کسی نے واپس کی ہو۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ابھی ایسے انسان بھی دنیا میں موجود ہیں اور عرض کیا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ آپ جیسے انسانوں سے یہ زمین وآسمان قائم ہیں۔

۱۹۹۴ء میں حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انگلینڈ کا پہلا سفر ہوا۔ وہاں کے لوگ عرصہ سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اِنگلینڈ تشریف لانے کی دعوت دے رہے تھے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے مشتاق تھے۔ وہاں کے لوگوں نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو بہت ہدایا پیش کیے جو پاکستانی کرنسی کے حساب سے کئی لاکھ تھے اور لوگ مدرسہ کے لیے بھی عطیات دیتے تھے جو حضرت والاؒ الگ الگ نوٹ کر لیتے تھے۔ واپسی سے پہلے وہ ڈائری گم ہوگئی اور بہت تلاش کے باوجود نہیں ملی تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام ہدایا مدرسہ کو دے دیئے اور ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہیں رکھا۔

میرے مرشد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ مالی معاملات میں انتہائی محتاط تھے۔ حضرتؒ نے اپنے صاحبزادے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کو بھی باوجود مدرسہ کے مہتمم ہونے کے تنخواہ لینے سے منع فرمادیا تھا، حالانکہ فتویٰ کی رو سے جائز تھا، لیکن حضرت کے تقوی وورع نے اس کو گوارا نہ فرمایا اس لیے نہ مولانا مظہر صاحب تنخواہ لیتے ہیں نہ حضرت والاؒ لیتے تھے بلکہ بجلی، ٹیلیفون پانی وغیرہ کا بل بھی اپنے پاس سے مدرسہ میں جمع کراتے تھے۔ حضرت والاؒ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مدرسہ میں پانچ سو روپے ہر ماہ جمع کردیا کرو، حضرت والاؒ جو ٹیلیفون وغیرہ استعمال فرمایا کرتے تھے اس کا جتنا بل آتا تھا اس سے دوگنا اور تین گنا زیادہ مدرسہ میں جمع فرمادیتے تھے۔ حضرتؒ نے مولانا محمد مظہر صاحب کو بھی منع فرمایا ہوا تھا کہ مدرسہ کی گاڑی اپنی ذات کے لیے استعمال میں نہ لاؤ، حالانکہ یہ بھی جائز ہے حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ایک دفعہ کوئی گاڑی نہیں تھی، تو مدرسہ کی گاڑی میں ائیر پورٹ جانا پڑا، کچھ پیسے خرچ ہوئے لیکن حضرت نے مولانا محمد مظہر صاحب سے فرمایا کہ مدرسہ میں سو روپے جمع کردینا، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور

بہت متقی انسان ہیں لیکن حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اطمینان نہیں ہوا اور فرمایا کہ کیا بھروسہ ہے کہ گھر تک بھی پہنچ سکوں گا یا نہیں اور ائیر پورٹ پر ہی سو روپے اپنے پاس سے ہی دے دیئے اور لفافے پر لکھوا دیا یہ مدرسہ کی رقم ہے، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم سے فرمایا کہ جاتے ہی جمع کر دینا۔

ایک مرتبہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ روپے مجھے دیئے اور فرمایا کہ یہ عطیات کی مد میں جمع کر دینا، میں نے لفافہ پر لکھ کر جیب میں رکھ لیا لیکن جمع کرنا بھول گیا۔ رات کو حضرتؒ بستر سے اٹھ کر خانقاہ تشریف لائے اور مجھ سے پوچھا کہ وہ پیسے عطیات کی مد میں جمع کرا دیئے۔ میں نے کہا حضرت صبح جمع کرا دوں گا، تو حضرت ناراض ہوگئے اور مجھ سے پوچھا کہ تمہیں یقین ہے کہ صبح تم اٹھ سکو گے؟ یا میں اٹھ سکوں گا؟ مجھے تو رات بھر نیند نہیں آئے گی، وہ رقم جمع کر کے مجھے فوری اِطلاع کرو۔

۱۹۸۰ء میں حضرت کے شیخ ثانی حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی قدس سرہٗ نے لکھا کہ اپنا مکان فروخت کر کے کسی دوسری جگہ خانقاہ بنائیں۔ شیخ کے حکم پر حضرت نے ناظم آباد کا اپنا ذاتی مکان بیچ کر گلشن اِقبال میں زمین خریدی اور وقف کر دی۔ اپنے پاس کچھ نہیں رکھا، صرف ایک چھوٹی سی دکان مظہری کتب خانہ حضرت کا اپنا ذاتی ہے۔ خانقاہ کا جو اندرونی حصہ ہے وہ حضرت کے ذاتی پیسہ سے بنا ہے۔ حضرت کے منع فرمانے کے باوجود منت کر کے ٹھیکیدار نے مزید تعمیر کر دی جس سے آٹھ لاکھ کا قرضہ ہوگیا۔ ایک بار حضرت نواب محمد عشرت علی خان صاحب قیصرؒ خلیفہ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور دریافت کیا کہ خانقاہ کے باہر جو زمین خالی ہے وہاں بھی تعمیر کرا دیجیے، حضرت نے فرمایا کہ ابھی تو آٹھ لاکھ کا قرضہ ہے۔ جب قرضہ ادا ہو جائے گا تو بنواؤں گا۔ نواب صاحب نے عرض کیا کہ آٹھ لاکھ تو کوئی ایسی بڑی رقم نہیں ہے، شیخ دبئی میرا دوست ہے، اس کا بنگلہ میرے گھر کے قریب ہے، اس سے کہہ دوں گا وہ ادا کر دے گا۔ حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے، اگلے دن نواب صاحب حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت شیخ دبئی قرض ادا کرنے کے لیے راضی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ اس سے رقم لے آیئے۔ نواب صاحب نے عرض کیا کہ رقم وصول کرنے کے لیے آپ کو جانا پڑے گا اور رجسٹر پر دستخط کرنا پڑیں گے۔ حضرت والا نے فرمایا نواب صاحب میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا، میں اپنے بزرگوں کے طریقہ کو نہیں چھوڑ سکتا، اگر میں اس کے دروازہ گیا تو **بئس الفقیر علی باب الامیر** ہوں گا (یعنی وہ فقیر برا ہے جو امیر کے دروازہ پر جائے) اور فرمایا کہ اگر میں وہاں گیا تو اس خانقاہ کی تاریخ پر یہ کلنک کا ٹیکا لگ جائے گا کہ اس کا بانی ایک امیر کے دروازہ پر گیا تھا۔ حضرت کے اس جواب پر حضرت نواب صاحبؒ بہت متأثر ہوئے اور آب دِیدہ ہوگئے اور فرمایا حضرت! آپ تو

ہمارے بزرگوں کی یادگار ہیں۔ حضرت نے یہ واقعہ اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ کر بھیجا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ مبارک ہو! تعمیرِ فقیری تعمیرِ شاہی سے افضل ہے۔

۱۹۹۰ء میں جب جنوبی افریقہ کا پہلا سفر ہوا تو لوگوں کی دعوت پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف شہروں میں وعظ ہوتے تھے، ایک شہر میں وعظ سے پہلے میزبان سے ایک رئیس نے آہستہ سے پوچھا کہ Estimate کیا ہے؟ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے سن لیا تو میزبان سے پوچھا کہ فلاں صاحب Estimate کی کیا بات کررہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان پاکستان سے یہاں بعض علماء آتے ہیں پہلے تقریر کرتے ہیں اس کے بعد مدرسہ کا Estimate پیش کرتے ہیں۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا! یہ سمجھتے ہیں کہ میں یہاں چندہ لینے کے لیے آیا ہوں اور احقر کو حکم دیا کہ جاؤ مجمع میں اعلان کرو اور جس شہر میں میرا وعظ ہو، وعظ سے پہلے ہر جگہ یہ اعلان کرو کہ میں آپ لوگوں سے چندہ لینے نہیں آیا ہوں بلکہ اپنے بزرگوں سے میں نے جو اللہ کی محبت سیکھی ہے، وہ آپ لوگوں کو دینے آیا ہوں۔ سفر کے آخری زمانے میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بعض خاص دوستوں نے عرض کیا کہ ہمیں معلوم ہے کہ آپ کے مدرسہ کی تعمیر ہورہی ہے جس کے لیے پیسوں کی ضرورت ہے۔ بعض رئیس ہمارے بچپن کے دوست ہیں، ہم اپنی طرف سے ان سے کہہ دیں گے تو وہ پورا مدرسہ بنوادیں گے اور اپنی سعادت سمجھیں گے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کو ہرگز اس کی اجازت نہیں ہے کیونکہ وہ یہ سمجھیں گے کہ مولانا بظاہر تو انکار کررہے ہیں لیکن اب وصولی کرنے کے لیے اپنے ایجنٹ چھوڑ دیئے ہیں اور پھر میری دین کی بات ان پر اثر نہ کرے گی، مدرسہ میں نے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی رضا کے لیے کھولا ہے دین کو قربان کرکے میں مدرسہ نہیں چلاسکتا۔ جس دن مجھے معلوم ہوا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں ہے، اسی دن مدرسہ میں تالہ ڈال دوں گا۔ دین کا کام کرنا ہے تو عزتِ نفس اور عظمتِ دین کے ساتھ کرنا ہے اور اسی کی اللہ تعالیٰ شانہٗ سے توفیق مانگتا ہوں۔

خانقاہ کی مسجد اشرف کے دائیں جانب جو مدرسہ کی عمارت ہے یہ بھی ٹھیکیدار احمد دین صاحبؒ نے اصرار کرکے خود بنائی اور حضرت سے عرض کیا کہ پیسے کی پرواہ نہ کریں، وہ مجھے مل جائے گا۔ ۴۵ رلاکھ کا قرضہ ہوگیا حضرت فکرمند ہوگئے لیکن کسی سے ایک لفظ نہیں فرمایا، چند ماہ بعد ری یونین سے نقشبندی سلسلے کے ایک بزرگ جو حضرت سے محبت رکھتے تھے ان کا فون آیا کہ میرے قلب میں سخت تقاضا بلکہ تنبیہ ہورہی ہے کہ میں آپ کے مدرسہ کی خدمت کروں، آپ فرمائیں کہ کتنی رقم کی ضرورت ہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا رقم تو بہت بڑی ہے آپ کی جتنی گنجائش ہو اتنی دے دیں، انہوں نے عرض کیا کہ حضرت بتائیں میں پوری رقم ادا کروں گا۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بتایا، تو

انہوں نے عرض کیا حضرت اس میں کسی اور کو شریک نہ کریں، میں پوری رقم آپ کی خدمت میں اِرسال کروں گا۔حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے فرمایا کہ دیکھو یہ میرے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے کہ مجھے سخت ضرورت تھی لیکن کسی سے اِشارہ بھی نہیں کیا کہ میں مقروض ہوں۔ دو نفل پڑھ کر اللہ سے روتا تھا، اللہ تعالیٰ کو رحم آگیا۔فرمایا کہ فقیر کا کام لوگوں سے مانگنا نہیں اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے۔

تو میں ان مجاہدات کا ذکر کر رہا تھا جو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو پیش آئے۔ان میں اِختیاری مجاہدات اور اِضطراری مجاہدات دونوں شامل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج مبارک اِنتہائی لطیف حساس اور نازک بنایا تھا جس کی یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ لوگوں کی رہنمائی ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کس طرح اپنی تمناؤں اور آرزؤں کا خون کر کے دریائے خون سے عبور کیا جاتا ہے۔حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر اشعار ان مجاہدات کی غمازی کرتے ہیں مثلاً

ان حسینوں سے دل بچانے میں
میں نے غم بھی بہت اٹھائے ہیں

....

وہ سرخیاں کہ خونِ تمنا کہیں جنہیں
بنتی شفق ہیں مطلعِ خورشید قرب کی

تحمل حسن کا مجھ کو نہیں ہے
بہت مجبور ہوں میں اپنے دل سے
بچاتا ہوں نظر کو اپنی ان سے
کہ دھوکہ کھا نہ جاؤں آب و گل سے

....

تباہ ہو کے جو دل تیرا محرمِ غم ہے
پھر اس کو اپنی تباہی کے غم کا کیا غم ہے
ہزار خونِ تمنا، ہزار ہا غم سے
دلِ تباہ میں فرمانروائے عالم ہے

....

مری چشمِ تر خون برسا رہی ہے
جہاں بھی کہیں سنگِ در پا رہی ہے

مبارک! تجھے اے مری آہِ مضطر!
کہ منزل کو نزدیک تر لا رہی ہے
نہ پوچھو تجلیِ آہِ سحر کو
ضیائے مہ و مہر شرما رہی ہے

....

ناکامیوں پہ حسرت آنسو بہا رہی ہے
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیمِ سر کئے ہے

....

اک غمزدہ جگر پہ کسی کی نظر بھی ہے
شب ہائے غم پہ سایۂ لطفِ سحر بھی ہے

جفائیں سہ کر دعائیں دینا یہی تھا مظلوم دل کا شیوہ
زمانہ گذرا اسی طرح سے تمہارے در پر دلِ حزیں کا
نہیں تھی مجھ کو خبر یہ اختؔر کہ رنگ لائے گا خوں ہمارا
''جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا''

....

صفحۂ ہستی پہ میرے ایسے افسانے بھی ہیں
اُف تصور سے بھی جن کے منہ کو آجاتا ہے دل

....

جیسا کہ پہلے تحریر کر چکا ہوں کہ آج سے ۴۶ ؍ برس پہلے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے فرمایا تھا کہ سینہ میں اتنا حساس دل رکھنے کے باوجود کہ حسن کے ایک ذرہ کا مجھ کو ادراک ہو جاتا ہے لیکن مجھ سے کبھی زندگی میں ایک بار بھی لغزش نہیں ہوئی اور ۲۰۰۲ء میں علالت کے دوران حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جنوبی افریقہ کے سفر میں فرمایا تھا کہ مجھے جو کچھ ملا ہے نظر کی حفاظت سے ملا ہے۔ اس پر ایک واقعہ یاد آیا جو ۱۹۶۹ء میں جب احقر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، اس زمانے میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا جس میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا نام نہیں لیا، اپنا نام تو چھپا گئے لیکن احقر سمجھ گیا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہی حالات بیان فرما رہے ہیں۔

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک عالم جو نوجوان اور بہت خوبصورت تھے اپنے ایک دوست کی شادی میں گئے۔ نصف شب کے بعد جب وہ سونے کے لیے لیٹے تو ایک نہایت خوبصورت لڑکی اُن کے کمرے میں آگئی اور گناہ کی دعوت دی۔ ان عالم نے کہا کہ فوراً یہاں سے بھاگ جا، دوزخ کی آگ کی شدت مجھے اس لذت کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتی۔ احقر جامع عرض کرتا ہے کہ الفاظ بتارہے ہیں کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ یہ الفاظ بھی کسی اور کے نہیں ہوسکتے اور تقویٰ کا یہ اعلیٰ ترین مقام ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ ان اشد مجاہدات میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی گذری لیکن حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی فنائیت اور کسرنفسی ہے کہ ترجمۃ المصنف میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت شیخ کی خدمت میں جو طویل عمر گذری اس میں مجاہدہ اختیاریہ کا حق تو احقر سے ادا نہ ہوسکا لیکن الطاف حق نے میری باطنی ترقی کے لیے غیب سے مجاہدۂ اضطراریہ کا سامان فرمادیا، جس کی بدولت کلیجے منہ کو آگئے اور انہیں مجاہدات کی بدولت آج سینہ میں ایک ٹوٹا ہوا درد بھرا دل رکھتا ہوں جو میرے نزدیک اتنی عظیم نعمت ہے کہ اس کے بدلے میں سلطنت ہفت اقلیم مجھے قبول نہیں اور ان مجاہدات کی تفصیل بیان کرنا خلاف مصلحت سمجھتا ہوں''۔

یہی وہ زمانہ ہے جس کا لوگوں کو بالکل علم نہیں ہے کہ سولہ سال تک حضرت کن مجاہدات، مشکلات اور حاسدین کی ایذا رسانیوں سے گذرے ہیں کہ جن کو سن کر ہی دل خون کے آنسو روتا ہے۔ حاسدین اتنا ستاتے تھے کہ جینا مشکل کردیا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ جب میں گھر سے آیا تھا تو اپنا بستر، رضائی کمبل اور تکیہ ساتھ لایا تھا اور رات کو بارہ بجے سے ڈیڑھ بجے تک حضرت اپنے شیخ پھولپوریؒ کے پاؤں دباتے تھے۔ حضرت فرماتے تھے کہ میرا سب سے زیادہ مزے کا وقت وہی تھا جب شیخ محبت کی باتیں فرماتے اور حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات سناتے۔ ڈیڑھ بجے جب میں سونے کے لیے باہر آتا تو دیکھتا کہ حاسدوں نے میرا بستر کسی کو دے دیا ہے، تکیہ کسی کو دے دیا ہے، رضائی اور کمبل کسی کو، کڑکڑاتی سردی میں ٹھنڈ سے پاؤں پھٹ جاتے اور خون نکل آتا، آخرکار مسجد میں گھاس پڑی رہتی تھی اسی میں لپٹ کر سوجاتا اور کبھی دیکھتا کہ قریب سے سانپ گذر رہا ہے کبھی بچھو گذر رہا ہے اور یہ ایک دو دن کی بات نہیں تھی سولہ سال جب تک حضرت شیخ کے ساتھ قیام رہا یہ روزانہ کا ماجرا تھا لیکن حضرت فرماتے تھے کہ میں نے ایک بار بھی حضرت شیخ سے شکایت نہیں کی کیونکہ اگر میں ایسا کرتا تو وہ اتنے مقرب اور سازشی تھے کہ مجھے خانقاہ سے نکلوا دیتے اس لیے ان کی ایذاؤں کو برداشت کرتا

تھا کیونکہ مجھے شیخ سے ایسی محبت تھی کہ ان کی جدائی کا مجھ میں تحمل نہیں تھا۔ اگر کبھی چند دن کے لیے جدا ہونا پڑا تو مجھے بخار رہنے لگتا تھا اور پیشاب پیلا آنے لگتا تھا اور حاسدین حضرت شیخ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سے ناراض کرنے کے لیے جھوٹی شکایتیں لگاتے اور چاہتے تھے کہ شیخ حضرت کو خانقاہ سے نکال دیں، اگر شیخ ان کے اثر سے چند دن کے لیے ناراض بھی ہوگئے تو حضرت فرماتے تھے کہ شیخ کو بھی میرے بغیر چین نہیں آتا تھا اور مجھے پھر بلا لیتے تھے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ کی عدم موجودگی میں حاسدین مجھ پر جملے کستے تھے یہاں تک کہ منہ چڑاتے تھے اور پوربی زبان میں یہ کہہ کر دل کو زخمی کرتے تھے کہ ''مالٹا چوسی مرغا کھائی...... شیخ کو چھوڑ کے کاہے کو جائی''۔ آہ! ان نادانوں کو کیا خبر تھی کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کس دردِ دل اور اخلاص سے اپنے شیخ کے ساتھ رہ رہے ہیں اور حاسدین کے مظالم کو سہہ رہے ہیں۔

اشقیاء را دیدۂ بینا نبود
نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود

اشقیاء کے آنکھیں نہیں تھیں، انہیں نیک و بد ایک جیسے نظر آئے، جو جیسا خود ہوتا ہے اسے دوسرا بھی ویسا ہی نظر آتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں: ''كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ'' آپ کے چہرۂ مبارک میں سورج چلتا ہوا نظر آتا ہے اور اسی چہرۂ انور کے متعلق نعوذ باللہ ابو جہل کہتا تھا نقل کفر کفر نہ باشد کہ مجھے تو اس سے برا چہرہ نعوذ باللہ نظر نہیں آتا۔ جس کے دل کی آنکھوں کی بصیرت صحیح تھی اسے بصیرتِ صحیحہ سے صحیح مشاہدہ ہو رہا تھا یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور جس کے دل کی آنکھوں کی بصیرت فاسدہ تھی اس کو حسن و جمالِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نظر ہی نہیں آیا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ واقعہ سنایا کہ حاسدین نے جھوٹی باتیں لگا کر حضرت شیخ پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کو مجھ سے ناراض کردیا اور آج سے تقریباً پچاس برس پہلے ایک حکیم صاحب کو ڈھائی سو روپے دیئے اور ان حکیم صاحب سے کہا کہ حضرت شیخ کی نبض پر ہاتھ رکھ کر کہہ دیں کہ جن سے آپ کو تکلیف پہنچی ہے ان کو اپنے سامنے نہ آنے دیں ورنہ آپ کو فالج کا خطرہ ہے، یہ بات سن کر حضرت والا ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ آب دِیدہ ہوگئے اور چشمہ اُتار کر آنسو پونچھے۔

ان حاسدین کے پولیس سے بھی تعلقات تھے، حضرت شیخ پھول پوریؒ کی خدمت میں بعض رئیس اور مل مالکان بھی آتے تھے، بعض دفعہ پولیس کے ذریعہ ان کو پریشان کیا جاتا اور ان سے رقم لے کر آپس میں بانٹ لی جاتی۔ حاسدین کا حسد اور دشمنی یہاں تک بڑھ گئی کہ حضرت والاؒ کے پیر بھائی

جناب غلام سرور صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ''میرے کانوں میں بھنک پڑی ہے کہ آپ کے قتل کی سازش کی جارہی ہے، آپ کی جان کو خطرہ ہے، اب آپ یہاں سے بھاگ جائیں''۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتا، جان تو ایک دن جانی ہے، چلی جائے گی لیکن اگر میں اس وقت شیخ کو چھوڑ کر چلا گیا تو حضرت سوچیں گے کہ اختر بے وفا تھا، مجھے بڑھاپے میں چھوڑ کر چلا گیا، میں جان دے دوں گا لیکن اہل اللہ خصوصاً اپنے شیخ کے ساتھ بے وفائی نہیں کرسکتا''۔

ان حالات کو دیکھ کر حضرت حبیب الحسن خاں صاحب شیروانی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت شیخ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا تھا کہ ''مولانا حکیم محمد اختر صاحب نے جس طرح سولہ سال شیخ کی خدمت میں گذارے ہیں ہم جیسا ایک دن بھی نہیں گذار سکتا تھا''۔

اللہ تو جانتے ہیں کہ میرا بندہ میرے لیے کیا کیا تکلیفیں اور ذلتیں اٹھا رہا ہے، آخرکار اللہ کی رحمت کو جوش آیا اور ایسے حالات پیدا ہوئے کہ وہ حاسدین ہی یہاں سے بھگا دیئے گئے۔ حضرت پھول پوریؒ پر فالج کا حملہ ہوا، ان لوگوں نے بہت سے حضرات سے قرضے لے رکھے تھے، قرض خواہوں نے ان سے اپنے پیسے مانگنے شروع کیے تو یہ لوگ دوسرے ملک چلے گئے، اس کے بعد چھ ماہ تک حضرت پھول پوریؒ صاحبِ فراش رہے اور حضرت اپنے شیخ پھول پوریؒ کی دن رات خدمت میں مصروف رہے۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ میری طبیعت ایسی تھی کہ اپنے بچوں کا پیشاب پاخانہ دیکھنے کا بھی تحمل نہیں تھا، اگر کبھی دیکھ لیتا تو قے ہوجاتی تھی لیکن حضرت فرماتے تھے اپنے شیخ کا پیشاب پاخانہ چھ ماہ تک اپنے ہاتھوں سے صاف کرنے کی سعادت مجھے حاصل تھی۔ جب حضرت پھول پوریؒ کا انتقال ہوا تو حضرت ہردوئیؒ نے حضرتؒ کو تحریر فرمایا کہ ''از ابتداء تا انتہاء خدمت شیخ مبارک ہو''۔

حضرت شیخ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اِنتقال سے چند دن پہلے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ سے پوچھا کہ ''حضرت! آپ مجھ سے خوش ہیں؟'' حضرت پھول پوریؒ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور فرمایا کہ ''بہت خوش ہوں''، پھر حضرت نے عرض کیا کہ ''حضرت! دُعا فرمادیجیے کہ اللہ مجھے دِین کی دولت عطا فرمادیں''، فرمایا کہ ''یہ دولت تو تمہیں عطا ہوچکی''، پھر حضرت والا نے عرض کیا کہ ''دُعا فرمادیجیے کہ اللہ مجھ سے دِین کا کام اپنی مرضی کے مطابق لے لے'' یہ سنتے ہی حضرت پھول پوریؒ نے ہاتھ اُٹھا کر بہت دیر تک دُعا فرمائی اور والدہ صاحبہ سے فرمایا کہ ''تم آمین کہو''، نہ جانے حضرت نے کیا دُعا فرمائی جو حضرت مرشد اور اللہ ہی کے درمیان ہے لیکن حضرتؒ فرماتے تھے کہ ''سارے عالَم میں جو کام مجھ سے لیا جارہا ہے یہ میرے شیخ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے''۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''جب حضرت شیخ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری

رحمۃ اللہ علیہ کا اِنتقال ہوا تو میرے پاس کوئی ذریعہ آمدنی نہیں تھا نہ پاس کچھ پیسہ تھا۔ چند سال پہلے میرے ایک پیر بھائی نے ایک چھوٹا سا نہایت سستا پلاٹ ایک غیر آباد علاقہ میں خرید کر میرے نام کر دیا تھا جس پر مکان بنا کر میں نے اپنے بچوں کے ساتھ دو سال وہاں گزارے، چند سال میں وہاں بستی بس گئی اور وہ مکان بہت اچھی قیمت میں بک گیا۔ اس پیسے سے میں نے حضرت شیخ پھول پوریؒ کا مکان اسی قیمت میں خریدا جو اس وقت بازار میں اس کی قیمت تھی''۔ حضرت نے مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے ان تمام قرض خواہوں کا قرض ادا کیا جن سے حضرت پھول پوری کے نام پر قرض لیا گیا تھا، اس کے بعد بھی بڑی رقم بچ گئی، وہ حضرت نے حضرت شیخ کے وارثین کو بہت کوشش کر کے بھجوائی جو دوسرے ملک چلے گئے تھے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وارثوں کو میں نے ان کا پورا پورا حصہ بھجوایا یہاں تک کہ جھاڑو پھونکنی اور چمٹے تک کی قیمت لگا کر بھجوائی۔

اور یہی نہیں ان ستانے والوں کو جنہوں نے جان سے مارنے تک کی سازش کی تھی شیخ کی نسبت کی وجہ سے حضرت والاؒ ان کو سال ہا سال تک ایک ہزار روپے مہینہ بھیجتے تھے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ **اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَة** کی عملی تفسیر تھے۔ **وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْم**۔

اس کے بعد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بار ہندوستان کا سفر ہوا اور ہردوئی میں اپنے شیخِ ثانی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں قیام ہوا تو ان حاسدین نے ورثہ کا پیسہ دوبارہ حاصل کرنے کے لیے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو نہایت سنگدلی سے خط لکھا جس سے حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بہت تکلیف ہوئی، حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ان لوگوں کو ایک ہزار روپے ماہانہ بھجواتے ہیں؟ حضرت نے عرض کیا جی ہاں! حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ سانپ کو دودھ پلا رہے ہیں، اب آئندہ ان کو کچھ نہ بھیجیں۔ شیخ کے ارشاد پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ہدیہ بھیجنا بند کر دیا، اس کے بعد حضرت کا ایک ملک کا سفر ہوا جہاں اُن حاسدین میں سے ایک کے صاحبزادے موجود تھے، انہوں نے حضرت سے کہا کہ میں ۴۵ ہزار کا مقروض ہوں اور وطن واپس نہیں جا سکتا، جب تک قرض ادا نہ ہو، آپ میرا قرض ادا کر دیجیے، حضرت نے ان کو ۴۵ ہزار روپے کراچی آ کر ہدیۃً بھجوا دیئے، احقر نے حضرت کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم سے عرض کیا کہ حضرت جیسے اخلاقِ عالیہ میں نے کہیں نہیں دیکھے کہ حاسد کی اولاد کو اتنی بڑی رقم ہدیہ کر دی تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا مظہر صاحب نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو ان لوگوں پر احسانات کیے ہیں یہ تو اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہے۔

حضرت والا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مقربین حضرت کے حاسدین تھے، لیکن اُن کی اولاد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے بے انتہا محبت کرتی ہے حضرت ان کی ایذا رسانیوں کی تمام مصیبتیں جھیل گئے لیکن حضرت کی محبت اوراخلاقِ عالیہ کا اثر ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تمام اولاد صاحبزادہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم اوراُن کے صاحبزادے اورحضرت کے نواسے سب این خانہ ہمہ آفتاب است کا مصداق ہیں اوراس غلام سے ایسی محبت فرماتے ہیں کہ احقر اس کا اہل بھی نہیں اور جتنا ممنون ہواور شکر کرے کم ہے۔ حضرت کے اردگرد حاسدین اورمخالفین کا مجمع تھا اوراس غلام کے اردگرد اہلِ محبت اوراہلِ کرم کا مجمع ہے۔ **الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات.**

جن لوگوں نے ستایا تھا آج ان کو کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون تھے اور کہاں گئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا سارے عالم میں ڈنکا پٹوادیا، شاید ہی دنیا کا کوئی خطہ ایسا ہو جہاں لوگ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے واقف نہ ہوں، یہاں تک کہ امریکہ میں ایک انگریز نے حضرتؒ کے ایک مرید کو دیکھ کر پوچھا Do you know Hakeem Akhtar? یعنی ''کیا آپ حکیم محمد اختر صاحب کو جانتے ہیں؟'' جس جس ملک میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے لاکھوں مردہ دِل زندہ ہوگئے، فاسق و فاجر ولی اللہ ہوگئے اور بہت سے کافر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزی میں ترجمہ کی ہوئی کتابیں پڑھ کر مسلمان ہوگئے، جنوبی افریقہ اورموزمبیق میں تو دو کافر براہِ راست حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ احقر نے ہندوستان و پاکستان میں نہیں دیکھا کہ کسی عالم یا بزرگ کی کتابیں اس طرح مفت تقسیم ہوئی ہوں جیسی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی بڑی کتابیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مفت تقسیم ہوئیں اور آج تک ہورہی ہیں اور دنیا کے چپہ چپہ پر پہنچ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والاؒ کے مواعظ میں شیخ کی صحبت کا اثر رکھا ہے جو پڑھ لیتا ہے اس کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیخ کا صحبت یافتہ ہے۔

عارف باللہ کا لقب اور شیخ العرب والعجم ہونے کی بشارت

غالبًا ۱۹۷۷ء میں حضرت کا ہندوستان کا سفر ہوا تھا۔ حضرت ہردوئیؒ کی معیت میں حضرت حیدرآباد دکن تشریف لے گئے وہاں حضرت مولانا ابرارالحقؒ نے حضرت کو وعظ بیان کرنے کا حکم دیا اور منتظمین سے فرمایا کہ اشتہار شائع کریں۔ اشتہار کا مسودہ جب حضرت ہردوئی کو پیش کیا گیا تو اس میں حضرت کے نام سے پہلے صرف حکیم لکھا ہوا تھا، حضرت ہردوئی ناراض ہوئے اورفرمایا کہ یوں لکھو کہ عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب۔ عارف باللہ کا لقب شیخ نے حضرت کو عطا فرمایا۔

آج سے تقریباً چالیس سال پہلے حضرت نے ایک رسالہ ترجمۃ المصنف کے نام سے لکھا تھا، جس میں حضرت نے اپنے کچھ حالات تحریر فرمائے تھے، جس میں یہ واقعہ لکھا تھا کہ حرمِ مکہ مکرمہ میں

نصف شب کے بعد میری آنکھ کھل گئی گھڑی دیکھنے کے بعد دوبارہ سونے کی کوشش کی لیکن نیند مجھ سے دور بھاگ رہی تھی۔ دل میں یہ داعیہ پیدا ہو رہا تھا کہ بیت اللہ چل۔ اُمید ہے کہ بلایا جارہا ہے اور اللہ میاں کوئی عظیم نعمت دینا چاہتے ہیں، رفقاء کو محوِ خواب چھوڑ کر آہستہ سے حرمِ مکہ میں حاضر ہوا اور دل پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور اضطرار کے ساتھ رو رو کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ، اختر آپ کا بے نام و نشان عبد ہے اور بالکل ہی نا اہل ہے لیکن آپ کے محبوب عبد حاجی امداد اللہ صاحب کا پڑپوتا ہے، جو اسی شہرِ مبارک میں مدفون ہیں، اس حرم پاک میں ان کا فیض آپ نے جاری فرمایا تھا۔ اے اللہ! ان کے سلسلہ کو یہاں پھر زندہ فرما اور اس شہر کے کچھ بندوں کو احقر کے ہاتھوں پر سلسلہ امدادیہ میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرما اور اور میرے لئے ان کو صدقہ جاریہ فرما اور ان کی جانوں کو اپنی محبت کے درد کی حلاوت عطا فرما۔ اے اللہ! اختر ان سے کچھ نہیں چاہتا صرف یہ چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیرے اس بیت مکرم کے سامنے اللہ اللہ کرنے والی پیدا ہو جو تیری یاد میں رونے والی اور آہ و فغاں کرنے والی اور تیری تلاش میں بے چین ہو اور اے اللہ! اس دُعا کو قبولیت عاجلہ عطا فرما اس کے بعد سخت رقت طاری ہوئی اور دل میں ایسا محسوس ہوا کہ دُعا قبول ہوگئی۔ حضرت والا کی دعا قبول ہوئی اور دوسرے ہی دن شام تک چالیس افراد جن میں اکثر علماء و حفاظ تھے حضرت کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور دو دن بعد ان کی تعداد ۵۳ ہوگئی۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم سے احقر نے بیت اللہ شریف میں جب ان انعاماتِ الٰہیہ کا تذکرہ کیا تو بہت ہی مسرور ہوئے اور جدہ میں احقر کو ایک ضعیف العمر عالم کے یہاں وعظ کے لیے بھیجا اور پھر مدینہ شریف میں حکم فرمایا کہ یہاں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر روز کچھ دین کی بات سنا دیا کرو۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم سے جب بیت اللہ شریف میں ذکر کیا تو اس قدر مسرور ہوئے کہ سینہ سے لگا لیا اور فرمایا کہ ابھی کیا دیکھتے ہو، پھر ہاتھ اٹھا کر اپنی انگلی کو آفاق عالم میں چاروں طرف گھما دیا اور فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ نے بے اختیار کرا دیا ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

ترجمۃ المصنف کے سرورق پر ناشر نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے پہلے ''الشیخ فی العرب و العجم'' لکھ دیا۔ جب حضرتؒ دوبارہ مکہ شریف حاضر ہوئے تو بعض لوگوں نے حضرت والا ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ یہ الفاظ لکھنا مناسب نہیں ہیں، حضرت والا ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ بعض لوگوں کو الشیخ فی العرب والعجم لکھنے پر اشکال ہے، لہٰذا اس پر چٹ لگا کر چھپا دیجئے۔ حضرت والا ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں موجود تھے انہوں نے فرمایا کہ لاکھ چٹ لگاؤ، لاکھ چھپاؤ، ہوگا یوں ہی، یہ شیخ العرب والعجم ہی ہوں گے۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

اسی زمانے میں حضرت کی تالیف مثنوی مولانا روم کی شرح ''معارفِ مثنوی'' شائع ہوئی جس کا ایک نسخہ مولانا حسین بھیات صاحبؒ جو اس وقت بنوری ٹاؤن میں پڑھتے تھے حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی خدمت میں لے گئے اور حضرت کا تعارف کرایا تو حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے چند صفحات پڑھ کر فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مولانا حکیم اختر صاحب اتنے بڑے عالم ہیں، میں تو دیکھتا تھا کہ ایک نوجوان بنیان اور لنگی پہنے ہوئے حضرت پھول پوریؒ کے دواخانے میں اشرفی تیل اور معجون بناتا تھا میں سمجھتا تھا کہ یہ حضرت کا خادم نہیں بلکہ نوکر ہے جس کو حضرت نے اجرت پر رکھا ہوا ہے۔ حضرت والاؒ نے اس طرح اپنے آپ کو مٹایا تھا کہ کوئی یہ بھی نہیں سمجھتا تھا کہ یہ عالم ہیں، پھر معارفِ مثنوی کی تقریظ میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ ''مولانا حکیم اختر صاحب کی تالیف لطیف معارفِ مثنوی پڑھ کر مجھے موصوف سے ایسی عقیدت ہوئی جس کا میں تصوّر بھی نہیں کرسکتا تھا''۔

ایک بار حضرت اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور معارفِ مثنوی حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کی جس میں مثنویِ اختر کے چند اشعار پڑھ کر حضرت بنوریؒ نے فرمایا کہ ''لا فرق بینک و بین مولانا روم'' یعنی آپ میں اور مولانا رومی میں کوئی فرق نہیں۔

اور آخر میں حضرت والا مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد نقل کرتا ہوں۔ غالباً ۱۹۹۵ء میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا پاکستان کا آخری سفر ہوا تھا، حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کو رخصت کرنے حضرت وہیل چیئر پر ائیر پورٹ تشریف لے گئے تو حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض شاگرد اپنے اساتذہ سے اور بعض مرید اپنے مشائخ سے بڑھ جاتے ہیں، جیسے مولانا حکیم محمد اختر صاحب ہیں کہ ان کے مشائخ کا فیض ان سے پوری دنیا میں جاری ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم الشان ومنفرد تجدیدی کارنامہ

اب آخر میں یہ لکھ کر مضمون ختم کرتا ہوں کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے بڑا تجدیدی کارنامہ بدنظری، عشق مجازی اور حسن پرستی کے خلاف جہاد ہے اور ان امراض کی تباہ کاریاں اور نفس کے خفیہ مکائد اور ان کے معالجات جس تفصیل سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کی ہر سطر میں ملتے ہیں وہ اکابر کی کتابوں میں بھی نہیں ملتے، کیونکہ اگلے وقتوں میں یہ مرض ایسا عام نہ تھا جیسا اس دور میں ہے۔ ۴۶ برس پہلے جب احقر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت کو یہی مضمون بلا ناغہ بیان کرتے ہوئے پایا، حضرت اس زمانے ہی میں فرماتے تھے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عریانی اور

فحاشی کا سیلاب آرہا ہے میں اس کی روک تھام نہ کروں؟ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تو ایک ہی مضمون بیان کرتے ہیں، دوسرے امراض کو بیان نہیں کرتے، میں کہتا ہوں کہ جہاں کالرا پھیلا ہوتو وہاں حکیم کالرا کا علاج کرے گا یا نزلہ زکام کا اور فرمایا کہ بعض لوگ مجھ سے بدگمانی کرتے ہیں کہ کوئی بات ہے جو یہ اسی مرض کو بیان کرتے ہیں لیکن مجھے مخلوق کی کوئی پرواہ نہیں، میں اللہ کے لیے اپنی عزت کو داؤ پر لگا کر ان امراض کو بیان کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔مخلوق نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت کو دیکھ لیا کہ حق گوئی میں کسی سے متأثر نہیں ہوئے اور سارے عالم میں خصوصاً یورپی ممالک میں جہاں جہاں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا سفر ہوا نوجوانوں نے تسلیم کیا کہ حضرت، یہاں کے گندے ماحول میں آپ نے ہماری جوانیاں محفوظ فرمادیں، ورنہ ہم یہاں کی گندگی کے گٹر میں اپنی زندگیاں ضائع کردیتے اور بڑے بڑے علماء نے اعتراف کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس صدی کے مجدد ہیں ؎

میں ہی اس پر مرمٹا ناصح! تو کیا بے جا کیا؟
میں تو دیوانہ تھا، دنیا بھر تو سودائی نہ تھی

اور حدیث پڑھانے والے بعض بڑے علماء نے اعتراف کیا کہ حضرت یہ حدیث زِنَـــــا الْـعَیْـنِ النَّظْرُ ہم نے پڑھی بھی تھی اور پڑھائی بھی تھی لیکن اس پر عمل کی توفیق آپ سے تعلق کے بعد نصیب ہوئی، ورنہ بدنظری کو تو ہم گناہ ہی نہیں سمجھتے تھے۔مجدد کا کام یہی ہے کہ دین کا جو شعبہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے مجدد اس پر سے پردہ اٹھا کر دکھا دیتا ہے کہ یہ بھی دین کا شعبہ ہے۔مجدد کے لئے حدیث پاک میں الفاظ آئے ہیں یُبْعَثُ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِأَةٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا یعنی ہرصدی کے شروع میں ایک مجدد بھیجا جاتا ہے جو دین کی تجدید کرتا ہے۔حضرت والا مولانا شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حدیث میں مجدد کے لیے بعثت کا لفظ آیا ہے جو انبیاء علیہم السلام کے لیے آتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مجدد کوئی عام آدمی نہیں ہوتا، وہ بھیجا جاتا ہے اور حق و باطل کو الگ کردیتا ہے۔

احقر کا گمان اقرب الی الیقین ہے کہ اب قیامت تک جتنے مجددین مشائخ و مصلحین آئیں گے وہ ان امراضِ خاصہ کا علاج حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں کریں گے۔حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ پوری زندگی ظاہری و باطنی مجاہدات سے دوچار رہے اور دریائے خون سے گذرتے رہے لیکن ہر وقت اللہ کی محبت سے مست اور خوش رہتے تھے، کبھی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو غمگین نہیں دیکھا ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

۞

میرے پیارے شیخ کی صفاتِ عالیہ اور اخلاقِ کریمانہ اور تیر بہدف اصلاحی نسخے

مولانا مفتی عبداللہ المدنی البرنی
ابن حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجھ پر بے انتہا اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ بچپن ہی سے حضرت والا نوراللہ مرقدہٗ کی صحبت نصیب فرمائی، میری پیدائش سے قبل ہی میرے والد حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت والا سے نہایت قلبی تعلق تھا' جس کی بنیاد اِخلاص وتقویٰ اور حُبّ فی اللہ تھی۔ مجھے خوب اچھی طرح سے یاد ہے کہ بچپن میں حضرت والا نوراللہ مرقدہٗ کے گھر کی سیڑھیوں پر کھیلتے ہوئے میرا پیر پھسلا اور میں لڑھکتا ہوا زمین پر آ گرا' حضرت والاؒ نے دوڑ کر اُٹھایا اور سنبھالا' مجھے اس وقت کیا خبر تھی کہ جوانی میں بھی راہ سلوک اور محبت الٰہیہ کے راستے میں چلتے ہوئے اگر گروں گا تو حضرتؒ ہی کو اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے سنبھالنے اور راہِ حق دِکھانے کا ذریعہ بنائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے میرے پیارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو جو دردِ دل اور اپنی محبت ومعرفت عطا فرمائی اس کا اندازہ اسی کو ہوسکتا ہے جس نے حضرتؒ کو قریب سے دیکھا ہو۔ اور آپ کے مواعظ اور بیانات سنے ہوں۔ جب حضرتؒ بیان فرماتے تو یوں لگتا تھا کہ معرفت کے دریا میں غوطہ لگا رہے ہیں' دریائے معرفت سے قیمتی جواہر نکال کر اہلِ مجلس کے سامنے پیش فرماتے تو جلیل القدر علمائے کرام بھی حیران رہ جاتے تھے۔ اب اس انداز میں یہ معانی اور یہ حکمت ومعرفت کے رموز کوئی سمجھانے والا نظر نہیں آتا۔ مسائل سلوک کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ایسا سہل کردیا تھا کہ کالحدید فی ید داود علیہ السلام کہ نہایت دقیق مسائلِ سلوک کو بھی عام فہم اور شیریں انداز میں پیش کرکے اہلِ مجلس کو تڑپا دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس نالائق کو عہدِ طفولت سے ہی حضرت والاؒ کی مجالس میں شرکت اور حضرتؒ کی شفقت وعنایت سے بہرہ ور فرمایا۔

باطنی حسن کے ساتھ ظاہری حسن: حضرتؒ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نورانی چہرہ اور سرخ وسفید رنگت عطا فرمائی تھی اور قد آور جسم عطا کیا تھا' نہایت حسین خدوخال عطا فرمائے تھے حضرتؒ کے سر اور داڑھی کے ایک ایک بال سے نورانیت جھلکتی تھی حدیث نبوی میں جو دعا وارد ہوئی ہے اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی لسانی نورا وفی سمعی نورا وفی بصری نورا وفی

شعری نورا وفی بشري نورا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ یہ دُعا ضرور مانگتے تھے جس کی قبولیت کے آثار حضرت پر ظاہر تھے۔

محبوبیت بین الصالحین: اللہ تعالیٰ نے حضرت نوّر اللہ مرقدہٗ کو ہم عصر علمائے کرام اور مشائخ میں محبوبیت کی شان عطا فرمائی تھی، بڑے بڑے علمائے دین، محدثین ومفسرین، مفتیان کرام اور سلاسلِ اَربعہ کے مشائخ حضرت والاؒ سے نہ صرف عقیدت رکھتے تھے بلکہ حضرتؒ کی زِیارت کو اپنے لئے باعثِ سعادت وبرکت جانتے تھے۔

شفقت ومحبت اور عنایت: تمام احباب ومریدین کے ساتھ نہایت شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے تھے یہی وجہ تھی کہ خدام حضرتؒ کو دل کی گہرائی سے چاہتے تھے اور جان نثار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے اِس ناکارہ بندہ پر حضرت کی شفقت وعنایت: حضرت والا نوّر اللہ مرقدہٗ اِس ناکارہ سے نہایت شفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔ میرے مزاج میں کچھ بے تکلفی اور ظرافت ہے لیکن حضرت نے میرے مزاحیہ جملوں پر کبھی ناگواری کا اظہار نہ فرمایا بلکہ خود حکم فرما کر مجھ سے لطائف بھی سن لیا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت نے اپنی گفتگو موقوف کر کے اہلِ مجلس سے فرمایا: ''اب ہم مولانا عبداللہ صاحب سے لطائف سنیں گے کیونکہ لطائف بھی اللہ والوں سے سننے چاہئیں کہ اُن کے کلام میں نور رہتا ہے۔''

احقر کو بڑی شرمندگی ہوئی کہ یہ اللہ والے اِس ناکارہ سے کس قدر حُسنِ ظن رکھتے ہیں۔ اے اللہ! آپ ان بزرگوں کے حُسنِ ظن کی لاج رکھتے ہوئے میری مغفرت فرمادیجئے اور میرے عیوب کو ظاہر نہ فرمائیے۔ آمین۔

حضرت کی دعا ''گُل ہی گُل رہو'': ایک لطیفہ تھا جس میں گُل خان کا تذکرہ تھا حضرت رحمۃ اللہ علیہ بار بار مجھ سے سنا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ گُل خان والا لطیفہ سُن کر دعا دیتے ہوئے فرمایا: ''گُل ہی گُل رہو''۔

احقر نے ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ میں کراچی کا سفر کیا تو تقریباً بیس دن قیام رہا۔ اس وقت حضرت سے عقیدت تو بہت تھی مگر اِصلاحی تعلق نہ تھا اسی عقیدت کی بنا پر بار بار حضرت نوّر اللہ مرقدہٗ کی مجلس میں حاضری کی سعادت حاصل کرتا رہا۔ ۱۹۹۳ء کے سال میں ایک روز میں حضرتؒ کی مجلس میں حاضر تھا اور حضرتؒ بیان کررہے تھے۔ اسی دوران حضرتؒ کی نظر احقر پر پڑی تو اہلِ مجلس سے فرمایا: ''یہ مولانا عبداللہ ہیں، مدینہ طیبہ سے آئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمت بنا کر اس وقت ہماری مجلس میں بھیج دیا ہے''۔ اور حضرتؒ بار بار میری طرف دیکھتے اور مدینہ کو یاد کرتے اور فرماتے کہ ''مجھے آپ کے پاس سے مدینہ کی خوشبو آتی ہے''۔ اللہ اکبر کیا محبت تھی مدینہ سے، اَب خود اَندازہ لگائیے کہ مدینہ والے

سے کیسی محبت ہوگی؟ اور کیسی شفقت اور عنایت تھی اور کیسی تواضع وللٰہیت تھی۔

میرے لئے حضرت کی ایک خاص دعا: ۱۹۹۲ء میں کراچی کے سفر کے دوران حضرتؒ کے پاس ایک روز عصر کے بعد حاضر ہوا۔ اس وقت بہت سے لوگ حضرت والاؒ سے باری باری اپنے لیے دعا کرا رہے تھے۔ حضرتؒ بار بار ہاتھ اُٹھاتے اور دعا دیتے۔ پھر فرمانے لگے: ''میری دعا تیر کی طرح لگتی ہے کیونکہ میں مریض ہوں اور حدیث شریف میں وارِد ہوا ہے کہ مریض کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کی دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں تو اگرچہ میں گنہ گار ہوں لیکن فرشتے تو معصوم ہیں، میں دیکھ رہا ہوں جس کے لیے دعا کرتا ہوں قبول ہو جاتی ہے۔''

احقر نے عرض کیا: ''حضرت! میرے لیے دعا فرما دیں اب تک جو دعائیں آپ نے مانگی ہیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان دعاؤں کی برکات عطا فرمائے۔'' تو حضرت نوّر اللہ مرقدہٗ یہ سن کر مسکرائے پھر فرمایا ''بہت ہوشیاری کا کام کیا تم نے''۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر میرے لیے دعا فرمائی۔

بس میں نے دل میں سوچا کہ کراچی کا یہ سفر کامیاب رہا۔ حضرتؒ کی دُعائیں اور شفقتیں مل گئیں۔ فالحمدلله علی ذلك۔

رجب ۱۴۲۴ ہجری میں جب حضرت نوّر اللہ مرقدہٗ زیارتِ حرمین شریفین کے لئے آئے ہوئے تھے اور منازِل الحرم میں گنبدِ خضریٰ کے سامنے حضرتؒ کا قیام تھا میں نے حضرتؒ کی خدمت میں اپنی کتاب ''مدینہ منورہ کے فضائل وآداب'' پیش کی جس میں صحیحین اور دِیگر کتبِ حدیث سے مدینہ طیبہ کے فضائل سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہیں۔ حضرتؒ نے اِس کتاب کو اس قدر پسند فرمایا کہ مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران ہی یکم رجب بروز جمعۃ المبارک ۱۴۲۴ھ کو اپنی مجلس میں بعد نمازِ عصر حضرت میر صاحب دامت برکاتہم سے یہ کتاب پڑھوائی۔ اور حضرت نوّر اللہ مرقدہٗ کو اتنی پسند آئی کہ احقر کو بطورِ انعام پانچ سو رِیال ہدیہ بھی دِیا۔ اس سے مدینہ طیبہ سے قلبی تعلق اور چھوٹوں پر شفقت و حوصلہ افزائی کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو علیین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور حضرتؒ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

بیعت ہونے کا انوکھا واقعہ: دورۂ حدیث کرنے کے بعد میرا پہلا اِصلاحی تعلق حضرت مولانا سحبان محمود صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ (سابق شیخ الحدیث و ناظم تعلیمات جامعہ دارالعلوم کراچی) سے تھا پھر اُن کی وفات کے بعد کافی عرصہ تک اپنی نالائقی کی وجہ سے کسی بزرگ سے اِصلاحی تعلق قائم نہ کیا پھر رجب ۱۴۲۴ھ میں جب حضرتؒ زیارتِ حرمین شریفین کے لئے آئے ہوئے تھے اور حسبِ سابق منازل الحرم میں گنبدِ خضریٰ کے سامنے حضرتؒ کا قیام تھا تو میرے دِل میں حضرتؒ سے بیعت ہونے کا شدید داعیہ پیدا ہوا اور کئی بار استخارہ کرنے کے بعد حضرتؒ سے بیعت ہونے کے لئے جب

حاضر ہوا تو اس سے قبل کہ میں بیعت ہوتا حضرت نے اچانک حاضرینِ مجلس کے سامنے فرمایا کہ ''شدید قلبی تقاضے کی وجہ سے ان کو اِجازتِ بیعت دے رہا ہوں''۔ اِس ناکارہ نے عرض کیا کہ حضرتؒ میں تو اِستخارہ کرکے بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوا تھا۔تو فرمایا کہ دیکھوانھوں نے اِستخارہ کیا اور میرے دل میں اِجازت دینے کا داعیہ پیدا ہوا۔اس کے بعد بیعت فرمالیا۔

حضرت کے مواعظ کا عربی ترجمہ اور عالمِ عرب میں اس کی اشاعت: اس کے بعد حضرت نوّر اللہ مرقدہٗ نے سعودی عرب کی وزارۃ الاعلام سے اپنی جملہ تالیفات اور مواعظ کو عربی میں ترجمہ کرکے سعودی عرب میں شائع کرنے کی اجازت لے کر مجھے شائع کرنے کی اِجازت عنایت فرمائی۔سب سے پہلے حضرتؒ کا وعظ ''استغفار کے ثمرات'' میں نے ترجمہ کیا اور وزارۃ الاعلام سے اِجازت نامہ لے کر اس کو شائع کیا۔پھر اس کے بعد رِسالہ ''بدنظری کے نقصانات'' اور ''قرآن وحدیث کے انمول خزانے'' اور ''اِصلاح تعصب'' کا عربی ترجمہ کرکے شائع کرنے اور تقسیم کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور حضرت نوّر اللہ مرقدہٗ کی دعاؤں کی برکت سے میرے لیے ترجمہ کرنا سہل ہوگیا اور طباعت وتقسیم کے بارے میں حضرت نوّر اللہ مرقدہٗ اِس قدر متفکر رہتے کہ تقریباً روزانہ صبح صبح جناب محمد مطہر محمود صاحب جو حضرت والاؒ کے خادمِ خاص اور سچے عاشق ہیں ان کو حکم فرماتے کہ ''مولانا عبداللہ کو ٹیلیفون کرو''۔اور پھر مجھ سے دریافت فرماتے کہ ''طباعت اور تقسیم کا کام کیسا چل رہا ہے اور کہاں کہاں کتابیں تقسیم ہورہی ہیں''۔ایسا مشفق شیخ کہاں ملے گا؟۔

ایک مرتبہ دوپہر کو بھائی مطہر محمود صاحب سے مجھ کو فون ملوایا اور فرمایا ''مولانا عبداللہ آپ نے کھانا کھالیا؟'' میں نے عرض کیا کہ نہیں۔فرمایا ''آج تم بٹیر کھانا اور میری طرف سے کھانا''۔

ایک مرتبہ فون پر دریافت فرمایا کہ اس وقت کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ سبق پڑھا کر فارغ ہوا ہوں اب حضرت کی کتابیں تقسیم کرنے جارہا ہوں۔خوش ہوکر فرمایا ''اللہ آپ کو اللہ والا بنادے''۔(یااللہ میرے پیارے شیخ کی دعا کو میرے حق میں قبول فرما۔آمین آمین آمین)۔

مضامینِ عالیہ عطا ہونے کی دعا: ایک مرتبہ مسجدِ اشرف میں حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے اِس ناکارہ کو بیان کرنے کا حکم فرمایا تو بیان سے قبل میں حضرت والاؒ کے حجرہ میں گیا اور عرض کیا کہ بیان کے لیے منبر پر جارہا ہوں مضامین عطا ہونے کے دعا فرمادیں۔فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کو مضامینِ عالیہ عطا فرمائے، آمین''۔

حضرت والا کی چند نصیحتیں اور اصلاحی نسخے:

فرمایا: جب بندہ اللہ کے حبیب ﷺ کا اتباع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا پیارا بن جاتا ہے۔اس

کے سوا اللہ تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ؎

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

ہمارا تصوّف وسلوک یہی ہے کہ ظاہراً و باطناً اتباعِ سنت نصیب ہوجائے۔قلباً و قالباً انسان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع نصیب ہوجائے۔

اللہ والوں کی باطنی سلطنت:

فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے قلوب کو اپنی محبت کی دولت عطا فرماتے ہیں جو اللہ چاند سورج میں روشنی پیدا کرتا ہے اور وہ اپنے عاشقوں کے دل میں کیسی روشنی پیدا کرتا ہوگا اور اللہ جس کے دِل میں آجائے اُس کی سلطنت کا عالم کیا ہوگا۔ جو اللہ سمندروں اور پہاڑوں میں سونا چاندی پیدا کرسکتا ہے وہ خالق زر جب دِل میں آتا ہے تو اس دِل کی کیفیت کا کیا عالم ہوگا؟ حضرت مجذوبؒ کا شعر ہے ؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہوکر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

جب انسان اللہ والا بنتا ہے اور اللہ پر فدا ہوتا ہے تو پھر سارا جہاں اس پر فدا ہونے لگتا ہے۔

خوشیاں حاصل کرنے کا طریقہ:

فرمایا: جو بندے اپنی خوشیوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے قربان کردیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی خوشی کی ضمانت اور کفالت قبول کرتا ہے۔ یہ بندے ہمیشہ یہ دیکھتے ہیں کہ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے وہ کس بات سے خوش ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے اپنی خوشی کا خود انتظام کرتا ہے تو ہر طرف سے پریشانی اس کو گھیر لیتی ہے۔حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نگاہِ اقربا بدلی، مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اِک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

غم پروف دل:

فرمایا: اللہ والوں کا دل غم پروف ہوتا ہے۔اگر اللہ تعالیٰ رفع درجات کے لیے یا خطاؤں کی معافی کے لیے کوئی غم اُن کو دیتا ہے تو وہ غم اُن کے دل میں نہیں گھستا۔ جب دنیا والے واٹر پروف گھڑیاں بنا سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ تو قادرِ مطلق ہے وہ اپنے عاشقوں کے دل کو غم پروف کردیتا ہے۔

ولی اللہ بننے کا آسان نسخہ:

فرمایا: جو شخص پانچ کام کرلے میں اس کو وِلایت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(۱)......تلاوتِ قرآن تجوید اور صحیح تلفظ کے ساتھ کرے۔

(۲)......شکل وصورت سنت کے مطابق کرے۔نہ داڑھی مونڈے نہ ایک مشت سے کم کرے۔(اگر قدرتی طور پر داڑھی چھوٹی ہو تو گنہگار نہ ہوگا۔)

(۳)......لباس شریعت کے مطابق ٹخنوں سے اونچا پہنے۔

(۴)......نظر کی حفاظت کرے۔غیر محرم عورت یا بے ریش لڑکوں پر نظر نہ ڈالے۔

(۵)......دل کو بُرے خیالات سے بچائے۔

نیز فرمایا اگر کوئی کہے کہ کیا ان پانچ باتوں میں پورا دین ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ جو شخص مشکل پرچہ حل کرے وہ آسان پرچہ کیوں حل نہ کرسکے گا۔

نظر کی حفاظت حلاوتِ ایمانی حاصل کرنے کا ذریعہ:

فرمایا: کسی نامحرم پر نظر پڑے تو نظر ہٹالو، دل تو چاہے گا کہ نظر جماؤ اور نفس ونظر کا مزہ حاصل کرو لیکن اس خواہش اور اِیمان کی حلاوت تمہیں عطا ہوگی وہ ہزار رکعت نفل پڑھنے سے بھی نہ ہوگی کیونکہ تم نے دل کی خواہش کو قربان کیا اور دل اعضائے جسم کا بادشاہ ہے اور بادشاہ کی مزدوری زیادہ ہوتی ہے۔جب دل نے دُکھ اُٹھایا اور خواہش کو قربان کیا تو اللہ تعالیٰ اس دل کو اپنی محبت سے معمور فرمادیتے ہیں۔

غیبت کینسر کا سبب ہے:

فرمایا: خون میں تسمُّم ہوتا ہے تو کینسر پیدا ہوتا ہے۔قرآن مجید میں غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے والے کے مترادف قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ مردار کا گوشت کھانے سے جسم میں زہر پھیلتا ہے۔حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے لوگ اس سبب کو مانتے نہیں لیکن حقیقت ہے کہ غیبت کینسر کا بڑا سبب ہے لہٰذا غیبت سے بچو۔

تنگ دستی اور بے روزگاری کا حل:

فرمایا: جو شخص بھی تنگ دستی میں مبتلا ہو اُس پر لازم ہے تقویٰ اِختیار کرے، گناہوں کو چھوڑ دے کیونکہ تقویٰ اِختیار کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے خود رزق دینے کا وعدہ فرمایا ہے:

’’وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا(۲)وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ‘‘(سورۃ الطلاق:۲،۳)

ترجمہ:’’اور جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر پریشانی سے نکلنے کا راستہ بنادے گا اور

اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں اس کو گمان بھی نہ ہوگا۔''

مدینہ طیبہ کے فضائل:

حضرت حکیم صاحب دام مجدہم جب ۱۴۲۳ھ میں مدینہ طیبہ آئے تو اپنی مجالس میں مدینہ منورہ کے فضائل خوب بیان فرمائے جن میں سے بعض ذیل میں درج کررہا ہوں۔

فرمایا: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے تو اس وقت سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ہجرت واجب ہوگئی تھی اللہ نے آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ''جہاں میرا نبی جارہا ہے وہیں چلے جاؤ، میرا گھر چھوڑ دو، مگر میرے نبی کومت چھوڑو۔ مکہ معظّمہ میں تمہیں میرا گھر ملے گا لیکن مدینہ طیبہ میں اس گھر کے مالک کی رضا ملے گی۔'' یعنی میرے نبی ؐ کی پیروی کرو اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرجاؤ، اسی میں میری رضا ہے۔ اوراب مدینہ کی طرف ہجرت کرنا مستحب ہے۔

مدینہ طیبہ میں مرنے کی فضیلت:

فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اہلِ بقیع کے لیے سفارش کروں گا۔

کیونکہ اہلِ بقیع حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہیں اور پڑوسی کا حق مقدم ہوتا ہے۔

کتاب ''تربیتِ عاشقانِ خدا'' سے چند اِصلاحی خطوط:

ذیل میں حضرت والا نوراللہ مرقدہٗ کے مسترشدین کے چند خطوط اور حضرت والا نوّر اللہ مرقدہٗ کے جوابات لکھے جارہے ہیں، جونہایت اہم اصلاحی نسخوں پر مشتمل ہیں۔

عُجب کا علاج:

حال: ایک طالب اصلاح نے عُجب کا علاج پوچھا ان کو یہ جواب تحریر فرمایا۔

جواب: اپنے کوحقیر سمجھنا اور اپنے خاتمہ کے خوف سے لرزاں اور ترساں رہنا صالحین ومقبولین بارگاہِ کبریا کا شیوہ ہے اور عجب فاسقین کی خصلت ہے۔ اس عبارت کو پڑھ لیا کریں۔ ''تحمل اور حلم ضروری ہے ورنہ تکبر پیدا ہوگا''۔

حال: بنگلہ دیش میں حضرت والا کے ایک مجاز کا خط آیا کہ کوئی شخص اگر کوئی کام خلافِ سنت کرے تو بندہ کو بہت تکلیف ہوتی ہے اور برداشت کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

جواب میں تحریر فرمایا: تحمل اور حلم ضروری ہے ورنہ تکبر پیدا ہوگا اور حد سے تجاوز کا اندیشہ ہے۔ خوب سمجھ لو۔ آپ حاکم نہیں خادم ہیں۔۔ نہی عن المنکر خالی کافی نہیں، جب تک کہ حق تعالیٰ سے محبت پیدا نہ ہو۔

حال: ایک عالم، دین نے لکھا کہ نہی عن المنکر کی جماعت جگہ جگہ قائم کرنا شروع کردی ہے۔ بحمد اللہ

خوب فائدہ ہو رہا ہے۔

جواب میں تحریر فرمایا: نہی عن المنکر خالی کافی نہیں، جب تک کہ حق تعالیٰ سے محبت اور تعلق خاص پیدا نہ ہو اس کے بدون کسی گناہ کا چھوٹنا مشکل ہے۔الحمد اللہ تعالیٰ و بارك اللہ فیہ۔

حال: حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ حضرت والا! اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہم پر تادیر صحت و عافیت کے ساتھ قائم رکھیں۔ کیا بتاؤں کہ آپ نے کیا کر دیا۔آپ نے مجھ جیسے اندھوں کو بینا کر دیا، گمراہ کو ہدایت کی راہ پر لگا دیا۔خشک ملاّئی کو معرفتِ مولی کی چاشنی عطا کی، غفلت کے پردوں کو ہٹا کر آپ نے ذکر کے اجالوں میں لا کھڑا کر دیا، بہت سے رذائل سے بغیر سخت مجاہدہ ومشقت نکلنے کی راہیں دکھلائیں۔آپ کے احسانات کا کیسے شکریہ ادا کروں۔

جواب: اللہ تعالیٰ آپ کے حُسنِ ظن کی برکات سے احقر کو نوازش فرمائیں آمین۔اگر گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں تو حالات و کیفیات کچھ معتبر نہیں۔

گناہوں سے بچنا فرضِ عین ہے:

حال: ایک مسترشد نے لکھا کہ الحمد للہ! حضرت والا کے فیض کی برکت سے ذکر میں عجیب حلاوت محسوس ہونے لگی ہے۔گویا کہ بندہ پیارے ربا کے سامنے بیٹھا ہوا ہے اور قلب پر انوارات کی بارش ہو رہی ہے۔اور زبان پر محبت ومٹھاس سی محسوس ہوتی ہے۔

جواب: مبارک حالات ہیں۔لیکن حالات محمود ہیں مقصود نہیں مقصود اتباع سنت وشریعت اور اجتناب عن المعاصی ہے۔جس پر صحیح طرح عمل موقوف ہے اصلاح نفس واصلاح اخلاق سے۔لہٰذا اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ رہیں۔اگر گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں تو حالات و کیفیات کچھ معتبر نہیں۔

جب کوئی شخص تعریف کرے تو کیا کیفیت ہونی چاہئے؟:

حال: ایک طالبِ اِصلاح نے لکھا کہ بندہ یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ جب کوئی شخص بندہ کو تعریف سے نوازتا ہے تو بندہ اپنے نفس میں بڑائی محسوس کرتا ہے۔

جواب: اس وقت اپنے عیوب کو یاد کریں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی ستاری نہ ہوتی تو بجائے تعریف کے لوگ برا کہتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ستاری کا شکر کریں اور اپنی حقارت کو مستحضر رکھیں۔

دوسرے کو حقیر اور اپنے کو بہتر سمجھنا حماقت ہے:

حال: اور بعض اوقات جب کسی شخص کو کسی گناہ کا مرتکب دیکھتا ہوں تو اس کو حقیر سمجھنے لگتا ہوں مثلاً

جب کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا ہے تو اس کی حقارت دل میں آجاتی ہے۔ برائے کرم اس کا علاج تجویز فرمائیں۔

جواب: سوچیں کہ ممکن ہے اس کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک قبول ہوگیا ہو اور اس کے لیے مغفرت کا فیصلہ ہو چکا ہو اور میرا کوئی عمل ناپسندیدہ ہوگیا ہو اور مواخذہ ہو جائے۔ لہٰذا مرنے سے پہلے دوسرے کو حقیر اور اپنے کو بہتر سمجھنا حماقت ہے۔

حال: ایک طالبِ اصلاح نے تحریر کیا کہ حضرت میرے خاندان میں میری بیوی واحد شرعی پردہ کرتی ہے لہٰذا خاندان والوں کی باتوں کی وجہ سے خاندان والوں سے ملاقات نہیں کرتا اور نہ ہی اسے لے کر جاتا ہوں بتائیں کیا کروں۔

جواب: لے کر جائیں تو اس شرط کے ساتھ کہ نامحرم کے سامنے نہیں آئے گی ورنہ آپ خود کبھی کبھار ملاقات کرلیا کریں تاکہ صلہ رحمی کا حق ادا ہو۔

بیوی کی خطاؤں کو معاف کرو پھر گذارا ہوگا اور اللہ کا قرب بھی ملے گا:

حال: ایک شخص نے لکھا کہ میری بیوی زبان کی بڑی تیز ہیں، وہ اکثر بڑی بڑی باتیں کہہ جاتی ہیں بچوں کو بے جا ضد پر اگر میں تنبیہ کرتا ہوں تو میرے کہنے کے خلاف وہ بچوں کی ضد پوری کرتی ہیں اگر کبھی کچھ کہتا ہوں تو کہتی ہیں کہ دوسری لے آؤ میں بھی علیحدگی لے لوں گی۔ کبھی مجھے بھی غصہ آجاتا ہے اور میں ان کو ڈانٹ دیتا ہوں تو اور ضد کرتی ہیں۔

جواب: عورت آدھی عقل کی ہے اور ٹیڑھی پسلی سے ہے اس کے ٹیڑھے پن سے کام لے لو سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی۔ اس کی سطح پر اتر کر بات کرو جیسے چھوٹے بچے سے اس کی عقل کے مطابق بات کرتے ہیں۔ بیوی کی ایک لاکھ خطاؤں کو معاف کرو پھر گذارا ہوگا اور اللہ کا قرب بھی ایسا ملے گا جو بڑے بڑے تہجد گذاروں کو بھی حاصل نہیں ہوسکتا بہت سے اولیاء اللہ بیوی کی تلخ کلامی پر صبر کرنے سے مقام صدیقین پر پہنچ گئے۔ خصوصاً جب وہ غصہ میں ہو خواہ غلطی پر ہو اس وقت آپ بھی غصہ نہ کریں بلکہ وہاں سے ہٹ جائیں بات کو رفع دفع کردیں پھر کسی اور موقع پر جب خوش ہو تو حکمت اور نرمی سے سمجھا دیں۔

سب سے بڑی سنت تقویٰ ہے تقویٰ کے اہتمام سے سنن عادیہ کی خود توفیق ہوگی:

حال: ایک مسترشد نے حضرت کو اپنا یہ حال لکھا کہ سنت پر عمل کرنے میں بہت سُستی ہو رہی ہے۔ حالانکہ مجھے سنتوں کا علم بھی ہے لیکن اس کے مناسب وقت پر بھول جاتا ہوں اور عمل نہیں کرتا ہوں۔ گذارش ہے کہ آپ علاج فرمائیں۔

جواب: اتباع سنت سے مراد سنن موکدہ ہیں جو شرط محبوبیت ہے اس کا ترک عدم محبوبیت کو مستلزم ہے۔ باقی سنن عادیہ پر جس قدر عمل ہوگا محبوبیت میں اسی قدر اضافہ ہوگا بشرطیکہ نافرمانی سے اجتناب رہے ورنہ سنن عادیہ کے باوجود گناہوں میں ابتلاء کے ساتھ محبوبیت کا خواب دیکھنا احمقوں کی جنت میں رہنا ہے کیونکہ سب سے بڑی سنت تقویٰ ہے لہٰذا اس سنت خاص کا اہتمام سے سنن عادیہ پر مواظبت سے کہیں زیادہ مطلوب ہے۔ اور تقویٰ کے اہتمام سے سنن عادیہ کی خود توفیق ہوگی۔

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب پر حضرت والاؒ کا اعتماد اور شدید محبت:

حضرت والا نوّر اللہ مرقدہٗ کو اپنے اکلوتے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم سے شدید محبت تھی اور حضرت والا خود فرماتے تھے کہ اہل وعیال سے شدید محبت رکھنا جائز ہے لیکن اشد محبت صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہونی چاہیے، حضرت والاؒ ان کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور خوب دعائیں دیتے تھے' حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نے بتایا کہ ایک روز مجھ سے فرمانے لگے کہ بیٹا جس کی ایک ہی آنکھ ہو وہ اس کا کتنا خیال کرے گا؟ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا کی دِینی تعلیم ورُوحانی تربیت میں حضرت نے بہت محنت فرمائی اور جب اس محنت اور دعاؤں کی قبولیت کے اَثرات حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کی دِینی خدمات اور صلاح وتقویٰ کی صورت میں حضرت دیکھتے تھے تو فرماتے تھے کہ ''میرے ربّا نے مجھے ایک بیٹا دیا لیکن بہت پیارا اور صالح دیا فللّٰہ الحمد والمنۃ''۔

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دام مجدہم نے حضرت والا نوّر اللہ مرقدہٗ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی خانقاہ اور مسجد ومدرسہ کو احسن طریقہ سے سنبھال لیا تھا اور مہمان نوازی میں تو کراچی میں حضرت کا ثانی نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ حضرت والا نوّر اللہ مرقدہٗ نے اِس ناکارہ سے فرمایا کہ ''میرے بیٹے کے ساتھ رہنا میرے ہی ساتھ رہنا ہے'' اور حضرت مولانا کے ساتھ سفر کی اجازت مانگی تو فرمایا ''مولانا عبداللہ تم خوب سفر کرو میرے بیٹے کے ساتھ رہو گے تو تم کو بہت روحانی فائدہ ہوگا''۔ اور واقعی بہت فائدہ ہوا' حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کی رفاقت میں عمرے کا سفر کرنے سے ان کی یہ صفات سامنے آئیں۔

۱) وقت کی پابندی۔ ۲) وعدہ کو پورا کرنا۔ ۳) ہمہ وقت دینی خدمات میں مشغولیت۔ ۴) ذکر اللہ کا اہتمام۔ ۵) نیند بہت کم کام بہت زیادہ۔ ۶) خدّام کے ساتھ نہایت نرمی وشفقت رفقائے سفر کی راحت کا خیال۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا نوّر اللہ مرقدہٗ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، میری طرف سے حضرتؒ کو بہترین جزاء عطا فرمائے، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کی حیات اور دینی خدمات میں برکت عطا فرمائے اور شرفِ قبولیت سے نوازے، آمین۔ ۞

خدا کے حکم پر اپنا سرِ تسلیم خم کردو
گناہوں پر ندامت سے تم اپنی چشمِ نم کردو

(حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

اِصلاح و اِرشاد کے امام

حضرت مولانا مفتی خالد محمود
نائب مدیر اقرأ روضۃ الاطفال ٹرسٹ

جب ہم شریعتِ اسلامی اور آنحضرت ﷺ کے اقوال، احوال، ارشادات اور آپ ﷺ کی تعلیمات کا عمیق نظروں سے جائزہ لیتے اور اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ کی یہ تعلیمات ہمیں دو حصوں میں منقسم نظر آتی ہیں:

ا:... آپ ﷺ کی ایک وہ تعلیمات ہیں، جن کا تعلق صرف ظاہری اعضاء و جوارح، اعضائے انسانی کے افعال و حرکات اور اُمورِ محسوسہ سے ہے، جیسے قیام، تلاوت، رُکوع، سجود، تسبیح، دعوت، جہاد، آداب، معاملات اور معاشرت وغیرہ اور یہی حصہ دین کا اصل قالب اور اسلام کا عملی نظام ہے۔

۲:... جب کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کا دُوسرا حصہ وہ ہے، جس کا تعلق باطنی کیفیات سے ہے، جن کو ہم اِخلاص و احتساب، صبر و توکل، زُہد و اِستغناء، ایثار و سخاوت، رُوحانی کیفیات اور اِیمانی و قلبی فضائل و صفات سے تعبیر کر سکتے ہیں اور یہ باطنی کیفیات ان ظاہری اعمال کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہر جگہ خواہ قیام و قعود ہو یا رُکوع و سجود، خانگی معاملات ہوں یا دعوت و تذکیر کے حالات، گھر کا ماحول ہو یا میدانِ جہاد، یہ باطنی کیفیات اور قلبی صفات ہر جگہ نظر آتی ہیں، اور ان باطنی کیفیات کی ظاہری اعمال میں وہی حیثیت ہے جو جسمِ انسانی کے لیے رُوح کی اور ظاہری ڈھانچے کے مقابلے میں دِل کی۔

اس لیے وہ علم جو حصہ اوّل کی تعلیمات پر مشتمل ہے، اسے فقہِ ظاہر سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور وہ علم جو دُوسرے حصے کی تعلیمات پر مشتمل ہے، اسے بجا طور پر فقہِ باطن کہا جاتا ہے۔

انہی باطنی کیفیات کو قرآنِ کریم میں ''وَيُزَكِّيهِمْ'' اور احادیث میں ''اِحسان'' کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کے مقاصدِ بعثت کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی مختلف سورتوں میں بیان کیا

ہے، چنانچہ اِرشادِ ربانی ہے:

’’ربنا وابعث فیهم رسولًا منهم یتلوا علیهم اٰیٰتك ویعلمهم الکتٰب والحکمة ویزکیهم، انّك أنت العزیز الحکیم‘‘ (البقرة:۱۲۹)

ترجمہ:...’’اے ہمارے پروردگار! بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے جو ان کے سامنے تیری آیات تلاوت کرے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے (تزکیہ کرے) بلاشبہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔‘‘

یہ حضرت اِبراہیم علیہ السلام کی دُعا ہے جو انہوں نے اپنی آنے والی نسل کے بارے میں فرمائی، سورۂ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر اِحسان واِمتنان جتلاتے ہوئے فرمایا:

’’لقد منّ الله علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولًا من أنفسهم یتلوا علیهم اٰیٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة، وان کانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبین‘‘ (آل عمران:۱۶۴)

ترجمہ:...’’اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر اِحسانِ عظیم فرمایا کہ ان میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور یہ لوگ اس سے پہلے واضح گمراہی میں مبتلا تھے۔‘‘

سورۂ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کے بعد اِرشادِ خداوندی ہے:

’’هو الذی بعث فی الأمّیّن رسولًا منهم یتلوا علیهم اٰیٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة، وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین‘‘ (الجمعة:۲)

ترجمہ:...’’وہی ہے جس نے بھیجا اُمیین میں ایک رسول انہی میں سے جو ان کے سامنے اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک وصاف کرتا ہے، اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور یہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔‘‘

ان مذکورہ بالا آیات سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے درج ذیل مقاصد معلوم ہوئے:

۱:...تلاوتِ آیات، ۲:...تعلیمِ کتاب، ۳:...تعلیمِ حکمت، ۴:...تزکیۂ نفوس۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم اور ہر دور میں علمائے کرام اور مشائخِ عظام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان مقاصدِ بعثت پر کام کیا۔

۱:...تلاوتِ آیات

قرآنِ کریم کے الفاظ وحروف کی تصحیح کرانے والے، قرآنِ کریم یاد کرانے والے اور تجوید پڑھانے والے قرائے کرام، اسی طرح وہ علمائے کرام اور قرائے عظام بھی جنہوں نے مختلف قرائتوں اور تلاوتِ آیات کی مختلف کیفیتوں کو محفوظ کیا، ان پر کتابیں لکھیں، یہ سب مقصدِ اوّل کے مظہر ہیں۔ اسی طرح قراءت وتجوید اور رسم الخط سے متعلق علوم اور ان پر لکھی گئی کتابیں سب مقصدِ اَوّل کی وضاحت، اس کا بیان اور اس کی تشریح ہیں۔

۲:...تعلیمِ کتاب

اسی طرح علمِ تفسیر، مفسرین کے طبقات، ائمہ تفسیر اور تفسیر کی مختلف اور بے شمار کتابیں دُوسرے مقصد کے ترجمان اور تشریح ہیں۔

۳:...تعلیمِ حکمت

حکمت سے مراد چونکہ حدیث ہے، اس لئے محدثین وفقہاء تیسرے مقصد کا مظہرِ اَتم ہیں، کیونکہ محدثین نے الفاظِ حدیث کی حفاظت کی، ان کو جمع کیا، ان کو منقح کیا، ان میں صحیح اور غیر صحیح کی تمییز کی، حدیث کے درجات قائم کئے، اس کے لئے پچاس سے زائد علوم کو ایجاد کیا، اور چونکہ احادیث، رجال کے واسطے سے پہنچی ہیں، اس لئے ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے اور یہ کہ وہ کس درجے کے لوگ تھے، اس کی تحقیق وتفتیش کے نتیجے میں باقاعدہ اسماء الرجال کا فن وجود میں آیا، حدیث کی حفاظت کے سلسلے میں ایک لاکھ سے زائد افراد کے کوائف جمع ہوئے اور پھر جرح وتعدیل کے اُصول وضع کئے گئے، اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ایک قول، ایک ایک فعل، ایک ایک ادا اور ہر حرکت وسکون کو محفوظ کرلیا گیا، یہ حضرات ''محدثین'' کہلاتے ہیں جو الفاظِ حدیث کی حفاظت کرنے والے ہیں، جب کہ فقہائے کرام معانیٔ حدیث کے محافظ ہیں، کیونکہ یہ فقہاء، حدیث اور معانی کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، جنہوں نے اپنی زندگیاں قرآن وحدیث سے مسائل واَحکام اِستنباط کرنے میں صَرف کردیں، اور قرآنِ کریم کے معانی ومطالب کو محفوظ کردیا، تو فقہاء ومحدثین تیسرے مقصد ''تعلیمِ حکمت'' کے علم بردار ہیں۔

۴:...تصوف وتزکیہ

چوتھے مقصد تزکیۂ نفوس کی نسبت کے حاملین حضرات صوفیاء کرام ہیں، جنہوں نے اس نسبتِ اِحسانی کی پاسبانی کی، قلوب کے تصفیہ وتزکیہ، اِصلاح اور سیرت سازی کا محیر العقول اور

گراں قدر کارنامہ انجام دیا۔

شیخ المشائخ، مجددِ عصر حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دونوں پیغمبر (حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام) دُعا فرما رہے ہیں: وابعث فیھم رسولًا منھم یتلوا علیھم ایتك **(اے ہمارے رب! ایک ایسا پیغمبر بھیجئے یعنی نبی آخر الزمان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کے کلام کی تلاوت لوگوں کو سنائے)** ویعلمھم الکتب **(اور آپ کی کتاب کی تعلیم دے یعنی آپ کے کلام کے الفاظ کے معنی سمجھائے)** یفھمھم الفاظہٗ **(قرآن پاک کے الفاظ کو سمجھائے)** ویبین لھم کیفیۃ ادائہ **(اور ہر لفظ کی کیفیتِ ادا کو بھی سکھائے کہ یہ لفظ کیسے ادا کیا جائے گا یعنی تجوید وقراءت کی تعلیم دے۔ اس آیت سے مکاتب قرآن کے قیام کا ثبوت ملتا ہے جہاں تجوید وقراءت سکھائی جاتی ہے اور اسی آیت میں دارالعلوم کا ثبوت ہے جہاں کلام اللہ کی تفسیر ہوتی ہے۔ مقاصد بعثت نبوت کو اللہ تعالیٰ قرآن میں نازل فرما رہے ہیں کہ** یتلوا علیھم ایتك **(ہمارا نبی ہماری آیات لوگوں کو سناتا ہے) جس سے مکاتب قرآن کا قائم کرنا ثابت ہوتا ہے اور** ویعلمھم الکتب والحکمۃ **(اور آپ کی کتاب اور حکمت کی تعلیم دے) سے دارالعلوموں کے قیام کا ثبوت ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، لہٰذا آپ کی بعثت کے مقاصد کو جاری رکھنا اُمت پر فرض ہے۔**

کعبہ کی تعمیر کے ساتھ دونوں پیغمبر علیہم السلام یہ دُعا بھی فرمارہے ہیں کہ: ویزکیھم **(اور وہ نبی ایسا ہو جو دلوں کا تزکیہ کرے، ان کو پاک کردے) کیا مطلب کہ اے اللہ! کعبہ تو ہم نے بنا دیا لیکن اگر دلوں کا کعبہ صحیح نہیں ہوگا تو اس کعبہ کی بیت اللہ کی کوئی قدر نہیں ہوگی۔ آپ کے گھر کی عزت وہی کرے گا جس کا دِل صاف ہوگا، جس کے دِل میں خدا کا عشق اور محبت ہوگی۔ دیکھا آپ نے! دونوں نبی کعبہ بنانے کے بعد یہ دُعا کیوں کر رہے ہیں؟ کیوں کہ مسلمان کا دِل کعبہ ہے۔ پہلے اس کو غیر اللہ سے پاک کرو۔ اسی لیے کلمہ میں پہلے لآ الٰہ ہے کہ دِل کو پہلے ہر الٰہ سے خالی کرو، پھر اِلّا اللہ کا نور ملے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳۶۰ بتوں کو کعبہ سے نکال دیا، مگر جب تک دل سے غیر اللہ کے بت نہیں نکلیں گے، اس وقت**

تک یہ دِل اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کو، کعبہ کی عظمتوں کو نہیں پہچان سکے گا۔ اس لیے مزکّی و مصفّٰی اور گناہوں سے توبہ کرکے جو متقی بندے حج کرتے ہیں، ان کو کعبہ شریف میں کچھ اور نظر آتا ہے، انہیں کعبہ کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہم السلام نے درخواست کی کہ ہماری اولاد میں سے ایسا رسول مبعوث فرمائیے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جو لوگوں کا تزکیہ کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی اولاد کے لیے دعا کرے کہ یا اللہ! آپ قیامت تک میری اولاد میں ایسے علماء ربانیین پیدا فرمائیے جو آپ کے دیے ہوئے دین کے باغ کو پانی دیں اور اس کو ہرا بھرا رکھیں، ہمارے مکاتب قرآن کو اور ہمارے دارالعلوموں کو قائم رکھیں۔ تو یتلوا علیهم ایتك سے مکاتب قرآن کا ثبوت ہے اور یعلمهم الکتب سے مدارس علمیہ کے قیام کا ثبوت ہے اور ویزکیهم سے خانقاہوں کے قیام کا ثبوت ہے۔ تزکیہ بھی مقصد بعثت نبوت ہے اور نبوت اب ختم ہوچکی، لہٰذا یہ کارِ نبوت آپ کے سچے نائبین اور وارثین کے ذریعہ قیامت تک جاری رہے گا۔ خانقاہوں میں دِلوں کی صفائی ہوتی ہے، دِلوں کو غیر اللہ کے کباڑ خانے اور کچرے سے پاک کیا جاتا ہے، اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

حضرت والاؒ تزکیہ کی مزید تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یطهر قلوب الصحابة عن العقائدِ الباطلة وعن الاشتغال بغیر اللّٰه (نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دِلوں کو پاک کرتے ہیں باطل عقیدوں سے اور غیر اللہ کے ساتھ دِل لگانے سے) شیخ اور مربی بھی علیٰ سبیل نیابت، غیر اللہ سے دِل لگانے سے پاک کرتا ہے۔ اصل تزکیہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے، مگر نبوت ختم ہوچکی، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سچے نائبین یعنی اولیاء اللہ، مشائخ اور بزرگانِ دین علیٰ سبیل نیابت قیامت تک یہ فریضہ انجام دیتے رہیں گے اور باطل عقیدوں اور غیر اللہ سے دِلوں کو پاک کرتے رہیں گے۔ خانقاہوں میں یہی کام ہوتا ہے۔

قلوب کی طہارت کے بعد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے نفوس کی طہارت بیان کی ہے: فان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یطهر نفوس الصحابة عن الاخلاق الرذیلة (نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نفوس کو پاک کرتے ہیں

گندے اخلاق سے) گندے اخلاق کیا ہیں؟ مثلاً کبر ہے، عجب ہے، حرص ہے، غصہ ہے، شہوت ہے، نہ دیکھا حلال نہ دیکھا حرام، جہاں دیکھا نمکین چہرہ وہیں کھالیا نمک حرام اور نمک حرامی شروع کردی۔ تو نبی کریم ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نفوس کو اخلاق رذیلہ سے پاک کرتے تھے۔

فان النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم یطھر ابدان الصحابۃ عن الانجاس والاعمال القبیحۃ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بدن کو بھی پاک کرتے ہیں۔ کیسے؟ نجاستوں سے اپنے کو پاک رکھنا اور اعمالِ قبیحہ سے بچنا سکھاتے ہیں۔

(تعلیم وتزکیہ کی اہمیت)

تو یہ شعبہ تزکیۂ نفس بغیر شیخ ومزکی کے ناممکن ہے۔ عادت اللہ یہی ہے۔ آپ اپنے اکابر کی تاریخ دیکھ لیجئے کہ جو بھی ولی اللہ بنے ہیں، کسی ولی کی صحبت سے بنے ہیں، اگر شاذ ونادر کوئی واقعہ ہو تو اس میں بھی کسی ولی کی غائبانہ توجہ ہوتی ہے ورنہ دستور یہی ہے کہ جو بھی ولی ہوا، کسی ولی کی صحبت سے ہوا۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ جو کسی اللہ کے ولی سے دوستی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے قلوب کو ہر وقت لطف وکرم سے دیکھتے ہیں۔ ان اللّٰہ تعالٰی ینظر الی قلوب اولیائہ باللطف والکرم فمن کانت محبتہٗ فی قلوبھم جن جن کی محبت ان کے دِلوں میں ہوتی ہے ینظر الیھم باللطف والکرم اللہ تعالیٰ کا کرم ان پر بھی ہوجاتا ہے، اس لیے آہستہ آہستہ وہ بھی ولی اللہ ہوجاتا ہے۔ (تکمیل معرفت: صفحہ ۲۲ تا ۲۶)

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ ان مقاصدِ بعثت کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''مذکورہ بالا تمام مقاصدِ نبوت کا تکمیل تک پہنچنا، حزبُ اللہ، جماعتِ حقہ اور جماعتِ باطلہ، حزب الشیطان کے درمیان ما بہ الامتیاز بھی ہے، یعنی اگر کسی جماعت کی حقانیت معلوم کرنی ہو تو دیکھا جائے گا کہ اس جماعت کی تگ ودو ومحنت وکاوش کا میدان اگر یہی مقاصد ہیں اور ان کی تحقیقات قراء، مفسرین، محدثین، فقہاء، صوفیاء کی تحقیقات کے خلاف تو نہیں ہیں، تو یہ جماعتِ حقہ سمجھی جائے گی اور وہ اہل السنّت والجماعت کا صحیح مصداق ہوں گے، برخلاف اس کے کہ اگر کسی

جماعت کی جد و جہد کا دائرۂ کار یہ مقاصد نہیں اور نہ اُن کی تحقیقات سلف صالح کی تحقیقات کے موافق ہیں تو وہ جماعت باوجود اپنے بلند بانگ دعاوی کے، جماعت اہلِ حق نہیں سمجھی جائے گی، پھر اس معیارِ حق و باطل سے جس جماعت میں جس قدر اِنحراف ہوگا، اُسی قدر زیغ، ضلال، کفر کے درجات منطبق ہوں گے۔'' (ماہنامہ بینات اشاعتِ خاص محدث العصر حضرت بنوریؒ نمبر ص:۳۹)

ان مقاصدِ بعثت میں سے تزکیہ کو آیات میں کبھی آخر میں، کبھی درمیان میں ذِکر کیا گیا، اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ تلاوتِ آیات اور تعلیمِ کتاب وحکمت سے اصل مقصود تزکیۂ نفس ہے، اگر اس سے اللہ کا خوف وڈر، تقویٰ وخشیت پیدا نہ ہو، انسان اخلاقِ رذیلہ سے پاک وصاف نہ ہو، اور اَخلاقِ حمیدہ سے متصف نہ ہو تو زندگی بے مقصد ہے اور جو علم ان صفات کو پیدا نہ کرے وہ حقیقی علم نہیں بلکہ نرے الفاظ اور علم کی ظاہری صورت ہے۔

تزکیہ وتعلیم کی تقدیم وتاخیر کی عجیب توجیہ بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میرے شیخ اوّل حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوریؒ نے فرمایا کہ قرآن پاک میں بعض جگہ یعلمھم الکتب مقدم ہے اور یزکیھم مؤخر ہے۔ اور بعض جگہ اس کے برعکس ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا کہ جہاں تعلیم کتاب مقدم ہے، وہاں علوم دینیہ کی عظمت کا بیان ہے تاکہ صوفیاء علوم دینیہ سے مستغنی نہ ہوں اور شریعت وطریقت کو الگ الگ نہ سمجھیں۔ اور جہاں تزکیہ مقدم ہے، وہاں علماءِ دین کو تنبیہ ہے کہ تزکیہ کی نعمت سے غافل نہ ہونا۔ اس کی حضرتؒ نے عجیب مثال دی تھی کہ ظرف کی صفائی سے مقصود مظروف ہوتا ہے، شیشی کی صفائی سے مقصود عطر ہوتا ہے کہ صاف شیشی میں ڈالا جائے، تعلیم کتاب کے تقدم میں علم کی عظمت کا بیان ہے کہ صوفیاء عمر بھر قلب کی شیشی ہی نہ دھوتے رہیں، علومِ دین کی بھی فکر کریں اور تزکیہ کے تقدم میں علماءِ کرام کو ہدایت ہے کہ قلب کی شیشی کی صفائی کی فکر کریں کہ گندی شیشی میں عطر کی خوشبو ظاہر نہ ہوگی۔ غیر مزکّی قلب سے فیضان علوم نہ ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے آخیر میں اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡم ہے، اس کا ربط بیان کرتے ہوئے کیا خوبصورت بات ارشاد فرمائی:

اس کے بعد انک انت العزیز الحکیم کا اس آیت سے کیا ربط ہے

یعنی تزکیہ نفس سے کیا ربط ہے؟ چونکہ نفس سے لڑنا آسان نہیں، اس لیے انک انت العزیز الحکیم فرما کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہمیں سکھا دیا کہ اے اللہ! نفس سے مقابلہ مشکل ہے، آپ نے اس کو امّارۃ بالسوء فرمایا ہے یعنی کثیرالامر بالسوء بہت زیادہ برائی کا حکم کرنے والا۔ اور سوء اسمِ جنس ہے جو ساری دنیا کی برائیوں کو شامل ہے۔ یہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ: ''السوء'' میں الف لام جنس کا ہے اور جنس وہ کلی ہے جو انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہو۔ معلوم ہوا کہ قیامت تک جتنے گناہ ہوں گے، سب اس ''السوء'' میں شامل ہیں۔ نزول قرآن کے وقت جو گناہ تھے اور آج نئے نئے گناہ کے جو طریقے ایجاد ہو رہے ہیں، سب اس میں شامل ہیں۔ لیکن ان سے کیسے بچیں گے؟ الا ما رحم ربی یہ ما کیا ہے؟ یہ مصدریہ، ظرفیہ، زمانیہ ہے۔ تین نام ہیں اس کے۔ اس لیے مفسر اعظم علامہ آلوسیؒ نے اس آیت کے ترجمہ میں بھی اس رعایت کی۔ أی فی وقت رحمۃ ربی یعنی جب ہمارے رب کی رحمت کا سایہ ہوگا تب ہی ہم اس ظالم نفس سے بچ سکتے ہیں۔ فی سے ظرفیہ بنایا، وقت سے زمانیہ بنایا اور رحم سے مصدر بنایا، لہٰذا یہ ما ظرفیہ، زمانیہ اور مصدریہ بن گیا۔ جب تک اللہ کی رحمت کا سایہ ہو، یہ نفس ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اللہ کی رحمت کا سایہ کب ملتا ہے؟ (تفسیر روح المعانی: ۲/۱۳)

انہی باطنی کیفیات کو حدیث میں اِحسان سے تعبیر کیا گیا۔ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا: اِحسان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ صفت پیدا نہ کر سکو تو یہ اِستحضار ضرور رکھو کہ اللہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔'' اور اسی کو بعد میں تصوف سے تعبیر کیا جانے لگا۔

حدیث احسان کی والہانہ تشریح کرتے ہوئے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اَنْ تَعبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ تم اگر اللہ کو نہیں دیکھتے ہو تو اللہ تو تمہیں دیکھتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس سے سمجھا کہ احسانی کیفیت کے دو درجے ہیں (۱) ہم اللہ کو دیکھ رہے ہیں اور (۲) کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہی مگر قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دوسرا

درجہ جو ہے وہ اس مراقبہ کی علت ہے لہٰذا یہ دو درجے نہیں ہیں ایک ہی درجہ ہے کہ ہم اپنے اللہ کو دیکھ رہے ہیں کیوں کہ اگر ہم نہیں دیکھتے تو اللہ تعالیٰ تو ہم کو دیکھ رہا ہے تو گویا ہم بھی دیکھ رہے ہیں۔ دنیا میں کَاَ نَّکَ رہے گا اور جنت میں اللہ تعالیٰ کَاَ نَّکَ کا کاف نکال دیں گے وہاں اَنَّکَ سے دیکھو گے۔ دنیا میں آنکھیں بنائی جارہی ہیں ایمان، تقویٰ اور غمِ تقوی سے یعنی حصولِ تقوی میں بندہ جو مجاہدات اور حسرت اور غم اٹھاتا ہے اور خونِ تمنا سے آنکھیں بنائی جارہی ہیں اور جب آنکھیں بنائی جاتی ہیں تو پٹی بندھی رہتی ہے، اس وقت دیکھنے کی ڈاکٹر اجازت نہیں دیتا اور جب روشنی آجاتی ہے تو پٹی ہٹادی جاتی ہے، جنت میں اللہ تعالیٰ یہ پٹی ہٹادیں گے۔ وہاں کاف کی پٹی ہٹادی جائے گی پر اَ نَّکَ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے۔ یہ تقریر میرے شیخ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو ایک واسطے سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح بخاری میں اس احسانی کیفیت کو بیان فرمایا ہے کہ احسان کیا ہے؟ فرماتے ہیں:

اَنْ یَّغْلِبَ عَلَیْہِ مُشَاھَدَۃُ الْحَقِّ بِقَلْبِہٖ حَتّٰی کَاَنَّہٗ یَرَاہُ بِعَیْنِہٖ

(فتح الباری لابن حجر: کتاب الایمان، باب سؤال جبرئیل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان، ج۱، ص۱۲۰)

یعنی مشاہدۂ حق ایسا غالب ہوجائے کہ گویا وہ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔

اس کیفیت کو مدارس سے، کتابوں سے، تبلیغ سے، تدریس سے کوئی نہیں پاسکتا، یہ کیفیت صرف اور صرف اہل اللہ کے سینوں سے، سینوں میں منتقل ہوتی ہے۔ کیفیات کے حامل قلوب ہوتے ہیں، قوالب اور اوراقِ کتب نہیں ہوتے۔ کتابوں سے یہ چیز نہیں مل سکتی۔ کمیاتِ شرعیہ کتابوں سے ملتی ہیں لیکن کیفیاتِ احسانیہ کے حامل اوراقِ کتب نہیں ہوسکتے۔ یہ کیفیاتِ احسانیہ سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتی چلی آرہی ہے ہیں لہٰذا جب شیخ کے پاس جاؤ تو اضافۂ علم کی نیت نہ کرو، کیفیتِ احسانیہ کی ترقی کی نیت کرنی چاہیے۔ اعمال کی ترقی اور قبولیت، احسان پر موقوف ہے کمیت پر موقوف نہیں۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے شیخ کی مجلس میں جو سنتے ہیں ہمیں تو کچھ

یاد ہی نہیں رہتا، ہمارا حافظہ کمزور ہے، ہمارے پلے تو کچھ پڑتا ہی نہیں لہٰذا وہاں جانا بے کار ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کچھ بھی یاد نہیں رہے تب بھی فائدہ ہوتا ہے جیسے دو تین دن پہلے ہم نے کیا کھایا تھا، یاد نہیں رہتا، لیکن اس غذا سے جو خون بنا وہ ہماری رگوں میں دوڑ رہا ہے تو جس طرح نسیانِ غذا سے فوائد غذا کا فقدان لازم نہیں آتا اسی طرح شیخ کی مجلس میں اس کے علوم وملفوظات سنے، چاہے وہ یاد نہ رہیں لیکن ان سے جو نور پیدا ہوگا، وہ نور ہماری رگوں میں دوڑتا رہے گا کیوں کہ قلب جہاں جسم میں خون سپلائی کرتا ہے، اس کے ساتھ اللہ کا نور بھی سپلائی کرتا ہے، وہ خون جب آنکھوں میں روشنی پیدا کرتا ہے تو ساتھ ہی قلب سے آنکھوں میں اللہ کا نور بھی داخل ہوتا ہے۔ پھر اس کی آنکھوں کو کچھ اور نظر آتا ہے۔ جب نسبت عطا ہوتی ہے تو اس کے زمین وآسمان بدل جاتے ہیں، یہ زمین وآسمان تو کافر بھی دیکھتا ہے لیکن اللہ والوں کے زمین اور آسمان، سورج اور چاند کچھ اور ہی ہوتے ہیں ۔

اب وہ زماں، نہ وہ مکاں، اب وہ زمیں، نہ آسماں
تو نے جہاں بدل دیا آکے مری نگاہ میں

لہٰذا جب اپنے بزرگوں کے پاس جائے تو یہ نیت نہ کرے کہ ہمارے علم میں اضافہ ہوگا، معلومات بڑھیں گی بلکہ یہ مراقبہ کرے کہ ان کی احسانی کیفیت، ان کا ایمان ویقین اور ان کا تقویٰ وخشیت اور اللہ سے ان کی محبت ہمارے قلوب میں منتقل ہو رہی ہے اور اس انتقالِ نسبت کی کیا صورت ہوتی ہے؟ اس کو مولانا رومیؒ بیان فرماتے ہیں ۔

کہ زدل تادل یقیں روزن بود
نے جدا و دور چوں دو تن بود

دلوں سے دلوں میں خفیہ راستے ہیں جیسے جسم الگ الگ ہیں لیکن دل الگ الگ نہیں ہوتے۔ قلوب میں آپس میں روابط ہوتے ہیں، جو ضوابط سے بالاتر ہوتے ہیں۔ دلیل کیا ہے؟ فرماتے ہیں ۔

متصل نبود سفالِ دو چراغ
نورِ شاں ممزوج باشد در مساغ

دو چراغ آپس میں ملے ہوئے نہیں ہوتے، ایک بلب وہاں جل رہا ہے ایک یہاں جل رہا ہے۔ دس چراغ جل رہے ہیں ان کے جسم تو الگ الگ ہیں لیکن ان کی روشنی فضا میں مخلوط ہوتی ہے، ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اس لیے جہاں دس ولی اللہ بیٹھے ہوئے ہوں وہاں نور بڑھ جائے گا۔

بست مصباح از یکے روشن تر است

کہیں ایک چراغ جل رہا ہو اور کہیں بیس چراغ جل رہے ہوں تو بیس چراغوں کی روشنی زیادہ ہوگی۔ لہٰذا صالحین اور نیک بندوں کے اجتماع کو معمولی نہ سمجھیں۔ ان کی مجلس میں ایمان ویقین کی روشنی بڑھ جائے گی۔ کمزور کمزور بلب اگر قریب قریب جل رہے ہوں تو روشنی بڑھ جاتی ہے یا نہیں؟ جب صالحین کی صحبت نفع سے خالی نہیں تو اولیاء کاملین کی مجلس کیسے بے فیض ہوسکتی ہے لیکن اس میں ارادہ اور اخلاص کو بہت دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ کی قید لگادی کہ فیضانِ نبوت ان ہی لوگوں کو ملتا ہے جو یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ ہیں یعنی مجھے یاد کرتے ہیں لیکن وہ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ بھی ہیں ان کے قلب میں، میں مراد ہوں۔

تو دل میں صرف اللہ مراد ہو پھر صاحبِ نسبت شیخ کے پاس بیٹھو تو اس کی کیفیتِ احسانی، ایمان ویقین وحضور مع الحق آپ کے دل میں منتقل ہوجائے گا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اپنے بزرگوں سے یہ احسانی کیفیت ملنے سے پھر آپ کی دو رکعات ایک لاکھ رکعات کے برابر ہوجائیں گی اور اپنے بزرگوں کے بارے میں یہی حسنِ ظن رکھیں کہ ان کی دو رکعات ہماری ایک لاکھ رکعات سے افضل ہیں، ان کا ایک سجدہ ہمارے لاکھ سجدے سے افضل ہے، ان کا ایک ''اللہ'' کہنا ہمارے ایک لاکھ ''اللہ'' کہنے سے افضل ہے۔ مثال کے طور پر فرض کرلیں کہ اللہ تعالیٰ تھوڑی دیر کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دنیا میں بھیج دیں اور ان کی مجلس میں اس اُمت کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور اُمم سابقہ کے تمام صحابہ اور اس اُمت کے تمام اکابر اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم ایک بار ''اللہ'' کہیں تو بتایئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اللہ سب سے بڑھ جائے گا یا نہیں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیوں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جو کیفیت احسانی حاصل ہے وہ کسی کو حاصل نہیں۔ معلوم ہوا کہ کیفیتِ احسانیہ اصل چیز ہے۔ جس کی کیفیتِ احسانی جتنی قوی ہوتی

ہے، اسی اعتبار سے اس کا عمل مقبول ہوتا ہے اور جس کو یہ کیفیت جتنی زیادہ حاصل ہوتی ہے اتنی ہی تیزی سے وہ اللہ کا راستہ طے کرتا ہے۔ (خزائن الحدیث، ص ۴۶ تا ۴۹)

اس تزکیہ واحسان نے جب باقاعدہ ایک فن اور علم کی حیثیت اختیار کر لی تو اس کا مستقل نام علمِ تصوّف پڑ گیا۔ اگر ہم ان اِصطلاحی الفاظ سے بالاتر ہوکر بنظرِ اِنصاف دیکھیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ تصوّف، تزکیہ واحسان یا فقہِ باطن کا دُوسرا نام ہے، اس سے علیحدہ کوئی چیز نہیں، کیونکہ تصوّف سے مراد یہی تزکیۂ نفس ہے کہ انسان برے اخلاق سے پاک وصاف ہوکر اچھے اخلاق سے آراستہ ہو جائے۔ مفکرِ اُمت حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی میاں حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''تزکیۂ نفس وتہذیبِ اخلاق کا وسیع و مستحکم نظام جس نے بعد کی صدیوں میں ایک مستقل علم اور فن کی شکل اِختیار کی، نفس وشیطان کے مکاید کی نشاندہی، نفسانی اور اخلاقی بیماریوں کا علاج، تعلق مع اللہ، اور نسبتِ باطنی کے حصول کے ذرائع وطرق کی تشریح وترتیب جس کی اصل حقیقت تزکیہ واحسان کے ماثور وشرعی الفاظ میں پہلے سے تھی، اور جس کا عرفی واصطلاحی نام بعد کی صدیوں میں ''تصوّف'' پڑ گیا، اسی اِجتماعی اِلہام کی ایک درخشاں مثال ہے، رفتہ رفتہ اس فن کو اس کے ماہرین نے اِجتہاد کے درجے تک پہنچا دیا، اور اس کو دِین کی بڑی خدمت اور وقت کا جہاد قرار دیا، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے قلوب ونفوس کی مردہ کھیتیوں کو زِندہ کیا، اور رُوح کے مریضوں کو شفا دِی، ان مخلص علمائے ربانیین اور ان کے تربیت یافتہ اشخاص کے ذریعے دُنیا کے دُور دراز گوشوں اور طویل وعریض مما لک (جیسے ہندوستان، جزائر شرق الہند اور براعظم افریقہ) میں وسیع پیمانے پر اسلام کی اشاعت ہوئی اور لاکھوں انسانوں نے ہدایت پائی، ان کی تربیت سے ایسے مردانِ کار پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے اپنے عہد میں مسلم معاشرے میں ایمان ویقین اور عملِ صالح کی رُوح پھونکی، اور بارہا میدانِ جہاد میں قائدانہ کردار اَدا کیا، اس گروہ کی افادیت اور اس کی خدمات سے انکار یا تو وہ شخص کرے گا، جس کی تاریخِ اسلام پر نظر نہیں، یا جس کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔'' (تزکیہ واحسان، ص: ۹۲)

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے

تصوف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''انبیاء علیہم السلام جن چیزوں کی اہمیت اور خصوصیت سے دعوت دیتے ہیں، وہ بنیادی طور پر تین ہی چیزیں ہیں:

ا:...ایک مبداء ومعاد وغیرہ سے متعلق عقائد کی تصحیح، اس شعبے کو علمائے عقائد واُصول نے سنبھال لیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو مشکور فرمائے اور جزائے خیر دے۔

۲:...دُوسرے عبادات ومعاملات اور معاشرت وغیرہ انسانی اعمال کی صحیح صورتوں کی تعلیم اور حلال وحرام کا بیان، اس شعبے کی کفالت فقہائے اُمت نے اپنی ذمہ لے لی ہے اور اس میں انہوں نے اُمت کی پوری رہنمائی اور رہبری کی ہے۔

۳:...تیسرے اِخلاص واِحسان (یعنی ہر عمل، خالص لوجہ اللہ اور اس دھیان کے ساتھ کرنا کہ میرا مالک مجھے اور میرے عمل کو دیکھ رہا ہے۔ اور یہ تیسری چیز دِین وشریعت کے مقاصد میں سب سے زیادہ دقیق وعمیق ہے اور پورے نظامِ دِینی میں اس کی حیثیت وہ ہے جو جسم میں رُوح کی، اور الفاظ کے مقابلے میں معنی کی، اور اس شعبے کی ذمہ داری صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم نے لے لی ہے، وہ خود راہ یاب ہیں اور دُوسروں کی رہنمائی کرتے ہیں، خود سیراب ہیں اور دُوسروں کو سیراب کرتے ہیں، وہ بڑے بانصیب اور اِنتہائی سعادت مند ہیں۔'' (تفہیمات اِلٰہیہ ص:۲۱، ۳۱ ملخصاً)

حضرت مولانا منظور نعمانیؒ یہ عبارت نقل کرنے کے بعد اس کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو دِینی فہم اور کتاب وسنت کے علم کا کوئی حصہ عطا فرمایا ہے، وہ یقیناً محسوس کریں گے کہ چند سطروں کی اس مختصر سی عبارت میں شاہ صاحبؒ نے انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور ان کے لائے ہوئے نظامِ دینی کا نہایت جامع خلاصہ پیش کر دیا ہے اور آخر میں تصوف اور صوفیاء کے بارے میں جو فرمایا ہے، اس سے تصوف کی حقیقت وغایت اور صوفیائے کرام کا کام ومقام پوری طرح سامنے آجاتا ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ تصوف...جیسا کہ شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے... دِین وشریعت کی رُوح اور اس کا جوہر ہے اور صوفیائے

کرام ہی اس دولت کے حامل وامین ہیں، اور جس طرح جسم کبھی رُوح سے بے نیاز نہیں رہ سکتا، اسی طرح اُمتِ مسلمہ اپنے دِینی وجود میں کبھی تصوف اور صوفیائے ربانیین سے بے نیاز نہیں ہوسکتی۔

اُمت کو جس طرح ہر دور میں ان علماء اور فقہاء کی ضرورت ہے جو فاسد عقائد اور گمراہانہ خیالات سے اُمت کی حفاظت کرتے ہوئے عقائدِ حقہ کی تعلیم دیتے رہیں اور زندگی کے مختلف شعبوں: عبادات، معاملات، معاشرت وغیرہ کے متعلق، اللہ ورسول کے اَحکام اُمت کو بتاتے اور حلال وحرام کے بارے میں ان کی رہنمائی کرتے رہیں، اسی طرح اُمت کی یہ بھی ایک دوامی ضرورت ہے کہ اس میں ایسے اصحابِ ارشاد ربانیین پیدا ہوتے رہیں جن کی فکر وتوجہ کا خاص نشانہ اور موضوع قلوب کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ ربط وتعلق ہو جس کو کتاب وسنت کی زبان میں اِخلاص واِحسان کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دِین کی حفاظت کا جو تکوینی اِنتظام فرمایا ہے، اس میں کتاب وسنت کی علمی وکتابی حفاظت کے ساتھ اُمت میں ایسے علماء، فقہاء اور صوفیائے ربانیین کا مسلسل وجود بھی شامل ہے، اور اُمت کی گزشتہ ساڑھے تیرہ سو سال کی دِینی تاریخ کی شکل میں وہ ہمارے سامنے موجود بھی ہے، اور یہ محفوظ تاریخ بھی اس خداوندی اِنتظام کے سلسلے کی ایک مستقل کڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ اور اس کی صفتِ رحمت ورُبوبیت نے جب ہمارے اس دور میں بھی (جو بلاشبہ اِلحاد و مادّیت اور خدافراموشی کا دور ہے) دِین کو زِندہ ومحفوظ رکھنے کا فیصلہ فرمایا تو اس کے حامل ومحافظ بھی پیدا فرمائے۔ آج کے بحرِ ظلمات میں علمائے حق اور صوفیائے ربانیین کا وجود... خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کم ہو... اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت کے اسی فیصلے کا نتیجہ ہے اور یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تک دِین کو اس دُنیا میں زندہ باقی رکھنا چاہے گا، اس کے خاص حاملین ومحافظین بھی پیدا ہوتے رہیں گے۔'' (سوانح حضرت رائے پوریؒ ص:۱۱ تا ۳۱)

اصل بات یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم سے ایک لمحے میں قلوب کا تزکیہ ہوجاتا تھا، اور کیفیتِ اِحسانی پیدا ہوجاتی تھی، اور وصول الی اللہ ہوجاتا تھا، لیکن جیسے جیسے زمانۂ رسالت سے بُعد ہوتا گیا، دِلوں میں اِضمحلال اور کیفیتِ

اِحسانی میں ضعف آتا گیا، اسی لئے بعد میں آنے والے علماء، صلحاء، اتقیاء اور صوفیائے کرام نے اس کے لئے محنت ومجاہدہ، ذِکر واَذکار، مراقبہ ومحاسبہ اور اس طرح کے اعمال تجویز کئے تاکہ کیفیتِ اِحسانی پیدا ہو، ورنہ یہ تمام چیزیں مقصود بالذات نہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے ایک مرتبہ فرمایا:

''ایک مرتبہ دس بجے صبح کو میں اپنے کمرے میں نہایت مشغول تھا، مولوی نصیر نے اُوپر جاکر کہا کہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی آئے ہیں، رائے پور جارہے ہیں، صرف مصافحہ کرنا ہے، میں نے کہا: جلدی بلادے، مرحوم اُوپر چڑھے، اور زینے پر چڑھتے ہی سلام کے بعد مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاکر کہا کہ: رائے پور جارہا ہوں، اور ایک سوال آپ سے کرکے جارہا ہوں، اور پرسوں صبح واپسی ہے، اس کا جواب آپ سوچ رکھیں، واپسی میں جواب لوں گا، ''یہ تصوف کیا بلا ہے؟ اس کی کیا حقیقت ہے؟'' میں نے مصافحہ کرتے ہوئے جواب دیا: ''صرف تصحیحِ نیت'' اس کے سوا کچھ نہیں، جس کی اِبتدا ''انّما الأعمال بالنیات '' سے ہوتی ہے اور اِنتہا ''أن تعبد اللّٰہ کأنك تراہ'' سے۔ میرے اس جواب پر سکتے میں کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے: دِلّی سے یہ سوچتا آرہا ہوں کہ تو یہ جواب دے گا، تو یہ اِعتراض کروں گا، اور یہ اِعتراض کرے گا تو یہ جواب دُوں گا، اس کو تو میں نے سوچا ہی نہیں۔'' ''انّما الأعمال بالنیات '' سارے تصوف کی اِبتدا ہے، اور ''أن تعبد اللّٰہ کأنك تراہ '' سارے تصوف کی انتہا ہے، اسی کو نسبت کہتے ہیں، اسی کو یادداشت کہتے ہیں، اسی کو حضوری کہتے ہیں۔'' (سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ ص:۲۵۲)

ایک جگہ تصوف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں:

''تصوف ایک عظیم الشان چیز تھی، جس کی تعریف علمائے تصوف نے یہ فرمائی ہے کہ ''ھو علم الخ'' وہ ایسا علم ہے جس کے ذریعے سے نفوس کا تزکیہ، اخلاق کا تصفیہ اور ظاہر وباطن کی تعمیر کے اَحوال پہچانے جاتے ہیں، جس کی غرض ابدی سعادت کی تحصیل ہے۔

اب آپ خود غور فرمایئے کہ اس میں سے کون سی چیز غلط ہے؟ نفس کا تزکیہ غلط ہے؟ یا اخلاق کا تصفیہ بُرا ہے؟ ظاہر وباطن کی تعمیر لغو ہے؟ یا سعادتِ ابدیہ

کی تحصیل بے کار ہے؟ اسی طرح تقویمِ اخلاق، تہذیبِ نفس، نیز نفس کو اعمالِ دِین کا خوگر بنانا اور شریعت کو نفس کے حق میں وجدان بنالینا؟ ان اُمور میں کون سی شئ مقاصدِ شرع کے خلاف ہے؟ ظاہر ہے کہ کوئی بھی نہیں، بلکہ ان میں سے ہر ایک شئ کتاب وسنت کے عین مطابق اور اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کو پورا کرنے والی ہے۔

غرض ہم جس تصوف کے اِثبات کے قائل ہیں، وہ وہی ہے جس کو اِصطلاحِ شرع میں ''اِحسان'' کہتے ہیں، یا جس کو ''علم الاخلاق'' کہا جاتا ہے، یا ''تعمیر الظاہر والباطن'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور یہ ایک بانظم و با اُصول چیز ہے، اس میں مریدین کے لئے بھی شرائط ہیں، اور شیخ کے لئے بھی اُصول وآداب ہیں، جن کی رعایت کرنے کے بعد اس کو شریعت کا مغز اور دِین کا لبِ لباب کہنا بجا ہے، اور جب ان شرائط وآداب کا لحاظ نہ کیا جائے، بلکہ غیر تصوف کو تصوف قرار دے دیا جائے، تو پھر وہ طریق ہی نہیں جو ہمارا موضوعِ بحث ہے، اس لئے کہ ان خرابیوں اور ان پر عمل کرنے کی وجہ سے سالک میں جو خرابیاں پیدا ہوں، اس کا ذمہ دار کسی طرح حقیقی تصوف اور اصل طریق کو نہیں قرار دِیا جا سکتا، اب اگر آپ کو تصوف سے محض اس بنا پر چڑ اور اِنکار ہے کہ اس کا نام محدث ہے، تو اس میں تصوف ہی منفرد نہیں، نا معلوم کتنی چیزیں اس وقت موجود ہیں کہ آپ کا ان سے تعلق بھی ہے، جو کہ اِبتدائے اِسلام میں ان ناموں سے معروف نہ تھیں، میں کہتا ہوں کہ اگر اس کا نام بدعت ہے تو مسمّٰی تو اس کا بدعت نہیں، آپ اس کو اِحسان سے تعبیر کرلیجئے، علم الاخلاق اس کا نام رکھ لیجئے، اور جو شخص کہ اس سے متصف ہو، اس کو محسن اور مخلص کہہ لیجئے، اور اِحسان، محسن، متقی ومخلص کے ذِکر سے قرآن بھرا ہوا ہے، حدیث شریف میں بھی اس کا ذِکر آیا ہے۔'' (سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ ص:۶۲-۴۶۰)

اور ایک جگہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''تصوف میرے اکابر کا اہم ترین مشغلہ ہے:

در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام وسنداں باختن

کے وہ سچے مصداق تھے، یہ حضرات ایک جانب فقہ، حدیث اور علومِ ظاہریہ میں اگر ائمۂ مجتہدین اور ائمۂ حدیث کے حقیقی جانشین اور سچے متبع تھے، تو دُوسری جانب تصوف کے ائمہ جنیدؒ و شبلیؒ کے قدم بقدم، ان اکابرؒ نے تصوف کو فقہ و حدیث کے ماتحت چلایا اور اپنے قول و فعل سے بتلا دیا کہ یہ مبارک فن حقیقت میں قرآن وحدیث ہی کا ایک شعبہ ہے، اور جو رُسوم و بدعات اس مبارک فن میں بُعدِ زمانہ سے بڑھ گئی تھیں، ان کو چھانٹ دیا۔ تصوف کو بعض ناواقفوں نے ظاہر شریعت کا مخالف نہیں تو علیحدہ ضرور بنا دیا، یہ یا تو غلو ہے یا جہل۔

حقیقی تصوف کو جس کا دُوسرا نام اِحسان ہے حضرت جبریل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضورِ اقدس ﷺ سے اس کی حقیقت لوگوں کے سامنے دریافت کر کے یہ واضح کر دیا کہ یہ شریعت ہی کی رُوح اور مغز ہے، اور حضرت جبریل علیہ السلام کے اس سوال پر کہ اِحسان کیا چیز ہے؟ سیّد الکونین ﷺ کے اس پاک اِرشاد نے: ''أن تعبد اللّٰه كأنك تراه . . . الخ ''الحدیث (تو اللہ کی عبادت ایسی کرے گویا اس کو دیکھ رہا ہے)۔

اِحسان کے معنی اور تصوف کی حقیقت واضح کر دی، عنوانات تو اس کے جو بھی اِختیار کر لئے جاویں لیکن مرجع سب کا یہی حقیقت ہے:

اورّی بسعدی والرباب واماما

أنت الذی تُعنی وأنت المؤمل

شاعر کہتا ہے کہ چاہے میں مشہور محبوبہ سعدی کا نام لوں یا معروف معشوقہ رباب کا نام لوں، ہر چیز سے مقصود تو ہی ہے اور تو ہی مطلوب ہے۔

یہ تو حقیقت ہے، اس کے بعد جو چیزیں ذِکر و شغل، مجاہدات و ریاضات یہ حضرات تجویز کرتے ہیں، وہ حقیقت میں سب علاج ہیں، چونکہ سیّد الکونین ﷺ کے زمانے سے جتنا بُعد ہوتا جاتا ہے، اتنا ہی قلوب میں زنگ اور اَمراضِ ردیہ دِلوں میں پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں، اور جیسا کہ یونانی اطباء اور ڈاکٹر جدید امراض کے لئے تجربات یا قواعد سے وقتی اور نئی نئی چیزیں اور دوائیاں تجویز کرتے ہیں، اسی طرح یہ رُوحانی اطباءِ قلبی امراض کے لئے ہر شخص کے حال کے موافق اور ہر زمانے کے موافق دوائیں تجویز کرتے ہیں، حضرت مولانا وصی اللہ صاحب جو

حضرت حکیم الامت تھانوی نوّراللہ مرقدہٗ کے اجل خلفاء میں ہیں، ان کا ایک رسالہ ''تصوف اور نسبتِ صوفیہ'' مختصر اور قابلِ دِید ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابویحییٰ زکریا انصاری شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف کی اصل ''حدیثِ جبریل'' ہے، جس میں آیا ہے کہ: ''ما الاحسان؟ قال: أن تعبد اللّٰه کأنك تراہ'' الحدیث، چنانچہ تصوف اِحسان ہی کا نام ہے۔'' (سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ ص:۲۶۲،۳۶۲)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ لکھتے ہیں:

''شریعت کا وہ جز جو اعمالِ باطنی سے متعلق ہے، تصوّف وسلوک، اور وہ جز جو اعمالِ ظاہری سے متعلق ہے، فقہ کہلاتا ہے۔ اس کا موضوع، تہذیبِ اخلاق، اور غرض، رضائے الٰہی ہے، اور اس کے حصول کا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا ہے۔

گویا کہ تصوّف دِین کی رُوح ومعنی یا کیف وکمال کا نام ہے، جس کا کام باطن کو رذائل، اخلاقِ ذمیمہ، شہوت، آفاتِ لسانی، غضب، حقد، حسد، حبِ دُنیا، حبِ جاہ، بخل، حرص، رِیا، عُجب، غرور سے پاک کرنا، اور فضائل یعنی اخلاقِ حمیدہ، توبہ، صبر، شکر، خوف، رجا، زُہد، توحید وتوکل، محبت، شوق، اِخلاص، صدق، مراقبہ، محاسبہ وتفکر سے آراستہ کرنا ہے، تاکہ توجہ الی اللہ پیدا ہوجائے، جو مقصودِ حیات ہے، اس لئے تصوف وطریقت، دِین وشریعت کے قطعاً منافی نہیں، بلکہ ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ صوفی بنے کہ اس کے بغیر فی الواقع ہر مسلمان پورا مسلمان کہلانے کا مستحق ہی نہیں رہتا۔

جب یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ تصوف وطریقت، دِین وشریعت کے منافی نہیں ہے، بلکہ شریعت ہی کے ایک جز کا نام ہے، تو اسی سے تصوف کی ضرورت بھی ثابت ہوگئی۔'' (شریعت وتصوف ص:۲۹،۳۹)

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ تصوف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ سلوک اور تصوف کا حاصل صرف یہ ہے کہ طاعت کے وقت ہمت کرکے طاعت کو بجا لائے اور معصیت کے تقاضہ کے وقت ہمت کرکے معصیت سے رُک جائے اس سے تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے، محفوظ

رہتا ہے، ترقی کرتا ہے۔''

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

''تزکیہ تین چیزوں سے مرکب ہے، یعنی قلب پاک ہوجائے عقائد باطلہ سے اور غیر اللہ سے، اور نفس پاک ہوجائے بُرے اخلاق سے، اور بدن پاک ہوجائے نجاستوں اور برے اعمال سے۔ اللہ تعالیٰ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے تزکیہ کی کیا عمدہ تفسیر فرمائی ہے۔(روحِ سلوک، ص۹)

''سارے سلوک وتصوف اور ساری خانقاہوں اور تمام اذکار واشغال کا حاصل گناہ چھوڑنا ہے اگر انسان اہل اللہ کی صحبت میں رہے، خانقاہ میں زندگی گزارے لیکن گناہ سے نجات نہیں پارہا ہے تو ابھی اسے حاصل سلوک نہیں ملا۔ سلوک وتصوف کا حاصل یہی ہے کہ انسان سر سے پیر تک اللہ کا ہوجائے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
اُنہی کا اُنہی کا ہوا جارہا ہوں

جن کا ہوں، انہی کا ہوا جارہا ہوں، پیدا تو اللہ نے کیا ہے پھر دوسروں پر کیوں مَروں، جس نے مجھے وجود بخشا ہے اُسی پر مروں گا، میں اللہ کو ناراض نہیں کرسکتا، بس جس کو یہ بات حاصل ہوگئی اور گناہ چھوڑ دیئے وہ حاصل سلوک پاگیا۔لیکن یہ نعمت بزورِ دست وبازو نہیں ملتی، اللہ کے فضل سے ملتی ہے۔اس لیے اللہ سے روتے رہو، مانگتے رہو، لیکن تدبیر میں کمی نہ کرو۔(معارفِ ربانی، ص۱۳۲،۱۳۳)

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

''تصوف نام ہے اپنے دل کو توڑ دینا اور اللہ کے قانون کو نہ توڑنا۔ جو ظالم اپنا دل نہ توڑے اور اللہ کا قانون توڑ دے وہ صوفی نہیں مردود ہے، خبیث ہے، جو بُرے سے برا لقب اس کو دیا جائے کم ہے۔تصوف کے معنی یہ ہیں کہ ماضی اور مستقبل کی فکر نہ کرنا، اپنے حال کو درست رکھنا کہ کسی گناہ میں ایک سانس نہ گزرے، ماضی کی توبہ سے تلافی اور مستقبل کو دعا سے تابناک کرنا''۔ (خزائن شریعت وطریقت، ص۴۱۰)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

’’وہ پیری مریدی یا وہ تصوف جو قرآن و حدیث کی تفسیروں سے اور شرحوں سے ثابت نہ ہو، اللہ کے کلام اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی روشنی میں جو تصوف نہ ہو وہ تصوف مقبول نہیں ہے۔ تصوّف تو نام ہے اللہ کی عبادت میں محبت کی چاشنی ملا دینے کا‘‘۔ (دل شکستہ کی قیمت، ص ۸)

اگر چہ بعض پیشہ ور، طلبِ جاہ کے خوگر اور فاسد العقیدہ نام نہاد صوفیاء نے تصوّف کی آڑ میں دِین میں تحریف، مسلمانوں کو گمراہ، آزادی و بے راہ روی کی تبلیغ اور معاشرے میں اِنتشار پیدا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اس تصوّف کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے آلہ کے طور پر اِستعمال کیا۔ کچھ غیر محقق صوفیوں نے جو اس شعبے کی رُوح اور حقیقت سے نا آشنا تھے، انہوں نے وسائل و ذرائع پر تو بہت زور دیا مگر مقصد کو فراموش کر بیٹھے، اسی طرح وہ مقصد اور وسیلہ میں تمیز کھو بیٹھے اور تصوّف کے نام پر ایسی ایسی چیزیں اس میں داخل کر ڈالیں جن کا مقصد سے ذرّہ بھر کوئی تعلق نہیں تھا، لیکن انہی بے مقصد چیزوں اور وسائل کو اس فن کی رُوح اور کمال سمجھ کر ان پر زور دیا اور مقصد سے دُور ہوتے چلے گئے، جس کی وجہ سے علمِ تصوّف کو ایک متنازع چیز بنا کر رکھ دیا، جس کی بنا پر بہت سے حضرات اس کا اِنکار کر بیٹھے، مگر عمومی طور پر دیکھا جائے تو حقیقی صوفیا نے مقصد کو ہی سامنے رکھا، اور اہلِ تصوّف نہ یہ کہ خود شریعت کے عالم و ماہر تھے بلکہ انہوں نے ہمیشہ علمِ دِین اور علمِ شریعت کی سرپرستی کی، ان صوفیا نے ہمیشہ جہاد کے میدانوں میں ہراول دستے کا کام دیا، بڑے بڑے سلاطین اور جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق بلند کیا۔

بیعت کی غرض وغایت:

بیعت کی غرض وغایت بھی یہی ہے کہ اِنسان کی اس طرح اِصلاح ہو کہ وہ اخلاقِ رذیلہ سے پاک وصاف ہو کر اَخلاقِ حسنہ سے متصف ہو جائے، محترم نذیر رانجھا صاحب لکھتے ہیں:

’’ایک بار حضرت مولانا محبوبِ الٰہیؒ کے بھائی مقبول الٰہی صاحب (لکھنؤ سے) آئے اور حضرتِ اقدس (مولانا محمد عبداللہ) سے پوچھا کہ بیعت کا مقصد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آپ نے اپنے بھائی (مولانا محبوب الٰہی) سے کیوں نہیں پوچھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ بھائی صاحب سے پوچھا تو انہوں نے آپ سے عرض گزار ہونے کے لئے کہا ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

’’آپ دیکھتے ہیں کہ اَحکامِ شرعیہ اور اُمورِ دِینیہ کا علم ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو اَخلاقِ حسنہ اور اَعمالِ صالحہ پر کاربند رہنا مشکل ہوتا ہے۔ بہت سے

مسلمان ایسے بھی ہیں کہ نماز روزے کے تو عادی ہوتے ہیں، مگر جھوٹ، فریب اور غیبت جیسی بُرائیوں سے پرہیز نہیں کرتے۔ بیعت کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ اِنسان سے رذائل چھوٹ جاتے ہیں اور ان کی بجائے اخلاقِ عالیہ پیدا ہوجاتے ہیں۔ اعمالِ صالحہ کی بجا آوری میں سہولت اور معاصی سے نفرت ہوجاتی ہے۔''

مقبول الٰہی صاحب یوں مطمئن ہوئے کہ اسی وقت بیعت کی درخواست کی اور آپ کے ہاتھ مبارک پر بیعت ہوگئے۔'' (تذکرہ خانقاہِ سراجیہ ص:۵۴۳)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ بیعت کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بیعت کا مطلب ہے کہ کسی مرشدِ کامل، متبعِ سنت کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کرنا اور آئندہ اس کی رہنمائی میں دِین پر چلنے کا عہد کرنا۔ یہ صحیح ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہے، جب تک کسی اللہ والے سے رابطہ نہ ہو، نفس کی اِصلاح نہیں ہوتی، اور دِین پر چلنا مشکل ہوتا ہے، اس لئے کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق تو ضروری ہے، البتہ رسمی بیعت ضرورنہیں۔'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۷رص:۴۶۳ر)

خانقاہوں میں اپنے مریدین سے جو بیعت لی جاتی ہے، یہ درحقیقت پچھلے گناہوں سے توبہ اور خدا اور رسول کے اَحکام کی تعمیل اور اِتباعِ شریعت کا ایک معاہدہ ہے، جس کے تحت شیخ اپنے مرید کی تربیت کرتا ہے، اور مرید اپنی سابقہ زندگی میں گناہوں سے توبہ کرنے، اپنی اِصلاح کے باب میں شیخ سے ہدایات لینے اور ان پر عمل کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ مفکرِ اُمت حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی میاں حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اہمیت وضرورت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''خیر القرون کے بعد اسلامی آبادی کا پھیلاؤ اور زندگی کی ذمہ داریاں اور معاشرتی تفکرات اتنے بڑھ گئے تھے کہ خصوصی تعلیم وتربیت کے ذرائع سے عمومی اصلاح وتربیت کا کام نہیں لیا جاسکتا تھا، اور کسی بڑے پیمانے پر کسی دِینی اور رُوحانی اِنقلاب کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی، پھر اس کی کیا صورت تھی کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد اپنے اِیمان کی تجدید کرے، دِینی ذمہ داریوں وپابندیوں کو شعور واِحساسِ ذمہ داری کے ساتھ دوبارہ قبول کرے، اس میں پھر اِیمانی کیفیات اور دِینی جذبات پیدا ہوں، اس کے افسردہ ومردہ دِل میں پھر محبت کی گرمی پیدا ہو، اور اس کے مضمحل قویٰ میں پھر حرکت ونشاط پیدا ہو، اس کو کسی مخلص خداشناس پر اِعتماد

ہو اور اس سے وہ اپنے امراضِ رُوحانی ونفسانی میں علاج اور دِین کی صحیح روشنی اور رہنمائی حاصل کرے۔ اسلامی حکومتیں جن کا یہ اصلی فرض تھا (اس لئے کہ جس نبی کی نیابت ونسبت پر وہ قائم تھیں، بقول سیّدنا عمر بن عبدالعزیزؒ وہ ہدایت کے لئے مبعوث ہوا تھا، ''جبایت''، ''تحصیل اموال'' کے لئے نہیں) نہ صرف اس فریضے سے غافل اور کنارہ کش ہوچکی تھیں، بلکہ اپنے سربراہوں اور عمالِ حکومت کے اعمال وکردار کے لحاظ سے اس کام کے لئے مضر اور اس کے راستے میں مزاحم تھیں، دُوسری طرف وہ اس قدر بدگمان، توہم پرست اور شکی واقع ہوئی تھیں کہ کسی نئی تنظیم اور نئی دعوت کو جس میں قیادت وسیادت کی آمیزش پاتیں، برداشت نہیں کرسکتی تھیں، اس کو وہ فوراً کچل کر رکھ دیتیں۔ ایسی صورت میں مسلمانوں میں نئی دِینی زندگی، نیا نظم وضبط اور نئے سرے سے حرکت وعمل پیدا کرنے کے لئے اس کے علاوہ کیا شکل تھی کہ خدا کا کوئی مخلص بندہ آنحضرت کے طریقے پر ایمان وعمل اور اِتباعِ شریعت کے لئے بیعت لے اور مسلمان اس کے ہاتھ پر اپنی سابقہ غفلت وجاہلیت کی زندگی سے توبہ اور اِیمان کی تجدید کریں، اور پھر وہ نائبِ پیغمبر، ان کی دِینی نگرانی وتربیت کرے، اپنی کیمیا اثر صحبت، اپنے شعلۂ محبت، اپنی اِستقامت اور اپنے نفسِ گرم سے پھر اِیمانی حرارت، گرمیٔ محبت، خلوص وللّٰہیت، جذبۂ اِتباعِ سنت اور شوقِ آخرت پیدا کردے، ان کو اس نئے تعلق سے محسوس ہو کہ انہوں نے ایک زندگی سے توبہ کی ہے اور ایک نئی زندگی میں قدم رکھا ہے، اور کسی اللہ کے بندے کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا ہے، وہ بھی یہ سمجھے کہ ان بیعت کرنے والوں کی اِصلاح وتربیت اور ان کی دِینی خدمت، اللہ نے میرے سپرد کی ہے، اور اس محبت واِعتقاد کا مجھ پر نیا حق قائم ہوگیا ہے، پھر اپنے تجربوں واِجتہاد اور کتاب وسنت کے اُصول وتعلیمات کے مطابق ان میں صحیح رُوحانیت وتقویٰ اور ان کی زندگی میں اِیمان واِحتساب واِخلاص اور ان کے اعمال وعبادت میں اِیمانی کیفیات اور رُوح پیدا کرنے کی کوشش کرے، یہی حقیقت ہے اس بیعتِ تربیت کی جس سے دِین کے مخلص داعیوں نے اپنے اپنے وقت میں اِحیاء وتجدیدِ دِین اور اِصلاحِ مسلمین کا کام لیا ہے، اور لاکھوں بندگانِ خدا کو حقیقتِ اِیمان اور درجۂ اِحسان تک پہنچا دیا ہے۔'' (تاریخِ دعوت وعزیمت، حصہ سوم، ص:۲۳۱)

حضرت اقدس حضرت والاؒ بیعت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بیعت کی حقیقت:

جو اللہ تعالیٰ کی قید و بند سے آزاد ہوتا ہے اسکی زندگی لعنتی اور بے کسی کی ہوتی ہے اور جو اللہ والا ہوتا ہے، اللہ والوں کے ہاتھ بکتا ہے وہ دراصل اللہ والوں کے ہاتھ نہیں بِکتا، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنے نمائندے رکھے ہوئے ہیں جو بندوں کو اپنے ہاتھوں پر خرید کر اللہ تک پہنچا دیتے ہیں۔

بیعت کی ایک حسی مثال:

جیسے وزیرِ اعظم کو گندم بیچنا ہے تو کسانوں سے گندم خریدنے کے لیے وزیرِ اعظم خود نہیں آتا بلکہ ہر علاقہ کے ڈپٹی کمشنر کو اپنا نمائندہ بناتا ہے کہ کسانوں سے رابطہ قائم کر کے سرکاری پیسے سے ان کو ادائیگی کرو اور ان سے گندم خرید لو اور اسلام آباد بھیج دو۔ اسی طرح اللہ والے اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہیں۔ بندوں کو خرید کر وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دیتے ہی۔ یعنی ولی اللہ بننے کا راستہ بتا دیتے ہی جس پر چل کر وہ اللہ والا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے لیے نہیں خریدتے، اللہ تعالیٰ کی بندگی سکھانے کے لیے بیعت کرتے ہیں۔ بیعت کے معنی ہیں ''بِکنا'' دراصل وہ بِکتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، اللہ والوں کا ہاتھ نمائندہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ میرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں وہ اصل میں میرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ہاتھ نہیں ہے، میرا ہاتھ ہی یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ اللہ کا ہاتھ ہے وہ۔ اے صحابہ (رضی اللہ عنہم)! سمجھ لو کہ تم میرے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پر جو بیعت کر رہے ہو وہ میرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ہاتھ نہیں یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ اے صحابہ (رضی اللہ عنہم)! تمہارے ہاتھوں پر بظاہر نبی کا ہاتھ ہے مگر اس ہاتھ میں دراصل میرا ہاتھ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ میرا خلیفہ اور نمائندہ ہے۔ تو اسی طرح جو نائب رسول ہیں جب وہ بیعت کرتے ہیں تو ان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ (حیاتِ تقویٰ: صفحہ ۱۴ تا ۱۵)

شرح آیتِ بالا بعنوانِ دِیگر

یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ (سورۃ الفتح: ایۃ ۱۰)

اسی طرح اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کرو تو کسی سچے اللہ والے سے

بیعت ہوجاؤ کیوں کہ دنیا میں اللہ سے مصافحہ کا کوئی راستہ نہیں ہوتا لیکن جو بیعت ہوتا ہے وہ اپنے شیخ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے اور شیخ کا ہاتھ اگلے شیخ کے ہاتھ پر ہے یہ ہاتھ واسطہ در واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک تک پہنچتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے تو جس کو اللہ سے مصافحہ کرنا ہو، زمین والے کو آسمان والے سے مصافحہ کرنا ہو تو وہ کسی راکٹ سے اللہ تعالیٰ تک نہیں جا سکتا لیکن اگر کسی اللہ والے کا مرید ہوگیا تو اس کا ہاتھ واسطہ در واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک تک پہنچ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ہاتھ مت سمجھو یہ یَدُ اللّٰہِ ہے۔ سچے اللہ والوں سے بیعت کا یہ راستہ اتنا پیارا ہے کہ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کا کوئی اور راستہ مجھے دلائل سے بتادو۔ میں تو دلیل پیش کر رہا ہوں۔ (خزائن القرآن، ص ۳۲۲، ۳۲۳)

خانقاہی نظام

اس اِصلاح و اِرشاد کے لئے ان بزرگانِ دِین نے جگہ جگہ خانقاہیں قائم کیں، یہ خانقاہیں انسانیت کی صحت گاہیں ہیں، جہاں دَم توڑتی انسانیت کا علاج اور بجھتی ہوئی دِل کی شمع کو پھر سے روشن کیا جاتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ خانقاہ کا مقصد ذِکر کی چند ضربیں لگانا، یا کسی کو تعویذ دے دینا، کسی مریض کو جھاڑ پھونک کرنا ہے، یہ انتہائی ناقص تصور، بلکہ خانقاہی نظام کے مقاصد کے برعکس بات ہے، حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی میاں حسنی ندویؒ ان خانقاہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جنھوں نے ہندوستان میں فقر و تصوف کی تاریخ پڑھی ہے یا کبھی اس مقصد و ذوق کے ساتھ اس ملک کا سفر کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ جس طرح شیر شاہ سوریؒ نے اپنی تاریخی شاہراہ پر دورویہ تھوڑے تھوڑے فاصلے سے کارواں سرائیں تعمیر کرائی تھیں، جہاں مسافر قیام کرتے، خوراک، حفاظت اور آرام کی جگہ پاتے اور راہ کی خستگی و ماندگی دُور کرکے تازہ دَم ہوکر اپنا سفر شروع کرتے، اسی طرح فیاض دِل اور فیاض رُوح درویشوں اور اِنسانیت کے چارہ سازوں نے زندگی کے تھکے ہارے مسافروں اور مادّیت کے تقاضوں اور مطالبوں سے پامال کئے ہوئے انسانوں کے لئے جن کو اپنے دِل کی زندگی دَم توڑتی اور رُوح کا شعلہ بجھتا

نظر آتا تھا، ایسی پناہ گاہیں اور کارواں سرائیں تعمیر کی تھیں، جہاں کچھ دن ٹھہر کر دِل کے چراغ کی لو، نیا روغن اور روشنی پاتی، افسردہ قویٰ میں تازگی اور رُوح میں جلاء پیدا ہوتی، غفلت اور معاصی کے مقابلہ کرنے اور اِسلام کے پل صراط پر اِحتیاط وثبات کے ساتھ چلنے کا عزم اور قوت پیدا ہوتی، قوی الارادہ اور صاحبِ عزیمت لوگوں کی ہمت وقوت دیکھ کر اپنے کمزور ارادے میں قوت اور اپنی ضعیف ومذبذب طبیعت میں ہمت محسوس ہوتی، فرائض کے پابند، سنن وآداب کے پابند بنتے، غافل، ذاکر، نمازوں میں سستی کرنے والے شب بیدار بن جاتے، اسباب کے پرستار اور مادّیت کے گرفتار جو مستقبل کے خوف اور فقر وفاقہ کے ڈَر سے ہمیشہ لرزاں اور ترساں رہتے، اور تدبیر ووسائل کو رازقِ حقیقی سمجھتے، وہ ایک درویش خدامست کے توکل وتبتل کا منظر اور اللہ تعالیٰ کے مسبّب الاسبابی کا تماشا دیکھ کر توکل کے مفہوم سے آشنا اور یقین کی دولت سے بہرہ یاب ہوتے۔'' (سوانح حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ ص: ۱۰۷، ۱۰۸)

حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں خانقاہ کا مفہوم اور مقصد پڑھیے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آج آپ سے کوئی پوچھے کہ تزکیۂ نفس کیا ہے؟ خانقاہوں میں کیا ہوتا ہے؟ تو بتا دیجیے کہ خانقاہ یُـزَکِّیۡهِمۡ کا مظہر ہے۔ خانقاہ وہ جگہ ہے جہاں جاہ کا جیم اور باہ کی باء نکالی جائے اور خالص آہ رہ جائے تو آہ اور اللہ میں کوئی فاصلہ نہیں ہے، ہماری آہ کو اللہ نے اپنی آغوش میں لے رکھا ہے۔ جہاں آہ کو جاہ اور باہ سے پاک کیا جائے یعنی جہاں جاہ وتکبر مٹایا جائے اور باہ وشہوت، بدنظری اور عشق غیر اللہ سے دل کو پاک کیا جائے اس کا نام خانقاہ ہے۔ خانقاہ نام حلوہ کھانے کا نہیں ہے جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں۔ خانقاہ کی تعریف پر میرا شعر ہے ؎

اہلِ دل کے دل سے نکلے آہ آہ
بس وہی اخترؔ ہے اصلی خانقاہ

اور اگر یہ نہیں ہے تو پھر وہ خانقاہ نہیں ہے خواہ مخواہ ہے اور شاہ صاحب کیا ہیں سیاہ صاحب ہیں۔

''ہمارے ہاں خانقاہ میں لکھا ہوا ہے کہ یہاں سیاسی گفتگو ممنوع ہے۔

یعنی خالص اللہ ہو، اللہ تعالیٰ کی خالص محبت ہو، آپ خالص دودھ چاہتے ہیں یا پانی کی ملاوٹ والا دودھ پسند کرتے ہیں؟ تو خانقاہ کو آہ کے لیے خالص رکھو۔ میرا شعر ہے ؎

اہلِ دل کے دل سے نکلے آہ آہ
بس وہی اختؔر ہے اصلی خانقاہ

خانقاہ وہ جگہ ہے جہاں آہ میں باہ نہ ملائی جائے، نہ جاہ ملاؤ، خانقاہ نام ہے خالص آہ کا، جس میں نہ جاہ ہو نہ باہ ہو یعنی شہوت نفسانی نہ ہو، بدنظری نہ ہو اور جاہ نہ ہو۔ یہی دو بڑی بیماریاں ہیں، جاہ اور باہ۔ اگر جاہ سے جیم نکل جائے اور باہ سے با نکل جائے تو خالص آہ رہ جائے گی، اب آہ میں اور اللہ میں کوئی فاصلہ نہیں ہے، انہی دو بیماریوں کی اصلاح کے لیے شیخ بنایا جاتا ہے، شیخ روحانی ڈاکٹر ہے، شیخ منع کرتا ہے کہ دیکھو نظر کی حفاظت کرنا ورنہ اگر تم رسوا ہوئے تو ہماری ذمہ داری نہیں، اب اگر چھپ چھپ کر شیخ کی تعلیمات کے خلاف کوئی کام کرتا ہے تو بتاؤ! شیخ کی کیا ذمہ داری ہے، یہ خود اپنے پیر پر کلہاڑی مار رہا ہے۔ اسی طرح دوسری بیماری جاہ ہے، تکبر نہ کرو، اکڑ کر مت چلو، تواضع سے رہو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ شریف جب فتح فرمایا تو آپ جھک گئے اور اتنا جھکے کہ ڈاڑھی مبارک کجاوے سے لگ گئی۔ ایک انگریز مؤرخ کافر ہو کر لکھتا ہے کہ اگر مسلمانوں کا یہ پیغمبر سچا نہ ہوتا، اگر یہ بادشاہ ہوتا تو اس وقت تکبر میں آجاتا اور اکڑ کے چلتا، آنکھیں لال ہوتیں کہ تم لوگوں نے مجھے بہت ستایا تھا، آج میں نے تمہارا ملک فتح کرلیا ہے، اب تمہاری خیر نہیں، اب تمہاری اینٹ سے اینٹ بجادوں گا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجائے اکڑفوں کے تواضع سے جھکتے چلے گئے، آپ عظمتِ الٰہیہ سے دب گئے یہاں تک کہ ڈاڑھی مبارک کجاوے سے لگ گئی۔ جو عظمتِ الٰہیہ سے دبا ہوتا ہے وہ کیسے گناہ کرے گا؟ وہ کیسے بدنظری کرے گا؟ جو لوگ گناہ کرتے ہیں، یہ غافلین کی جماعت ہے، گو صورتاً یَقُظَان لوگ ہیں، لیکن صورت بنانے سے کام نہیں چلتا، سیرت بھی بناؤ، سیرتِ اولیاء میں کارِ شیطانی مت کرو۔ (خزائن شریعت، ص ۳۲۵، ۳۲۶)

’’میرے شیخ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم نے ایک تبلیغی مرکز کے بہت بڑے اجتماع میں فرمایا کہ مدرسوں سے، تبلیغی جماعتوں

سے اعمال کا وجود ملتا ہے اور خانقاہوں سے اعمال کا قبول ملتا ہے۔ اللہ والوں سے اخلاص ملتا ہے جس کی برکت سے اعمال قبول ہوتے ہیں ورنہ اعمال میں رِیا اور دِکھاوا ہو جائے گا۔ اسی لیے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جب تبلیغ سے واپس آتے تھے تو اپنے بزرگوں کی خدمت میں جا کر دل کی ٹیوننگ اور صفائی کراتے تھے اور فرماتے تھے کہ مخلوق میں زیادہ خلط ملط سے دل میں غبار سا آجاتا ہے جس کی صفائی میں خانقاہوں میں کراتا ہوں۔ جب موٹر زیادہ چلتی ہے تو پھر ٹیوننگ ضروری ہے یا نہیں؟ ورنہ گرد و غبار سے انجن خراب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دل میں رِیا، دِکھاوا اور بڑائی آجاتی ہے جس کی صفائی خانقاہوں میں ہوتی ہے تو خانقاہوں کا ثبوت یُزَکِّیۡہِمۡ ہے۔ (خزائن القرآن، ص۶۲)

خانقاہ فارسی زبان کا لفظ ہے اسکے معنی غیاث اللغات میں لکھے ہیں ''جائے بودنِ درویشاں'' جہاں چند اللہ والے درویش بیٹھ جائیں بس وہی خانقاہ ہے، خانقاہ محتاج چھت و عمارت و دہلیز نہیں ہے خانقاہ نام ہے ''جائے بودن درویشاں'' درویشوں کے رہنے کی جگہ جہاں اللہ والے بیٹھ جائیں۔ آپ لوگ یہاں بیٹھ گئے بس یہی خانقاہ ہے۔ (آفتاب نسبت مع اللہ، ص۳۹۹)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ تعلیمات اور آپ کے وہ اقوال وافعال جو ظاہری شریعت سے تعلق رکھتے ہیں، ان کو محدثین نے لفظ بلفظ محفوظ کیا، فقہاء نے ان سے مسائل اور جزئیات کا اِستنباط کر کے دین کا بہت بڑا ذخیرہ اُمت کے سامنے پیش کیا جس کی بنا پر اُمتِ مسلمہ کے لئے دین پر عمل کرنا آسان ہو گیا۔ یہ محدثین اور فقہاء اُمتِ مسلمہ کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ اُن محدثین وفقہاء کو پوری اُمت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

جس طرح اُمت کو ہر دور میں ان علماء، فقہاء اور محدثین کی ضرورت رہی ہے جو فاسد عقائد اور گمراہ کن خیالات سے اُمت کی حفاظت کرتے ہیں اور انہیں صحیح عقائد ونظریات سے آگاہ کرتے ہیں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق اَحکامات خواہ وہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات سے، اُصولِ معیشت سے متعلق ہوں یا آدابِ معاشرت سے، علماء ان تمام اَحکامات کے متعلق اُمت کی راہنمائی کرتے ہیں۔

اسی طرح اُمت کو ہر دور میں اس کی ضرورت رہی ہے کہ ایسے اصحاب ارشاد اور ایسے ربانی حضرات پیدا ہوتے رہیں جن کی توجہ سے بندوں کا اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو اور جن کا موضوع قلوب

کی صفائی اور تزکیہ ہو۔ الحمدللہ! فقہاء، علماء اور محدثین کے ساتھ ہر دور میں ایسے اہل اللہ اور اہلِ قلوب کا ایک طبقہ رہا ہے جنہوں نے دِلوں پر محنت کی، اور دِلوں کو اخلاقِ ذمیمہ سے پاک وصاف کر کے انہیں اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ کیا، بندوں کا تعلق اللہ سے مضبوط کیا، معاشرے میں اخلاقیات کا درس دیا، علماء اور عوام الناس میں اخلاص وللّٰہیت پیدا کرنے کے لئے محنت وجستجو کی، لوگوں کے دلوں میں اللہ کی محبت کی چنگاری پیدا کی اور ان میں یقین کی رُوح پھونکی۔ جنہوں نے مایوس کن حالات میں بھی عشق وجذب کی اس کیفیت کا مظاہرہ کیا اور اپنی جرأتِ رندانہ اور کیفیتِ عاشقانہ سے حالات کا رُخ بدل دیا، جنہوں نے اپنے اخلاص وللّٰہیت اور توجہ الی اللہ کے ذریعے لوگوں کو دُنیا سے بے رغبت کرتے ہوئے آخرت کی طرف متوجہ کیا، جن کی محنت سے تن آسانی اور راحت طلبی کی زندگی انہیں بار محسوس ہونے لگی اور شہادت کی موت ان کے لئے آسان اور خوشگوار ہوگئی، جن کی شبانہ روز کوششوں اور مجاہدوں نے ایک خلق کو اخلاقِ عالیہ کا ایسا خوگر بنایا کہ ان کے اخلاق اسلام کی دلیل بن گئے، جہاں فقہاء ومحدثین اور ان کے کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں، وہاں ان علمائے ربانیین اور عارفین کے تذکروں سے بھی اسلامی تاریخ مالا مال ہے۔

مفکرِ اُمت حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی میاں حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ تصوّف اور اہلِ تصوّف کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''جیسا کہ حدیث متواتر کی تعریف اور اس کے قطعی الثبوت ہونے کی دلیل میں اہلِ اُصول کہتے ہیں کہ: ''اتنی بڑی تعداد نے ہر زمانے میں اس کی روایت کی ہو کہ عقلِ سلیم اور انسانی عادات اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوں کہ اتنے کثیر اِنسانوں نے غلط بیانی اور اِفترا پردازی پر اتفاق کرلیا ہے، اور یہ کسی سازش کا نتیجہ ہے۔'' تاریخ کے سرسری مطالعے سے بھی یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قرنِ ثانی سے لے کر اس وقت تک بلا اِنقطاع اور بلا اِستثناء ہر دور اور ہر ملک کے خدا کے کثیر التعداد مخلص بندوں نے اسی طریقے کو اِختیار کیا، اور اس کی دعوت دی، خود فائدہ اُٹھایا اور دُوسروں کو فائدہ پہنچایا، اور ساری زندگی اس کی اِشاعت میں مشغول وسرگرم رہے، اور ان کو اس کی صحت وافادیت کے بارے میں پورا یقین واطمینان حاصل تھا، وہ اپنے ماحول ومعاشرے کا خلاصہ اور عطر تھے، اور نہ صرف اپنی راست بازی، خلوص وبے غرضی، پاک نفسی اور نیک باطنی میں، بلکہ کتاب وسنت کے علم، سنت کی محبت وعشق اور بدعات سے نفرت وکراہت میں بھی

اپنے معاصرین میں فائق اور ممتاز تھے، ایک دو کا، یا دس پانچ کا کسی غلط فہمی یا سازش کا شکار ہو جانا ممکن ہے، اور بعید اَز قیاس نہیں، لیکن لاکھوں انسانوں کا جو اپنے علم و عمل میں بھی اُمت کی صفِ اوّل میں نظر آتے ہیں، علیٰ سبیل التواتر صدیوں تک اس غلط فہمی میں مبتلا رہنا، اس پر اِصرار کرنا، اور اس کی دعوت دینا، اس پر پورے عزم و اِستقامت کے ساتھ قائم رہنا خلافِ عقل اور خلافِ عادت بات ہے، پھر ان کے انفاسِ قدسیہ سے لاکھوں کروڑوں انسانوں کا ہدایت یافتہ اور فیض یاب ہونا اور اعلیٰ باطنی و رُوحانی کمالات تک پہنچنا خبرِ متواتر ہے، جس کا انکار ممکن نہیں، عقلاً وعادتاً یہ بات بالکل ناممکن معلوم ہوتی ہے کہ زمانی ومکانی اِختلاف کے باوجود صادقین ومخلصین کا یہ گروہ عظیم متواتر و مسلسل طریقے پر ایک غلط فہمی میں مبتلا رہا، اور اللہ تعالیٰ نے بھی جو رحیم وحکیم اور ہادیٔ مطلق ہے، اور جس کا وعدہ ہے کہ:

''وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا، وَاِنَّ اللهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ'' (العنکبوت: ٦٩)

''اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں بڑے بڑے مجاہدے اور کوششیں کیں، ہم ان کو ضرور بالضرور اپنے صحیح راستوں پر لگا دیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ ہمت وصداقت کے ساتھ کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

ان کی اس غلط فہمی کا پردہ چاک نہیں کیا، اور ان کی دستگیری نہیں فرمائی، آپ تاریخِ اسلام میں سے ان صادقین ومخلصین کو جن میں ایک ایک آدمی اپنے عہد کا گل سرسبد، منارۂ نور، اور نوعِ انسانی کے لئے شرف وعزت کا باعث ہے، نکال کر دیکھیں کہ ان کے بعد کیا رہ جاتا ہے؟ اور اگر ان پر اِعتماد نہیں کیا جا سکتا تو پھر کون سی جماعت لائقِ اِعتماد اور سرمایۂ اِفتخار ہوگی؟'' (تزکیہ واحسان، ص: ۱۳، ۰۳)

تصوّف کے سلسلے اگرچہ دُوسرے علاقوں اور ممالک میں ظاہر ہوئے لیکن ان کا فروغ اور قبولِ عام سب سے زیادہ برصغیر پاک وہند میں ہوا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے دور کا آغاز صوفیائے کرام کی ذات سے ہوا تو بے جا نہ ہوگا۔ اس سلسلے میں خاص طور پر سلسلۂ چشتیہ کے بانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے، اس کے بعد تو ہندوستان میں ان صوفیائے کرام اور ان کی عظیم خدمات کا ایک طویل سلسلہ ہے۔

جس طرح ظاہری علم محض کتابوں کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہوسکتا، بلکہ کسی ماہر اُستاذ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے سے ہی حاصل ہوتا ہے، اسی طرح باطنی علم بھی صرف کتابوں کے دیکھنے سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ یہ بھی کسی اللہ والے کے دامن سے وابستہ ہونے، کسی صاحبِ نسبت بزرگ کے قدموں میں بیٹھنے اور اس کی جوتیاں سیدھی کرنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے یہ رُوحانی علم حاصل کرنے اور باطنی کیفیات کے حصول کے لئے سچے طالبین ہمیشہ کسی اہلِ حق اور اس دولت کے حامل متبع سنت کی تلاش میں رہتے ہیں اور پھر ان کے دامن سے وابستہ ہوکر سلوک ومعرفت کے مدارج طے کرتے ہیں۔ شیخ کیسا ہونا چاہئے؟ شہیدِ اسلام حضرتِ اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''کسی مرشد کے ہاتھ پر بیعت ہونا اپنی اصلاح کے لئے ہوتا ہے اور مرشدِ کامل وہ ہے جس میں مندرجہ ذیل باتیں موجود ہوں:

۱:...ضرورت کے موافق دین کا علم رکھتا ہو۔

۲:...اس کے عقائد، اعمال اور اخلاق شریعت کے مطابق ہوں۔

۳:...دُنیا کی حرص نہ رکھتا ہو، کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو۔

۴:...کسی مرشدِ کامل، متبع سنت کی خدمت میں رہا ہو اور اس کی طرف سے بیعت لینے کی اجازت اسے حاصل ہو۔

۵:...اس زمانے کے عالم اور بزرگانِ دین اس کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہوں۔

۶:...اس سے تعلق رکھنے والے سمجھ دار اور دِین دار لوگ ہوں اور شریعت کے پابند ہوں۔

۷:...وہ اپنے مریدوں کی اصلاح کا خیال رکھتا ہو اور ان سے کوئی شریعت کے خلاف کام ہوجائے تو اس پر روک ٹوک کرتا ہو۔

۸:...اس کے پاس بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہو، دُنیا کی محبت کم ہو۔'' (آپ کے مسائل اور اُن کا حل، ج:۷، ص:۸۶۳)

چنانچہ دستور کے مطابق شیخ المشائخ حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے وقت کے بڑے بڑے مشائخ اور صاحب نسبت بزرگوں سے نہ صرف یہ کہ روحانی تربیت حاصل کی اور سلوک کی راہ طے کی بلکہ اس میں کمال اور رسوخ حاصل کیا۔ چنانچہ سب سے پہلا تعلق آپ نے حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی قدس سرہ سے قائم کیا جو اپنے وقت کے شیخ اور قوی النسبت بزرگ حضرت

مولانا فضلِ رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کے سلسلہ سے وابستہ اور اِجازت یافتہ تھے، خود بھی بڑے اعلیٰ درجہ کے صاحب نسبت بزرگ تھے۔ تین سال حضرت کی خدمت میں رہے، آپ سے اصلاحی تعلق تو قائم کیا لیکن باقاعدہ بیعت نہیں کی، اس کے بعد حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرتؒ کی خدمت میں ایک طویل عرصہ تک رات دن خادم کی حیثیت سے ساتھ رہے، اس کے بعد محی السنۃ حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئی قدس سرہ سے تعلق قائم کیا۔ آپ کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ اور حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ دونوں سے خلافت حاصل ہے مگر آپ نے اپنا سلسلہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ سے چلایا۔ حضرت اقدس اپنے ان بزرگوں سے تعلق اور ان سے کسبِ فیض کو بڑے مزے لے لے کر اپنے متعلقین کو سنایا کرتے تھے۔ مقصد یہی تھا کہ آپ کس طرح اپنے اکابر کی خدمت میں رہے اور آپ کے متعلقین و مریدین کو اس سلسلہ میں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ حضرت نے اپنے مواعظ اور مجالس میں بارہا اس کا تذکرہ کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ کی زبان میں ہی یہ داستانِ درد و محبت سنائی جائے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ خود بیان فرماتے ہیں:

’’میں طبیہ کالج کی پڑھائی کے زمانہ میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ کے یہاں تین سال الٰہ آباد میں رہا ہوں۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کے سلسلہ کے خلیفہ تھے، ایک مرتبہ انہوں نے تقریر کی تو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم نے اعلان کیا کہ آج آپ لوگوں نے مولانا کی جو تقریر سنی ہے تو سمجھ لو کہ حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کی تقریر سن لی، اللہ نے ان کا سارا فیض انہیں عطا فرمایا ہے اور حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ ایسے نقشبندی تھے کہ بڑے بڑے چشتیوں کو اپنا غلام بنالیا تھا۔ ان کے سارے اشعار عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اصل مقصود سلاسلِ اربعہ نہیں، مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اگر ایئرپورٹ جانے کے چار راستے ہیں تو بتائیے! اصل مقصود راستے ہیں یا ایئرپورٹ پہنچنا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ مقصود ایئرپورٹ پہنچنا ہے اسی طرح ہر اللہ والے کی عزت کرو، چاہے وہ کسی بھی سلسلے کا ہو چونکہ مقصود سب کا اللہ کی ذات ہے، کسی طریق میں ذکر بلند آواز سے ہے تو کسی میں آہستہ ہے، لیکن اتباعِ سنت سب میں مشترک ہے لہٰذا اس میں

تفریق کرنے والے نادان ہیں، میرا شعر ہے ؎

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اور سنت پر عمل کرنے کے لیے بزرگوں نے ہمیں ذکر بتایا ہے، کسی نے جہری بتایا ہے کس نے سِرّی، جیسا پیر بتائے ویسا ہی کرو لیکن مقصد اتباعِ سنت ہو، اگر کوئی شخص روزانہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرتا ہے لیکن سنت پر عمل نہیں کرتا بلکہ خلافِ سنت عمل کرتا ہے تو وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبغوض ہے اور اگر کسی شخص نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا مگر اس کا عمل سنت کے مطابق ہے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب ہے، یہ کمالاتِ اشرفیہ میں لکھا ہے جس کا دل چاہے دیکھ سکتا ہے۔'' (معارفِ ربانی، ص ۳۱۷، ۳۱۸)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

''جب میں بالغ ہوا تو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں بالغ ہوا جو اپنے زمانے کے عظیم الشان صاحبِ نسبت بزرگ تھے کہ جن کی نسبت پر حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے گواہی دی اور میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ ''میں مولانا محمد احمد صاحب کا نور زمین سے آسمان تک دیکھ رہا ہوں'' اور جن کو میرے شیخ حضرت ہردوئی نے اپنا مربی اور شیخ بنایا، حضرت کوئی کام نہیں کرتے تھے جب تک حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ نہیں کرلیتے تھے، بڑے بڑے علماء دعاؤں کے لیے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت علامہ ابوالحسن علی ندوی اور مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی محشیٔ مصنف عبد الرزاق کو میں نے دیکھا کہ دعا لینے کے لیے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بستر لگائے ہوئے تھے میں نے پوچھا کہ یہ لوگ کیوں آئے ہیں؟ معلوم ہوا کہ یہ سب دعا لینے کے لیے آئے ہیں تو ان کا تین برس کا ساتھ اللہ نے مجھے عطا فرمایا۔'' (آفتابِ نسبت مع اللہ، ص ۶۰۹)

حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت بھی عطا فرمائی حضرت خود فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی بزرگ تھے، اور ہمارے شیخ

کے بھی شیخ تھے، ہمارے یہاں چاروں سلسلے میں بیعت کرتے ہیں، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں چاروں سلسلے ملتے ہیں۔ہم اور ہمارے شیخ کے داماد حکیم کلیم اللہ صاحب کے بارے میں حضرت نے اپنے خدام کی موجودگی میں فرمایا کہ میں آپ دونوں کو خلافت دیتا ہوں تو میں اللہ کی رحمت سے نقشبندی سلسلہ میں بھی خلیفہ ہوں، یہ بھی انعام ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جو بھی اللہ والا ہو اس سے محبت کرو، یہ فرق مت کرو کہ یہ چشتی ہے اور وہ قادری ہے اور وہ نقشبندی ہے اس لیے کہ سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔(معارفِ ربانی،ص ۳۱۸)

حضرت مولانا شاہ محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تین سال گزارنے کے بعد حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی، جب آپ حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کی اٹھارہ سال عمر تھی اور بقرعید کا دن تھا۔حضرت فرماتے ہیں:

''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کہ اٹھارہ سال کی عمر میں اللہ نے اختر کو چالیس دن حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری کی خدمت میں لگانے کی توفیق دی۔شیخ کی آہ وفغاں سنی، تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد جب اللہ کہتے تھے تو اتنے درد سے کہتے تھے کہ آنکھوں سے آنسو آجاتے تھے۔میں میر صاحب کو پھول پور(اعظم گڑھ) لے کر گیا تھا جہاں میرے شیخ رہتے تھے، حضرت کی خانقاہ شہر سے باہر تھی رات کو کسی کی آواز بھی نہیں آتی تھی۔ان سے پوچھو وہاں کیا انوار ہیں۔جہاں کوئی اللہ والا ہوتا ہے اس کے انوار کا کیا عالم ہوتا ہے۔پوچھ لو ان سے آنکھوں سے دیکھ کر آئے ہیں، اس مسجد میں اور جنگل کا ذرہ ذرہ جہاں جہاں حضرت نے آہ وفغاں کی ہے ابھی تک اس کے انوار قائم ہیں۔مسجد کو دیکھ کر میر صاحب نے کہا کہ پوری مسجد نور میں ڈوبی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔جس محراب میں حضرت دس پارے پڑھتے تھے آہ ونالوں کے ساتھ اسی محراب میں بیٹھ کر جب میں نے تقریر کی تو وہاں کا عجیب رنگ تھا، عجیب وغریب مضامین بیان ہوئے۔اس محراب میں میں نے خود اپنی آنکھوں سے سولہ سال تک دیکھا کہ حضرت پانچ پانچ پارے دس دس پارے تلاوت کررہے ہیں۔تہجد کے وقت کے اُٹھے ہوئے ہیں اور بعض دن آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت میں مشغول رہتے۔ایک دن تلاوت کرتے کرتے یہ مصرعہ پڑھا ؎

آجا مری آنکھوں میں
سما جا مرے دل میں

آہ! وہاں کون تھا محراب میں سوائے دیوار کے، گویا اللہ سے باتیں کررہے ہیں، حضرت کی عبادت ایسی تھی گویا اللہ کو دیکھ رہے ہیں۔

جو یاد آتی ہے وہ زُلفِ پریشاں
تو پیچ و تاب کھاتی ہے مری جاں
جو پوچھے گا کوئی مجھ سے یہ آکر
کہ کیا گزری ہے اے دیوانے! تجھ پر؟
نہ ہرگز حالِ دل اپنا کہوں گا
ہنسوں گا اور ہنس کر چپ رہوں گا

یہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر ہیں جو حضرت نے اپنے شیخ حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر کہے تھے۔ مجھے بھی جب حضرت کی یاد آتی ہے تو پڑھتا ہوں۔ حضرتؒ کے بغیر سارا عالم مجھے عجیب سا لگتا ہے، وہ حاصلِ جنت تھے، حضرتؒ کی عبادت اور آہ وفغاں اور مسجد میں رونا حاصلِ جنت تھا۔

وہ اپنی ذات سے خود انجمن تھے
اگر صحرا میں تھے پھر بھی چمن تھے

(معارفِ ربانی، ص۱۲۳، ۱۲۴)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

''میں اپنے شیخ کے ساتھ رہتا تھا۔ حضرت آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت کرتے تھے، تین بجے رات کو اُٹھتے اور گیارہ بجے دن تک عبادت میں مشغول رہتے، دس دس پارے تلاوت کرتے تھے، مناجاتِ مقبول زبانی یاد تھی اور اس کی ساتوں منزل روزانہ پڑھتے تھے، قصیدہ بردہ زبانی یاد تھا، بارہ تسبیح اور تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد سجدہ میں روتے تھے، یہ سب پندرہ سال تک میری آنکھوں کا دیکھا ہوا ہے، لیکن میں کبھی حضرتؒ سے غائب نہیں ہوا، الحمدللہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت فارغ ہوئے ہوں اور مجھے نہ پایا ہو، میں حضرت کی جوتیاں لیے ایک جگہ بیٹھا رہتا، ایسی جگہ بیٹھتا تھا کہ حضرت کی نظر مجھ پر نہ پڑے، تاکہ ان کو احساس نہ ہو کہ میرے رازِ

خلوت سے کوئی واقف ہے، تاکہ آزادی سے میرا شیخ اپنے اللہ کو خوب یاد کرے، کیونکہ دیکھنے سے عبادت مشکل ہو جاتی ہے، اس لیے کونے میں بیٹھتا تھا، جب حضرت اٹھتے اور مسجد سے باہر آتے تو حضرت کے پاؤں میں جوتا پہنا دیتا۔ کبھی حضرت بارہ بجے رات تک جلسہ میں جاگے اس کے بعد تین گھنٹہ سوئے پھر اٹھ گئے اور میں حضرت کے پاؤں دباتا رہا، جوانی میں ایک گھنٹہ سونے کو ملا، ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ ''حکیم محمد اختر میرے ساتھ اس طرح رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے پھرتا ہے۔'' (معارف ربانی، ص ۱۰۹، ۱۱۰)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

''جہاں دو دریا ملتے ہیں وہ سنگم کہلاتا ہے جیسے الٰہ آباد میں جمنا اور گنگا ملتے ہیں اور جہاں تین دریا ملتے ہیں وہ تربینی کہلاتا ہے۔ مالک کا احسان وکرم ہے، میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا، اللہ تعالیٰ نے جوانی ہی سے اللہ والوں پر فدا ہونے کا شوق اور ذوق بخشا، سولہ سترہ سال کی عمر میں تو لوگ کیا کیا تفریح کرتے ہیں لیکن ہماری تفریح اللہ والوں کی آغوشِ محبت تھی، انہیں اللہ والوں کے پاس مجھے سارے عالم کی تفریح ملتی تھی، پندرہ سولہ سترہ سال کی عمر میں، میں نے تین سال حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گزارے پھر حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سولہ برس جنگل میں گزارے اور حضرتؒ کے بارے میں کیا کہوں ؎

وہ اپنی ذات سے خود انجمن تھے
اگر صحرا میں تھے پھر بھی چمن تھے

بعض وقت جنگل کی اُس مسجد میں، میں مؤذن ہوتا تھا اور حضرت امام ہوتے تھے تیسرا کوئی آدمی نہیں ہوتا تھا اس حالت میں چھ چھ مہینے گزر جاتے تھے پھر جب حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم تشریف لاتے تھے تب ذرا محفل ہو جاتی تھی ورنہ شیخ کی آہ وفغاں ہوتی تھی اور اختر کے کان ہوتے تھے۔ اس طرح زندگی گزاری الحمد للہ۔ مگر وہ رائیگاں نہیں گئی، اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی اور اولیاء کی خدمت کو رائیگاں نہیں کرتا، آج اس کا فائدہ دیکھ رہا ہوں اور میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم نے جدّہ میں اس کی تائید و

تصدیق فرمائی تھی، حضرت نے فرمایا تھا کہ ''اختر تجھ کو جو یہ ترقیات مل رہی ہیں یہ سب حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا صدقہ ہے۔ جب میرے شیخ کا انتقال ہوا تو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم نے جو والا نامہ لکھا اس میں لکھا کہ ''اختر آج ہم لوگ یتیم ہوگئے۔'' پھر دوسرا جملہ لکھا ''خدمت شیخ ابتدا تا انتہا مبارک ہو''۔ میں حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اٹھارہ سال کی عمر میں بیعت ہوا، سولہ سال حضرت کی خدمت میں دن رات رہا اور حضرت کی روح میرے سامنے پرواز ہوئی، میں نے اپنے شیخ کو نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے۔ تو مولانا ایوب سورتی میرا اعلان اسی عنوان سے کرتے ہیں کہ بھئی ایک دریا دیکھا، دو دریا دیکھے اب تین دریا دیکھو، تربینی کا تماشا دیکھو، میرے تینوں بزرگوں کے اقوال و ارشادات اللہ تعالیٰ میری زبان پر اپنی رحمت اور توفیق سے جاری فرماتے ہیں، میری تحریر میں بھی آپ دیکھیں گے کہ انہیں تینوں بزرگوں کی باتیں ملیں گی۔'' (آفتابِ نسبت مع اللہ، ص ۵۸، ۵۹)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا، اس ارشاد میں شیخ کی محبت اور خدمت دونوں نمایاں ہیں فرماتے ہیں:

''میں دن رات شیخ کی خدمت میں رہتا تھا، میرا کوئی ذریعۂ معاش نہیں تھا۔ تین دفعہ دواخانہ کھولا اور تینوں دفعہ بغیر قیمت نیلام کر کے شیخ کے پاس آ گیا۔ میرے بعض بزرگوں نے کہا کہ شیخ کے بعد تمہارا کیا حشر ہوگا، تمہارے بیوی بچے کہاں سے کھائیں گے۔ وہ چاہتے تھے کہ میں شیخ کو چھوڑ کر دواخانہ کھول کر حکیمی کروں۔ ان کی بھی محبت تھی، ان کے خلوص میں کوئی کمی نہیں تھی، لیکن میں نے سوچا کہ میں ساری زندگی شیخ کے ساتھ رہا، اب آخر عمر میں ان کو چھوڑ کر چلا جاؤں اور دواخانہ کھولوں تو حضرت کیا سوچیں گے کہ زندگی بھر ساتھ رہا، اب جب میرا یہاں کوئی نہیں ہے اور میں صاحبِ فراش ہوں، بچے ہندوستان میں ہیں، ایسے وقت میں یہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا، بے وفا نکلا۔ میں نے کہا کہ میرا جو حال ہو سو ہو، لیکن بے وفائی کا داغ میں اپنے سر نہیں لے سکتا۔ بے وفائی سے مجھے انتہائی بغض ہے اور پھر ایک اللہ والے کے ساتھ بے وفائی! اور وہ بھی اپنے شیخ کے ساتھ بے وفائی!! اللہ کی توفیق سے جب سے شیخ کا دامن پکڑا از اول تا آخر شیخ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ سولہ

سال تک دن رات شیخ کی خدمت میں رہا اور شیخ کی روح میرے سامنے پرواز ہوئی۔ میں مجبورِ محبت تھا، شیخ کی جدائی پر قادر ہی نہیں تھا حالانکہ شیطان نے میرے دل میں بھی وسوسہ ڈالا کہ واقعی بات ہے، حضرت کے انتقال کے بعد تم کہاں جاؤ گے؟ تو میں نے شیطان کو جواب دیا کہ شیخ کا انتقال ہوجائے گا لیکن جس مولیٰ کے لیے میں اپنے شیخ پر مر رہا ہوں وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا، وہ مجھے سنبھال لے گا۔ پھر شیطان نے کہا کہ مگر دنیا تو دارالاسباب ہے، جب تمہارے پاس کچھ ہوگا ہی نہیں تو کھاؤ گے کہاں سے؟ میں نے کہا کچھ نہیں تو چنے تو مل ہی جائیں گے وہی بھنوا کر چبالوں گا، پھر اس نے کہا کہ کپڑے کہاں سے لاؤ گے؟ کیا ننگے پھرو گے؟ اور جوتے تک تمہارے پاؤں میں نہیں ہوں گے تو کیا کرو گے؟ میں نے کہا ناف سے گھٹنے تک ستر ہے۔ ایک تہبند باندھ لوں گا، ستر چھپ جائے گی اور نماز بھی ہوجائے گی اور جوتے نہ ملے تو کھڑاؤں (لکڑی کے چپل) پہن لوں گا اور کھڑاؤں بھی نہ ملی تو ننگے پیر پھروں گا۔'' (خزائن شریعت وطریقت، ص۲۹۳، ۲۹۴)

حضرت شیخ مولانا عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''میرے شیخ ومرشد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پرانے خلیفہ تھے، حکیم الامت کے بڑے بڑے خلفاء حضرت کے شاگرد تھے اور حضرت کے سامنے باادب بیٹھتے تھے۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت کی مجلس میں حاضر ہوتے تو جہاں لوگ جوتے اتارتے ہیں وہاں جاکے بیٹھتے۔ اور مفتی صاحب میرے شیخ سے فرماتے تھے کہ'' آپ بھی حضرت حکیم الامت کے خلیفہ ہیں اور میں بھی خلیفہ ہوں لیکن آپ میرے استاد کے درجے میں ہیں''۔

میرے شیخ کو بارہ مرتبہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور ایک مرتبہ اس طرح زیارت نصیب ہوئی کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی دیکھے اور عرض کیا کہ ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا میں نے آپ کو خوب دیکھ لیا؟ ارشاد ہوا کہ ہاں عبدالغنی! آج تم نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خوب دیکھ لیا''۔ حضرت نے پھول پور قصبے میں مکان بنایا تھا، مسجد خانقاہ مدرسہ اور مکان کا دس منٹ کا راستہ تھا، آس پاس کسی کا گھر نہیں تھا، میں اذان دیتا تھا اور

حضرت نماز پڑھاتے تھے، بستی سے دور جنگل کی زندگی عجیب وغریب تھی، حضرت روزانہ پانچ دس پارے تلاوت کرتے تھے اور ہر دس بیس آیت کے بعد اللہ کا نعرہ مارتے تھے اور اس طرح سے اللہ کہتے تھے کہ مسجد ہل جاتی تھی، میری عمر اس وقت بائیس سال کی تھی، میری جوانی تھی اور حضرت بڈھے تھے ساٹھ ستر سال کے قریب لیکن میرا دل کبھی نہیں گھبرایا، ایسا لگتا تھا کہ پوری دنیا میرے شیخ کے قدموں میں ہے، جہاں خالق ہوتا ہے وہاں جہانِ غلام ہوتا ہے، اللہ والوں کے پاس دونوں جہان کی لذت سے زیادہ مزیدار زندگی ہوتی ہے۔''

(آفتاب نسبت مع اللہ، ص۱۴۲، ۱۴۳)

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''حضرت کا انتظام دیکھ کر حضرت پھول پوریؒ نے مجھ سے خود فرمایا تھا کہ ''مولانا ابرار الحق صاحب بادشاہت بھی چلا سکتے ہیں، اگر امیر المؤمنین بنا دیا جائے تو پوری مملکت کا انتظام سنبھال سکتے ہیں''۔ (خزائن شریعت وطریقت، ۱۸۸)

''حضرت کا جو تعلق مع اللہ اور نسبت ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اسی وجہ سے ماشاء اللہ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کا فیض عام اور تام ہے اور ہمارا جو کام ہے وہ حضرت کی جوتیوں کا صدقہ ہے ورنہ اختر کو کون پوچھتا اگر حضرت اجازتِ بیعت نہ دیتے۔ یہ سب کچھ بہار اور رونق حضرت کے تعلق کی ہے۔ حضرت کی اجازت کی وجہ سے لوگ سلسلہ میں داخل ہو رہے ہیں۔

سب سے پہلے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق ہوا لیکن بیعت حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔ حضرت پھول پوریؒ کے انتقال کے بعد حضرت ہردوئیؒ سے تعلق قائم کیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ کا بھی انتقال ہوگیا۔ اگر چہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ نے بھی مجھ کو خلافت دی ہے، لیکن حضرت ہردوئی کے صدقہ ہی میں آج مجھے دنیا پوچھ رہی ہے۔ (خزائن شریعت وطریقت، ص۱۹۰)

''میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم جیسے شیخ بہت مشکل سے ملتے ہیں جو کسی سے مرعوب ومغلوب نہ ہو، سارے عالم پر غالب ہو، کتنے بڑے نواب ہیں، جن کے یہاں حضرت کا قیام ہوتا ہے اور

کتنے بڑے بڑے علماء حضرت کے ساتھ رہتے ہیں۔ ابھی آخری دن جب حضرت جارہے تھے تو میں نے پرچہ بھیجا کہ میں یہیں معانقہ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ائیر پورٹ پر معانقہ سے مجھے تسلی نہیں ہوتی، جب مجمع زیادہ ہوتا ہے تو وہ عنایت نہیں محسوس ہوتی لہٰذا جب میں حضرت سے ملاقات کرکے واپس آنے لگا تو حضرت نے فرمایا کہ کرسی پر بیٹھ جاؤ، کرسی سامنے رکھی تھی، میرے لیے اور کیا چاہیے تھا؟ اندھے کو آنکھ، بھوکے کو دو روٹی، اس کے بعد چار پانچ آدمی اور بھی آگئے اور سب بڑے بڑے علماء اور نواب تھے، حضرت نے فرمایا کہ میں نے ایک آدمی کو بلایا تھا سب کیوں آگئے؟ حضرت کو طبعی طور پر بے اصولی سے تکلیف ہوتی ہے، حضرت کی قدرتی طور پر طبیعت ہی ایسی ہے، حضرت بتکلف نہیں ڈانٹتے، ڈانٹ خود بخود ان کے منہ سے نکلتی ہے، ان کا مزاج بچپن ہی سے ایسا ہے، تو میں نے دیکھا کہ حضرت کی ڈانٹ پر سب نے کمرہ خالی کردیا، کسی نے جاتے ہوئے پیچھے مڑ کے بھی نہیں دیکھا لیکن حضرت کے دل میں کچھ نہیں رہتا، اصلاح کے لیے ڈانٹتے ہیں، اب اگر مالی کو ٹیڑھی شاخیں کہتی ہیں کہ خبردار قینچی مت لگانا، مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے، تو کیا شاخوں کی کاٹ چھانٹ ہوسکے گی؟ اسی طرح آپ نے جس کو شیخ بنایا ہے وہ تو آپ کو ڈانٹے گا چاہے آپ کو تکلیف ہو۔'' (خزائن شریعت وطریقت، ص ۳۳۸، ۳۳۹)

حضرت والاؒ نے جو دردِ دل ان اللہ والوں سے پایا تھا ان اکابر کی اجازت سے حضرت والاؒ نے وہ درد تقسیم کرنا اور بانٹنا شروع کیا۔

ابتداء میں حضرت کی رہائش ناظم آباد نمبر ۴ میں تھی، آپ کے گھر کی دیوار حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی قدس سرہ کے دارالافتاء سے متصل تھی۔ حضرتؒ نے اپنی رہائش گاہ سے کام شروع کیا، یہی رہائش گاہ تھی۔ یہی خانقاہ تھی، یہی مکتب تھا۔ ابتدا میں صرف تین چار حضرات ہی حضرت کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے، جن میں سرفہرست حضرتؒ کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد مظہر صاحب اور جناب سید عشرت جمیل میر صاحب تھے جو حضرت سے ایسے وابستہ ہوئے کہ حضرت کے ہی ہوکر رہ گئے۔ تیسرے جناب صوفی آزاد صاحب تھے، چوتھے فرقان ہاشمی صاحب تھے۔ اللہ والوں کو اس کی ذرہ برابر پرواہ نہیں ہوتی کہ ان کی مجلس میں کتنے لوگ ہیں، انہوں نے تو اپنا دردِ دل بیان کرنا اور اسے لوگوں میں منتقل کرنا ہوتا ہے، خواہ اس کے لیے انہیں ایک ہی فرد ملے اور ان کی انتہا تمنا یہی ہوتی ہے کہ میرے ذریعہ سے اگر ایک شخص کی بھی اصلاح ہوجائے تو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اسی لیے وہ

مستقل مزاجی سے اپنے کام میں لگے ہوتے ہیں۔اور اسی مستقل مزاجی کا نام استقامت ہے، جو ہزار کرامتوں سے بہتر ہے۔

رفتہ رفتہ حضرتؒ کی طرف لوگوں کا رجوع بڑھنے لگا، پھر یہ صورت حال ہوئی کہ لوگوں کی تعداد ۴۰ رتک جا پہنچی اور مکان بھر گیا، پھر لوگ مکان کے باہر سڑک پر درخت کی چھاؤں میں بیٹھنے لگے اور ناظم آباد کا مکان چھوٹا پڑنے لگا، پھر آپ کے فیوض و برکات چہار دانگِ عالم میں پھیلنا شروع ہوئے، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ناظم آباد سے گلشن اقبال منتقل ہوئی، ہزاروں لوگ اس خانقاہ سے دوائے دل لے کر اپنے روحانی امراض کا علاج کرنے لگے، مفتی محمد انعام الحق صاحب (نائب رئیس دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی)، مفتی محمد نعیم صاحب (رئیس دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی)، مفتی احمد ممتاز صاحب (رئیس دار الافتاء جامعہ خلفائے راشدین ماڑی پور کراچی)، مفتی محمد عبد المنان صاحب (نائب مفتی دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی) جیسے ملک کے سرکردہ مفتیان اور مولانا محبوب الٰہی صاحب (امام جامع مسجد بیت المکرّم گلشن اقبال ،کراچی)، مولانا عبد اللہ میمن صاحب (استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی)، مولانا عبد الرشید صاحب (شیخ الحدیث جامعہ اشرف المدارس کراچی)، مولانا عبد المجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق استاذ الحدیث جامعہ بنوریہ عالمیہ سائٹ ایریاء کراچی)، مولانا محمد حسین صدیقی صاحب (استاذ حدیث جامعہ بنوریہ)، مولانا محمد الیاس گھمن صاحب (ناظم اعلیٰ دفتر اتحاد اہلِ سنت والجماعت ۸۷رجنوبی ضلع سرگودھا)، مولانا عبد الحمید صاحب (آزاد وِل جنوبی افریقہ)، مولانا حافظ قاری عبد الملک صاحب (مشرف شعبہ تجوید وقرأت، جامعہ دار العلوم کراچی)، مولانا مفتی زبیر بھیّات صاحب (ڈربن جنوبی افریقہ)، مولانا باقر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مراد آباد یوپی انڈیا)، مولانا شفیق احمد بستوی صاحب (فاضل دار العلوم دیوبند و مدیر جامعہ خدیجۃ الکبریٰ محمد علی سوسائٹی کراچی)، مفتی عبد اللہ برنی مدنی بن مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشہریؒ (مدینہ منورہ)، مولانا ہدایت اللہ صاحبؒ (بنگلہ دیش)، مولانا فضل حق یوسفی صاحب (ناظم ماہنامہ بینات بنوری ٹاؤن کراچی)، مفتی شاکر جھکورا صاحب (معاون مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)، مولانا سلیمان گھانچی صاحبؒ (ساؤتھ افریقہ مجاز صحبت حضرت مولانا زکریا وخلیفہ حضرت ہردوئیؒ)، مولانا مفتی محمد امجد صاحب (فاضل دیوبند واستاذِ حدیث دار العلوم زکریا، آزاد وِل جنوبی افریقہ)، مولانا محمود الحسن صاحب (استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ وشیخ الحدیث مدرر شیدیہ ابراہیمیہ ومہتمم خانقاہ بنگلہ دیش)، مولانا ڈاکٹر پروفیسر سید سلمان ندوی صاحب ابن حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ۔ساؤتھ افریقہ، مولانا محمد اسجد قاسمی صاحب (شیخ الحدیث جامعہ امدادیہ، مراد

آباد، انڈیا)، مولانا یونس پٹیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ساؤتھ افریقہ)، مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے دنیا بھر کے جید علماء کرام آپ سے اصلاحی تعلق قائم کر کے فیضیاب ہوئے اور پھر حضرت مولانا حکیم محمد مظہر، جناب سید عشرت جمیل میر، جناب فیروز میمن، ڈاکٹر عبد المقیم اور جناب صوفی شمیم صاحب جیسے مصلح و مربی آپ ہی کی صحبتوں سے تیار ہوئے۔ غرضیکہ بزرگوں کی طویل صحبتوں سے آپ کندن اور پارس بن کر دنیائے عالم کو سیراب کرتے رہے، خلفاء کی تعداد سینکڑوں اور مسترشدین کی تعداد ہزاروں تک پہنچی، گلشن اقبال سے شروع ہونے والی خانقاہ کی شاخیں شہر در شہر، ملک بھر اور بالآخر عالم گیر صورت اختیار کر کے پوری دنیا میں پھیل گئیں۔

دراصل ناظم آباد سے آپ کا فیض آپ کے شیخ کی دعا سے پوری دنیا میں منتقل ہوا، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ناظم آباد کے مکان کے تنگ ہو جانے کی صورت حال کے پیش نظر اپنے ایک والا نامہ میں تحریر فرمایا، ''دل میں آتا ہے کہ آپ اپنا یہ مکان فروخت کر کے کوئی بڑی جگہ لے لیں جہاں مسجد، مدرسہ اور خانقاہ ہو انشاء اللہ یہ مفید رہے گا۔'' یہ حضرت کی صرف رائے نہیں تھی بلکہ ایک طرح سے دعا تھی اور حضرت اقدس کے لیے اپنے شیخ کا اشارہ بھی حکم کا درجہ رکھتا تھا اور یہ تو باقاعدہ اپنی رائے کا اظہار تھا تو حضرت حکیم صاحب قدس سرہ اسے کیسے نظر انداز کر سکتے تھے، چنانچہ آپ نے اپنا مکان فروخت کر کے گلشن اقبال بلاک ۲ر میں اپنی ذاتی رقم سے جگہ خریدی جو ۱۳۰۰ر مربع گز پر مشتمل تھی، اس پلاٹ پر ۱۹۸۰ء میں ایک خانقاہ اور ایک چھوٹا سا مکتب قائم فرمایا اگر چہ ابتداء میں یہ حفظ و ناظرہ کا ایک چھوٹا سا مکتب تھا مگر حضرت کی توجہ اور فیضان نظر سے اللہ تعالیٰ نے اسے شرف قبول عطا فرمایا اور آج یہ ''جامعہ اشرف المدارس'' کے نام سے عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ ہے جس میں پاکستان بھر سے اور اس کے علاوہ دیگر ملکوں سے آکر طلبہ فیض حاصل کر رہے ہیں۔

اسی طرح خانقاہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے مقبولیت عطا فرمائی، خود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے وجود ہی سے یہ خانقاہ منور تھی اور اس کی افادیت و مقبولیت کے لیے حضرت کی شخصیت ہی کافی تھی مگر اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی کہ اس خانقاہ کو اپنے وقت کے بڑے بڑے مشائخ نے نہ صرف یہ کہ رونق بخشی بلکہ اپنے فیض سے بھی سالکین کو مستفید کیا۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو جامِ معرفت پلاتے رہے اور تشنگانِ معرفت کو اپنے علوم و معارف سے سیراب کرتے رہے، لوگوں کا رجوع بہت کثرت سے ہوا۔ گلشن اقبال کی یہ جگہ بھی اپنی تنگ دامنی کا شکوہ کرنے لگی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو فکر ہوئی کہ خانقاہ اور کام میں وسعت ہونی چاہیے،

چنانچہ گلستان جوہر سندھ بلوچ سوسائٹی میں ایک قطعہ اراضی حاصل کیا گیا اور وہاں ایک شاندار مسجد خانقاہ اور عظیم الشان مدرسہ تعمیر کیا گیا۔ یہ جگہ کس طرح حاصل کی گئی اس کی داستان حضرت صاحبزادہ مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کے الفاظ میں پڑھیے:

''حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی فکر رہتی تھی کہ دین کا کام اچھے اور بڑے پیمانے پر ہوتا رہے، بالآخر ایک دن حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ نے بعد از فجر چہل قدمی کے لیے گلستانِ جوہر کا قصد فرمایا دیکھا کہ ایک سوسائٹی کا پلاٹ ہے جس میں مسجد کے لیے جگہ مختص کی ہوئی ہے، وہ جگہ حضرات والا کو اتنی پسند آئی کہ تقریباً ڈیڑھ سال تک آپ اسی مسجد کے پلاٹ پر اشراق کی نماز پڑھتے رہے اور کبھی مغرب اور عشاء کی نماز بھی یوں ہی اپنے بعض خدام کے ساتھ پڑھ کر دیر تک دعائیں مانگتے، آہِ سحر گاہی اور مضطربانہ دعائیں رنگ لائیں اور نہایت قلیل عرصہ میں سوسائٹی سے مسجد کا وہ پلاٹ جو دراصل ۱۳۰۰ر گز پر مشتمل تھا خرید لیا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک سال کے اندر ''مسجد'' اس انداز میں تعمیر ہوئی کہ اس کے نیچے ایک وسیع تہہ خانہ بھی رکھا گیا جس میں تقریباً ۱۲۰۰ر نمازیوں کی گنجائش ہے اور اس کی تعمیر پر تقریباً ایک کروڑ روپے لاگت آئی۔'' (گلشنِ اختر، ص ۸)

اسی مسجد کے ساتھ الگ قطعہ زمین حاصل کرکے اس پر خانقاہ بنائی گئی۔ اور مسجد کے سامنے تقریباً ۴۰۰۰ر گز پر مدرسہ کی عظیم الشان اور پرشکوہ عمارت تعمیر کی گئی۔

گلستانِ جوہر کی خانقاہ ۱۴۱۵ھ بمطابق 1994ء میں قائم ہوئی۔ یہ تو باقاعدہ دو خانقاہیں ہیں، جہاں واردین و سالکین آتے ہیں، کئی کئی دن یہاں قیام کرکے ان چشموں سے اپنی روحانی پیاس بجھاتے اور روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔ خانقاہ میں روزانہ بعد فجر مجلس ذکر ہوتی ہے، صبح دس بجے مجلس وعظ قائم ہوتی ہے، جس میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ کلام سے اشعار پڑھے جاتے ہیں اور جب تک حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ میں ہمت تھی اور آپ کراچی میں تشریف فرما ہوتے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ خود بہت اہتمام سے یہ مجلس قائم فرماتے اور اشعار کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ہوتا۔ بیماری میں بھی آپ ہمت کرکے مجلس میں تشریف لاتے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ بیان فرماتے رہے۔ آخر میں جب صحت نے بالکل جواب دے دیا اور آپ کے لیے کچھ ارشاد فرمانا مشکل ہوگیا تو آپ کے وعظ کی کیسٹ کے علاوہ مختلف اوقات میں کبھی کسی کتاب کی تعلیم ہوتی۔ پھر بعد عصر مختصر مجلس ہوتی، بعد ازاں عشاء کے بعد آخری مجلس منعقد ہوتی۔ جب کہ پیر کو مغرب سے عشاء تک ایک خاص مجلس کا

اہتمام ہوتا جس میں خواتین بھی پردے میں شریک ہوتیں۔ اس کے علاوہ شبِ جمعہ کو ایک مجلس علماء اور طلباء کے لیے ہوتی۔ بحمد اللہ آج تک یہ معمولات جوں کے توں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب صاحبزادے اور جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی نگرانی میں جاری ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تا قیامت جاری وساری رکھیں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ میں جب دورانِ مجلس اپنی نشست پر تشریف فرما ہوتے تو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی محبت ومعرفت کی باتیں ہوتیں۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ دردِ دل تقسیم کرنا شروع فرما دیتے اور محبت الٰہی کے جام بھر بھر کے حاضرین کو پلاتے رہتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی کمرہ میں بھی احباب جمع ہوجاتے تو وہاں بھی یہی رنگ ہوتا، غرضیکہ اللہ والوں کا کوئی لمحہ اور کوئی سانس غفلت میں نہیں گزرتا بلکہ وہ ہر وقت یادِ الٰہی اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور اپنے دلوں کو اللہ کے تذکرے اور اس کی محبت کے زمزموں سے ہمہ وقت شاداں وفرحاں رکھتے ہیں۔

ان دو خانقاہوں کے علاوہ بھی کراچی شہر میں حضرت کی سرپرستی میں مختلف جگہوں پر اصلاحی کام ہو رہا ہے، جہاں مکاتیب بھی ہیں اور اصلاحی مجالس کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔

پاکستان میں کراچی کے علاوہ لاہور میں باقاعدہ خانقاہ قائم ہوئی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ جناب ڈاکٹر عبد المقیم صاحب اس کے ذمہ دار ہیں یہ خانقاہ بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہی قائم فرمائی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کئی کئی ماہ یہاں قیام فرماتے تھے اور اس خانقاہ کی بھی مکمل سرپرستی فرماتے تھے۔

پاکستان کے علاوہ بنگلہ دیش، برما اور بھارت میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے وابستہ لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ بنگلہ دیش کا بہت زیادہ سفر فرماتے تھے اور وہاں بھی کئی کئی ماہ قیام فرماتے تھے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے یکم مارچ ۱۹۹۱ء بمطابق ۱۳/شعبان ۱۴۱۱ھ بروز جمعہ اپنی خانقاہ گلشن اقبال میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''ڈھاکہ سے دعوت نامہ آیا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں وہاں دس سال سے جا رہا ہوں، وہ بڑی محبت سے مجھے بلاتے ہیں اور بہت محبت سے میری باتوں کو سنتے ہیں۔ اتنا بڑا مجمع اور میرے اتنے دوست پوری دنیا میں کہیں نہیں ہیں۔ اگر آپ کبھی میرے ساتھ وہاں کا سفر کریں تو دیکھیں گے کہ بڑے بڑے علماء جو بخاری شریف پڑھا رہے ہیں، میرے سامنے اس طرح ادب سے بیٹھتے ہیں جیسے یہاں کے طالب علم بیٹھتے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ وہ میرا ادب کرتے ہیں جب کہ وہ خود بڑے بڑے علماء ہیں۔ دین کا کام اللہ کی مہربانی سے

ہوتا ہے، قابلیت سے نہیں۔

بس اللہ کی طرف سے بات ہوتی ہے، جس زمین پر اللہ کو کسی سے کام لینا ہوتا ہے تو اس بستی والوں کے دل میں اس مبلغ ومقرر وخادمِ دین کے لیے حسنِ ظن، نیک گمان اور محبت ڈال دیتا ہے۔ سب معاملہ اُدھر سے ہے ؎

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

(راہِ محبت اور اس کے حقوق، ص ۷، ۸)

۱۹۹۱ء میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دس سال ہوگئے اس کے بعد بھی معلوم نہیں کتنی مرتبہ جانا ہوا ہوگا۔ اسی طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ ساؤتھ افریقہ میں بہت ہے وہاں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد اسفار ہوئے۔ کچھ اسفار کے سفرنامے شائع بھی ہوچکے ہیں۔ حتیٰ کہ بیماری میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اسفار فرمائے ہیں جب ضعف بڑھ چکا تھا مگر اللہ کی محبت کی جوت جگانے اور مولا کے عشق کی شمع ہر دل میں روشن کرنے کے لیے آپ یہ سفر فرماتے تھے۔ ساؤتھ افریقہ میں بھی باقاعدہ خانقاہیں ہیں۔

جزیرہ ری یونین میں بھی آپ کا سلسلہ ہے، وہاں کے بھی آپ نے اسفار فرمائے ہیں اور باقاعدہ خانقاہ قائم ہے ری یونین کے ایک سفرنامہ کی روئیداد معارفِ ربانی کے نام سے شائع ہوئی ہے اسی سفرنامہ میں ری یونین میں خانقاہ اشرفیہ کیے قیام کی تفصیل حضرت نے خود ارشاد فرمائی:

''حافظ امین پٹیل صاحب کے گھر پر مغرب کی نماز جماعت سے پڑھ کر حضرت والا بمعہ احقر راقم الحروف سینٹ پیئر کے لیے روانہ ہوگئے اور تقریباً ایک گھنٹہ میں سینٹ پیئر پہنچے اور خانقاہ دیکھ کر حضرت والا بہت خوش ہوئے۔ حافظ داؤد بدات صاحب جو حضرات والا کے خاص شاگرد اور خلیفہ ہیں، یہ خانقاہ حضرت والا کے ایماء سے انہوں نے قائم کی ہے۔ اور کراچی میں حضرت والا کی خدمت میں چھ سال رہے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ الحمدللہ ری یونین میں سلسلہ تھانوی کی ایک خانقاہ قائم ہوگئی۔ اللہ یہاں ہمارے بزرگوں کا فیض جاری فرمائیں اور یہاں سے بڑے بڑے اولیاء اللہ پیدا ہوں۔ حافظ داؤد صاحب سے فرمایا کہ ماشاء اللہ نقشہ بھی خوب اچھا نکالا لیکن دعا بھی کیا کرو کہ اللہ ہم سے کام لے لیں۔ کیونکہ کام کے اسباب جمع ہونا اور بات ہے اور کام لینا اور بات ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ دعا کرو کہ اے اللہ! اسباب تو جمع ہوگئے کام

آپ لے لیجیے اور قبول بھی فرمالیجیے۔'' (معارفِ ربانی، ص ۴۱، ۴۲)

برما میں بھی الحمدللہ خانقاہ قائم ہے حضرت نے خود اس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''میں نے ابھی رنگون کا سفر پہلی مرتبہ کیا،، جس مسجد میں بیان طے ہوا وہ مسجد وہی تھی جس میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی حکیم الامت مجدد زمانہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۲۰ء میں وعظ فرمایا تھا۔ اس مسجد کا نام جامع مسجد سورتی ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کہ میرا دادا پیر یہاں بیان کر چکا ہے۔ وہاں آٹھ دن میرا بیان ہوا، بڑا مجمع تھا جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ روز مجمع بڑھ جاتا تھا اور آخر میں مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ اور آخری روز مجھے مسلمانوں سے ایک گھنٹہ مصافحہ کرنے کی سعادت ملی اور میری تقاریر کو برمی زبان میں منتقل کرنے کے لیے ایک شخص نے ایک لاکھ روپے کی پیشکش کی۔ وہاں خانقاہ بھی قائم ہوگئی، بہت جلد بڑی بلڈنگ ہے، میرے دو خلیفہ وہاں کام کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور ہمارے بزرگوں کا فیض جاری فرمائیں۔''

(آفتابِ نسبت مع اللہ، ص ۹۷)

شیخ المشائخ مجدد عصر حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اجل جناب الحاج فیروز میمن صاحب نے بتایا کہ الحمدللہ برما میں ۲۱ رجگہ کام ہورہا ہے، جب برما میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور مظلوم ہیں، وہاں اتنی جگہوں پر کام ہورہا ہے تو جہاں حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ بہت وسیع ہے وہاں کس قدر کام پھیلا ہوگا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فیض کس طرح جاری وساری ہوگا اور آپ کے علوم ومعارف کی کس طرح اشاعت ہورہی ہوگی اس کا اندازہ آپ خود لگائیے۔

غرضیکہ اللہ نے دنیا کے ہر گوشہ اور ہر خطہ میں آپ کا سلسلہ پہنچایا اور صرف پہنچایا نہیں بلکہ اسے مقبولیت بھی عطا کی یہاں تک کہ عرب ممالک میں جو تصوف کے نام سے گھبراتے ہیں وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کا سلسلہ پہنچایا اور وہاں بھی الحمدللہ کام ہورہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو درد بھرا دل بھی دیا تھا اور تاثیر سے بھرپور زبان دی تھی۔ کیونکہ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت کے الفاظ میں ''کان'' بھی دیئے تھے ایک مجمع ہوتا تھا آپ کی بات سننے والوں اور اسے قبول کرنے والوں کا۔ حضرت خود فرماتے ہیں:

''اے اللہ جیسے تو نے دردِ دل کے نشر کے لیے مجھے زبان بخشی ہے تو اپنی رحمت سے مجھے کان بھی عطا فرما اور اللہ کا کروڑ کروڑ شکر ہے کہ سارے عالم میں

کان مل رہے ہیں۔'' (آفتابِ نسبت مع اللہ، ص ۵۸)

اور یہ بھی آپ پر اللہ کا فضل و کرم ہے کہ آپ کی بات سننے والے اور آپ کے متعلقین میں ایک بڑی تعداد علماء کرام بلکہ جید علماء کرام کی تھی اور یہ بھی حقانیت کی دلیل ہے، حضرت خود فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور فخر سے پناہ چاہتا ہوں، کچھ دن اختر کی صحبت میں رہو، مولیٰ کی محبت تم کو مست نہ کر دے تو کہنا۔ یہ علماء ایسے ہی میرے پاس نہیں آتے، عام لوگوں کی تو بات نہیں لیکن مولوی جلدی پیر کی پکڑ میں نہیں آتا جب تک کہ اپنے علمِ قرآن و حدیث کی روشنی میں وہ خوب پرکھ نہیں لیتا۔ اسی لیے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس پیر کے مرید علماء زیادہ ہوں تو سمجھ لو کہ یہ پیر سچا ہے کیونکہ علم کی روشنی رکھنے والے اس کے معتقد ہیں۔ بہت سے نابینا اگر بیٹھے ہوں اور کسی کے حسن کی تعریف کر رہے ہوں تو آپ کو یقین نہیں کرنا چاہئے کہ جس کی خود آنکھیں نہیں ہیں، وہ کہہ رہا ہے کہ فلاں کی آنکھیں بہت پیاری ہیں، کَعَیْنِ الظَّبْیِ مثلِ ہرن کی آنکھ کے۔ تو اس کے قول کو آپ جلدی نہیں مانیں گے۔ علماء کو اللہ نے آنکھ دی ہے، علم کی روشنی دی ہے یہ جس کو پیر منتخب کریں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ الحمد للہ پورے جنوبی افریقہ میں ہی نہیں دوسرے ممالک میں بھی خصوصاً جہاں سفر ہوا ہے بڑے بڑے علماء کی خدمت اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے نصیب فرمائی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے جب یہ بڑے بڑے جامعہ اور دار العلوم سمجھتے تھے کہ ''حکیم محمد اختر دوا بیچتا ہوگا''۔ آج اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بڑے بڑے علماء کہتے ہیں کہ میں دوائے دردِ دل بیچتا ہوں۔ مفتی حسین زمانۂ طالب علمی سے میرے پاس آتا تھا۔ مولانا ہارون شیخ الحدیث جواب بخاری شریف پڑھا رہے ہیں ان سے کہا جاتا کہ کہاں جاتے ہو، اس کے پاس کیا ہے؟ اب وہ کہتے ہیں کہ کاش زمانۂ طالب علمی سے میں تمہارے پاس آتا تو آج میرا کیا حال ہوتا۔ اب روتے ہیں، اشکبار ہوتے ہیں۔ لوگوں نے سمجھا تھا کہ یہ کوئی حکیم ہی ہے، گولیاں دیتا ہوگا۔ میں کوئی گولی نہیں بناتا صرف بولی سناتا ہوں، میری بولی ہی میں اللہ نے گولی کا اثر رکھ دیا ہے لیکن الحمد للہ میں نے اپنے بزرگوں سے جو دردِ دل سیکھا وہی دوائے دردِ دل اب دے رہا ہوں۔''

(آفتابِ نسبت مع اللہ، ص ۱۰۱، ۱۰۲)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی اتباع سنت کا عملی نمونہ تھی، آپ نے ہمیشہ خود بھی سنتوں کا اہتمام کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کو اپنایا اور اسی کو ذریعہ نجات سمجھا اور دوسروں کو بھی ہمیشہ اسی کی تلقین کی۔ آپ کا ہمیشہ یہی درس ہوتا تھا کہ جو کام خلاف سنت ہے وہ نہ شریعت ہے اور نہ طریقت بلکہ وہ گمراہی ہے اور اسی طرح جو پیر سنت پر عمل نہ کرتا ہو وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کررہا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ اور اس کے درودیوار، اس کی فضا اس پر شاہد ہے کہ وہاں کس قدر سنتوں کا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کا اہتمام ہوتا تھا اور ہے۔

شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ ایک ہی سبق دیا کہ اپنے دل میں اللہ کو بسالو۔ اللہ سے اللہ کو مانگ لو، اپنے دل میں مولا کو سجالو۔ اور ہمیشہ دعا بھی یہی فرماتے رہے کہ اے مولا ہمیں اپنی طرف کھینچ لیجیے، ہمیں اپنا بنا لیجیے، اپنی طرف جذب فرمالیجیے، لیکن حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اس کے ساتھ ہمیشہ یہ بھی درس دیتے تھے کہ مولا اسی کے دل میں آتا ہے جو دل غیر اللہ سے پاک وصاف ہو، آپ نے ہمیشہ یہ درس دیا کہ مولا اور لیلیٰ دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے، اللہ کو پانے کے لیے گناہوں کو ترک کرنا ضروری ہے، اور یہ سب کچھ اللہ والوں کی صحبت سے ملتا ہے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بہت زور دیا ہے، شاید ہی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی وعظ اس سے خالی ہو، جس میں آپ نے اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنے پر زور نہ دیا ہو، حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ والوں کی صحبت سے اللہ ملتا ہے اور گناہوں کو چھوڑنے کی ہمت بھی اللہ والوں کی صحبت سے نصیب ہوتی ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جو اللہ کی محبت تقسیم کی اور جو درد بانٹا آپ فرمایا کرتے تھے کہ اسے ضائع نہ کرو، کل پچھتاؤ گے:

''یہ میرے دردِ دل کا مضمون تھا جو میں پیش کررہا تھا اور یہ حاصلِ سلوک ہے۔ جس ظالم نے لا الٰہ سے قلب کو مکمل پاک نہ کیا وہ حاملِ الا اللہ نہیں ہوگا اور خسارے ومحرومی کے ساتھ مرے گا، اس کی موت محرومی کی موت ہوگی، تقویٰ نہیں پایا تو نصیب دشمناں سے مرے گا۔ لہٰذا دوستو دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اولیاء صدیقین کی خط انتہا تک پہنچنے کی اور ترکِ معصیت کی ہمت اللہ نے دی ہے، کوئی اس ہمت کو استعمال نہ کرے اور خبیث لذت کا خوگر رہے تو یہ اُس کی نالائقی ہے۔ اب اور کیا کہوں، اس بات کو کس دردِ دل سے کروں، اب میرے پاس الفاظ نہیں ہیں، جب لغت میرا ساتھ چھوڑ دیتی ہے تو پھر میں آہ وزاری کرتا ہوں اور اپنے دوستوں سے اور اپنے نفس سے بھی یہی کہتا ہوں ۔

میری آہ کو رائیگاں کرنے والو
میرے ساتھ یہ بے وفائی نہ کرنا

لہٰذا اختر سے جتنے لوگ بیعت ہیں، اختر اپنے نفس سے اور آپ سب سے دردِ دل سے یہ کہتا ہے کہ دیر مت کرو۔ دھوپ سائے والی حدیث سے استدلال کرتا ہوں کہ بیک وقت دھوپ اور سایہ میں مت بیٹھو، کیا مطلب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی وفرماں برداری دونوں کو جمع مت کرو کیونکہ نافرمانی سے اندھیرے ہوں گے اور فرماں برداری سے اُجالے ہوں گے، دونوں کو جمع مت کرو، ہمت سے کام لو۔'' (آفتابِ نسبت مع اللہ، ص۸۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی حضرت کی تعزیت کے لیے تشریف لائے تو صاحبزادہ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''جب اُن کے دادا حضرت مولانا یاسین صاحبؒ کا انتقال ہوا تو محدث کبیر حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین صاحب دیوبندیؒ نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب سے تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ جس نے آپ جیسا خلف چھوڑا ہو وہ کبھی نہیں مرتا، تو حضرت اقدس نے نہ صرف نیک اولاد چھوڑی بلکہ سات سو کے قریب خلفاء اور ہزاروں بلکہ لاکھوں مریدین چھوڑے تو حضرت کبھی نہیں مرسکتے، حضرت جسمانی طور پر تو ہم سے جدا ہوگئے مگر روحاً اور قلباً ہمارے درمیان موجود ہیں پھر اللہ کا مزید کرم ہے کہ حضرت کے تمام مواعظ بھی محفوظ ہیں، جن میں علوم ومعارف کے دریا موجزن ہیں، اس پر آپ کا درد بھرا عارفانہ کلام مستزاد ہے، اس لیے حضرت ہمیشہ موجود رہیں گے، اپنے علوم و معارف کے ساتھ، اپنی تعلیمات کے ساتھ، اپنی ہدایات ورہنمائی کے ساتھ''۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین کی عموماً اور خلفاء کی خصوصاً ذمہ داری ہے کہ وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کے مطابق آپ کے سلسلہ کو آگے بڑھائیں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ جو درد بانٹتے بانٹتے اللہ کو پیارے ہوگئے وہ درد آگے تقسیم کریں اور اللہ کا وہ پیار دلوں میں پیدا کریں اور اللہ کی محبت ومعرفت کی وہ شمع لوگوں کے دلوں میں روشن کریں، جس کو روشن کرتے کرتے حضرتؒ خود شمع کی مانند پگھلتے رہے۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی قبر پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین

❁

نسبتوں میں جواک سمندر رہے

مولانا زبیر احمد صدیقی
مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ شجاع آباد
ناظم وفاق المدارس العربیہ پاکستان، جنوبی پنجاب

بلا شبہ ''شریعت وطریقت'' مقصد نبوت بھی ہیں اور رضاء الٰہی کا ذریعہ بھی، دونوں کا باہمی تلازم بھی ہے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کے بغیر نامکمل بھی۔ رحمت عالم جناب رسول اللہ ﷺ نے تاحیات شریعت کی تعلیم دی اور طریقت کے ذریعے شریعت کو قلوب واذہان میں پیوست فرمادیا۔ یہی وجہ تھی کہ شریعت کا ہر امر خواہ وہ مشکل ہو یا آسان، دینی ہو یا دنیوی، مال کولٹا دینے کا ہو یا جان قربان کردینے کا، پرپیچ گھاٹیوں میں سفر کرنے کا ہو یا گھروں میں نرم وگداز بستر کو چھوڑ کر گرم سرد راتوں میں آہ سحر گاہی اختیار کرنے کا، مال وزر لٹا دینے کا ہو یا اولاد وازواج کی قربانی کا، غیر مسلم اقارب سے مقاطعہ کا امر ہو یا روٹھے ہوئے ستم گر عزیزوں سے صلہ رحمی کا، عقائد کا معاملہ ہو یا عبادات کا، اخلاق وآداب کے شرعی امر ہوں یا عقوبات وحدود کے کڑوے کسیلے، تکلیف دہ اور جان کش امر کی تعمیل، سبھی کچھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے سہل وگداز تھا، سچ ہے کہ شریعت اللہ تعالیٰ کا رنگ ہے اور ماہرین شریعت وعلماء رنگ فروش جب کہ طریقت، رنگ ریزی اور مشائخ طریقت رنگ ریز ہو، جس طرح نظروں میں اتر جانے والا خوش کن رنگ کپڑے کو قیمتی بنادیتا ہے، رنگ کے بغیر کپڑا بے قیمت اور رنگ کپڑے کے بغیر اپنا وجود تک ظاہر نہیں کر پاتا اسی طرح شریعت، طریقت کے بغیر پھیکی اور طریقت شریعت کے بغیر بلا وجود ہے۔

شریعت کی تدوین ہوئی تو ''فقہ'' کہلائی، جبکہ طریقت کی تدوین ہوئی تو ''تصوّف'' کا نام پڑ گیا، اگر فقہ اسلامی کا منبع ومخزن سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جیسے فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم کے علوم بنے تو تصوّف کا آخری سرا سیدنا سلمان فارسی، سیدنا علی اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے جا ملتا ہے۔

اگر چہ شریعت وفقہ اسلامی کی شاخیں پھوٹیں تو بیسیوں مجتہدین کی فقہ معرض وجود میں آئی

لیکن حق تعالیٰ کی جانب سے قبولیت و بقا ائمہ اربعہ، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، امام مالک بن انس، امام محمد بن ادریس شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم جیسے فقیہوں کو نصیب ہوئی، تو طریقت کی بھی مختلف شاخیں پھوٹیں اور اصلاح و تزکیہ کے بیسیوں طریقے معرض وجود میں آئے، لوگوں کو حق تعالیٰ سے ملانے، ان کے دل و جگر میں محبتِ الٰہی اور عشقِ خداوندی جاگزیں کرنے اور خوف خدا اُن کے رگ و ریشے میں پیوست کر کے احکام خداوندی اور اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلِ ایمان میں رائج کرانے کی دسیوں شکلیں ظاہر ہوئیں۔ لیکن حق تعالیٰ کی جانب سے صرف سلاسل اربعہ چشتی، نقشبندی، قادری اور سہروردی کو قبولیت نصیب ہوئی۔ الغرض روزِ اول سے تا ہنوز شریعت وطریقت کا وجود بھی قائم ہے اور تلازم بھی۔ شریعت وفقہ اسلامی تلاوت آیات، تعلیمِ کتاب وحکمت کے شعبوں میں تحقیق وتدریس کے لیے بنائے گئے ادارے ''مدارس'' کہلائے اور اصلاح وتزکیہ، احسان وسلوک، طریقت ومعرفت کے اصول وفروع، محبتِ الٰہی، عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آداب واخلاق کی تعلیم گاہیں ''خانقاہیں'' کہلائیں۔

مدارس نے علماء، فقہاء، قراء اور حفاظ کی صورت میں اپنی پیداوار قوم کو پیش کی اور خانقاہوں نے مرشدینِ کاملین، اولیاء وصلحاء، مشائخ وبزرگانِ دین جنم دیے۔ دونوں طبقوں نے اُمت کی تشنگی دور فرمائی، ہر چند کہ علماء نے اُمت کی علمی پیاس بجھائی تو مشائخ نے عشق صادق، معرفت یزدانی کے جام بھر بھر کے پلائے۔

اُمت میں اہلِ حق کے ہمیشہ تین طبقے رہے۔

۱)...... ماہرین شریعت (علماء، فقہاء اور محدثین)

انہوں نے زندگی بھر اشاعت دین نیز تعلیم وتعلم، تصنیف وتالیف کا فریضہ سرانجام دیا تاہم وہ راہ سلوک طریقت، تزکیہ واحسان کے مراتب عالیہ پر بھی فائز رہے۔ اہل اللہ کی صحبت اٹھائی اور زندگی بھر ان سے متعلق رہے تاہم انہوں نے شریعت کے کام کو طریقت پر ترجیح دی۔

۲)...... ماہرین طریقت (صوفیاء کرام اور مشائخ عظام)

انہوں نے زندگی بھر احسان وسلوک کی منزلیں طے فرمائیں اور اللہ کی مخلوق میں اصلاح وتربیت وتزکیہ نفوس کا فریضہ انجام دیا لیکن علوم شریعت سے بھی مکمل واقف رہے۔ علم دین حاصل فرمایا، حلال وحرام، جائز وناجائز، مباح ومندوب، واجب وفرض سنت ومستحب شریعت کے سب ہی درجات سے واقف تھے، زندگی بھر شریعت سے سرتابی نہیں کی تاہم طریقت کے کام کو عملی میدان میں اختیار فرمایا۔

۳)...... جامعین شریعت وطریقت

جنہوں نے حق تعالیٰ کی توفیق سے دین کے دونوں شعبوں کو اختیار فرمایا، ایک جانب وہ محقق

عالم، مجتہد، مفسر، محدث اور فقیہ تھے تو دوسری جانب وہ واقف اسرار شریعت، ماہر طریقت، درجہ احسان پر فائز اور راہ سلوک کے راہ رو بنے، اُمت میں ہر دور میں، ایسی معدودے چند شخصیات رہی ہیں اور انشاء اللہ رہیں گی۔

ہر چند کہ پہلی دو اقسام کے حضرات بھی اُمت کے پیشوا، اہلِ اسلام کے سر کے تاج اور دل و جان کی تسکین تھے تاہم جو کمال حق تعالیٰ نے تیسرے طبقے کو دیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ ماضی قریب میں برصغیر میں حضرت امام شاہ ولی اللہ، ان کے خلف الرشید حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت سید احمد شہید بریلوی، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم اس طبقہ کی روشن مثالیں ہیں، ان اکابرین نے ایک جانب تو شمع علم روشن فرمائی اور دوسری جانب محبتوں اور پیار کے جام بھر بھر کے لوگوں کو پلائے۔

اُمت میں جہاں اہلِ حق نے شریعت وطریقت کے چراغ روشن کیے وہاں ضالین اور مضلین نے طریقت کے نام پر لوگوں کو خرافات میں مبتلا کیا۔ طریقت کو شریعت سے کاٹ کر نام نہاد جعلی جاہل پیروں اور انکے گمراہ مریدین نے شریعت کے مقابل ''صوفی ازم'' کا نظریہ پیش کیا، اس گمراہ طبقے نے یہ باور کرایا کہ شریعت الگ چیز ہے اور طریقت الگ، طریقت اور تصوف میں کمال پا جانے والے شریعت کے احکامات سے مستثنیٰ ہوتے ہیں، ایسے ''پہنچے ہوئے لوگوں'' کو اعمال ظاہر یہ یعنی نماز، روزہ حج، زکوٰۃ، جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ ہر معاملہ میں بس اللہ تعالیٰ سے خود ہی راہنمائی لے لیتے ہیں، دنیا میں تو ساتوں آسمان اور زمین بس انہیں کے سہارے سے کھڑے ہیں، اس نظریہ کے مطابق مسلمان، ہندو اور سکھ سبھی صوفی ہو سکتے ہیں، صوفی لوگ بس محبتیں تقسیم کرتے ہیں، یہ طبقہ شرک و بدعت جیسے مہلک امراض کو روا سمجھتا ہے، توحید سنت، جہاد جیسے کئی احکام صوفی ازم کے خلاف جانے جاتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ نظریہ خالص جاہلانہ، اسلام کی روح کے منافی اور نہایت ہی گمراہ کن ہے۔ ایسا نظریہ قرآن کریم نے پیش کیا نہ ہی سنت رسول اللہ نے، آئمہ مجتہدین اور خود صوفیاء نے بھی اس کی تلقین نہیں کی۔ حقیقت میں ایسے لوگ طریقت وشریعت دونوں کے باغی ہیں۔

شیخ المشائخ، جامع شریعت وطریقت حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر قدس اللہ سرہ کو حق تعالیٰ نے اس دور میں اکابر ومشائخ کی نسبتوں کا امین اور جامع الصفات بنایا تھا۔ آپ بیک وقت عالم ربانی، شیخ کامل، طبیب حاذق، حکیم یکتا، مربی ومصلح، مرشد و ہادی، شاعر وخطیب، دردمند و

دردخواہ، سماجی راہنما، مدبر و منتظم، گریہ وزاری اور آہ و بکا کے ساتھ مسکراہٹ اور محبتیں بانٹنے والے انسان تھے۔ آپ اہلِ حق کے اس طبقہ کا بقایا تھے جنہیں حق تعالیٰ نے علم وعمل، شریعت وطریقت کا جامع بنایا تھا، آپ نے ایک جانب عصری وفنی تعلیم حاصل فرمائی تو دوسری جانب دینی وشرعی علوم میں مہارت حاصل کی، آپ نے اپنے والد گرامی کے احکامات کی بھی مکمل تعمیل فرمائی اس لیے طبیہ کالج میں داخلہ لے کر طِب مکمل فرمائی، لیکن اپنی ذاتی خواہش کے مطابق علوم نبوت کی بھی تحصیل کی۔ انہوں نے نہ تو اپنے والد کے حکم کی وجہ سے دینی تعلیم کا ارادہ ترک کیا اور نہ ہی والد کے حکم کو رونڈ ڈالا، انہیں تین مختلف شیوخ کی خدمت وصحبت اٹھانے کی سعادت کا موقع حاصل ہوا، لیکن انہوں نے کسی بھی شیخ سے اجازت وخلافت کے حصول کے بعد اپنے آپ کو کامل ومکمل قرار دے کر مرشد ہونے کا اعلان نہیں فرمایا، بلکہ طالب وسالک بن کر راہ عشق کے راہی رہے۔ مراتب عالیہ کی جستجو نے انہیں سلوک کا سفر جاری رکھنے پر مجبور کیا، چنانچہ انہیں سب سے پہلے حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھیؒ کی صحبت نصیب ہوئی، جن کی خدمت میں ۳/سال رہے، لیکن معرفت کی تشنگی باقی رہی، انہوں نے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ کی صحبت اختیار فرمائی اور تقریباً ۱۷/سال آپ کی صحبت سے منور ہوئے۔ انہیں کی سرپرستی میں طب کی ڈگری حاصل کرلینے کے باوجود دینی تعلیم حاصل فرمائی، انہیں کی صحبت کی خاطر دیوبند میں داخلے پر پھول پور میں حضرت کے مدرسہ میں تعلیم کو ترجیح دی، دس سال تک انتہا درجہ کے مجاہدات برداشت فرمائے، اپنے شیخ سے محبت کا عالم یہ تھا کہ گویا فنا فی الشیخ تھے۔ ۱۹۶۰ء میں حضرت پھول پوریؒ مہاجر ہوکر پاکستان تشریف لائے تو حضرت حکیم صاحب قدس سرہ بھی اپنے شیخ کے ہمرکاب تھے، حکیم صاحبؒ نے شیخ کی صحبت کو اہلیہ اور اکلوتے بیٹے پر ترجیح دی۔ اہلیہ اور صاحبزادہ ہندوستان رہے۔ ایک سال تک اہل وعیال کی مفارقت برداشت فرمائی۔ ایک سال بعد اہلِ خانہ سے مل پائے، یہ سب کچھ راہِ عشق کے مسافر نے محبت خداوندی میں برداشت کیا، آپ حضرت پھول پوریؒ کے علوم ومعارف کے نہ صرف ترجمان تھے بلکہ حضرتؒ کے علوم و معارف کو سینے اور سفینے میں محفوظ بھی فرمایا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ کے وصال کے بعد آپ اپنے شیخ کے حکم سے ہی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے آخری خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق ہردوئیؒ کے خوشہ چین ہوگئے، صرف دو سال کے عرصہ میں اجازت وخلافت حاصل فرمائی، حضرت حکیم صاحبؒ کے آخری دو شیخ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے، یوں آپ میں نسبتِ امداد ونسبتِ اشرف جمع ہوگئی۔ اس نسبت کا اثر تھا کہ آپ حد درجہ مصلح بھی تھے اور محقق عالم

بھی، عالم گیر مربی بھی تھے اور بین الاقوامی شیخ بھی۔ اور دو سو سے زائد آپ کے مواعظ و رسائل، مثنوی رومی کی طرح شرح معارفِ مثنوی آپ کی باقیات صالحات ہیں۔ آپ کے خلفاء و متعلقین بھی دنیا بھر میں موجود ہیں۔ جامعہ اشرف المدارس کراچی، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سب ہی انہیں نسبتوں کے امین ہیں۔ آپ کے بارے میں بجا طور پر کہا گیا۔

جس کو حاصل ہے نسبتِ امدادؔ
نسبتوں میں جو اک سمندر ہے
کام اس کا رفو گری دل کا
نام اس کا حکیم اختر ہے

اپنی ہدایت کو اللہ سے مانگو کہ اے اللہ! کیا تو ان نافرمانیوں کے ساتھ مجھ کو اپنے پاس بلائے گا؟ یا اللہ! تیری محبت تو ماں باپ کی محبت سے بھی زیادہ ہے۔ اے اللہ! کیا تیری رحمت کو جوش نہ آئے گا؟ کیا تو مجھے دوزخ میں جلائے گا؟ اے اللہ! آپ کو آپ کی اس رحمت کا صدقہ اور آپ کے نبیِ رحمت کا صدقہ کہ آپ میری ہدایت کا ارادہ فرما لیجیے۔

حدیث اَللّٰھُمَّ افْتَحْ الخ کی عاشقانہ شرح

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک کی دعا ہے:

((اَللّٰھُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِکَ))

(عمل الیوم واللیلة لابن السنی، باب کیف مسئلة الوسیلة، ص: ۵۰)

اے اللہ! اپنے ذکر کے ذریعہ ہمارے دلوں کے تالوں کو کھول دیجئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل میں اللہ کے قرب کی نعمتیں پوشیدہ ہیں لیکن تالے لگے ہوئے ہیں، جس سے قرب کا وہ خزانہ نظر نہیں آتا، ذکر ان تالوں کی کنجی ہے، جب تالے کھلیں گے تو خزانۂ قرب ہاتھ آ جائے گا لیکن کنجی خود تالہ نہیں کھولتی، اس وقت کھولتی ہے جب کسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے، یعنی ذکر کسی اللہ والے کے مشورہ سے کرو۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی یاد میں
اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب
جنرل سیکریٹری جمعیت علمائے اسلام صوبہ سندھ

بہت سارے لوگ دنیا میں پیدا ہوتے ہیں، اور چلے جاتے ہیں، ان کا نام تک نہیں رہتا، مگر کچھ ایسے بھی اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے اس دنیا میں تشریف لاتے ہیں، جو عوام وخواص کے دلوں پر حکومت کرکے تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بھی محبوب ہوتے ہیں اور اللہ کے بندوں کے بھی محبوب ہوتے ہیں، ان کا دائرہ کار لوگوں کے عقائد کی اصلاح، عوام کی اصلاح وفلاح، دعوت الی اللہ، احقاق حق اور ابطال باطل ہوتا ہے، چونکہ یہ مقصد عالم گیر اور ہمہ جہت ہے، اس لیے ان کا اثر بھی عالم گیر اور ہمہ جہت ہوتا ہے، اور ایسی شخصیات بھی عالم گیر اور ہمہ جہت بن جاتی ہیں، اسی لیے فرمایا گیا کہ: ''**موت العالِم موت العالم**'' یعنی ایک عالم کی موت پورے جہان کی موت ہوتی ہے، گویا کہ جب ایک عالم کامل یہ جہان چھوڑتا ہے تو اس کی وجہ سے پورا جہان یتیم ہو جاتا ہے۔

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ گویا کہ ایک عالِم کی موت نے عالَم کو یتیم کر دیا۔ حضرت والاؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا مقام عطا فرمایا تھا، ان کے ذریعے سے رشد و ہدایت کا ایک طویل سلسلہ قائم تھا، آپؒ اکابر کی یادگار تھے۔ آپؒ کی وفات سے اُمت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے، آپ اُمت کے لیے باران رحمت سے کم نہ تھے۔

جس طرح ایک نبی انسانوں کے قلوب کو فتح کرتا ہے اور پھر ان کے دلوں میں اللہ کی عظمت بسا دیتا ہے، اسی طرح ایک ولی بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانوں کے قلوب کو مسخر کرتا ہے اور

ان دلوں میں اللہ کی محبت کو بھر دیتا ہے۔ایک عالم، ایک فاضل، ایک ولی اللہ، ایک رہبر و رہنما، ایک پیر طریقت، ایک مرشد کامل، ایک عارف باللہ اور ایک داعی الی اللہ کی حیثیت سے ان کے مقام کا تعین علماء کرام، اولیاء اللہ اور اللہ کے برگزیدہ بندے ہی کر سکتے ہیں۔ان کے عقیدت مندوں کی تعداد بے شمار ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں بھی ان کا ایک ادنیٰ سا عقیدت مند تھا اور ہوں۔اب سوچتا ہوں کہ یہ اللہ پاک کا میرے اوپر کتنا بڑا احسان اور کتنا بڑا اکرم تھا کہ مجھے زندگی میں کچھ وقت حضرت والاؒ کی خدمت میں گزارنے کا موقع ملا، اس پر میں اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کروں، وہ کم ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ: حضرت والاؒ کا وجود ایک گھنے سایہ دار درخت کی مانند تھا، جس کے سائے تلے بہت سارے لوگوں نے اپنا تھوڑا یا زیادہ وقت بڑے آرام اور اطمینان کے ساتھ گزارا، آپ کی خانقاہ میں ذکر و فکر کی مجالس، علمی اور روحانی بیانات اور شریعت اور طریقت کے اسباق جس طرح پڑھائے جاتے تھے، اس سے قرون اولیٰ کے بزرگوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، پتھر دل موم بن جاتے تھے، ان کے بیانات، ملفوظات اور ارشادات کو سامنے رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ: کاتبِ تقدیر نے ان کی ذات کو انسانوں کی ہدایت کے لیے خصوصی طور پر منتخب کیا تھا، سید کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''دنیا سے علم یوں اٹھایا جائے گا کہ اہلِ علم دنیا سے اُٹھا لیے جائیں گے''۔

یہ قربِ قیامت کی علامت ہے کہ علماء کرام، مشائخ عظام اور اہل اللہ رحلت فرمانے لگیں۔ حضرت والاؒ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے، وہ صدیوں میں بھی پر نہیں ہو سکے گا، آپ کی رحلت سے صرف آپ کے متعلقین، مریدین اور عقیدت مند ہی یتیم نہیں ہوئے، بلکہ پوری اُمت یتیم ہوگئی ہے، ایسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت والاؒ توحید و سنت کے علمبردار تھے اور شرک و بدعات کی بیخ کنی کے لیے تیغ بے نیام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات میں عاجزی، انکساری، تواضع، حلم و بردباری، تقویٰ، طہارت، اخلاص اور للّٰہیت کی صفات کو کُوٹ کُوٹ کر بھر دیا تھا۔آپ کی خانقاہ پر انواع و اقسام کے غمگین اور دکھی لوگ حاضر ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی قلبی تشنگی کو مقدور بھر سیرابی اور سیر چشمی سے ہم کنار کر کے شاداں اور فرحاں واپس جایا کرتے تھے۔کئی لوگ بے بسی اور بے کسی کے پہاڑ لے کر بے قرار اور بے چین روحوں اور اسفار کی صعوبتوں سے نڈھال ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر

ہوتے تھے، اور بڑا سکون اور بڑا چین لے کر واپس ہوتے تھے۔ آپ کی خدمت میں بہت سارے لوگ ٹوٹے ہوئے دلوں کے ساتھ حاضر ہوتے تھے، اور آپ بڑی محبت سے ان کے دلوں میں جوڑ لگایا کرتے تھے۔ آپ روحانی بیماریوں کے علاج کے ماہر ڈاکٹر اور اسپیشلسٹ تھے، آپ ایک عالم با عمل، ایک صوفی باصفا، ایک محبت بھرے انسان، اللہ اور اللہ کے رسول کے عاشق صادق قرآن اور سنت کی پاکیزہ تعلیمات کے عظیم مبلغ اور اپنے دور کے بہت بڑے داعی الی اللہ تھے، ان کی وفات سے پورا چمن اداس نظر آرہا ہے ؎

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

آپ کی وفات کی وجہ سے دل حزین ہے، قلب غمگین ہے، جگر شق ہونے کو ہے، آنکھوں سے آنسو رواں ہیں، اس لیے کہ برصغیر ایک ایسی عظیم ہستی سے محروم ہوگیا ہے، جس کا وجود اُمت مسلمہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا عطیہ تھا۔ بلاشبہ حضرت والاؒ عالم اسلام کی ایک نابغۂ روزگار شخصیت تھے، وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، جانے والے تو چلے جاتے ہیں، لیکن نقصان ان کا ہوتا ہے جو باقی رہ جاتے ہیں۔ حضرت والاؒ جیسے نفوس قدسیہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام فتنوں کو روکنے والا دروازہ بنایا ہوتا ہے، جب یہ لوگ تشریف لے جاتے ہیں تو گویا وہ دروازہ ٹوٹ جاتا ہے اور نئے نئے فتنے سر اٹھانے لگتے ہیں، جس سے ہم جیسے کمزور لوگ پریشان ہوجاتے ہیں، اور پھر کوئی ایسا بندہ بھی نظر نہیں آتا جو مستجاب الدعوات ہو کہ چلو اپنے اعمال کے ذریعے نہ سہی، بزرگوں کی دعاؤں سے باطل پر غلبہ حاصل کرلیں۔ جب اللہ والے اٹھ جاتے ہیں تو صورتحال کچھ یوں ہوجاتی ہے ؎

شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ دوش
صحرا میں اے خدا! کوئی دیوار ہی نہیں

جب ہم حضرتؒ کی خدمت میں آتے تھے، ان کے ملفوظات سنتے تھے تو بڑے بڑے حقائق منکشف ہوجاتے تھے۔ حضرت والاؒ کی زندگی امراض باطنہ کے علاج میں گزری۔ حضرتؒ کی خانقاہ سے بہت سارے بیمار شفایاب ہوئے۔ ان کے بیانات کا خلاصہ یہ ہوتا تھا کہ انسان صرف ظاہری ڈھانچے کا نام نہیں، بلکہ اس کا اصل جوہر اس کا باطن ہے، جس کو قلب اور روح کے الفاظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں بھی یہ بتلایا گیا ہے کہ: ’’انسان کے ظاہری اعمال کی صحت وفساد اور بناؤ و بگاڑ بھی اس کے باطن کے بناؤ اور بگاڑ پر موقوف ہے‘‘۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ: ’’جس طرح ظاہری بدن کبھی تندرست ہوتا ہے اور کبھی بیمار ہوتا ہے اور تندرستی قائم رکھنے کے لیے غذا وغیرہ

سے تدبیر کی جاتی ہے اور بیماریوں کو دفع کرنے کے لیے دواؤں سے علاج کیا جاتا ہے، بالکل اسی طرح انسان کے باطن کی تندرستی کی تدبیر اپنے خالق اور مالک کو پہچاننا، اس کا ذکر اور شکر کرنا، اور اس کے احکام کی ہمہ وقت اطاعت کرنا ہے، اور اس کی بیماری اللہ کی یاد سے غفلت، اور اس کے احکام کی خلاف ورزی ہے۔ یہ دل کی بیماریاں کفر، شرک، نفاق، حسد، کینہ، تکبر، نخوت، حرص، بخل، حب جاہ اور حب مال وغیرہ ہیں، اور تندرستی یہ ہے کہ اپنے مالک حقیقی کو پہچانے، تمام نفع ونقصان، تکلیف اور راحت کا مالک اس کو سمجھے، اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے، کوئی تکلیف پیش آئے تو صبر سے کام لے۔ تمام معاملات میں اللہ پر بھروسہ کرے، اس کی رحمت سے اُمید رکھے، اس کے عذاب سے ڈرتا رہے، اس کی رضا جوئی کی فکر کرے، اور انتہائی سچائی، ایمانداری اور اخلاص کے ساتھ اس کے تمام احکام بجا لائے''۔

قرآن مقدس میں ارشادِ ربانی ہے کہ:

''وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ''. (بنی اسرائیل: ۸۲)

ترجمہ: ہم نازل کرتے ہیں قرآن سے وہ چیز جو شفا اور رحمت ہے مومنین کے لیے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاءٌ''. (حٰم سجدہ: ۴۴)

ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت ہے اور شفا۔

لیکن باطنی بیماریوں اور ان کے علاج میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ ظاہری بیماریاں تو آنکھوں اور دُوسرے حواس سے محسوس کی جاسکتی ہیں، نبض کی حرکت خون اور فضلات کا امتحان کر کے معلوم کی جاسکتی ہیں، ان کے معالجات بھی محسوس آلات اور دواؤں سے کیے جاتے ہیں۔ باطنی امراض نہ آنکھوں سے دکھائی دیتے ہیں، نہ نبض وغیرہ سے ان کو پہچانا جاسکتا ہے، اسی طرح ان کا علاج بھی محسوس غذاؤں اور دواؤں سے نہیں ہوتا، ان امراض کی تشخیص اور علاج کی تجویز صرف قرآن وسنت کے بتلائے ہوئے اُصولوں ہی سے ہوسکتی ہے۔

قرآن وسنت میں انسان کے ظاہری اعمال ومعاملات اور باطنی عقائد اور اخلاق سب ہی کی اصلاح کا مکمل نظام موجود ہے۔ اُمت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین رحمہم اللہ سے لے کر موجودہ زمانے کے صالحین کاملین تک جس کو جو کچھ حاصل ہوا ہے، وہ صرف اسی نظامِ عمل کی مکمل

پابندی سے ہوا ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور نکاح وطلاق اور اس قسم کے دیگر معاملات کو علم فقہ میں اور اعمال باطنہ میں سے عقائد کو علم العقائد میں اور اخلاق اور معاشرت کو علم تصوف میں جمع کر دیا گیا ہے، مگر ایک طویل زمانے سے عام مسلمانوں کی اکثریت اپنی غفلت کے نتیجہ میں علوم دینیہ سے بے بہرہ ہوتی چلی جا رہی ہے، خاص طور پر آخر الذکر علم جس کا تعلق اصلاح باطن سے ہے، وہ تو ایسا متروک ہو چکا ہے کہ عوام تو عوام، خواص یعنی علماء کی بھی ایک بہت بڑی تعداد اس سے لاتعلق ہو کر رہ گئی ہے، جس کی وجہ سے بہت بڑی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ شاید لوگوں نے صرف اعمال ظاہرہ کو ہی کامل اور مکمل دین سمجھ لیا، صدق و اخلاص توحید و توکل، صبر و شکر، تقویٰ و پرہیز گاری کے الفاظ صرف زبانوں پر ہی رہ گئے۔ حب جاہ، حب مال، کبر و نخوت، غیظ وغضب، کینہ و حسد جیسے مہلک امراض سے نجات حاصل کرنے کی فکر بھی دلوں سے محو ہو کر رہ گئی۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو تو ہم نے کچھ نہ کچھ شریعت کے مطابق بنالیا ہے، ظاہری اعمال کی بھی ہم کچھ نہ کچھ پابندی کر ہی لیتے ہیں، تا کہ لوگوں کی نظروں سے گر نہ جائیں۔ ایسے گناہوں سے بھی کسی نہ کسی حد تک ہم اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں، جو گناہ عوام کی نظر میں علم اور علماء کے منصب کے خلاف سمجھے جاتے ہیں، لیکن باطنی گناہوں سے جو ظاہری گناہوں سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں، اپنے آپ کو بچانے کی کوئی فکر نہیں کرتے اور اس حوالے سے ہمارا حال انتہائی قابلِ تشویش ہے۔

یہاں پر ہم سب کو اپنے نفس سے ایک سوال کرنا چاہیے کہ نماز روزے کا اہتمام اور چوری، بدمعاشی، عیاشی، سودخوری، رقص و سرود اور کھیل تماشوں کی محفلوں سے اجتناب اگر واقعی خوف خدا کے نتیجہ میں ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ ہم لوگوں سے چُھپ چُھپا کر ایسے گناہ کیا کرتے ہیں، جن سے شیطان بھی شرما جاتا ہے؟ ان مواقع پر خوف خدا اور فکر آخرت ہمارے سامنے کیوں نہیں آتے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ ظاہری تقویٰ صرف لوگوں کو دِکھانے کے لیے ہم نے اِختیار کیا ہوا ہے، اِس لیے ہم صرف ان گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں، جن کی وجہ سے ہم سے ہماری امامت اور خطابت پر حرف نہ آئے اور باقی جن باطنی گناہوں پر جبہ و دستار کا پردہ ڈالا جا سکتا ہے، ان کو ہم نے شیر مادر سمجھ کر اختیار کیا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج ہماری تقریروں میں، خطبوں میں اور بیانات میں کوئی اثر نہیں، اللہ والوں کی خانقاہوں میں، ان باطنی بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے اور اللہ والوں کی صحبت کی وجہ سے دلوں میں خشیت الٰہی، تقویٰ و پرہیز گاری اور اخلاص اور سچائی پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت والاؒ اللہ تعالیٰ کے ذاکر بندوں میں سے تھے، وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا

کرتے تھے، قرآن کریم میں بھی ان لوگوں کو عقل مند کہا گیا ہے، جو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، اور آسمان اور زمین کی چیزوں میں فکر کرتے ہیں، اور بے ساختہ پکار اُٹھتے ہیں کہ: ''اے پروردگار! یہ سب آپ نے بے کار میں پیدا نہیں کیا، بلکہ ایک مقصد کے لیے دنیا کو امتحان گاہ بنایا ہے، اصل تو آخرت ہے تو آپ ہمیں آگ کے عذاب سے بچا دیجیے''۔

ایک عقل معاد ہے: یعنی وہ عقل جو آخرت کے لیے استعمال ہو، اور دوسری عقل معاش ہے: یعنی وہ عقل جو دنیا کے لیے کمائی کے نت نئے طریقوں کے لیے استعمال ہو۔ لوگ عام طور پر عقل معاش والے کو عقل مند سمجھتے ہیں، حالاں کہ اصل تو عقل معاد ہے، جو آخرت بنانے کے لیے استعمال ہوتی ہے عقل معاش تو کافروں کو بھی حاصل ہے۔

جسے ذکر مل گیا، اسے ولایت الٰہی اور محبت الٰہی کا دُستور مل گیا۔ آدمی اگر ذاکر نہیں تو غافل ہے اور غافل سے شیطان اس طرح کھیلتا ہے، جس طرح کھلاڑی گیند سے کھیلتا ہے۔ ذکر کی برکت سے غفلت نکل جاتی ہے، اور آدمی کو فضول کاموں سے نفرت ہو جاتی ہے۔ ذکر کرتے کرتے ذکر جاری ہو جاتا ہے اور ذکر کا ایسا مزاج بن جاتا ہے کہ آدمی ذکر کو چھوڑنا بھی چاہے تو چھوڑ نہیں سکتا، ذکر اس کی طبیعت بن جاتا ہے، ذکر اس کی زندگی بن جاتی ہے، ذکر اس کی خوراک بن جاتی ہے، ذاکر بندہ ذکر کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ حضرت والاؒ کی خانقاہ میں ذکر الٰہی کی ضربیں لگتی تھیں، جن کی وجہ سے مردہ دل زندہ ہو جاتے تھے۔ اللہ والوں کی صحبت سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں، بیمار دل تندرست ہو جاتے ہیں، اور غافل دل غفلت سے نکل آتے ہیں۔ اللہ والوں کی صحبت سے نیکیوں سے محبت اور گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ شیطان ہر ایک سے ایک جیسے گناہ نہیں کراتا بلکہ شیطان ہر شخص سے اس کے لحاظ سے گناہ کرواتا ہے، مثلاً: وہ علماء اور دین داروں کو حسد، بغض، کینہ، غیبت، حب جاہ اور حب مال کی بیماریوں میں مبتلا کرتا ہے۔ عورتوں کو فیشن اور بے پردگی کی بیماریوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ طلباء کو ذہنی انتشار میں گرفتار کر دیتا ہے، اور فکر معاش ان پر مسلط کر دیتا ہے کہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد تو اپنا پیٹ کس طرح پالے گا۔ اللہ والوں کی صحبت میں ذکر کی برکت سے ان بیماریوں میں مبتلا لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صحت یاب ہو جاتے ہیں؟ ان کو اللہ پر اعتماد ہو جاتا ہے، وہ احساس کم تری سے باہر نکل آتے ہیں، ان کو ایمان کی حلاوت اور اسلام کی لذت محسوس ہونے لگتی ہے، جس طرح میلے کچیلے سیپ میں چھپے ہوئے موتی کو اپنی قیمت معلوم نہیں ہوتی، اس طرح عام طور پر ایک کلمہ پڑھنے والے کو بھی اپنی قدر و قیمت کا حقیقی اندازہ نہیں ہوتا، لیکن اللہ والوں کی صحبت سے اس پر حقیقت کھل جاتی ہے۔

آج کل ہمارے اکثر علماء وطلباء کوفنون تو بہت آتے ہیں، لیکن وہ ان فنون سے علم کی عمارت کو بنانہیں پاتے۔علم کی عمارت تزکیہ قلب کے بغیر بن ہی نہیں سکتی، ہزار اینٹوں کا جمع کردینا الگ بات ہے، لیکن ان اینٹوں سے عمارت تعمیر کرنا الگ بات ہے، اللہ والوں کی صحبت سے یہ گُر حاصل ہوجاتا ہے، اللہ والوں کے بیانات سے مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کی زندگیاں بھی تبدیل ہوجاتی ہیں، بہت ساری مغرب زدہ خواتین اللہ والوں کے بیانات سننے کے نتیجہ میں صالحہ بن جاتی ہیں، ان میں عفت اور پاک دامنی، حسن اخلاق، نماز کی پابندی، قرآن وسنت کے احکامات کی پاس داری اور تقویٰ اور پرہیزگاری پیدا ہوجاتی ہے۔حضرت والاؒ کے ایمان افروز بیانات کے نتیجہ میں بے شمار لوگوں کوہدایت ملی۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ پاک اپنے اس محبوب بندے کے درجات کو بلند فرمائے، ان کی خدمات جلیلہ کوقبول فرمائے، ان کی قبرکو جنت کا باغ بنائے، ان کے جانشینوں کو جانشینی کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مجھ سمیت حضرت کے تمام عقیدت مندوں کوصبر جمیل کے ساتھ ساتھ صحیح معنوں میں متبع سنت بنائے،اورزندگی بھرقرآن اورسنت کے احکامات کے مطابق زندگی بسرکرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یا رب العالمین!۔

(بشکریہ ماہنامہ بینات کراچی شوال ۱۴۳۴ھ)

اَلتَّجَلِّیْ عَلَی التَّجَلِّیْ نُوْرٌ فَوْقَ نُوْر

ارشادفرمایا کہ امتی کے استغفار میں اور نبی کے استغفار میں یہ فرق ہے کہ امتی کے استغفار سے ظلمت دورہوتی ہے اورنورعطا ہوتا ہے اور نبی کے استغفار سے جلوہ پر جلوہ چڑھایا جاتا ہے، کیونکہ نبی تو معصوم ہوتا ہے،ظلمت کا وہاں کیا کام،جن تجلیاتِ قرب میں نبی ہروقت ہوتا ہے استغفار سے مزید تجلیات اسے عطا ہوتی ہیں۔لہٰذا امتی کا استغفار تـجلّی علَی الظُّلُمٰت ہےاور نبی کا استغفار تـجلّی علَی التَّجلّی ہے،نُوْرٌ فَوْقَ نُوْر ہے۔پس نبی کو ہراستغفار سے تجلیاتِ قرب میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔پس جب نئی تـجلّـی کے انوارنصیب ہوتے ہیں تو نبی استغفار کرتا ہے کہ پہلے میں اس مقام پر کیوں نہ تھا۔پس نبی مَـاتَقَدَّم کو دیکھ کر مَـاتَـاَخَّر سے استغفار کرتا ہے۔

(ملفوظ:حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ)

عالمِ اسلام کا مینارۂ نور

مولانا محمد سفیان بلند
مدرس مدرسہ عثمانیہ بہادر آباد کراچی

آج سے تقریباً بیس اکیس سال قبل جب راقم الحروف کا ختم قرآن مجید ۱۲؍دسمبر ۱۹۹۲ء کو مدرسہ تحفیظ القرآن راول مسجد ہل پارک میں ہوا۔ تقریبِ ختمِ قرآن کی مجلس میں جس شخصیت کو بحیثیتِ صدر مجلس بلایا گیا ان کا نامِ نامی اسمِ گرامی قطب العالم حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ یہ تقریب ۷؍جنوری ۱۹۹۳ء بروز جمعرات منعقد ہوئی، یہ پہلا موقع تھا جب میں نے حضرتؒ کو دیکھا اور آپ سے ابتدائی تعارف ہوا۔

اس تقریب میں حضرت والاؒ نے جو کچھ بھی علم و معرفت کے موتی لُٹائے وہ راقم کے دل و دماغ میں محفوظ نہ رہ سکے لیکن دو باتیں یاد رہیں:

(۱) ایک یہ کہ حضرت والاؒ کے بیان میں بچوں کو حفظ قرآن کی ترغیب پر بہت سے لوگوں نے مدرسے میں اپنے بچوں کو داخل کروایا جو کہ یقیناً حضرت والاؒ کے لیے صدقۂ جاریہ ہوگا۔

(۲) دوسرا یہ کہ آپ کا مشفقانہ اور محبانہ اصلاحی انداز جس میں آپ نے داڑھی کی ترغیب دی، میرے خاندان کے اکثر احباب نے آپ کے محبت بھرے ارشاد پر اس دن کے بعد داڑھی نہیں کٹوائی۔

پھر ۱۹۹۸ء میں جب میں جامعہ بنوری ٹاؤن میں درجہ ثالثہ کا طالب علم تھا، آپ کے جمعہ کی اصلاحی مجلس میں جانا شروع ہوا، یہیں سے آپ سے استفادہ شروع ہوا، یہیں آپ سے محبت اور انسیت پیدا ہوئی۔ اس اصلاحی مجلس میں جانے کے بعد اندازہ ہوا کہ دل کی دنیا میں محبتِ الٰہیہ کو پانے کے لیے کیا کرنا چاہیے! اس دوران ہی آپ کے ملفوظات پر مشتمل کتاب ''باتیں اُن کی یاد رہیں گی'' سے بہت استفادہ کیا اور آپ کی دو تصنیفات ''معارفِ مثنوی'' اور ''کشکولِ معرفت'' مجھ جیسے ادنیٰ طالب علم کے لیے آبِ حیات کا کام کر گئیں، پھر آپ کی محبت وعقیدت سے دل ہمیشہ لبریز رہا۔

یوں تو خیر کے تمام شعبوں میں آپ کے فیوض و برکات وانوارات عام ہیں اوران خدمات پر بہت کچھ لکھا جائے گا مگر خانقاہی نظام کے احیاءِ جدید کا ''فی زمانہ مجدد'' آپ کو کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس خانقاہی نظام کو انہی کے طرز پر سو فیصد برقرار رکھنے کا سہرا آپ کے سر جاتا ہے، آپ کے ہاں بھی اسی طرح تربیت کا اعلیٰ معیار اور مریدین ومتوسلین کی اصلاح، ظاہر وباطن کا طریقہ تھا، جیسا کہ حضرت تھانویؒ کی خانقاہ میں تھا، جس کی برکت سے ٹائی کالر، مسٹر صاحبان اور ٹیپ ٹاپ والے لوگوں نے آکر زندگی گزارنے کا سلیقہ سیکھا۔ آپ کا فیضان مختلف اصلاحی مجالس، دینی محافل، علمی مذاکرے، تبلیغی حلقوں اور تحریر وتقریر کے ذریعے عام ہوا۔ آج خانقاہی نظام کے احیاءِ جدید کی روشن مثالیں آپ کے مختلف خلفاء ہیں جو آپ کی زندگی میں ہی آپ کی سرپرستی میں اُمت کی اصلاح وتربیت فرماتے رہے اور اب بھی اس میں مصروفِ عمل ہیں۔ اور پھر آپ کے خلفاء ومجازین کی فہرست میں بڑی تعداد میں کبار اہلِ علم کے نام آتے ہیں اور آپ کا فیض صرف کراچی یا پاکستان میں نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام میں عام ہوا، مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی آپ کے معتقد تھے بلکہ کئی تو آپ کی نورانی صورت دیکھ کر ہی مسلمان ہوگئے اور یہاں تک کہنے لگے کہ یہ چہرہ تو کسی سچے آدمی کا ہی ہوسکتا ہے۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر نور اللہ مرقدہٗ میں تمام صفاتِ حسنہ بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ آپ کے دل میں دین کے ہر شعبے میں کامیابی اور ترقی کی تڑپ تھی ساری زندگی تمام شعبوں کی سرپرستی فرمائی اور اُن کی کمی کوتاہیوں پر اصلاح بھی فرماتے رہے، اپنی آہِ سحر گاہی میں ہمیشہ ان کو یاد بھی رکھا، یہی وجہ تھی کہ ہرادارہ بلکہ ہرفرد آپ کو اپنا بڑا اور محسن سمجھتا تھا بلکہ جس کا آپ سے تعلق ہوجاتا وہ خود کو آپؒ کا گرویدہ بنالیتا اور یہی سمجھتا کہ آپ کو مجھ سے زیادہ محبت ہے، ہرایک کا اکرام اور ہرایک سے خیر خواہی آپ کی وہ خاص صفت تھی جو عموماً بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت والاؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ساری زندگی دلوں میں محبتِ الٰہیہ کی جوت جگانے والے کو جنت کے اعلیٰ درجات کی سیر کرائے اور اُن کے فیوض وبرکات کو پوری اُمت میں عام فرمائے۔ آمین۔

حضرت عارف باللہؒ کا سانحۂ ارتحال

مولانا مفتی عبید اللہ شاہد
استاذ جامعہ حمادیہ کراچی

جس دنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا
اور پھر کبھی لوٹ کر نہ آنا
ایسی دنیا سے دل کا کیا لگانا

یہ میری نظروں کے سامنے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کی طرف سے شائع شدہ ایک چھوٹا سا اسٹیکر الماری پر چسپاں ہے جس پر یہ عبرت خیز مثلث تحریر ہے اور نیچے تحریر ہے:۔ارشاد فرمودہ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم۔

دنیا کی بے ثباتی، فنا، دغا اور اس سے لاتعلقی کا درس دینے والا یہ اللہ کا ولی ہمیشہ کے لیے دنیا چھوڑ گیا، دنیا سے رُخ موڑ گیا، دنیا کی آغوش سے خالق کی مخلوق کو خالق کی خود آغوش تک لے جانے والا آغوشِ رحمت میں جا پہنچا۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

غالبًا حضرت امام شافعیؒ کا کلام ہے۔ان للّٰہ عبادا فطنا ..... طلقوا الدنیا و خافو الفتنا۔

اللہ کے بعض بندے ایسے فطین اور عقل مند ہوتے ہیں جو دنیا کو طلاق دے دیتے ہیں اور فتنوں سے ڈرتے ہیں۔ حضرت عارف باللہؒ کا شمار ایسی ہی ہستیوں میں ہوتا ہے۔جنہوں نے زندگی بھر سنت، شریعت اور طریقت کا درس دیا، محبت الٰہی کی شمع دلوں میں فروزاں کی، اللہ سے تعلق اور محبت اور دنیا سے نفرت آپؒ کی رگ رگ میں ایسی سمائی ہوئی تھی کہ کسی بھی مجلس، کسی بھی محفل میں اس عنوان اور موضوع سے ہٹ کر کوئی بات آپ کرتے ہی نہ تھے، خلق اللہ کی اصلاح اور تعلق مع اللہ اُن کا مشن اور نصب العین تھا اور ساری زندگی اس مشن اور نصب العین سے ہٹ کر کبھی گفتگو ہی نہیں فرمائی۔ حضرتؒ ہی کی زبانی دنیا سے بے تعلقی اور اللہ سے محبت و تعلق پر نہایت پُر اثر اور درد بھرا یہ واقعہ قارئین

کی خدمت میں پیش ہے۔جس سے اس عظیم ولی اور عارف کے درد کا بخوبی اندازہ ہوگا۔فرماتے ہیں:۔

میں نے کعبہ شریف میں دیکھا کہ ایک بچہ گم ہوگیا اور وہ بچہ ماں کی یاد میں اتنا چیخ چیخ کر رورہا تھا کہ اندیشہ تھا کہ شاید روتے روتے مرجائے گا،حرمِ کعبہ کے اندر ساری دنیا کی مائیں تھیں، ہر زبان بولنے والی ماں تھی، الجزائر کی، تیونس کی، سوڈان کی، مراکش کی، نائجیریا کی، ملائشیاء کی، انڈونیشیاء کی، ہندوستان کی، پاکستان کی، بنگلہ دیش کی۔ساری ماؤں نے اسے گود میں لے کر پیار کرنا چاہا کہ یہ خاموش ہوجائے مگر وہ روتے روتے بے ہوش ہونے کے قریب ہورہا تھا کہ اتنے میں ایک شُرطے نے (وہاں پولیس والے کو شرطہ کہتے ہیں) بچے کو اٹھایا اور چیخ کر آواز لگائی کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ ادھر بچہ کی ماں بھی پاگل ہورہی تھی، وہ بھی اُسے تلاش کررہی تھی۔

مری گم گشتگی پر خود مری منزل پریشاں ہے

یہ بڑی عبرت کا واقعہ ہے اور میرا چشم دید ہے، میں وہیں کعبہ میں تھا جب وہ بچہ چلاّ رہا تھا جس کی ماں اس سے دور ہوگئی تھی اور وہ ماں کی گود سے محروم ہوگیا تھا تو ساری دنیا کی ماؤں نے اس کو چمٹا لیا، گود میں لے لیا،تھپکیاں دیں، اس پر کیا کیا عنایتیں کیں مگر اُس کو چین نہ آیا لیکن جب اس کی اصلی ماں آئی اور اس نے جیسے ہی بچے کو گود میں لیا تو اس کا سارا رونا دھونا ختم ہوگیا، اسے چین آ گیا، اس وقت مجھے اپنا ایک شعر یاد آ گیا۔

آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے
تیرے کرم نے گود میں لے کر سلا دیا

ایک صاحب نے کہا کہ جب میں اللہ اللہ کرتا ہوں تو نیند آ جاتی ہے جب کہ مجھے چھ مہینے سے نیند ہی نہیں آ رہی تھی۔ میں نے کہا کہ اس کی وجہ سن لو، ساری دنیا تمہیں پیار کررہی تھی لیکن تم اللہ سے دور تھے، جیسے بچہ جب دوسری ماؤں کی گود میں تھا، اپنی اصلی ماں سے نہیں ملا تھا اس وقت تک بے چین تھا اور جیسے ہی اپنی ماں کی گود میں پہنچا تو فوراً سوگیا، تو اصلی پالنے والا، ماں سے زیادہ محبت کرنے والا تو ربّا ہے۔اللہ تعالیٰ مولانا رومؒ کو جزائے خیر دیں فرماتے ہیں۔

تشنگاں گر آب جویند از جہاں
آب ہم جوید بعالم تشنگاں

اگر دنیا میں پیاسے پانی کو تلاش کرتے ہیں تو پانی بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔اگر کوئی اللہ کی طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو اللہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو اللہ اس کو دوڑ کر اٹھا لیتے ہیں۔

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ سلوک کے لیے اتنا کافی ہے کہ تم اللہ کے راستے میں کچھ چلنا شروع کردو، جیسے دو ڈھائی سال کا چھوٹا بچہ ابھی صحیح سے نہیں چل پاتا، باپ کہتا ہے، بیٹا چلو! تو وہ کانپتا ہوا، گرتا ہوا، چلتا ہے، معلوم ہوتا ہے اب گرے گا تب گرے گا، مگر باپ اسے دیکھ دیکھ کر مزہ لے رہا ہے اور جب وہ گرنے لگتا ہے تو دوڑ کر جلدی سے اس کو اٹھا کر پیار کرنے لگتا ہے۔ اگر ابا کو یہ محبت ہے تو ربا کو اس سے بے شمار زیادہ محبت ہے، بس کسی اللہ والے کے مشورے سے اللہ کا نام لینا شروع کردو۔ لیکن اللہ والے سے مشورہ ضروری ہے کیوں کہ جو لوگ مشورہ کے بغیر ذکر کرتے ہیں تو اللہ کے نام کا مزہ پاکر بعض وقت زیادہ ذکر کرلیتے ہیں۔ جیسے ڈاکٹر کہے کہ بھائی آپ آدھا سیر دودھ پینا اور وہ ڈیڑھ کلو پی جائے تو دست لگ جائیں گے کہ نہیں؟۔ (ماہنامہ الابرار)

حضرت والاؒ جو صحیح معنوں میں عارف باللہ تھے، یہ بات مخلوق خدا کا تعلق خالق سے جوڑنے میں ان کے انداز کی ایک جھلک ہے ورنہ حضرت والاؒ کے لاکھوں مواعظ، تقاریر، دروس اور بیانات معارف کے خزینے ہیں۔ علوم ومعارف کا فیضان الٰہی آپؒ کی زبان پر بارش کی طرح جاری وساری رہتا تھا، دقیق تفسیری، فقہی، ادبی، صرفی، نحوی اور معانی وبلاغت کے نکات اور رموز واسرار جن تک رسیدہ علماء ومحققین کا خیال تک نہ گزرے، آپ کی ہر مجلس اور وعظ ودرس میں نہایت عام فہم انداز میں جسے خواص کے علاوہ عوام بھی سمجھ پائیں، یہ وہبی ملکہ اور جوہر حضرت والاؒ ہی کی انفرادی وامتیازی خصوصیت تھی۔

اگر صحیح ترتیب کے ساتھ حضرت والاؒ کے سینکڑوں مواعظ، دروس اور مجالس پر تحقیق کی جائے تو اس علم کے سمندر سے بڑے قیمتی اور نایاب موتی حاصل کیے جاسکتے ہیں، الحمد للہ کہ حضرتؒ کے جانشینوں نے آپؒ کی زندگی میں اس قیمتی اثاثے کو محفوظ کرلیا ہے، اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے کہ اُن کے علمی واصلاحی مواعظ پر مشتمل مواد پر تحقیق، تخریج اور تنقیح کے انداز میں منظم طور پر کام کو آگے بڑھائیں تاکہ یہ عظیم علمی اثاثہ اور تر کہ حضرت والاؒ کے خلا کو کسی معمولی تناسب میں پُر کرسکے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت والاؒ کی رحلت پوری اُمت کے لیے عظیم خلا ہے جس کا مکمل پُر ہونا محال ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپؒ کی ہدایت کی روشنی میں سنت وشریعت کے روشن خطوط پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(بشکریہ ماہنامہ الحماد کراچی شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ)

❁

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی فہرست

(پہلے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خلفاء کے متعلق ہدایات، پھر حضرتؒ کے دونوں شجرۂ خلافت اور آخر میں خلفاء کرام کی فہرست ملاحظہ فرمائیں۔)

ملفوظ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ برائے خلفاء کرام

تمام خلفاء کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جن حضرات کو خلافت دی گئی ہے، اُن کی موجودہ حالت پر حسنِ ظن کی بناء پر دی گئی ہے، لیکن اگر خدانخواستہ آئندہ کسی کی حالت بگڑ گئی اور سنت وشریعت کے خلاف عمل کرنے لگا تو اُس کی خلافت منسوخ سمجھی جاوئے گی۔

غیر عالم خلفاء کو تاکیداً ہدایت ہے کہ فقہی مسائل میں علماء کرام سے رجوع کریں، اپنی رائے پر عمل نہ کریں اور علماء کرام کا ادب واحترام ملحوظ رکھیں۔ (حسبِ ہدایت حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب، مہتمم خانقاہ کراچی)

ہدایات حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ برائے خلفاء کرام

خلافت کی حقیقت:

خلافت جنت کی ضمانت نہیں بزرگوں کا حُسنِ ظن اور اعتماد نامہ ہے۔ چنانچہ اگر کسی کے حالات خدانخواستہ بگڑ جائیں تو بزرگوں کا اجماع ہے کہ ایسے شخص کی خلافت عملاً سلب ہوجاتی ہے اور برکت ختم ہوجاتی ہے اور اُس سے دین کا کام نہیں لیا جاتا۔ اس لیے خلفاء کو چاہئے کہ اپنے حالات کا جائزہ لیتے رہیں اور سنت وشریعت پر گامزن رہیں اور اپنے حالات کو اہل اللہ سے ملاتے رہیں کہ کہیں ہم شاہراہ اولیاء اللہ سے تو نہیں ہٹ رہے ہیں۔ اس لیے خلافت کو نعمت تو سمجھیں کہ اہل اللہ کا حُسنِ ظن ہے اور بزرگوں کے حسنِ ظن کی برکت سے اللہ تعالیٰ نااہل کو بھی اہل بنادیتے ہیں لیکن اس کو جنت کا ٹھیکہ نہ سمجھیں۔ خوف کا مقام ہے۔ بہت سے غیر خلفاء اپنے تقویٰ وخشیت کی برکت سے نور کے منبروں پر ہوں گے اور بہت سے خلفاء کی بوجہ بدعملی مشکیں کسی ہوئی ہوں گی۔ اللہ پناہ میں رکھے۔ نجات کا مدار اعمال پر ہوگا۔

شجرۂ طریقت

بواسطہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

نمبر	نام	نمبر	نام
۱	سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۱	حضرت الشیخ شمس الدین تُرکی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
۲	امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	۲۲	حضرت الشیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
۳	حضرت الشیخ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	۲۳	حضرت الشیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ
۴	حضرت الشیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ	۲۴	حضرت الشیخ احمد عارف الردولوی رحمۃ اللہ علیہ
۵	حضرت الشیخ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ	۲۵	حضرت الشیخ محمد عارف الردولوی رحمۃ اللہ علیہ
۶	حضرت الشیخ سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶	حضرت الشیخ قطب عالم عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
۷	حضرت الشیخ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	حضرت الشیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ
۸	حضرت الشیخ امین الدین ابی حبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ	۲۸	حضرت الشیخ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ
۹	حضرت الشیخ سید ممشاد علوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۹	حضرت الشیخ ابی سعد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
۱۰	حضرت الشیخ سید ابی اسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ	۳۰	حضرت الشیخ محبّ اللہ اِلٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ
۱۱	حضرت الشیخ سید ابی احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۳۱	حضرت الشیخ شاہ محمدی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ
۱۲	حضرت الشیخ سید ابی محمد محترم چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۳۲	حضرت الشیخ محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ
۱۳	حضرت الشیخ سید ابی یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۳۳	حضرت الشیخ شاہ عضد الدین رحمۃ اللہ علیہ
۱۴	حضرت الشیخ سید مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۳۴	حضرت الشیخ شاہ عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ
۱۵	حضرت الشیخ الحاج سید شریف زندانی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵	حضرت الشیخ عبدالباری امروہی رحمۃ اللہ علیہ
۱۶	حضرت الشیخ سید عثمان ھارونی رحمۃ اللہ علیہ	۳۶	حضرت الشیخ عبدالرحیم شہید رحمۃ اللہ علیہ
۱۷	حضرت الشیخ معین الدین حسن سنجری چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۳۷	حضرت الشیخ نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۸	حضرت الشیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ	۳۸	حضرت الشیخ الحاج الحافظ امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
۱۹	حضرت الشیخ فرید الدین شکر گنج وجدانی رحمۃ اللہ علیہ	۳۹	حضرت الشیخ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۲۰	حضرت الشیخ علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ	۴۰	حضرت الشیخ محی السنہ مولانا ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

مُرشدِ ملت، مجدّدِ عصر، شیخ المشائخ حضرتِ اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ

شجرۂ طریقت

بواسطہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

۱	سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۸	حضرت الشیخ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ
۲	امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۹	حضرت الشیخ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ
۳	سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۲۰	حضرت الشیخ خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ
۴	حضرت الشیخ امام قاسم رحمۃ اللہ علیہ	۲۱	حضرت الشیخ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ
۵	حضرت الشیخ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ	۲۲	حضرت الشیخ خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ
۶	حضرت الشیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۲۳	حضرت الشیخ محمد واقف امکنکی رحمۃ اللہ علیہ
۷	حضرت الشیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۴	حضرت الشیخ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
۸	حضرت الشیخ خواجہ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۵	حضرت مجدد الف ثانی (احمد سرہندی) رحمۃ اللہ علیہ
۹	حضرت الشیخ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶	حضرت الشیخ خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
۱۰	حضرت الشیخ یوسف الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	حضرت الشیخ خواجہ محمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
۱۱	حضرت الشیخ ابوالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸	حضرت الشیخ خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ
۱۲	حضرت الشیخ محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ	۲۹	حضرت الشیخ خواجہ ضیاء اللہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
۱۳	حضرت الشیخ محمد انجر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	۳۰	حضرت الشیخ خواجہ شاہ محمد آفاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۴	حضرت الشیخ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ	۳۱	حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ
۱۵	حضرت الشیخ محمد باباسماسی رحمۃ اللہ علیہ	۳۲	حضرت الشیخ سید بدر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۶	حضرت سید عامر کلال رحمۃ اللہ علیہ	۳۳	حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ
۱۷	حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ	۳۴	مجدّدِ عصر حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ

(واضح رہے کہ حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ دونوں سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔)

اسماء گرامی مجازین بیعت

نمبر شمار	نام	پتہ	فون/موبائل
۱	جناب مولانا عبد الرشید صاحب	شیخ الحدیث جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر کراچی	---
۲	جناب مولانا فضل حق صاحب	ناظم ماہنامہ بینات بنوری ٹاؤن وخطیب مسجد عثمان کے ڈی اے اسکیم نمبر ۱ کراچی	۰۳۳۳_۳۰۳۱۶۰۲
۳	جناب مولانا محمد ابراہیم بن مولانا محمد مظہر صاحب	نائب مہتمم جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر کراچی	۰۳۳۳_۹۰۰۰۰۹۹
۴	جناب مولانا مفتی محمد ارشاد اعظم صاحب	ناظم تعلیمات جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر کراچی	۰۳۲۲_۲۰۳۱۸۵۳
۵	جناب صوفی محمد سردار صاحب	جھالہ بازار آزاد کشمیر	---
۶	جناب مولانا قاری عبد الملک صاحب	نگران شعبہ تجوید وقرأت جامعہ دار العلوم کراچی	---
۷	جناب مولانا شفیق احمد بستوی صاحب	مدیر جامعہ خدیجۃ الکبریٰ ۱۴ ای محمد علی سوسائٹی ٹیپو سلطان روڈ کراچی ۸	۰۳۲۱_۲۲۶۷۶۰۵
۸	جناب صوفی محمد آزاد صاحب	نزد مدرسہ روضۃ العلوم کھنڈو گوٹھ نارتھ ناظم آباد کراچی	۰۳۲۱_۲۸۶۸۳۴۸
۹	جناب صوفی شمیم احمد صاحب	۱۹۴ بی-بی بلاک ۶ گلشن اقبال کراچی	۰۳۲۱_۲۵۲۷۳۷۴
۱۰	جناب ڈاکٹر عبد المقیم صاحب	۳۲ راجپوت بلاک نفیر آباد شالیمار ٹاؤن باغبان پورہ لاہور	۰۳۲۱_۹۴۸۹۶۲۴
۱۱	جناب مولانا عبد المجید صاحب	سابق استاذِ حدیث جامعہ بنوریہ عالمیہ سائٹ ایریاء کراچی	(رحلت فرما گئے)
۱۲	جناب مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب	رئیس دار الافتاء جامعہ خلفائے راشدین ماڑی پور کراچی	۰۳۳۳_۲۲۲۶۰۵۱
۱۳	جناب مولانا مفتی محمد انعام الحق صاحب	مفتی دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی	۰۳۳۳_۳۱۳۶۸۷۲
۱۴	جناب مولانا مفتی محمد نعیم صاحب	مفتی دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر کراچی	۰۳۳۳_۲۳۷۵۴۴۶
۱۵	جناب مولانا مفتی محمد عبد المنان صاحب	نائب مفتی دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی	۰۳۳۳_۲۲۳۱۴۰۷
۱۶	جناب مولانا مفتی نور الزماں صاحب	مہتمم جامعہ عربیہ مدینۃ العلوم گلشن اقبال ۱۳ ڈی کراچی	---
۱۷	جناب مولانا عبد اللہ میمن صاحب	مدرس مدرسہ بیت المکرّم شاخ جامعہ دار العلوم کراچی	۰۳۲۱_۲۶۴۸۸۱۴
۱۸	جناب مولانا محمد الیاس گھمن صاحب	ناظم اعلیٰ مرکز اتحاد اہل سنت والجماعت چک ۸۷ جنوبی تحصیل وضلع سرگودھا	۰۳۰۰_۸۶۷۷۶۱۵
۱۹	جناب مولانا محبوب الٰہی صاحب	امام جامع مسجد بیت المکرّم گلشن اقبال کراچی	۰۳۳۳_۲۲۵۰۷۱۲
۲۰	جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب	صوبہ سرحد ضلع کوہستان تحصیل واسوڈاکخانہ کمیلا علاقہ کندیاں سیال	---
۲۱	جناب مولانا جلیل احمد اخون صاحب	مہتمم وشیخ الحدیث مدرسہ جامع العلوم عیدگاہ بھاولنگر	۰۳۰۰_۷۹۲۱۱۷۹
۲۲	جناب مولانا محمد اسمٰعیل بن مولانا محمد مظہر صاحب	خانقاہ امدادیہ اشرفیہ وجامعہ اشرف المدارس کراچی	۰۳۲۱_۲۰۹۱۰۰۰
۲۳	جناب مولانا محمد اسحاق بن مولانا محمد مظہر صاحب	خانقاہ امدادیہ اشرفیہ وجامعہ اشرف المدارس کراچی	۰۳۳۳_۲۱۲۹۸۸۸
۲۴	جناب قاری حافظ محمد عبد اللہ بن مولانا محمد مظہر صاحب	خانقاہ امدادیہ اشرفیہ وجامعہ اشرف المدارس کراچی	۰۳۲۱_۲۰۹۰۹۰۲
۲۵	جناب مولانا مفتی تنویر احمد صاحب	مسجد خدیجۃ الکبریٰ خیابان سحر کمرشل ایریا فیز ۷/ڈیفنس کراچی	---
۲۶	جناب مولانا عبد الرحمٰن صاحب	خطیب راول مسجد ہل پارک کراچی	---
۲۷	جناب مولانا مفتی عبد الباری صاحب	جامعہ احسن العلوم، کوئٹہ	---

۲۸	جناب مولانا محمد حسین صدیقی صاحب	استاذ حدیث جامعہ بنوریہ، مکان نمبر ۲۸۳ بلاک نمبر اشریف آباد کراچی	---
۲۹	جناب مولانا غلام محمد صاحب	محلّہ براہان خیل گاؤں ڈاکخانہ بڈھ بیر پشاور	۰۳۳۲_۳۰۲۸۷۹۱
۳۰	جناب مولانا مفتی مقصود احمد صاحب	مدرسہ عائشہ صدیقہ جامع صدیق اکبر، کمہار بستی، نئ سمندری، فیصل آباد	---
۳۱	جناب مولانا ریاض الدین صاحب	ضلع صوابی تحصیل لاہور گاؤں ڈاکخانہ دولت مہتمم مدرسہ بیت العلوم دولت	---
۳۲	جناب مولوی محمود الحسن صاحب ابن حافظ ابراہیم صاحب	جامع مسجد بلال گلگشت کالونی ملتان	---
۳۳	جناب مولانا محمد انوار النبی صاحب	مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن سیکٹر ۳۵ سی این ایریا کورنگی	(رحلت فرما گئے)
۳۴	جناب مولانا مفتی خلیق احمد اخون صاحب	مدرسہ جامع العلوم عید گاہ بھاول نگر	---
۳۵	جناب مولانا روح الامین صاحب	شیخ الحدیث جامعہ تعلیم القرآن للبنات گل بہار نمبر ۲ چارسدہ	(رحلت فرما گئے)
۳۶	جناب مولانا سرور صاحب	شیخ الحدیث جامعہ اختر العلوم گھنٹہ ڈاک بلال ٹاؤن اسلام آباد	(رحلت فرما گئے)
۳۷	جناب مولانا عبد الرشید صاحب کوہستانی	مہتمم جامعہ اختر العلوم بلال ٹاؤن کھنہ پلی جی ٹی روڈ اسلام آباد	---
۳۸	جناب مولانا شبیر احمد صاحب	شیخ الحدیث جامعہ اشرف العلوم تحصیل چشتیاں بھاولنگر	۵۵۰۲۱۳(۰۶۹۵)
۳۹	جناب مولانا عطاء الرحمٰن صاحب	مہتمم جامعہ اشرفیہ توت ادہ اوبی ازئی ضلع قلعہ عبداللہ بلوچستان	۰۸۹۴-۴۳۲۱۴۸
۴۰	جناب مولانا نور محمد صاحب	مہتمم مدرسہ مظہر العلوم پٹھان کوٹ لورالائی بلوچستان	(رحلت فرما گئے)
۴۱	جناب مولانا قاری احسان الحق صاحب	مہتمم مدرسہ فیض القرآن حمید کالونی گل روڈ گوجرانوالہ	(رحلت فرما گئے)
۴۲	جناب مولانا مفتی خالد حسین عباسی صاحب	خطیب جامع مسجد مری	۰۳۲۱_۵۶۴۵۰۲۳
۴۳	جناب مولانا تحسین محمود صاحب	آر ر ۴ سوک ہاؤس، ۱۳ر ای گلشن اقبال کراچی	۴۹۸۸۳۷۵
۴۴	جناب نثار احمد صدیقی صاحب	۹۸ بی بلاک ۱۱ ای ر ڈی - ۱۳ گلشن اقبال کراچی	۰۳۰۰_۸۲۲۱۷۸۵
۴۵	جناب حافظ حبیب اللہ صاحب	ایس ٹی اجامع مسجد عثمان غنی کے ڈی اے اسکیم نمبر ۳۳ نزد پائنیر ہومز سپر ہائی وے، کراچی	۰۳۳۳_۲۳۰۲۹۷۷
۴۶	جناب خالد اقبال تائب صاحب	اے-۳۱ ثنا ایونیو بلاک ۱۲ گلستان جوہر کراچی	۰۳۲۱_۲۸۸۲۷۸۰
۴۷	جناب شاہین اقبال اثر صاحب	ایس ٹی سیکٹر ۵- ۴ سرجانی ٹاؤن کراچی	۰۳۳۳_۲۱۳۴۷۳۳
۴۸	جناب سید عشرت جمیل میر صاحب	مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال نمبر ۲ کراچی	۰۳۰۶_۲۶۰۲۳۶۸
۴۹	جناب صوفی فیروز میمن صاحب	بی-۱۰۰، سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر ۱۲ کراچی	۰۳۰۱_۸۲۳۳۶۷۱
۵۰	جناب فرقان احمد شمسی صاحب	۲/۱ ای-۴۹ بلاک بی نارتھ ناظم آباد کراچی	۰۲۱-۳۴۲۱۸۹۹۹
۵۱	جناب صوفی محمد مطہر محمود صاحب	مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال بلاک ۲ر کراچی	۰۳۲۱_۲۰۴۰۳۵۲
۵۲	جناب مولانا عبد الرحمٰن خاں صاحب	معرفت خدائنزہ دوکاندار اخروٹی مسجد روڈ ضلع ژوب بلوچستان	---
۵۳	جناب مولانا نعیم اختر صاحب	ناظم تعلیمات جامعہ عربیہ ریاض العلوم۔ لیاقت کالونی ۳۹ حیدر آباد	۰۳۳۱_۳۵۵۸۶۲۲
۵۴	جناب مولانا اسماعیل صاحب	کوئٹہ پشین، صوبہ بلوچستان	---
۵۵	جناب مولانا عبد العزیز صاحب	مہتمم مدرسہ اشاعۃ العلوم چشتیاں ضلع بھاولنگر	(رحلت فرما گئے)
۵۶	جناب مولانا مفتی نعمت اللہ صاحب	مہتمم جامعہ محاسن العلوم، اختر کالونی کراچی	۰۳۰۰_۲۳۸۶۴۹۲
۵۷	جناب مولانا الطاف حسین صاحب	آر ۲۰۲ ریلوے ہاؤسنگ سوسائٹی ۱۳ ڈی ۲ گلشن اقبال کراچی	---

نمبر	نام	پتہ	فون
۵۸	جناب مولانا محمد امین صاحب	جامع مسجد بیت المعمور مدرسہ تعلیم النساء نارتھ ناظم آباد، کراچی	---
۵۹	جناب صوفی غلام اویس شاہ صاحب	ڈاکخانہ سرور والی ڈیرہ غازی خان	(رحلت فرما گئے)
۶۰	جناب حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب	مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی	۰۳۳۳۔۲۹۲۰۰۱
۶۱	جناب حافظ کمانڈر محمد طارق صاحب	ڈی ۶/۱۵ این او آر ای ۴ کارساز کراچی	۰۳۳۳۔۲۵۲۹۹۲۸
۶۲	جناب حافظ بلال رشید صاحب	اے ۶۸ بلاک ۴ گلشن اقبال کراچی	۰۳۳۳۔۲۲۸۸۲۱۸
۶۳	جناب محمد رمضان صاحب	سی پی او یونٹ ۲۳ حنیف ایس آر ای کارساز کراچی	۰۳۲۱۔۲۴۷۳۵۰۷
۶۴	جناب صوفی عبد الرحمٰن صاحب	۷/۱۹۵ دہلی مرکنٹائل سوسائٹی شہید ملت روڈ کراچی	۰۳۰۰۔۳۳۸۷۸۵۸
۶۵	جناب ڈاکٹر عبد السلام صاحب	سحر کلینک عقب صغیر سینٹر کراچی	۰۳۳۴۔۳۴۴۵۶۹۷
۶۶	جناب میاں محمد فرقانی صاحب	گلشن اقبال کراچی	(رحلت فرما گئے)
۶۷	جناب محمد عتیق صاحب (مجاز بیعت للعوام)	فلیٹ نمبر ۷ معظم ٹیرس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی	۰۳۲۱۔۸۷۷۰۴۱۱
۶۸	جناب رضی عطا کریم صاحب	اے ۴۸۳ بلاک نمبر ا گلشن اقبال کراچی	---
۶۹	جناب کامران چھاپرا صاحب	۲۳ میمن سوسائٹی بلاک ۸/۷ کراچی	۰۳۲۱۔۸۲۴۹۷۷۳
۷۰	جناب ڈاکٹر احمد ندیم عثمانی صاحب	چیف میڈیکل آفیسر پی آر ایف، گلستان جوہر کراچی	---
۷۱	جناب ڈاکٹر خلیل احمد صاحب	اے-۱۴۰ سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر کراچی	۰۳۳۳۔۳۳۶۷۰۴۲
۷۲	جناب عبد الرزاق اسمٰعیل صاحب	۱۹/دار الامان ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک ۸/۷	۴۵۴۵۲۴۲
۷۳	جناب سلیم یوسف صاحب	اے ۴/۹ بی ون ایریا لیاقت آباد	۴۹۱۲۷۲
۷۴	جناب مولانا سہیل احمد صاحب (انجینئر)	حیدر آباد، سندھ	---
۷۵	ڈاکٹر عبد الاحد قریشی صاحب	مکان نمبر اے ۵۰۱ حاجی لیموں گوٹھ گلشن اقبال ۳	۴۸۰۰۳۳۲
۷۶	جناب محمد امین خاں صاحب	پیش امام ایلانٹ ٹیکسٹائل ملز مسجد منگھوپیر روڈ	(رحلت فرما گئے)
۷۷	جناب صلاح الدین برمی صاحب	فلیٹ نمبر ایف ۱۲ مومن اسکوائر نیپا چورنگی گلشن اقبال	(رحلت فرما گئے)
۷۸	جناب نور احمد صاحب	مکان نمبر ۵۹۹ بلاک ۸ ایف بی ایریا عزیز آباد	۶۳۴۸۱۹۲
۷۹	جناب محمد اسحاق صاحب	فلیٹ نمبر ۷/ اے فضل الٰہی آرکیڈ سمن آباد ۱۸	۰۳۰۷۔۲۷۷۲۸۱۵
۸۰	جناب عبد الباسط صاحب (ریواڑی والے)	ایس ڈی ۲۶ بلاک اے نارتھ ناظم آباد کراچی	۰۳۲۱۔۲۱۸۷۹۹۸
۸۱	جناب مصباح الرحمٰن خاں صاحب	اے ۸۳۷ گلبرگ کراچی	۶۳۶۱۰۲۲
۸۲	جناب محمد عامر کمال صاحب	بی ۱۴۰/ سیکٹر ۱۱ بی نارتھ کراچی	۰۳۲۱۔۳۸۶۴۸۰۱
۸۳	جناب محمد اظہر صاحب	۱۳/ آر سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر ۱۲ کراچی	۰۳۲۱۔۳۸۶۴۸۰۳
۸۴	جناب الحاج محمد ایوب صاحب	مکان ۶ ۳/۳۶ .A ایریا لیاقت آباد کراچی ۱۹	(رحلت فرما گئے)
۸۵	جناب مولانا اخلاق احمد صاحب	۴۸۹/۴ نمبر ۱۹ بلاک نمبر ۴ لیاقت آباد کراچی	---
۸۶	جناب مولانا مفتی ابراہیم پشاوری صاحب	مدرسہ حفصہ شاخ اشرف المدارس ماڈل کالونی کراچی	---
۸۷	ڈاکٹر حافظ شفقت عبد اللہ میمن صاحب	اے ۱۰۰ سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر کراچی	۰۳۳۴۔۳۸۸۸۱۱۶

۸۸	جناب حافظ ڈاکٹر محمد ایوب صاحب	الیف ۹/اے بلاک الیف نارتھ ناظم آباد کراچی	۰۳۳۳_۲۴۰۸۴۴۹
۸۹	جناب مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب	جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ ۲۹۱۔کامران بلاک لاہور (حال مقیم قطر)	---
۹۰	جناب مولانا مفتی محمود احمد صاحب	آر ۸۹ بلاک ۱۳ ڈی ۳ گلشن اقبال کراچی	۰۳۲۱_۲۰۰۰۳۳۲
۹۱	جناب مولانا محمد اسمٰعیل شافعی صاحب	۲۹ کوکن سوسائٹی یونین روڈ نمبر ۸ کراچی	۰۳۰۰_۳۶۹۱۹۳۹
۹۲	جناب مولانا سید ارشد یامین صاحب	جامعہ اسلامیہ دارالھدیٰ، الھدی چوک سیٹیلائٹ ٹاؤن کوئٹہ	۴۴۸۲۱۱
۹۳	جناب محمد عرفان خاں صاحب	مکان نمبر ۱۳/۷ اے کے ایم سی ایچ ایس ہل پارک کراچی	۴۳۱۴۸۱۱
۹۴	جناب محمد صابر صاحب	۲/۸۸۲ شاہ فیصل کالونی کراچی	۴۵۷۴۲۳۴
۹۵	جناب کرنل شمس الدین تبریزی صاحب	۵۲-ای عسکری ۵ ملیر کینٹ کراچی	۰۳۳۳_۲۶۵۷۹۹۱
۹۶	جناب محمد امیر اعظم صاحب	اپارٹمنٹ باب عارف ۱۱۲/اے فیز ۲ ناگن چورنگی نارتھ کراچی	---
۹۷	جناب سید اختر غازی صاحب	اے ۴۸ بلاک بی نارتھ ناظم آباد کراچی	۰۳۳۴_۳۶۵۶۰۷۰
۹۸	جناب مولانا بدر منیر صاحب	مدرسہ امین الامۃ ابوعبیدہؓ نزد مکی مسجد سیکٹر ۴/C-۵ نارتھ کراچی	۰۳۳۳_۳۳۴۸۲۰۰
۹۹	جناب سلیم الحق صاحب	فلیٹ نمبر ۱۰۱، الف ریذیڈنسی گلشن اقبال ۲ کراچی	۰۳۰۶_۳۰۹۱۵۱۷
۱۰۰	جناب مولانا صدیق اللہ راغب صاحب	نصر اللہ خاں چوک عبدالقدوس روڈ پشتون آباد کوئٹہ	---
۱۰۱	جناب سید احمر غازی صاحب	ای ۴۸ بلاک بی نارتھ ناظم آباد کراچی	۰۳۳۲_۸۲۵۹۳۰۱
۱۰۲	جناب مولانا عظمت اللہ صاحب	خطیب وامام ناخدا مسجد بی الانہ روڈ کھارادر کراچی	---
۱۰۳	جناب جمال اختر صدیقی صاحب	اے ۴۷ بلاک ۱۱/بی گلشن اقبال کراچی	---
۱۰۴	جناب مولانا مفتی غلام فرید صاحب	بانسوی منوآباد نواب شاہ مکان بی ۱۱/۱ پاور ہاؤس	---
۱۰۵	جناب ڈاکٹر شرافت صاحب	معرفت یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ لاہور	---
۱۰۶	جناب حکیم امیر احمد صاحب	ٹیکسلا	(رحلت فرما گئے)
۱۰۷	جناب مولانا سمیع اللہ صاحب	خطیب جامع مسجد نورانی بلال کالونی نمبر ۲ لانڈھی کراچی ۲۲	۵۰۱۴۲۷۲
۱۰۸	جناب مولانا احمد حسن صاحب	جامعہ اسلامیہ مسجد ۱۱/الیف کاغذی محلّہ نیو کراچی ۲/۱	---
۱۰۹	جناب سعید اللہ خان صاحب	فلیٹ A-۱ عقب زہرہ اپارٹمنٹ اسٹریٹ ۵ روڈ نمبر ۶ گلشن اقبال ۶ کراچی	۰۳۲۳_۲۴۸۳۸۷۵
۱۱۰	جناب قاری سرفراز صاحب	شاہ فیصل کالونی نمبر ۱/ریشم گلی شمسی دواخانہ کراچی	(رحلت فرما گئے)
۱۱۱	جناب عبدالمجید صاحب	افسر واپڈا حیدرآباد یونٹ نمبر ۱۲ لطیف آباد	۰۳۴۵_۳۵۳۶۳۷۷
۱۱۲	جناب خالد حسین صاحب	بی۔۱، اسمیرا ایونیو، بلاک نمبر ۱۶، گلستان جوہر کراچی	۰۳۲۲_۳۰۲۲۲۴۰
۱۱۳	جناب آصف کمال صاحب	بی ۱۴۰ سیکٹر ۱۱ بی نارتھ کراچی	۰۳۲۱_۳۸۶۴۸۰۲
۱۱۴	جناب محمد کاشف حیدرآبادی صاحب	۹۰-بی بلاک ای یونٹ نمبر ۶ لطیف آباد حیدرآباد	۰۳۲۱_۸۲۹۱۲۵۰
۱۱۵	جناب حافظ محمد اقبال حیدرآبادی صاحب	۲۴۰-ڈی بلاک اے یونٹ ۱۰ لطیف آباد حیدرآباد	۰۳۲۲_۳۰۲۶۴۲۳
۱۱۶	جناب محبوب زکریا صاحب	جے ایم ۸۲۰ سی آر باس روڈ بنوری ٹاؤن جمشید روڈ کراچی	۰۳۳۳_۲۲۰۹۰۵۳
۱۱۷	جناب محمد شفیق صاحب	مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی	۰۳۱۵_۷۹۹۴۲۵۰

۱۱۸	جناب مولانا عبدالکبیر صاحب	خطیب مسجد الابرار گھنٹہ گھر سبزی منڈی پشاور	---
۱۱۹	جناب مولانا حبیب اللہ صاحب	خطیب جامع مسجد فرید- فرید کالونی اورنگی ٹاؤن سیکٹر ۱۰ کراچی	---
۱۲۰	جناب حلیم الرحمٰن صاحب	ریٹائرآفیسر سوئی گیس کراچی	---
۱۲۱	مولانا عزت نور صدیقی صاحب	امجد کریانہ جنرل اسٹور ٹیکسلا ضلع راولپنڈی	---
۱۲۲	جناب محمد طیب افضل صاحب	ڈی ۲۸ بلاک ۴ کلفٹن کراچی	۵۸۶۲۴۰۶
۱۲۳	جناب مولانا محمد عبداللہ اعظمی صاحب	مدرس جامعہ اشرف المدارس مسجد حفصہ ماڈل کالونی کراچی	---
۱۲۴	جناب مولانا محمد علیم اللہ صاحب	جامعہ مہتاج الشرعیہ یعقوب آباد سیکٹر ساڑھے گیارہ اورنگی ٹاؤن کراچی	---
۱۲۵	جناب حافظ مولانا افتخار صاحب	گاؤں مسلم آباد ضلع تحصیل ہری پور ہزارہ	---
۱۲۶	جناب احمد اللہ خاں صاحب	۳۰/ایچ نعمان ٹیرس نیپا چورنگی یونیورسٹی روڈ بلاک ۱۱ گلشن اقبال کراچی	---
۱۲۷	جناب سرفراز احمد صابری صاحب	۳۲۱/۹ دستگیر کالونی کراچی	(رحلت فرما گئے)
۱۲۸	جناب عبدالرحمٰن صاحب	ابن رحیم بخش ڈاکخانہ وہوا تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان	---
۱۲۹	جناب مولوی عبدالجبار صاحب	ڈاکخانہ مبارک پور بستی مخدوم پور تحصیل ضلع ملتان	---
۱۳۰	جناب مولانا عبدالمجید صاحب (سانگھڑ)	مکان نمبر ۸۵ اورنگی ٹاؤن سیکٹر ۴/ڈی کراچی	---
۱۳۱	جناب ڈاکٹر امان اللہ صالح صاحب	مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی	۰۳۳۳_۳۳۷۳۴۸۴
۱۳۲	جناب رضوان اقبال صاحب	بی ۸۶ بلاک ۱۸ گلشن اقبال کراچی	---
۱۳۳	جناب حافظ ڈاکٹر سید احسن علی صاحب	فلیٹ نمبر جی ۱۲ بھایانی ہائٹس ابوالحسن اصفہانی روڈ گلشن اقبال بلاک ۴ کراچی	۰۳۲۱_۱۳۸۲۲۷۲۲
۱۳۴	جناب کمال الدین صدیقی صاحب	۲۰۱-الف ریذیڈنسی گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی	۰۳۲۱_۲۱۷۴۴۹۸
۱۳۵	جناب حافظ محمد احمد صاحب	ایل ایس ۶ سیکٹر ۱۰ نارتھ کراچی	۰۳۰۰_۲۲۲۳۹۱۷
۱۳۶	جناب محمد حبیب الرحمٰن صاحب	۶۲ عالمگیر سوسائٹی ماڈل کالونی کراچی	---
۱۳۷	جناب محمد عارف بلوچ صاحب	مکان نمبر اے ۲۶/ بلاک ۳-۱۳/ڈی گلشن اقبال نزد جامع مسجد صراط مستقیم	۰۳۲۱_۲۰۹۰۹۰۸
۱۳۸	جناب محمد سعید صاحب	مکان نمبر اے ۳۱۳ گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی	۰۳۱۳_۳۷۲۵۸۷۱
۱۳۹	جناب ممتاز احمد صاحب	۱۴۲-اے گراؤنڈ فلور گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی	۰۳۰۰_۸۲۰۱۹۱۹
۱۴۰	جناب محمد رئیس خاں صاحب	فلیٹ نمبر ۸ معظم ٹیرس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی	۰۳۳۳_۳۵۸۳۶۶۹
۱۴۱	جناب حافظ راشد فیروز صاحب	بی ۳/۱۷ بلاک ۵ مدنی مسجد بلوچ کالونی کراچی	(رحلت فرما گئے)
۱۴۲	جناب مولانا فضل الرحمٰن خلیل صاحب	اسلام آباد	
۱۴۳	جناب محبّ احمد چیدہ صاحب	اے ۴۸۵ بلاک نمبر ۳ گلشن اقبال کراچی	۰۳۳۳_۳۴۷۰۱۲۳
۱۴۴	جناب نعمان قریشی صاحب	اے ۴۱۵ بلاک این نارتھ ناظم آباد کراچی	۰۳۰۰_۲۳۱۹۶۴۲
۱۴۵	جناب محمد فیصل صاحب	۳/ایف ۷/۹ ناظم آباد کراچی	---
۱۴۶	جناب مولانا محمد عاصم صاحب	مکان نمبر ۱۲ گلی نمبر ۳۸- سی محلّہ حسین پورہ غازی آباد لاہور	۰۳۲۱_۲۱۰۳۴۹۷
۱۴۷	جناب مولانا شاہ محمد ضیاء صاحب	مکان نمبر آر ۲۵۰۰ سیکٹر ۱۵-اے ۳ بفرزون نارتھ کراچی	۰۳۲۱_۲۳۰۲۶۰۲

۱۴۸	جناب محمد کاشف خلیل صاحب	مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی	۰۳۲۱_۲۳۴۴۱۴۶
۱۴۹	جناب سید عظیم الحق حقی صاحب	مسلم لیگ کوارٹر ناظم آباد نمبر ا کراچی	---
۱۵۰	جناب معین الحق صاحب	اے ۱۲۲ بلاک ۱۳ سی گلشن اقبال کراچی	
۱۵۱	جناب اطہر شرافت صاحب	اے ۱۲۱ بلاک ۱۳ سی گلشن اقبال کراچی	۰۳۰۰_۸۲۸۳۳۳۷
۱۵۲	جناب صوفی ماسٹر عبدالغنی صاحب (مجاز بیعت للعوام)	زنگی خیل ڈاکخانہ زندگی خیل ضلع لکی مروت سرحد	---
۱۵۳	جناب مولانا عبدالقیوم آغا صاحب	سابق مدرس جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر کراچی	---
۱۵۴	جناب محمد سفیان علی صاحب	مکان نمبر ۵۹ سیکٹر ایف ۳ فیز ۶ حیات آباد پشاور	۰۳۳۳_۹۱۹۸۲۰۹
۱۵۵	جناب مولانا راشد قمر صاحب	کراچی	
۱۵۶	جناب ایاز احمد صاحب	مکان نمبر آر ۱۰۰ بلاک ۱۳ ڈی گلشن اقبال	
۱۵۷	جناب عمران فیصل صاحب	اے-۱۶۸، بلاک ۱۳- سی، گلشن اقبال کراچی	۰۳۰۶_۲۴۱۹۹۰۰
۱۵۸	جناب محمد خالد بن منظر میاں صاحب	سی ۲۸۸ بلاک ا گلستان جوہر کراچی	۰۳۲۱_۹۲۴۱۱۲۱
۱۵۹	جناب مولانا محمد نصیر الدین صاحب	بانی جامعہ دارالسنہ رحمان آباد بلاک نمبر ۵/ ایف بی ایریا کراچی	۶۳۶۶۰۴۳
۱۶۰	جناب مولانا عابد شاہ صاحب	۶۲۳/۲۱۱ فاطمہ جناح کالونی جمشید روڈ نمبر ۲ کراچی	۰۳۳۴_۳۵۹۶۲۰۲
۱۶۱	جناب رضی الدین صاحب	دہلی مرکنٹائل سوسائٹی، کراچی	
۱۶۲	جناب عبدالرشید صاحب	بی ۶۸ بلاک ۱۳ ڈی گلشن اقبال کراچی	---
۱۶۳	جناب محمد عاصم صاحب	بی عثمان آرکیڈ ایف بی ایریا بلاک نمبر ۱۶ کراچی	---
۱۶۴	جناب بلال عبدالرحیم صاحب	۳/ ایف ۲/۳ ناظم آباد نمبر ۳ کراچی	۶۶۲۰۳۲۹
۱۶۵	جناب عبدالواحد صاحب	۲/۲ جی سہیل سینٹر ۱۳ ای کمرشل ایریا ناظم آباد نمبر ۳	---
۱۶۶	جناب محمد علی فاروقی صاحب	---	۰۳۲۳_۴۸۳۱۷۳۸
۱۶۷	جناب امان اللہ بن عبدالرزاق صاحب	۱۹ ادارالامان کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک ۸/۷	---
۱۶۸	جناب محمد کلیم شمسی صاحب	۱۵ ای ۷/ ۱۲ ناظم آباد نمبر ۵ کراچی	۰۳۳۲_۳۱۹۰۵۷۶
۱۶۹	جناب فضل الرحمٰن صاحب	مکان ۴۲۶ بلاک بی پی آئی اے ٹاؤن شپ ایئر پورٹ کراچی	---
۱۷۰	جناب خلیل الرحمٰن اعظمی صاحب	۶۲ عالمگیر سوسائٹی ماڈل کالونی کراچی	---
۱۷۱	جناب فیاض احمد صاحب	بی-۶۲ بلاک ۵ گلشن اقبال کراچی	۰۳۲۳_۵۶۶۶۰۰۱
۱۷۲	جناب حافظ عبدالرحمٰن صاحب	سابق امام مسجد اشرف گلشن کراچی۔ حال مقیم سوات	---
۱۷۳	جناب حافظ مولانا الیاس صاحب	امام مسجد قدسیہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، چڑیا گھر لاہور	---
۱۷۴	جناب محمد منصور صاحب	اے ۲۱۹ بلاک جے شمالی ناظم آباد کراچی	---
۱۷۵	جناب خالد احمد صاحب	آر ۸۶۳ بلاک ۱۹/ النور سوسائٹی ایف بی ایریا کراچی	۰۳۰۰_۲۱۱۸۶۰۶
۱۷۶	جناب سید محمد منصور الحق صاحب	مالک اشرف ٹیلرز گلشن اقبال نمبر ۲ کراچی	۰۳۳۳_۲۲۸۴۱۸۱
۱۷۷	جناب ناصر گلزار صاحب	۶/ ۶۳ خیابان شمشیر فیز ۵ ڈیفنس کراچی ۴۳	(رحلت فرما گئے)

نمبر	نام	پتہ	فون
۱۷۸	جناب عمران الحق صاحب	آر-۱۶اڈیلکس بنگلوز نزد پیراڈائز بیکری گلشن اقبال کراچی	۰۳۲۱_۱۲۰۳۰۱۵۲
۱۷۹	جناب نصر اللہ صدیقی صاحب	بی۲۱۲بلیز آرکیڈ یونیورسٹی روڈ کراچی	---
۱۸۰	جناب برکت اللہ صاحب	قاسم روڈ اقبال اسٹریٹ ۳۶/بی بھاولنگر	۰۳۳۴_۳۱۶۳۹۶۵
۱۸۱	جناب ندیم خان صاحب	۴۶۸جی۲۸، اعجاز کالونی، نزد نعمان مسجد لسبیلہ	۰۳۳۶_۲۳۹۰۴۸۰
۱۸۲	جناب سید اقبال انور قدوائی صاحب	۳۷/۴/اے منیر روڈ لاہور کینٹ	۰۴۲_۶۶۵۳۵۲۱
۱۸۳	جناب محمد جہاں زیب رحیم صاحب	مکان نمبر۲۴۳گلی نمبر۲۵ راول ٹاؤن اسلام آباد	۰۳۱۴_۵۱۰۴۱۷۱
۱۸۴	جناب صوفی عبد العزیز صاحب	مکان۱۱۲اے بلاک۱۰عقب ریاض گرلز کالج لیاقت آباد	---
۱۸۵	جناب عارف اللہ صاحب	گاؤں ڈشکن ڈاکخانہ بونجی تحصیل وضلع استور ناردرن ایریاز گلگت	۰۵۸_۱۷-۵۸۵۷۵
۱۸۶	جناب مولوی سعید غلام نبی صاحب	متعلم جامعہ فاروقیہ - پتہ: امریکن کوارٹرز پٹھان کالونی حیدرآباد سندھ	---
۱۸۷	جناب قاری محمد فیاض صاحب	مدرس مدرسہ اختر العلوم تحفیظ القرآن الکریم حافظ ٹاؤن نزد الیاس کالونی جمال ویزولی روڈ- پتہ لغاری کالونی گلی نمبر۲ صادق آباد (رحیم یار خاں)	۰۶۸_۵۷۰۶۱۵۳
۱۸۸	جناب حافظ قاری محمد عالم صاحب	مدرس اشرف المدارس- پتہ: نارتھ ناظم آباد بلاک بی احمد آباد کالونی مکان نمبر S-29	---
۱۸۹	جناب محمد کامران عالم صدیقی صاحب	۲/کے۴/۵ ناظم آباد کراچی	۰۳۳۲_۳۰۰۰۱۴۷
۱۹۰	جناب ڈاکٹر وسیم علی قریشی صاحب	بی۱۹۹بلاک ایل نارتھ ناظم آباد کراچی	۰۳۰۰_۲۲۰۰۴۹۹
۱۹۱	جناب ڈاکٹر سید عابد علی صاحب	۱۳۹۴اے بلاک۵ گلشن اقبال کراچی	۰۳۴۵_۲۸۴۹۱۲۵
۱۹۲	جناب مولانا عبد المجید صاحب	مدرس رحمت عالم- پتہ: بسلمہ گاؤں اشرف شاہ تحصیل میلسی ضلع وہاڑی	(رحلت فرما گئے)
۱۹۳	جناب عبد الحق ضیاء صاحب کشمیری	سابق وائس پریذیڈنٹ امریکن ایکسپریس	(رحلت فرما گئے)
۱۹۴	جناب مرزا محمد فیصل بیگ	بی۳۲بلاک۵گلشن اقبال کراچی	۰۳۲۳_۸۵۵۷۱۹۳
۱۹۵	جناب صوفی محمد بشیر خاں کشمیری صاحب (مجاز بیعت للعوام)	معرفت صوفی محمد سردار صاحب جھالہ بازار کشمیر	
۱۹۶	جناب محمد فہد صدیقی صاحب	اے۲۸ رابعہ ولاز اسکیم ۳۳ مین یونیورسٹی روڈ کراچی	۴۹۷۶۳۱۹
۱۹۷	جناب لعل محمد صاحب	ساتکزئی کالونی لونی روڈ سبی	۵۰۰۶۰۰
۱۹۸	جناب نصیر احمد ناصر صاحب	سلمہ ضلع اوراں تحصیل جال جوکنی جاؤ بلوچستان	---
۱۹۹	جناب طٰہٰ احمد انصاری صاحب	اے۵۱۵بلاک۳ گلشن اقبال کراچی	۰۳۰۰_۳۳۷۷۰۷۱
۲۰۰	جناب جاوید اقبال صاحب	آر۱۴۵بلاک۱۳ڈی گلشن اقبال کراچی	فون ۴۸۱۶۵۵۷
۲۰۱	جناب مولوی سید شیراز علی صاحب	لانڈھی ۳ بابر مارکیٹ ایریا ۱۳اے مکان ۹۹ کراچی	---
۲۰۲	جناب محمد عدنان موتی صاحب	مکان نمبر ۱۲/۱۰۸ لین خیابان راحت فیز ۷ ڈیفنس	---
۲۰۳	جناب قاضی ظفیر احمد عباسی صاحب	حال: ایڈیشنل ضلع قاضی عدالت کہوٹہ مستقل: مہتمم دار العلوم نیلا بٹ معرفت سلمان میڈیکل اسٹور دہیر کوٹ ضلع باغ آزاد کشمیر	۰۳۲۱_۹۲۳۱۱۲۰
۲۰۴	جناب مولانا محمد نعیم شاہ صاحب	امام جامع مسجد ابراھیم گلشن اقبال ۱۱ بالمقابل لالہ زار شادی ہال	۰۳۳۳_۳۰۸۱۲۳۶
۲۰۵	جناب محمد سلیم بن نور محمد صاحب	فلیٹ ۲۰۲ سیکنڈ فلور الف ریذیڈنسی گلشن اقبال ۲ کراچی	۰۳۳۳_۲۲۱۷۷۶۴

نمبر	نام	پتہ	فون
۲۰۶	جناب مولانا محمد افضل خاں صاحب	مدرس جامعہ دارالخیر گلستان جوہر کراچی	۰۳۳۴_۳۱۷۲۷۳۵
۲۰۷	جناب محمد عدنان خان صاحب	مکان نمبر اے ۲۰۵ بلاک نمبر ۳ گلشن اقبال کراچی	۰۳۳۳_۵۳۶۰۱۴
۲۰۸	جناب خالد کویتی صاحب	ایف ۴ ارم پیلس بلاک ۱۳/اے گلشن اقبال کراچی	۴۹۸۱۰۵۴
۲۰۹	جناب مولوی محمد فقیہ صاحب	مظاہر العلوم لطیف آباد نمبر ۹/حیدر آباد	۰۳۲۱_۳۰۲۲۵۰۱
۲۱۰	جناب حافظ ڈاکٹر سید اظہر علی صاحب	سی ۴۹/بلاک این نارتھ ناظم آباد کراچی	۰۳۰۰_۲۱۲۵۰۷
۲۱۱	جناب محمد عمران پراچہ صاحب	اے ۲۸۹/بلاک ۵/گلشن اقبال کراچی (حال مقیم قطر)	۰۳۰۰_۲۱۴۲۷۱۰
۲۱۲	جناب مظفر اقبال صاحب	ہاؤس نمبر سی ۴ پی ٹی سی ایل کالونی نیپئر بیرکس کراچی	۰۳۳۳_۲۰۱۰۷۲۵
۲۱۳	جناب شیخ عبدالحلیم صاحب	۱/۳۷ اسٹریٹ نمبر ۲ فیز ۷ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی	۰۳۰۰_۸۲۹۰۸۵۲
۲۱۴	جناب مولانا نور محمد صاحب	امام وخطیب جامع مسجد عثمانیہ بہادر آباد کراچی	۴۴۳۳۵۱۳
۲۱۵	جناب شرافت حسین صاحب	مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال نمبر ۲ کراچی	---
۲۱۶	جناب ارشد محمود صاحب	ہاؤس نمبر بی ۵۶ بلال ٹاؤن مستقل پتہ: ڈاکخانہ چک ملوک تحصیل وضلع چکوال	---
۲۱۷	جناب ماجد حسین صاحب	مکان نمبر ۴۲۴ بلاک ۲۰ فیڈرل بی ایریا کراچی	۰۳۰۰_۲۵۱۴۵۲۱
۲۱۸	جناب سردار محمد عثمان صاحب	مکان نمبر ۴ ۱۰ بلاک اے سٹیلائٹ ٹاؤن گجرانوالہ	۰۳۰۰_۳۹۴۲۱۵۰
۲۱۹	جناب مولانا محمد فاروق ربانی صاحب	امام مسجد دادرحمٰن کولوائی لین کلہ کوٹ لیاری نزد گول پارک کراچی	۰۵۵۳۸۵۷۵۰۹
۲۲۰	جناب فواد آصف صاحب	ایل ۸ بلاک ۱۲ فیڈرل بی ایریا گلبرگ کراچی	۶۳۴۴۳۵۲
۲۲۱	جناب مولانا قاری محمد انور صاحب	امام مسجد ڈیفنس اتھارٹی کلب فیز ۲ کراچی	۰۳۳۳_۴۶۹۷۲۷۶
۲۲۲	جناب مولانا محمد رفیق انور صاحب	مدرسہ امہات المومنین للبنات محلّہ عثمان نگر گلی ۲ عیدگاہ روڈ ٹوبہ ٹیک سنگھ	۰۴۶_۲۵۱۸۵۰۸
۲۲۳	جناب غلام اسحاق صاحب	پلاٹ نمبر ۱۰۱ مکان نمبر ۱ روڈ ۵ بھینس کالونی لانڈھی کراچی	۰۳۲۱_۴۰۸۲۰۹۶
۲۲۴	جناب مولانا محمد امجد سعید صاحب	جامع مسجد صدیق اکبر مستقیم پارک نزد افضال پلی ماجوہ اسکیم ہربنس پورا لاہور	۶۶۵۲۱۰۷/۶۶۶۳۸۵۰
۲۲۵	جناب عامر محمد نذیر صاحب	۱۱/۷۰ ساگر روڈ لاہور کینٹ	---
۲۲۶	جناب مولانا عبدالغفور صاحب	ضلع کرک تحصیل تخت نصرتی گاؤں ڈاکخانہ مجبتی کلہ صوبہ سرحد	---
۲۲۷	جناب مولانا محمد طالب اسلم صاحب	۳۵۴/اے بلاک ۳/گلشن اقبال کراچی	۰۳۳۴_۳۹۷۷۳۰۰
۲۲۸	جناب ناصر فاروقی صاحب	اے ۲/عابد ٹاؤن عابد اپارٹمنٹ گراؤنڈ فلور گلشن اقبال نمبر ۲ کراچی	۰۳۲۲_۲۲۴۷۲۲۳
۲۲۹	جناب مولانا محمد نصیر احمد صاحب	معرفت مفتی نورالزمان صاحب مکان نمبر ۱۴۴ گلشن اقبال ۱۳ ڈی ۲ کراچی	---
۲۳۰	جناب سید واثق حسین صاحب	سی ۱۰/الرحمٰن اپارٹمنٹ بلاک ۱۶ گلشن اقبال کراچی	---
۲۳۱	جناب حفیظ الرحمٰن صاحب	۱۰۷-اے بلاک ایف نارتھ ناظم آباد کراچی	---
۲۳۲	جناب مولانا محمد ابراہیم کشمیری صاحب	سفاری کنفرٹ، بلاک ڈی، سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر کراچی	۰۳۰۰_۳۵۰۹۰۹۴
۲۳۳	جناب محمد ایوب خان صاحب	بی ۸۷ پی آئی اے سوسائٹی گلستان جوہر بلاک ۹	۰۳۳۴_۳۷۹۳۶۵۱
۲۳۴	جناب محمد محفوظ عالم صاحب	مکان ایل ۹ باغ رفیع ملیر- مستقل پتہ: ڈاکخانہ ٹمن تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال	---
۲۳۵	جناب سعید الرحمٰن صاحب	کھلابٹ ٹاؤن شپ مکان نمبر ۸۷ تحصیل ضلع ہری پور	---

۲۳۶	جناب مرزا امجد بیگ صاحب	ڈپٹی چیف منیجر این ڈی سی سائٹ ۱۲؍ایم اسلام آباد	۰۳۰۰_۸۵۰۴۳۶۰
۲۳۷	جناب حافظ نسیم احمد صاحب	جھڈو ضلع میر پور خاص	---
۲۳۸	جناب مولانا محمد یوسف خاں صاحب	جامعہ خلفاء راشدین ہاکس بے روڈ ماڑی پور کراچی	۰۳۰۰_۳۶۸۶۳۵
۲۳۹	جناب مولانا مفتی محمد اقبال صاحب	تنویر اسٹریٹ نمبر۲ بالمقابل سوئی گیس والی گلی سوڈیوال بند روڈ لاہور	۰۳۰۰_۴۵۲۳۴۹۲
۲۴۰	جناب یوسف سعید قریشی صاحب	۱۳؍سی گلشن اقبال فلیٹ نمبر بی ۶ خدیجہ اپارٹمنٹ کراچی	۴۹۷۳۷۳۲
۲۴۱	جناب وجاہت حبیب صاحب	۵-ای ۶؍۳۲ ناظم آباد کراچی	۰۳۰۲_۲۱۲۴۷۲۹
۲۴۲	جناب مولانا عبدالظاہر صاحب	جونیئر اسٹینٹ کالونی وہائٹ روڈ مکان نمبر۱؍کوئٹہ	---
۲۴۳	جناب مولانا محمد عقیل خاں صاحب	امام جامع مسجد مدنی چشتی نگر اورنگی ٹاؤن سیکٹر۲؍کراچی	---
۲۴۴	جناب مولانا امان اللہ خاں صاحب	ارباب چشمہ خدور روڈ کلی ویبہ کوئٹہ	۰۳۰۰_۳۸۵۶۸۰۲
۲۴۵	جناب قاری حماد اللہ صدیقی صاحب	بی۔۲۲۸؍سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر ۱۲؍کراچی	۰۳۰۰_۳۴۵۶۹۲۹
۲۴۶	جناب حافظ مولانا محمد صادق صاحب	معرفت جامعہ شاہ ولی اللہ قلات بلوچستان	۰۳۰۱_۲۰۷۷۶۸۱
۲۴۷	جناب حافظ مفتی ہارون صاحب	مدرسہ طیبہ للبنات نزد دارالعلوم بلال گریکس ماڑی پور کراچی	۰۳۱۳_۲۸۳۴۵۹۵
۲۴۸	جناب مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب	روحانی مسجد گلشن غازی بلاک ۲ بلدیہ ٹاؤن کراچی	---
۲۴۹	جناب ڈاکٹر فہد ظہور صاحب	آر ۸۴۶ بلاک ۱۷ فیڈرل بی ایریا کراچی	---
۲۵۰	جناب مولانا ولی اللہ صاحب	بینک کالونی جنگل باغ سبزل روڈ کوئٹہ	---
۲۵۱	جناب محمد آصف انصاری صاحب	۷-بی ۶۲؍بلاک ۵؍گلشن اقبال کراچی	---
۲۵۲	جناب مولانا بشیر احمد صاحب	بی-۶۰ سندھ بلوچ سوسائٹی ۱۶ گلستان جوہر کراچی	---
۲۵۳	جناب فیروز اقبال میمن صاحب	آر ۴۵؍۱۲ ڈی ۱ گلشن اقبال کراچی	۴۸۱۶۵۵۷
۲۵۴	جناب ڈاکٹر منظور احمد میمن صاحب	اے ۶۴؍پاپولر ولاز ملیر سٹی کراچی	۰۳۳۳_۲۱۵۶۳۶۴
۲۵۵	جناب سلمان علی خاں صاحب	اے ۲۲۶ سیکٹر ۱۱؍اے نارتھ ناظم آباد کراچی	۶۹۸۲۲۳۳
۲۵۶	جناب محمد ہارون صاحب	سی ۱۲۱؍بلاک اے نارتھ ناظم آباد کراچی	۶۶۳۳۹۵۲
۲۵۷	جناب حافظ قاری خالد حسین صاحب	گٹ سیری یونین کونسل بڈلاموری ضلع وتحصیل بٹ گرام	۰۳۰۱_۵۵۰۹۹۷۵
۲۵۸	جناب محمد شعیب صاحب	فورتھ فلور، معظم ٹیرس، گلشن اقبال بلاک ۲؍، کراچی	۰۳۲۲_۲۰۵۱۵۷۲
۲۵۹	جناب فیاض محمود صاحب	سی ۲۹؍بلاک بی نارتھ ناظم آباد کراچی	۰۳۰۰_۲۵۴۷۳۳۶
۲۶۰	جناب مولانا مبشر نسیم صاحب	۱۲۰؍ایس ۴؍حبیب پارک مغل پورہ لاہور	۰۳۲۳_۴۱۴۹۵۷۸
۲۶۱	جناب حافظ عبدالرحمٰن صاحب	۱۲۱؍عالمگیر سوسائٹی ماڈل کالونی ملیر کراچی	۴۴۰۶۶۰۸
۲۶۲	جناب مولانا محمد راشد محبوب صاحب	ناظم اعلیٰ جامعہ صدیق اکبر ٹنڈو الہٰ یار	---
۲۶۳	جناب محمد عرفان الحق صاحب	آر-۱۱۶ ڈیلکس بنگلوز نزد پیراڈائز بیکری گلشن اقبال کراچی	---
۲۶۴	جناب مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب	اے ۱۰۴ ہارون رائل سٹی گلستان جوہر بلاک ۷ کراچی	۰۳۳۳_۲۲۳۰۵۹۹
۲۶۵	جناب مولانا قاری بدرالدین صاحب	خطیب وامام جامع مسجد ناظم آباد نمبر ۱	۰۳۰۰_۲۳۷۷۶۳۱

۲۶۶	جناب محمد عثمان حبیب صاحب	فلیٹ جی ۸ پارک ویوا پارٹمنٹ گلشن اقبال بلاک ۱۰ کراچی	۰۳۳۳_۲۳۴۸۵۷۰
۲۶۷	جناب مولانا ظاہر علی صاحب	ضلع وتحصیل صوابی گاؤں ڈاکخانہ ترلاندرہ	۰۳۳۴_۸۴۵۴۷۰۷
۲۶۸	جناب مولانا نور محمد بلوچ صاحب	ٹنڈوالہ یار مدرسہ ریاض العلوم مولانا عبدالخالق انٹر پاڑہ	۰۳۰۲_۳۰۹۴۷۴۸
۲۶۹	جناب شیخ محمد نعیم صاحب	مکان اے ۱۷ بلاک ۱۳ ڈی ٹو وسیم باغ گلشن اقبال کراچی	---
۲۷۰	جناب حافظ محبوب الرحمٰن صاحب	مدرس دارالعلوم رحمانیہ لی مارکیٹ	---
۲۷۱	جناب محمد سعید صاحب	بی ۱۰۳/ بلاک ۵/ گلشن اقبال کراچی	۰۳۲۱_۳۰۱۳۳۵۵
۲۷۲	جناب ممتاز احمد صاحب	ضلع تحصیل مانسہرہ ڈاکخانہ قلندر آباد	---
۲۷۳	جناب حافظ عمر سعید صاحب	فلیٹ ۵ سیکنڈ فلور منیر پلازہ نزد خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی	۰۳۳۳_۲۷۹۷۰۱۸
۲۷۴	جناب محمد فرحان فیروز میمن صاحب	پی ۱۰۱/ سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر کراچی	۰۳۲۲_۲۰۶۰۹۷۴
۲۷۵	جناب محمد عدنان سلیم میمن صاحب	پی ۱۰۱/ سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر کراچی	۰۳۳۲_۳۱۵۸۵۴۳
۲۷۶	جناب سید احمد صاحب	آر ۹۷۷/ بلاک نمبر ۱ کریم آباد فیڈرل بی ایریا کراچی	۰۳۳۳_۲۳۵۲۱۴۱
۲۷۷	جناب مولانا عبدالحی صاحب	ڈھوڈبال ضلع مانسہرہ ہزارہ خطیب اللہ والی مسجد محلّہ اوغوشاں	۰۹۹۷۵۳۲۳۲۷
۲۷۸	جناب اقبال عبدالشکور صاحب	۲۳۶ بی آدم جی نگر کراچی	۰۳۲۱_۳۸۷۵۳۵۴
۲۷۹	جناب مولانا مفتی فہیم اشرف صاحب	جامعہ عربیہ ریاض العلوم لیاقت کالونی پلاٹ ۴۰ حیدرآباد	۰۳۲۱_۲۳۴۶۷۳۰
۲۸۰	جناب ہارون الرشید صاحب	گاؤں لاچی بال ضلع وتحصیل کوہاٹ صوبہ سرحد	۰۳۰۲_۸۰۰۸۷۴۵
۲۸۱	جناب مولانا غلام محمد عاصم صاحب	خطیب جامع مسجد اقصیٰ مانسہرہ کالونی کراچی لانڈھی	۰۳۴۶_۳۲۴۴۲۹۶
۲۸۲	جناب مولانا مفتی محمد عرفان صاحب	جامعہ عربیہ ریاض العلوم لیاقت کالونی پلاٹ نمبر ۴۰ حیدرآباد	---
۲۸۳	جناب مولانا مفتی فرمان ولی صاحب	معرفت عمران ولی جنزل اسٹور پارک ہوٹل کشروٹ گلگت	---
۲۸۴	جناب حق الیقین صاحب	۶۵-بی/۶ خیابان بحریہ فیز ۵ ڈی ایچ اے کراچی	۳۵۶۷۷۱۰۱
۲۸۵	جناب حافظ محمد عثمان عباسی صاحب	کورنگی مل ایریا شریف آباد کالونی ڈی ۶ کراچی	---
۲۸۶	جناب حافظ محمد عابد صاحب	۲۶/اے بلاک ۹- ۱۳/ڈی گلشن اقبال کراچی	۰۳۲۱_۳۸۸۳۹۰۸
۲۸۷	جناب مولانا مفتی منظور احمد صاحب	مدرسہ یوسفیہ کہنہ نولاہور	۰۳۲۲_۴۴۱۳۳۸۷
۲۸۸	جناب سید سرور حسن صاحب	۲۰۹-ڈی سیکنڈ فلور آمنہ ایونیو سیکٹر ۱-۷/ڈی نارتھ کراچی	۰۳۴۲_۲۲۶۳۱۱۷
۲۸۹	جناب محمد اشرف صاحب	ساکن منجر چٹھا تحصیل وزیرآباد ضلع گجرانوالہ	---
۲۹۰	جناب مولانا مفتی نور محمد صاحب	خطیب جامع مسجد نعمانیہ پی ای سی ایچ ایس بلاک نمبر ۶ کمرشل مارکیٹ شاہراہ فیصل کراچی	۰۳۳۳_۲۳۰۶۷۱۶
۲۹۱	جناب سید محمد عارف صاحب	مکان نمبر ایل ۳۳۰ سیکٹر شادباد سرجانی ٹاؤن کراچی	---
۲۹۲	جناب غلام جیلانی صاحب	فیوچر کالونی لانڈھی-پتہ: چوآجٹان ڈاکخانہ کٹرپالہ تحصیل سرائے عالمگیر ضلع گجرات	۰۳۴۵_۳۳۲۹۲۱۶
۲۹۳	جناب قاری سعادت اللہ صاحب	مسجد عثمان غنی، پہلوان گوٹھ، گلستان جوہر کراچی	---
۲۹۴	جناب مولوی ہارون صاحب	نزد رحمانی مسجد اورنگی ٹاؤن سیکٹر ۱۲/ایل کراچی	۰۳۲۳_۲۲۰۵۰۴۰
۲۹۵	جناب مولوی محمد آصف صاحب	لسبیلہ چوک نزد نعمان مسجد کراچی	۰۳۲۲_۲۴۵۳۹۸۱

نمبر	نام	پتہ	فون
۲۹۶	جناب مولانا مفتی فیضان الرحمٰن صاحب	اورنگی ٹاؤن سیکٹر۱۲/ایل کراچی	۰۳۲۱_۲۳۵۱۳۸۱
۲۹۷	جناب محمد نثار صاحب	فلیٹ نمبر۷/قمر اسکوائر گلشن اقبال بلاک ۲/کراچی	۰۳۴۴_۲۳۱۳۵۳۳
۲۹۸	جناب مولانا محمد سلیم صاحب	مدرسہ دارالعلوم گلشن حسین ہزارہ گوٹھ گلشن اقبال ۱۱/کراچی	۰۳۲۱_۲۵۵۰۶۰۲
۲۹۹	جناب مولانا مفتی رفیق الاسلام صاحب	عبداللہ اپارٹمنٹس وہائٹس گلستان جوہر ۱۶/کراچی	۰۳۰۰-۲۵۸۴۳۱۲
۳۰۰	جناب حافظ قاری خالد محمود صاحب	جامعہ عربیہ ریاض العلوم لیاقت کالی پلاٹ ۴۰/حیدرآباد	---
۳۰۱	جناب حافظ قاری عبدالخالق صاحب	جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ ۲۹۱/کامران بلاک لاہور	۰۳۳۲_۴۴۱۱۷۹۶
۳۰۲	جناب افنان ذاری غنوی صاحب	اے ۴/ریجنسی ہائٹس بلاک ۴/گلشن اقبال کراچی	۰۳۰۰_۳۵۸۹۲۵۰
۳۰۳	جناب سید ناصر جمال رضا صاحب	مکان نمبر ۱/۴۳ اسٹریٹ نمبر ۱۱ آف خیابان مجاہد فیز ۵ ڈیفنس سوسائٹی کراچی	۵۸۵۰۵۰۰
۳۰۴	جناب ذوالفقار علی صاحب	خوشحال باغ ٹاؤن ورسک روڈ پشاور	۰۳۳۳_۹۱۱۷۵۶۶
۳۰۵	جناب ناصر حبیب صاحب	۲۵۰ آر عابد ٹاؤن بلاک ۲ گلشن اقبال کراچی	۴۹۶۰۱۷۸
۳۰۶	جناب رضا محمد صاحب	مکان ۳۰۶/وارڈ نمبر ۵/چمنی محلہ تحصیل و ضلع بکھر	۰۳۳۴_۴۲۰۶۹۹۳
۳۰۷	جناب مولانا رفیق اللہ صاحب	دارسک روڈ بابوگڑھی پشاور	۰۳۰۰_۵۹۱۷۹۶۴
۳۰۸	جناب مولانا دین محمد صاحب	محمود آباد پٹھان کوٹ روڈ لورالائی بلوچستان	۰۳۳۱_۷۳۴۰۷۴۶
۳۰۹	جناب امیر حمزہ عبدالشکور صاحب	۱/۱۵ محمد علی سوسائٹی کراچی	۰۳۰۱_۸۲۶۷۳۰۰
۳۱۰	جناب عبدالرؤف فرخ صاحب	پی این ایس اقبال، ڈاکیارڈ روڈ کراچی	۰۳۳۴_۳۱۲۲۳۱۹
۳۱۱	جناب مولانا مفتی اکبر حسین صاحب	جامعہ خلفائے راشدین ماڑی پور کراچی	۰۳۲۱_۲۰۵۷۵۴۵
۳۱۲	جناب مولانا محمد یونس خان صاحب	جامعہ خلفائے راشدین ماڑی پور کراچی	۰۳۳۳_۲۲۶۰۵۳
۳۱۳	جناب مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب	جامعہ خلفائے راشدین گلشن غازی بلاک ۵ بلدیہ ٹاؤن کراچی	---
۳۱۴	جناب حافظ محمد عثمان صدیقی صاحب	۹۸ بی بلاک ۱۳/ڈی گلشن اقبال کراچی	---
۳۱۵	جناب حافظ محمد حسن صدیقی صاحب	۹۸ بی بلاک ۱۳/ڈی گلشن اقبال کراچی	---
۳۱۶	جناب بلال احمد صدیقی صاحب	۱۷/اے بلاک صحافی کالونی گلشن اقبال کراچی	---
۳۱۷	جناب ڈاکٹر عرفان الکریم انصاری صاحب	ایم ۲-۵۹ نشان راہ پی سی ایچ ایس کراچی	(رحلت فرماگئے)
۳۱۸	جناب مولانا مفتی محمد خالد صاحب	مہتمم دارالعلوم اسلامیہ ہالہ ضلع ٹمیاری سندھ	۰۳۰۰_۳۰۴۱۴۹۳
۳۱۹	جناب مولانا مفتی محمد الیاس صاحب	سیکٹر ۱۵ ای مجاہد جامع مسجد نیو کراچی	۰۳۰۰_۲۸۲۳۶۷۰
۳۲۰	جناب مولانا عبدالمنان حقانی صاحب	کلی خانوا کبرآباد تحصیل کچلاک ضلع کوئٹہ	۰۳۰۶_۳۸۵۰۲۰۵
۳۲۱	جناب مولانا سید حسین احمد صاحب	اے ۸۷/ بلاک نمبر ۱/گلشن اقبال کراچی	۰۳۲۱_۲۲۳۰۳۲۸
۳۲۲	جناب محمد عمران اقبال میمن صاحب	۲۰/دارالامان سوسائٹی نزد ہل پارک کراچی	۰۳۲۱_۹۲۱۱۵۰۰
۳۲۳	جناب محمد سلمان اقبال میمن صاحب	۲۰/دارالامان سوسائٹی نزد ہل پارک کراچی	۰۳۲۱_۲۳۲۵۱۳۳
۳۲۴	جناب محمد موسیٰ وارثی صاحب	سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر کراچی	۰۳۲۱_۹۲۳۱۱۰۲

۳۲۵	جناب مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب	مدرس مدرسہ انوار العلوم دھیر کوٹ آزاد کشمیر	---
۳۲۶	جناب مولانا امین الحق صاحب	مہتمم دار العلوم تعلیم القرآن باغ آزاد کشمیر	---
۳۲۷	جناب مولانا قاری مفتی محمد انور صاحب	مہتمم مدرسہ قاسم العلوم نعمان پورہ ضلع باغ	---
۳۲۸	جناب مولانا مفتی خادم حسین صاحب	ضلع باغ آزاد کشمیر	---
۳۲۹	جناب پروفیسر نسیم احمد صاحب	کفل گڑھ ڈاکخانہ ہاڑی کیل ضلع باغ آزاد کشمیر	---
۳۳۰	جناب حافظ قاری عبد المجید صاحب	آزاد کشمیر	(رحلت فرما گئے)
۳۳۱	جناب عبد الرؤف صاحب	ناظم مدرسہ تعلیم القرآن بیس بنگلہ ضلع باغ آزاد کشمیر	---

۱	جناب سید غضنفر علی رضوی صاحب	House # 770, Way# 6810, Muscat Oman	---

۱	جناب احمد سیر حیدر صاحب	عارضی پتہ: ساڈین آرکیڈز دار الرحمٰن ہسپتال یونیورسٹی روڈ کراچی پاکستان مستقل پتہ: فیض اللہ خان قلاچہ ہلان ناحیہ ۶ قندھار افغانستان	۰۰۹۳-۰۷۰۳۱۹۲۹۲
۲	جناب مولانا مفتی عزیز محمد صاحب	ولایت غزنی السوالی قرہ باغ قریہ ڈگری بن قاری خیاں محمد افغانستان	---
۳	جناب حافظ فیض احمد صاحب	موجودہ پتہ: سہراب گوٹھ الآصف اسکوائرز مدینہ مسجد مستقل پتہ: صوبہ جوزی جان امجد افغانستان	---
۴	جناب مولانا غلام سخی صاحب	افغانستان ولایت بدخشاں وسوالی کشم قریہ فرشغانی سرجر شرتی	---

۱	جناب سلیمان حسین صاحب	نیروبی۔ پی او بکس ۴۲۷۲۸	---

۱	جناب مولانا عبد الحمید اسحاق صاحب	مہتمم دار العلوم آزادول- P.o.Box 9786 Azaad Ville	
۲	جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی	شیخ الحدیث دار الحدیث آزادول- 9Azaad Avenue P.o.Box 9786 Azaad Ville 1750	
۳	جناب مولانا یونس پٹیل صاحب	37 Cactus Lane Asherville 4091 Durban (رحلت فرما گئے)	(۰۰۲۷۳)۲۰۹۷۲۶۶/۲۰۷۳۱۷۰
۴	جناب مفتی حسین بھیات صاحب	7916 Sagittarius Road Lenasia Ext 19 1820	(رحلت فرما گئے)
۵	جناب مولانا محمد حنیف بھامجی صاحب	امام مسجد لینیشا- P.o.Box 75 Lenasia 1820	
۶	جناب مولانا حیدر علی دھورات صاحب	24 Sparrow Avenue Lenasia Ext 1820	
۷	جناب مولانا شبیر احمد راجہ صاحب	P.o.Box 2431 Landsdowne 7780 Cape Town	
۸	جناب یوسف بلبلیہ صاحب	C/O Knobbs P.o.Box 121 Gatesville 7764 Captown	(رحلت فرما گئے)
۹	جناب مولانا ہارون اسمٰعیل صاحب	P.o.Box 26023 Ispingobeach 4115	

نمبر	نام	پتہ	فون
۱۰	جناب مولانا یعقوب کترادا صاحب	35Sweet PeastratBakerton 1565 Springs	
۱۱	جناب مفتی غلام حسین صاحب	P.o.Box 3 Ogies 2230	
۱۲	جناب مفتی زبیر بھیات صاحب	3 Ridge Road Stanger 4450	
۱۳	جناب مولانا رفیق ہتھورانی صاحب	163 Ninth Avenue Mayfair....	
۱۴	جناب مولانا ڈاکٹر اسمٰعیل ولی صاحب	8072CDRVirgo&GeminiStreetsLenasiaExt91820	
۱۵	جناب مولانا ہارون میمی صاحب	28ABonckerStreeetP.o.Box279Middleburg1050	
۱۶	جناب مولانا محمد علی زبیر علی صاحب	South Africa	
۱۷	جناب مولانا محمد کاکا صاحب	89SealCrescentLenasiaExt7 1820	
۱۸	جناب مولوی محمد یوسف گھنڈی والا صاحب	39 Surti Street Azaad ville 1750	
۱۹	جناب مولانا غلام محمد انصار میاں صاحب	18 Eugenia Street Malabar 6020 Port Elizabeth	
۲۰	جناب مولانا منصور الحق ناصر صاحب	11 Apollo Road Mountain Rise 3201 Pietermaritz Burg	
۲۱	جناب مولانا قاری نعیم متالا صاحب	Flat 10 Mayland Spearks Road Durban	
۲۲	جناب مولانا محمد ہاشم احمد صاحب	مدرس مدرسہ تعلیم الدین اسپنگو بیچ ڈربن نٹال	
۲۳	جناب مفتی ابراہیم محمد صالح جی صاحب	مہتمم مدرسہ تعلیم الدین اسپنگو بیچ ڈربن نٹال	
۲۴	جناب مولانا ممتاز الحق صاحب	پوسٹ بکس ۱۷۸۰ ارسٹن برگ ۰۳۰۰	۹۶۲۱۱۹/۹۶۱۳۷۳
۲۵	جناب مولانا الیاس پٹیل صاحب	مدرس مدرسہ تعلیم الدین اسپنگو بیچ ڈربن نٹال	
۲۶	جناب مولانا محمد اسمٰعیل ڈیسائی صاحب	معرفت عبدالقادر ڈیسائی صاحب تاجر مشینری پارٹس اسٹینگر	
۲۷	جناب مولانا قاری یعقوب صاحب	معرفت یوسف حافظ جی صاحب تاجر رسٹن برگ	
۲۸	جناب داؤد ڈیسائی صاحب	معرفت مولانا یونس پٹیل صاحب ڈربن	
۲۹	جناب مولانا شبیر اسمال صاحب	معرفت مولانا یونس پٹیل صاحب ڈربن	
۳۰	جناب صدیق جھکورا صاحب	14CullingworthRoadSherwood4091 Durdan	
۳۱	جناب عبدالباقی بھام جی صاحب	125 Agapanthns Ave Ext 3 Lenasia 1820	۸۵۲_۷۴۲۹
۳۲	جناب مولانا حسین لونت صاحب	7 Godasi Azaad ville 1750	
۳۳	جناب مفتی رشید احمد موسیٰ صاحب	Madrasah Rashidiyyah 23 Kable Jou Aye Ext 8 Lenasia	۰۸۳_۶۵۴_۷۴۱۰
۳۴	جناب مفتی شاکر صدیق جھکورا صاحب	14 Cullingworth Road Sherwood 4091 Durdan	
۳۵	جناب مفتی شفیق صدیق جھکورا صاحب	14 Cullingworth Road Sherwood 4091 Durdan	
۳۶	جناب مولانا بلال صدیق جھکورا صاحب	14 Cullingworth Road Sherwood 4091 Durdan	
۳۷	جناب مولانا مفتی محمد امجد صاحب	معرفت دارالعلوم آزادول	
۳۸	جناب مولانا پروفیسر سید سلمان ندوی صاحب	18 Kings Avenue westville 3629 KZN S.Africa	۲۷_۳۱_۲۶۶۱۷۶۸
۳۹	جناب حافظ محمد پٹیل بن مولانا یونس پٹیل صاحب	37 Cactus Lane Asherville 4091 Durban	

۴۰	جناب مولانا حافظ عبداللہ موسیٰ ہاشم صاحب	66 Sherinqhan Road Over Post Durban	
۴۱	جناب مولانا احمد محمد ہتھورانی صاحب	163 Ninth Avfnue Mayfair	
۴۲	جناب مولانا محمد قاضی صاحب	69 Tagore Road Clare Estate Durban 4091	۰۰۲۷۳۱۲۶۹۳۶۷۴
۴۳	جناب مولانا محمد اسماعیل کریم صاحب	5 Bellevue Road 1ipingo Beach Durban	۰۰۲۷۳۱۹۰۲۳۰۸۰
۴۴	جناب مولانا ابرار الحق گھانچی صاحب	دار العلوم زکریا لینیشیا	
۴۵	جناب مولانا ریحان بن یونس صاحب	10 B Second Avenne Spinqo Bead	
۴۶	جناب ڈاکٹر محمد عبدالخالق عمر صاحب	6 West Boamsh Road West Ville Durban Natal 3630	۰۰۲۷۳۱۲۶۶۵۵۳۳
۴۷	جناب احمد ابراہیم صاحب	N02 Swordfish str Lenasia S. Afriqah 1820	
۴۸	جناب یونس سادات صاحب	معرفت مفتی حسین بھیات صاحب مرحوم لینیشیا جوہانسبرگ	
۴۹	جناب مولانا حافظ عبداللہ صاحب	معرفت مولانا عبدالحمید صاحب آزادول	
۵۰	جناب مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب	معرفت مولانا عبدالحمید صاحب آزادول	

۱	جناب مولانا محمد اشرف بھولا صاحب	Fontabelle Bridge Town St Michael Barbardos West Indies	

۱	جناب مولانا ہدایت اللہ صاحب	محدث جامعہ اسلامیہ دار العلوم مدنیہ جاترا باڑی ڈھاکہ	(رحلت فرما گئے)
۲	جناب مولانا عبدالمجید (حضور ڈھاکوی)	محدث جامعہ قرآنیہ عربیہ لال باغ ڈھاکہ	(رحلت فرما گئے)
۳	جناب مولانا محمد علی چاندپوری صاحب	مہتمم و محدث مدرسہ اشرف العلوم بڑا کٹرا ڈھاکہ	(رحلت فرما گئے)
۴	جناب مولانا نور الاسلام صاحب	محدث جامعہ اسلامیہ ضمیریہ پٹیہ چاٹگام	
۵	جناب مولانا رفیق الرحمٰن صاحب	نائب مہتمم و محدث دار العلوم کھلنا	
۶	جناب مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب	محدث دار العلوم خادم الاسلام گوہرڈانگہ فرید پور	
۷	جناب مولانا ہلال الدین صاحب	محدث دار العلوم خادم الاسلام گوہرڈانگہ فرید پور	(رحلت فرما گئے)
۸	جناب مولانا عبدالخالق صاحب	ساکن ماجھی جوڑہ پوسٹ بنی نگر ضلع کھیلا	
۹	جناب مولانا علی احمد صاحب	محدث جامعہ عربیہ امداد العلوم فرید آباد ڈھاکہ	(رحلت فرما گئے)
۱۰	جناب مولانا حمایت حسین صاحب	ناظم شعبہ نشر و اشاعت خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ڈھالکانگر ڈھاکہ	
۱۱	جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب	استاذ جامعہ امدادیہ کشورگنج	
۱۲	جناب مولانا عبدالاول صاحب	کلان پور ڈاکخانہ کے۔کلان پور ضلع نترے کونا	
۱۳	جناب مولانا نور الحق صاحب	کرالہ رنگونیم چاٹگام، بنگلہ دیش	
۱۴	جناب مولانا حبیب اللہ صاحب	امام چھتری والی مسجد رحمت گنج ڈھاکہ	
۱۵	جناب مولوی شمس العالم صاحب	عمر پور اشرف العلوم مدرسہ ڈاکخانہ نندی گرام ضلع بوگرا مستقل پتہ ننگر گاری پوسٹ شب گنج بوگرا	

۱۶	جناب مولانا عبدالعزیز صاحب	مہتمم دارالعلوم خادم الاسلام گوہرڈانگہ فرید پور	(رحلت فرماگئے)
۱۷	جناب مولوی محبوب الاسلام صاحب	مستقل پتہ: گرام پتھیالہ پوسٹ بیگن باری مومن شاہی	
۱۸	جناب مولوی حمید اللہ صاحب	ایک نمبر نیارملین چھوٹا مسجد اسلام پور ڈھاکہ نمبرا	
۱۹	جناب مولانا معراج الدین صاحب	مہتمم ایم صفی اللہ حفیظیہ مدرسہ خطیب جامع مسجد گٹڈریاڈھاکہ	
۲۰	جناب مولانا حافظ قمر الاسلام صاحب	امام سرہیٹہ شاہی مسجد ڈھاکہ	
۲۱	جناب مولانا محمد سعید نور صاحب	ساکن اورنگ آباد پوسٹ میترہ ضلع مانک گنج	
۲۲	جناب مولانا عبدالاول صاحب	مہتمم مدرسہ خادم الاسلام کھلنا	ا
۲۳	جناب مولانا صالح احمد صاحب	مستقل پتہ: گرام ہاتھی ڈہر پوسٹ برہمن گرام سلہٹ	
۲۴	جناب مولانا عبدالمتین صاحب	امام جامع مسجد لگر پارا/۸۷ ڈھالکہ نگر لین گنڈریاڈھاکہ	
۲۵	جناب مولانا رکن الدین صاحب	مدرس مدرسہ اشرف العلوم بڑا کٹری ڈھاکہ	
۲۶	جناب مولانا نورالاسلام صاحب	پیش امام پرانا پلٹن ڈھاکہ	
۲۷	جناب مولانا مجیب الرحمٰن صاحب	مہتمم جامعہ مومن شاہی	
۲۸	جناب مولانا عبداللہ بن قاری عبدالجبار صاحب	بستی میشا پوسٹ مظفر گنج اپ ضلع بروڑ اکمیلا	
۲۹	جناب مولانا مفتی نورالامین صاحب	مدرس دارالعلوم کھلنا مستقل پتہ: شاجر کندی ڈاکخانہ جگدل تھانہ ماگورا ضلع ماگورا	
۳۰	جناب مولانا اسدالزماں صاحب	سابق امام مسجد بیت الامان ڈھالکہ نگر ڈھاکہ	
۳۱	جناب مولانا عبدالغفار صاحب	ساکن جنگرڈی نگر کندا فرید پور	
۳۲	جناب مولانا روح الامین صاحب	خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ڈھالکہ نگر ڈھاکہ	
۳۳	جناب مولانا حافظ احمد صاحب	باگرا دارالعلوم الاسلامیہ منشی گنج ڈھاکہ بہایہ بھاگوکل (بڑاڈاکخانہ)	(رحلت فرماگئے)
۳۴	جناب مولانا محبوب الرحمٰن صاحب	شیخ الحدیث دارالعلوم شجرہ ڈاکخانہ دیموریہ ڈسٹرکٹ کھلنا	
۳۵	جناب قاضی دلاور حسین صاحب (مجاز بیعت للعوام)	۴۰/۵ شرافت گنج لین گنڈریاڈھاکہ نمبر۴	
۳۶	جناب حاجی کمال الدین صاحب (مجاز بیعت للعوام)	کمال پریس، ڈھاکہ	
۳۷	جناب مولانا عبدالمجید صاحب	جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مدنیہ جاترا باڑی ڈھاکہ	
۳۸	جناب مولانا عبدالمجید صاحب	ساکن بیڑا پوسٹ سوتیا کھالی ضلع مومن شاہی	
۳۹	جناب مولانا اشرف علی صاحب	شیخ الحدیث جامعہ عربیہ قاسم العلوم کملّا	
۴۰	جناب مولانا عبدالمتین صاحب	مہتمم جامع العلوم سید آباد	
۴۱	جناب مولانا عبداللہ صاحب کملائی	مدرسہ امدادیہ چاند پور ظفر آباد	
۴۲	جناب مولانا قاری محمد بنیامین صاحب	ساکن مومن باغ ڈاکخانہ اشرف آباد تھانہ لال باغ ڈھاکہ	
۴۳	جناب ڈاکٹر محمد ولی اللہ صاحب	۶۶۔۶۵ نند کماروت روڈ چوک بازار ڈھاکہ	
۴۴	جناب مولانا وحید الزماں صاحب	مستقل پتہ: رائرپاڑہ نرندر پور تھانہ منوہردی ضلع نرسندی	
۴۵	جناب میر غلام مولیٰ صاحب	ڈی/۲۷ دینو نتھ شن روڈ گنڈریاڈھاکہ	

۴۶	جناب مولانا حافظ شمس الزماں صاحب	خطیب اسلامی یونیورسٹی سنتوش ٹنگائل	
۴۷	جناب مولانا شمس العالم صاحب	امام ارمنی ٹولہ مسجد بابو بازار ڈھاکہ	
۴۸	جناب مفتی وحید الزماں صاحب	محدث بڑا کٹرہ مدرسہ ڈھاکہ	
۴۹	جناب مولانا ہمایوں کبیر صاحب	خطیب مسجد چاٹگام (رحلت فرماگئے)	
۵۰	جناب مولانا مفتی جعفر احمد صاحب	مہتمم مدرسہ بیت العلوم ڈھالکہ نگر ڈھاکہ	
۵۱	جناب مولانا شہید الاسلام صاحب	سیکریٹری مرکز اسلامی ڈھاکہ	
۵۲	جناب حافظ حبیب الرحمٰن صاحب	خطیب بیگم بازار مسجد ڈھاکہ	
۵۳	جناب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب	امام مسجد گھوپ نواپاڑہ روڈ جیسور	
۵۴	جناب حافظ عبد الحق صاحب	مدرسہ گوہرڈانگہ مادری پور	
۵۵	جناب مولانا عبد الرشید صاحب	مہتمم مدرسہ اشرف المدارس شیب چر مادری پور	
۵۶	جناب مولانا ابوبکر صاحب	خطیب المدینہ جامع مسجد پٹھان ٹولہ سلہٹ	
۵۷	جناب حافظ محمد عمر بن مولانا شمس الحق صاحب	گوہرڈانگہ مادری پور	(رحلت فرماگئے)
۵۸	جناب مولانا اسماعیل صاحب	مہتمم مدرسہ شولک پر چاٹگام	
۵۹	جناب مولانا سخاوت حسین صاحب	ابن مولانا حمایت حسین ڈھاکہ	
۶۰	جناب مولانا ابراہیم حسن صاحب	جامعہ رحمانیہ عربیہ مسجد محمد پور ڈھاکہ	
۶۱	جناب مولانا حسن فیروز پوری صاحب	ڈاکخانہ کوریکھاڑا مہتمم مدرسہ بالی ہاری ضلع پاریسال	
۶۲	جناب صوفی مولوی مطیع الرحمٰن صاحب	دکھن باشگاڑی ڈاکخانہ بڑاکالی نگر بھایہ گوشیر ہٹ ضلع مداری پور	
۶۳	جناب مولانا جعفر احمد صاحب	محدث مدرسہ مالی باغ ڈھاکہ	
۶۴	جناب مولوی سلطان الدین احمد صاحب	کپاشا بیراباڑی ضلع غازی پور	
۶۵	جناب مولانا عبد الجلیل صاحب	محدث کیشوب پور عالیہ مدرسہ ضلع جیسور	
۶۶	جناب حاجی صفوان صاحب معروف بہ صفران صاحب	روڈ نمبر ۶ ہاؤس نمبر ۲۹ شوناڈنگر ریزینڈنشل ایریہ ڈسٹرکٹ کھلنا	
۶۷	جناب مولانا عبد المقتدر صاحب	محدث گوہرڈنگا مدرسہ گوہرڈنگہ	
۶۸	جناب مفتی مجیب الرحمٰن صاحب	استاد جامعہ اسلامیہ ڈراٹانا جیسور	
۶۹	جناب مولانا ریاض الدین صاحب	مہتمم مدرسہ دار الفلاح ڈھاکہ	
۷۰	جناب مفتی عبد الحی بن عبد الرشید صاحب	محمد نگر پی اور جلم پی ایس بوتیا گھاٹہ ڈسٹرکٹ کھلنا	
۷۱	جناب مولانا قطب الدین صاحب	جامعہ مدنیہ مدنی نگر ڈھاکہ	
۷۲	جناب مولانا حافظ محمد عمر صاحب	پاٹ گاتی ٹونگی پاڑہ ضلع گوپال گنج	
۷۳	جناب مولانا اجمل علی صاحب	مدرس خادم الاسلام مدرسہ کھلنا	
۷۴	جناب مولانا لطف الرحمٰن صاحب	محدث جامعہ امدادیہ کشور گنج	
۷۵	جناب مولانا عبد اللہ صاحب	محدث جامعہ عربیہ محی الاسلام نوپاڑہ جر	

۷۶	جناب مولانا حافظ نظام الدین صاحب	مہتمم شمس العلوم جامعۃ السنۃ ڈاکخانہ اول پور گوپال گنج	
۷۷	جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب	مدرسہ دار الارشاد میر پور ڈھاکہ	
۷۸	جناب مولانا محمود العالم صاحب	مہتمم جامعہ نظامیہ دار العلوم سراج گنج دان گر تھانہ رائے گنج ضلع بتوا	
۷۹	جناب مولانا محمد ادریس صاحب	خطیب جامع اسکاٹن مسجد ڈھاکہ	
۸۰	جناب مولانا شریف محمد یوسف صاحب	ساکن متنیٰ تھانہ منیر احمد پور بنگلہ دیش	
۸۱	جناب مولانا محمد حبیب اللہ صاحب	لال موہن بھولہ بنگلہ دیش	
۸۲	جناب مفتی محمد نور الزماں صاحب	ساکن پاک بازھومنا ضلع کملا	
۸۳	جناب مولوی محمد کوثر زماں صاحب	گوپال گنج تحصیل کچھیانی:	
۸۴	جناب مولانا مفتی راشد الحسن صاحب	۲۵۹ می بیت الامان ہاؤسنگ سوسائٹی آدابر محمد پور	
۸۵	جناب مولانا محمد مسعود الرحمٰن صاحب	مومن شاہی پوسٹ تھانہ امیرکا گنج	
۸۶	جناب مولانا محمد منیر الاسلام صاحب	ضلع بریسال باکر گنج بنگلہ دیش	
۸۷	جناب مولانا عبد الرزاق صاحب	مہتمم مدرسہ قاسم العلوم کملا	
۸۸	جناب مولانا بلال صاحب	صدر مہتمم مدرسہ وھاب العلوم کرانی گنج ڈھاکہ	
۸۹	جناب مولانا مزمل حق صاحب	خطیب مرکزی جامع مسجد لال دین ضلع بھولا	۰۸۸۰۱۷۱۵۳۸۴۳۴۲
۹۰	جناب مولانا مفتی فرید احمد صاحب	شیعل دی الفادنگا فرید پور	
۹۱	جناب مولانا مصباح الدین صاحب	کودالیا نگر کند فرید پور بنگلہ دیش	
۹۲	جناب مولانا مفیض الاسلام صاحب	مہتمم مدرسۃ العزیزیہ دار العلوم اسلامیہ چرشوی دولت خان بھولا	
۹۳	جناب مولانا محمد یونس صاحب	مدرس بیت العلوم ڈھالکہ نگر ڈھاکہ	
۹۴	جناب مولانا رحمت اللہ صاحب	۸۳/۱ گنڈاریہ ڈھاکہ بنگلہ دیش	

۱	جناب مولانا حافظ داؤد بدات صاحب	۲	جناب مولانا حافظ محمد عمر فاروق صاحب
۳	جناب حاجی احمد ولی صاحب	۴	جناب مولانا رشید بزرگ صاحب
۵	جناب مولانا قاری یعقوب صاحب	۶	جناب مولانا زکریا گنگات صاحب
۷	جناب مولانا ابراہیم صاحب	۸	جناب نور الدین صاحب
۹	جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب	۱۰	جناب مولانا مفتی درگاہی صاحب

۱	جناب مولانا ابراہیم اقبال صاحب	۲	جناب مولانا یوسف شیخ سورتی صاحب
۳	جناب مولانا احمد فاروق راجہ صاحب	۴	جناب محمد اعظم بھام صاحب
۵	جناب مولانا مفتی زبیر دودھا صاحب	۶	جناب ڈاکٹر اسماعیل آدم پٹیل صاحب

نمبر	نام	نمبر	نام
۷	جناب ابوبکر عبدالحمید صادق صاحب	۸	جناب مولانا محمد یونس سورتی صاحب
۹	جناب مولانا محمد ادریس صاحب	۱۰	جناب مولانا مفتی عبداللہ پٹیل صاحب
۱۱	جناب غازی قاسم بھائی جی صاحب (رحلت فرما گئے)	۱۲	جناب فیروز صاحب
۱۳	جناب مولانا لقمان صاحب	۱۴	جناب مولانا محمد حنیف صاحب
۱۵	جناب مولانا محمد سلیم صاحب	۱۶	جناب مولانا آصف ابراہیم صاحب
۱۷	جناب مولانا آصف کھلواریہ صاحب	۱۸	جناب مولانا منور سورتی صاحب
۱۹	جناب مولانا محمد یوسف صوفی صاحب	۲۰	جناب مولانا احمد سرکار صاحب
۲۱	جناب مولانا عبدالاول صاحب	۲۲	جناب مولانا ابراہیم پٹیل صاحب
۲۳	جناب مولانا اصغر حسین صاحب	۲۴	جناب محمد فاروق احمد صاحب
۲۵	جناب مولانا ایوب سورتی صاحب		

نمبر	نام	نمبر	نام
۱	جناب سید محمد کلیم صاحب	۲	جناب مولانا عبدالماجد خان صاحب
۳	جناب کرنل سید امیر الدین صاحب (رحلت فرما گئے)	۴	جناب سید مناظر احسن جعفری صاحب

نمبر	نام	نمبر	نام
۱	جناب محمد عدنان امجد صاحب (جدہ)	۲	جناب مولانا عبدالرحمٰن کوثر صاحب (مدینہ منورہ)
۳	جناب مولانا خالد مرغوب محمد امیہ الہندی صاحب (مدینہ منورہ)	۴	جناب حافظ سمیع اللہ صاحب (مکہ مکرمہ)
۵	جناب محمد رزین صاحب	۶	جناب امجد اللہ خان صاحب (جدہ)
۷	جناب محمد اجمل محمد اسحاق خان صاحب (مدینہ منورہ)	۸	جناب مولوی عطاء الرحمٰن مدنی صاحب (جدہ)
۹	جناب مولانا حافظ قاری متین الحق صاحب (جدہ)	۱۰	جناب آفتاب بشیر صاحب (مدینہ منورہ)
۱۱	جناب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب (مدینہ منورہ)	۱۲	جناب مولانا عبداللہ البرنی بن مفتی محمد عاشق الٰہی صاحبؒ (مدینہ منورہ)
۱۳	جناب مولانا محمد طاہر صاحب (مکہ مکرمہ)	۱۴	جناب نثار صاحب (مدینہ منورہ)
۱۵	جناب محمد جہانگیر صاحب (مدینہ منورہ)	۱۶	جناب محمد عبداللہ شریف صاحب (مدینہ منورہ)
۱۷	جناب ملک محمد اقبال صاحب	۱۸	جناب محمد مصطفیٰ شریف صاحب (مدینہ منورہ)
۱۹	جناب مولانا عبدالرحمٰن محمد رمضان صاحب (مدینہ منورہ)	۲۰	جناب ڈاکٹر حافظ اطہر صاحب
۲۱	جناب ڈاکٹر ظہور احمد صاحب (دمّام)	۲۲	جناب مولانا ظفیر حافظ محمد بشیر صاحب (مدینہ منورہ)
۲۳	جناب قاری خیر محمد صاحب، مکہ مکرمہ (رحلت فرما گئے)		

نمبر	نام	نمبر	نام
۱	جناب مولانا مفتی ثمین اشرف قاسمی صاحب	۲	جناب مولانا محمد حسین مصباح صاحب
۳	جناب مولانا قاری محمد یعقوب صاحب	۴	جناب محمد صابر صاحب
۵	جناب احمد اسد اللہ صاحب		

۱	جناب مولانا غلام محمد صاحب	۲	جناب مولوی عبدالناصر صاحب
۳	جناب مولانا عبدالناصر صاحب		

۱	جناب قاری صوفی نورالزمان صاحب	۲	جناب معین الدین صاحب
۳	جناب رضوان اللہ بن نصر اللہ صاحب	۴	جناب مولانا حافظ عبدالآخر مظاہری صاحب
۵	جناب قاری محمد عرفان الحق قاسمی صاحب	۶	جناب فہیم الحق صاحب
۷	جناب مولانا محمد باقر حسین بستوی صاحب، سابق مہتمم دارالعلوم اسلامیہ بستی (رحلت فرماگئے)	۸	جناب مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری صاحب، سابق شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند (رحلت فرماگئے)
۹	جناب مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب (شیخ الحدیث جامعہ امدادیہ مرادآباد، انڈیا)	۱۰	جناب مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب (ناظم مدرسہ سبیل الفلاح حیدرآباد دکّن، انڈیا)
۱۱	جناب مولانا مفتی محمد اسعد اعظمی صاحب	۱۲	جناب مولانا عبدالباطن ندوی صاحب
۱۳	جناب صوفی محمد احمد صاحب		

۱	جناب مولانا ہدایت اللہ صاحب	۲	جناب مولانا مفتی نور محمد صاحب
۳	جناب مولانا محمود آکوجی صاحب	۴	جناب مولانا مفتی جلال الدین صاحب
۵	جناب مفتی ادریس مظاہری صاحب	۶	جناب مولانا مفتی محمد سعد مظاہری صاحب
۷	جناب مولانا محمد طیب صاحب	۸	جناب مولانا محمد عثمان صاحب
۹	جناب مولانا اسعد اللہ صاحب	۱۰	جناب مولانا محمد شکیل صاحب
۱۱	جناب مفتی محمد ارشاد حسین صاحب	۱۲	جناب حاجی سلیم صاحب
۱۳	جناب مولانا محمد زبیر صاحب	۱۴	جناب مولانا مفتی محمد عمیر صاحب
۱۵	جناب مولانا سعید اللہ صاحب	۱۶	جناب مولانا داؤد صاحب

۱	جناب مولانا مفتی شمس العارفین صاحب	۲	جناب مولانا محمد غزالی صاحب
۳	جناب مولانا مفتی محمد رازی صاحب	۴	جناب سید نجم الحسین جعفری صاحب
۵	جناب عبدالرزّاق جمانی صاحب (للعوام)	۶	جناب شکیل صاحب
۷	جناب مولانا عبدالرشید قاضی صاحب	۸	جناب منصور ناصری صاحب
۹	جناب مولانا محمد شبلی صدیقی صاحب	۱۰	جناب مولانا نعیم احمد صاحب
۱	جناب مولانا مفتی میرن صاحب	۲	جناب صوفی عبدالعزیز سوجی صاحب
۱	جناب مولانا عبدالرحمٰن شریف صاحب (بوٹسوانا)		
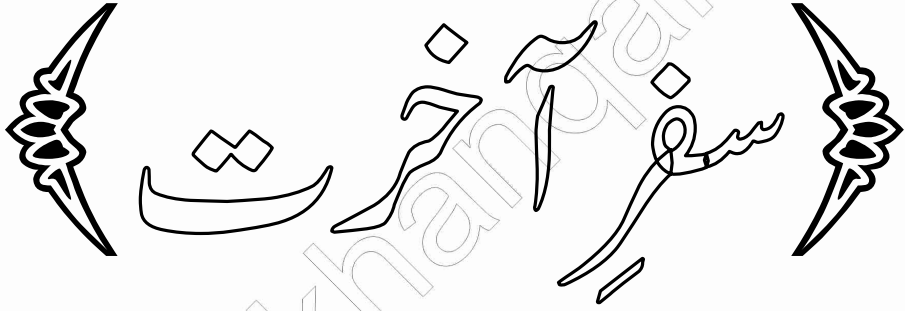
بہت روئیں گے کر کے یادِ اہلِ میکدہ مجھ کو
شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے

(حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

میرے شیخ رحمہ اللہ کے آخری لمحات

مولانا جلیل احمد اخون صاحب
خلیفہ مجاز حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ومہتمم وشیخ الحدیث جامع العلوم عیدگاہ بہاول نگر

۲۳؍ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲؍ جون ۲۰۱۳ء پیر کی شب بعد نمازِ مغرب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دارِ فانی سے کُوچ فرما گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

ہر عاشقِ حق کی یہ تمنا رہی ہے کہ اُس کی وفات اُس دن ہو جس دن عاشقِ حق اور محبوب اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، چنانچہ سب سے پہلے یہ تمنّا یار غار ومزار، قدوۃ الصدّیقین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی چنانچہ امام بخاریؒ نے اس پر ''بــاب استــحبــاب تـمـنـی الـمـوت یـوم الاثنین'' کے عنوان سے باب باندھا ہے۔ یعنی پیر کے دن مرنے کی تمنّا کرنا مستحب ہے، اور اس باب کے تحت امام بخاریؒ نے لکھا ہے کہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ تمنّا پوری ہوئی اور آپ کی وفات پیر کے دن ہوئی۔

۱۹۹۷ء میں میرے مربی وشیخ حضرت عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ بہاول نگر تشریف لے گئے تو ''جامع مسجد نادر شاہ بازار'' میں فجر کی نماز کے بعد بیان میں یہ بات ارشاد فرمائی کہ ''مولانا جلیل احمد کے والد مرحوم مولانا نیاز محمد ختنی صاحبؒ کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہ پیر کے دن مرنے کی تمنّا رکھتے تھے اور اللہ نے اُن کی یہ تمنّا پوری فرما دی، میں بھی یہ تمنّا کرتا ہوں کہ میری موت بھی پیر کے دن ہو''، اُسی دن یہ یقین ہو چلا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس پیارے بندے کی مراد کو ضرور پورا فرمائیں گے۔

میرے مربی وشیخ اگرچہ ۲۰۰۰ء سے بستر علالت پر تھے لیکن اس حالت میں بھی آپ کا فیضان ہر طرح جاری وساری تھا مگر کچھ عرصہ سے بیماری شدت اختیار کرتی جارہی تھی، ہر پیر کے دن دل ڈر جاتا تھا کہ کوئی غم ناک واقعہ پیش نہ آجائے۔ بندہ چونکہ کراچی سے دُور بہاول نگر کا رہائشی

تھا اس دُوری کی وجہ سے ہمیشہ احساسِ محرومی کا شکار رہتا تھا، لیکن ان دنوں ہر وقت دل پر یہ غم چھایا رہتا کہ اس دُوری میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ ہوگیا تو یہ کسک کبھی دل سے نہ جائے گی، ۲۹ر مئی کو بیماری کی شدت کی اطلاع ملی تو رختِ سفر باندھا اور جمعرات ۳۰ر مئی کو کراچی حاضر ہوگیا، رفتہ رفتہ بیماری کی شدت میں اضافہ ہورہا تھا۔ جوں جوں پیر کا دن قریب آرہا تھا۔ اندیشے بڑھتے چلے جارہے تھے۔ اس سے پہلے بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے پانچ دن قبل اپنے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم سے دریافت فرمایا کہ آج کیا دن ہے؟ حضرت مولانا نے جواب دیا کہ آج بدھ ہے تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔ دو دن گزرنے کے بعد پھر پوچھا کہ آج کیا دن ہے؟ حضرت مولانا نے جواب دیا کہ آج جمعہ ہے، تو پھر نفی میں سر ہلا دیا، گویا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پیر کے دن کا انتظار فرمارہے ہوں۔

بندہ اتوار کی صبح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زِیارت کرکے رہائش گاہ پر بغرض آرام آیا تو عصر کے بعد یہ اطلاع ملی کہ حضرت کی حالت نازک ہوتی جارہی ہے۔ فوراً خانقاہ حاضر ہوا۔ خانقاہ میں ایک بہت بڑا مجمع ذِکر ودُعا میں مشغول تھا اور سب کے چہروں پر غم کی پرچھائیاں صاف نظر آرہی تھیں، خاموش آنسو بہارہے تھے۔ ایک دفعہ تو بندہ کو سمجھ نہ آیا کہ کیا کرے؟ پھر خانقاہ کے اندر سے بلاوا آیا، بندہ اندر حاضر ہوا، اندر سب دل گرفتہ اور پریشان تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو آکسیجن دی جارہی تھی، ڈاکٹر صاحبان اپنی پوری کوشش میں لگے ہوئے تھے، بندہ نے حضرتؒ کے سر کو دبانا اور سہلانا شروع کیا، حضرت مولانا حکیم محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم اور اُن کے صاحبزادگان کانپتے ہاتھوں اور اَشک بار آنکھوں سے آکسیجن ماسک کے ساتھ جو آکسیجن تھیلی لگی ہوئی ہوتی ہے وہ زور سے دباتے تھے تاکہ حضرت والاؒ کو آکسیجن ملے۔ ان حضرات کی آنکھوں سے بھی آنسو رَواں تھے، اور سب لوگ گھٹی گھٹی آواز سے رورہے تھے، بندہ نے گھڑی پر نظر کی تو پیر کا دن داخل ہونے میں بیس منٹ باقی تھے، دل کو کسی چیز نے پکڑ لیا، حضرتؒ کی کھلی آنکھیں بھی گھڑی کی طرف تھیں، اور دل نے بھی کہا کہ حضرتؒ پیر کا ہی انتظار کررہے ہیں، حضرتؒ کی آنکھوں سے ایک دو آنسو آپ کے رُخسار پر لڑھک گئے، جو بندہ نے ہاتھ سے پونچھ کر اپنے چہرے پر مل لیے اور شدّتِ جذبات سے حضرتؒ کی پیشانی کا بوسہ دیا۔ سات بج کر بیس منٹ پر جب مغرب کی اذان ہوئی تو بندہ نے حضرتؒ کے چند خدّام کے ساتھ خانقاہ کے اندر ہی حضرتؒ کے پاس باجماعت نماز پڑھ لی اور باقی حضرات مسجد چلے گئے، نماز پڑھ کر دوبارہ بندہ نے حضرتؒ کے سر کو دبانا اور سہلانا شروع کیا تو سکرات کے آثار شروع ہوگئے، اور سانسوں کے درمیان وقفہ زیادہ ہونے لگا، حضرتؒ کی پیشانی مبارک جو دبانے اور سہلانے سے

خون کے اثر سے سرخ ہو رہی تھی، اچانک نورانی ہونا شروع ہوگئی اور زَرد نورانی رنگ پھیل گیا۔

عاشقانِ زرد رو کی چشمِ نم میں صبح دم
اُن کے جلووں کا یہ رنگِ ارغوانی دیکھئے

اتنے میں حضرت صاحبزادہ مولانا حکیم محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم مسجد سے نماز مغرب پڑھ کر واپس تشریف لائے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ آخری سانسوں پر تھے اور چند منٹ بعد پورے عالم اسلام کو یتیم چھوڑ کر عالمِ بالا کی طرف رحلت فرما گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اور زَردنور پورے چہرے پر پھیل گیا، بعد اَزاں ایک خاص اِطمینان وسکون چہرے پر ہویدا ہوا جیسے تھکا ماندہ مسافر اپنی منزل پر پہنچ گیا ہو، سات بج کر بیالیس منٹ ہو چکے تھے، پیر کو داخل ہوئے بائیس منٹ ہو چکے تھے اور خانقاہ کے اندر آہ وبکاء اور سسکیوں کی آواز گونج رہی تھی اور لوگ ایک دوسرے سے لپٹ کر رو رہے تھے، مجھے مولانا جلال الدین رومیؒ کا یہ شعر یاد آ رہا تھا۔

او چناں خواہد خدا خواہد چنیں
می دہد یزداں مرادِ متقیں

اللہ والے جو چاہتے ہیں، اللہ بھی وہی چاہتا ہے اللہ اپنے متقی بندوں کی مراد پوری فرما دیتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت والاؒ کی مراد کو بھی پورا فرما دیا اور پیر کے دن موت عطا فرمائی۔

دوستو! سن لو تم کچھ میری داستاں
ایک دن پھر نہیں ہوں گے دنیا میں ہم

بندہ عرض کرتا ہے کہ جمعہ کے دن کی موت خائفین کے لیے ہے، اور پیر کے دن کی موت عاشقین کے لیے ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دینے کی تیاری شروع ہوگئی اور اس بات کا اہتمام کیا گیا کہ ہر چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی سنت کے مطابق ہو چنانچہ غسل کی سعادت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولانا محمد اسحاق صاحب، حضرت کے خدام حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب، مولوی برکت اللہ صاحب، بھائی محمد مظہر محمود صاحب نے مفتی محمد ارشاد اعظم صاحب، مفتی غلام محمد صاحب اور بندہ کی نگرانی میں حاصل کی۔ تقریباً رات ساڑے دس بجے غسل وکفن سے فراغت کے بعد حضرت والاؒ کے جسدِ خاکی کو زِیارت کے لیے خانقاہ پہنچا دیا گیا۔ بندہ اِس خدمت کو اور اِن لمحات کو اپنے لیے نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

۸ر بجے صبح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر، کراچی پہنچ گیا، کچھ دیر کے لیے جنازہ بڑی خانقاہ میں رکھا گیا جہاں آپ کی چارپائی کے ساتھ

لمبے لمبے بانس باندھے گئے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ کندھا دینے کی سعادت حاصل کرسکیں ساڑھے آٹھ بجے جنازہ، جنازہ گاہ لایا گیا، الحمدللہ جنازہ کو کندھا دینے کی سعادت بندہ نے بھی حاصل کی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ برادرم جناب مولانا مفتی خلیق احمد اخون صاحب سلمہٗ اور فرزند محمد طلحہ نیاز سلمہٗ نے بھی حاصل کی۔ ۹/ بجے نمازِ جنازہ ادا کی گئی، تقریباً ڈیڑھ لاکھ سے زائد افراد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی، ہزاروں افراد ٹریفک جام کی وجہ سے نہ پہنچ سکے۔ یہ وہ جنازہ تھا جس میں شریک ہونے والوں کی بخشش کی امید کی جاسکتی ہے۔ جنازہ میں آنے والے جہاں جنازے میں شرکت کا اَجر لینے کے متمنی تھے وہاں اپنی بخشش کے بھی امیدوار تھے، وصیت کے مطابق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور سندھ بلوچ سوسائٹی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وقف کردہ قطعۂ زمین میں آپ کی تدفین کی گئی۔ آپ کی تدفین کا عمل آپ کے پوتے مولانا محمد ابراہیم صاحب، مولانا محمد اسحٰق صاحب، مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور دیگر اعزا اور خدام کے ذریعے انجام پایا۔ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق آپ کے پورے جسم مبارک کا رُخ قبر کی شرقی دیوار کے سہارے قبلہ رو کردیا گیا، اور یہی شرعی حکم اور سنت ہے، صرف چہرے کا قبلہ رُخ کرنا کافی نہیں۔ سب سے پہلے تین لپ مٹی کے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد مظہر میاں صاحب نے ڈالے پھر بندہ نے یہ سعادت حاصل کی اور پھر دیگر حضرات نے۔ سورہ بقرہ کے اول و آخر رکوع حضرت کے پوتے مولانا محمد ابراہیم میاں اور مولانا محمد اسماعیل میاں نے تلاوت کیے۔ اور آخر میں دعا کروانے کا حکم بندہ کو ہوا، سب نے قبلہ رُو ہوکر دعا کی اور تقریباً ساڑھے دس بجے تدفین مکمل ہوئی، اور قبرستان کو قبر کی زیارت کے لیے ہر خاص و عام کے واسطے کھول دیا گیا۔

جنازہ ہوا قبر میں آج داخل
ہوئی خاکِ تن آج مٹی میں شامل

رحمة الله عليه رحمة واسعة (آمين)

بہت روئیں گے کر کے یاد اہلِ میکدہ مجھ کو
شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی ۸/ جون ۲۰۱۳ء)

تواریخِ وفات

حضرت مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی
صاحبزادہ حضرت مفتی جمیل احمد تھانویؒ واستاذِ حدیث جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور

حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ خلیفۂ مجاز حضرت مولانا ابرار الحق صاحب قدس سرہما

حضرت حکیم صاحب قدس سرہ کی تواریخ وفات کو اس تناظر میں پڑھا جائے تو لطف دوبالہ ہوجائے گا، سب سے پہلی تاریخ میں حضرت حکیم صاحبؒ کے منصب کو بیان کیا ہے، دوسری میں جنت میں اُن کے مقام کو، تیسری میں اُن کی علمی خدمات کو، چوتھی تاریخ میں بشارت ہے کہ پیدائش بھی قابل سلامتی تھی موت بھی اور بعث بعد الموت بھی، پانچویں تاریخ میں تسلی ہے کہ اُن کی موت پر خوف وغم نہ کرو، کیوں کہ چھٹی تاریخ میں بشارت ہے کہ اللہ بخشنے والے ہیں، ساتویں تاریخ میں خبر ہے کہ وہ جنت میں انبیاء وصدیقین کے ساتھ ہوں گے، آٹھویں تاریخ میں خوش خبری ہے کہ وہ جنت بہترین ٹھکانہ ہے، نویں تاریخ میں بشارت ہے کہ وہ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کے لیے اللہ نے بڑے درجے رکھے ہیں، دسویں تاریخ میں بتایا گیا ہے کہ وہ ایسے پاکیزہ مقام پر ہیں جہاں کوئی ناپسندیدہ بات نہیں سنتے، گیارھویں تاریخ بتاتی ہے کہ اس مقام پر پاکیزہ رزق ہے اس میں سے کھائیں اور اللہ کا شکر کریں، بارھویں تاریخ بتاتی ہے کہ ان نعمتوں کو ذکر کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم صاحبؒ کی مغفرت فرمائے، اُن کے درجات کو بلند فرمائے، پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، اُن کے متعلقین کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور احقر کی اس سعی کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔

(۱) پیرکامل — حکیم محمد اختر — قدس سرہ

۳۱۳ + ۱۳۷۱ + ۳۲۹ = ۲۰۱۳ء

(۲) واللہ آج اب — حکیم درفردوس بریں است

۷۹ + ۱۳۵۵ = ۱۴۳۴ھ

(۳) ولی بزرگ حکیم صاحب — بانی اشرف المدارس

۴۵۴ + ۹۸۰ = ۱۴۳۴ھ

(۴) فقال جل أمره — سلام عليه يوم ولد ويوم يموت ويوم يبعث حيا

۴۹۰ + ۱۵۲۳ = ۲۰۱۳ء

(۵) فقال جل قوله — لا تخافوا ولا تحزنوا

۳۸۵ + ۱۶۲۸ = ۲۰۱۳ء

(۶) انما قال جل قوله — واللّٰه غفور رحيم

۳۹۷ + ۱۶۱۶ = ۲۰۱۳ء

(۷) اب آج کہا ہے — فالئک مع الذين انعم اللّٰه عليهم من النبيين والصديقين

۴۷ + ۱۹۶۶ = ۲۰۱۳ء

(۸) لقال اللّٰه جل امره — حسنت مستقرا ومقاما

۵۰۶ + ۱۵۰۷ = ۲۰۱۳ء

(۹) لقال جل امره — فاولٰئک لهم الدرجات العلیٰ

۴۴۰ + ۹۹۴ = ۱۴۳۴ھ

(۱۰) ولقد قال جل علمه — لايسمعون فيها لغوا الا سلاما

۴۴۹ + ۱۵۶۴ = ۲۰۱۳ء

(۱۱) قد قال اللّٰه جل مجده — كلوا من طيبات مارزقناكم واشكروا للّٰه

۳۸۶ + ۱۶۲۷ = ۲۰۱۳ء

(۱۲) لقال اللّٰه جل علمه — واما بنعمة ربک فحدث

۴۰۵ + ۱۰۲۹ = ۱۴۳۴ھ

(بشکریہ ماہنامہ الصیانہ رمضان ۱۴۳۴ھ)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے وصیت نامے

(۱)

(۱) الحمدللہ کہ یہ فقیر مقروض نہیں ہے۔

(۲) میرے استعمال کی تمام اشیاءِ مستعملہ کا مالک میں نے مولانا مظہر میاں سلمہ کو بنا دیا ہے اور میں استعارۃً استعمال کرتا ہوں لہٰذا ان میں وراثت جاری نہیں ہوگی اور میرے حجرے میں جو متبرکات اور مناظر دیواروں میں آویزاں ہیں اس کے مالک بھی مولانا مظہر میاں ہیں۔
خانقاہ نمبر۲ اور خانقاہ نمبر۳ کی تمام چیزوں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

(۳) میری نقد رقوم کے تھیلوں پر مد یہ احقر لکھا ہوا ہے ان میں وراثت جاری ہوگی۔ دو حصہ میرا بیٹا لے گا اور ایک حصہ میری بیٹی۔ میر عشرت جمیل کے پاس جو میرا پیسہ رہتا ہے اس میں بھی وراثت جاری ہوگی۔ بعد ادائیگی فدیہ قضائے روزہ و نماز وراثت تقسیم ہوگی۔

(۴) اور میں وصیت کرتا ہوں کہ اپنے نفس کے لیے اور اپنے تمام اہلِ خاندان اور احباب کے لیے کہ ہر لمحۂ حیات اور انفاس زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر فدا کریں اور ایک لمحہ بھی اللہ پاک کو ناراض کر کے کوئی حرام خوشی اپنے نفس میں نہ لائیں اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو توبہ و استغفار اور اشکباری اور آہ و زاری سے اپنے مولیٰ کو خوش کریں۔

(۵) تمام زندگی صحبت صالحین کا اہتمام لازم رکھیں اور اپنی مناسبت کے کسی مرشد کا سایہ اپنے سر پر رکھیں۔

(۶) مالی معاملات میں تقویٰ کا نہایت اہتمام رکھا جائے اور اہلِ فتاویٰ سے مسائل شرعیہ میں رجوع لازم رکھیں۔

(۷) میری تمام تصانیف کی اشاعت کا ہمیشہ اہتمام رکھیں تاکہ صدقہ جاریہ جاری رہے اور ہماری ذریت دینی خدمات میں تمام زندگی مصروف رہے اور تجارت میں صرف کتب خانہ کی تجارت کو ترجیح دیں اور دواخانہ کی تجارت کو ضمنی (درجہ ثانوی) رکھیں۔

(۸) جس شہر میں بھی انتقال ہو، وہیں دفن کر دیا جائے۔

(۹) میری روح کو تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر ایصال ثواب کا معمول اور دعائے مغفرت کا معمول رکھیں۔

(۱۰) میری نماز جنازہ مولانا مظہر میاں سلمہ پڑھائیں۔

(۱۱) جنازہ جلد دفن کیا جائے، سنت کے مطابق قبر میں سینہ قبلہ رو کریں اور منہ دکھائی وغیرہ کی رسم سے احتیاط لازم رکھیں۔

راقم الحروف احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ — دستخط حضرت والاؒ: حکیم محمد اختر عفا اللہ عنہ

(۲) وصیت نامہ برائے اولادِ نسبی واحبابِ خصوصی

(۱) دنیا میں اپنے کو مسافر سمجھئے اور پردیس کی کمائی وطنِ آخرت بذریعۂ عبادات بھیجتے رہئے۔

(۲) ہر روز موت کا استحضار اور دھیان رکھئے۔

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضاء
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

(۳) نماز پنجگانہ باجماعت کا اہتمام رکھئے، حالتِ نماز میں نماز کی سنتوں کی پابندی کیجئے، خارجِ صلوٰۃ بھی سننِ عادیہ اور ادعیۂ مسنونہ کا اہتمام رکھئے۔

(۴) بعد نماز فجر اور بعد نماز مغرب سورۃ اخلاص، سورۃ فلق، سورۃ ناس تین تین مرتبہ پڑھنے کا معمول بنایئے۔ بشارتِ حدیث کے مطابق تمام مخلوق کے شر سے حفاظت رہے گی۔

(۵) گاہ گاہ قبرستان میں حاضر ہو کر دل میں آخرت کی یاد بٹھایئے۔ اور دنیائے فانی کا تماشہ دیکھ کر عبرت حاصل کیجئے۔

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
مشیّن بدن تھا، معطر کفن تھا
جو قبرِ کہن ان کی اُکھڑی تو دیکھا
نہ تارِ کفن تھا نہ عضوِ بدن تھا

(۶) ہر روز قرآن شریف کی تلاوت کا معمول بنائیں اور کسی قاری صاحب سے قرآن شریف کے حروف کی صحت کی مشق بھی کیجئے۔ قرآن شریف کے چار حقوق ہمیشہ یاد رکھیں:۔ محبت، عظمت، تلاوت مع الصحت، احکام کی متابعت۔

(۷) اپنے گھروں میں بے پردگی، تصویر، ٹیلیویژن، گانا بجانا ہرگز قریب نہ آنے دیں۔

(۸) اکابرین میں سے جس سے مناسبت ہو اُن سے اِصلاحِ نفس کا تعلق بھی کرلیں اور گاہ گاہ اُن کی صحبت میں حاضری کا اہتمام بھی رکھیں اور اُن سے پوچھ کر تھوڑی دیر ہر روز ذکر اللہ بھی کرلیا کریں۔ اللہ کے ذکر سے اللہ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام پاک نہایت محبت سے لیں۔

(۹) تمام گناہوں سے حفاظت کا اہتمام رکھیں بالخصوص، بدنظری اور بدگمانی سے۔ اگر کبھی خطا ہوجائے تو دو رکعت صلوٰۃِ توبہ پڑھ کر نہایت ندامت اور اشک بار آنکھوں سے استغفار اور توبہ کریں۔ روح المعانی پارہ ۳۰ تفسیر سورۃ قدر میں حدیث قُدسی منقول ہے ''لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ أَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ ''یعنی گناہ گاروں کا گریۂ ندامت، تسبیح پڑھنے والوں کی آوازوں سے اللہ تعالیٰ

کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔

(۱۰) حقوق العباد کی کوتاہیوں کو اہلِ حقوق سے معاف کرالیں اور اگر مالی حقوق ہوں تو اُن کی ادائیگی کی فکر کریں۔

(۱۱) کوئی بھی پریشانی یا حاجت پیش آئے، تو دن میں کئی بار صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے الحاح سے مانگنے کا معمول بنائیں اور احبابِ صالحین سے بھی دعا کی گزارش کریں اور کبھی کبھی دو رکعت صلوٰۃ الحاجات پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی اِصلاح کی درخواست کریں اور اس کی محبت طلب کریں اور یہ شعر پڑھیں ؎

کوئی تجھ سے کچھ، کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی! میں تجھ سے طلب گار تیرا
تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

(۱۲) کسی کا قرض یا کسی کی امانت ہو، تاریخ کے ساتھ نوٹ بک پر تحریر کرلیں، اپنے حافظہ پر بھروسہ نہ کریں اور اس مقام پر اپنے دستخط بھی کردیں۔

(۱۳) ہر روز تین مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہ شریف اور سورۃ یٰسین پڑھ کر اپنے والدین، اساتذہ، مشائخ اور تمام اُمتِ مسلمہ کو ایصالِ ثواب کردیں۔ اور تین مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہ شریف، اول وآخر تین بار درود شریف پڑھ کر صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُوح مبارک کو ایصالِ ثواب کردیں۔

(۱۴) اپنی ذات سے کسی مخلوق کو اذیت نہ پہنچائیں یہاں تک کہ چیونٹی پر بھی پاؤں جان بوجھ کر نہ رکھیں، چیونٹی پر پاؤں رکھنا ایسا ہے جیسے کسی انسان پر ہاتھی پاؤں رکھ دے۔ مخلوق کو اذیت دینے والا رجسٹرِ ابرار سے خارج کردیا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے ابرار کی تفسیر میں فرمایا ''ابرار وہ ہیں جو نہیں دیتے ہیں اذیت چیونٹیوں کو بھی اور نہیں راضی ہوتے شر سے''۔ یہ بات حضرت علامہ بدر الدین عینیؒ نے عمدۃ القاری میں لکھی ہے۔

(۱۵) مخلوقِ خدا کی تکلیف کو دیکھ کر اگر کچھ مدد نہ کرسکیں تو دعا ضرور کریں اور ہمیشہ مخلوقِ خدا پر رقیق القلب، رحیم المزاج، حلیم الطبع رہیں۔ اور اولاد کی تربیت میں اکابر سے مشورہ لیتے رہیں، تدبیر سے زیادہ دعا کا اہتمام رکھیں اور اکابر سے بھی دعا کراتے رہیں۔

(۱۶) ایک مشت شرعی ڈاڑھی کا اہتمام نہایت ضروری ہے، اس سے کم رکھنے والا دائرۂ فسق سے خارج نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح پائجامہ یا لنگی ٹخنہ سے نیچے ہرگز نہ کریں۔ سر پر انگریزی بال ہرگز نہ رکھیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''کُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافیٰ اِلَّا الْمُجَاھِرِیْن'' (جامع صغیر ج:۲/ص:۹۱/) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''میرا ہر اُمتی قابلِ معافی ہے سوائے اُن لوگوں کے جو کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں۔ مذکورہ وضع شرعی کے خلاف رہنا اپنے گناہوں کا کھلم کھلا اعلان ہے۔

(۱۷)　جس شہر یا گاؤں میں میرا انتقال ہو اسی شہر یا گاؤں کے عام قبرستان میں دفن کیا جائے۔ غسل دیتے وقت ناف سے گھٹنے تک پردہ کا اہتمام کیا جائے، جس کی صورت یہ ہے کہ دونوں طرف سے دو آدمی چادر کو کھینچ کر جسم سے ذرا اُونچا پکڑے رہیں۔

(۱۸)　جنازہ میں شرکت کے لیے کسی کا انتظار نہ کیا جائے، جتنے افراد آسانی سے موجود ہوں، نمازِ جنازہ پڑھ کر جلد از جلد قبرستان پہنچانے کی کوشش کریں۔

(۱۹)　دِکھانے کی رسم سے احتیاط کریں۔

(۲۰)　قبر میں سنت کے مطابق ٹھیک داہنی کروٹ پر قبلہ رُ ولٹا دیا جائے، اس طرح کہ پورا سینہ قبلہ کی طرف ہو، میت کو سیدھا لٹا کر صرف چہرہ کو قبلہ کی طرف کر دینے کا دستور غلط ہے۔

(۲۱)　اِیصالِ ثواب کے لیے کوئی اِجتماع نہ کیا جائے۔ احباب اپنی اپنی جگہ پر حسبِ توفیق اِیصالِ ثواب کریں۔ (بدنی طور پر یا مالی طور پر)۔

(۲۲)　ہر روز میرے لیے جملہ احباب کم از کم تین مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہ شریف پڑھ کر احقر کو بخش دِیا کریں۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء، ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم۔ (کشکولِ معرفت ص ۵٦٦ تا ۵۷۰)

(۳) وصیت نامہ برائے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

مجلس اشاعۃ الحق رجسٹرڈ کراچی

محمد اختر عفا اللہ عنہ (ناظم مجلس)

میں محمد اختر ولد محمد حسین ناظم مجلس اشاعۃ الحق با ہوش وحواس اپنے تمام اختیارات متعلقہ مجلسِ مذکور اپنے صاحبزادے مولانا قاری محمد مظہر صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں میری علالت ونقاہت کے سبب موصوف میری (محمد اختر) تمام اہتمامی وانتظامی امور میں میری طرف سے مختار کل ہیں اور وہ مجلس اشاعۃ الحق کے تمام انتظامات اسی طرح سنبھالنے کے مجاز ہیں جس طرح سے احقر کو حاصل ہیں، میں اپنی کمزوری اور طویل علالت کے سبب آں موصوف سلمہٗ کو اپنا قائم مقام بناتا ہوں یہ چند سطور بطور دستاویز وتوثیق نامہ تحریر کرتا ہوں تاکہ دفتری کاموں میں یہ تحریر مولانا محمد مظہر صاحب سلمہٗ کے لیے کارآمد ثابت ہو۔

محمد اختر عفا اللہ عنہ، ۹ شوال ۹٦ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۷٦ء

۴۔ جی۔۱۲/۱ ناظم آباد کراچی ۱۸

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اکابرین ومعاصرین کی نظر میں

مولانا سید محمد زین العابدین
شعبہ نشر واشاعت خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی

بلاشبہ کسی شخصیت کی بلندیٔ مرتبت میں اس کے ذاتی کمالات، فطری صلاحیت اور خاندانی اوصاف وآثر کا بھی بہت بڑا دخل ہوتا ہے، جس کی طرف حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ'' میں اشارہ ہے۔ ''یعنی انسانوں کی مختلف کانیں ہیں، جس طرح سونے چاندی کی کانیں ہوتی ہیں''۔ لیکن ان ساری چیزوں کی موجودگی کے باوجود جب تک اہلِ کمال کی صحبت اور اربابِ قلوب کی نظر شفقت میسر نہ آئے کچھ حاصل نہیں ہوتا، دراصل اہل اللہ کی نظر ہی وہ کیمیا اثر ہے جو خاک کو اکسیر بنادیتی ہے اور ثریٰ کو ثریا تک پہنچادیتی ہے۔

شیخ المشائخ، مجددِ عصر حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت نے ذاتی اوصاف وکمالات اور فطری ملکات وخصوصیات سے نوازا تھا، اور پھر آپ کو اکابر اولیاء اللہ کی صحبت و معیت اور رفاقت وشفقت کی قابلِ رشک نعمت بھی میسر آئی، جس نے آپ کی شخصیت کو نکھارا، آپؒ کے سینہ بے کینہ کو مزید جلا بخشی اور آپ کے قلبِ صافی کو آئینۂ جہاں نما بنادیا، یہ آپ پر حق تعالیٰ کا بہت ہی بڑا انعام تھا کہ آپ نوعمری سے پیرانہ سالی تک اپنے اکابر ومشائخ کے محبّ ومحبوب رہے۔

شیخ المشائخ، مجدّدِ عصر حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جن علمی اور عملی خصوصیات سے نوازا تھا اور جو کمالات عطا فرمائے تھے وہ درحقیقت ان ہی بزرگوں کی خدمت وصحبت کا نتیجہ تھا جن کی آغوشِ شفقت آپ کو میسر ہوئی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اپنے انہی اکابر کا ایک خوب صورت عکس تھی، اور سنا گیا کہ آپ جس والہانہ انداز میں اپنے مشائخ اور بزرگوں کا تذکرہ فرماتے تھے، اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ آپ کو ان سے اور ان کو آپ سے کس درجہ تعلق خاطر تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ اور اکابر کا آپ سے کس درجہ کا تعلق تھا اور اکابرین ومعاصرین کے کیا تأثرات تھے آپ کے بارے میں! ذیل کی سطور میں اس کی مختصر سی جھلک پیش کرنے کی جسارت کررہا ہوں۔ اس میں زیادہ تر اکابرین کے خطوط سے مدد لی گئی ہے، جن کا عکس آخر میں موجود ہے۔

اکابرین

حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ حضرت والاؒ سے بے انتہا محبت اور شفقت فرماتے تھے، حضرت والاؒ اگر کبھی رات کا قیام فرماتے تو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ گھر سے اپنا بستر باہر خانقاہ میں لے آتے اور فرماتے کہ یہاں بڑے بڑے علماء آتے ہیں لیکن میں کسی کے لیے گھر سے باہر بستر نہیں لاتا صرف آپ کے لیے گھر سے باہر آ کر سوتا ہوں۔ ایک خط میں تحریر فرمایا کہ ''آپ کو مجھ سے جیسی محبت ہے دنیا میں مجھ سے ایسی محبت کرنے والا کوئی دوسرا نہیں''۔ حضرت والاؒ کا ذوقِ شعری حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ کی صحبت کا تربیت یافتہ تھا۔ ایک مرتبہ حضرت والاؒ نے حضرت ہردوئیؒ کی قیام گاہ میں اُن کے حکم سے بیان فرمایا، حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ الٰہ آباد سے تشریف لائے، بیان کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ نے حضرت کو سینے سے لگالیا۔ ایک اور سفر میں جب حضرتؒ، حضرت ہردوئیؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے تو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ کے تعلق کی وجہ سے حضرت ہردوئیؒ نے آپ کو حکم دیا کہ الٰہ آباد میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ آپ کے منتظر ہیں، جا کر اُن سے مل آیئے، حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ نے وہاں حضرت والاؒ کا بیان کروایا، بیان کے بعد فرمایا کہ روح المعانی کے حوالوں سے علماء بیان کرتے ہیں، لیکن آپ جو روح المعانی سے بیان کرتے ہیں اس کا مزہ ہی کچھ اور ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو درد آپ کو عطا فرمایا ہے وہ روح المعانی کی لذت بڑھا دیتا ہے۔ اسی طرح مکہ معظّمہ میں ایک بار حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ کا ساتھ ہوگیا، حج کے بعد اپنے حجرہ میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت کچھ مضمحل تھی، حضرتؒ سے فرمایا کچھ سنایئے! حضرتؒ نے مثنوی کے اشعار کی تشریح فرمائی، حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میرے سر میں بڑا شدید درد تھا، آپ کی تقریر سے بالکل جاتا رہا، اور طبیعت بالکل ٹھیک ہوگئی۔

آپ کی تالیف معارفِ مثنوی کے بارے میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''کتاب معارفِ مثنوی اس لائق ہے کہ سفر وحضر میں ساتھ رکھی جائے اور اُس سے منتفع ہوا جائے''۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا

مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ ''یہ شیخ العرب والعجم ہوں گے''۔
حضرت مولانا پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت بھی عطا فرمائی تھی۔
اب حضرت پرتاب گڑھیؒ کے خطوط ملاحظہ ہوں جو انہوں نے حضرت والاؒ کے نام تحریر فرمائے تھے۔خطوط کیا ہیں! محبت وتعلق کا ایک شان دار نظارہ ہے، زیادہ وقت نہیں لوں گا پڑھیے اور اندازہ کیجیے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشائخ کے کتنے محبوب تھے! اللہ پاک ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے

عزیز قلبی وروحی عزیز محترم ومخلصم راحت دل سلمہٗ
سلام مسنون ودعائیں، خدا کرے سب خیریت ہو، آپ کی صحت بہتر ہو، گھر میں سب لوگ بخیریت ہوں آپ برابر یاد آتے رہتے ہیں، آپ اور آپ کے تمام متعلقین کے لیے برابر دعا کرتا رہتا ہوں خدا کرے وہ دن آئے کہ آپ سے ملاقات ہو، آپ کے لیے دل سے دعا کرتا ہوں، خدا کرے آپ کی صحت بہتر ہو، برابر دعا کرتا رہتا ہوں، خیریت سے مطلع فرما کر مطمئن ومسرور فرمائیں، میں بہت کمزور ہوگیا ہوں، میرے لیے دعا فرماتے رہیں، میری آنکھ میں روشنی کم ہوگئی ہے، خط بعد مغرب تحریر کر رہا ہوں، انشاء اللہ پھر عریضہ ارسال کروں گا، خدا کرے آپ سے ملاقات ہو، اور میرا دل مسرور ومخمور ہو، میری دلی دعا ہے کہ اس آخری زندگی میں آپ سے ملاقات ہوجائے اور میرا دل خوش ہوجائے گھر میں سب سے سلامِ مسنون ودعا کے لیے کہیے میں سب کے لیے دعا کرتا ہوں۔

محمد احمد، الٰہ آباد

عزیز قلبی وروحی عزیز محترم ومخلصم راحت دل سلمہٗ
محبت نامہ ملا تھا، پڑھ کر دل بہت مسرور ہوا، آپ کے لیے دل سے دعا نکلی، وہاں کے حالات کا علم ہوکر دلی مسرت ہوئی، مواعظ اور مجالس کا حال معلوم ہوکر دل بہت مسرور ہوا، جلد خیریت سے مطلع فرمادیا کریں، والدہ اشتیاق کی حالت نازک ہے، دماغ فیل ہے، بے حد کمزوری ہے، اللہ رحم فرمائیں دعا فرمائیں، میں بھی بہت کمزور ہوگیا ہوں، مرض کا اثر کم وبیش برابر رہتا ہے، اب چلنے پھرنے حتیٰ کہ خط تحریر کرنے کی بھی ہمت نہیں، طالب دعا ہوں، آپ بہت زیادہ یاد آتے ہیں، برابر تہہ دل سے دعا کرتا رہتا ہوں۔
آپ کا مضمون البلاغ میں پڑھ کر دلی مسرت ہوئی ہے، عرفانِ محبت میں بھی کچھ تحریر فرمادیں، دوستوں کی رائے ہے کہ کاش اس آخری وقت میں پھر ایک بار ملاقات ہوجاتی، اور میرا دل مسرور ہوتا، آپ کی محبت سے دل بے حد متأثر ہے، آپ برابر اپنے مواعظ اور مجالس میں مجھے یاد فرماتے ہیں سب آپ کی محبت ہے، اللہ پاک بہتر سے بہتر جزاء عطا فرمائیں آپ کے محبت نامے کا انتظار ہے۔

محمد احمد، معرفت مدرسہ عربیہ بیت المعارف ۳۱۳، بخشی بازار الٰہ آباد۔ آج کل پھول پور میں قیام ہے۔

عزیز قلبی وروحی محترم ومعظم سلمہٗ

سلام مسنون ودعائیں، خدا کرے آپ بخیریت ہوں، اور صحت بہتر ہو، اور تمام متعلقین بھی بخیریت ہوں، برابر دعا کرتا رہتا ہوں، آپ کا محبت نامہ ملا تھا، دل مسرور ومخمور ہوگیا، کیا عرض کروں؟ آپ کتنا یاد آتے ہیں؟ آپ کا تذکرہ بھی ہوتا رہتا ہے، اب میں زیادہ کمزور ہوگیا ہوں، آنکھ کی روشنی بھی کم ہوگئی ہے، کمزوری کا حال یہ ہے کہ دس قدم چلنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے، پاؤں کانپتے ہیں، غذا بالکل برائے نام ہوتی ہے، کھڑا ہوتا ہوں، تو پاؤں کانپتے ہیں، آپ میرے لیے دعا تو فرماتے ہی ہیں، پھر بھی کہتا ہوں کہ میرے لیے دعا فرمائیں، میرا دل خود بھی بہت چاہتا ہے کہ میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں مگر بالکل سچ عرض کرتا ہوں کہ اس وقت اس قابل نہیں ہوں کہ سفر کروں ضعف بہت ہے، ریاح کا اثر دل پر ہوجاتا ہے، تو تکلیف زیادہ ہوجاتی ہے، چارپائی پر پڑا رہتا ہوں، علاج ہوتا رہتا ہے، مگر نفع بہت کم ہوتا ہے، آپ میرے لیے خوب دعا فرمائیں مجھے صحت ہوجائے اور قوت آجائے تو میرا ارادہ ہے کہ میں حاضر ہوں۔ انشاء اللہ۔ خیریت سے مطلع فرما کر میرے دل کو شاد فرمائیں۔

جب بھی خط لکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے پاس بیٹھے ہیں، اور خوب ہنس رہے ہیں، اللہ پاک وہ دن لائے کہ میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں یہ آپ کی محبت ہے کہ بیان میں میرے اشعار پڑھتے ہیں، آپ سے جو محبت اور دلی تعلق ہے وہ بیان نہیں کرسکتا میری دلی دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کو خوب صحت عطا فرمائے خوب خوب زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت فرمائیں۔

آپ کو یاد کیا کرتا ہوں
روح کو شاد کیا کرتا ہوں

اللہ پاک آپ کو سلامت رکھیں، اور خوب قوت اور طاقت عطا فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ دین کا کام لیں۔ فقط محمد احمد

عزیز قلبی وروحی عزیز محترم ومخلصم سلمہٗ

سلام مسنون ودعائیں۔ خدا کرے آپ کی صحت بہتر ہو، حاملِ رقعہ کے معرفت آج آپ کا محبت نامہ ملا تھا پڑھ کر دل کا عالم کچھ اور ہوگیا، بار بار پڑھا ہر بار آپ کے لیے دل سے دعائیں نکلتی رہیں، آپ کے حالات معلوم ہوتے ہیں، تو دل کا حال کچھ اور ہوجاتا ہے، آپ کی محبت سے دل بہت متأثر ہوتا ہے، اس وقت بھی معلوم ہورہا ہے کہ آپ میرے پاس بیٹھے ہیں، اور خوب ہنس رہے ہیں، آپ کا محبت نامہ ملتا

ہے تو میرا جو حال ہوتا ہے وہ بیان نہیں کرسکتا، کاش اس زندگی میں پھر ایک بار آپ سے ملاقات ہوجاتی۔ وہ دن یاد آتے ہیں جب آپ کا یہاں قیام تھا۔ اللہ پاک سے دعا کرتا ہوں کہ کہ پھر وہ دن لائے۔ خدا کرے نومبر میں آپ سے ملاقات ہوجائے۔ آپ کتنا یاد آتے ہیں بیان نہیں کرسکتا، الحمد للہ میری طبیعت بہتر ہے، کمزوری ہے، اللہ کا خاص کرم ہے، میرے روزے اور تراویح سب پورے ہوگئے، الحمد للہ تراویح میں قرآن پاک ختم ہوگیا، آپ کی محبت اور خلوص کا دل پر بہت اثر ہے، آپ کے لیے دل سے دعا کرتا رہتا ہوں، آپ میرے لیے دعا فرماتے رہیں، افریقی احباب تشریف لائے اور مقیم رہے، بہت مسرت ہوئی، آپ کی خاص محبت ہے جہاں جاتے ہیں، مجھے یاد رکھتے ہیں، اور میرے اشعار سناتے رہتے ہیں، اللہ پاک آپ کو بہتر سے بہتر جزائے خیر عطا فرمائیں، خیریت سے مطلع فرماتے رہیں، آپ سے جو تعلق اور محبت ہے وہ بیان نہیں کرسکتا آپ کو خود ہی معلوم ہے۔ محمد احمد الٰہ آباد، یکم شوال یوم جمعہ

عزیز قلبی وروحی محبی ومخلصی محترم ومخلصم سلمہٗ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے لیے برابر دعا کرتا ہوں آپ بہت یاد آتے ہیں، تہہ دل سے آپ کے لیے دعا کرتا ہوں، آپ کا محبت سے بھرا ہوا خط عزیزم دبیر میاں سلمہٗ سے ملا، پڑھ کر دل کا عالم کچھ اور ہوگیا، بار بار پڑھتا رہا اور پڑھتا رہتا ہوں، آپ کا محبت نامہ سرہانے رکھا ہے، جب دل چاہتا ہے پڑھتا ہوں، اللہ پاک آپ کو کامل صحت اور قوت عطا فرمائے آپ کی ذات سے زیادہ زیادہ طالبین کو نفع ہو، آپ جہاں بھی جاتے ہیں، مجھے یاد رکھتے ہیں، میرے اشعار پڑھتے ہیں، اس محبت کا کیا کہنا اللہ پاک آپ کو بہتر سے بہتر جزاء عطا فرمائیں۔ محمد احمد

ایک خط میں حج کی مبارک باد دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

محبی ومخلصی عزیز محترم ومخلصم سلمہٗ

سلام مسنون ودعائیں، کوئی دن ایسا نہیں کہ آپ کو بھول جاؤں۔ اس مرتبہ حج بھی مبارک ہو، اللہ پاک قبول فرمائیں، آپ بہت یاد آتے ہیں، تہہ دل سے برابر آپ کے لیے دعا کرتا ہوں۔ مجھے مرض کی تکلیف زیادہ ہے، کمزوری بہت ہے۔

ایک خط میں عمرہ کی مبارک باد دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

عمرہ کی نعمت قبول ہو، اور آپ بخیریت واپس آجائیں، میں نے دو تین مرتبہ آپ کو تار دیا تھا امید ہے کہ ملا ہوگا، واپسی پر خیریت اور کیفیت سے مطلع فرمائیں گے اور وہاں میرے لیے خوب خوب دعائیں فرمائیے گا۔ فقط دعا گو محمد احمد، الٰہ آباد

ایک خط میں حضرت عارفیؒ کی وفات پر لکھتے ہیں:

آپ کا وہ لفافہ بھی مل گیا جس میں حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر درج ہے، میرے دل پر بھی بہت اثر ہے اور دلی صدمہ ہے، مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے، اللہ پاک اُن کے درجات بلند فرمائیں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شیخ دوم تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ آپ سے کیسی محبت فرماتے تھے ذیل کی سطور میں ملاحظہ کیجئے:۔

جب بیعت ہونے کے لیے حضرت والاؒ نے حضرت پھول پوریؒ کو خط لکھا تو حضرت پھول پوریؒ نے جواب میں لکھا کہ ''آپ کا مزاج عاشقانہ معلوم ہوتا ہے اور اہلِ عشق اللہ تعالیٰ کا راستہ بہت جلد طے کر لیتے ہیں، محبت شیخ مبارک ہو، محبت شیخ تمام مقاماتِ سلوک کی مفتاح ہے''۔ پھر حضرت پھول پوریؒ نے حضرت شیخ کو اپنے حلقۂ ارادت میں قبول فرمالیا اور ذکر واذکار تلقین فرمائے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ''اختر میرے پیچھے پیچھے ایسے لگا رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ ماں کے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے''۔

حضرت پھول پوریؒ اپنا سب مال جو کچھ ہدیہ وغیرہ آتا تھا وہ حضرت والاؒ کے پاس رکھواتے تھے، تو ایک صاحب نے حضرت پھول پوریؒ سے حضرت والاؒ کی شکایت کی کہ حضرت! یہ تو ابھی نئے آئے ہیں! اور ان کی عمر بھی اٹھارہ سال ہے، آپ ان کو اتنی بڑی بڑی رقمیں دے دیتے ہیں! تو حضرت پھول پوریؒ اس شخص سے ناراض ہوگئے اور فرمایا کہ تم کس کی بات کر رہے ہو؟ وہ صاحب نسبت ہیں ان کے لیے ایک پیسہ اور ایک کروڑ روپیہ برابر ہے، جاؤ توبہ کرو ورنہ سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے، حالانکہ اس وقت حضرت والاؒ کی غربت کی حالت تھی، مگر حضرت پھول پوریؒ کو آپ پر بے حد اعتماد تھا۔ حضرت والاؒ نے اپنے آپ کو شیخ کی خدمت کے لیے اتنا مٹایا ہوا تھا کہ لوگ آپ کو عالم بھی نہیں سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوریؒ نے فرمایا کہ ''حکیم محمد اختر میرے غامض ودقیق مضامین کو بھی قلم بند کر لیتے ہیں''۔

حضرت والاؒ نے حضرت پھول پوریؒ کی مسلسل ۱۷ ؍سال خدمت کی، جس کی وجہ سے

حضرت پھول پوریؒ کی نظر میں بہت محبوب ہوگئے، یہاں تک کہ اگر حضرت تھوڑی دیر کے لیے الگ ہوجاتے تو حضرت پھول پوریؒ بےقراری سے پوچھتے کہ حکیم اختر کہاں ہیں؟

حضرت شیخ پھول پوریؒ کے انتقال سے چند دن پہلے حضرتؒ نے شیخ سے پوچھا کہ حضرت! آپ مجھ سے خوش ہیں؟ حضرت پھول پوریؒ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور فرمایا کہ بہت خوش ہوں، پھر حضرت نے عرض کیا کہ حضرت! دُعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دین کی دولت عطا فرما دیں، فرمایا کہ وہ تو عطا ہوچکی، پھر حضرت نے عرض کیا کہ دُعا فرما دیجئے کہ اللہ مجھ سے دین کا کام لے لے تو حضرت پھول پوریؒ نے ہاتھ اٹھا کہ بہت دیر تک دُعا فرمائی۔

حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ: ایک مرتبہ مثنوی کے بعض اشعار کے معانی تصدیق کے لیے حضرت والاؒ نے حضرت پھول پوریؒ کو سنانے شروع کیے مسلسل پانچ گھنٹے تک حضرت پھول پوریؒ غور سے سنتے رہے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، پھر آپ نے خوش ہوکر فرمایا، بتاؤ! آج کیا کھاؤ گے؟ حضرت والاؒ نے عرض کیا آپ جو بھی کھلا دیں، حضرت پھول پوریؒ گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ''حکیم اختر کے لیے تہری پکا دو''۔

حضرت پھول پوریؒ کسی بھی وقت اچانک فرماتے ''حکیم اختر دل میں ایک علمِ عظیم وارد ہوا ہے جلدی اس کو نوٹ کرو''۔

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ، حضرت والاؒ کے شیخ ثالث تھے اور اُن سے بھی آپ کو خرقۂ خلافت ملا، آپؒ حضرت والاؒ کی کتنی قدر فرماتے تھے ملاحظہ فرمائیے:۔

حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ: حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ جو کہ بڑے متبع سنت تھے کسی کی تعریف میں مبالغہ نہیں کرتے تھے، اور اگر کسی کی تعریف کرتے تو بہت ہی نپے تلے الفاظ استعمال کرتے، فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے جو کتابوں میں پڑھا تھا کہ سات سو/آٹھ سو برس پہلے لوگ کس طرح اپنے شیخ کی خدمت کیا کرتے تھے وہ ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا، مولانا حکیم محمد اختر کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ دورِ قدیم میں اس طرح خدمت کیا کرتے ہوں گے اور جب حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوریؒ کا انتقال ہوا تو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ نے حضرت والاؒ کو خط میں تحریر فرمایا کہ از ابتداء تا انتہا خدمت شیخ

مبارک ہو۔

پاکستان آنے کے سولہ سال بعد جب حضرت اپنے شیخِ ثالث حضرت مولانا ہردوئیؒ کی خدمت میں پہلی بار حاضر ہوئے تو حضرت ہردوئیؒ نے تمام اکابر اور دیگر احباب و متعلقین کو اطلاع کردی۔ پھر حضرت ہردوئیؒ نے آپ کو وعظ کہنے کا حکم فرمایا حضرتؒ نے بیان فرمایا جس سے تمام سامعین پر وجد طاری ہوا، اکابر بھی اشک بار تھے، حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ نے حیدرآباد (دکن انڈیا) میں ''عارف باللہ'' کا خطاب دیا تھا۔

ایک مرتبہ حضرتؒ کو خانقاہ کی تعمیر کے سلسلہ میں ایک بڑی رقم کی پیشکش ہوئی اور یہ قید لگائی گئی کہ آپ اس شخص کے بنگلہ تک جا کر رقم وصول کرلیں لیکن آپ نے وہاں جانے سے صاف انکار فرمادیا اور یہ بات اپنے شیخ حضرت ہردوئیؒ کو لکھی تو حضرت ہردوئیؒ نے جواب میں لکھا کہ ''مبارک ہو! تعمیر فقیری تعمیر شاہی سے افضل ہے''۔

حضرت ہردوئی رحمہ اللہ کی میز پر جو اہم کتابیں رکھی ہوتی تھیں، اُن میں پاکستان کی مطبوعہ خوبصورت جلد کی کتاب ''معارفِ مثنوی'' جو کہ حضرت والاؒ کی تالیف ہے بھی شامل ہوتی تھی۔

مولانا عبد القوی صاحب (انڈیا) لکھتے ہیں ''ایک دن ہم طلباء نے حضرت محی السنہؒ سے عرض کیا کہ طلباء میں بھی حکیم صاحبؒ کا بیان ہونا چاہیے! حضرتؒ نے اس کا باقاعدہ انتظام فرمایا''۔

مولانا عبد القوی صاحب (انڈیا) مزید لکھتے ہیں کہ ''جب حضرت حکیم صاحبؒ انڈیا تشریف لائے تو حضرت حکیم صاحبؒ کے مواعظ کے لیے شہر کی بڑی بڑی مساجد سے درخواستیں وصول ہورہی تھیں، لیکن حضرت محی السنہؒ نے آنے کے بعد یہ فرما کر کہ ''ایک عالم تین ہزار کلومیٹر سے سفر کرکے پہنچتا ہے اور آپ لوگ اس سے استفادہ کے لیے چند میل سے جمع نہیں ہوسکتے؟ بس مدرسہ میں قیام رہے گا اور بعد نمازِ مغرب مجالس ہوا کریں گی، جس کو استفادہ کرنا ہو، یہیں آکر کرے'' جگہ جگہ کے پروگراموں کو ختم فرمادیا''۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب فرزند و جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ: غالباً ۲۰۰۱ء میں حضرت ہردوئیؒ کا پاکستان کا آخری سفر ہوا تھا، حضرت ہردوئی کو رخصت کرنے حضرت وھیل چیئر پر ایئرپورٹ تشریف لے گئے تو حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض شاگرد اپنے اساتذہ سے اور بعض مرید اپنے مشائخ سے بڑھ جاتے ہیں، جیسے مولانا حکیم محمد اختر صاحب ہیں کہ ان کے مشائخ کا فیض اُن سے ساری دنیا میں جاری ہے۔

معارفِ مثنوی کے بارے میں ایک خط میں آپ کو تحریر فرماتے ہیں:۔

''معارفِ مثنوی کو مختلف مقامات سے دیکھا ماشاء اللہ مثنوی شریف کی خوب تشریح کی ہے، گاہ بگاہ اس کو اپنے یہاں بعد عصر سناتا بھی ہوں، اس بات سے بہت ہی مسرت ہے کہ اکابر کرام نے بھی اس کو پسند فرمایا اور یہاں کے بعض اکابر ہندوستان میں اس کی طباعت واشاعت کے خواہش مند ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمادیں اور لوگوں کو اس سے منتفع ہونے کی توفیق بخشیں۔ ابرارالحق ۲۲؍صفر ۹۵ھ''

معارفِ شمس تبریز کی تقریظ میں لکھتے ہیں:

''کتاب معارفِ شمس تبریز کے سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب اور حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ صاحب دامت برکاتہم نے جو آراء تحریر فرمائی ہیں اُن سے بے حد مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بھی مثلِ معارفِ مثنوی نفع بندگانِ خدائے تعالیٰ وطالبانِ ہدایت ومعرفت بنادیں اور قبول فرماویں، آمین۔ ابرارالحق

ناظم مجلس دعوۃ الحق ہردوئی، یوپی ہند، بعد ظہر، یوم الاحد ۲۶؍ربیع الاول ۱۳۹۶ھ''

ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق ہردوئیؒ نے جدہ میں حضرت والاؒ کو فرمایا کہ ''اختر! تمہیں جو یہ انعامات مل رہے ہیں، یہ سب حضرت شیخ پھولپوریؒ کی خدمت کا صدقہ ہے''۔ (آفتابِ نسبت مع اللہ ص:۴۳۰)

حضرت ہردوئیؒ نے آپ کو خلافت بھی عطا فرمائی، خلافت نامہ کی عبارت تبرکاً نقل کی جاتی ہے:

بنام حکیم محمد اختر صاحب

۲۸؍مئی ۱۹۶۷ء

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد

توکلاً علی اللہ تعالیٰ آپ کو بیعت وتلقین کی اجازت دیتا ہوں، اگر کوئی طالب اصلاح آپ سے رجوع کرے تو انکار نہ کریں، اللہ تعالیٰ آپ سے مخلوق کو استفادہ کی توفیق بخشیں اور اس کو قبول فرماویں۔ والسلام۔ حررہٗ ابرارالحق عفی عنہٗ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہر اس شخص سے محبت فرماتے تھے جو کسی بھی جہت سے دینی خدمت میں لگا ہوا ہو، چنانچہ ہندوستان اور پاکستان کا آپس میں بُعد ہونے کے باوجود وہاں ہوتے ہوئے یہاں کے حضرات کی خبر گیری رکھتے، اور جب کسی کی کوئی دینی خدمت سامنے آتی تو اس کی حوصلہ افزائی

فرماتے۔حضرت والاؒ کی تصانیف ''معارفِ مثنوی''اور''دنیا کی حقیقت'' جب حضرت کی خدمت میں پہنچیں تو حضرت والاؒ کومندرجہ ذیل خط روانہ فرمایا،جس کو پڑھ کرحضرت شیخؒ کی محبت کا اندازہ کیجئے:

عنایت فرمائے مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلمہٗ، بعد سلامِ مسنون آپ کی دو کتابیں ''معارفِ مثنوی''اور''دنیا کی حقیقت'' پہنچ کرموجبِ منت ہوئیں۔اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ کاتعلق اولاً مولانا پھول پوریؒ سےاورآخرمولانا ابرارالحق سے ہے،اللہ تعالیٰ دونوں کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے، اللہ تعالیٰ آپ کواس ہدیۂ سَنِیّہ کا دونوں جہاں میں بہترین بدلہ عطافرمائے، یہ دونوں کتابیں بھی سن لیں،مضامین ماشاءاللہ بہت اچھے ہیں،دل پراثر کرنے والے ہیں،اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کوقبول فرمائے،صدقہ جاریہ بنائے،اللہ تعالیٰ''معارفِ شمس تبریز'' کی طباعت کا بھی جلدازجلدانتظام فرمائے اور لوگوں کوان معارف سے زیادہ زیادہ متمتع فرمائے،آپ کی دیگر تالیفات کی قبولیت کے لیے دعا کرتا ہوں،اللہ تعالیٰ قبول فرمائے،ذخیرۂ آخرت بنائے،اوراپنے وقت پرحسنِ خاتمہ کی دولت سےنوازے۔ محمدزکریا مدینہ طیبہ ۱۱/۵/۷۶ء

حضرت شیخؒ کے دیگرخطوط:

مکرم ومحترم مدفیوضکم

بعدسلام مسنون۔گرامی نامہ آخررمضان میں پہنچا تھااس ناکارہ کوکئی سال سے رمضان میں ڈاک سننااور پھر جواب لکھنادشوار ہورہا ہےاوراس سال تو خاص طور سےطبیعت خراب رہی اخیر رمضان میں اور اِضافہ ہوگیا۔رمضان کے بعد سے جانے والوں کا ہجوم رہا،اب بھی بخارشدت سے ہے،اس لیے بڑی مشکل سے گرامی نامہ سنا اور مرسلہ فوٹو بھی۔آپ کا ایک خط عزیز محمد بنوری کے نام بھی پہنچا۔عزیز موصوف رمضان گزارکر۲/۳/دن ہوئے پاکستان جاچکا اورایک دوست سے اس کی بخیر واپسی بھی معلوم ہوگئی۔

جناب کی تعمیل حکم سے اس وقت معذور ہوں اور بظاہر حجاز پہنچنے سے پہلے اس کی اُمید بھی نہیں، بہت ہی افسوس کے ساتھ معذرت ہے کہ اپنے شدت بخار سے آپ کے خط کامفہوم بھی اچھی طرح سمجھ نہیں سکا۔صرف رفع انتظار کے لیے یہ کارڈ لکھوارہا ہوں۔آپ کا مراسلہ فتنہ مودودیت بھی پہنچ گیا تھا۔عزیز محمد بنوری پاکستان سے مختلف مطابع کے چند نسخے لےکرآیا تھا جواسی وقت میں نے پاکستانی مطبوعات کے شائقین کو دےدیئے تھے۔آپ کا خط بنام عزیز محمد بنوری ڈاک کاخط بھی بھیج دوں گا۔

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب باوجوداس ناکارہ کے منع کرنے کے رمضان المبارک میں تشریف لائے تھے،تھوڑی دیر کے لیے تھانہ بھون بھی تشریف لے گئے،بخیر ہیں۔قبل رمضان مولانا ابرارصاحب نے آپ کی تازہ تالیف''مجالس ابرار''

دی تھی۔ جو قبل رمضان دوثلث کے قریب سنی تھی۔ رمضان میں فرصت نہ ملی اب میرے سرہانے رکھی ہے۔ عنقریب سنوں گا، اس کے شروع میں ملفوظ ۵ر میں ''وعلم آدم الاسماء'' کی شرح میں بشمولیت ملائکہ کا لفظ لکھا ہے، مجھے اس کے حوالہ کی سخت ضرورت ہے، کہ میرا ایک پچاس سالہ اشکال اس سے حل ہو جائے گا، میں نے مولانا سے بھی یہی کہا تھا آپ کو بھی لکھتا ہوں اگر کسی معتبر کتاب میں مل جائے تو مدینہ کے پتہ سے مطلع کردیں۔ فقط حضرت شیخ مدظلہٗ، بقلم محمد شاہد غفرلہٗ از راقم سلام مسنون ۷ر شوال ۹۶ھ

مکرم ومحترم مدفیوضکم

بعد سلام مسنون۔ آپ کی دونوں کتابیں پہنچ گئیں ان کی رسید لکھوا چکا ہوں، اور دونوں کتابیں سن لیں۔ شاعری سے تو اس ناکارہ کو ذوق نہیں بلکہ آتی نہیں، مضامین ماشاء اللہ بہت اچھے ہیں، دل پر اثر کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو قبول فرمائے صدقہ جاریہ بنائے، آئندہ اس ناکارہ کو حجاز کے پتہ سے خط نہ لکھیں کہ وسط جمادی الثانی یہاں سے روانگی کا ارادہ ہے، اور کچھ دنوں مکہ مکرمہ قیام کے بعد اوائل رجب میں ہندوستان کا ارادہ ہے۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب، بقلم حبیب اللہ، ۱۱/۵/۷۶ء

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاری صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بہت ہی اونچی شخصیت تھے، حضرت والاؒ سے ملاقات اور حضرتؒ کی تالیف صدائے غیب کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

میرے محترم جناب مولانا محمد اختر صاحب زید مجدہٗ سے کراچی میں ۲ر مئی ۷۸ء کو شرفِ ملاقات میسر ہوا، ممدوح صاحبِ دل ہیں، دل سے صاحبِ سوز ہیں اور کلام سے صاحبِ ساز ہیں۔ اس سوز وساز کے ساتھ ممدوح نے اپنی تازہ تالیف ''صدائے غیب'' سے مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمایا۔ جس کے جستہ جستہ مقامات سے مستفید ہوا۔ کتاب حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کے تذکرے، ملفوظات اور منتخب کلام پر مشتمل ہے، ان اہل اللہ کا تذکرہ حق کا تذکرہ ہے۔ ''اذا ذکروا ذکر اللّٰہ واذا ذکر اللّٰہ ذکروا'' صاحبِ صدائے غیب اور موضوع تذکرہ حضرت پرتاب گڑھی کے ذکر مبارک نے دل میں سرور اور آنکھوں میں نور پیدا کردیا۔ حق تعالیٰ اس مبارک تذکرہ سے اور کلام عارفانہ سے اربابِ استعداد کو مستفید فرمائے اور یہ کلمات خیر بہت سوں کے لیے اکسیر شفا ثابت ہوں۔ آمین۔

محمد طیب رئیس جامعہ دارالعلوم دیوبند ۲ر مئی ۷۸ء

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

بلا شبہ مفتی اعظم پاکستان، فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ علوم و معارف کے غوامض ودقائق سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ ساتھ سلوک و احسان کے عظیم شاہسوار تھے، یہی وجہ تھی کہ جب کسی کی دینی خدمت سامنے آتی تو سراہے بغیر نہ رہتے اور پھر بالخصوص حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تو بہت زیادہ قدر فرماتے تھے، چنانچہ معارفِ مثنوی کے بارے میں اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

عزیزِ محترم مولوی حکیم محمد اختر صاحب نے جو معارفِ مثنوی اور اس کے مقدمے کے متعلق جستہ جستہ کچھ چیزیں مجھے سنائیں، اس سے اندازہ ہوا کہ یہ مثنوی مولانا رومیؒ کی بڑی مفید خدمت ہوگی، لوگوں کے لیے استفادہ آسان ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائیں، اور نفع مسلمین کا ذریعہ بنائیں، واللہ المستعان۔

بندہ محمد شفیع، دارالعلوم کراچی ۲۳ ؍رمضان ۱۳۹۲ھ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ایک مرتبہ حضرت مولانا عبد الغنی صاحب پھول پوریؒ سے فرمایا کہ ’’حکیم محمد اختر کو ماشاءاللہ حق تعالیٰ نے تحریر مضامین کا خوب سلیقہ عطا فرمایا ہے‘‘۔

حضرت مفتی صاحبؒ معارفِ شمس تبریز کی تقریظ میں لکھتے ہیں:

جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ نے چند سال قبل معارفِ مثنوی لکھی تھی جو بہت مقبول ہوئی اور عوام وخواص نے اس سے استفادہ کیا اور اس کے مطالعہ میں روحانی وایمانی کیف محسوس کیا۔ اب مولانا موصوف نے صاحبِ مثنوی مولانا رومؒ کے مرشد حضرت شمس تبریز کے دیوان کا اختصار کیا ہے اور ان اقتباسات کو مع ترجمہ وتشریح اہلِ دل کے سامنے پیش کیا ہے جو بہت ہی مفید ہیں۔ سالکانِ راہِ طریقت سے خصوصاً اور مسلمانوں سے عموماً امید ہے کہ اس کتاب معارفِ شمس تبریز سے پوری طرح مستفید ہوں گے اس کے مطالعہ سے ان شاءاللہ تعالیٰ باطن مجلّٰی ومزکّٰی ہوگا۔ وباللہ التوفیق

بندہ محمد شفیع ۱۱ ؍ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر، قائد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت عالمِ اسلام کی عظیم بین الاقوامی شخصیت تھی، شروع میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف نہ تھا جب معارفِ مثنوی دیکھی تو فرمایا کہ ’’لافرق بینک وبین مولانا روم‘‘۔ اور اپنی تقریظ میں تحریر فرمایا:

برادرِ محترم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیف لطیف ’’معارفِ مثنوی‘‘ پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی کہ جس کا مجھے تصوّر بھی نہ ہوسکتا تھا، فارسی واردو میں

قدرۃ شعر، حسن ذوق، پاکیزگی خیالات درد دل کا بہترین مرقع ہے، اب موصوف نے دیوانِ شمس تبریز جو عارف رومی متکلم کے شیخ ہیں، ان کے حقائق ومعارف کا انتخاب وتشریح وبیان لکھ کر اپنے حسنِ ذوق، لطافتِ طبع، سلامتِ فکر کا ایک اور شاہد عدل پیش کیا ہے، اللہ تعالیٰ اربابِ ذوق کو ان کی شگفتہ تالیفات وانتخابات سے مزید مستفید فرمائے۔آمین

محمد یوسف بنوری، سہ شنبہ ۸؍ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

محقق العصر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ، امام العصر حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے انقلابی شخصیت کے حامل جید عالمِ دین تھے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت نعمانیؒ کے محبت وعقیدت بھرے خطوط ملاحظہ فرمائیے:۔

مکرمی مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت فیوضکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی تالیف کتاب معارفِ مثنوی کا مطالعہ شروع کیا جب تک نیند نے مجبور نہیں کیا، پڑھتا رہا، کتاب کو بہت قابلِ قدر اور لذیذ پایا، مجھے برابر اس کتاب کا اشتیاق رہا، محترم حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم ایک دن عیادت کے لیے تشریف لائے اور آپ کی اس کتاب کا تحفہ ساتھ لائے، اس وقت سے یہ کتاب برابر میرے قریب رہتی ہے، الحمدللہ اس سے بہت نفع ہوا۔ شکر گزار اور دعا کا خواستگار۔

والسلام محمد منظور نعمانی، ۴؍ذوالحجہ ۹۷ھ

محمد منظور نعمانی
۳۱۔ نیا گاؤں۔ مغربی لکھنؤ
۲۸؍ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

محترمی ومکرمی حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت اتفاق سے لفافہ نہیں ہے، اور چاہتا ہوں کہ یہ عریضہ اس وقت لکھوں، اس لیے کارڈ ہی سے لفافہ لینے پر مجبور ہوں، صبح ایک صاحب گرامی نامہ لے کر تشریف لائے تھے، میں نے چاہا کہ اس وقت حکم کی تعمیل کردوں، لیکن نہ کرسکا اُن سے عرض کردیا کہ آپ تشریف لے جائیں لفافہ آج ہی لے کر ڈاک سے روانہ کردوں گا چنانچہ یہ سطریں حاضر خدمت ہیں:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کئی سال پہلے کی بات ہے کہ عاجز حجاز مقدس گیا ہوا تھا ہندوستان دہلی کے لیے مکہ مکرمہ سے جدہ آیا اور حسب معمول اپنے مستقل عنایت فرما مہمان بھائی الحاج محمد نور عبد القادر اور الحاج محمد ولی عبداللہ نورولی کے ہاں (بیت نورولی) میں قیام کیا وہاں پہلی مرتبہ یہ کتاب ''معارفِ مثنوی'' (مطبوعہ کراچی پاکستان) نظر پڑی، ہاتھ میں لے کر ورق گردانی کی، بڑی لذیذ ومفید کتاب معلوم ہوئی، پھر اُس رات کا بڑا حصہ اُسی کے مطالعہ کی نذر ہوگیا، اور دل میں اس کتاب کے حاصل ہونے کی خواہش پیدا ہوئی، اس عاجز کی یہ خواہش غالبًا حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت فیوضہم کے علم میں آئی، تو حضرت ممدوح نے اس زمانہ میں اس کا ایک نسخہ مرحمت فرمایا، جس کے مطالعہ سے یہ عاجز حسب توفیق ہدایت اور لطف ولذت حاصل کرتا ہے۔ اب یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی کہ حضرت مولانا ممدوح دامت فیوضہم کے زیرِ سرپرستی ادارہ اشاعت الحق ہردوئی کی طرف سے یہاں ہندوستان میں بھی اس کی طباعت کا اہتمام ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے نافع بنائے اور محترم مصنف اور حضرت مولانا مدظلہٗ کے رفع درجات کا وسیلہ بنائے۔

حضرت مولانا دامت فیوضہم وبرکاتہم کی خدمت میں سلام مسنون اور حضرت اور آپ سے بھی دعا کی استدعا۔ محمد منظور نعمانی، لکھنؤ

محمد منظور نعمانی

۳۱۔ نیا گاؤں۔ مغربی لکھنؤ

۱۹۸۰/۲/۵ء

محترمی ومکرمی حضرت حکیم صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ موجب شرف ومسرت ہوا، اللہ تعالیٰ ہردوئی کا قیام ہر حیثیت سے مبارک فرمائے، بڑی عنایت فرمائی کہ گرامی نامہ سے نوازا اور اس طرح عرف کے مطابق ''نصف ملاقات'' نصیب ہوگئی۔

یہ عاجز جیسا کہ جناب کو معلوم ہے سفر سے معذور ہے، اس لیے ہردوئی حاضری کی توفیق نہیں ہوتی، حالانکہ میں اس کا ضرورت مند تھا۔

جناب کے لیے دل سے دعا گو اور خود دعاؤں کا بے حد محتاج ہوں۔ اگر مناسب سمجھیں تو حضرت مولانا دامت برکاتہم کی خدمت میں اس عاجز کا سلام عرض کردیں اور دعا کی درخواست۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ محمد منظور نعمانی

محمد منظور نعمانی
رئیس تحریر مجلّہ الفرقان لکھنؤ (الہند)

محترمی ومکرمی حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت فیوضکم وبرکاتکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دوسال ہوئے جدہ میں ایک رات کو اپنے مستقل میزبان حاجی محمد نورولی صاحب کے یہاں قیام تھا اسی کمرہ میں آپ کی کتاب معارفِ مثنوی کا نسخہ نظر پڑا، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہٗ تشریف لائے ہوئے ہیں، اوراُن کے ساتھ حکیم افہام اللہ صاحب بھی ہیں، آج سب ہی وہ دوسری جگہ مقیم ہیں، یہ کتاب ان دونوں حضرات ہی میں سے کسی ایک کی ہے، میں نے سوچا کہ کم ازکم مطالعہ کرنا میرے لیے جائز ہے، مطالعہ شروع کیا جب تک نیند نے مجبورنہیں کیا پڑھتا رہا، کتاب کو بہت قابلِ قدراورلذیذ پایا صبح ہی میں جدہ سے روانہ ہوگیا، یہاں پہنچ کر جب حکیم افہام اللہ صاحب سے پہلی ملاقات ہوئی، تو میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا، اورفرمائش کی کہ پہلے وہ کتاب کچھ دنوں کے لیے عاریۃً بھیج دیجئے انہوں نے وعدہ فرمالیا اور یقیناً دل سے عدہ فرمالیا لیکن یہ بات عمل میں نہ آسکی، اور مجھے برابر اشتیاق اورانتظار رہا، ادھرقریب چار ماہ سے میں مریض اورصاحب فراش ہوں الحمد للہ اب حالت پہلے سے بہت بہتر ہے، اب سے قریباً دومہینے پہلے حضرت مولانا ابرارالحق صاحب مدظلہٗ ایک دن عیادت کے لیے تشریف لائے اورآپ کی اس کتاب کا تحفہ ساتھ لائے اس وقت سے وہ کتاب برابرمیرے قریب رہتی ہے، الحمد للہ اس سے بہت نفع ہوا، اتنی طویل داستان صرف اس لیے لکھی کہ آپ کا دل خوش ہو۔
شکرگزاراوردعا کا خواستگار رہوں۔ والسلام (مولانا) محمد منظورنعمانی بقلم حفیظ اللہ

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ عارفی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے شاندارتاثرات مندرجہ ذیل تحریر میں ملاحظہ فرمائیے:۔

ہمارے عزیز محترم مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا کیفِ باطن عطا فرمایا ہے، جو دوسروں کے لیے بھی کیف آفریں ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

عزیز موصوف میں معارف وحقائق کا جو ذوق پایا جاتا ہے، یہ سب ان کے بزرگوں کا فیضان ہے، کچھ عرصے سے موصوف اسی موضوع کی تالیفات میں والہانہ انداز

سے مصروف و مشغول ہیں، چنانچہ اس سے قبل انہوں نے مولانا رومؒ کی مثنوی کا اقتباس وشرح معارفِ مثنوی کے نام سے تالیف کیا ہے، جس میں خود اپنے ہی ذوقیات سے معارف وحقائق کو منظوم شرح وبسط بھی کیا ہے، یہ کتاب شائع ہو چکی ہے، اور اہلِ ذوق نے بہت پسند کیا ہے، اللّٰھم زدفزد، اسی ذیل میں یہ تالیف موسوم بہ ''معارف شمس تبریز'' آپ کے پیش نظر ہے، اس میں عزیز موصوف کا ذوق وجدانی کارفرما ہے، اور ماشاء اللہ بڑے بڑے حقائق اور معارف غامضہ وعمیق جس سے دیوانِ شمس تبریز لبریز ہے، بہت شگفتہ اور سلیس زبان میں اس کی شرح فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بھی شرف قبولیت خواص وعوام مرحمت فرمائے۔ آمین۔ دعا گو احقر محمد عبدالحیٔ عفی عنہ ۲۹؍شوال ۹۲ھ ۶؍دسمبر ۷۲ھ کراچی

حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ صاحب عارفیؒ ''مذاکرات دکن'' کی تقریظ میں لکھتے ہیں:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

عزیزم مولانا حکیم محمد اختر سلمہٗ اللہ تعالیٰ کی جملہ تالیفات کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے فضل خاص سے عوام وخواص امت نے بہ نظر تحسین دیکھا اور مفید پایا جس میں معارفِ مثنوی مولانا رومؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ عزیز موصوف کی مجالس ومواعظ سے بھی ماشاء اللہ خلق کو نفع ہو رہا ہے۔

حیدر آباد دکن میں آپ کے مواعظ سے کچھ کچھ اقتباسات مولانا محمد رضوان القاسمی فاضل دیوبند نے مقامی اخبار روزنامہ ''نوید دکن'' کا کالم ''ندائے حجاز'' میں جو مسلسل کئی روز شائع کیا تھا ان کا مجموعہ بعنوان ''مواعظ حیدر آباد دکن'' کراچی سے شائع کیا جا رہا ہے۔ ان مضامین کا کچھ حصہ احقر نے بالاستیعاب اور کچھ حصہ جستہ جستہ دیکھا ماشاء اللہ ع

از دل خیزد بر دل ریزد

کا مصداق ہے۔ مجھے اس بات سے خاص طور پر مسرت ہوئی ہے کہ عزیز موصوف کی تقاریر میں وہی جھلک وانداز بیان ہے جو خانقاہِ تھانہ بھون کا طرہ امتیاز ہے ''جاذبیت ونافعیت''

دل سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس کتاب کو نیز موصوف کی جملہ تالیفات اور خدماتِ دینیہ کو حسن قبول عطا فرمائیں۔ دعا گو محمد عبدالحیٔ عفی عنہ

مرشد ملت حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے بارے میں اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

حضرت والاؒ (ڈاکٹر محمد عبد الحیٔ عارفیؒ) سے احقر کا ۱۹۵۰ء سے تعلق تھا، حضرت جون پور سے پھول پور تشریف لایا کرتے تھے، اور اپنے اشعار عارفانہ حضرت شیخ پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کو بہت کیف سے سنایا کرتے تھے۔ (اشاعت خصوصی ماہنامہ البلاغ عارفی نمبر ص:۳۰۷)

حضرت والاؒ فرماتے تھے کہ جب بھی کسی سفر میں جاتا تھا تو سب سے پہلے حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضرتؒ کافی دیر تک خوب دعائیں پڑھ کر مجھ پر دم فرماتے تھے اور جب سفر سے واپسی ہوتی تب یہی صورتحال ہوتی۔

حضرت بابا نجم احسن رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا صاحبؒ بھی حضرت والاؒ سے بے حد محبت فرماتے تھے، اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

> مجالس ابرار کی ترتیب سے عزیز وافر تمیز عزیزم مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلمہٗ اللہ نے بڑا ہی کارِ خیر و مطلوب انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ فیضانِ ابرار کو تا دیر قائم رکھے اور اختری مساعی کو قبول و مقبول فرمائے۔ ناکارہ آوارہ نجم احسن نگرامی ۲/رج/۱۳۹۶ھ

ابو البکاء حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا فقیر محمد پشاوریؒ حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مجاز تھے، حضرت والاؒ سے محبت فرماتے تھے، آپ کی مسجد میں ایک مرتبہ حضرت والاؒ نے بیان فرمایا تو آپ بہت خوش ہوئے اور یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ حکیم محمد اختر صاحب کو لسانِ اشرف عطا فرما دے۔ (عرفانِ محبت ص: ۳۳/)

ایک خط کے جواب میں لکھتے ہیں:

> ''دل سے دعا ہے کہ اس خط میں جو مقاصد مذکور ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سب کو پورا فرمادیں اور غیب سے تکمیل کا سامان فرمادیں اور اِس خانقاہ کو جلد مکمل فرمادیں تا کہ ہم اس کو دیکھ سکیں اور مولانا حکیم محمد اختر صاحب کا فیض عام و تام فرمائیں، عرب عجم سب میں۔ دعا گو و دعا جو فقیر محمدؒ''۔

حضرت مولانا محمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حافظ جی حضور)

حضرت مولانا محمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنگلہ دیش میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے ایک خط کے جواب میں حضرت والاؒ کو لکھتے ہیں:

> ''جنابِ مکرم و محترم
> السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
> عرض یہ ہے کہ آپ کے مذکورہ بالا ارادہ سے انتہائی مسرت ہوئی، میں دل و جان سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ان مقاصد حسنہ میں پوری کامیابی عطا فرمادیں۔ احقر محمد اللہ عفی عنہ، مشرقی پاکستان، ۷/ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ''۔

مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مسیح اللہؒ حضرت تھانویؒ کے مجازِ بیعت تھے، اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''مکرم ومحترم بندہ دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بفضلہٖ تعالیٰ خیریت ہے، مزاج آنمحترم معلوم ہوکر دل شاد ہوا، یادآوری کا شکریہ، آنمحترم کی ارسال کردہ کتب مؤلفہ موصول ہوئیں۔ بے حد مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ ظاہری وباطنی برکات سے نوازیں، خلائق رجوع الی الاستفاضہ ہو۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً۔ اللہ تعالیٰ خدمات قبول فرمائیں۔آمین، جلدی میں لکھا ہے، ابھی ابھی جارہا ہوں، روانگی ہے۔

والسلام احقر محمد مسیح اللہ، لاہور۔ ۲۷/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ، ۶/جون ۱۹۷۸ء منگل

مفکّرِ امّت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ نے حضرت والاؒ کے متعلق فرمایا: ''حکیم صاحب نے اردو میں مثنوی کی ایک نئے طرز کی خدمت کی ہے (انہوں نے) مولانا رومؒ کا خوانِ نصیحت وحکمت چُن دیا ہے اوراُن موتیوں کو جو مثنوی کے دفتر میں محفوظ تھے، لوگوں کی دسترس میں دے دیا ہے''۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے خلیفۂ اجل تھے۔ حضرت والاؒ سے بڑی محبت فرماتے تھے ملاحظہ فرمائیے:

جانشین حضرت والاؒ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں انڈیا تشریف لے گئے تو حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ کہنے کا حکم فرمایا اور تمام اکابر ومشائخ کو بھی بلالیا۔ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ بنگال میں تھے جہاں اُن کی آنکھوں کا آپریشن ہوا تھا لیکن پھر بھی حضرت مفتی صاحب تشریف لائے اور حضرت والاؒ سے فرمایا کہ ڈاکٹر مجھ کو سفر سے منع کررہے تھے، کہ سفر نہ کریں آنکھ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، لیکن میں آپ کی محبت میں آگیا، حضرت فرماتے تھے کہ مفتی گنگوہی صاحبؒ کی موجودگی میں مجھے جھجک ہورہی تھی، میں نے عرض کیا کہ مفتی صاحب! آپ اپنے کمرے میں تشریف لے جاکر آرام فرمائیں، تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ اچھا! آپ مجھے اپنے وعظ سے محروم کرنا چاہتے ہیں؟

غرض حضرتؒ نے بیان فرمایا، جس سے تمام سامعین پر وجد طاری ہوا، اکابر بھی اشک بار تھے۔

حضرتؒ کے فرزند و جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم مزید فرماتے ہیں ''ایک موقع پر دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ نے حضرت والاؒ کا بیان اول تا آخر سماعت فرمایا اور پھر حضرت والاؒ کو یوں مبارک باد دی کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دل دیتا ہے تو زبان نہیں دیتا، کسی کو زبان دیتا ہے تو دل نہیں دیتا، مولانا حکیم محمد اختر مبارک ہو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں تڑپتا ہوا دل اور شیرینی زبان دونوں عطا کی ہے''۔

حضرت والاؒ اپنے وعظ میں فرماتے ہیں:

''جب میں سولہ سال کے بعد ہردوئی گیا میرے وہاں پہنچنے کی اطلاع جب حضرت مفتی صاحبؒ کو ہوئی تو حالانکہ حضرت مفتی صاحبؒ کی آنکھوں کا کلکتے میں آپریشن ہوا تھا اور ڈاکٹروں نے سفر سے منع کیا تھا مگر حضرت پھر بھی تشریف لے آئے اور میرے لیے فرمایا کہ یہ میرا خاص دوست ہے کہ سولہ سال بعد آیا ہے کچھ بھی ہو میں ضرور ملنے جاؤں گا تو کلکتے سے حضرت تشریف لائے حالانکہ آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی، میں نے کہا کہ حضرت نے اختر پر شفقت فرمائی تو فرمایا کہ تم اختر نہیں ہو، اختر تو ستارہ ہوتا ہے تم تو شمس ہو''۔ (آفتابِ نسبت مع اللہ ص:۴۳۵)

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی صاحبؒ اپنے ایک خط میں حضرت والاؒ کو لکھتے ہیں:

مکرم و محترم جناب حکیم صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ صادر ہوا۔ سرائے میر جلسہ میں جانا ہوا، حضرت مولانا ابرارالحق صاحب بھی تشریف لے گئے تھے۔ آپ حضرات بہت یاد آئے۔ پھول پور کی مسجد میں ہی نماز پڑھی۔

مرحبا اے بلبلِ باغِ کہن
از گلِ رعنا بگو با ما سخن

والسلام احقر محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۲/۳ھ

معاصرین

حضرت حبیب الحسن خان شیروانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حبیب الحسن خان شیروانیؒ، خلیفہ حضرت پھول پوریؒ نے فرمایا کہ ''حکیم اختر صاحب نے جس طرح سولہ سال شیخ کی خدمت میں گذارے ہیں ہم جیسا ایک دن نہیں گذار سکتا تھا''۔

علامہ محی الدین زاہدی قاسمی (ایرانی)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی معارفِ مثنوی دیکھ فرمایا: ''ہر کہ مثنوی اختر را بخواند اورا مثنوی مولانا روم پندارد لاریب کہ مولانا حکیم محمد اختر رومی عصر اند''

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لُدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی صاحبؒ کا جو آپ سے تعلق رہا وہ سب پر عیاں ہے، کئی سال آپؒ اور مفتی صاحبؒ نے ایک دوسرے کے پڑوسی بن کر گزارے اور مل جل کر دینی خدمات انجام دیں، حضرت والاؒ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہمارے وزیرِ خارجہ ہیں، مفتی صاحبؒ نے مثنوی کی شرح کو حضرت پھول پوریؒ کا فیض قرار دیتے ہوئے فرمایا: ''حضرت پھول پوریؒ مثنوی رومی کی مجسم تصویر اور چلتی پھرتی تفسیر تھے، حضرتؒ نے اپنی ترجمانی کے لیے زبانِ اختر کو منتخب فرمایا تو ظاہر ہے اس کی حسن تعبیر کے لیے کتنی دعائیں کی ہوں گی''۔

معارفِ شمس تبریز پر اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

رشید احمد

برادرِ محترم مولانا حکیم محمد اختر صاحب نے معارفِ شمس تبریز پر تقریظ لکھنے کی فرمائش کی، جس نے سال ہاسال مصنف کا مطالعہ کیا ہو اسے تقریظ لکھنے کے لیے تصنیف دیکھنے کی حاجت نہیں۔

حضرت پھول پوری قدس سرہٗ کی طویل صحبت کی برکت سے موصوف میں حسن انتخاب کیا حسن بیان کی جو صلاحیت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے وہ آپ کی تصنیف معارفِ مثنوی سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ معارفِ مثنوی کی طرح معارفِ شمس تبریز کو بھی شرفِ قبولیت سے نوازیں اور اپنی معرفت ومحبت کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

رشید احمد عفا اللہ عنہٗ ۸/۴/۹۶ھ

حضرت الحاج نواب محمد عشرت علی خان قیصر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نواب صاحبؒ حضرت تھانویؒ کے مسترشد اور حضرت مولانا فقیر محمد پشاوریؒ اور حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کے خلیفۂ مجاز تھے حضرتؒ سے بڑا تعلق تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ ''حضرت حکیم صاحبؒ ہمارے بزرگوں کی یادگار ہیں''۔ حضرت نواب صاحبؒ کا ایک خط ملاحظہ فرمایئے جو حضرت والاؒ سے محبت وعقیدت سے بھرپور ہے:۔

''مکرم ومحترم حضرت اقدس جناب حکیم صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجلس صیانۃ المسلمین کے سالانہ اجتماع میں آپ کی شرکت تمام شرکا کے لیے مفید اور نافع ثابت ہوئی، نیز مجلس کی ترقی واشاعت میں نہایت ممد ومعاون ہوئی۔ کراچی اور سندھ سے مجلس کے سالانہ اجتماع میں اس قدر کثرت اور اخلاص سے اپنے احباب ومنتسبین کی شرکت کا واحد سبب جناب کی ذاتِ بابرکات ہے۔ ''متّعنا اللہ تعالیٰ بطول بقائکم الاعلیٰ والعافیۃ الکاملۃ والصحۃ التامّۃ'' اللہ تعالیٰ تادیر صحت وعافیت وترقی درجات سے آپ کا سایہ ہم خدّام کے سروں پر قائم رکھے۔ آمین بحق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

الحمدللہ بندہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ روزانہ آپ کے حق میں اور آپ کے اہل وعیال کے لیے دعائے خیر کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی صحت وتندرستی وقوت میں اضافہ فرمائے، تاکہ جو خدمت دین بذریعۂ وعظ وتدریس وتبلیغ وتلقین وتربیت سالکین، آپ سے اللہ تعالیٰ لے رہے ہیں وہ آپ خوب لطف وبشاشت سے انجام دیتے رہیں اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے نوازیں۔

جناب کے گرامی نامہ کے جواب میں طویل تحریر کی معافی چاہتا ہوں۔ اپنے لیے اور اپنے اہلِ خانہ کے واسطے دعاؤں کا محتاج ہوں، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ معذوریٔ اعضاء سے محفوظ رکھیں۔ حسنِ عبادت اور خاتمہ بالخیر کے لیے دعا کریں۔ فقط والسلام خادم احقر محمد قیصر عفی عنہٗ

مقیم حال اسلام آباد ۳؍ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ، ۲۵؍اکتوبر ۹۰ء

حضرت الحاج محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی محمد فاروق صاحبؒ مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے آپ کے ذریعہ سے حضرت مسیح الامتؒ کا فیض رواں دواں تھا۔ حضرت والاؒ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ خطوط ملاحظہ ہوں:

''۲۵؍۱؍۱۴۱۷ھ

۱۲؍۶؍۹۶ھ

اختر الملت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہٗ
حضرت اقدس دام ظلکم السامی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بفضلہٖ تعالیٰ خیریت ہے، حضرت کا عنایت نامہ آج صادر ہوا، علالت کا علم ہوکر بہت دل دکھا۔ بتوفیقہٖ تعالیٰ بندہ دعائیں کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہر قسم کے امراضِ بدنی سے بعافیت شفائے عاجلہ عطا فرماویں۔ آمین۔ اچھی قوت وصحتِ کاملہ نصیب رکھیں۔ بالخصوص آپ کی عمر میں افزونی فرماویں۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ حضرت کا ٹھنڈا سایہ تادیر سلامت رکھیں، حضرت نے والہ نامہ ارسال فرما کر احسانِ عظیم فرمایا، بندہ لاہور اسلام آباد وغیرہ جا رہا ہے۔ از دل کرم کسی سے طبع شریف کا حال لکھوا کر بھجوا دیں۔ دل آپ کی طرف لگا ہوا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ سفر سے واپسی پر عیادت کے لیے حاضر ہوگا حضرت سے دعا کی التماس ہے۔ وباللہ التوفیق والسلام محمد فاروق

حضرت اقدس دام ظلکم العالی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بفضلہٖ تعالیٰ خیریت ہے، امید ہے کہ حضرت کے مزاج سامی بخیر ہوں گے، سفر سے واپسی پر حضرت کے مواعظ دردِ محبت کی جلد اول دستیاب ہوئی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ کما ھو شانہٗ ۔حضرت کی عنایتِ خاص پر یہ نالائق شکر گزار ہے اور دعا گو ہے۔ بحمد اللہ سفر میں ہر مقام پر حضرت کے لیے دعائے صحت وافزونی عمر، بلندیٔ مراتب مزید کی توفیق ملتی رہی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے فیضان کو جاری وساری رکھیں۔ آمین والسلام خادمکم محمد فاروق ۲۷/۳/۱۷ھ''

حضرت الحاج محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی محمد افضل صاحبؒ حضرت مفتی محمد حسن امرتسریؒ کے خلیفۂ مجاز تھے، حضرت والاؒ سے عقیدت رکھتے تھے خط ملاحظہ ہو:

حضرت محترم المقام مخدومی ومکرمی وسیدی الحاج مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم وانوارہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت کا صحیفۂ گرامی باعث شرف وسعادت ہوا، عریضہ لکھنے میں تاخیر ہوتی گئی، یہ بھی وجہ تھی کہ ابھی تک سفر کا نظام وانتظام مرتب نہیں ہوسکا۔

اب ۸/ دسمبر کو یہاں سے واپسی مظنون ہے، آپ دعا فرمادیں کہ ہمارا وزٹ ویزا آئندہ دوچار دنوں میں جدہ سے خانقاہ آجائے، تاکہ ہم اپنے پاسپورٹوں میں ٹھپّہ لگوالیں اور حاضریٔ حرمین شریفین کی سعادت حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور رحمتِ کاملہ سے عطا فرمادیں۔ اس دفعہ ۱۸/ ماہ کا فصل ہوگیا ہے۔ اور یہ ۱۹۸۹ء کا سال خالی جارہاہے۔

حضرت کا مشرف وشفقت ومکرم نامہ رنگین بھی تھا، معرفت سے بھی معمور اور محبت ورافت سے سے بھی بھرپور۔ یہاں تو محض خشکی ہے، یہ عریضہ اتنے بالائے بالا کی خدمت میں لکھنے کی توفیق بھی بڑا انعام ہے ورنہ ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
بادِ صبا تیری مہربانی

معلوم نہیں یہ شعر جو آپ کی مخاطبت کی برکت سے وارد ہوا ہے درست بھی ہے یا نہیں؟۔

آپ کی یہ دعا آپ کو حق تعالیٰ کے ہاں سے اس انعام وعطایا عالی ظرفی کی مبارک اور اس عالی ظرفی کے ساتھ اپنے ساتھ اس احقر الناس کا شمولیت فرمانا ''نورٌ فوق نورٌ فوق نورٌ کے مترادف ہے۔

''دولتِ ایماں بزیادت حلاوتِ ایماں اور استقامت احقر کو اور آپ کو نیز ہم دونوں کے متعلقین کو بھی عطا فرمادیں، آمین۔ احقر کو اور آپ کو ہم دونوں کو اولیائے صدیقین کی آخری اُس سرحد تک پہنچادیں جہاں وِلایت کی منتہیٰ ہے آخری''۔

یہ خط کشیدہ دعا میرے تخیل بھی نہ آسکتی تھی آپ کی عالی ظرفی کے طفیل اور آپ کے اُس دعا فرمانے کے طفیل ووسیلہ سے اللہ تعالیٰ اس عاجز کو بھی آپ کی جوتیوں کا (اُس صدیقین کی سرحد تک جہاں وِلایت کی منتہیٰ ہے) جزو ینفک بنادیں۔ آمین ثم آمین۔ جملہ اہالیانِ خانقاہ شریف کی خدمات اقدس میں سلام مسنون وآداب۔ بندہ محمد افضل، یکم جمادی الاول ۱۴۱۰ھ، ۲۹/ نومبر ۱۹۸۹ء

حضرت مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالغنی صاحبؒ مولانا عبدالقوی صاحب، (انڈیا) کے والد تھے، جب حضرت والاؒ ہردوئی تشریف لے جاتے تو آپ اور حضرت والاؒ، ہردوئی میں اکھٹے حضرت ہردوئیؒ کی خدمت میں ہوتے۔ وہیں حیدرآباد میں ایک مرتبہ آپ کے بیان کا اشتہار دیواروں پر لگایا گیا تو اس میں حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ کے حکم سے آپ کے نام کے ساتھ ''عارف باللہ'' کا اضافہ کیا گیا اس کے متعلق مولانا عبدالغنی صاحبؒ لکھتے ہیں:

۷۸۶
عبدالغنی غفرلہٗ

عزیزم مولانا حکیم اختر صاحب زیدلطفہٗ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ بخیریت ہے۔ حیدرآباد والا اشتہار پڑھ کر بہت خوشی ہوئی یہ اعزاز آپ کو بزرگوں کی خدمت کا صلہ ہے، اپنے اساتذہ اور بڑوں اور بزرگوں کی خدمت کرنے والا کبھی محروم نہیں ہوتا ہے، حضرت بلالؓ سے لے کر اب تک یہی پڑھا ہے اور دیکھا ہے اور سنا ہے۔

یہ آپ کے لیے بڑی آزمائش ہے دل میں گھمنڈ اور غرور نہ پیدا ہو، بہت سنبھل کر رہنا۔ میرے لیے اطمینان اور سکون اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرنا۔ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب سے سلام کہنا اور میرے لیے دعا کی درخواست کرنا۔

عبدالغنی غفرلہٗ ۳/۷/۱۴۰۰ھ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اور حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفیؒ سے مجازِ بیعت، اور زمانے کی مشہور شخصیت تھے، حضرت والاؒ سے بڑی محبت اور تعلق تھا، آپ کے فرزند نسبتی جناب الحاج عبداللطیف طاہر صاحب نے بتلایا کہ ایک مرتبہ حضرت لدھیانوی شہیدؒ اپنی مسجد فلاح میں بیان کے لیے بیٹھے تو حضرت حکیم صاحبؒ تشریف لے آئے، حضرت لدھیانویؒ نے حضرت حکیم صاحبؒ سے فرمایا کہ حضرت! آپ بیان فرمائیں، حضرت حکیم صاحبؒ نے فرمایا، نہیں! آپ ہی فرمائیں آپ کا ایک سلسلہ اور معمول ہے پھر بھی حضرت لدھیانویؒ نے اصرار کیا کہ نہیں حضرت! آپ ہی بیان فرمائیں یہ تھی ہمارے اکابرین کی محبت وعقیدت ایک دوسرے سے۔ ماہنامہ بینات رمضان ۱۴۱۹ھ کے شمارے میں حضرت والاؒ کی اہلیہ کی وفات پر اپنے تعزیتی شذرے میں حضرت لدھیانویؒ

رقمطراز ہیں ’’حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کی صحبت وتربیت نے اُن کو کندن بنادیا تھا‘‘۔

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ جامعہ بنوری ٹاؤن کے سابق مہتمم وشیخ الحدیث، حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے داماد اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز تھے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ عارف باللہ ہیں اور انہوں نے ماہنامہ بینات میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون کے ساتھ عارف باللہ کا اِضافہ کروایا تھا۔

حضرت مفتی ڈاکٹر نظام الدین شامزئی شہید رحمۃ اللہ علیہ

آپ جامعہ بنوری ٹاؤن کے شیخ الحدیث اور حضرت شاہ نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز تھے فرمایا کرتے تھے کہ ’’حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی نسبت بہت قوی ہے، اُن کے سب مریدین اُن کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں‘‘۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابر کی اتباع نصیب فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد والہٖ وأصحابہٖ اجمعین

❁

حضرت اقدس حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل اللہ کا صحبت یافتہ ایک عالم میرے پاس لاؤ اور ایک عالم ایسا لاؤ جو اللہ والوں کا صحبت یافتہ نہ ہو اور دونوں بہت بڑے عالم ہوں، مگر مجھے نہ بتایا جائے اور مجھے ۵؍ منٹ کا وقت دِیا جائے، میں بتادوں گا کہ یہ عالم اللہ والوں کا تربیت یافتہ ہے اور یہ عالم تربیت یافتہ نہیں ہے۔ میں دورانِ گفتگو اُس کے اندازِ گفتگو سے، اس کے چہرے اور کندھوں کے نشیب وفراز سے اور الفاظ کے استعمال سے اور آنکھوں اور چہرے سے بتادوں گا کہ یہ شخص اللہ والوں کا صحبت یافتہ ہے یا نہیں؟۔

(ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ)

میں داستانِ دردِ جگر کس کو سناؤں
اختؔر میں اپنا زخمِ جگر کس کو دِکھاؤں
(حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)
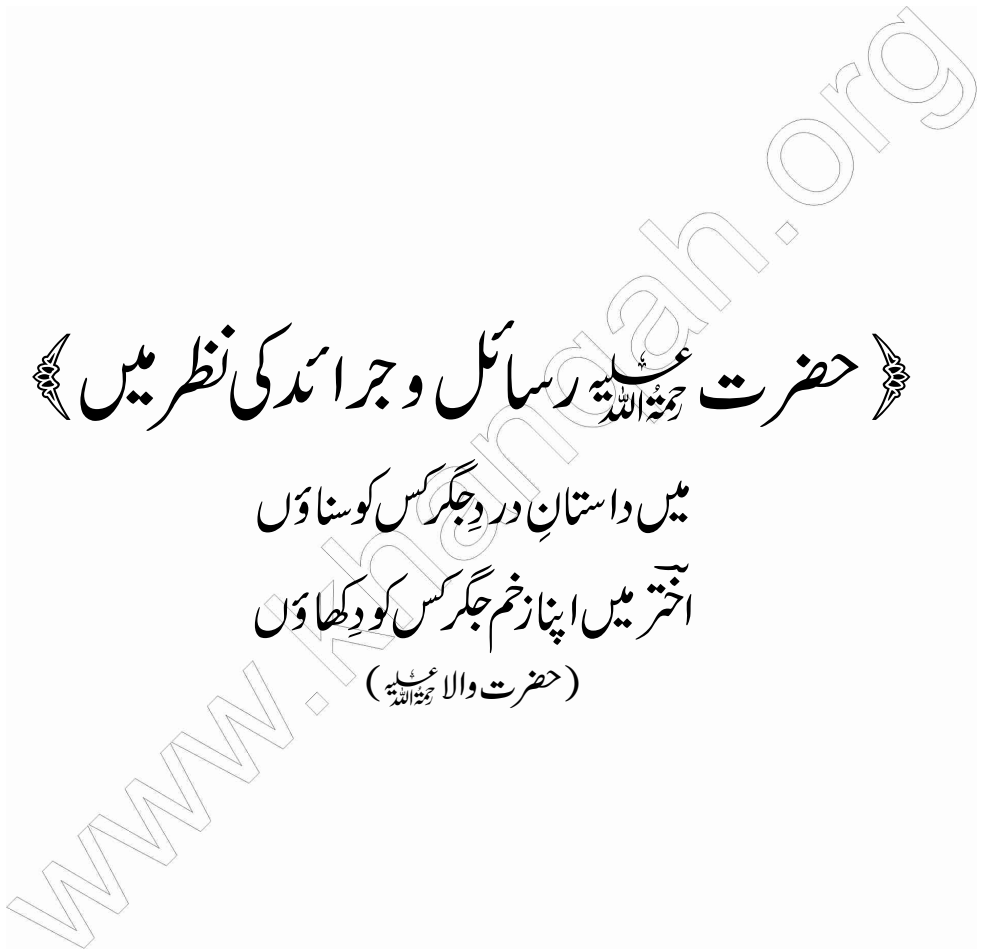
حضرت رحمۃ اللہ علیہ رسائل و جرائد کی نظر میں

روزنامہ سہارا (انڈین اخبار):

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی دینی خدمات آب زر سے لکھی جائیں گی۔

مختلف مقامات پر منعقد تعزیتی جلسوں میں علماء کا اظہار خیال

گنگوہ (ایس این بی) جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں برصغیر ہندو پاک بنگلہ دیش کی عبقری علمی و عرفانی شخصیت مولانا حکیم محمد اختر کراچوی کے سانحۂ وفات پر شدید رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے یہاں کے ذمہ داران، اساتذہ اور طلباء کی جانب سے مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا گیا اور ایصال ثواب کر کے دعائے مغفرت بھی کی گئی۔

اس موقع پر جامعہ کے ناظم اعلیٰ مفتی خالد سیف اللہ نے کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر کی ذات والا صفات ملت اسلامیہ کے لیے شجر سایہ دار کے مانند تھی جس کی ٹھنڈی چھاؤں میں ہزارہا تشنگانِ علم ومعرفت کا بسیرا تھا اور ان کے فیضان معرفت سے کتنے ہی قلوب جگمگا رہے تھے، افسوس کہ ان کے انتقال سے علم ومعرفت کا ایک روشن چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہوگیا جس کی کسک مدتوں تک محسوس ہوتی رہے گی، مفتی خالد نے اپنے بیان میں مزید بتایا کہ مولانا حکیم محمد اختر نے اپنے پیش رو بزرگوں اور اعلام اُمت سے وابستہ ہوکر سلوک واحسان کے اعلیٰ مراتب نہ صرف حاصل کیے بلکہ بساط بھر کوشش کر کے ان کے تحفظ واشاعت میں کلیدی رول ادا کیا، وہ مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی، مولانا عبدالغنی پھول پوری اور مولانا ابرارالحق ہردوئی جیسے گوہر ہائے گراں مایہ عارفین باللہ کی نسبتوں کے جامع تھے، مرحوم پر ان بزرگوں کی نسبت کا رنگ چڑھا ہوا تھا، مرحوم مولانا حکیم محمد اختر، تھانوی سلسلہ کے اس وقت سب سے بڑے بزرگ تھے۔ انہوں نے اصلاح وارشاد اور تصنیف وتالیف کی شکل میں جو عظیم خدمات انجام دی ہیں انہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا جس سے ملت اسلامیہ دیر اور دور تک اکتساب فیض کرتی رہے گی بلاشبہ ان کا حادثہ وفات مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ کا مصداق ہے اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے کروٹ کروٹ چین نصیب کرے اور اُمت کو ان کا نعم البدل عطا کرے آمین۔

مولانا نسیم اللہ پرتاب گڑھی نے اپنے بیان میں تصوف کی علماء اور فضلاء کے لیے افادیت اور ضرورت بیان کی اور اس ضمن میں مرحوم مولانا حکیم محمد اختر کی زندگی کو مثالی قرار دیا، اس موقعہ پر مفتی ساجد لجھناوری، مولانا میزان، قاری ارشاد، مولانا قاری صابر، مولانا ادرین، مولانا عبد الواحد، مولانا قاری طالب سمیت جامعہ کے اساتذہ کارکنان اور طلباء بھی موجود رہے۔

سہارن پور: عالمی شہرت یافتہ بزرگ مولانا حکیم محمد اختر کے کراچی میں انتقال کی خبر سے دینی حلقوں میں رنج وغم کی لہر دوڑ گئی۔ مولانا اعظمی نے اُن کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم مولانا حکیم محمد اختر علماء اور صوفیاء کے حلقوں میں یکساں مقبول تھے خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون کے مسند نشین مولانا نجم الحسن تھانوی نے کہا کہ مرحوم مولانا حکیم محمد اختر، مولانا اشرف علی تھانوی کے سلسلہ کے بزرگوں میں ممتاز اور نمایاں مقام رکھتے تھے، ملی کونسل کے مولانا عبداللہ مغیثی نے کہا کہ مرحوم خالص اسلامی تصوف پر یقین رکھتے تھے۔

شاملی: ضلع کے متعدد دینی اداروں اور مساجد میں مولانا حکیم محمد اختر کی روح کو ایصال ثواب اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعاؤں کا سلسلہ آج بھی جاری رہا، اطلاعات کے مطابق کاندھلہ کے قدیم دینی ادارہ جامعہ قاسم العلوم میں مولانا بدرالہدیٰ قاسمی کی صدارت میں منعقد تعزیتی مجلس میں مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا گیا اسی طرح جامعہ رحمانیہ احسن العلوم دارالعلوم اشرفیہ میں بھی قرآن خوانی کرکے ان کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا۔

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب پرتاب گڑہی کی وفات ملت اسلامیہ کا بڑا خسارہ ہے: مولانا رابع ندوی

لکھنؤ (ایس این پی) دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ناظم مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے بزرگ عالم دین مولانا حکیم محمد اختر پرتاب گڑھی کے انتقال کو ملت اسلامیہ کا بڑا خسارہ قرار دیتے ہوئے ان کے بیٹے مولانا حکیم محمد مظہر (کراچی) کے نام تعزیتی مکتوب میں گہرے تاثرات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر پرتاب گڑھی کے ذریعہ مختلف ممالک میں جو طاعت وعبادت کا ذوق پیدا ہوا اور لوگوں کی زندگیوں میں جو ایمانی انقلاب آیا وہ غیر معمولی ہے اس لیے اُن کی وفات کا سانحہ صرف ایک جگہ اور ایک خاندان کا سانحہ نہیں بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ کا سانحہ اور خسارہ ہے، معتمدِ تعلیم ندوۃ مولانا سید محمد واضح رشید حسنی بدوی، مفتی ظفر عالم ندوی، مولانا نعیم الرحمٰن صدیقی، مولانا اصطفاء الحسن، مولانا خالد گونڈوی، مولانا محمد عرفان ندوی، مولانا ساجد علی ندوی، مولانا محمود حسن حسنی وغیرہ نے بھی مولانا حکیم محمد اختر پرتاب گڑھی کو خراج عقیدت پیش کیا۔ (۵/جون ۲۰۱۳ء)

روز نامہ راشٹریہ سہارا لکھنؤ (انڈین اخبار):

مولانا حکیم محمد اختر پاکستانی کے انتقال پر تعزیتی میٹنگ۔

شاملی (ایس این بی) ممتاز عالم دین مولانا حکیم محمد اختر پاکستانی کے انتقال پرضلع کے دینی طبقہ میں کرب کا ماحول ہے اور جگہ جگہ مجالس منعقد کر کے مرحوم کوخراج عقیدت پیش کیا جارہا ہے۔ واضح ہو کہ مرحوم کا روحانی تعلق مولانا عبد الغنی پھول پوری سے تھا اور مولانا ابرار الحق ہردوئی سے انہیں خلافت حاصل تھی، مولانا مرحوم ہندوستان کے شہر پرتاپ گڑھ کے رہنے والے تھے، جو بعد میں پاکستان منتقل ہوگئے تھے۔ اطلاع کے مطابق خانقاہ تھانہ بھون مفتاح العلوم جلال آباد جیسے بڑے دینی اداروں میں قرآن خوانی کر کے ان کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا اور خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ دریں اثنا کل ہند رابطہ مساجد کے جنرل سکریٹری اور ماہنامہ ندائے دار العلوم وقف دیوبند کے ایڈیٹر مولانا عبد اللہ ابن القمر حسینی، مولانا نجم الحسن تھانوی، مولانا محمد محسن، مولانا عرفان ثاقب قاسمی وغیرہ نے مرحوم کے بلند درجات اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی ہے۔ (۴/ جون ۲۰۱۳ء)

روز نامہ صحافت دہلی (انڈین اخبار):

مشہور پاکستانی عالمِ دین مولانا حکیم محمد اختر کا انتقال

(نئی دہلی) معروف عالم دین جامعہ اشرف المدارس کراچی کے بانی مولانا حکیم محمد اختر کا طویل علالت کے بعد کل شام کو کراچی میں انتقال ہوگیا، اُن کی عمر ۹۰/ برس تھی، مولانا حکیم محمد اختر کی پیدائش ۱۹۲۳ء کو ضلع پرتاب گڑھ میں ہوئی تھی، حکمت کی تعلیم طبیہ کالج اِلٰہ آباد مسلم یونیورسٹی سے حاصل کی، اُس کے بعد درسِ نظامی کا کورس بھی مکمل کیا۔ کئی بزرگوں سے اِکتسابِ فیض کیا۔ اُنہیں مولانا اشرف علی تھانوی کے دوخلفاء کی صحبت حاصل ہوئی تھی اور ایک سے خلافت۔

قیامِ پاکستان کے بعد غالباً ۱۹۶۰ء میں وہ پاکستان ہجرت کر گئے اور ناظم آباد میں تقریباً دو دہائیوں تک دینی خدمات انجام دیتے رہے، اس کے بعد کراچی میں ہی اُنہوں نے ایک دِینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے قائم کیا جس میں کئی ہزار طلباء زیرِ تعلیم ہیں اس کی کئی شاخیں بھی ہیں، مولانا کی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو سے زائد ہے۔ اُن کی کتابوں کے تراجم آٹھ دس زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ ملک وبیرون ملک آپ کے عقیدت مندوں کی بڑی تعداد ہے۔ اُن میں مشہور کرکٹر عبد اللہ آملہ اور ہاشم آملہ بھی شامل ہیں، اُن کی نمازِ جنازہ آج صبح کراچی میں ادا کی گئی۔

برصغیر ایک رُوحانی رہنما سے ہوا محروم: مولانا اعجاز عرفی قاسمی

رُوحانی بزرگ مولانا حکیم محمد اختر کے ایصالِ ثواب میں تعزیتی نشست کا انعقاد

(نئی دہلی، ۴؍جون، پریس ریلیز) دریں اثناء خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ پاکستان کے سجادہ نشین مولانا حکیم محمد اختر کی وفات پر اُن کی دینی علمی بے لوث خدمات کے اعتراف کے لیے آل انڈیا تنظیم علمائے حق دہلی کے زیرِ اہتمام ایک تعزیتی اِجلاس منعقد کیا گیا، جس کی صدارت کے فرائض تنظیم کے قومی صدر ممتاز عالمِ دین مولانا اعجاز عرفی قاسمی نے انجام دیئے، تعزیتی اجلاس میں دہلی کے علماء، حفاظ اور عوام وخواص کی ایک اچھی تعداد موجود تھی، اظہارِ تعزیت اور دعائے مغفرت کرنے والوں میں مولانا ذاکر امینی، مفتی یوسف قاسمی، تنظیم کے سیکریٹری اسعد مختار اور فکرِ انقلاب کے ایڈیٹر احسن مہتاب شامل ہیں، سب نے مولانا کو خراج عقیدت پیش کیا اور مرحوم کے صاحبزادہ مولانا حکیم محمد مظہر اور اُن کے پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے مولانا مرحوم کے لیے دُعائے مغفرت کی۔

مولانا حکیم محمد اختر کی وفات پر تعزیتی جلسے کا انعقاد

(دیوبند ۴؍جون عارف عثمانی) مولانا حکیم محمد اختر کی وفات کے بعد علمی حلقوں میں غم کی لہر دوڑ گئی ہے۔ اُن کے حادثۂ وفات پر جامعہ امام محمد انور شاہ میں ایک تعزیتی نشست کا انعقاد عمل میں آیا۔ جس میں معتمد ادارہ مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری، اساتذۂ جامعہ اور طلباء موجود رہے، قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ شرکاء میں مولانا عبدالرشید، مولانا ابوطلحہ، مفتی نوید، مولانا عثمان غنی، مولانا فُضیل ناصری، مولانا صغیر، مولانا وصی، ماسٹر زعیم عابد وغیرہ شامل تھے۔

(نیر کیرانہ محمد یوسف تیاگی) دینی ادارہ اشاعت الاسلام کے ناظمِ اعلیٰ مولانا برکت اللہ امینی اور جامعۃ الامام رحمت اللہ الاسلامیہ کے ناظمِ اعلیٰ مولانا محمد افتخار قاسمی نے مشترکہ بیان میں تھانوی سلسلہ کے اہم رُکن مولانا حکیم محمد اختر کے اِنتقال پر ملال پر افسوس کا اظہار کیا۔ مولانا کے انتقال پر دینی ادارہ اشاعت الاسلام، جامعۃ الامام رحمت اللہ الاسلامیہ، احسن العلوم میں تعزیتی میٹنگوں کا انعقاد کیا گیا اور قرآن خوانی کر کے مرحوم کی رُوح کو ایصالِ ثواب کیا گیا۔ مولانا کے انتقال پر مذکورہ مدارس میں آج تعطیل بھی کی گئی۔ جیسے ہی یہ خبر کیرانہ کے علاقے میں پہنچی تو علمی اور رُوحانی حلقوں میں شدید رنج وغم کی لہر دوڑ گئی مولانا مرحوم کے سانحۂ ارتحال پر یہاں جگہ جگہ قرآن خوانی کی مجالس منعقد ہو رہی ہیں اور مرحوم کی رُوح کو ایصالِ ثواب پہنچایا جا رہا ہے۔ (۵؍جون ۲۰۱۳ء)

روزنامہ جنگ کراچی:

مولانا شاہ حکیم محمد اختر کو سُپردِ خاک کردیا گیا۔

ممتاز عالم دین مولانا حکیم محمد اختر گلشن اقبال میں واقع اپنی خانقاہ میں ۱۳ر سالہ طویل علالت کے بعد انتقال کرگئے۔ اُن کے انتقال کی خبر ملتے ہی پاکستان اور بیرونی دنیا سے عقیدت مندوں، شاگردوں، خلفاء اور چاہنے والوں کی بڑی تعداد نماز جنازہ میں شرکت کے لیے کراچی پہنچی۔مولانا کی نماز جنازہ اُن کے قائم کردہ ادارے جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر میں ان کی وصیت کے مطابق اُن کے فرزند مولانا حکیم محمد مظہر کی اقتداء میں ادا کی گئی۔نماز جنازہ میں جید علماء مولانا سلیم اللہ خان، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری، مولانا عبدالکریم عابد، مفتی ابوذر محی الدین، مولانا اورنگ زیب فاروقی سمیت مختلف سیاسی و مذہبی قائدین سمیت ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ بعدازاں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مولانا کو جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر کے مقامی قبرستان میں سپردِ خاک کردیا گیا۔اس موقع پر ہر آنکھ اشک بار تھی اورشاگرد،خلفاء مریدین،عقیدت مند،اورعام شہری بھی مولانا کی عقیدت میں اشک بار تھے۔

علاوہ ازیں جے یو آئی کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن، دفاعِ پاکستان کونسل کے سربراہ مولانا سمیع الحق، جماعتِ اسلامی کے امیر سید منور حسن، مولانا سلیم اللہ خان، مولانا ڈاکٹر عبدالرزّاق اسکندر، مفتی محمد رفیع عثمانی، مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا محمد اسفند یار خان، مولانا محمد زرولی خان، مولانا ولی خان المظفر ، مفتی محی الدین، مفتی ابوہریرہ محی الدین، قاری محمد عثمان، مولانا غیاث، مولانا عبد الکریم عابد، قاری شیر افضل، مولانا حماد اللہ، مفتی عثمان یار خان، حاجی مسعود پاریکھ، ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی، یحییٰ پولانی، پاسبان کے صدر الطاف شکور اور گلستانِ جوہر کے مکینوں نے بھی مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال کو عظیم سانحہ اور ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا ہے اور دلی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کی مغفرت کی دعا کی ہے۔

اتحاد اہلِ سنت والجماعت کے سربراہ مولانا محمد الیاس گھمن نے مولانا حکیم محمد اختر کی وفات پر اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے اسے ناقابل تلافی نقصان قرار دِیا ہے۔

جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم مولانا محمد عبید اللہ اشرفی ، نائب مہتمم مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی اور حافظ اسعد عبید نے مولانا حکیم محمد اختر کے لیے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور لواحقین کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کی۔

جمعیت علماء اسلام (س) کراچی کے امیر علامہ قاری عبدالمنان انور نقشبندی، صوبائی جنرل سیکریٹری مفتی محمد عثمان یار خان، ڈویژنل جنرل سیکریٹری حافظ احمد علی، مفتی حماد اللہ مدنی، مولانا مشتاق عباسی، مولانا حضرت ولی ہزاروی، مولانا اقبال اللہ، مولانا غلام مصطفیٰ فاروقی، خطیب عبدالرحمان،

قاری عبدالحئی شیخ، قاری عبدالغفور شاکر، مولانا لیاقت رحمانی، پیر لیاقت شاہ، قاری بشیر لغاری، قاری سیف الرحمان و دیگر رہنماؤں نے مولانا حکیم محمد اختر کی رحلت کو عالم اسلام کے لیے عظیم سانحہ قرار دیتے ہوئے ان کی دین کے لیے تحقیقی، تصنیفی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ رہنماؤں نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ مولانا حکیم محمد اختر کی خدمات تاریخ کا روشن باب ہیں، ملت اسلامیہ کے لیے ان کی یگانہ روزگار خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ان کا خلا مدتوں پر نہیں ہو سکے گا۔

دریں اثناء مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاالمہیمن شاہ بخاری، نائب امیر سید محمد کفیل شاہ بخاری، سیکریٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ اور میاں محمد اویس نے مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے اُن کے لیے دعائے مغفرت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر نے عمر بھر سلوک وتصوف کے ذریعے انسانیت کی جو خدمت کی ہے وہ ان کے لیے صدقۂ جاریہ رہے گا۔ انہوں نے روحانیت کا جو فیض جاری کیا لوگ اس سے مستفید ہوتے رہیں گے۔

انٹرنیشنل سیکریٹریٹ ختم نبوت اکیڈمی لندن میں مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر عبدالرحمٰن باوا کی صدارت میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ علماء رابطہ کونسل برطانیہ کے رہنما مفتی عبدالوہاب، مولانا سہیل باوا، شیخ عبدالماجد، مفتی عبدالمنتقم، حاجی رفیق، مولانا عرباض، مولانا امدادالحسن نعمانی، مفتی یوسف ڈنکا، شیخ سلیمان غنی، مولانا عطاء اللہ خان، مولانا جمیل، مولانا نعیم، جمعیت علماء برطانیہ کے مرکزی قائدین قاری عبدالرشید، قاری تصورالحق، مولانا اسد میاں، مولانا جمال بادشاہ، مولانا اکرام الحق خیری، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے حافظ نگین، طٰہٰ قریشی، مفتی محمود الحسن، ختم نبوت فورم کے رہنماء علامہ خالد محمود، مجلس احرار اسلام، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ، شبان ختم نبوت، ختم نبوت یورپ، ختم نبوت بلجیم، سواد اعظم اہلسنت کے رہنما مفتی تقی کے علاوہ مولانا عیسیٰ منصوری، مولانا مسعود پٹیل و دیگر درجنوں علماء کرام دیگر معززین نے مرحوم کی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا اور ان کے لیے دعا وقرآن خوانی کی گئی۔ جمعیت علماء برطانیہ کے مرکزی قائد قاری عبدالرشید نے کہا کہ حضرت اپنے مریدین کو حسن فانی وعشق مجازی و بدنظری اور نفس کے خلاف جہاد کی تعلیم وتلقین کرتے رہے، علماء رابطہ کونسل برطانیہ کے مرکزی کنوینر مولانا سہیل باوا نے کہا کہ بدنظری وعشق مجازی کا مہلک مرض اس دور میں شدت سے ظاہر ہوا ہے۔ اللہ نے حضرت سے اس کے علاج کا کام لیا ہے۔

جمعیت علمائے اسلام پاکستان کی سینٹرل کونسل کے رکن مولانا ڈاکٹر نصیرالدین سواتی نے کہا ہے کہ مولانا حکیم محمد اختر نے تصوّف کے میدان میں اُمتِ مسلمہ کی زبردست رہنمائی کرتے ہوئے عصرِ حاضر کے مجدد الفِ ثانی کا کردار ادا کیا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے معروف علمی وروحانی

شخصیت مولانا حکیم محمد اختر کے سانحۂ ارتحال پر خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال میں اُن کے جانشین ممتاز عالمِ دین اور جامعہ اشرف المدارس کے رئیس مولانا حکیم محمد مظہر سے تعزیت کرتے ہوئے کیا۔ (۴/، ۵/، ۱۲/ جون ۲۰۱۳ء)

روزنامہ ایکسپریس کراچی:

ممتاز عالم دین حکیم محمد اختر طویل علالت کے بعد انتقال کرگئے۔

ممتاز اور بزرگ عالمِ دین مولانا حکیم محمد اختر ۱۳/ سالہ طویل علالت کے بعد کراچی میں انتقال کرگئے۔ ان کی عمر ۹۰/ برس تھی۔

مولانا حکیم اختر بھارت کے شہر پرتاب گڑھ میں ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے، قیام پاکستان کے بعد وہ پاکستان آئے ۱۹۷۴ء میں گلشن اقبال میں انہوں نے اشرف المدارس قائم کیا۔ جسے ۲۰۰۰ء میں گلستان جوہر منتقل کردیا۔ دنیا بھر میں ان کے مریدین اور عقیدت مندوں کی بڑی تعداد موجود ہے، جن میں جنوبی افریقہ کے معروف کرکٹر عبداللہ ہاشم آملہ بھی شامل ہیں۔ تصانیف سو سے زائد ہیں۔ ان کی مشہور کتاب معارفِ مثنوی ہے، جو پوری دنیا میں شائع ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔ ان کا شمار ان چند جید علماء میں ہوتا تھا جن کو عالمی سطح پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان کے سوگواروں میں ان کے اہلِ خانہ کے علاوہ ہزاروں مریدین، شاگرد اور لاکھوں عقیدت مند شامل ہیں۔

بعد ازاں ممتاز عالمِ دین مولانا حکیم محمد اختر کو پیر کی صبح جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر میں سپردِ خاک کردیا گیا۔ نماز جنازہ میں علماء سمیت بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ مولانا کی نماز جنازہ ان کے قائم کردہ ادارے جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر میں ان کی وصیت کے مطابق ان کے فرزند مولانا حکیم محمد مظہر کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ شرکاء کی آمد نماز فجر کے بعد ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ نماز جنازہ صبح نو بجے ادا کی گئی۔ سندھ بلوچ سوسائٹی کے علاوہ قرب وجوار کے علاقوں میں ہزاروں افراد نے سڑکوں پر ہی نماز جنازہ ادا کی۔ بعد ازاں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مولانا کو سندھ بلوچ سوسائٹی کے مقامی قبرستان میں سپردِ خاک کردیا گیا۔ علاوہ ازیں مختلف مذہبی رہنماؤں اور متحدہ بین المسلمین فورم پاکستان نے مرحوم کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر کی رحلت ملتِ اسلامیہ کا عظیم نقصان ہے۔ متحدہ علماء محاذ پاکستان کے بانی وسیکریٹری جنرل مولانا محمد امین انصاری، مفتی محمد اسلم نعیمی، مولانا انتظار الحق تھانوی، علامہ عبداللہ غازی، علامہ آغا حسن صلاح الدین، علامہ قاضی احمد نورانی صدیقی، علامہ ڈاکٹر عامر عبداللہ محمدی،

علامہ غلام مصطفیٰ رحمانی، سید جمیل شاہ، حافظ ساجد، عمران مستقیم و دیگر نے مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کیا۔ اہلِ سنت والجماعت کراچی کے امیر مولانا اورنگ زیب فاروقی نے کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر کی جدائی سے عالم اسلام یتیم ہوگیا ہے۔ جماعت اسلامی سندھ کے امیر ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی، نائب امیر اسداللہ بھٹو نے مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر دلی دکھ کا اظہار کیا ہے، متحدہ بین المسلمین فورم پاکستان کے صدر اور جامعہ احتشامیہ کے مہتمم مولانا تنویر الحق تھانوی، سینئر نائب صدور اور جنرل سیکریٹری نے مشترکہ اعلامیے جاری کیے جس میں مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر ملال پر ان کے تمام چاہنے والوں، ان کے مریدین، تلامذہ اور تمام اہلِ خانہ کو اپنی قلبی تعزیت پیش کی ہے، اور کہا کہ حکیم صاحب اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، مرحوم اپنے مسلک میں خصوصاً اور تمام مسلمانوں میں عموماً انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ (۳/۴،۲ جون ۲۰۱۳ء)

روزنامہ اسلام کراچی:

عالمِ ربانی مولانا حکیم محمد اختر انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ممتاز عالم دین، پیرِ طریقت، ولی کامل، عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر ۱۳/سال کی طویل علالت کے بعد بعمر ۹۰/سال، کراچی میں مغرب کے بعد انتقال کر گئے۔

مولانا حکیم محمد اختر ۱۹۲۳ء کو ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہ میں محمد حسین نامی سرکاری ملازم کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ والدین کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ کی دو بہنیں تھیں۔ ابتدائی اور اعلیٰ عصری تعلیم طبیہ کالج اِلہ آباد سے حاصل کی، شروع سے ہی بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے دینی کاموں میں سرگرم رہے اور پھر جوانی میں عالم دین کا کورس مکمل کیا۔ مولانا حکیم محمد اختر نے ابتدا میں جید علماء اور بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ اسی دوران مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی سے اصلاحی تعلق قائم ہوا۔ بعد ازاں ۱۷/برس مولانا عبدالغنی پھول پوری کی صحبت میں رہے۔ جہاں ان کے مدرسہ میں جوانی میں درس نظامی کی تعلیم مکمل کی۔ بعد ازاں مولانا ابرارالحق ہردوئی سے اکتسابِ فیض کیا اور خلافت حاصل کی۔ جن تین بزرگوں سے اصلاحی تعلق رہا ان میں سے دو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلفاء تھے۔ تصوّف کے چاروں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ سے منسلک تھے، قیامِ پاکستان کے چند سال بعد ۱۹۶۰ء میں پاکستان آئے اور ناظم آباد نمبر ۴/ کراچی میں تقریباً دو دہائیوں تک دینی خدمات سرانجام دیتے رہے، بعد ازاں خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال کراچی میں منتقل ہوئے۔ اور آخری وقت تک وہیں قیام پذیر رہے، مولانا حکیم محمد

اختر نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے سندھ بلوچ سوسائٹی گلستانِ جوہر میں قائم کیا۔ جس میں پانچ ہزار سے زائد طلباء زیرِ تعلیم ہیں اور کراچی میں اس کی کئی شاخیں ہیں۔ مولانا حکیم محمد اختر کے ادارے کی رفاہی خدمات بھی محتاج بیان نہیں ہیں۔

مولانا حکیم محمد اختر نہ صرف روحانی بزرگ تھے بلکہ بہترین مصنف اور اردو زبان کے قادر الکلام شاعروں میں سے ایک تھے۔ ان کے اردو کلام کا مجموعہ ''فیضان محبت'' بھی محبت الٰہیہ اور عشق رسالت کا شاہکار ہے۔ تصوّف اور معرفت آپ کے پسندیدہ موضوعات تھے ان کے مواعظِ حسنہ پر مشتمل چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ۱۵۰ / سے زائد ہے۔ ان کی تصانیف کی چھپائی کا کام مسلسل جاری رہتا تھا۔ مولانا حکیم محمد اختر نے معارفِ مثنوی کے نام سے مثنوی مولانا روم کی شرح لکھی جو پوری دنیا میں شائع ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے، دیگر کتابوں کے بھی اردو، سندھی، عربی، پشتو، بنگلا، برمی، جرمن، فرنچ، انگریزی، روسی اور دیگر کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں۔ آپ کے بیانات آڈیو کیسٹوں، سی ڈیز پر بھی دستیاب ہیں۔

دنیا بھر میں مولانا حکیم محمد اختر کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی بڑی تعداد موجود ہے، بتایا جاتا ہے کہ ان کے خلفاء اور مریدین بھارت، بنگلہ دیش، امریکہ، برطانیہ، کینیڈا جنوبی افریقہ اور برما سمیت دنیا کے کئی ممالک میں موجود ہیں۔ ان میں جنوبی افریقہ کے معروف کرکٹر عبداللہ آملہ، اور ہاشم آملہ بھی شامل ہیں۔ مولانا حکیم محمد اختر نے دین اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں کئی ممالک کا دورہ کیا، تاہم زندگی کے آخری ایام میں صحت کی خرابی کے سبب یہ سلسلہ موقوف ہو گیا تھا۔

مولانا حکیم محمد اختر پر ۲۸ / مئی ۲۰۰۰ء کو فالج کا حملہ ہوا ان کا علاج گلشن اقبال خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ہی میں ہوتا تھا جہاں وہ آخری وقت تک مقیم رہے فالج کے حملہ کے بعد سے وہ علیل چلے آرہے تھے، علالت کے دوران ہی گزشتہ کل مغرب کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مولانا مرحوم کے لواحقین میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی شامل ہیں، اہلیہ کا انتقال پہلے ہی ہو چکا ہے۔

مولانا حکیم محمد اختر کا نام دنیا کے ۵۰۰ / بااثر ترین مسلم رہنماؤں میں شامل تھا۔ رائل اسلامک اسٹریٹیجک اسٹڈیز آف اردن کے تحت ۲۰۱۲ء کے اختتام پر ۵۰۰ / بااثر ترین مسلم رہنماؤں کی فہرست بنائی گئی تھی۔ ان میں مولانا حکیم محمد اختر کا نام بھی صوفی رہنما کے طور پر شامل تھا۔ فہرست میں عالمی تبلیغی جماعت پاکستان کے مرکزی امیر حاجی محمد عبدالوہاب، مرکزی رہنماء مولانا طارق جمیل اور شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کے نام بھی نمایاں ہیں۔ مولانا کا شمار عالم اسلام کی چند ممتاز اور نمایاں دینی وروحانی شخصیات میں ہوتا تھا، جن سے بلا مبالغہ لاکھوں انسانوں نے بلا واسطہ اور

بالواسطہ فیض حاصل کیا اور ہزاروں لوگوں کی زندگیوں کے شب وروز بدلے۔ مولانا نے ساری زندگی انسانیت کو اللہ کی محبت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا درس دیا اور اپنے اکابر اور بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے شریعت وطریقت کا خوب صورت امتزاج قائم کرکے دکھایا۔

مولانا حکیم محمد اختر کی رحلت درحقیقت علم ومعرفت کے آفتاب وماہتاب کا غروب ہے، جس کے بعد پھیلنے والی اندھیریوں کی شدت کو اہلِ دل واہلِ نظر ہی محسوس کرسکتے ہیں۔ آج کی اس مادی دنیا میں انسانیت کو روحانیت کی حقیقی آسودگی فراہم کرنے والے لوگ کم یاب ہوتے جارہے ہیں۔ خانقاہیں اجڑتی جارہی ہیں۔ اور خیر کا منبع کہلانے والی شخصیات ایک ایک کرکے رخصت ہوتی جارہی ہیں۔ ان پُرآشوب حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اکابر ومشائخ اور بزرگانِ دین کی جلائی ہوئی علم ومعرفت کی شمعیں روشن رکھنے کی کوششیں کی جائیں اور ان کی تعلیمات کو عملی طور پر زندہ رکھا جائے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ولی کامل مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی کامل مغفرت فرمائے، اُن کے درجات بلند فرمائے اُن کے جملہ پسماندگان، متعلقین، منتسبین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور پوری اُمت کو حضرت والا اور دیگر تمام اکابرامت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

دریں اثناء وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ذمہ داروں شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر عبدالرزّاق اسکندر، وفاق المدارس کے جنرل سیکریٹری مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، جامعہ بنوریہ عالمیہ کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد نعیم، جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی امیر مولانا فضل الرحمٰن، دفاعِ پاکستان کونسل کے چیئرمین مولانا سمیع الحق، اہلِ سنت والجماعت کے مرکزی امیر مولانا محمد احمد لدھیانوی، جماعتِ اسلامی کے مرکزی امیر سید منورحسن اور عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت کے راہنماؤں نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر کی رحلت عالم اسلام کے لیے افسوس ناک سانحہ اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے، مولانا حکیم محمد اختر کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلا صدیوں پُرنہیں ہوسکے گا۔ اُمت ایک مشفق مربی، عظیم عالم دین اور رہبر شریعت سے محروم ہوگئی۔

سوادِ اعظم اہلِ سنت پاکستان کے رہنماء اور جامعہ دارالخیر کراچی کے رئیس وشیخ الحدیث مولانا محمد اسفند یار خان اور جمعیت علمائے اسلام (س) سندھ کے سیکریٹری جنرل مفتی محمد عثمان یار خان نے کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر نہ صرف ایک عالم باعمل تھے بلکہ شریعت وطریقت دونوں میں انتہائی بلند مقام پر فائز تھے۔ ان کی وفات سے مسلکِ دیوبند ایک عظیم بزرگ رہنماء سے محروم ہوگیا۔ جس کا ازالہ ناممکن ہے۔ ان کی دینی خدمات تاقیامت یاد رکھی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت

میں جگہ عطا فرمائے، اُن کے درجات بلند فرمائے اور صاحبزادہ مولانا حکیم محمد مظہر سمیت تمام لواحقین، تلامذہ ومتوسلین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ دریں اثناء جمعیت علمائے اسلام (س) کراچی کے امیر قاری عبدالمنان انورنقشبندی، جنرل سیکریٹری حافظ احمد علی، مفتی حماد اللہ مدنی، مولانا مشتاق عباسی ودیگر رہنماؤں نے مولانا حکیم محمد اختر کی رحلت کو عالم اسلام کا عظیم سانحہ قرار دیتے ہوئے ان کی دین کے لیے تحقیقی، تصنیفی، تحریری خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

علاوہ ازیں مجلس ائمہ مساجد کے سرپرستِ اعلیٰ ڈاکٹر مولانا اسعد تھانوی، صدر مجلس علامہ عبد اللہ نے کہا ہے کہ مولانا حکیم محمد اختر کا سانحۂ ارتحال اُمتِ مسلمہ کا عظیم نقصان ہے، ملتِ اسلامیہ آپ کے فیضِ عام سے مستفید ہورہی تھی، ایسے ولی کامل صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ مولانا حکیم محمد اختر کو اپنی بارگاہ میں بلند درجات عطا فرمائے۔ جامعہ امام ابوحنیفہ مکہ مسجد محمد علی سوسائٹی بہادر آباد کراچی کے مہتمم مولانا محمد یوسف کشمیری، آدم جی نگر ٹریڈرز کے صدر اقبال یوسف، نائب صدر علی اصغر، جمعیت علمائے اسلام گلشن اقبال ٹاؤن یوسی ۵ر کے امیر قاری زاہد احمد چترالی، سیکریٹری جنرل قاری بشیر شاہوانی ودیگر رہنماؤں نے کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر کی وفات تصوف وطریقت کا عظیم نقصان ہے، مولانا حکیم محمد اختر کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلا مدتوں پُرنہیں ہوسکے گا، ان کے شاگرد اور منتسبین اطرافِ عالم میں پھیلے ہوئے ہیں اور اپنی اپنی جگہ اشاعتِ دین وسلوک میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ حضرت کے متعلقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ انصار الامہ پاکستان کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن خلیل، مولانا پیر محمد عزیز الرحمٰن ہزاروی، مولانا ظہور احمد علوی، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نائب ناظم مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا محمود الحسن بالاکوٹی اور مرکزی لال مسجد اسلام آباد کے خطیب مولانا محمد عبدالعزیز غازی نے کہا ہے کہ مولانا حکیم محمد اختر کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلا صدیوں پرنہیں ہوسکے گا، اُمت ایک مشفق مربی، اور رہبرِ شریعت سے محروم ہوگئی، وہ سچے عاشقِ رسول (ﷺ) تھے، انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی تبلیغ کے لیے وقف کررکھی تھی۔

انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے امیر مرکزیہ مولانا ملک عبدالحفیظ مکی، جنرل سیکریٹری ڈاکٹر احمد علی سراج، ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ، مولانا محمد الیاس چنیوٹی، مولانا صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی، جماعت اسلامی سندھ کے امیر ڈاکٹر معراج الھدیٰ صدیقی، نائب امیر اسد اللہ بھٹو، امیر کراچی محمد حسین محنتی، مفتی محمد اسلم نعیمی، مولانا انتظار الحق تھانوی، علامہ عبداللہ غازی، علامہ آغا حسن صلاح الدین، علامہ قاضی احمد نورانی صدیقی، علامہ ڈاکٹر عامر عبداللہ محمدی، علامہ غلام مصطفیٰ رحمانی، سید جمیل شاہ، حافظ ساجد، عمران مستقیم ودیگر نے کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر عارف باللہ اور روحانی شخصیت

تھے، ان کی دینی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اتحادِ اُمت کے لیے ان کی گراں قدر خدمات بھی ناقابلِ فراموش ہیں۔ اس پرفتن دور میں وہ انسانیت کے لیے سکون وفلاح کا نشان تھے۔

دریں اثناء جمعیت علمائے اسلام کراچی کے امیر قاری محمد عثمان، مولانا عبدالکریم عابد، مولانا محمد غیاث، اسلم غوری، قاری شیر افضل نے کہا ہے کہ مولانا حکیم محمد اختر علم وحکمت کے پہاڑ تھے، انہوں نے اپنی زندگی اصلاح عالم کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ ان کا شمار عالم اسلام کے چوٹی کے علماء اور صلحاء اُمت میں ہوتا تھا۔ ان کے فیض یافتہ لاکھوں علماء، دنیا بھر میں اصلاح عالم کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔ وہ جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کے مہتمم مولانا حکیم محمد مظہر سے ان کے والد عارف باللہ مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر تعزیت کے موقع پر گفتگو کر رہے تھے، اس موقع پر جامعہ اشرف المدارس کے نائب مہتمم صاحبزادہ مولانا محمد ابراہیم سمیت بڑی تعداد میں مولانا حکیم محمد اختر کے عقیدت منداور علماء کرام موجود تھے، قاری محمد عثمان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دیوبند کے اکابرین کو یہ اعزاز دیا ہے کہ وہ عوام کے دلوں پر حکمرانی کرتے ہیں ہر ایک بزرگ محض ایک نام ہی نہیں بلکہ ایک تحریک کا نام ہے، اس بات کا اندازہ اس وقت بخوبی لگایا جاسکتا ہے جب یہ اللہ والے سفرِ آخرت پر جارہے ہوتے ہیں اور ہر طرف انسانوں کا سمندر ہوتا ہے ہر آنکھ اشکبار ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج دنیا بھر سے سینکڑوں قافلے مولانا حکیم محمد اختر کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے پاکستان آرہے ہیں۔

جمعیت علمائے اسلام کراچی کے رہنماء محمد الیاس نے مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اُن کے انتقال سے پیدا ہونے والا خلا مدتوں پورا نہیں ہوسکے گا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر کی اِصلاحی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اُنہوں نے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور لواحقین کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کی۔ اہلِ سنت والجماعت کراچی کے امیر مولانا اورنگ زیب فاروقی نے مرکز اہلِ سنت کراچی سے جاری اپنے بیان میں کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر عالم اسلام کے بہت بڑے روحانی بزرگ تھے۔ اُن کی جدائی سے عالمِ اسلام یتیم ہوگیا ہے۔ دنیا بھر کے جید علماء کرام، صوفیاء کرام اور مشائخِ عظام کے علاوہ مذہبی طبقے کے لیے بہت بڑا سانحہ ہے۔ اُن کی شخصیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ اُن کے اِصلاحی مواعظ و بیانات سے لاکھوں لوگ دِین کی طرف راغب ہوئے۔ اور آج مولانا حکیم محمد اختر کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ جمعیت علمائے اسلام سینئیر گروپ کے جنرل سیکریٹری پیر مولانا عبدالشکور نقشبندی نے بہادرآباد خانقاہ نقشبندیہ میں مجلسِ ذکر سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر نے لوگوں کو ہمیشہ دِین کی طرف بلایا اور آخری عمر تک وہ دِین کی سربلندی کے لیے کوشاں رہے۔ اُنہوں نے کہا کہ علمائے دیوبند کا فیض تا

قیامت جاری رہے گا۔ اجمیر پرائڈ گلستان جوہر بلاک ۱۲/ سندھ بلوچ سوسائٹی کے مکینوں نے بھی مولانا کے انتقال پر دِلی افسوس اور رنج وغم کرتے ہوئے ان کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد مظہر سے دِلی تعزیت کا اِظہار کیا۔

بعد ازاں ممتاز روحانی شخصیت مولانا حکیم محمد اختر کو پیر کی صبح جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر میں سپردِ خاک کردیا گیا۔ نمازِ جنازہ میں علماء کرام اور ان کے معتقدین سمیت ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی جب کہ مختلف جماعتوں کے قائدین نے مولانا کے انتقال کو اُمت کے لیے بڑا نقصان قرار دیا ہے، مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال کی خبر ملتے ہی نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی دنیا سے ان کے عقیدت مندوں، شاگردوں، خلفاء اور چاہنے والوں کی بڑی تعداد نماز جنازہ میں شرکت کے لیے کراچی پہنچی۔ مولانا کی نماز جنازہ ان کے قائم کردہ ادارے جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر میں ان کی وصیت کے مطابق ان کے فرزند مولانا حکیم محمد مظہر کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں وفاق المدارس کے صدر شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسفندیار خان، شیخ الحدیث مولانا محمد زرولی خان، مولانا مفتی محمد نعیم، مولانا عبدالواحد، مفتی عبدالرؤف سکھروی، مفتی محمود اشرف عثمانی، مفتی ڈاکٹر محمد زبیر اشرف عثمانی، مولانا امداداللہ یوسف زئی، مولانا سعید خان، مولانا شفیق احمد بستوی، مولانا عبدالغفور حیدری، قاری محمد عثمان، مولانا اورنگ زیب فاروقی اور مختلف سیاسی ومذہبی قائدین سمیت مولانا کے عقیدت مندوں، شاگردوں، خلفاء اور عام شہریوں کی ایک لاکھ سے زائد تعداد نے شرکت کی۔ لوگوں کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے آمد ورفت نمازِ فجر کے بعد ہی سے شروع ہوگئی تھی۔ نمازِ جنازہ صبح نو بجے ادا کی گئی، قبل ازیں صفورہ گوٹھ، موسمیات، ائیرپورٹ، پہلوان گوٹھ، رابعہ سٹی اور دیگر علاقوں کی طرف جانے والے راستوں میں شدید ٹریفک جام کے باعث ہزاروں افراد نماز جنازہ میں شرکت نہ کر سکے۔ سندھ بلوچ سوسائٹی کے علاوہ قرب وجوار کے علاقوں میں ہزاروں افراد نے سڑکوں پر ہی نماز جنازہ ادا کی۔ بعد ازاں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مولانا کو سندھ بلوچ سوسائٹی کے مقامی قبرستان میں سپردِ خاک کردیا گیا۔ اس موقع پر ہر آنکھ اشک بار تھی۔ (۳/،۴/ جون ۲۰۱۳ء)

روزنامہ جسارت کراچی:

مولانا حکیم محمد اختر ۹۰/ برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔

عالم ربانی، عارف باللہ مولانا حکیم محمد اختر طویل علالت کے بعد ۹۰/ برس کی عمر میں کراچی

میں انتقال کر گئے، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مولانا حکیم محمد اختر ان علمائے دین میں سے تھے، جن کے بارے میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے، کہ ایک عالم کی موت ایک عالم کی موت ہوتی ہے، پاکستان اور پوری دنیا رشد و ہدایت کے ایک مرکز سے محروم ہوگئی ہے، اس لیے اُن کی رحلت کا صدمہ پورے حلقے میں محسوس کیا گیا۔

مولانا حکیم محمد اختر صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ میں پیدا ہوئے، آپ نے طبیہ کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد درس نظامی کی تعلیم مکمل کی، آپ تصوف کے چاروں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ سے منسلک تھے، مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ سے ان کو خلافت حاصل تھی، پاکستان آنے کے بعد رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا، اور آپ کے درس سے لاکھوں اہلِ ایمان نے اپنی اصلاح کی، آپ کے قائم کردہ مدرسہ جامعہ اشرف المدارس میں پانچ ہزار سے زائد طلباء زیرِ تعلیم ہیں، اور اس کی ۱۰ر سے زیادہ شاخیں ہیں، آپ کے مریدوں اور بیعت یافتہ افراد کی تعداد لاکھوں میں ہے، جو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، آپ کے مواعظ اثر انگیز اور بہت مقبول تھے۔

مولانا حکیم محمد اختر پر مئی ۲۰۰۰ء میں فالج کا حملہ ہوا تھا، جس کے بعد سے وہ مسلسل علیل چلے آرہے تھے، ایک عالم اور مرشد کی رحلت پورے پاکستان اور سب سے بڑھ کر اس شہرِ کراچی کا بہت بڑا نقصان ہے، جہاں فسق و فجور کے ماحول میں رُشد و ہدایت، تعلیم تدریس اور باطنی کردار کا ایک بہت بڑا مرکز بنا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی خدمات کو قبول کرے اور اُن کے وارثوں کو اپنے مرشد کا جانشین بنائے۔ آمین۔

دریں اثناء جماعت اسلامی سندھ کے امیر ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی اور نائب امیر اسد اللہ بھٹو' قائم مقام امیر جماعت اسلامی کراچی برجیس احمد' سیکرٹری نسیم صدیقی' نائب امرا راجا عارف سلطان' حافظ نعیم الرحمٰن' نصر اللہ خان شجیع' ڈاکٹر واسع شاکر' سید محمد اقبال' ڈپٹی سیکرٹریز عبدالرشید بیگ' مسلم پرویز' علی محمد' سیکرٹری اطلاعات زاہد عسکری اور دیگر رہنماؤں نے ممتاز عالمِ دین عالمِ ربانی مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر دلی دکھ کا اظہار کیا ہے۔ صوبائی امیر نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ وہ ایک عارف باللہ اور روحانی شخصیت تھے۔ جن کی دینی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ملی یکجہتی کونسل سندھ کے صدر اسد اللہ بھٹو نے کہا کہ مرحوم عارف باللہ عالم باعمل تھے، جن کی رحلت سے ایک دنیا محروم ہوگئی ہے۔ ان کی اشاعتِ دین اور اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں عملی اقدامات کے ذریعے سینکڑوں دیہاتوں، شہروں سمیت تھر اور سندھ و بلوچستان کے پس ماندہ علاقوں میں شاندار خدمات ایک مثالی نمونہ ہیں۔ وہ روحانی رہنما تھے جو کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ہمیشہ تلقین کرتے تھے۔

اتحادِ اُمت کے لیے ان کی گراں قدر خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، اس پرفتن دور میں وہ انسانیت کے لیے سکون وفلاح کا نشان تھے۔ ان کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلا پر کرنا مشکل ہے۔ رہنماؤں نے مرحوم کی مغفرت اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمانے کی دعا کی۔

جامعہ بنوریہ عالمیہ کے مہتمم مولانا مفتی محمد نعیم نے ولی کامل عارف باللہ مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر انتہائی دلی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ عالم کی موت پورے عالم کی موت ہوتی ہے، مولانا حکیم محمد اختر اکابر واسلاف کی نشانی اور حقیقی معنوں میں انسانوں کے امراض باطنی اور ظاہری دونوں کے حکیم تھے، جنہوں نے دنیا بھر میں سلسلۂ تصوف کے ذریعے بلا شک وشبہ لاکھوں بھٹکے ہوئے انسانوں کے تزکیۂ نفس اور شیطان کی غلامی سے نجات دلانے میں اپنا کردار ادا کیا، ایسے علم وعمل سے بہرہ وَر مقدس شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں، ان کا سانحۂ ارتحال نہ صرف اُن کی اولاد، مریدین اور خلفاء بلکہ تمام انسانیت کے لیے عظیم سانحہ ہے۔ علاوہ ازیں مجلس ائمہ مساجد کے سرپرستِ اعلیٰ ڈاکٹر مولانا اسعد تھانوی، صدر مجلس علامہ عبداللہ نیز تمام ائمہ مساجد نے کہا ہے کہ مولانا حکیم محمد اختر کا سانحۂ ارتحال نہایت افسوس ناک ہے، پوری اُمت آپ کے فیضِ عام سے مستفید ہو رہی تھی، اُن کا خلا پر ہونا مشکل ہے اللہ رب العزت مولانا حکیم محمد اختر کی مغفرت فرما کر درجات عالیہ سے نوازیں اور جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام پر فائز فرمائیں۔ آمین (۳؍جون ۲۰۱۳ء)

روزنامہ نوائے وقت کراچی:

معروف روحانی شخصیت شاہ حکیم محمد اختر کراچی میں انتقال کرگئے۔

معروف روحانی شخصیت مولانا حکیم محمد اختر کراچی میں انتقال کرگئے۔ وقت نیوز کے مطابق مولانا حکیم محمد اختر متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ مرحوم نے لاکھوں مریدین اور عزیز واقارب کو سوگوار چھوڑا ہے۔ ان کا انتقال حرکتِ قلب بند ہونے سے ہوا ہے۔ (۳؍جون ۲۰۱۳ء)

روزنامہ پاکستان کراچی:

ممتاز عالمِ دین مولانا حکیم محمد اختر طویل علالت کے بعد انتقال کرگئے۔

ممتاز عالم دین جامعہ اشرف المدارس کے بانی مولانا حکیم محمد اختر طویل علالت کے باعث کراچی میں انتقال کرگئے ان کی نماز جنازہ آج صبح ۹؍بجے گلستان جوہر پہلوان گوٹھ سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی میں ادا کی جائے گی۔ مرحوم فالج کے عارضے میں کئی سالوں سے مبتلا تھے وہ سینکڑوں

کتابوں کے مصنف تھے۔ جن میں سے کئی کتابیں تصوف پر لکھی گئی ہیں۔ وہ تصوف کے بادشاہ کہلاتے تھے ان کے مریدوں کی بڑی تعداد پاکستان کے علاوہ امریکہ، بنگلہ دیش اور دیگر ملکوں میں موجود ہے۔ ان کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد مظہر ہیں۔ رویتِ ہلال کمیٹی کے چیئرمین پروفیسر مولانا مفتی منیب الرحمٰن نے اُن کے انتقال پر گہرے دکھ کا اظہار کیا ہے۔ (۳/ جون ۲۰۱۳ء)

روزنامہ امت کراچی:

جید عالمِ دین حکیم محمد اختر انتقال کر گئے۔

جید عالم دین اور عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر ۱۳/ سال کی طویل علالت کے بعد ۹۰/ سال کی عمر میں کراچی میں عصر و مغرب کے درمیان انتقال کر گئے۔

مولانا حکیم محمد اختر ۱۹۲۳ء کو ہندوستان کے صوبۂ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہ میں محمد حسین نامی سرکاری ملازم کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ والدین کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ کی دو بہنیں تھیں۔ ابتدائی اور اعلیٰ عصری تعلیم طبیہ کالج اِلٰہ آباد سے حاصل کی، اسی دوران حکمت کی تعلیم بھی مکمل کی۔ شروع سے ہی بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے دینی کاموں میں سرگرم رہے اور پھر جوانی میں عالم دین کا کورس مکمل کیا۔ مولانا حکیم محمد اختر نے ابتداء میں جید علماء اور بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ اسی دوران مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی سے اصلاحی تعلق قائم ہوا۔ بعد ازاں ۱۷/ برس مولانا عبد الغنی پھول پوری کی صحبت میں سرائے میر میں رہے۔ جہاں ان کے مدرسہ میں جوانی میں درس نظامی کی تعلیم مکمل کی۔ بعد ازاں مولانا ابرار الحق ہردوئی سے اکتسابِ فیض کیا۔ اور خلافت حاصل کی۔ جن تین بزرگوں سے اصلاحی تعلق رہا اُن میں سے آخری دو بزرگ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلفاء تھے۔ تصوف کے چاروں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ سے منسلک تھے، قیامِ پاکستان کے چند سال بعد ۱۹۶۰ء میں پاکستان آئے اور ناظم آباد نمبر ۴/ کراچی میں تقریباً دو دہائیوں تک دینی خدمات سرانجام دیتے رہے، بعد ازاں خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال کراچی میں منتقل ہوئے۔ اور آخری وقت تک وہیں قیام پذیر رہے، مولانا حکیم محمد اختر نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے سندھ بلوچ سوسائٹی گلستانِ جوہر میں قائم کیا۔ جس میں پانچ ہزار سے زائد طلباء زیرِ تعلیم ہیں اور کراچی میں اس کی کئی شاخیں ہیں۔ مواعظِ حسنہ کے حوالے سے ان کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ۱۵۰/ سے زائد ہے۔ اس سے زیادہ کتابیں زیرِ تکمیل ہیں۔ مولانا حکیم محمد اختر کی مشہور کتاب معارفِ مثنوی ہے جو پوری دنیا میں شائع ہوئی اور کئی زبانوں میں

اس کے ترجمے ہوئے، دیگر کتابوں کے بھی اردو، سندھی، عربی، پشتو، بنگلہ، برما، جرمن، فرنچ، انگریزی، روسی اور دیگر کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہوچکے ہیں۔

دنیا بھر میں مولانا حکیم محمد اختر کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی بڑی تعداد موجود ہے، ان میں جنوبی افریقہ کے معروف کرکٹر عبداللہ آملہ، اور ہاشم آملہ بھی شامل ہیں۔ مولانا حکیم محمد اختر کا شمار ان چند جید علماء میں ہوتا ہے جن کو عالمی سطح پر تسلیم کیا جاتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی شہادت کے ۱۰/روز بعد مولانا حکیم محمد اختر پر ۳۱/ مئی ۲۰۰۰ء کو فالج کا حملہ ہوا۔ مولانا کے سوگواروں میں ایک بیٹا مولانا حکیم محمد مظہر، ایک بیٹی، پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیوں کے علاوہ ہزاروں خلفاء و مریدین، شاگرد اور لاکھوں عقیدت مند شامل ہیں۔

دریں اثناء مختلف جید علماء، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مفتی عبد الرحیم، مفتی محمد، مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق، مولانا محمد احمد لدھیانوی، سید منور حسن، پروفیسر حافظ محمد سعید، مولانا فضل الرحمٰن خلیل، مولانا پیر محمد عزیز الرحمٰن ہزاروی، جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم کے مہتمم مولانا ڈاکٹر قاسم محمود، مفتی محمد نعیم، مولانا سیف اللہ خالد، مفتی محی الدین، مفتی ابو ہریرہ محی الدین، ڈاکٹر خالد محمود سومرو، مولانا اورنگ زیب فاروقی، قاری محمد عثمان، ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی، پاکستان تحریک اتحاد کے سربراہ جنرل (ر) حمید گل اور دیگر نے اپنے تعزیتی پیغامات میں مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال کو اُمت کا عظیم نقصان قرار دیا ہے۔ لیگل ایڈوائزری کونسل کے چیئر مین سید سطوت حسین، تحریکِ انصاف کے رہنماؤں عنایت خٹک، شاہنواز جدون، دوا خان صابر، سبحان ساحل، ایاز خان و دیگر نے معروف عالم دین مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر اظہارِ تعزیت کیا ہے۔ انہوں نے کہا مولانا حکیم محمد اختر کی علمی، اسلامی، ترویج قرآن، انسانی فلاح و بہبود اور سماجی خدمات کا دائرہ انتہائی وسیع ہے، ان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

مسلم لیگ سندھ کے سیکریٹری مالیات رانا احسان نے مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر ان کے بیٹے صاحبزادہ مولانا حکیم محمد مظہر سے تعزیت کی، انہوں نے پارٹی رہنماؤں حاجی چن زیب، مولانا رشید خان، اور راجہ نصر اللہ کے ہمراہ صاحبزادہ مولانا حکیم محمد مظہر سے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں ملاقات کی اور فاتحہ خوانی کی، اس موقع پر رانا احسان نے کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر کا انتقال عالم اسلام کا نقصان ہے، ان کا خلا کبھی پر نہیں ہوسکے گا، وہ ایک عظیم علمی شخصیت تھے۔

جید علماء سمیت بیرونی دنیا سے عقیدت مندوں، شاگردوں اور خلفاء کی بڑی تعداد مولانا حکیم محمد اختر کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے کراچی پہنچی۔ جنازہ میں ایک لاکھ سے زائد افراد نے

شرکت کی۔ مولانا کی نماز جنازہ ان کے قائم کردہ ادارے جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر میں ان کی وصیت کے مطابق ان کے فرزند مولانا حکیم محمد مظہر کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں شرکت کے لیے آمدورفت نماز فجر کے بعد ہی سے شروع ہوگئی تھی۔ نماز جنازہ صبح نو بجے ادا کی گئی، قبل ازیں صفورہ گوٹھ، موسمیات، ائیر پورٹ، پہلوان گوٹھ، رابعہ سٹی اور دیگر علاقوں کی طرف جانے والے راستوں میں شدید ٹریفک جام کے باعث ہزاروں افراد نماز جنازہ میں شرکت نہ کر سکے۔ سندھ بلوچ سوسائٹی کے علاوہ قرب وجوار کے علاقوں میں ہزاروں افراد نے سڑکوں پر ہی نماز جنازہ ادا کی۔ بعدازاں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مولانا کو سندھ بلوچ سوسائٹی کے مقامی قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اس موقع پر ہر آنکھ اشک بار تھی۔ (۳،۴/۶/جون ۲۰۱۳ء)

روزنامہ دنیا کراچی:

مولانا حکیم محمد اختر جامعہ اشرف المدارس گلستانِ جوہر سے متصل قبرستان میں سپردِ خاک۔

ممتاز عالم دین مولانا حکیم محمد اختر کو پیر کی صبح جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر سے متصل قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ مولانا کی نمازِ جنازہ اُن کے قائم کردہ دینی ادارے جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں اُن کی وصیت کے مطابق اُن کے فرزند مولانا حکیم محمد مظہر کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ میں وفاق المدارس کے سربراہ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مفتیِ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا محمد اسفند یار خان، مولانا محمد زرولی خان، مفتی محمد نعیم، مفتی عبدالرؤف سکھروی، مولانا عبدالواحد، مفتی ڈاکٹر محمد زبیر اشرف عثمانی، مولانا امداد اللہ یوسف زئی، مولانا سعید خان، مولانا تنویر الحق تھانوی، جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی رہنماء مولانا عبدالغفور حیدری، قاری محمد عثمان، اہلِ سنت والجماعت کے مرکزی رہنماء مولانا اورنگ زیب فاروقی سمیت مختلف سیاسی ومذہبی قائدین، عقیدت مندوں، شاگردوں، خلفاء اور ہزاروں شہریوں نے شرکت کی۔ صفورہ گوٹھ، محکمۂ موسمیات، ائرپورٹ، پہلوان گوٹھ، رابعہ سٹی اور دیگر علاقوں کی طرف جانے والے راستوں میں شدید ٹریفک جام کے باعث، ہزاروں افراد نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کر سکے۔ جماعت اسلامی سندھ کے امیر ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی، نائب امیر اسداللہ بھٹو، کراچی کے امیر محمد حسین محنتی، جمعیت علمائے اسلام کراچی کے امیر قاری محمد عثمان، مولانا عبدالکریم عابد اور دیگر نے مرحوم کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد مظہر سے اظہارِ تعزیت کیا ہے۔ (۴/جون ۲۰۱۳ء)

روزنامہ نئی بات کراچی:

ممتاز عالمِ دین مولانا حکیم محمد اختر طویل علالت کے بعد انتقال کرگئے۔

ممتاز عالم دین مولانا حکیم محمد اختر طویل علالت کے بعد کراچی میں انتقال کر گئے۔ مولانا حکیم محمد اختر کی پیدائش بھارت کے شہر پرتاب گڑھ کی تھی، قیام پاکستان کے بعد وہ پاکستان آئے اور ناظم آباد نمبر۴ رمیں دینی خدمات سرانجام دیتے رہے، تقریباً دو دہائیوں تک ناظم آباد ہی میں رہے، اور بعدازاں گلشن اقبال بلاک ۲ رمیں منتقل ہوگئے، جہاں پر خانقاہ قائم کی، اور بعدازاں سندھ بلوچ سوسائٹی، گلستان جوہر میں جامعہ اشرف المدارس کے نام سے بڑا دینی ادارہ قائم کیا، جس میں ہزاروں طلباء وطالبات زیرِ تعلیم ہیں، دنیا بھر میں مولانا کے مریدین اور عقیدت مندوں کی بڑی تعداد موجود ہے، جن میں جنوبی افریقہ کے معروف کرکٹر عبداللہ ہاشم آملہ بھی شامل ہیں۔ مولانا کا شمار ان چند جید علماء میں ہوتا تھا جن کو عالمی سطح پر تسلیم کیا جاتا ہے۔

نمازِ جنازہ میں جید علماء سمیت ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ مولانا کی نماز جنازہ ان کے قائم کردہ دینی ادارے جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر میں ان کی وصیت کے مطابق ان کے فرزند مولانا حکیم مظہر کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ لوگوں کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے آمدورفت نماز فجر کے بعد ہی سے شروع ہوگئی تھی۔ نماز جنازہ صبح نو بجے ادا کی گئی، جب کہ صفورہ گوٹھ، موسمیات، ائیر پورٹ، پہلوان گوٹھ، رابعہ سٹی اور دیگر علاقوں کی طرف جانے والے راستوں میں شدید ٹریفک جام کے باعث ہزاروں افراد نماز جنازہ میں شرکت نہ کرسکے۔ بعد ازاں ہزاروں سوگ واروں کی موجودگی میں مولانا کو اشرف المدارس کے مقامی قبرستان میں سپردِ خاک کردیا گیا۔ اس موقع پر ہر آنکھ اشک بار تھی، اور شاگرد، خلفاء، مریدین، عقیدت مند اور عام شہری بھی مولانا کی عقیدت میں اشک بار تھے، دریں اثناء جماعت اسلامی سندھ کے امیر ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی، اسداللہ بھٹو، اورنگ زیب فاروقی اور متحدہ بین المسلمین فورم پاکستان کے صدر مولانا تنویرالحق تھانوی نے مولانا حکیم اختر کے انتقال پر دلی دکھ کا اظہار کیا ہے۔ (۳، ۴ رجون ۲۰۱۳ء)

روزنامہ ریاست کراچی:

مولانا حکیم محمد اختر طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔

ممتاز عالم دین اور بزرگ مولانا حکیم محمد اختر ۹۱ رسالہ طویل علالت کے بعد کراچی میں

انتقال کر گئے ۔ بعد ازاں ممتاز عالم دین مولانا حکیم محمد اختر کو پیر کی صبح جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر میں سپردِ خاک کردیا گیا۔ نمازِ جنازہ میں جید علماء سمیت ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی ۔ جماعت اسلامی سندھ کے امیر ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی ، اور نائب امیر اسد اللہ بھٹو نے ممتاز عالمِ دین ، عالمِ ربانی مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر دلی دکھ کا اظہار کیا ہے ۔صوبائی امیر نے اپنے ایک تعزیتی بیان میں کہا کہ وہ ایک عارف باللہ اور روحانی شخصیت تھے ۔ (۳،۴/جون ۲۰۱۳ء)

روزنامہ جرأت کراچی:

مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر ختم نبوت کے رہنماؤں کا اظہارِ رنج وغم۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماؤں شیخ الحدیث مولانا عبد المجید لدھیانوی ، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر عبد الرزّاق اسکندر ، مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد ، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ، مولانا اللہ وسایا ، مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی ، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی ، صوبائی امیر علامہ مولانا احمد میاں حمادی ، مولانا مفتی محمد طاہر مکی ، مولانا محمد علی صدیقی ، علامہ محمد راشد مدنی ، مفتی حفیظ الرحمان رحمانی نے ولی کامل مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا ظہار کرتے ہوئے ان کے انتقال کو اُمتِ مسلمہ کے لیے ایک بہت بڑا عظیم سانحہ قرار دیا ہے ۔ (۳/جون ۲۰۱۳ء)

روزنامہ اوصاف اسلام آباد:

ممتاز عالمِ دین مولانا حکیم محمد اختر طویل علالت کے بعد انتقال کرگئے۔

ممتاز عالم دین ، بزرگ مولانا حکیم محمد اختر ۱۳/سالہ طویل علالت کے بعد کراچی میں انتقال کر گئے ۔ اُن کی نماز جنازہ پیر کو صبح نو بجے جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر سندھ بلوچ سوسائٹی میں ادا کی گئی ۔ مولانا حکیم محمد اختر کی پیدائش انڈیا کے شہر پرتاب گڑھ کی تھی ۔ قیام پاکستان کے کچھ عرصے بعد وہ پاکستان آئے اور ناظم آباد ۴/میں دینی خدمات سرانجام دیتے رہے ۔ (۳،۴/جون ۲۰۱۳ء)

روزنامہ آزاد ریاست کراچی:

ملک کی معروف روحانی شخصیت مولانا حکیم محمد اختر رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔

ملک کی معروف روحانی شخصیت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ، ادارہ روزنامہ آزاد ریاست اُن کے اہلِ خانہ سے دلی تعزیت کرتا ہے اور مولانا کی مغفرت کے لیے دعا گو ہے کہ

خدا تعالیٰ مولانا مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبرِ جمیل عطا کرے۔ (۳/ جون ۲۰۱۳ء)

ہفت روزہ اخبار المدارس کراچی:

مولانا حکیم محمد اختر آہوں اور سسکیوں میں سُپردِ خاک۔

جامعہ اشرف المدارس اور خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کے بانی، تصوّف وتزکیہ کے روحِ رواں عارف باللہ مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ ۱۳/ سالہ طویل علالت کے بعد ۹۰/ برس کی عمر میں انتقال فرماگئے، مرحوم سینکڑوں کتب کے مصنف کئی اداروں کے بانی اور تصوف کے چاروں سلسلوں نقشبندیہ، سہروردیہ، قادریہ چشتیہ کے سرخیل تھے، نماز جنازہ ۳/ جون کی صبح ۹/ بجے صاحبزادہ مولانا حکیم محمد مظہر کی اقتداء میں ادا کی گئی، جس میں شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی، اہلِ سنت والجماعت کے مولانا اورنگ زیب فاروقی، قاری عمر صادق، دیگر سیکڑوں جید علماء کرام، ہزاروں مدارس کے طلباء اور عوام الناس نے شرکت کی، بعد نماز جنازہ جامعہ اشرف المدارس مسجد امداد سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی میں آپ کی تدفین کردی گئی، جنرل (ر) حمید گل، جماعتِ اسلامی کے امیر سید منور حسن، جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی امیر مولانا فضل الرحمٰن، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی، مفتی محمد تقی عثمانی، اہلِ سنت والجماعت کے مرکزی امیر مولانا محمد احمد لدھیانوی، دفاعِ پاکستان کونسل کے چیئرمین مولانا سمیع الحق، جامعہ بنوریہ عالمیہ کے مہتمم مولانا مفتی محمد نعیم، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے جنرل سیکریٹری قاری محمد حنیف جالندھری، جامعہ فاروقیہ راولپنڈی کے مہتمم قاضی عبد الرشید، مولانا اورنگ زیب فاروقی، مفتی محمد عثمان یار خان، مولانا غلام رسول ناصر، مولانا عمر صادق، مجلس صوت الاسلام کے مفتی ابوہریرہ محی الدین، جامعہ اسلامیہ کلفٹن کے مہتمم مفتی محی الدین، ڈاکٹر خالد محمود سومرو، مولانا پیر محمد عزیز الرحمٰن ہزاروی، افریقہ سے مولانا اسماعیل باوا سمیت ملکی وغیر ملکی سیاسی وسماجی اور جید علماء کرام نے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے تصوّف اور جملہ دینی خدمات پر مرحوم کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کے ارتحال کو پوری اُمتِ مسلمہ کے لیے سانحہ اور عظیم نقصان قرار دیا ہے، مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال کی خبر ملتے ہی نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی دنیا سے ان کے عقیدت مندوں، شاگردوں، خلفاء اور چاہنے والوں کی بڑی تعداد نماز جنازہ میں شرکت کے لیے کراچی پہنچی۔ مولانا کی نماز جنازہ ان کے قائم کردہ ادارے جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر میں ان کی وصیت کے مطابق ان کے فرزند مولانا حکیم محمد مظہر کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں

وفاق المدارس کے صدر شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا محمد اسفند یار خان، مولانا محمد زرولی خان، مفتی محمد نعیم، مولانا عبدالواحد، مفتی عبدالرؤوف سکھروی، مولانا مفتی ڈاکٹر محمد زبیر اشرف عثمانی، مولانا امداداللہ یوسف زئی، مولانا سعید خان، مولانا شفیق احمد بستوی، مولانا عبد الغفور حیدری، قاری محمد عثمان، مولانا اورنگ زیب فاروقی اور مختلف سیاسی و مذہبی قائدین سمیت مولانا کے عقیدت مندوں، شاگردوں، خلفاء اور عام شہریوں کی ایک لاکھ سے زائد تعداد نے شرکت کی۔ لوگوں کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے آمدورفت نماز فجر کے بعد ہی سے شروع ہوگئی تھی۔ نماز جنازہ صبح نو بجے ادا کی گئی، قبل ازیں صفورہ گوٹھ، موسمیات، ائیر پورٹ، پہلوان گوٹھ، رابعہ سٹی اور دیگر علاقوں کی طرف جانے والے راستوں میں شدید ٹریفک جام کے باعث ہزاروں افراد نماز جنازہ میں شرکت نہ کر سکے۔ سندھ بلوچ سوسائٹی کے علاوہ قرب وجوار کے علاقوں میں ہزاروں افراد نے سڑکوں پر ہی نماز جنازہ ادا کی۔ بعد ازاں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مولانا کو سندھ بلوچ سوسائٹی کے مقامی قبرستان میں سپردِ خاک کردیا گیا۔ اس موقع پر ہر آنکھ اشک بار تھی۔

جامعہ بنوریہ عالمیہ کے مہتمم مولانا مفتی محمد نعیم نے ولی کامل عارف باللہ مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر انتہائی دلی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ عالم کی موت پورے عالَم کی موت ہوتی ہے، مولانا حکیم محمد اختر اکابر واسلاف کی نشانی اور حقیقی معنوں میں انسان کے امراض باطنی اور ظاہری دونوں کے حکیم تھے، جنہوں نے دنیا بھر میں سلسلۂ تصوف کے ذریعے بلاشک وشبہ لاکھوں بھٹکے ہوئے انسانوں کے تزکیۂ نفس اور شیطان کی غلامی سے نجات دلانے میں اپنا کردار ادا کیا، ایسے علم وعمل کی مقدس شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں، ان کا سانحۂ ارتحال نہ صرف اُن کی اولاد، مریدین اور خلفاء بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ کے لیے بھی بڑا صدمہ ہے۔ پیر کو عارف باللہ مولانا حکیم محمد اختر کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد مظہر، خلفاء، مریدین ودیگر لواحقین سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے جامعہ بنوریہ عالمیہ سائٹ ایریا کراچی کے رئیس مولانا مفتی محمد نعیم نے کہا کہ مولانا حکیم محمد اختر کے سانحۂ ارتحال کے صدمہ کا اثر زائل ہونے میں وقت لگے گا، کیونکہ مولانا حکیم محمد اختر موجودہ پُرفتن دور میں ولی کامل اور حقیقی اللہ والے تھے، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے معاملات بھی بڑے عجیب وغریب اور حکمت سے پُر ہوتے ہیں، بعض لوگ گوشۂ گمنامی میں اللہ کی رضا کے لیے کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ دنیا والوں کے لیے اللہ کی خاص نعمت اور رحمت ہوتے ہیں، لیکن جب اس شخصیت کی دنیا سے رحلت ہوجاتی ہے، تو یقیناً پوری قوم کے لیے سانحہ ہوتا ہے، انہوں نے مزید کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عالم کی موت کو پورے عالَم کی موت قرار دیا ہے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر جو دعائیں

ارشاد فرمائیں ہیں، اور جو ان سے منقول ہیں وہ انس وحوصلہ دیتی ہیں، ان میں سے ایک ’’اللّٰھم لاتحرمنا اجرھم و لا تفتنا بعدھم‘‘ کیونکہ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ اللہ والا کتنے فتنوں کے لیے آڑ اور کتنی آفات کو روکے ہوئے تھا، مفتی محمد نعیم نے مزید کہا کہ یقیناً حضرت کا سانحۂ ارتحال پوری اُمت کا صدمہ ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس صدمہ پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے، انہوں نے کہا کہ انسان کو زندگی میں خوشی، غم اور دیگر مختلف قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جماعتِ اسلامی سندھ کے امیر معراج الہدیٰ صدیقی، نائب امیر اسد اللہ بھٹو، کراچی کے امیر محمد حسین محنتی، جمعیت علمائے اسلام کراچی کے امیر قاری عثمان، مولانا عبدالکریم عابد، محمد غیاث، اسلم غوری، قاری شیر افضل، جامعہ مخزن العلوم نارتھ ناظم آباد کے صدر ڈاکٹر قاسم محمود، متحدہ علماء محاذ پاکستان کے مولانا محمد امین انصاری، مفتی محمد اسلم نعیمی، مولانا انتظار الحق تھانوی، علامہ عبداللہ غازی، علامہ آغا حسن صلاح الدین، علامہ قاضی احمد نورانی صدیقی، علامہ ڈاکٹر عامر عبداللہ محمدی، علامہ غلام مصطفیٰ رحمانی، سید جمیل شاہ، حافظ ساجد عمران مستقیم، اور دیگر نے عالم ربانی مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر دلی دکھ کا ظہار کیا ہے، اپنے تعزیتی پیغامات میں کہا کہ وہ ایک عارف باللہ اور روحانی شخصیت تھے، جن کی دینی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، مولانا نے اشاعت دین اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے سیکڑوں دیہاتوں، شہروں سمیت تھر اور سندھ و بلوچستان کے پس ماندہ علاقوں میں شاندار خدمات انجام دی ہیں جو ایک مثالی نمونہ ہے، اتحادِ اُمت کے لیے ان کی گراں قدر خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، اس پرفتن دور میں وہ انسانیت کے لیے سکون وفلاح کا نشان تھے، اجمیر پرائڈ گلستانِ جوہر بلاک ۱۲ رسندھ بلوچ سوسائٹی کے مکینوں نے بھی مولانا کے انتقال پر دلی افسوس اور رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کے صاحبزادے حکیم محمد مظہر سے دلی تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ اہلِ سنت والجماعت کراچی کے امیر اورنگ زیب فاروقی نے مرکز اہلسنت کراچی سے جاری اپنے بیان میں کہا کہ مولانا حکیم اختر عالم اسلام کے بہت بڑے روحانی بزرگ تھے۔ ان کی جدائی سے عالمِ اسلام یتیم ہوگیا ہے۔ دنیا بھر کے جید علماء کرام، صوفیاء کرام اور مشائخِ عظام کے علاوہ مذہبی طبقے کے لیے بہت بڑا سانحہ ہے۔ ان کی شخصیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ ان کے اصلاحی مواعظ و بیانات سے لاکھوں لوگ دین کی طرف راغب ہوئے۔ اور آج مولانا حکیم محمد اختر کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں ہے۔

انٹرنیشنل سیکریٹریٹ ختم نبوت اکیڈمی لندن میں مولانا حکیم محمد اختر کے انتقال پر عبدالرحمٰن باوا کی صدارت میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ شریک رہنماؤں نے برطانیہ بھر سے علماء کرام کے تعزیتی پیغامات بھی دیئے، شریک علماء میں علماء رابطہ کونسل برطانیہ کے رہنما مفتی عبدالوہاب، مولانا

سہیل باوا، شیخ عبدالماجد، مفتی عبدالمنتقم، حاجی رفیق، مولانا عرباض، مولانا امدادالحسن نعمانی، مفتی یوسف ڈ نکا، شیخ سلیمان غنی، مولانا عطاء اللہ خان، مولانا جمیل، مولانا نعیم، جمعیت علماء برطانیہ کے مرکزی قائدین قاری عبدالرشید، قاری تصورالحق، مولانا اسدمیاں، مولانا جمال بادشاہ، مولانا اکرام الحق خیری، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے حافظ نگین، طٰہٰ قریشی، مفتی محمودالحسن، ختم نبوت فورم کے رہنماء علامہ خالد محمود، مجلس احرار اسلام، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ، شبان ختم نبوت، ختم نبوت یورپ، ختم نبوت بلجیم، سواداعظم اہلسنت کے رہنما مفتی تقی علاوہ مولانا عیسیٰ منصوری، مولانا مسعود پٹیل و دیگر درجنوں علماء کرام دیگر معززین نے مرحوم کی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا اور ان کے لیے دعا و قرآن خوانی کی گئی۔ بعد ازاں تعزیتی جلسے میں شریک تمام علماء نے خطاب اور تعزیتی پیغامات بھی دیئے، علماء نے کہا کہ مولانا کا انتقال صرف پاکستان ہی نہیں پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے عظیم صدمہ ہے، مسلمان اس صدی کے روحانی باپ سے محروم ہوگئے، علماء نے مزید کہا کہ حضرتؒ مجدد غض بصر اور اس صدی کے مجدد تصوف تھے، مولانا حکیم محمد اختر کے کارنامے بتارہے ہیں کہ وہ پندرھویں صدی کے مجدد تھے، جمعیت علماء برطانیہ کے مرکزی قائد قاری عبدالرشید نے کہا کہ حضرت اپنے مریدین کو حسن فانی وعشق مجازی و بدنظری اور نفس کے خلاف جہاد کی تعلیم و تلقین کرتے رہے، علماء رابطہ کونسل برطانیہ کے مرکزی کنوینز مولانا سہیل باوا نے کہا کہ بدنظری وعشق مجازی کا مہلک مرض اس دور میں شدت سے ظاہر ہوا ہے۔ اللہ نے حضرتؒ سے اس کے علاج کا کام لیا ہے۔ وہ بے مثل علاج اور کارِتجدید ہے، جو کہ صدی کے مجدد سے لیا گیا، کیونکہ غض بصر کا شعبہ نظروں سے اوجھل ہوگیا تھا۔

مولانا حکیم محمد اختر ۱۹۲۳ء کو ہندوستان کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہ میں پیدا ہوئے۔ ساتویں جماعت کے بعد اپنے آبائی قصبہ کی جامع مسجد کے خطیب مولانا قاری صدیق سے درس نظامی کی ابتدائی کتب کریما مکمل اور گلستان کے کچھ باب پڑھ کر اپنے والد سے دیوبند جانے کی اجازت چاہی، مگر والد نے آپ کی مرضی کے خلاف طبیہ کالج اِلہ آباد میں داخلہ دلوا کر وہاں سے طب میں ڈگری دلوائی، طبیہ کالج میں تعلیم کے دوران اٹھارہ سال کی عمر میں مسلسل تین سال مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی کی خدمت میں رہ کر تصوف کا فیض حاصل کرتے رہے، بعد ازاں ۱۷ر برس آپ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مولانا عبدالغنی پھول پوری کے زیرِتربیت رہے، ان کے انتقال کے بعد آپ مولانا ابرارالحق کے زیرِتربیت رہے، اور ان کے خلیفۂ مجاز ہونے کا شرف حاصل کیا۔ پاکستان آنے کے بعد کچھ عرصہ آپ ناظم آباد کراچی میں رہے، اس کے بعد گلشن اقبال نمبر۲ر میں منتقل ہوگئے، جہاں آپ نے ایک ادارہ جامعہ اشرف المدارس وخانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی

ساتھ میں ایک حکمت کے دواخانہ کی بھی بنیاد رکھی، آپ کی بنائی خانقاہ اور دینی ادارہ پوری دنیا میں مشہور ہے، اور آپ کی خانقاہیں دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کی تبلیغ کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے تزکیہ میں کردار ادا کررہی ہیں، مشہور کرکٹر ہاشم آملہ بھی آپ کی خانقاہ کا فیض یافتہ ہے۔

گلشن اقبال میں قائم جامعہ اشرف المدارس میں روز بروز طلباء کی تعداد میں اضافہ کی باعث جامعہ کو سندھ بلوچ سوسائٹی گلستانِ جوہر میں منتقل کردیا گیا، آپ کے بنائے ہوئے ادارہ میں اس وقت پانچ ہزار سے زائد طلباء زیرِ تعلیم اور ملک بھر میں جامعہ کی کئی شاخیں قائم ہوچکی ہیں، جو علومِ نبوی سے دنیا کو روشناس کرارہی ہیں۔

مولانا حکیم محمد اختر درجنوں کتب کے مصنف تھے، آپ نے اپنی تصانیف میں سب سے زیادہ پھیلنے والی برائی وگناہ کبیرہ بدنظری، حسن پرستی، عشق مجازی، ہم جنس پرستی، اغلام بازی جیسے کبیرہ گناہوں اور معاشرتی لعنت کی جس طرح سے تزکیہ کی ترغیب دلائی ہے، وہ آپ کو تمام صوفیاء سے ممتاز کرتی ہے، آپ نے علامہ رومی کی شاندار کتاب درس مثنوی کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے، آپ کی کتب اردو، سندھی، عربی، پشتو، بنگلا، برمی، جرمن، فرنچ، انگریزی، روسی زبانوں میں پوری دنیا کو فیض پہنچا رہی ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے شعر وسخن کا فطری ذوق عطا کیا تھا، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب ایک عالم گیر شخصیت اور اللہ کا انعام تھے، جو چاروں بیعت کے سلاسل نقشبندیہ، سہروردیہ، قادریہ اور چشتیہ کے سرخیل تھے، اور دنیا بھر میں اللہ تعالی نے اُن سے تزکیہ کا جو کام لیا، وہ رہتی دنیا کو اسلامی اور نوری کرنوں سے معمور کرتا رہے گا، واقعتاً وہ اہلِ اسلام اور پاکستان کے لیے کسی نعمت عظمیٰ سے کم نہ تھے، ایسے اللہ والے تھے کہ گوشہ گم نامی میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرتے رہے، جس کی وجہ سے خلقِ خدا کو اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کے فتنوں، مصیبتوں اور آفات سے دور رکھا ہوا تھا، لیکن جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو پوری قوم غم میں ڈوب گئی، اہلِ اسلام بالخصوص پاکستان ایک عظیم صوفی بزرگ، ولیِ کامل، عارف باللہ، حکیم، شاعر، مدرس، مہتمم، شیخ ومربی سے محروم ہوگیا۔ پوری اُمتِ محمدیہ خصوصاً آپ کے معتقدین آپ کی فرقت کے غم میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں۔

مجھے اب دل کے ویرانے سے آتی ہے تری خوشبو جدھر جاتا ہوں میرے ساتھ جاتی ہے تری خوشبو
اب تیرا کیا خیال ہے اے اِنتہائے غم؟ وہ چشمِ ناز بھی نظر آتی ہے آج نم

(۶/جون تا ۱۲/جون ۲۰۱۳ء)

ہفت روزہ خواتین کا اسلام:

دو جون مغرب کے بعد کا وقت تھا، جب موبائل پر پیغام آمد کی بیپ ہوئی، دیکھا تو کسی

انجانے نمبر سے پیغام آیا تھا۔ پیغام کھولا تو پہلی سطر پڑھتے ہی بے اختیار اِک آہ نکل گئی، لکھا تھا، عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب انتقال فرما گئے۔ یہ پیغام چونکہ انجانے نمبر سے تھا، اس لیے فوراً ادھر ادھر کچھ دوستوں سے رابطہ کیا، تو اس دل خراش خبر کی تصدیق ہوگئی، تصوّر میں حضرت کا نورانی اور بچوں کی سی معصومیت لیے چہرہ آ گیا، ہم نے ۲۰۰۴ء میں پہلی مرتبہ حضرت کی زیارت، گلشن اقبال میں واقع حضرت کی خانقاہ میں اپنے ایک دوست کے وسیلے سے کی۔ اس وقت بھی حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ بات نہ فرما سکتے تھے، دراصل آپ پچھلے تیرہ سال سے سخت علیل تھے۔

آپ متبحر عالم بھی تھے اور عارف باللہ بھی، داعی الی اللہ بھی تھے، اور کامل فن شیخ طریقت بھی۔ آپ کی شخصیت میں بہت سی صفات محمودہ جمع ہوگئی تھیں، لیکن ان میں سے غالب صفت جو تمام صفات محمودہ کی گویا بنیاد ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے شدید محبت تھی۔ اسی محبت کا لازمی نتیجہ تھا کہ حدیث پاک کے مصداق پھر آپ کی محبوبیت کے زمزمے بھی چہار عالم میں گونجے۔ نہ صرف برصغیر بلکہ افریقہ، یورپ، امریکہ اور کینیڈا کے ہزاروں لوگوں کے دل بھی آپ کی محبت سے معمور تھے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی دکانِ معرفت سے ہر آنے والے کو دردِ دل کی سوغات بٹتی تھی۔ جو آپ کے دامن سے وابستہ ہوجاتا، اس کی زندگی بدل جاتی، جو نگاہیں سرکش ہوتیں، آپ کے مواعظ کی برکت سے جھکنا سیکھ لیتیں، کان غیبت اور لہو ولعب سننے سے بچنے لگتے، شرعی پردے کا اہتمام شروع ہوجاتا۔ غرض آپ کے بیانات کی برکت سے خاندان کے خاندان بدل گئے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب اتحادِ اُمت کے زبردست داعی تھے۔ تعصب سے، جو آج پاکستان میں خوں ریزی کی سب سے بڑی وجہ ہے، آپ کو سخت بغض تھا۔ تعصب چاہے جس رنگ میں ہو، اس نے لسانیت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہو، یا قومیت کے نعرہ میں چھپا ہو، اس کی بنیاد علاقائیت ہو یا رنگ ونسل، آپ کے نزدیک اُمتِ مسلمہ کو پارہ پارہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ تھی۔ آپ کے نزدیک وطن، قوم، نسل، اور زبان وتہذیب کی ہر نسبت سے زیادہ اسلام کی نسبت وحمیت اہم تھی۔ آپ نے اپنے درد بھرے مواعظ کے ذریعے اسی تعصب جاہلیہ کی بیخ کنی کی اور مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے نام پر جمع ہونے کی دعوت دی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے مریدین میں دنیا بھر کے مختلف زبان بولنے والے ہر رنگ ونسل کے لوگ شامل تھے۔

حضرتؒ کی رحلت سے اُمت ایک شفیق مربی اور عظیم عالم دین و مصلح سے محروم ہوگئی۔ ان کا

شمار عالم اسلام کی ان چند ممتاز اور نمایاں دینی وروحانی شخصیات میں ہوتا تھا، جن سے بلا مبالغہ لاکھوں انسانوں نے بلا واسطہ یا بالواسطہ فیض حاصل کیا۔ اس فتنے کے دور میں جب اولیاء اللہ کا وجود بہت بڑی غنیمت ہے، حضرت کی وفات یقیناً اُمت کا ایک بہت بڑا اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے، خصوصاً شہرِکراچی کے باسیوں کے سر سے ایک سائباں تھا جو اٹھ گیا۔

ادارہ روزنامہ اسلام اور جامعۃ الرشید سے حضرت حکیم صاحب کا مشفقانہ اور سرپرستانہ تعلق رہا۔ ان اداروں میں کئی سرکردہ شخصیات حضرت کی تربیت یافتہ اور مجاز ہیں۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ ''ہفت روزہ خواتین کا اسلام'' کا دفتر اسی مکان میں ہے جہاں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ اور اُن کے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ ایک طویل مدت تک قیام پذیر رہے، یہاں کے در و دیوار سے اب تک ان ہستیوں کے انفاس کی مہک آتی ہے۔

اب تک یقین نہیں آرہا کہ گلشن اختر ویران ہوگیا، اور حضرت یوں چپ چاپ چلے گئے ؎

کیسے چپ چاپ چلے جاتے ہیں جانے والے | کیسی بے فیض سی رہ جاتی ہے دل کی بستی

(شمارہ نمبر ۵۳۶)

ماہنامہ الابرار کراچی:

پیر کی شب بعد از مغرب بتاریخ ۲۳ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ ہمارے حضرت والا شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ۹۱ برس کی ایک طویل علالت کے بعد دارفناء سے دار بقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ، اعلی اللہ درجاتہ فی جنۃ الفردوس. ان العین تدمع والقلب یحزن ولانقول الا ما یرضیٰ ربنا وانا بفراقک ایھا الشیخ! لمحزونون۔**

اس عظیم سانحہ کی خبر پوری دنیا میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، جس نے بھی سنا حزن وغم کی تصویر بن کر رہ گیا، نزدیک و دور کے علاقوں سے لوگ جامع مسجد اشرف اور خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال کراچی پہنچنا شروع ہوگئے، جامع مسجد اشرف میں حضرت والا کا وصیت نامہ پڑھ کر سنایا گیا، لوگوں کو صبر وتحمل کی تلقین اور حضرت والا کے ایصال ثواب کے لیے گزارش کی گئی۔ حضرت والا کے غسل وغیرہ کے حوالے سے تیاریاں شروع ہوچکی تھیں، بعض مجبوریوں کی بناء پر نماز جنازہ اور تدفین فوری طور پر ممکن نہ تھی، اس لیے اگلے دن صبح نو بجے سندھ بلوچ کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی گلستانِ جوہر کراچی میں جنازے کی ادائیگی کا اعلان کیا گیا۔ غسل اور کفن سے فراغت کے بعد

حضرات مفتیان کرام کے مشورے سے ہزاروں کی تعداد میں موجود مشتاقان دید کو حضرت والا کی زیارت کی اجازت دے دی گئی۔ اگلے دن وقتِ مقررہ پر حضرت والا کی وصیت کے مطابق حضرت والا کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہم العالی نے نماز جنازہ پڑھائی، جنازہ میں اکابر علماء ومشائخ سمیت لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد شریک ہوئی۔ حضرت والا کی تدفین سندھ بلوچ سوسائٹی کے اندر حضرت والا کے وقف کردہ قبرستان میں عمل میں لائی گئی۔ بعدازاں تعزیت کے لیے اندرون وبیرون ملک سے کثیر تعداد میں لوگوں نے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال میں پہنچ کر حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہم سے ملاقات کی، بہت سے اکابر بھی تشریف لائے اور اس حوالے سے بعض حضرات کے بیانات بھی ہوئے۔ (رمضان ۱۴۳۴ھ مطابق اگست ۲۰۱۳ء)

ماہنامہ الفاروق کراچی:

۲/جون ۲۰۱۳ء بمطابق ۲۳/رجب ۱۴۳۴ھ بروز پیر حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ دار فناء کی بے ثباتیوں کو چھوڑ کر دارالبقاء کو سدھار گئے۔ رحمه الله رحمة واسعة.

آپ ۱۹۲۳ء میں یوپی (انڈیا) کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہ میں پیدا ہوئے۔ طب کی اعلیٰ تعلیم طبیہ کالج اِلہ آباد سے حاصل کی، پھر عظیم اکابر کی صحبت میں بچپن اور جوانی گزری۔ جب کہ حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی، حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوری، اور حضرت مولانا ابرار الحق رحمہم اللہ (خلفاء حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) سے اصلاحی تعلق قائم ہوا۔ اور حضرت مولانا ابرارالحقؒ سے خلافت حاصل کی۔ ۱۹۵۵ء میں پاکستان تشریف لائے اور ناظم آباد نمبر۴/کراچی میں دینی خدمات سرانجام دیتے رہے، بعدازاں خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال کراچی کی بنیاد رکھی۔ اور وہاں سے اللہ پاک نے ایک دنیا کے دلوں کو ذکر الٰہی سے منور رکھا۔ جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر سمیت کئی مساجد ومدارس اور خانقاہیں یادگار چھوڑیں۔ ۱۵۰/سے زائد چھوٹی بڑی تصانیف مواعظ اور خطبات کی سی ڈیز اور کیسٹیں آپ کا جاری کیا گیا ''فیوض کا آبِ رواں'' ہیں۔ آپ کی رفاہی لازوال خدمات انشاء اللہ ہمیشہ آپ کے احسانات کی یاد دلاتی رہیں گی۔ آپ کے پس ماندگان میں ایک بیٹا حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب اور صاحبزادی ہیں۔ جنازہ کے اگلے روز۴/جون بروز منگل حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب زیدمجدہٗ، جامعہ اشرف المدارس تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے صاحبزادہ مولانا حکیم محمد مظہر صاحب سے ملاقات اور تعزیت فرمائی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ناظم تعلیمات جامعہ فاروقیہ کراچی، مفتی حماد خالد صاحب اور مفتی عبدالرحیم صاحب (رفیق شعبۂ تصنیف) بھی حضرت کے ہمراہ تھے۔ (رمضان ۱۴۳۴ھ)

ماہنامہ الاحسن کراچی:

شریعت وطریقت کے جامع عارف باللہ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ طویل علالت کے بعد راحیلِ آخرت ہوئے۔ آنجناب کی نمازِ جنازہ اگلے روز جامعہ اشرف المدارس (پہلوان گوٹھ) میں آپ کے لائق وفائق صاحبزادہ وجانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ العالی نے پڑھائی۔ جس میں ایک جم غفیر تعداد موجود تھی۔ (رجب شعبان ۱۴۳۴ھ)

ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور:

۲/جون کو جامعہ اشرف المدارس کراچی کے بانی ومہتمم حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ خلیفۂ مجاز حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد کراچی میں انتقال فرماگئے۔ اِنَّـا لِلّٰہِ وَاِنآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ۶/جون صبح ۱۱/بجے کے جہاز سے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ) کراچی تشریف لے گئے، بھائی رضوان صاحب کے ہمراہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی خانقاہ میں جاکر اُن کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد مظہر صاحب سے تعزیت کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے نیز آپ کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ ملک میں آپ کے تلامذہ اور مریدین کی بڑی تعداد آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہے۔ اس عظیم حادثہ پر اہلِ ادارہ (جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ) اُن کے غم میں برابر کے شریک ہیں، اور تعزیتِ مسنونہ پیش کرتے ہیں۔ نیز خانقاہ میں آپ کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کروائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔ (جولائی ۲۰۱۳ء)

ماہنامہ الحسن لاہور:

راقم (محمد اکرم کاشمیری) کی مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہ نائب مہتمم واستاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ کی معیت میں خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ حاضری ہوئی، جب کہ اس سے قبل برصغیر پاک وہند کی ممتاز علمی، مذہبی اور روحانی شخصیت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہ کے انتقال پر ملال پر ان کے صاحبزادے جناب مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ کے پاس تعزیت کے لیے جانا ہوا۔

مولانا اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کی تعزیت کے لیے آنے والے (اندرون اور بیرون ملک سے) مہمانوں کے ساتھ بے انتہا مصروف تھے تاہم انہوں نے اپنی مادرِ علمی جامعہ اشرفیہ لاہور سے آنے والے مہمانوں کو نظر انداز نہیں فرمایا بلکہ کچھ وقت نکال کر نہ صرف یہ کہ ان کا حق ضیافت ادا کیا بلکہ کچھ دیر ان کے ساتھ بھی رہے.. حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی حیات مستعار کے بارے میں کئی

ایک واقعات بھی سنائے جن سے حضرت حکیم صاحب کی زندگی کے کئی پہلوؤں سے آ گہی حاصل ہوئی. حضرت حکیم صاحب نور اللہ مرقدہ کے سینکڑوں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مریدین ایسے ہیں جنہوں نے ان کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد مظہر صاحب کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی. مولانا حکیم محمد مظہر صاحب کے ساتھ گلستان جوہر کے اس قبرستان میں بھی حاضری ہوئی جہاں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب محو استراحت ہیں..... ان کی قبر کی پائینتی ان کی اہلیہ اور پھر کچھ فاصلے پر حضرت مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہ کے مسترشد خاص اور خلیفہ حضرت حاجی محمد افضل صاحب رحمہ اللہ کی قبریں بھی ہیں..... اولیاء اللہ کے اس قبرستان دوسرے الفاظ میں اس شہر خموشاں میں تھوڑی دیر قیام رہا اسی دوران ایصال ثواب کیا گیا..... مولانا محمد مظہر صاحب تعارف کرواتے رہے کہ یہ فلاں کی قبر ہے اور یہ فلاں کی....... عجیب کیفیت کا احساس ہو رہا تھا کہ دنیا میں یہ شخصیات کیسی تھیں، ان کے علوم و معارف سے خلق خدا کس طرح استفادہ کرتی تھی اور کبھی خیال اس طرف جاتا تھا کہ اب وہ عالم برزخ میں ہیں وہاں اپنے اعمال کے ثمرات سمیٹ رہے ہوں گے۔ (رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ)

ماہنامہ لولاک ملتان:

حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ طویل علالت کے بعد گزشتہ روز انتقال فرما گئے۔ انہوں نے حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ، حضرت مولانا عبد الغنی پھول پوریؒ اور حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئیؒ (آخری دو خلفائے کرام حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) سے روحانی تربیت لی اور علم و عمل اور اخلاص کی دولت سے مالا مال ہوئے اور نصف صدی تک پاکستان میں تصوف و روحانیت کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ وہ مثنوئ مولانا رومؒ کے مستند شارح سمجھے جاتے تھے۔ اُن کی باتیں ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق تھیں۔ اُن کے مواعظ علوم و معارف کا گنجینہ، راہِ سلوک میں پیش آنے والے پیچ و خم کے لیے مشعل راہ اور سالکین کی باطنی پریشانیوں کے لیے نسخۂ کیمیا ہوتے۔ انہوں نے اپنے پیچھے ہزاروں مریدین و مسترشدین اور دسیوں خلفاء چھوڑے ہیں، جو اُن کے لیے صدقۂ جاریہ سے کم نہیں۔ اُن کے فرزند ارجمند اور جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر دامت برکاتہم اب جامعہ اشرف المدارس کے مہتمم اور خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماؤں حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی دامت برکاتہم، حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزّاق اسکندر دامت برکاتہم، مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد مدظلہ، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی اور مولانا اللہ وسایا نے ایک مشترکہ بیان

میں حضرت الحاج مولانا حکیم محمد اخترؒ کی وفات حسرت آیات پر قلبی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اُن کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کی دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ حضرت حکیم صاحبؒ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ اور اُن کے خدام اور جانشین کو اُن کی خانقاہ اور جامعہ کی حفاظت، نگرانی اور تعلیم وتربیت جاری وساری رکھنے کی توفیق دیں۔ (رمضان ۱۴۳۴ھ)

ماہنامہ تدریس القرآن کراچی:

ممتاز عالم دین، پیرِ طریقت، ولی کامل، عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب تقریباً ۹۰ ر سال کی عمر میں پیر ۲ ر جون ۲۰۱۳ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب ۱۹۲۳ء کو ہندوستان کے صوبۂ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہ میں محمد حسین نامی سرکاری ملازم کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ والدین کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ کی دو بہنیں تھیں۔ ابتدائی اور اعلیٰ عصری تعلیم طبیہ کالج الٰہ آباد سے حاصل کی، شروع سے ہی بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے دینی کاموں میں سرگرم رہے اور پھر جوانی میں عالم دین کا کورس مکمل کیا۔ مولانا شاہ حکیم محمد اختر نے ابتداء میں جید علماء اور بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ حضرتِ والاؒ کا ذوقِ شعری حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا تربیت یافتہ تھا۔ بعدازاں ۱۷ ر برس حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوری رحمہ اللہ کی صحبت میں سرائے میر میں رہے۔ جہاں ان کے مدرسہ میں جوانی میں درس نظامی کی تعلیم مکمل کی۔ بعدازاں حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئی رحمہ اللہ سے اکتسابِ فیض کیا اور خلافت حاصل کی۔ جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ نہ صرف روحانی بزرگ تھے بلکہ بہترین مصنف اور اردو زبان کے قادرالکلام شاعروں میں سے ایک تھے۔ ان کے اردو کلام کا مجموعہ ''فیضانِ محبت'' بھی محبت الٰہیہ اور عشق رسالت کا شاہکار رہے۔ تصوّف اور معرفت آپ کے پسندیدہ موضوعات تھے، مولانا حکیم محمد اختر کا شمار مثنوی مولانا رومؒ کے مستند شارحین میں ہوتا تھا۔ آپ نے معارفِ مثنوی کے نام سے مثنوی مولانا رومؒ کی شرح لکھی جو پوری دنیا میں شائع ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے، ایک محتاط اندازہ کے مطابق اس وقت آپ کی تحریر کردہ کتب، مواعظِ حسنہ اور ملفوظات کی تعداد ۱۵۰ ر سے زائد ہے۔ مولانا نے ساری زندگی انسانیت کو اللہ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا درس دیا اور اپنے اکابر اور بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے شریعت وطریقت کا خوب صورت امتزاج قائم کر کے دکھایا۔

قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۶۰ء میں پاکستان آئے اور ناظم آباد نمبر ۴ ر کراچی میں تقریباً دو

دہائیوں تک دینی خدمات سرانجام دیتے رہے، بعدازاں خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال کراچی میں منتقل ہوئے۔ اور آخری وقت تک وہیں قیام پذیر رہے، مولانا نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے سندھ بلوچ سوسائٹی گلستانِ جوہر میں قائم کیا۔ جس میں پانچ ہزار سے زائد طلباء زیرِ تعلیم ہیں اور کراچی میں اس کی کئی شاخیں ہیں۔ مولانا حکیم محمد اختر کی رحلت درحقیقت علم ومعرفت کے آفتاب و ماہتاب کا غروب ہے، جس کے بعد پھیلنے والی اندھیریوں کی شدت کو اہلِ دل واہلِ نظر ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ آج کی اس مادی دنیا میں انسانیت کو روحانیت کی حقیقی آسودگی فراہم کرنے والے لوگ کم یاب ہوتے جارہے ہیں۔ خانقاہیں اجڑتی جارہی ہیں۔ اور خیر کا منبع کہلانے والی شخصیات ایک ایک کر کے رخصت ہوتی جارہی ہیں۔ ان پر آشوب حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اکابر ومشائخ اور بزرگانِ دین کی جلائی ہوئی علم ومعرفت کی شمعیں روشن رکھنے کی کوششیں کی جائیں اور ان کی تعلیمات کو عملی طور پر زندہ رکھا جائے۔ (شعبان، رمضان ۱۴۳۴ھ)

ماہنامہ وفاق المدارس ملتان:

۲۳ / رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲ / جون ۲۰۱۳ء بروز پیر ممتاز عالم دین، عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب ۱۳ / سال علیل رہنے کے بعد تقریباً ۹۰ / سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

آپ ۱۹۲۳ء میں ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محمد حسین ایک سرکاری ملازم تھے۔ ابتدائی اور اعلیٰ عصری تعلیم طبیہ کالج اِلٰہ آباد سے حاصل کی، حکمت کی تعلیم بھی مکمل کی۔ ابتداء ہی سے طبیعت دین کی طرف مائل تھی۔ جس کی بناء پر بزرگوں کی صحبت میں آنا جانا تھا، آپ نے وقت کے بڑے بڑے بزرگوں سے استفادہ کیا۔ اسی دوران حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم کیا، اس کے بعد ۱۷ / سال حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوری رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے۔ وہاں ان کے مدرسہ میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ سے تعلق قائم کیا۔ اور اُن کی جانب سے خلافت کے اہل قرار پائے۔ قیامِ پاکستان کے ۱۳ / سال بعد ہندوستان سے پاکستان تشریف لائے اور ناظم آباد نمبر ۴ / کراچی میں تقریباً دو دہائیوں تک دینی خدمات سرانجام دیتے رہے، بعدازاں گلشنِ اقبال منتقل ہوئے۔ اور خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کے نام سے خانقاہ قائم کی اور تادمِ مرگ اُسی جگہ قیام پذیر رہے۔ اُس کے ساتھ ساتھ آپ نے اشرف المدارس کے نام سے ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی۔ جس کا شمار ملک کی ممتاز دینی

درس گاہوں میں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دردِ دل کی دولت سے مالا مال کیا تھا جسے آپ اپنے مواعظ کے ذریعے دوسروں تک منتقل کرتے رہتے تھے، آپ کے یہ مواعظ کافی بڑی تعداد میں شائع ہو چکے ہیں، ان شائع شدہ مواعظ کی تعداد ۱۵۰ ر کے لگ بھگ ہوگی۔ ''معارفِ مثنوی'' کے نام سے مثنویٔ مولانا رومؒ کی شرح لکھی جسے خوب پذیرائی حاصل ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے، مثنوی کے علاوہ آپ کی دیگر مواعظ اور تالیفات کے تراجم بھی دیگر زبانوں میں ہوئے ہیں۔ جن میں سندھی، عربی، پشتو، بنگلہ، برمی، جرمن، فرنچ، اور انگریزی زبانیں نمایاں ہیں۔ آپ پر ۳۱ر مئی ۲۰۰۰ء کو فالج کا اٹیک ہوا جس کے بعد سے مسلسل صاحبِ فراش تھے، آخر کار آپ کا وقتِ اجل آ پہنچا اور ۲۳ر رجب ۱۴۳۴ھ کے غروب آفتاب کے ساتھ ہی آپ کی زندگی کا چمکتا دمکتا آفتاب بھی غروب ہوگیا۔ اور عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ گیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۲۵ر رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۵ر جون ۲۰۱۳ء بروز بدھ ناظم اعلیٰ وفاق المدارس مولانا محمد حنیف جالندھری جامعہ اشرف المدارس کراچی تشریف لے گئے جہاں انہوں نے حضرتؒ کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد مظہر صاحب اور جامعہ اشرف المدارس کے بزرگ اساتذہ سے تعزیت کی۔

آپ کی وفات پر اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے اپنے ایک تعزیتی بیان میں وفاق المدارس کے رہنماؤں شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر عبدالرزّاق اسکندر، مولانا قاری محمد حنیف جالندھری و دیگر نے کہا کہ آپ اس صدی کے ایک عظیم انسان تھے، آپ کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلا صدیوں پُر نہ ہو سکے گا، آپ کی وفات سے اُمتِ مسلمہ ایک مصلح، مشفق مربی اور رہبرِ شریعت سے محروم ہوگئی۔ (شعبان ۱۴۳۴ھ مطابق جولائی ۲۰۱۳ء)

ماہنامہ تجلیاتِ حبیب چکوال:

ممتاز عالم دین، پیرِ طریقت، ولی کامل، عارف باللہ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر ۱۳ر سال کی طویل علالت کے بعد ۹۰ر سال کی عمر میں ۲ر جون ۲۰۱۳ء کی شام کراچی میں انتقال فرما گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ۔

آپ پر ۳۱ر مئی ۲۰۰۰ء کو فالج کا حملہ ہوا جس کے بعد سے علیل چلے آرہے تھے، علالت کے دوران ہی پیر کی شب نماز مغرب کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی نماز جنازہ پیر کو صبح نو بجے آپ کے قائم کردہ جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر سندھ بلوچ مسلم سوسائٹی میں ادا کی گئی جس میں لاکھوں افراد شریک ہوئے۔

حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر کی رحلت عالمِ اسلام کے لیے عظیم سانحہ اور نا قابلِ تلافی نقصان ہے۔ مولانا رحمہ اللہ کی رحلت سے اُمت ایک شفیق مربی اور ایک عظیم عالمِ دین سے محروم ہوگئی۔ آپ کا شمار عالمِ اسلام کی چند ممتاز اور نمایاں دینی وروحانی شخصیات میں ہوتا تھا جن سے بلا مبالغہ لاکھوں انسانوں نے بلا واسطہ اور بالواسطہ فیض حاصل کیا اور ہزاروں لوگوں کی زندگیوں کے شب وروز بدلے۔ آپ کے خلفاء ومریدین ہزاروں کی تعداد میں ہیں جب کہ ان کا دائرہ کار پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ کے خلفاء اور مریدین پاکستان بھر کے علاوہ بھارت، بنگلہ دیش، امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، جنوبی افریقہ اور برما سمیت دنیا کے کئی ممالک میں موجود ہیں۔

حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر نہ صرف روحانی بزرگ تھے بلکہ بہترین مصنف اور اردو زبان کے قادر الکلام شاعروں میں بھی اُن کا شمار ہوتا تھا۔ تصوّف اور معرفت آپ کے پسندیدہ موضوعات تھے، آپ کے اردو کلام کا مجموعہ ''فیضانِ محبت'' بھی محبتِ الٰہیہ اور عشقِ رسالت کا شاہکار ہے۔ آپ کا شمار مثنویٔ مولانا روم رحمہ اللہ کے مستند شارحین میں ہوتا ہے۔ آپ نے معارفِ مثنوی کے نام سے مثنوی مولانا روم کی شرح لکھی جو پوری دنیا میں شائع ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے، ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت آپ کی تحریر کردہ کتابوں اور ملفوظات کی تعداد دوسو سے زائد ہے، آپ نے ساری زندگی انسانیت کو اللہ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا درس دیا، اور اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے شریعت وطریقت کا خوب صورت امتزاج قائم کر کے دکھایا۔

حضرت اقدس عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ صرف معجز بیان مقرر ہی نہیں تھے بلکہ سینے میں ایک درد بھرا دل رکھنے والے عارف باللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے) بھی تھے اور عارف باللہ کا لقب حضرت والاؒ کو جامعہ بنوری ٹاؤن کے سابق مہتمم وشیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہیدؒ نے دیا تھا، جب حضرت والاؒ کے مضمون کے ساتھ انہوں نے عارف باللہ کا اضافہ ''ماہنامہ بینات'' میں کروایا تھا۔

حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اخترؒ ۱۹۲۳ء کو ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہ میں محمد حسین نامی سرکاری ملازم کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ والدین کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ کی دو بہنیں تھیں۔ ابتدائی اور اعلیٰ عصری تعلیم طبیہ کالج الٰہ آباد سے حاصل کی، شروع سے ہی بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے دینی کاموں میں سرگرم رہے اور پھر جوانی میں عالم دین کا کورس مکمل کیا۔ حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ نے ابتداء میں جید علماء اور بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ اسی

دوران حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ سے اصلاحی تعلق قائم ہوا۔ بعد ازاں ۱۷/ برس حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ کی صحبت میں رہے۔ جہاں ان کے مدرسہ میں جوانی میں درس نظامی کی تعلیم مکمل کی۔ بعد ازاں ہردوئی میں حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئیؒ سے اکتساب فیض کیا اور خلافت حاصل کی۔ جن تین بزرگوں سے اصلاحی تعلق رہا، ان میں سے دو حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلفاء تھے۔ تصوف کے چاروں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ سے منسلک تھے، قیامِ پاکستان کے چندسال بعد ۱۹۶۰ء میں پاکستان آئے اور ناظم آباد نمبر ۴/ کراچی میں تقریباً دو دہائیوں تک دینی خدمات سرانجام دیتے رہے، بعد ازاں خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال کراچی میں منتقل ہوئے۔ اور آخری وقت تک وہیں قیام پذیر رہے، حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر نے ایک بڑا دینی ادارہ جامعہ اشرف المدارس کے نام سے سندھ بلوچ سوسائٹی گلستانِ جوہر میں قائم کیا۔ جس میں پانچ ہزار سے زائد طلباء زیرِتعلیم ہیں اور کراچی میں اس کی کئی شاخیں ہیں۔ حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ کے ادارے کی رفاہی خدمات بھی محتاج بیان نہیں ہیں۔

حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اخترؒ کی رحلت درحقیقت علم ومعرفت کے آفتاب وماہتاب کا غروب ہے، جس کے بعد پھیلنے والی اندھیریوں کی شدت کو اہلِ دل واہلِ نظر ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ آج کی اس مادی دنیا میں انسانیت کو روحانیت کی حقیقی آسودگی فراہم کرنے والے لوگ کم یاب ہوتے جارہے ہیں۔ خانقاہیں اُجڑتی جارہی ہیں۔ اور خیر کا منبع کہلانے والی شخصیات ایک ایک کر کے رخصت ہوتی جارہی ہیں۔ ان پرآشوب حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اکابر ومشائخ اور بزرگانِ دین کی جلائی ہوئی علم ومعرفت کی شمعیں روشن رکھنے کی کوششیں کی جائیں اوران کی تعلیمات کو عملی طور پر زندہ رکھا جائے۔

حضرت حکیم صاحب کے سانحۂ ارتحال پر دنیا بھر میں آپ کے متعلقین اور وابستگان غم زدہ ہوگئے۔ جانشین مرشد عالم حضرت اقدس مولانا صاحبزادہ پیر عبدالرحیم نقشبندی دامت برکاتہم نے اظہارِتعزیت کرتے ہوئے آپ کی ہمہ جہت دینی وروحانی خدمات پرخراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ولیٔ کامل حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی کامل مغفرت فرمائے اُن کے درجات بلند فرمائے، اُن کے جملہ پسماندگان ومتعلقین ومنتسبین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور پوری اُمت کو حضرت والا اور تمام اکابر اُمت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ (جولائی ۲۰۱۳ء)

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے جن اہلِ علم وفضل نے اس خطے کو ایمان ویقین کے نور سے جگمگایا

تھا وہ اب رفتہ رفتہ اس دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف کُوچ کر رہے ہیں۔ جہاں تک علم کے حروف ونقوش، کتابی معلومات وتحقیقات کا تعلق ہے ان کے شناوروں کی زیادہ کمی نہیں ہے۔ لیکن اسلام کا وہ ٹھیٹھ مزاج ومذاق، تقویٰ وطہارت، سادگی وفنائیت اور تواضع وللّٰہیت کا وہ البیلا انداز جو کتابوں میں نہیں، صرف اولیاء کی صحبت ومجلس سے حاصل ہوتا، اب مسلسل سمٹ رہا ہے۔ اُن میں ایک بڑا نام شیخ المشائخ، پیرِ طریقت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کا تھا، جو گزشتہ دِنوں اِنتقال فرما گئے۔ مولانا مرحوم ہندوستان کے صوبۂ یوپی میں پیدا ہوئے، مقامی سطح پر دینی وعصری علوم سے فراغت کے بعد ولی کامل حضرت مولانا عبد الغنی پھول پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں سترہ سالہ تک رہے۔ آپ تصوف کے چاروں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ سے منسلک تھے۔ کئی اہم کبار علماء ومشائخ سے کسبِ فیض کیا۔ جن میں حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ، حضرت مولانا عبد الغنی پھول پوریؒ اور حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئیؒ کے نامِ نامی قابلِ ذکر ہیں۔ کراچی میں ایک عظیم الشان مدرسہ وخانقاہ (جامعہ اشرف المدارس وخانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کے نام سے) قائم کیا۔ جن سے ہزاروں طلباء اور متوسلین استفادہ کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ غریب ونادار عوام کی مدد خصوصاً قدرتی وآسمانی آفات سے تباہ شدہ عوام کی خدمت کے لیے ایک عظیم رفاہی ادارہ قائم کیا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نہ صرف روحانی وصوفی بزرگ تھے بلکہ بہترین مصنف اور اردو زبان کے قادر الکلام شاعر تھے۔ تصوف ومعرفت آپ کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مثنوی مولانا روم کی ''معارفِ مثنوی'' کے نام سے معرکۃ الآراء شرح لکھی، جو پوری دنیا میں شائع ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے، آپ کے اردو کلام کا مجموعہ ''فیضانِ محبت'' کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق آپ کی تصنیفات وتالیفات اور شائع شدہ ملفوظات کی تعداد دو سو سے زائد ہے۔ آپ کے خلفاء ومریدین کا سلسلہ بھارت، بنگلہ دیش، امریکہ، کینیڈا، جنوبی افریقہ اور برما سمیت دنیا کے کئی ممالک میں پھیلا ہوا ہے۔ ادارہ دار العلوم حقانیہ وماہنامہ الحق، جامعہ اشرف المدارس وخانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کے منتظمین ومتعلقین کے ساتھ اس غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور حضرتؒ نے جو گلشن علم وعرفان قائم کیا ہے اس کو مزید ترقی نصیب فرمائے۔ (رجب ۱۴۳۴ھ)

ماہنامہ سلوک واحسان کراچی:

قحط الرجال کے اس دور میں صاحبِ نسبت اولیاء اللہ کا ایک ایک کر کے اُٹھتے چلے جانا مصیبتِ عظمیٰ سے کم نہیں ہے۔ مختلف اکابر کی رحلت کے بعد اب حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

رحمۃ اللہ علیہ بھی رحلت فرما گئے ۔إِنَّا لِلّٰہِ وَ إِنآَّ إِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

کراچی شہر کے عین وسط میں ایک مختصر سے رقبہ کے اندر سے حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اٹھ جانا ہمارے لیے مقامِ فکر اور ایسا خلا ہے جو شاید ہی کبھی پر ہو سکے۔ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی علم ومعرفت کا درس دیتے گزر گئی۔ اُن کا منفرد اندازِ تربیت، عوام وخواص سب ہی کے لیے بے حد مفید ومؤثر تھا۔ حضرت والاؒ سے بلا مبالغہ ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ فیضیاب ہوئے۔ حضرتؒ کی تالیفات ومجموعہ ملفوظات کی تعداد دوسو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔ اُن کی تعلیمات کا خلاصہ یہ تھا کہ زندگی کے کسی لمحہ میں بھی اپنے خالق اور محسن ومربی کو ناراض نہ کیا جائے۔ عشقِ مجازی کی تباہ کاریوں اوراس کے طریقۂ علاج پر حضرت والاؒ کو غیر معمولی دسترس حاصل تھی اوراس حوالے سے وہ دورِ حاضر کے بزرگانِ دین میں انفرادی شان کے حامل تھے۔ آہ! ہدایت کے یہ روشن چراغ اپنے پیچھے دنیا اندھیری چھوڑ گئے۔ ایسے موقع پر ایک تو استغفار کی کثرت سے ضرورت ہے کہ ان حضراتِ اکابرین کی جو قدر اور اُن سے جو استفادہ ہونا چاہیے تھا اس میں کوتاہی ہوتی رہی اور دوسرے دعاؤں کا خوب اہتمام کیا جائے کہ اللہ والوں کا وجود بہت سے فتن ومصائب کے لیے سدّ سکندری ہوتا ہے، اُن کے جانے سے یہ خطرات ایک بار پھر منڈلانے لگتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دعا کے سوا اور کون سی چیز ہے جو آفات ومصائب کو ٹال سکے؟ اس لیے بڑی الحاح وزاری کے ساتھ اللہ جل شانہٗ سے اس کے فضل اور عفوورحم کو مانگا جائے۔ (شعبان، رمضان ۱۴۳۴ھ)

ماہنامہ فہم القرآن:

۲؍جون ۲۰۱۳ء (۲۳؍رجب ۱۴۳۴ھ) بروز پیر نماز مغرب کے بعد رومیٔ ثانی حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ طویل علالت کے بعد اِنتقال فرما گئے۔ إِنَّا لِلّٰہِ وَ إِنآَّ إِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

نمازِ جنازہ پیر کی صبح حضرتؒ کی وصیت کے مطابق حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی اقتداء میں ادا کی گئی اور تدفین جامعہ اشرف المدارس گلستان جوہر کراچی سے متصل قبرستان میں ہوئی، تمام حضرات سے درخواست ہے کہ ۳؍مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھ کر حضرتؒ کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے خصوصی کا اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں، حضرتؒ کے درجات بلند فرمائیں اور حضرتؒ کے تمام متعلقین اور محبین کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں۔ آمین

حضرتؒ کے چند اشعار جو حضرتؒ نے اپنے مرشد حضرت پھول پوریؒ کی یاد میں لکھے تھے یہ اشعار یقیناً آج حضرتؒ کے مریدین بلکہ ہم سب کے دلوں کی بھی ترجمانی کررہے ہیں اس لیے ان کو

یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

یہ کس کا جنازہ لے کر ہم پاپوش نگر کو جاتے ہیں
یہ کس کی جدائی سے زخمی ہم قلب و جگر کو پاتے ہیں
کس رشکِ قمر کو دفنانے ہم دل کو سنبھالے جاتے ہیں
سینوں سے کلیجے خوں ہو کر کیوں منہ کو ہمارے آتے ہیں
لمحات گزشتہ صحبت کے جب دل کو مرے یاد آتے ہیں
اک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے اور نالے فلک تک جاتے ہیں
صحبت میں تمہاری اے مرشد اک عمر ہماری گزری ہے
اب آج ہمارے وہ لمحے یاد آکے ہمیں تڑپاتے ہیں
الطاف تمہاری صحبت کے اب آہ! کہاں ہم پائیں گے
دنیا ہی اندھیری ہے ہم کو گھبرا کے جدھر بھی جاتے ہیں
اک دن وہ ہمارا تھا اختر، صحبت میں ہم اُن کی رہتے تھے
اب آہ! جدائی کے غم میں آنکھوں سے لہو برساتے ہیں

(شعبان ۱۴۳۴ھ مطابق جولائی ۲۰۱۳ء)

مجلة البعث الاسلامی:

العالم الربانی الجلیل فضیلة الشیخ محمد اخترالی رحمة الله تعالیٰ

استأثرت رحمة الله تعالیٰ بالعالم الربانی الجلیل العلامة الشیخ محمد اختر، فی مدینة کراتشی بباکستان، وذلك یوم الاحد المنصرم الموافق ۲۲/ من شهر رجب ۱٤۳٤ھ/ و ۲/ من شهر یونیو لعام ۲۰۱۳م۔

لقد فوجئی المسلمون فی کل مکان بهذا النباء المفاجیء الذی صدم القلوب، وأثار الأحزان والهموم فی النفوس، فقد کان مرجعاً دینیاً کبیراً فی مجال التعلیم والتربیة والتزکیة والاحسان، أفاد منه الناس فیه علیٰ أوسع نطاق، وقد کان رمزاً عالیاً کبیراً للدعوة الی الله تعالیٰ وتطهیرا لمجتمع من السوء ات والمنکرات والأدواء الخلقیة، وتمهید الطریق الی الله تعالیٰ، فی ضوء معانی الکتاب والسنة۔

کانت ولادته فی بلدة برتاب غره بولایة اترا بردیش الهند فی عام ۱۹۲۳م،

ثــم سـنحت له الفرصة للتعليم الدينى والثقافة الاسلامية بدراسة المنهج النظامى فى الـمـدارس الاسـلامية، وحـصلت له مكانة عالية فى التربية الدينية والتزكية وبالتالى الى الربانية، وذالك بطريق جماعة من كبار خلفاء العلامة الربانى الشيخ اشرف على التهانوى رحمه الله تعالىٰ۔

هـاجـر مـن الهـند الى باكستان فى عام ۱۹۵۵م من القرن المنصرم، وانشأ هـنـاك فى كراتشى مدرسه اسلامية، باسم جامعة اشرف المدارس، التى نالت اقبالاً كبيراً من اهل العلم والمعارف واصبحت مركزاً للتعليم والتربية والتزكية۔

وضـع الـلـه تـعـالـىٰ لـه القبول فى كل قلب وفى كل طبقة بما اودع فيه من خصائص وصفات العبودية الكاملة الخاصة، والربانية المخلصة، فكان ضمنِ اولياء الله تعالىٰ الذين عرفهم الله تعالىٰ فى كتابهٖ فقال : (الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هـم يـحـزنـون) وقـد اصبـح عـدد اولائك الـنـاس الـذين دخلوا فى كنف تربيتـه وبـايـعـوه عـلـى الايـمـان والاخـلاص والـعمل الصالح يتجاوز آلافاً مؤلفة، والذين اكتسبـوا مـنـه الذين ومعرفة الله تعالىٰ لا يقل عددهم من الآلاف كذلك، وقد رأيت خلفاء ه وأتباعه على مستوى رفيع من الدين والخلق۔

لـه من المؤلفات الدينية والمعرفية ما يشفى غليل الظائمين، ويوجههم الى اخـلاص الـعمل لله تعالىٰ والزهد فى الدنيا وفيما عند الناس، حتى يحبهم الله تعالىٰ ويحبهم الناس۔

سـلام الـله تعالىٰ على الرجل المحب لله والمقبول لديه بمشيئة الله تعالىٰ، ونـرجـو الـلـه سبـحـانه أن يتغمده بواسع رحمته، ويغفرله جميع تقصيراته، ويسكنه فسيـح جـنـاتـه، ويـلـهـم أهـلـه وأتبـاعـه وذويـه والمسلمين الصبر الجميل على هذا الـمـصـاب الـجـمـيـل علىٰ هذا المصاب العظيم، والله ولى المؤمنين۔ (مجلة البعث الاسلامى لكنؤ، شوال ۱٤۳٤ھ)

وہ مالک ہے جہاں چاہے تجلی اپنی دِکھلائے
نہیں مخصوص ہے اس کی تجلی طورِ سینا سے
(حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

مبشراتِ منامیہ برائے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ وحضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

(۱)

جس رات حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، اس کی دوسری رات جب میں خانقاہ ہی میں موجود تھا میں نے خواب میں حضرت والا کی زیارت کی، خواب کچھ اس طرح تھا:

میں نے دیکھا کہ جو منظر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت تھا کہ کمرے میں چند حضرات اور ڈاکٹر صاحبان موجود تھے، میں بھی ایک کونے میں کھڑا تھا سب حضرات رو رہے ہیں، ہچکیاں بلند ہیں، جس وقت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تھا، اس وقت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم اور مولانا محمد ابراہیم صاحب نماز مغرب ادا کرنے مسجد گئے ہوئے تھے، حضرت والا کا جسد اطہر بیڈ پر موجود ہے، نماز ختم ہونے سے پہلے میں نے دیکھا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کرسی پر بھی موجود ہیں یعنی جسم میڈیکل بیڈ پر اور غلبہ روح حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی کرسی پر موجود ہے، اتنے میں نماز ختم ہوئی اور مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم اور مولانا محمد ابراہیم صاحب ان کے پیچھے خانقاہ کے دروازے سے داخل ہوئے ہیں، سب احباب رو رہے ہوتے ہیں، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم سب کی طرف دیکھتے ہوئے جلدی سے آگے بڑھتے ہیں اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کو پکڑ کر نبض دیکھتے ہیں اور پھر سینے پر سر رکھتے ہیں اور رو پڑتے ہیں، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کو روتا دیکھ کر سب مزید رونا شروع ہو جاتے ہیں، ان حضرات میں حضرت میر صاحب دامت برکاتہم، جناب حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب، جناب بھائی محمد مظہر محمود صاحب، مولانا محمد ابراهیم صاحب، مولانا محمد اسماعیل صاحب، مولانا محمد اسحاق صاحب، جناب حافظ عبداللہ میاں صاحب، ڈاکٹر امان اللہ صاحب، ڈاکٹر حافظ ایوب صاحب، ڈاکٹر عمر صاحب، ڈاکٹر اظہر صاحب، جناب چچا شفیق احمد صاحب، جناب بھائی کاشف صاحب، جناب بلال صاحب، جناب برکت اللہ صاحب سب موجود ہوتے ہیں، اتنے میں دیکھتا ہوں کہ حضرت والا جو کہ کرسی پر تشریف رکھتے ہیں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ بہت روشن ہوتا ہے اور حضرت والا نے سفید کرتا جو بہت چمک رہا ہے، زیب تن فرمایا ہوا ہوتا ہے، تہبند پہنی ہوتی ہے نیلے رنگ کی، مسکراتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بہت شان سے اور اطمینان سے چلتے ہوئے حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم جن کی پشت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہوتی ہے اور وہ حضرت والا کے سینے مبارک پر سر رکھ کر رو رہے ہوتے ہیں، حضرت والا اپنا سیدھا ہاتھ حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم کی کمر پر رکھتے ہوئے اور اس پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ارے روتے کیوں ہو؟ میں تمہارے پاس ہی تو ہوں، مت رو، بس صبر کرو، میرے بیٹے صبر کرو''
اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کھڑے ہوئے سب کی طرف دیکھتے ہیں اور مسلسل حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی کمر پر ہاتھ پھیرتے رہتے ہیں اور مسکراتے رہتے ہیں۔
بس پھر میری آنکھ کھل جاتی ہے۔اس وقت بھی میں خانقاہ میں موجود تھا۔ (غلام ابن غلام حضرت والا فواد آصف)

(۲)

رات کے اندھیرے میں حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کھڑے ہیں اور ان پر تیز بارش ہو رہی ہے، خواب میں یہ سمجھایا جارہا ہے بحمد للہ تعالیٰ کہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤ گے تو جو رحمتیں حضرت والا پر نازل ہو رہی تھیں اور مل رہی تھی اتنی ہی حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم پر ہو رہی ہیں اور آپ کو بھی ملیں گی۔ (محمد مصطفیٰ فاروق،۱۶/جون۲۰۱۳ء)

❁

(۳)

حضرت مولانا محمد مظہر دامت برکاتہم سے بیعت ہونے کا واقعہ

ایک دفعہ اسلام آباد ائیر پورٹ پر میں فیملی کی امیگریشن کے سلسلے میں گیا تھا حضرت! آپ کے اللہ دین و دنیا میں درجات بڑھائے، جب ملاقات ہوئی تو میں نے آپ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا، آپ مجھے بہت نرم شریف سلجھے ہوئے نظر آئے، اس دن سے ہی میرے دل میں آپ کے لیے عزت واحترام پیدا ہوگیا۔

میرا آپ سے مرید ہونے کا واقعہ بھی دلچسپ ہے، میں بیرون ملک سے ایک ہفتہ ہی پہلے آیا تو پتہ چلا کہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ رحلت کر گئے ہیں، اللہ اُن کے درجات جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام پر رکھے میں نے فیصلہ کیا کہ جمعہ کو خانقاہ ضرور جاؤں گا، پھر جمعرات کی رات کو میں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ ہستی پالکی میں بیٹھی فرشتوں کے ساتھ اوپر کی طرف جارہی ہے میں دیکھ رہا ہوتا ہوں کہ ایک دوسرے بزرگ نے میرا ہاتھ تھام لیا میں کف افسوس مل رہا تھا کہ یہ بزرگ تو گئے، میرا خیال خواب میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی طرف ہی تھا۔

جن بزرگ نے میرا ہاتھ تھاما تھا وہ بھی ہو بہو حکیم صاحب کی طرح تھے پھر میری آنکھ کھل گئی دل بہت خوش ہوا۔خوشی اندر سے پھوٹ رہی تھی پھر اس جمعہ کو خانقاہ پہنچا، نماز کے بعد مولانا محمد ابراہیم صاحب نے کہا جو والد صاحب سے بیعت ہونا چاہتے ہیں وہ خانقاہ میں چلے جائیں، میں اس

طرح آپ سے بیعت ہوگیا، اب میں آپ کا جوتوں میں رہنے والا مرید ہوں، کیا کروں؟ ایک مرید کو اپنے پیر کے لیے کیا کرنا چاہیے، مجھے پتہ نہیں، میرا تعلق تبلیغی جماعت سے ہے، کافی وقت امریکہ اور پاکستان میں تبلیغ میں لگا چکا ہوں۔ (فقط: آپ کے حکم کا غلام ذرا خلیق الزماں بیگ)

(۴)

محترم حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم وحضرت میر صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جمعرات ۲۰ جون ۲۰۱۳ء کو نماز فجر کے ساتھ اپنے معمولات کرنے کے بعد اشراق پڑھ کر میں لیٹ گیا۔ اس وقت میں نے ایک خواب دیکھا کہ:

ایک محل جس میں بہت بڑی بڑی اور اونچی اونچی محراب والے دروازے ہیں (ایسے بلند قامت دروازے والے محل میں نے ترکی، تاشقند اور بخارا میں دیکھے تھے، ان سے مماثلت معلوم ہو رہی تھی) میں داخل ہورہا ہوں تو سامنے بہت بڑے ہال سے ایک مریض کو لے جانے والے بستر کو شاندار لباس میں ملبوس، دو سپاہی، ایک آگے اور ایک پیچھے سے پکڑے ہوئے، لے کر آرہے ہیں، درمیانی راہ داری میں جیسے ہی پلنگ میرے برابر آیا، سپاہیوں نے پلنگ کو روک دیا۔ جس میں سرتاپا صاف وشفاف سفید چادر (جیسے کفن) میں کوئی داہنی کروٹ پر لیٹا ہے، دفعتاً چادر کا کونا بائیں ہاتھ سے اٹھایا جس سے حضرت والا کا چہرہ داڑھی تک نظر آیا، آپ نے میرا نام لے کر فرمایا واثق! سلام کی وزارت خالی ہے، کس کو وزیر بنایا جائے؟ میرے منہ سے بے ساختہ نکلا، یا اللہ! مولانا محمد مظہر صاحب کو بنادے، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے، میں نے کہا جی حضرت! اور پھر حضرت والا نے اپنے منہ کو چادر سے ڈھانپ لیا اور سپاہی بستر کو لے کر آگے بڑھ گئے۔

آپ صاحبانِ علم وبصیرت سے رہنمائی کا طلب گار ہوں۔ (احقر العباد سید واثق حسین)

(۵)

السلام علیکم

حضرت والا دامت برکاتہم

حضرت! پیر کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے بعد احقر نے خواب دیکھا جس میں ایک آواز

آئی لیکن بولنے والا نظر نہیں آیا الفاظ یہ تھے:

''میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضور ﷺ، شیخ العرب والعجم حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب کا ہاتھ پکڑ کر قبر سے جنت البقیع لے گئے اور فرمایا کہ تم میرے ہمسائیگی میں رہو''

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ (آپ کا خادم وغلام فضل ربانی)

(۶)

بسمہ تعالیٰ

مولوی ہارون فاضل جامعہ دار العلوم کراچی کا حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق تھا، وہ رمضان المبارک میں چلہ گزارنے آنے والے تھے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے تو انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا نہ جانے کا۔ رات خواب میں وہ خانقاہ امدادیہ کے سامنے کھڑے تھے، کسی نے کہا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ میں موجود ہیں، داخل ہوکر حضرت والا کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ حضرت اقدسؒ کی جگہ حضرت تشریف فرما ہیں۔ یہ خواب دیکھ کر اب رمضان میں وقت گزارنے کا ارادہ پھر ہوگیا ہے۔

بہت سے علماء کرام وقت گزارنے کا ارادہ رکھتے ہیں انشاء اللہ، حضرت اقدسؒ کی کرامت ہے کہ رحلت فرماتے ہی حضرت کی طرف اکثر علماء کرام خلفاء رجوع فرمارہے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت والا کے سایہ کو اُمتِ مسلمہ پر تادیر قائم فرمائے، آمین۔ (محمود آکوجی، رنگون، برما)

(۷)

ایک بہت بڑا محل ہے جس کا رنگ سنہری ہوا ہوا ہے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی میت وہاں رکھی ہوئی ہے اور میں وہاں اکیلا کھڑا ہوا ہوں، اچانک حضرت والاؒ اپنا سیدھا ہاتھ کفن میں سے باہر نکالتے ہیں اور سیدھا اوپر اٹھا کر واپس نیچے رکھ لیتے ہیں، جس سے بہت نور نکلتا ہے اور اس کے بعد اپنا سیدھا پاؤں موڑ لیتے ہیں، اٹھا کر جوکہ کفن کے اندر ہی رہتا ہے اور باہر نظر نہیں آتا، مجھ کو بہت ڈر اور خوف محسوس ہوتا ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ تو انتقال فرما چکے ہیں، پھر ایک دم حضرت والا اپنی آنکھیں کھولتے ہیں اور بہت نور نکلتا ہے اور حضرت والا کی آنکھیں جیسے گہرا نیلا آسمان اس طرح معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ میرے اوپر نظر ڈالتے ہیں اور فرماتے ہیں کے مظہر کو بلاؤ میں بہت تیزی میں جاتا ہوں، محل کے اندر کے راستے بہت شاندار اور بہت دلکش ہیں۔ حضرت مولانا محمد

مظہر صاحب باہر اضطراری کیفیت میں موجود ہوتے ہیں تو میں عرض کرتا ہوں کہ آپ کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ یاد فرماتے ہیں، جب ہم اندر واپس جاتے ہیں تو میں دیکھتا ہوں کے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بہت سفید لباس میں تشریف رکھتے ہیں، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کوئی چیز نوش فرما رہے ہوتے ہیں اور مجھ سے فرمایا کہ خلال دو، میں نے خلال آگے کیا تو فرمایا کہ اچھا والا دو، کیا خراب سا دیتے ہو!۔ بس یہاں پر میری آنکھ کھل گئی۔ (احقر ثروت حسین)

❁

(۸)

یہ خواب میں نے حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ کے وصال سے کچھ عرصہ قبل دیکھا تھا:

دیکھتا ہوں کہ مسجد نبوی میں حاضر ہوں۔ حضرت والا نور اللہ مرقدہ سے ملنے کی غرض سے حضرت والاؒ کے خادم خاص جناب محمد مظہر محمود بھائی سے درخواست کرتا ہوں، مظہر بھائی کی اجازت سے راہ داری میں داخل ہوتا ہوں جو حضرت والا نور اللہ مرقدہ کے حجرے سے جاتی ہے، یہ راہ داری انتہائی روشن اور چمک دار ہے، معلوم ہوتا ہے کہ نور سے بنی ہوئی ہے، راہ داری کا اختتام حضرت والا کے کمرے پر ہوتا ہے کمرہ بھی پورا سفید ہے اور حضرت والا جس تخت پر آرام فرما رہے ہیں وہ بھی مکمل سفید ہے، وہاں تین اشخاص کو دیکھتا ہوں جو حضرت والا کی خدمت کر رہے ہیں، سرہانے ایک نوجوان حضرت والا کا سر دبا رہے ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا، دوسرے دو حضرات جو پیر دبا رہے ہیں وہ حضرت میر صاحب ہیں اور جناب شفیق صاحب، میں بھی حضرت والا نور اللہ مرقدہ کے پیر دبانے بیٹھ جاتا ہوں، حضرت والا کے کمرے میں ایک کھڑکی ہے، جس میں سے کعبہ بالکل قریب نظر آرہا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کا کمرہ حطیم میں ہے، اس کھڑکی میں سے آبِ زمزم کا کنواں بھی نظر آرہا ہے، وہاں دیکھتا ہوں کہ میرے محبوب شیخ سیدی وسندی محبی ومحبوبی حضرت مولانا شاہ محمد مظہر صاحب زمزم کے کنویں سے پانی لوگوں کو پلا رہے ہیں، لوگوں کا ایک جمِ غفیر ہے جو پانی پی رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت والا نور اللہ مرقدہ اپنے خاص انداز سے مسکرا کے میری طرف دیکھتے ہیں اور فرماتے ہیں تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ جاؤ! مولانا مظہر کے پاس جاؤ! (نوٹ: حضرت والا اپنی حیات میں بھی کئی مرتبہ مجھ سے اسی طرح فرما چکے ہیں) حسب حکم میں حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور حضرت دامت برکاتہم کی پانی پلانے میں مدد کرنے لگتا ہوں، تھوڑی دیر بعد حضرت دامت برکاتہم پانی کا ڈول مجھے دے دیتے ہیں اور خود آگے چلے جاتے ہیں۔

حضرت والا دامت برکاتہم کے انتقال کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں یک دم تپتے سورج کے نیچے آگیا ہوں، کیفیت ایسی تھی کہ سانس لینا بھی دشوار معلوم ہوتا تھا، انتقال کے دوسرے روز

حضرت مولانا شاہ محمد مظہر صاحب سے بات کرنے کا شرف حاصل ہوا، حضرت سے بیعت کی درخواست کی جو حضرت نے ازراہ کرم قبول فرمالی۔

اس دن ایسا معلوم ہوا میں تپتے صحرا سے چھاؤں میں آ گیا ہوں، جس دن سے بیعت ہوا ہوں ایسا محسوس ہوتا کہ حضرت والا نور اللہ مرقدہ آسمانوں سے مسکرا کر خادم کی طرف دیکھ رہے ہیں اور بہت خوش معلوم ہو رہے ہیں حضرت والا کی توجہ میں بہت زیادہ اضافہ معلوم ہوتا ہے، حضرت کا خوشی سے چمکتا دمکتا چہرہ سامنے معلوم ہوتا ہے۔

۞

(۹)

برطانیہ میں (مفتی) زبیر دودھا اور مولانا محمد دودھا کی والدہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے وقت ایک خواب دیکھا۔ برطانیہ میں اُن کی والدہ ظہر کی نماز کے بعد قیلولہ کے لیے لیٹیں تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ روضۂ مبارک پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت والاؒ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں جنت البقیع کی طرف لے جا رہے ہیں۔ (یہ وہ وقت تھا کہ جب یہاں کراچی میں حضرتؒ کی بعد مغرب رحلت ہو رہی تھی اور برطانیہ میں ظہر کے بعد کا وقت تھا)۔ (مفتی زبیر دودھا)

۞

(۱۰)

قبرستان سے متعلق ایک بشارت

ایک عالم نے خواب میں دیکھا کہ مدرسہ (جامعہ اشرف المدارس) کی عمارت کی توسیع کا کام ہو رہا ہے اور اس بات کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ وہاں موجود قبور کو کہیں اور منتقل کر دیا جائے۔ چنانچہ قبر کُشائی سے پہلے اعلان کیا گیا کہ یہ فلاں بزرگ کی قبر ہے، جب اُن کی قبر کھولی گئی تو اُن کی میت اور کفن بالکل صحیح سالم تھا، تو اُن کی میت کو دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا۔ پھر دوسری قبر کشائی سے پہلے اعلان کیا گیا کہ فلاں بزرگ کی قبر ہے، جب اُن کی قبر کھولی گئی تو اُن کی میت اور کفن بالکل صحیح سالم تھا، تو اُن کی میت کو بھی دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا۔ جب چوتھی قبر کی باری آئی تو اعلان ہوا کہ یہ فلاں شخص ہے جو انتہائی فاسق وفاجر تھا کچھ دیر کے لیے تأمل کیا گیا کہ اُس کی قبر کو کھولا جائے یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ اُس کو عذاب ہو رہا ہو۔ پھر بالآخر یہ فیصلہ کرلیا گیا کہ اس کی قبر کو بھی کھول لیا جائے۔ جب اُس کی قبر کھولی گئی تو اُس کی میت اور کفن بالکل صحیح سالم تھا، سب لوگ حیرت زدہ ہو جاتے ہیں کہ یہ کیسے صحیح سالم ہے؟ تو اچانک آواز آتی ہے یہ چونکہ میرے اولیاء کے قبرستان میں مدفون تھا اس لیے اس کی بھی مغفرت کر دی گئی۔

(۱۱)

حضرت والا علیہ الرحمۃ کے سانحۂ ارتحال کے چند ایام کے بعد پہلی بار جب زیارت قبر مبارک کے لیے قبرستان جانا ہوا تو میں سلام و فاتحہ خوانی کے بعد حسب عادت چند لمحوں کے لیے مراقب ہوا تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بلند و بالا پر وقار اور آرام دہ کرسی پر حضرت والا تشریف فرما ہیں، میں مزاج گرامی پوچھتا ہوں اور جاننا چاہتا ہوں کہ حضرت اب دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد کیسے احوال ہیں؟

میرا سوال سن کر حضرت والا مسکرائے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْن

یہ جواب پوری صراحت و وضاحت سے سُن کر میرا دل بالکل مطمئن ہوگیا کہ حضرت والا کا من جانب اللہ شایان شان اعزاز و اکرام ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کو ہماری طرف سے بھرپور جزائے خیر عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں اپنے محبوب و مقرب ترین بندوں کے مقام پر فائز فرمائے آمین۔(احقر شفیق احمد خان بستوی عفی عنہ)

❁

(۱۲)

حضرت والا علیہ الرحمۃ کے سانحۂ ارتحال پر جو سوز و غم اور اندرونی بے چینی و اضمحلال کی کیفیت تھی وہ یقیناً ناقابلِ بیان تھی، مگر حضرت والا کے ملفوظات دل و دماغ میں بازگشت کر رہے تھے کہ راہ سلوک میں چلنے کو ایک دن بھی کسی مرشد سے وابستگی کے بغیر نہیں رہنا چاہیے'' چنانچہ بروز دوشنبہ ۳ / جون کو ہی جس دن کہ حضرت والا کی نماز جنازہ و تدفین ہوئی تھی، شام کو خانقاہ میں حضرت صوفی شمیم صاحب کے اعلان کے ساتھ ہی پوری بھری ہوئی مسجد اور تمام حاضرین نے حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ کے فرمان کے امتثال میں اس تجدید بیعت میں شامل ہوگیا اور اس کا اثر اپنے دل و دماغ میں سکون اور ٹھہراؤ کی صورت محسوس کیا۔ الحمدللّٰہ علی ذٰلک ،لیکن ہمہ وقت حضرت والا علیہ الرحمۃ کی یادیں، باتیں اور آپ کی مجالس و ملاقاتیں ایسی دل و دماغ پر حاوی تھیں کہ فراموش ہونے کا نام نہیں لیتی تھیں۔ اسی کیفیت سے دو چار روز رہتے ہوئے میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا عظیم الشان پروگرام منعقد ہے اور اس میں صرف قرأت قرآن کا مسابقہ ہو رہا ہے، تمام حاضرین اور اسٹیج پر موجود مہمانان گرامی سب سفید لباس میں ملبوس بلکہ وہاں اسٹیج اور اس کے اردگرد زمین پر بھی سفید چاندنیاں بچھی ہوئی ہیں، میں سامعین کے مجمع میں شریک ہوں اور دیکھتا ہوں کہ بعض ایسے لوگ بھی تلاوت قرآن کا مظاہرہ کر رہے ہیں، جن کی تلاوت بہت اچھی نہیں ہے تو ایک دم سے

مجھے بھی حوصلہ ہوتا ہے اور سوچتا ہوں کہ ان لوگوں سے تو بدر جہاں بہتر تلاوت میں کرسکتا ہوں لہٰذا اپنا نام ایک پرچہ پرلکھ کر میں اسٹیج سیکریٹری کی طرف بھجواتا ہوں کہ مجھ کو بھی شریک مقابلہ کرلیا جائے، میری پرچی پہونچ جاتی ہے اور میں تلاوت کے لیے یہ آیات چپکے سے مشق کے طور پر تلاوت کرتا ہوں وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی (۱۷) الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی (۱۸) وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓی (۱۹) اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی (۲۰) وَلَسَوْفَ یَرْضٰی

چند ہی لمحوں بعد میں اسٹیج کی طرف جاتا ہوں کہ اب میرا نمبر تلاوت کا آنے والا ہے تو اس میری زبان پر یہ آیات جاری ہوتی ہیں قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی (۱۴) وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی (۱۵) بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا (۱۶) وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی O بس یہ آیات زبان پر جاری ہوتی ہیں اور اسی کیفیت میں میری آنکھ کھل جاتی ہے اور درحقیقت بھی یہ آیات زبان سے میں اس طرح پڑھ رہا تھا۔

اس خواب سے اللہ رب العزت نے مجھے یہ سمجھا دیا اور یہ روحانی پیغام پہنچا دیا ہے کہ جو محنت حضرت والا ہمیں دے کر گئے ہیں اور جو راہ عمل دکھا کر گئے اور حیات تقویٰ کا جو سبق ہمیں وہ پڑھا کر گئے ہیں اسی کو مستقل مزاجی سے اپنائے رہنے میں ہی دونوں جہاں کی کامیابی مضمر ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں حضرت والا کی کامل اتباع اور حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ العالی کی اقتداء میں سنت وشریعت کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی عملی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ (احقر شفیق احمد خان بستوی عفی عنہ)

❁

(۱۳)

ہمارے پیارے مرشد ومولائی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے چند روز بعد احقر نے خواب دیکھا کہ:

خانقاہ کی مسجد میں حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کا بیان ہورہا ہے اور پوری مسجد وخانقاہ میں لوگوں کا ہجوم ہے، دوران خواب میرے قلب میں اس بات کا شدید دباؤ پڑتا ہے کہ جو چیزیں وکرامات حضرت والا مرحوم کو حاصل تھی مثلاً مستجاب الدعوات ہونا، دعاؤں کا کثرت سے قبول ہونا، پانی وغیرہ پردم سے بیماروں کا شفایاب ہونا حضرت والا کا فیض اب مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کے ذریعے سے یہ انشاء اللہ سارے معاملات آگے بڑھیں گے۔ (احقر زمن خادم سرورحسن)

❁

(۱۴)

الحمدللہ حضرت کے صدقہ بندے نے ایک خواب دیکھا جس میں بندے کو خواہش ہوئی کہ حضرت والا کی زیارت ہو جائے لیکن ان کے خاص خادم محمد مطہر محمود صاحب نے خانقاہ کا دروازہ بند کر کے فرمایا کہ حضرت والا آرام فرمارہے ہیں لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ خانقاہ میں حضرت والا کی جگہ پر حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم تشریف فرما ہیں۔ (زوہیب)

۞

(۱۵)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے چند دن بعد خواب دیکھا کہ جنت کے باغات ہیں اور پھل زمین کے قریب لٹکے ہوئے ہیں اور میں وہاں سے گزر کر باغات کے دوسرے کنارے کی طرف جاتا ہوں، وہاں ایک سفید رنگ کا محل ہوتا ہے اور اس میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہو رہا ہے، موضوع نظر کی حفاظت وغیرہ ہوتا ہے حضرت میر صاحب دامت برکاتہم اور مطہر محمود صاحب دامت برکاتہم بھی ساتھ ہوتے ہیں، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بیان کے بعد تشریف لے جاتے ہیں اور میں جاگ جاتا ہوں۔
(عبدالرؤوف فرخ)

۞

(۱۶)

حضرت کے انتقال سے ۵/روز قبل میں نے خواب دیکھا ہم ۴-۵ آدمی خانقاہ کے باہر مغرب کی نماز پڑھ رہے ہیں، حضرت والا دو سفید چادر احرام کی طرح باندھے ہوئے خانقاہ سے باہر تشریف لائے جہاں ہم نماز پڑھ رہے تھے، وہاں آکر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ آپ لوگوں میں سے کوئی آکر نماز پڑھائے یعنی حضرت والا کا مقصد تھا کہ جو یہ جماعت ہو رہی ہے وہ عالم قرأت صحیح نہیں پڑھ رہے تھے، میں جلدی جلدی سے پاؤں گھسٹتے ہوئے آگے ہوا اور دو رکعت نماز پڑھائی، حضرت والا سامنے کھڑے تھے اور سن رہے تھے مغرب کی دو رکعات کے بعد جب تشہد سے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو مسجد کی چھت کی طرف سے ایک شور برپا ہوا جو بہت زیادہ شور تھا، حضرت والا اسی شور میں چلے گئے اور جو مقتدی تھے وہ بھی سب چلے گئے اور میں نے اکیلے نماز پڑھی۔ (محمد اسماعیل شاہ)

۞

(۱۷)

میں نے ایک رات کو یہ خواب دیکھا ہے کہ حضرت اقدس حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ کے بحیات حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کے متعلق کہ حضرت مولانا موصوف ایک بہت بڑا ہاتھی جس کو سجایا گیا تھا اور اس پر مولانا موصوف سوار ہیں اور اس ہاتھی کے

پیچھے بہت بڑے علماء وصلحاء وفضلاء کی جماعت ہے اور تاحد نگاہ عوم الناس کی جماعت ہے اور میں بھی ہاتھی سوار کے پیچھے پیچھے چل رہا ہوں اور حضرت موصوف پوری جماعت کی قیادت سنبھالے ہوئے ہیں اور وقفہ وقفہ سے وعظ ونصیحت کررہے ہیں اور خاصتہً مجھے بھی چند نصیحتیں فرمائی اور حضرت والا حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا الطاف! تم آگے آؤ۔ اور میں اور زیادہ قریب ہوتا گیا، یہاں تک کہ ہاتھی کی دم پکڑ کے لوگوں کے مجمع کو دیکھ رہا تھا۔ اور اسی طرح قافلہ آگے کی طرف چل رہا تھا اور میری آنکھ کھل گئی۔

اس خواب کے بعد میں نے شیخ المشائخ، رومیٔ ثانی، مرشدی ومولائی حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب کو سنایا تو حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ نے اس کی تعبیر بیان کی کہ مولانا مظہر سے اللہ تعالیٰ دین کا بہت بڑا کام لے گا اور مولانا صلحاء اُمت کی قیادت کریں گے۔ حضرتؒ نے پھر مجھے حکم دیا کہ یہ خواب تم مولانا مظہر کو نہیں بتانا مجھے ڈر ہے اس بات کا کہ ان پر بڑائی نہ آ جائے۔

❁

(۱۸)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد میں کچھ پریشان ہوگیا کہ کس کے ہاتھ پر بیعت ہوں، ایک طرف حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیات مبارکہ میں یوں فرماتے تھے کہ مولانا حکیم محمد مظہر کے ہاتھ میں بیعت کرلینا میرے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے، دوسری طرف لوگ جوق در جوق حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب کے ہاتھ میں بیعت کررہے تھے تو میرے دل میں آیا کہ بیعت کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ استخارہ کرلینا چاہئے۔

تو استخارہ کررہا تھا اتنے میں ایک رات میں ایک خواب نظر آیا حضرت موصوف مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مجھے ہاتھ سے اشارہ کرکے بلارہے تھے آؤ الطاف! مجھے لگتا ہے تم پریشان اور غمگین ہو آؤ! میرے قریب آؤ! تو میں قریب آنے لگا تو مولانا نے میرے ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا اور میرے کان میں چند نصیحتیں فرمائیں۔ تو مجھے اس کے بعد بالکل سکون ہوگیا۔ اور بیعت ہونے کیلئے تڑپ اور طلب پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ حضرت والا سے بیعت ہونے کی درخواست کی اور حضرت والا نے بیعت کرنے پر رضامندی ظاہر کی اور یہ عظیم موقع عنایت فرمایا۔ ((مولانا)) الطاف حسین)

❁

(۱۹)

الحمد للہ حضرت والا حضرت اقدس شیخ العرب والعجم عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ میں تقریباً ۷-۸ سال قبل حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے حجرۂ خاص میں، حضرت

کی خدمت میں، فجر کے وقت ایک خواب دیکھا کہ قدیم مدینہ منورہ ہے اور میرے پیارے محبوب مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب اکلوتے بیٹے حضرت اقدس محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی حلیم الامت حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ مدینہ منورہ میں موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے تبرکات کی زیارات کروارہے ہیں اور ان زیارات میں خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے دست مبارک سے لگائے ہوئے کھجور کے درختوں کی زیارت کروارہے ہیں جن پر ایک طرح کا خاص نشان لگا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ درخت نہایت نمایاں معلوم ہورہا ہے کہ مدینہ منورہ کا انتظام حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے سپرد ہے۔ پھر دیکھا کہ ایک مجمع کثیر ہے اور حضرت والا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک زیور ہے جو کہ گچھا نما ہے اور اس میں بہت کثیر تعداد میں کلیاں ہیں۔ اور حضرت اس میں سے ایک ایک کلی توڑ کر سامنے موجود احباب میں تقسیم فرمارہے ہیں۔

حضرت نے مجھ کو بھی ایک کلی عطا کی، پھر اس زیور کا کافی حصہ بچ جاتا ہے جو حضرت اس فقیر کو عنایت فرمادیتے ہیں اور جواب میں ہمارے حضرت عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ اس سارے منظر کو دیکھ رہے ہیں اور بہت خوش ہورہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کو زبردست ترقیات سے نوازا ہے۔

نوٹ: یہ خواب بیدار ہوتے ہی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا تو حضرت والا نے فوراً حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب کو بلا کر اپنے سامنے بٹھا کر دوبارہ سنوایا اور حضرت والا بہت خوش تھے۔

(محمد مظہر محمود عفی اللہ عنہ
مقیم خانقاہ گلشن اقبال کراچی)

(۲۰)

الحمدللہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے اور طفیل سے کئی برس قبل ایک خواب دیکھا اور بیدار ہوتے ہی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا جس کو سن کر حضرت والا بہت خوش ہوئے اور پھر حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کو بلا کر ان کو بھی یہ خواب سنوایا۔ خواب یہ ہے کہ حضرت والا نور اللہ مرقدہ اپنے بیٹے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کے ہمراہ حج کا احرام باندھے مکۃ المکرّمۃ حاضر ہوئے ہیں اور یہ خادم بھی احرام باندھے ساتھ میں حاضر ہے اور بھی بہت احباب ہیں، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ آرام کے لیے اپنی قیام گاہ چلے جاتے ہیں۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ حرم شریف کے ہر طرف مدراس ومکاتب ہیں اور حضرت والا حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم تمام مدارس ومکاتب کا معائنہ فرمارہے ہیں اور ایسا لگ رہا ہے کہ ان تمام مدارس ومکاتب کی ذمہ داری حضرت کے سپرد ہے۔

(محمد مطہر محمود عفی اللہ عنہ
مقیم خانقاہ گلشن اقبال کراچی)

❁

(۲۱)

میرا یہ خواب ۲/جون ۲۰۱۳ء بعد نمازِ فجر کا ہے، میں یہ دیکھتا ہوں کہ میں مولانا مظہر صاحب دامت فیوضہم کے ساتھ ہوں، اور حضرت بہت ساری کتابوں کے درمیان ہیں، اور اُن کی اشاعت اور دیگر کاموں میں مشغول ہیں، اور کچھ دیر بعد حضرت مجھ کو بھی اسی کام میں مشغول کر لیتے ہیں۔

(محمد عرفان الحق ملک)

❁

(۲۲)

میں اس خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں کسی شہر میں ہوں، اور رات کا وقت ہے، میں دیکھتا ہوں کہ میں جس گلی میں بھی جاتا ہوں، تو اس گلی کے آخری سرے پر دیوار کھڑی ہو جاتی ہے، اور میرا راستہ بند ہو جاتا ہے، اسی کشمکش میں، میں ایک کمرے میں داخل ہو جاتا ہوں، اور یہ دیکھتا ہوں کہ وہاں حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت فیوضہم موجود ہیں، وہ کمرہ دراصل ایک نہایت وسیع ہال سا ہے، جہاں بہت سارے گاؤ تکیے لگے ہوئے ہیں، انہیں میں سے ایک پر حضرت تشریف فرما ہیں، اور ان کے ساتھ ایک سفید باریش بزرگ بھی ہیں، جو حضرت سے عربی میں گفتگو کر رہے ہیں، یہ دیکھ کر میں فوراً اندر داخل ہو جاتا ہوں، اور حضرت کے قریب جا کر بیٹھ جاتا ہوں، حضرت شفقت کے ساتھ مجھ کو دیکھتے ہیں اور اپنے قریب کر لیتے ہیں۔ (محمد عرفان الحق ملک)

❁

(۲۳)

آج صبح بعد نمازِ فجر بروز جمعۃ المبارک ۹/رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ خواب دیکھا کہ میں مسجد میں تلاوت قرآن پاک کر رہا تھا، اس کے بعد جناب بھائی محمد مطہر محمود صاحب کے ساتھ میں خانقاہ چلا گیا، وہاں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے، حضرت کی طبیعت بہت خوش گوار معلوم ہو رہی تھی، اور اُن کے ساتھ سات یا آٹھ حضرات بھی موجود تھے، اور پھر حضرت والاؒ سے مصافحہ ہوا۔

(سعید احمد پائی)

ہائے اس قطرۂ دریائے محبت کا اثر
جس کو سمجھا تھا کہ قطرہ ہے وہ طوفاں نکلا

(حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا عبدالحمید صاحب (ساؤتھ افریقہ)

۹؍جون ۲۰۱۳ء

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی الحمدللہ منشیء الخلق من عدم ثم الصلوٰۃ علی المختار فی القدم

مولایا صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبك خیر الخلق کلهم
یارب صل وسلم دائما ابدا
علی بشیر ونذیر محمد
مولایا صل وسلم دائما ابدا
علی طٰهٰ سید المرسلین
بلغ سلامی روضة فیها النبی المحترم
یا خیر من دفنت فی البقاع اعظمه
فطاب من طیبه ان القاع والاکم
روحی الفداء لقبر انت ساکنه
فیه العفاف وفیه الجود والکرم
هو الحبیب الذی ترجی شفاعته
لکل هول من الاهوال مقتحم
یارب بالمصطفی بلغ مقاصدنا
واغفرلنا ما مضی یا واسع الکرم

أَمَّا بَعۡدُ فَقَدۡ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی، أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الۡشَّیۡطٰنِ الۡرَّجِیۡمِ، بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ(۲۲)عَلَی الۡاَرَآئِكِ یَنۡظُرُوۡنَ(۲۳)تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِیۡمِ(۲۴)یُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِیۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ(۲۵)خِتٰمُهٗ مِسۡكٌ ط وَفِیۡ ذٰلِكَ فَلۡیَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَ(۲۶)وَ مِزَاجُهٗ مِنۡ تَسۡنِیۡمٍ(۲۷)عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِهَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ(۲۸) صَدَقَ اللّٰهُ مَوۡلَانَا الۡعَظِیۡمِ۔

جب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا، ہم کیپ ٹاؤن کے سفر میں تھے، عصر کی نماز ہم پڑھ چکے تھے اور واپس گھر آئے، اس وقت یہ خبر ملی، ایک دم سے ایک اُداسی چھا گئی، بالکل آدمی جیسے خالی ہو جاتا ہے، ایسی کیفیت تھی، اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی، یہ

سنت ہے اور دو رکعت نماز بھی پڑھنی تھی لیکن عصر کے بعد کا وقت تھا اور نماز کا موقع نہیں تھا بہر حال! اس قسم کے حالات تھے جیسے سب پر حالات گزرے سو گزرے۔ پھر کچھ باتیں ہوئیں اس کے متعلق، پھر مغرب کی نماز ہم پڑھنے گئے اور جیسے اندر سے خلا اور ایک اداسی کی کیفیت تھی، جیسے ایک یتیم ہوتا ہے، اس کا کوئی پوچھنے والا نہیں، بالکل کشمکش کے عالم میں، کوئی پرسان حال نہیں۔ تو ایک دم سے یہ آیات جو ابھی میں نے تلاوت کیں، سامنے آئیں، اس کے بعد پھر یہ آیات دوبارہ سامنے آئیں تو میں نے سمجھ لیا کہ اللہ پاک نے کیسے ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو نوازا تھا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''ان الابرار'' اور ابرار کا معنیٰ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہی سے کئی بار سنا الذین لا یؤذون الذر ولا یرضون الشر کہ ایک چیونٹی کو بھی تکلیف نہ پہنچائے اور وہ غلط کام کو بالکل برداشت ہی نہ کر پائے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج بھی یہی تھا اور الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کا میں جتنا شکر یہ ادا کروں کم ہے، جو وقت ہم نے گزارا، اس کی صحیح قدر بھی نہیں کر سکے، ہم تو افسوس ہی کرتے رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے واقعی ایسے برگزیدہ بندے جیسے کہ ایک مرتبہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہاں تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے زبان سے کہلوایا، میر صاحب کو بہت پسند آیا، گویا کہ اللہ والوں کا قافلہ آٹھ سو سال پہلے جا رہا تھا اور اُن کا آپس میں مذاکرہ ہوا، مشورہ ہوا کہ ہمارے اور بھی تو ساتھی ہوں گے جو آٹھ سو سال بعد آنے والے ہوں گے، تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا اِنتخاب ہوا کہ اس زمانے کے مزاج کو سمجھنا اور اَولیاء تو اس زمانے کے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کے حضرت والاؒ کا سو فیصد مزاج وہی جانتے بھی ہیں، حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ اشعار پڑھے حضرتؒ کے اور فرمایا کہ مولانا رومؒ کے اشعار ہیں، ایسا مزاج حضرت والاؒ کا تھا، جیسے کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت والاؒ اس درجے کے تھے، اللہ تعالیٰ اب بھی ہمیں قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارے زمانے میں اس وقت کا جو مزاج ہے، حضرت والا اس سے خوب واقف تھے اور فرماتے تھے کہ جو لوگ رومانٹک دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں، بحر اٹلانٹک میں، میرا کام ہے کہ ان کو نکال کر اللہ کے راستے پر لگانا، اللہ کی محبت ان کے دلوں میں پیدا کرنا اللہ اکبر! اور اللہ تعالیٰ نے کس قدر حضرت والا کو اس میں کامیابی عطا فرمائی اپنی زندگی ہی میں تقریباً پوری اسلامی دنیا میں حضرت کے اسفار بھی رہے اور اللہ اکبر! اب کتنے چاہنے والے اور فدا ہونے والے ہیں پوری دنیا میں۔

ایک مرتبہ ہندوستان جانا ہوا تو ہمارے ایک دوست مفتی صاحب تھے، وہ تعارف کراتے تھے، اُن کا تعارف مجھے بہت پسند آیا، بہت مختصر الفاظ میں وہ تعارف کراتے تھے فرمایا کہ ''ہم بزرگوں کو مانتے ہیں لیکن بزرگی کیا چیز ہے؟ یہ ہم جانتے نہیں۔ ہم سب دیوبند کو مانتے ہیں لیکن دیوبند کا مسلک کیا ہے؟ یہ ہم جانتے نہیں، جیسے ایک مرتبہ میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفرِ بنگلہ دیش میں رہا

تو جناب مولانا ملک عبدالحفیظ مکی صاحب بھی ساتھ تھے، حضرتؒ کا تواضع جو میں نے دیکھا بہت کم ایسا تواضع کسی میں پایا، جناب مولانا ملک عبدالحفیظ مکی صاحب سے فرمایا کہ آج آپ بیان کریں، انہوں نے بیان کیا حضرت سنتے رہے، بعد میں جب اپنے کمرے میں ملاقات ہوئی تو حضرت والاؒ نے اُن کی بہت تعریف کی کہ آپ نے بہت اچھا بیان کیا، کیا انہوں نے بیان کیا تھا؟ کہ تصوف کیا چیز ہے؟ شیخ کون ہوتا ہے؟ شیخ کے ساتھ سلوک کا کیا مقصد ہے؟ شیخ بنانے کا اور شیخ کے ساتھ برتاؤ اور تعلق کیسا ہونا چاہیے؟ **وما لہ وما علیہ** پورا تفصیل سے انہوں نے بیان کیا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ ہمارے لوگ تصوف کو مانتے ہیں لیکن تصوف کو جانتے نہیں۔ مانتے ہیں کہ ہمارے جتنے اکابر ہیں، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہم جتنے ہمارے اکابر ہیں وہ سب تصوّف میں تھے تو ہم بھی مانتے ہیں لیکن تصوّف کیا چیز ہے؟ میں سمجھتا ہوں واقعی اللہ مجھے معاف فرمائے اگر میں غلط کہتا ہوں لیکن اس وقت کی پوری دنیا میں اہلِ حق کی خانقاہوں میں بھی حضرت والا واحد وہ شخص تھے، جنہوں نے تصوف کو ایسے نکھار کر پیش کیا کہ جس سے اس کا مقصد ضرورت واہمیت مکمل واضح ہوگئی۔ کئی بار میں نے خود اپنے کانوں سے سنا، حضرت والاؒ نے فرمایا شیخ مقصود نہیں ہے اللہ کی ذات مقصود ہے اور یہ بھی کئی بار حضرتؒ سے میں نے سنا اگر کوئی مجھ سے بیعت ہوگیا لیکن کسی وجہ سے وہ اللہ تک نہیں پہنچتا تو میں ان کو کھلی اجازت دیتا ہوں کہ کہیں اور جائے اور اللہ کو تلاش کرے ایسی تواضع تھی، حضرت نے ایک دفعہ فرمایا میں اس سے بڑھ کر اور اخلاص اب کہاں سے لاؤں؟ کہ تم شیخ بناؤ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے، اللہ تک وصول کے لیے، سلوک کا راستہ یہ اللہ تک پہنچنے کے لیے ہوتا ہے تو یہ ہے حقیقی مقصد۔

ایک خاتون غیر مسلم نے پوری دنیا میں تحقیق وریسرچ کی کہ اس دور میں سب سے زیادہ کس نے اصلاحی کام کیا کوئی چین میں، روس میں، امریکہ میں، پوری دنیا میں سب سے اول نمبر پر انہوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھا۔ اور اس ہمارے زمانے میں ہمارے شیخ عارف باللہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اس وقت اس کو بالکل صاف واضح کردیا کہ شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ حضرتؒ نے مجھ سے کتنی مرتبہ فرمایا کہ اپنا دارالعلوم اپنے بیٹے کے حوالے کردے، تو بالکل اس کام کے لیے فارغ ہوجا۔ پہلے زمانے میں جو بھی طالب علم فارغ ہوتا تھا، وہ فوراً دین کے کام میں لگ جاتا تھا۔ آج کل کئی علماء ایسے بھی ہوتے ہیں کہ دنیا کے کاموں میں لگ جاتے ہیں، کوئی حرام نہیں ہے، ضرورت کبھی ایسی ہوجاتی ہے، لیکن جو عالم بنے، اپنی لائن کو سنبھالنا چاہیے، مدرسہ وغیرہ، جس کو ہم اس دور میں سمجھتے ہیں، تو اس دور میں اگر آدمی نے اپنی لائن کو سنبھال لیا تو وہ کیا ہے؟ وہ امام بنے گا، وہ خطیب بنے گا، مدرسی کرے گا، مدرسہ کھولے گا۔ لیکن پہلے زمانے میں یہ ہوتا تھا کہ

کوئی بھی فارغ ہوتا خود اس کے ذہن میں ہوتا، کوئی مدرسہ بنانے کا نہیں، کوئی مدرسی کرنے کا نہیں لوگوں کی اصلاح کی فکر، یہ ان کی فکر ہوتی تھی اور ان کے اساتذہ اور ان کے مشائخ بھی ان کو اسی کام کے لیے بھیجتے تھے، خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ نے بھیجا، جاؤ! ہندوستان، وہاں جا کے لوگوں کی اصلاح کا کام سنبھالو! جہاں بالکل شرک، کفر اور بدعات تھیں، انہوں نے وہاں کیسا زبردست کام کیا۔

ہر جگہ پر علماء کا یہی کام ہوتا ہے کہ اصلاح کا کام اور یہ حضرت کی خاص فکر کہ لوگوں کی اصلاح ہو، ہر وقت ہر ایک کے اوپر کڑی نظر، بلکہ حضرتؒ نے خود یہاں اپنے کمرۂ مبارک میں فرمایا کہ یہ جو میرے پوتے آتے ہیں، میں ان کے ٹخنے کو دیکھتا ہوں کہ وہ چھپے ہوئے تو نہیں، چھوٹے چھوٹے بچے جو مکلّف نہیں اور میں نے تو بہت ہی تعجب کیا، اسی کمرے میں جب حضرتؒ کچھ بیمار ہوئے اور بالکل چت حضرت لیٹتے تھے، کوئی صاحب آتے تو یہ بات آج تک مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کیسے حضرت اندازہ لگاتے تھے کہ ٹخنے چھپے ہوئے ہیں، کوئی آدمی داخل ہوا حضرت ایسے ہی لیٹے ہوئے فرماتے، دیکھو! تمہارے ٹخنے چھپے ہوئے ہیں، پائجامہ اوپر کرو، یعنی ہر چیز میں اصلاح کی فکر۔ ایک مرتبہ حضرت ہمارے گاؤں آزاد وِل میں رہے، پھر آگے جانا ہوا، اب رخصتی کے وقت پہ میں بھی گیا، ملاقات مصافحہ وغیرہ کیا، میر صاحب بھی ساتھ تھے تو مزاقاً میں نے کوئی بات کہی لیکن اس میں ذرا جھوٹ کی بھی آمیزش تھی، اس پر فوراً حضرتؒ نے ٹوکا یہ جو تم نے لطیفہ سنایا مزاق ہے لیکن یہ جو تم نے جھوٹ کہا اس کا کیا ہوگا؟ حضرت والاؒ کا دھیان ہر وقت لوگوں کی اصلاح کی طرف رہتا تھا اور لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت کو صرف نگاہ کی فکر ہے، لوگ یہ بات غلط کہتے ہیں، میں نے دیکھا اللہ اکبر! سر سے پاؤں تک، صبح سے شام تک، حیات سے موت تک، عقائد پر غرض زندگی کے ہر پہلو پر حضرتؒ نے کتنی وضاحت کی، عبادات ہو، معاملات ہو، معاشرت ہو، حضرت والاؒ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

یہ لوگ غلط کہتے ہیں کہ یہاں صرف ایک ہی بات بیان ہوتی ہے، بالکل نہیں یہ ہے اللہ اکبر! قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم** آنکھوں کو نیچی کرو بعض نگاہ جو حرام نگاہ ہے اس کو چھوڑ و اور نیچی نگاہ کرو **قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم** اور ترتیب قرآن پاک میں ہے اگر آنکھوں کی حفاظت ہوئی **ویحفظوا فروجھم** پھر شرم گاہوں کی حفاظت **ذالک ازکی لھم** یہ کتنی جگہ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا **فمن تزکی** جس نے تزکیہ کیا، لیکن یہاں **ازکی** ہے جنہوں نے آنکھوں کی حفاظت کی سب سے زیادہ، اس میں تزکیہ ہے اور جس کا تزکیہ ہوگیا وہ صرف جنت کا مستحق نہیں، جنت الفردوس میں جائے گا، جس کا تزکیہ ہوگیا جنت تو آئے گی اپنے ٹائم پر، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے لیکن ابھی جو ہے آدمی کا براہِ راست تعلق اللہ سے پیدا ہوجائے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا بہت پیارا شعر ہے۔

لا الٰہ ہے مقدم کلمۂ توحید میں
غیر حق جب جائے ہے، تب دل میں حق آجائے ہے

یعنی غیر اللہ کو نکالو، گناہوں کو نکالو، پس دل کو صاف کرو، پس جو دل صاف ہوا اللہ اس دل میں آجائے گا! اب دیکھو! حضرت گناہوں سے نفرت، اور گناہوں کو چھوڑنے کی ہی تاکید فرماتے تھے، حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے سنایا جب پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کا وصال ہوگیا، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ کرنا ہوتا ہے، وہ کرلیا، پھر ان کے آئی جی جوڈا کیومنٹ تھا، وہ منگوایا اور فوراً کاٹا اور فرمایا کہ اب اس کی ضرورت نہیں ہے، جب تک کہ وہ زندہ تھیں تو اس کی ضرورت پڑتی ہے لیکن اب ضرورت نہیں تو فوٹو کو فوراً اسی وقت کاٹ دیا، ایسا کہاں سے تقویٰ لے آئیں گے؟

کئی بار موریشیس میں حضرت والا کے ساتھ جانا ہوا تو مچھلیاں دکھانے کے لیے وہاں چھوٹی چھوٹی کشتیاں ہوتی ہیں جس میں نیچے شیشہ گلاس ہوتا ہے اور عجیب وغریب اللہ اپنی قدرت سمندر میں دکھاتے ہیں، اللہ اکبر! میری تو ابھی تک عقل کام نہیں کرتی، حضرتؒ نے پہلے سے سوچ لیا، بھانپ لیا اور لنگی ساتھ میں لی اور وہ جو ملاح ہے، کشتی چلانے والا، وہ چڈی پہنے ہوئے غیر مسلم سانولے رنگ کا اور دیکھنے میں کسی کو کیا کشش ہوگی؟۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اس کی طرف نگاہ نہ کرو اور لنگی اس کو دے دو کہ اپنی ستر کو وہ چھپالے تو میں نے اپنی نادانی میں، (یہی اپنی نادانی ہے اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمادے) عرض کیا، حضرت! یہ تو غیر مسلم ہے، مکلّف نہیں ہے، تو فوراً حضرتؒ نے فرمایا کہ ہم تو مکلّف ہیں، ہمیں دیکھنے کی اجازت نہیں، وہ مکلّف نہیں، لیکن ہم تو مکلّف ہیں ایسے ہی حضرتؒ نے فرمایا کہ چھوٹے بچے جن کے لباس وغیرہ غلط لیکن ماں باپ خیال نہیں کرتے اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ مکلّف نہیں، حضرتؒ فرماتے تھے کہ یہ مکلّف نہیں تو ان کے ماں باپ تو مکلّف ہیں کہ ان کی صحیح تربیت کریں، ہمارے استاذ تھے حافظ محمد صلو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا تعلق تھا، انہوں نے فرمایا کہ اگر تم خودرو گھاس کے لیے کوئی بیج بوتے نہیں، اگاتے نہیں، وہ خود اگتے ہیں اور اس کو نکالنا پڑتا ہے اگر تم چاہو کہ تمہارا گارڈن خوبصورت، اچھا ہو تو اس کو نکالنا پڑتا ہے خود اس کو اُگاتے نہیں لیکن جو بےقوف آدمی اس کو اگائے اور پھر یہ امید رکھے کہ گلاب کے پھول پیدا ہوں گے تو کیا خیال ہے ایسا ہی ہوگا؟ اسی طرح ہمارے خوبصورت پھول جو کہ ہماری اولادیں ہیں، ہم غلط طریقے سے ان کی پرورش کرتے ہیں اور اچھے اچھے ہمارے دوست نام تو بڑے بزرگوں کے رکھتے ہیں اور لباس ان کو بالکل دشمنوں جیسے پہناتے ہیں، تو میں کہتا ہوں کہ آپ نے زین العابدین نام رکھا، اپنے بیٹے کا میرے کافی قریبی دوست ہیں میں نے کہا حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ٹی شرٹ اور یہ جینس نہیں پہنی تھی، اُن کے ماں باپ نے کیسے ان کی تربیت کی تھی، پھر جا کے مفتی زین العابدین بنے اور جتنے ہمارے بزرگ تھے،

سب کی ایسی ہی عمدہ تربیت ہوئی تھی۔ آج اگر کسی کا بچہ پیدا ہوا، ایک ہفتہ کا، ایک مہینہ کا ہوا اور اگر لڑکا ہے تو آپ نے اس کو کرتا پہنایا، لڑکی ہے تو آپ نے اس کو برقع پہنایا، تو اچھے اچھے لوگ کہیں گے ابھی سے، اس کو بزرگ بنا دیا، ابھی سے اس کو بڑھی جیسا بنا دیا، اگر آپ کافروں کا لباس پہنائیں، کوئی نہیں کہے گا، ابھی سے کافروں کا لباس پہنا دیا، ابھی سے اس کو دشمنوں جیسے بنایا کسی کو اعتراض نہیں ہوگا، لیکن ایک ٹوپی پہنا دی چھوٹے بچے کو تو، ابھی سے ٹوپی پہنا دی۔ عامۃً ہم بچوں کو کافروں کا لباس ہی پہناتے ہیں اور کسی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں اور یہ اپنے معاشرے اور اپنے حلقوں کا حال ہے، غیروں کا میں پول کھول بھی نہیں رہا ہوں، غیر کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ تو بہرحال حضرت والا نے فرمایا کہ یہ لنگی اس کو دو اور اس کو نصیحت کرو کہ ہمیشہ یہ لنگی پہنے اور ایسے کئی اور مرتبہ جس کو ہم چھوٹی معمولی سمجھتے ہیں وتحسبون ھیّناً وھو عند اللہ عظیم حضرت والا کی نظر کہاں !۔

تواِنَّ الۡاَبۡـرَارَ لَـفِـیۡ نَـعِيۡـمٍ(۲۲) وہ بہت مزے سے ہیں اور مجھے تو واقعی پورا یقین ہے، ایسے یہ آیتیں میرے سامنے بار بار آتی رہیں اور حضرت کے دل میں تواِنَّ الۡاَبۡـرَارَ لَفِیۡ نَعِيۡمٍ(۲۲) بلکہ وہاں کی نعیم تو ہے، دنیا ہی میں حضرت کو ہم یہاں دیکھتے تھے، جس نے بھی حضرت کو دیکھا مسلم یا غیر مسلم، پاکستان کے یا پوری دنیا کے، سب کی زبانوں پر ایک ہی بات ہوتی کہ حضرت والا کے چہرے پر کیسے انوارات اور کیسی تازگی اور کیسی خوشی ہے ہمیشہ، یہی قرآن کریم فرماتا ہےاِنَّ الۡاَبۡـرَارَ لَـفِـیۡ نَعِيۡمٍ(۲۲)عَلَی الۡاَرَآئِكِ يَـنۡظُرُوۡنَ(۲۳) ماشاءاللہ وہاں کی کرسیاں کیسی ہوں گی اور وہی منظر بار بار سامنے آتا ہے کہ حضرتؒ یہاں تشریف فرما ہوتے تھے کہ اور حضرت یہیں دیکھنے کو پسند کرتے تھے، ایک دفعہ میری زبان سے نکل گیا (اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقت نصیب فرمائے) کہ حضرت! آپ نے تو ہمیں جنت کا مزہ دنیا میں ہی چکھا دیا، حضرت نے سب کو جمع کیا اور فرمایا پھر کہو جو تم نے کہا پھر فرمایا کہ یہی میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ دنیا میں جنت کا مزہ پا جاؤ اور فرمایا کہ خدا کی قسم! دین اسلام میں پیارے نبی علیہ السلام کی سنتوں پر اگر ہم دل سے اس پر عمل کریں خدا کی قسم! جنت کی نعمتیں اور جنت کی خوشی اللہ تعالیٰ یہیں عطا فرمائیں گے وہ تو آئے گا ہی اپنی جگہ پر وہ تو وہاں ملے گا لیکن آپ اس کو یہاں محسوس کرو گے اپنے دل میں۔

تواِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِيۡمٍ(۲۲)عَلَی الۡاَرَآئِكِ يَنۡظُرُوۡنَ(۲۳)تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِيۡمِ وہ خوشی، وہ تازگی، وہ انوارات کہ آپ ان کو محسوس کرو گے وہ نور دیکھو گے ان کے چہروں پر يُسۡـقَـوۡنَ مِـنۡ رَّحِيۡـقٍ مَّـخۡتُوۡمٍ(۲۵) اور ان کو وہاں جو شراب ملے گی جس پر مہر لگی ہو کونسی مہر؟ خِتٰـمُـهٗ مِسۡكٌ مشک کی اس پر مہر لگی ہوئی ہے اور وہ وہاں ماشاء اللہ کتنے مزے سے ہوں گے۔ بھائی محمود نے خواب سنایا کہ حضرت والا دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور پھر اکابر علمائے دیوبند حضرت کے استقبال کے لیے آئے، یہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ حضرت وہ شخص ہیں جو اہلِ دیوبند اور دیوبند کے مسلک کا صحیح مزاج سمجھے ہیں، دیوبند

والے تو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں لیکن اہلِ دیوبند کا صحیح مزاج جو ہے، حضرت والاؒ نے اُس کی نمائندگی کی اور بالکل تفصیل کے ساتھ ایک ایک بات علمائے دیوبند کا مسلک عقائد کے اعتبار سے، عبادات میں، معاملات میں، معاشرت میں، حقوق میں، غرض ہر چیز میں حضرت والاؒ نے مسلکِ دیوبند کو خوب واضح طور پر بیان فرمایا۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْراً ، اللہ تعالیٰ حضرت والاؒ کے درجات کو بہت بلند فرمائے، اللہ میرے شیخ کے درجے کو بڑھا دے، اللہ میرے شیخ کو سرتاج اولیاء ازمنہ بنا دے، ہر زمانے کے اولیاء کا سرتاج اللہ ہمارے شیخ کو بنائے، اور میرا یقین ہے کہ اللہ نے وہ مقام حضرت والاؒ کو عطا فرمایا تو علمائے دیوبند حضرت والاؒ کے استقبال کے لیے باہر آئے کتنا زبردست حضرت والا کا کارنامہ ہے۔ یہ ہے اصل بات وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ یہ وہ چیزیں ہیں جس میں آدمی کو سبقت کرنی چاہیے فَفِرُّوا اِلَى اللّٰهِ ہم آگے بڑھیں اللہ کے راستے میں اور جو حضرتؒ نے ہمیں تعلیم دی، کئی بار حضرتؒ کو صدمہ ہوتا تھا، جس چیز کو میں پیدا کرنا چاہ رہا ہوں اپنے ساتھیوں میں، میں وہ چیز نہیں دیکھ پا رہا ہوں، حضرتؒ ترغیب دیتے تھے اور خود اپنی ذات کے ساتھ مجاہدے کرتے تھے، حضرتؒ نے کیسے ہمارے ساتھ شفقت، پیار، محبت کا مظاہرہ کیا، اور خالص ایک وجہ سے کہ تم دین اور اللہ کی محبت سیکھو، اللہ تعالیٰ شانہٗ کی محبت کو پھیلاؤ، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دردِ دل کڑھن ہر وقت یہی رہتا تھا کہ اس چیز میں ہم آگے بڑھیں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اپنے اوپر لازم کرلیں۔

اب یہ موقع آیا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے، اس کے بعد ہم تعزیتی جلسے بھی کریں، بڑے بڑے اشتہارات اور اخبارات میں بھی تعزیتیں شائع کریں، اور پھر کام کچھ نہ کریں، اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں، اگر آدمی نے یہ سب کچھ نہ بھی کیا لیکن حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم اپنے اوپر، اپنے گھر والوں کے اوپر لازم کرلیں اور اس پر عمل کیا تو سب کچھ کیا۔

حضرت والاؒ کی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے جو خود کر سکے وہ کرے، اللہ نے جس کو مال و دولت دی ہے، وہ کتابوں کو چھپوائے اور کتابوں کو تقسیم کرے، وہ تو ہر آدمی کرسکتا ہے حضرت والاؒ کی تعلیمات کو پھیلانے میں جو خود بیان کرسکتے ہیں، مجلس کریں، جن کو حضرت والاؒ نے اجازت دی ہے۔

اور حضرت والا نے فرمایا کہ جس سے مناسبت ہو، وہ وہاں اپنا رجوع کرے اور حضرت والاؒ نے اس بات کو بھی کتنا کھول کر بیان فرمایا کہ دو ہی شرطیں ہیں شیخ بنانے کی اور فرمایا کہ ایک شرط یہ کہ اہلِ حق میں سے ہو۔ کوئی بدعتی پیر صاحب یا کوئی شیعہ وغیرہ نہ ہو، انشاء اللہ اس میں تو ہم غلطی نہیں کریں گے لیکن دوسرے کا جو مزاج ہے اس میں موافقت بہت ضروری ہے، پھر حضرت مثال بھی بیان فرماتے تھے کہ کسی کو خون کی ضرورت ہو اور وہ کہے کہ میں صرف محمد علی کلے کا خون لوں گا وہ بہت زبردست بوکسر تھا ماشاء اللہ میں اسی کا خون لوں گا لیکن اگر دونوں کا بلڈ گروپ ملتا نہ ہو تو پہلے اپنی قبر کھدواؤ پھر جا کے

اس کا خون چڑھواؤ۔ تو یہ ہے کہ مناسبت ہو، یہ بہت بڑی چیز ہے اور حضرتؒ نے یہ بھی بہت وضاحت سے بیان فرما دیا کہ یہ بھی نہ دیکھو کہ کون کتنا بڑا شیخ ہے، کون چھوٹا شیخ ہے، کبھی بڑے دروازے سے جو کام نہیں ہوتا ہے وہ چھوٹی کھڑکی سے ہو جاتا ہے لیکن مناسبت ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

اور ماشاء اللہ یہاں اللہ پاک نے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب ادام اللہ فیوضہم ماشاء اللہ پوری زندگی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ اللہ پاک جب یہاں لے آئے تو اللہ پاک ہم سب کو اس چیز کی بھی توفیق عطا فرمائے کہ حضرت سے خوب استفادہ بھی کریں جتنے اور بھی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء ہیں اُن سے بھی۔

اللہ اکبر! بلکہ میں نے دو تین بار حضرت والاؒ سے عرض کیا حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ کسی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت والاؒ نے مدینہ طیبہ میں علوم شرعیہ مدرسہ جہاں حضرت کا قیام تھا، کمرے میں حضرت چار پائی پر تشریف فرما ہیں، حضرت کے خدام حضرت کے جو خلفاء ہیں وہ سب سوئے ہوئے ہیں ایک کمرے میں، تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور پوچھا کہ میں ان کو جگا دوں؟ تو حضرت والاؒ نے فرمایا کہ نہیں! ابھی ان کو آرام کرنے دیں۔ اس کی تعبیر حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی کہ ان کی نسبت کو میں جگا دوں، فرمایا نہیں! جب میرا وصال ہو جائے تو پھر ان کی نسبتیں اور ان کا مقام ظاہر ہو دنیا میں لیکن حضرتؒ واحد میری نظر میں (میں مانتا ہوں میری نظر بہت کوتاہ ہے لیکن) اپنی زندگی میں ایسی محنت کی کہ صرف کراچی میں نہیں، صرف پاکستان میں نہیں، پوری دنیا میں حضرتؒ کے خلفاء، حضرتؒ کی مجالس اور اس قدر ماشاء اللہ لوگ، خواتین ہوں، مرد ہوں، بوڑھے ہوں، جوان ہوں، علماء ہوں، غیر علماء ہوں سب کا رجوع اس قدر حضرتؒ کی طرف ہوا کہ حیرت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کی قدر اور حضرت والاؒ کے لیے دعا مسلسل کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کم سے کم جو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے وصیت نامہ میں بھی ہے، تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو ہم روزانہ بخشیں، اس کا تو ہم معمول بنائیں جو اس سے زیادہ کر سکے ضرور کرے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات جو کتابوں میں ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت میر صاحب کو بہت جزائے خیر عطا فرمائے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو اور زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی اور خود اپنے عمل کی توفیق اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطا فرمائے، آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

❋

حضرت مولانا مفتی محمد امجد صاحب، (ساؤتھ افریقہ)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ساؤتھ افریقہ کے ریڈیو اسلام پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز، دارالعلوم آزاد وِل ساؤتھ افریقہ کے سابق استاذ اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل حضرت مولانا مفتی محمد امجد صاحب مدظلہم نے حضرتؒ پر تعزیتی کلمات ارشاد فرمائے تھے، جو پیشِ خدمت ہیں۔

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد و اله و صحبه اجمعین۔

امابعد!

آج بروز پیر ۲۳/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲/جون ۲۰۱۳ء بعد نماز مغرب جو خبر ہم کو ساؤتھ افریقہ میں موصول ہوئی وہ نہ صرف میرے اور افریقہ کے مسلمانوں کے لیے بلکہ درحقیقت تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں اور پوری اُمتِ مسلمہ کے لیے بلا شبہ بہت ہی دردناک اور غمناک خبر ہے کہ میرے شیخ و مرشد شیخ العرب والعجم، عارف باللہ، رومی زمانہ حضرت اقدس حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ اس دارِفانی سے دارِ باقی کی طرف رحلت فرما گئے اِنَّـا لِلّٰـهِ وَاِنَّـا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ۔

درحقیقت یہ ایسا دردناک سانحہ ہے کہ جس کو نہ صرف باشندگان کراچی و پاکستان کے لیے یا وہاں کے کسی ایک مخصوص خاندان یا مخصوص علاقے و خطے کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان کہا جائے گا بلکہ یہ ایسی غمناک خبر ہے کہ جس کا نقصان ہر مسلمان اپنی جگہ پر محسوس کر رہا ہے اور اسی وجہ سے ہر فردِ مسلم تعزیت کا مستحق ہے۔

اور صحیح بات تو یہ ہے کہ کسی کی تعزیت کرنے سے پہلے میں خود اپنے آپ کو تعزیت کا مستحق سمجھتا ہوں کیونکہ حضرت والا سے احقر کا جو تعلق ایک طویل مدت تک قائم رہا اور اس دوران جو حضرت کی طرف سے شفقت و محبت اور خیر خواہی کے مظاہر دیکھے، ان کو سوچ کر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا سلوک اور معاملہ قریب سے قریب تعلق رکھنے والا اور دل میں نہایت ہمدردی و محبت کے جذبات رکھنے والا ہی کسی کے ساتھ کرسکتا ہے۔ بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ ہمارے حضرت رحمہ اللہ بلا تفریق رنگ و نسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امتی اور اپنے ہر مسلمان بھائی کی خاطر جو درد و غم اور بے چینی اپنے سینے میں رکھتے تھے، وہ اپنی مثال آپ تھی، جس کا اثر یہ تھا کہ پوری دنیا میں مختلف علاقوں اور

زبانوں میں حضرت رحمہ اللہ کے علوم و فیوض سے ہر طبقے کے مسلمان مستفید ہو رہے تھے۔

یوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے خاص بندوں کو اپنے قرب اور معیت خاصہ کی مختلف شکلیں عطا فرماتے ہیں اور تمام ہی خاصانِ خدا کا وجود نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری خلق کے لیے باعث رحمت ہوا کرتا ہے، مگر حضرت والا رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قربِ خاص کی جو دولت عطا فرمائی تھی وہ اپنی مثال آپ تھی، جس کا ظہور حضرت رحمہ اللہ کی خلوتوں میں آہ وزاری اور گریہ و بکا کے ذریعے اور جلوتوں میں زبان پر اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت کے نعروں اور درد وغم سے بھری ہوئی آہ وفغاں کی شکل میں ہوا کرتا تھا جو اللہ تعالیٰ کے بہت ہی قرب خاص کی واضح دلیل ہے، جس کو حضرت رحمہ اللہ نے خود ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا ؎

میں کس طرح سے مان لوں اے درد! تو بھی ہے
گریہ کہیں نہیں، کہیں آہ وفغاں نہیں

میں آج اپنے تمام ریڈیو اسلام کے سامعین بھائیوں کو یہ واضح کرنا چاہوں گا کہ حضرت والا کا نام اس دور میں جس طرح پوری دنیا میں مشہور ہوا اور بڑوں کی طرف سے حضرت کو جو القاب ملے، جن میں خاص طور پر محیی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ کی طرف سے ''عارف باللہ کا لقب'' اور دوسرے بزرگوں کی طرف سے ملنے والے القاب ''شیخ العرب والعجم'' اور ''رومیِ زمانہ'' وغیرہ جیسے سب کے سب القاب کو اللہ تعالیٰ نے بالکل سچ کر دکھایا۔

چنانچہ حضرت کا فیض جس طرح عجم کی سرزمین پر پھیلا اُسی طرح عرب کے بے شمار ملکوں میں باشندگانِ ایشیاء وعرب کے درمیان بھی تقریروں اور مختلف کتابوں اور رسائل کی شکل میں پھیلتا چلا گیا۔ اس لیے بلاشبہ حضرت اس دور میں شیخ العرب والعجم، عارف باللہ، رومیِ زمانہ کہلانے کے بجا طور پر مستحق تھے۔ بلکہ میں آپ کو حیرت کی یہ بات بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو اپنے متعلقین کی تربیت اور تزکیہ واصلاح کی ایسی خاص شان عطا فرمائی تھی کہ کتنے ہی عربی النسل حضرات نہ صرف یہ کہ حضرت سے بیعت ہوئے بلکہ اجازت وخلافتِ بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت کے عمرے کے سفر کے موقع پر جب مدینہ منورہ کے اندر حضرت کی تشریف آوری ہوئی تو وہاں کے ایک بزرگ جن کا کسی زمانے میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خاص اصلاحی تعلق رہا جو حضرت شیخ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد کسی سے بھی ملنا پسند نہیں فرماتے تھے، اپنے طور پر خلوت ویکسوئی میں رہتے تھے اور مسجد نبوی کے صف اول کے نمازی تھے، اُن کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواب میں تشریف لاکر تنبیہ فرماتے ہیں کہ اتنے عظیم المرتبت

بزرگ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر یہاں تشریف لائے ہیں، تم اُن سے ملنے کیوں نہیں جاتے؟ چنانچہ وہ اگلے دن صبح سویرے روتے ہوئے حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر پورا قصہ بیان فرمایا۔ اور اس کے بعد بڑی پابندی کے ساتھ پورے قیامِ مدینہ میں حضرت رحمہ اللہ کی مجالس میں شریک ہوتے رہے۔

اس لیے آج جس ہستی کے سانحۂ ارتحال پُر ملال کی خبر موصول ہوئی ہے وہ خبر ہم سب کے لیے بہت ہی باعث رنج وغم ہے۔ میں اپنی معلومات کی حد تک اس بات کو بخوبی جانتا ہوں کہ حضرت رحمہ اللہ کے متوسلین ومسترشدین اور متعلقین ومریدین واسطہ و بلاواسطہ پوری دنیا میں ہزاروں کی تعداد میں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ خود حضرت کے بعض خلفاء میں ایسے عظیم المرتبت اہلِ علم پائے جاتے ہیں جو اپنے علاقوں اور ملکوں کے چوٹی کے علماء اور شیوخ الحدیث ومفتیانِ کرام ہیں۔

ہم اپنے ساؤتھ افریقہ پر ایک نظر ڈالیں تو پتہ چلے گا کہ اس ملک کے قابلِ قدر، معزز اور بڑے علمائے کرام کی ایک بڑی تعداد بھی حضرت والا رحمہ اللہ کے خلفاء میں شامل ہیں۔ جن میں حضرت مولانا عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم آزادول، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم آزادول، حضرت مولانا یونس پٹیل رحمہ اللہ سابق صدر جمعیۃ علمائے افریقہ نیٹال، حضرت مولانا ہارون عباس عمر صاحب شیخ الحدیث مدرسہ تعلیم الدین اسپنگو بیچ، حضرت مولانا حیدر صاحب امیر ریڈیو اسلام جنوبی افریقہ، حضرت مولانا الیاس پٹیل نائب مہتمم و مدرس مدرسہ تعلیم الدین اسپنگو بیچ، حضرت مفتی زبیر بھیات صاحب امیر دارالاحسان، حضرت مفتی حسین بھیات رحمہ اللہ میزبانِ خصوصی حضرت والا رحمہ اللہ، مولانا پروفیسر سید سلمان ندوی فرزند حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اور خلیفہ شاہ ہردوئی رحمہ اللہ وخصوصی احباب حضرت والا رحمہ اللہ مولانا سلیمان گھانچی دارالعلوم زکریا وغیرہ اور بہت سے دوسرے علمائے کرام ان میں شامل ہیں۔

جب سے اس فقیر کا حضرت رحمہ اللہ سے تعلق ہوا تو یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمہ اللہ کو جو خصوصیات عطا فرمائی تھیں، اُن میں سے ایک عظیم خصوصیت یہ تھی کہ گناہوں میں رات دن ڈوبا ہوا انسان، خاص طور پر حسن مجازی کے چکر میں پڑ کر کسی کے حرام عشق ومحبت میں پھنسا ہوا مومن ومسلم حضرت رحمہ اللہ کی مجلس میں بیٹھنے کے بعد ایسا محسوس کرتا تھا کہ جیسے تپتی دھوپ میں جلنے والا کسی گھنے درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں آ گیا ہو۔ دنیا کی بے ثباتی اور عشقِ مجازی کے نقصانات اور خرابیاں ایسے پُر درد تاثیر بھرے انداز سے بیان فرماتے تھے کہ سننے والے کے دل کی کایا ایک مجلس میں پلٹ جاتی تھی۔ اور وہ زبانِ حال سے یہ کہتا ہوا اُٹھتا تھا کہ ؎

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا باجانِ جاں ہمراز کردی
تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں، پھر جانِ جاں، پھر جانِ جاناں کر دیا

اس قسم کے لوگوں کے کتنے ہی واقعات ہیں جو سینکڑوں میں نہیں بلکہ ہزاروں میں ہیں۔ جو کسی کے عشق میں پھنس کر دین و دنیا دونوں برباد کر چکے تھے، نہ زندگی میں کوئی چین اور سکون تھا، نہ اُنہیں کسی قسم کا اطمینان اور راحت نصیب ہوتی تھی، مال بھی برباد اور دین بھی برباد، رات و دن پاگلوں کی طرح پھرتے تھے، مگر جب حضرت والا رحمہ اللہ کی مجالس میں شرکت شروع کی اور حضرت کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا تو پھر نہ صرف یہ کہ وہ سکون واطمینان کے ساتھ رہنے لگے اور بڑی پُر کیف مزیدار زندگی کے ساتھ جینے لگے بلکہ دوسروں کو جینے کا سلیقہ دینے اور چین وسکون کی باتیں سنانے میں مصروف ہو گئے اور گویا خود اپنی اصلاح کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن کو مصلحانہ شان عطا فرمادی۔ یہی کسی اہلِ دل اللہ والے کی شانِ تربیت کے طریقوں کے معتبر و مقبول عنداللہ ہونے کی خاص پہچان اور نشانی ہوا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمہ اللہ کو ایک عجیب وغریب خصوصیت عطا فرمائی تھی اور وہ خصوصیت یہ تھی کہ جو حضرت رحمہ اللہ کی مجلس میں بیٹھ جاتا تھا، اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے عشق ومحبت کی آگ لگ جاتی تھی۔ کبھی کبھی میں نے سنا کہ حضرت رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شعرو شاعری کیا ہے۔ اس پر فرمایا کہ مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار نے پوری دنیا میں عشق ومحبت کی آگ لگا ڈالی۔

اس لیے جب حضرت والا رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی مثنوی حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے سامنے پیش ہوئی تو فرمایا تھا: ''لافرق بينك و بين مولانا روم''، جو مثنوی حضرت حکیم صاحب نے لکھی ہے اس میں اور مولانا روم کی مثنوی میں مجھے کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ صاحبِ احسن الفتاوی حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ کے متعلق ہے کہ ایک مرتبہ ایک شعر پڑھ کر فرمانے لگے کہ یہ مولانا رومی کا شعر ہے۔ کسی نے لقمہ دیا اور عرض کیا کہ حضرت! یہ تو حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کا شعر ہے۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت والا رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مثنوی رحمہ اللہ کے کلام کے درمیان اس قدر مشابہت تھی۔

میں نے اپنے بعض اکابر کے دنیا سے رحلت فرمانے کے موقع پر اس سے قبل بھی کئی مرتبہ یہ

بات اپنے متعلقین اور دوستوں سے عرض کی تھی آج بھی یہی عرض کرتا ہوں کہ درحقیقت جب کوئی اللہ والا دنیا سے جاتا ہے تو اصل بات بیٹھ کر کے اُس پر رونا نہیں ہے بلکہ اُس کی زندگی کی تعلیمات کو دیکھنا ہے۔

ہمارے حضرت والا رحمہ اللہ کی جو تعلیمات تھیں اُس میں میں نے ہمیشہ دیکھا اور مجھے یاد ہے کہ آج سے تقریباً پندرہ سولہ برس پہلے کی بات ہے کہ ساؤتھ افریقہ کے اسی ریڈیو اسلام سے حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ اے افریقہ والو! میں تمہیں اللہ کا ولی بننے کا ایک آسان نسخہ بتاتا ہوں اور وہ نسخہ یہ ہے کہ صرف ایک کام کرلو اور وہ یہ کہ فرائض و واجبات اور سنن ادا کرنے کے بعد بس ایک کام کرلو تو اللہ کے ولی بن جاؤ گے۔ اور پھر فرمایا کہ وہ کام یہ کہ نہ کرو یعنی گناہ نہ کرو کیونکہ گناہ سے اللہ کی ناراضگی زمین پر اُترتی ہے اور اسی سے سارے فسادات پھیلتے ہیں۔ اور ہمارے حضرت رحمہ اللہ نے جس چیز کو خاص طور پر مضبوطی سے پکڑا تھا وہ عشق مجازی وحسن پرستی کی تباہ کاریاں اُمت کے سامنے پیش کر کے اُسی سے بچانا اور ناجائز و حرام محبتوں میں پھنسے ہوئے اُمت مسلمہ کے نوجوانوں کو اس دلدل سے نکالنا جو آج TV، VCR، Internet، Cell phones، Black berry اور دوسرے ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے اہلِ باطل طاقتوں نے مسلمان نوجوانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے اتنے عام کردیے ہیں کہ چند سال قبل تک اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا، جس کے نتیجے میں آج گھر گھر بے حیائی و بے شرمی اور ننگی اور حیا سوز فلموں کی وجہ سے آگ لگی ہوئی ہے اور اس لیے میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت والا رحمہ اللہ کی تعلیمات موجودہ پرفتن دور کے اعتبار سے عین منشائے خداوندی ہیں اور ان پر چل کر جس نے اپنے آپ کو اس فتنے سے محفوظ کرلیا، وہ ضرور اللہ کا ولی بن کر رہے گا۔

ایک مرتبہ احقر نے دارالعلوم آزادول میں دورانِ درس اپنے طلبہ سے پوچھا کہ حضرت رحمہ اللہ کی کوئی خاص بات تمہیں معلوم ہو تو بتاؤ۔ میں تمہیں خاص بات بتاؤں گا، یوں تو اولیاء اللہ میں اپنی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں۔ بہرحال طلبہ میں سے اکثر نہ بتا سکے تو پھر میں نے اُن سے عرض کیا کہ حضرت والا کی اہم ترین اور عند اللہ محبوب ترین دو ادائیں یہ تھیں (۱) چشم گریاں (۲) قلب بریاں یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمہ اللہ کو اللہ کی محبت میں تڑپتا ہوا دل اور روتی ہوئی آنکھیں جیسی دو اہم خصوصیات عطا فرمائی تھیں۔ اتنا اللہ تعالیٰ کی محبت میں روتے تھے اور اس قدر تڑپتے رہتے تھے کہ سالکین چند دنوں میں زندگی میں انقلاب محسوس کرنے لگتے تھے۔

چنانچہ دارالعلوم زکریا افریقہ میں ایک مرتبہ بیان ہورہا تھا تو حضرت والا رحمہ اللہ نے ارشاد

فرمایا کہ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ رات کو تین بجے سے اُٹھ کر گیارہ بجے تک عبادت کرتے اور میں بھی ساتھ میں رہتا تھا، ناشتہ بھی نہیں کرتا تھا، جوانی کے زمانے میں جی تو چاہتا تھا کہ ناشتہ کروں، لیکن شیخ کے ناشتہ نہ کرنے کی وجہ سے شرم آتی تھی۔تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد جب میرے شیخ اللہ سے دُعا مانگتے تو کہتے تھے: ''یاربّ! مجھے معاف کردینا، یاربّ! مجھے معاف کردینا۔'' یہ جملہ تہجد کے وقت میں بار بار زبان کے اوپر ہوا کرتا تھا۔

اور حضرت رحمہ اللہ کو اپنی سخت علالت اور بیماری میں رضاء بالقضاء پر دنیا میں ملنے والا عظیم الشان انعام یہ ہے جب سے حضرت رحمہ اللہ بیمار ہوئے اللہ تعالیٰ کی شان کہ حضرت رحمہ اللہ کی رضا بالقضاء کا ثمرہ اس طرح ہم نے حضرت کو دنیا میں آنکھوں سے ملتا ہوا دیکھا کہ بیماری سے پہلے حضرت کی خانقاہ کراچی میں ہفتے میں دو تین مجالس ہوا کرتی تھیں، اور جب سے حضرت رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو تقریباً ہفتے میں ستائیس یا اٹھائیس مجالس ہونے لگیں اور ساری دنیا میں حضرت رحمہ اللہ کا فیض پھیلتا چلا گیا، لوگ جوق در جوق دنیا کے مختلف ممالک سے خانقاہ میں کراچی حضرت کے پاس تشریف لاتے اور فیض اٹھاتے اور اسی طرح بے شمار حضرت کے مواعظ و کتب اس مدت میں چھپ کر تقسیم ہوتے رہے، بڑی دور دور سے لوگ حضرت کے پاس پہنچتے تھے، خواہ وہ امریکا و کینیڈا ہو، لندن و فرانس اور جرمن ہو، یا موریشئیس اور ری یونین ہو اور اسی طرح ساؤتھ افریقہ، ہندوستان، بنگلہ دیش، پاکستان وغیرہ دوسرے ممالک ہوں اور ماشاء اللہ پاکستان میں تو حضرت رحمہ اللہ کا اس قدر فیض پھیلا کہ جس کو بیان کرنا مشکل ہے۔ پورے ملک کے کونہ کونہ میں حضرت کی کتابیں اور رسائل نظر آتے ہیں۔ بعض چھوٹے چھوٹے رسائل تو ملینوں کی تعداد میں چھپے اور تقسیم ہوئے۔

یہ ساری تفصیلات عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ جب اللہ والے دنیا سے جائیں تو از روئے حدیث پاک اتنی تو گنجائش ہے کہ متعلقین کے دل غمزدہ ہوں اور آنکھیں آنسو بہائیں۔مگر اصل چیز اولیاء اللہ کی تعلیمات کو زندہ کرنا اور ان کی اتباع و پیروی کرنا ہے۔

آج ریڈیو اسلام کے تمام سامعین کے لیے میرا یہی پیغام ہے کہ جو ہم کو ہمارے حضرت والا رحمہ اللہ نے سکھایا اور جو تعلیمات ہمارے درمیان چھوڑیں، ہم اُن میں کسی بھی طرح کا سمجھوتہ یا مصالحت نہ کریں اور اُن کو اتنی مضبوطی سے پکڑیں کہ اگر ان پر عمل کرنے میں جان کی بازی لگانی پڑے تو ہم اپنی جان قربان کردیں، مگر ایک لمحہ ان تعلیمات سے ہٹ کر اپنے اللہ کو ناراض نہ کریں، خاص طور پر حضرت کی منتخب کی ہوئی چار باتیں زندگی بھر سنی جاتی رہیں اور جیسا کہ ابھی حضرت مولانا نے فرمایا کہ نظر بچانا، دل کا بچانا، ایک مشت ڈاڑھی رکھنا، ٹخنوں کے اوپر پاجامہ رکھنا،

ان چار اعمال کے متعلق حضرت فرمایا کرتے تھے کہ میری اَسّی سال کی زندگی کا تجربہ ہے جو شخص ان چار اعمال کو مضبوطی سے پکڑ لے، اُس کی مثال یوں سمجھ لو کہ جیسے ایک شخص اتنا طاقتور اور مضبوط ہو کہ وہ گائے اور بھینس اُٹھا لے تو وہ بکری ضرور اُٹھا لے گا۔ جو بکری اُٹھا لے گا وہ مرغی ضرور اُٹھا لے گا، جو مرغی اُٹھا لے وہ انڈا ضرور اُٹھا لے گا، یہ اس دور کے اتنے مشکل کام ہیں جو ان کو مضبوطی سے پکڑ لے وہ انشاء اللہ! باقی دوسرے گناہوں سے بآسانی بچ جائے گا اور اللہ کا ولی بنے گا۔

ایک اور خاص بات عرض کروں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمہ اللہ کو ایسا کمال عطا فرمایا تھا، جس کو احقر نے اپنے کراچی قیام خانقاہ کے دوران بارہا مشاہدہ کیا اور بحمداللہ کراچی میں بہت مرتبہ آنا جانا اور رہنا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے کئی لوگوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا کہ اُن کے گھر والے لے کر آئے کہ حضرت! یہ پاگل ہوگیا ہے، اس کو پاگل خانے لے کر جانا چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ کوئی پاگل نہیں ہے۔ ان کے بھائیوں نے عرض کیا کہ حضرت! جتنے ڈاکٹری علاج ہو سکتے تھے اور جتنی جگہوں پر لے جا سکتے تھے ہم نے سب کچھ کرلیا ہے، اب اس کا علاج سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کو پاگل خانے میں ڈال دیں اور عام طور پر اس کا سبب ٹینشن و ڈپریشن ہوا کرتا تھا۔ خود میرے ساتھ ایک کمرہ میں برابر کے بیڈ (چارپائی) پر سونے والا ایک شخص رات کو کبھی اپنی آنکھوں پر پٹی باندھتا، کبھی کروٹیں بدلتا، کبھی جاگتا، بے چین سا رہتا تھا۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کہنے لگے کہ میں ابھی چند دن قبل ہی یہاں آیا ہوں اور میری صورتحال یہ ہے کہ میں ٹینشن کا اتنا سخت مریض ہوں کہ میرے گھر والوں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ مجھ کو پاگل خانے میں چھوڑ دیں، لیکن حضرت نے فرمایا کہ تم ان کو ہمارے پاس چھوڑ دو، یہ کوئی پاگل نہیں ہے۔

حضرت رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی خاص تعلیمات اور اپنی طرف محبت سے کھینچنے کا ایسا انداز عطا فرمایا تھا کہ بلا کسی خاص مجاہدہ و مشقت کے انسان دین پر آجاتا تھا اور اس کی یاس آس سے بدل جاتی تھی۔ رنج و غم، چین و سکون میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ چنانچہ وہ شخص آج زندہ ہے اور اتنا سکون کے ساتھ ہے کہ ماشاء اللہ ہر وقت چہرہ پر مسکراہٹ نظر آتی ہے۔ اور ایک مرتبہ وہ مجھ کو مدینہ منورہ میں ملے۔ میں نے کہا کہ تمہارا وہ ٹینشن کہاں گیا۔ اس نے جواب دیا کہ الحمدللہ اب میں بالکل ٹھیک ہوں پھر اُس کے بعد خانقاہ میں بار بار ملتے رہے اور کہنے لگے کہ وہ دن ہے اور آج کا دن کہ کبھی دوبارہ وہ کیفیات لوٹ کر نہیں آئیں اور بس، چند دن حضرت رحمہ اللہ کے پاس رہا اور سب ٹینشن ختم ہوگیا۔

یہ سب اولیاء اللہ کی تعلیمات ہیں اگر ہم ان کو اختیار کریں۔ حضرت رحمہ اللہ تو اس دنیا سے

تشریف لے گئے ہیں، لیکن تعلیمات، مشن اور پیغام باقی ہے۔ اور حضرت رحمہ اللہ کا ایک شعر ایسا ہے جو ساری دنیا میں پڑھا جارہا ہے حتیٰ کہ بعض غیر مسلک والے بھی اس کو اپنی درودیوار پر لگائے ہوئے ہیں۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

حضرت رحمہ اللہ کے دل کا عالَم کیا تھا، آخرت سے کیا تعلق تھا، اس کا اندازہ اس شعر سے لگائیے کہ۔

نہ گلوں سے مجھ کو مطلب، نہ گلوں کے رنگ و بُو سے
کسی اور سمت کو ہے مری زندگی کا دھارا
جو گرے اِدھر زمیں پر مرے اَشک کے ستارے
تو چمک اُٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

حضرت رحمہ اللہ کا ایک ایک شعر ایسا ہے کہ الحمد للہ! احقر ہندوستان اور دوسرے مما لک میں جاتا ہے اور وہاں سنانے کا موقعہ ملتا ہے تو بعض شہروں سے لوگوں نے فون کر کے مجھے بتایا کہ آپ کے پورے بیان میں اس ایک شعر سے ہماری زندگی بدل گئی۔ آج کتنے جوان ہیں جو خلوتوں اور تنہائیوں میں چھپ چھپ کر Black berry فون ہاتھ میں ہیں اور حرام زدگیاں کررہے ہیں، ننگی فلمیں دیکھ رہے ہیں، Movies watch کررہے ہیں، لڑکیوں سے چُپکے چُپکے کہتے ہیں کہ I am alone I want to spek you, حضرت رحمہ اللہ نے ایک شعر میں اس کا علاج کردیا ہے، تفصیل کا وقت نہیں ہے اور حضرت رحمہ اللہ کا شعر یہ ہے۔

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور حضرت رحمہ اللہ کے پاس کھڑے ہو کر حضرت رحمہ اللہ کی کتاب پڑھ کر بہت سی مرتبہ اشعار کی تشریح کی تو حضرت رحمہ اللہ کو دیکھا کہ آنکھوں سے زاروقطار، آواز کے ساتھ روتے تھے۔ ایک ایک شعر ایسا جس میں کئی کئی آیات اور روایات کے معانی ومطالب موجود ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام اشعار مکمل طور پر قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں۔

حضرت رحمہ اللہ کا ایک شعر جس کو احقر اکثر اپنے بیانات میں پڑھا کرتا ہے اور وہ ایک مؤمن کے زندگی گزارنے کے لیے پورا دستور العمل پیش کررہا ہے۔

جو خوش ہیں آپ تو ہر سُو بہار کا عالَم
وگر نہ سارا یہ عالَم ہی عالَمِ غم ہے

اور حضرت رحمہ اللہ کی ایک خاص صفت عرض کر کے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں اور وہ صفت اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے مال کا خرچ کرنا اور اللہ کے راستے میں سب کچھ لٹا دینا ہے، اس کا بہت سے حضرات کو اندازہ نہیں ہوتا کہ اولیاء اللہ کیا ہوتے ہیں، جب دیکھتے ہیں کہ اُن کے پاس ہدایا آ رہے ہیں، تحفے آ رہے ہیں، دنیا بھر سے لوگ چیزیں بھیج رہے ہیں اور ان کو رقمیں دے رہے ہیں تو دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں کہ یہ اللہ والے تو دنیا دار ہیں، مگر درحقیقت ان حضرات کا حال کیا ہوتا ہے میں آپ کو اپنا چشم دید واقعہ بتاتا ہوں۔ میری آنکھوں کے سامنے کا واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ کسی دینی کام کے لیے رقم کی ضرورت پیش آئی۔ میں خود کمرے میں موجود تھا۔ حضرت والا رحمہ اللہ نے اپنے خادمِ خاص سے کہا کہ ضیاء! مجھ کو بتاؤ کہ میرے پاس کتنی رقم ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! بہت زیادہ ہے۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بتاؤ! کُل کتنی ہے؟ عرض کیا کہ حضرت! ساڑھے آٹھ لاکھ روپے ہے۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سارا پیسہ نکال کر اس دینی کام میں دے دو۔ دریافت کیا کہ حضرت! ساری رقم دے دوں؟ فرمایا کہ ہاں! ساری رقم دے دو۔

حضرت رحمہ اللہ کی جو کتابیں چھپی ہیں، ان سے اندازہ کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمہ اللہ کو کیا مقام عطا فرمایا تھا۔ تقریباً تین ملین مالیت کی کتابیں چھپ کر صرف سعودی عرب میں تقسیم ہوئیں جن میں سے بعض کتابیں جیسے بدنظری کے چودہ نقصانات، قومیت وصوبائیت اور رنگ ونسل والے تعصب کی اصلاح پر مشتمل کتابیں جب امام حرم مکی شیخ سدیس نے اپنے ہاتھوں میں لے کر پڑھی تو بڑی حیرت سے ارشاد فرمایا کہ بہت ہی اہم اور نافع کتاب ہے۔ اور فرمایا کہ یہ کون علامہ ہے، انہوں نے بہت ہی زبردست بات لکھی ہے۔ ایسی باتیں لکھی ہیں کہ جہاں تک لوگوں کا ذہن نہیں جاتا۔ اسی لیے میں عرض کرتا ہوں کہ ہمارے حضرت رحمہ اللہ اس دور کے نظر کی حفاظت اور دل کی حفاظت کے سلسلے کے مجدد تھے۔ حضرت رحمہ اللہ کے علوم میں مجددانہ شان ہے اور ہمیں اس موضوع سے متعلق اتنا کہیں کسی کتاب میں مواد نہیں ملتا جتنا اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمہ اللہ کو عطا فرمایا تھا اور ہمیشہ حضرت کی ایک خاص بات دیکھی کہ جو بھی حضرت رحمہ اللہ کو حاصل ہوا، فرماتے تھے کہ میرے شیخ کی برکت ہے، میرے شیخ کی برکت ہے، میرے شیخ کی برکت ہے۔ دنیا بھر کا سفر فرماتے تھے اور علی الاعلان کہتے تھے کہ میں مدرسے کے چندے کے لیے نہیں آیا، میں اپنے ہدایا کے لیے نہیں آیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ آج یہ سانحہ ہم سب کے لیے غم کا سانحہ ہے۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ

مولانا محمد مظہر صاحب اور حضرت میر صاحب وغیرہ متعلقینِ حضرت رحمہ اللہ کو فون کرکے تسلی دوں اور کچھ کلماتِ تعزیت کہوں اور یقیناً ابھی کچھ دیر کے بعد ایسا کرنا بھی ہے مگر یہ بھی اپنی جگہ بجا اور درست ہے کہ جس طرح یہ حضرات تعزیت و تسلی کے مستحق ہیں تو ہم اور ہم جیسے نامعلوم ساری دنیا میں کتنے لوگ تسلی کے مستحق ہیں۔

حضرت رحمہ اللہ سے اصلاحی تعلق اور بیعت کا سلسلہ قائم کرنے سے پہلے یہ کیفیت تھی کہ اگر کبھی احقر کو منبر پر بیان کے لیے بٹھایا جاتا تھا تو زبان نہیں کھلتی تھی، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا بیان کروں مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت والا رحمہ اللہ سے تعلق کے بعد ایسا فضل فرمایا ہے کہ مجھے خود پتہ نہیں کہ بیان کرنے کے لیے یہ حوصلہ و ہمت کیسے مل گئی؟ کہ بحمد اللہ تعالیٰ اب دیر دیر تک اللہ تعالیٰ کی معرفت و محبت کی باتیں سنانے کی توفیق میسر آجاتی ہے اور سننے والے بڑی دلچسپی کے ساتھ سنتے رہتے ہیں۔ حضرت والا رحمہ اللہ نے خود اپنی طرف کھینچا، جوڑا اور لگایا اور احقر کو فرمایا کہ میاں! اس راستے میں لگو، یہ بڑا ترقی اور برکت والا راستہ ہے۔ اب بحمد اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جدھر جاتے ہیں، بہت سے بات سننے والے ملتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ تمہاری ان باتوں سے ہماری زندگیاں بدل گئی ہیں، ہم راہِ حق کے اوپر آگئے۔ عرض یہ کرنا ہے کہ مجھ جیسے ناکارہ، نااہل، کم علم اور بے عمل شخص کا معاملہ حضرت سے تعلق کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ اس طرح متغیر ہوا، جس کو میں سوچ نہ سکتا تھا، جب کہ میں تو حضرت والا رحمہ اللہ کا ایک ادنیٰ سا خادم اور تعلق رکھنے والا ہوں، دنیا بھر میں نہ جانے کتنے اور کیسے کیسے عظیم المرتبت لوگ ہیں۔

حضرت والا رحمہ اللہ کی خانقاہ میں، میں نے بہت سوں سے پوچھا کہ تم اس شرعی دینی حلیے میں کیسے آئے اور کیا پہلے سے تم نمازی و دین دار تھے؟ کہنے لگے کہ نہیں! بس ہم جب سے یہاں آئے ہیں، آنے کے بعد سے حضرت والا رحمہ اللہ کو دیکھتے دیکھتے اور باتیں سنتے سنتے ہمارا یہ حال ہوگیا کہ نہ ہم سے نماز چھوٹتی ہے اور نہ گناہوں کی عادت باقی رہی ہے اور جتنا ٹینشن ڈپریشن تھا، سب ختم ہوچکا ہے۔ ایک شخص مجھ کو ملے، کہنے لگے کہ مولانا! میں ریڈیو پاکستان میں کام کرتا تھا اور میرا کام ہی یہ تھا کہ جو ڈپریشن اور ٹینشن والے ہیں اُن کو کچھ چٹکلے سنانا، کچھ مزاحیہ باتیں سنانا، تاکہ اُن کا ڈپریشن دور ہو، لیکن انہوں نے مجھ سے کہا کہ خود میرے ڈپریشن کا یہ عالَم تھا کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ جب سے اس خانقاہ سے وابستہ ہوا تو زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں محسوس ہوتی ہیں۔

جب اللہ والے دنیا سے جاتے ہیں، چاروں طرف اُن کے متعلقین اُن کی جدائیگی کے غم میں روتے ہیں اور اُن کو اپنی دُعاؤں میں یاد رکھتے ہیں، اُن کے لیے ایصالِ ثواب کرتے ہیں، لیکن

وہ دنیا سے کس طرح جاتے ہیں ؎

ہم چناں زی کہ وقتِ مردنِ تُو
ہمہ گریاں شوند تُو خنداں

اس طرح زندگی گزار کر تیری موت کے وقت لوگ تو تمہیں یاد کر کے رو رہے ہوں اور تم خوشی خوشی دنیا سے چلے جا رہے ہو۔

اور وہ دنیا سے اس طرح جاتے ہیں کہ ان کا حال ایسا مسرت آمیز اور خوشیوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے کہ وہ زبان حال سے یوں کہتے ہیں جو مضمون حضرت رحمہ اللہ کے ایک خلیفہ تائب صاحب کے اشعار میں اس طرح ہے جن میں انہوں نے راہِ خداوندی میں شہید ہونے والے مردِ مومن کے سفرِ آخرت کا یوں تذکرہ کیا ہے ؎

پانی پانی نہ ہوں گے شرم سے آج
خون میں ہم نہا کے آئے ہیں
طعن و تشنیع ہو کہ خنجر ہو
زخم ہی زخم کھا کے آئے ہیں
لوگ روئے بچھڑ کے ہم سے مگر
ہم یہاں مسکراتے آئے ہیں
ساری مخلوق سے بگاڑ کے ہم
اپنی بگڑی بنا کے آئے ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے حضرت والا رحمہ اللہ کے لیے یہ سفرِ آخرت آسان فرمائے، عافیت والا فرمائے، راحت والا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہم سب، متعلقین ومتوسلینِ حضرت والا کو حضرت رحمہ اللہ کے نقشِ قدم پر تادمِ حیات چلنے کی توفیق نصیب فرمائے اور خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمہ اللہ کی تعلیمات کو اور قرآن وسنت کے تمام علوم کو سارے عالم میں پھیلانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ بس اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ ربّ العالمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
یکے از خدام ومتعلقین حضرت والا رحمہ اللہ

حضرت مولانا عباس بن آدم، (ساؤتھ افریقہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ریڈیو اسلام (لینیشیا) پر پیش کیے گئے تعزیتی تاثرات

ہم نے چاہا تھا نہ ہو پھر بھی ہوئی صبح فراق　　موت کا جب وقت آ جاتا ہے تو ٹلتا نہیں

نشانِ مردِ مؤمن باتو گویم　　چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است برجریدۂ عالم دوامِ ما

بیمارِ عشق لے کے ترا نام سوگیا　　مدت کے بے قرار کو آرام آگیا

محفل دوشین کا وہ چراغِ سحر جو کئی سال سے ضعف و مرض کے جھونکوں سے بجھ بجھ کر سنبھل جاتا تھا، بالآخر ۹۰؍سال جل کر ۲۳؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲؍جون بروز پیر بعدِ مغرب ہمیشہ کے لیے بجھ گیا۔

داغ فراق صحبتِ شب کی جلی ہوئی　　اِک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

یعنی عارف باللہ، محبوبِ خلاق، جنیدِ وقت، احیاء کے علمبردار، علومِ نبوت کے عاشق حقیقی اور نمونۂ اسلاف حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پیر کے روز بعد نمازِ مغرب اس دارِ فانی کو الوداع کہا اور لاکھوں معتقدوں، مریدوں اور مستفیدوں کو غمگین و مہجور چھوڑا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون اللّٰھم اکرم نزلہ و وسع مدخلہ و ابدلہ دارا خیرا من دارہ و اھلا خیرا من اھلہ و نقہ من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس

حق جل مجدہٗ نے اپنے خاص کرم وفضل سے مرحوم ومغفور کو متعدد کمالات اور خصائص سے نوازا تھا، اس مختصر وقت میں نہ اس کا احاطہ مقصود ہے اور نہ ہی اس کی گنجائش، البتہ چند پہلوؤں کی جانب اشارہ ضروری سمجھتا ہوں۔

(۱)......الحمد للہ یہاں جنوبی افریقہ کے قیام کے درمیان جب بھی حضرت والا یہاں تشریف لائے، ان کی مجالس میں بارہاں شرکت کی سعادت رہی۔ حضرت والا مرحوم ومغفور کی اولاً خصوصیت یہ رہی کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے آنحضرت کو بیک وقت تین مشائخِ عظام سے کسبِ فیض کا موقع عنایت فرمایا: حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی، حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہم۔

(۲)......دوسری چیز جس کا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں خاص اہتمام دیکھا (بقول حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ امانت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ قول کو اس کے قائل کی جانب منسوب کیا جاوے) حضرت ہمیشہ ہر بات کو اپنے تینوں مشائخ میں سے کسی نہ کسی کی طرف منسوب فرماتے بلکہ کھل کر اس کا اعتراف فرماتے تھے کہ میرے پاس جو کچھ ہے، وہ مشائخِ ثلاثہ کی صحبت ہی کا نتیجہ ہے۔ یہ جنس اب نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔

(۳)......تیسری چیز متقدمین میں تین آدمیوں کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ حقائق اور پیچیدہ ترین مسائل کو آسان سے آسان مثالوں کے ذریعہ سمجھا دیتے تھے۔ ایک علامہ ابن جوزی، علامہ جلال الدین رومی اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہم۔ الحمد للہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں یہ بات بارہا مرتبہ دیکھی اور سنی کہ مشکل سے مشکل مسائل وحقائق کو ظرافت کے انداز میں آسان سے آسان اسلوب میں منٹوں میں نہیں سکنڈوں میں حل فرما دیا کرتے، اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ میں سے ایسی چیزوں کا انتخاب کیا جائے تو ''گلستان سعدی'' کی طرح ''گلستان اختری'' تیار کی جاسکتی ہے۔

(۴)......چوتھی چیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک پہلو یہ بھی تھا آپ ضحا کا بسا مالوگوں کے ساتھ طلاقت وجہ خندہ پیشانی اور مسکراتے ہوئے ملتے تھے، یہ چیز حضرت مرحوم کے یہاں بھی دیکھی گئی کہ مجلس میں آنے والے ہر نو وارد کا مسکراتے ہوئے استقبال کرتے۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جلوت تھی اور خلوت کا حال بکاء باللیل۔

(۵)......پانچویں بات زندگی کے اخیری سالوں میں حضرت پر افادۂ خلق کا ایک جذبہ طاری تھا۔ اُن کی ہر وقت کی یہ دھن تھی کہ جو کچھ انہوں نے اپنے تینوں مشائخ سے حاصل کیا ہے اسے جلد از جلد اپنے ہر متعلق اور ہر متوسل اور مسترشد کی طرف منتقل فرما دیں۔

(۶)......زبانی وعظ نصیحت کے ساتھ حضرت مرحوم کے یہاں تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رہا اور آپ نے ہزارہا صفحات پر مشتمل اپنی ایسی تالیفات کا گراں قدر ذخیرہ چھوڑا جو اپنے اسلوب کے لحاظ سے بالکل منفرد ہے اور طالبانِ حق کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک مشعل راہ بنے گی۔

(۷)......حضرت مرحوم کے مواعظ میں جگہ جگہ بعض ایسی الہامی باتیں آگئی ہیں جو تلاش بسیار کے باوجود کتابوں میں نہیں ملتیں۔

(۸)......بہر حال یہ چند باتیں غیر مرتب طریقے پر ذکر کی گئی۔ آج سے ۷۲/سال قبل ۱۵/رجب المرجب ۱۳۶۲ھ کو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حادثہ وفات پیش آیا تھا۔ یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ ہمارے حضرت نے بھی ماہ رجب ۲۳/۱۴۳۴ھ کو دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف رُخ فرمایا۔ آج

اُن کی وفات حسرت آیات پر اُمت وہی غم محسوس کر رہی ہے جو حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر محسوس کیا گیا تھا۔

حق تعالیٰ حضرت مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے حضرت مرحوم کی زندگی کی ہر ادا ہر خاص وعام کے لیے مشعلِ راہ ہے ایسے باکمال لوگ مرتے نہیں بلکہ اپنے کارناموں باقیات صالحات وفیض رسانی کے ذریعہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

آپ کے افکار سے روشن رہے گی کائنات حشر تک لیتی رہے گی نام تاریخِ حیات

سچ ہے۔

عاشقِ ذاتِ حق کبھی مرتا نہیں

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

یکے از متوسلین، حضرت مرحوم
عباس بن آدم، خادم دار العلوم زکریا

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث و نائب رئیس جامعہ دار العلوم کراچی

مدینہ منورہ میں تھا، وہاں مغرب کے بعد اطلاع ملی، جس وقت مجھے اطلاع ہوئی تو یہ معلوم ہوا کہ بس اس سے چند منٹ پہلے ہی وفات ہوئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بڑا انتظار تھا پیر کے دن کا۔ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں ان کا فیض پھیلایا ما شاء اللہ۔

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

میں نے اپنے متعدد بزرگوں سے سنا کہ وفات کے بعد فیض بڑھ جاتا ہے انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا، مقبولیت عند اللہ ہے اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو صبر جمیل، اجر جزیل عطا فرمائے، جو کام شروع کر گئے ہیں اس کو جاری رکھنے کی آگے بڑھانے کی بھی توفیق عطا فرمائے ان کے فیض کو جاری وساری رکھے۔ وہاں پر مدینہ طیبہ میں بھی خبر مغرب اور عشاء کے درمیان پھیل چکی تھی۔

محبوبیت من جانب اللہ ہوتی ہے، جیسے حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے بارے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرما دیتے ہیں کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں ساری مخلوق کے اندر محبت پیدا کر دو تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس طرح محبوب خلق بنا لیتے ہیں تو یہ من جانب اللہ ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے فیوض و برکات دنیا بھر میں پھیلائے ہیں، کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگیاں بدلی ہیں تو میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے میرے دادا حضرت مولانا یاسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا تو میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو غالباً حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یا کسی اور بزرگ نے خط میں لکھا **ما مات من خلف مثلک** کہ جو آپ جیسے لوگ چھوڑ کر گیا ہو اس کو موت نہیں آئی، مطلب یہ کہ اس کے فیوض جو ہیں وہ جاری وساری ہیں اور الحمد للہ بے شمار زندگیاں بنا گئے، ایسے آدمی کو موت نہیں آتی حقیقی موت نہیں ہوتی اس کے فیوض جاری ہیں ساری ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

اللہ تبارک وتعالیٰ جب ان سے دنیا میں فیض پھیلاتے ہیں ان کو واسطہ بناتے ہیں اپنے فیض کا تو مرنے کے بعد بھی ان کو واسطہ بنا دیتے ہیں یعنی معطی حقیقی تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہیں، ہمارے حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے دینے والے تو وہ ہیں لیکن ان کی سنت یہ ہے کہ کسی واسطے سے عطا فرماتے ہیں، وہ واسطہ چاہے شجرہ طور ہی کیوں نہ ہو تو جب زندگی میں واسطہ بنایا تو بعد وفات بھی واسطہ بنا دیں، تو کیا ہے؟ اسی لیے فرمایا گیا کہ اللہ والوں کا فیض جو ہے وہ وفات کے بعد بڑھ جاتا ہے بعض لوگ اس کو شرک تک پہنچا دیتے ہیں، شرک کی بات نہیں ہے، بات یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ ہیں معطی حقیقی، دنیا میں زندگی میں واسطہ بنایا یا بعد وفات واسطہ بنائے، دینے والے وہی ہیں تو اس کا شرک سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن واسطہ ان کو بنا دیا تو وفات کے بعد بھی الحمد للہ فیض جاری رہتا ہے اور رہے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ جل جلالہ کا فضل وکرم ہے، اس کا انعام ہے ماشاء اللہ ۶۰۰ رسے زائد خلفاء چھوڑ کر گئے ہیں، خلفاء تو ہیں ہی اور دوسرے حضرات جن کی زندگیاں بدلی ہیں، انقلاب آیا ہے ان کی تعداد تو بے شمار ہے۔ ماشاء اللہ ان کے مختلف مواعظ وملفوظات تقریباً چالیس زبانوں میں پوری دنیا میں تقسیم ہو رہے ہیں۔ **الحمدللہ، اللّٰھم لک الحمد و لک الشکر**۔ حضرت کے مواعظ، ملفوظات، فیوض خلفاء کی شکل میں، متعلقین کی شکل میں، منتسبین کی شکل میں اتنے ہیں کہ جو شخص یہ سب چھوڑ کر گیا ہو اسے حقیقتاً موت نہیں آتی اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا فیض جاری وساری رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان

کے ذریعے دلوں کی دنیا بدلی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت کی وفات کسی ایک خاندان یا ایک فرد کا سانحہ نہیں ہے یہ پوری اُمت کا سانحہ ہے، تعزیت کون کس سے کرے؟ ہر شخص تعزیت کا مستحق ہے لیکن اللہ جل جلالہٗ کی سنت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کائنات اسی طرح بنائی ہے کہ اس میں آنا بھی ہے اور جانا بھی ہے، کسی کی کوئی خواہش، کسی کی محبت کا کوئی انداز اللہ جل جلالہٗ کی مشیت کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتا، اگر ہماری خواہشات، ہمارے جذبات، ہماری محبت اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے فیصلے کو تبدیل کرسکتی ہوتی تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ایک سانس کے بدلے لاکھوں زندگیاں قربان کردیتے، لیکن جو فیصلہ تھا وہ ٹل نہیں سکتا تھا۔ اور اس روئے زمین پر اس سے بڑا صدمہ کوئی اور نہ اس سے پہلے کبھی ہوا نہ اس کے بعد کبھی ہوسکتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا صدمہ ہے۔ لیکن یہ بھی اللہ جل جلالہ کی سنت اور ان کا کرم ہے کہ اتنا بڑا صدمہ جو روئے زمین پر اس سے بڑا صدمہ کوئی اور ہو نہیں سکتا اور سب سے زیادہ محبت کرنے والے سب سے زیادہ محبوب صحابی جو سال بھر پہلے تو بیٹھے رو رہے ہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا اشارہ سن کر اور جب وفات ہوگئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ایسا پائے استقامت عطا فرمایا کہ اس وقت کہ جب **اذا جاء نصر اللہ والفتح** نازل ہورہی ہے یا جب فرمایا جارہا ہے کہ ایک شخص کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے پاس جائے یا یہاں رہے تو اس وقت سن کر بیٹھے رو رہے ہیں، سب لوگ خوش ہو رہے ہیں اور وہ رو رہے ہیں تو جب واقعہ پیش آگیا تو ایسا استقلال اور ایسا صبر کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کھڑے ہو کر یہ فرمارہے ہیں کہ **من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات** یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ پھر وہ صبر بھی وہی دینے والے ہیں۔

ماشاء اللہ ہمارے مولانا محمد مظہر صاحب ہمارے سامنے بیٹھے ہیں ان سے زیادہ صدمہ اور کس کو ہوگا؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو استقامت صبر اور استقلال عطا فرمایا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ پھر صبر بھی دیتے ہیں اور پھر یہ بھی اللہ جل جلالہٗ کی سنت ہے کہ آفتاب غروب ہوتا ہے تو ستارے نکل آتے ہیں، چاند نکل آتا ہے، پھر تاریکی دور ہو جاتی ہے، پھر کوئی آفتاب نمودار ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ جل جلالہٗ کی سنت ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ وہ محبت کس لیے تھی وہ محبت الحمدللہ، حب فی اللہ تھی، اللہ کے لیے تھی اور جب اللہ کے لیے محبت ہوتی ہے تو پھر اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے فیصلے پر راضی بھی ہوں اور ساتھ ساتھ جو محبوب ہے اس کی ادائیں اختیار کرنے کی کوشش کریں، اپنے محبوب کی سنتوں کو اپنائیں، اس

کی اداؤں کو اختیار کرنے کی کوشش کریں، اس کی للّٰہیت ، اس کی فنائیت، اس کی تواضع ، اس کا ایثار، اس کا اخلاق، اس کی عبادت، اس کا زہد، اس کا تقویٰ، اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرے، اس کو برقرار رکھنے کی کوشش کرے تو پھر الحمدللہ کوئی گھاٹا نہیں ہے۔

یہ جدائی بھی عارضی جدائی ہے، یہ جدائی ہمیشہ کے لیے نہیں ہے، انشاء اللہ۔ ایک ملاقات ہوگی اور ایسی ہوگی اللہ نے چاہا پھر کبھی جدائی نہیں ہوگی، درمیان کا وقفہ مختصر بھی ہوسکتا ہے تھوڑا لمبا بھی ہوسکتا ہے، پتہ نہیں کتنا ہے، لیکن وقفہ ہے ضرور۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ اور ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے یہ وقفہ گزار دے تو انشاء اللہ ملاقات ہی ملاقات ہے، زیارت ہی زیارت ہے اور اس کو وہاں کوئی ختم کرنے والا نہیں ہوگا۔ اور یہی معنیٰ ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وہی لوٹ کے جانے والے ہیں، تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہاں واپس جانے کے لیے سامان کی تیاری رکھیں تو پھر ان شاء اللہ وہاں پر ہمیشہ کے لیے ملاقات ہوگی۔

دیکھو کسی کافر کے لیے تو صدمے کے اوپر تسکین کا، تسلی کا تو کوئی راستہ نہیں، البتہ صاحب ایمان کے لیے کتنی بڑی تسلی ہے کہ یہ جدائی عارضی جدائی ہے، ایک وقت پھر انشاء اللہ ملاقات ہوگی، ایک تو یہ عارضی جدائی ہے پھر اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے رابطہ رکھنے کے کتنے راستے رکھے ہیں، دعا و ایصالِ ثواب یہ ایسا راستہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب بندہ اپنے محبوب کے لیے یا کسی بھی دنیا سے جانے والے کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے، دعائے ترقی درجات کرتا ہے یا ایصالِ ثواب کرتا ہے تو فرشتے اس کا یہ تحفہ، تحفے کی شکل میں مدعا علیہ کے پاس لے جاتے ہیں اور اس کو بتاتے ہیں کہ یہ تمہارے فلاں نے بھیجا ہے اور وہ اس سے اس پر خوش ہوتا ہے کہ یہ میرے محبت کرنے والے نے مجھے یہ تحفہ بھیجا، ابھی ہمارے تحفوں کے پیکٹ کے پیکٹ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم سے اپنے محبوب کے پاس پہنچاتے رہتے ہیں۔ تو یہ درمیانی وقفہ بھی ایسا ہے کہ یہ نہیں کہ اس میں بالکل انقطاع ہے بلکہ رابطہ ہے۔ اور کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ یہ بھی کردیتے ہیں ان کی خواب میں زیارت کرادیتے ہیں اور وہ جو دیکھنے کی ایک پیاس ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی کسی درجے میں پورا کردیتے ہیں، تو اس واسطے مومن کا کسی حال میں بھی گھاٹا نہیں، مومن کا ہر حال میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔

اور یہ جو دل پر چرخے لگ رہے ہیں اور دل پر صدمہ ہو رہا ہے اس صدمے کا الگ اجر ہے۔ اس میں اگر رونا آئے تو رونے کی بھی کوئی ممانعت نہیں ہے، غیر اختیاری اگر ہے تو۔ ہاں جان بوجھ کر نوحہ کرنا منع ہے، لیکن غیر اختیاری جو رونا ہے اس کی اجازت ہے اور اس پر اجر بھی لکھا جارہا ہے۔ جتنی مرتبہ دل پر چرخہ لگے گا اتنی مرتبہ اجر لکھا جائے گا، جتنی مرتبہ تم دل کے چرخے پر انا للہ وانا

الیہ راجعون کہوگے، اتنا ہی اس چرخے پر اور مزید اجر لکھا جائے گا۔تو جانے والا اپنی زندگی میں تو ہر طرح کا فیض پھیلا تا ہی تھا جانے کے بعد بھی ان کے فیوض اس طرح جاری رہتے ہیں، صبر کرو تو اجر، انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھو تو اجر، دعائے مغفرت کرو، دعائے ترقی درجات کرو تو اجر، ایصالِ ثواب کرو تو اجر اور اس کو تحفے تمہارے پہنچ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم

نائب شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ عالمی تبلیغی مرکز رائے ونڈ

۱۷رشوال ۱۴۳۴ھ بروز پیر صبح بعد فجر تبلیغی مرکز رائے ونڈ کے بزرگ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ) شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس اللہ سرہ کی تعزیت کے لیے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کراچی کے ناظم و مہتمم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کے پاس تشریف لائے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم نے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت فیوضہم سے دریافت کیا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء و مریدین و شاگرد کتنے ممالک میں ہوں گے؟ پھر خود ہی فرمایا کہ ۴۰ رممالک میں تو ہوں گے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب مدظلہ العالی نے بتایا کہ الحمد للہ ۴۰ ر سے بھی زائد ممالک میں ہیں۔(الحمد للہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ افراد دنیا کے ہر ملک میں موجود ہیں۔از ناقل)۔

پھر حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم نے تبلیغی جماعت پاکستان کے مرکزی امیر حضرت الحاج بھائی محمد عبد الوہاب صاحب دامت برکاتہم کی فکر کا بتایا کہ حضرتؒ کے انتقال کے بعد حضرت حاجی صاحب متفکر تھے۔حضرت کے بعد خانقاہ چل رہی ہے یا نہیں؟، مدرسہ کا کیا حال ہے؟۔اب تو الحمد للہ یہاں کی خبریں جب وہاں پہنچتی ہیں تو وہ بڑے خوش ہوتے ہیں۔آپ کا نام سن کر فرمایا کہ یہ تو حضرت نے بہت اچھا کیا۔حضرت حاجی صاحب کی اس فکر اور خوشی کو سن کر

حضرت والا مولانا مظہر صاحب نے نہایت تواضع کے ساتھ عرض کیا کہ حضرت حاجی صاحب کو میرا سلام بھی عرض کردیں اوراخلاص کے لیے دعا کا بھی عرض کردیں کہ اللہ تعالیٰ اخلاص بھی عطا فرمائیں

پھر حضرت مولانا احسان صاحب نے فرمایا کہ آپ کے حلقے (یعنی سلسلۂ بیعت) کے افراد رائے ونڈ بھی آتے رہتے ہیں، حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا جی بالکل! مستقل جاتے رہتے ہیں اوراب کراچی اجتماع میں گئے ہوئے ہیں، پھر حضرت مولانا احسان صاحب دامت برکاتہم نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ الحمد للہ ان حضرات سے آپ کی خوشبو پہنچتی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے والد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کو عام کرنے کا ذریعہ قویّہ بنائے۔ آمین۔

حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم نے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کو بتایا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے لیے جتنا ایصالِ ثواب ہم سے ہوسکا، ہم کرتے رہے، خود بھی کیا اور طلباء سے بھی کروایا اور تمام ساتھیوں سے بھی درخواست کی۔ پھر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے دنیا سے پردہ فرمانے کی نسبت فرمایا کہ جن کو دیکھ کر اللہ یاد آئے، وہ کم ہوتے جارہے ہیں، اللہ کا نام لیں اور اُن کو مزہ بھی آئے، ایسے لوگ کم ہوتے جارہے ہیں، پھر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خاص اور نمایاں خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ''حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے دین کو بہت ہی آسان کر کے پیش فرمایا''، اسی کی ایک مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ''جب میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ایک منٹ کا مدرسہ پہلی دفعہ پڑھی، تو مجھے بہت اچھا لگا کہ عام مسلمانوں کو لمبے لمبے اعمال دینا تو بہت مشکل بات ہے۔ ایک منٹ کا مدرسہ یہ تو بہت آسان سی بات ہے، یہ تو ہر ایک کرسکتا ہے''۔

حضرت والا مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرتؒ کی چھپ کر آنے والی جدید کتاب ''آفتاب نسبت مع اللہ'' حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب اور اُن کے ساتھ آنے والے علماء کرام کو پیش کی، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کو دیکھ کر مولانا احسان صاحب بہت خوش ہوئے، اور ماشاء اللہ فرماتے رہے، اور دریافت فرمایا کہ یہ کتاب ہدیہ ہے یا؟ حضرت والا مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہم نے فرمایا کہ والد صاحب کی تو ہر کتاب ہدیہ ہی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جانے والوں کی انتہاء لوگوں کے سامنے ہوتی ہے اور نئے آنے والوں کی ابتداء۔ اس میں بعض دفعہ کچھ پریشانی آجاتی ہے، لیکن الحمد للہ یہاں خانقاہ میں تو ایسا ماحول نہیں تھا۔ (حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ) آپ کی شخصیت مجمع کے سامنے کافی عرصے سے ہے، اور الحمد للہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیات آپ کے اندر بدرجۂ کمال موجود ہیں، امید ہے کہ کوئی پریشانی

نہیں آئی ہوگی، اپنے سامنے اپنے افراد تیار کر دینا یہ بہت بڑی اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے، پھر فرمایا کہ جو قبول ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی چیزیں بھی قبول ہو جاتی ہیں۔

(پھر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ) دعوت، تدریس، اللہ کا ذکر، دین کے تینوں شعبوں کے وہ جامع تھے۔

پھر فرمایا کہ کراچی کا اجتماع ہو رہا ہے اور آج دعا ہے اس لیے رائے ونڈ سے ہی نیت تھی کہ کراچی آپ کے پاس تعزیت کے لیے حاضر ہونا ہے، پھر دعا کے بعد ۱۰ر بجے تربت کے لیے جہاز سے جانا ہے، کل شام سے وہاں تین دن کا اجتماع ہے۔

پھر حضرت والا مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے دعا کے لیے عرض کیا تو بہت درد سے دعا فرمائی کہ یا اللہ! جتنے انسان اس دنیا میں ہیں ان سب کو ہدایت نصیب فرما، مسلمانوں کو ہدایتِ کاملہ، عاجلہ، مستمرہ نصیب فرما، پورے اسلام پر چلنے کی توفیق ہر مسلمان کو نصیب فرما، دنیا میں جتنی عورتیں ہیں، یا اللہ! ان کو برقعے میں لے آ، جتنے نوجوان ہیں اُن سب کے چہروں پر ڈاڑھی کو سجا، اے اللہ! تمام دینی مراکز، قرآنی مکاتب اور تبلیغی مراکز کی پوری پوری حفاظت فرما، خانقاہوں کی بھی حفاظت فرما، ان سب کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرما، اے اللہ! حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے دربار میں پہنچ گئے ہیں، اے اللہ! انہوں نے اس دنیا میں بڑے مجاہدے کیے ہیں، بڑی تکلیفیں اٹھائیں ہیں اور بیماریوں سے گزرے ہیں، اُن کے درجات کو انتہائی بلندی پر پہنچا، اُن کی قبر کو نور سے منور فرما، اے اللہ! اُن کی قبر کو ٹھنڈا فرما، اے اللہ! اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ نصیب فرما، ہماری طرف سے اُن کو بہترین جزائے خیر عطا فرما، اور اُن کی نسبت کو ایسے افراد کے ذریعے دنیا میں عام فرما، جو تیرے نزدیک مقبول ہوں، مستجاب الدعوات ہوں اور جن کو اللہ کا نام لینے میں مزہ آتا ہو، ایسے افراد کے وجود کو اس کا ذریعہ بنا۔ خانقاہ کو بھی ترقی نصیب فرما، مدرسے کو بھی ترقی نصیب فرما، اور تمام اہلِ سلسلہ کو آپس میں پیار و محبت والی زندگی نصیب فرما۔ اے اللہ! پوری دنیا میں سارے دین کو زندہ فرما، جہاں مسجد نہیں ہے وہاں مسجد بنا، جہاں مسجد ہے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے مبارک اعمال سے آباد فرما۔ جہاں مسجد ہے وہاں مدرسہ بھی بنا، ساری دنیا میں مسجدوں کا جال بچھا، مدرسوں اور خانقاہوں کا جال بھی بچھا، اے اللہ! جن آنکھوں سے اسلام کو مٹتے دیکھا ہے انہی آنکھوں سے اسلام کو چمکتا ہوا بھی دکھا، اے اللہ! ہمیں اپنے سوا کسی کا محتاج نہ بنا، اپنے سے مانگ کر کھانے والا بنا، اے اللہ! تیری محبت کے حاملین دنیا میں کم ہوتے جارہے ہیں، اے اللہ! جو رہ گئے ہیں ان کی حفاظت فرما، اور اُن کی عمر میں برکت نصیب فرما، اُن کے فیض کو عام فرما تمام

فرما۔مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم کو بھی اے اللہ انتہائی قبول فرما، والد صاحب کے نقشِ قدم پر چلنے والا زیادہ سے زیادہ بنا، اور اُن کی توجہ ہمیں بھی نصیب فرما۔ **وصلی اللّٰہ علی نبی الکریم وعلیٰ اٰلہ واصحابہٖ اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین۔**

حضرت مفتی عبدالرؤوف سکھروی صاحب

استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

اللہ تعالیٰ حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے، اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے، اللہ تعالیٰ ان کے درجے بلند فرمائے اللہ تعالیٰ ان کی جملہ خدمات اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہمیں محروم نہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان کے بعد ہر فتنے سے ہماری حفاظت فرمائے، مثنوی کے امام رخصت ہوئے، یہ اتنا بڑا خلا ہے کہ اس کا پُر ہونا مشکل ہے، کوئی بیان حضرت کا مثنوی کے شعر اور اس کی تشریح سے خالی نہیں ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ نے ایسا قوی حافظہ عطا فرمایا تھا کہ مثنوی کے تو وہ حافظ تھے لیکن اس کے علاوہ عربی و اردو کے ایسے ایسے اشعار عام لوگوں کو معلوم بھی نہیں ہوتے تھے، وہ حضرت کو پورے پورے یاد ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے بس اب حضرت کے جانے کے بعد اپنے آپ کو فارغ نہیں سمجھنا چاہیے کہ بس اب ہم کو کسی شیخ کی ضرورت نہیں ہے، یہ شیطان لوگوں کو دھوکے میں ڈال دیتا ہے کہ بھئی! بس ہم نے تو زندگی حضرت کی خدمت میں گزاری ہے، اب ہمیں کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں، اصلاح تو مرتے دم تک ہے اس لیے ان کے جو خلفاء موجود ہیں، بہت ماشاء اللہ کثیر مقدار میں ہیں، جس کو جس سے مناسبت ہو اس سے اپنا تعلق قائم کر لینا چاہیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اپنے سے بڑے موجود ہوں تو ہمیشہ ان سے مشورہ کر کے آدمی عمل کرے، اگر ضابطے کے بڑے نہ رہیں تو پھر ہم عمر جو حضرات ہوں ان سے مشورہ کر کے عمل کرنا چاہیے، پھر اگر ہم عمر بھی نہ رہیں تو چھوٹوں سے مشورہ کر لیں، اپنے چھوٹوں سے مشورہ کر کے پھر آدمی عمل کرے خود رائی پہ عمل نہ کرے، اپنی رائے پر عمل نہ کرے، رائے پر جہاں عمل کرے گا، بہکنے کا خطرہ ہے بھٹکنے کا اندیشہ ہے۔ (اس کے بعد حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کو مخاطب کر کے فرمایا) اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ دائمہ عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ سلامت رکھے اور حضرت والد صاحب کے جانے کے بعد جو اہم ذمہ داری آپ پر

آ گئی ہے اللہ تعالیٰ اس کو آسان فرمائے اور انہی کے نہج پر اس کو پورا کرنے کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ حضرت کے درجے بلند فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان کے طفیل ہماری اصلاح بھی فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان اکابر کے نقشِ قدم پر مرتے دم تک چلنے اور قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے خاتمہ ہمارا بھی ایمان پر فرمائے واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

مولانا محمد زرولی خان صاحب

رئیس وشیخ الحدیث جامعہ احسن العلوم کراچی

غزوہ اوطاس میں ابو عامر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے آپ نے دعا فرمائی فرفع یدیه اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگوں کے درجات بلند فرمائے اور ان کا فیض پورے عالم میں پہنچائے ، ہمارے سپہ سالار مولانا محمد مظہر صاحب اور ان کے صاحبزادے مولوی محمد ابراہیم جو ''سر الاب والجد'' ہیں ،اللہ تعالیٰ ان کو اور فلاح سے مالا مال کرے اور حضرت کے جتنے نسبت بردار ہیں ، خلفاء ہیں ،صلحاء ہیں ، اولیاء ہیں ، پورے عالم میں اللہ جل جلالہ عم نوالہ وعز شانہ وعظم برھانہ اپنے خاص فضل واحسان سے انہیں ہمارے حضرت مرحوم مقبول عالی الدرجات کی کرامات اور فیوض وبرکات نصیب فرمائے اور حضرت شیخ کے اس سفر آخرت کے سانحۂ ارتحال پر ہم سب بمع ہمارے در و دیوار ، ہمارا ادارہ احسن العلوم ، احسن المدارس ، احسن المقاصد ، احسن الدرسات ، تمام علماء طلباء ، مجلس عاملہ ، مجلس شوریٰ ، جامع مسجد احسن کے نمازی ، خطیب ، ہمارا سارا خاندان ، سارا گھرانہ ہم ایک عظیم پڑوسی سے ان کے فیوض وعنایات سے محروم ہو گئے ، جو ہر لمحہ ، ہر گھڑی ، ہر سانس اللہ تعالیٰ ان کا فیض بعد الوفات جاری وساری اور اللہ تعالیٰ ہماری ذو المساکین کی مدد فرمائے ، حفاظت فرمائے اور اس عظیم سانحہ پر ہمارے برادر مکرم حضرت مولانا محمد مظہر صاحب اور ان کی آل واولاد اور جملہ غمگین اور شرکائے غم کو بہت بڑا صبر اور اجر نصیب فرمائے اور جس سلسلے کے یہ چمکتے ستارے ہیں آفتاب و ماہتاب ہیں ، وہ سلسلہ رشد و ہدایت توحید وسنت کا چار دانگ عالم میں چشمۂ معین کی طرح اس کا فیض عالم میں جاری وساری رہے اور اللہ ہمیں اس کے مقاصد ، مقال ، اخلاص کامل ، عفت و پاکدامنی اپنے بزرگوں کا جو خاص شیوہ ہے ، تقویٰ اور ورع اور احتیاط ، ہماری امانت داری ، حسن سلوک ، حسن خلق اس جیسے جمیل الشیم سے ہمیں اللہ تعالیٰ مالا مال فرمائے ربنا تقبل منا انک

انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم، فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین ماشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

اللہ تعالیٰ صبر واجر نصیب فرمائے، شکر ہے کہ حضرت نے آپ میں ایسے کمالات ودیعت فرمائے اور ان کی طویل بیماری میں بھی فیض دریائے موجزن کی طرح جاری رہا اور ایک خاص کرامات کا نہر موّاج تھا، اللہ پاک ہمیں اس سکوت سے بہرمند ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی کو ان کی عزت کو اور ان کی آبرو کو تمام اطراف واکناف کو مزید ترقی وحفاظت ونصرت خاصہ اور عامہ سے مالا مال فرمائے۔ حضرت کے مکارم ومحاسن ہم جیسے کمزور کیا بیان کریں گے، بس ایک کوشش تھی ثواب میں شرکت کی، خیر ورشد کے دریا میں اپنے لیے لعل ڈھونڈ رہے تھے۔ ان کی وجہ سے قبرستان کے سارے مدفونین کو آرام ہوگیا ہوگا اور سب کو اللہ نے رحمتوں سے مالا مال کیا ہوگا۔

خطیب نے تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ بغداد کا قبرستان ایسا جگمگایا اور مردے دیکھے گئے کاملین کی جو نظر تام ہے، اس میں کہ ہر قبر میں ایک قندیل روشن ہے اور اس میں ہر مرحوم کو دو دو جوڑے جنت کے دیئے گئے، بے حساب نعمتیں عطا کی گئیں تو ان سے پوچھا گیا کہ کیا حساب کتاب قیامت کا ہوگیا، تفصیلی؟ اور تم لوگوں کو جنتیں مل گئیں؟ کہا کہ نہیں! نہیں! ابھی وہ وقت باقی ہے، آج احمد ابن حنبل یہاں سے گزرے اور انہوں نے ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور تین دفعہ سورۃ اخلاص پڑھ کر بخشا ہے، یہ اس کا ثواب بٹ رہا ہے حضرت کے لیے کتنے وہاں حیـا ومیتـا خود ہی پرنور اور پرسرور تھے، الحمدللہ جہاں قدم رکھا ہے، وہاں چشمہ فیاض جاری ہوا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کے انوار اور سایہ عاطفت میں ہمیں بھی بڑا سکون اور ادارے کو بھی بڑا آرام ہے، یہ سب ان کی بین کرامت ہے، ایسے ناگفتہ بہ حالات میں ادارہ احسن العلوم کا فیض سب حضرت کی دعائیں اور عنایات ہیں، اللہ تعالیٰ نے آج تک بچایا ہے اور امید ہے کہ آئندہ بھی محفوظ فرمائیں گے، وقتی حوادث تو ہر جگہ ہوتے ہیں، کام جاری ہے، بس یہی حفاظت ہے۔

❁

مولانا قاری احمد میاں تھانوی صاحب

نائب مہتمم جامعہ دار العلوم الاسلامیہ، لاہور

شروع ہی سے حضرت کو ہمارے ساتھ کس قدر محبت اور کس قدر شفقت تھی۔ مجھے یاد ہے، اس وقت میں چھوٹا سا تھا حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ جب تشریف لائے تو سرور صاحب کے ہاں ٹھہرے، سرور صاحب کی قبر سے ایک دم وہ ذہن میں پوری تاریخ گھوم گئی، حضرت شاہ عبد الغنی صاحب ایک طرف لیٹے ہوئے تھے حضرت حکیم صاحب نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔

ان حضرات کا قرآن پاک کے ساتھ کیا محبت اور تعلق تھا، ایک دفعہ سرور صاحب کے ہاں حضرت ہردوئی، تشریف فرما تھے عصر کے بعد مجلس ہوئی میں نے روایت قالون میں ایک رکوع پڑھ لیا، حضرت نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت روایت قالون ہے۔ فرمایا کہ پھر اس کے ساتھ روایت ورش بھی ہونی چاہیے، مجلس پوری وہاں موجود تھی، جس میں حضرت کا بیان ہونا تھا، حضرت تشریف لائے تھے ہندوستان سے، پہلا دن تھا، میں نے روایت ورش میں کچھ سنایا، فرمایا ''اور کچھ'' میں نے پھر روایت ابن کثیر میں کچھ سنایا، پھر فرمایا ''اور کچھ'' ساری مجلس تلاوت پر ختم ہوگئی، اخیر میں حضرت نے مغرب سے دو چار منٹ پہلے فرمایا کہ کبھی کبھی مجلس میں تلاوت بالارادہ سننی چاہیے، آج اس لیے میں نے اہتمام کیا، پوری مجلس تلاوت پر ختم ہوئی، اس قدر ان حضرات کو محبت اور تعلق تھا۔ حکیم صاحب کبھی بھی لاہور تشریف لے گئے تو میرے خیال میں کوئی مجلس اور کوئی ان کا اجتماع ایسا نہیں ہوگا کہ جس میں تلاوت نہ ہوئی ہو۔

الحاج قاری شریف تھانوی صاحب

خداوندا! یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزاروں اُٹھ گئے پھر بھی وہی رونق ہے مجلس کی

یہ اُمت محمدیہ ہے اس کے اندر مولوی خیر محمد کے جانے سے یا مولوی اشرف علی کے جانے سے یا مولوی رشید احمد کے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اس کے اندر سلسلہ جاری ہے، یہ پہلے جو تھے اور اب جو ہیں، ان کا توازن جو کرنے والے ہیں، وہی کر سکتے ہیں کہ ان کا معاملہ کیا ہے اس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی اُمت کو تسلی دی تھی **وما محمد الا**

رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم فرما کر۔

ان کے جونقوش ہیں وہ محفوظ ہیں۔

مردہ نہ کہو زندہ فقط اہلِ وفا ہیں
قرآن میں مرقوم ہے اعلانِ شہیداں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو ایک بدو نے تعزیت کی ہے، وہ بڑی اعلیٰ بات ہے، ایمان جس کے اندر جھلکتا ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نہ پوچھو ہو رہے ہیں ہم بھلا کیونکر خفا جاں سے
ہمیں پالا پڑا ہے اب کہ جو غم ہائے دوراں سے

یہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں جو انہوں نے حضرت حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے موقع پر کہے تھے۔

کہیں سے مول لے دے دل مجھے کچھ اور اے ہمدم
کہ اٹھنے کا نہیں یہ بارِ غم قلبِ پریشاں سے
چھپا آنکھوں سے وہ نورِ مجسم خاک میں جا کر
کہ جس کا حال پاکیزہ ہے اس نہرِ درخشاں سے
خطا ہم سے ہوئی یا تھی کشش حبِ الٰہی کی
کوئی پوچھے سبب رحلت کا اس سالارِ طوبیٰ سے
گناہوں کے سبب گر ہم نہیں تھے لائقِ صحبت
تو ہم کو بخشوا دینا تھا کچھ کہہ سن کے مولیٰ سے
نہ تھی پر یہ خبر ہوں گے الگ تیرے داماں سے
تمہاری بزمِ پرانوار جب یاد آئے ہے ہم کو
تو اک شعلہ سا اٹھتا ہے ہمارے قلبِ سودا سے

کسی نے کہا ہے کہ۔

نشاں بر تختۂ ہستی نبود از عالمِ آدم
دلم از مکتبِ عشق از تمنا ئے تہی کردم
برو اے عقلِ نامحرم کہ آں شب خیالِ او
چناں خوش خلوتے دارم کہ من ہم نیستم محرم

مولانا قاری عبدالملک صاحب

نگران شعبہ تجوید جامعہ دارالعلوم کراچی

پہلے حضرت کے ہاں حاضری دی، حضرت کے انتقال کے بعد ایک یہ اشکال پیدا ہوا، بزرگوں سے سنا ہے کہ اگر اللہ کے ہاں پیش ہوئے اور پوچھا گیا کہ کیا لائے ہو؟...... اللہ کے دربار میں ہماری جب پیشی ہوگی ہم کیا پیش کریں گے؟ سب ناقص ہی ناقص ہے جو کر رہے ہیں، کہیں خواہش نفسانی ہے، کہیں کیا ہے، کیا پیش کریں گے، جواب سمجھ میں نہیں آیا، سوچتا رہا پھر یہ سوچا کہ میں حضرت میر صاحب سے پوچھ لوں گا، مولانا محمد مظہر صاحب ہیں، ان حضرات سے پوچھ لوں گا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ میں پہلے وہاں سندھ بلوچ سوسائٹی گیا، میرے ساتھی لے گئے۔ میں نے کہا پہلے حضرت کی خدمت میں حاضری دے دیں، یہاں حاضری یقینی ہے، حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام عرض کیا، تلاوت کر کے ایصالِ ثواب کیا، پھر میں نے حضرت کی طرف توجہ کی، ایسا لگا کہ دل کے کان میں کوئی کہہ رہا ہے کہ اللہ کے فضل سے اُمید رکھو۔

میں حاضر ہوا تھا جنازہ میں، رش بھی بہت تھا، یہ تو ظاہری مخلوق تھی اوپر کی مخلوق کتنی ہوگی، اس کا تو کسی کو پتہ ہی نہیں، بس اللہ ہی جانتا ہے، عالم برزخ کے معاملات تو عجیب وغریب ہیں، روح لطیف ہوجاتی ہے، سیکنڈوں میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت کے نقشِ قدم پر چلنے، ان کے مشن کو آگے بڑھانے، ہم سب کو تقویٰ اختیار کرنے، گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ اپنی محبت عطا فرمائے، حضرت نے ساری زندگی اللہ کی محبت کا ڈنکا بجایا ہے بس اسی سے کام بنے گا۔

حضرت والا سے رابطے کی شکل اب یہی ہے کہ دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب، اور حضرت نے تو بوجھ بھی نہیں ڈالا فرمایا کہ تین قل پڑھ لو، مولانا ابراہیم میاں سنا رہے تھے، وصیت نامہ جو حضرت نے لکھا ہے، کم از کم تین قل پڑھ کر ثواب پہنچایئے، ہمارے پیر کی فیس یہی ہے، دوسرے پیر تو اور فیسیں لیتے ہیں، ہمارے پیر کی فیس یہی ہے کہ تین قل پڑھو اور بخش دو، رابطہ بھی اسی سے ہوگا، رابطے کا تعلق بھی قائم ہوجائے گا، جب حضرت والا کی خدمت میں ہمارا بھیجا ہوا ثواب پہنچے گا تو فرشتے نام لے کر بتائیں گے کہ فلاں ابن فلاں جو آپ کا مرید ہے، اس نے بھیجا ہے، حدیث میں آتا ہے، جب میت کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے، جس کی طرف سے ہوتا ہے، اس کا نام لے کر بتایا جاتا ہے کہ یہ فلاں کی طرف سے ہے، ایک نور کے طبق میں رکھ کر اس کو پیش کیا جاتا ہے، بھئی حضرت والا سے اگر رابطہ رکھنا ہے تو آسان یہی طریقہ ہے ایصالِ ثواب کرتے رہو رابطہ خود بخود قائم رہے گا۔ ❁

ہزاروں غم اُٹھائے جس نے اُن کی راہ میں اخترؔ
نہ کیوں پھر دُکھ بھری اے دوستو اس کی کہانی ہو

(حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

عالم گیر غم واندوہ

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب (صدر وفاق المدارس پاکستان):

کل جنازہ میں شرکت ہوگئی تھی، آج تعزیت کی غرض سے حاضری ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو صبر واجر عطا فرمائے، ماں باپ کی رخصتی ایک تو ویسے ہی بالعموم بڑے مسائل کا سبب بنتی ہے اور ایسے باپ کا معاملہ تو بہت ہی عظیم ہے، اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو جاری رکھے، آپ حضرات کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، بہت طبیعت پر اثر ہے، حکیم صاحب کا فیض لامتناہی تھا، بڑی مخلوق کو فائدہ پہنچا اور آثار ایسے ہیں کہ پہنچتا رہے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

میں بالکل معذور ہوگیا ہوں، چلنے سے، پھرنے سے، اٹھنے سے، بیٹھنے سے یہاں تک کہ بات کرنے سے بھی جی چاہتا ہے کہ کچھ زیادہ وقت آپ کے پاس گزاروں لیکن معذور ہوں، رش کی وجہ سے بہت سے لوگ نماز جنازہ میں شریک ہونے سے رہ گئے لوگوں نے مجھے بتایا کہ نہیں پہنچ سکے، پھنس گئے، ثواب تو ان کو بھی ملے گا۔

مولانا سید رشید میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور):

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی دو مرتبہ لاہور کی خانقاہ میں زِیارت ہوئی، ایک بار تو حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت ہردوئی رحمہ اللہ کا مختصر بیان ہوا، حضرت حکیم صاحب کا کافی طویل بیان تھا، اُن کے بیان میں فصاحت و بلاغت ایسی تھی کہ ذکر نہیں جاسکتی اور درد ایسا تھا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا، اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔

مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی (صدر آل انڈیا تنظیم علمائے حق):

حضرت مرحوم ایک جامع کمالات شخصیت، اکابر واسلاف کی روایات کے سچے وارث، تھانوی سلسلے کے مشہور بزرگ اور حضرت ہردوئی کے خلیفۂ مجاز تھے، اُن کے سانحۂ اِرتحال سے نہ صرف پاکستان بلکہ پورا عالمِ اسلام ایک مخلص روحانی رہنما سے محروم ہوگیا۔ ہندوستان، بنگلہ دیش، افریقہ، انگلینڈ اور عالمِ اسلام کے تمام دینی مدارس اور قومی وملی تنظیمیں بھی اپنے سر سے اس سایہ کے اچانک اُٹھ جانے سے شدید رنج وغم میں مبتلا ہیں۔ لیکن اُن کے تقویٰ وطہارت اور سلوک وتربیت

کے لازوال نقوش زندہ ہیں، انسان مرجاتا ہے، کردار کہاں مرتا ہے؟ موت ہر حال میں برحق ہے، مولانا عبدالغنی پھول پوری کے صحبت یافتہ، مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی کے تربیت یافتہ اور مولانا ابرار الحق ہردوئی کے خلیفۂ اجل کی رحلت ایک ایسا سانحہ ہے کہ اس خلا کے پر ہونے کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں بس خدائے کائنات سے دعا ہے کہ مولانا حکیم محمد مظہر صاحب کو اُن کا سچا جانشین بنائے۔

مولانا برکت اللہ امینی (ناظمِ اعلیٰ اشاعت الاسلام کیرانہ، انڈیا) اور
مولانا محمد افتخار قاسمی (ناظمِ اعلیٰ جامعۃ الامام رحمت اللہ الاسلامیہ، کیرانہ انڈیا) کے مشترکہ تاثرات:

مولانا مرحوم برصغیر کے ممالک میں جہاں مقبول تھے وہیں دنیا کے گوشے گوشے میں تھانوی سلسلہ کے رُوحِ رواں کے طور پر جانے جاتے تھے۔

حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ کے مسترشدین میں سے تھے، آپ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئیؒ سے اجازت وخلافت عطا ہوئی، مولانا کے والدِ محترم کا جب انتقال ہوگیا تو اپنی والدہ محترمہ کا نکاح اپنے شیخ حضرت پھول پوریؒ سے کرایا تھا، حضرت پھول پوریؒ حضرت تھانویؒ کے اہم خلفاء میں سے تھے، بنگلہ دیش میں مولانا کے کئی ہزار مرید اور کئی علماء آپ کے خلفاء ہیں، جس وقت آپ بنگلہ دیش تشریف لے گئے تو آپ کا بنگلہ دیش کی سرزمین میں ایسا والہانہ استقبال ہوا کہ کبھی ایسا استقبال کسی سرکاری یا غیر سرکاری شخصیت کا بھی نہیں ہوا، ہوائی اڈے سے بارہ کلومیٹر تک بنگلہ دیش کے کئی سو علماء اور ہزاروں فرزندانِ توحید نے سڑک کے کنارے اسلامی جھنڈا لہراتے ہوئے آپ کا استقبال کیا تھا۔ افریقہ میں بھی کئی ہزار لوگ آپ کے مرید ہیں، اور ہندوستان میں بھی بہت سے علماء آپ سے بیعت ہیں، اُن میں سے کچھ خلفاء بھی ہیں۔ مرحوم نے تزکیہ وتصوف کے موضوع پر سینکڑوں کتابیں تصنیف کیں، مجالس میں ہمیشہ تزکیہ واحسان کے موضوع پر مدلل گفتگو کے عادی تھے۔ علامہ آلوسی کی تفسیر کے جہاں عاشق تھے وہیں آپ شارح مثنوی بھی تھے، ابتدائی جوانی کے دور میں اس موضوع پر معارفِ مثنوی آپ کی ایسی تالیف ہے، جو اُن کے علومِ مرتبہ اور کمالِ علم کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

مولانا محمد اقبال فائق صاحب قاسمی (مہتمم جامعہ عربیہ تاج العلوم چھپی پور مہراج گنج، یوپی):

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رُوحانی سلسلے کی ایک مضبوط کڑی تھی، نصف صدی سے زائد

مخلوق خدا کی رُوحانی تربیت میں مصروف رہے، اُن کے ذریعہ کتنے ہی گم گشتۂ راہ، راہِ راست پر آئے، کتنے ہی ہوں گے جنہوں نے اُن کی روحانی مجالس سے تقویٰ کی دولت پائی، جینے کے رنگ ڈھنگ سیکھے، اُن کے مواعظ کے روحانی اثرات سے کتنے ہی لوگ متأثر ہوکر سچے پکے مسلمان بنے۔

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر روحانی اصلاح کا ایک زرّیں عہد ختم ہوا، بڑی مغتنم اور کثیر الفیض ہستی تھی، اللہ تعالیٰ اُن کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل نصیب فرمائے۔آمین۔

مولانا معین الدین صاحب قاسمی (امام وخطیب جامع مسجد بلگچیا کلکتہ):

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ وفات سے رنج ہوا، اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو بڑی خوبیوں سے نوازا تھا، پوری زندگی احسان وسلوک اور خدمت خلق میں گزری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بلند پایہ مجازین بیعت کی صحبت اور تربیت سے اُن کی شخصیت اور زندگی میں جونکھار آیا تھا، اس کو انہوں نے اپنی ذات تک ہی محدود نہیں رکھا۔مخلوقِ خدا کو بھی اُس میں شریک کیا، اور بڑی با مقصد اور قابلِ رشک زندگی گزاری، اللہ تعالیٰ اپنی شانِ رحمت سے اُن کو آخرت کے درجات نصیب فرمائے۔

مولانا قاری ولی اللہ صاحب (امام وخطیب جامع مسجد ڈونگری، ممبئ مہاراشٹر):

عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحبؒ کے سانحۂ وفات سے ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ رفتہ رفتہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے سلسلے کے بزرگ رخصت ہوتے جارہے ہیں۔ اُن حضرات سے اُمت کو دینی وروحانی فیض پہنچ رہا تھا۔حکیم محمد اختر صاحبؒ صحیح معنیٰ میں تصوّف کی لائن سے حضرت تھانویؒ کی تعلیمات اور اصلاحات کے ترجمان تھے۔تصوف کے بڑے بڑے حقائق انہوں نے بڑے سہل اور مؤثر انداز میں بیان کیے ہیں۔اُن کے مواعظ احسان وسلوک اور تزکیۂ نفس کی تعلیمات سے بھرے ہوئے اور اُن کے ملفوظ بڑے قیمتی ہیں۔اللہ اُنہیں درجاتِ عالیہ عطا فرمائے

مولانا خالد رشید فرنگی محلی (امام وخطیب مسجد عیدگاہ عیش باغ لکھنؤ):

عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحبؒ حضرت تھانویؒ کے سلسلہ کے ایک رُوحانی بزرگ

تھے، جن سے اللہ تعالیٰ نے تربیت واصلاح کا کام لیا، اور اُن کا روحانی فیض دور دور تک پہنچا، اُن کے مواعظ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی تاثیر رکھی تھی، اربابِ اقتدار، علماء وصلحاء سب ہی اُن سے عقیدت رکھتے تھے، اور اُن سے مستفیض ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین۔

مفتی عبدالرشید صاحب کشمیری (مہتمم دارالعلوم بلالیہ سری نگر کشمیر):

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حادثۂ انتقال پر غم ہوا، حضرتؒ کی شخصیت میں بڑے کمالات اور خوبیاں تھیں، اصلاح وتزکیۂ نفس کی خدمت اُن کا محبوب مشغلہ تھا پوری زندگی اتباعِ سنت اور شریعت کی حدود میں گزری، لوگوں کو اُن سے فیض پہنچا، اور بہت سے لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب آیا۔ دعا ہے کہ غفور رحیم مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

مولانا محمد اسحاق صاحب قاسمی (صدر جمعیت علمائے ہند کیرلا):

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے ایک بزرگ اور روحانی ہستی تھے، پاکستان میں رہ کرانھوں نے پوری دنیا میں اصلاح وتزکیۂ نفس کی خدمت انجام دی بڑے بڑے لوگ اُن کے حلقۂ ارادت میں تھے اور اُن سے فیض حاصل کرتے تھے۔ حکیم صاحبؒ کی اصلاح کا طریقہ بڑا مؤثر اور نرالا تھا، بڑی حکمتِ عملی اور تدبیر کے ساتھ رذائل کا علاج کرتے تھے، آخری عمر تک اصلاحی کام میں لگے رہے، یہ اللہ تعالیٰ کی توفیقِ خاص تھی، جو ایسی بزرگ ہستیوں کے حصے میں آیا کرتی ہے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ، وَاللّٰهُ ذُو الفَضْلِ العَظِيْم

مولانا قاری محمد قاسم صاحب (مجاز بیعت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسنی ندویؒ):

اللہ رب العزت نے عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ کو گوناگوں صفات سے نوازا تھا، انسانوں کی اصلاحِ باطن اور مردہ دلوں کی مسیحائی حضرت اقدسؒ کا عظیم کارنامہ بلکہ کرامت ہے، جس کو مستقبل کا مؤرخ تاریخ کے صفحات میں سنہری حروف سے ذکر کرے گا، بے شمار بندگانِ خدا کو حضرت کے ذریعہ زندگی کی صحیح سمت نصیب ہوئی، حضرت والاؒ وقت موعود پر اللہ کے دربار میں طلب کر لیے گئے۔ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللّٰہ کتابا مؤجلا.

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نوازشِ خاص رہی کہ اپنی تالیفات

معارفِ مثنوی، دنیا کی حقیقت، مواعظِ درد محبت، کشکولِ معرفت پر اپنے دست مبارک سے دستخط اور اس عاجز کا نام لکھ کر عنایت فرمائیں، یہ کتابیں علم وحکمت اور معرفتِ ربانی کا خزانہ ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مولاناؒ کو اپنے مقبولین وصالحین میں شامل فرمائے اور اُمتِ مسلمہ حضرت علیہ الرحمہ کے فضائل وبرکات سے ہمیشہ ہمیشہ مستفید ہوتی رہے:

ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنو ربنا انک رؤوف الرحیمO

مفتی اشرف علی صاحب باقوی (مہتمم جامعہ سبیل الرشاد بنگلور ومفتیٔ اعظم، کرناٹک):

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ کی شخصیت اپنے مخصوص طرزِ تربیت، طریقِ اصلاح اور پر اثر مواعظ ومجالس کے حوالے سے محتاج تعارف نہیں، ادھر تیس، چالیس سال کے عرصہ میں انہوں نے اپنی خانقاہ اور اسفار کے ذریعہ جو اصلاحی کام کیا ہے وہ بڑا وقیع ہے، دراصل یہ سارا فیض حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ کا تھا، جو یکے بعد دیگرے تین نامور شخصیات کی صحبت سے اُنہیں میسّر آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے بڑا کام لیا، اور اُن کے ذریعہ بڑی خوش گوار تبدیلیاں وجود میں آئیں، سمندر پار بھی اُن کا فیض پہنچا، افریقہ اور یورپ میں ہزاروں کی زندگیوں میں وہ انقلاب لائے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اجرِ جزیل عطا فرمائے اور درجاتِ آخرت کو بلند کرے۔

مولانا محمد اسعد قاسمی صاحب دیوریاوی (خلیفہ مجاز فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ):

حضرت حکیم اختر صاحبؒ کی بہت ساری تقاریر سماعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، میری عقیدت کا آغاز حضرت مولاناؒ کے اس شعر سے ہوا ؎

جس کے چہرے پہ نہ ہو آہ! نبی کی سنت
کیسے معلوم ہو مؤمن کا مسلماں ہونا

فرمایا کہ ایمان اندر کی چیز ہے، اور اسلام باہر کی چیز ہے اگر بار ریش نہ ہو تو مسلم اور غیر مسلم میں امتیاز مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے مؤمن کے ساتھ ساتھ مسلمان ہونا بھی ضروری ہے اور فرمایا ولایت، نبوت کے تابع ہوا کرتی ہے اس لیے ولی بننے کے لیے سنتِ نبویؐ پر عمل ضروری ہے، جس قدر انسان کی زندگی متبع سنت ہوگی اُسی قدر ولایت مضبوط ہوگی۔ احقر اُن کے بیانات سننے کے بعد اس

نتیجے پر پہنچا کہ یہ سب مضامین الہامی ہیں، حضرت والاؒ کی تحریروں میں بھی مضامین کی اس قدر آمد ہے کہ ''باید وشاید'' مجھے یہ لکھنے میں ذرا تامل نہیں کہ وہ علومِ معرفت کے مجدد تھے، اللہ ربّ العزت اپنے شایانِ شان انعامات سے نواز کر درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

مولانا محمد طارق (ختم نبوت):

پیرطریقت، رہبرشریعت، عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ اہلِ حق کے ترجمان تھے۔ روایات اکابر کے سچے امین تھے۔ آپ انتہائی ملن سار اور غضب کی ذہانت کے مالک تھے۔ علمی حلقوں کے روح رواں تھے۔ لیکن آج یہ علم کا باب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

علماء کرام سے محبت آپ کے دل میں سما چکی تھی، اسی لیے آپ نے شروع ہی سے دینی اداروں اور علماء کرام کے قدموں میں بیٹھنے کو ترجیح دی۔ آپ قیام پاکستان کے چند سال بعد ہجرت کر کے پاکستان منتقل ہوگئے۔ یہ اس پیارے وطن کے لیے اعزاز کی بات ہے کہ آپ نے یہاں آکر لاتعداد بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح کی۔ آپ کے بیانات دردِ دل رکھنے والے انسانوں کے لیے بہترین تحفہ ہیں۔ آپ آج ہمارے درمیان نہیں رہے، لیکن آپ کی مختلف زبانوں میں کتابیں آج بھی آپ کی یاد دلا رہی ہیں۔

۲۰۰۰ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ اسی بیماری کے دوران ہی آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت الحاج مولانا حکیم محمد اخترؒ کی حسنات کو قبول فرما کر اُن کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین۔

امّ ابی ہریرہ (روزنامہ اسلام):

یہ خبر سن کر کہ ولی کامل پیرِ طریقت حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اخترؒ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے، ایسا لگا کہ دل کی دھڑکن تھم گئی ہے، سننے کے بعد یقین کرنے کو دل کسی بھی طرح راضی نہ ہوا۔ حضرت والاؒ کی درازیٔ عمر کے لیے یہ زبان ہمیشہ دعا گو رہی۔ اس پرفتن دور میں حضرتؒ کا وجود ہمارے لیے باعث رحمت تھا، مگر اللہ کی حکمت کو سمجھنا ہم جیسے ناسمجھوں کے لیے مشکل ہے۔ اللہ کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔ صبر اور ثواب کی امید باقی ہے۔ حضرتؒ ہی کا ایک کتنا برمحل شعر ہے، جو

انہوں نے اپنی اہلیہ کی وفات پر کہا ؎

کیف تسلیم ورضاء سے ہے بہارِ بے خزاں
صدمہ وغم میں بھی اختؔر روح رنجیدہ نہیں

حضرت والاؒ پر فالج کا حملہ ہوا لیکن حضرتؒ کے چہرے پر جو اطمینان تھا وہ کسی صحت مند کو بھی حاصل نہ ہوا ہوگا۔ حضرت والاؒ نے تربیت سالکین میں کبھی اپنی بیماری کو آڑے نہیں آنے دیا۔ حضرتؒ کی وفات سے آج ایک جہان محروم ہوگیا۔ جس شخص کو ایمان کامل اور اعمال صالحہ کے ساتھ دنیا سے رحلت نصیب ہوجائے تو یہ ایسی عظیم دولت ہے جس کے مقابلے میں کائنات کی ہر دولت ہیچ ہے۔ حضرت والاؒ کی پوری زندگی اللہ سے محبت میں گزری، فرماتے تھے کہ جب تک اللہ کی محبت میں بے خودی نہیں ہوتی بندگی میں روح نہیں آتی۔ حضرتؒ کا شعر تو زبان زد عام ہوگیا ہے ؎

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

بے نور لگ رہا ہے ستارہ ترے بغیر

منظر نہیں ہے کوئی بھی پیارا ترے بغیر
آنکھوں کو چبھ رہا ہے نظارہ ترے بغیر
روحانیت پہ ایسا زوال آگیا کہ اب
کرتا ہے میرا نفس اشارہ ترے بغیر
ساقی! تری نگاہ کا صدقہ تھا کیفِ جام
مستی ترے بغیر نہ نعرہ ترے بغیر
جب دل ہی بُجھ گیا ہو تو آنکھوں کا کیا قصور
بے نور لگ رہا ہے ستارہ ترے بغیر
جس سمت دیکھو بُغض وعداوت کا زہر ہے
جائے کہاں یہ عشق کا مارا ترے بغیر
کیا روگ لگ گیا ہے تجھے؟ پوچھتے ہیں لوگ
وہ حال ہوگیا ہے ہمارا ترے بغیر
تو ساتھ تھا تو خار بھی صحرا کے تھے قبول
گلشن میں گل نہیں ہے گوارا ترے بغیر

(اثر جون پوری)

کہوں میں کس طرح سے شان ان اللہ والوں کی
لباسِ فقر میں بھی شانِ سلطانی نہیں جاتی

(حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

تعزیتی مکتوبات

ہند

(۱)

مخدوم زادہ محترم ومکرم جناب حضرت مولانا محمد مظہر صاحب زیدت مکارمہ واعظم اللہ اجرہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج نہایت رنجیدہ اور تکلیف دہ خبر سننے میں آئی کہ آپ کے والدِ ماجد اور عظیم المرتبت مربی حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے محبین اور قدردانوں سے رُخصت ہوکر عالمِ باقی کی طرف منتقل ہوگئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن واعظم اللہ اجرکم والھمکم الصبر والسلوان وتقبل اللہ من الفقید الجلیل اعمالہ الصالحۃ واجزل مثوبتہ.

عربی کی مثل ہے ''مَوۡتُ الۡعَالِمِ مَوۡتُ الۡعَالَم'' اس سے مراد یہ ہے کہ اَیسی شخصیت جس سے دُوسروں کو فائدہ پہنچتا ہو اور خیر وصلاح حاصل ہوتا ہو، اُس کا انتقال ایک طریقہ سے اس کے محبّین کے انتقال کے بھی طرح ہے، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسترشدین بہت بڑے علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں، ہندوستان وپاکستان میں اُن کے وعظ واِرشاد سے فائدہ اُٹھانے والوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے سب کو عظیم خسارہ سے سابقہ پڑا۔

حضرتؒ کئی برسوں سے دینی واِصلاحی سطح پر مرجع خلائق تھے اور کچھ عرصے سے دیگر عظیم بزرگوں کی وَفات کے نتیجہ میں ایک طرح سے تنہا مرکز اِرشاد پر فائز تھے، اُمت کے اِس خسارے پر میں اور ہمارے سارے اہلِ تعلق قلبی رنج کا اِظہار کرتے ہیں اور اللہ ربّ العزت سے دعا کرتے ہیں کہ اُن کو اَپنے یہاں شہداء وصالحین کے زمرے میں مکرم جگہ عطا فرمائے اور اُن کے جانے سے جو خسارہ ہوا ہے اُس کی تلافی کے اسباب مہیا فرمائے اور آپ حضرات جو کہ اُن کی نیابت کے مقام پر ہیں، صبر کی سعادت عطا فرمائے۔

مخلص

محمد رابع حسنی ندوی

ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۲)

DARUL - ULOOM WAQF DEOBAND -247554 (U.P.) INDIA

التاریخ ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ　　　　　　　　　　الرقم ____________

گرامی قدر محترم المقام جناب حضرت مولانا حکیم محمد مظہر میاں صاحب　　　　زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔

مرشد ملّت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وفات حسرت آیات بشمول جماعت علماء دار العلوم وقف دیوبند بین الاقوامی سطح پر تمام متوسلین ووابستگان کے لئے بلاشبہ ایک سانحۂ عظیم ہے۔

براہِ طریقت رشد وہدایت کے تاریخی تسلسل کے تناظر میں اگر تجزیہ کیا جائے تو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے بعد ہم جیسے ظاہر بین اور کوتاہ نظر والوں کو اس میدان میں اضمحلال کی سی کیفیت غالب نظر آتی ہے، اگر چہ اعتراف کم آمیزی، فہم وفراست کے ساتھ حقائق کافی حصہ اس کے برخلاف ہے، بادی النظر میں بشمول اسباب دیگرے جو اہم سبب سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ شریعت وطریقت کا توازن شاید اتنا مربوط نظر نہیں آتا جیسا کہ اکابرین نے مدارس وخانقاہ، تعلیم وتربیت اور اہل علم وعرفان کی شکل میں ایک دوسرے کے لئے جزو لاینفک کے طور پر لازم قرار دیا تھا، اس پر مستزاد یہ کہ عمومی سطح پر علم وعمل کے تضاد نے اس انحطاط پذیری کے عمل کو نہ صرف مہمیز کیا ہے بلکہ بڑی حد تک منفی اثرات مرتب ہوئے۔ اس خیال خام کی غیر واقفیت کو عامۃ الناس کے اذہان سے خاصی حد تک ختم کردینے میں حضرت حکیم صاحب علیہ الرحمہ کے طریقۂ اصلاح نے ایک مؤثر کردار ادا کیا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ منجانب حق عامۃ الناس کے قلوب کی ان کیفیات کی حقیقت حضرت علیہ الرحمہ پر منکشف کردی گئی ہیں، یہی مرکزی تصور اصلاح حضرت حکیم صاحبؒ کی حیاتِ طیبہ پر مدۃ العمر محیط اور ان کے توسط سے اس کے اثرات حلقۂ متوسلین میں بین الاقوامی سطح پر واضح نظر آتے ہیں، غالباً ماضی کے صحیح الفکر وعقیدہ مشائخ کبار کے سامنے بھی یہی مطمح نظر تھا، ماضی قریب میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا تعامل اس کی نظیر ہے، علاوہ ازیں خانوادۂ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ کلیم اللہ صاحب شاہجہاں آبادیؒ نے بھی اپنے مکتوبات میں اسی نقطۂ نظر کی ترجمانی ان الفاظ میں فرمائی ہے ''بہر حال در اعلائے کلمۃ الحق کوشید واز مشرق یا مغرب ہمہ اسلام حقیقی برکنید'' اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ علم صحیح کی بنیادوں پر اسلام حقیقی کی توسیع کو محور ومرکز قرار دیا ہے بالفاظ دیگر مدارس وخانقاہوں کے مابین ٹھوس اور مضبوط ربط کو اصلاح احوال میں اجتماعی میں وہی حیثیت حاصل ہے جو ریڑھ کی ہڈی کی بدن انسانی میں حیثیت ہے۔

مشائخ طریقت کا یہ سلسلۃ الذہب تاریخی تسلسل کے ساتھ بہ فیض حضرت حکیم صاحب علیہ الرحمہ آں محترم کی ذات تک پہنچا ہے۔ حضرتؒ کی حیات طیبہ میں ذہنی وجسمانی اور صلبی قرب کے سبب جو کسب فیض کی برکات آپ کو حاصل ہوئی ہیں ان شاء اللہ راہِ حق کے مسافرین کے لئے وہ مشعل بنیں گے، حضرتؒ کی مستجاب دعوات سحر گاہی کے ساتھ ساتھ اکابرین سے لے کر اصاغرین ومعاصرین تک بے شمار بے لوث اور مخلصانہ دعائیں بفضل حق جل مجدہٗ آپ پر سایہ فگن ہیں، ان شاء اللہ آپ کے زیر یں دور میں مدارس اور خانقاہوں میں ہمہ جہت فکری وتربیتی تعاون مثل ماضی ایک اہم سنگ میل ثابت ہوگا۔ امید ہے کہ آں جناب کا دور درخشاں اس حقیقت گمشدہ کو بروئے عمل لانے میں ممد ومعاون ثابت ہوگا۔ دراصل یہی داعیات قلبی ہیں جو کہ دار العلوم وقف دیوبند سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''ندائے دار العلوم وقف'' کے ''مرشد ملّت نمبر'' کی اشاعت کے محرک ہیں۔ حق تعالیٰ

DIAL! +91-1336-222752 - EMAIL: sufyanqasmi@yahoo.com - sufyanqasmi@gmail.com.
Mobile : + 91-9897064190, + 91-9927515725, Phone + Fax : 91=1336-222752

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجامعۃ الاسلامیۃ دار العلوم وقف دیوبند الہند

DARUL - ULOOM WAQF DEOBAND -247554 (U.P.) INDIA

التاریخ ____________ الرقم ____________

طرفین کے لئے اس سعی وکاوش کو آخرت میں ثمرآور اور دنیا میں بارآور فرما کر قبولیت تامہ سے سرفراز فرمائیں۔ آمین یارب العالمین

ان طالب علمانہ معروضات کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بالا جمال تاریخی حقائق کی روشنی میں محض استحضار کے نقطۂ نظر سے قیام ومقاصد دارالعلوم وقف دیوبند پر عرض داشت کی حیثیت سے چند سطور تحریر کروں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

دارالعلوم وقف دیوبند اپنی ڈیڑھ سو سالہ عظیم الشان ہمہ جہت اور تاریخ ساز خدمات کے سبب مسلمانانِ عالم میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے، نہ صرف برصغیر بلکہ ایشیاء، افریقہ، یورپ اور امریکہ تک جہاں جہاں بھی فکر صحیح کی بنیادوں پر دینی خدمات انجام دی جارہی ہیں بلاخوف تردید اس کو کہا جاسکتا ہے کہ یہ واسطہ یا بلا واسطہ دارالعلوم وقف دیوبند کا ہی علمی فیض ہے۔ ۱۸۵۷ء کے معروف ناگفتہ بہ حالات کے تاریخی تناظر میں جب کہ معاندین اسلام نے اقتدار غصب کرنے کے ساتھ ساتھ برصغیر میں اسلامی عقائد اور دینی تشخصات کو ختم کردینے کا ایک خوفناک منصوبہ بنایا اور علمائے اسلام کے قتل عام کے ساتھ ساتھ مکاتب فکر اسلامی کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دینے کے مذموم منصوبوں کو روبہ عمل لانے کا آغاز کیا، اس وقت بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ نے اپنی فراستِ ایمانی سے یہ محسوس کرلیا کہ اگر اس کا بروقت تدارک نہ کیا گیا تو آنے والی نسلیں معاندین کی اس گہری سازش کا شکار ہوکر اسلامی عقائد اور دینی تشخصات سے ہمیشہ کے لئے محروم کردی جائیں گی، مختصر ترین الفاظ میں دارالعلوم دیوبند کے بناء وقیام کے منجملہ دیگر اسباب کے ایک اہم ترین سبب یہ ہے۔ بانی دارالعلوم دیوبند کی اس تعلیمی تحریک اور فکر آفاقی کے تحفظ کی ذمہ داری بھی حق تعالیٰ نے اسی خاندان قاسمی کے سپرد کی ہے اور ڈیڑھ سو سال سے وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ دینی وعلمی، ملی وتعلیمی اور سماجی بااعتماد خدمات بلا شوق حصول شہرت اس خاندان کا وطیرۂ امتیاز ہے، اسی تاریخی علمی وعملی تسلسل کا نام "دارالعلوم وقف دیوبند" ہے جو اپنی عظیم الشان خدمات اور وسیع تر علمی وتعلیمی مقاصد کے سبب مسلمانانِ عالم میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔

یہ حقیقت بھی آں جناب کے وسیع تر مطالعہ ومشاہدے سے پوشیدہ نہیں ہوگی کہ اسلامی معاشرہ میں قرآن وحدیث، عقائد وفقہ اور سنت نبویؐ کی تعلیم اور اسلام کے معروف طرز پر تربیت اور اسلامی تہذیب وتمدن کے ترکیبی عناصر کا فہم وشعور اسی قدر اہمیت کے حامل عناصر ہیں جیسا کہ انسانی زندگی کے لئے ہوا، غذا، روزگار اور چھت اہم ہیں۔

ان تمہیدی، تعارفی اور مقصدی سطور کے بعد آں جناب کی توجہ جس حقیقت کی جانب منعطف کرانی اس کا اجمال یہ ہے کہ انسانی ہمدردی وخدمت خلق، اللہ کے حقوق کی ادائیگی، معاملات میں منصفانہ مثبت فکروعمل اور ایفائے عہد، قرآنی اخلاقیات کے تاابد وہ زریں اصول کہ جن کو حق تعالیٰ اپنے خصوصی فضل وکرم سے عطاء فرمادیں وہ انسان عنداللہ ماجور بھی ہیں اور عندالناس مقبول بھی، مقام شکر یہ ہے کہ حضرت حکیم صاحبؒ کی مستجاب دعوات وسحرگاہی کے طفیل اس عطائے بے بہا سے اللہ نے آپ کو ایک وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر مختلف اجتماعیتوں سے تعلق رکھنے والی مقتدر شخصیات کی زبانی آپ کے حسن عمل کے اجمالی تذکرے، تبصرے مجھ سمیت نہ جانے کتنے بندگانِ حق کی جانب سے آپ کی ذات اور جملہ متوسلین کے لئے موجب دعاء اور مہمیز عمل بنتے رہے ہیں۔ یقین واثق یہ ہے کہ حسن ذکر ہی دراصل اللہ کی بارگاہ میں قبولیت کی دلیل ہے۔

مادیات کے اس سیلاب بلاخیز نے امت مسلمہ کو پھر ایک مرتبہ بہ رنگ دگر کم وبیش اسی دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے جہاں ماضی میں ارباب

DIAL! +91-1336-222752 - EMAIL: sufyanqasmi@yahoo.com - sufyanqasmi@gmail.com.
Mobile : + 91-9897064190, + 91-9927515725, Phone + Fax : 91=1336-222752

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجامعۃ الاسلامیۃ دارالعلوم وقف دیوبند الھند

DARUL - ULOOM WAQF DEOBAND -247554 (U.P.) INDIA

التاریخ ــــــــــــ الرقم ــــــــــــ

فراست نے دارالعلوم دیوبند کے قیام کی ضرورت کا احساس کیا تھا جبکہ عقائد اسلامی کو ہدف بنا کر معاندین نے نشانہ سادھا تھا، آج بھی فکر اسلامی کو انہیں چیلنجز کا سامنا ہے، لہٰذا اہل فکر و بصیرت میں ایک طرف دارالعلوم کے اپنے روایتی اور قدیم تعلیمی نظام کے علی الرغم اپنی مکمل نگرانی میں دور حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ عصری علوم سے طلبائے مدارس کی شناسائی کو ایک بہتر اور مثبت حل تصور کرتے ہیں۔ وہیں دوسری جانب اکابرین امت کے فرمودات و ملفوظات کی اشاعت اور طالبان حق تک ان کی ترسیل کو اصلاح احوال کے نقطۂ نظر سے اک مؤثر ترین وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ دارالعلوم وقف دیوبند کے زیر انتظام ''حجۃ الاسلام اکیڈمی'' کا قیام انہیں عظیم الشان وسیع تر مقاصد کی تکمیل کی جانب ایک اہم قدم ہے جس میں اکابرین امت کی تصنیفات وتالیفات کی تسہیل و تعریب اور بہ زبان دیگر تراجم کا کام ہو رہا ہے اور حسب روایات اکابر توکل علی اللہ کی بنیاد پر کام جاری ہے۔ نیز تربیتی نقطۂ نظر سے کثرت رجوع اور قلت وسائل کے علی الرغم طلبا کا ایک ہی احاطہ میں قیام پذیر رہنا قرین مصلحت ہے، اسی کے پیش نظر ایک کثیر الاقامت دارالاقامہ کا منصوبہ مستقبل قریب میں روبہ عمل لانے کی تیاری ہے، اس کے علاوہ تحفیظ القرآن کی اساسی و بنیادی حیثیت کے سبب بہ تقاضائے وسعت مستقبل کے منصوبوں کا ایک اہم ترین جزو لازم ہے۔ بنابریں آں جناب سے دیرینہ اور مخلصانہ تعلق کی بنیاد پر اس مطالبہ کو ہم حق بجانب تصور کرتے ہیں کہ آپ کی وسعت فکر و آگہی ان مقاصد حسنہ کا نہ صرف یہ کہ ایک ضروری حصہ ہی بنے بلکہ اس میں آپ کا قائدانہ کردار، بصیرت افروز مشورے اور حسن فکر و عمل، اس کے بنیادی عناصر ترکیبی کا اگر حصہ بن جائیں تو یقیناً اس کو ایک بڑی کامیابی تصور کیا جائے گا۔

امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ یہ معروضات آں جناب کے لئے لائق فکر و عمل قرار پائیں گی، منجانب ادارہ بشمول تعزیت مسنونہ، دوطرفہ مقاصد حسنہ میں حسن رابطۂ باہمی برادر عزیز مولانا عبداللہ القمر الحسینی صاحب کی حاضری کے مقاصد میں ایک اہم مقصد ہے۔

والد گرامی قدر حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم بتائید معروضات بالا تعزیت مسنونہ پیش فرماتے ہیں۔

دعوات صالحہ میں یاد فرمائی کی درخواست ہے۔

والسلام

(محمد سفیان قاسمی)

نائب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

Contacts : +91-9927515725
Email : shakaib8@yahoo.com
www.daruluoomwaqf.com
Date : 31-07-2013

(۳)

بسمہ تعالیٰ

معظم ومحترم جناب حضرت مولانا محمد مظہر صاحب زید لطفہٗ مہتمم جامعہ اشرف المدارس کراچی پاکستان

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آپ کے والدِ ماجد حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی اطلاع ملی، إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّــا إِلَيْــهِ رَاجِـعُـوْنَ. ان کے لیے دعائے مغفرت وایصالِ ثواب کی توفیق ہوئی، نیز مدرسہ میں اساتذہ طلباء نے بھی دعائے مغفرت وایصالِ ثواب کیا۔

حضرت محی السنۃ نوراللہ مرقدہ کا تحصیل ثواب کے لیے ان مواقع پر درج ذیل کلمات لکھنے یا لکھوانے کا معمول تھا، یہ ناکارہ بھی بغرض تحصیل ثواب ان ہی کلمات کو تحریر کرتا ہے:

(۱) ان لله ما اخذ وله ما اعطٰی وکل شئی عندهٗ باجل مسمّٰی فلتصبر ولتحتسب

(۲) ایک بدوی بزرگ نے جو تعزیت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی تھی وہ بھی معروض ہے۔

وخیـر مـن العباس اجرک بعده　　　والله خیــر مــنک لـلـعبــاس

(۳) حضرت محی السنۃ نوّراللہ مرقدہٗ نے اکابر کی تعلیمات سے ایک پرچہ ''علاج الغم والحزن'' ان ہی مواقع کے لیے مرتب کر کے شائع کیا تھا اس کی چند کاپیاں مرسل ہیں، خود ملاحظہ کریں اور دیگر اہلِ تعلق کو دے دیں، انشاء اللہ نفع ہوگا یعنی تخفیف غم میں مدد ملے گی، یہ ناکارہ بھی دعا کرتا ہے۔

والسلام

قائم مقام ناظم مجلس دعوۃ الحق ہردوئی، انڈیا

علاج الغم والحزن (یعنی) پریشانی کا علاج

مرتبہ: محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بانی مجلس دعوۃ الحق ہردوئی

دنیا ایک پریشانی وغم نما ہے دنیا میں رہ کر کسی نہ کسی طرح کی فکر اور پریشانی ضرور لاحق ہوتی ہے لہٰذا اس کی کوشش کرنا کہ کسی قسم کی تکلیف یا غم کی بات لاحق نہ ہو یہ بے کار ہے البتہ یہ ضرور ہوسکتا ہے کہ پریشانی وغم کی بات سے جو اثر ہوتا ہے اس سے انسان محفوظ ہو جاوے یعنی پریشانی کی بات ظاہر ہو مگر اس کو پریشانی نہ ہو یہ بات صرف دو باتوں کے پیش نظر رکھنے سے حاصل ہوسکتی ہے۔

اول: یہ کہ اللہ تعالیٰ حاکم ہیں ہر قسم کا تصرف بندہ پر فرما سکتے ہیں جو کچھ ہوتا ہے اس کے حکم سے ہوتا ہے

بغیر اس کے حکم کے ذرّہ بھی نہیں ہل سکتا۔

دوم: یہ کہ اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہیں ان کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس میں ضرور مصلحتیں ہوتی ہیں جن کے جاننے کا انسان نہ مکلّف ہے اور نہ ان کا جاننا ضروری ہے۔

ان دو چیزوں کو ذہن میں بار بار سوچنا چاہیے ہر وقت، یا خیال کرنے پر فوراً یہ دونوں باتیں سامنے آجائیں۔

اب جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو فوراً سوچئے کہ یہ بحکم خداوندی ہوا جیسا کہ پہلی بات میں کہا گیا۔ پھر یہ سوچئے کہ اس میں ضرور کوئی مصلحت ہے گو ہم کو علم نہ ہو اس طرح انشاء اللہ تعالیٰ جسم کو تکلیف کے باوجود دلی پریشانی نہ ہوگی اس کی مثال اس طرح پر ہے کہ عاقل شخص کا آپریشن ہوتا ہے، ہاتھ کٹنے پر تکلیف ضرور ہوتی ہے، مگر وہ سمجھتا ہے کہ اس میں میری مصلحت ہے اس لیے وہ ڈاکٹر سے خوش رہتا ہے، اس کو فیس بھی دیتا ہے اور یہی آپریشن نافہم بچہ کا ہو تو وہ کیونکہ مصلحت سے واقف نہیں ہوتا اور یہ جانتا نہیں کہ اس میں میری مصلحت ہے اس لیے وہ گالی تک دے دیتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مصلحت کا خیال سکون بخش ہوتا ہے، ان کو بھی اختیار کرے خصوصاً دعا خوب کرے کیونکہ یہ بڑی مؤثر چیز ہے، نیز امور ذیل کے اضافہ سے بفضلہٖ تعالیٰ بہت جلد سکون ہو جاتا ہے۔

(۱) نفل نماز کی کثرت کرنا۔

(۲) ذکر اللہ کی کثرت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کرنا کسی تعداد کی قید نہیں اور نہ کسی خاص ذکر کی پابندی ہے مثلاً **سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ** یا درود شریف جو جی چاہے پڑھنا۔

(۳) اجر آخرت کا تصور و خیال رکھنا۔ اگر کسی بچے کا انتقال ہوگیا ہو تو یہ سوچنا کہ یہ قیامت میں شفاعت کرے گا۔

(۴) زندوں میں سے جس سے انس ہو اس کا تصور و خیال انتقال کرنیوالے کی یاد کے وقت رکھنا۔

(۵) **یا حی یا قیوم** کا ورد کثرت سے رکھنا، کم از کم شب و روز میں پانچ سو مرتبہ اور ایک نشست میں سو مرتبہ۔

(۶) ''حیات المسلمین'' کے باب صبر و شکر کا مطالعہ کرنا۔ اس طرح تبلیغ دین کے باب صبر و تفویض کو دیکھنا۔

(۷) اہل اللہ اور کاملین کی ورنہ صالحین کی صحبت میں بیٹھنا اس خیال سے کہ ان کے قلبی برکات کا عکس میرے قلب پر پڑے۔ اگر صحبت کا موقع نہ ملے تو ان کے مواعظ و ملفوظات دیکھنا۔

۞

(۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت شریف حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

مخدومنا المعظم بقية السلف قدوة الخلف متعنا الله بطول بقاء كم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

وبعد!

احسن الله عزاء كم وعظم الله اجركم لله مااخذ وله مااعطى وكل شيء عنده باجل مسمى فانا لله وانا اليه راجعون

آہ! کن الفاظ میں بیان کروں کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خبر وفات مجھ ناتواں پر بجلی بن کر گری، جب میرا یہ حال ہے تو دیگر عشاق کیا کچھ تڑپے ہوں گے، پھر آنجناب اور اہلِ خانہ پر کیا گزری ہوگی۔ بس اللہ تعالیٰ اُمتِ مسلمہ کو عموماً اور مسلمانانِ برصغیر کو خصوصاً حضرت والا کا نعم البدل عطا فرمائیں۔ اور تمام عشاق ومحبین مریدین وخلفاء ومسترشدین خصوصاً آنجناب اور دیگر پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین۔

میں حضرت اقدس شاہ فیروز میمن صاحب دامت برکاتہم کا ادنیٰ خادم عبد الرحمٰن ہوں، ہندوستان سے تعلق رکھتا ہوں اور حضرت شیخ دامت برکاتہم کی اجازت سے رمضان المبارک میں چلہ لگانے کے لیے کراچی حاضر ہونا چاہتا ہوں، میرے سفر کی ترتیب سے متعلق برادرم عمر خیام آنجناب سے عرض کریں گے۔ وائے ناکامی میں حضرت والا کی قدم بوسی کی تیاریوں میں مصروف ہوں، دن پر دن گن رہا ہوں کہ اتنے میں حضرت چل بسے۔

آہ کیا معلوم تھا میں مل نہ پاؤں گا کبھی
وعدۂ دیدار ٹل جائے گا یومِ حشر پر

فقط

عبدالرحمٰن (انڈیا)

(۵)

ازطرف ۲۹/ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ

محمد نورالزمان ۶/اکتوبر ۲۰۱۳ء

مجی و مشفقی حضرت والا دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ ہم سب اہلِ خانہ حضرت والا کی دعاؤں کی برکات سے خیر وعافیت وسلامتی سے ہیں۔ حضرت والا اور حضرت والا کے اہلِ خانہ کے لیے شب وروز دعائیں کررہے ہیں۔

عارف باللہ حضرت اقدس شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کی وفات کا انتہائی صدمہ ہے، ہمہ وقت طبیعت غمگین رہتی ہے۔ بس رضا بالقضا کے سہارے جی رہے ہیں!

اب خزاں دل سے دور ہے کیونکہ
پاس رہتے ہیں وہ مرے دل کے
آنے والی نسلیں یاد کریں گی
کہ ہم نے حضرت اختر کو پایا تھا

اپنی خانقاہ کی مجالس میں احقر کہتا رہتا تھا کہ حضرت اقدس کا نسبی وروحانی سلسلہ بہت عظیم الشان ہے (نسبی سلسلے میں ایک بیٹا، چار پوتے) ماشاءاللہ۔ چنانچہ احقر نے آپ سے بیعت کرلی ہے اور دل کو تسلی وتشفی اعلیٰ درجہ کی محسوس ہورہی ہے۔ آپ کی محبت، شفقت، توجہ اور دعا وغیرہ کا امیدوار ہوں! بلکہ محتاج ہوں! کئی مرتبہ جناب محمد مطہر محمود صاحب کو فون کرتے رہے ہیں، لیکن آپ سے رابطہ نہیں ہو پارہا ہے۔ ان دنوں بھی آپ ساؤتھ افریقہ تشریف لے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے بھی سارے عالم میں اعلیٰ پیمانے پر دین کا کام لیں اور آپ بھی سارے عالم کو اللہ تعالیٰ کا دیوانہ بنائیں! آمین۔ ماشاءاللہ آپ کا یہ سلسلہ شروع بھی ہے۔

حضرت! احقر کی اِلہ آباد میں تین خانقاہیں آباد ہیں، وہاں خصوصی مجالس ہوا کرتی ہیں۔ جہاں احقر حضرتؒ کا بیان ہی سنایا کرتا ہے۔ الحمدللہ آپ حضرات کے فیوض ودعاؤں کی برکات سے مریدین، خلفاء، محبین اور معتقدین کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے۔ دعا فرمادیجئے اللہ تعالیٰ اخلاص واستقامت عطا فرمائیں۔

گزشتہ کئی برسوں سے خدمت میں حاضری کی تڑپ وتقاضہ شدید رہا ہے لیکن گھٹنے کی شدید

تکلیف سے سفر ممکن نہ ہو سکا۔ نماز بھی کرسی کے سہارے ادا ہو پاتی ہے۔

جناب محمد مطہر محمود صاحب کا موبائل نمبر ہمارے پاس ہے، انہیں کے فون کے ذریعے حضرتؒ سے کبھی کبھی گفتگو ہو پاتی تھی یا حضرت کا مزاج گرامی معلوم ہو جاتا تھا اور سلام پیش ہو جاتا تھا اور دعاؤں کی درخواست ہو جاتی تھی۔

حضرت! آپ سے اب تک صرف دو مرتبہ گفتگو کا شرف حاصل ہو پایا ہے۔ اگر آپ کا موبائل نمبر ہمیں معلوم ہو جاتا تو آپ سے رابطہ قائم کرتے رہتے اور اپنی بہت بڑی خوش نصیبی سمجھتے۔

حضرت! ہمارے گھٹنے کی تکلیف اب پہلے سے کچھ کم ہوئی ہے۔ لہٰذا آپ کی خدمت میں حاضری کا تقاضہ شدید ہو رہا ہے۔ ٹرین اور بس سے سفر ممکن نہیں ہے۔ ہوائی جہاز کا سفر آسان ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی اور اسباب حاصل ہو گئے تو ان شاء اللہ عنقریب خدمتِ اقدس میں حاضری ہوگی۔

حضرت! زاہد صاحب کو جو جامعہ کے دفتر میں تھے، ہمارے پاس تشریف لائے تھے، اُن کے ہاتھ مندرجہ تحریر آپ کی خدمت میں بھیج چکے ہیں جو مندرجہ ہے۔

۱۔ حضرت والاؒ کے دیوان فیضان محبت کے اشعار کی شرح تقریباً پانچ سو اشعار

۲۔ ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب نے حضرتؒ کی سوانح کے متعلق حضرتؒ کے خلفاء کے پاس سارے عالم میں جو ۱۸/سوال نامہ بھیجا تھا۔ اس کا جواب نامہ۔

۳۔ بقیہ متفرق کاغذات۔

حضرت! اگر آپ کی مرضی ہو جائے اور آپ کے یہاں سے شائع ہو جائے تو یہ اس ناچیز کی عین سعادت وخوش نصیبی ہوگی۔ جس کو حضرت والاؒ نے بھی بہت پسند فرمایا تھا۔ بلکہ فیضان محبت کے ۲۷/اشعار کی تشریح جو ناچیز نے اِلٰہ آباد میں چھپوایا تھا۔ اس سے حضرت والاؒ خوش ہوئے تھے اور اپنے یہاں سے دو ہزار کتابچہ چھپوا کر خانقاہ میں تقسیم بھی فرمادیا ہے۔ وہ سارے بھیجے ہوئے فوٹو اسٹیٹ کے شروع حصہ میں شامل ہے۔ دعا کی درخواست ہے، جزاک اللہ۔ والسلام

احقر محمد نور الزمان

بی۔۴/۵۱، آر جی ٹی بی نگر، الہٰ آباد یوپی ہندوستان

۞

جنوبی افریقہ

(۶)

محترم ومکرم حضرت مولانا محمد مظہر صاحب ومحترمان اہلِ خانہ ومعززین اقرباء واعزاء **ادام اللہ ظلالکم علینا**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون

ہمارے مأویٰ وملجأ شیخ الطریقت عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس جہان فانی سے دار البقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔

آکر قضا، باہوش کو بے ہوش کر گئی ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی

یہ ایک ایسی خبر تھی جو بجلی کی طرح گری اور بلا مبالغہ ہزاروں انسانوں کے دلوں کو غمگین کر گئی۔ بزم اشرف کے آخری چراغوں میں سے ایک چراغ بجھ گیا عارف باللہ محبوب العوام والخواص حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی اطلاع واقعی ایسی تھی کہ بس سننے والے سنتے اور سر دھنتے رہ گئے۔

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے، جگر نہیں ہے

اور اب حال یہ ہے کہ۔

قلب میں یادِ غم بے کراں رہ گئی جانے والا گیا داستاں رہ گئی

حضرت کی وفات کے بعد ہزاروں دلوں سے یہ صدا بلند ہو رہی ہے۔

ویراں ہے میکدہ، خم وساغر اداس ہیں تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

علماء راسخین ومشائخ حقہ سے دنیا بڑی تیزی کے ساتھ خالی ہوتی جا رہی ہے اسے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نبی صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی ''**یذهب الصالحون الاول فالاول وتبقى حفالة كحفالة الشعير والتمر لا يباليهم الله بالة**'' کا مصداقِ اصلی آج ہی کا دور پرفتن ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایسے مرد درویش تھے جن کی شفقتوں اور عنایتوں سے ہر انسان اچھائیوں کا خوگر ہو جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شہرت وقبولیت کی قابلِ رشک بلند چوٹیوں پر پہنچ کر بھی اپنے کو پامال

کرنے کا حوصلہ دکھایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر خالق کو راضی رکھنے کی اور دھن اس کے دین کو زندہ کرنے کی تھی۔ آپ اس دور میں صحیح تصوف کے ترجمان تھے۔ آپ نے ہمیشہ شریعت وطریقت کو متلازم سمجھا اور اپنے پیرومرشد کے ارشادات وتعلیمات کے عین مطابق تصوف کو دین ہی کا ایک شعبہ سمجھا۔

آپ کی کمی ہمیشہ محسوس کی جاتی رہے گی اور آپ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا، اسے پر کرنے کے لیے زمانہ گزر جائے گا اور آپ کی تعلیمات سے زمانہ فائدہ اٹھاتا رہے گا، بقول شاعر ؎

آتی ہی رہے گی ترے انفاس کی خوشبو گلشن تری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

حضرت مرحوم کو حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات وواقعات اس طرح از بر تھے گویا آپ اس کے حافظ تھے اور برمحل بیان فرما کر اس طرح چسپاں کرتے گویا اسی بات کے لیے حضرت نے یہ فرمایا تھا اور بیان اس طرح فرماتے گویا خود کچھ نہیں جو کچھ ہے اپنے شیخ کی برکت ہے حتیٰ کہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات حضرت ہی کے انداز میں بیان فرماتے تھے جس سے حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عشاق کے لیے بڑی فریفتگی ودل کشی پیدا ہوجاتی تھی، اب عشاقِ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کہاں جائیں گے۔

جنوبی افریقہ میں حضرت سے زبردست فیض پہنچ رہا تھا، ہم آپ حضرات کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور یہ داغ پوری زندگی کے لیے لگ چکا ہے ؎

لگی ہے چوٹ کلیجہ پہ عمر بھر کے لیے

مرحوم ومغفور اپنے رب کریم کے جوار میں پہنچ چکے ہیں اور ''**لھم مایشاؤون عند ربھم**'' کے مرتبہ اور ''**راضیة مرضیة**'' کی خلعت سے سرفراز ہوگئے ہوں گے، انشاء اللہ اب ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ مرحوم کی دینی ودنیوی خدمات کا تفصیلی جائزہ لیں تاکہ آئندہ آنے والی نسلوں کی رہبری اور ہمت افزائی میں معاون ہو۔

بس اب آخر میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم ومغفور کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور آپ حضرات اور ہم سب کو اور عام متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت کے نقشِ قدم پر چلنے اور حضرت کی تعلیمات کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دعا ہے کہ ؎

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

اراکین واساتذہ المدرسۃ العربیۃ الاسلامیۃ، آزادوِل افریقہ

(۷)

بخدمت اقدس حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

عظم اللہ اجرکم فی ابیکم واحسن عزائکم وصبر مصابکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی اندوہ ناک خبر صاعقہ بن کر گری، دل ودماغ حد درجہ متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ O اِنَّ لِلّٰہِ مَا أَخَذَ وَلَہٗ مَاأَعطٰی وَکُلُّ شَئیٍ عِنْدَہٗ بِأَجُلٍ مُّسَمّٰی.

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ بلاشبہ حضرت والاؒ اس وقت کے صلحائے اُمت داعیانِ حق میں نمایاں ترین شخصیت کے مالک تھے، بندگانِ خدا کو انہوں نے سیدھی راہ دکھانے ان کا رشتہ خدا تعالیٰ سے جوڑنے اور انہیں سنتِ نبوی اور شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قالب میں ڈھالنے کے لیے بے پناہ کوششیں صرف فرمائیں، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چہار دانگ عالم میں ان کا فیض عام ہوا اور ہزار ہا ہزار لوگوں کو توبہ وانابت کی توفیق ہوئی اس لیے اس وقت تعزیت کی مستحق پوری اُمتِ مسلمہ ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشدہ

حضرت والاؒ کی اس عظیم الشان مقبولیت ومحبوبیت میں عالم اسباب کے اندر جہاں حضرت کے اخلاص عبادت اور ریاضت اصلاح کی فکر ودعوت کا دخل ہے وہیں حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ کی طویل عرصہ تک مخلصانہ خدمت اور اُن کی دعاؤں کا اثر بھی صاف نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ کا فضل شامل ہوا اور اس نے ایک خادم کو مخدوم العلماء اور مخدوم العالم بنا دیا۔

یہ اس کی دین ہے جسے چاہے عطا کرے

اب حضرتؒ اگرچہ ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن حضرت والاؒ کی کتابیں، مواعظ اور آپ کے تربیت یافتہ افراد ہدایت وروشنی کا سامان بہم پہنچانے والے ہمارے درمیان موجود ہیں، یہ سلسلہ وہ ہے، جسے فنا نہیں۔

اوّل و آخر فنا، ظاہر وباطن فنا نقش کہن کے لیے نو منزل آخر فنا
ہے مگر اس نقش میں رنگ ثبات دوام جس کو کیا ہو کسی مرد خدا نے تمام

ختمِ قرآن کریم کر کے ایصال ثواب کر دیا گیا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آں محترم کو اور دیگر سب ہی پسماندگان واہلِ تعلق کو صبرِ جمیل واجرِ جزیل عطا فرمائے اور حضرت والا کے لگائے ہوئے چمن

کوسدا پر بہار اور آباد رکھے۔ تمام اساتذہ دارالعلوم زکریا بالخصوص حضرت مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ کی طرف سے تعزیت قبول فرمائیں۔

مخلص

شبیر احمد سالوجی

مہتمم دارالعلوم زکریا جوہانسبرگ ساؤتھ افریقہ

(۸)

برادرمکرم مولانا محمد مظہر صاحب حیّاکم اللہ تعالیٰ بالصحۃ والعافیۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت والاؒ کے سانحۂ ارتحال سے ہر متعلق شخص کا دِل زخمی ہے جس حادثہ کا کھٹکا لگا ہوا تھا بالآخر وہ قضا وقدر کے فیصلہ کے مطابق ہوکر رہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنآَّ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

داغ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی　　اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

عجیب بات ہے کہ کوئی دو ہفتہ پہلے خواب میں حضرتؒ کی زیارت ہوئی بہت ہی ہشاش بشاش تھے، چہرہ پر وہی دلاویز مسکراہٹ تھی، چل پھر رہے تھے، مجھ سے کچھ بیان کے لیے فرمایا پھر اچانک آنکھ کھل گئی، میں نے حضرتؒ کو اس شگفتگی کے عالم میں دیکھا جیسا معذوری سے پہلے کلی صحت میں دیکھا کرتا تھا اس خواب کے بعد اس حادثہ کی طرف ذہن بھی نہیں گیا، اب تعبیر معلوم ہوتی ہے کہ یہ خوشی کا عالم وطمانیت کا اشارہ کچھ اور ہی تھا اور ''فَبَشِّرۡہُ بِمَغۡفِرَۃٍ وَّاَجۡرٍ کَرِیۡمٍ'' کا مژدہ تھا۔

مولانا! ہم متوسلین پر جو گزری اور جو گزر رہی ہے، وہ تو ہے ہی مگر آپ پر جو گزر رہی ہے، اس کا اندازہ ہلکا سا مجھے ہے کہ میں اس منزل سے گزر چکا ہوں، ایسے عظیم المرتبت باپ کے سایۂ عاطفت سے محرومی کوئی کم حادثہ نہیں ہے، مگر آپ کو اس کا احساس ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ حضرت والدؒ آپ سے بہت خوش تھے اور مطمئن تھے کہ آپ کے ذریعہ ان کا فیض جاری رہے گا، ان شاء اللہ، آپ کے لیے اور آپ کے خاندان کے لیے حادثہ سخت ہے مگر بہرحال صبر ورضا کا مقام ہے۔ حضرت تھانویؒ کے انتقال پر والدِ ماجدؒ کے نوحہ کے اشعار میں ایک شعر شاید کچھ مرہم رکھ سکے۔

اے دل! خموش، صبر ورضا کا مقام ہے　　نقشِ دوامِ فیض مٹایا نہ جائے گا

مفتی زبیر بھیات صاحب کراچی جارہے ہیں ان ہی کے توسط سے تعزیت نامہ بھیج رہا ہوں، میں خود بھی آنا چاہ رہا تھا مگر یہاں گھر پر فی الحال بچے اکیلے ہیں میرے صاحبزادے سفر پر ہیں

اس لیے ارادہ ملتوی کر دیا، وسط جون میں امریکہ کا سفر ہے۔ ان شاء اللہ واپسی پر پہلی فرصت میں حاضری کی کوشش کروں گا۔ میر صاحب کو علیحدہ خط لکھ رہا ہوں ان پر جو گزر رہی ہے وہ خود ہی جانتے ہوں گے، آج مسجد نوریہ میں عشاء کی نماز کے بعد ایک اجتماع کا اہتمام کیا گیا ہے ایک دوسرے کی سن کر غم زدہ دل کو سکون پہنچائیں گے، یہ ایک ایسا حادثہ ہے کہ اس میں ہر شخص ایک دوسرے سے تعزیت کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وحیات عطا کرے اور ہمت جوان رکھے تا کہ ہم یتیموں کی ہمت بندھی رہے، حضرت والا عالم ملکوت میں یقیناً فرما رہے ہوں گے:

''یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَO بِمَا غَفَرَلِیۡ رَبِّیۡ وَجَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ''

والسلام

شریکِ غم

سید سلمان ندوی، ساؤتھ افریقہ

(ابن حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ)

❋

(۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَااَعۡطٰی وَکُلُّ شَیۡءٍ عِنۡدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمّٰی

محترم ومکرم جناب حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بروز دوشنبہ ۲۳/رجب ۱۴۳۴ھ ہجری نماز مغرب سے کچھ دیر بعد آفتاب علم وعمل شیخ العرب والعجم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب (رَحِمَہُ اللّٰہُ رَحۡمَۃً وَّاسِعَۃً) کی وفات حسرت آیات کی اندوہ ناک خبر دل پر صاعقہ بن کر گری، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ.

یقیناً حضرت حکیم صاحبؒ کا سانحۂ ارتحال پورے طور پر ''مَوۡتُ الۡعَالِمِ مَوۡتُ الۡعَالَمِ'' کا مصداق ہے، چونکہ حضرت کا وجودِ مسعود اُمتِ اسلامیہ کے لیے خیر وبرکت کا باعث اور ہزاروں مسترشدین وطالبین کے تزکیہ واصلاح کا ذریعہ تھا لیکن موت بھی ایک اٹل حقیقت ہے، جس سے ہر ذی روح کو دوچار ہونا ہے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے　　آج تم کل ہماری باری ہے

حزن وغم اور رنج والم کے اس موقعہ پر ہم آپ کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ رب

العزت حضرت مولانا کی بال بال مغفرت فرما کر اپنے قرب خاص سے نوازے اور درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے اور حضرت کے متوسلین و متعلقین اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

أَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ

شرکائے غم واندوہ

ابراہیم صالح جی، الیاس پٹیل

اساتذہ وطلباء مدرسہ تعلیم الدین ڈربن جنوبی افریقہ

(۱۰)

محترم المقام لائق تعظیم والاحترام حضرت اقدس مولانا محمد مظہر صاحب زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

بصدِ تکریم وآداب خدمتِ اقدس میں عرض ہے کہ احقر بخیر وعافیت ہے نیز حضرت قبلہ محترم کی خیر وعافیت کا بارگاہ خداوندی میں طالب ہے، دیگر عرض ہے کہ حضرت نوّر اللہ مرقدہٗ کے دارالبقاء کی طرف تشریف لے جانے سے ہم سب یتیم ہوگئے، بارگاہ خداوندی میں دعا گوں ہوں کہ اللہ پاک حضرت نوّر اللہ مرقدہٗ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجات عطا فرمائیں، اللہ رب العزت حضرت قبلہ محترم کو نیز دیگر پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں، اللہ پاک ہم کو توفیق عطا فرمائیں کہ ہم حضرت نوّر اللہ مرقدہٗ کی پند ونصائح پر عمل پیرا ہوں، حضرت نوّر اللہ مرقدہٗ کے متعلق جو بشارتیں سنی اس سے دل بے حد مطمئن ہوا۔

فقط والسلام

دعا کی درخواست

فاروق بینونی والے (برادر مولانا عبدالحمید صاحب) ساؤتھ افریقہ

(۱۱)

برادرِ مکرّم و معظم حضرت مولانا محمد مظہر صاحب اطال الله بقائکم بالصحة والعافية

السلام علیکم ورحمة الله

رمضان المبارک کے ایام کی تکمیل اور عید کے ایام جہاں بارگاہِ الٰہی میں شکر وامتنان کا موقع تھا وہیں آپ کے لیے اور اہلِ خاندان کے لیے خصوصاً اور وابستگانِ خدام وخانقاہ کے لیے یقیناً مشکل وقت رہا ہوگا، اور حضرت والا کے سانحۂ ارتحال اور اُن کی جدائی کا زمانہ شاق رہا ہوگا، لیکن حضرت والاؒ کی روح بھی خوش ہورہی ہوگی، کہ آپ نے خانقاہ کی برکتوں کو ویسے ہی سنبھالا جیسے حضرت والاؒ کی

حیات میں تھا ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔ ہم خدام کے لیے آپ کی ذات ہمارے زخموں کو مندمل کرنے کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر صحت و عافیت کے ساتھ قائم رکھے، والدِ ماجدؒ کا ایک شعر حسبِ حال حضرت تھانویؒ کے انتقال کی مناسبت سے ہے ؎

ساقی نہیں ہے مگر مے کدہ تو ہے جام وسبو یہاں سے ہٹایا نہ جائے گا

ان شاء اللہ مولانا محمد ابراہیم آپ کے سایۂ عاطفت میں مدرسہ کا نظم اچھی طرح سنبھال لیں گے، لیکن بہر حال آپ کی نگرانی میں مدرسہ وخانقاہ دونوں مرجعِ خلائق ان شاء اللہ رہیں گے۔

حضرت والاؒ کے سلسلہ میں تعزیتی مضامین ہندوستان میں الفرقان اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے جرائد میں شائع ہوئے تھے، یہ مضامین میں مولانا شفیق جھکورا کے ذریعے بھجوا رہا ہوں، شاید آپ تک یہ مضامین نہ پہنچے ہوں گے۔ ہمارے میر صاحب کو بھی اگر یاد رہے تو تو سلام فرما دیں۔

خواستگارِ دعا

سید سلمان ندوی، ساؤتھ افریقہ

(ابن حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ)

(۱۲)

18 Kings Avenue
westville 3629
South Africa

۲۳/جون ۱۴۳۴ھ
۳/جون ۲۰۱۳ء

برادرِ مکرم میر صاحب اطال اللہ بقائکم بالصحۃ والعافیۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال نے ہم سب کو یتیم کردیا۔ مجھے بے ساختہ اس وقت حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آگئی ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جو گزری تھی اور جو گزر رہی تھی وہی عالم آپ کا بھی ہوگا۔ جس حادثے کا کھٹکا تھا بالآخر وہ قضاء وقدر کے فیصلے کے مطابق ہوکر رہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

عجیب بات یہ ہوئی کہ کوئی دو ہفتہ پہلے خواب میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ غیر معمولی طور پر ہشاش وبشاش تھے۔ لبوں پر وہی دلآویز مسکراہٹ اور طبیعت میں وہی شگفتگی تھی جو معذوری سے پہلے کلی صحت میں دیکھا کرتا تھا، حضرت چل پھر رہے تھے اور مسکرا کر گفتگو بھی فرمارہے تھے، مجھ کو کچھ بیان کرنے کا حکم بھی اسی دل آویز مسکراہٹ کے ساتھ دیا پھر اچانک آنکھ کھل گئی، اس خواب کے بعد اس حادثے کی طرف ذہن بھی نہیں گیا، مگر اب تعبیر معلوم ہوئی کہ یہ خوشی کا عالم اور

طمانیت کا اشارہ کچھ اور ہی تھا ’’فَبَشِّرۡہُ بِمَغۡفِرَۃٍ وَّاَجۡرٍ کَرِیۡمٍ‘‘ کا مژدہ تھا۔

مفتی زبیر بھیات صاحب کے توسط سے یہ تعزیت نامہ بھیج رہا ہوں، میرا خود بھی ارادہ ہوا کہ کراچی حاضر ہوں مگر یہاں گھر میں میرے صاحبزادے سفر پر ہیں اور بچے اکیلے ہیں اور وسط جون میں امریکہ کا سفر بھی ہے۔ ان شاء اللہ سفر سے واپسی پر حاضر ہوں گا۔ ہم متوسلین پر جو گزری اور جو گزر رہی ہے وہ تو ہے ہی، مگر آپ پر اور فیروز میمن پر جو گزر رہی ہے اس کا اندازہ عام لوگ نہیں کر سکتے، بہر حال صبر و رضاء کا مقام ہے اور یہی ہم کو سکھایا گیا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کے موقع پر والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے نوحہ کے اشعار میں ایک شعر شاید کچھ مرہم رکھ سکے ؎

اے دل! خموش صبر و رضاء کا مقام ہے نقشِ دوامِ فیض مٹایا نہ جائے گا

حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب کو علیحدہ خط لکھا ہے اُن پر اور بھی اب ذمہ داری آ گئی ہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اُن سے خوش خوش اور مطمئن گئے یہ کچھ کم مرہم ہے؟ مگر عظیم المرتبت اور شفقت سے پر باپ کے سایۂ عاطفت سے محرومی بھی کچھ کم غم ناک حادثہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سکون عطا کرے اور شفاء کلی عطا کرے۔ حضرت والاؒ یقیناً عالمِ ملکوت میں فرما رہے ہوں گے یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ O بِمَا غَفَرَلِیۡ رَبِّیۡ وَ جَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ۔

والسلام

شریکِ غم

سید سلمان ندوی، ساؤتھ افریقہ

(ابن حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ)

انگلینڈ

(۱۳)

بخدمت جناب عزت مآب محترم حضرت حکیم محمد مظہر صاحب مدظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت مطلوب!

کل بروز اتوار بندہ برمنگھم میں ایک کانفرنس میں شریک تھا کہ یہ افسوس ناک خبر سنی۔

حضرت عارف باللہ شیخ کامل عالم باعمل شاعر اور مصلح وقت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ اس دارفانی سے رخصت ہوگئے۔

صرف آپ ہی نہیں اُمتِ مسلمہ تعزیت کی مستحق ہے، نیک لوگ باری باری رخصت ہورہے ہیں۔ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی محبت تقسیم کرتے رہے، اللہ تعالیٰ آپؒ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔أَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ ۔ آمین۔انگلینڈ میں اپنی مسجد میں دعا کا اہتمام کیا، چند سالوں سے بڑے بڑے بزرگ دنیا سے رخصت ہوئے، امام اہل السنّت، کراچی کے بڑے بڑے علماء وصلحاء، ہمارے اٹک کے مشہور شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام آف حضرو، وغیرہ۔اللہ تعالیٰ سب کو اعلیٰ مقام سے سرفراز فرمائے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے والد مرحوم کا صحیح معنوں میں جانشین بنائے۔آپ کے والد گرامی منبع الخیر تھے،مخلوق خدا نے آپ سے بڑا نفع اٹھایا، آخر سب نے جانا ہی ہے۔ اللہ ہمیں فتنوں سے بچائے اور اللہ آپ کو صبر و استقامت نصیب فرمائے، بقول شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے حاکم اور حکیم ہونے کا مراقبہ نفع مند ہوتا ہے۔

پاکستان میں جب بھی کوئی عالم دین اس دنیا سے رخصت ہوتا تو میرے استاد مکرم شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کوشش کرتے کہ تعزیت کو جائیں یا تعزیتی خط تحریر کریں آج وہ موجود نہیں تو میں اشاعت القرآن حضرو اٹک کی طرف سے تعزیت کرتا ہوں کہ یہ بڑا سانحہ ہے خدا ان کی مغفرت فرمائے، یقیناً حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ مجمع الفضائل اور قدآور عالم تھے۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

غلطیاں معاف دعاؤں کی درخواست والسلام

محمد ادریس، جامع مسجد بیت المکرّم انگلینڈ

(۱۴)

محترم ومکرم حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ آنجناب کو خیر وعافیت کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائیں اور آپ کے فیوض کو خوب عام فرمائیں۔

حضرتؒ کی رحلت کی خبر ایک صاعقہ بن کر دل پر گری، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شفقتیں، آنکھوں کے سامنے آ گئیں، اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کا بہترین بدلہ اپنی جوارِ رحمت میں عطا فرمائیں۔ آمین۔

حضرتؒ جب بھی برطانیہ تشریف لائے، بندے کو شفقتوں اور دعاؤں سے نوازا، آخری سفر میں جب کسی کے ذریعہ آپ کو یہ اطلاع ملی کہ بندہ کے ذمہ بخاری شریف کا سبق لگایا گیا ہے تو بہت خوش ہوئے، دعایں دیں اور بخاری شریف کی پہلی اور آخری حدیثوں کی تلاوت کروا کے مختصر تقریر کر کے اجازتِ حدیث سے نوازا، علالت کی وجہ سے کہیں جانا مشکل تھا، پھر بھی مسجد النور میں ہمارے نوجوانوں کے پروگرام کو رونق بخشی، بندہ بھی روزانہ خدمت میں حاضر ہوتا رہا، آخری دن مجلس دعوۃ الحق سے روانہ ہوکر ہمارے ادارے اسلامک دعوہ اکیڈمی تشریف لائے، طلباء اور اساتذہ نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور آپ نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے دعا فرمائی اور وہاں سے ائیر پورٹ کے لیے روانہ ہوئے، شفقت کے بہت سارے مناظر اب بھی آنکھوں کے سامنے ہیں، بندہ حضرتؒ کو اپنے محسنین میں سے سمجھتا ہے۔ آنجناب کو کن الفاظ سے تسلی دوں؟ یہ روسیاہ آپ سے ہر اعتبار سے چھوٹا ہے۔

اصبر نکن بک صابرین فانّما
صبر الرّعیة بعد صبر الرّأس
وخیر من العباس أجرک بعده
واللہ خیر منک للعباس

جس وقت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر یہاں پہنچی، بندہ جامعہ دعوۃ الایمان (بریڈ فورڈ) کے بخاری شریف کے جلسے میں حضرت حافظ پٹیل صاحب مدظلہم کی دعوت پر گیا ہوا تھا، وہاں کے استاذِ حدیث مولانا یوسف دروان صاحب زید مجدھم نے بندے کو جلسے کے دوران وفات کی اطلاع دی مگر خبر محقق نہیں تھی، کسی نامعلوم شخص کا (Text) تھا، بخاری شریف کے ختم کے بعد کی دعا بندے کے ذمہ لگائی، تو اجمالی طور پر علماء و مشائخ کے لیے آہ وزاری کے ساتھ دعا کی توفیق ملی، جس میں ذہن حضرتؒ کی طرف رہا، دعا کے بعد خبر محقق ہوگئی، اور بندے کے دل پر غم کے بادل چھا گئے، بریڈ فورڈ کے اولڈھم اپنے ایک دوست کے یہاں پہنچا، اولڈھم پہنچ کر کتابوں کی الماری اتفاق سے سب سے پہلی نظر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ''کشکولِ محبت'' پر پڑی، ہاتھ میں لے کر کھولی اور سب سے پہلی چیز جس پر نظر پڑی وہ یہ شعر تھا:

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

یہ شعر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کے تذکرے میں لکھا ہے، لبوں پر مسکراہٹ آئی اور غمی کے بعد اچانک خوشی محسوس ہوئی، بندہ نے اس شعر سے نیک فال لی، اور دل نے کہا کہ واقعی حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ کے سچے عاشق تھے، اور آج فرشتے بڑے دھوم سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خلدِ بریں کی طرف لے گئے ہوں گے اور ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی جنازہ دھوم سے ہی نکلے گا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ نااہل کیا عرض کرسکتا ہے؟ امام مسروقؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں فرمایا تھا:

کنت اذا رأیت ابن عباس قلت اجمل الناس، فاذا نطق قلت افصح الناس، فاذا تحدث قلت اعلم الناس۔

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی تھے۔

دورانِ سفر خیالات میں حکیم صاحبؒ تھے، اور جتنا ہوسکا اپنی سعادت سمجھ کر ایصالِ ثواب کرتا رہا، بلکہ اس دن کے تمام نفل کاموں کا ثواب حضرتؒ کو پہنچانے کی سعادت حاصل ہوئی، بندہ حضرتؒ کے لیے حضرتؒ کی حیات میں بھی برابر ایصالِ ثواب اور دعا کا اہتمام کرتا رہا اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا حیات یہ معمول جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض کو جاری رکھیں، حضرتؒ کے خلفاء اور مستفدین کو حضرتؒ کے لیے بہترین صدقہ جاریہ بنائیں اور آنجناب کو پوری ہمت کے ساتھ حضرت کے مشن کے لیے قبول فرمائیں اور حضرت کے لگائے ہوئے باغ کو سدا پھلتا پھولتا رکھیں۔ یہ روسیاہ بھی آنجناب سے دعاؤں کا طالب ہے۔

حضرت میر صاحب مدظلہم کو بھی تعزیت پیش فرمائیں اور بشرطِ سہولت اُن کی خدمت میں سلام اور دعاؤں کی درخواست۔ فقط والسلام

محمد سلیم دھورات

(خلیفۂ مجاز حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی شہیدؒ)

اسلامک دعوہ اکیڈمی برطانیہ

جرمنی

(۱۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مؤرخہ ۲؍رمضان ۱۴۳۴ھ بمطابق ۱۳؍جولائی ۲۰۱۳ء

میرے پیارے مرشدی، محبی ومحبوبی حضرت والا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت والاؒ سے جدائی کا زخم الحمدللہ ہرا بھرا ہے، اللہ نہ کرے کہ بھرا ہو، کیسے بھولوں اپنے پیارے کو! کبھی نہ بھولوں گا، درد وآہِ فراق میں کمی نہ آنے دوں گا، اوران شاء اللہ حضرت والاؒ سے محبت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا، حضرت والاؒ کی وفات سے دو چیزیں وجود میں آئی ہیں۔

۱۔ جدائی کا غم والم، ۲۔ یہ فکر کہ میری ذات وذریات اور سارے عاشقین ومتعلقین اور عام اُمت کے لیے حضرت والاؒ کے فیض عام کا سلسلہ کیسے چلے گا؟۔

۱۔الحمدللہ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے تعزیتی اور نصیحتی بیان میں پہلے زخم کا پھایا، اور مرہم ہے، تسلی اور نصیحت کی شکل میں، اور حضرت والاؒ کے فیضِ عام کے بارے میں ایک جملہ بہت پرامید اور ہمت افزا ہے، ''اللہ والوں کی موت حقیقی نہیں ہوتی، اللہ والوں کی وفات کے بعد ان کا فیض بڑھ جاتا ہے، پھر وہ واقعہ جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے والد صاحبؒ کی وفات کے موقع پر کسی بزرگ کے الفاظ کہ وہ آپ جیسے بیٹے کو چھوڑ گئے تو یہ اصل موت نہیں ہے'' میرے محبوب حضرت والا! میں مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی بات بنیاد بنا کر کچھ اِضافی بات عرض کرنا چاہتا ہوں، جو سینے میں درد کی شکل میں بھری ہوئی ہے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے جدائی کے غم کو کسی سے بیان نہ کروں گا، ہرگز نہیں، مگر اپنے پیارے مرشدی اور محبوبی کو ضرور بتاؤں گا، میرے آقا! عرض ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے جدائی کا غم صدا ہرا بھرا رہے، مگر اس کا پھایا اور مرہم مل جائے، بلکہ یہ غم حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کے لیے پاور بن جائے، اسٹیم بن جائے ہمارے سینوں میں اور ہم حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اللہ جل شانہ کے فیصلہ کو تسلیم بالرضا کریں، بے شک یہ جدائی بہت بڑا سانحہ ہے، مگر اللہ جل شانہ کی رضا کو تسلیم ہی کرنا ہوگا، ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ؎

آتا ہے مجھے نالوں میں مزہ
اے زاہدِ ناداں! طنز نہ کر

جب عشق ہے ان کا دل میں مرے
پھر کیوں نہ مجھے تڑپائیں گے

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ، اللہ پاک کے سچے عاشق تھے، خوب تڑپے، ساری زندگی تڑپتے رہے، رضا بالقضاء کی عظیم الشان مثال قائم کردی، خصوصاً ۱۳/سال بستر پر اس علالت کی حالت میں اس طرح زندگی بلا اُف اور چوں وچراں گزاری کہ کبھی تکلیف کا اظہار بھی نہیں فرمایا، بلکہ ہم سب کو ہنساتے رہے، مسکراتے رہے، آپ کو دیکھ کر دم توڑتا ہوا بھی، ڈیپریشن میں ڈوبا ہوا بھی ہنستا مسکراتا زندہ دل اللہ والا بن جاتا تھا، کیا عظیم مثال قائم کی ولایت کی اور اُمت سے محبت کی، کبھی بے زاری کا اظہار نہ فرمایا کہ ''اے اللہ مجھے اُٹھالے'' ہمارے لیے زندہ تھے، ہمیشہ چشم مبارک تر رہتی تھی، ہمارے لیے تڑپ تڑپ کر خوش ہوتے تھے، آپ کو دیکھ کر غم کے اندھیرے چھٹ جاتے تھے، اور اُمید کی کرنیں چمک اُٹھتی تھیں، مردہ زندہ ہوجاتا تھا۔ پھر اللہ کا پیار جوش میں آ گیا، بلالیا اپنے پیارے کو! بس کافی ہے، اب جنت کے باغوں کی سیر کراور میرے عاشقوں کے ساتھ مزے کر، اللہ نے بیماری کی نعمت سے صحت کی نعمت کی بجائے اپنی ملاقات کی نعمت کے لیے بلالیا، ہمارا پاکیزہ ایمانی رشتہ جو ہے، اللہ والے کی محبت کا، نفس تو نہیں چاہتا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے ظاہری جدائی ہو، مگر ہمارا پیارا اب جنت کے باغوں میں ہے، یہ خوشی ہمارے لیے زخم جدائی کا مرہم اور پھایا ہے لیکن اس فطری غم کو ہم حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے دردِ دل میں اور مشن میں بطورِ پاور اور اسٹیم بنا کر پورے عالم میں عشق کی آگ لگادیں، اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا کام کریں اور اللہ کے پیارے کو جنت میں مزے کرنے دیں اور ان کی روح کو تسکین پہنچائیں اور آخرت میں ملاقات سے پہلے ملاقات کے لیے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی نصیحتوں کا اہتمام کریں۔

۲۔ جہاں تک حضرت والاؒ کے فیضِ عام کا تعلق ہے تو جیسا کہ مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے خوب وضاحت سے فرمایا کہ اللہ والوں کی وفات کے بعد ان کا فیض بڑھ جاتا ہے، اور اس کے وسائل بھی بیان فرمائے، خلفاء، مواعظ، کتابیں وغیرہ حضرت والاؒ کے کیسے کیسے شاندار خلفاء ہیں، عاشقین اور متعلقین ہیں، جن کے دل جدائی کے غم سے ٹوٹے ہوئے ہیں، حضرت والاؒ کی امانت کے بوجھ کے احساس سے دل پھٹ رہے ہوں گے، گویا حضرت والاؒ کے سمندر سے نکلے ہوئے، دریاؤں اور ندیوں کی طغیانی اور بھی بڑھ جائے گی، لیکن یہ سمندر کہاں ہے؟ میرے آقا وہ آپ ہیں! حضرت والاؒ نے آپ کو اللہ سے مانگا ہوا تھا، اور مطمئن تھے، آپ نے ۲۲/سال کی عمر سے ماشاء اللہ حضرت والاؒ کو فارغ فرمادیا، اور جوانی میں آپ کو حضرت مولانا ابرار الحقؒ نے خلافت عطا فرمادی، میرے

پیارے حضرت! حضرت والاؒ ہم کو یتیم چھوڑ کر نہیں گئے ، بلکہ اپنی جگہ پر آپ کو چھوڑ کر گئے ہیں، آپ کا سایہ ہم پر عطا فرما گئے ہیں، جو حضرت والاؒ ہی کا سایہ ہے، بارہا حضرت والاؒ کا ارشاد سنا ہے کہ ''جس نے میاں مظہر سے بیعت کی اس نے گویا مجھ ہی سے بیعت کی'' یہ بھی سنا ہے کہ ''جو بھی میاں مظہر کے ساتھ بیٹھا گویا میرے ساتھ ہی بیٹھا'' اب تو اللہ خوابوں میں بھی دکھا رہے ہیں، مجھے تو خوابوں کی بھی ضرورت نہیں، مجھ پر تو اللہ نے حضرت والاؒ کی حیات ہی میں یہ بات کھول دی تھی، میں نے آپ پر کئی مرتبہ رحمتوں کی بارش ہوتی محسوس کی ہے، ایک مرتبہ دو سال پہلے کی بات ہے، عصر سے پہلے میں مسجد میں بیٹھا تھا کہ خانقاہ کے جالی والے دروازے پر ٹکٹکی باندھے کہ اس زمانے میں حضرت والاؒ اکثر عصر سے پہلے اپنا دیدار نصیب فرماتے تھے، میں نے دیکھا کہ حضرت والاؒ بالکل صحت مند تشریف لا رہے ہیں، میں حیرت زدہ ہوگیا مگر چند قدم کے بعد حضرت والاؒ کی بجائے آپ کا اظہار ہوا، حضرت والاؒ نے آپ کو کم عمری ہی میں تینوں خانقاہوں کی چیزیں حوالے کر دی تھیں، یہ درد اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ آپ کو یاد ہوگا حضرت والاؒ کی وفات کے کچھ دیر بعد میں نے آپ کو جرمنی سے فون کیا تھا کہ حضرت والاؒ کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے آپ نے بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا تھا کہ ''سورج غروب ہوگیا'' ہاں میرے آقا صدمے کا دھچکا اتنا سخت تھا اور غم کے بادل اتنے کالے تھے کہ دنیا اندھیروں میں ڈوب گئی تھی اور ایسا لگتا تھا کہ واقعی سورج غروب ہوگیا۔ مگر میرے اور اللہ کے پیارے حضرت والاؒ کا سورج یہ آسمانی سورج نہیں جو ڈوب جائے، یہ حضرت والاؒ کے عشق اور دردِ دل کا سورج ہے، جو قیامت تک نہیں ڈوبے گا، ان شاء اللہ۔ حضرت! اب آپ ہی حضرت والاؒ کے سورج ہیں۔ اور خوب آب و تاب اور چمک دمک سے طلوع ہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک اپنے عاشق کو محبت سے اپنے پاس بلالیں، اور اس کے چراغ کو بجھا دیں، یہ اللہ کی کیسی محبت ہوسکتی ہے، کیا حضرت والاؒ قبر مبارک میں اس حال میں خوش ہوں گے، آپ صادق ہیں، کریم ہیں، شفیق ہیں، مہمان نوازی کی مثال ہیں، آپ مجاہدہ کی مثال ہیں، جو آپ کو ایک نظر دیکھ لے وہ آپ کا عاشق ہوجاتا ہے، یعنی اللہ کا عاشق بننے لگتا ہے، میں اور میرے بیٹے پہلی نظر میں آپ کے عاشق ہوگئے، اب دل والے ہیں، آپ کی صحبت میں دل میں نور اور دین کا شوق پیدا ہوتا ہے، آپ کے سینے مبارک میں حضرت والاؒ ہی کا دل ہے، کیونکہ آپ خود حضرت والاؒ کے دل ہیں، جس کو ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں، حضرت والاؒ کو اپنی ذریات کی بہت فکر اور درد تھا۔ اللہ نے آپ کو شاندار صاحبزادگان حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم جیسے بیٹے اور اُن کے تین برادران دامت برکاتہم عطا فرمائے ہیں، مجھے تو آپ کے پوتوں میں بھی حضرت والاؒ کا نور نظر آتا ہے، حضرت والا! میرے محبوب! میں نے کبھی نہ

تحقیق کی نہ تجسس کیا، مگر مجھے اللہ نے آپ کی شخصیت میں وہ عالیشان صفات اور دل کا نور دکھایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت والاؒ کے مانگے ہوئے ہیں، اللہ کا خاص عطیہ مبارک ہیں، حضرت والاؒ کا حق تھا جنت میں مزے کرنے کا، بہت تڑپ لیے اور بہت رو لیے۔ اب یہ ڈیوٹی اور نورانی بوجھ اللہ نے آپ کو آپ پر ڈال دیا، وہی آپ کی مدد فرمائیں۔ دین جس کا ہے اسی پر آسرا، اختر کرو کام جس کا ہے اسی پر اپنی سب فکروں کو چھوڑ۔ مجھے یقین ہے کہ سارے کام حضرت والاؒ کے خلفاء، مریدین اور متعلقین جن کے سینے جدائی کے غم سے پھٹ رہے ہوں گے، اس غم کو اسٹیم بنا کر آپ کے سائے میں رہ کر حضرت والاؒ کے دردِ دل کو اور قوت سے سارے عالم میں پھیلائیں گے، حضرت اقدس! دل بھرا ہوا تھا آپ کتنے پیارے ہیں، اولوالعزم ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح غم کے پہاڑ دل میں چھپا کر ساری دنیا کو ہمت عطا فرما رہے ہیں، اللہ آپ کو اور سارے خاندان اور نسلوں کو خوب نوازے، ہر نعمت سے اور ہم سب کو قدردانی کی توفیق عطا فرمائے، اور آپ سے خوب فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے، حضرت والا یہ میرا عزم ہے مکمل فیضانِ محبت، اور آئینۂ محبت پڑھ کر اشاعت کرنے کا، خصوصی دعا کی درخواست ہے، تمام جائز مقاصد کے لیے بھی اور خاص الخاص کہ اللہ تعالیٰ میری نسلوں کو قبول فرمالیں۔ فقط آپ کا نالائق عاشق

شمس الحق صدیقی، جرمنی

ایران

(۱۶)

بسم الله الرحمن الرحيم

فضيلة الشيخ مولانا حكيم محمد مظهر حفظه الله ورعاه

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

وبعد، نرجوا ان يكون جنابكم بالخير والعافية تلقينا نبأ وفاة والدكم المكرم الداعية الكبير سماحةا لشيخ مولانا حكيم محمد اختر رحمه الله تعالىٰ باسف وحزن بالغين. انا لله وانا اليه راجعون. اعظم الله اجركم وغفر الله لميتكم واحسن الله عزائكم.

لاشک ان وفاة شیخنا الراحل احدث فراغا رهیبا فی اوساط العلم والتحقیق والمعرفة والربانیة فالمصاب جلل والامتحان کبیر وانا اذ نشارککم فی الحزن نسال الله سبحانه ان یلهمکم واسرتکم جمیعا الصبر والسلوان ویوفقکم لمواصلة طریقة وتحقق اماله الطیبة وهو المستعان وعلیه التکلان السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتهٗ

(الشیخ) عبد الحمید

مدیر جامعة دارا لعلوم زاهدان واساتذتها

❁

(۱۷)

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

اُمید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔ آپ کے عظیم والد عارف باللہ شیخ جلیل القدر حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال سے سخت متأثر ہوا انا لله وانا الیه راجعون اعظم الله اجرکم وغفرله واحسن الله عزاء کم.

بندہ ضعیف نے جب درجہ اولیٰ کے بعد حضرت مرشدی مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی۔ اسی وقت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شفقتوں اور نوازشوں سے بہرہ مند ہوتا رہا، حضور دونوں بزرگوں کی گفتگو اور اس وقت کی یادیں کبھی نہیں بھول سکتے۔ بے شک ان کا سانحۂ ارتحال ہم سب کے لیے اور بطور خاص اہلِ تعلق اور جناب کے لیے سخت امتحان ہے۔ لیکن امید ہے کہ اس نازک مرحلہ میں اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور دست گیری شامل حال ہوگی۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ سب کی مدد فرمائیں، اس خلا کو اپنی رحمت سے پُر فرمائیں اور حضرتؒ کے درجات بلند فرمائیں ان شاء اللہ ان کا فیض تا قیامت جاری رہے گا۔ یہاں بھی ایصالِ ثواب اور دعا اور ذکرِ خیر کا اہتمام ہوا، آپ سے دعاؤں کی درخواست ہے۔ محمد قاسم (قاسمی)

خادم حدیث وافتاء دار العلوم زاہدان ایران

❁

مدینہ منورہ

(۱۸)

بسمہٖ الکریم

بخدمت گرامی قدر مخدوم ومکرم حضرت مولانا محمد مظہر صاحب مدظلہٗ......وحضرت میر صاحب مدظلہٗ

وجملہ اہلِ خاندان ومتعلقین وخدام والمرتبت ادامکم اللہ بالخیر والعافیۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد سلامِ مسنون! بہت ہی صدمہ وغم کے ساتھ یہ خبر سنی کہ عارف باللہ شیخ المشائخ نمونۂ سلف مرشدنا حضرت شاہ محمد اختر صاحب ہم سے جدا ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ باجل مسمی اللھم اغفرلہ وارحمہ والحقہ بالرفیق الاعلیٰ واسکنہ جنۃ الفردوس مع الصدیقین والشھداء والصالحین۔

حضرت والا کی رحلت کسی خاندان کے فرد کا غم نہیں بلکہ پوری اُمتِ اسلامیہ کا غم ہے ؎

وما کان قیس ھلکہ ھلک واحد
ولکنہ بنیان قوم تھدما

حضرت کیا گئے، پورا عالم کیا، مشرق کیا، مغرب سوگوار ہوگیا، جہاں جہاں حضرت کے انتقال کی خبر پہنچی صف ماتم بچھ گئی اللہ تعالیٰ ہمارے حضرتؒ کی بال بال مغفرت فرمائے، درجات میں قرب ولذت سے نوازے، حضرتؒ اپنی طویل علالت بلکہ ۱۳؍سالہ معذوری کا دور جس صبر وشکر اور تسلیم ورضا کے ساتھ گزار گئے، اس نے حضرتؒ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا، اس کا اندازہ کرنا ممکن نہیں اور یوں تو پوری زندگی میں حضرتؒ کا ہر ہر عمل ہم سب کے لیے نمونہ اور قابلِ اقتداءِ عمل ہے۔ وفات کا دن ہی تھا، جو ہمارے دارالعلوم لسٹر کے ختم بخاری شریف کا دن تھا اور عصر کے بعد مجھے ہی آخری درس دینا تھا، چنانچہ دورانِ درس حضرتؒ کا یہ ملفوظ بیان کیا کہ ’’سبحان اللہ وبحمدہ‘‘ میں بندہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ’’جزاء وفاقا‘‘ کے طور پر اس کو عیوب ونقائص سے پاک کریں گے اور بندہ اللہ کی تحمید کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے خوبیوں اور محامد سے نوازیں گے کہ یقیناً حضرتؒ نے بھی بے شمار مجالس وارشادات وبیانات میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید بیان کی اور ’’جزاء وفاقا‘‘ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کو عیوب سے پاک اور محامد ومحاسن سے متصف فرما دیا ہوگا۔ دوسرے دن پیر کو اصلاحی مجلس میں (جس میں حضرتؒ کے ملفوظات سنائے جاتے ہیں) حضرتؒ ہی کے کچھ حالات بیان کیے اور وہ تعزیتی مجلس بن گئی، اس میں بھی ایصال ثواب کی تلقین کی اور دعائے مغفرت کی گئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت والاؒ کے صفاتِ حمیدہ واخلاقِ حمیدہ کا جانشین بنائے۔

احقر کے ساتھ بھی حضرتؒ کی جو بے پناہ الطاف وعنایات رہیں، اس کے بیان کے لیے ایک دفتر چاہیے، اللہ کرے کچھ لکھنے کی توفیق ہوجائے، اس وقت تو یہ چند کلمات تعزیت پر ہی اکتفا کرتا ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ اس کو کلماتِ تعزیت کہنا بھی گستاخی شان ہے، دعاؤں اور تسلی کا خود بھی محتاج ہوں۔

نوٹ: الحمد للہ حسب توفیق دعا ومغفرت وایصال ثواب کیا اور متعلقین اور حاضرین کو بھی تلقین کی۔ احقر مسلسل اسفار میں ہے، وفات کے دن ہی کینیڈا سے واپس آیا تھا، چار روز بعد ری یونین کا سفر تھا، پھر ہندوستان گیا وہاں سے عمرہ کی کوشش کی، الحمد للہ اب مدینہ شریف پہنچا ہوں اور نیت یہی ہے کہ یہ عمرہ حضرتؒ ہی کے نام پر کروں گا کہ حضرت کے بے شمار احسانات احقر پر ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

والسلام

محمد ایوب سورتی عفا اللہ عنہ

(خلیفۂ مجاز، حضرت مولانا ابرار الحقؒ)

۱۳/شعبان ۱۴۳۴ھ، از: مدینہ منورہ

برما

(۱۹)

بخدمت اقدس حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدمت اقدس میں عرض ہے کہ محسننا ومرشدنا ومعظمنا شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی اطلاع سے ہم سب خدام کے دل ناقابلِ اظہار وبیان صدموں اور حسرتوں سے شکستہ ہیں اور صدموں اور حسرتوں کی ہر گھڑی اور ہر ساعت ہم خدام آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ ہم سب خدام اس قیامت خیز خبر کے سنتے ہی حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب میں مصروف عمل ہیں اور دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو اپنے محبوب مشائخ کے ساتھ جنت کے اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے، آمین اور حضرت والا کے فیوض وبرکات کو آنجناب کے ذریعہ دنیا بھر میں عام وتام فرمائے، آمین۔ فقط

(حضرت مولانا) ہدایت اللہ، برما

(۲۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت اقدس حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

بعد تسلیم و بصد تعظیم! حضرت شیخ المشائخ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب کی حادثۂ جانکاہ وسانحۂ ارتحال کی خبر ملی، خبر ملتے ہی ایک سکتہ کی سی حالت طاری ہوگئی، یوں معلوم ہوتا ہے کہ جسم میں جان نہیں رہی۔ اس حادثہ پر قلم سے اظہار تاثر اور تعزیت نہیں کیا جاسکتا، صرف دل ہی محسوس کرسکتا ہے، گو حضرت والا نے طویل عمر پائی اور دنیا والوں کو ان کے فیوض وبرکات کا وافر حصہ ملا لیکن ان کی وفات سے رشد وہدایت کا ایک بڑا سر چشمہ خشک ہوگیا اور ان کا سایۂ عاطفت جو ہمارے سروں پر قائم تھا وہ بھی ختم ہوگیا۔ والبقاء لله وحدهٗ.

اللہ تعالیٰ آخرت میں حضرت والا کے مدارج بلند فرمائے اور عیش وآرام عطا فرمائے، یاایتها النفس المطمئنه... الخ نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

فقط

والسلام مع الاحترام

خدام حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحب مدظلہ

مولانا مفتی حافظ محمد سعد عارف صاحب مظاہری

مونا مفتی جمیل احمد صاحب مظاہری

مفتی حافظ محمد یونس مظاہری وغیرہم

❁

(۲۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت اقدس حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

خدمت میں نیاز مندانہ عرض ہے کہ بڑے حضرتؒ کی رحلت کی اطلاع سے ہم سب خدام کے دل غموں اور صدموں اور حسرتوں سے شکستہ ہونے کی حقیقت ایک عریضہ میں درخواست کی گئی تھی۔ جو ایک تعزیت نامہ کی شکل میں ہم نے دوسرے ہی دن ارسال خدمت کیا تھا، جس میں حضرت مولانا محمد ہدایت اللہ صاحب اور مولانا مفتی محمد ادریس صاحب اور دیگر بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے

مجازین کے دستخط بھی تھے، الحمدللہ حضرت کی زندگی میں ہر دعا میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحت کے لیے شامل ہونے کی سعادت نصیب تھی، اب الحمدللہ ہر نماز کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق ایصال ثواب کا بلا ناغہ موقع مل رہا ہے، خادم کو یقین ہے اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے محبوب مشائخ کے ساتھ جنت میں فائز فرمائیں گے، کل جمعہ کے دن مغرب کے بعد والی مجلس میں محترم سلیم بھائی کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال اور انتقال کے بعد کے تمام آمدہ حالات سن کر پوری مجلس رو پڑی اور معمول کے خلاف حضرت کا وعظ سنانے کی بجائے ہمہ وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کے لیے مصروفِ عمل رہی۔ بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خاندان کے احسانات ہم خدام پر اتنے ہیں کہ ہم جس کا بدل نہیں دے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے ہی دعا کرتے ہیں کہ عظیم اجر عطا فرمائے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی غیر موجودگی میں خانقاہ اور جامعہ کی ساری ذمہ داریاں آپ کی پشت پر آگئی ہیں، ہم خدام ہر دعا میں یہی اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح جانشین بنائے اور جو جو فیوض و برکات حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بروئے کار لائے۔ آپ سے بھی ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ ضرور دینی فیوض رونما ہوں گے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرارالحق صاحب قدس سرہٗ اور بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ زندگی بھر آپ کے حق میں دعائیں کرتے رہیں وہی دعائیں ضرور کام کریں گی، آپ سے درخواست ہے کہ ہم سب خدام کو اپنی دعاؤں میں شامل فرمائیں، ہماری کوتاہیوں اور ناسمجھیوں سے درگذر فرمائیں، آپ اپنی صحت کا بھی خیال فرمائیں اور آپ کی نیند کم معلوم ہوتی ہے، بہت ہی کم نیند کرتے نظر آتے ہیں اس لیے صحت کی خاطر نیند پوری فرمائیں جامعہ تشریف لے جاتے اور تشریف لاتے احتیاط فرمائیں، ہم خدام بھی کوشش کریں گے کہ پھر خانقاہ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوں آپ بھی دعا فرمائیں۔ دعاجو دعا گو

نیازمند نور محمد رنگونی

❁

(۲۲)

بسمہ تعالیٰ

محترمی ومکرمی وسیدی ومرشدی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد آداب وتسلیمات ۲۳؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ شب پیر کو عشاء کی نماز کے بعد حادثۂ جانکاہ کی خبر آئی کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس

دنیائے فانی سے پردہ فرما گئے۔

''انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اجرنا فی مصیبتنا وعوضنا خیرا منھا فان للہ ماا خذ ولہ مااعطی وکل شیء عندہ بمقدار . ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقکم لمحزونون''.

بس حضرت والا! رنج وقلق کا جو عالم ہے وہ احاطۂ تحریر سے خارج ہے، دوسرے دن سی ڈی موصول ہوئی، جس میں حضرت الحاج فیروز میمن صاحب دامت برکاتہم نے بڑے حضرتؒ کا وصیت نامہ پڑھ کر سنایا اس وصیت کی تعمیل میں تین دفعہ سورۂ اخلاص پڑھ کر ایصال ثواب کرنا معمولات میں شامل کرلیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ بڑے حضرت کو اپنے قرب میں جگہ دے اور اعلیٰ علیین میں عالی مقام نصیب فرمائے، اور پسماندگان کو خصوصاً آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

آخر میں دو شعر پیش خدمت ہے یہ شعر ایک بدوی نے حضرت عباسؓ کی وفات پر رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو سنائے تھے۔

اصبر نکن بک صابرین فانما صبر الرعیة بعد صبر الراس

خیر من العباس اجرک بعدہ ھو واللہ خیر منک للعباس

''آپ صبر کیجئے تو ہم بھی آپ کی اتباع میں صبر کریں گے کیونکہ رعایا اسی وقت صبر کرتی ہے جب بادشاہ صبر سے کام لے، حضرت عباس کے انتقال سے آپ کا اجر زیادہ باعث خیر ہے اور حضرت عباس کے لیے اللہ تعالیٰ آپ سے زیادہ بہتر ہے''۔ والسلام

بندہ عبدالعلی عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اشرف علی عفا اللہ عنہ (رنگون، برما)

❁

(۲۳)

موت العالِم موت العالَم

محترم ومکرم حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم

مزاجِ گرامی بعافیت ہوں گے۔ بعد سلام مسنون ہم سب بھی خیریت سے ہیں، حضرت عارف باللہ، شیخ العرب والعجم علامہ حکیم محمد اختر صاحبؒ کا سانحۂ وفات مرضئ مولیٰ کے تحت طے شدہ امر تھا، لیکن اُمت کے سروں پر سے ایک بڑے مشفق ومربی کا سایہ اٹھ گیا۔

اللہ تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل کی نعمت سے نوازیں، اور حضرت کو بلند درجات سے نواز کر

جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں، آمین۔ کریم مولا آپ کا سایہ اُمت کے سروں پر عافیت کے ساتھ دیر پا رکھے، اور اُمت کو صحیح سمجھ اور قدر دانی کی توفیق سے نوازے۔

بندہ نے حضرت کے لیے ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا اور ان شاء اللہ آئندہ بھی بشرطِ سہولت کرتا رہوں گا، حضرت کے فرزند مولانا محمد ابراہیم و اسماعیل اور دیگر حضرت کے متوسلین کی خدمت میں سلام عرض اور درخواستِ دعا۔ فقط والسلام

طالبِ دعا

عثمان جہانگیر، رنگون برما

پاکستان

(۲۴)

صاحبزادہ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب زید مجدہم ودامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احقر حضرت قدس سرہٗ کے جنازے میں شریک ہوکر گھر واپس پہنچا تو حضرتؒ کی وفات کے سانحہ کا طبیعت پر اثر تھا، اس وقت اِرتجالاً چند سطور قلم بند ہوگئیں تھیں، جناب کی خدمت میں اِرسال کر رہا ہوں، دعا کا محتاج ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت بعافیت رکھیں، اور آپ کے ہاتھوں سے خانقاہ اور جامعہ کا فیض قائم اور جاری وساری رہے۔ آمین۔ والسلام

محمود اشرف غفر اللہ لہٗ

(نائب شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی)

۲۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

(۲۵)

مخدوم ومحترم حضرت مولانا محمد مظہر شاہ صاحب!

اطال اللّٰہ بقائکم و ادام اللّٰہ برکاتکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ!

حضرت والاؒ کے داغِ جدائی کی خبر دل وجان پر بجلی بن کر گری! اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ

راجِعُوۡنَ۔

جاتے ہوئے کہتے ہیں قیامت کو ملیں گے   کیا خوب! قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

آہ! میری بدنصیبیاں! آہ! میری پیرانہ سالی! جس نے مجھے قدم بوسی سے بے نصیب رکھا! حتی کہ مری دنیا اندھیر ہوگئی! اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رٰاجِعُوۡنَ۔!!

اب میں کس کی مستجاب دعاؤں کی امیدیں دل میں پالوں گا؟ اب کس کی نورانی توجہات میرے دل کی جوت جگائیں گی؟ میں کتنا روؤں، میں کتنے آنسو بہاؤں، کیا میرا آنسو بہانا میری اجڑی دنیا کی رونقیں بحال کردے گا؟ موت اس امید کے رشتے کاٹ دیتی ہے ع

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دکان اپنی بڑھا گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رٰاجِعُوۡنَ۔ ! یَارَبَّ الۡعَالَمِیۡن اپنے صالح بندے کو مقربین میں شامل فرما کر اعلیٰ ترین درجات پر فائز فرما! آمین اور جس پاکیزہ چمن کی آب یاری میں حیاتِ مبارک کے نورانی لمحات صرف کیے اس چمن کی بہاروں کو دوام بخش دے! آمین ! یارب العالمین!

اللھم اغفر لعبدك الصالح السید الحكیم محمد اختر وابعثه فی عبادك المقربین! آمین

بشیر احمد حامد حصاری (رحمۃ اللہ علیہ)
(شیخ التفسیر والحدیث جامعہ معارفِ اسلامیہ رحیم یار خان)

❁

(۲۶)

مخدومی ومخدوم العلماء والفضلاء حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت شیخ العلماء والصلحاء مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ کے انتقال پر ملال کا شدید رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں اور انہیں کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائیں، ان کے ساتھ عفو درگزر کا معاملہ فرمائیں اور ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دیں اور آپ سب کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کو حاکم اور حکیم سمجھنا بڑا نفع دیتا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ حاکم حقیقی ہیں اس لیے ان کے کسی امر میں چوں وچرا کی گنجائش نہیں لیکن ساتھ ہی چونکہ وہ حکیم ہیں اس لیے ان کے ہر حکم

میں حکمت اور مصلحت ہوتی ہے، خواہ وہ حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے اس طرح بار بار مراقبہ کرنے سے قرارِ عقلی نصیب ہوجائے گا، پھر قرارِ عقلی کے بعد رفتہ رفتہ قرارِ طبعی بھی حاصل ہوجاتا ہے۔

دل سے دعا ہے اللہ تعالیٰ مخدوم مدظلہ اور جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرما کر اجر جزیل عطا فرمائیں آمین۔ جملہ پسماندگان کی خدمت میں یہی مضمونِ تعزیت پیش خدمت ہے۔

فقط والسلام مع الاحترام

بندہ محمد اقبال قریشی، ہارون آباد بہاول نگر

(خلیفہ مجاز مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

۞

(۲۷)

بخدمت جناب حضرت مولانا حکیم میاں محمد مظہر صاحب دامت فیوضہم

جانشین حضرت اقدس عارف باللہ آفتاب ولایت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از سلام مسنون!

حضرت والاؒ کی خبرِ وفات سنتے ہی زمین پاؤں سے نکل گئی حضرت ڈاکٹر عبد المقیم صاحب مدظلہ سے فوراً رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت کا مغرب کے فوراً بعد انتقال ہوچکا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رٰاجِعُوۡنَ۔

احقر الوریٰ آپ کے اس صدمہ میں تمام اہلِ خاندان اور اہلِ نسبت کے ساتھ شریک ہے انہی ایام میں مدرسہ نصرۃ العلوم کے سالانہ امتحانات وقوع پذیر تھے وقت کے اختصار کی وجہ سے جنازہ میں شریک نہ ہونے کی ہمیشہ حسرت رہے گی۔ حضرت والاؒ کو حق سبحانہ وتقدس اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرماوے اور حضرت والاؒ کے درجات بلند سے بلند تر فرمادے (آمین ثم آمین)۔ جناب والا سے دعا کی درخواست ہے اہلیہ محترمہ کافی عرصہ سے علیل ہیں ان کی صحت یابی کے لیے بھی خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

والسلام

عبد القیوم

(استاذ حدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گجرانوالہ)

(۲۸)

مخدوم زادۂ ذی قدر برادر معظم

حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت اقدس حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کی خبر صاعقہ بن کر گری اور دل ودماغ مفلوج ہوکر رہ گئے جامعہ ابوہریرہ میں فوراً تعطیل کر کے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت حکیم صاحب مرحوم کی ذات والا صفات بہت ہی عظیم تھی، آپ کی ذات دلآویز اور پرکشش تھی بلاشبہ اس میں ان کی فطری خداداد صلاحیت کے علاوہ حضرت پھولپوریؒ کے فیض یافتہ اور ان کے خصوصی منظورنظر تھے، جس نے اُن کو کیمیا بلکہ کیمیا گر بنا دیا تھا، انہیں سن کر، پڑھ کر اور دیکھ کر اور مساعئ مشاہدہ کر کے یوں محسوس ہوتا تھا کہ آسمان سے کوئی ملک مرسل بھیج دیا گیا، جو زمین پر بے تکلیف چل پھر رہا ہو اور خدائی کام کر رہا ہو۔ حکیم صاحبؒ کے مزاج میں نہایت شگفتگی، گفتگو میں سلامتی اور روانگی اور بے تکلفی تھی، آنکھوں میں نورِ علم کی چمک، باتوں میں شیرینی اور معصومیت، ان کی صورت، سیرت، کردار، اعمال، اخلاق اور ہر ادا عشق ومحبت سے لبریز تھی، ہر محفل، نشست، اجتماع وجلسہ گاہ اور مدرسہ وخانقاہ میں ایک خاص شان رکھتے تھے، بلاشبہ حضرتؒ کے مدرسہ وخانقاہ جہاں سے اول واخیر میں عشق ومحبت کا سودا فروخت ہوا کرتا تھا، طالبان علوم نبوت والہانہ عشقِ رسالت کا مرکز اور ماویٰ اور ملجا بنی ہوئی تھی، اُن کا درس، وعظ، مجلس بیان اور گفتگو درس حدیث اطاعت اور عشق ومحبت اور محبت نبوی کا ایک نمونہ بنی ہوئی تھی، وہ جس کیف میں گزاری اس کے حضرت کامل اہل تھے اُس کی کیفیت بیان کرنا ہمارے احاطۂ قلم سے باہر ہے۔

میں نے تو حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں پڑھی ہیں، مواعظ پڑھے ہیں، مجھے اُن کی کتابی اور مطالعاتی صحبت نے بہت فائدہ پہنچایا۔ اُن کے بیان کا ہر پیرا اُن کی تحریر کا ہر جملہ اور اُن کی تقریر کا ہر زاویہ زخمی اور مجروح قلب کی مرہم پٹی اور درد دل کی دوا ہوا کرتا تھا۔

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق
سامانِ صدہزار نمک داں لیے ہوئے

مخدوما! مجھ سے بات لمبی ہوگئی اللہ نے آپ کو اپنے عظیم والد کے علوم معارف، اخلاق واعمال اور مشن واہداف کا امین اور وارث وترجمان بنایا ہے، انہیں کی مسند کو آپ کے وجود سے سجایا ہے، وہی تمنائیں وہی توقعات وہی حسرتیں اور وہی امیدیں ہیں جو حضرت سے بندھی تھیں اب آپ

کے دامن سے وابستہ ہیں۔ اللہ کریم صبر دے، اجر دے اور ان تمام توصیفات سے سرفراز فرمائے جن سے حضرتؒ کو نوازا گیا تھا۔

میری طرف سے تعزیت عرض ہے۔ جامعہ ابو ہریرہ میں ہفتہ بھر ایصالِ ثواب اور دعاے مغفرت کا اہتمام رہا۔ مخدوما! آپ کی طرح ہم سب یتیم رہ گئے اور ہم بھی تعزیت کے مستحق ہیں۔

واجر علی اللہ. والسلام

عبد القیوم حقانی

(مدیر ماہنامہ القاسم، مہتمم القاسم اکیڈمی واستاذ الحدیث جامعہ ابو ہریرہ نوشہرہ)

(۲۹)

محترم ومکرم حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

حضرت اقدس حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ کی وفات کی خبر ایک سفر کے دوران سنی، یہ عرض کرنا تو تحصیلِ حاصل ہے کہ خبر بہت ہی افسوس ناک تھی۔ حضرت والاؒ جس طرح کی خوب زندگی گزار کر اللہ کے حضور حاضر ہوئے ہیں، یہ ان سے محبت کرنے والوں کے لیے تسلی کا سامان ہے، پوری زندگی یا تو اللہ کے نیک بندوں کے قدموں میں ان سے استفادے میں گزری یا اللہ کے بندوں کو اپنے مولیٰ سے جوڑنے میں۔ خاص طور پر عمر کے آخری تقریباً ربع صدی پر محیط حصے میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت والاؒ سے کام لیا اور جس طرح ان کا فیض عام ہوا، وہ بھی ان شاء اللہ عند اللہ مقبولیت کی ایک علامت ہے اور امید ہے کہ ''ثم یوضع لہ القبول فی الارض'' کا مصداق ہوگا حضرتؒ کے لواحقین ومتوسلین کے لیے اس صدمے میں تسلی کا دوسرا اہم سامان حضرت کے خلفاء، فیض یافتگاں، حضرت کے فیض سے جاری شدہ متعدد اداروں اور دینی سلسلوں اور حضرت کی اولاد کی صورت میں حضرت کے صدقات جاریہ ہیں۔ جو حضرت والاؒ پیچھے یادگار چھوڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی نافعیت اور مقبولیت میں اضافہ فرمائیں۔

حضرت اُن بابرکت ہستیوں میں سے تھے جن کا بستر پر محوخواب ہونا بھی ڈھارس اور تسلی کا سامان ہوتا ہے، خاص طور پر کراچی جیسے آماج گاہِ فتن بنے ہوئے شہر میں تو اللہ کی مقبول ہستیوں کا وجود اور بھی زیادہ اہم ہوتا ہے۔ اللہ حضرتؒ کے فیوض وبرکات کو ہمیشہ جاری وساری رکھے۔ اِنَّ لِلّٰہِ

مَـا أَخَـذَ وَلَهٗ مَاأَعطٰی وَکُلُّ شَئیٍ عِندَهٗ بِأَجلٍ مُّسَمّٰی، أَللّٰهُمَّ لَا تَحرِمنَا أَجرَهٗ وَلَا تَفتِنَّا بَعدَه.

والسلام طالب دعا

محمد زاہد

(نائب مہتمم واستاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد)

❁

(۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم المقام مخدوم مکرم حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

مزاج گرامی!

حضرت اقدس عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ کی رحلت کی خبر سن کر دلی دکھ ہوا متاع گراں ہائے تھی، ان کی علمی وروحانی برکتوں سے آج محرومی ہے۔ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے یہاں دومرتبہ جام پور تشریف لائے تھے یعنی ۱۹۷۹ء اور ۱۹۸۰ء میں جامع مسجد عثمانیہ اور محمدی مسجد میں حضرت کے بیانات ہوئے، بے حد مؤثر تھے۔ مفتی عبدالشکور ترمذیؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا مشرف علی تھانوی اور مولانا وکیل احمد شیروانی ودیگر حضرات پہلے موقع پر ساتھ تھے، اسی طرح سے دوسری مرتبہ مولانا محمد مالک صاحب، مولانا مشرف علی تھانوی صاحب اور مولانا عبد الرحمٰن اشرفی مرحوم ساتھ تھے، ان کی باتوں میں گلوں کی خوشبو تھی، اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے فیوضات وبرکات کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے، آمین۔ حضرتؒ کی وفات عالمِ اسلام کا عظیم نقصان ہے، حق تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے اور آپ سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں، آمین۔ حضرتؒ کی حیات پر ماہنامہ الابرار کا ایک خاص نمبر آنا چاہیے!۔ والسلام

احقر محمد اکبر شاہ بخاری غفرلہ

(مہتمم جامعہ اشرفیہ احتشام العلوم جام پور ضلع راجن پور)

❁

(۳۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم جناب حضرت مولانا محمد مظہر صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتهٗ

جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ (جامع مسجد درویش پشاور صدر) کے شیوخ حضرات، اساتذہ

کرام، جملہ انتظامیہ اور مہتمم صاحب نے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کو عالم اسلام کے لیے افسوسناک سانحہ قرار دیا ہے اور واضح کیا کہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلا پر نہیں ہو سکے گا۔ جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ (جامع مسجد درویش پشاور صدر) میں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بلندیٔ درجات کے لیے خصوصی دعائیں کی گئیں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب سمیت تمام خاندان اور خلفاء ومتوسلین سے تعزیت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، آمین ثم آمین۔

حافظ محمد اسحاق فقیر بن حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری رحمہ اللہ
(مہتمم جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ وجامع مسجد درویش پشاور صدر)

۞

(۳۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی مرتبت حضرت مولانا محمد مظہر صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی ذات عوام الناس کے لیے عموماً اور سلسلہ امدادیہ اشرفیہ کے متوسلین کے لیے خصوصاً ایک عظیم سرمایہ تھی۔ باوجود حضرت کی بیماری اور پیرانہ سالی کے، ہمیں یک گونہ اطمینان تھا کہ ہماری رہنمائی ہمارے اسلاف کی طرز پر کرنے کے لیے حضرت کی ذات عالی موجود ہے۔ لیکن ؎

جس کی حاجت قدم قدم پہ تھی
وہ بچھڑ گیا شفیق رفیق

بہرحال کُلُّ نَفۡسٍ ذَائِقَۃُ الۡمَوۡتِ کے مصداق آج ہم اور آپ اسی حکم ربی سے ایک صدمہ اور ملال کی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ لیکن الحمد للہ حضرت کی زندگی دیکھ کر یہ اطمینان ہے کہ حضرت نے اس دنیا میں سنت اور عشقِ الٰہی میں ڈوب کر جو زندگی گزاری، اس کے بعد یقین کامل ہے کہ وقت موعود پر یہی حکم صادر ہوا کہ ''یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ O ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً O فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ O وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ''۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے اعلیٰ علیین میں حضرت کو مقام عطا فرمائے اور آپ سمیت ہم سب پسماندگان اور متوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم

آمین۔

صدمہ اورغم کے اس موقع پر میں آپ کے ساتھ ہوں اور اس غم اور نقصان کو اپنا غم سمجھتا ہوں، ایک بھائی کی حیثیت سے پہلے بھی دعا گو تھا، اب بھی دعا گو ہوں اور کسی بھی موقع پر ان شاء اللہ آپ کی خدمت کے لیے دل وجان سے حاضر ہوں۔ جناب میر صاحب اور دیگر متعلقین کی خدمت میں سلام اور دعا کی درخواست۔ والسلام آپ کا بھائی

حافظ اسعد عبید

(ناظم جامعہ اشرفیہ لاہور)

(۳۳)

بخدمت فیض درجت، شمس شریعت، پیر طریقت، نور ہدایت، اعلیٰ حضرت، جناب فیض مآب ومرغوب طلاب، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سانحۂ ارتحال رومی وقت، تبریز دوراں، محی السنۃ، محقق فاضل، ولی کامل، عارف واصل، شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب تغمدہ اللّٰہ بغفرانہ کے سانحۂ رحلت سے مطلع ہوکر دلی صدمہ ملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ O اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَااَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَاصْبِرْ وَاحْتَسِبْ

جنابِ والا! آپ کو تسلی دینا گویا باغبان کو ثمر دکھانا ہے تاہم جن غم زدہ اور مصاب لوگوں کو ایسے مواقع پر آپ خود تسلیاں دیا کرتے تھے وہ آیات وآثار اور واقعات وحالات خود ہی سامنے رکھیے کہ یہی تسلی کے لیے کافی ہیں۔

چنانچہ آپ کے ذہن عالی مخزن میں یہ بات حاضر ہے کہ اس دنیائے فانی میں جو بھی آتا ہے اس کا انجام آخر کار فنا ہونا ہے، خواہ وہ دین کے لحاظ سے جتنا بھی عالی اور دنیا کے لحاظ سے کتنا ہی اونچا ہو، پشتو میں ایک کہاوت ہے ''تلاچہ عامہ شی آساندشی'' یعنی جب جب مصیبت عام ہو جاتی ہے تو آسان بھی ہو جاتی ہے تاہم دنیا سے کوئی تو ایسا جاتا ہے کہ ''فَمَا بَکَتْ عَلَیْہِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ'' ان پر زمین وآسمان نہیں روئے لیکن حضرت باباجی کی موت ''مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ'' کا مصداق ہوکر ایک عالم ان پر روتا ہے، کراچی کیا، پاکستان کیا، ایشیا افریقہ اور بہت سارے ممالک روتے ہیں۔ حضرتؒ کی خانقاہیں رو رہی ہیں، مدارس گریاں ہیں، تلامذہ مریدین اور معتقدین نالاں

و پریشاں ہیں، طلباء حزیں ہیں، علماء حیراں و سرگرداں ہیں جب کہ ایسے گئے گزرے معاشرے میں بھی کراچی کی عوام حضرتؒ کی وفات پر حسرات پر غریق غم ہیں، سالکین کے لیے عظیم المیہ ہے اور میرے فرزندان محمد برھان نعمانی، محمد لقمان روحانی اور محمد فرقان رحمانی آپ کے زیرِ تربیت رہتے ہوئے اب اس صدمہ سے نڈھال اور دریائے اندوہ میں غریق فکر و وہم ہیں۔

کڑے سفر کا تھکا مسافر تھکا ہے ایسا کہ سو گیا ہے　　خود اپنی آنکھیں تو بند کرلیں ہر آنکھ لیکن بھگو گیا ہے

لیکن ایسی موت کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ موت بہر حال آ ہی جاتی ہے اور اس سے خلاصی کا کوئی راستہ نہیں لیکن موت ہو تو ایسی ہو کہ شاید کہ کراچی نے علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع اور علامہ محمد یوسف بنوری رحمہم اللہ وغیرہ کے جنازہ کے بعد ایسا پرہجوم اور علماء طلباء صلحاء ہی کے عوام وخواص سے بھرپور ایسا عظیم جنازہ دیکھا ہو اور کیوں نہ ہو، حضرت والا مرحوم کے وجود مسعود میں روحانیت کا ایک عالم جمع تھا، وہ علوم ظاہری و باطنی کا کوہِ گراں تھے، نظم ونثر میں ان کا قلم انوکھا رواں رواں تھا، سخن فہمی وسخن سنجی میں بے مثل تھے، قرآن وحدیث میں ان کی راز دانی اپنی مثال آپ تھی، ان بحور بے کراں سے ہیرے نکال لانے کے بے مثل غوطہ زن تھے روح المعانی اور مثنوی مولائے روم کے حافظ اور اس کے رموز غامضہ کے خوب شناسا تھے۔

میرے والد ماجد مرحوم بھی مثنوی معنوی کے مدرس اور کلیات شمس تبریز کے عظیم وضخیم نسخہ کے رکھوالے تھے لیکن شومئ قسمت کہ ہم بچپن ہی میں یتیم رہ گئے اور بہت بعد میں یعنی اِمسال معارفِ مثنوی سے پتہ چلا کہ مثنوی مولوی معنوی اور کلیات شمس تبریز کے راز دان وترجمان تو اس زمانے میں بھی حضرتؒ کی شکل میں موجود ہے۔

پھر حضرت کی تحریر وتقریر دونوں کا انداز بھی انتہائی عجیب اور مؤثر تھا اور طریقۂ تربیت بھی الہامی تھا ایک دنیا کو دینی بلکہ تصوف کے رنگ میں رنگ دیا تو ایسی ہستی کی نیستی اور ہست سے نیست میں جانا یقیناً بڑا صدمہ اور سانحہ ہے۔ جس پر دنیا جتنا بھی غم کرے کم ہے۔

تاہم حضرت کا خانقاہی نظام، مدارس، تصانیف، تلامذہ، اجلہ خلفاء اور خصوصاً آپ کی صورت میں اُن کا صحیح جانشین اور ٹھیک خلف الرشید پسر منور مولانا حکیم محمد مظہر کے ہوتے ہوئے مولانا حکیم محمد اختر زندہ تھے، زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے کیونکہ آپ لائق میراث پدر فرزندار جمند ہو۔

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو　　پھر پسر لائقِ میراثِ پدر کیوں کر ہو

یہ ایک خوش آئند بات ہے اور سوگ وار خاندان اور تمام متعلقین ومتوسلین کے قلوب کسیرہ وجریحہ کے لیے خوب جبیرہ اور زبردست مرہم پٹی ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ حضرت والاؒ کو غریقِ رحمت فرما کر جنت الفردوس کے درجاتِ عالیہ پر فائز وفائق فرمائے اور تمام سوگ واروں کو صبرِ جمیل واجرِ جزیل عطا فرمائے اور حضرت کی برکات ان کے تلامذہ مریدین خلفاء ومعتقدین اور متوسلین پر رکھ دے اور آپ کو حضرات کی نیک روایات کو زندہ وتابندہ رکھنے اور اپنے کمالات میں مزید ترقی کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائے آمین۔

والسلام

منجانب آپ کا دعا گو ودعا جو مخلص

ابوالبرہان محمد فضل عظیم اسعد حقانی نقشبندی غفرلہ

۞

(۳۴)

محترم جناب مولانا حکیم محمد مظہر صاحب زید مجدھم

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

وبعد! مزاج گرامی بخیر باد

اعظم الله اجركم واحسن عزائكم وغفر لميتكم

حضرت اقدس نوّر اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کی رحلت سے شدید صدمہ پہنچا۔ دل سے دعا گو ہیں کہ اللہ جل جلالہ حضرت والاؒ کو جنت الفردوس کے اعلیٰ مقامات سے نوازے، کامل مغفرت فرمائے، درجات کو بلند فرمائے اور آپ حضرات تمام متوسلین متعلقین احباب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے آمین۔

فقط

حسین احمد غفرلہٗ، نوشکی بلوچستان

۞

(۳۵)

حضرت اقدس حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

مزاج شریف!

عارف باللہ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ جن کا وجود عالمِ اسلام کے سر پر ایک شجرِ سایہ دار کی حیثیت رکھتا تھا، امرِ الٰہی سے دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔ اس وقت اُمتِ مسلمہ ایک عظیم رہبر اور عظیم انسان سے محروم ہوگئی ہے۔ آپ کو بحیثیت فرزند جو صدمہ

پہنچا اور ادارہ کو جو نا قابلِ تلافی نقصان ہوا وہ تو یقیناً نا قابلِ برداشت ہے۔ حضرتؒ کی زندگی میں بھی آپ کی شخصیت عالمِ اسلام کی عظیم شخصیت تھی اور ہے، اب آپ پر جو بھاری ذمہ داریاں عائد ہو چکی ہیں اُن کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ حضرتؒ کی رحلت پر تعزیتی جملے لکھ رہا ہوں اللہ صبر کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ والسلام

عبدالخالق رحمانی

(مہتمم جامعہ خلفائے راشدین، کبیر والہ خانیوال)

(۳۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم مولانا حکیم محمد مظہر صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

بعد از سلام

روزنامہ مشرق پشاور میں حکیم صاحب کی وفات حسرت آیات کا پڑھا تو دل پر ایک چوٹ لگی اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے کہ ایک اور عظیم اور بزرگ ہستی اور اسلاف کا نمونۂ اعلیٰ دنیا سے رخصت ہوگئی۔

قطب دوراں غوث الزماں عارف باللہ ولی کامل حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات دنیائے اسلام کے لیے ایک صدمہ جانکاہ ہے، آپ نہ صرف الہ آباد یونیورسٹی کے ایک فاضل طبیب تھے بلکہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ تھانوی کے دو مشہور خلفائے مجاز حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ اور محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے مسترشد بھی تھے اور ان عظیم خانقاہوں کے تربیت یافتہ تھے۔ ان دو تربیت گاہوں نے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کندن بنا کر رکھ دیا تھا اور تربیت گاہوں نے آپ کو ایک عظیم روحانی معالج بھی بنا دیا تھا مرشد اعظم، عظیم روحانی طبیب، دنیائے اسلام کے واحد نمونۂ اسلاف شارح مثنوی مولانا رومؒ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس خلا کا پر ہونا ممکن نہیں۔

سالک راہ حقیقت بود وگشت کز پئے عطائر رونی کو بکو

خود نہ پاکستاں کہ خاک ہندرا خامۂ اختر بہ بخشید آبرو

ایسے درد دل اور درد اُمت رکھنے والے نمونۂ اسلاف ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے آپ نے امت کے رشد وہدایت کے سلسلے میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں، آپ نے امت کی روحانی بیماریوں کی صحیح ترین تشخیص کی اور کامل معالج کی حیثیت سے صحیح صحیح علاج بھی تجویز کیا، اس وقت آپ اولیائے امت کے قافلہ سالار تھے اور علمائے دیوبند اور حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فکر امت کے سپہ سالار تھے آپ کا وجود مبارک امت کے لیے ایک وسیلہ رحمت وبرکت تھا ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

آپ کے چشمۂ علم وہدایت اور نورعرفان اور فیضان عرفان سے نہ صرف برصغیر پاک وہند کے مسلمان بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ مستفید ہورہی تھی آپ کا وجود مبارک عالم اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ایک عظیم اور اُمید افزا مقام خاص رکھتا تھا۔

آپ کے انتقال پر ملال سے دنیائے اسلام کو، دنیائے شریعت وطریقت کو، دنیائے روحانیت کو اور دنیائے روحانی معالجات کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ یہاں پر مجھے ڈاکٹر علامہ محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آخری دردانگیز شعار یاد آئے ۔

سرورِ رفتہ باز آید کہ ناید ۔ نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روز گارے ایں فقیرے ۔ دگر دانائے راز آید کہ ناید

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو منور وتاباں بنادے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے اور آپ کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دیدارِ اعلیٰ سے مشرف ومنور وتاباں فرمادے اور آپ کی روشن کی ہوئی قندیل تاباں کو مزید روشن وتابان بنادے۔ اور پوری اُمتِ مسلمہ کو ان کی روحانی برکات وفیوضات سے مستفید فرمادے اور اُمتِ مسلمہ کو سامراج وقت کی دسیسہ کاریوں اور طاغوتی اور شیطانی فریب کاریوں اور مکاریوں سے بچا کر ایک مرکزِ اسلامی پر مجتمع فرما کر ریاست ہائے متحدہ اسلامیہ خلافتِ اسلامیہ کی تشکیل اور تکمیل فرمادے آپ کو اور دیگر لواحقین کو صبر واستقامت عطا فرمائے آمین ثم آمین یا اللہ العالمین۔

اس تعزیت نامہ کو علامہ حکیم نیر واسطی مرحوم کے درج ذیل اشعار پر ختم کرتا ہوں ۔

اب یہ شکلیں پھر نہ دکھلائے گی دنیا دیکھ لو ۔ مصطفیٰ کے عاشقوں کی شکلِ زیبا دیکھ لو
اُمتِ مرحوم کے ماتم میں اب روئے گا کون ۔ دامنوں سے داغہائے معصیت دھوئے گا کون
ہے دعا نیرؔ کی برسے تجھ پر بدلی نور کی ۔ ہو ہمیشہ تجھ پر نور افشاں تجلی طور کی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے　　　بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

العبد

ڈاکٹر فقیر محی الدین افغانی درگوئی

(مہتمم ندوۃ العلماء حصارہ درگئی تحصیل وضلع چارسدہ، خیبر پختون خوا)

(۳۷)

باسمہ تعالیٰ

محترم المقام ومکرم جناب حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اہلِ نظر اس حقیقت کو تسلیم کیے ہوئے ہیں کہ گذشتہ چند صدیوں سے برصغیر (پاک وہند) کو دینی قطبیت کے مرکز ہونے کا شرف حاصل رہا ہے جو کہ بحمد اللہ تا حال برقرار ہے۔ (أَللّٰهُمَّ زِدْفَزِدْ، آمِین)

چنانچہ یہ مردم خیز خطہ دینی علوم وفنون، حدیث وتفسیر کی خدمت ہدایت خلق اور احیاء سنن ورد بدعات کے لحاظ سے عالم اسلام کے تمام خطوں پر سبقت لے گیا ہے کیونکہ ان صدیوں میں برصغیر میں جو ہستیاں نمودار ہوئیں بلا مبالغہ ان کی نظیر دوسرے اسلامی خطوں میں ملنا مشکل ہے۔

اسی برصغیر کا ایک چشمۂ علم وعرفان دارالعلوم دیوبند بھی ہے (صانہا اللہ واقامہا) جو کہ مجددین اُمت کی تربیت گاہ کی حیثیت کا حامل ادارہ ہے جہاں سے ہر وقت مفسرین، محدثین، فقہاء متکلمین اور اہلِ تزکیہ وسلوک کی کھیپ تیار ہوتی رہی ہے، یہیں سے دعوت وتبلیغ کی تجدیدی تحریک ابھری اور یہیں سے تحریک حریت کے عظیم داعی تیار ہوئے، اس مرکز علم وعرفان نے نہ صرف یہ کہ نابغہ شخصیتیں تیار کیں، بلکہ اسلام کی ہمہ پہلو تجدید واحیاء کے لیے عظیم الشان اداروں کو جنم دیا۔

فرزندان دارالعلوم دیوبند ایک جانب فقہ، حدیث اور علوم ظاہریہ میں اگر ائمہ مجتہدین کے حقیقی جانشین اور سچے متبع ہوتے ہیں تو دوسری جانب تصوّف کے ائمہ سمجھے جاتے ہیں، تصوف کو فقہ وحدیث کے ماتحت چلانا ان کی امتیازی شان رہی ہے، یہ اہلِ قلوب جگہ جگہ انسانیت سازی کے لیے خانقاہیں قائم کرتے اور بندگان خدا کا اپنے رب سے حقیقی معنوں میں رشتہ جوڑنے کی غرض سے بیعت وارشاد کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔

تصوّف وتزکیہ کے پرازخار میدان میں اکابر علماء دیوبند کی نسبتوں کا ایک امین عظیم مرشد

حکیم العصر حضرت مولانا حکیم شاہ محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اجل اور برصغیر کے علاوہ عرب وعجم کے لیے مرجع خلائق تھے۔

حضرت رحمہ اللہ کی وفات قحط الرجال کے اس نازک دور میں ایک بہت بڑا سانحہ ہے جو کسی خاندان قبیلہ جماعت یا کسی ایک شہر کا سانحہ نہیں بلکہ مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ کا مصداق ہے۔

واقعی حضرت جیسی ہستیوں کی جدائی سے بہت بڑا خلا پیدا ہوتا ہے جو مدتوں پر نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کی شان رہی ہے کہ تا قیامت رجال کار پیدا فرماتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ وہ اس خلا کو آنجناب حکیم مولانا محمد مظہر صاحب زیدت معالیکم و دیگر خلفاء سے پرفرمائیں۔

ہم اس موقع پر جہاں آپ سے تعزیت کرتے ہیں وہاں خود کو بھی تعزیت کا مستحق سمجھتے ہیں ان للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطی و کل شیء عندہ باجل مسمیٰ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون رحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ وغفرلہ مغفرۃ تامۃ واسکنہ الفردوس الاعلیٰ اللھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ، آمین۔

فقط والسلام

حافظ خیر محمد عفا اللہ تعالیٰ عنہ

(مہتمم) جامعہ خیر المدارس العربیہ بلوچی قلعہ کلی گل محمد کوئٹہ

۰۳۲۱-۸۱۶۰۷۵۱

(بمعرفت: بغداد آٹوز صادق شہید روڈ، مالی باغ، کوئٹہ)

(۳۸)

محترم المقام جناب بھائی محمد مظہر صاحب زید مجدکم العالی

و متعلقین اہلِ خانہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج اُمتِ مسلمہ ایک عظیم داعی اور مفکرِ اسلام حضرت تھانویؒ کے چشم و چراغ سے محروم ہوگئی، ایسے حضرات صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت حکیم صاحب کو اعلیٰ علیین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام لوگوں کو اور ہم کو از حد صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین والدِ محترم جناب حضرت حافظ عبد القدیر صاحب مدظلہ العالی نشست اور صحت سے محروم ہوئے اور علالت کی وجہ

سے نماز جنازہ میں حاضر ہونے سے قاصر رہے، بندہ حقیر فقیر عبدالعزیز اور حاجی محمد اسحاق صاحب و دیگر شریک ہوگئے تھے ہزاروں لوگ رش اور ٹریفک جام ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ میں شرکت سے محروم رہے، گوکہ آنے والے ثواب سے محروم نہیں ہیں لیکن تڑپ اور تشنگی رہی، اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور حضرت حکیم صاحب کے مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر طرح کے مصائب و پریشانیوں سے محفوظ فرمائے اور عافیت کے ساتھ سلامتی نصیب فرمائے آمین آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں، الفاظ نہیں ہیں اور محترم حضرت حافظ صاحب کی طرف سے آپ سب کو صبر کی تلقین اور دعاؤں کی درخواست۔ والسلام

احقر الانام محمد عبدالعزیز ابن حافظ عبدالقدیر عفا اللہ عنہ

(۳۹)

محترمی ومکرمی ومخدومی حضرت اقدس جناب حکیم مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میرے مربی میرے مرشد عارف باللہ حضرت اقدس آپ کے والد محترم حضرت حکیم اختر قدس سرہٗ کے سانحہ ارتحال کی خبر ہمارے لیے سانحہ عظیمہ سے کم نہ تھی حضرت اقدس کا وجود مسعود مسلمانانِ عالم کے لیے بمنزلة الروح لحیاة الجسم تھا اور آپؒ کی وفات کغیابة الشمس من العالم بن گئی اور آپ کی دعوات مستجابہ فی اوقات الایجابیہ سے ہم سب ہی محروم ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت کی شدتِ مرض کی خبریں ہم کئی دنوں سے سن رہے تھے اور یہ خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ چراغ جو ایک صدی سے منور تھا بلکہ جس کی روشنی یورپ سے افریقہ تک اور برصغیر سے بلادِ عربیہ تک پھیلی ہوئی تھی اور ایک عالم اس چراغ کی ضیاء پاشیوں سے منور ہو رہا تھا کہ وہ چراغ کہیں اچانک بجھ ہی نہ جائے اور بالآخر وہی ہوا۔

حضرت والا! اس دار الفناء میں کسی کو بھی بقاء نہیں:

لو کانت الدنیا تدوم لواحد
لکان رسول اللہ (ﷺ) فیھا مخلدا

اگر دنیا میں کسی ایک نے ہمیشہ رہنا ہوتا تو آپ ﷺ ہمیشہ رہتے۔

حضرت اپنے دار البقاء کے لیے اپنی مستعار زندگی میں خیر کثیر جمع کر کے گئے اور اپنے بعد

باقیات الصالحات آپ کی اور آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد ابراہیم کی شکل میں نیز سینکڑوں خلفاء، متوسلین، تلامذہ و مریدین خانقاہ اور دینی اداروں نیز اپنے مواعظ حسنہ کی صورت میں چھوڑ گئے ہیں جو یقیناً حضرت اقدس کے لیے صدقہ جاریہ ہیں أَللّٰهُمَّ زِدْفَزِدْ۔

حضرت کا سانحہ ارتحال صرف آپ کے لیے ہی نہیں، ہم سب کے لیے عظیم صدمہ ہے اور یہ صرف آپ کا ہی نہیں، ہم سب کا دکھ ہے، مگر مستعار زندگی کے بعد آخرت کا سفر اک ابدی حقیقت ہے کہ جس سے نہ انکار ممکن ہے اور نہ ہی فرار ممکن ہے، اس وقت ہم سب ہی تعزیت کے لائق ہیں، مگر سنت پر عمل پیرائی کی نیت سے یہ چند سطور ضبطِ تحریر میں لائی گئی ہیں۔

اللّٰهم اکرم نزله ووسع مدخله وابدله خیرا من داره واهلا خیرا من اهله ونقه من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس اللهم ادخله الجنة الفردوس الاعلی برحمتك یا ارحم الراحمین.

والسلام

خیر اندیش محمد فاروق کشمیری

(۴۰)

گرامی قدر حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آخر آنے والی گھڑی آئی اور نہ سننے کے باوجود یہ خبر سننا پڑی کہ ہمارے مربی مشفق حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب جن کو مدظلہ لکھا کرتا تھا آج رحمة الله علیه رحمة واسعة لکھ رہا ہوں۔

آزاد کشمیر میں اس روز بہت آندھی اولے پڑے اور سڑکیں بھی بند ہوگئیں لہٰذا کراچی پہنچنے کی کوئی صورت نہ بن پڑی، یہ اپنی ہی کم نصیبی ہے، البتہ ادھر ہی جو کچھ ہوسکتا تھا، کلمات خیر اور تلاوت قرآن پاک اور وظائف جاری رکھے اور تازیست یہ سلسلہ جاری رہے گا، اللہ تعالیٰ آپ کو صبر کی توفیق ارزاں فرمائے اور اب آپ کا دست شفقت مجھ جیسے ناچیز پر رہے تاکہ دین دنیا کی بھلائی ہوسکے۔

فقط والسلام

آپ کا تابعدار محمد عبدالخالق راولاکوٹی

ضلع پونچھ تحصیل راولاکوٹ

❁

(۴۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقبال نواز! سلام نیاز

۲؍جون ۲۰۱۳ء اتوار آغاز شب ایک جملہ اِنَّـا لِـلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ کے ساتھ ہی دعائے صحت کی التجائیں یکا یک مغفرت کی نواؤں میں ضم ہوگئیں کہ ؎

فضاؤں میں اُڑتا ستارہ گیا خلاؤں میں اک ماہ پارہ گیا
نظر میں نہ تھا کوئی جس کا جواب وہ ظلمت میں جاکر چھپا آفتاب
ذہانت کا اک غنچہ مرجھا گیا صداقت کا اک پھول کملا گیا
نوازش کا ایواں گرا ٹوٹ کر مروت کی سونی ہوئی رہ گزر
محبت کی اک شمع گل ہوگئی اندھیرے میں اک روشنی کھوگئی
فسانے کا اک باب گم ہوگیا کوئی جاگتے جاگتے سوگیا

التجائیں اورنوائیں اسی ایک ذات بلند و برتر سے تھیں جو درد بھی دیتی ہے اور دوا بھی، دوا بھی فوراً مؤثر، لرزتی آواز میں ادا ہونے والا درج بالا جملہ دل پر گزرنے والی مصیبت کو صبر اور استقامت کے سانچے میں ڈھال کر، ہر غم کو غم جاناں بنا دیتا ہے کہ وہی تو ایک دیوار ہے، جس سے ہر دکھتی ہوئی پیٹھ ٹیک لگا سکتی ہے، یہ سلسلہ اسی سے شروع ہوتا اور اسی پر ختم ہوتا ہے اور ہر راہ اسی کی چاہ کے در تک جاتی ہے ؎

دل پژمردہ اک بے نام خوشبو سے مہک اٹھا سجایا میں نے لرزیدہ لبوں پر نام جب اس کا

یہ تصور کس قدر دل ربا ہے، ہم اسی کے تھے اور اس کے ہاں پہنچ گئے، منزل کا حسن اور محبوب کی قربت مل جائے تو راستے کی جملہ صعوبتیں سکون وسکینت کا پیش خیمہ بن جایا کرتی ہیں، یاس آس کے پیرہن میں مسکرانے لگ جاتی اور ذہن کا افق جگمگانے لگ جاتا ہے کہ ؎

ہمارے ولولے زندہ ہیں جس کی باتوں سے ہم اس کی یاد میں آنکھوں کو نم نہیں کرتے
ہزاروں دیپ جلا کر جو آپ بجھ جائے ہم اس چراغ کے بجھنے کا غم نہیں کرتے

مگر کیا کیا جائے کہ دل کا غم اور آنکھوں کا نم فطرت انسانی کی مجبوری ہے، پلکوں پر ستارے محض اس لیے نور دے رہے ہیں کہ فقر وغنا کا وقار، علم وعمل کا اعتبار، ذوق وظرف کا نکھار اور شعر وادب کا سنگھار قبر کی گہرائیوں میں اتر گیا ہے، دکھ اس امر کا ہے کہ چراغ بجھتے جا رہے، ستارے ڈوبتے جا رہے اور اندھیرے بڑھتے جا رہے ہیں اور ؎

آنے والے آئیں گے پھر بھی خلا رہ جائے گا جانے والوں کی کمی پوری کبھی ہوتی نہیں

اللہ تعالیٰ کس قدر رحیم ہیں کہ انہوں نے موت کی ساعت موت کی کیفیت اور موت کا مقام تینوں سے ہمیں بے خبر رکھا ہے اور یہی بے خبری باعث ہے، کائنات کی رعنائی کا، اگر ان تینوں باتوں سے آگاہی ہوتی تو زندگی ایک چلتی پھرتی قبر بن کر رہ جاتی ؎

اجل کے ہاتھ کوئی آرہا ہے پروانہ نہ جانے آج کی فہرست میں رقم کیا ہے

راقم الحروف کو اپنی اس محرومی کا شدید احساس ہے کہ وہ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ سے مل نہ سکا اور ان کے مواعظ ہی اسے محبت کا درد عطا کرتے رہے، اس کے مقدر میں زیارت ہوتی تو وہ نطق شاعر سے یہ اشعار مستعار لے کے یوں عرض گزار ہوتا ؎

جو صفاتِ مردِ مومن کیں بیاں اقبال نے تیری صورت میں انہیں دیکھا ہے چشمِ حال نے
دستِ فطرت نے تجھے بخشا ہے ہر سامانِ ناز آنکھ کا نم، روح کی بے تابیاں، دل کا گداز
ذہن کی تحریک، جذبے کی لپک، مقصد کی ضو آرزو کی آنچ، ارادے کی تپش، جرات کی لو
ہم جمودِ مستقل، تو برق ہے، سیماب ہے تو ہماری راکھ میں اک شعلۂ نایاب ہے
اے فقیرِ خود نگر! اے بندۂ روشن ضمیر! دوسروں کی طرح میں بھی ہوں ترے در کا فقیر
اپنے مخزن سے کوئی لعل و گہر مجھ کو بھی دے سوزِ دل مجھ کو بھی دے، ذوقِ نظر مجھ کو بھی دے

آرزو ہے کہ ان کی خوب صورت یادیں ہماری تنہائیوں کو بہلاتی بھی رہیں اور تڑپاتی بھی کہ انسان مرحوم ہو جاتے ہیں مگر یادیں مرحوم نہیں ہوتیں ؎

تمہاری یاد سے میری کتابِ غم کا دیباچہ خدا رکھے یہی ٹوٹے ہوئے دل کا سہارا ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقوش پا کی چاندنی عطا کرے اور ہمیں ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنا دے اور ان کے مرقد خاکی پر بہاریں گلستاں در گلستاں پھول برساتی رہیں اور ستارے انجمن در انجمن نور بکھیرتے رہیں اور ؎

گزرے جو اس طرف سے وہ گرویدہ ہو ترا یوں عنبریں ہو ان کی لحد سید الوریٰ

والسلام

محتاجِ التفات

محمد اقبال جاوید

(۴۲)

لیہ کریانہ سٹور

بندہ حقیر ناچیز محمد عبدالحی کی طرف سے محترم ومکرم حضرت اقدس مولانا شاہ محمد مظہر صاحب حفظہ اللہ

کی خدمت اقدس میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرٰى واستعينوا بالصبر والصلوٰة ان اللّٰه مع الصابرين فان للّٰه ما اخذ وله ما اعطى وكل شىء عنده باجل مسمّى فلتصبر ولتحتسب (متفق عليه)

اللہ پاک حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ونوّر اللہ مرقدہٗ کی کامل مغفرت فرمائیں ان کی حسنات کو قیامت کی صبح تک جاری فرمائیں جنت الفردوس میں اپنے قرب کی منزل مقرر فرمادیں اور بندہ کو اللہ رب العزت حضرت والا کی تعلیمات پر مکمل اخلاص کے ساتھ عمل کرنے والا بنادیں، آمین۔

اللہ پاک کی شان ۲۲؍رجب کو سوچ رہا تھا صبح قرآن مجید ختم کرنا ہے کن کو ہدیہ کروں تھوڑی دیر بعد حضرت والا کی وفات کی خبر آگئی ۲۳؍رجب کو اس دعا کے ساتھ قرآن کریم ان دعا کے ساتھ ہدیہ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت والا کے فیوض وبرکات میں سے بندہ کو بھی وافر حصہ عطا فرمادیں حضرت کی حسنات کو قیامت کی صبح تک جاری فرمادیں اللہ پاک اکابرین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بندہ کو عطا فرمادیں بندہ آپ کی دعاؤں کے بے محتاج ہے۔ محمد عبدالحیؔ

۰۳۲۱۶۷۶۰۰۷۵

(۴۳)

محترم ومکرم جناب حضرت اقدس مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاجِ گرامی بخیر وعافیت ہوں گے!

حضرت اقدس شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ کے انتقال کی جانکاہ خبر جہاں حضرتؒ کے اہلِ خانہ متعلقین اور بحیثیت جانشین آپ کے لیے انتہائی صدمہ کا باعث بنی، وہاں ہی اہلِ بلتستان خاص کر ادارہ تعلیم القرآن (چھوربٹ، بلوچستان) کے خدام وطلباء کے لیے بھی انتہائی افسوس ناک ثابت ہوئی، حضرت والاؒ کی شفقتیں اور عنایتیں ارض شمال میں بسنے والے اقلیت اہلِ سنت عوام پر تاحیات قائم رہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ حضرتؒ کے درجات کو مزید بلند فرمائے، اور

آپؒ کے مشن کو تا ابد تابندہ و پائندہ رکھے۔ آمین۔

والسلام

مولانا محمد ثناء اللہ غالب

(ناظم اعلیٰ ادارہ تعلیم القرآن تھونگموس چھور بٹ بلتستان)

(۴۴)

I C R C

Islamabad, 7 june 2013
ISL 13/ 00404

Dear Maulana Hakeem Muhammad Mazhar,

It was with shock and grief that we received the news of the sad demise of the great saint and revered Islamic scholar Hazrat Maulana Sahah Hakeem Muhammad Akhtar.

The late Maulana was no doubt a renowned Islamic scholar and a great humanitarian who rendered memorable services for helping the suffering humanity.

On behalf of the International Committee of the Red Cross (I C R C) Delegation in Pakistan, I would like to offer my sincere condolences to you and your family at this moment of grief.

May your father's soul rest in peace and we wish strength to you and your family to pass through this diffucult phase.

Sincerely Yours,
Paul Castella
Head of Delegation

Maulana Hakeem Muhammad Mazhar
Jamia Ashraful Madaris
Gulistan-e-Jauhar
Karachi

International Committee of the Red Cross House 12, Street 83, G-6/4- Islamabad, Pakistan
T+92 51 282 4780 F +92 51 282 4758 www.Icrc.org

مرے دریائے الفت کا عجب ساحل ہے اے اختؔر
کہ ساحل پر بھی ان موجوں کی طغیانی نہیں جاتی

(حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

قدومِ اختر

یہ نظم حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جنوبی افریقہ تشریف آوری کے موقع پر حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث دارالعلوم زکریا) نے تحریر فرمائی۔

آج آئے یہاں عالمِ باعمل
شاعرِ دیدہ وَر، عارفِ بے بدل

ان کی آمد سے بزمِ تصوف سجی
دل بنے گلستاں، غفلتیں مضمحل

دل کے آئینے کو تم جِلا بخش دو
ہیں وہ تشریف فرما یہاں آج کل

بلبلیں ہیں نوا سنج ہر سُو بہت
جھوم کر گارہی ہیں کمالاتِ گل

آگہی مشکل است، مرشدے بایدت
ہوئے ہر چند تم عقلِ کل، عقلِ کل

دیدہ ہا پرزنم، علم وحکمت بہم
شمعِ تاباں کی ضو، نورِ دل مشتعل

کہتے ہیں تم نظر کی حفاظت کرو
تم سنبھالو نگہ اور خود بھی سنبھل

قلب کی روح ہے ذکرِ حق، ذکرِ حق
پاک ہوگا سدا تیرے دل کا محل

مثنوی کی وضاحت اگر چاہیے
شیخ اختؔر کے ہاں پاؤگے اس کا حل

نثرہٗ کالدرر، شعرہٗ کالغرر
وجہہٗ کالقمر، شانہٗ کالجبل

قلب افراط وتفریط سے پاک ہے
اِن کی تعلیم ہے معتدل معتدل

چشمۂ معرفت سے پیو ساتھیو
زخمِ عصیان ہوگا بہت مندمل

وہ سراپا محبت یہاں آئے ہیں
حکمتوں پر ہے ان کا بیاں مشتمل

فانی دنیا ہے بے شک خدا کی قسم
اے رضاؔ مت لگاؤ کبھی اس میں دل

خیر مقدمی کلمات

۲۰۰۴ء میں حضرت والاؒ کی لاہور تشریف آوری کے موقع پر حضرت مولانا مشرف علی تھانوی (عارفؔ) صاحب دامت برکاتہم نے یہ اشعار حضرت والاؒ کی شان میں ارشاد فرمائے تھے۔

وہ حکیم ملتِ بیضاء کے پیغامِ شفاء
کہتی ہے ملت جنہیں اہلاً وسہلاً مرحبا

وہ سراپا رحمتِ منان ہے جن کا وجود
ہے سراپا یُمن وبرکت بالیقیں جن کا ورود

ابرِ رحمت ہیں برائے کِشتِ زارِ سالکاں
جُرعۂ صہبائے رحمت ہیں برائے تشنگاں

ہر نفس ہے زندگی کا جن کی پیغامِ اِلٰہ
منتظر مدت سے تھی جن کی نگاہِ خانقاہ

سن رہے تھے مدتوں سے آمد آمد کے پیام
پردۂ قسمت اُٹھا آخر مِلا دل کو مرام

اہلِ لاہور اُن کی آمد سے سراپا شاد ہیں
بالیقیں جو ترجمانِ اشرف وامداد ہیں

جو بڑی ڈھارس ہیں عارفؔ سالکانِ دین کے
ناخدا ہیں کشتیٔ وابستگانِ دین کے

شمعِ محفل میں دل آویز روشنی نہ رہی

درو دیوارِ گلستاں میں دل کشی نہ رہی
غُنچہ و لالہ و گل میں بھی تازگی نہ رہی
صحنِ گلشن میں اُداسی ہے، عنادل گم صم
فصلِ گل سے جو میسّر تھی وہ خوشی نہ رہی

ہائے پژمردگیٔ برگ وسمن روحِ چمن
حیف! گلشن کے نگہبان کی ہستی نہ رہی
بادۂ عشق کی لذّت سے ہیں میکشِ محروم
مے کدہ باقی ہے لیکن وہ مے کشی نہ رہی

پیرِ مغاں بزم سے کیا اُٹھ کے گیا اے ہمدم!
شمعِ محفل میں دل آویز روشنی نہ رہی
موہ لیتا تھا دلوں کو جو کلامِ اخترؔ
اب کسی اور کے سخن میں وہ چاشنی نہ رہی

شمسِؔ تبریز کا آہنگ و فغانِ رومیؔ
رنگِ عرفان میں ڈوبی سخن وری نہ رہی
خوش بوئے پھولؔ پُری، ذوقِ محمد احمدؔ
عکسِ ابرارؔ بھی ہے پر وہ دل بری نہ رہی

عشقِ مولیٰ کا سفیر یعنی وہ شاہِ اخترؔ
نقشِ پا کہتے ہیں اس جیسی عاشقی نہ رہی
اس کا ہر شعر ہے اصلاح و ہدایت کا چراغ
رشد و تقویٰ سے مزیّن وہ شاعری نہ رہی

بحرِ عرفان کا غوّاص و ناخدائے زماں
موجِ عصیاں ہے مگر وہ شناوری نہ رہی
تھا وہ میدانِ تصوّف میں اس صدی کا امام
اُس کے رُتبے سے ہمیں آہ! آگہی نہ رہی

روحِ عشاق کو اس درجہ کیا ہے سیراب
تشنہ کامانِ محبت کی تشنگی نہ رہی
نفس نفس میں جو دل بستگی کا ساماں تھا
وہ لفظ لفظ کی تاثیر اخترؔی نہ رہی

شاہِ اخترؔ کی ہمہ جہت نیابت کے لیے
در حقیقت شہِ مظہرؔ کی ہم سری نہ رہی
حبِّ حق، حبِّ نبیؐ، حبِّ شیخ مل جائے
بس اس کے بعد کوئی فکرِ بستوؔی نہ رہی
(نتیجۂ فکر: مولانا شفیق احمد بستوؔی، فاضل دیو بند)

o..............................o

ساقیٔ دوراں نہیں رہا

مستی و کیفِ قلب کا ساماں نہیں رہا
اخترؔ کا اپنے ہاتھ میں داماں نہیں رہا
وہ چہرہ جس کو دیکھ کے ہوتے تھے غم غلط
افسوس! اب وہ ماہِ درخشاں نہیں رہا
اس بات کی خوشی ہے مجدّد ملا مجھے
اس پر رہے گا غم کہ قدرداں نہیں رہا
پاتا ہوں اپنے دل میں تغیّر کی اک فضا
وہ نور، وہ سرور، وہ فیضاں نہیں رہا
دہلی و لکھنؤ تھے تکلّم پہ جس کے دنگ
صد حیف وہ سخنورِ دوراں نہیں رہا

جس نے کیا تھا دل کو مرے رشکِ صد بہار
کیسے کہوں وہ جانِ بہاراں نہیں رہا

شیدا تھے جس حسین کے طفل و جوان و پیر
وہ جان و جانِ جان وہ جاناں نہیں رہا

ہر اک کو یہ گمان تھا میں ہوں اُنہیں عزیز
وہ مُشفق و رحیم وہ خوباں نہیں رہا

حیرت میں اہلِ علم تھے ششدر تھے اہلِ عقل
وہ علم اور وہ فہمِ فراواں نہیں رہا

ملتا ہے دل کسی کو، کسی کو فقط زباں
دونوں جسے ملے تھے وہ انساں نہیں رہا

لاکھوں قلوب جس سے ہوئے آشنائے حق
وہ مردِ حق وہ قُلزُمِ عرفاں نہیں رہا

عالِم بھی وہ کہ موت ہے عالَم کی جس کی موت
عرفاں میں ان سا صاحبِ عرفاں نہیں رہا

جام و سبو و مینا کی افسردگی بجا
میخانے میں جو ساقیٔ دوراں نہیں رہا

وہ عندلیبِ گلشنِ عشقِ خدا گیا
وہ نغمہ سنجِ الفتِ جاناں نہیں رہا

ارشؔاد کس سے پوچھوں گا اب رازِ حسن و عشق
وہ آشنائے جادۂ جاناں نہیں رہا

وزن عروضی: مفعول فاعلات مفاعیل فاعلان از بحر مضارع

(نتیجۂ فکر: مفتی محمد ارشاد اعظم، ناظم تعلیمات جامعہ اشرف المدارس)

o..............................o

عاشقِ ربِّ غنی

رفت از دنیائے دوں مردِ تقی
''افتخارِ ہر نبیؐ و ہر ولی''
اہلِ نسبت حاملِ قلبِ نقی
محرمِ رازِ خفی رازِ جلی
خامۂ اُوکرد شرحِ مثنوی
آہ ثانی مولویٔ معنوی
ایں جہاں محروم شد، تاریک شد
از فراقِ ناشرِ نورِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سرنگوں شد پیش اُو دنیائے حسن
آہ رفت اُو عاشقِ ربِّ غنی
شاہِ اخترؔ محرمِ سرِّ طریق
شاہِ اخترؔ وارثِ اشرف علی
یادگارِ احمدؔ و ابرارؔ بود
نورِ چشمِ مرشدِ عبدالغنیؔ
چہ می پُرسی حالِ من اے چارہ گر
من کہ ہستم تابعِ نفسِ دنی
المدد اے کردگارم! المدد
شد وفاتِ مخبرِ نفسِ دنی
صبر کن ارشادؔ ازحد صبر کن
تاتو بر امرِ خدا راضی شوی

(وزن عروضی: فاعلاتن فاعلاتن فاعلن از بحر رمل)

(نتیجۂ فکر: مفتی محمد ارشاد اعظم)

ہنداور پاک میں ایسا کوئی رہبر نہ رہا

آج تقویٰ کے فلک پر شہِ اختر نہ رہا
خضرِ منزل نہ رہا، قوم کا رہبر نہ رہا
وہ گلستانِ شریعت کا گلِ تر نہ رہا
آج زندوں کو کوئی شیخ میسر نہ رہا

جب تھا وہ سایہ فگن گلشنِ احمدؐ کا شجر
ہر طرف عام تھا فیض اُن کا بفضلِ داور
اہلِ دل، اہلِ وفا، اہلِ ہنر، اہلِ نظر
جمع رہتے تھے سبھی پیرِ مغاں کے در پر

مئے توحید بھی زندوں کو پلائی جس نے
اور سوئی ہوئی ملت بھی جگائی جس نے
راہِ سنت بھی سرِ عام دکھائی جس نے
اور بگڑی ہوئی ہر بات بنائی جس نے

ہند اور پاک میں ایسا کوئی رہبر نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہِ اختر نہ رہا
جو دکھاتا تھا رہِ عشق، وہ رہبر نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہِ اختر نہ رہا

خانقاہوں میں بھی اور معرفت کی راہوں میں
ضوفشاں آپ تھے سنت کی حسیں راہوں میں
آپ تنہا تھے تصوّف کی گزر گاہوں میں
دل کو تڑپادے جو تاثیر، تھی وہ آہوں میں

کس قدر حامیٔ سنت تھا، درخشاں تھا وہ
اس زمانے میں شریعت کا نگہباں تھا وہ
پیکرِ عشقِ نبیؐ، حاملِ قرآں تھا وہ
زہد وتقویٰ و طہارت کی بھی پہچاں تھا وہ

بحرِ عرفان و شریعت کا شناور نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہِ اختر نہ رہا
اب وہ میدانِ تصوّف کا قلندر نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہِ اختر نہ رہا

جذبۂ عشق ووفا ہے کہاں پروانوں میں
کیف ومستی کی کہاں تاب ہے مستانوں میں
مئے توحید کی لذّت کہاں پیمانوں میں
آج کہرام مچا ہے سبھی مے خانوں میں

کیا گئے آپ گلستاں سے، گئی فصلِ بہار
لُطف جینے کا گیا، موت ہوئی سر پہ سوار
دردِ فرقت ہے بہت سب کے لیے دل آزار
اشکِ غم ہی نہیں آنکھیں ہیں سبھی کی خوں بار

مئے توحید سے لبریز وہ ساغر نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہِ اختر نہ رہا
وہ فصاحت و بلاغت کا سخن ور نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہِ اختر نہ رہا

ذوقِ مجنوں ہے نہ لیلیٰ میں وہ رعنائی ہے
بزمِ رنداں میں بھی پھیلی ہوئی تنہائی ہے
جس طرف دیکھئے اب غم کی گھٹا چھائی ہے
قلبِ محسنؔ میں نہ اب تابِ شکیبائی ہے

غم گُساری میں کوئی آپ کا ہم سر نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہِ اختر نہ رہا
اب کوئی علم کے میداں کا غضنفر نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہِ اختر نہ رہا

حضرتِ عبدِ غنی سے تھی محبت اُن کو
شاہِ احمد کی میسّر رہی صحبت اُن کو

شاہِ ابرار نے بھی دی تھی خلافت اُن کو
خوب اشعار میں حاصل تھی مہارت اُن کو
ہند اور پاک میں ایسا کوئی رہبر نہ رہا
آج تقویٰ کے فلک پر شہِ اختر نہ رہا

(نتیجۂ فکر: مولانا قاری احسان محسن (اعمیٰ) مہتمم مدرسہ دارالعلوم کٹیسرہ مظفرنگر، یوپی، انڈیا)

نذرانۂ عقیدت

پاک طینت، پاک سیرت، باصفا جاتا رہا
اس جہاں سے اک نشانِ قدسیاں جاتا رہا
کیوں نہ ہو ماتم کناں یہ سرزمینِ پاک وہند
شجر کاری کر کے اس کا باغ باں جاتا رہا
رورہا ہے پورا عالم، پوری دنیا اشک بار
قوم وملت کا محافظ، ناخدا جاتا رہا
بایقیں جو پاک میں تھا اِک چراغِ مثلِ طور
وہ منور کر کے اب سارا جہاں جاتا رہا
مشرق ومغرب میں پھیلا فیض جس کا چار سو
چھوڑ کر وہ یہ زمین وآسماں جاتا رہا
فیض جس کا عام تھا اقوامِ عالم کے لیے
ایسا مرشد، ایسا مونس، جانِ جاں جاتا رہا
زندگی جس نے گزاری سنتوں کی چھاؤں میں
اہلِ سنت کا محافظ، حق نما جاتا رہا
صد ہزاراں سالکاں کو وہ مجلّا کر کے خوب
آفتابی شان کا پیرِمغاں جاتا رہا
اے حزیں قاسمؔ ہے اُن کی داستاں اب عرش تک
مختصر لکھ کہ نبی کا ترجماں جاتا رہا

(نتیجۂ فکر: مولانا محمد قاسم لوہاروی
ناظم مدرسہ دینیہ حسن پورلوہاری ضلع شاملی یوپی)

شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شانِ اقدس میں ہدیۂ عقیدت از طرف جامعہ عربیہ احسن العلوم

ح　حق ادا کیا ہوسکے گا آپ کی مدحت کا اب
معترف ہے یہ زمانہ آپ کی عظمت کا جب

ک　کس قدر تھے آپ علم ومعرفت میں غوطہ زن
کس قدر تھے آپ اس مسلک میں مصروف ومگن

ی　یہ مسلسل باطنی اِصلاح پر دیتے تھے زور
یعنی باطن پر زیادہ آپ فرماتے تھے غور

م　میرِ محفل بھی تھے گویا انجمن کی شان تھے
بزمِ اختر آپ کی تھی آپ اس کی جان تھے

م　معرفت کا درس دیتے تھے جہاں میں اس طرح
بوئے گل صحنِ چمن میں پھیلتی ہے جس طرح

ح　حسنِ سیرت سے نوازا تھا خدا نے آپ کو
یاد مدت تک رکھے گا یہ زمانہ آپ کو

م　مسندِ بزمِ طریقت کی بھی زینت آپ تھے
گویا اشرف المدارس کی بھی شوکت آپ تھے

د　دل پسند ودل نشیں، ہر دل عزیز ودل رُبا
آئینہ سنت کا گویا آپ کی تھی ہر ادا

ا　احسن العلوم دیتا ہے عقیدت کا سپاس
شیخ مفتی زر ولی سے تھا تعلق اُن کا خاص

خ　خوب صورت خوب سیرت، علم کا عرفان تھا
آفریں صد آفریں کیا عبقری انسان تھا

ت　تیرگی کو دی انہوں نے معرفت کی روشنی
اُن کا ’’فیضانِ محبت‘‘ ہے یقیناً دیدنی

ر　رب سے کرلیں آج سب مل کر حسنؔ بس یہ دعا
جنت الفردوس میں ہو مرتبہ اُن کو عطاء

(نتیجۂ فکر: مولانا محمد ہمایوں مغل حسنؔ)

ترجمانِ عشق الٰہی

پیرِ کامل، شیخِ دوراں آج رخصت ہوگیا
ترجمانِ عشقِ یزداں آج رخصت ہوگیا
ہوگیا روپوش حکمت کا درخشاں آفتاب
معرفت کا ماہ تاباں آج رخصت ہوگیا

جس نے کتنوں کو بچایا معصیت کی دھوپ سے
کیا کہوں وہ ظلِ رنداں آج رخصت ہوگیا
کام سیلابِ معاصی روکنا جس کا رہا
سدِّ آہن پیشِ عصیاں آج رخصت ہوگیا

دیکھنے سے جس کے یاد آتی تھی اللہ کی ہمیں
ہائے وہ نورانی انساں آج رخصت ہوگیا
جامِ عشقِ حق پلایا کتنے بادہ خواروں کو
دے کے ان کو رب کا عرفاں آج رخصت ہوگیا

ہے فلک ماتم کناں تو حزن میں ڈوبی زمیں
اولیاء کا کیوں کہ سلطاں آج رخصت ہوگیا
دھوکے میں تم حسنِ فانی کے کبھی آؤ نہ لطفؔ!
تھا سدا یہ جس کا فرماں، آج رخصت ہوگیا

(نتیجۂ فکر: مولانا لطیف الرحمٰن لطفؔ)

فیضِ تھانہ بھون

گلشنِ تھانہ بھون کے چہچہاتے عندلیب
شاہ اختر، شاہ ہردوئی کے تھے بے حد قریب
وجد میں آتی ہے جیسے روحِ مولانائے روم
مثنوی کی شرح جس نے سن لی ہے اس کا نصیب

سرورِ عالم سے تھی ایسی محبت آپ کو
سنتوں سے عشق، بدعت سے تھی نفرت آپ کو
وعظ میں روتے تھے خود اوروں کو دیتے تھے رُلا
اس ادا پر مل گئی دنیا میں شہرت آپ کو

(نتیجۂ فکر: انیس پرخاصویؔ الٰہ آبادی، رکن عالمی رابطہ ادب اسلامی (ہند))

مرشدِ ملتؒ کے چند مجازین کا ذکر

جانشین ہیں والد مرحوم کے مظہر میاں
لختِ دل، لختِ جگر، نورِ نظر، اہلِ زباں
میر صاحب صاحبِ دل، خوش خصال وباوفا
اور مراد پیر ومرشد، رہبرِ راہِ صفا
حضرت فیروز میمن، پارسا پرہیزگار
پیر ومرشد کا چہیتا اور تھا دل کا قرار
نیک طینت، نیک سیرت محترم بھائی شمیم
حضرتِ والا کے نائب اور دانا وفہیم
اور محبوبِ زکریا اہلِ دل، اہلِ نظر
جن پہ تھی نظرِ عنایت شیخ کی شام و سحر
مشفقی ومخلصی ومحترم بھائی نثار
مرشدِ کامل ہی اُن کے دل کا تھا چین وقرار
شیخ ابراہیم بھی ہیں اُن کے نسبت یافتہ
پیر ومرشد پر جو اپنے جان ودل سے ہیں فدا
ہیں خلیفۂ اجل جو اس وقت مولانا جلیل
ہیں وہ بھاول نگری، اور رکھتے ہیں اخلاقِ جمیل
حضرتِ والا کے عاشق اور دیرینہ رفیق
عالمِ دیں، اہلِ دل، اہلِ قلم، بے حد شفیق
حضرتِ عبدِمقیم اک آفتاب وماہتاب
دورِ حاضر میں نہیں ہے دوستو! جن کا جواب
کیا حبیب، عبد الرشید اب، سب کے سب بے تاب ہیں
فرطِ غم سے در حقیقت ماہیِ بے آب ہیں
حضرت والاؒ کو دے فردوس میں اعلیٰ مقام
قبر کو کردے منوّر اُن کی، اے ربّ الانام!
اہلِ خانہ کو الٰہی کر عطا صبرِ جمیل
ہے بصد منت دعا کاملؔ کی اے ربِّ جلیل

(نتیجۂ فکر: کامل چاٹگی الہٰ آبادی، انڈیا)

عرش سے پیام آیا وصل کا اختؔر کے نام
چل دیئے فی الفور اختؔر کر کے دنیا کو سلام

ابتدا کرتے ہیں اس کے نام سے جو ہے رحیم
مہرباں بندوں پہ ہے اپنے، جو ہے بے حد کریم
بعد اس کے ہو ثنائے رحمۃٌ اللعالمیں
جن کا مخلوقات میں ہمسر نہیں، ثانی نہیں

یوم دوشنبہ جون کی دو، بیس سو تیرہ عیسوی
وقت مغرب شوق سے خلدِ بریں کی راہ لی
آنِ واحد میں خبر ہر سمت گونجی دل خراش
برق سی دل پر گری، غم سے ہوا دل پاش پاش

شیخِ دوراں قطبِ عالم چھوڑ کر فانی جہاں
چل دیا دنیا سے لے کر وہ حیات جاوداں
آسمانِ عشق کا اختؔر نظر سے چھپ گیا
اک جمالِ خاص کا مظہر نظر سے چھپ گیا

ہوگیا مہرِ ولایت حیف آنکھوں سے نہاں
غرق ہو کر دے گیا بحرِ الم میں یہ جہاں
یادگارِ حضرتِ عبد الغنی دانائے راز
شاہِ احمد، شاہِ ہردوئی کا نائب اور مجاز

حاملِ نورِ نبوت، رہبرِ راہِ صفا
قطبِ دوراں، شیخِ کامل، صاحبِ فہم وذکا
اس کی آنکھوں سے چھلکتی تھی مئے سہ آتشہ
اس کی آنکھیں؟ ہم کہیں باہم سراپا میکدہ

اپنی آنکھوں سے پلاتا روز وشب جامِ طہور
ایک پل میں معرفت کا بھردیا کرتا تھا نور
اپنی نظروں سے رذائل دور وہ کرتا رہا
قلبِ زنگ آلود کو پر نور وہ کرتا رہا

منبعِ رشد وہدایت اس کی تھی یہ خانقاہ
مطلعِ نورِ نبوت اس کی تھی یہ خانقاہ
کھولتا تھا جس گھڑی محفل میں وہ اپنا دہن
ہونے لگتی انجمن میں بارشِ دُرِّ عدن

جتنے آئے طالبِ حق، حق سے واصل کردیا
اک نگاہِ لطف سے ناقص کو کامل کردیا
مونس وہمدرد وغمخوار وشفیق ومہرباں
ہائے ایسا چاہنے والا بھلا پائیں گے کہاں

نو برس وہ لیٹے لیٹے سب مراتب طے کیے
بعد اس کے جانبِ عرشِ بریں وہ چل دیے
زندگی بے کیف ہو کر رہ گئی اس کے بغیر
ہوگئی تبدیل غم میں ہر خوشی اس کے بغیر

جائیں تو جائیں کہاں اب تیرا در ہم چھوڑ کر
کیسے جائیں ہائے تیرے در سے ہم منہ موڑ کر
منتشر صد حیف تنکے سب نشیمن کے ہوئے
غنچہ وگل مضمحل، افسوس! گلشن کے ہوئے

(نتیجۂ فکر: کامل چائیلی الہ آبادی)

ہدیۂ دعائیہ من جانب منصور

پُر اثر خالقِ عالم تری صحبت رکھے
تجھ کو اختؔر بصد اکرام سلامت رکھے

ہو عطاء تجھ کو ولایت کا مقامِ اعلیٰ
تجھ پہ اللہ صدا اپنی عنایت رکھے

زندگی ساری ہو سنت کا نمونہ تیری
تابدم سر پہ یہی تاج کرامت رکھے

گل ہے تو گلشنِ ابرار کا بے شک یکتا
دل میں ہر ایک کے خالق تری عظمت رکھے

تیرے درجات میں اللہ ترقی دے مزید
حبّ و عشق تری رگ رگ میں سرایت رکھے

تیری آہوں کے اثر سے ہوئے گھائل لاکھوں
دل میں تیرے یہ سدا سوزِ محبت رکھے

تجھ کو اللہ کرے دہر کا قطب الاقطاب
خانقاہ کو تیری دُکانِ ہدایت رکھے

ہوں تصانیف تری سارے جہاں میں مقبول
تا ابد یوں ہی یہ خوش بوئے محبت رکھے

تیری صحبت سے بدل جاتی ہے دل کی دنیا
تادمِ زیست تری حق یہی حالت رکھے

تیرے صدقے میں اے اختؔر ہو ہماری بھی نجات
روزِ محشر بھی تری ہم سے رفاقت رکھے

آل واولاد پہ ہر دم رہے فضلِ یزداں
اُن کے سر پر تجھے تادیر سلامت رکھے

زندگی تیری فراغت سے کٹے دنیا میں
سُرخرو تجھ کو خدا روزِ قیامت رکھے

واسطے تیرے ہے منصوؔرِ حزیں کی یہ دعا
تجھ پہ ہر آن خدا سایۂ رحمت رکھے

(نتیجۂ فکر: سید منصور غوری منصوؔر، انڈیا)

گلِ شاداب رخصت ہوگیا

گلشنِ حق کا گلِ شاداب رخصت ہوگیا
علم اور تقویٰ کا زریں باب رخصت ہوگیا

تھا جو مثلِ ماہیِ بے آب رخصت ہوگیا
دردِ فرقت سے جو تھا بے تاب رخصت ہوگیا

چار جانب تیرگی ہی تیرگی چھائی ہے اب
آفتابِ منبر ومحراب رخصت ہوگیا

اولیاء اللہ تو موجود ہیں اب بھی مگر
آبروئے محفلِ اقطاب رخصت ہوگیا

جو ضعیفی میں بھی تھا رشکِ جوانانِ چمن
کر کے سونی محفلِ احباب رخصت ہوگیا

وہ حکیمِ عصر بھی تھا اور طبیبِ دہر بھی
خوش نظر خوش فکر خوش القاب رخصت ہوگیا

سرزمینِ آس پر اب یاس کی بکھری ہے اوس
آسمانِ عشق کا مہتاب رخصت ہوگیا

سالکینِ راہِ حق کی زندگی سے یک بیک
معصیت کا کر کے سد باب رخصت ہوگیا

کس سے سیکھیں سالکیں اب نفس سے کُشتی کے گُر
راہِ حق کا رُستم وسہراب رخصت ہوگیا

جس کی گہرائی سے خود غواص بھی عاجز رہے
کر کے اُس دریا کو وہ پایاب رخصت ہوگیا

معترف تھے جس کی تابانی کے سب اہلِ نظر
دہر سے وہ گوہرِ نایاب رخصت ہوگیا

اب تیمّم خاک سے کرنا پڑے گا اے آثؔر
آب رخصت ہوگیا ہاں آب رخصت ہوگیا

(نتیجۂ فکر: شاہین اقبال آثؔر جون پوری)

فغانِ اختر

کلامِ اختر بہ قلبِ مضطر، بنامِ آہ وفغانِ اختر
ہے اس میں شامل پیامِ اختر، ہے اس کی زینت بیانِ اختر
جہانِ راہِ سلوک میں دل نشین ہوگا نشانِ اختر
فغانِ اختر ہے در حقیقت جریدۂ ترجمانِ اختر

ہے سالکینِ رہِ طریقت میں یوں نمایاں وہ جانِ اختر
کہ چاند جیسے کہ چودھویں کا ہو ضوفشاں درمیانِ اختر
وہ راز اُلفت کے کھولتی ہے کہ ساری محفل یہ بولتی ہے
کہ رَس سماعت میں گھولتی ہے فغانِ اختر، زبانِ اختر

جوانی کیا زندگانی ساری، ہمیشہ پیرانِ حق پہ واری
جبھی تو جانِ جہاں ہے پیارے، وہ رُوحِ مرشد، وہ جانِ اختر
کہیں تو کیف وسُکون بھی ہے، کہیں پہ دریائے خون بھی ہے
ذرا کلیجے پہ ہاتھ رکھ کے سنو آثرؔ، داستانِ اختر

حصولِ تقویٰ ہوا ہے کھیل اب، لگی وِلایت کی ہول سیل اَب
نہ خالی لوٹے گا کوئی گاہک، کھلی ہے جب تک دُکانِ اختر
اِدھر اُدھر کے، یہاں وہاں کے، کہاں کہاں کے ہیں لوگ شامل
جہاں سے خلدِ بریں کی جانب، رواں ہے یوں کاروانِ اختر

حضورِ مرشد میں دست بستہ ہیں پیشِ خدمت حروفِ خستہ
بھلا آثرؔ کا قلم شکستہ کہاں ہے شایانِ شانِ اختر؟

(نتیجۂ فکر: شاہین اقبال آثرؔ جون پوری)

اب کس کے لیے لکھوں

وہ جانِ غزل بچھڑا، اب کس کے لیے لکھوں
اے قلبِ حزیں! بتلا، اب کس کے لیے لکھوں

اشعار فقط کہنا مقصود نہ تھا میرا
پہلے تو وہ سنتا تھا، اب کس کے لیے لکھوں

موضوعِ محبت تھا، عنوان کی زینت تھا
وہ حسن کا شہزادہ، اب کس کے لیے لکھوں

کچھ لکھنے لکھانے کی کیا خاک تمنا ہو
وہ جانِ تمنا تھا، اب کس کے لیے لکھوں

جب اس کے بنا میری دنیا میں اندھیرا ہے
ہو لاکھ مصر دنیا، اب کس کے لیے لکھوں

وہ جس کی محبت کے اشعار کے بدلے میں
لوگوں سے ملا طعنہ، اب کس کے لیے لکھوں

جب مجھ سے وہ فرماتے ''تائبؔ کچھ اُڑا غزلیں''
دل جھومتا گاتا تھا، اب کس کے لیے لکھوں

اللہ کی خاطر جب مرشد سے محبت تھی
بے وجہ ہے یہ لکھنا اب کس کے لیے لکھوں

(نتیجۂ فکر: خالد اقبال تائبؔ جون پوری)

بیادحضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

قمر پہ جس کو ناز تھا وہ آسماں نہیں رہا
جو رشکِ آفتاب تھا وہ ضو فشاں نہیں رہا

چمن میں کیوں ہے خامشی؟ اداس کیوں ہے ہر کلی؟
تھیں جس کے دم سے رونقیں وہ باغباں نہیں رہا

قدم قدم پہ شفقتیں، نفس نفس عنایتیں
ملی جہاں سے الفتیں وہ آستاں نہیں رہا

وہ جس کے دم سے ہر طرف بہار ہی بہار تھی
وہ پاسباں بچھڑ گیا، وہ رازداں نہیں رہا

غضب ہوا کہ وہ جواں عزیمتوں کا کارواں
صداقتوں کا پاسباں اب اس جہاں نہیں رہا

کرم کا تھا جو سائباں، وہ مہرباں، وہ قدر داں
جو سب کا تھا عزیزِ جاں، انیسِ جاں نہیں رہا

فضا میں کیوں ہے سوگ سا؟ زباں کو کیوں ہے چپ لگی؟
جو انجمن تھا ذات میں، وہ پاسباں نہیں رہا

متاعِ جاں تو لٹ گئی، یہ زندگی اُجڑ گئی
کہ جس کے دم سے تھا جہاں، وہ مہرباں نہیں رہا

کہاں گئی وہ نغمگی؟ کہاں ہے گم وہ چاشنی؟
نصؔر یہ تجھ کو کیا ہوا کہ خوش بیاں نہیں رہا

(نتیجۂ فکر: محمد ذیشان نصؔر لاہور)

وہ مسکراتا چلا گیا ہے

جو عہد رب سے کیا تھا اس نے، وہ عہد اپنا نبھا گیا ہے
ہم اس کی فرقت میں رو رہے ہیں، وہ مسکراتا چلا گیا ہے

اے میکشو! میکدہ وہی ہے! سبو وہی ہے، نشہ وہی ہے
مگر کہاں وہ مئے محبت، جو وہ نظر سے پلا گیا ہے

بتا گیا ہے کہ جو حسینوں سے دل بچالے، نظر ہٹالے
جو زخمِ حسرت ہزار کھالے، وہ دل میں مولا کو پا گیا ہے

کہاں تلک نفس سے لڑوگے، چلوگے تنہا تو گر پڑوگے
ان ہی کے دامن کو تھام رکھنا جنہیں وہ چلنا سکھا گیا ہے

جہاں خزاں کا گزر نہیں ہے، کوئی شجر بے ثمر نہیں ہے
جسے اجڑنے کا ڈر نہیں ہے، وہ باغ ایسا لگا گیا ہے

رہا جو محروم دیدِ اخترؔ، تو میرے مرشد[۱] سے آملے وہ
وہ اپنی صحبت سے میرے مرشد[۱] کو اپنے جیسا بنا گیا ہے

چراغِ اخترؔ کی روشنی تو کبھی بھی مدھم نہ ہوگی طائرؔ
وہ خود بظاہر تو بجھ گیا ہے، ہزار شمعیں جلا گیا ہے

[۱] حضرتؒ کے خلیفہ مجاز حضرت الحاج فیروز عبداللہ میمن صاحب

(نتیجۂ فکر: ریحان طائرؔ)

وما ھو شان عرفان باختر

زمیں پر شور برپا چل بسے ہیں اک ولی کامل
جو یکتائے زمانہ تھے حکیم اختر ولی کامل

وہ اختر کیا وہ مختار زمانہ دین و دنیا میں
فرشتے بھی یہ کہتے تھے حکیم اختر ولی کامل

یکایک آہ دل سے کر دیا خاموش دنیا کو
کلیجہ منہ کو آتا یاد جب آتا ولی کامل

وہ دنیا سے گئے لیکن نمونہ ایسا چھوڑا ہے
کہ دنیا کو درخشندہ کیا ہے رہ ولی کامل

ہزاروں اہلِ دل کو بھی دیا حضرت نے سوزِ دل
جو ارمان دل حضرت وسوز دل ولی کامل

مزاج عارفانہ میں مجسم پیکر سنت
مثال اَب ان کے تقویٰ کی نہیں کوئی ولی شامل

وہ سنگم تھانوی کا اور جگر پارۂ پھول پوری
شہ ابرار کے بھی رازداں تھے وہ ولی کامل

بہائے فیض کو اپنے کیا سیراب دنیا کو
ہوئی محروم اب دنیا تڑپتی جاں ہوئی غافل

وما ھو شان عرفان باختر کا ستارہ ہے
شاہِ ولایت اور زمانہ کا ولی کامل

کہاں اب سننے پائیں گے بیان سنت احمد
جو شیدا پیکر سنت ولایت کا شہ کامل

ظفؔر کو بھی ملا تھا فیض حضرت ایک حسرت بھر
دل ارمان دل میں رہ گیا ہے وہ ولی کامل

(نتیجۂ فکر: محمد ظفر)

تبریزِ وقت، رومئ دوراں چلا گیا

گلشن کو کر کے باغباں ویراں چلا گیا
وہ پھول جو تھا نازِ گلستاں چلا گیا

وہ کاروانِ اہلِ طریقت کا رہنما
تبریزِ وقت، رومئ دوراں چلا گیا

وہ اہلِ دل کی بزم کی رونق چلی گئی
دریائے علم و پیکرِ عرفاں چلا گیا

چھائی جہاں میں ظلمتِ شب چار سمت اور
آغازِ شب ہی اخترِ تاباں چلا گیا

قطبِ زمان و عارفؒ باللہ، مردِ حق
جس پر فدا تھے سب کے دل وجاں چلا گیا

لاکھوں چراغ عشق خدا کے جلادیے
دنیا میں ہر سو کر کے چراغاں چلا گیا

رحلت سے اُس کی سارا جہاں ہوگیا یتیم
اہلِ جہاں کو کر کے پریشاں چلا گیا

امراضِ قلب و نفس کا وہ حاذقِ طبیب
اُمت کے دردِ روح کا درماں چلا گیا

میخوار ڈھونڈتے ہیں کہ ساقی گیا کہاں
تسکینِ شوق ومستی کا ساماں چلا گیا

پھر شاعری کو شاہِ سخن کی تلاش ہے
وہ شاہ لکھ کے آج جو دیواں چلا گیا

ناراض ہوکے عالمِ فانی سے آخرش
امجد وہ آج جانبِ جاناں چلا گیا

(نتیجۂ فکر: محمد امجد، بہاول نگر)

بلند رہے گا نامِ مرشد اہلِ دل کی داستاں میں

بلند رہے گا نامِ مرشد اہلِ دل کی داستاں میں
مسند نشیں تھا وہ قطبِ زماں بستیٔ عاشقاں میں

سارے عالم میں پھر کے دردِ محبت الٰہی سنا کے
رچا گیا بسا گیا عشق ومحبت قلب وجاں میں

نہیں پایا کوئی مزہ کہیں ایسا ہم نے جہاں میں
آہ! جو لذت ملی شیخِ دوراں کی آہ وفغاں میں

سکھا گیا چلنا نقشِ قدم نبی پر عاشقِ جانِ پیغمبر
وہ مجددِ زمانہ بجھا گیا سب چراغِ بدعت جہاں میں

گامزن ہوئے شاہراہِ اولیاء پر صد ہزار ہا بندگانِ خدا
تھی یہ تاثیر نگاہِ مرشد میں اور دردِ دل بیاں میں

آہ! کہاں پائیں اب وہ عارفِ ربانی وتھانویٔ ثانی
تھا جس کا وجودِ مسعود موجبِ برکت زماں میں

شہِ عبد الغنی، شہِ احمد، شہِ ابرار کا وہ منظورِ نظر
رومیٔ ثانی، یادگارِ اسلاف چلا گیا باغِ رضواں میں

ہوا نہیں جدا اے میرے محبوب! کاروانِ اختر سے
کہ شامل ہے ارمانؔ اب مظہر کے کارواں میں

(نتیجۂ فکر: محمد ارمغان ارمانؔ)

رثاء الشیخ

فَقَدُنَا الیَوُمَ رَأُسَ المُتَّقِیُنَاَ
کَرِیُمَ النَّفُسِ شَمُسَ العَارِفِیُنَاَ
آج ہم نے متقین کے سردار
نرم طبیعت انسان اور عارفین کے سورج کو کھودیا

عَلِیُمٌ بِالأَثَامِ وَالرَّذَائِل
وَتَغُیِیرِ الأَثَامِ بِالفَضَائِل
جو گناہوں اور بری خصلتوں سے واقف تھے
اور گناہوں کو اچھی عادتوں سے بدلنے کے طریقے سے بھی واقف تھے

لَقَدُ مَرَّضُتَنِی کُنُتُ عَلِیُلًا
جَزَاکَ اللّٰہُ یَا شَیُخِیُ جَزِیُلًا
اے میرے شیخ! آپ نے میری روحانی تیمارداری کی جبکہ میں روحانی مریض تھا
اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے عظیم عطا فرمائیں

یَقِیُنَا کُلَّنَا حُبًّا لِّجَاہِ
وَ یَدُعُوُنَا اِلٰی حُبِّ الإِلٰہِ
وہ ہم سب کو حبِّ جاہ سے بچاتے
اور حبِّ مولیٰ کی طرف بلاتے تھے

وَیَدُعُوُنَا اِلٰی حِفُظِ العُیُوُن
وَخَوُفِ اللّٰہِ فِیُ کُلِّ الشُّئُوُن
اور وہ ہمیں آنکھوں کی حفاظت کی طرف
اور تمام امور میں اللہ سے ڈرنے کی طرف بلاتے تھے

تَجَرَّعُنَا بِلَاخَوُفٍ وَ بَأُسٍ
شَرَابَ الحُبِّ کَأسًا بَعُدَ کَأُسٍ
(ان کی صحبت میں) ہم (ملامت کرنے والوں کی ملامت سے) بے خوف
اور بے فکر ہوکر اللہ تعالیٰ کی محبت کے ایک جام کے بعد دوسرا جام پیتے رہے

دَعَانَا بِالخُلُوُصِ وَالتَّرَحُّم
وَ أَوُصَانَا بِأَعُمَالِ التَّکَرُّم

انہوں نے نہایت خلوص اور (ہم بے کسوں پر) رحم کھاتے ہوئے

ہمیں عزت اور بزرگی والے اعمال کی طرف بلایا

تَجَنَّبْ یَا أَخِیْ کُلَّ الْمَعَاصِیْ

فَهٰذَا الشَّارِعُ بِاللّٰهِ وَاصِ

(انہوں نے فرمایا) اے بھائی تمام گناہوں سے بتکلف بچو

یہ (گناہوں سے بچنے کی شاہراہ) اللہ تعالیٰ سے ملانے والی ہے

فَلَا تَتْرُكْ حَلَالاً إِنْ اَرَدْتَا

وَلَا تَعْمَلْ حَرَامًا اِنْ وَدِدْتَا

پس تم اگر حلال چیز کا ارادہ کرو تو اسے نہیں چھوڑو

اور حرام کو دل چاہنے لگے تو حرام عمل مت کرو

فُرَادیٰ لَانَریٰ لِلشَّیْخِ نِدًّا

لِیَنْهٰنَا عَنِ الْأِتْیَانِ إِدًّا

ہم تنہا ہوگئے اور کوئی شیخ کے جیسا نہیں پاتے

جو ہمیں گناہوں کے پاس آنے سے روک سکے

فَیَبْکِیْكَ الزَّمَانُ وَالْأَنَامُ

وَیَبْکِیْكَ الْعُصَاةُ وَالْکِرَامُ

اے شیخ! آپ کو زمانہ اور زمانے والے

اور گناہگار اور بزرگ رو رہے ہیں

فَقَلْبِیْ یَدْمَعُ دَمْعَ الدِّمَاءِ

فَقِدْنَا الْیَوْمَ رَأْسَ الْأَوْلِیَاءِ

بس میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے

کہ آج ہم اولیاء کے سردار کو کھو بیٹھے

تَرَحَّمْ رَبَّنَا خُذْ بِالنَّوَاصِیْ

اِذَا مِلْنَا إِلٰی رِجْسِ الْمَعَاصِیْ

اے اللہ ہم پر رحم فرمائیے اور جب ہم گناہوں کی طرف مائل ہوں

تو ہماری پیشانی کے بال پکڑ کر روک لیجئے

وَثَبِّتْــنَـــــا عَـــلــــى الْهَـــدْيِ الْـــعَـــدِيْـــلِ
تَـــعَـــلَّـــمُـــنَـــا مِـــنَ الشَّيْـــخِ الْـــجَـــلِيْـــلِ

اور اے اللہ ہمیں ویسی ہی ہدایت پر ثابت قدم رکھئے
جو ہم نے اپنے عظیم شیخ سے سیکھی ہے

(العروض: مفاعیلن مفاعیلن فعولن من البحر الہزج)

(الشیخ محمد ارشاد اعظم)

o..............................o

رثاء فضیلة الشیخ المؤقر مولانا الحکیم محمد اختر رحمه اللّٰه الاکبر

نعـی الـنـاعـی بفقد البدر اختر — تـوفـی عبـقـری الـدهـر اختـر
مـن الـدنیا الی الـعقبیٰ ترحل — مـربینـا حـکیـم الـعصر اختر
وعــارف ربـنـا ومطیع احمد — مبـجـلـنـا جمیل الشعر اختر
خــلیــفة شیـخـه ابـرار حـق — امــام هـدیً رفیـع الـقدر اختـر
وداعیة الــی الـلّٰـه الـجـلیـل — مـوقـرنـا کثیـر الشکـر اختـر
واحیـیٰ دیـن رب الـعـالـمیـن — اقـام مـجـالسـا لـلذکر اختر
مـفـخـمنـا استفـاد الـخلق منه — افـاد الـکـون کـل الـخیر اختر
ویبـکـی بـعـده اعـلام دنیـا — فـقـدنـا الشیخ اهـل الـنظر اختر
خـلیـفتـه اتـانـا مـرحبـاً بـه — تـروی بـرهةً مـن صـدر اختـر
فـنـور مـحـمـد عـلـم التـصـوف — یـربـی الـنـاس بعـد الـحبر اختر
تـنـورت الا لائـی اذ اتـانـا — یـجـود بـعـلـمـه فی اثر اختر
یـرحـب شیـخـنـا انـوار حق — مـحـب هـمـام اهـل الـصبر اختر
سـراج الـحـق ثـم شیـوخ عـلـمٍ — بـمـرشـدهـم نـظیر البحر اختر
یـحـی فـضـل هـادٍ مـع حـنیف — افـدنـا شیـخـنـا مـن نهر اختر

تـقـدیـم متواضع الیٰ فضیلة المرشد المبجل ابی خالد وحامد مولانا نور محمد المحترم حـفـظـه الـلّٰـه تـعـالـیٰ من قبـل العبد الفانی الحافظ فضل الهادی المیدانی عفا اللّٰه عنه، بـوجـهـری الائـی بتـکـرام (فـاضـل جـامعه دار العلوم کراتشی)۔ خادم التدریس بجامعة اشاعة الاسلام مانسهره۔ ۲۰/ شوال المکرم ۱۴۳۴ھ یوم الاربعاء۔ والتقدیم امتثالاً لامر استاذنا مولانا انوار الحق المحترم حفظه اللّٰه والاخ محمد حنیف الحنفی بنه الائی۔

بریشه

العبد الضعيف: محمد عثمان الافشانی

لیاری تاؤن کراتشی

القصيدة

هذه القصيدة ابدعتها۔ بفضل الله ومنه۔ فی مدح الورع الزاهد المحدث العارف الفاضل العلامة الشيخ الشاه الحكيم محمد اختر رحمه الله رحمة واسعة، وأفاض عليه من شآبيب رحمته، وأسكنه جنة الفردوس، وتغمده بغفرانه۔

ألا انهلت الغيوم بالديم هاطلةً	وأكسى وجه الارض ثابا قشيباً
تفتحت الزهرة فی ثغرها باسمةً	وصار الخصب أنيق المنظر عجيباً
شكر الجدب جود الموازن ممطرةً	از انشتأت بستاناً رائعاً رحيباً
الورق تهتف والنفوس نافحة	تصرح الطير بأعذب الالحان غريبا
وهبت الرياح الطيبة نافعة	يحی نسماتها الاموات منيبا
والورد يبسم والجداول سايلة	عم السرور لمن كان عاقلا لبيبا
لاعجب اذ نزل بنا شيخ داعية	عالم بمغز العلم كان أديبا
ورع، زهد، خشية الله شيمته	از دار فی السراء شاكرا منيبا
كيّس، صادق، تقی وعلامة	لم الفضائل بما يكون نقيبا
حبر، لبيب، أديب القوم شاعرهم	ترٰی صنيعا اذ ابدٰی وضاحته غريبا
منحه رب حكيم من صفاته	صفاتا سامية وما تسر حبيبا
ومن شمائله شرح الغوامض لنا	شرحا يفتح أسرار المعرفة حسيبا
لاريب انّه جنيد عصر بخاریٌّ	زمانهٖ وللناس كان ترغيباً
حكيم قد حلب اشطر الدهر جاهداً	الشاه اختر كان الله له رقيبا
اذ ظل يكشف من فقه الرومیّ لنا	وداوٰی شوائب القوم كان طبيبا
وفی العصر شيوخ لاعداد لهم	لكنه النخل لا يجتمع الا الزبيبا
ما كل ماء كزمزم لواردهٖ	أجل ولا كل زهرة لها طيبا
وأحیٰ السنة النبوية وعظا	وأجلیٰ طريقها ترغيبا وترهيبا
مأوٰی ملجئی مولای ربی	اكفنی ليس لی سواك حسيبا
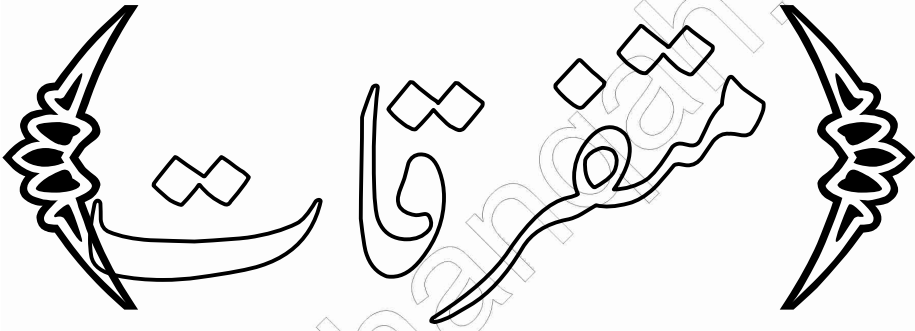
نہ جانے کتنی نہریں میرے دریا سے ہوئیں جاری
مگر پھر بھی مرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی اہلیہ کی وفات

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

۹؍دسمبر ۱۹۹۸ء بمطابق ۱۹؍شعبان ۱۴۱۹ھ بروز بدھ صبح دس بجے حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کی اہلیہ محترمہ چند دِن بیمار رہنے کے بعد اِنتقال فرما گئیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ایک ہفتہ قبل اُن پر فالج کا حملہ ہوا، جو اِتنا شدید تھا کہ جان لیوا ثابت ہوا، مرحومہ ایک باکردار خاتون، صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ حضرت حکیم صاحب کی صحبت وتربیت نے اُنہیں کندن بنادیا تھا۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی زندگی بھر کی کوتاہیوں سے درگزر فرما کر اُن کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے، ادارہ بینات حضرت حکیم صاحب مدظلہ اور مرحومہ کی اولاد خصوصاً مولانا محمد مظہر صاحب کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

(ماہنامہ بینات کراچی رمضان ۱۴۱۹ھ)

ختامۂ مسک

تذکرہ مظہؔر و میؔر

محمد ارمغان ارمان

صاحبزادہ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم :

جو لوگ سلطان العارفین، مجددِ زمانہ، قطب العالم سیدی و مرشدی حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہ کی زیارت نہ کر سکے اور اُن کی صحبت سے محروم رہ گئے اُن کے لیے حضرت والاؒ کے اکلوتے ولاڈلے فرزندِ ارجمند، سچے علمی و روحانی جانشین، عالم ربانی، جامع شریعت و طریقت، محبوب المشائخ، میرے مرشد کے نورِ چشم، سرورِ قلب، جگر گوشہ، محبوبِ جان، سیدی و مرشدی حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کے وجودِ مسعود کو غنیمت سمجھیں جو یادگارِ اسلاف اور علومِ اکابر کے سچے امین ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی دردِ دل، سوز و غم اور عشق و محبت کا وافر حصہ سے نوازا ہے۔

حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ، شیخ المشائخ، محی السنہ، قطب العارفین حضرت اقدس مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی قدس سرہٗ کے خلیفۂ مجاز ہیں اور شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کے شاگردِ خاص ہیں اور جامعہ اشرفیہ سے فاضل ہیں۔

سیدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہٗ نے کئی بار ارشاد فرمایا تھا کہ ''جس نے مولانا محمد مظہر میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اس نے میرے ہاتھ پر بیعت کی، جس نے میرے مظہر میاں کو خوش کیا اُس نے مجھے خوش کیا، میرا ایک ہی بیٹا ہے اور الحمد للہ لاکھوں پر بھاری ہے''۔

اور فرمایا کہ ''ان کو حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم سے اجازت بھی حاصل ہے۔ یہ میرے بیٹے بھی ہیں، شاگرد بھی ہیں، مربّی بھی ہیں۔ انہوں نے جامعہ اشرفیہ سے مجھے خط لکھا تھا کہ میں یہاں بڑے بڑے علماء کی تقریریں سن رہا ہوں مگر آپ یعنی حضرت والاؒ کی تقریر میں جو مزہ آتا تھا وہ یہاں مجھے نصیب نہیں ہے۔ یہ مناسبت کی بات ہے۔ مجھ سے انہیں بے انتہا مناسبت ہے۔ باپ بیٹے میں مناسبت ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔ اپنی تقریروں میں بھی یہ زیادہ تر میرے ہی مضامین بیان کرتے ہیں۔ اللھم لك الحمد ولك الشکر اللہ تعالیٰ ان سے خوب دین کا کام لے اور

قبول فرمائے اور میرے لیے صدقۂ جاریہ بنائے، آمین''۔ (انعاماتِ ربانی ص: ۳۲/، ۳۱/)

صاحبزادہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ در حقیقت حضرت والا نوراللہ مرقدہٗ کا پَرتو ہیں، ''اختر ثانی'' ہیں۔ حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم (نائب مہتمم واستاذ الحدیث دارالعلوم وقف دیو بند) نے کیا خوب شعر فرمایا ہے ؎

جو فیضِ طریقت تھا تری ذات سے اخترؔ
باصورتِ مظہرؔ وہ درخشندہ رہے گا

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا سایۂ عاطفت ہم سب کے سروں پر تادیر بخیر و عافیت قائم رکھیں اُن کے فیض سے کامل فیض یاب فرمائیں، آمین۔

حضرت سید عشرت جمیل ملقب ''میؔر صاحب'' دامت برکاتہم :

حضرت سید عشرت جمیل ملقب میؔر صاحب دامت برکاتہم ہمارے سیدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہٗ کے خادمِ خاص، بہت بڑے عاشق، مرید و مراد اور خلیفۂ خاص ہیں۔

حضرت شیخ فرماتے تھے کہ جب مثنوی شریف مولانا رومی پر وارد ہوتی تھی تو مولانا حسام الدین ہی اس کو لکھتے تھے، انہی کی محنت سے آج مثنوی شریف کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار محفوظ ہیں۔ مولانا رومی نے مثنوی میں جگہ جگہ اپنے اس پیارے خلیفہ کا نام لیا ہے، اُن سے بے انتہا محبت کرتے تھے ؎

اے حسام الدیں! ضیائے ذو الجلال!
میل می جو شد مرا سوئے مقال

یعنی اے حسام الدین! تم اللہ کی روشنی ہو۔ جلدی سے قلم کاغذ لاؤ، پھر مجھے مثنوی الہام ہو رہی ہے۔ احقر کے خیال میں جو نسبت اور تعلق مولانا جلال الدین رومی اور مولانا حسام الدین کے درمیان تھا، ویسا ہی تعلق سیدی و مرشدی حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ اور حضرت میؔر صاحب دامت برکاتہم کے درمیان ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت میؔر صاحب کو جزائے عظیم عطا فرمائیں، انہوں نے حضرت شیخ کے الہامی علوم و معارف کو محفوظ کرنے کے لیے رات دن ایک کر دیا اور خدمتِ شیخ کا حق ادا کر دیا۔ حضرت میؔر صاحب کی خدمت میں بھی احقر وہی الفاظ کہے گا جو حضرت والاؒ کو اُن کے شیخ ثانی حضرت ہردوئیؒ نے شیخ اول حضرت پھولپوریؒ کے انتقال پر فرمایا تھا کہ ''از ابتداء تا انتہاء خدمتِ شیخ مبارک ہو''۔

حضرت والاؒ نے فرمایا: ''میر صاحب سید بھی ہیں، بڈھے بھی ہوگئے اور بیمار بھی ہیں۔ اگر

بیمار نہ ہوتے تو یہ کسی کو میری خدمت کے لیے موقع نہیں دے سکتے تھے، آگے آگے رہتے لیکن چونکہ ہمارے بزرگوں نے سیدوں سے خدمت نہیں لی لہٰذا اب ان کو علمی کام میں لگا دیا، یہ میری باتیں نوٹ کرتے ہیں اوراس کو چھپواتے ہیں تو یہ کام صدقۂ جاریہ بن رہا ہے۔ خدمت تو میرے بعد ختم ہوجائے گی اور یہ کام ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ قیامت تک جاری رہے گا۔ میر عشرت جمیل صاحب سے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کام لے رہا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔ (پردیس میں تذکرۂ وطن ص:۳۷۰)

اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ مجھ کو بھی اللہ نے ایسے دوست احباب دیئے جو ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں۔ دیکھو میر عشرت جمیل صاحب رات دن ساتھ میں ہیں، یہ اسٹیل مل میں آفیسر تھے، پرچیز آفیسر (Purchase Officer) جہاں بڑی بالائی آمدنی ہوتی ہے، یعنی حرام کی آمدنی کا امکان ہوتا ہے لیکن انہوں نے کبھی رشوت نہیں لی اور سفر وحضر میں میرے ساتھ رہنے کے لیے نوکری بھی چھوڑ دی۔ (معارفِ ربانی ص:۱۱۰)

حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ محبتِ شیخ تمام مقاماتِ سلوک کی کنجی ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ اپنے شیخ حضرت شمس الدین تبریزی رحمہ اللہ تعالیٰ کے عاشق تھے۔ حضرت امیر خسروؒ اپنے شیخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے عاشق تھے۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ اپنے شیخ حضرت تھانویؒ کے عاشق تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے عاشق مرید کے لیے فرمایا تھا ع

گفتا پرستار من است

یعنی میرا دیوانہ ہے، میرا عاشق ہے۔ ایسے ہی سیدی ومرشدی مجی ومحبوبی حضرت والا قدس سرہٗ اپنے خادمِ خاص حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہٗ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ ماشاء اللہ اس کو مجھ سے بہت زیادہ محبت ومناسبت ہے اور محبت ہی کی وجہ سے تو یہ میرے ساتھ ہیں ورنہ ع

محبت نہ ہوتی تو کیوں ساتھ رہتے‘‘

(معارفِ ربانی ص:۳۲۳)

اور فرمایا ؎

اِک میرِ خستہ حال بھی اختؔر کے ساتھ ہے
گزرے ہے خوب عشق کی لذت لیے ہوئے

میر صاحب بوجہ مناسبتِ قلبی حضرتؒ سے بیعت ہوئے بالآخر حضرتؒ نے ان کو خلافت سے نوازا۔ اُن کو اپنے شیخ کے ساتھ کیسی محبت اور کیسا عشق تھا؟ اس کی ایک جھلک اس واقعہ میں دیکھیے،

حضرتؒ فرماتے ہیں کہ: جب انہوں نے آنا شروع کیا تو صبح فجر کے بعد آتے تھے اور رات کو جاتے تھے۔ میں نے اُن کو کہا کہ تیسرے دن آیا کرو۔لیکن ایک ہی دن میں وہ تڑپ گئے اور ایسے پاگل ہوئے کہ بس سے اُتر کر ناظم آباد میں میرے گھر کی طرف بھاگنے لگے۔ راستہ میں ایک بوڑھا آدمی جار ہا تھا اس نے جوانہیں بھاگتے ہوئے دیکھا تو ایک طرف کو ہوگیا۔اتفاق سے یہ بھی ادھر کو ہوئے پھر وہ دوسری طرف تو یہ بھی جلدی سے اُدھر ہی کو ہو گئے۔ وہ بے چارہ یا تو یہ سمجھا کہ یہ مجھ سے ٹکرا جائے گا اور میری ہڈی پسلی ٹوٹ جائے گی یا یہ سمجھا کہ کہیں یہ مجھ پر حملہ تو نہیں کر رہا تو زور سے چیخا کہ ہائے مرگیا مرگیا۔ میر صاحب معافی مانگتے ہوئے ہنستے ہوئے بھاگتے رہے۔انہوں نے بتایا کہ میری جدائی نا قابلِ برداشت ہورہی تھی اور دل چاہ رہا تھا کہ جلد از جلد ملاقات ہو۔ (درسِ مثنوی رومؒ ۱۴۷/، ۱۴۶/)

حضرت میر صاحب نے حضرت والاؒ کی شان میں کیا خوب کہا ہے ؎

نہیں دیوانۂ حق جو ترا دیوانہ نہیں
ہائے وہ روح کہ جس نے تجھے پہچانا نہیں
تری آنکھوں میں ہے وہ مستیِ صہبائے ازل
جس کے آگے کوئی شے مستیِ پیمانہ نہیں

حضرت والاؒ اکثر حضرت میر صاحب کو مخاطب فرما کر اشعار فرماتے تھے، بطورِ نمونہ یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے ؎

شروع کردیا پیر کے پاس جینا
ملا غیب سے میر کو جام و مینا
سبو اور خم پی کے دکھلادے سب کو
دو اِک جام ہے کوئی پینے میں پینا
جو ساقی کے گھر میں ملا اس کو جینا
تو وہ بھول بیٹھا ہے اپنا نگینہ[1]
بتوں کی محبت کو تم بھول جاؤ
یہ جینے کا ہے سب سے بہتر قرینہ
تو پاجائے گا میر ہمت ذرا کر
ترے دل میں نسبت کا ہے جو خزینہ

اللہ تعالیٰ حضرت میر صاحب کو صحت وتندرستی عطا فرمائیں اور اپنی شان کے لائق ان کو جزائے عظیم سے نوازیں۔آمین۔

[1] نگینہ ضلع بجنور یہ حضرت میر صاحب دامت برکاتہ کے وطن کا نام ہے۔

(پہلا ایڈیشن شائع ہونے کے بعد ملنے والے مضامین کو ضمیمہ کے طور پر دوسری دفعہ کی اشاعت میں شامل کیا جارہا ہے۔)

حضرت شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا مفتی محمد عبدالمنان صاحب
نائب مفتی واستاد جامعہ دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبی ومحبوبی، مرشدی ومولائی حضرت شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کو اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت کے جو عظیم علوم عطا فرمائے تھے اُن کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، آپ کے بیانات، تصنیفات اور ملفوظات کا جو حصہ اب تک منصۂ شہود پر آچکا ہے وہ اُن کے کل بیانات اور ملفوظات کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہے، تاہم آپ کے اِفادات کا جتنا حصہ آچکا ہے وہ الحمدللہ تقریباً پوری دنیا میں پہنچ چکا ہے اور مختلف زبانوں میں ان کے تراجم شائع ہورہے ہیں، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (الحدید:۲۱)

یوں تو آپ کی تصنیفات، اِصلاحی بیانات وتعلیمات سے دِین کا کوئی شعبہ خالی نہیں ہے، اُن میں عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت کے بارے میں بھرپور ذخیرہ موجود ہے، بالخصوص قرآن وسنت کے جو اِلہامی علوم اور عظیم خزانے آپ کو عطا ہوئے تھے اُن کا بہت نمایاں حصہ آپ کے مواعظ وملفوظات میں نظر آتا ہے، لیکن یہ عظیم خزانے اور اِلہامی تشریحات آپ کے مختلف مواعظ، ملفوظات اور تصانیف میں بکھرے ہوئے تھے۔ ابھی حال ہی میں قرآن وحدیث کے ان عظیم خزائن اور الہامی تشریحات کو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہی سے منسلک ایک ساتھی محترم جناب عامر نذیر صاحب زید مجدہم نے نہایت عمدگی کے ساتھ یکجا کردیئے ہیں اور یہ اِلہامی مضامین اب ''خزائن القرآن'' اور ''خزائن الحدیث'' کے نام سے الگ الگ شائع ہوچکے ہیں، اللہ تعالیٰ محترم جناب عامر نذیر صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ایک عظیم کام انجام دیا جو ان شاء اللہ اُن کے لئے ذخیرۂ آخرت ثابت ہوگا، اللہ تعالیٰ اُن کی عمر اور علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے آمین۔

ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اجل اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے سفر وحضر کی روایتوں کے امین، اُن کے عاشقِ زار، خادمِ خاص اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف، مواعظ وملفوظات پر نظرِ

ثانی اور ترتیب خاص کے ساتھ منظرِ عام پر لانے والے، میر کارواں حضرتِ اقدس سید عشرت جمیل میرؔ صاحب دامت برکاتہم العالیہ ’’خزائن الحدیث‘‘ کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ ’’حضرت والا نے اپنی تقاریر وتصانیف میں جہاں جہاں قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح کی ہے اور جہاں جہاں اِلہامی مضامین از قبیل وارداتِ غیبیہ بیان ہوئے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔۔۔ یہ سینوں میں محبت کی آگ لگانے والا ایک بے مثال علمی خزانہ ہے۔‘‘

حضرت میر صاحب مدظلہم مزید لکھتے ہیں ’’حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے (جن کا دو سال پہلے اِنتقال ہوا ہے، ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب خلفاء میں سے تھے) ساؤتھ افریقہ میں کئی مواقع پر فرمایا کہ ’’کاش حضرت کے ان علوم کا مجموعہ الگ شائع ہو جائے تو قیامت تک اُمتِ مسلمہ کی ہدایت واِصلاح اور اللہ تعالیٰ کی اشد محبت کے حصول کا بے مثل ذخیرہ ہوگا اور یہ اِلہامی علوم ایسے ہیں جو کتابوں میں نہیں ملتے‘‘۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا عظیم حادثہ:

موت ایک حقیقت ہے اُس سے کسی کو اِنکار نہیں بہت سے لوگ جو عذابِ قبر، پل صراط اور جنت وجہنم پر یقین نہیں رکھتے وہ بھی موت کا اِنکار نہیں کرتے۔ قرآن کریم نے بھی موت کے متعلق واضح الفاظ میں بیان کردیا ہے کہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران: 185) ترجمہ: ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ چنانچہ ہمارے حضرت والا حضرت شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ علیہ بھی دنیائے اِسلام کو اپنے عظیم علوم وفیوض سے مالا مال فرما کر اور اپنے لاکھوں متوسلین ومتعلقین کو سوگوار چھوڑ کر قدرت کے فیصلے کے مطابق راہی اجل ہوئے، اللہ تعالیٰ اُن کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ یہ ہم سب منسلکینِ سلسلہ کے لئے خصوصاً اور پوری اُمتِ مسلمہ کے لیے عموماً عظیم سانحہ ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، ان کے علوم وفیوض سے ہمیں مالا مال فرمائے اور اپنے فضل وکرم سے اس عظیم خلا کو پر فرمائے، آمین۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ (ابراہیم: ۲۰)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ پر خاص نمبر کی نوید:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے وِصال پر آپ کے جانشین اور آپ کے علوم وفیوض کے امین، جامعہ اشرف المدارس کراچی کے مہتمم محبی ومحبوبی حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ پر خاص نمبر شائع فرمانے کا اِرادہ فرمایا اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین کو خط لکھا کہ حضرت کی تعلیمات پر مشتمل مضمون لکھ کر اِرسال کیا جائے، چنانچہ احقر نے مناسب سمجھا کہ یہ چند کلمات تحریر کر دیئے جائیں، اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے کہ ایسی مفید باتیں بیان فرما گئے ہیں جو ہمیں کتابوں سے نہیں ملتیں۔ ❁

بخاری شریف کی آخری حدیث کی الہامی تشریح
(از: عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

مرتب: مفتی محمد عبدالمنان صاحب
خلیفہ مجاز حضرت والاؒ و نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

تمہید:

ذیل میں بخاری شریف کی آخری روایت مع ترجمہ پیش کی جاتی ہے اور اس پر حضرت والا نے جو علمی اور روحانی گفتگو فرمائی وہ نقل کی جاتی ہے البتہ اس میں کچھ عنوانات بڑھا دیئے گئے ہیں اور اس سلسلے میں ''خزائن القرآن'' اور ''خزائن الحدیث'' کے مضامین سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے، نیز حضرت والا کی بعض باتوں کی تائید کے طور پر قرآن وحدیث کے حوالے بھی شامل کر دیئے گئے ہیں۔

حدیث:

(عن أبی هريرة رضی الله عنه ، عن النبی صلی الله عليه وسلم قال كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِيفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِی الْمِيزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ العَظِيمِ)(صحيح البخاری، كتاب التوحيد، ج: ص1129)

ترجمہ: دو کلمے اللہ تعالیٰ کو نہایت محبوب ہیں، زبان پر ہلکے ہیں، ترازو میں بھاری ہیں، وہ سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کے آخر میں جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں تین عظیم الشان نعمتیں ہیں جو ہر مؤمن کو مطلوب ہیں اور یہ علم عظیم اللہ تعالیٰ نے ابھی میرے قلب کو عطا فرمایا۔ بارہا اس حدیث پاک کو پڑھا لیکن کبھی اس طرف ذہن منتقل نہیں ہوا کہ اس حدیث میں تین نعمتیں پوشیدہ ہیں:۔

(۱) کہ ہمارے اخلاقِ رذیلہ جاتے رہیں اور ہم پاکیزہ اخلاق والے ہو جائیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مخلوق میں عزت عطا فرمائے۔

(۳)مخلوق کی نگاہوں میں عظمت حاصل ہو، لیکن خود بڑے بننے کا شوق نہ کریں، اللہ تعالیٰ لوگوں کی نظروں میں بڑا بنادیں لیکن اپنی نگاہ میں ہم چھوٹے ہوں تو یہ نعمت ہے،خود اپنی تعریف کرنا حرام اور اپنے کو قابلِ تعریف سمجھنا حرام، لیکن اللہ تعالیٰ ،مخلوق کی زبان سے اگر ہماری تعریف کرادے تو نعمت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ کلمتان حبیبتان الی الرحمن دو کلمے اللہ کو بہت محبوب ہیں۔ اس میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ جیسی عظیم الشان ذات کو محبوب ہیں تو دو کلمے بہت بھاری ہوں گے،کوئی لمبا چوڑا وظیفہ ہوگا۔اس لئے آگے فرمایا کہ خفیفتان علی اللسان اللہ کو پیارے تو ہیں مگر یہ نہیں دیکھا کہ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ کی کس صفت کی طرف نسبت کی ہے؟ صفتِ رحمٰن لائے ہیں۔یعنی شانِ رحمت کی وجہ سے یہ کلمے محبوب ہیں، شانِ رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ پرچہ آسان کردیں لہٰذا یہ کلمے بھاری نہیں زبان پر ہلکے ہیں، کیونکہ بوجہ حق تعالیٰ کی رحمت کے یہ کلمے اللہ کے یہاں محبوب ہیں اس لئے خفیفتان ہیں یعنی ہلکے ہیں،کوئی مضمون ان میں مشکل نہیں۔لیکن ایک اشکال پھر پیدا ہوتا ہے جب زبان پر ہلکے ہیں تو قیامت کے دن کہیں ترازو میں بھی ہلکے نہ ہوجائیں تو جواب دے دیا ثقیلتان فی المیزان کہ ترازو میں بہت بھاری ہوں گے۔دفع دخل مقدر ہر جملہ کے اندر موجود ہے کہ یہ کلمے کیوں محبوب ہیں؟ رحمٰن کا لفظ بتارہا ہے کہ بوجہ شانِ رحمت کے، اور زبان پر ہلکے کیوں ہیں؟ بتقاضائے شانِ رحمت کے کہ بندوں کو پڑھنے میں مشکل نہ ہو لیکن اشکال ہوتا تھا کہ زبان پر ہلکے ہیں تو میزان میں بھی کہیں ہلکے نہ پڑجائیں تو اسے ثقیلتان فی المیزان سے دفع کردیا۔

اس کے بعد سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کا ترجمہ سنئے جو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ کے معنی کیا ہیں؟ اُسَبِّحُ اللّٰہ عَنِ النَّقَائِصِ کہ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں تمام نقائص سے، لیکن نقائص سے پاکی بیان کرنا یہ جامع نہیں ہے، صرف مانع ہے اور کلام نبوت جامع و مانع ہوتا ہے لہٰذا سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اگلے جملہ سے اس کو جامع فرمادیا وَبِحَمْدِہٖ اَیْ مُشْتَمِلاً بِالْمَحَامِدِ کہ میں اس طرح سے اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں کہ تمام خوبیوں کو بھی یہ شامل ہے جو مشتمل ہے تمام محامد اور تعریفوں پر۔

بڑی شان دار مثال:

(حضرت والا اس کی بڑی شاندار مثال پیش فرماتے ہیں) کہ اگر کوئی بادشاہ کی تعریف اس طرح کرے کہ اس ملک کا بادشاہ کانا نہیں ہے، لنگڑا بھی نہیں ہے، لولا بھی نہیں ہے تو کیا یہ تعریف جامع ہے؟ نقائص سے تو بری کردیا لیکن جب یہ کہو گے کہ دیانت وامانت کے ساتھ حکومت کرنا جانتا ہے، عادل بھی ہے، رحم دل بھی ہے تو یہ تعریف جامع ہوگی۔پس اللہ تعالیٰ کی تعریف میں خالی سبحان اللہ کافی نہیں

جب تک الحمدللہ بھی نہ کہے یعنی وہ تمام نقائص سے پاک ہے اور تمام تعریفیں اس کے لئے خاص ہیں سبحان اللہ وبحمدہ کا عربی میں ترجمہ کیا ہوا؟ اُسَبِّحُ اللّٰہ عَنِ النَّقَائِصِ مُشتَمِلاً بِالمَحَامِدِلّٰا یہ ترجمہ علامہ ابن حجرعسقلانی نے کیا ہے کہ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں تمام نقائص سے جو مشتمل ہے تمام تعریفات پر۔

حضرت والا کی باتوں کی قرآن وسنت سے تائید:

راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت والا نے جو باتیں ارشادفرمائی ہیں ان کی تائید قرآن وسنت سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ اللہ رب العلمین فرماتے ہیں

(۱) نَحنُ نُسَبِّحُ بِحَمدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ یعنی فرشتے اللہ رب العلمین کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ ہم آپ کی تعریف کے ذریعے تسبیح بھی بیان کرتے ہیں اور آپ کی پاکی بھی بیان کرتے ہیں، اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العلمین کی تسبیح اور تحمید دونوں بیان کیے گیے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی تعریف جامع ومانع ہو،

(۲)دَعوٰهُم فِیهَا سُبحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِیَّتُهُم فِیهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعوٰهُم اَنِ الحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العٰلَمِینَ(یونس ۱۰) یعنی جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گےتو وہ اللہ رب العلمین کی پاکی بیان کرنے کے ساتھ اس کی تعریف بھی بیان کریں گے۔

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ رب العلمین کی پاکی اور تعریف دونوں جمع کی گئی ہیں تاکہ تعریف جامع اور مانع ہوجائے۔

(۳)اسی طرح نماز میں اللہ اکبر کہنے کے بعد سب سے پہلے ثنا پڑھی جاتی ہے جس کے ابتدائی الفاظ سُبحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمدِكَ ہیں، یہاں پربھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید دونوں بیان کیے گیے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی تعریف جامع ومانع ہو۔

(۴)اسی طرح رکوع میں سبحان ربی العظیم اورسجدے میں سبحان ربی الاعلی کی تسبیح پڑھی جاتی ہےتو سبحان کے ذریعے رکوع اورسجدہ میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی گئی ہےاورالعظیم اورالاعلی، کےذریعے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی گئی ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے استدلال:

مولانا رومی سبحان اللہ کے بارے میں حکایۃً عن الحق فرماتے ہیں

من نہ گردم پاک از تسبیح شاں

پاک ہم ایشاں شوند ودرفشاں

یعنی جب بندہ سبحان اللہ پڑھتاہےتو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تو پاک ہوں ہی، تمہارے سبحان اللہ کہنے سے میں پاک نہیں ہوتا بلکہ روئے زمین پر جو سبحان اللہ پڑھتے ہیں، میری پاکی

بیان کرتے ہیں، میں اپنی پا کی بیان کرنے کے صدقے میں، سبحان اللہ کہنے کے طفیل و برکت سے ان کو ایک انعام دیتا ہوں کہ ان کو پاک کر دیتا ہوں۔

مذکورہ حدیث کے متعلق ایک منفرد علم عظیم

اس حدیث کے پڑھنے والے کو تین نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملیں گی۔

(۱) تو سنئے سبحان اللہ کہنے سے کیا ملے گا؟ ان شاء اللہ اخلاق کی پا کیزگی عطا ہوگی۔

(۲) اور بحمدہٖ سے کیا ملے گا؟ تو جو اللہ کی حمد و تعریف کرتا ہے اللہ مخلوق میں اس کو محمود کرتے ہیں۔ جو حامد ہوتا ہے حق تعالیٰ اس کو دلوں میں محمود کر دیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ مخلوق کی زبان پر اس کی تعریف جاری کر دیتا ہے۔ لیکن بندہ کو اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ غیر اللہ ہے۔ مخلوق میں محمود اور پیارا ہونے کے لئے اللہ کو نہ چاہو، اللہ کے لئے اللہ کو چاہو، آپ اس کی فکر ہی نہ کریں بس ان کے ہو جاؤ۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
انہی کا انہی کا ہوا جارہا ہوں

حسنہ کا جامع مفہوم:

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنیا حَسَنَةً وَفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حسنہ کی تفسیر میں درج ذیل چیزیں شامل ہیں:۔

(۱) العافیة و الکفاف یعنی عافیت اور غیر محتاجی۔ اور عافیت کے معنی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں کہ السَّلاَمَةُ فِی الدِّینِ مِنَ الفِتنَةِ وَالسَّلاَمَةُ فِی البَدنِ مِن سَیِّءِ الاَسقَامِ وَالمِحنَةِ یعنی عافیت کے معنی ہیں کہ دین فتنہ سے محفوظ ہو اور بدن برے امراض اور محنتِ شاقہ سے محفوظ ہو اور کسی کی محتاجی نہ ہو۔ (۲) المراۃ الصالحة، نیک بیوی (۳) الاولاد الابرار، نیک بچے، لائق اولاد وہی ہے جو ربا کی بھی لائق ہو اور ابا کی بھی لائق ہو، یہ نہیں کہ ابا کی ٹانگ دباتا ہے لیکن نہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے۔ یہ نالائق ہے لائق وہی ہے جو اللہ کا بھی فرمانبردار ہو۔ (۴) المال الصالح، حلال روزی، حلال مال (۵) العلم و العبادۃ، دین کا علم اور اس پر عمل یعنی توفیقِ عبادت بھی حسنہ ہے غیر عالم اس سے محروم ہے، علم دین سیکھو اردو کتاب سے مثلاً بہشتی زیور سے سیکھو یا علما سے پوچھ پوچھ کر حاصل کرو (۶) والفهم فی کتاب اللہ، یعنی تفقه فی الدین دین کی سمجھ، بعض (لوگوں) میں علم دین تو ہے لیکن اس کی سمجھ نہیں ہے اس کا صحیح استعمال نہیں کرتا۔

علم اور سمجھ کی مثال:

اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہتھیار تو بہت عمدہ منگوالیا پر چلانا نہیں جانتا۔ علم دین کو صحیح موقع پر استعمال کرنا اور اللہ کے لیے استعمال کرنا اور اس کو پیٹ پالنے کا ذریعہ نہ بنانا یہ ہے تفقہ فی الدین۔ (۷) الصحة و الکفایة صحت اور کفایت ہو کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ (۸) النصر علی الاعداء، دشمنوں کے مقابلے میں اللہ کی مدد آجائے۔ (۹) صحبة الصالحین، یعنی اللہ والوں کی صحبت جس کو اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی صحبت نصیب ہو اور اللہ توفیق دے اپنے پیاروں کے پاس بیٹھنے کی تو یہ دلیل ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اس کو اپنا پیارا بنانا چاہتے ہیں، جس دیسی آم کو لنگڑے آم کی صحبت نصیب ہو جائے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ ہو گیا کہ اس دیسی آم کو لنگڑا آم بنادیں گے، پس جب اللہ تعالیٰ کسی کو اہل اللہ کی صحبت نصیب فرمائے تو سمجھ لو یہ بھی اہل اللہ ہونے والا ہے۔

دوستو! سوچ لو کہ جن لوگوں کو صحبتِ صالحین حاصل نہیں لاکھوں تہجد کے باوجود ان کی زندگی حسنہ کے اس شعبہ سے تشنہ ہے، اس نعمت سے تشنہ ہے۔

(۱۰) ثناء الخلق، یعنی مخلوق میں اس کی تعریف ہو۔ تو تم جب اللہ کی عظمتِ شان بیان کروگے تو اللہ تعالیٰ اس کے صدقے میں تمہاری عظمتیں دوسرے بندوں کے دلوں میں ڈال دے گا مگر یہ نیت نہ کرو کہ ہم بندوں کے دلوں میں عظیم ہو جائیں۔ اسی لیے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی:

تکبر کا علاج ایک جامع دعا کے ذریعہ:۔

(اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْراً وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْراً) (کنز العمال)

اے اللہ! مجھے میری نظر میں صغیر فرما مگر بندوں کی نظر میں مجھے حقیر نہ فرما، بندوں کی نظر میں مجھے کبیر کر دے کیوں کہ اگر دوسرے حقیر سمجھیں گے تو مجھ سے دین کیسے سیکھیں گے۔ معلوم ہوا کہ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْراً کی دعا مانگنا تو جائز ہے لیکن عظیم بننے کی نیت کرنا جائز نہیں ہے۔ کوئی عمل اس نیت سے نہ کرو کہ ہم مخلوق کی نظر میں کبیر ہو جائیں اور مخلوق ہماری خوب عزت کرے بلکہ ہمیں اللہ مخلوق کی نظر میں بڑا اس لیے دِکھائے تاکہ جب ہم ان کو دین کی بات پیش کریں تو بوجہ عظمت کے ہماری بات ان کو قبول کرنا آسان ہو۔ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْراً کی دعا کا مقصد اپنی ذات کے لیے، دنیوی عزت کے لیے بڑائی مانگنا نہیں ہے۔ اگر دنیوی عزت کی نیت ہے تو وہی عمل طلب جاہ اور ریا ہو جائے گا، نیت پر ہر عمل کا دارومدار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی عزت وجاہ کی نیت نہیں سکھائی بلکہ یہ سکھایا کہ اے اللہ آپ اپنے بندوں میں مجھے بڑا تو دکھایئے مگر ایک شرط سے کہ جب آپ مجھے لوگوں کی نظر میں بڑا دکھائیں تو میری نظر میں مجھے چھوٹا دکھایئے۔ پہلے آپ مجھے میری نظر میں مٹا دیجئے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْراً مانگا تاکہ اللہ مجھے میری نگاہوں میں حقیر رکھے تاکہ جب اللہ تعالیٰ مجھے فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْراً

بنائیں اور جب لوگوں کی طرف سے مجھے عظمتیں ملیں تو کسی کا ضرر مجھے نہ پہنچے۔ یہاں فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا دفعِ ضرر ہے فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا کا تا کہ جب اپنی نظر میں حقیر ہوں گا تو مخلوق کی تعریف میں آ کر اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھوں گا اور مردود ہونے سے بچ جاؤں گا کیوں کہ شیطان اپنے کو بڑا سمجھنے ہی سے مردود ہوا۔ پس اگر آپ نے کبیر بننے کی نیت کر لی تو صغیر بننے کی جو دعا ہے وہ رائیگاں ہوگئی۔ آپ تو اس کبیر بننے کے شوق میں خود ہی کبیر ہو گئے اسی لئے پہلا جملہ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا ہے۔

معلوم ہوا کہ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا وہی ہوں گے، جو فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا ہوں گے، اپنی نگاہوں میں جب ہم حقیر ہوں گے تب اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے بندوں کی نگاہوں ہمیں کبیر کرے گا اگر کبیر بننے کی نیت کر لی کہ نماز اس لیے پڑھو، امامت اس لیے کرو کہ ہماری خوب تعریف ہو، مخلوق ہمارے ہاتھ پاؤں چومے، ہماری خوب عزت ہو تو یہ تو اپنے نفس کے لیے کبیر بنا پہلے ہی ہو گیا اسی لیے تواضع پر رفعت کا ثمرہ جو ہے اس کے بیچ میں اللہ لگا ہوا ہے من تواضع للہ جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرے گا اس کے لیے رفع اللہ کہ اللہ اس کو بلندی دے گا لیکن جو اس نیت سے تواضع کرے اور سب کی جوتیاں سیدھی کرے تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بلندی دے دے تو اس کو رفع اللہ نہیں ملے گا، کیونکہ یہ للہ نہیں رہا۔ یہ بیچ میں للہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داخل فرمایا کہ تواضع اللہ کے لیے ہو، ثمرہ پر نظر نہ ہو کہ اللہ تواضع کے صلہ میں ہمیں بلندی دے دے، بلندی کے لیے تواضع نہ کرو اللہ کا حکم سمجھ کر کرو۔ رفعت کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی کہ اللہ اس کو بلندی دے گا جو اللہ کے لیے تواضع کرے گا مگر جو رفعت کی نیت سے تواضع کرے گا تو اس کی تواضع قبول ہی نہیں ہوگی کیونکہ یہ تواضع للہ نہیں ہے۔ لام تخصیص کے لیے ہے کہ تواضع اللہ کے لیے خاص کرو، اپنے نفس کو مٹاؤ پھر جو چاہے اللہ دے دے۔ مزدوری کرو لیکن مزدوری کی اُجرت اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو جو چاہے آپ دے دیں۔ ہم رفعت کی نیت نہیں کرتے۔ آپ کی رضا کی نیت کرتے ہیں۔ ثمرہ تو ملے گا مگر بعض ثمرات ایسے ہیں کہ نیات سے وہ خراب ہو جاتے ہیں یعنی بری نیت سے۔ بعض ثمرات ایسے ہیں کہ اگر نیت کر لی جائے تو نیت للہ نہیں رہے گی۔ من تواضع کے بیچ میں للہ اس لیے داخل کیا تا کہ اللہ کی عظمت کے سامنے دب جاؤ، اپنے کو اللہ کے سامنے مٹا دو کہ ہم کچھ نہیں ہیں تو ساری نعمتیں حاصل ہو جائیں گی۔ (۱) سبحان اللہ سے تزکیۂ اخلاق نصیب ہوگا۔ (۲) بحمدہٖ سے آپ کو ثناء خلق یعنی حسنۃ کی تفسیر مل جائے گی (۳) اور (لفظ) عظیم کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کو عظیم فرمائیں گے مگر عظمت کی نیت نہ کرنا (بلکہ) اپنے کو مٹا دو۔

تصوّف اپنے آپ کو مٹانے کا نام ہے:

میرے شیخ فرماتے تھے کہ حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ حضرت تصوّف کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ

آپ جیسے عالم فاضل کو مجھ جیسا طالب علم کیا بتا سکتا ہے لیکن جو اپنے بڑوں سے سنا ہے اسی کی تکرار کرتا ہوں کہ تصوّف نام ہے اپنے کو مٹا دینے کا۔ اس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیکھو چاند کا نور ذاتی نہیں ہے، سورج کے نور سے مستنیر ہے یعنی قمر مستنیر اور شمس منیر ہے، چاند مستفید ہے اور سورج مفید ہے لیکن ایسا کب ہوتا ہے؟ جب زمین کا گولہ بیچ سے ہٹ جائے تب چودہ تاریخ کا چاند روشن ہوگا۔ جتنا جتنا زمین کا گولہ آتا ہے چاند اندھیرا ہوتا جاتا ہے ایسے ہی جس کے نفس کا گولہ جتنا اللہ اور دل کے درمیان آتا ہے اتنا ہی نفسانیت اور اخلاقِ رذیلہ سے اس کا دل اندھیرا ہوتا چلا جاتا ہے۔ جس کے دِل کے اور اللہ کے درمیان میں پورا نفس آ گیا اس کا دل بالکل اندھیرا ہوگیا اور جس نے نفس کو پورا مٹا دیا اس کا دل بدرِ منیر کی طرح روشن ہوگیا۔ پھر اس کی تقریر میں بھی نورِ کامل ہوگا اور اس کی تحریر میں بھی نورِ کامل ہوگا اور اس کے لباس میں بھی نورِ کامل ہوگا اور جو شخص جتنا نفس نہیں مٹائے گا اس کے دل کا اتنا حصہ اندھیرا ہوگا مثلاً بارہ آنے مٹایا اور چار آنے نہیں مٹایا تو چار آنے اندھیرا رہے گا اس کی تقریر میں، تحریر میں، قلم میں اور زبان میں، بس میں نے اپنے بڑوں سے جو سنا تھا وہ آپ کو سنا دیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اب دعا کرو کہ جتنے حافظ ہوئے ان کو اللہ تعالیٰ عالم بھی بنا دے اور جتنے عالم ہیں ان کو باعمل بنا دے اور اختر کو، میری اولاد و ذریات کو، میرے احبابِ حاضرین کو، احبابِ غائبین کو، میرے طلباء کرام کو، میرے حفاظِ کرام کو، ہمارے علماء کرام کو، ہمارے اساتذہ کرام کو اور حاضرین عوام کو کسی کو بھی محروم نہ فرما، ہم سب کو دنیا وآخرت دونوں جہان دے دے، ہم سب کو اپنا دردِ دل بخش دے، اپنی محبت دے دے۔ اے اللہ! اولیاء اللہ کی نسبت نصیب فرما دے۔ ہم سب کو اپنا مقبول اور اپنا محبوب بنا لے۔

اور آگے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ پڑھو سبحان اللہ العظیم اس کا اصلاحی ترجمہ سن لو اسبح اللہ عن النقائص لعل حسب شان عظمتہ میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں تمام نقائص سے اس کی شانِ عظمت کی شایانِ شان۔ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جَزَاءً وِ فَاقًا اللہ تعالیٰ کی جزا موافق عمل ہے یعنی اللہ تعالیٰ عمل کے موافق جزا دیتا ہے۔ تو تم جب اللہ کی عظمتِ شان بیان کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کے صدقے میں تمہاری عظمتیں دوسرے بندوں کے دلوں میں ڈال دے گا مگر یہ نیت نہ کرو کہ ہم بندوں کے دلوں میں عظیم ہو جائیں۔

۞

حضرت والا کے حالاتِ زندگی حضرت والا کی اپنی زبانی

جناب مولانا مجیب الرحمٰن منصور صاحب (کراچی)

اِرشاد فرمایا کہ میں ریل میں سفر کررہا تھا، ریل کے ڈبے میں نیچے بیٹھ کر میں اپنے شیخ کے پیر دبارہا تھا، ایک ہندو نے مجھ سے پوچھا کہ یہ آپ کا کون لگتا ہے، میں نے کہا یہ ہمارا گرو لگتا ہے اور میں ان کا چیلا ہوں تو اس نے کہا ''شیوہ کرے تو میوہ کھائے'' یعنی جو خدمت کرتا ہے پھل کھاتا ہے تو اللہ کا شکر ہے پھل دیکھ رہا ہوں۔ جب شیخ نے یہ فرمایا تو اِطمینان ہوگیا۔ آپ جو جنگل میں منگل یہاں دیکھ رہے ہیں، اس کے لیے مولوی کو کتنا ذلیل ہونا پڑتا ہے لیکن آج اختر اور میری اولاد کسی کے دروازے پر نہیں گئے۔ اب بھی اگر کسی کو یقین نہیں آئے کہ اللہ والوں سے تعلق پر کیا ملتا ہے تو میں اسے یہی کہوں گا کہ ظالم محروم ہے، اس کی جان عاق ہے جیسے اولاد عاق کردی جاتی ہے ایسے ہی بعض روحیں عاق کردی جاتی ہیں جن پر اللہ کا غضب ہوتا ہے۔

اِرشاد فرمایا کہ ایک دفعہ چھ مہینے کے لیے شیخ مجھ سے ناراض ہوگئے، جرم یہ تھا سب لڑکوں کے ساتھ ہم کھانا نہیں کھائیں گے، مدرسہ کے لڑکوں نے شکایت کردی کہ انہوں نے کھانا نہیں کھایا، پوری دیگ خراب ہوگئی، میں اگر کھاتا تو وہ پورے تین سولڑکے مل کر میری پٹائی کرتے، اس لیے مارے ڈر کے میں نے بھی کھانا نہیں کھایا لیکن حضرت پھول پوریؒ نے فرمایا کہ تم میرے پاس چلے آتے، پانچ میل پر میرے شیخ کا گھر تھا، تو حضرت نے فرمایا کہ تم میرے پاس چلے آتے کہ حضرت آج ایسا ہوا، لڑکوں نے کھانے پر کیڑا نکالا، اعتراض کیا لہٰذا حضرتؒ نے تقریباً چھ مہینے تک مجھ سے بات نہیں کی۔ میرے تقریباً دس گیارہ خط کا حضرتؒ نے جواب بھی نہیں دیا، معافی گڑگڑا کر مانگ رہا ہوں، کھانا بھی نہیں کھارہا، مرجاؤں گا، رات بھر رورہا ہوں، دن بھر رورہا ہوں آپ کی ناراضگی میں، کوئی جواب نہیں دیا۔ تین مہینے بعد صرف اِتنی اِجازت ملی کہ دور سے سلام کرو، مصافحہ نہیں کرسکتے، نہ مجلس میں بیٹھ سکتے ہو یہ ناز اُٹھائے ہیں۔ پھر دو مہینے کے بعد اِجازت ملی کہ سلام کے لیے مصافحہ کرسکتے ہو مگر مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے، پھر تین مہینے بعد فرمایا مجلس میں بیٹھ سکتے ہو، مجلس میں بیٹھنے کی اِجازت ملی مگر فرمایا میرے گھر پھول پور نہیں آسکتے پھر مہینوں روتا رہا، بہت دنوں کے بعد فرمایا اچھا اب پھول پور بھی آسکتے ہو۔ میں نے غم اتنے اُٹھائے ہیں کہ دِل جانتا ہے۔

لہٰذا جب میرے قلم سے سب سے پہلی کتاب ''معرفتِ الٰہیہ'' لکھی گئی تو عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ صاحب عارفی اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہم نے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ ''اختر کو اللہ تعالیٰ نے کتنے غضب کا قلم

دیا ہے، اُن کی تحریر عجیب وغریب ہے''۔ تو حضرت ؒ نے فرمایا ''خبردار اپنا کمال مت سمجھنا یہ اُستاد کا فیض ہوتا ہے جو بڑا کارنامہ ہو جاتا ہے۔'' اس کے بعد حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کی کتاب تو بڑی عجیب وغریب ہے، اچھا مضمون لکھ لیتے ہیں، حضرت نے فرمایا میں نے ان کی رگڑائی بھی بہت کی ہے، اتنی بڑی رگڑائی کہ اگر عام لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ ہو جائے تو بلبلا کر شیخ کو تین طلاق دے کر بھاگ جاتے، کوئی اور شیخ کر لیتے مگر شیخ بدلنے والا غیر مخلص ہوتا ہے، اِلا یہ کہ شیخ شرعاً واجبا الترک ہو تو اور بات ہے لیکن اگر کوئی اس کے غصہ، ڈانٹ ڈپٹ سے شیخ بدلتا ہے تو حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ فرماتے ہیں کہ ''ساری زندگی پریشان رہتا ہے کیونکہ اس نے آپ کی اصلاح کے لیے سختی کی ہے مگر سختی سے ڈر کے بھاگنا دلیل ہے کہ عشق خام ہے کچا عشق ہے۔''

مفتی محمد حسن ؒ جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی تھے۔ انہوں نے حضرت کو خط لکھا کہ اگر میں ایک ہزار سال سجدے میں سر رکھے رہوں، اس کے بعد ایک نظر آپ اپنے کو دکھا دیں تو ہماری قیمت ادا ہو گئی۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے تھے تو معمولی سی گندگی کہیں ہو جائے، کوئی بات ہو جائے تو ایسے آنکھ بدلتے تھے، ایسی ڈانٹ لگاتے تھے کہ کلیجے ہل جاتے تھے۔ لیکن میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یا اللہ اور تو بڑے بڑے مجاہدے ہیں نہیں، اپنی راہ میں میرے شیخ کی ڈانٹ ڈپٹ کو اور ان کی سختیوں کو اپنی محبت کے کھاتے میں لکھ کر آپ ہم سے خوش ہو جائیے۔

جب یہ پانچ منزلہ عمارت بن رہی تھی تو چالیس لاکھ میں تعمیر ہوئی تھی، میرے پاس صرف پندرہ بیس لاکھ تھے، ایک شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ نے بلا سوال ڈالا، اس نے دوسرے ملک سے فون کیا کہ میں کچھ پیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں اور اس نے میرا نام لے کر کہا کہ میرا ان کے مدرسہ میں دینے کا دل چاہتا ہے۔ جس ظالم سے مشورہ لیا اس ظالم نے اس کو اس صورت سے محروم کر ڈالا، وہ بھی ایسا مستغنی کہ اس نے ہمیں فون بھی نہیں کیا، اس نے کہا کہ صاحب پوچھ کر بتاؤں گا، اسی طرح ایک مہینے گذر گئے، اس کو چاہیے تھا کہ ہمیں بتاتا جب کہ میرا خاص تھا کہ جلدی سے ہمیں فون کر کے رقم لے لیتا، مگر وہ بھول جاتا تھا، تو جب اللہ کو دینا تھا تو اس کے سر پر مسلط کر دیا، بار بار وہ تقاضہ کر رہا ہے، بجائے اس کے کہ مولوی تقاضہ کرے وہ مال دار میرا نام لے کر بار بار تقاضہ کر رہا ہے کہ تم نے ابھی تک کیوں رابطہ نہیں کیا؟ اب آپ بتائیے کہ کیا یہ اللہ والوں کا انعام نہیں ہے؟ کوئی کراچی کیا پاکستان سے ثابت نہیں کر سکتا کہ اختر یا اس کی اولاد کسی دروازے پر گئی ہو، کیا اللہ والوں کی یہ کرامت نہیں ہے؟ اللہ والوں کی دعاؤں کی اس سے زیادہ اور کیا کرامت چاہتے ہو؟ صاحبِ نسبت کے لیے مانگنا قتل کے مترادف ہے، جس کو اللہ اپنی نسبت دیتا ہے اس کو عزت بھی دیتا ہے، جو بادشاہ کا دوست ہوتا ہے اسے غیرت بھی ہوتی ہے۔ مانگنے کا عنوان دیکھیے، میرا طریقہ یہ ہے کہ جو یہاں آتے ہیں ان کو مطلع کرتا ہوں، اگر کبھی ضرورت شدید ہوئی اور اہلِ خیر آ گئے تو ان سے اس طرح اندازِ گفتگو سے کہتا ہوں اس میں بھی اللہ والوں

کی قیمت نظر آئے گی کہ اگر آپ کو ضرورت ہے اپنی کرنسی وہاں لینے کے لیے تو میرے پاس ہنڈی ہے جس میں ہم کمیشن بھی نہیں لیتے اور میری ہنڈی قابلِ اعتماد ہے جس کے چیئر مین حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی ہیں اگر آپ کا دل چاہتا ہے کہ آپ کچھ رقم میدانِ محشر کے لیے بھیج دیں جہاں ہمیشہ رہنا ہے تو میرے ہاں آپ کو اجازت دی جائے گی، میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں اپیل نہیں کرتا، کہ آپ کو اپنی کرنسی ٹرانسفر کرنے کے لیے اختر موقع فراہم کررہا ہے، میرا احسان مانیے، اس طرح پیسہ میرے پاس آتا ہے، یہ میرا کمال نہیں ہے، یہ ہمارے بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔

ایک شعر جو ہے تو کافر کا، مگر اس میں بھی اگر کوئی اچھی بات مل جائے تو کیا لینا منع ہے؟ ایک کافر ہندو اپنے بزرگ استادوں کے لیے کہتا ہے، وہ جس گروہ کا چیلا تھا اس نے اسے زبردست پڑھایا کہ یہ بڑا زبردست کمشنر بن گیا، اب بڑے بڑے کلکٹر اور ڈپٹی کمشنر اسے سلام کرنے آرہے ہیں اس نے یہ شعر کہا۔

چاند تارے میرے قدموں میں بچھے جاتے ہیں
یہ بزرگوں کی دعاؤں کا اثر لگتا ہے

آہ اس کافر کے شعر سے سبق لے لو، اگر میں نہیں بتاتا تو آپ ہرگز نہیں سمجھ سکتے تھے کہ کسی ہندو کا شعر ہے۔

حضرت فرماتے تھے اگر میں کسی کو ڈانتا ہوں، کسی پر کڑکتا ہوں، اخراج کرتا ہوں، اس زمانے میں اس کے لیے بے حد دعا مانگتا ہوں۔ یہ راز حضرت خواجہ مجذوب صاحبؒ کو معلوم تھا اس لیے فرمایا۔

وہ دل کے پاس رکھتے ہیں نظر سے دور کرتے ہیں
لڑکوں کا عشق علم دین سے محروم کرتا ہے

اللہ تعالیٰ ایسے نالائقوں سے دین کا کام نہیں لیتا۔ جو شخص گناہ نہیں چھوڑتا اللہ تعالیٰ اس سے دین کا کام نہیں لیتا۔ بظاہر نظر آئے گا مگر برکت نہیں ہوگی۔

میں نے لمبے لمبے وظیفے نہیں پڑھے لیکن میں نے جن اللہ والوں کا دامن پکڑا ہے ان سے وفاداری کے جواہرات، موتی پیش کریں، اس کی کوشش کی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم اس میں پاس ہوگئے مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ کچھ نہ کچھ حصہ ملے گا۔

میرے بیٹے مولانا محمد مظہر میاں صاحب سلمہ نے اللہ کی رحمت پالی

جب مولانا محمد مظہر میاں صاحب سلمہ بچے تھے، مجھے اب تک اس کا قلق ہوتا ہے کہ میں نے اپنے بچے کو باپ والا پیار نہیں دیا اس لیے کہ میں حضرت شیخ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہتا تھا اور مجھے ایسا کوئی اور بدل نہیں نظر آتا تھا جو میرے شیخ کو نہلائے، دھلائے، وضو کرائے، پانی مٹکے سے لائے، جب حضرت کا پانی ختم ہوجاتا تھا تو تقریباً آدھے میل سے پانی لانا پڑتا تھا، کیونکہ حضرت کنویں کا پانی استعمال نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ جمعہ پڑھ کر گئے، مغرب کے بعد پہنچے، اندھیرا

ہو گیا، کھانا وغیرہ کھایا، وہاں بھی لوگ ملنے آنے لگے اب وہاں بھی دین کی بات ہو رہی ہے، اس کے بعد سو گئے، صبح اٹھے جمعہ کے دن ناشتہ کے بعد پھر شیخ کی مجلس کی مصروفیات، تو کہاں وقت ملتا تھا اور کاموں کے لیے، اس لیے ہمارا بیٹا ہماری محبت کو نہیں پا سکا، لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت پالی۔ اگر ہماری محبت نہ پائے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماں باپ کی رحمت و محبت نہیں پائی یتیم ہو گئے، لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت پائی یا نہیں! بس اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے ٹوٹے پھوٹے اعمال کو بھی وہ قبول کر لیتا ہے۔ ہمیں مولانا محمد مظہر سلمہ سے امید نہیں تھی کہ وہ مقرر ہوں گے، اس کے لیے تو بہت پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان اپنی رحمت سے کھول دی، مجھ پر فضل عظیم فرمایا، میرا دل ان کی تقریر سے باغ باغ ہو جاتا ہے، اتنے مسائل اور عبارتیں یاد ہیں ماشاء اللہ، اللہ تعالیٰ اور رحمت فرمائیں۔

میرے شیخ حضرۃ پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی شان اور ۲۱ مرتبہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت:

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کو حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ محبی ومحبوبی لکھتے تھے، ''مولانا شاہ'' آپ کسی بھی خط میں نہیں پائیں گے بلکہ وہ ان کو محبی ومحبوبی مولانا شاہ عبد الغنی صاحب لکھتے تھے، حضرت کی تحریم ایسی تھی کہ حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب کی تعبیر کے لیے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علومِ ولایت بھی دیا ہے اور علوم نبوت بھی دیا ہے، اور بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، اور فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایسا دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ آپ کے چشمِ مبارک کے لال لال ڈورے بھی نظر آ رہے تھے اور خواب ہی میں کہہ رہا ہوں یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا عبد الغنی نے آپ کو خوب دیکھ لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں عبد الغنی آپ نے خوب دیکھ لیا ہے۔ ایسا خواب آج تک میں نے زندگی میں نہیں سنا، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لال لال ڈورے بھی نظر آئیں۔ ان کے ساتھ سولہ سال اللہ نے رکھا۔ حضرت کا سینہ بھی بہت کشادہ تھا، اللہ نے ان کو خوب طاقت عطا فرمائی تھی مگر انہوں نے ساری طاقت اللہ پر فدا کر دی۔

ایک دفعہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ تین بجے رات کو اُٹھے اور دن کے گیارہ بجے تک ایسے ہی بیٹھے رہے، دس پارے تلاوت کی، قصیدہ بردہ پورا، ساتوں منزل مناجات مقبول کی بارہ تسبیح، جب گیارہ بج گئے آٹھ گھنٹے ہو گئے تب فرمایا الحمد للہ ستر سال کی عمر ہے، آج اللہ نے مجھے ۸/ گھنٹے بٹھا کر عبادت کرائی۔ یہ آنکھوں دیکھا حال ہے، یہاں پاکستان والوں نے شیخ کو کیا دیکھا؟ جنہوں نے ان کی جوانی دیکھی، ان کی عبادت دیکھی ان سے پوچھو کہ کیسے اللہ والے تھے، حضرت ایسی تلاوت کرتے تھے جیسے اللہ کو دیکھ رہے ہیں، اور ہر دس بیس آیتوں بعد زور سے اللہ کہتے تھے، جیسے ریلوے انجن میں اسٹیم زیادہ ہو جائے تو ڈھکن کھول دیا جاتا ہے، اس طرح حضرت اللہ کہتے تھے، ساری مسجد ہل جاتی تھی۔

ایک مرتبہ حاجی صاحب کو لکھا کہ جب میں دنیا کی زمین پر چلتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے میں آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں، حاجی صاحب نے فرمایا، یہ شخص اپنے وقت کے اولیاء صدیقین میں سے

ہے۔ان کا اتنا ایمان تھا۔

میں نے دیکھا حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کو روزانہ پھول پور کے بازار سے بخاری شریف پڑھانے گزرتے تھے،کبھی نہیں دیکھا کسی دکان کو دیکھ رہے ہیں،کمال ہے اس شخص کا۔بس سامنے نظر رہتی تھی،ان کا نام تھا کہ دنیا میں رہتے ہیں،ایسا لگتا تھا کہ عالمِ آخرت میں ہیں،اتنا اللہ کو یاد کرتے تھے۔

ایک شخص ماسٹر عین الحق آئے،میرے پیر بھائی تھے اور مجھ سے بہت محبت کرتے تھے،ستر سال ان کی عمر تھی،وہ بیت العلوم سرائے میر انڈیا میں اردو پڑھاتے تھے،وہ حضرت پھول پوریؒ سے بیعت بھی ہوئے،وہ کہتے تھے''جب ہم مدرسہ میں آتے ہیں تو ہمارا دل باغ باغ رہتا ہے،الحمد للہ۔''انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے اپنے پیر کی خدمت میں زمین کے کاغذات پیش کیے تھے کہ اس پر دستخط کر دیں،آج اعظم گڑھ کی عدالت میں ان کاغذات کو پیش کرنے ہیں تو حضرت نے سوچا کہ میرا کیا نام ہے،جب یاد نہیں آیا تو مجھ سے پوچھا کہ''میرا کیا نام ہے؟''الحمد للہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسے اولیاء کی خدمت نصیب کی ہے جو اپنا نام بھی بھول جاتے تھے۔تو انہوں نے پوچھا میرا کیا نام ہے تو ماسٹر عین الحق صاحب ہنس پڑے،سمجھے مذاق کررہے ہیں،جب یہ ہنسے تو حضرت کو جلال آگیا کیونکہ حضرت اس وقت کسی اور عالم میں تھے،تو ڈانٹا''بتاتے کیوں نہیں میرا کیا نام ہے؟''یہ بولے حضرت آپ کا نام''عبدالغنی''ہے پھر دستخط کیے۔سمجھ لو مجھے اللہ نے ایسا شیخ دیا تھا،میں اپنی خوش نصیبی پر جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

حضرت پھول پوریؒ وہ شخصیت تھی کہ مفتی اعظمؒ اُن کے جوتوں میں بیٹھتے تھے۔ڈاکٹر عبدالصمدؒ بڑے اللہ والے تھے انھوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ مفتی اعظمؒ اور ہم سب ناظم آباد میں حضرت پھول پوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے،جگہ نہیں تھی تو جہاں جوتے تھے وہاں بیٹھتے تھے۔اور میرے سامنے فرمایا کہ آپ پیر بھائی تو ہیں مگر میں آپ کو پیر بھائی نہیں سمجھتا،ایک دن تلاوت کے درمیان میں نے دیکھا کہ درمیان میں مصرعہ پڑھا محراب کے اندر،ابھی میں ہندوستان گیا تھا،میں نے اسی محراب میں بیٹھ کر تقریر کی اور میں رورہا ہوں،میں نے کہا یہ وہی محراب ہے جہاں سولہ سال اختر نے اپنے شیخ کی عبادت دیکھی اور کیسی عبادت،دس دس پارے آہ وفغاں کے ساتھ،حضرت کی عبادت ایسی نہیں تھی جیسی آج کل ہماری ہے،ان کی عبادت آہ وفغاں اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ تھی اور حضرت نے یہ مصرعہ پڑھا ع

آجا میری آنکھوں میں سما جا میرے دل میں

جب یہ مصرعہ پڑھا ہوگا تو کیا مزہ آیا ہوگا،حضرت کے لطف کا کیا عالم رہا ہوگا اس میں۔

میں نے صرف ایک نعمت کی لالچ میں مسجد بنائی ہے اور خانقاہ بنا رہا ہوں یہاں کوئی جگہ نہیں ہے جہاں میں اپنے دوستوں عاشقوں کو آباد کروں،وہاں سارے اللہ کے عاشقوں کو جمع کررہا ہوں اور اس مقام پر بستی احباب،بستی صالحین،بستی اولیاء کرام،بستی عشاقِ الٰہی ہے،میں روزانہ دعا کررہا ہوں اے اللہ!یہاں عاشقوں کا میلہ لگادے۔

حضرت والا کے واقعات وکمالات حضرت والا کی زبانی

محمد ارمغان ارمان

۱۹۹۳ء میں جب حضرت والا ری یونین کے دعوتی سفر پر تھے، وہاں سینٹ لوئیس میں قبل نمازِ جمعہ مولانا اسماعیل صاحب (شاگرد وخلیفہ مجاز حضرت والا) کی مسجد میں حضرت والا کا بیان تجویز تھا۔ صبح مولانا یاددہانی کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ کی مسجد کا مؤذن ڈاڑھی منڈاتا ہے، مؤذن کو رکھنے والی کمیٹی اور امام سب سے قیامت کے دن مواخذہ کا خوف ہے کیونکہ ایسے شخص کی اذان اور امامت سب مکروہِ تحریمی ہے اس کا اخراج واجب ہے لہٰذا میں آپ کی مسجد میں بیان نہیں کروں گا کیونکہ: لَا یَجُوزُ الحُضُورُ عِندَ مَجلِسٍ فِیهِ المَحظُورُ

جس مجلس میں اللہ کی نافرمانی ہورہی ہو وہاں شرکت جائز نہیں۔ مولانا اسماعیل صاحب نے عرض کیا کہ اس مؤذن کو ہم نے نہیں رکھا بہت پُرانا ہے اور یہاں کے ملکی قوانین کے تحت کسی ملازم کو نکالنا تقریباً ناممکن ہے البتہ ہم نے اس کا انتظام کرلیا ہے کہ کل حضرت کی موجودگی میں وہ اذان واقامت نہیں کہے گا۔ دوسرے صالح شخص کہیں گے۔ کیونکہ عذر معقول تھا اس لیے حضرت والا نے بیان کی دعوت قبول فرمالی اور نماز سے قبل حضرت اقدس کا دس منٹ نہایت مختصر اور جامع بیان ہوا جس میں سورہ ملک کی شروع کی دو آیتوں کی تفسیر بیان فرمائی۔

۱۹۹۷ء میں جب حضرت والا قونیہ تشریف لے گئے تھے تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جانے سے قبل فرمایا کہ مولانا کے مزار کے متعلق معلومات کرنی ہے کہ وہاں کوئی بدعت تو نہیں ہورہی ہے۔ جس وقت کوئی منکر نہیں ہورہا ہوگا اس وقت جائیں گے۔ ایسے موقع پر ہم مولانا کے مزار پر نہیں جائیں گے جب وہاں کوئی منکر ہورہا ہوگا کیونکہ ''لا یجوز الحضور عند مجلس فیه المحظور''۔

اس مجلس میں شرکت جائز نہیں جہاں اللہ کی کوئی نافرمانی ہورہی ہو۔ اگر بالفرض آج کل ہر وقت وہاں کوئی منکر ہوگا تو پھر جائیں گے ہی نہیں، چاہے سفر کی ساری مشقتیں اور تمام اخراجات بے کار جائیں۔ شریعت کے ایک حکم پر سب کچھ قربان کیا جاسکتا ہے (اللہ اکبر)۔

چند کراماتِ مرشدی:

سیّدی و مرشدی حضرت والا فرماتے ہیں کہ اولیاء کی کرامت برحق ہے کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ اسلامی عقائد میں سے ہے اس لیے کرامتِ اولیاء کا انکار بڑی گمراہی کی بات ہے البتہ کرامت کسی ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی کہ جب وہ چاہے خود صادر کردے بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اپنے کسی مقبول بندے کو عطا فرما دیتے ہیں، کرامت ''فعلِ عبد'' نہیں ہے ''فعلِ معبود'' ہے۔ لیکن لوازم ولایت میں سے نہیں ہے۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: الاستقامة فوق الف کرامة ''سنت و شریعت پر استقامت ایک ہزار کرامت سے افضل ہے''۔

''اہتمامِ تقویٰ، اتباعِ سنت، اتباعِ شریعت'' یہ کرامتِ معنویہ ہے اور کرامتِ ظاہرہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس کے ذیل میں حضرت والا سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ بھی سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص اُن کے پاس دس سال تک رہا جب کوئی کرامت نہ دیکھی تو مایوس ہوکر واپس ہونے لگا اور کہا کہ میں نے آپ کے اندر کوئی کرامت نہیں پائی۔ تو حضرت نے فرمایا کیا ان دس سالوں کے اندر میرا کوئی عمل خلافِ شریعت اور خلافِ سنت دیکھا؟ اُس نے کہا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر تُو کیا کرامت چاہتا ہے؟

البتہ کرامتِ ظاہری کا کسی اللہ والے سے ظہور ہونا یہ انعامِ خداوندی ہے، احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اولیاء اللہ کی کرامت بیان فرمائی ہیں، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک کتاب ''کراماتِ صحابہ'' تصنیف فرمائی تھی، اس کے علاوہ اولیاء اللہ کی کرامات پر بے شمار کتب ہیں۔

ہمارے سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہٗ بھی صاحبِ کرامت تھے، یعنی کرامتِ معنوی کے ساتھ ساتھ کرامتِ ظاہری بھی حاصل تھی، نہ جانے کتنے بھٹکے ہوئے بندوں کو منزل تک پہنچا دیا اور لمحوں میں صاحبِ نسبت کردیا۔

۱۹۹۸ء میں سیّدی و مرشدی حضرت والا اپنے احباب خصوصی کی دعوت پر رنگون (برما) تشریف لے گئے تھے، پھر وہاں سے ڈھاکہ (بنگلہ دیش) کو تشریف لے جانا تھا، روانگی والے دن کا واقعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا جلیل احمد اخون صاحب مدظلہ (خلیفہ مجاز حضرت والا) بیان فرماتے ہیں کہ:

رنگون سے ڈھاکہ سفر کی ٹکٹیں او۔کے کرانے کی ذمہ داری حافظ ایوب صاحب نے لی، انھوں نے روانگی والے دن اتوار کو صبح یہ بتلایا کہ ٹکٹیں او۔کے ہوگئی ہیں اور فلائٹ کا وقت شام ۵ر بج کر ۵۵ر منٹ پر ہے اور یہی رنگون میں مغرب کا وقت تھا۔ فلائٹ کا وقت سن کر پریشانی ہوئی کیونکہ نہ رنگون میں نماز پڑھ سکتے تھے اور نہ ہی ڈھاکہ میں نماز کا وقت مل سکتا تھا۔ حضرت شیخ کو اطلاع کی گئی اور مغرب کی نماز کی بابت عرض کیا گیا تو حضرت نے فرمایا'' خدا کرے کہ جہاز لیٹ ہوجائے اور ہم جماعت سے

مغرب کی نماز پڑھ لیں''۔ جب ہم حضرت کے کمرہ سے باہر آئے تو میں نے حافظ ایوب صاحب سے کہا کہ ان شاء اللہ ضرور جہاز لیٹ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے مقربین بندوں کی بات ضرور پوری فرماتے ہیں۔انہوں نے بندہ کی بات پر حیرت کا اظہار کیا۔ بہرحال یہ طے ہوا کہ وہ تین بجے احباب اور سامان کو ائیر پورٹ لے جائیں گے لیکن وہ پانچ بجے تک نہیں آئے پانچ بجے کے بعد آئے اور بندہ کو دیکھ کر مسکرائے اور کہا کہ مولانا آپ کی بات تو سچی ہوگئی فلائٹ کا ٹائم رات پونے نو بجے ہوگیا ہے اسی کے بارے میں مولانا جلال الدین رومی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں ع

می دہد یزداں مراد متقین

کہ اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کی مراد پوری فرماتے ہیں ع

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب وخاص بندوں میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ ان کی صحبت میں چند لمحے بیٹھنے والا بھی خام سے کندن ہوجاتا ہے۔ جس طرح پارس پتھر کی خاصیت مشہور ہے کہ اگر لوہے کو چھو لے تو اسے سونا بنادیتا ہے، اس سے بڑھ کر خاصیت اللہ والوں کے پاس بیٹھنے میں ہے۔

احادیثِ مبارکہ اور تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات موجود ہیں مثلاً سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے ایک شرابی کو لمحوں میں ولایت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیا تھا، حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے جگر مرادآبادی اور حفیظ جونپوری جیسے شرابی کبابی اللہ والے بن گئے تھے۔ایسا کیوں ہے؟

اس کی وجہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت سے قلب میں اعمالِ صالحہ کی ایک زبردست قوت وہمت اور توفیق پیدا ہوجاتی ہے۔ چالیس چالیس سال سے انسان جس گناہ کو چھوڑنے کی طاقت نہ پاتا ہو اللہ والوں کے پاس چند دن رہ کر کے دیکھے کہ کیا ہوتا ہے۔اور فرمایا کہ اللہ والوں کی صحبت سے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ

(بخاری، ص ۹۴۸، ج ۲)

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے پاس بیٹھنے والا شقی نہیں رہ سکتا۔اس کی شقاوت کو اللہ تعالیٰ سعادت سے بدل دیتے ہیں۔۔۔ جب اولیاء اللہ کی صحبت کا یہ انعام ہے۔۔۔تو صحبتِ نبوت کے فیضان کا کیا عالم ہوگا؟ حالتِ ایمان میں جس پر نبوت کی نگاہ پڑگئی، وہ صحابی ہوگیا اور دنیا کا بڑے سے بڑا ولی بھی ایک ادنیٰ صحابی کے رُتبہ کو نہیں پاسکتا۔

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس طرح پارس پتھر میں سونا سازی یعنی لوہے کو سونا بنانے کی خاصیت رکھی ہے، آگ میں گرمی اور جلانے کی خاصیت رکھی ہے اور برف میں ٹھنڈا کرنے کی خاصیت رکھی ہے

اوران کی خاصیت بلا دلیل تسلیم کی جاتی ہے، اسی طرح اللہ والوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک خاصیت رکھی ہے اولیاء سازی کی کہ ان کی صحبت میں رہنے والے ولی اللہ ہو جاتے ہیں۔

اب فیضانِ صحبتِ ولی کامل پر سیّدی ومرشدی حضرت والا قدس سرہ کا ایک واقعہ بطورِ نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا جلیل احمد اخون صاحب مدظلہ رقم طراز ہیں کہ حضرت شیخ اپنے کلام میں فرماتے ہیں۔

ہوئے ہیں رند کتنے اولیاء بھی
ذرا دیکھو تو فیضِ خانقاہی

اللہ والوں کی صحبت نے کتنے بھٹکے ہوؤں کو راہِ ہدایت دکھا دی اور فسق و فجور اور گناہوں کی پستیوں سے نکال کر ولایت کی بلندیوں تک پہنچا دیا چنانچہ اس سفر (رنگون، برما) میں ایک رات جب عشاء کے بعد قیام گاہ پر بیعت اور زیارت کے لیے بہت سے احباب جمع تھے تو قیام گاہ کے پڑوس میں رہنے والا ایک شخص آیا ہال نما کمرے کے مرکزی دروازہ کے قریب بیٹھ گیا۔ اس کی ہیئت عجیب وحشت ناک تھی کلین شیو (یعنی بغیر ڈاڑھی) تھا، سر کے بال اتنے لمبے کہ نصف کمر تک آتے تھے اور وہ بھی عورتوں کی طرح ربڑ سے باندھے ہوئے تھے، ہاتھوں میں کنگن اور انگلیوں میں انگوٹھیاں اور تین سونے کے ہار گلے میں تھے اور چہرے سے عجیب وحشت اور نحوست ٹپک رہی تھی۔ پہلے دن وہ مجلس کے آخر تک ویسے ہی بیٹھا رہا۔ غالباً یہ بدھ اور جمعرات کی درمیانی رات کا واقعہ ہے۔ دوسرے دن بندہ اس کو مغرب کے بعد جامع مسجد سورتی میں دیکھتا رہا شاید وہ بیان سننے کے لیے آیا ہو لیکن وہ وہاں موجود نہیں تھا لیکن جب عشاء کے بعد واپس قیام گاہ پر آئے اور بیعت ہونے لگی تو وہ پھر آیا۔ بندہ کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ بھی کونے میں بیعت کے لیے پھیلائی ہوئی چادر کا پلہ پکڑے ہوئے تھا۔ اس کے بعد شاید وہ کبھی بھی مغرب کے بیان کے لیے جامع مسجد سورتی میں نہیں آیا لیکن عشاء کے بعد قیام گاہ پر روزانہ آتا تھا۔

آخری دن اتوار کو وہ صبح صبح آیا تو حضرت والا اس کو اپنے ساتھ چند منٹوں کے لیے اپنے حجرۂ خاص میں لے گئے اس نے حضرت کے ساتھ خلوت میں چند منٹ گزارے پھر وہاں سے نکلا اور سیدھا چلا گیا۔ شام کو عصر کے وقت جب ہماری روانگی تھی تو وہ آیا اس کے بال سنت کے مطابق بنے ہوئے تھے، نہ اس کے گلے میں کوئی ہار تھا اور نہ ہاتھوں میں کوئی کنگن اور نہ انگوٹھیاں تھیں تھوڑی تھوڑی ڈاڑھی اس کی بڑھی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ نور سے جگمگا رہا تھا اس کے چہرہ کی تابانی قلب کے نور یزدانی کی غمازی کر رہی تھی۔ ہر ایک اس کی بدلی ہوئی کیفیت پر ششدر اور حیران تھا اور مجھے حضرت کا یہ شعر یاد آ رہا تھا۔

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اخترؔ
اسے آ گیا ہے جینا اسے آ گیا ہے مرنا

فرمایا: اس زمانے میں خال خال ایسے لوگ ہیں جنہیں دیکھ کر کافر بھی ایمان لاتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر کہتا ہوں، مجھ کوئی کافروں نے ساؤتھ افریقہ میں دیکھ کر اسلام قبول کیا۔ میرے میزبان ادریس ہتھورانی کا عیسائی نوکر مجھے ایک نظر دیکھ کر دوڑا ہوا ادریس کے پاس گیا اور پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اس نے بتایا کہ ہمارے پیر صاحب ہیں تو کہا کہ جس دین پر یہ ہیں مجھے بھی اسی دین پر کرادو۔ انہوں نے پوچھا کہ کیوں؟ کہا کہ ان کا چہرہ بتا رہا ہے کہ یہ سچے دین پر ہیں اور وہ مسلمان ہوگیا۔

تواضع، فنائیت اور للّٰہیت:

مَن تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰهُ (مشکوٰۃ، ص:۴۳۴)

''جس نے اللہ کے لیے تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کو بلندی دیتا ہے''۔

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ تصوف نام ہے اپنے نفس کو مٹا دینے کا، یہی حاصلِ سلوک ہے۔ اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا یہی مقصد ایک شعر میں لکھ کر پیش کیا تھا ؎

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے دَر پر میں لایا ہوں
مٹا دیجئے مٹا دیجئے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ تواضع و فنائیت اور بندگی و عبدیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے بے شمار واقعات اس پر شاہد ہیں، اور حضرت والا کے متعلقین میں بھی فنائیت بہت پائی جاتی ہے اس بات کا اقرار بے شمار علماء کرام و مشائخ عظام بھی کرتے ہیں خود احقر نے بھی سنا ہے۔ درحقیقت یہ سلسلہ امدادیہ کی برکت ہے کیونکہ سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے سلسلہ میں اپنے آپ کو مٹانے اور فنا کرنے کی خوبی بہت نمایاں ہے، اور مشہور محاورہ ہے:

''پھلوں سے لدی ہوئی شاخ ہمیشہ جھکتی ہے''۔

حضرت والا فرماتے تھے کہ الحمد للہ! نسبتِ شیخ کی وجہ سے میں نے اپنے شیخ کے نوکروں کی بھی خدمت کی ہے۔ شاہ عبد الغنی صاحب کے ہاں جو نوکر تھے، وہ بالکل جاہل مطلق تھے لیکن میں نے کبھی کسی سے لڑائی نہیں کی، ہمیشہ شیخ کے ایک ایک فرد کا اکرام کیا ہے، اللہ کی توفیق سے مجھے ہر شخص بہت ہی محترم نظر آتا تھا، کیونکہ وہ جیسا بھی تھا اُس کو میرے شیخ سے نسبت تھی۔ اور فرمایا: اختر خود کچھ نہیں ہے لیکن یہ سب انہی بزرگوں کی نسبت کا صدقہ ہے، میں کچھ نہیں ہوں۔

عشق و محبت:

حضرت مرشدی فرماتے ہیں کہ ؎

محبت درحقیقت اتباعِ راہِ سنت ہے

نبی کا راستہ ہی حاصلِ عشق و محبت ہے
یہ دعویٰ عشق کا جو بھی خلافِ راہِ سنت ہے
محبت نام کی تو ہے مگر دراصل بدعت ہے
وہی شیخِ طریقت دوستو محبوبِ ملت ہے
کہ جس کے ہاتھ میں ہر وقت شمعِ نورِ سنت ہے

امام العاشقین سیّدی و مرشدی حضرت والا نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھے اپنی محبت کی کیفیت دیتا ہے تو بادشاہوں کے تخت و تاج بکتے ہوئے، چاند و سورج ماند ہوتے ہوئے، حسینوں کا نمک جھڑتا ہو انظر آتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اختر پہ زمین و آسمان کے خزانے برسا دے تو پورے عالم میں خانقاہیں، مساجد و مدارس بنوا دے، علماء کے قرضے ادا کر دے، ان کے مکانات بنوا دے، فیکٹریوں میں ان کے شیئر کھلوا دے تاکہ وہ کسی کے محتاج نہ رہیں۔

سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہٗ سراپا محبت ہی محبت تھے، اتنے بڑے عاشقِ ذاتِ حق تھے کہ ان کی آتشِ عشق و محبت کی گرمی اور پُر درد قلب کی آہ نے نہ جانے کتنوں کو صاحبِ نسبت کر دیا اور تعلق مع اللہ کی دولت سے آباد کر دیا۔ حضرت والا فناء فی الرسول اور فناء فی اللہ کے بلند مقام پر فائز تھے ؎

لذتِ قربِ بے انتہا کو
کس طرح لائے اختؔر زباں میں
کس طرح سے چھپاؤں محبت
راز ظاہر ہے آہ و فغاں میں

عاشق کو اپنے محبوب کے شہر سے بھی بہت محبت ہوتی ہے، حضرت والا کو مدینہ شریف سے کتنا عشق تھا اور کتنی محبت تھی؟ اس کا اندازہ ان اشعار سے ہوتا ہے جو ترجمانِ محبت ہیں ؎

نظر ڈھونڈتی ہے دیارِ مدینہ
ہیں دِل اور جاں بے قرارِ مدینہ
دل تڑپتا ہے میرا سینے میں
ہائے پہنچوں گا کب مدینے میں
قلب جس کا نہ ہو مدینے میں
اس کا جینا ہے کوئی جینے میں

اور فرماتے ہیں کہ ؎

پھر مدینے کی لذّت کو میں کیا کہوں

کاش ہوتا مدینے میں میرا وطن
ہیں وطن میں مگر دِل مدینے میں ہے
اے مدینہ فدا تجھ پہ ہوں صد وطن

آہ! کیا دِل موہ لینے والے اشعار ہیں، اور پڑھیے میرے محبوب شیخ فرماتے ہیں کہ ؎

تصور میں آتا ہے جب سبز گنبد
تو ایمان کو گرم تر دیکھتے ہیں
بفرطِ محبت بشوقِ نظر ہم
مدینہ کے دیوار و در دیکھتے ہیں
تصور میں آتا ہے جب سبز گنبد
عجب حال قلب و جگر دیکھتے ہیں

اور یہ اشعار پڑھیے جن میں اپنے عشق ومحبت کا اظہار ایک اور ہی انداز میں فرمار ہے ہیں ؎

جب نظر آئے وہ سبز گنبد
کہہ کے صلِّ علیٰ جھوم جائیں
جب حضوری کا عالم عطا ہو
اُن کو افسانۂ غم سنائیں
آپ کی شان بے انتہا کو
اے اختر مرے قلب و جاں ہیں وہاں
مدینے سے گو دور رہتے ہیں ہم
کس طرح لائے اختر بیاں میں
گر نہ صلِّ علیٰ ہو زباں پر
کیا اثر ہو گا آہ و فغاں میں

اور بالخصوص مدینہ منورہ سے واپس ہوتے وقت کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے جس کا ایک ایک حرف سوز وعشق اور درد دِل میں ڈوبا ہوا اور قلب میں اُترتا ہوا ہے۔ جیسے محبّ کو محبوب سے محبت ہوتی ہے ایسے ہی محبوب سے وابستہ ہر شئے بھی محبوب ہوتی ہے اسی لیے تو مذکورہ کلام کے اس مصرعہ میں ’’مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ‘‘ کی تکرار بھی بہت لطف دیتی ہے اور وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے ؎

یہ صبحِ مدینہ یہ شامِ مدینہ

مبارک تجھے یہ قیامِ مدینہ
بھلا جانے کیا جام و مینائے عالم
تِرا کیف اے خوش خرام مدینہ
مدینہ کی گلیوں میں ہر اِک قدم پر
ہو مدِّ نظر احترامِ مدینہ
مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ
بڑا لطف دیتا ہے نامِ مدینہ
نگاہوں میں سلطانیت ہیچ ہو گئی
جو پائے گا دِل میں پیامِ مدینہ
سکونِ جہاں تم کہاں ڈھونڈتے ہو
سکونِ جہاں ہے نظامِ مدینہ
ہو آزاد اختؔر غم دو جہاں سے
جو ہو جائے دِل سے غلام مدینہ

حضرت والا کے کمرہ میں روضہ مبارک کی تصویر لگی ہوئی ہے جو بجلی سے روشن ہو جاتی ہے اس کو دیکھ کر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ آسمان مدینہ پاک کا ہے۔اس آسمان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی ہے لہٰذا آج اس آسمان سے نظر ملا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک سے اپنی نظر ملا لو۔ یہ ملاقات کا عجیب طریقہ ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی نظر بھی اس آسمان پر پڑی ہے اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر سے بھی اپنی نظر ملا لو۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ مبارک مدینہ کے ان پہاڑوں پر اور آسمان پر پڑی ہے لہٰذا ان مقامات کو دیکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک سے اپنی نگاہ کو ملانا ہے کیونکہ یہ مدینہ شریف کا فوٹو ہے، یہ وہیں کے پہاڑ ہیں، وہیں کا آسمان ہے اور وہیں کے سورج ڈوبنے کی سرخیاں ہیں جو تصویر میں دکھائی دے رہی ہیں۔ اس مقام کو اس نیت سے دیکھو کہ ہماری نگاہ وہاں پڑ رہی ہے جہاں ۱۴؍سو برس پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک پڑی تھی اور ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نگاہ پڑی تھی تو اس وقت ہماری نگاہ واصل ہے نگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نگاہِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے۔ یہ فرما کر دریافت فرمایا کہ بتاؤ! یہ مزہ آج تک کسی سے سنا تھا الا ماشاء اللہ۔

جب میں مدینہ شریف جاتا ہوں اور چاند کو دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک نے اس چاند کو یقیناً دیکھا ہے کیونکہ چاند دیکھنے کی دعا ثابت ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

نگاہیں بھی اس چاند پر یقیناً پڑی ہیں۔لہٰذا مدینہ منورہ کے چاند کو دیکھ کر یہ مراقبہ کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک جہاں پڑی ہے وہیں آج میری نگاہ بھی پڑ رہی ہے تو اس طرح میری نگاہ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں ملاقات ہو رہی ہے۔کہیں یہ باتیں سنیں؟ انتہائی احسان ہے مجھ پر اللہ تعالیٰ کا۔ھٰذَا مِمَّا خَصَّنِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِلُطفِہٖ یہ علوم وہ ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو خاص کیا ہے۔یہ جملہ حضرت تھانوی نے بھی کلید مثنوی کی شرح میں لکھا ہے۔یہ فرما کر حضرت والا پر گریہ طاری ہو گیا۔

اہتمامِ اتباعِ سنت:

حضرت والا فرماتے ہیں کہ شریعت وطریقت، تصوّف وسلوک کی اساس اتباعِ سنت ہے۔ منازلِ قربِ الٰہی کی ابتدا بھی یہی ہے اور انتہاء بھی یہی ہے۔اتباعِ سنت کی عظمت پر حضرت والا کا ایک شعر بین الاقوامی شہرت یافتہ اور اکابر علماء کا پسندیدہ ہے ؎

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اس شعر پر بہت سے مبشرات بھی ہیں، چند ایک احقر نے ''مبشراتِ منامیہ'' میں لکھے ہیں ؎

گر سنتِ نبوی کی کرے پیروی اُمت
طوفاں سے نکل جائے گا پھر اس کا سفینہ
جو چلا تیرے نقشِ قدم پر
کامراں ہے وہ دونوں جہاں میں

حضرت والا کی پوری حیاتِ مبارکہ اتباعِ سنت سے معمور تھی اور اپنے متعلقین کو بھی اس کی بہت ہی تاکید فرمایا کرتے تھے ؎

بس مرے دل میں تیری محبت رہے
زندگی میری پابندِ سنت رہے

حضرت والا نے ایک کتاب ''پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں'' بھی تحریر فرمائی ہے جو مختصر مگر نہایت جامع ہے، ایسی کتاب ابھی تک دیکھنے میں نہیں آئی۔اس کے کئی ایڈیشن اب تک چھپ چکے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں پوری دنیا میں مفت تقسیم ہوئی ہے اور ہو رہی ہے، اور کئی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں، الحمدللہ تعالیٰ۔حضرت والا کے اہتمامِ اتباعِ سنّت سے متعلق واقعات مختلف عنوانات میں بھی آچکے ہیں، اس کے علاوہ مضمون ''معمولات وعادات'' میں بھی درج ہیں۔

ادب واکرام:

طُرُقُ العِشقِ کُلُّھَا اَدَب

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ یہ راستہ محبت کا راستہ ہے، اَدب کا راستہ ہے۔ جس نے جو کچھ پایا ادب سے پایا، اور جو محروم رہا، بے ادبی کی وجہ سے محروم رہا۔ ہمارے سیّدی و مرشدی حضرت والا سراپا ادب تھے۔ چند ایک واقعات ملاحظہ فرمائیے:

فرمایا: الحمدللہ! اختر اپنے شیخ کا اتنا ادب کرتا ہے جتنا رعایا وزیرِاعظم کا ادب کرتی ہے بلکہ میں اس سے بھی زیادہ اپنے شیخ کا ادب کرتا ہوں۔ اللہ والوں کے مقابلے میں بادشاہ یا وزیرِاعظم کی کیا حیثیت ہے؟ ہمارے بادشاہ، ہمارے وزیرِاعظم، ہمارے چیف کمانڈر، ہمارے سب کچھ ہمارے شیخ ہی ہیں۔ وہ ہمارے محسن ہیں، ہمارے مربّی ہیں، وہ ہمیں اللہ سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ہمارا روحانی بیوٹی پارلر کرتے ہیں یعنی ہماری بندگی کی نوک پلک کو اللہ کی مرضی کے مطابق بنا کر ہمیں اللہ کا پسندیدہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

فرمایا: حضرت پھول پوریؒ نے جب بھی مجھ سے فرمایا کہ پانی لے آؤ تو میں خود ہی حضرت کی خدمت میں پانی لے کر گیا، میں نے کبھی کسی اور سے نہیں کہا کہ پانی لے آؤ چاہے وہ میرا شاگرد ہی کیوں نہ ہو۔

ہمارے حضرت عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک ہندو وڈا کیہ آتا تھا اور جب سلام کرتا تھا کہ مولوی صاحب، آداب عرض! تو حضرت فرماتے تھے ''آداب'' اور میرے کان میں فرماتے تھے کہ میں یہ نیت کرتا ہوں کہ آ اور میرا پَیر داب۔ فرمایا کہ یہ اس لیے کرتا ہوں تاکہ کسی کافر کا اکرام لازم نہ آئے۔

حضرت والا کے احباب میں سے ایک صاحب نے چند روز پہلے (جب حضرت والا ۱۹۹۳ء میں دعوتی سفر کے سلسلہ میں ری یونین میں قیام پذیر تھے) حضرت والا سے عرض کیا تھا کہ ری یونین کا ایک عیسائی وزیر حضرت سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کو لے آنا۔ آج وہ صاحب اس وزیر کو لے آئے اور ان کو کمرے میں لانے کی اجازت چاہی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان کو دوسرے کمرے میں بٹھلاؤ کیونکہ اگر وہ یہاں آیا تو مجھ کو اٹھنا پڑے گا جس سے اکرامِ کافر لازم آئے گا اور میں جاؤں گا تو اس کو اُٹھنا پڑے گا (سبحان اللہ!)۔

حضرت والا جہاں کہیں کسی کو بے ادبی کرتے دیکھ لیتے تو بہت درد اور محبت کے ساتھ تلقین فرماتے، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی زبانِ مبارک میں بہت تاثیر رکھی تھی اسی لیے فوراً دل پر اثر ہوتا تھا۔ چند واقعات اور ملاحظہ فرمائیے:

فرمایا: بنگلہ دیش کی بعض مسجدوں میں تھوک دان رکھے ہوئے تھے، جس میں پان کھا کر تھوکتے

ہیں اور بلغم وغیرہ بھی تھوکتے ہیں تو میں نے گزارش کی کہ یہ بتلائیں کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ مالک کے گھر اپنا بلغم چھوڑ جائیں، حکم تو یہ ہے کہ جب کھانسی آئے تو جیب سے رومال نکالو، اس میں بلغم تھوک کر واپس جیب میں رکھ لو، اس طرح کرنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی، لیکن مساجد میں بلغم تھوکنا منع ہے اور وہاں تو مساجد میں بلغم کا اسٹاک ہو رہا تھا لہٰذا لوگوں نے فوراً ہٹا دیا، اللہ کا شکر ہے جہاں جہاں یہ چیز بیان کی گئی وہاں سے اُگالدان بڑی خوشی خوشی ہٹا دیے گئے اور کہا کہ اللہ آپ کو جزائے خیر دے اور دعائیں بھی ملیں، بعض اوقات اس طرف ذہن نہیں جاتا، بس! جو چیز چل پڑے اس کے پیچھے پیچھے چل پڑتے ہیں۔

اسی طرح ۱۹۹۳ء میں جب حضرت والا ری یونین کے شہر سینٹ جوزف میں اپنے ایک متعلق کی دعوت پر بیان کے لیے تشریف لے گئے تو بیان اور نماز کے بعد دعوت کا انتظام بھی تھا۔ دسترخوان اٹھانے کے بعد حضرت والا کے ہاتھ دھلوانے کے لیے تسلہ لایا گیا جو معلوم ہوتا تھا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں استعمال ہوتا ہے تو حضرت والا نے فرمایا کہ جس برتن میں ہاتھ دھلوائے جائیں اس میں کھانا نہ کھایا جاتا ہو یا کھانے کی چیزوں میں استعمال نہ ہوتا ہو۔ ہاتھ دھلوانے کے لیے الگ برتن ہو تو ٹھیک ہے ورنہ کھانے پینے کے برتنوں میں ہاتھ دھونا ٹھیک نہیں۔ ہم اُٹھ کر باہر جا کر ہاتھ دھولیں گے لہٰذا حضرت والا نے باہر جا کر ہاتھ دھوئے۔

اللہ اکبر! حضرت والا اپنے مریدین و متعلقین کی بڑی فکر فرمایا کرتے تھے اور ان کے ہر عمل کی اصلاح کی فکر رکھتے تھے، یہ حضرت والا کی اپنے مریدین سے انتہائی تعلق کی دلیل ہے۔

احباب کے ساتھ دلجوئی اور محبت وشفقت:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے خدام و متعلقین کے ساتھ محبت وشفقت اور دل جوئی کے بے شمار واقعات ہیں، چند ایک ملاحظہ ہوں:

حافظ داؤد صاحب (جو کہ حضرت والا کے خاص شاگرد اور خلیفہ مجاز ہیں، ری یونین سینٹ پیئر میں انھوں نے حضرت والا کے ایماء پر خانقاہ امدادیہ اشرفیہ قائم فرمائی) ایک شخص کو لے کر حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یہ میرے دوست ہیں آج کل کچھ پریشان ہیں، دعا چاہتے ہیں۔ حضرت والا نے فوراً دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے اور دعا فرمائی اور دعا کے بعد ان صاحب سے فرمایا کہ بعد میں بھی دعا کروں گا اور سب حاضرین سے فرمایا کہ جب کوئی دعا کے لیے فرمائش کرے تو ایک دعا فوراً کر دیا کرو اس سے اس کا دل خوش ہو جائے گا کیونکہ مؤمن کے دل میں خوشی داخل کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔

حضرت والا جب ری یونین کے دعوتی سفر کے سلسلہ میں سینٹ پیئر میں قیام پذیر تھے، ایک

دن یعقوب لمبات صاحب اپنے گھر سے حضرت والا کے لیے کچھ سموسے بنوا کر لائے جو چائے کے ساتھ پیش کیے۔ فرمایا کہ یہ سموسے میں کسی اور کو نہیں دوں گا کیونکہ ان کی تعداد بتا رہی ہے کہ یہ صرف میرے لیے لائے گئے ہیں۔ جو چیز آدمی اپنے شیخ کے لیے لائے اور دوسرے اسے کھائیں تو لانے والے کو تکلیف ہوتی ہے جبکہ وہ چاہتا ہے کہ یہ صرف میرا شیخ کھائے (سبحان اللہ!)۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ خانقاہ میں دورانِ بیان حضرت والا نے رمال طلب فرمایا تو ایک شخص نے ٹشو پیپر پیش کیا اور حضرت میر صاحب دامت برکاتہم نے حضرت والا کا رُومال جو اُن کے پاس تھا پیش کیا، لیکن حضرت والا نے ان کا ٹشو پیپر استعمال فرمایا اور فرمایا کہ سب کی دلجوئی کرنا اتنا آسان کام نہیں ہے، اصلی شیخ وہی ہے جو دلوں کا خیال رکھتا ہے۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سیکھا ہے کہ کسی اللہ والے کی دل شکنی نہ ہو، اس کا دل نہ ٹوٹنے پائے۔ اب اس بیچارے نے ٹشو پیپر دیا، کس محبت سے دیا اور مجھے رومال بھی پیش ہوا مگر یہ رومال تو میرا ہی ہے، اگر اپنے رومال کو نہ استعمال کروں تو کوئی شکایت نہیں کرے گا، لیکن اگر ٹشو پیپر استعمال نہ کرتا تو اس کا دل دکھ جاتا کہ میرا ٹشو پیپر قبول نہیں ہوا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ ٹشو پیپر استعمال کروں۔ یہ توفیق ہونا بھی میرے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ اللہ اکبر! اس واقعہ میں حضرت والا کی تواضع وفنائیت کا مقام بھی نظر آتا ہے۔

جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) میں جب حضرت والا دعوتی سفر پر تھے، وہاں ایک دن صبح جھیل پہنچ کر سیر کے بعد مولانا منصور الحق صاحب (جو کہ حضرت والا کے عاشق اور خلیفہ ہیں) سے اشعار پڑھنے کے لیے فرمایا اور نہایت محبت و رِقّت کے ساتھ فرمایا کہ اگر میں نواب ہوتا تو کوئی ریاست آپ کے نام لکھ دیتا کہ سب چھوڑ و میرے ساتھ رہو لیکن کیا کریں اللہ تعالیٰ غیب سے کوئی سامان ان کا کر دیں تو یہ ہمارے لیے بہت ضروری ہیں (تمام احباب نے آمین کہا) پہلے زمانہ میں نواب لوگ شاعروں کو کچھ گاؤں لکھ دیتے تھے کہ یہ تمہارا ہے، شاعروں کے مزے آجاتے تھے۔ اب تو ریاستیں بھی ختم ہوگئیں مگر اللہ کی قدر بہت بڑی ہے (رِقّت آمیز آواز میں فرمایا کہ) وہ چاہیں تو اپنی رحمت سے کوئی انتظام غیب سے فرمادیں۔

نگاہِ عبرت اور پند وموعظت:

ہر وقت حضرت والا کے قلبِ اطہر پر الہامی علوم ومعارف کی بارش برستی رہتی تھی، چھوٹی چھوٹی باتوں سے ایسے ایسے نتائج نکالتے کہ بڑے بڑے علماء واولیاء دنگ رہ جاتے اور ان کی زبان پر یہی ہوتا کہ یہاں تک عقل کی رسائی ممکن نہیں تھی، یہ القائی باتیں ہیں کتابی نہیں۔ اللہ والے ہر چیز کو نگاہِ عبرت سے دیکھتے ہیں اور اس سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ بطورِ نمونہ یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت والا نے احقر راقم الحروف (حضرت میر صاحب) سے دُھلی ہوئی چادر اوڑھنے کے

لیے طلب فرمائی۔ احقر نے پیش کر دی اور عرض کیا کہ فرشی چادر بھی میلی ہے اگر حضرت والا فرمائیں تو اس کو بھی تبدیل کر دوں۔ فرمایا کہ نہیں۔ احقر خانقاہ میں آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد احقر کو دوبارہ طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے فرشی چادر کو تبدیل کرنے کو منع کر دیا تھا کیونکہ اس کے میلے پن کا احساس نہیں تھا لیکن جب نئی سفید چادر کو دیکھا تو میلی چادر سے دل کو ناگواری ہونے لگی کیونکہ تعرف الاشیاء باضدادھا ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ اندھیروں کا تعارف انوار سے ہوا ہے۔ اس پر ایک علمِ عظیم عطا ہوا کہ جیسے جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے انوار وتجلیات قلب کو عطا ہوتے جاتے ہیں اندھیروں سے اور اندھیروں کے اعمال سے مناسبت ختم ہوتی جاتی ہے، نافرمانی اور گناہوں سے قلب غیر مانوس ہوتا جاتا ہے اور گناہوں کے خیال سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے۔

فرمایا: ایک دن بڑھئی خانقاہ میں اوپر کی منزل پر کام کر رہا تھا تو لکڑی کے چھوٹے ذرّے اڑ کر نیچے آنے لگے، لوگوں نے جلدی جلدی کھڑکیاں بند کر دیں۔ میں نے کہا کہ آپ نے اپنی آنکھیں بچانے کے لیے کھڑکیاں بند کر دیں تاکہ ذرّے آنکھوں میں نہ گھس جائیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ حسینوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ نامحرم عورتوں سے، اَمرد لڑکوں سے نگاہ بچاؤ تو یہاں کیوں اشکال ہوتا ہے؟ یہاں اللہ کی حرام کردہ چیز سے بچنے کے لیے آنکھ کی کھڑکی کیوں نہیں بند کرتے ہو؟ بدنظری سنکھیا زہر سے بڑھ کر ہے، سنکھیا تو جان لیتا ہے اور یہ ہمارا ایمان لے لیتا ہے۔

۱۹۹۳ء میں جب حضرت والا خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سینٹ پیئر (ری یونین) میں تشریف فرما تھے ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت والا اپنے کمرے سے خانقاہ تشریف لائے تو دیکھا کہ بجلی کی ٹیوب لائٹ جل رہی ہے فرمایا کہ روشنی بجھا کر دیکھئے اگر ضرورت محسوس ہو تو دوبارہ جلا لیں گے ورنہ استغفار کریں گے۔ چنانچہ روشنی بجھانے سے معلوم ہوا کہ ضرورت نہیں تھی۔ فرمایا کہ ہم سب کو چاہیے کہ استغفار کریں ربنا اغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے اور اسراف سے بچائے۔ بعض وقت ورشنی کی ضرورت نہیں ہوتی آدمی سمجھتا ہے کہ ضروری ہے اس کا معیار یہی ہے کہ بجھا دو پھر دیکھو کہ ضرورت ہے یا نہیں۔ اگر ضرورت ہو تو دوبارہ جلا لو۔ بجھانے کے بعد پتہ چلا کہ اس وقت ضرورت نہیں تھی لہٰذا اتنی دیر تک جو بجلی کا استعمال ہوا اس سے استغفار کرنا چاہیے کیونکہ اسراف کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتے۔ ربنا اغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا۔

طریقِ اصلاح:

حضرت والا نے سالکینِ طریقت کی اصلاح وتربیت جس انداز سے فرمائی وہ اپنی مثال آپ ہے، اس کا اندازہ منسلکین کے اصلاحی خطوط کو لکھے جوابات پر مشتمل کتاب ''تربیتِ عاشقانِ خدا'' کا مطالعہ کر کے بھی آپ کو معلوم ہو جائے گا، جس میں جملہ امراضِ روحانی کے نادر و نایاب اور الہامی نسخے

ہیں جو آپ کی شانِ تجدید پر شاہد ہیں۔حضرت والا فرماتے ہیں:

جس شخص کو حق تعالیٰ تربیت کرنے کا شرف اپنی رحمت سے عطا فرماتے ہیں اس کے دل میں طالبین کے سوالات کے جوابات بھی عطا فرما دیتے ہیں تا کہ بدون سوال مشکل حل ہونے پر مرشد پر فدا ہو جائے۔

حضرت والا قدس سرہٗ سراپا رحمت ومحبت تھے۔کسی کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتے تھے، اور اگر ضرورتاً کبھی ڈانٹتے تو دوسرے وقت اس قدر شفقت وکرم اور دل جوئی فرماتے کہ اس بندے کو خود ندامت ہونے لگتی تھی۔حضرت والا فرماتے ہیں کہ جب اللہ والے ڈانٹتے ہیں تو بعد میں اس کے لیے دعائیں بھی بہت کرتے ہیں اور اس کی تلافی بھی کرتے ہیں تا کہ دوسروں کے دل میں اس کی عزت بڑھ جائے۔

اور فرماتے تھے کہ ''شیخ کے ذمہ ہے کہ اپنے احباب کی خطاؤں کو معاف کرتا رہے کیونکہ اس کو بھی تو قیامت کے دن اپنی معافی کرانی ہے اور اپنے کو برتر سمجھ کر نہ ڈانٹے یہی سمجھے کہ یہ شہزادے ہیں اور شاہ نے حکم دیا ہے کہ ان کے کوڑے لگاؤ تو جلاد کوڑے لگاتا ہے تو ڈرتا بھی رہتا ہے اور بادشاہ کی نظر کو دیکھتا رہتا ہے کہ کہیں شاہ کی نظر نہ بدل جائے کوئی کوڑا تیز نہ لگ جائے۔یہ حکیم الامت کے ارشادات ہیں۔فرماتے ہیں کہ اصلاح بھی تو ہمارے ذمے ہے، خاموش کیسے رہیں، دل پر جبر کر کے اور خود کو حقیر سمجھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے''۔

ایک بہت بڑے ڈاکٹر جو امریکہ و یورپ میں بلائے جاتے ہیں اور بہت دین دار ہیں لیکن ڈاڑھی پر کالا خضاب لگاتے ہیں۔حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سے ارشاد فرمایا کہ اگر کبھی آپ کو خضاب لگانے کی ضرورت پیش آئے تو براؤن خضاب لگائیے، کالا خضاب نہ لگائیے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کالا خضاب لگائے گا قیامت کے دن اس کا چہرہ کالا کر دیا جائے گا۔ڈاکٹر صاحب بہت خوش ہوئے اور عرض کیا کہ کبھی کالا خضاب نہیں لگاؤں گا۔

سبحان اللہ! یہ حضرت کا کمالِ حکمت ہے کہ ان سے یہ نہیں فرمایا کہ آپ نے کالا خضاب لگایا ہوا ہے کیونکہ اس سے وہ سبکی محسوس کرتے۔اس طریقہ سے ان کو مسئلہ بھی بتا دیا اور ان کی اصلاح بھی ہوگئی۔

حضرت والا سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب اپنے دوست ایک وفاقی وزیر کو حضرت والا کی زیارت کے لیے لائے۔لانے والے صاحب کے بھی پہلے داڑھی نہیں تھی حضرت والا کی برکت سے اب ان کے ماشاء اللہ پوری ڈاڑھی ہے۔ان کو مخاطب کر کے حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے آپ کے لیے بہت دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ڈاڑھی شریعت کے مطابق ایک مشت کر دے تا کہ جب اللہ تعالیٰ کے پاس جائیں تو اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں۔میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے دوست کی شکل بھی آپ جیسی ہو

جائے، ایک مشت ڈاڑھی ہو جائے اور مونچھیں بھی ایسی ہی باریک ہو جائیں کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ڈاڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔ آج کل اُمت اس کے خلاف کر رہی ہے اور حضور ﷺ کو دُکھ پہنچا رہی ہے۔ بتاؤ حضور ﷺ کو دُکھ پہنچانے والا کیسے فلاح پائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے کہ ان کی ڈاڑھی بڑھی ہوئی ہو اور اور مونچھیں کٹی ہوئی ہوں۔ بس وہ دن مجھے اللہ تعالیٰ جلدی دکھائے آمین۔ اور وزارت کے زمانہ میں ہی اگر یہ ڈاڑھی رکھ لیں اور ساری مخلوق سے اعلان کر دیں کہ میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا تو یہ اللہ کے شیر ہو جائیں گے۔ شیر جنگل میں اکیلا ہوتا ہے۔ وہ لومڑیوں اور بندروں کی اکثریت سے ووٹنگ نہیں کراتا کہ لومڑیو تمہاری کیا رائے ہے، وہ نہیں ڈرتا کہ لومڑی کیا کہہ رہی ہے، بندر کیا کہہ رہا ہے۔ وہ اپنے عمل میں آزاد ہوتا ہے۔ مخلوق اللہ کے سامنے اس سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ اس لیے بس اللہ تعالیٰ کو خوش کریں اور مخلوق کو نہ دیکھیں کہ مخلوق کیا کہے گی۔ اللہ کو دیکھیں کہ وہ کیا کہے گا۔ سوچ لو کہ حضور ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ڈاڑھی تھی یا نہیں تھی؟ بس عاشق کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ محبوبِ رب العالمین ﷺ کے ڈاڑھی تھی لہٰذا ڈاڑھی رکھ لو تا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ہم یہ کہہ سکیں کہ ؎

ترے محبوب کی یا رب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اِس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

دیکھو! دُنیا میں چند روز رہنا ہے۔ آپ کے ابا بھی چلے گئے، اُن کے ابا بھی چلے گئے، اور ایک دن سب کو جانا ہی ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ جذبہ عطا فرما دیں کہ ہم اللہ کو راضی اور خوش کر لیں اور ایک لمحہ کو بھی ناراض نہ کریں اور مخلوق کو کمزور اور بے حقیقت سمجھیں، کسی سے مرعوب نہ ہوں چاہے کوئی بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عافیت سے رکھے، دنیا میں بھی عافیت اور عزت وآبرو سے رکھے اور آخرت میں بھی عافیت اور عزت وآبرو سے رکھے۔ آمین! حضرت والا کی نصیحت سے وفاقی وزیر آبدیدہ ہو گئے اور حضرت والا سے رخصت ہونے کے بعد اپنے دوست سے کہا کہ میں بہت سے بزرگانِ دین کے پاس گیا ہوں لیکن سوائے حضرت والا کے کسی نے مجھ سے ڈاڑھی کے متعلق نہیں کہا۔ ؎

جس کے چہرہ پہ نہ ہو آہ نبی کی سنت
کیسے معلوم ہو مومن کا مسلمان ہونا

حضرت والا اس صدی کے ''مجدد اور امام الطریقت'':

مجدد ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے جو دین میں پیدا ہونے والی بدعات کو ختم کر کے قرآن وسنت کو رواج دیتے ہیں۔ ہمارے سیّدی ومرشدی حضرت والا قدس سرہٗ بھی ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے تجدیدِ دین کا کام لیا، اور بلا شبہ حضرت والا کے کارنامے اس پر شاہد ہیں کہ آپ

پندرھویں صدی کے مجدد اور امام الطریقت تھے۔ پاکستان، بنگلہ دیش، ہندوستان، جنوبی افریقہ اور برطانیہ کے اکابر علماء معترف ہیں کہ حضرت والا مجدّدِ غضِ بصر اور مجدّدِ تصوف ہیں۔

حضرت مرشدی نے تصوف کو قرآن و حدیث سے ایسا مدلل فرما دیا ہے کہ اب منکرین تصوف کے کسی الزام کی حقیقت باقی نہیں رہی۔ حضرت والا جب اجزائے تصوف وطریقت کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کے لیے دلائل بیان فرماتے تو بڑے بڑے علماء، محدثین، مفسرین اور مشائخ کیف و مستی اور وجد کی حالت میں آجاتے اور کہتے کہ ایسے دلائل و استدلال ہم نے تو کسی کتاب میں بھی نہیں پڑھے۔ حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ تصوف تمام تر سنت و شریعت ہے اور وہ تصوف، تصوف ہی نہیں جو قرآن و سنت کے خلاف ہے اور جو عشق حدودِ شریعت کو توڑ دے اس قابل ہے کہ اس عشق ہی کو توڑ دیا جائے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں مجھے ایسا راستہ دکھایا ہے جس سے تصوف آسان ہی نہیں بلکہ لذیذ ہو گیا فالحمد للّٰہ تعالیٰ و لا فخر یا ربی۔

حضرت حاجی محمد افضل صاحب حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہیں اور آٹھ سال ان کا زمانہ پایا ہے اور حضرت تھانوی کے ساتھ سفر کی سعادت بھی نصیب ہوئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ایک جگہ ذکر ہے کہ میرے پاس پنجاب کے ایک وکیل آئے، میں نے ان کی کیل نکال دی وہ فرماتے ہیں کہ وہ وکیل میں ہی ہوں، حضرت حاجی صاحب نے مجدد زمانہ کو دیکھا ہے حاجی صاحب کی عمر ۹۲ سال سے متجاوز ہے۔ ہفتہ کو عشاء کے بعد حضرت شیخ دامت برکاتہم کی عیادت کے لیے تشریف لائے حضرت شیخ دامت برکاتہم کی علالت کے بعد یہ پہلی ملاقات تھی کیونکہ حاجی صاحب زیادہ تر اسلام آباد تشریف فرما ہوتے ہیں اور چلنے پھرنے میں کچھ مجبوری بھی ہے دونوں حضرات مل کر بہت روئے۔ حاجی صاحب نے بار بار فرمایا:

’’آپ تو غضِ بصر کے مجدد ہیں اور صدیقین میں سے ہیں‘‘۔

ایک اور جگہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: حکیم الامتؒ کے صحبت یافتہ اور حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) کے خلیفہ اور میرے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی کے خلیفہ حاجی محمد افضل صاحب جن کی عمر اس وقت تقریباً نوے سال کی ہوگی، ایک زمانہ تھانہ بھون میں رہے ہیں، انہوں نے لاہور میں غلام سرور صاحب اور میرے سب احبابِ خصوصی سے میری غیر موجودگی میں ایک بات کہی اور جب میں لاہور گیا تو اُن لوگوں نے مجھے خوشخبری سنائی کہ حاجی افضل صاحب نے یہ کہا کہ ’’اس زمانے میں حکیم محمد اختر نظر کی حفاظت کے مضمون کا مجدد ہے‘‘۔ اللہ والوں کی ان خوشخبریوں کو میں اپنے حق میں دعا سمجھتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھ کو ایسا ہی بنا دیں، اپنے بڑے کوئی بات کہہ دیں تو خود کو اس کا مستحق مت سمجھو، یہ کہہ دو کہ یہ بزرگوں کی دعائیں ہیں، نیک فالیاں ہیں۔

''شیخ العرب والعجم'' کا لقب:

اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کا فیض صرف عجم میں ہی نہیں بلکہ عرب میں بھی بلکہ سارے عالم میں پھیلایا ہے، اسی لیے آپ کو ''شیخ العرب والعجم'' کا لقب عطا فرمایا گیا ہے، حضرت والا کو یہ لقب کیسے، کب اور کہاں ملا؟ اور اکابر نے کیسے کیسے بلند کلمات اور دعائیں دیں، اس کی تفصیل حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک محبوب دوست حضرت حبیب الحسن خان صاحب شیروانی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ) کو لکھے گئے خط میں تحریر فرمائی ہے، اس خط کا اقتباس یہاں نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمایئے:

ایک شب تقریباً ایک بجے آنکھ کھلی۔ گھڑی دیکھ کر دوبارہ نفس کو سو جانے کی ہدایت کی لیکن نیند مجھ سے دُور بھاگ رہی تھی۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغر نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

دل میں یہ محسوس ہوا بیت اللہ چل! امید ہے کہ بلایا جارہا ہے اور اللہ تعالیٰ کچھ مخصوص نعمت عطا فرمائیں گے۔ رفقاء کو محوِ خواب چھوڑ کر آہستہ حرم مکرم حاضر ہوا اور طاہرات میں وضو کیا۔ دل تھا کہ طواف کے لیے مضطر تھا بالآخر طواف سے مشرف ہوا۔ ملتزم پر خوب توفیق دعا ہوئی۔ اپنے لیے اور جملہ احباب اور تمام کائنات کے لیے مانگا۔ پھر دروازہ شریف کے سامنے کھڑا ہوا۔ ڈھائی بجے یا تین بجے رات کا وقت ہے اور گدا دروازہ شاہ کے سامنے ہے اختر نے ہاتھ اُٹھا کر مضطربانہ یہ شعر پڑھا۔

گدا خود را ترا سلطان چو دیدم
بدرگاہ تو اے رحماں دویدم
بہ لطفِ آنکہ وقف عام کر دی
جہاں را دعوت اسلام کر دی
بحق آنکہ او جان جہاں است
فدائے روضہ اش ہفت آسمان است
درونم را بعشق خویشتن سوز
بہ تیر دردِ خود جان و دلم دوز
دلم از نقش پاک فرما
براہ خود مرا چالاک فرما
اگر نالائقم قدرت تو داری

کہ خار عیب از جانم بر آری

وَ اِن کَانَ لَا یَرجُوكَ اِلَّا مُحسِن

فَمَن ذَالَّذِی یَدعُو وَ یَرجُو المُجرِم

ترجمہ: اگر محسن اور نیکو کار ہی تجھ سے امید رکھ سکتے ہیں تو کون ہے وہ ذات پاک کہ جسے مجرمین اور گنہگار پکاریں؟ یہ شعر دروازۂ بیت اللہ پر پڑھا اور ایک آہ نکلی، امید ہے کہ عرش تک پہنچی اور آغوشِ رحمت میں پیار کی گئی۔ پھر دیر تک دعا کی توفیق ہوئی۔ پھر اضطرار کے ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ آپ کے اس شہر مبارک میں میرا پردادا آرام فرما ہے ان کے صدقہ میں نیز حضرت پھول پوریؒ کی نسبت غلامی و خدمت کے صدقہ میں اور حضرت ہردوئی کے صدقہ میں اپنے اس شہر کے کچھ شاہزادوں کو اس بھنگی کے ہاتھ پر بیعت ہو جانے کے لیے متوجہ فرما دیجئے اور اس بھنگی کو ان شاہزادوں کی چاکری و خدمت کا شرف عطا فرما دیجئے اور اختر کے لیے اس کو صدقہ جاریہ فرما دیجئے اور ان کی جانوں کو اپنی محبت کے درد کی حلاوت عطا فرما دیجئے اور اپنے حرمِ پاک میں ان کو ذکّار، شَکّار، اوّاہاً منیباً بنا دیجئے الی غیر ذلک یعنی اس اجمال سے قیاس فرما لیا جاوے۔ دل میں قبولیت کی امید کا آفتاب طلوع ہوتا رہا اور اختر رات گزر جانے کے بعد دن کو منتظر رہا کہ آج ہی کچھ لوگ آئیں گے۔ بعد ظہر احقر کی معروضات کا سلسلہ ہوا۔ عصر بعد دس افراد جن میں چار عالم جو شہر مکہ مبارکہ میں تدریس میں مشغول ہیں اور ایک حافظ بیعت ہوئے اور باقی عوام تھے مگر سب مقیم مکہ مکرمہ تھے۔ تین دن کے بعد پانچ پھر کچھ ہی دن بعد اُنیس احبابِ مقیمین بیعت ہوئے۔

بروز جمعہ احباب میں اعلان ہو گیا کہ فلاں جگہ حرم پاک میں سب جمع ہوں یہ ناکارہ کچھ عرض کرے گا۔ جمعہ بعد تا اذان عصر عجیب دردناک مضامین اللہ نے اپنی رحمت سے بیان کرائے جو قابل صد شکر ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ عند المشافہ و ملاقات عرض کروں گا۔ حق تعالیٰ کی محبت اور بیت اللہ شریف کی تجلیاتِ خاصہ پر عجیب و غریب مضامین گویا کہ سامعین اور مقرر کو حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں وھکذا سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ الصلوٰ و السلام اور سید المرسلین محمد رسول اللہ مع اصحاب کثیر مطاف میں طواف کرتے ہوئے گویا نظر آ رہے تھے، یہ ناکارہ اور سامعین سبھی اشکبار تھے اور کلیجے منہ کو آ رہے تھے۔ اسی شب اختر نے کعبہ مکرمہ کی طرف نظر کر کے عرض کیا کہ اے اللہ! چالیس کی تعداد پوری فرما دیجئے اُنتالیس ہو چکے ہیں۔ بروز جمعہ مغرب کے بعد یہ دعا کی، عشاء کے بعد ہی چار حفاظ قرآن حرم شریف میں بیعت ہوئے۔ بالآخر کل تعداد ۳۵ ہوگئی، ۴ عالم حفاظ قرآن اور باقی عوام المسلمین۔

حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب بھی اس وقت تھے خوش ہو کر کہا کہ شیخ العجم تھے ہی اب حق تعالیٰ نے تجھے شیخ العرب بھی بنا دیا۔ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کے قلم مبارک سے بھی پتہ میں یہی لفظ لکھا دیا

جس کو یہ ناکارہ بدون استحقاق اپنے لیے نیک فالی اور آپ کی دعا سمجھتا ہے۔

جب مولانا محمد احمد صاحب نے احباب کے رجوع کی تعداد احقر سے سنی تو بہت خوش ہوئے اور وجد آ گیا، سینہ سے لگا کر فرمایا کہ ابھی کیا دیکھتے ہو، پھر ہاتھ اُٹھا کر چاروں طرف دائرہ کی طرح گھمایا اور فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ نے بے اختیار کرا دیا ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ اس ناکارہ نے حرمِ پاک میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ کو اپنا ایک شعر سنایا حضرت کو وجد آیا اشکبار ہوئے اور سینہ سے لگایا۔ شعر یہ ہے ؎

مبارک تجھے اے میری آہ مضطر
کہ منزل کو نزدیک تر لا رہی ہے

اور حضرت حافظ صاحب مدظلہ بھی مسرور ہوئے۔ کہ آج آپ کی تمنا حافظ صاحب مدظلہ کے خط میں پڑھ کر کہ ۳۰ ر کی خبر ملی ہے خدا کرے کہ ۴۰ ر کی تعداد ہو جائے آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ ؎

می دہد یزداں مراد متقیں

میرے دل و جان اور ہر بُنِ موان الطافِ الٰہیہ سے کس قدر ممنون ہیں، بس! میری زبان اور میری لغت قاصر ہے، حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں، آمین۔ یہاں حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحیٔ صاحب عارفی سے جب عرض کیا رونے لگے اور کھڑے ہو کر سینہ سے لگایا اور اسی طرح بابا جان مدظلہ اور حضرت حافظ صاحب مدظلہ نے مبارکبادیاں پیش کیں۔ عبد الوحید خاں بھی بہت متأثر ہیں اور اس ناکارہ کی معروضات ارواح سامعین کو مضطر اور ان کی آنکھوں کو اشکبار کرتی ہیں خواہ اکابر ہوں یا معاصر یا اصاغر (سنّاً)۔ اس سال امام الکعبۃ المشرفۃ حق تعالیٰ شانہ سے کلام مؤثر عطا ہونے کی بھیک بھی مانگی ہے جس کی قبولیت کے آثار شروع ہو گئے ہیں تَقَبَّلَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِفَضْلِہٖ وَاحفِظنَا مِنَ العُجبِ وَ الرِّیَآءِ وَ الکِبرِ وَالشِّرِ وَالکُفرِ وَ عَن کُلِّ المَعَاصِی وَ یَرضٰی مِنَّا رِضَآءً دَائِمًا حَیثُ لَا یَتَبَدَّلُ مِنَ الغَضَبِ وَالسَّخطِ، آمین۔

حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی کے الطاف اس ناکارہ پر اس قدر ہیں کہ بیان سے قاصر ہوں، ارشاد ہوا جدہ میں تیرا بیان ہوگا، پھر مدینہ منورہ میں ارشاد فرمایا کہ یہاں مسجد نبوی میں ہر روز کچھ عرض کر دیا کر۔ یہ سب حضرت اقدس کا حسنِ ظن ہے، ورنہ یہ ناکارہ کیا ہے محض لا شے۔

اگر مولانا محمد احمد صاحب سے ملاقات ہوگی تو مزید آپ کو ان حالات کا علم ان کی زبانِ مبارک سے بہت ہی مسرور کرے گا۔ احباب کے احقر کی طرف رجوع کو فرمایا کہ یہ سب میرا ہی کام ہو رہا ہے اور خوب مسرور ہوئے تھے، نیز حضرت ہردوئی کی خدمت میں جب عرض کیا کہ حضرت پوتے مبارک ہوں تو بہت ہی مسرور ہوئے اور کیا کیا دعائیں دیں اور کرتے رہتے ہیں انہی کی جانِ پاک جانتی ہے۔ ہم تو یہ سب کچھ اسی کی قبولیت کے آثار سمجھتے ہیں ورنہ یہ ناکارہ بالکل ہی بے ہنر کسی کام کا نہیں۔ اس بے ہنر کو اہلِ ہنر ہی خریدتے ہیں۔

ایک سعودی النسل عالم شیخ خالد مرغوب جو کہ حضرت سے مجازِ بیعت ہیں اور ماشاء اللہ جامعہ

اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیۃ الحدیث کے سینئر استاذ ہیں۔ انہوں نے حضرت کی کتابوں اور مواعظ سے متأثر ہوکر حضرت کے کچھ حالاتِ زندگی کو ایک کتاب میں جمع فرمایا اور مختصر سی سوانح مرتب کی، جس کا نام ہے: ''عبقات العنبر و نسمات المسك الأذفر فی التعریف بالشیخ محمد اختر و مقتطفات من مواعظ له حول حلاوة الایمان''

حضرت والا کے مختصر حالات پر تالیف کی ہے۔ عرب وعجم کے مختلف ملکوں میں حضرت کی کتابیں اور اشعار کی تشریحات کو پڑھ کر استفادے کے لیے کثیر مجالس منعقد ہورہی ہیں۔

خوش طبعی اور مزاح میں اصلاح وتربیت:

حضرت والا مجلس میں اکثر لطائف سنایا کرتے تھے جس سے سامعین بہت محظوظ ہوتے، اور حدودِ شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے احباب سے مزاح بھی فرماتے، جس کی برکت سے لوگ بہت جلد حضرت والا سے مانوس ہوجاتے تھے، خود بھی ہنستے اور دوسروں کو بھی ہنساتے، مگر یہ ہنسی غفلت کی نہیں ہوتی تھی اور اس خوش طبعی اور مزاح میں بھی متعلقین کے لیے اصلاح کا پہلو ضرور شامل ہوتا تھا، اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کے مصداق تھے ؎

ہنسی بھی ہے گو لبوں پہ ہر دم اور آنکھ بھی میری تَر نہیں ہے
مگر جو دِل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

آہ! سیّدی ومرشدی محبی ومحبوبی حضرت والا قدس سرہ کے ہنسنے کی آواز جب یاد آتی ہے تو چشم پُرآب اور قلب پُرغم ہوجاتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ان مقربین ومحبوبین میں سے تھے جن کے ہنسنے پر رَبّا بھی خوش ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت مرشدی کی قبر کو نور سے بھردے ؏

تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

حضرت والا کو خوش طبع اور ہنسنے بولنے والے لوگوں سے مناسبت اور زیادہ خاموش اور سنجیدہ قسم کے لوگوں سے وحشت ہوتی تھی، کیونکہ سنجیدہ لوگ اکثر متکبر ہوتے ہیں، اور فرمایا کہ سنجیدگی علامت کبر ہے جب کہ خندیدگی علامت فنائیت ہے۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ: میں دین کو نہایت لذیذ انداز میں سکھاتا ہوں کہ الحمد للہ بڑے بڑے مسٹروں کا دل میرے پاس نہیں گھبراتا، کالج یونیورسٹی کے کتنے نوجوان میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کی صحبت میں وقت کا پتہ ہی نہیں چلتا، یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے۔

فرمایا: میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں اپنے اللہ والے دوستوں میں رہو، ان سے خوب ہنسو بولو بس نافرمانی کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اب حضرت کی خوش طبعی اور مزاح کے چند واقعات ملاحظہ فرمائیے:

فرمایا: برطانیہ میں ایک میمن آیا، بہت موٹا تھا۔ سب تو پھونک مانگ رہے تھے لیکن اس نے کہا

مولانا ہم کو ایک پھونکا دے دو۔ زندگی میں کبھی میں نے یہ لفظ نہیں سنا تھا، مجھے بھی گدگدی لگی اور ہنسی آ گئی تو میں نے پورا مزہ لینے کے لیے منبر سے اعلان کر دیا کہ جس جس کو پھونکا لینا ہو، جلدی آ جاؤ۔ آج یہ فقیر کسی کو اپنے پھونکا سے محروم نہیں کرے گا۔ میں نے وہی لفظ استعمال کیا جس سے مجھے مزہ آیا۔ میں حلال مزہ ایک بھی نہیں چھوڑتا، مگر حرام سے بچنے کی پوری کوشش کرنے کی اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں۔

۱۹۹۳ء میں ری یونین میں جب حضرت والا اپنے ایک خاص دوست سے ملاقات کے بعد واپس سینٹ پیر کو تشریف لے جا رہے تھے، مولانا داؤد صاحب نے عطر لگایا جس سے کار میں خوشبو پھیل گئی تو حضرت والا نے پوچھا کون سا عطر ہے؟ مولانا داود نے عرض کیا کہ سلمیٰ۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ندوہ سے مولانا سلمان ندوی کراچی آئے تھے تو مجھ سے ملنے بھی آئے۔ ان کے لیے میں نے ایک شعر کہا تھا ؎

ایک سلمیٰ چاہیے سلمان کو
دل نہ دینا چاہیے انجان کو

اور میں نے کہا کہ جو انجان (نامحرم) کو دل دیتا ہے اس کو انجائنا ہو جاتا ہے۔ مولانا سلمان اتنا خوش ہوئے کہ ندوہ جا کر میرے بارے میں کہا کہ یہ درویش بہت زندہ دل ہے۔ ان کی مجلس میں دل بالکل نہیں گھبراتا۔

دسترخوان پر گائے کا گوشت دیکھ کر فرمایا کہ اُس دن پہاڑ پر دیکھا تھا کہ یہاں (ری یونین) کی گائیں بہت تگڑی ہیں پھر احقر (حضرت میر صاحب دامت برکاتہم) سے مزاحاً فرمایا کہ اگر کوئی گائے آپ کو دیکھ لیتی تو کہتی اے میرے سردار! آپ کی باڈی مجھے بہت محبوب ہے کیونکہ میرا بیل جو تھا وہ اِسی قسم کا تھا، اُس کی صحبت سے ہم عرصہ سے محروم ہیں، اس کے بعد وہ گائے ایک بات اور کہتی کہ سنا ہے کہ آپ کے پاس کوئی گائے نہیں ہے، ہم میں سے جس کو چاہیں آپ سلیکٹ (Select) کر سکتے ہیں، ہم آپ کو ریجیکٹ (Reject) نہیں کریں گے۔ حضرت والا کے مزاح سب پر لوگ ہنس پڑے۔

ایک دن ظہر کے بعد حضرت کے کمرہ میں لوگ جمع ہو گئے اور کمرہ کے باہر بھی زمین پر بیٹھ گئے ارشاد فرمایا کہ دیکھئے! یہ کمرہ چھوٹا پڑ گیا، اللہ کے عاشقوں کی تعداد بڑھ گئی، دیکھئے! مداری جب ڈگڈگی بجاتا ہے تو اس کے پاس بندر آ جاتے ہیں اور جب میں ڈگڈگی بجاتا ہوں تو میرے پاس قلندر آ جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اچانک ملاقات ہو گئی، میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ مجھے بطورِ نعمتِ غیر مترقبہ مل گئے ہیں (نعمتِ غیر مترقبہ اُس نعمت کو کہتے ہیں جس کی اُمید نہ ہو اور وہ مل جائے) تو ہنس کر فرمایا بھئی چاہے نعمتِ غیر مترقبہ کہہ لو چاہے آفتِ ناگہانی کہہ لو۔ بزرگانِ دین مزاح بھی کرتے ہیں اور اپنے چھوٹوں پر شفقت فرماتے ہیں۔

حضرت والا کے خاص احباب میں سے ایک صاحب صبح کی مجلس میں شرکت کے لیے آئے۔ ان کی قمیض کی آستینوں پر لمبی لمبی پٹیاں بنی ہوئی تھیں۔ مزاحاً فرمایا کہ آپ نے اتنی پٹیاں باندھی ہوئی ہیں

لیکن آپ کی شرافت ہے کہ پھر بھی آپ لوگوں کو پٹی نہیں پڑھاتے۔ اسی طرح ایک صاحب نے کہا کہ میں ٹیپ ریکارڈ دکان دار کو واپس کرنے جارہا ہوں کیونکہ یہ خراب ہے حالانکہ میڈ اِن جرمن لکھا ہوا ہے۔ مزاحاً فرمایا کہ آپ اس دُکاندار سے کہہ دیں کہ اگر چہ یہ میڈ اِن جرمن ہے لیکن ہمارا مَن خوش نہیں ہے۔

فرمایا کہ لندن میں مَیں نے دیکھا کہ دروازوں پر کہیں پُل (Pull) لکھا ہوا ہے اور کہیں پُش (Push)۔ میں نے دوستوں سے کہا کہ حسینوں کو دکھا کر شیطان پہلے پُل (Pull) کرتا ہے پھر پُل پر چڑھا کر پُش (Push) کرتا ہے اور پُل کے نیچے گرا دیتا ہے پھر آدمی پچھتاتا ہے کہ مجھے کہاں ذلت میں گرادیا۔

مزاحاً فرمایا کہ انگریزوں اور کافروں کو اللہ تعالیٰ نے جانور فرمایا ہے بلکہ جانور سے بدتر اولٰئك كالانعام بل هم اضل اسی لیے ان کے سال کا آغاز ''جانوری'' سے ہوتا ہے۔ اس جملہ سے سب حاضرین نہایت محظوظ ہوئے اور اور بے اختیار ہنس پڑے۔

فرمایا: ایک شخص میرے پاس آیا، میں نے پوچھا کہاں رہتے ہو، کہنے لگا منظور کالونی میں۔ میں نے کہا کہ دیکھو ناظر کالونی میں نہ رہنا۔ پھر میں نے ایک شعر کہا کہ ؎

اختر وہی اللہ کا منظورِ نظر ہے
دنیا کے حسینوں کا جو ناظر نہیں ہوتا

حضرت والا نے فرمایا کہ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو فقہ لغت میں یدطولیٰ حاصل تھا اور مجھے بھی اس میں ذوق ہے۔ حضرت والا دورانِ گفتگو مختلف الفاظ کے لغوی معنیٰ مزاحاً بیان فرمایا کرتے تھے، مثلاً:

فرمایا: شراب میں اضافت مقلوبی ہے، اصل لفظ ہے ''آبِ شر'' یعنی شر والا پانی جس کو پی کر شر آتا ہے۔

فرمایا: آفتاب کے معنیٰ ہیں کہ ''آفت آب'' یعنی جو پانی کو خشک کر دے۔ پھر فرمایا کہ پراٹھا کا معنیٰ ''آٹھ پَر جس روٹی کی آٹھ تہہ ہو''۔

فرمایا: بیاہ کے معنیٰ کیا ہیں؟ بیاہ اصل میں تھا ''بے آہ'' کہ جو آہ آہ کررہا تھا کہ ہائے بیوی کب ملے گی، شادی کب ہوگی، جب بیوی پا گیا تو آہ ختم ہوگئی اور وہ بے آہ ہوگیا۔

تربیتِ اولاد:

آج کل والدین اپنی اولاد کی تربیت پر کچھ توجہ نہیں دے رہے، روزمرہ کے مشاہدات و واقعات اس بات پر شاہد اور نسلِ نو کی بے راہ روی اسی کا نتیجہ ہے۔ اپنی اولاد کو صرف دنیاوی تعلیم وفنون کی جانب توجہ دلاتے ہیں، علمِ دین اور آداب نہیں سکھاتے، نتیجۃً وہ بچے بڑے ہوکر اپنے والدین کے

ساتھ بے ادبی و بے احترامی کا معاملہ کر کے والدین کے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی دردِ سر بن جاتے ہیں۔ حضرت والا نے کس طرح اپنی اولاد کی ظاہری و باطنی تربیت فرما کر حق ادا کیا، درج ذیل واقعات وارشادات والدین کے بالخصوص ایک بہترین نمونہ ثابت ہوں گے اِن شاء اللہ العزیز۔

فرمایا: آج مولانا محمد مظہر سلمہ سے ایک بات پر میں ناراض ہوا اور بہت ڈانٹا۔ پھر تنبیہ کی کہ وضو کر کے دو رکعت توبہ پڑھو اور خوب رو کر یا رونے والوں کا منہ بنا کر اے خدا جوئیم توفیق ادب بار بار پڑھو۔ پھر جب وہ آئے تو میں نے کہا کہ میرے پیر دباؤ اور کہو ابا! مجھ سے غلطی ہوئی معاف کر دیجئے۔ انہوں نے کہا مجھ سے غلطی ہوئی معاف کر دیجئے۔ میں نے کہا ایسے نہیں پہلے ابا لگاؤ۔ پھر کہا ابا مجھ سے غلطی ہوئی الخ۔ میں نے کہا کہ دونوں عنوان میں کیا فرق ہے؟ ابا کہنے سے دل پر خاص رحمت کا جوش ہوا۔ پس اس آیت کی تفسیر سمجھ لو کہ رَبَّنَا ظَلَمۡنَا میں حضرت آدم علیہ السلام سے ربنا کہلانے کا کیا راز ہے خالی ظَلَمۡنَا اَنۡفُسَنَا کیوں نہیں کہلایا اور جس طرح میں نے تمہیں مضمونِ معافی ابا لگوا کر تلقین کیا بوجہ رحمت کے اسی طرح سمجھ لو فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ حق تعالیٰ نے بوجہ رحمت وعنایت حضرت آدم علیہ السلام کو کلماتِ معافی عطا فرمائے۔

صاحبزادے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کو ایک ارشاد (ملفوظ) کے شروع میں طلب فرمایا لیکن وہ مدرسہ کے کسی ضروری کام میں مصروف تھے اس لیے آنے میں ذرا تاخیر ہوگئی۔ مولانا موصوف کے تشریف لانے پر ارشاد فرمایا کہ اوّل تو میں احتیاط کرتا ہوں لیکن اگر بلایا تو سب کام چھوڑ کر وہاں پہنچو اور آئندہ کے لیے وعدہ کرو کہ فوراً آؤ گے۔ اگر کوئی ضروری کام ہے تو کہو ابّا بہت ضروری کام ہے، دس منٹ لگیں گے۔ ورنہ موقع نکل جائے گا۔ بعضے کام ایسے بھی ہوتے ہیں کہ مہتمم کو ان کو اسی وقت کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اگر چند قدم آ کر خود کہہ دے کہ دس منٹ میں آ رہا ہوں تو تمام لوگوں پر اس کا اثر پڑے گا، نفع متعدی ہوگا، لوگ سمجھیں گے کہ دیکھو باپ کا کتنا ادب کیا ہے اس بچے نے کہ خود جا کر اطلاع کی اور اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں بھی کیا طغیانی آئے گی کہ اس نے اپنے باپ کا کیسا ادب کیا ہے۔ یہ نہ سوچو کہ ارے ابّا تو بہت پیارے ہیں وہ تو کچھ نہیں کہیں گے، اس لیے اچھا ہے دیر سے جاؤ مگر پیار اور کرم کا شکر یہ یہ ہے کہ زیادہ اطاعت کرو کیونکہ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ تھے انہوں نے جب یہ آیت پڑھی مَا غَرَّكَ بِرَبِّ الۡكَرِيمِ تم کو ربِّ کریم سے کس نے دھوکہ میں ڈالا ہے تو اس بزرگ اللہ والے نے کہا کہ كَرَمُكَ يَا رَبِّي اے ربّ! آپ کے کرم ہی سے تو ہم لوگ آپ سے غافل ہو گئے ورنہ ہم کو اگر ڈنڈے پڑتے تو پھر پتہ چلتا جیسے کوئی بدنظری کر رہا ہے تو ایک فرشتہ آسمان سے ایسا جوتا یا طمانچہ لگاتا کہ چکر آ جاتے لیکن اللہ تعالیٰ انتہائی کریم مالک ہیں جس سے ہماری جسارت بڑھ گئی مگر یہ جسارت محمود نہیں، مذموم ہے، ہماری نالائقی ہے آپ کے کرم کے ساتھ تو

ہمیں آپ پر اور فدا ہونا چاہے تھا۔ ایک شفیق باپ ہے تو اس باپ پر اور زیادہ فدا ہونا چاہیے، بہ نسبت ڈنڈے والے باپ کے۔ ایسے اللہ تعالیٰ پر زیادہ فدا ہونا چاہیے جو ہمیں بدنظری کے وقت نابینا کرنے پر قادر ہے لیکن پھر بھی ہماری بینائی کو سلب نہیں کرتا تو ایسے مالک پر فدا ہونا چاہیے یا نہیں؟ کچھ شرافت ہے یا نہیں؟ یا خباثت اور کمینہ پن کی حد ہے۔ علم کی نعمت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم کمینہ پن سے نہ رہیں، اللہ والے بن کر رہیں اور خاندانی عزت و شرافت ہمیں مجبور کرتی ہے جیسے کسی کو نسبتِ عزتِ سادات حاصل ہے کسی کو نسبتِ بزرگاں حاصل ہے تو ہمیں اور زیادہ چوکس اور مستعدر ہنا چاہیے۔

حضرت والا نے اپنے بیٹے کو جب وہ طالب علم تھے، ''مولانا محمد مظہر میاں سے خطاب'' کے عنوان سے منظوم نصیحت فرمائی تھی جس کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے ؎

پس سمجھ لو نامناسب وہ عمل ہے اے پسر
جس عمل سے قبل ہو محسوس دل میں کچھ کھٹک
تم کو اپنے باپ کی تنبیہ کے لہجہ میں بھی
چاہیے آنی نظر مظہرؔ! محبت کی جھلک
تم سے کچھ شکوہ نہیں اخترؔ کا اے جان پدر
ہاں مگر مل جائے آداب محبت کی چسک

ایک دفعہ دورانِ گفتگو فرمایا کہ: میں نے اپنے بیٹے اور پوتوں سے کہہ دیا ہے کہ دین کی خدمت میں لگو چاہے سوکھی روٹی کھاؤ۔

حضرت والا نے اپنی صاحبزادی کو نہایت درد اور اشکبار آنکھوں سے یوں نصیحت فرمائی کہ:

''اپنے شوہر کی مرضی پہ راضی رہو۔ جس بات سے وہ خوش ہوں اسی کو اختیار کرو۔ تمہاری دنیا و آخرت کی کامیابی اسی میں ہے۔ ان کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشی سب خوشیوں سے افضل ہے۔ اور فرمایا کہ اپنے ابا کی خوشی کو مت دیکھو، اپنے رَبّا کی خوشی کو دیکھو اور رَبّا خوش ہے تمہارے شوہر کی خوشی میں اس لیے اپنے شوہر کی خوشی کو مقدم رکھو''۔

خدمتِ خلق:

''خدمتِ خلق'' اللہ والوں کا خاصہ ہے، وہ اپنے ربا کے پیارے بندوں کی خدمت کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ ۲۰۰۰ء کو سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہٗ کی سرپرستی میں صاحبزادہ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ایک رفاہی و فلاحی ادارہ کی بنیاد رکھی تھی۔ اس ادارے کا مقصد انسانی ہمدردی کی بنیاد پر انسانیت کی فلاح و بہبود بلاتفریق رنگ و نسل تھا۔

جب ۱۴؍اگست ۲۰۰۲ء کو گلستانِ جوہر میں ''الاختر میڈیکل سنٹر'' کا قیامِ عمل میں لایا گیا تو اس کی افتتاحی تقریب سے حضرت والا نے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ: ''اگر ہم نیت درست کرلیں تو ہماری دنیا بھی دین بن جائے گی۔ ہمارا مقصود ہر صورت میں اللہ کی رضا ہو اور آخرت کی فلاح ہو۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو کام بھی کیجئے، پہلے دیکھئے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہے تو ہرگز وہ کام نہیں کریں گے۔ اس لیے صرف یہ نہ دیکھو کہ اس کام میں دنیا کا یا مخلوق کا فائدہ ہے یا نہیں، بلکہ مسلمان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ ہمارا اللہ اس کام سے راضی ہے یا نہیں۔ جب فائدہ پہنچے گا تو دنیا تعریف کرے گی، لیکن بے وقوف ہے وہ انسان جو مخلوق کی فائدہ رسانی اہم سمجھے اور اللہ کے غضب اور عذاب کو معمولی سمجھے۔ یہ اسپتال الاختر میڈیکل سنٹر اسی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے کہ یہاں ہر کام شریعت کے مطابق ہوگا اور مخلوقِ خدا کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ خدماتِ دینیہ و خدماتِ دنیویہ کا مقصود رضائے الٰہی ہے''۔

المختصر یہ کہ اس ادارے نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ہر جگہ اور ہر مقام پر عظیم الشان اور قابلِ قدر خدمات سرانجام دے کر تاریخ رقم کردی، جس کا اعتراف ملکی و بین الاقوامی شخصیات نے بھی کیا تھا۔

خدمت خلق کی اہمیت اور اس کے حدود

اس حوالے سے حضرت والاؒ نے فرمایا:

دین کا ہر کام جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو کارِ خیر اور باعث اجر و ثواب ہے۔ انہی کاموں میں خدمت خلق بھی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مخلوق کی بے لوث خدمت کرنا انسانی اخلاق کا نہایت اعلیٰ جوہر ہے۔ جو انسان مخلوق کی خدمت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں سے پیار کرتا ہے اور ان کی کسی غرض اور لالچ کے بغیر خدمت کرتا ہے حق تعالیٰ کے نزدیک اس کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے، محتاجوں کی ضرورت کو پورا کرنا، بھوکے کو کھانا کھلانا، ننگے کو کپڑے پہنانا، بیمار کے لیے علاج کا انتظام کرنا، یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنا، اور ان کی سرپرستی کرنا فی نفسہٖ عظیم الشان کارِ خیر ہے۔ لیکن یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ اس بلند مرتبے پر صرف وہی لوگ پہنچ سکتے ہیں جو اسلام و ایمان و تقویٰ سے مشرف ہوں ورنہ بظاہر مخلوق کی خدمت تو یہود و نصاریٰ بھی کرتے ہیں لیکن ان کی خدمت عنداللہ مقبول نہیں کیونکہ وہ خالق کے وفادار نہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیٹا باپ سے تو بغاوت کرتا ہے لیکن بھائیوں کی بظاہر خوب خدمت کرتا ہے تو باپ کے نزدیک اس کی خدمات مقبول نہ ہوں گی اور ان خدمات میں درپردہ اس کی اپنی اغراض فاسدہ شامل ہوتی ہیں جن کے حصول کے لیے وہ خدمت کررہا ہے کہ ہم تمہاری خدمت کررہے ہیں تم ان اغراض فاسدہ کے حصول میں ہماری مدد کرنا۔ شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت الی اللہ اور خدمت خلق صرف اللہ کے لیے تھی۔ وہ فرماتے تھے ان اجری الا علیٰ رب العالمین ہمارا اجر تو ہمارے رب کے

پاس ہے۔ اس کے برعکس اہلِ باطل اپنی دعوت پر جو بظاہر مفت دودھ کے ڈبے اور کپڑے وغیرہ تقسیم کرتے ہیں یہ بلا اجرت نہیں بلکہ اس میں ان کی اغراض فاسدہ مثلاً اپنا غلبہ ومقبولیت، باطل کی حمایت، اپنے ملک وقوم وتجارت کی منفعت وغیرہ پوشیدہ ہوتے ہیں اوران کی دعوت دعوۃ الی اللہ نہیں دعوۃ الیٰ غیر اللہ ہے، صرف مفت چیزیں تقسیم کرنا حق پر ہونے کی دلیل نہیں۔ اگر قرآن پاک میں صرف یہ نازل ہوتا کہ اتبعوا من لا یسئلکم اجرا ان کی اِتباع کروجوتم سے بدلہ نہیں مانگتے تو یہود ونصاریٰ دعویٰ کرسکتے تھے کہ ہم بھی اُجرت نہیں مانگتے، ہماری مشنریاں اناج، دودھ کے ڈبے اور دوائیاں مفت تقسیم کرتی ہیں، ہم مفت میں انسانوں کی خدمت کررہے ہیں اوراس کا ہم کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگتے لہٰذا ہماری دعوت بھی حق ہے اور ہم بھی اس آیت کے مصداق ہیں لیکن سبحان اللہ! قرآن پاک کے علوم جامع اور مانع ہوتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے آگے فوراً قید لگادی وھم مھتدون کہ اُجرت نہ مانگنے والوں کا ہدایت یافتہ ہونا ضروری ہے۔ وھــم مھتـدون حال ہے اور حال ذوالحال کے لیے قید ہوتا ہے۔ پس جولوگ اپنی خدمات کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے ان کی اِتباع مقید ہے اس حال کے ساتھ کہ وہ ہدایت یافتہ بھی ہوں۔ پس جولوگ ہدایت یافتہ نہیں ہیں مغضوب علیھم اور ضآلین ہیں، وہ لاکھ خدمت کریں اور معاوضہ طلب نہ کریں ان کی اِتباع جائز نہیں۔ وھم مھتدون نے ان کو متبوع ہونے سے خارج کردیا۔ معلوم ہوا کہ مفت دینی خدمات سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے بلکہ خدام دین کا وھم مھتدون ہونا یعنی ہدایت یافتہ ہونا ضروری ہے۔ (خزائنِ شریعت وطریقت ص ۱۱۷)

لہٰذا خدمتِ خلق بھی ہمیں اہلِ باطل کے طریقوں سے نہیں کرنی چاہیے جو حدود الٰہیہ کو توڑ کر خدمت کرتے ہیں مثلاً ہسپتال قائم کرنے کی آڑ میں زنانہ نرسوں سے مرد مریضوں کا علاج کرا کے بے پردگی وبے حیائی کو عام کرنا، خدمت خلق میں بھی حدود الٰہیہ کی رعایت ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہر مسلمان کے لیے بہترین نمونہ ہے جس کی اطاعت و پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ایک مرتبہ ایک عورت مکہ کی ایک گلی سے گزر رہی تھی اس کے سر پر اتنا بھاری بوجھ تھا کہ وہ بمشکل قدم اٹھا سکتی تھی۔ بعض لوگ اس کا مذاق اڑانے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں قریب ہی تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عورت کو مشکل میں دیکھ کر فوراً آگے بڑھے اوراس کا بوجھ خود اٹھا کر اس کی منزل پر پہنچا دیا۔

ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی برکت تھی کہ مسلمان صحرائے عرب سے نکلے اور دنیا کے چپے چپے کو نورِ ایمان سے منوّر کردیا، ان کے سامنے قرآن کا یہ فیصلہ تھا۔ ''احسن کما احسن اللہ الیك'' یعنی لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو جیسا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اشاعتِ دین کے لیے تڑپ:

پھرتا ہوں دل میں دردِ محبت لیے ہوئے

حضرت والا ہر وقت امر بالمروف و نہی عن المنکر میں مشغول رہتے تھے، خلوت ہو یا جلوت بس محبتِ الٰہی کے بیان کا شغل رہتا، جہاں بھی تشریف لے جاتے اپنے مخصوص انداز میں بدنظری و عشقِ مجازی کی تباہ کاریوں اور اس کے مضراتِ دنیویہ و دینیہ بیان فرماتے تھے، اور اس سلسلے میں کسی کی کوئی رعایت نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی کسی سے مرعوب ہوتے تھے۔

تحدیثِ نعمت کے طور پر فرمایا کہ: اگر چہ میں تارکِ سلطنت نہیں ہوں لیکن (نہایت رِقّت کے ساتھ فرمایا) دل میں تارکِ سلطنت کا جذبہ رکھتا ہوں۔ میں بادشاہوں کے کانوں کو تلاش کرتا ہوں کہ تمام دنیا کے سلاطین جمع ہو جائیں اور میری تقریر کا ہر زبان میں ترجمہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل مجھ پر ہو تو پھر دیکھئے تماشہ! اگر بادشاہ لوٹنے نہ لگیں اور سلطنت ان کو حقیر اور کمتر نہ معلوم ہونے لگے تو اللہ کے کرم سے میں یہی گمان رکھتا ہوں۔ حضرت والا کے یہ اشعار اس بات کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں؎

اپنا پتہ دے مجھ کو یوں اپنا نشان دے
جاؤں جہاں بھی دِل مرا بس تجھ پہ جان دے
مالک مِری زباں کو وہ سحر بیان دے
جو میری بات سن لے وہ بھی تجھ پہ جان دے
اختر کو اپنے غم کی وہ مخمور جان دے
جو تیرے درد و غم کا ہمہ سُو بیان دے

اللہ کی محبت کی آگ حضرت والا کو بے قرار رکھتی، حضرت والا کی زندگی کا مقصد یہی تھا کہ ہر دل میں اللہ کی محبت کی آگ لگ جائے اور ہر شخص ولایتِ صدیقیت کی آخری سرحد تک پہنچ جائے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ دُرویشوں کی ایک جماعت ہونی چاہیے جس کا نام ''گروہِ عاشقاں'' ہے، جو ''عاشقِ عشق و مستی'' ہو اور ''ناواقفِ انتظامِ بستی'' ہو۔

فرمایا: ایک طبقہ ایسا ہونا چاہیے جس کا کام ''نشرِ محبتِ الٰہیہ'' ہو، وہ نہ تو کسی مدرسے کے مہتمم ہوں اور نہ کسی مسجد کے امام ہوں اور نہ کوئی اور انتظامی ذمہ داری ہو۔ پھر مولانا جلال الدین رومی (رحمۃ اللہ علیہ) کا یہ شعر پڑھا؎

از کرم از عشق معزولم مکن
جز بذکر خویش مشغولم مکن

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ ! اپنے کرم سے اپنے عشق ومحبت سے معزول نہ کرنا سوائے اپنی یاد کے کسی چیز میں مشغول نہ کرنا۔

اس میں حقوق العباد داخل ہیں کیونکہ ان کو پورا کرنا بھی انہیں کی یاد کا حصہ ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ امام محمد (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت میں قبول فرماتے ہیں اسے مٹی کے کھلونوں میں مشغول نہیں ہونے دیتے۔

اور حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اللہ کے کچھ عاشقین کی ایک جماعت مل جائے جو سارے عالم میں میرے ساتھ اللہ کی محبت میں پھریں۔

سارے عالم میں پھر پھر کے یارب
تیرا دردِ محبت سنائیں
تیرا دردِ محبت سنا کر
سارے عالم کو مجنوں بنائیں
سارے عالم کو مجنوں بنا کر
میرے مولیٰ ترے گیت گائیں
لذتِ قرب پا کر تیری ہم
لذتِ دو جہاں بھول جائیں
دربدر ڈھونڈتا ہے یہ اخترؔ
اہلِ دردِ محبت کو پائیں

اور فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھ کو کچھ اپنے عاشقوں کی ایک جماعت عطا فرما، جو اخترؔ کے دردِ دل کی ترجمانی کے لیے اپنا کان پیش کریں اور اور کانوں سے وہ دردِ دل حاصل کریں اور پھر سارے عالم میں میرا وہ ساتھ دیں اور میں ان کا ساتھ دوں۔ اللہ غیب سے ایسا خزانہ برسائے کہ سارے عالم میں اختر کو آہ وفغاں اور دردِ دل کے نشر کا شرف عطا ہو اور میری آہ وفغاں کو سارے عالم میں نشر کے لیے اسباب پیدا فرما اور افراد عطا فرما اور الحمد للہ میں پا بھی رہا ہوں محدثین اور علماء ومفسرین اور شیخ الحدیث بھی اللہ مجھے دے رہا ہے اور شاعر بھی دے رہا ہے۔

اخترؔ کی یہ دعا ہے کہ یا رب کرم سے تو
دونوں جہاں میں رکھنا مجھے عاشقاں کے ساتھ

فرمایا: ہم کو بنگلہ دیش میں ایک آدمی اپنی لڑکی دے رہا تھا اور وہ بڈھا خوبصورت تھا، لڑکی بھی

خوبصورت ہوگی مگر میں نے انکار کردیا۔ میں نے کہا کہ مجھ کو دین کی خدمت عزیز ہے۔ اگر میں نے یہ شادی کر لی تو میں مجلس میں دین کی بات سنا رہا ہوں گا کہ تم آؤ گے کہ آپ کے بیٹے کو ڈائیریا ہوگیا ہے، اس کو ڈاکٹر کے ہاں لے کر جائیے تو آپ ہم سے اس کام کو چھین لیں گے۔ اب ہم کو یہی کام عزیز ہے۔ اگر نوجوان لڑکیاں مفت میں ملیں، گفت میں ملیں تب بھی میں (Reject) کردوں گا ان شاء اللہ۔ کیونکہ یہ مزہ جو ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا، فکر کا، دین کی اشاعت کا اس کا کوئی مثل نہیں۔ اب سمجھ لو کہ اس وقت مجھے کیا نشہ آیا، سلطنت بھی اگر ہو تو قربان کردی جائے، اس مزہ کے سامنے سلطنت کی کوئی قیمت نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو وہ دردِ دل عطا فرمایا اور بیان میں تاثیر دی کہ جو بھی آپ کے پاس آیا اپنے اندر ایک تبدیلی اور قوتِ رُوحانی لے کر گیا اور پھر کوئی لذتِ فانی اس کے سامنے ٹھہر نہ سکی۔ بطورِ نمونہ ایک واقعہ بزبانِ مرشدِ پاک ملاحظہ ہو، فرمایا:

کراچی میں خون کے ایک بہت بڑے اسپیشلسٹ ڈاکٹر جو حضرت علامہ سیّد سلیمان ندویؒ کے عزیز بھی ہوتے ہیں مجھ سے بیعت ہوگئے اور اللہ اللہ کرنے لگے، ڈاڑھی بھی رکھ لی۔ ایک دن کہنے لگے کہ مجھے ہفتہ میں دو بار کالج میں لڑکیوں کو ایک ایک گھنٹہ پڑھانا ہوتا ہے اور اس کے دس ہزار روپے تنخواہ کے علاوہ ملتے ہیں لیکن اب بیعت ہونے کے بعد یہ ہورہا ہے کہ جس دن میں ان کو پڑھاتا ہوں اس دن میری تہجد قضا ہوتی ہے اور دل میں ظلمت معلوم ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ یہ لڑکیوں کے پڑھانے کی نحوست ہے کیونکہ وہاں نظر کی حفاظت پورے طور پر نہیں ہوپاتی لہٰذا میں اس پڑھانے کی نوکری سے استعفیٰ دے رہا ہوں کیونکہ میری ہسپتال کی ملازمت تو ہے ہی اور پڑھانے کی نوکری چھوڑنے سے جو دس ہزار کی کمی ہوگی تو میرے پاس ایک اور فن ہے دواؤں کا وہ شروع کردوں گا اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے عطا فرمائیں گے۔ لیکن اب میں لڑکیوں کو نہیں پڑھا سکتا لہٰذا انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور ماشاء اللہ بہت آرام سے ہیں، کوئی معاشی تنگی اور رزق میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ آدمی ہمت کرے تو کچھ مشکل نہیں۔

مجلسِ صیانۃ المسلمین:

مجلس صیانۃ المسلمین حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کی قائم کردہ اصلاحی تنظیم ہے، جس کے ذریعے اصلاح وارشاد کا کام حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے لوگ ہی کرتے ہیں۔ اس کا مرکزی دفتر لاہور شہر میں ہے جہاں ہر سال سالانہ اجتماع بھی منعقد ہوتا ہے، اجتماع میں سلسلہ کے اکابر علماء ومشائخ وطلباء وسالکین اور عامۃ الناس جمع ہوتے ہیں۔ سیّدی ومرشدی حضرت والا قدس سرہٗ بھی مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے سالانہ اجتماع میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اجتماع کی مرکزی نشست جو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کے لیے مخصوص تھی ان حضرات کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد کئی سالوں تک حضرت والا کے لیے خاص کردی گئی تھی، اور حضرت والا کا

بیان مرکزی بیان ہوا کرتا تھا۔ اس مجلس کے سالانہ اجتماع میں کیے گئے کچھ مواعظ چھپ بھی چکے ہیں۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ اس مجلس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت میں ترقی، اصلاحِ نفس، گناہوں کو چھوڑنے کی توفیق اور ہر ایک مسلمان کا صاحبِ نسبت ہو جانا ہے، ہمارے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجلس کو انہیں خاص مقاصد کے لیے قائم فرمایا اور فرمایا کہ اس شعبہ تزکیہ نفس کے لیے میں اب اپنی زندگی کو وقف کرتا ہوں۔

مجلسِ دعوۃ الحق:

فرمایا: دعوۃ الحق کیا ہے؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو قائم فرمایا اور میرے شیخ حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام رکھا۔ حضرت نے ایک مجلسِ شوریٰ بلائی اور موجود علماء کرام سے فرمایا کہ اللہ کے بندوں کی ہدایت کے لیے ایک مرتب نظام تجویز ہے پھر اس کے نام کے لیے پوچھا تو کسی نے کچھ کسی نے کچھ کہا مگر حضرت کو پسند نہ آیا۔ میرے شیخ حضرت شاہ پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ۔ قرآن شریف کی آیت پڑھ دی۔ بس حضرت پھڑک گئے اور فرمایا کہ یہ بہترین نام ہے ''دعوۃ الحق''۔

۱۹۹۳ء میں ری یونین میں مجلس دعوۃ الحق کو قائم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: دعوۃ الحق کا کام بہت برکت والا ہے اور بہت آسان ہے۔ جب تک یہ مجلس قائم نہیں کی تھی تو میں سمجھتا تھا کہ بہت مشکل ہے لیکن جب کام شروع کیا تو معلوم ہوا کہ بالکل آسان ہے۔ لہٰذا آج ہی سے مجلس دعوۃ الحق قائم کر دی جائے گی، مولانا داؤد اور ان کے والد صاحب قابلِ مبارک باد ہیں اور ان کے لیے بڑی سعادت کی بات ہے کہ ان کے گھر سے یہ شروع ہو رہا ہے۔ ہم تو یہاں (حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کو) فون کرنے آئے تھے لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ یہاں یہ نعمت عطا ہونے والی ہے۔ پھر حضرت والا نے ری یونین کے چار شہروں کے لیے چار حلقے قائم کر دیے اور اور طریقہ کار بتایا کہ ہر حلقے کا ایک ناظم، نائب ناظم، خازن اور چند کارکن مقرر فرمائے اور ایک رجسٹر ڈپر ان کے نام لکھ دیے گئے اور فرمایا کہ ہفتہ میں ایک دن مقرر کر لیا جائے جس میں سب کارکن مل کر بیٹھ جائیں اور حیاۃ المسلمین، جزاء الاعمال، بہشتی زیور کا ساتواں حصہ اور ایک منٹ کا مدرسہ دس پندرہ منٹ پڑھ کر سنا دیں، اس کا نام مجلسِ نصیحت ہے اور پھر ایک تسبیح لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذِکر کریں اور منکرات کی روک ٹوک کے لیے مشورے کریں کہ اپنے خاندانوں سے کس طرح برائیوں کو مٹایا جائے، شادی، بیاہ، خوشی و غمی سب سنت کے مطابق ہو جائیں اس کے لیے آپس میں مشورہ کر کے ان برائیوں کو مٹانے کی کوشش کریں جس کے لیے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نے چھوٹے چھوٹے بہت مفید رسالے تحریر فرمائے ہیں مثلاً اشرف الخطاب، اشرف النظام وغیرہ جو کراچی سے منگوا لیں۔ ان کے مطالعہ سے دعوۃ الحق کا کام کرنے میں آسانی ہوگی اور ہر ہفتہ ہر شخص کم از کم دس دس فرینک دین کی نشر و اشاعت کے لیے جمع کرے اور ہر ماہ یہ رقم مرکز میں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

بھجوا دی جائے اور مولانا داؤد ہر حلقے کا الگ حساب رکھیں پھر جو دین کی کتاب یا تبلیغی پرچے شائع کرنا ہوں اس میں یہ رقم خرچ کی جائے اور مرکز کو ہر شاخ ماہانہ رپورٹ بھیجے کہ مہینے میں کیا کام کیا گیا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے جگہ جگہ دین کا کام شروع ہو جائے گا اور اس کی برکات نظر کے سامنے آ جائیں گی۔ یہ ایک مجدد زمانہ حضرت حکیم الامت کا کام ہے اور حضرت کو اس سے کتنا تعلق تھا وہ اس بات سے ظاہر ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں اس دن کا بے چینی سے منتظر ہوں کہ یہ کام شروع ہو، لہٰذا ایک رجسٹر بنایا جائے جس میں کام کا طریقہ کار مذکور ہو اور اس کے مطابق کام کیا جائے۔ دیکھئے! خانقاہ میں ہفتہ میں ایک دن تو کچھ لوگ آ سکتے ہیں لیکن پھر پورے ہفتہ خالی رہیں یہ مناسب نہیں لہٰذا اس کام کے اجراء سے جگہ جگہ دینی مجلسیں قائم ہوں گی اور جگہ جگہ دین کا کام ہوگا جو برائیوں کی اصلاح کے لیے بہت ضروری ہے۔ کراچی میں پچاس حلقے مجلس کے قائم ہو گئے اور لوگ بتا رہے ہیں کہ اس سے بہت زبردست نفع ہو رہا ہے۔ اتوار کے دن علماء کی مجلس میں ان شاء اللہ اس کا ذکر کروں گا اور مزید شاخیں ان شاء اللہ قائم ہوں گی۔ اگر دعوۃ الحق یہاں قائم نہ کی جاتی تو میرے شیخ کو تکلیف ہوتی، اللہ تعالیٰ کا کروڑ کروڑ شکر ہے کہ اس نے اس کام کو کرنے کی توفیق عطا فرمائی، دعا کریں کہ اللہ ہم سب سے یہ کام لے لے اور اُسے قبول فرمالے۔

توکل واعتماد اور استغناء:

سیّدی ومرشدی حضرت والا نے فرمایا: مجھے میرے بزرگوں کی تعلیم ہے کہ اتنا کام کرو جو عظمتِ دین اور عزتِ نفس کے ساتھ ہو۔ جو عظمتِ دین کو قائم رکھے گا، مالک کا کرم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو محروم نہیں کرے گا۔ اس کے لیے غیب سے اسباب پیدا ہوں گے۔

ایک زمانہ میں میں بہت مقروض ہو گیا مدرسہ کی پانچ منزلہ عمارت کی تعمیر کی وجہ سے جو مسجد کے دائیں طرف ہے جہاں اب دین کی تعلیم ہو رہی ہے۔ بس ایک دن ایک ملک سے فون آیا کہ یہاں ایک تاجر ہیں، اللہ والے آدمی ہیں وہ کچھ رقم آپ کے مدرسہ میں دینا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کب بھیجیں اور کتنا بھیجیں۔ میں نے کہا کہ وہ خود براہ راست مجھ سے بات کریں۔ پھر ان کا خود فون آیا کہ میں ایک مہینہ سے کوشش کر رہا ہوں لیکن درمیان والے صاحب جو آپ سے تعلق بھی رکھتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں۔ ۵۳ لاکھ کا قرضہ ہو گیا تھا خالی اسی شخص نے بھیج دیا اور وہ میرے مرید بھی نہیں ہیں اور میں نے ان سے کہا بھی نہیں اور اور کسی سے کہلوایا بھی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک مہینے سے عالم غیب سے بار بار میرے دل میں تقاضا ہو رہا ہے کہ میں آپ کے مدرسہ میں کچھ رقم پیش کروں۔ لہٰذا اللہ کے کرم کا اختر جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے کہ بغیر اشارہ کنایہ بے منت مخلوق انتظام فرما دیا۔

بے سوالی بھی نہ خالی جائے گی

دل کی بات آنکھوں سے پالی جائے گی
کیا نظر مجھ پر نہ ڈالی جائے گی
کیا مِری فریاد خالی جائے گی

میں نے اپنی اولاد کے لیے ابھی تک کوئی مکان بھی نہیں بنایا اور الحمدللہ مجھے اس کا کوئی غم بھی نہیں ہے۔ اپنا ناظم آباد کا مکان بیچ کر میں یہاں گلشن میں آ گیا۔ ایک کتب خانہ کرلیا جو ذریعہ اشاعت دین ہے۔ اور اللہ کے کرم سے عظمت دین اور عزت نفس کے ساتھ کام ہو رہا ہے۔ برطانیہ، امریکہ، بار بڈوز، ری یونین، جنوبی افریقہ اور بنگلہ دیش برسوں سے سفر ہو رہا ہے کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کبھی مدرسہ مسجد کا نام لیا ہو۔ یہ میرے بزرگوں کا صدقہ ہے جن کی اختر نے جوتیاں اٹھائی ہیں۔

فرمایا: میں نے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ لُنگی کُرتے میں نواب چھتاری کے یہاں گئے، جو ہندوستان کی ایک بڑی ریاست کے نواب تھے، انگریزی حکومت میں ہندوستان کے پہلے مسلمان گورنر تھے، انڈیا میں ان کی اسپیشل ریل چلتی تھی، اس میں کوئی دوسرا مسافر نہیں بیٹھ سکتا تھا، انہوں نے میرے شیخ کو دعوت دی، میں بھی حضرت کے ساتھ تھا، چونکہ میں نے بڑے بڑے گورنروں اور نوابوں کو دیکھا ہے اس لیے الحمدللہ مجھ پر کسی مال دار کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ نواب صاحب حافظِ قرآن تھے اور حضرت سے بیعت تھے۔ میرے شیخ کُرتے میں بٹن نہیں لگاتے تھے اور لُنگی پہنتے تھے تو میں نے راستہ میں حضرت سے کہا کہ حضرت نواب لوگوں کے پاس تشریف لے جارہے ہیں اور آپ کی ٹوپی میلی ہے اور کُرتا اُجلا ہے تو شیخ نے فرمایا کہ:

''جس ٹوپی سے میں نے اللہ کے سامنے نماز پڑھی ہے ان نوابوں کو خوش کرنے کے لیے اس کو صاف نہیں کروں گا، جیسی ہے ویسی رہنے دو''۔

لیکن واللہ! میں نے دیکھا کہ حضرت کی عظمت سے نواب صاحب کانپ رہے تھے اور زبان میں رعشہ پیدا ہو گیا تھا۔

اور فرمایا: میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی صاحبِ باطن چندے کے لیے دروازے دروازے نہیں پھر سکتا۔ اگر اس کے قلب میں مولیٰ ہے تو اسے غیرت آتی ہے۔ ہمارے جتنے اکابر گزرے ہیں آپ بتاؤ یہ رسید بک لے کر دروازوں پر گئے ہیں؟ الحمدللہ! کوئی یہ بات ثابت نہیں کرسکتا کہ اختر یا اس کی اولاد کسی کی دکان پر گئے ہوں۔ بتاؤ دین کا کام ہو رہا ہے یا نہیں؟ یہ میں نے اپنے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا ہے۔۔۔حضرت نے مسجد کے ایک حصہ پر چھت ڈالی تھی دوسرے حصہ میں چھت نہیں تھی، تہجد عموماً اسی حصہ میں پڑھتے تھے پوری زندگی اس میں گزار دی اور وہیں سے پاکستان ہجرت کی۔ مگر کبھی کسی سیٹھ سے نہیں کہا کہ یہ چھت خالی ہے

اس پر چھت ڈالنا ہے۔ اپنی زندگی میں میں نے حضرت کو دیکھا بڑے بڑے نوابوں نے بلایا ریاست رام پور کے نواب ہوں یا نواب چھتاری ہوں، حضرت والا سب سے مستغنی رہے۔ یہاں تک کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کہنا پڑا کہ اے پھول پوروالو! مولانا کے مدرسے کو چندہ دو، ان کا نام عبدالغنی ہے۔ یہ کسی سے نہیں کہیں گے کہ تم چندہ لاؤ۔ لیکن یاد رکھو اگر تم لوگوں نے چندہ نہ دیا تو تمہاری گردن قیامت کے دن پکڑی جائے گی۔ یہ بات شیخ نے مجھے سنائی اور میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ واقعی میں نے ساری زندگی دیکھا کہ کبھی کسی سیٹھ سے سوائے دردِ دل اور اللہ کی محبت کے ان کی زبان سے پیسے کا نام نہیں سنا۔ اگر کوئی اس زمانے کا شمس الدین تبریزی ہوسکتا تو وہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ ہوتے۔

ہم نے تو اپنے شیخ سے یہ سیکھا ہے کہ پیٹ میں چٹنی روٹی ڈال لو مگر اہلِ مال سے مستغنی رہو۔ میں واللہ کہتا ہوں جو مہتمم کتنا ہی بڑا خلیفہ ہو لیکن اگر کبھی اس نے مال داروں سے چندہ کے لیے کہا تو اس سے دین کی بات لوگ نہیں سنیں گے، بلکہ صورت دیکھتے ہی ڈر جائیں گے کہ آ گئی کالی بلا، یہ پھر کچھ مانگے گا۔ بس اللہ کی محبت سکھانے کے لیے اپنی زندگی کو وقف کر دو، شعبہ تزکیہ نفس بہت حساس مضمون ہے۔ اللہ کی محبت سکھانا بہت حساس مضمون ہے یہ اتنا نازک مضمون ہے، یہ اتنا مبارک مضمون ہے کہ اس کے ساتھ چندہ اور طلبِ زر جمع نہیں ہوسکتے۔

احقر جامع (ارمان) کہتا ہے کہ یہاں حسبِ حال حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر ملاحظہ فرمایئے ؎

جس کو گرا ہوا تو دیکھ دُنیا کے مال و زر پہ آہ
اخترؔ سمجھ کہ عشقِ حق اس کو ابھی ملا نہیں

سندھ بلوچ سوسائٹی کراچی میں ڈیڑھ سال تک زمین کے اوپر آسمان کے نیچے روزانہ دوستوں کے ساتھ نوافل پڑھ کر دعا کی کہ یا اللہ یہاں خانقاہ کے لیے کوئی زمین دلوا دیجئے جہاں اللہ کا نام لوں اور دوستوں کو تصوف اور آپ کی محبت سکھاؤں۔ مگر میں نے اس کے لیے کوئی اعلان نہیں کیا کہ مجھے خانقاہ کے لیے پیسے دو۔ تو بھئی! میں نے اپنے بزرگوں سے یہی سیکھا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کے لیے مامور فرمایا ہے وہ بہت محتاط رہیں۔ چاہے کوئی کتنا ہی خاص ہو، اخص الخواص ہو اس سے بھی کبھی سوال نہ کریں ورنہ اس کے قلب سے بھی ایسے عالم کی عظمت ختم ہو جاتی ہے۔ دو لفظ میں نے علماء کو بتائے کہ عزتِ نفس اور عظمتِ دین سے کام کرو یہ دو لفظ یاد کرلو، ڈائری میں نوٹ کرلو کہ عزتِ نفس اور عظمتِ دین۔ کوئی تمہارا خاص سے خاص بھی ہو، اس سے بھی نہ کہو، تجربہ یہی ہے کہ جو مستغنی رہتا ہے لوگ اس کے دردِ دل کی بات سنتے ہیں۔ کیا ضروری ہے کہ ہم بڑا مدرسہ بنائیں اور سوال کر کے اپنے دردِ دل کو مٹی کریں۔ مدراس کا وجود یقیناً بہت ضروری ہے، لیکن ہم کو جو تعلیم دی گئی میں وہی تعلیم پیش کر رہا ہوں۔ جس کو اس تعلیم سے مناسبت نہ ہو وہ میری تعلیم کو چھوڑ کر دوسرے طبقے سے تعلق کر لے لیکن میں نے

جو سبق لیا ہے وہ یہی لیا ہے اور میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔

کتنے سال سے میں جنوبی افریقہ جارہا ہوں۔ کتنے بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں۔لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کبھی میں نے بتایا ہو کہ میرا ایک مدرسہ بھی ہے۔یہی میں نے حضرت پھول پوریؒ سے سیکھا ہے ان شاء اللہ حضرت پھول پوریؒ کا نام قیامت تک روشن رہے گا اگر مال داروں سے ربط ہوتا تو نام ختم ہو جاتا اگر کسی سے مدرسہ نہ چل سکے تو استعفیٰ دے دو یا مدرسہ بند کرو لیکن امیروں کے سامنے ہاتھ مت پھیلاؤ۔

بعض لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے مریدوں میں سے سیٹھ لوگوں کو ایک خط لکھ دیں، کوئی کہتا ہے کہ ٹیلی فون کر دیں، کوئی کہتا ہے چندے کی سفارش کر دیں۔ میں نے کہا میں اپنے لیے نہیں کرتا تو کسی کے لیے کیوں کروں؟۔

میرے بیٹے مولانا محمد مظہر میاں صاحب سلمہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی کے خلیفہ ہیں۔ وہ کبھی کبھی مقروض بھی ہوئے ہیں۔مگر اللہ تعالیٰ اس بیٹے کو جزاءے خیر دے، کبھی اس نے نہیں کہا کہ ابا آج کل میں مقروض ہوں، کسی مرید سے، آپ اہلِ خیر سے کچھ اشارہ کر دیں تاکہ میرا قرضہ ادا ہو جائے۔ مدرسہ وہی چلاتا ہے، یہ جو ڈیڑھ ہزار طلبا ہیں۔اس میں حافظ اور عالم ہو رہے ہیں، اس مدرسہ سے میرا تعلق مولانا کی محنتوں سے ہے۔میرا تو وہی ذوق ہے کہ جہاں کسی ملک نے اللہ کی محبت میں بلایا فوراً پاسپورٹ ویزا لگوایا اور کبھی لندن، کبھی کینیڈا اور کبھی انگلینڈ روانہ ہو گیا۔

ایک دفعہ میرا پوتا مولوی محمد اسماعیل سلمہ بیمار ہو گیا۔ میں ان دنوں ڈھاکہ میں تھا۔مولانا محمد مظہر میاں صاحب سلمہ نے مجھے فون کیا کہ آپریشن تجویز ہے، میں نے ہسپتال میں اس کے لیے کمرہ لے لیا ہے۔ میں نے کہا ایک ہفتے کے لیے مہلت دو، مجھے اللہ سے مانگنے کا موقع دو، ایک ہفتے کے بعد تمہیں اختیار ہے، تمہارا بچہ ہے جو چاہو کرو، لیکن ہمارا بھی تو کچھ ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے رورو کے عرض کیا کہ ''یا اللہ! میرے بچے کو آپریشن کے بغیر اچھا کر دیجئے''۔آج چار پانچ سال ہو گئے آپریشن نہیں ہوا، بالکل مرض ہی غائب ہو گیا۔اللہ سے مانگ کر کے تو دیکھو۔اگر اپنے ربّا کے اوپر ہم ناز نہیں کریں گے تو کس پر ناز کریں گے اور کوئی ہے کیا؟ کیا کوئی دروازہ بھی ہے جس پر ہم جائیں؟ ؎

نہ پوچھے سوا نیکو کاروں کے گر تو
کہاں جائے بندہ گنہگار تیرا

کوئی بھی مرض ہو، چاہے جسمانی ناسور ہو یا روحانی ناسور ہو، پُرانے سے پُرانا پاپی اور مجرم ہو، مجرمانہ عادت رکھتا ہو اللہ سے رو رو کر مانگے، نہ ٹھیک ہو تو کہنا اختر کیا کہہ رہا تھا۔اللہ تعالیٰ غیب سے اسباب پیدا کر دیں گے۔

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
تجھ سے ہے فریاد اے ربِ جہاں

پیرانی صاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ کا تذکرہ:

پیرانی صاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کچھ تفصیل سے اس لیے کر رہا ہوں کہ آج کل بیویوں کے حقوق کے معاملہ میں بہت غفلت برتی جا رہی ہے۔ اس تفصیلی تذکرہ سے معلوم ہوگا کہ ہم جن اکابر کے نام لیوا ہیں ان نفوسِ قدسیہ کے عمل کیا تھے، ان واقعات میں ہمارے لیے بہت بڑا سبق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

پیرانی صاحبہ کا اپنی ساس سے کیسا تعلق تھا؟ اس کا ایک واقعہ ایک مرتبہ حضرت والا نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے مولانا محمد مظہر میاں صاحب سلمہ کی والدہ کو جزائے خیر دے، انہوں نے ستّر ہزار (کلمہ) پڑھ کر میری والدہ کو بخشا ہے۔ اس کو کہتے ہیں ساس بہو کا تعلق حالانکہ میری والدہ زندہ نہیں ہیں لیکن انہوں نے اسی مہینے میں مجھے بتایا کہ ستّر ہزار پڑھ لیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور میری والدہ کی مغفرت کا سامان بنائے۔

پیرانی صاحبہ کے آخری دنوں میں جب سیّدی و مرشدی حضرت والا عمرہ کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے تھے، اس وقت کے حالات حضرت والا بیان فرماتے ہیں کہ:

مکہ مکرمہ میں پہنچنے کے اگلے دن جب میرے بیٹے مولانا محمد مظہر میاں صاحب سلمہ نے مجھے اطلاع کی کہ مرض بڑھ گیا ہے لیکن کہا کہ والدہ بھی اجازت دے رہی ہیں کہ ابھی وہاں اور رہ جاؤ تو میں نے دل میں کہا کہ اجازت اور ضابطہ اور چیز ہے اور رحمت اور رابطہ اور چیز ہے لہٰذا میری رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ اب مجھے فوراً واپس جانا چاہیے کیونکہ عمرہ ہو چکا۔ معلوم ہوا کہ رات کو کراچی کے لیے ایک پرواز ہے لیکن بتایا گیا کہ اس میں جگہ ملنا بوجوہ مشکل ہے لیکن یہ بھی میرے گھر کی کرامت تھی کہ ہمارے دو احباب سعودی ایئر لائن کے دفتر گئے تو وہاں بہت اجتماع تھا شاید ڈیڑھ دو گھنٹہ میں نمبر آتا لیکن دو منٹ میں کمپیوٹر میں ان کا نام آ گیا۔ تین سیٹیں بھی مل گئیں اور بورڈنگ کارڈ بھی مکہ شریف ہی میں مل گیا جبکہ جدہ ایئر پورٹ پر ملتا ہے۔ ان کی کرامت تھی کہ ہر طرف سے مدد ہوئی۔

اس کے بعد مدینہ پاک کی حاضری کے لیے ٹیکسی ہی سے گئے، مواجہہ شریف میں صلوٰۃ وسلام پڑھا اور ٹیکسی سے فوراً جدہ واپس ہو گئے۔ سارا دن مسلسل سفر رہا، ایک لمحہ کو آرام نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسی مدد فرمائی کہ ضعف کے باوجود سب نہایت آسانی سے ہو گیا۔ ۳ شعبان مطابق ۲۳ نومبر کو شام کو گئے تھے اور ۵ شعبان یعنی ۲۵ نومبر کی صبح کو کراچی پہنچ گئے، صرف ایک دن کے اندر عمرہ کی ادائیگی اور مدینہ پاک کی حاضری سب اللہ تعالیٰ نے نصیب فرما دی۔ علالت کے سولہویں دن ۱۹ شعبان ۱۴۱۹ھ بدھ

کے دن اُن کا اِنتقال ہوا۔

فرمایا: میرے احباب جو ساتھ آئے تھے تڑپتے رہ گئے کہ آیا بھی وہ، گیا بھی وہ اور ختم فسانہ ہو گیا لیکن رفیقۂ حیات کے حق دل جوئی کا ان کو سبق بھی مل گیا اور بعض دوستوں نے کہا کہ تمہارے اس عمل سے ہمیں بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا ایسا زبردست سبق ملا جو بڑی بڑی تقریروں سے نہ ملتا۔

۱۹رشعبان المعظم ۱۴۱۹ھ، ۹رسمبر ۱۹۹۸ء بروز بدھ پونے دس بجے صبح والدہ مولانا مظہر کا اِنتقال ہوگیا اِنَّـا لِلّٰهِ وَ اِنَّااِلَيهِ رَاجِعُوْنَ اور پچاس سالہ رفاقت کا باب بند ہوگیا جس سے قلب پر بہت اثر ہے لیکن الحمدللہ میرے بزرگوں کے فَیض سے دل بالکل اللہ کی مرضی پر راضی ہے جس پر احقر کے چند اشعار ہیں۔

حسرت سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کیے ہے
کیف تسلیم و رضا سے ہے بہار بے خزاں
صدمہ وغم میں بھی اختر روح رنجیدہ نہیں
صدمہ وغم میں مرے دِل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

پچاس سال تک ان کے جو حالاتِ رفیعہ دیکھے اس سے احقر کا گمان اقرب الی الیقین ہے کہ وہ ایک صاحبِ نسبت، بہت بڑے درجہ کی ولیہ تھیں۔ دین میں وہ ہمیشہ میری مددگار رہیں برسوں سے غیر ملکی اسفار ہو رہے ہیں کبھی حائل نہ ہوئیں۔

اور سب سے بڑی بات یہ کہ ان کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مولانا محمد مظہر میاں سلمہ جیسا لائق، متقی، عالم بیٹا عطا فرمایا جن سے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے دین کا عظیم الشان کام لے رہے ہیں اور ان کے بیٹے بھی ماشاء اللہ حافظ عالم ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میری اولاد کو قیامت تک خدمتِ دینیہ کی توفیق بخشیں اور قیامت تک میری اولاد میں علماء ربانین علیٰ سطح ولایت الصدیقیت پیدا ہوتے رہیں تاکہ جو دینی ادارے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں ان کو قیامت تک باحسن وجوہ چلانے کی میری اولاد کو اللہ تعالیٰ صلاحیت عطا فرمائے اور قبول فرمائے، آمین۔

انتقال کے بعد ان کے لیے بہت سے مبشرات منامیہ بھی ہیں۔ (۱) مفتی حسین بھیات صاحب سلمہ جو جنوبی افریقہ کے عالم ہیں، میرے بہت خاص احباب میں سے ہیں اور میرے مجاز بھی ہیں انہوں نے انتقال کے دوسرے دن خواب دیکھا کہ وہ جنت میں داخل ہونا چاہتے ہیں لیکن فرشتے نے ان کو روک دیا کہ ابھی نہیں اور پوچھا کہ پیچھے کون آ رہی ہیں؟ مولانا مفتی حسین بھیات صاحب نے کہا کہ یہ میری ماں ہیں (یعنی والدہ مولانا محمد مظہر میاں صاحب سلمہ) فرشتے نے ان کو راستہ دے دیا اور وہ جنت

میں داخل ہوگئیں۔ (۲) جدہ میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ نہایت شاندار لباس پہنے ہوئے قرآنِ پاک کی تلاوت کررہی ہیں۔ تلاوت کرتے ہوئے اور بھی کئی احباب نے دیکھا۔ (۳) مولانا محمد مظہر میاں صاحب سلمہ کے برادرِنسبتی مفتی محمد عاصم سلمہ نے خواب میں دیکھا کہ والدہ مولانا محمد مظہر میاں صاحب سلمہ ایک اتنے بڑے کمرہ میں ہیں جس کی چھت نظر نہیں آرہی ہے اور زمین سے کوئی بہت چمک دار چیزیں اٹھا رہی ہیں جس کی تعبیر یہ دی گئی کہ یہ ایصالِ ثواب ہے جو ان کو پہنچ رہا ہے۔ (۴) اور احقر کے احباب میں سے جناب ظفر اقبال صاحب انجینئر جن کو انتقال کی خبر نہیں تھی انہوں نے خواب دیکھا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا ہے اور احقر کے یہاں بھی کوئی جنازہ ہوگیا ہے اور دیکھا کہ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ احقر کے گھر سے نکل رہا ہے۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ والدہ مولانا محمد مظہر میاں صاحب سلمہ کی مغفرت بے حساب فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے اور ہم پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے آمین یا رب العالمین بحرمة رحمة للعالمین صلی اللّٰہ علیہ و سلم۔

فرمایا: اب ہمارا تو گھر میں جانے کو جی نہیں چاہتا کیونکہ ہمارا معمول تھا کہ روزانہ جا کر ملاقات ، ہنسنا بولنا لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی پر دل سے راضی ہوں کیونکہ جو کچھ ہوا ان کی منشا اور مرضی سے ہوا لہٰذا ان کی مرضی سب سے بہتر سب سے بڑھ کر ہے ؎

جو ہوا اچھا ہوا بہتر ہوا
وہ جو حسبِ مرضیٔ دلبر ہوا

اور فرمایا: ایک رات تو اچانک میرے منہ سے نکل گیا کہ اے بڑھیا! تو مجھے چھوڑ کر کہاں چلی گئی پھر میں نے جلدی سے اپنے دل کو سنبھالا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی مرضی پر راضی ہیں اور اس وقت ان کی رحلت آپ کی منشا سے ہوئی لہٰذا اس وقت سے بہتر کوئی وقت نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ آپ کی تجویز اور آپ کی مرضی سے بڑھ کر دونوں جہاں میں کوئی چیز نہیں اور آپ کے ہر فعل میں حکمت اور بندوں کا فائدہ ہے لہٰذا مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ اس لیے اے اللہ! آپ کے فیصلوں پر ہم دل سے راضی ہیں اور فالج کی وجہ سے ایسی حالت ہوگئی تھی کہ اگر دس بارہ دن اور زندگی ہوتی تو بستر پر لیٹے لیٹے کھال زخمی ہونے لگی تھی پھر خدانخواستہ اگر سڑنا شروع ہوجاتی تو وہ تکلیف ہم سے برداشت نہ ہوتی لہٰذا جس وقت اے اللہ! آپ نے بلایا وہ ان کے لیے بھی رحمت ہے، ہمارے لیے بھی رحمت ہے۔ بس آپ اپنی رحمت سے ان کی مغفرت بے حساب فرمائیے اور اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیجئے اور کروٹ کروٹ چین عطا فرمائیے اور ہم سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائیے اور ان کی برکت سے ہمارے تمام جائز کام اپنی رحمت سے بنا دیجئے۔ (اللہ اکبر! اس واقعہ سے حضرت والا کا مقامِ تسلیم و رضا معلوم ہوتا ہے۔ از مرتب)

فرمایا: آج ایک راز کی بات بتاتا ہوں کہ میں ان کی بزرگی کا اتنا معتقد ہوں کہ ان کے وسیلہ سے اللہ سے دعا مانگتا تھا کیونکہ میں نے پچاس سال ان کو دیکھا کہ انتہائی تہجد گزار، بڑی صابرہ، بہت شاکرہ تھیں، دنیا کی محبت تو جانتی ہی نہ تھیں۔ زندگی بھر کبھی فرمائش نہیں کی کہ ہمیں ایسا کپڑا لا دو یا ویسا۔ جانتی ہی نہ تھیں کہ دنیا کہاں رہتی ہے۔ جب گھر میں جاتا تو دیکھتا کہ قرآن کھلا ہوا ہے اور تلاوت ہو رہی ہے۔

فرمایا: انتقال سے چند دن پہلے کہنے لگیں کہ ابھی ابھی ہمارے بیٹے اظہر اور اطہر آئے تھے۔ دو بیٹے مولانا محمد مظہر میاں صاحب سے پہلے پیدا ہوئے تھے جن کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔ جب یہ کہا تو اسی وقت دل کھٹک گیا کہ اب بچنا مشکل ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عالمِ برزخ منکشف ہو رہا ہے۔

صبر وتحمل اور تسلیم ورضا:

سیّدی ومرشدی حضرت والا قدس سرہٗ تسلیم ورضا کی عملی تصویر تھے، اور یہ اخلاص سے بھی اونچا مقام ہے۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ بتاؤ اخلاص سے اونچا کیا مقام ہے؟ حضرت نے عرض کیا کہ مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا کہ تسلیم ورضا، اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی رہنا۔ آہ! حضرت والا کے اشعار ہے ؎

صدمہ و غم میں مِرے دِل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے
اس خنجرِ تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے
زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

حضرت کی حیاتِ مبارکہ کے آخری ۱۳؍سال جو شدید علالت میں گزرے، وہ تسلیم ورضا کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ ان واقعات کو لکھ نہیں پا رہا۔ اللہ اپنی شان کے لائق میرے پیارے مرشد کے ساتھ معاملہ فرمائے۔

اپنے شیوخ سے تعلق وعشق:

مِری یہ گرمیِ ایماں ترے آتشِ فشاں سے ہے
مِرے کانٹوں پہ شانِ گل بھی تیرے گلستاں سے ہے

حضرت والا اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

ہم نے دیکھا ہے ترے چاک گریبانوں کو
آتشِ غم سے چھلکتے ہوئے پیمانوں کو

ہم نے دیکھا ہے ترے درد کے بیماروں کو
سوزشِ غم سے تڑپتے ہوئے پروانوں کو
ہم فدا کرنے کو ہیں دولتِ کونین نثار
تو نے بخشا ہے جو غم ان پھٹے دامانوں کو

حضرت کی والہانہ عبادت ذکر وتلاوت اور تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد سجدہ میں دیر تک دعا مانگنا اور آہستہ آہستہ رونے کا نقشہ احقر کی نگاہوں میں اب تک پیوست ہے۔ احقر نے ایسی والہانہ عبادت کثرتِ آہ ونعرہ ہائے عشق کے ساتھ کرتے ہوئے پھر کسی کو نہ دیکھا۔ اور حضرت والا کے رہن سہن کی سادگی حدیث کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّكَ غَرِیْب کی شرح تھی۔ گھر کے احاطہ صحن کی خام دیواروں کے کنارے بارش کے کٹے پٹے اور چٹائیوں کے ایک چھپر میں حضرت کا اکثر آرام فرمانا۔ کبھی دریا کی طرف سیر کرنا اور اکثر مغرب کے بعد عشا تک صرف تاروں کی روشنی میں مسجد کی کھلی چھت والے حصہ میں ذکر اللہ اور تلاوت میں بار بار آہوں کی آواز اور نعرہ ہائے درد کے ساتھ مشغول رہنا احقر کو آج بھی جب یاد آتا ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ خانقاہ شریف کی سادگی دیکھ کر غالب کا یہ شعر یاد آتا۔

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

ایک دن بطورِ عرضِ حال کے تحریر کیا کہ ع

میرے غم کا کچھ مداوا کیجئے
(اختر)

اور حضرت حافظ شیرازی (رحمۃ اللہ علیہ) کا یہ مصرعہ تحریر کیا ع

کجا رویم بفرما ازیں جناب کجا

جواب رقم فرمایا ع

سرہما نجا نہہ کہ بادہ خوردہ

یہ مصرعہ تحریر فرما کر میرے مرشد (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے آستاں سے ایسا چپکایا کہ آخری سانس تک تاب جدائی نہ لا سکا اور تقریباً سولہ برس دن رات کی صحبت کا شرف حاصل رہا اور اختر پر حق تعالیٰ کا انعامِ عظیم اور یہی میرا حاصل مراد ہے۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیرنہ دیدیم و بہار آخر شد

فرمایا: جب میں نے پہلا خط لکھا تو اس میں یہ لکھا تھا کہ ع

قلب و جاں اے شاہ قربانت کنم

یعنی اے شاہ میں آپ پر اپنا دل اور اپنی جان فدا کرنا چاہتا ہوں تو حضرت نے اس پر لکھا کہ تمہارا مزاج محبت کا معلوم ہوتا ہے ان شاء اللہ اللہ کا راستہ جلد طے ہو جائے گا۔ یہ شیخ نے مجھے بشارت دی۔

اور فرمایا: اس ناکارہ عبد نے عربی درسیات کی تعلیم حضرت شیخ پھول پوریؒ ہی کے مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں حاصل کی اور حضرت شیخ سے بخاری شریف کے چند پارے برکت کے لیے پڑھے۔

حضرت شیخ صرف ایک واسطہ سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے والد ماجد حضرت مولانا یحییٰ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) اور ہمارے حضرت کے استاد صاحب مولانا ماجد علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں درسِ حدیث بخاری شریف میں ہم سبق (اور پیر بھائی) تھے۔

فرمایا: پھول پور (الٰہ آباد) میں میری تعلیم کے زمانے میں بڑے بڑے جلسے ہوتے تھے لیکن میں کسی جلسے میں نہیں جاتا تھا بلکہ اپنے شیخ کے پاس رہتا تھا، اور مجھے ایسا لگتا تھا جیسے میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں مجھے یہ بات نہ کسی نے سمجھائی تھی اور نہ ہی شیخ نے بتائی تھی لیکن ؎

محبت خود سکھا دیتی ہے آدابِ محبت

جب میں مڈل پڑھ رہا تھا تو گاؤں والے ایک شعر پڑھتے تھے ؎

اللہ اللہ کیا مزہ مرشد کے مے خانے میں ہے
دونوں عالم کا مزہ بس ایک پیمانے میں ہے

فرمایا: میں شکر ادا کرتا ہوں کہ ایسے مدرسہ میں پڑھا جس میں نہ ناشتہ ملتا تھا نہ گوشت، مجھے بس یہی لالچ تھی کہ وہ حضرت پھول پوریؒ کا مدرسہ تھا، وہاں پڑھنے سے میرا مقصد اپنے شیخ کی صحبت تھا اور یہ بات کم لوگوں کو معلوم ہے کہ میرے شیخ میرے والد بھی تھے کیونکہ میری والدہ سے حضرت کا نکاح ہوا تھا اور جب نکاح پڑھایا تو فرمایا کہ امام محمدؒ کی والدہ سے امام ابوحنیفہؒ نے نکاح کیا تھا، مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی اور میں نے دعا کی کہ یا اللہ! اللہ والوں کے عمل سے مطابقت کے صدقہ میں میرے اس عمل کو قبول فرمالیجیے۔

فرمایا: قصبہ پھول پور میں شہر سے دور حضرت کا مکان تھا جہاں سے قصبہ نظر تو آتا تھا لیکن وہاں کی آواز نہ آتی تھی، دس منٹ کا راستہ تھا۔ جنگل کا سا سناٹا، حضرت کی اپنی مسجد، اپنی خانقاہ چھوٹا سا مدرسہ جہاں ہر گھنٹہ دو گھنٹہ پر حضرت کی آہ کا نعرہ سنائی دیتا تھا۔ قرآنِ پاک کی تلاوت کا بھی عجیب انداز تھا ایسی عمدہ آواز تھی، معلوم ہوتا تھا کہ ساز بج رہا ہے اور دس بیس آیات کے بعد ایسا لگتا تھا کہ سینہ درد سے بھر گیا پھر پڑھتے پڑھتے اس زور سے اللہ کہتے تھے کہ پوری مسجد ہل جاتی تھی جیسے انجن میں جب اسٹیم زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کا ڈھکن کھول دیا جاتا ہے اور بھاپ شور کے ساتھ نکل جاتی ہے ورنہ انجن پھٹ جائے۔

جب حضرت اللہ کا نعرہ لگاتے تھے تو ایسا ہی لگتا تھا کہ اگر حضرت یہ نعرہ نہ لگائیں تو جسم کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ حضرت کی عبادت عاشقانہ عبادت تھی ایسا لگتا تھا جیسے کوئی شدید بھوک میں پلاؤ قورمہ کھا رہا ہے، روئے زمین پر میں نے کسی کو ایسی عاشقانہ عبادت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ تہجد میں بھی بہت روتے تھے۔

اللہ کا اختر پر فضل عظیم ہے کہ اتنے بڑے شیخ کے ساتھ اللہ نے سترہ برس تک رکھا، دس سال تو خاص پھول پور میں اور سات برس مختلف مقامات پر جس کا میں آج شکر ادا کررہا ہوں کہ مالک آپ کا احسان ہے کہ آپ نے مجھے حضرت کے ساتھ چپکائے رکھا ورنہ جوانی میں بوڑھے آدمی کے ساتھ کون رہتا ہے۔ جوان آدمی تو ہم عمر جوانوں کو تلاش کرتا ہے گپ لگانے کے لیے۔ میں بیس بائیس سال کا اور شیخ ستر کے قریب لیکن کیا بتاؤں شیخ کے بغیر میرا کہیں دل نہیں لگتا تھا۔ سارا عالم مجھے حضرت میں نظر آتا تھا۔ اسی پر میرا شعر ہے ؎

وہ اپنی ذات میں خود انجمن ہے
اگر صحرا میں ہے پھر بھی چمن ہے

فرمایا: میں اپنے شیخ کے ساتھ رہتا تھا۔ حضرت آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت کرتے تھے، تین بجے رات کو اُٹھتے اور گیارہ بجے دن تک عبادت میں مشغول رہتے، دس دس پارے تلاوت کرتے تھے، مناجاتِ مقبول زبانی یاد تھی اور اس کی ساتوں منزل روزانہ پڑھتے تھے، قصیدہ بردہ زبانی یاد تھی، بارہ تسبیح اور تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد سجدہ میں روتے تھے، یہ سب پندرہ سال تک میری آنکھوں کا دیکھا ہوا ہے، لیکن میں کبھی حضرت سے غائب نہیں ہوا، الحمدللہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت فارغ ہوئے ہوں اور مجھے نہ پایا ہو، میں حضرت کی جوتیاں لیے ایک جگہ بیٹھا رہتا، ایسی جگہ بیٹھتا تھا کہ حضرت کی نظر مجھ پر نہ پڑے، تاکہ ان کو احساس نہ ہو کہ میرے رازِ خلوت سے کوئی واقف ہورہا ہے، تاکہ آزادی سے میرا شیخ اپنے اللہ کو خوب یاد کرے، کیونکہ دیکھنے سے عبادت مشکل ہوجاتی ہے، اس لیے کونے میں بیٹھتا تھا جب حضرت اٹھتے اور مسجد سے باہر آتے تو حضرت کے پاؤں میں جوتا پہنا دیتا۔ کبھی حضرت بارہ بجے رات تک جلسہ میں جاگے اس کے بعد تین گھنٹہ سوئے پھر اٹھ گئے اور میں حضرت کے پاؤں دباتا رہا، جوانی میں ایک گھنٹہ سونے کو ملا۔

اور فرمایا: میں چند منٹ کو بھی کہیں جاتا تھا تو میرے شیخ پوچھتے تھے کہ حکیم اختر کہاں گئے۔ مجھے مزہ آتا تھا کہ بابا تلاش کررہے ہیں۔

آپ لوگوں نے تو مجھ کو یہاں اس وقت پایا جب اللہ تعالیٰ نے میرے لیے رحمتِ خاص کے دروازے کھول دیے اور میرے بڑھاپے پر پنشن جاری کردی۔ میری جوانی آپ دیکھتے تو پتہ چلتا کہ اللہ تعالیٰ نے اختر کو اپنی کس توفیق سے نوازا تھا۔

اللہ تعالیٰ اللہ والوں کی خدمت کو رائیگاں نہیں فرماتے۔ ہماری ساری عبادات میں اعتراض لگ سکتا ہے لیکن اللہ والوں کی خدمت میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی اعتراض نہیں لگتا جیسے کسی فیکٹری مالک کا

ایک ہی پیارا بیٹا ہو اور کوئی شخص اس بیٹے کی خدمت کر رہا ہے تو سب کے کاموں میں وہ مالک اعتراض کر سکتا ہے کہ یہ کیوں کرتے ہو اور وہ کیوں کرتے ہو لیکن اس کے پیارے بیٹے کی جو خدمت کر رہا ہے اس پر اعتراض نہیں کرے گا۔ اللہ والوں کی خدمت کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی کسی کی اولاد کے ساتھ محبت اور خدمت کر رہا ہو۔ ساری مخلوق اللہ کی اہل و عیال ہے اور مخلوق میں جو خاص بندے ہیں وہ اللہ کے اہل و عیال کی سب سے اعلیٰ قسم ہے لہٰذا ان کی خدمت اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔

فرمایا: حضرت مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر وقت میں ارشاد فرمایا تھا کہ ''اختر! میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم مجھے اللہ کے سپرد کر دو''۔

اور فرمایا: جب حضرت کی یاد آتی ہے تو دنیا میں دل نہیں لگتا، دل تڑپ جاتا ہے ؎

جو یاد آتی ہے وہ زلفِ پریشاں
تو پیچ و تاب کھاتی ہے مری جاں
جو پوچھے گا کوئی مجھ سے یہ آ کر
کہ کیا گزری ہے اے دیوانے تجھ پر
نہ ہرگز حالِ دل اپنا کہوں گا
ہنسوں گا اور ہنس کر چپ رہوں گا

یہ اشعار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر کہے تھے۔

فرمایا: میں اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پھولپور میں رہتا تھا۔ میرے موجودہ شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب بھی حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حضرت کی خدمت میں حاضری کے لیے اکثر پھولپور آتے رہتے تھے۔ میں اُس زمانہ میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب سے اتنا بے تکلف تھا کہ ان کے ساتھ لاٹھی سے کھیلتا تھا۔ لاٹھی کھیلنے میں لاٹھی ماری بھی جاتی ہے، لاٹھی کو روکا بھی جاتا ہے اور اپنا دفاع بھی کیا جاتا ہے۔ حضرت بھی مجھ سے زیادہ تکلف نہیں فرماتے تھے۔ حضرت کی مجھ سے اتنی بے تکلفی تھی کہ ایک مرتبہ حضرت پھولپور حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے تشریف لائے تو وہاں سے فوراً ہی میرے پاس کوٹلہ پہنچ گئے۔ میں اپنے گاؤں کوٹلہ میں مطب کیا کرتا تھا۔ میں نے کہا حضرت! آپ یہاں پھولپور سے اٹھارہ بیس میل دور کیسے تشریف لائے؟ جواب میں فرمایا کہ میں آیا تو پھولپور کے لیے تھا مگر حضرت سو رہے ہیں اور تمہارے بغیر دل گھبرا رہا تھا اس لیے میں تمہارے گاؤں ''کوٹلہ'' کے لیے اپنا ''پوٹلہ'' لے کر آیا ہوں (اللہ اکبر! الفاظ کے چناؤ میں حضرت والا کو کمال حاصل تھا)۔ حضرت نے اپنا جھولہ دکھایا جس میں

لنگی وغیرہ ضروری سامان تھا پھر فرمایا کہ اب تم میرے ساتھ چلو، تمہارے بغیر مزہ نہیں آرہا ہے۔ میں فوراً تیار ہوگیا حالانکہ وہ وقت ہمارے مطب کا تھا۔ مگر ہم نے مطب کا خیال بھی نہیں کیا۔ اس کی برکت سے میں آج زیرِ مطب نہیں ہوں۔ میں تیار ہوکر فوراً ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا اور ہم پھول پور پہنچ گئے۔

بہرحال حضرت سے میری بے تکلفی تھی کیونکہ حضرت اس وقت میرے پاس ہی زیادہ رہتے تھے۔ انہوں نے حضرت پھول پوریؒ کو شیخ بنایا تھا لیکن جب میں حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی سے مرید ہوا تو میں نے اپنے آپ سے خطاب کر کے کہا ''دیکھو بھئی اختر! ہوشیار ہو جاؤ، اب وہ بے تکلفی کی داستان بھول جاؤ''۔ (کیونکہ) وقت اور حالات کے ساتھ احکامات بدل جاتے ہیں، جیسے چھوٹے بچے بچپن میں آپس میں کھیلتے ہیں، مار پیٹ کرتے ہیں لیکن جب بڑے ہو کر ان کی آپس میں شادی ہوتی ہے تو بیوی شوہر سے ادب سے پیش آتی ہے اور بچپن کے لڑائی جھگڑے سب ختم ہو جاتے ہیں۔

فرمایا: جب میں حضرت پھول پوری کے ہاں تھا تو میں نے خواب دیکھا کہ میرے پیٹ میں بچہ پیدا ہوگیا اور میں بحری جہاز سے حج کے لیے جا رہا ہوں اور ڈر رہا ہوں کہ کہیں راستہ ہی میں بچہ نہ ہو جائے۔ بعد میں حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خواب سنایا تو حضرت والا نے فرمایا ''نسبتِ متعدیہ کی بشارت ہے''۔ فرمایا خواب میں یہ بھی دیکھا تھا کہ میرے سامنے دائیں طرف حضرت پھول پوری اور بائیں طرف حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی ہیں۔ حضرت پھول پوری حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی سے میرے بارے میں فرمارہے ہیں کہ ''آپ ان کو خلافت دے دینا''۔

فرمایا: میں نے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کو لکھا تھا کہ آپ مجھے خلافت نہ دیجیے گا، میں اپنے کو گمنام رکھنا چاہتا ہوں تو حضرت نے جواب تحریر فرمایا کہ مریض کو تجویز کا حق نہیں ہوتا یعنی جو طبیب تجویز کر دے اسی پر راضی رہے لیکن اپنی طرف سے میں نے یہی درخواست کی تھی کہ میں بالکل گمنام رہنا چاہتا ہوں مگر حضرت نے خلافت دے دی اور کہاں سے دی؟ کعبہ شریف سیدی جہاں سے دین پھیلا ہے اور جمعہ کے دن قبیل مغرب جو قبولیت کا وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان جملہ مشائخ کی قبروں کو نور سے بھر دے، آمین۔

متفرق واقعات:

والدہ کی وفات پر دِل بہلانے کے لیے حکیم امیر احمد صاحب مرحوم کے پاس ٹیکسلا میں میرے ایک دوست تھے حکیم امیر احمد صاحب مرحوم میرے خلیفہ تھے۔ پہلے تو حضرت تھانوی سے بیعت تھے پھر میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے پھر آخر میں مجھ سے تعلق قائم کیا۔ بڑے صاحبِ درد، مجذوب اور بڑے زندہ دل تھے۔ اللہ کی یاد میں بہت روتے تھے۔ مغرب سے عشاء تک ذکر و شغل میں رہتے تھے۔ اس وقت کوئی نواب بھی آجائے تو نہیں ملتے تھے۔ آنکھیں بند

کیے ہوئے مطب میں بیٹھے رہتے تھے اللہ کے ساتھ مشغول۔ جہاں کوئی مریض آیا تو آنکھیں کھولیں دوا دے کر کہتے کہ لاؤ جلدی پیسے لاؤ اور جاؤ میرا وقت خراب مت کرو۔ میرے ذکر میں خلل پڑ رہا ہے۔ اللہ نے ان کے ہاتھ میں ایسی شفا رکھی تھی کہ دور دور شہروں سے لوگ علاج کرانے آتے تھے۔ بڑے زندہ دل تھے، ان کی باتوں میں بہت مزہ آتا تھا۔ میں اپنا دل بہلانے کے لیے ان کے پاس چلا جاتا تھا۔

جب میری والدہ کا انتقال ہوا تو مجھے اتنا صدمہ ہوا کہ ان کا پاندان اوران کا بستر دیکھ کر رونے لگتا تھا۔ میں نے کہا کہ میں تو بیمار ہو جاؤں گا لہٰذا کراچی سے ٹیکسلا ان (یعنی حکیم امیر احمد صاحب مرحوم) کے پاس گیا۔ اور اس لیے گیا کہ یہ میرا دل بہلائے گا اور واقعی پھر دل بہت سنبھل گیا۔ ایسے لوگ دل کے لیے بہت مفید ہوتے ہیں ہنستا ہوا لطیفہ سنانے والا لیکن اس کا دل باخدا ہو ایسا آدمی دل کے لیے مفرح ہے۔

خواب میں حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب سے ملاقات اور ایک اہم ملفوظ:

۱۹۹۳ء میں جب حضرت والا کا ری یونین کا سفر ہوا تو ری یونین جانے کے لیے پہلے ماریشس اترے جو کہ ایک چھوٹا سا خوبصورت جزیرہ ہے، جہاں سے ری یونین کا سفر ہوائی جہاز سے تقریباً بیس منٹ کا ہے۔ ایئر پورٹ پر کافی حضرات حضرت کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ دوپہر کا قیام مولانا ابوبکر صاحب کے مکان پر تجویز تھا۔ سفر میں رات بھر کی بیداری سے حضرت والا کافی تھک گئے تھے اور نیند کا بھی غلبہ تھا لہٰذا نمازِ ظہر سے فارغ ہونے کے بعد دوپہر کا کھانا تناول فرما کر حضرت نے آرام فرمایا۔

عصر کی نماز کے بعد چائے پیتے وقت فرمایا کہ ابھی سوتے ہوئے خواب میں مولانا ظہور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم خانقاہ تھانہ بھون کو دیکھا۔ مولانا نے خواب ہی میں پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ کو ناز دکھانا چاہیے؟ میں نے جواب دیا کہ ناز کے لیے دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مقبول ہو، دوسرے اس پر غلبۂ حال ہو جیسے جنگِ بدر میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی تھی:

اَللّٰھُمَّ اِن تُھلِك ھٰذِہِ العِصَابَةَ مِن اَھلِ الاِسلَامِ لَا تُعبَد فِی الاَرضِ

(صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب الامداد بالملائکۃ، ج:۲، ص:۳۹)

یہ سیّدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبۂ حال تھا ورنہ آپ تو جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو دوسری جماعت پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ بدونِ غلبۂ حال انبیاء علیہم السلام نے بھی ناز نہیں کیا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے غلبۂ خشیت میں فرمایا: وَ لَا تُخزِنِی یَومَ یُبعَثُونَ (سورۃ الشعراء، اٰیت:۸۷)

اے اللہ! قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کیجئے لہٰذا ناز کے لیے مقبول ہونا ضروری ہے جیسے کوئی بلا کا حسین اگر ناز دکھائے تو اچھا لگتا ہے مگر کوئی اندھا ناز دکھائے تو ناگواری ہوتی ہے بلکہ غصہ آتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

زشت باشد روئے نازیبا و ناز

عیب باشد چشم نابینا و باز

قبولیتِ دعا کا ایک خاص عمل:

میرے شیخ نے حضرت شیخ الہندؒ کا ایک خاص عمل نقل فرمایا کہ کبھی دریا یا تالاب میں نہانے کا موقع ہو تو اتنے پانی تک جاؤ جہاں ڈوبنے کا خطرہ نہ ہو، جسم کے سب کپڑے کنارے پر رکھ دو، اگر کوئی شاگرد کنارے پر ہو تو اس کو پکڑا دو پانی اتنا ہو کہ تمہارا ستر چھپ جائے تو یہ پانی کا لباس ہو گیا اب تھوڑا سا پانی پی لو، یہ پانی کی غذا ہو گئی حدیث میں ہے کہ جس کے پیٹ میں حرام غذا ہو گی یا جس کا کپڑا حرام ہو گا کتنا ہی گڑگڑائے اس کی دعا قبول نہیں ہو گی اب دونوں موانع دور ہو گئے پیٹ میں بارش کا پانی جو آسمان سے اللہ نے برسایا اور لباس بھی پانی کا جو آسمانی ہے یعنی پیٹ میں آسمانی پانی کی حلال غذا ہے اور جسم پر آسمانی لباس ہے اب جو دعا مانگو گے قبول ہو جائے گی چنانچہ میرے شیخ نے بھی اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔

پھول پور کے قریب ایک ندی تھی جس میں اتنا ہی پانی تھا، بس حضرت مجھے لے گئے اور حضرت کئی طرح سے تیرتے تھے، لیٹے لیٹے، کھڑے کھڑے، بیٹھے بیٹھے بھی تیرتے تھے، چار پانچ قسم کا تیرنا جانتے تھے اور دس سال تلوار اور لاٹھی چلانی سیکھی تھی جہاد کے لیے تو حضرت جب پانی کے اتنے اندر پہنچ گئے تو لنگی اتار کر مجھے پکڑا دی، میں باہر کھڑا تھا پھر حضرت نے غوطہ لگایا، وضو کیا، غسل کیا اور تھوڑا سا پانی پیا، اس کے بعد دیر تک دعا مانگی پھر مجھے بتایا کہ آج میں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا نسخہ استعمال کیا۔ اور پھر حضرت والا نے فرمایا: میں نے بھی یہ عمل کر کے دعا کی تھی۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا حسنِ ظن:

۱۹۹۳ء میں جب حضرت والا ری یونین سینٹ پیئر میں دعوتی سفر کے سلسلہ میں قیام پذیر تھے، وہاں حضرت والا کے ایک خاص دوست جو ایک سلسلہ کے شیخ بھی ہیں ان سے ملنے کے لیے حضرت والا ان کے گھر تشریف لے گئے۔ کل ان کو حضرت نے بار بار فون کرایا لیکن کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ جب حضرت والا ان کے گھر پہنچے تو انہوں نے حافظ داؤد بدات صاحب کو فرنچ میں بتایا کہ حضرت والا کا کل کئی بار فون آیا لیکن میں رات میں بہت دیر سے لوٹا۔ اس وجہ سے میں نے فون نہیں کیا کہ حضرت کو بے وقت فون کرنے سے حضرت کی نیند میں خلل پڑے گا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھئے! فون کا جواب نہ آنے کی یہ وجہ تھی، اس لیے شریعت نے حکم دیا کہ حسنِ ظن رکھو ورنہ ایسے وقت شیطان پہنچ جاتا ہے کہ دیکھو تم فون پر فون کر رہے ہو اور وہ جواب بھی نہیں دے رہے ہیں لہٰذا اگر اس کے کہنے پر عمل کر لیا تو گنہگار بھی ہوئے اور تعلقات بھی کشیدہ ہو گئے لہٰذا ایسے موقع پر سوچنا چاہیے کہ کوئی مجبوری ہو گی۔ حسنِ ظن رکھو۔ شریعت کی کیسی پیاری تعلیم ہے۔ لہٰذا الحمد للہ میں سمجھ رہا تھا کہ کوئی مجبوری ہے جو فون نہیں آیا۔

اللہ اکبر! عملی طور پر حسنِ ظن کی تعلیم کتنے پیارے انداز میں فرما دی۔

لکھنے کو بہت ہے، مگر طوالت کے خوف سے حضرت والا کے ان اشعار پر اختتام کرتا ہوں جو حضرت والا نے کعبۃ اللہ (مکہ مکرمہ) کے سامنے فرمائے تھے ؎

نہ گلوں سے مجھ کو مطلب نہ گلوں کے رنگ و بُو سے
کسی اور سمت کو ہے مِری زندگی کا دھارا
جو گرے اِدھر زمیں پر مرے اشک کے ستارے
تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁

مراجع ومصادر

وعظ مجلسِ ذکر۔ ارشاداتِ دردِ دل۔ وعظ حقوق الرجال۔ پردیس میں تذکرۂ وطن۔ مؤرخہ۰۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۰رمئی ۲۰۰۴ء بروز پیر بمقام جنوبی افریقہ، اوراگلے دن بعد نمازِ ظہر حضرت والا نے بیان فرمایا۔ (ازمرتب)۔ پردیس میں تذکرۂ وطن۔ ملخص از وعظ علاج الغضب۔ بخاری شریف، باب الکفالۃ۔ ملخص از وعظ علاج الغضب۔ وعظ صحبتِ اہل اللہ اور جدید ٹیکنالوجی۔ وعظ راہِ محبت اوراس کے حقوق۔ وعظ طلبہ ومدرسین سے خصوصی خطاب۔ وعظ گناہوں سے بچنے کا راستہ۔ وعظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشد محبت کی بنیاد۔ ارشاداتِ دردِ دل۔ افضالِ ربانی۔ وعظ لازوال سلطنت۔ الطافِ ربانی۔ وعظ ایمان اورعملِ صالح کا رَبط۔ وعظ قافلہ جنت کی علامت۔ معارفِ ربانی۔ فیوضِ ربانی۔ وعظ اللہ کے باوفا بندے۔ خزائنِ شریعت وطریقت۔ سفرنامہ رنگون وڈھاکہ۔ وعظ طریقِ ولایت۔ وعظ راہِ محبت اوراس کے حقوق۔ وعظ صبر اور مقامِ صدیقین۔ وعظ فیضانِ حرم۔ وعظ صبر اور مقامِ صدیقین۔ عرفانِ محبت شرح فیضانِ محبت۔ از تربیتِ عاشقانِ خدا۔ استغفار کے ثمرات۔ وعظ نورِ ہدایت اوراُس کی علامات۔ درسِ مثنوی۔ وعظ: ولی اللہ بننے کے پانچ نسخے۔ وعظ: مقامِ عاشقانِ حق۔ پردیس میں تذکرہ وطن

حضرت والا کے چند معمولات وعادات

محمد ارمغان ارمان

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ نَحمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم، اَمَّا بَعدُ!

حضرت والا کا صبح نمازِ فجر کے بعد چہل قدمی کا معمول تھا چاہے سفر ہو یا حضر، پھر نمازِ اشراق ادا فرماتے تھے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ صبح کی ہوا لاکھ روپے کی دوا، (یعنی) صبح کی ہوا لاکھ روپے کے برابر ہے۔

حضرت والا کو تین مقامات بہت پسند تھے: لبِ دریا، دامنِ کوہ اور سکوتِ صحرا۔

صحراؤں میں کبھی، کبھی دامانِ کوہ میں
پھرتا ہوں دِل میں دردِ محبت لیے ہوئے
اِک قلبِ شکستہ کے اور آہ وفغاں کے ساتھ
میں چل رہا ہوں مشعلِ سنت لیے ہوئے

یہی وجہ ہے کہ حضرت والا جب اپنے احباب کی دعوت پر بیرون ممالک تشریف لے جاتے تو ان مقامات پر ضرور تشریف لے جاتے تھے۔ دریاؤں کے کنارے جانے کے متعلق فرمایا کہ سلطان ابراہیم بن ادہم کی سنت کی نقل کرتا ہوں کیونکہ اکثر اولیاء دریاؤں کے کنارے رہے ہیں، دریاؤں کی موجوں سے اپنے قلب میں اللہ کے قرب اور معرفت کی لہریں حاصل کیں۔

اور فرمایا: بس سمندر دیکھنے میں بہت مزہ آتا ہے اور بہت سبق ملتا ہے اس لیے جس ملک میں جاتا ہوں چاہے ری یونین ہو، افریقہ ہو یا امریکہ سمندر کے کنارے ضرور جا کر بیٹھتا ہوں۔

یاد ان کی ہے چشم بھی ہے نم
لب دریا ہے کوہ کا دامن
پہاڑوں کا دامن سمندر کا ساحل
مری آہِ دل کے یہی ہیں منازل

حضرت والا ان مقامات پر بہت اہم مضامین بیان فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حسبِ عادتِ شریفہ بوقتِ سیر کچھ ملفوظات ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا کہ: یہ چلتی پھرتی خانقاہ اور چلتا پھرتا مدرسہ ہے یا نہیں؟

ہمارے سبق کا کوئی وقت مقرر نہیں کیونکہ میرا سبق تابع ہے مالک کے کرم کا اور اللہ کی رحمت کا کوئی موسم نہیں ہوتا۔ دنیاوی بارش کا تو موسم ہوتا ہے اللہ کی رحمت کا کوئی موسم نہیں۔ ان کی رحمت کی بارش ان کے ارادہ کے تابع ہے، جب چاہیں برسا دیں ؎

اختؔر کو کیا ہوا ہے کہ عالم میں ہر طرف
پھرتا ہے اپنا چاک گریباں کیے ہوئے

حضرت والا کو رنگوں میں سفید رنگ بہت زیادہ محبوب تھا، محبوبِ خدا کو بھی سفید رنگ بہت پسند تھا اور اللہ والے تو سنت کے عاشق ہوتے ہیں۔ اسی لیے حضرت والا سفید کپڑے یعنی کلی دار کرتا اور پاجامہ یا شلوار جو ٹخنوں سے اوپر رہتا زیب تن فرماتے تھے۔ اور خانقاہی پانچ کلی سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے، یہ ٹوپی سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی اور حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہما اللہ تعالیٰ سے منسوب ہے، اور فرماتے تھے کہ یہ پانچ کلیاں اسلام کے پانچ ارکان کی علامت ہیں۔

ایک مرتبہ صبح کی چہل قدمی کے بعد خانقاہ تشریف لائے اور نمازِ اشراق ادا فرمائی۔ حضرت والا نے عربی جبہ زیب تن فرمایا ہوا تھا جس سے حضرت والا کی وجاہت و جمال میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔ نماز کی نیت باندھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب میں ایک علمِ عظیم ڈالا جس سے حضرت والا کو خود وجد آ گیا، نماز کے بعد وہ الہامی ملفوظ ارشاد فرمایا اور فرمایا کیا شان ہے آپ (یعنی حق تعالیٰ) کی کہ آپ نے ایک نطفہ ناپاک کو جبہ پہنا کر سجایا ہوا ہے جیسے کوئی ابا اپنے بچے کو خوب عمدہ عمدہ کپڑا پہنا کر پیار کر لے تو اللہ تعالیٰ کا پیار اور ان کی شانِ کرم محسوس کی اختر نے، ورنہ پچاس سال پہلے بھی تو میں جبہ پہن سکتا تھا لیکن میں نے زندگی میں کبھی نہیں پہنا اور اب جب بالکل بڈھا ہو گیا تو اس عمر میں یہ تقاضا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ چار بار استخارہ بھی کیا یعنی اٹھائیس رکعات پڑھیں کہ اگر آپ کو میرا جبہ پہننا پسند ہے تو مجھ کو توفیق عطا فرمائیے اور اگر آپ خوش نہیں ہیں تو ایک کروڑ جبے آپ پر فدا ہیں۔ جبہ کیا چیز ہے مجھے تو آپ کو خوش کرنا ہے۔ میں اکثر نماز جبہ اتار کر پڑھتا ہوں لیکن آج میں نے کہا کہ اس جبہ میں اپنے مولیٰ کو دکھاؤں گا تاکہ آپ دیکھیں کہ آپ نے اس نطفہ ناپاک کو کیسا سجایا ہوا ہے۔ میں تو خریدتا بھی نہیں ہوں، یہ تو اللہ تعالیٰ ہدیہ بھیج دیتا ہے۔ ایک جبہ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی کو اور یہ جبہ مجھ کو ہدیہ دینے والا مدینہ منورہ کا ایک عالم ہے جس کی ڈیوٹی روضہ مبارک پر ہوتی ہے۔ جن بزرگوں نے جبہ پہننے سے احتیاط کی ہے یہ ان کی احتیاط ہے لیکن ہر زمانہ اور ہر مکان اور ہر شخص کے حالات الگ الگ ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نے بھی اسی مسجد میں جبہ پہنا اور فرمایا کہ آج میں نے جبہ پہنا ہے اور اختر بھی پہنے گا۔ ہمیں مخلوق سے کیا غرض، ہمیں تو اللہ کو دکھانا ہے۔

میرا کوئی نہیں ہے آہ تیرے سوا
اے خدا اے خدا اے خدا اے خدا

فرمایا: میں بائیں جانب تکیہ اس لیے رکھتا ہوں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے میری خانقاہ میں دو گھنٹے بیان کیا اور یہ واقعہ پانچ چھ سال پہلے کا ہے، جب حضرت سفر کیا کرتے تھے تو میں نے حضرت کے دائیں طرف تکیہ رکھا تو فرمایا کہ نہیں بائیں طرف تکیہ رکھنا مسنون ہے۔ میں نے سوچا کہ یا اللہ اس میں کیا راز ہے؟ کبھی راز اللہ میاں سے پوچھنے پڑتے ہیں تو دل میں خیال آیا کہ بائیں طرف دل ہے اور یہ تکیہ ہمارے قالب کے ساتھ ساتھ ہمارے قلب کا بھی سہارا ہو گا، اگر دائیں طرف رکھیں تو صرف جسم کو سہارا ملے گا، دل کو نہیں ملے گا لہٰذا سنت کا راز معلوم ہوگیا۔

زندگی میری ہے تیرا ذکر و لِقا
اور مِری موت ہے تجھ سے ہوں میں جُدا

فجر کے بعد خانقاہ میں مجلسِ ذکر ہوتی تھی اور یہ ذکر بالجہر ہوتا تھا (الحمد للہ تعالیٰ! اب مجلسِ ذکر حضرت صاحبزادہ مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے زیرِ سرپرستی ہوتی ہے)، سیّدی و مرشدی حضرت والا ذکر بہت ہی عاشقانہ اور درد و محبت کے ساتھ کرتے تھے۔

اللہ کہے درد سے وہ اس طرح اخترؔ
ارض و سما کی یہ فضا ہو جائے منور
دِل کی گہرائی سے ان کا نام جب لیتا ہوں میں
چومتی ہے میرے قدموں کو بہارِ کائنات

اور دورانِ ذکر بہت سے اشعار بھی دِل میں عشق و محبت کی آگ کو بھڑکانے کے لیے پڑھا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار۔

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سر من پیدا مکن
آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیرِ خدا محرم نبود

اسی طرح حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار بھی پڑھا کرتے تھے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ اشعار خود حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ذکر کے وقت پڑھتے تھے۔

دل مِرا ہو جائے اک میدانِ ھو
تو ہی تو ہو، تو ہی تو ہو، تو ہی تو

اور مِرے تن میں بجائے آب و گِل
دردِ دل ہو، دردِ دل ہو، دردِ دل
غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر
تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

اور حضرت والا اپنے اشعار بھی پڑھا کرتے تھے، جیسے ؎

اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے
عاشقوں کا مینا اور جام ہے
لذتِ ذکرِ حق اللہ اللہ
اور کیا لطف آہ و فغاں میں

اسی طرح حضرت والا کا وعظ سے پہلے بھی معمول نعتیہ یا عارفانہ کلام سننے کا تھا، اور درمیان درمیان میں اشعار کی تشریح بھی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت والا دُعا اور مناجات بہت الحاح وزاری اور درد ومحبت سے کیا کرتے تھے، آہوں اور سسکیوں کے ساتھ مولائے کریم سے یوں مانگتے جیسے اپنے رَبّا کو دیکھ رہے ہیں، اور بلک بلک کر ایسے روتے تھے کہ جیسے ایک چھوٹا بچہ اپنی ماں کے ساتھ چپٹ کر روتا اور مانگتا ہے۔ آہ! ایسی درد بھری دعا مانگنے والا احقر نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا کہ رُوح بھی مست و دیوانہ ہو جاتی تھی، حضرت والا کا یہ شعر کیا خوب ترجمانی کر رہا ہے ؎

ہماری خشک آنکھوں کو خدایا چشمِ تر کر دے
مِرے اشکوں میں شامل خونِ دل خونِ جگر کر دے

اپنے متعلقین کو دعا کے آداب بھی سکھاتے اور دعا کرنا بھی سکھایا کرتے تھے کہ یوں مانگا کرو۔ مثلاً ایک دفعہ دعا کے الفاظ سکھاتے ہوئے فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ سے کوئی خوشی مانگو تو یوں کہو کہ اے اللہ ہم تو آپ کو خوش نہیں کر سکے بوجہ اپنی نالائقی اور ضعف بشریت کے لیکن آپ ہم کو خوش کر دیجئے کہ آپ ہماری طرف سے خوشیوں سے بے نیاز ہیں لہٰذا اگر آپ ہمیں خوش نہیں کریں گے تو ہم کہاں سے خوشی پائیں گے کیونکہ آپ کے سوا ہمارا کوئی مولیٰ بھی تو نہیں، آپ کے سوا ہمارا ہے کون'' ؎

سوا تیرے نہیں ہے کوئی میرا سنگِ در اپنا
کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تِری چوکھٹ پہ سر اپنا

جب حضرت والا ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر فرماتے تو اکثر پرواز کے دوران حضرت والا کا دعا

مانگنے کا معمول تھا۔فرماتے کہ فضاؤں میں گناہ نہیں ہوتے اس لیے اُمیدِ قبولیت زیادہ ہے۔

اور فرمایا: میرا معمول ہے کہ میں جہاز پر بیٹھتے ہی دعا شروع کر دیتا ہوں کیونکہ اس وقت میں زمین و آسمان کے درمیان میں ہوتا ہوں اور زمین و آسمان کے درمیان کوئی گناہ نہیں ہوتا، اس لیے اس مقدس فضا میں اللہ سے کہتا ہوں کہ اے اللہ! اختر اس وقت زمین و آسمان کے درمیان معلق ہے، اس کی دعا کو قبول کر لیجئے۔ میں آپ سب کو یاد کرتا ہوں، کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑتا اور میرے اس معمول میں شاید ہی ناغہ ہوتا ہو کہ اختر اپنے دوستوں کے لیے دعا نہ کرتا ہو۔

اللہ اکبر! قربان جاؤں اپنے مرشد پاک پر۔اللہ تعالیٰ میرے پیارے اور محبوب مرشد حضرت والا کی قبر کو انوارات سے بھر دے اور اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے، آمین۔

حضرت والا نے فرمایا کہ یہ ایک انعامِ عظیم ہے اختر پر اور یہ بھی ہمارے بزرگوں کا فیض ہے کہ دعا جب مانگتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ ابھی پوری ہوا چاہتی ہے الحمدللہ اور جس دعا کو مزہ آ جائے تو اس کو سمجھ لیں کہ اسے اللہ کی طرف سے ایک بہت بڑا انعام حاصل ہو گیا ہے۔

اور فرمایا کہ میں کوئی مضمون پہلے سے نہیں سوچتا صرف دعا کرتا ہوں۔میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ تقریر یا وعظ سے پہلے دو رکعت صلوٰۃ حاجت پڑھو اور سات مرتبہ یہ پڑھو: رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ وَ یَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ یَفۡقَہُوۡا قَوۡلِیۡ اور یہ اسمِ اعظم بھی بتایا تھا: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَنتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنتَ الاَحدُ الصَّمَدُ الَّذِی لَم یَلِد وَ لَم یُولَد وَ لَم یَکُن لَّہٗ کُفُوًا اَحَد

حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی اس کو پڑھ کر دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد نہیں فرمائیں گے۔فرمایا کہ اس کے بعد دعا کرے کہ یا اللہ اپنے نام کی برکت سے اور ہمارے ان بزرگوں کے صدقہ میں جن کا ہم نے دامن پکڑا ہے وہ مضامین بیان کرا دیجئے جو آپ کے بندوں کے لیے مفید ہوں۔اس لیے دعا کر کے بیٹھتا ہوں کہ اے اللہ! میرے دل و جان کو اور آپ کے دل و جان کو اللہ اپنی ذاتِ پاک سے ایسا چپکا لیں کہ ساری دنیا کے حسین، ری یونین (جنوبی افریقہ) کی کرسچن لڑکیاں، بادشاہت اور سلطنت و تجارت کوئی چیز بھی ہمیں آپ سے ایک اعشاریہ الگ نہ کر سکے۔

فرمایا: جب کوئی مبارک رات آتی ہے تو میں اس میں کسی حدیث شریف کا درس دیتا ہوں کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی دین کا مضمون سن لے تو ایک ہزار رکعت سے افضل ہے، میں کمزور ہوں ایک ہزار رکعت نفل نہیں پڑھ سکتا ہوں، اس وجہ سے کوئی مضمون بیان کر دیتا ہوں جس سے اُمید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ایک ہزار رکعت کا ثواب مل جائے گا۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت ہردوئی کو خط لکھتا ہوں تو ''یا سبوح یا قدوس یا

غفور یا ودود‘‘ پڑھ کر خط پر دَم کرتا ہوں اور تین دفعہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے خط پڑھتا ہوں تا کہ کوئی بات نا مناسب ایسی نہ ہو کہ حضرت پر گراں گزرے اور ہر دفعہ یا سبوح الخ پڑھتا ہوں پھر ڈاک بھیجتا ہوں اور جب حضرت کراچی تشریف لاتے ہیں تو ملاقات کے وقت دل دل میں پڑھتا رہتا ہوں اور فضا میں ان حروف کو آہستہ سے دَم کرتا ہوں تا کہ ان ہواؤں کے واسطے سے میرے شیخ کے اندر وہ داخل ہو جائے اور مجھ پر شیخ کی شفقت رہے۔ یہ عبادت ہے، شیخ کی محبت اور شفقت کی طلب عبادت ہے اور بہت بڑی نعمت ہے۔

جب حضرت کی صحت اچھی تھی تو شاید ہفتہ واری مجلس ہوا کرتی تھی، اور جب ۲۰۰۰ء میں فالج کی بیماری کا حملہ ہوا تو قدرتِ خداوندی دیکھئے کہ اب حضرت خانقاہ میں روزانہ چار مجلسیں (نمازِ فجر کے بعد، ساڑھے گیارہ بجے دِن، نمازِ عصر کے بعد اور عشاء کے بعد، اور ہر مجلس کا دورانیہ پونے گھنٹے سے ڈیڑھ گھنٹے تک) فرمانے لگے۔ حضرت خود بنفسِ نفیس شرکت فرماتے اور مجلس کے آخر میں اپنی زبانِ مبارک سے ’’السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ‘‘ بھی فرمایا کرتے تھے، آہ! یہ سلام سالکینِ طریقت کے لیے مثلِ آبِ حیات ہوتا تھا، جو لذت اس سلام کے سننے میں آیا کرتی تھی، نا قابلِ بیان ہے۔ نوّر اللہ مرقدہٗ

حضرت میر صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ شروع میں جب حضرت والا کی مجلس شروع ہوئی تو سوائے دو تین آدمیوں کے کوئی شریک نہ ہوتا تھا۔ مگر اب یہ حالت ہو چکی تھی کہ جب خانقاہ میں مجلس شروع ہوتی تو وہاں موجود کثیر تعداد کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں بھی طالبین اس مجلس کو سنتے، کیونکہ روزانہ کی تمام مجالس انٹرنیٹ پر خانقاہ کی ویب سائٹ سے پوری دنیا میں براہِ راست نشر کی جاتی ہیں جس سے دُور دراز کے لوگوں کے لیے استفادہ کرنا آسان ہو گیا۔

خانقاہ میں اندرون ملک کے مختلف شہروں کے علاوہ بیرون ممالک مثلاً امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، فرانس، ری یونین، بنگلہ دیش، برما، ہندوستان، سعودی عرب وغیرہ سے لوگ کثیر تعداد میں اپنی اصلاح کے لیے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت والا کے اشعار کی مجلس بھی ہوتی تھی جو حضرت والا کے بعض خدام حضرت والا کے مجموعہ کلام فیضانِ محبت سے پڑھتے تھے۔ مجلس کا کیف وسرور نا قابلِ بیان ہوتا تھا۔ حضرت والا کیا خوب فرماتے ہیں ؎

مِرے احبابِ مجلس سے کوئی پوچھے مزہ اس کا
بشرحِ دردِ دل اختر کا محوِ گفتگو رہنا

بزرگوں کی دعاوں سے ملا ہے دردِ دل مجھ کو
تعجب کیا زباں میری جو ہر سُو شعلہ افشاں ہے

اختر مِرے مرشد کا ذرا فیض تو دیکھو

کس طرح دردِ دل کیا میرے بیاں کے ساتھ
یا رب ہماری آہ کو فضل سے کر دے با اثر
سارے جہاں میں نشر ہو اختر کی آہِ بے زباں

نامور عالمِ دین و ادیب حضرت مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (فاضل دارالعلوم دیوبند، وبانی وناظم دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد، انڈیا) حضرت والا کی مجلس کی جھلک یوں دکھاتے نظر آتے ہیں، جب حضرت والا انڈیا میں سفر پر تھے، لکھتے ہیں کہ:

''حضرت حکیم صاحب کی مجلس بڑی پُر کیف اور معلومات افزا ہوتی ہے۔ جس میں کہیں سے کسی تصنع اور تکلف کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ عام واعظوں کی طرح اپنے سامعین کو ان کے خیالات کی وادی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ کر خود بڑھے ہوئے نہیں چلے جاتے ہیں بلکہ شروع سے آخر تک اپنی دل ربا مسکراہٹ اور مؤثر واقعات دلوں کو چھو لینے والے اشعار اور قرآن وحدیث کی دل نشین تشریح وتوضیح کے ساتھ انھیں اپنا ''شریکِ سفر'' بنائے رکھتے ہیں۔ یہ اپنی مجلس میں مولانا روم کے ''باغِ مثنوی'' کی سیر جی بھر کر کراتے ہیں۔ جس سے دل کو تازگی اور روح کو بالیدگی ملتی ہے اور غفلت دور ہو کر ''حضوری'' کی کیفیت پیدا ہوتی ہے''۔

الحمدللہ تعالیٰ! اب یہ مجالس جانشینِ حضرت والا قدس سرہٗ صاحبزادہ مرشدی حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی نگرانی وسرپرستی میں جاری وساری ہیں۔ آہ! کیا خوب فرمایا حضرت والا نوّر اللہ مرقدہٗ نے ؎

ہاں وہ درِ میخانہ تو کھلتا ہے آج بھی
پیمانہ رحمت تو چھلکتا ہے آج بھی
وہ جامِ محبت ترا نایاب نہیں ہے
سینوں سے اہلِ درد کے ملتا ہے آج بھی

وَاٰخِرُ دَعوَانَا اَنِ الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ

مراجع ومصادر

سفرنامہ رنگون وڈھاکہ۔ خزائنِ معرفت ومحبت۔ وعظ نسبت مع اللہ کے آثار۔ پردیس میں تذکرہ وطن۔ خزائن شریعت وطریقت۔ معارفِ ربانی۔ افضالِ ربانی۔ وعظ راہِ محبت اور اس کے حقوق۔ الطافِ ربانی۔ مذاکراتِ دکن بحوالہ رُوح کی بیماریاں۔

حضرت والا کے مشائخِ ثلٰثہ

محمد ارمغان ارمان

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ نَحمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہ الکَرِیم، اَمَّا بَعدُ!

حق تعالیٰ شانہ نے سیّدی ومرشدی حضرت والا قدس سرہ کو مادرزاد ولی بنایا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو جن مشائخ کی صحبت میں رہنے کی توفیق عطا فرمائی وہ بھی اپنے زمانے کے بہت بڑے اللہ والے اور عاشقِ ذاتِ حق تھے۔ حضرت والا کی ہر مجلس اپنے مشائخ کے ملفوظات سے لبریز ہوتی تھی، بات بات میں اپنے اکابر کا حوالہ دیتے اور ان کی طرف نسبت فرماتے۔ بقول حضرتِ شیخ یہ سنتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ہر بات میں ''قال رسول الله صلى الله عليه وسلم'' فرمایا کرتے تھے۔ حضرت والا اپنے شیخ کا والہانہ تذکرہ فرماتے اور رطب اللسان ہوجاتے اور کافی دیر تک غریقِ بحرِ عشق ومحبت رہ کر رِقت کے ساتھ اپنے مشائخ کے حالاتِ رفیعہ بیان فرماتے اور مختلف اشعارِ عارفانہ وعاشقانہ پڑھتے تھے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ حضرت والا کو اپنے مشائخ سے کتنا قوی تعلق و عشق تھا، آپ ''فنافی الشیخ'' تھے۔

جب حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ بنگلہ دیش میں تشریف لے گئے تو اس وقت کے کہے گئے حضرت والا کے دِل کی ترجمانی کرتے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے؂

بہار آئی بہار آئی بہار جاں فزا آئی
کہ بنگلہ دیش میں خوشبوئے اشرف کو صبا لائی
تِری تقریر سے بادل چھٹے ظلماتِ بدعت کے
ملے ہیں طالبوں کو ہر طرف لمعات سنت کے

کسی چیز کی قدر و قیمت اور اہمیت اس وقت تک نہیں معلوم ہوتی جب تک اس کے بنانے والے سے کما حقہ واقفیت نہ ہوجائے۔ میرے شیخ حضرت والا فرماتے تھے کہ ''محبت بقدر معرفت''۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ آپ بہت چھوٹے تھے کہ والد صاحب روزگار کے سلسلہ میں بیرون ملک چلے گئے۔ کئی سالوں بعد جب وہ واپس اپنے وطن آئے آپ ان کو ایئرپورٹ پر لینے گئے، مگر آپ پہچانتے نہیں ہیں اس لیے اپنے ایک جاننے والے کو ساتھ لے گئے۔ کافی دیر انتظار میں کھڑے رہے، وہاں ایک بوڑھے شخص نے آپ سے کہا کہ یہ سامان اٹھانا مجھ سے اُٹھایا نہیں جا رہا۔ اس بات پر آپ بگڑ

گئے کہ میں نوکر ہوں جو آپ کا سامان اٹھاؤں؟ لیکن آپ کے ساتھ آئے ہوئے شخص نے بتایا کہ یہ بوڑھا ہی تو تمہارا باپ ہے جسے تم لینے آئے ہو۔ سوچئے! اس وقت آپ پر کیا گزرے گی؟ فوراً اس بوڑھے والد کے پاؤں میں گر جاؤ گے اور رو رو کر معافی مانگو گے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی معاف کر دیجئے، اور ان کا سامان خوشی خوشی سر پر رکھ لو گے۔ اس لیے کہ پہلے معرفت نہیں تھی، جب معرفت اور واقفیت ہوئی تو محبت ہوگئی اور فدا ہونے کو تیار ہو گئے۔

اب ان نفوسِ قدسیہ کا تھوڑا سا تذکرہ بزبانِ مرشدِ پاک کرتا ہوں تا کہ ان کے حالاتِ رفیعہ سے واقفیت ہو جائے، پھر حضرت والا کی اہمیت و مقام معلوم ہوگا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کی شان میں کیا خوب فرمایا ؎

جس قلب کی آہوں نے دِل پھونک دیے لاکھوں
اس قلب میں یا اللہ کیا آگ بھری ہو گی

① یادگارِ اسلاف حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم بزرگ اویسِ زمانہ شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ممتاز خلیفہ، صاحبِ دِل اور صاحبِ حال بزرگ علامہ زماں حضرت مولانا شاہ بدرعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور مجازِ بیعت تھے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی قدر و منزلت کا اندازہ ان تأثرات سے لگایئے جو اکابرین و معاصرین نے ان کے متعلق ارشاد فرمائے:

☆ حضرت مولانا شاہ بدرعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت! آپ کی کتنی اولاد ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ''میری مادی اولاد تو کئی ہیں مگر رُوحانی اولاد صرف ایک مولوی محمد احمد ہیں''۔

☆ بلگرام میں حضرتِ اقدس مرشدی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نے حضرت شیخ المشائخ پرتاب گڑھی کا بیان کرایا، بیان عشقِ حق و معرفتِ حق پر اس طرح شان دار ہوا کہ بے ساختہ حضرتِ اقدس ہردوئی نے سامعین کے مجمع سے ارشاد فرمایا کہ: ''آپ لوگوں نے حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ کا بیان سن لیا''۔

اور سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ''اس ناکارہ کی نظر میں حضرت اقدس پرتاب گڑھی کو اس صدی کے مشائخ سے اور لفظ حضرت مولانا سے نہیں پہچانا جا سکتا، بلکہ کئی صدی پیچھے جایئے اور ان بزرگوں کی صف میں حضرت پرتاب گڑھی کو تلاش کیجئے، جن کے ساتھ لفظ ''بابا'' لگتا ہے، جیسے بابا فریدالدین عطار، بابا یزید بسطامی''۔

اور فرمایا کہ ''حضرت اقدس پرتاب گڑھی کو احقر اس صدی کا شمس تبریز سمجھتا ہے، حضرت

اقدس کے درد بھرے دل سے احقر کو بہت نفع ہوا ہے، آہ! ایسی اشکبار آنکھیں اور سینے میں درد بھرا دل، آہ سوزاں اور قلب بریاں یہ دولت بہت کم یاب ہے، گرچہ نایاب نہیں احقر نے حضرت اقدس ہی کے عشق حق وسوز وکیف ووارفتگی سے متأثر ہوکر یہ شعر عرض کیا ہے ؎

سرمدِ غم عشق بو الہوس رانہ دہند
سوز غم دل پروانہ مگس رانہ دہند

نیز حضرت والاؒ کا شعر ہے ؎

مِری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مَرنا

فرمایا: حضرت (پرتاب گڑھی) نقشبندیہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن ان میں ہزاروں چشتیوں سے زیادہ عشق تھا۔ ان کا ایک شعر سناتا ہوں جو میری دلچسپی کا سبب بنا۔ میں پندرہ سال کا تھا جب حضرت کی خدمت میں گیا، اُس وقت حضرت کی خدمت میں لکھنؤ کے علماء آئے ہوئے تھے اور حضرت یہ اشعار پڑھ رہے تھے ؎

دلِ مضطرب کا یہ پیغام ہے
تیرے بن سکوں ہے نہ آرام ہے
تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے
یہی بس محبت کا انعام ہے
جو آغاز میں فکرِ انجام ہے
ترا عشق شاید ابھی خام ہے

اور فرمایا: حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ کے بہت بڑے شیخ ہیں، مگر مشائخِ چشتیہ کے بھی شیخ ہیں، ہمارے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی نے بھی ان کو اپنا شیخ بنایا تھا۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ کے خلیفہ ہیں اور بارہ سال تک اپنے شیخ کی صحبت میں رہے ہیں، سر سے پیر تک عشقِ الٰہی کی آگ بھری ہوئی تھی۔ اُن کی صحبت میں میں تین سال رہا ہوں۔ جب میں سولہ سال کا تھا تو تین برس تک روزانہ مسلسل ان کی صحبت اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی۔ عصر تک تو میں کالج میں حکمت پڑھتا تھا، عصر کے بعد رات گیارہ بجے تک حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیٹھتا تھا۔ تو میں نقشبندی بزرگوں کا بھی صحبت یافتہ ہوں اور صرف صحبت یافتہ ہی نہیں بلکہ مجازِ بیعت بھی۔ حضرت نے مجھ کو اور میرے شیخ کے داماد جناب حکیم محمد کلیم اللہ صاحب کو مجازِ بیعت بنایا

ہے۔مولانا کے حالات بھی چھپ کے آئے ہیں۔اس میں اس فقیر کا بھی مجازین میں تذکرہ ہے۔

⑵ شیخ المشائخ قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ:

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ چشتیہ امدادیہ کے عظیم بزرگ حکیم الامت مجدد الملت امام التصوف جامع شریعت وطریقت قطب الارشاد حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص ومجازِ بیعت تھے۔آپ اپنے مرشد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عمر میں ۱۳؍سال چھوٹے تھے۔تلاوتِ قرآن مجید بہت عاشقانہ انداز میں فرماتے، دورانِ تلاوت تھوڑی تھوڑی دیر بعد زور سے ''آہ'' فرماتے اور ''یا اللہ'' کہتے، میرے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس ''آہ'' اور ''اللہ'' میں ایسی کیفیت ہوتی کہ سننے والے کا دل حرکت میں آجاتا تھا۔مثنوی شریف مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار نہایت دردناک لحن میں پڑھتے تھے۔اتباعِ سنت میں کُرتے کے بٹن ہمیشہ کھلے رکھتے تھے۔حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ مرتبہ زیارت کی۔حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے شیخ کی نظر میں کیا مقام تھا؟ سیّدی ومرشدی حضرت والا حکیم الامت کا ملفوظ نقل فرماتے ہیں کہ: فرمایا (حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے)

''مولوی عبدالغنی صاحب ماشاء اللہ سپاہی آدمی ہیں بڑے مستعد ہیں۔ پہلوان آدمی ہیں پھر علمی وعملی کمال جدا، مگر وضع سے مطلق نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کچھ بھی ہیں، یہ ذکر کا اثر ہے، ذکر عجیب چیز ہے سب اصلاحیں اس سے ہوجاتی ہیں۔مولوی عبدالغنی کس قدر سادے ہیں کہ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ پڑھے لکھے بھی ہیں۔ذکر بناوٹ کو تو بالکل اُڑا ہی دیتا ہے''۔

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ ''ہمارے مولوی عبدالغنی صاحب ہزار آدمیوں کے مقابلے کے لیے تنہا کافی ہیں'' اور فرمایا کہ ''اگر ہم کو کبھی فوج کی ضرورت پڑے گی تو ہماری فوج اعظم گڑھ میں ہے''۔

حضرت والا لکھتے ہیں کہ (حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ نے) ارشاد فرمایا کہ ایک بار میں نے تھانہ بھون حاضری کی اجازت چاہی تو حضرت مرشدی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:

''اے آمدنت باعث صد شادی ما''

(یعنی آپ کے آنے سے مجھے بہت خوشی ہوگی۔)

اسی طرح ایک بار تحریر فرمایا کہ:

''اجازت چہ معنی بلکہ اشتیاق''

(یعنی میں تو خود آپ کا مشتاق ہوں۔)

اور ایک بار تحریر فرمایا کہ:

''بیا بیا وفرو وآ کہ خانہ خانہ تست''

ایک بار بدون اطلاع تھانہ بھون حاضر ہوا اس وقت حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لیٹے ہوئے تھے مجھے دیکھ کر فرطِ مسرت سے کئی قدم چل کر سینے سے لگا لیا اورارشاد فرمایا: ''نعمتِ غیر مترقبہ''۔

حضرت پھول پوری نے ارشاد فرمایا کہ ایک بار حکیم مصطفٰے صاحب مجازِ بیعت حضرت مرشدی (تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) سے حضرت والا مرشدی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ:

''ہمارے عبدالغنی صاحب میں کھلی ہوئی چشتیت ہے''۔

حضرت والا نے فرمایا کہ: (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کسی مرید کی تعریف نہیں لکھتے تھے مگر میرے شیخ کو حکیم الامت لکھتے تھے ''محبی ومحبوبی مولانا عبدالغنی سلمہ اللہ تعالیٰ وکرمہ''۔

حضرت شیخ پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خط میں لکھتے ہیں کہ:

''نہایت مبارک خواب ہیں، آپ سے اشاعت علومِ نبوت کی ہوگی اور آپ حافظِ علومِ ولایت ہوں گے''۔ اور پھر اس تعبیر کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دوسرے خواب میں بھی فرمائی۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے) دارالعلوم دیوبند کی صدر مدرسی کے لیے (حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کا) انتخاب فرمایا تھا تو حضرت نے پوچھا کہ آپ کیا تنخواہ لیں گے؟ تو میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوریؒ نے عرض کیا کہ حضرت میں چنے چبا کر پڑھا دوں گا فرمایا کہ مجھے آپ سے یہی امید ہے کہ اپنا وعدہ صحیح کر دکھائیں گے۔ (یہ اُس دور کا واقعہ ہے جب امام العصر حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (صدر مدرس دارالعلوم دیوبند) ڈابھیل تشریف لے گئے تھے، تو شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد فرمایا کہ اپنے آدمیوں میں سے ایک مدرس بھیج دیجئے۔) (از مرتب)

حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں ایک کام سے سلطان پور گیا۔ حاجی عبدالواحد صاحب ایک بڑے میاں تھے جو حکیم الامت سے بیعت تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پیر کی ایک بات تمہیں سناتا ہوں جو تم مجھ ہی سے سنو گے کیونکہ وہاں کوئی اور نہیں تھا۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ ایک خط آیا ہے اعظم گڑھ سے جس میں لکھا ہے کہ ''میں جب دُنیا کی زمین پر چلتا ہوں تو لگتا ہے کہ میں آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں''۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ ''یہ شخص اپنے زمانہ کا صدیق ہے، اپنے زمانے کے اولیائے صدیقین میں سے ہے''۔

حاجی عبدالواحد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ یہ خط سنا کر حکیم الامت کسی کام سے گھر تشریف

لے گئے تو میں نے اس خط کو دیکھا تو اس پر ''عبدالغنی اعظمی'' لکھا ہوا تھا۔

فرمایا: حضرت اتنے بڑے ولی اللہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اتنے پرانے خلیفہ تھے کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت کہنے کو تو آپ میرے پیر بھائی ہیں لیکن میں آپ کو استاذ کے درجہ میں سمجھتا ہوں، کیونکہ آپ میرے استاد حضرت مولانا اصغرحسین میاں صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں۔

ایک بار جامعہ دارالعلوم کراچی میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت (پھول پوری) سے فرمانے لگے کہ ''حضرت وہی قرآن اور حدیث ہم لوگ بیان کرتے ہیں لیکن وہی جب آپ بیان فرماتے ہیں تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے''۔

حضرتؒ کے چند اشعار جو حضرتؒ نے اپنے مرشد حضرت پھول پوریؒ کی یاد میں لکھے تھے یہ اشعار یقیناً آج حضرتؒ کے مریدین بلکہ ہم سب کے دلوں کی بھی ترجمانی کررہے ہیں اس لیے ان کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

یہ کس کا جنازہ لے کر ہم پاپوش نگر کو جاتے ہیں
یہ کس کی جدائی سے زخمی ہم قلب و جگر کو پاتے ہیں
کس رشکِ قمر کو دفنانے ہم دل کو سنبھالے جاتے ہیں
سینوں سے کلیجے خوں ہو کر کیوں منہ کو ہمارے آتے ہیں
لمحات گزشتہ صحبت کے جب دل کو مرے یاد آتے ہیں
اک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے اور نالے فلک تک جاتے ہیں
صحبت میں تمہاری اے مرشد اک عمر ہماری گزری ہے
اب آج ہمارے وہ لمحے یاد آکے ہمیں تڑپاتے ہیں
الطاف تمہاری صحبت کے اب آہ! کہاں ہم پائیں گے
دنیا ہی اندھیری ہے ہم کو گھبرا کے جدھر بھی جاتے ہیں
اک دن وہ ہمارا تھا اختؔر، صحبت میں ہم اُن کی رہتے تھے
اب آہ! جدائی کے غم میں آنکھوں سے لہو برساتے ہیں

۳ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و مجازِ بیعت تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بزمِ رُشد و ہدایت کے آخری چراغ تھے۔ دورِ حاضر میں اتباعِ سنت کا جس قدر اہتمام حضرت والا کو

تھا شاید ہی کسی دوسرے کو رہا ہو۔ ''اتباعِ سنت اور اصلاحِ منکرات'' حضرت والا ہردوئی کا مشن تھا۔ حضرت ہردوئی کے بارے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنیؒ نے فرمایا کہ:

''مولانا ابرارالحق طالب علمی ہی سے صاحبِ نسبت تھے''۔

مفتی اعظم ہند فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی (خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنے دو شاگردوں حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئی اور حضرت مولانا صدیق احمد باندوی پر بہت فخر تھا، فرمایا کرتے تھے کہ ''اگر خدا نے قیامت کے دن یہ سوال کردیا کہ مفتی محمود! دُنیا سے کیا کما کر لائے ہو؟ تو میں ایک ہاتھ سے پکڑ کر ابرارالحق کو اور دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر صدیق احمد کو خدا کے حضور پیش کر دوں گا اور کہوں گا: اے باری تعالیٰ! میری زندگی بھر کی کمائی یہی دونوں میرے شاگرد ہیں''۔

حضرت والا نے فرمایا: حضرت (ہردوئی) کا انتظام دیکھ کر حضرت پھول پوری نے مجھ سے خود فرمایا تھا کہ مولانا ابرارالحق صاحب بادشاہت بھی چلا سکتے ہیں، اگر امیر المؤمنین بنا دیا جائے تو پوری مملکت کا انتظام سنبھال سکتے ہیں۔ یہ اُس وقت فرمایا جب حضرت ہردوئی نے حضرت پھول پوری کو اپنے مدارس کا انتظام دکھایا پورے ہندوستان میں حضرت والا ہردوئی کے مدراس کا جال پھیلا ہوا ہے۔ غالباً دو سو سے اوپر مدرسے ہیں اور سب مدرسوں کے منتظمِ اعلیٰ حضرت ہیں۔

ایسے ہی حضرت کا تعلق مع اللہ بھی عظیم الشان ہے۔ ایک واقعہ ہی سے سمجھ لو کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ سے کتنا تعلق ہے۔ لکھنؤ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب ندویؒ کے یہاں جلسہ تھا۔ بس وہاں فوٹو کشی ہونے لگی۔ حکومت کی طرف سے انتظام تھا۔ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ بے چارے مجبور تھے۔ غرض جو وجہ بھی ہو حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئی اُٹھے اور حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی سے مشورہ کیا کہ یہاں خلافِ شرع کام ہو رہا ہے، اب یہاں سے ہٹ جانا چاہیے ورنہ یہاں رہنے سے گناہ میں شرکت لازم آئے گی۔ دونوں بزرگوں نے بستر اٹھایا اور ہردوئی تشریف لے گئے۔ اتنا بڑا مجمع، بڑے بڑے علماء کرام موجود، حکومت کا انتظام الگ لیکن حضرت نے کسی چیز کی پرواہ نہیں کی۔

ایسے ہی دیوبند کا سو سالہ جلسہ تھا۔ دیوبند سے فارغ ہونے والے علماء کرام سب وہاں گئے تھے۔ اس میں اندرا گاندھی بھی آ گئی۔ کسی کو منع کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اگر ہمارے حضرت والا ہردوئی کے ہاتھ میں انتظام ہوتا تو ہرگز نہیں آ سکتی تھی۔ تو حضرت نے وہاں سے بھی فَفِرّوا اِلَی اللّٰہِ اختیار کیا، دیوبند کو خالی کر دیا۔ کتنی بڑی ہمت کا کام ہے کہ دنیا بھر کے علماء کرام وہاں بیٹھے تھے یہاں تک کہ حضرت کے استاذ مفتی محمود حسنؒ بھی اسی میں تھے لیکن حضرت نے فرمایا کہ اب یہاں رہنا جائز نہیں ہے، اس میں شرکت لازم آئے گی۔ جس مجلس میں مردوں کے درمیان عورت آ کر بیٹھ جائے، یہ شرکت خلافِ شریعت ہے۔ لہٰذا ساری دنیا تو دیوبند جا رہی تھی اور حضرت دیوبند سے واپس آ رہے تھے۔ اللہ کے حکم کے سامنے

ساری دنیا کی پرواہ نہ کرنا بڑی ہمت کا کام ہے۔ یہ شیروں کا کام ہے۔ اگر حضرت کو اللہ سے مضبوط تعلق نہ ہوتا تو یہ ہمت ہوتی ؟ بڑے بڑے علماء کرام بیٹھے ہوئے ہیں لیکن حضرت نے جس کام کو جائز نہیں سمجھا تو کسی کی پرواہ نہیں کی بس اللہ کی رضا کو سامنے رکھا۔ حضرت کا جو تعلق مع اللہ اور نسبت ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اسی وجہ سے ماشاء اللہ حضرت ہردوئی کا فیض عام اور تام ہے اور ہمارا جو کچھ کام ہے وہ حضرت کی جوتیوں کا صدقہ ہے ورنہ اختر کو کون پوچھتا اگر حضرت اجازتِ بیعت نہ دیتے۔ یہ سب کچھ بہار اور رونق حضرت کے تعلق کی ہے۔ حضرت کی اجازت کی وجہ سے لوگ سلسلہ میں داخل ہو رہے ہیں۔

حضرت ہردوئیؒ کا مقام کیا تھا؟ یہ ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمایئے، حضرت والا فرماتے ہیں کہ حضرت ہردوئی نے ایک جگہ بیٹھ کر وضو شروع کیا، پھر وہاں سے اُٹھ کر دوسری جگہ بیٹھ گئے پھر وہاں سے ہٹ کر تیسری جگہ۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا کہ وہاں چیونٹیاں تھیں، وضو کے پانی سے وہ منتشر ہو جاتیں، ان کا خاندان اِدھر اُدھر ہو جاتا جس سے ان کو اذیت پہنچتی۔ یہ ہیں اللہ والے جو چیونٹیوں کو بھی اذیت نہیں دیتے۔

اور فرمایا کہ وعدہ ہے اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ نیک بندے جنت میں جائیں گے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدالقاری شرح بخاری میں نقل فرماتے ہیں قال الحسن البصری فی تفسیر الابرار الذین لا یوذون الذر جو چیونٹیوں کو بھی تکلیف نہ دیں۔ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی کو دیکھئے کہ چیونٹیوں کو بھی تکلیف نہیں دیتے اور آج حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر پر میرے شیخ کا مقام دیکھئے۔

اب حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہ اشعار نقل کیے جاتے ہیں جو آپ نے اپنے شیخ ثالث محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ کی شان میں کہے تھے۔

سفرِ بنگلہ دیش، درمدح حضرت ہردوئیؒ:

بہار آئی بہار آئی بہار جاں فزا آئی — کہ بنگلہ دیش میں خوشبوئے اشرف کو صبا لائی
بیانِ سنتِ نبویؐ سے بنگلہ دیش روشن ہے — کہیں سنبل کہیں نسرین کہیں ریحان وسوسن ہے
شبِ تاریک روشن ہوگئی انوارِ سنت سے — جسے دیکھو وہی مسرور ہے اذکارِ سنت سے
مدرسے ایک منٹ کے اور یہ انوار سنت کے — جہاں میں عام ہوجائیں یہ سب گلزار سنت کے
تری تقریر سے بادل چھٹے ظلمات بدعت کے — ملے ہیں طالبوں کو ہر طرف لمعات سنت کے
اولو العزمی تری دیکھی برائی کو مٹانے میں — نہیں دیکھی ہے ہم نے ایسی جرأت اس زمانے میں
اثر فرما کسی کا خوف تجھ پر ہو نہیں سکتا — مزاج شیر نر روباہ ہرگز ہو نہیں سکتا
جہاں ہر نامناسب خو پہ شان احتسابی ہے — وہیں عفو و کرم کی شان بھی کیا بے مثالی ہے

تری شفقت سے ہم سب ناقصاں اُمید رکھتے ہیں
بحمد اللہ شب تاریک میں خورشید رکھتے ہیں
یہ اختؔر خاک تیرہ بے زباں بے سروساماں ہے
مگر مٹی پہ بھی فیض شعاع مہر تاباں ہے
ہماری گرمی ایماں ترے آتش فشاں سے ہے
مرے کانٹوں پہ شانِ گل بھی تیرے گلستاں سے ہے
مجھے احساس ہے تیرے چمن میں خار ہے اختؔر
مگر خاروں کا پردہ دامن گل سے نہیں بہتر
چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گل تر کے
تعجب کیا، چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

اے برار الحق چہ احساں کردۂ:

اے برار الحق چہ احساں کردۂ
ماہ جانم را چہ تاباں کردۂ
نقش پائے انبیاء و اولیاء
پیشوائے بارگاہِ کبریا
جانِ خود باجان تو دریافتم
زیں گدائی صد حیاتے یافتم
اندرونِ فقر شاہی دیدہ اَم
خواجگی اندر گدائی دیدہ اَم
اے کہ ممنوت دل بیمار من
اے جنیدؒ و رومیؒ و عطارؒ من
چشم مادر ہجر چوں خوں ریز شد
بہر من جانم شہر تو تبریز شد
انت شیخ انت مصباح الطریق
انت لی نعم الصدیق والرفیق
یاحبیبی انت کالشّمس المنیر
ہم چومہ نورم زنورت مستنیز
اے برار الحق خدائے برترت
گوہر رحمت ببارد برسرت
پیش نور آفتابت اے ابرار
اختؔر و صد اختراں راچہ شمار
من چہ گویم پیش تو شکر و ثنا
آفتاب آمد و اختر شد فنا

جادوئے بنگال

حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ کی ایک نظم جو ۲۴؍رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ کو ڈھاکہ میں حضرت ہردوئیؒ پر فرمائی۔

کیسی ظالم ہے تقریر
کیسی ظاہر ہے تحریر
یہ ہے نالۂ شب گیر
یہ ہے آہوں کی تاثیر
سب کو مارے ہے بے تیر
میرا خواجہ میرا پیر
لایا سینے میں وہ دِل
دِل ہے درد کا حامل
دردِ دِل ہے دردِ دِل
اس کو مت کہہ آب و گِل
تُو بھی جا کے اُس سے مل
دیکھو کیسا ہے بِسمل
اُس کا عشق معتبر
اُس کی آہوں کا اثر
بجلی گرتی ہے دِل پر
جب وہ ڈالے ہے نظر

یہ ہے برق یا شرر | جو ہے بات پُر اثر
سب کو خالق سے آگاہ | اُس نے کردیا ناگاہ
کرتا ہے وہ آہ آہ | میرا خواجہ میرا شاہ
ہے سراپا، یا اللہ | چلتی پھرتی خانقاہ
کیسی شیریں ہے گُفتار | کیسی مست ہے رفتار
سارا شہر ہے بیمار | اُس کے درد کا اے یار
میرا خواجہ ابرار | ہے وہ حاملِ اسرار
جام و مینا و سُبو | اُس کا میکدۂ ھُو
ہر دم حق کی جُستجو | جُو بہ جُو، کُو بہ کُو
دیکھو ہر طرف ہر سُو | اُس کا حق اُس کا ھُو
اُس کا جام ہے لبریز | اُس کا شہر ہے تبریز
میرا ساقیا برخیز | مئے معرفت برریز
میرا درد با انگیز | میرا شمس دیں تبریز
تھا جو خار ہے گلریز | مُلّا زاہد ہے مے ریز
زمینِ سخت شر انگیز | تیری صحبت سے زرخیز
پلادے جامِ مئے تیز | رُومی آیا ہے تبریز
تُجھ سے میری ہے فریاد | میرے دِل کو کردے شاد
تیرے بِن دِلِ ناشاد | کیسے ہو اِلٰہ آباد[1]
آجا میرے اے مُراد | دِل کو کر مراد آباد[2]
پیشِ شیخ باکمال | کردو نفس کو پامال
چھوڑو اپنا قیل و قال | بنو اب مردِ صاحبِ حال
مبارک اے زبانِ حال | تُو ہی ہے جادوئے بنگال
تیری رحمت ہو شامل | فضل اپنا کر نازل
مجھ کو تقویٰ دے کامل | تیری مِل جائے منزل
تیرے درد کا حامل | اختر مانگتا ہے دِل

[1] الٰہ آباد سے مراد با خدا ہے۔

[2] مراد آباد سے مراد با مراد ہے۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ان غمزدہ تأثرات کا اظہار فرمایا:

’’محی السنہ حضرت مرشدنا ومولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے صدمہ سے دِل پاش پاش ہے، ہم سب یتیم ہوگئے، اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائیں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں اور ہم سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں، آمین۔

احیاءِ سنت، قرآن پاک کی خدمت، تجوید وقراءت کی تصحیح اور تزکیہ واصلاح کا جو عظیم الشان کام اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے لیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی اور شاید اسی کی بشارت حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دِی تھی کہ ’’مولانا ابرار الحق سے اللہ تعالیٰ دِین کا بہت بڑا کام لیں گے‘‘۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کے پر ہونے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی، لیکن اللہ تعالیٰ دِین کے حامی وناصر ہیں اپنے فضل سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ان خدمات کو قیامت تک جاری رکھیں، خصوصاً قرآن پاک کے مکاتب کا جو جال حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے پورے ملک میں پھیلایا ہے اور ملک وبیرونی ممالک میں جو فیض جاری ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس کی برکات سے قیامت تک امت کو مستفید فرماویں اور ہم سب کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر عمل کی توفیق نصیب فرماویں، آمین۔ محمد اختر عفا اللہ عنہ‘‘

۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ مطابق ۷ر جولائی ۲۰۰۵ء (ماہنامہ آئینہ مظاہر علوم سہارنپور محی السنہ نمبر)

المختصر! انہی چند آراء پر اکتفاء کرتا ہوں ورنہ لکھنے کو تو بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مشائخ واکابر کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعوَانَا اَنِ الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ

مراجع ومصادر:

اہلِ دِل کی باتیں۔ معارفِ ربانی۔ ملفوظات حسن العزیز، بحوالہ معرفتِ الٰہیہ۔ خزائنِ شریعت وطریقت۔ وعظ لذتِ ذکر اور لطفِ ترکِ گناہ۔ وعظ طریقِ الی اللہ۔ سفر نامہ رنگون وڈھاکہ۔ وعظ حقوق النساء۔ ذکر اللہ اور اطمینانِ قلب۔

حضرت والا قدس سرہٗ اور مثنوی شریف

محمد ارمغان ارمان

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم، اَمَّا بَعدُ!

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی شریف وہ الہامی کتاب اور عشقِ الٰہی کا آتش فشاں ہے جس سے ہر زمانے میں اُمت کے اکابر علماء و اولیاء نے استفادہ کیا ہے۔ میرے شیخ حضرت والا قدس سرہ نے فرمایا کہ مثنوی تو قران و حدیث کی تفسیر ہے، لوگوں کو سمجھانے کیلئے مولانا نے قران و حدیث کے علوم کو مثالوں سے عاشقانہ انداز میں پیش کیا ہے۔

سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی کے عاشق تھے اپ کا درسِ مثنوی مشہور و معروف ہے۔ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تین کتابیں انوکھی ہیں: قران شریف، بخاری شریف اور مثنوی شریف۔ سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ فرماتے تھے کہ مثنوی شریف مولانا جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ کی الہامی کتاب ہے، مولانا رومی خود فرماتے ہیں ؎

قافیہ اندیشم و دلدار من گویدم مندیش جز دیدار من

جب میں قافیہ سوچنے لگتا ہوں تو آسمان سے آواز اتی ہے کہ اے جلال الدین مت سوچ، مثنوی تو ہم لکھوا رہے ہیں بس میری طرف متوجہ رہو، قافیہ میں عطا کروں گا۔ اس شعر میں مثنوی کے الہامی ہونے کا اشارہ ہے۔ اور اس سے زیادہ واضح اشارہ مولانا کے دوسرے شعر میں ہے، فرماتے ہیں ؎

چوں فتاد از روزن دل آفتاب ختم شد واللہ اعلم بالصواب

قلب میں جس دریچہ باطنی سے آفتابِ علم کے فیضان سے علوم و معارف غیبیہ وارد ہو رہے تھے وہ آفتابِ فیض قلب کے محاذات سے بحکمت خداوندی غروب ہوگیا۔ لہٰذا مولانا نے مثنوی لکھنا بند کر دی اور قصہ بھی ادھورا چھوڑ دیا۔ یہی دلیل ہے کہ یہ الہامی کلام تھا، اگر الہامی نہ ہوتا تو جو شخص ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار لکھ سکتا ہے کیا وہ چند اشعار لکھ کر مثنوی کو پورا نہیں کر سکتا تھا؟

اور فرمایا کہ مولانا روم کے کلام کو ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ حاسدین جل کر خاک ہو گئے۔ ایک رافضی نے ایک اہلِ سنت سے کہا کہ مثنوی کے معنی ہیں مشنوی یعنی اس کو نہ سنو۔ مولانا رومی کو اس کی اطلاع دی گئی تو فرمایا کہ اس ظالم سے کہہ دو ؎

مثنویم را تو گوئی مشنوی اے سگِ ملعوں تو عوعو می کنی

میری مثنوی کو تو کہتا ہے مت سنو۔ اے ملعون کتے تو عوعو کرتا ہے، بھونک رہا ہے۔

ہر زمانے میں اس کی بے شمار شرحیں لکھی گئی، حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف کی شرح ''کلیدِ مثنوی'' کے نام سے لکھی، جس کتاب کی شرح حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جامع المجدد دین اور جامع شریعت وطریقت لکھیں اس کی اہمیت کا اندازہ خود لگایا جاسکتا ہے۔ اور عصرِ حاضر میں مثنوی شریف کی عاشقانہ، عارفانہ، درد بھری اور منفرد شرح ''معارفِ مثنوی'' کے نام سے سلطان العارفین شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ جنیدِ وقت رومی ثانی تبریزِ دوراں قطب العالم غوثِ زماں حکیم العصر محبوبِ سبحانی رومی ثانی عاشقِ ذاتِ حق سیّدی و مرشدی مجی ومحبوبی حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز نے ارقام فرمائی ہے۔ مرشدی حضرت والا اس صدی میں مثنوی شریف مولانا روم کے سب سے بڑے عاشق، حافظ، شارح اور مدرس تھے، اور اس بارے میں بے شمار مبشرات اور اکابرینِ اُمت کی جانب سے آپ کے لیے بلند کلمات بھی ہیں۔ معارفِ مثنوی کی ابتدا میں حضرت والا کے تین اشعار شرح کی حقیقت کو بیان فرماتے ہیں ۔

ایں کتابِ دردِ دل اے دوستاں کردہ ام تالیف بہرِ عاشقاں

اے دوستو! اپنے دردِ دل کی یہ کتاب میں نے اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کے لیے لکھی ہے ۔

خونِ دل بر ہر ورق زاریدہ ام دردِ دل بر ہر ورق نالیدہ ام

اس کے ہر ورق پر اپنا خونِ دل رویا ہوں اور اس کا ہر ورق میرا نالہ دردِ دل لیے ہوئے ہے ۔

پردہ از دردِ نہاں بیروں کُنم دردِ دل در عاشقاں افزوں کُنم

میں نے اپنے دردِ نہاں سے پردہ اُٹھا دیا ہے تا کہ اللہ کے عاشقوں کے دل میں دردِ محبت اور تیز ہو جائے۔

معارفِ مثنوی کتاب کے علاوہ حضرت والا کی ''درسِ مثنوی'' اور ''فغانِ رُومی'' بھی ہیں۔ مثنوی شریف کے علاوہ ایک کتاب ''دیوانِ شمس تبریز'' بھی ہے جس میں حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے پچاس ہزار اشعار ہیں لیکن محبتِ شیخ میں اپنے دیوان کو ان سے منسوب کر دیا تھا۔ حضرت والا نے اس کتاب سے بھی انتخاب فرما کر عجیب درد بھری اور عاشقانہ شرح بنام ''معارفِ شمس تبریز'' لکھی ہے۔ اس کتاب کا تعارف حضرت والا نے شروع کتاب میں ان اشعار سے کیا ہے ۔

پہلے دل کی داستانِ دردِ پنہاں دیکھئے
پھر غمِ افاقِ دل پر شمسِ تاباں دیکھئے
شمس تبریزی کے سینے میں جو تھا اک رازِ غم
اس کتابِ عشق میں وہ دردِ پنہاں دیکھئے

حضرت والا فرماتے ہیں کہ مثنوی میں نے حضرت (مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ) سے پڑھی اور حضرت نے پڑھی حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھی شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے اور حاجی صاحب نے پڑھی حافظ عبدالرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو حافظِ مثنوی تھے اور حافظ عبدالرزاق صاحب خاص شاگرد ہیں مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ خاتمِ مثنوی کے۔ یہ میری مثنوی کی سند ہے، اتنی قریبی سند بھی کم لوگوں کو حاصل ہوگی۔ غرض جو کچھ ملا شیخ کی صحبت سے ملا۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ مثنوی کو صرف لغت سے نہیں سمجھ سکتے، مثنوی کو بغیر درد بھرے دل کے کوئی پڑھا بھی نہیں سکتا۔ مثنوی وہی پڑھا سکتا ہے جس نے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھائی ہوں، اللہ کے راستہ میں چلا ہو، سینہ میں درد بھرا دل رکھتا ہو کیونکہ مولانا رومی نے مثنوی میں سلوک بیان کیا ہے۔ پس جس نے نفس سے جنگ نہیں لڑی اور نفس کا غلام ہے وہ کیا جانے مثنوی کو۔

خانقاہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ میں درسِ مثنوی

حضرت والا کو بچپن ہی سے مولانا رومی کے شہر قونیہ کو دیکھنے کی آرزو تھی، ۱۹۹۷ء میں احباب کی دعوت پر لندن جاتے ہوئے ترکی کے دارالخلافہ استنبول میں قیام کیا اور استنبول سے ایئر کنڈیشن بس میں حضرت والا مع احباب قونیہ تشریف لے گئے اور یوں حضرت والا کی یہ آرزو بفضلہٖ تعالیٰ پوری ہوئی۔ مولانا رومی کے مزار سے چند قدم پہلے مولانا کے نہایت عاشق، محبوب مرید اور خلیفہ مولانا حسام الدین کا مزار ہے، یہاں حضرت والا اور جملہ احباب نے ایصالِ ثواب کیا، مولانا رومی پر جب مثنوی وارد ہوتی تھی تو یہ اس کو جلدی جلدی لکھتے جاتے تھے انہی کی فرمائش پر یہ مثنوی ہوئی۔ پھر مولانا رومی کے مزار پر ایصالِ ثواب کرکے دعا مانگی۔ یہیں مولانا رومی کی خانقاہ میں ہی حضرت والا نے علماء اور دیگر حاضرین کو مثنوی پڑھانے کی اجازت عطا فرمائی، خانقاہ میں حضرت والا کے دستِ اقدس پر بعض لوگ داخلِ سلسلہ ہوئے اور بہت سے علماء نے تجدید بیعت کی۔

درسِ مثنوی کے بعد شام بعد نمازِ عصر جس جنگل میں مولانا رومی پر مثنوی وارد ہوئی اور وہ جگہ جہاں ذکر و شغل میں مشغول ہوتے تھے، حضرت والا مع جملہ احباب وہاں تشریف لے گئے اور زیارت فرمائی، وہاں درخت اور سبزہ زار تھے۔ رہبر نے بتایا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں مثنوی کا آخری دفتر (دفتر ششم) لکھا گیا۔ پورا جنگل نور سے بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر وہاں حضرت والا نے قیام فرمایا اور اس کو دیکھ کر حضرت والا اور تمام احباب محظوظ ہوئے اور حضرت نے فرمایا کہ بچپن سے میرے دل میں اس جگہ کو دیکھنے کی خواہش ہوتی تھی کہ جہاں مولانا نے یہ شعر فرمایا ہوگا۔

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیرِ خدا محرم نبود

میں ایسی جگہ آہ کرتا ہوں جہاں سوائے آسمان کے میری آہ کا کوئی ساتھی نہیں ہوتا اور میری محبت کے راز کا سوائے خدا کے کوئی محرم نہیں ہوتا۔

راستہ میں مغرب کا وقت ہوگیا۔قونیہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں کی مسجد میں مغرب کی نماز باجماعت ادا کی گئی۔اب کیونکہ اندھیرا بڑھتا جارہا تھا اور بتایا گیا کہ آگے راستہ بھی زیادہ صحیح نہیں ہے۔اس لیے مولانا کی خانقاہ جانے کا ارادہ منسوخ کردیا گیا،البتہ وہ راستہ نگاہوں کے سامنے تھا جس کے لیے کہا جاتا ہے کہ مولانا اس سے گزرتے تھے۔

اب بطورِنمونہ اور برکت کے لیے حضرت والاؒ کا صرف وہ درسِ مثنوی یہاں نقل کرتا ہوں جو حضرت نے مولانا رومیؒ کی خانقاہ میں دیا تھا اور اکابر علماء بھی موجود تھے۔حضرت نے ارشاد فرمایا کہ قونیہ میں مولانا رومی کی خانقاہ میں اللہ نے اپنی رحمت سے مولانا کی برکت سے مثنوی کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار سے جن تین شعروں کا انتخاب شرح کے لیے دل میں ڈالا یہ اللہ کی غیبی مدد ہے کیونکہ یہ تین اشعار مثنوی کی روح ہیں۔اور پھر اس شرح کا واپسی کے وقت بس میں دوبارہ مذاکرہ بھی کیا گیا تھا۔وہ تین اشعار یہ ہیں ؎

بشنو از نے چوں حکایت می کند
و از جدائی با شکایت می کند
نار شہوت چہ کشد؟ نور خدا
نور ابراہیم را ساز اوستا
اے خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

اب ان تینوں اشعار کا درس ملاحظہ فرمایئے:

۱)۔محبتِ الٰہیہ اور اس کا طریقہ حصول:

پہلے شعر میں مولانا نے دنیا میں آنے کا مقصد بتادیا کہ وہ اللہ کی یاد اور اللہ کی تلاش میں بے چین رہنا ہے اور اس مقصد کے حصول کا طریقہ بھی بتادیا کہ ع

بشنو از نے چوں حکایت می کند

جس طرح بانسری بانس کے مرکز سے کٹ کر آئی ہے اور اپنے مرکز کو یاد کرکے روتی ہے تو اے لوگو! تم بھی عالم ارواح سے،عالم امر سے،اللہ کے عالم قرب سے کٹ کر دنیا میں آئے ہو تم کیوں اللہ کو

یاد کر کے نہیں روتے ،تم کیوں اپنے مرکز کو یاد نہیں کرتے ، کیوں دنیا کی رنگینیوں میں پھنس کر تم اللہ کو بھول گئے لہٰذا بانسری کی طرح تم بھی روو، اللہ کو یاد کرو جن کے پاس سے یہاں آئے ہو لیکن بانسری کو رونے کی یہ توفیق جب ہوتی ہے، جب وہ کسی کے منہ میں ہوتی ہے، بانسری خود نہیں بجتی ، بجائی جاتی ہے، اس کی صلاحیت آہ وفغاں محتاج ہے کسی بجانے والے کی ۔ جب کوئی بجانے والا اس کا ایک سرا اپنے منہ میں لیتا ہے تب اس میں آہ و نالے پیدا ہوتے ہیں ورنہ ایک لاکھ سال تک اگر زمین پر پڑی رہے تو بج نہیں سکتی اسی طرح تمہاری روح کے اندر بھی اللہ کی یاد میں رونے کی صلاحیت موجود ہے مگر رونا جب نصیب ہوگا جب کسی اللہ والے سے تعلق کرو گے، اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دو گے اس کو اپنا مربی بناؤ گے ۔اس تعلق کی برکت سے اس اللہ والے کا دردِ دل تمہاری روح میں داخل ہو جائے گا اور پھر تمہاری روح بھی مثل بانسری اللہ کی یاد میں رونے لگے گی اور اہل اللہ کی صحبت کا کیا اثر ہوگا اس کو دوسرے مصرع میں بیان کرتے ہیں کہ ؏

و از جدائی با شکایت می کند

جس طرح بانسری اپنے مرکز کی جدائی کا غم بیان کرتی ہے خود بھی روتی ہے اور دوسروں کو بھی رلاتی ہے اسی طرح تمہاری روح بھی اپنے اللہ کی جدائی کا غم بیان کرے گی خود بھی روئے گی دوسروں کو بھی رلائے گی اور اللہ کا دیوانہ بنائے گی ۔ بانسری کی مثال سے مولانا نے یہ سبق بھی دے دیا کہ تم اللہ کی یاد میں رو نہیں سکتے جب تک اللہ والوں کی صحبت میں نہ رہو گے ۔

(سیّدی و مرشدی حضرت والا قدس سرہ نے یہ بھی فرمایا کہ مولانا کا مقصد بانسری کی مثال سے یہ تھا کہ ہم اللہ کی یاد میں روئیں ۔ بانسری بجانا تو حرام ہے مولانا جیسا اللہ والا بانسری بجانے کا حکم کیسے دے سکتا ہے ۔ بانسری سے تو مولانا نے صرف ایک مثال دی ہے، ص: ۵۰)

۲)۔راہِ سلوک کا سب سے بڑا حجاب اور اس کا علاج:

اور دوسرا شعر کیا تھا جس میں مولانا نے راہ سلوک کے سب سے بڑے حجاب یعنی شہوت نفس کا علاج بتایا ہے ؏

نار شہوت چہ کشد؟ نور خدا

علماء کرام !غور سے سنئے ۔مثنوی کا وزن کیا ہے؟ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن ۔ فاعلاتن فاعلاتن میں مولانا نے ایک سوال قائم کیا ’’نار شہوت چہ کشد ؟‘‘ ابھی مصرعہ پورا نہیں ہوا ۔ فاعلن باقی ہے ۔اسی فاعلن میں جواب دے دیا نور خدا ۔ مولانا کا کمال ہے کہ اس چھوٹی سی بحر میں ایک ہی مصرعہ میں سوال بھی قائم کیا اور اسی میں جواب بھی دے دیا ۔’’نار شہوت چہ کشد‘‘ سوال ہے اور ’’نور خدا‘‘ جواب ہے کہ شہوت کی آگ یعنی گناہ کے گندے گندے تقاضوں کی آگ کیسے بجھے گی؟ گناہ کرنے سے یہ

شہوت کی آگ نہیں بجھے گی، گناہ کرنے سے گناہ کے تقاضے کم نہیں ہوں گے اور بڑھ جائیں گے۔ پاخانے کو پیشاب سے دھونے سے ناپاکی اور بڑھ جائے گی۔تم سمجھتے ہو کہ گناہ کرنے سے گناہ کے تقاضوں کوسکون مل جائے گا؟ ہرگز نہیں! اور آگ لگ جائے گی، اوردل پریشان ہوجائے گا۔ دیکھو جہنم کا پیٹ دوزخیوں سے نہیں بھرا۔ جب دوزخ سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے هَلِ امتَلَئتِ اے جہنم تیرا پیٹ بھر گیا؟ تو جہنم کہے گی هَل مِنْ مَّزِيْد اللہ میاں ابھی پیٹ نہیں بھرا، کچھ اور دوزخی لائیے کچھ اور گنہگار مجھ میں بھریئے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ فیضع قدمه اس وقت اللہ دوزخ پر اپنا قدم رکھ دے گا۔

محدثین کرام سے گزارش ہے کہ اس شرح کو ذرا غور سے سنئے۔ جب آپ یہ حدیث پڑھائیں گے تو ان شاء اللہ اختر کی یہ تقریر کام دے گی۔ فیضع قدمه جب دوزخ کہے گی کہ میرا پیٹ نہیں بھرا کچھ اور لائیے تو اللہ تعالیٰ ظالم تھوڑی ہیں کہ بے گناہوں سے دوزخ کو بھر دیں، دوزخ پر اپنا قدم رکھ دیں گے فتقول جهنم قط قط و فی روای قط قط قط ایک روایت میں ہے کہ جہنم دو دفعہ کہے گی بس بس اور ایک روایت میں ہے کہ تین دفعہ کہے گی بس بس بس اللہ میرا پیٹ بھر گیا۔ اور قدم سے مراد اللہ کی تجلی خاص ہے کیونکہ اللہ قدم سے پاک ہے۔

اب حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب دوزخ کا پیٹ نہیں بھرا گنہگاروں سے تو تمہارا نفس جو دوزخ کی شاخ ہے، برانچ ہے یہ بھی گناہوں سے نہیں بھرے گا، پھر کس چیز سے بھرے گا؟ شہوت کی آگ کس چیز سے بجھے گی؟ جب گناہوں کی آگ گناہوں سے نہیں بجھ سکتی تو پھر کیا حاصل کرو کہ یہ آگ بجھ جائے؟ فرماتے ہیں نورِ خدا۔ اللہ کا نور حاصل کرو اللہ کے نور ہی سے دوزخ کا پیٹ بھرا، اسی نور سے نفس کا پیٹ بھی بھر جائے گا۔ نور ٹھنڈا ہوتا ہے، نار گرم ہوتی ہے اور نار کا الف اکڑا ہوا ہے اور نور کا واؤ جھکا ہوا ہوتا ہے لہٰذا جو اہلِ نور ہوتے ہیں وہ جھکے ہوئے، مٹے ہوئے ہوتے ہیں ان میں شان تواضع ہوتی ہے، خاکساری ہوتی ہے اور اہلِ نار اکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ پناہ میں رکھے تکبر اہل نار کی علامت ہے ابىٰ و استكبر و كان من الكافرين۔ نار اور نور کی لغت سے یہ مضمون کیسا حل ہوگیا۔ نورِ خدا جب آئے گا تو نار شہوت خود بجھ جائے گی ؎

نار شہوت چہ کشد نور خدا

نور ابراہیم را ساز اوستا

دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نور سے نمرود کی آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ تمہارے نفس کی آگ بھی آتشِ نمرود سے کم نہیں لہٰذا تم بھی اللہ کا نور حاصل کرو جو ذکر اللہ سے، صحبت اہل اللہ سے، عبادت سے اور گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھانے سے حاصل ہوتا ہے۔

۳)۔روحِ سلوک:

اور تیسرا شعر روح ہے سلوک کی جس کی شرح بھی مولانا کی خانقاہ میں بیان ہوئی، وہ کیا شعر ہے ؏

اے خدا جوئیم توفیق ادب

اے اللہ ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں، اپنے بڑوں کا ادب مانگتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ جوش میں اگر ہم سے کوئی بے ادبی ہو جائے جس سے ہمارے بڑوں کا دل مکدر ہو جائے اور اے اللہ ہم ادب کی توفیق کیوں مانگتے ہیں چونکہ ؏

بے ادب محروم ماند از فضل رب

بے ادب اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی سے محروم ہو جاتا ہے۔اور ادب کیا چیز ہے سن لیجئے:۔

دین کی کتاب پر ٹوپی کو مت رکھو، اسی طرح قلم چشمہ اور مسواک وغیرہ کو بھی کتاب پر نہ رکھو۔ قران شریف پر بخاری شریف کو مت رکھو کیونکہ قران شریف اللہ کا کلام ہے اور بخاری شریف پر فقہ کی کتاب مت رکھو کیونکہ بخاری شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اور فقہ پر تصوّف کی کتاب کوئی کتاب نہ رکھو۔ ہر چیز کا مرتبہ الگ ہے۔اور اپنے بڑوں کا ادب رکھو۔ جب اپنا کوئی بڑا خصوصاً اپنا شیخ تقریر کر رہا ہو تو خود مت بولو۔اس وقت اگر کوئی علمی نکتہ ذہن میں آجائے تو یہ نہ کہو کہ حضرت مجھے ایک بات یاد آگئی۔ میں نے فلاں کتاب میں یہ پڑھا تھا یہ سخت بے ادبی ہے۔حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی، حضرت علامہ ظفر احمد صاحب عثمانی، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہم جیسے بڑے بڑے علماء سب خاموش رہتے تھے۔میر مجلس کے متعلق یہ حسنِ ظن رکھنا چاہیے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم کی بارش ہو رہی ہے، تم بولو گے تو اس بارش میں دخل انداز ہو گے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فضل میں دخل انداز مت ہو۔خاموشی سے سنو۔اسی لیے اللہ نے کان دو دیے ہیں اور زبان ایک دی ہے لہٰذا ایک بولو اور دو سنو یعنی بولو کم اور سنو زیادہ۔حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چھوٹا بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلے بولتا نہیں ماں باپ کی سنتا ہے پھر اس کے بعد صحیح بولتا ہے اور جو بچہ بہرا ہو، ماں باپ کی گفتگو نہ سنتا ہو وہ بول نہیں سکتا۔ ہر بہرا گونگا ہوتا ہے۔دنیا میں جتنے گونگے ہیں سب بہرے ہیں، ان کے کان نہیں ہوتے اور جو کان بنتا ہے اس کو زبان ملتی ہے لہٰذا شیخ کی بات کے لیے سراپا کان بن جاؤ۔ پھر ان شاء اللہ ایسی زبان عطا ہو گی کہ دنیا حیران ہو گی۔(مستفاد از: الطافِ ربانی:۶۹۔۷۴)

اَللّٰھُمَّ وَفِّقنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرضٰی وَاٰخِرُ دَعوَانَا اَنِ الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ

ملفوظاتِ مجددِ زمانہ

محمد ارمغان ارمان

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم، اَمَّا بَعدُ!

سیّدی و مرشدی محبی و محبوبی حضرت والا نوّر اللہ مرقدہٗ کے چند منتخب ملفوظات جو احقر نے مواعظ، ملفوظات اور مکتوبات سے لیے ہیں، ہر ہر ملفوظ درِ محبت میں ڈوبا ہوا، سالکینِ طریقت کے لیے مثلِ آبِ حیات، علوم و معارف کا خزینہ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا گنجینہ ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ملفوظات وارداتِ غیبیہ اور الہام من اللہ ہیں، خود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے؎

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مئے اترتی ہے

آہ! سیّدی و مرشدی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور شعر یاد آگیا؎

اس طرح دردِ دل بھی تھا میرے بیاں کے ساتھ
جیسے کہ میرا دل بھی تھا میری زباں کے ساتھ

اللہ کے نام کی عظمت اور اشکِ محبت کی قیمت:

ارشاد فرمایا: میرا ذوق یہ ہے کہ جس نے ایک بار بھی اخلاص سے اللہ کا نام لے لیا اللہ اس کو جہنم میں نہیں ڈالیں گے۔ ان کا نام بہت بڑا نام ہے جس کے منہ سے ایک بار بھی محبت سے ان کا نام نکل گیا اللہ کی رحمت غیر محدود سے بعید ہے کہ اس کو جہنم میں ڈال دے اور جس کا ایک آنسو اللہ کے لیے نکل گیا وہ کبھی مردود نہیں ہوسکتا، اس کا سوءِ خاتمہ نہیں ہوسکتا۔ اللہ کی بارگاہ میں وہ آنسو محفوظ ہوجاتا ہے اگر کبھی نفس سے مغلوب ہوکر وہ اللہ سے بھاگ بھی جائے تو اللہ کے علم میں وہ آنسو محفوظ ہوتا ہے۔ اس کو بہانہ بنا کر اللہ کی رحمت اس کو تلاش کرلیتی ہے کہ یہ کبھی ہمارے لیے رویا تھا، اس کو ہم کیسے ضائع کردیں۔

یہ ملفوظ بیان فرما کر حضرت والا نے نہایت درد اور رِقت آمیز آواز میں فرمایا کہ یہ معمولی باتیں نہیں ہیں، میرے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ یہ علوم عطا فرماتے ہیں۔
(فیوضِ ربانی:۲)

اہل اللہ کی محبت سے زیارت؛ دلیلِ ولایت:

ارشاد فرمایا: جو گناہ گار اللہ والوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے یہ دلیل ہے اس کے اندر اللہ کی محبت کا کوئی ذرّہ ہے، کسی وقت یہ پوشیدہ مادّہ رنگ لائے گا اور یہ اللہ والا ہوجائے گا اس لیے جو اللہ والوں کے

پاس بیٹھے چاہے اس کے ڈاڑھی ہو یا نہ ہو اس کو حقیر نہ سمجھو، اس کا بیٹھنا دلیل ہے کہ اس کے دل کے اندر کوئی ذرّہ محبت ہے جو اس کو اہل اللہ کا ہم نشین بنائے ہوئے ہے۔ (سفرنامہ رنگون وڈھاکہ:۱۷۰)

اور فرمایا: اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں:

(۱) اہتمامِ ذکر اللہ

(۲) صحبتِ اہل اللہ

(۳) تفکر فی خلق اللہ۔ (وعظ تعلق مع اللہ:۶۰)

جوانی کو اللہ پر کیسے فدا کریں؟

ارشاد فرمایا: دل میں جو خواہش پیدا ہو اور اللہ اس خواہش سے راضی نہ ہو تو اس خواہش کو توڑ دو اور اللہ کے حکم کو نہ توڑو۔ اور اس کی مشق کسی اللہ والے کی صحبت اور اس سے اصلاحی تعلق سے نصیب ہوتی ہے۔ (الطافِ ربانی:۱۹)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا دعائیہ شعر ہے ؎

خداوندا مجھے توفیق دے دے

فدا کر دوں میں تجھ پر اپنی جاں کو

اللہ کا راستہ آسان اور مزے دار ہو جاتا ہے:

ارشاد فرمایا: حضرت مولانا پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اختر سنو! اللہ کا راستہ ویسے تو مشکل ہے کہ نفس کا مقابلہ کرنا گناہوں سے بچنا آسان نہیں لیکن اللہ والوں کا ہاتھ اگر ہاتھ میں آ جائے تو اللہ کا راستہ نہ یہ کہ آسان ہو جاتا ہے بلکہ مزے دار بھی ہو جاتا ہے آہ! ایک شاعر کا شعر یاد آ گیا کہ ؎

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے

ترا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغ راہ کے جل گئے

(معارفِ ربانی:۲۹۳،۳۹۳)

دنیا میں اللہ سے مصافحہ کا طریقہ:

ارشاد فرمایا: اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کر لیں تو کسی سچے اللہ والے سے بیعت ہو جاؤ! کیونکہ دنیا میں اللہ سے مصافحہ کا کوئی راستہ نہیں لیکن جو بیعت ہوتا ہے وہ اپنے شیخ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے اور شیخ کا ہاتھ اگلے شیخ کے ہاتھ پر ہے یہاں تک کہ یہ ہاتھ واسطہ در واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک تک پہنچتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ید اللّٰہ فوق ایدیھم نبی کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے تو جس کو اللہ سے مصافحہ کرنا ہو، زمین والے کو آسمان والے سے مصافحہ کرنا ہو تو وہ کسی راکٹ سے اللہ تک نہیں جا سکتا لیکن اگر کسی اللہ والے کا مرید ہو گیا تو اس کا ہاتھ واسطہ در واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

دستِ مبارک تک پہنچ گیا اور آپ کے دستِ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے نبی کے ہاتھ کو نبی کا ہاتھ مت سمجھو یہ ید اللہ ہے۔ سچے اللہ والوں سے بیعت کا یہ راستہ اتنا پیارا ہے کہ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ اللہ سے مصافحہ کا کوئی اور راستہ مجھے دلائل سے بتا دو۔ میں تو دلیل پیش کر رہا ہوں۔

(الطافِ ربانی: ۴۱، ۴۲)

اصلاحِ نفس سے مراد:

ارشاد فرمایا: بیعت کا مقصد نفس کی اصلاح ہے لیکن اصلاح بیعت پر موقوف نہیں، بغیر بیعت کے بھی اصلاح ہوسکتی ہے۔ اصلاح فرض ہے اور بیعت سنت ہے البتہ بیعت برکت کی چیز ضرور ہے۔ اصلاح کے لیے اصلاحی مکاتبت کی جاتی ہے اور اصلاح کا حاصل یہ ہے کہ اخلاق رذیلہ جاتے رہیں اخلاق حمیدہ پیدا ہوجائیں اللہ سے غفلت جاتی رہے اور اللہ کی طرف توجہ پیدا ہوجائے یعنی ہر سانس یہ خیال رہے کہ کوئی بات اور عمل اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو، جس روحانی مرض میں ابتلا ہو اس کا علاج معلوم کر کے عمل کریں۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا، ج ۲، ص ۳۱۸)

اصلی مرید کون ہے؟ اور مرید کے معنیٰ:

آیتِ مبارکہ ''یریدون وجھہ'' کی عاشقانہ شرح بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: اصلی مرید وہ ہے جو ہر وقت (حالاً و استقبالاً) اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے قلب میں مراد بنائے اور اللہ کی خوشنودی کو ڈھونڈتا پھرتا ہو۔ (افضالِ ربانی: ۵۳)

اور ارشاد فرمایا: مرید بابِ افعال سے ہے جس کی دو خاصیتیں ہیں یعنی سلبِ ماخذ اور عطائے ماخذ۔ پس مرید کے دو مفہوم ہوئے: نمبر ایک ''مسلوب الارادہ'' یعنی لَا یُرِیدُ غَیرَ اللّٰہِ پس مرید وہ ہے جو غیر اللہ کا ارادہ نہیں کرتا، مرضیاتِ الٰہیہ کے خلاف تمام ارادوں کو خاک میں ملا دیتا ہے اور دوسرا مفہوم ہے یُرِیدُ اللّٰہَ یعنی وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کرتا ہے اللہ ہی اس کا مقصود اور مطلوب ہے پس یہ لفظ نفی و اثبات دونوں کا جامع ہے اس میں لا الٰہ بھی ہے اور الا اللہ بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ اصلی مرید وہ ہے جو کلمہ کے دونوں جز کا حامل ہو کہ اس کا دل غیر اللہ سے نفور اور الا اللہ سے معمور ہو۔ (خزائنِ شریعت وطریقت: ۱۳۴)

سچے مرشد کی پہچان:

ارشاد فرمایا: جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت جتنی زیادہ ہوتی ہے اس کو اپنے مرشد سے اتنی ہی محبت ہوتی ہے بشرطیکہ مرشد متبعِ سنت ہو، اور شاہراہِ اولیاء پر ہو۔ میں اس کو خوب بار بار کہتا ہوں کہ بزرگانِ دین اور علماء سے بھی پوچھ لو کہ میرا مرشد شاہراہِ اولیاء پر ہے یا نہیں؟ جس کو دوسرے علماء بھی مانتے ہوں۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ کسی کے ایک کروڑ جاہل مرید ہوں، کوئی سبزی بیچ رہا ہے، کوئی گوشت کاٹ رہا ہے مگر کوئی عالم اس سے مرید نہ ہوتا ہو تو سمجھ لو دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ پس حکیم

الامت مجد دِ زمانہ کا جو تھرما میٹر ہے اس سے جو ہٹے گا گمراہ ہو جائے گا۔ (وعظ اللہ کے ساتھ اشد محبت کی بنیاد: ۱۰، ۱۱)

بزرگی کا معیار:

ارشاد فرمایا: عام لوگ تو یہ دیکھتے ہیں کتنی رکعات نفل پڑھتے ہیں، جو زیادہ نفل پڑھتا ہے، زیادہ تہجد پڑھتا ہے اس کو زیادہ بزرگ سمجھتے ہیں حالانکہ بزرگی کا معیار تہجد و نوافل نہیں تقویٰ ہے۔ بعض لوگ رات بھر تہجد پڑھتے ہیں لیکن دن میں کسی کرسچین لڑکی کو نہیں چھوڑتے، دن بھر ہر ایک کی ٹانگ کو دیکھتے ہیں یعنی عبادت کر کے رات بھر عرشِ اعظم پر ٹنگا ہوا ہے اور دن بھر کافر لڑکیوں کی ٹانگوں میں ٹنگا ہوا ہے، سب کو دیکھتا ہے یہ کون سی ولایت ہے؟ اس لیے تقویٰ سے ایمان کا وزن بڑھ جاتا ہے، اگر کسی کی ولایت دیکھنا ہے تو یہ نہ دیکھو کہ کتنی تہجد اور نوافل پڑھتا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کتنی احتیاط سے رہتا ہے، حسینوں سے بچتا ہے یا نہیں، نگاہوں کی حفاظت کرتا ہے یا نہیں؟ جو جتنا بڑا متقی ہے اتنا بڑا ولی اللہ ہے۔ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسے عارف کی دو رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعات سے افضل ہے، دس بیس رکعات پڑھ کر کسی اللہ والے کو حقیر نہ سمجھنا کہ ہم نے بیس پڑھی ہے۔ تمہیں کیا معلوم کہ اس کا ایک سجدہ تمہاری ساری زندگی کی عبادت سے افضل ہے۔ (معارفِ ربانی: ۱۴، ۱۵)

اصلی پیری و مریدی کیا ہے؟

ارشاد فرمایا: اصلی پیری مریدی یہ ہے کہ مرید بھی اللہ والا بننے کے لیے جان کی بازی لگا رہا ہو، اور پیر خود بھی بالغ منزل ہو اور اللہ پر جان دے رہا ہو اور اپنے مریدوں کو بھی اللہ تک پہنچانے کے لیے اپنی جان گھلا رہا ہو، اکیلے نہ بھاگا جا رہا ہو۔ وہ راہبر جو اکیلے بھاگا جا رہا ہو اور اپنے رفیقوں کو نظر انداز کر رہا ہے وہ راہبر نہیں ہے۔ راہبر وہ ہے جو راہرو کا بھی خیال کرے۔ خود بھی اللہ کے راستہ پر چلے اور اپنے ساتھیوں کو بھی چلانے کے لیے بے چین ہو اور درد بھرے دل اور اشکبار آنکھوں سے اللہ کے حضور میں دعائیں بھی کرتا ہو۔ (عطاءِ ربانی: ۵۰، ۵۱)

حاصلِ سلوک وتصوّف:

ارشاد فرمایا: سلوک و تصوف کا حاصل یہ ہے کہ اخلاقِ رذیلہ جاتے رہیں، اخلاقِ حمیدہ پیدا ہو جائیں، غفلت من اللہ جاتی رہے، توجہ الی اللہ پیدا ہو جائے۔۔۔ اس زمانے میں سلطان الاذکار سب سے بڑا ذکر، اللہ کی نافرمانی سے بچنا ہے خصوصاً بدنگاہی سے۔ اسی کے لیے اصلاحی مکاتبت کی جاتی ہے اللہ کی دوستی گناہوں سے بچنے پر موقوف ہے۔ اللہ کے راستہ میں کامیابی ہی کامیابی ہے ناکامی نہیں ہے۔ دنیا میں جس نے اللہ کو چاہا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور ملے ہیں۔ ایک مثال بھی ایسی نہیں کہ کسی نے اللہ کو چاہا ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو نہ ملے ہوں۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا: ۱۳۸۱)

ولی اللہ بننے کے پانچ نسخے:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میری پوری زندگی کا نچوڑ ہے کہ پانچ کام کرلو ولی اللہ بن جاؤ گے۔اور فرمایا کہ میں نے علماء کے لیے ان پانچ کاموں کا وزن بھی باب مفاعلہ پر رکھا ہے (وہ پانچ کام یہ ہیں): (۱)اہل اللہ کی مصاحبت، (۲)ذکر اللہ پر مداومت، (۳) گناہوں سے محافظت، (۴)اسبابِ گناہ سے مباعدت، (۵)طریقِ سنت پر مواظبت۔

اور فرمایا: ان پانچ باتوں پر جو سو فیصد عمل کرلے گا ان شاء اللہ یقین سے کہتا ہوں کہ بغیر ولی اللہ بنے ہوئے اس کا اِنتقال نہیں ہوسکتا۔ (مستفید از حضرت والا قدس سرہٗ)

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال:

ارشاد فرمایا: چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے اِن شاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا اور ان کی برکت سے اِن شاء اللہ تعالیٰ دین کے تمام احکام پر عمل کی توفیق ہو جائے گی کیونکہ یہ احکام لوگوں کو مشکل معلوم ہوتے ہیں بوجہ نفس پر گراں ہونے کے۔ جو طالبِ علم پرچہ کے مشکل سوال حل کرلیتا ہے اس کو آسان سوال حل کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ پس نفس پر جبر کرکے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ ولی اللہ بن جائے گا (وہ چار اعمال یہ ہیں): (۱)ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا۔ (۲) ٹخنے کھلے رکھنا یعنی پاجامہ شلوار وغیرہ سے ٹخنوں کو نہ ڈھانپنا۔

مندرجہ بالا دو اعمال تو مردوں کے لیے ہیں۔ان کے بجائے عورتیں مندرجہ ذیل دو اعمال کا اہتمام کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ولیہ بن جائیں گی: (۱) شرعی پردہ۔(۲) شوہر کے حقوق کا خیال رکھنا۔ (۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا۔(۴) قلب کی حفاظت کرنا۔

ان چار اعمال کے متعلق فرمایا کہ میرا پچھتر سال کا تجربہ ہے کہ پورے دین پر چلنا آسان ہو جائے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔

اور فرمایا کہ مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقتور ہو جائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا (وہ چار وظائف یہ ہیں):۔

(۱)ایک تسبیح یعنی (۱۰۰) بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھیں۔

(۲)ایک تسبیح یعنی (۱۰۰) بار اَللّٰہ اَللّٰہ پڑھیں۔

(۳)ایک تسبیح یعنی (۱۰۰) بار استغفار پڑھیں۔

(۴)درود شریف کی ایک تسبیح یعنی (۱۰۰) بار۔ (مستفاد از: ولی اللہ بنانے والے چار اعمال)

مکمل تفصیل کے لیے مذکورہ بالا رسالہ ضرور پڑھیے۔ اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل بخشے، آمین۔

تقویٰ کا مفہوم:

ارشاد فرمایا: تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ان باتوں کے تقاضوں کے باوجود ان پر عمل نہ کر کے بندہ غم اٹھالے اور زخم حسرت کھالے اسی کا نام تقویٰ ہے اور اسی سے اللہ ملتا ہے۔ اس پر میرے دو شعر سنئے ؎

زخم حسرت ہزار کھائے ہیں
تب کہیں جا کے ان کو پائے ہیں
ان حسینوں سے دل بچانے میں
میں نے غم بھی بڑے اٹھائے ہیں

(فیوضِ ربانی: ۵۸)

اور فرمایا: مردہ اگر کہے کہ میں نے سب گناہ چھوڑ دیئے تو کیا وہ متقی ہو جائے گا؟ کیونکہ اس نے گناہ چھوڑے نہیں ہیں، گناہ اس سے مجبوراً چھوٹ گئے ہیں اور متقی وہ ہوتا ہے جو اپنے اختیار سے گناہوں کو چھوڑتا ہے، تقویٰ نام ہے: کَفُّ النَّفسِ عَنِ الھَوٰی۔ (فتح الباری، کتاب الرقاق، باب من جاھد نفسہ فی طاع اللہ)

یعنی گناہوں کے تقاضوں کے باوجود گناہ نہ کرنا، اس کا نام تقویٰ ہے۔ (ارشاداتِ دردِ دل: ۲۸)

ہجرت کی فرضیت سے صحبت کی اہمیت پر عجیب استدلال:

ارشاد فرمایا: اگر گھر کی اہمیت صحبت سے زیادہ ہوتی تو ہجرت کا حکم نازل نہ ہوتا اور ہجرت کا حکم صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم ہو گیا کہ اے اصحاب رسول! جہاں میرا نبی جا رہا ہے تم لوگ بھی ساتھ جاؤ۔ تم میرے شہر بلد امین کو چھوڑ دو، میرے گھر کو چھوڑ دو، کعبۃ اللہ میں ایک لاکھ کے ثواب کو چھوڑ دو، آبِ زمزم کو چھوڑ دو، میرے نبی کے ساتھ جاؤ۔ اللہ تمہیں بیت اللہ سے نہیں ملے گا صحبتِ رسول اللہ سے ملے گا۔ مکہ میں تمہیں بیت اللہ ملے گا، میرے نبی سے تمہیں اللہ ملے گا۔ اسی لیے مکہ شریف فتح ہونے کے بعد بھی اجازت نہیں ملی کہ میرے نبی کو چھوڑ کر تم اپنے وطن واپس آ جاؤ۔

اس سے اللہ والوں کی قیمت اور صحبت کی اہمیت کا اندازہ کیجیے۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ آج بھی 'اللہ' اللہ والوں سے ملتا ہے۔ جو شخص ساری زندگی عبادت و ریاضت کرے لیکن اگر اللہ والوں سے تعلق قائم نہیں کرے گا تو اللہ کو پا نہیں سکتا۔ ثواب مل جانا اور بات ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے وہ تعلق خاص اور محبت و معرفت اور نسبت مع اللہ جو اولیاء اللہ کو نصیب ہوتی ہے اہل اللہ سے مستغنی رہنے والا ہرگز نہیں پا سکتا۔

(عطاءِ ربانی: ۳، ۴)

تقویٰ کی آگ اور قلوبِ صادقین:

ارشاد فرمایا: کُونُوا مَعَ الصَّادِقِینَ (الآیة) پر ایک مثال حق تعالیٰ شانہ نے حضرتِ اقدس (ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ) کی برکت سے عطا فرمائی جس کے بیان سے اہلِ علم کو وجد آیا وہ یہ ہے کہ کتابوں میں اگر آگ لکھی ہو اور آگ کے خواص پر بہت ضخیم کتابیں بھی ہوں اور کوئی عمر بھر اس کو پڑھتا رہے تو کیا آگ کی حرارت سے اِستفادہ کرسکتا ہے تا آں کہ خارج میں آگ کے پاس جا کر حرارت نہ حاصل کرے۔ بس تمام دینی انعامات صدق و یقین، خشیت و تقویٰ، محبتِ شدید مع اللہ کی آگ کتابوں کے نقوش سے حاصل نہیں ہوسکتی، خارج میں جن کے سینے اس آگ کے حامل ہیں ان کی صحبت میں رہ کر ان نعمتوں کا استفادہ کرنا ہوگا جیسا کہ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مہر پا کاں درمیانِ جاں نشاں
دل مدہ الّا بمہر دل خوشاں

حدیثِ پاک میں ہے: اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب الحب فی اللّٰہ و من اللّٰہ)

یعنی ہر شخص اپنے گہرے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس کسی اہل اللہ کو اپنا خلیل بنانا پڑے گا ورنہ تعلق ضعیف سے استفادہ بھی ضعیف ہوگا۔ (خزائنِ شریعت وطریقت: ۴۳، ۴۴)

شیخ کے چار حق ہیں:

ارشاد فرمایا: حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کے چار حق ہیں۔ جب تک ان کو ادا نہ کروگے فیض یاب نہ ہوسکوگے اور نفع کامل نہیں ہوگا جن کو حضرت خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں بیان کردیا ؎

شیخ کے ہیں چار حق رکھ ان کو یاد
اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد

یہ چار حق جس نے ادا کرلیے ان شاء اللہ کامل ہوجائے گا یعنی شیخ سے اطلاعِ حالات بذریعہ مکاتبت (خط و کتابت) اور اگر موقع ملے تو کبھی کبھی اس کی خدمت میں حاضری۔ (وعظ تعلق مع اللہ: ۲۵)

اور فرمایا: حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تمام بزرگانِ دین کی عظمت دل میں ہو لیکن اپنا شیخ ایسا ہے جیسے اپنی ماں، کہ بچہ اسی کا دودھ پیتا ہے۔ ہر ایک ماں کی گود میں نہیں جاتا۔ اپنے شیخ کے علاوہ کسی کے پاس بغرض استفادہ نہ جاوے یک در گیر و محکم گیر۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ عورت فاحشہ ہے جو اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے پر نظر کرتی ہے۔ شیخ کے علاوہ استفادہ کے لیے دوسرے پر نظر کرنا باطنی بے حیائی اور شیخ سے قلت تعلق کی دلیل ہے۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا: ۱۳۹۵)

شیخ کے دو حق، محبت و عظمت:

ارشاد فرمایا: شیخ کے دو حق ہیں، ایک محبت اور دوسرا عظمت۔ حقِ محبت کام آتا ہے جب مربی اور طالب کی رائے میں توافق ہوتا ہے۔ بوجہ محبت کے عمل آسان اور لذیذ ہوجاتا ہے اور حقِ عظمت کا مراقبہ کام آتا ہے جب مربی اور مرید کی رائے میں اختلاف ہوتا ہے۔ اس وقت بوجہ شیخ کی عظمت و اکرام کے اپنی رائے کو فنا کرتا ہے اور مربی کی رائے پر عمل کرتا ہے۔ (خزائنِ شریعت وطریقت:۱۰۶)

شیخ کی عظمت دل میں کیسے پیدا ہوتی ہے؟

ارشاد فرمایا: اس کے محبین میں رہیں، اس کے حالات اس کے کسی پرانے رفیق سے معلوم کریں اور اس کے تعلق مع اللہ کو دیکھیں کہ سنت وشریعت پر کتنا عامل ہے اور اللہ کی تلاش میں کیسا بے چین ہے۔ بزرگی کا معیار اتباعِ سنت وشریعت ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ شیخ کی محبت وعظمت عطا فرمائے۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا:۱۸۶)

محبت بالحق اور محبت للحق میں کوئی فرق نہیں:

ارشاد فرمایا: جو محبت للحق ہوتی ہے وہ محبت بالحق ہوتی ہے یعنی جو محبت اللہ کے لیے ہوتی ہے وہ اللہ ہی کی محبت میں شامل ہے اس لیے شیخ کی محبت اللہ کی محبت سے الگ نہیں ہے۔ جو شخص شیخ کی محبت کو اور اللہ کی محبت کو الگ الگ سمجھتا ہے وہ مشرک فی التصوف ہے ؎

دو مگو و دو مخواں و دو مداں

خواجہ را در خواجہ خود محوداں

شیخ کو اپنے اللہ کی محبت میں فانی سمجھو، الگ مت سمجھو۔ جب شکر دودھ میں محلول ہوگئی، گھل گئی اور فنا ہوگئی یعنی فنا فی اللبن ہوگئی اب اس کو دودھ سے الگ مت سمجھو، ہر گھونٹ میں اب اس کی شکر کو بھی پاؤ گے۔ بندہ جب اللہ میں فانی ہوگیا تو سمجھ لو کہ اس کو دیکھنا گویا اللہ کو دیکھنا ہے۔ (افضالِ ربانی:۲۲،۲۳)

نفع کامل شیخ سے قوی تعلق پر موقوف ہے:

ارشاد فرمایا: اگر شیخ کا فیض لینا ہے تو جتنا قوی تعلق ہوگا اتنا ہی فیض ہوتا ہے چاہے بیٹا ہی کیوں نہ ہو، اگر اس کا باپ صاحبِ نسبت اور ولی اللہ ہے اور صاحبِ دردِ دل ہے اس کو بھی فیض منتقل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کو قوی تعلق اپنے باپ سے نہ ہوگا۔ یہاں وراثت نہیں چلتی ہے۔ یہ دردِ دل وہ چیز ہے جو وراثت میں نہیں ملتی، کتنے ولی اللہ کے گھر میں شیطان اور کتنے شیطان کے گھر میں ولی اللہ پیدا ہوئے۔ اور پھر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشعار پڑھے ؎

زادہ آزر خلیل اللہ ہو

اور کنعاں نوح کا گمرا ہو

اہلیہ لوط نبی ہو کافرہ
زوجہ فرعون ہووے طاہرہ

(وعظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشد محبت کی بنیاد: ۲۰، ۲۱)

اور فرمایا: اسی لیے کہتا ہوں کہ شارٹ کٹ راستے سے اگر ولی اللہ بننا ہے تو اپنے مرشد سے محبت کو شدید کرو اور اللہ تعالیٰ کی محبت بھی اشد کرو اور اشد محبت کے لیے خانقاہوں میں جانا پڑتا ہے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھانی پڑتی ہیں۔ (ایضاً: ۲۴)

عورتوں کی اصلاح کا طریقہ:

ارشاد فرمایا: ہماری خانقاہ کا یہ اصول ہے کہ عورتوں سے پردہ سے بھی ملاقات نہیں کرتے۔ اصلاح کے لیے محرم سے دستخط کرا کے مکاتبت کی اجازت ہے۔ عورتوں کے لیے اہل اللہ کی صحبت یہی ہے کہ پردہ سے ان کا وعظ سنیں جو صحابیات کا طریقہ تھا اور یہ میسر نہ ہو تو ان کی کتب کا مطالعہ کریں اور گناہوں سے بچیں شیخ نے جو ذکر بتایا ہو اس کی پابندی کریں مثلاً عورتوں کو سبحان اللہ کی تین تسبیح مشائخ بتاتے ہیں سنت کی اتباع کریں اسی سے ان شاء اللہ اللہ کی ولایت نصیب ہو جائے گی کوئی کمی نہ ہوگی بعض عورتیں مردوں سے بھی آگے نکل جاتی ہیں۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا: ۲۴۷۶)

سکینہ کیا ہے؟

ارشاد فرمایا: علامہ آلوسی نے هُوَ الَّذِیٓ اَنۡزَلَ السَّكِيْنَةَ ...الخ کی تفسیر میں فرمایا کہ سکینہ کیا ہے؟ هُوَ نُور يَّستَقِرّ فِی القَلبِ سکینہ ایک نور ہے جو دل میں ٹھہر جاتا ہے وَ يَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّيشِ جس کے بعد وہ شخص طیش سے نجات پا جاتا ہے اور طیش کہتے ہیں کہ جب کتّا پاگل ہو جاتا ہے تو ایک سمت کو نہیں چلتا، اِدھر اُدھر دائیں بائیں چلتا ہے لَا يَقصُدُ فِی المَشيِی سِمتًا وَّاحِدًا جو علامت بے سکونی کی ہے، حاملِ سکینہ بے سکونی سے نجات پا جاتا ہے اور دوسری علامت سکینہ کی یہ ہے وَ يَثبُتُ بِهِ التَّوَجّهُ اِلَی الحَقّ جس کے دل کو سکینہ عطا ہوتا ہے وہ ہر وقت حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے، اسی کو نسبت کہتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؂

شکر ہے دردِ دل مستقل ہوگیا
اب تو شاید مِرا دل بھی دل ہو گیا

(معارفِ ربانی: ۲۴۸، ۲۴۹)

اور سکینہ پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بھی اشعار ہیں، فرماتے ہیں ؂

سکونِ دِل اترتا ہے فلک سے اہلِ تقویٰ پر
بدوں حکمِ خدا سائنس داں پھر کیسے پا جاتا

اگر پٹرول کے مانند ہوتا یہ سکونِ دل
زمیں میں کر کے بورنگ اس کو ہر کافر بھی پا جاتا

نسبت کی تعریف:

ارشاد فرمایا: ایک خاص چیز جو اللہ والوں کو ملتی ہے اس کا نام نسبت ہے۔ نسبت کے معنیٰ ہیں کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو اور اللہ تعالیٰ کو بندہ سے تعلق ہو۔ یک طرفہ تعلق کا نام نسبت نہیں ہے جیسے کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

خانہ داماد پر از شو رو شر
خانہ دختر نہ بودے زد خبر

داماد کے گھر میں ڈھول بج رہا ہے کہ بادشاہ کی لڑکی سے میری شادی ہو رہی ہے اور لڑکی والے کو خبر بھی نہیں۔ کسی نے پوچھا کہ یہ تمہارے گھر میں جو شور و شر ہو رہا ہے تو کیا بادشاہ راضی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا کہ دیکھو شادی جب ہوتی ہے کہ لڑکے والے اور لڑکی والے دونوں راضی ہو جائیں لہٰذا میں تو راضی ہوں میرا آدھا کام تو ہو گیا اسی پر ڈھول بجا رہا ہوں۔ اسی طرح بعضے لوگ اپنے کو ولی اللہ سمجھتے ہیں لیکن اولیاء کے رجسٹر میں ان کا نام بھی نہیں ہوتا ؎

قوم یدعون وصال لیلیٰ
و لیلیٰ لا تقربھم بذاک

ایک قوم ہے جو دعویٰ کرتی ہے کہ لیلیٰ کے یہاں بہت بڑے عاشقوں میں ہمارا شمار ہے اور لیلیٰ کے رجسٹر میں ان کا نام بھی نہیں ہے۔

تو نسبت یک طرفہ محبت کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے محبت ہو یہ یحبھم ہے و یحبونہ اور بندوں کو اللہ سے محبت ہو۔ دونوں طرف سے محبت ہو اس کا نام نسبت ہے۔ اور نسبت عطا ہوتے ہی بندہ ولی اللہ ہو جاتا ہے۔ (فیوضِ ربانی: ۷۰،۷۱)

حیاتِ ایمانی کی علامت:

ارشاد فرمایا: جب حیض رک جاتا ہے تو یہ دلیل ہوتی ہے کہ حمل ٹھہر گیا اور اب انسانی حیات ملنے والی ہے اسی طرح جس کو گناہوں سے نجات مل جائے، جس سے گناہ صادر ہونا بند ہو جائیں تو یہ علامت ہے کہ اس کو ایمانی حیات ملنے والی ہے، نسبت عطا ہونے والی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے خواہشات نفسانیہ کو مردوں کا حیض فرمایا ہے اتقوا ان الھویٰ حیض الرجال (عطاء ربانی: ۳۴)

نسبت کی علامات اور اس کی چند مثالیں:

ارشاد فرمایا: حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

ہے کہ ’’ خدا جس کو نسبت عطا کرتا ہے اس کو خود احساس ہو جاتا ہے کہ آج میں صاحبِ نسبت ہو گیا جیسے جب کوئی بالغ ہو جاتا ہے تو اس کو پتہ چل جاتا ہے۔ رگ رگ میں ایک نئی جان آجاتی ہے۔‘‘

اور دوسری مثال یہ ہے کہ جس ہرن میں مشک پیدا ہو جاتا ہے اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ میرے نافہ میں مشک پیدا ہو گیا ہے۔ پھر وہ سوتا نہیں ہے کھڑے کھڑے اونگھ لیتا ہے اور چوکنا رہتا ہے کہ کہیں کوئی میرا مشک نہ چھین لے۔ اسی طرح جس کو نسبت مع اللہ عطا ہو جاتی ہے وہ ہر وقت اپنے قلب و نظر کو بچاتا ہے، ہر وقت چوکنا رہتا ہے کہ کہیں کوئی حسین نہ آجائے جو میرے ایمان کو چھین لے۔

نہ کوئی راہ پاجائے نہ کوئی غیر آجائے
حریمِ دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

جس کو اپنے قلب کی پاسبانی کی توفیق نہ ہو سمجھ لو کہ ابھی اس کے دل کو نسبت کا مشک عطا نہیں ہوا۔ میرے ایک دوست نے کہا کہ جس مکان میں دولت ہوتی ہے اس میں مضبوط تالہ لگاتے ہیں۔ جس کے دل میں نسبت مع اللہ کی دولت ہوتی ہے وہ آنکھوں کا تالہ مضبوط لگاتا ہے یعنی نظر کی حفاظت کرتا ہے اور جو نظر کی حفاظت نہیں کرتا یہ دلیل ہے کہ اس کا دل ویران ہے، اس میں نسبت کا خزانہ نہیں۔

(فیوضِ ربانی: ۷۱، ۷۲)

اور فرمایا: نسبت کا ایک وزن ہوتا ہے کیونکہ جس شاخ پہ میوہ آتا ہے وہ شاخ جھک جاتی ہے، نسبت شیخ کی ہو یا نسبت مع اللہ کی ہو۔ حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ جسے نسبت حاصل ہو جاتی ہے اس کی پہلی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ مخلوق سے محبت کرنا شروع کر دیتا ہے، اکرام کرنے لگتا ہے، مخلوق کی خطائیں معاف کرنے لگتا ہے، اس کے دل میں عظمتِ الٰہیہ پیدا ہو جاتی ہے۔ (سفرنامہ رنگون وڈھاکہ: ۱۹۰، ۱۹۱)

کیفیت عطاءِ نسبت اور اس کی مثال:

ارشاد فرمایا: حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نسبت اچانک عطا ہوتی ہے بتدریج عطا نہیں ہوتی جیسے جب کوئی بالغ ہوتا ہے تو یہ نہیں کہتا کہ آج میں ایک آنہ بالغ ہو گیا کل دو آنہ ہوا، پرسوں چار آنہ بالغ ہوا۔ ایک سیکنڈ میں بالغ ہوتا ہے ایسے ہی نسبت خاصہ آنِ واحد میں عطا ہوتی ہے البتہ جس طرح بچہ غذا کھاتا رہتا ہے جس سے رفتہ رفتہ جسم میں طاقت آتی ہے اور بالغ ہونے میں وقت لگتا ہے لیکن جب بلوغ ہوتا ہے تو اچانک ہوتا ہے اسی طرح جو وقت لگتا ہے وہ ذکر میں لگتا ہے رفتہ رفتہ روح میں ذکر کے انوار سے طاقت آتی رہتی ہے۔ پھر اپنے وقت پر نسبت مع اللہ اچانک عطا ہو جاتی ہے۔

اس کی ایک مثال اور بھی ہے کہ جیسے کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ رک جاتا ہے پھر کھٹکھٹانے لگتا ہے آخر گھر والے کو رحم آجاتا ہے اور اچانک دروازہ کھول کر سامنے آجاتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ پہلے تھوڑا سا سر نکالے پھر ناک، پھر کان نکالے، پھر ہاتھ نکالے۔ اسی طرح نسبت بھی اچانک عطا ہوتی ہے تدریجاً

نہیں۔اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے
عاقبت بینی ازاں درہم سرے

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم کسی دروازہ کو برابر کھٹکھٹاتے رہو گے تو ایک دن ضرور دروازہ کھلے گا اور دروازہ سے کوئی سر ضرور نمودار ہوگا۔ جو لوگ اللہ اللہ کر رہے ہیں وہ گویا اللہ کے دروازہ کو کھٹکھٹا رہے ہیں۔ ملا علی قاری (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ الذاکر کالواقف علی الباب جس کو ذکر کی توفیق ہوگئی گویا وہ اللہ کے دروازہ تک پہنچ گیا۔ بس ایک دن اللہ کو رحم آجائے گا کہ میرا بندہ کتنے دن سے میرا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں ؎

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تری نظر
تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

ہمارا کام اللہ اللہ کرنا ہے، اپنا دروازہ کھول کر اپنا نورِ نسبت داخل کرنا یہ ان کا کام ہے۔
(فیوضِ ربانی: ۲۷،۷۳)

نسبت مع اللہ کی حفاظت:

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کو نسبت مع اللہ کی دولت عطا فرماتے ہیں تو وہ صاحبِ نسبت خود بھی اپنی نسبت کی حفاظت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس پر نظر رکھتے ہیں کہ میرا یہ صاحبِ نسبت بندہ کسی گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ کسی ٹیڈی پر اس کا نفس ریڈی نہ ہو جائے اور اس کا نورِ تقویٰ نہ چھن جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ (الطافِ ربانی: ۱۶)

کیفیتِ احسانی اور صحبتِ اہل اللہ:

ارشاد فرمایا: صحبتِ شیخ کو نعمتِ عظمیٰ سمجھو اور اپنی تمام نفلی عبادات و اذکار سے زیادہ شیخ کی صحبت کے ایک لمحہ کو غنیمت سمجھو۔ اگر صحبت ضروری نہ ہوتی اور علم کافی ہوتا تو قران پاک پڑھ کر ہم سب صحابی ہو جاتے۔ تلاوت قران پاک سے صحابی نہیں ہوتا، نگاہِ نبوت سے صحابی ہوتا ہے۔ نگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو وہ کیفیتِ احسانی حاصل ہوئی تھی کہ ان کا ایک مد جو صدقہ کرنا ہمارے احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا حامل کیفیتِ احسانیہ قیامت تک نہیں آئے گا لہٰذا اب کوئی شخص صحابی نہیں ہوسکتا۔ اور کیفیتِ احسانی کیا ہے؟ ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ قلب کو ہر وقت یہ کیفیتِ راسخہ حاصل ہو جائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جس کو یہ کیفیتِ راسخہ حاصل ہوگئی اس کا ایمان بھی حسین ہو جاتا ہے، اس کا اسلام بھی حسین ہو جاتا ہے۔ لہٰذا شیخ کے پاس اِضافہ علم کی نیت سے نہ جاؤ، اس نیت سے جاؤ کہ اس کے

قلب کی کیفیتِ احسانی، اللہ تعالیٰ کا تعلق، قرب وحضوری، ہمت تقویٰ وایمان ویقین کا اعلیٰ مقام ہمارے قلب میں منتقل ہو جائے۔ نفع لازم کی فکر کرو، نفع متعدی کی نیت بھی نہ کرو کہ یہ بھی غیر اللہ ہے۔(افضالِ ربانی:۱۳)

انتقالِ نسبت کی ایک عجیب مثال:

ارشاد فرمایا: اس انتقالِ نسبت کی کیا صورت ہوتی ہے؟ اس کو مولانا رومی بیان فرماتے ہیں ؎

کہ زدل تا دل یقیں روزن بود
نے جدا و دور چوں دو تن بود

دلوں سے دلوں میں خفیہ راستے ہیں جیسے جسم الگ الگ ہیں لیکن دل الگ الگ نہیں ہوتے۔ قلوب میں آپس میں روابط ہوتے ہیں جو ضوابط سے بالاتر ہوتے ہیں۔ دلیل کیا ہے؟ فرماتے ہیں ؎

متصل نبود سفال دو چراغ
نور شاں ممزوج باشد در مساغ

دو چراغ آپس میں ملے ہوئے نہیں ہوتے، ایک بلب وہاں جل رہا ہے ایک بلب یہاں جل رہا ہے۔ دس چراغ جل رہے ہیں، ان کے جسم تو الگ الگ ہیں لیکن ان کی روشنی فضا میں مخلوط ہوتی ہے، ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اس لیے جہاں دس ولی اللہ بیٹھے ہوئے ہوں وہاں نور بڑھ جائے گا ؎

بست مصباح از یکے روشن تر است

کہیں ایک چراغ جل رہا ہو اور کہیں بیس چراغ جل رہے ہوں تو بیس چراغوں کی روشنی زیادہ ہوگی۔ لہٰذا صالحین اور نیک بندوں کے اجتماع کو معمولی نہ سمجھیں۔ ان کی مجلس میں ایمان ویقین کی روشنی بڑھ جائے گی۔ کمزور کمزور بلب اگر قریب قریب جل رہے ہوں تو روشنی بڑھ جاتی ہے یا نہیں؟ جب صالحین کی صحبت نفع سے خالی نہیں تو اولیاء کاملین کی مجلس کیسے بے فیض ہوسکتی ہے لیکن اس میں ارادہ اور اخلاص کو بہت دخل ہے۔ (افضالِ ربانی:۳۹)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ملا کرتی ہے نسبت اہلِ نسبت ہی سے اے اختؔر
زباں سے ان کی ملتا ہے بیانِ درفشاں مجھ کو

اصلاح سے محرومی کی وجہ:

ارشاد فرمایا: جو اہل اللہ کے ساتھ رہے اور اس کی اصلاح نہ ہو یہ دلیل ہے کہ وہ اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کو نہیں چھوڑتا اور چھپ چھپ کے گناہ کرتا ہے۔ (ارشاداتِ دردِ دل:۱۳۹)

توجہ کا مسئلہ:

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجھ پر توجہ فرمائیے، میں آپ کی توجہ کا محتاج ہوں۔ حضرت

والا نے ارشاد فرمایا کہ توجہ کرنا سنت سے ثابت نہیں ہے دعا کرنا سنت ہے۔حضور ﷺ نے کعبہ کے سامنے دعا فرمائی کہ یا اللہ! دوعمر میں سے ایک کو ہدایت نصیب فرما،عمر بن الخطاب یا عمر بن ہشام یعنی ابو جہل۔عمر بن خطاب ﷛ کے حق میں دعا قبول ہوئی۔اگر توجہ سنت ہوتی تو آپ دونوں پر توجہ ڈال دیتے میں نے اپنے شیخ حضرت پھول پوری ﷫ کو خط میں درخواست کی کہ حضرت مجھ پر توجہ کیجئے! حضرت نے تحریر فرمایا توجہ مجھ جیسا ضعیف کیا کرے گا دعا کرتا ہوں جو موافق سنت کے ہے۔(خزائنِ شریعت وطریقت:۴۱۹)

شیخ کے انتقال پر غم کی مدت:

ارشاد فرمایا: بزرگوں سے میں نے سنا ہے کہ جب شوہر مر جائے تو بیوی کی عدت چار مہینہ دس دن ہے لیکن مرید کی عدت صرف تین دن ہیں۔تین دن شیخ کا غم مناؤ اور چوتھے دن شیخِ زندہ تلاش کرو خواہ کتنا ہی طبعی غم ہو کیونکہ شیخِ اوّل سے محبت بے پناہ ہوتی ہے لیکن طبیعت پر جبر کر کے دوسرے شیخ سے تعلق قائم کرو ورنہ اصلاح نہیں ہوگی اور ترقی رک جائے گی۔مولانا ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ شیخ کے انتقال کے بعد جنہوں نے دوسرا شیخ نہیں کیا وہ مصلح تو کیا صالح بھی نہ رہے۔ڈاکٹر کا انتقال ہو جائے تو دوسرا ڈاکٹر تلاش کرتے ہو یا نہیں کرتے کہ مردہ ڈاکٹر کی قبر پر بیٹھ جائیں اور قبر کے اندر سے مردہ نسخہ لکھواتا رہے اور مریض اچھا ہو جائے لیکن یہ ضروری ہے کہ مناسبت دیکھ لو اگر تردد ہے تو استخارہ کر لو لیکن مناسبت ہے تو پھر استخارہ کی ضرورت نہیں برکت کے لیے کوئی کر لے تو اور بات ہے۔(معارفِ ربانی:۱۷۶،۱۷۷)

کیا خوب حضرت والا نے اس شعر میں فرمایا ہے ؎

بدونِ صحبتِ مرشد تجھے کیسے شفا ہوگی
نہیں جب شیخِ اوّل جستجو کر شیخِ ثانی کر

ذکر اللہ اور جذبِ الٰہیہ:

ارشاد فرمایا: بزرگانِ دین جو ذکر بتاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ذکر کی برکت سے اللہ کا راستہ آسان ہو جاتا ہے، گناہ سے بچنا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ ہر حسن میں جذب ہے، غیر اللہ میں اللہ تعالیٰ نے جاذبیت رکھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قوّت جذب تمام ماسوا اللہ کی قوّت جذب سے اعلیٰ ہے۔سارے عالم کی صفت جذب مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت جذب خالقیت کے ساتھ ہے پس اللہ تعالیٰ کا جذب سب سے قوی ہے لہٰذا مشائخ جو ذکر اللہ کی تعلیم دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے صدقہ میں جہاں ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا قرب حاصل ہو وہاں صفات الٰہیہ کی بھی تجلی ان پر ہو اور اللہ تعالیٰ کی شان جذب کا ظہور ہو جس کے سامنے ساری دنیا کے مقناطیس اور ساری دنیا کے حسینوں کی کشش فیل ہو جائے گی۔اللہ کے ذکر سے وہ آہستہ آہستہ اللہ کی طرف کھنچتا چلا جائے گا۔میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری ﷫ کا ایک جملہ ہے کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔(افضالِ ربانی:۲۰)

اور فرمایا: کسی کو پہلے جذب عطا ہوتا ہے بعد میں اس کا سلوک طے ہوتا ہے وہ ''مجذوب سالک'' ہے اور کوئی پہلے سے سلوک طے کرتا ہے بعد میں اللہ تعالیٰ اس کو جذب فرماتے ہیں وہ ''سالک مجذوب'' ہے۔ (وعظ تجلیاتِ جذب، حصہ چہارم)

چہرہ ترجمانِ دل ہوتا ہے:

ارشاد فرمایا: چہرہ ترجمان دل ہوتا ہے۔ اگر دل میں اللہ اپنی تجلیات خاصہ سے متجلی ہے تو چہرہ اللہ کا ترجمان ہوگا اس کے چہرہ کو دیکھ کر اللہ کی یاد آئے گی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ''اذا راو ذکر اللّٰہ'' اللہ والے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کے دل میں غیر اللہ ہے تو چہرہ ترجمان غیر اللہ ہوگا، دل میں اگر کفر ہے تو چہرہ ترجمان کفر ہوگا، دل میں اگر نفاق ہے تو چہرہ ترجمان نفاق ہوگا، دل میں اگر اللہ کی محبت کا درد ہے تو چہرہ ترجمان دردِ دل ہوگا اور اگر دل تجلیات الٰہیہ کا حامل ہے تو چہرہ ترجمان تجلیات الٰہیہ ہوگا۔ جو دل میں ہوگا چہرہ وہی بتائے گا۔ اسی لیے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو جو آپ کی مجلس میں بدنظری کر کے آیا تھا دیکھ کر فرمایا ما بال اقوام یترشح من اعینھم الزنا کیا حال ہے ایسے لوگوں کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔

اس لیے کلمہ کی بنیاد ہی میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا کہ تم لا الٰہ سے غیر اللہ کو دل سے نکال دو پھر الا اللہ سے تمہارا دل اللہ تعالیٰ کی تجلیات خاصہ سے متجلی ہوگا تو پھر سارے عالم میں تمہارا چہرہ اللہ تعالیٰ کا ترجمان ہوگا اور ہر مؤمن سارے عالم میں ایمان پھیلا دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے چہرہ کو دیکھ کر لوگ ایمان لاتے تھے۔ کلمہ کا یہ ترجمہ اللہ تعالیٰ نے پہلی بار عطا فرمایا۔ یہ میرے بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عجیب عجیب نادر موتی دے رہا ہے۔ (عطاءِ ربانی: ۴۸، ۴۹)

غیرِ حق جب جائے ہے تب دل میں حق آجائے ہے:

ارشاد فرمایا: کلمہ کی بنیاد میں پہلے لا الٰہ ہے الا اللہ کا لطف موقوف ہے لا الٰہ پر۔ الا اللہ کے لطف کے تو سب حریص ہیں لیکن لا الٰہ میں، غیر اللہ سے فرار میں، گناہوں سے بچنے کا غم اٹھانے میں، غمِ تقویٰ میں ایسی عظیم لذت ملتی ہے جو دل ہی محسوس کرتا ہے۔ جس کا لا الٰہ مکمل ہوگیا پھر اس کو الا اللہ کا اصل مزہ ملتا ہے اور سارا عالم الا اللہ سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ قلب کے آسمان سے لا الٰہ کے بادل ہٹا دیجئے پھر سارے عالم میں الا اللہ کا سورج چمکتا ہوا نظر آئے گا۔ (افضالِ ربانی: ۱۰، ۱۱)

لا الٰہ مقدم ہے کلمہ توحید میں
غیرِ حق جب جائے ہے تب دل میں حق آجائے ہے
سارے عالم میں یہی اختؔر کی ہے آہ و فغاں
چند دن خونِ تمنا سے خدا مل جائے ہے

پاسِ انفاس:

ارشاد فرمایا: پہلے بزرگوں نے جو ذکر پاسِ انفاس جاری کیا تھا کہ ہر سانس میں لا الٰہ الا اللہ نکلتا تھا وہ زمانہ قوّت کا تھا اب اس زمانہ میں یہ پاس انفاس جائز نہیں۔ اب اگر کوئی ایسا کرے گا تو دماغ میں خشکی ہو کر پاگل ہو جائے گا۔ پاسِ انفاس کی حقیقت کیا ہے؟ ہر سانس میں یہ خیال رہے کہ میری کوئی سانس اللہ پاک کی نافرمانی میں مصروف نہ ہو۔ یہ ہے اصلی پاسِ انفاس۔

ساری دنیا کی خانقاہوں میں جا کر پوچھئے کہ پاسِ انفاس کیا ہے؟ وہ یہی کہیں گے کہ ہر سانس میں ذکر شامل ہو، سانس جب اندر جائے اور جب باہر آئے تو ذکر کے ساتھ ہو مگر تھانہ بھون کی خانقاہ کا اعلان ہے کہ اس زمانہ میں صحت اب ایسی نہیں ہے کہ کوئی اس کو کر سکے، دماغ میں خشکی بڑھ جائے گی، کچھ دن کے بعد نیند کم ہو جائے گی پھر غصہ آنے لگے گا، پھر بیوی بچوں سے لڑائی شروع ہو جائے گی، گاہکوں سے بھی لڑنے لگے گا۔ غیر شعوری طور پر یہ غیر معتدل ہو جائے گا اور اس کو معلوم بھی نہیں ہوگا کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور غیر معتدل انسان صاحبِ نسبت نہیں ہوسکتا لہٰذا ہر شیخ کو تھوڑا سا طبیب بھی ہونا چاہیے کہ مرید کی صحت کا محافظ ہو سکے۔

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں ذکر پاسِ انفاس مت کرو۔ سوال ہوتا ہے کہ پھر ہمارا ذکر کیسے ہو کہ ہر سانس اللہ کی یاد میں گزرے تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ہر سانس میں خیال رکھو کہ ہمارا کوئی سانس اللہ کی نافرمانی میں نہ گزرے۔ جس نے یہ کرلیا اس کو پاسِ انفاس حاصل ہوگیا۔ پاسِ انفاس کا ترجمہ دیکھ لیجئے پاس کے معنیٰ ہیں پاسبانی حفاظت اور نگرانی اور انفاس جمع ہے نفس کی۔ جس کی ہر سانس پر نگرانی ہو کنٹرول ہو کہ میری کوئی سانس اللہ کی نافرمانی میں نہ گزرے یہ شخص حقیقی پاسِ انفاس کرنے والا ہے۔ یہ کتنا باوفا ہے کہ اپنی زندگی کی ہر نفس کو ہر سانس کو خالقِ انفاس پر فدا کرتا ہے اور اس خالقِ انفاس کو ناراض نہیں کرتا۔ سانس ہی پر بقاء حیات ہے۔ تو جو شخص اپنی بنیاد حیات کو، اساس حیات کو اور بقاء حیات کو خالقِ حیات پر فدا کر رہا ہے اور ایک سانس کو اللہ کو ناراض نہیں کرتا اس سے بڑھ کر کون اپنے انفاس کا پاس کرنے والا ہوسکتا ہے؟ یہ شخص صدیق ہے، باوفا ہے، مبتلائے اخلاص ومحبت ہے۔ اور جو شخص اللہ سے بے وفا ہے اور حسینوں سے باوفا ہے اور ان کے حسن سے حرام لذت لے رہا ہے اور ہر سانس میں ذکر بھی جاری ہے بتایئے یہ پاسِ انفاس کرنے والا ہے؟ یہ تو پاس نفس کر رہا ہے۔ آج کل جاہل صوفیوں میں یہی پاسِ انفاس چل رہا ہے کہ زبان پر تو ہر سانس لا الٰہ ہے مگر آنکھیں الٰہ کو دیکھ رہی ہیں، دل میں انھیں کا تصور ہے یہ کوئی پاسِ انفاس ہے۔ حقیقی پاسِ انفاس وہ کر رہا ہے جس کی زبان خاموش ہے لیکن ایک لمحہ کو غیر اللہ میں مشغول نہیں ہوتا۔ کسی حسین کو نہیں دیکھتا، دل میں بھی اس کے صرف اللہ ہے۔ (افضالِ ربانی: ۴۶۔۵۰)

حضرت والا فرماتے ہیں ؎

حاصلِ زندگی ہے یہ اختر
ہر نفس یاد اُن کی ہو جاں میں

بنیادِ ولایت تقویٰ ہے:

ارشاد فرمایا: اس زمانہ میں جب کہ قویٰ میں اضمحلال اور ضعف ہے اب وظائف اور ذکر کی تعداد میں اعتدال ضروری ہے ورنہ صحتِ جسمانی کے متأثر ہونے کے علاوہ رضاءِ حق بھی حاصل نہ ہوگی کیونکہ جب ایک باپ کی رحمت کو یہ گوارا نہیں کہ اس کا بیٹا اتنی محنت کرے کہ بیمار پڑ جائے تو حق تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے احقر کے قلب پر یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح فرما دی ہے کہ ولایت اور ولایت کے تمام مقامات حتیٰ کہ ولایتِ صدیقیت کا مدار اذکار پر نہیں تقویٰ پر ہے ورنہ اِن اَولِیَـاءُہٗ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ کی آیت نازل نہ ہوتی۔ اِلَّا الۡعَـابِدُوۡنَ نہیں فرمایا اِلَّا الۡمُتَہَجِّدُوۡنَ نہیں فرمایا، اِلَّا الۡمُتَنَفِّلُوۡنَ نہیں فرمایا حتیٰ کہ اِلَّا الذَّاکِرُوۡنَ بھی نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ بنیادِ ولایت تقویٰ ہے البتہ ذکر واذکار اس کے حصول میں معین ہیں۔ لہٰذا ذکر اتنا کافی ہے جو بقدر تحمل ہوتا کہ دل میں اتنا نور آ جائے کہ صدورِ خطا کی ظلمت کا فوراً احساس ہو اور بندہ اس کی تلافی کر لے کیونکہ ذاکر کو ظلمت کا احساس ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ذکر معین ہے مقصود کا اور مقصود کیا ہے؟ کہ زندگی کی ہر سانس اللہ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی اللہ کی ناراضگی میں نہ گزرے یہی کمالِ تقویٰ ہے اور جس کو یہ بات حاصل ہوگئی وہ ولایتِ صدیقیت کی اخری سرحد تک پہنچ گیا جہاں ولایت ختم ہے اور جس کے بعد ولایت کا کوئی درجہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محض اپنے کرم سے یہ مقام نصیب فرمائے، آمین۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا، ج ۲، ص ۴۰۹، ۴۱۰)

سلوک کا انتہائی آسان راستہ:

ارشاد فرمایا: میں لمبے لمبے وظیفے نہیں بتاتا کہ دریاؤں میں جا کر بارہ بجے رات کو وظیفہ پڑھو۔ ذکر و نوافل بھی زیادہ نہیں بتاتا، زیادہ محنت و مجاہدہ بھی نہیں بتاتا۔ بس یہی کہتا ہوں کہ اگر اولیاء صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچنا ہے تو ایک ہی کام کرلو کہ کام نہ کرو یعنی گناہ کے کام نہ کرو۔ نظر کو آرام سے رکھو، حرام جگہ نہ دیکھو۔ کیوں کام لیتے ہو آرام سے رہو۔ جہاں دیکھو کہ احتمال ہے وہاں بھی آنکھ بند کر کے اپنے اللہ کو یاد کرنا شروع کر دو بس اللہ اللہ کی رَٹ لگاؤ مولیٰ کو یاد کرو گے تو لیلیٰ خود ہی یاد نہیں آئے گی کیونکہ مولیٰ پاک ہے اور لیلیٰ ہزاروں عیب رکھتی ہے، ہوا کھولتی ہے یا نہیں؟ لیٹرین میں ہگتی ہے یا نہیں؟ اس کے پسینہ نکلتا ہے یا نہیں؟ چالیس دن نہ نہائے تو منہ میں بدبو آئے گی یا نہیں؟ تو پھر پاک ذات کو چھوڑ کر ان ناپاک اور مرنے والی لاشوں پر کیوں مرتے ہو؟ (الطافِ ربانی: ۴۴)

صدیق کی ایک نئی تعریف:

ارشاد فرمایا: اولیائے صدیقین کی ایک تعریف اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمائی کہ صدیق وہ ہے جو ایک سانس بھی اللہ کو ناراض نہ کرے اور ہر سانس اپنے پالنے والے پر فدا کر دے۔ یعنی جس کی بندگی کی ہر سانس کو غیر شریفانہ اعمال سے سے تحفظ نصیب ہو جائے۔ یہ محبت کا کتنا اونچا مقام ہے کہ اپنے انفاسِ حیات، اپنی زندگی کی ہر سانس کو اللہ پر فدا کر رہا ہے اور ایک سانس بھی اپنے مالک کو ناراض نہیں کرتا اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو رو رو کر اپنے انسوؤں سے سجدہ گاہ کو تر کر دیتا ہے، وہ صدیق ہے۔
(فیوضِ ربانی: ۳۹)

حاصلِ سلوک وتصوّف، بندہ ایک لمحہ اللہ کو ناراض نہ کرے:

ارشاد فرمایا: اپنے احباب سے دردِ دل سے کہتا ہوں کہ ایک لمحہ اللہ کو ناراض کر کے اگر ساری دنیا کی خوشیاں ملتی ہوں تو اللہ کی ناخوشی کو گوارا نہ کیجئے۔ یہ بات جس کو حاصل ہوگئی وہ اولیاء صدیقین کی آخری سرحد پر پہنچ گیا اور اس کو وہ استقامت حاصل ہوگئی جو اس آیت: ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا، (جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم بھی رہے) میں مذکور ہے۔ (افضالِ ربانی:۱۹)

اس مضمون کی مناسبت سے حضرت والا کا ایک شعر ہے ؎

نہیں ناخوش کریں گے ربّ کو اے دِل تیرے کہنے سے
اگر یہ جان جاتی ہے خوشی سے جان دے دیں گے

اور فرمایا کہ: اِسی لیے میں کہتا ہوں کہ کام نہ کیجئے اور ولی اللہ بن جایئے۔ وہ کیسے؟ گناہ کے کام نہ کیجئے آرام سے رہیے اور ولی اللہ بن جایئے۔ صرف فرض واجب اور سنتِ موکدہ ادا کیجئے، گناہ نہ کرنے سے غم تو ہوگا لیکن یہ غم اُٹھا لیجئے اور ولایت صدیقین کی منتہا کو پہنچ جایئے بتایئے اس سے زیادہ اسان راستہ اور کیا ہوگا۔ (ایضاً)

حضرت والا کا شعر ہے ؎

دوستو سن لو یہ اخترؔ کی صدا
زندگی کر دو فدا مالک کے نام

ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ:

ارشاد فرمایا: اللہ کا ذکر روح کی غذا ہے۔ ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ ہے جتنا پیٹ کے فاقے سے ڈرتے ہو اس سے زیادہ روح کے فاقہ سے ڈرو کیونکہ پیٹ کی روٹی سے جسم کی حیات ہے اور روح کی حیات اللہ کا نام ہے۔ اگر روح نہ رہے تو کوئی روٹی کھا سکتا ہے؟ لہٰذا ذکر میں ناغہ کر کے روح کو فاقہ نہ دو۔ (الطافِ ربانی:۱۷)

حضرت والا کا یہ شعر اس ملفوظ کی ترجمانی کرتا ہے ؎

جو ان کی یاد میں گزرا ہے اختر
وہی لمحہ بہارِ زندگی ہے

اللہ کے نام کو محبت سے دیکھا کرو:

ارشاد فرمایا: اللہ کا نام غور سے دیکھو اور دل میں جذب کرلو۔ میرے شیخ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ بہت خوبصورت لکھا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ اس کو محبت سے دیکھا کرو اور فرمایا کہ ایک کافر اپنے بت کو محبت سے دیکھا کرتا تھا۔ جب مر گیا تو اس کے دل کا پوسٹ مارٹم ہوا تو دل کے اندر اس بت کی تصویر تھی۔ جب بت کو محبت سے دیکھنے سے اس کی تصویر کافر کے دل میں اتر سکتی ہے تو جب ہم اپنے اللہ کا نام محبت سے دیکھتے رہیں گے تو یہ نامِ مبارک دل پر کیوں نقش نہ ہو جائے گا۔ لہٰذا اللہ کا نام سونے کے پانی یا چاندی کے پانی سے خوب عمدہ لکھا ہوا اپنے کمروں میں لگا لو اور محبت سے دیکھا کرو۔ کیا عجب ہے کہ اللہ کی رحمت سے ان کا نام دل میں اتر جائے اور قبر میں جب منکر نکیر آئیں تو کہیں کہ بھئی اس کے دل میں تو اللہ لکھا ہوا ہے۔ اس سے کیا سوال جواب کریں۔ (خزائنِ شریعت وطریقت: ۳۹۹)

اللہ کا نام سن کر بھی دل کو مزہ آنا چاہیے:

مغرب کے بعد کچھ لوگ خانقاہ (سینٹ پیئر ری یونین) میں ذکر کر رہے تھے اور حضرت والا اپنے کمرہ میں تھے جو خانقاہ سے متصل ہے۔ احقر راقم الحروف (حضرت میر صاحب) حضرت والا کے کمرہ میں داخل ہوا تو فرمایا کہ اللہ کی محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ ان کا نام سن کر دل کو مزہ ائے، روح پر سُکر کی کیفیت طاری ہو جائے ؎

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

اور اگر کسی کو اللہ کا نام سن کر اثر نہیں ہوتا اور مزہ نہیں اتو اس کی محبت ابھی کامل نہیں ہے۔ جب کوئی درد سے اللہ کا نام لیتا ہے تو الحمد للہ میرا دل تڑپ جاتا ہے اور مولانا داود صاحب سے فرمایا کہ خانقاہ میں ذکر ضرور کرایا کرو۔ اگر خانقاہ میں ذکر نہیں ہوگا تو وہاں علومِ خانقاہ تو ہوں گے روحِ خانقاہ نہیں ہو گی۔ حاشیہ حموی میں امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: اَجمَعَ العُلَمَاءُ سَلفًا وَّ خَلفًا عَلٰی اِستِحبَابِ ذِکرِ الجَمَاعَ فِی المَسَاجِدِ وَ غَیرِھَا اِلَّا اَن یُّشَوِّشَ جَھرُھُم عَلٰی نَائِمٍ اَو مُصَلٍّ اَو قَارِیٍ (فتاویٰ شامی، ج:۲، ص:۳۷۷، مطبو بیروت)

ترجمہ: متقدمین اور متاخرین (یعنی پہلے اور بعد کے) تمام علماء کا مساجد وغیرہ میں اجتماعی ذکر کے مستحب ہونے پر اتفاق ہے بشرطیکہ ان کے جہر کی وجہ سے کسی بھی سونے والے یا نماز پڑھنے والے یا

تلاوت کرنے والے کو تشویش یعنی پریشانی لاحق نہ ہو۔ (معارفِ ربانی:۱۴۶)

انتشارِ افکار کے باوجود ذکر کے نفع کی مثال:

ارشاد فرمایا: ایک عالم استاذ بخاری شریف و کتب عالیہ نے سوال کیا کہ مدرسہ کے اہتمام، کثرتِ کار اور انتشارِ افکار کی حالت میں ذکر سے کوئی فائدہ محسوس نہیں ہوتا، دل مطلق حاضر نہیں ہوتا۔ احقر (حضرت) نے عرض کیا کہ حج کے زمانہ میں مکہ شریف کے تاجر کثرتِ کار اور انتشارِ افکار کے باوجود جو کچھ غذائے جسمانی کھاتے ہیں کیا وہ خون نہیں بناتی اور کیا ان کے اجسام کے تحفظ و بقاء کا ذریعہ نہیں ہوتی؟ اسی طرح ذکراللہ کا اہتمام بہرحال مفید ہے خواہ افکار میں کتنا ہی انتشار اور دل کتنا غیر حاضر ہو، منہ سے نکلنے کے بعد اللہ کا نام نور ہی بناتا ہے۔ دو عالم تھے دونوں کو وجد آ گیا اور تقریباً کئی ماہ ہو گئے، اختر کے پاس آتے رہتے ہیں اور اس مثال کا فائدہ یہ بیان کیا کہ آج تک معمول میں ناغہ نہیں ہوا۔
(خزائن شریعت وطریقت:۴۰)

ذکراللہ کے باوجود اطمینان حاصل نہ ہونے کی وجہ:

ارشاد فرمایا: بعض لوگ ذکر کرنے کے باوجود اطمینان سے محروم ہیں جبکہ وعدہ ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ یعنی صرف اللہ کی یاد ہی میں دل اطمینان پاتے ہیں۔ تو ذکر کے باوجود اطمینان سے محرومی کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں: (۱) ذکرِ مثبت اور (۲) ذکرِ منفی۔ ذکرِ مثبت تو نماز، روزہ، ذکراللہ، تلاوت و نوافل، صدقہ و خیرات وغیرہ ہے اور ذکرِ منفی گناہوں سے بچنا اور گناہوں سے بچنے کا غم اٹھانا ہے۔ ذکر کرنے کے باوجود جو لوگ اطمینان سے محروم ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ذکرِ مثبت تو کرتے ہیں لیکن ذکرِ منفی نہیں کرتے یعنی گناہوں سے نہیں بچتے لہٰذا جب ذکرِ مثبت کے ساتھ ذکرِ منفی بھی ہوگا یعنی جب اذکار و نوافل و تلاوت وغیرہ کے ساتھ گناہوں سے بھی بچنے لگیں گے تب اطمینانِ کامل نصیب ہوگا۔ (خزائنِ شریعت وطریقت:۴۱۸،۴۱۰)

ان کی یادوں کے صدقے میں اختر
پُر سکوں زندگی ہے جہاں میں

زبان پر کباب دِل پر عذاب:

ارشاد فرمایا: مزہ اور چیز ہے اور دل کا سکون اور چیز ہے۔ ایک آدمی مزہ اُڑا رہا ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس کے قلب میں سکون بھی ہو۔ منہ میں کباب قلب پر عذاب۔ جس نے اللہ کو ناراض کر رکھا ہے اس کے منہ میں کباب ہے، مزہ آ رہا ہے لیکن اللہ کے عذاب وقہر کی بارش سے دل پر عذاب ہو رہا ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ منہ میں سوکھی روٹی ہو لیکن دل میں چین وسکون ہو کہ مولیٰ راضی ہو۔ گناہوں سے سکون نہیں مل سکتا۔

بتوں کے عشق سے دنیا میں ہر عاشق ہوا پاگل
گناہوں سے سکوں پاتا تو کیوں پاگل کہا جاتا

کوئی مخلوق سے چھپ کر اللہ کو یاد کرے، اس کی آہ وفغاں کو کسی نے سنا نہیں لیکن جب مخلوق میں نکلے گا تو اس کی آنکھوں سے اور اس کے چہرے سے پتہ چل جائے گا کہ یہ اللہ کے سامنے رویا ہے اور اس کے دل میں نور ہے اور کوئی چھپ کر گناہ کرے۔ کسی نے دیکھا نہیں لیکن اس کی آنکھوں سے اور اس کے چہرہ کی بے رونقی سے اس کے دل کی بے چینی کی ترجمانی ہوجائے گی۔ گناہ گاروں کے چہرہ پر رونق نہیں ہوتی اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کے چہرے پر نور رہتا ہے، اس کی آنکھوں میں بھی نور رہتا ہے۔

(افضالِ ربانی:۴۴، ۴۵)

سنو پیغامِ اختر گوش دل سے
فدا ہو تم خدا کے قلب و جاں سے

قبولیتِ توبہ کی علامت:

ارشاد فرمایا: انسان معصوم نہیں ہے، خطا ہو سکتی ہے لیکن جب خطا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اتنا روو کہ وہ خطا سب عطا ہو جائے۔ ایک صاحب نے کہا کہ خطا پر کتنا روئیں، کتنی توبہ کریں، قبولیت توبہ کی آخر کوئی علامت بھی ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں ہے۔ جب آنسو بہاؤ گے اور دل سے توبہ کرو گے تو دل میں ٹھنڈک آجائے گی، یہی علامت قبولیتِ توبہ ہے کیونکہ گناہ سے دل میں آگ لگتی ہے اور جب رحمت کا نزول ہو گیا تو آگ بجھ جائے گی بلکہ بغیر حروف کے دل میں آواز آنے لگے گی کہ اب زیادہ مت روؤ۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اسی کے بارے میں فرمایا تھا ؎

اب کہیں پہنچے نہ تجھ سے ان کو غم
اے مِرے اشک ندامت اب تو تھم

(فیوضِ ربانی:۳۲، ۳۳)

عمر بھر مجاہدہ کرنا پڑے گا:

ارشاد فرمایا: بُرے خیالات کا آنا جذبات کا بھڑکنا گزشتہ معاصی کا خیال آنا یا گناہوں کا شدید تقاضہ پیدا ہونا بُرا نہیں اس پر عمل کرنا بُرا ہے۔ ان خیالات سے نہ گھبرائیں خوب سمجھ لیں کہ جس سے ایک بار بھی گناہ ہو گیا اور وہ توبہ کر کے قطب اور ابدال بھی ہو جائے تب بھی اس کو خیالات اور وسوسے آئیں گے لیکن یہ کوئی مضر نہیں مجاہدہ کرے سمجھ لے کہ یہ تڑپنا ہی اُن کو پسند ہے اور یہی اُن کے پیار کا ذریعہ ہے۔ میرا شعر ہے ؎

تمام عمر تڑپنا ہے موجِ مضطر کو

کہ اس کا رقص پسند آگیا سمندر کو

بس ان خیالات میں مشغول نہ ہوں نہ اُن کو بھگانے کی کوشش کریں کسی مباح کام میں لگ جائیں۔خوب سمجھ لیں کہ خیالات کا آنا گناہ نہیں لانا گناہ ہے گناہوں کا تقاضا پیدا ہونا گناہ نہیں اس تقاضے پر عمل کرنا گناہ ہے۔جیسے روزہ میں کھانے پینے کا تقاضا پیدا ہوتا ہے لیکن لاکھ تقاضا ہو کھاتا پیتا نہیں تو روزہ نہیں ٹوٹتا ایسے ہی گناہوں کا لاکھ تقاضا ہو بس گناہ نہ کرو تو تقویٰ بھی نہیں ٹوٹتا۔آپ متقی کے متقی ہیں جب تک تقاضائے گناہ پر عمل نہیں کرتے۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا:۱۰۳،۱۰۴)

شیطان اور نفس کا فرق:

ارشاد فرمایا:نفس اور شیطان یہ ہمارے دو دشمن ہیں اور دونوں کی دشمنی منصوص ہے۔اللہ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّ اَعْدَاءَ عَدُوِّ فِی جَنْبَیَ لیکن دونوں میں کیا فرق ہے؟ شیطان وہ دشمن ہے جو شقی ازلی اور مردود دائمی ہے، یہ کبھی ولی نہیں ہوسکتا اور شیطان خارجی دشمن ہے نفس داخلی دشمن ہے۔شیطان خارج سے دل میں گناہ کا وسوسہ ڈال کر چلا جاتا ہے پھر داخلی دشمن بار بار گناہ کا تقاضہ کرتا ہے۔حکیم الامت،مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیطانی وسوسہ اور نفسانی وسوسہ میں یہی فرق بتایا ہے کہ اگر ایک بار گناہ کا وسوسہ آئے تو یہ شیطان کی طرف سے ہے اور اگر بار بار گناہ کا تقاضا ہو تو سمجھ لو کہ یہ نفس ہے اور دوسرا فرق یہ ہے کہ چونکہ شیطان مردود ازلی ہے اس کی دشمنی بھی دائمی ہے اور نفس کی دشمنی عارضی ہے اگر اس کی تہذیب و تزکیہ و اصلاح کرلی جائے تو یہ ولی بھی ہوجاتا ہے۔پھر یہ امارہ سے لوامہ اور لوامہ سے مطمئنہ اور پھر راضیہ اور مرضیہ ہوجاتا ہے کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ وَ قَالَ تَعَالٰی وَ لَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ وَ قَالَ تَعَالٰی یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً نفس میں حصولِ ولایت کی صلاحیت ہے اور شیطان اس صلاحیت سے محروم ہے، یہ کبھی ولی نہیں ہوسکتا۔یہ فرق زندگی میں پہلی بار بیان کیا اس سے پہلے کبھی دل میں یہ بات نہیں آئی۔یہ میرے بزرگوں کی کرامت ہے جن کی اختر نے غلامی کی ہے کہ ہر وقت نئے نئے علوم عطا ہو رہے ہیں۔مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

جو آسکتا نہیں وہم و گماں میں
اسے کیا پا سکیں لفظ و معانی
کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے
مجھے خود کر دیا روح المعانی

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے مجھے مفسر نہیں بلکہ سراپا تفسیر بنا دیا۔اس شعر کی یہ تشریح بھی عجیب ہے جو اگر اللہ کا کرم نہ ہو تو ذہن میں نہیں آسکتی۔ (افضالِ ربانی:۵۷۔۵۹)

حضرت والا کا شعر ہے۔

عجب درد سے کس نے تفسیر کی ہے
کہ قراں ہوا آج ہی جیسے نازل
عطائے خالقِ دونوں جہاں ہے
اثر پاتے ہو جو میرے بیاں میں

نفس پر غالب آنے کا طریقہ:

ارشاد فرمایا: میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ طاقت الگ چیز ہے اور فن الگ چیز ہے۔ ایک شخص تین من کا نہایت طاقتور ہے لیکن داؤں پیچ نہیں جانتا تو کشتی میں اس کو کم طاقت والا وہ شخص گرا دے گا جو داؤں پیچ جانتا ہے۔ چنانچہ حضرت نے فرمایا کہ میرے استاد جن سے میں نے دس سال لاٹھی چلانا سیکھی اتنے ماہر تھے کہ ان پر ایک دشمن نے تلوار سے حملہ کیا اور یہ قلم سے کچھ لکھ رہے تھے کہ انہوں نے فوراً بجلی کی طرح پینترا بدلا اور قلم اس کی گردن میں ایسا مارا کہ وہ مر گیا۔ تلوار والے کو قلم والے نے مار دیا۔ اسی کو فن کہتے ہیں اور یہ سیکھنا پڑتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح نفس کو دبانے کا فن اللہ والوں سے سیکھا جاتا ہے ورنہ لاکھ طاقت آزمائی کرو گے نفس تمہیں دبائے رہے گا۔ اللہ والے گُر سکھاتے ہیں کہ نفس دشمن کو کس طرح زیر کیا جاتا ہے۔ اہل اللہ سے جو یہ فن نہیں سیکھتا نفس اس کو ہمیشہ پٹکتا رہتا ہے، اور وہ نفس پر کبھی غالب نہیں آ سکتا۔ (افضالِ ربانی:۱۷)

منکر سے بچنے کی ترغیب اور اس کی مثال:

ارشاد فرمایا: گناہ کو اللہ تعالیٰ نے ''منکر'' فرمایا ہے۔ منکر کے معنی ہیں اجنبی غیر معروف جس سے جان پہچان نہ ہو اور ہر نیک عمل کو ''معروف'' فرمایا یعنی نیکیاں تمہاری جان پہچان کی ہیں۔ جان پہچان والے سے وحشت اور گھبراہٹ نہیں ہوتی اور اجنبی سے وحشت ہوتی ہے چنانچہ جب آدمی پہلی بار گناہ کرتا ہے تو پسینہ آ جاتا ہے اور سخت وحشت ہوتی ہے اور نیک اعمال کیونکہ معروف ہیں کوئی اجنبی چیز نہیں، ان سے تمہاری جان پہچان ہے، لہٰذا نیک عمل کرنے سے کبھی وحشت نہیں ہوتی بلکہ اطمینان و خوشی حاصل ہوتی ہے اس لیے جن سے جان پہچان ہے ان کو اختیار کرو اور منکر، اجنبی اور غیر معروف چیزوں کے پاس کیوں جاتے ہو۔ دیکھئے دنیوی دولت مند جس کی جیب میں مال ہو اس کے پاس اگر کوئی اجنبی شخص آ جائے تو گھبراتا ہے کہ کہیں یہ میری جیب نہ کاٹ لے تو جب دنیوی دولت مند اجنبی کو پاس نہیں آنے دیتا تو تعجب ہے کہ جن کے پاس ایمان کی دولت ہے وہ کیسے منکر کو پاس آنے دیتے ہیں لہٰذا ہوشیار ہو جاؤ، منکر سے دور رہو ورنہ ایمان کی دولت چھن جانے کا خطرہ ہے۔ (افضالِ ربانی:۵۹)

گناہ سے بچنے کا بہترین علاج:

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہماری اصلاح کے لیے دو ایسی آیتیں نازل فرمائیں کہ اگر ان کا استحضار رہے تو آدمی کو گناہ کرنے کی ہمت نہ ہوگی، اس استحضار سے اللہ تعالیٰ کی ایسی عظمت و ہیبت پیدا ہو جائے گی کہ گناہ کی طاقت تو رہے گی مگر اس طاقت کو استعمال کرنے کی طاقت نہ رہے گی۔ پہلی آیت ہے وھو معکم این ما کنتم جہاں کہیں بھی تم ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں اللہ تمہارے ساتھ نہ ہو۔ اب ایک اشکال یہ ہوسکتا ہے کہ ساتھ تو ہے لیکن ساتھ رہنے سے دیکھنا تو لازم نہیں آتا جیسے کوئی نابینا آپ کے ساتھ ہو مگر دیکھ نہیں رہا ہے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں اس وہم باطل کی اصلاح فرمادی الم یعلم بان اللّٰہ یریٰ کیا انسان نہیں جانتا کہ اللہ ہر وقت اس کو دیکھ رہا ہے، جو دوسروں کو آنکھیں عطا کرتا ہے وہ بھلا خود نابینا ہوگا ؎

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

یہ میرا شعر ہے کہ جو لوگ چھپ کے گناہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم کو کوئی دیکھتا نہیں ہے وہ جان لیں کہ خدا ان کو دیکھ رہا ہے۔

چنانچہ ہمارے سید الطائفہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر صوفی بلکہ ہر مومن کو چاہیے کہ تھوڑی دیر خواہ دو منٹ یا ایک منٹ یہ مراقبہ کرے کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے یہ چند منٹ کا مراقبہ چوبیس گھنٹے کام دے گا جیسے گھڑی میں چابی تو آپ آدھے منٹ میں لگا دیتے ہیں مگر وہ چلتی ہے چوبیس گھنٹہ۔ لہٰذا روزانہ چند منٹ آنکھ بند کر کے آپ اتنا سوچ لیں کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے تو یہ خیال چوبیس گھنٹے قائم رہے گا اور جب روزانہ کی مشق سے دل میں جم جائے گا تو پھر گناہ کرنے کی جرات نہ ہوگی۔ نافرمانی اور گناہ چھوڑنے کا یہ بہترین علاج ہے جو خود اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا ہے۔ اس کو سمجھانے کے لیے میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ جنگل میں اچانک ایک خونخوار شیر سامنے آکر کھڑا ہو جائے اور اسی جنگل میں دنیا میں حسن میں اوّل نمبر آنے والی لڑکی موجود ہو اور وہ آپ کو دعوت بھی دے رہی ہو کہ ایک نظر مجھے دیکھ لیجئے۔ اس وقت کیا کسی کی ہمت ہوگی کہ اس کو دیکھ لے۔ گناہ کی طاقت تو ہوگی لیکن اس طاقت کو استعمال کرنے کی طاقت نہ ہوگی۔ شیر اللہ تعالیٰ کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے جب اس کی ہیبت کا یہ حال ہے تو جس کے دل میں یہ خیال جم جائے کہ خالقِ شیر مجھے دیکھ رہا ہے وہ کیسے گناہ کر سکتا ہے۔

(انعاماتِ ربانی: ٦٧)

حصولِ قربِ الٰہی کا راستہ:

ارشاد فرمایا: میرا پچھتر سال کا تجربہ ہے کہ جتنا اس عمل سے مجھے قرب حاصل ہوا ہے اتنا کسی

عمل سے قرب حاصل نہیں ہوا، کسی عمل سے اتنا قرب نہیں ہوا جتنا نظر بچانے سے اللہ تعالیٰ کا قرب ملا ہے، اب راز کی بات بتا دی، یہ بات بتانی نہیں چاہیے مگر بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب جتنا اس سے ملتا ہے اتنا کسی عمل سے نہیں ملتا۔ (ارشاداتِ دردِ دل:۱۲۴)

بدنظری سے بچنا بدفعلی سے بچنا ہے:

ارشاد فرمایا: بدنظری پہلا اسٹیج ہے اس کے بعد ہی گناہ کی دوسری منزلیں شروع ہوتی ہیں، جو بدنظری سے بچ گیا وہ بدفعلی کے گناہ سے بچ جائے گا۔ حفاظتِ نظر کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احسان فرمایا ہے تاکہ میرے بندے گناہ کے مرتکب ہو کر رسوا نہ ہوں۔ (افضالِ ربانی:۹)

ارشاد فرمایا: جب تیز ٹھنڈک ہوتی ہے تو آدمی ہوشیار ہو جاتا ہے کہ گرم کپڑے پہن لو ورنہ ٹھنڈک لگ جائے گی لیکن جب ہلکی ٹھنڈک ہو تو زیادہ احتیاط کرو کیونکہ ہلکی ٹھنڈک آہستہ آہستہ ہڈی میں اتر جائے گی اور آپ کو نزلہ وزکام بخار میں مبتلا کر دے گی۔ شیخ بوعلی سینا حیات قانون میں لکھتے ہیں کہ ''ہلکے بخار سے زیادہ ڈرو کیونکہ ہلکے بخار کو آپ سمجھیں گے کہ معمولی ہے اس لیے اس سے بچنے کی توفیق نہیں ہوگی لیکن یہ معمولی حرارت آہستہ آہستہ ہڈی میں پیوست ہو کر تپ دق میں مبتلا کر کے قبر میں پہنچا دے گی۔'' یہ جسمانی بیماری پیش کر کے میں آپ کو ایک روحانی بیماری سے آگاہ کر رہا ہوں کہ جس کے حسن میں ہلکا سا نمک ہو، شدید حسن نہ ہو معمولی سا حسن ہو ایسے حسینوں سے زیادہ احتیاط کرو کیونکہ جب حسن زیادہ ہوگا تو آپ خود گھبرائیں گے کہ بھائی اس سے احتیاط کرنا چاہیے۔

لذتِ قربِ حق نقد ہے ادھار نہیں:

ارشاد فرمایا: لوگ کہتے ہیں کہ جنت تو ادھار ہے یہ صوفی لوگ ہمیں حسینوں نمکینوں کی نقد لذت چھڑواتے ہیں جنت کے ادھار کے وعدے پر۔ لیکن دوستو! جنت تو ادھار ہے لیکن مولیٰ ادھار نہیں ہے وھو معکم اینما کنتم الخ تم جہاں کہیں بھی ہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جنت ادھار ہے میں تو نقد ہوں ہر وقت تمہارے ساتھ ہوں۔ تم حسینوں سے نظریں بچالو، بس یہی حجاب ہے یہ حجاب اٹھا دو تو مجھے اپنے پاس پاؤ گے اور جنت سے زیادہ مزہ دنیا ہی میں پالو گے کیونکہ میں خالقِ جنت ہوں جس کے پاس خالقِ جنت ہو وہ جنت سے زیادہ نہیں پائے گا؟ دیدارِ الٰہی کی لذت جنت میں مستزاد ہے وہ صرف جنت ہی میں ملے گی لیکن میرے قرب کی لذت جنت کی جملہ لذات سے زیادہ دنیا ہی میں پالو گے۔ (افضالِ ربانی:۳۵،۳۶)

بدنظری کے چودہ نقصانات:

اس عنوان سے حضرت والا قدس سرہ نے ایک پورا رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کو ضرور پڑھیں، طوالت کے خوف سے یہاں صرف خلاصہ الفاظِ مرشد میں نقل کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ:

(۱) بدنظری نصِّ قطعی سے حرام ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ (۲) جو شخص بدنظری کرتا ہے وہ

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانتِ بصریہ میں خیانت کرتا ہے اور خیانت کرنے والا اللہ کا دوست نہیں ہوتا۔ (۳) بدنظری کرنے والا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا مورد ہو جاتا ہے، لعنت کے معنیٰ ہیں کہ اللہ کی رحمت سے دوری۔ (۴) بدنظری تو انتہائی حماقت کا گناہ ہے نہ ملنا نہ ملانا مفت میں اپنے دل کو تڑپانا۔ (۵) حسینوں کے دیکھنے کے غم حسنِ معلوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور لعنت برستی ہے جس سے دل مضطر اور بے چین ہو کر ایک لمحہ کو سکون نہیں پائے گا اور زندگی تلخ ہو جائے گی۔ (۶) بدنظری کرنے والے کا قلب اور قالب دونوں کشمکش میں مبتلا ہو کر کمزور ہو جاتے ہیں۔ (۷) طبّی نقصان۔۔۔ غدود مثانہ متوَرِّم ہو جاتے ہیں جس سے بار بار پیشاب آتا ہے۔ (۸) سرعتِ انزال کی بیماری ہو جاتی ہے۔ (۹) بدنظری سے ناشکری پیدا ہوتی ہے۔ (۱۰) بدنظری سے بینائی کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ (۱۱) دل کا ستیاناس ہو جاتا ہے اور بہت سوں کا خاتمہ بھی بدنظری کی نحوست سے خراب ہو گیا۔ (۱۲) بدنظری سے انجائنا (دل کا مرض) ہو جاتا ہے۔ (۱۳) بدنظری کرنے کے بعد شرم گاہ کا محفوظ رہنا محال ہے۔ (۱۴) بدنظری کی نحوست ہے کہ پھر حلال وحرام کا ہوش نہیں رہتا۔ لہٰذا یا تو کسی لڑکی سے منہ کالا کرے گا یا کسی لڑکے سے بدفعلی کر کے ذلیل ہوگا اور اگر کچھ نہ ملا تو ہاتھ سے منی خارج کرے گا (اور یہ تینوں کام حرام ہیں)۔

علاجِ عشقِ مجازی:

ارشاد فرمایا: جو لوگ عشقِ مجازی میں مبتلا ہیں اور اس جال سے نکلنا چاہ رہے ہیں لیکن نکل نہیں پا رہے وہ اگر یہ چھ کام کر لیں ان شاء اللہ تعالیٰ نجات پا جائیں گے:

(۱) اللہ تعالیٰ نے جو ہمت عطا فرمائی ہے اس سے کام لیں۔ (۲) اللہ تعالیٰ سے عطائے ہمت کی دعا کریں۔ (۳) خاصانِ خدا سے بالخصوص اپنے دینی مربی یا دینی مشیر سے عطائے ہمت کی دعا کرائیں۔ (۴) ذکر اللہ کا اہتمام کریں۔ (۵) اسبابِ معصیت یعنی حسین صورتوں سے قلباً و قالباً دوری اختیار کریں اور (۶) کسی اللہ والے کی صحبت میں آنا جانا رکھیں اور ان سے اصلاحی تعلق قائم کریں۔

(بدنظری و عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں اور اس کا علاج: ۵۱، تفصیلی علاج رسالہ ہذا میں دیکھئے)

مقصدِ حیات اللہ پر فدا ہونا ہے:

ارشاد فرمایا: میری زندگی کا مقصد یہی ہے کہ لیلاؤں سے جان چھڑانا اور مولیٰ سے آشنا کرنا، قلب و جاں کو اللہ تعالیٰ سے ایسا چپکا دینا کہ کوئی عالم ایک ذرّہ اور ایک اعشاریہ اللہ تعالیٰ سے الگ نہ کر سکے نہ بادشاہ کا عالم، نہ وزارت کا عالم، نہ حسینوں کا عالم، نہ کباب و بریانی کا عالم۔ کوئی عالم ہمیں اللہ سے بال برابر بھی الگ نہ کر سکے۔ اس طرح ہم اللہ سے چپک جائیں ان پر فدا ہو جائیں جیسے چھوٹا بچہ ایک تندرست ماں سے چپٹا رہتا ہے جب چاہتا ہے دودھ پیتا رہتا ہے۔ جس کے قلب و جان اللہ سے چپٹے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ خالقِ دو جہاں ہیں تو ایسا شخص ہر وقت دونوں عالم کا مزہ چوسے گا۔ اس لیے

اولیاء اللہ سلاطین کو خاطر میں نہیں لاتے کہ جو بادشاہوں کو بادشاہت کی بھیک دیتا ہے وہ ان کے دل میں ہے لیلاؤں کو حسن دینے والا ان کے قلب میں ہے اس لیے مولیٰ کو پانے والا سارے عالم کے بادشاہوں سے اور سارے عالم کی لیلاوں سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ (افضالِ ربانی:۲۹)

اور فرمایا: سارے عالم میں میری یہی صدا ہے کہ ہم لوگ اس زمانہ میں صرف نظر کی حفاظت کر لیں تو حلاوتِ ایمانی ملے گی اور یہ حلاوت ہمیں اولیاء صدیقین کی منتہاء تک پہنچا دے گی۔ اس کی نسبت مع اللہ میں وہ خوشبو آئے گی کہ جدھر سے گزر جائے گا لوگ کہیں گے کہ کوئی اللہ والا جا رہا ہے آپ بتائیے کوئی گرم گرم کباب چھپا کر لیے جا رہا ہو تو لوگوں کو اس کی خوشبو سے پتہ چل جاتا ہے یا نہیں کہ کوئی کباب لیے جا رہا ہے۔ جس کا دل ہر وقت غم اٹھائے گا اور حسرت زدہ ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو اپنی محبت کا جلا بھنا کباب کر دے گا۔ اس کے پاس اللہ کی خوشبو محسوس ہوگی۔ (افضالِ ربانی:۳۲،۳۳)

حضرت والا نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ہے روحِ بندگی بس ان کی مرضی پر فدا ہونا
یہی مقصود ہستی ہے یہی منشائے عالم ہے
بہت تحفے ملے دنیا میں لیکن کیا کہوں اے دل
یہ تحفہ دردِ دل کا حاصلِ نعمائے عالم ہے

دعوۃ الی اللہ میں اثر عملِ صالح سے آتا ہے:

ارشاد فرمایا: خواص کی تربیت عوام کی تربیت سے افضل ہے کیونکہ خواص کے ذریعہ سے دین عوام میں پہنچ جاتا ہے اگر علماء اللہ والے بن جائیں، صاحبِ نسبت دردبھرا دل ان کے سینہ میں ہو تو بتاؤ کیا عالم ہوگا۔ اس عالم سے پورا عالم روشن ہو جائے گا ورنہ جو روحانی امراض کے ساتھ دعوت دے گا تو اس کی دعوت الی اللہ میں اثر نہ ہوگا اسی لیے دعوت الی اللہ کے ساتھ عملِ صالح کی آیت نازل ہوئی و من احسن قولاً ممن دعا الی اللّٰہ و عمل صالحا۔ معلوم ہوا کہ جو دعوت الی اللہ کرے وہ نیک عمل بھی کرے گناہوں سے بچے اور عملِ صالح کی توفیق اہل اللہ کی صحبت سے ہوتی ہے۔ (الطافِ ربانی:۴۳)

خلوت مع اللہ کی اہمیت:

ارشاد فرمایا: تنہائی کی عبادت بھی ضروری ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے خلوت محبوب کی گئی اور غارِ حرا میں آفتابِ نبوت طلوع ہوا جس پر میرا شعر ہے کہ ؎

خلوت غارِ حرا سے ہے طلوعِ خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو ویرانوں کو

غارِ حرا میں خلوت اور سناٹا تھا لیکن نبوت کا آفتاب وہیں طلوع ہوا مگر آفتاب نبوت ملنے کے بعد

پھر کارِ نبوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصروف ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غارِ حرا میں جانا تو ثابت نہیں ہے لیکن راتوں میں اللہ کے ساتھ خلوت میں رہے۔ پس جس جن لوگوں کو خلوتوں کے بعد اللہ تعالیٰ دینی خدمت کا منصب عطا فرمادے ان کے لیے بھی ضروری ہے کہ کچھ وقت خلوتوں میں وہ اللہ کو یاد کریں کیونکہ خلوت مع الخالق جلوت مع الخلق کے فیضان کا ذریعہ بنتی ہے۔ جس کی خلوت میں تلقی انوار نہ ہوگی وہ جلوت میں فیضان انوار نہیں کرسکتا۔ خلوت میں اللہ سے لے اور جلوت میں دے۔ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلوت میں اللہ سے اتنا لو کہ تمہارے دل کا مٹکا انوار سے بھر کر چھلکنے لگے تو مخلوق کو چھلکتا ہوا مال دو، اپنا مٹکا خالی نہ کرو۔ یہ بات حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے سنائی۔ بعض لوگ رات دن مخلوق کے ساتھ تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں لیکن اللہ کو خلوت میں یاد نہیں کرتے۔ ان کی تبلیغ میں برکت نہیں ہوتی۔ لہٰذا ہر شیخ کے لیے خلوت بھی بہت ضروری ہے اور حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ماں اچھی غذا نہیں کھائے گی تو اس کے بچے کمزور رہیں گے۔ جو شیخ تنہائی میں اپنے اللہ کو خوب یاد نہیں کرتا اس کے مریدین کی نسبت کمزور رہے گی۔ جتنا زیادہ شیخ متقی ہوگا اتنا ہی فیضان اس کے مریدوں پر ہوگا۔ (فیضِ ربانی:۴۱)

خلافت کی تمنا کرنا شہوتِ نفس کی ایک قسم ہے:

ایک طالبِ اصلاح نے اپنے بعض دوستوں کو خلافت ملنے پر دل میں جلن اور احساسِ کمتری محسوس کی، حضرت کو اپنی اس حالت سے آگاہ کرکے رہنمائی چاہی، حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا:

خلافت کی تمنا کرنا شہوت نفس کی ایک قسم ہے، اللہ والوں نے بے نام ونشان رہنا پسند کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دارِ آخرت ان کے لیے ہے جو دنیا میں بڑائی اور نام ونمود نہیں چاہتے۔ جب نفس خلافت کی تمنا کرے تو سوچ لو کہ میں اس کا اہل نہیں جس کو شیخ نے خلافت دی ہے ان کو سمجھو کہ وہ اس کے اہل تھے اور احساس کمتری کی اس لیے ضرورت نہیں کہ خلافت مقاصد میں سے نہیں ہے۔ اللہ کا پیار خلافت پر نہیں تقویٰ پر ہے جو جتنا زیادہ متقی ہوگا اتنا ہی اللہ کا پیارا ہوگا لہٰذا تقویٰ کا اہتمام کریں جس کو اللہ مل گیا اس کے سامنے خلافت کیا بیچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ کی دولت علی وجہ الکمال نصیب فرمائے۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا:۱۸۳)

اور فرمایا: خلیفہ پر بھی فرض ہے کہ غیر خلیفہ کو حقیر نہ سمجھے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کا مخلص ہو۔ قیامت کے دن کتنے غیر خلیفہ، خلفاء سے افضل ہوسکتے ہیں اپنے اعمال وتقویٰ کے عالی مقام کی برکت سے۔ (وعظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشد محبت کی بنیاد:۲۷)

تکبر سے بچنے کا نسخہ:

ارشاد فرمایا: جنوبی افریقہ کے ایک صاحب جو بہت بڑے عالم ہیں اور میرے خلیفہ بھی ہیں

انہوں نے فون پر مجھ سے کہا کہ مجھے تکبر کا اندیشہ ہے کیونکہ بڑے بڑے لوگ مجھ سے مرید ہورہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ جب کبھی کوئی نعمت ملے تو اللہ کا شکر ادا کیا کرو، اللہ کا شکر ادا کرنے سے تکبر قریب نہیں آسکتا کیونکہ تکبر سببِ بُعد ہے اور تشکر سببِ قرب ہے اور سببِ بعد اور سببِ قرب میں تضاد ہے اور اجتماع ضدین محال ہے، یہ میرا ٹیلی فونک خطاب ہے۔ (ارشاداتِ دردِ دل:۲۹۶)

اور فرمایا: تکبر سے بچنے کے لیے حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے کہ تکبر سے محفوظ رہے وہ روزانہ دو جملے اللہ تعالیٰ سے عرض کر دے کہ ''یا اللہ! میں تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور تمام جانوروں سے اور کافروں سے کمتر ہوں فی المآل''، یعنی معلوم نہیں میرا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے یا نہیں، بس یہ دو جملے یاد رکھیے۔ تکبر سے نجات کا دادا پیر نے نسخہ بتادیا ہے، اس سے ان شاء اللہ تکبر پاس نہیں آئے گا۔ (ارشاداتِ دردِ دل:۲۹۹)

تکبر کے علاج پر حضرت والا کے عارفانہ اشعار بھی ہیں ؎

المارئ اسرار کے تالے کو ذرا کھول
ظاہر ہوا جاتا ہے ترے ڈھول کا سب پول
اے نطفۂ ناپاک تو آنکھیں تو ذرا کھول
زیبا نہیں دیتا ہے تکبر کا تجھے بول

فناء الفناء کے معنیٰ:

ارشاد فرمایا: نفس کو اتنا مٹاؤ کہ مٹنے کا بھی احساس نہ ہو، تصوّف کی اصطلاح میں اس کا نام فناء الفناء ہے یعنی اپنے کو ایسا مٹاؤ کہ یہ احساس بھی نہ رہے کہ ہم نے اپنے کو بہت مٹایا ہے، اگر یہ احساس باقی ہے تو ابھی نفس زندہ ہے، اگر احساسِ فنائیت ہے تو ابھی نفس نہیں مٹا اور یہ بھی تکبر میں داخل ہے اور بڑائی ابھی نہیں نکلی، لہٰذا نفس کو ایسا مٹانا کہ مٹنے کا احساس بھی نہ رہے۔ اس کی ایک ایسی عجیب مثال اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمائی کہ آپ لوگ بھی کہہ اٹھیں گے۔

پسلی پھڑک گئی نظرِ انتخاب کی:

جب آدمی گہری نیند سو رہا ہوتا ہے تو اسے سونے کا احساس نہیں رہتا، اگر سونے کا احساس ہے تو اس کا مطلب ہے کہ نیند اچھی نہیں ہے، ناقص ہے، اگر اس کو احساس ہے کہ میں سو رہا ہوں تو سویا ہوا کہاں ہے، وہ تو جاگ رہا ہے۔ نیند اس کا نام ہے کہ آدمی سو جائے اور سونا اس کا نام ہے کہ سونے کا احساس بھی نہ ہو۔ اسی طرح مٹنا وہ پسندیدہ ہے کہ مٹنے کا بھی احساس نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اتنا مٹا دے جتنا مٹنے سے وہ خوش ہو جائیں۔ (خزائنِ شریعت وطریقت:۳۱۴، ۳۱۵)

فصل اور فراق اشتداد محبت کا ذریعہ ہے:

حضرت کے ایک مجاز ڈیرہ غازی خان سے تشریف لائے۔ حضرت نے ان کو مدینہ کی ایک

خاص تصویر جو خاص کیمرہ سے کھینچی گئی ہے اور حضرت کے کمرہ میں دیوار پر آویزاں ہے اور بلب سے روشن ہو جاتی ہے ان کو دکھائی اور فرمایا کہ یہ آسمان اور یہ سرخیاں سب مدینہ منوّرہ کی ہیں پھر اپنا یہ مصرع فرمایا کہ ؎

کراچی میں ہے آسمان مدینہ

ان بزرگ نے مدینہ کی تصویر دیکھ کر رقت آمیز آواز میں نہایت درد سے خواجہ صاحب کا یہ شعر پڑھا ؎

مدینہ جاؤں پھر آؤں مدینہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

حضرت والا نے فرمایا کہ کسی نے خواجہ صاحب سے کہا کہ جاؤں آؤں اور پھر جاؤں کے بجائے وہیں کیوں نہ رہ جاؤں ۔فرمایا کہ نہیں جاؤں آؤں میں جو مزہ ہے وہ رہ جاؤں میں نہیں رہے گا۔ عشق ٹھنڈا پڑ جائے گا۔محبوب سے ہر وقت ملاقات میں عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور آنے جانے میں تڑپ باقی رہتی ہے کہ آہ وقت ختم ہونے والا ہے اور جدائی میں پھر محبوب کی ملاقات کے لیے تڑپتا ہے اسی لیے رکوع سے فوراً سجدہ کا حکم نہیں دیا بلکہ رکوع کے بعد قیام سے کچھ فصل کر دیا تاکہ محبت اور تیز ہو جائے اور تڑپ کر سجدہ کرو۔اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان بھی تھوڑا سا فصل کر دیا۔وصل کی قدر فصل سے ہوتی ہے۔فصل اور فراق محبت کو تیز کر دیتا ہے۔حالت قبض جو سالکین کو پیش آتی ہے کہ عبادت میں مزہ نہیں آتا دل بجھا بجھا سا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے دوری معلوم ہوتی ہے جس سے سالک تڑپ جاتا ہے اس کا بھی یہی راز ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی محبت کو اور تیز کر دیتے ہیں۔بزرگوں نے لکھا ہے کہ حالت قبض سے گھبرانا نہیں چاہیے اس سے بہت ترقی ہوتی ہے، بندہ کا عجب و کبر ٹوٹ جاتا ہے اور دل شکستہ ہو جاتا ہے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں اور اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ بندہ اپنے کو کچھ نہ سمجھے۔اس کے بعد جب دوبارہ حالت بسط عطا ہوتی ہے تو قرب وحضوری کا کچھ اور ہی لطف ہوتا ہے۔یہ فصل برائے وصل ہوتا ہے معلوم ہوا کہ لذت قرب ووصل کے لیے فصل ضروری ہے۔ (افضالِ ربانی:۸۴،۸۵)

سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے:

ارشاد فرمایا: اصل مقصود سلاسلِ اربعہ (چشتیہ،نقشبندیہ، قادریہ،سہروردیہ) نہیں،مقصود اللہ کی ذات ہے۔اگر ائیر پورٹ جانے کے چار راستے ہیں تو بتائیے !اصل مقصود راستے ہیں یا ائیر پورٹ پہنچنا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ مقصود ائیر پورٹ پہنچنا ہے اسی طرح ہر اللہ والے کی عزت کرو چاہے وہ کسی بھی سلسلے کا ہو چونکہ مقصود سب کا اللہ کی ذات ہے، کسی طریق میں ذکر بلند آواز سے ہے تو کسی میں آہستہ ہے لیکن اتباعِ سنت سب میں مشترک ہے لہٰذا اس میں تفریق کرنے والے نادان ہیں، میرا شعر ہے ؎

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اور سنت پر عمل کرنے کے لیے ہی بزرگوں نے ہمیں ذکر بتایا ہے، کسی نے جہری بتایا ہے کسی نے سرّی، جیسا پیر بتائے ویسا ہی کرو لیکن مقصد اتباعِ سنت ہو، اگر کوئی شخص روزانہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرتا ہے لیکن سنت پر عمل نہیں کرتا بلکہ خلافِ سنت عمل کرتا ہے تو وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبغوض ہے اور اگر کسی شخص نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا مگر اس کا عمل سنت کے مطابق ہے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب ہے، یہ کمالاتِ اشرفیہ میں لکھا ہے جس کا دل چاہے دیکھ سکتا ہے۔ ابوجہل تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری کی حالت میں دیکھتا تھا لیکن کیا فائدہ ہوا؟ اس کو عمل نہ کرنے کی وجہ سے کچھ نہ ملا لہٰذا اتباعِ سنت سب سے بڑی نعمت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو اللہ سے مانگو لیکن اگر نصیب نہ ہو تو دل چھوٹا نہ کرو اتباعِ سنت کرتے رہو، بس وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک محبوب ہے۔ (معارفِ ربانی: ۳۱۷، ۳۱۸)

سلسلوں میں تفریق کی ممانعت:

ارشاد فرمایا: حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ کے بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے، ہمارے شیخ حضرت والا ہردوئی نے بھی ان کو اپنا بڑا بنایا، میں نے خود ان کی صحبت اختیار کی، بیعت ہوا اور ان سے خلافت بھی ملی ہے۔ اس لیے اعلان کرتا ہوں کہ چشتیہ، نقشبندیہ اور اس قسم کے الفاظ میں تفریق نہیں ہونی چاہیے۔ کسی چشتی کو یہ حق نہیں کہ نقشبندی کی تنقیص کرے یا نقشبندی چشتی کو حقیر سمجھے کہ چاروں سلسلے برحق ہیں، چاروں سلسلوں کا راستہ معتبر ہے لہٰذا چاروں کا احترام واجب ہے، جس کی جس سے مناسبت ہو اس کو اختیار کرلو لیکن اس میں آپس میں تقابل اور تفاضل مت کرو اس سے پھر معاملہ فرقہ بندی اور پارٹی بندی کا ہوجاتا ہے اور رفیق کے بجائے فریق ہوجاتا ہے۔

ایک سلسلہ والے دوسرے سلسلے والوں سے ملتے رہیں۔ سلسلہ کو ایسا معبود نہ بناؤ کہ کوئی کسی کے پاس نہ جائے، روک تھام نہ کرو، طریقہ تعلیم اپنا رکھو لیکن اللہ کے راستے پر جو چل رہے ہیں، وہ ہمارا ہی قافلہ ہے، اللہ والوں کا قافلہ ہے۔ اسی لیے ہمارے اکابر آپس میں شیر وشکر تھے۔ (معارفِ ربانی: ۳۸۴، ۳۸۵)

اہل اللہ کا ادب:

ارشاد فرمایا: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ اللہ کرنے والوں کا ہمیشہ ادب کیا ہے کبھی ان کی شان میں بے ادبی نہیں کی خواہ وہ کسی مسلک کے ہوں جبکہ میں کیڑے نکالنا خوب جانتا ہوں، لیکن جو بھی اللہ اللہ کرتا ہے ان کے بارے میں میں زبان خاموش رکھتا ہوں۔ اللہ اللہ کرنے والوں سے میں ڈرتا ہوں کہ ان کا نام بہت بڑا نام ہے۔ اپنا نام لینے والوں پر نہ جانے وہ کب فضل فرمادیں اور ان کی خطاوں کو معاف فرمادیں اور ہدایت کا فیصلہ فرمادیں۔ (ارشاداتِ درد دل: ۱۳۸)

عصبیت جہنم میں لے جانے والی ہے:

ارشاد فرمایا: اپنے قلب کا جائزہ لیتے رہو کہ عصبیت کا کوئی ذرّہ دل میں تو نہیں ہے۔ اگر عصبیت کا ایک ذرّہ بھی دل میں ہوا تو سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ ایک غزوہ میں ایک شخص بہت بہادری سے لڑ رہا تھا۔ ایک صحابیؓ نے اس کی تعریف کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جہنمی ہے۔ وہ صحابیؓ اس کے پیچھے لگ گئے۔ آخر میں دیکھا کہ وہ زخمی ہو گیا اور زخموں کی تاب نہ لا کر اپنی تلوار سے اس نے خودکشی کر لی۔ صحابیؓ نے آکر یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ کیا ماجرا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اسلام کے لیے نہیں عصبیت کے لیے لڑ رہا تھا کہ میرے قبیلہ کا نام ہو گا۔ پس خوب سمجھ لو کہ عصبیت جہنم میں لے جانے والی ہے زبان اور رنگ کو حقیر سمجھنا جہنم میں جانے کا سامان کرنا ہے۔

اس مضمون کو پھیلاؤ، اس کا بہت فائدہ ہوگا، آج کل اس کی ہر جگہ اشاعت کی ضرورت ہے۔ ہر مسلمان اس مضمون کو آگے پھیلائے۔ کسی زبان کو حقیر نہ سمجھو، زبان اور رنگ کی وجہ سے کسی کو حقیر سمجھنا دلیل ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی نشانی کا انکار کر رہا ہے۔۔۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے رنگ اور زبانوں کے اختلاف کو اپنی نشانی قرار دیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے محبت کرو۔ محبوب کی نشانی سے محبت کی جاتی ہے۔ اس کو نفرت، نزاع اور جھگڑے کا ذریعہ نہیں بنایا جاتا۔ (خزائنِ شریعت وطریقت: ۴۴۱)

اس حوالے سے ''قومیت وصوبائیت اور زبان ورنگ کے تعصب کی اصلاح'' کے نام سے حضرت والا کا ایک چھوٹا سا کتابچہ بھی ہے جو لاکھوں کی تعداد میں تقسیم ہو چکا ہے الحمد للہ تعالیٰ۔

تدفین کے بعد اہم نصائح:

۱۹۹۳ء ری یونین کا واقعہ ہے کہ حضرت والا کے احبابِ خصوصی میں سے ایک صاحب کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کی تدفین کے موقع پر حضرت والا قبرستان تشریف لے گئے اور تدفین کے بعد دعا فرمائی۔ دعا مانگنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ دفن کے بعد دعا مانگنا سنت ہے البتہ نمازِ جنازہ کے بعد بعض جگہ لوگ دعا مانگتے ہیں یہ بدعت ہے۔ نمازِ جنازہ کے بعد دعا نہیں مانگنا چاہیے کیونکہ نمازِ جنازہ تو خود دعا ہے۔ ایصالِ ثواب کے لیے قل ھو اللہ شریف پڑھے، سورہ یٰسین پڑھے شریعت میں کسی سورۃ کی قید نہیں ہے جو چاہو پڑھ کے ساری زندگی بخشتے رہو لیکن مردے کو مالی ثواب زیادہ پہنچتا ہے، یہ مسئلہ حضرت حکیم الامت نے کمالاتِ اشرفیہ میں لکھا ہے کہ مردے کے لیے زبانی عبادت سے زیادہ مالی عبادت افضل ہے لہٰذا آپ کو افضل طریقہ بتا رہا ہوں کہ زبان اور مال دونوں سے ثواب پہنچاؤ، کچھ مال مرحومہ کے نام سے دین کے کسی کام میں لگا دو۔

الحمد للہ! تکفین وتدفین سب سنت کے مطابق ہوئی، جس کام کو علماء کرام نے منع کیا ہے اور صحابہؓ

کے زمانہ میں جو کام نہیں ہوا وہ الحمد للہ آج یہاں نہیں ہوا، آپ لوگ ہمیشہ اس کا خیال رکھیے اور علماء کرام سے پوچھئے کہ غم میں اور خوشی میں صحابہ نے کیا کیا تھا اور کیا نہیں کیا، ان سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاشق کون ہوسکتا ہے، وہ شاگرد اوّل ہیں۔بس ان کے نقشِ قدم پر چلئے۔(معارفِ ربانی:۴۲۵،۴۲۶)

تقدیر نام ہے علمِ الٰہی کا:

ارشاد فرمایا: میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''تقدیر نام ہے علمِ الٰہی کا نہ کہ امرِ الٰہی کا۔ بندے جو عمل کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے اعتبار سے لکھ دیا کہ فلاں بندہ فلاں فلاں عمل کرے گا۔ لہٰذا لکھے جانے کی وجہ سے بندہ عمل نہیں کر رہا ہے بلکہ جو کچھ وہ کرنے والا تھا وہ لکھ دیا گیا ہے۔ یعنی جن اعمال کا بندوں سے صدور ہو رہا ہے ان میں بندوں کو اللہ نے مجبور نہیں کیا کہ تم یہ اعمال کرو بلکہ جو عمل وہ کرنے والے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے اعتبار سے تقدیر میں لکھ دیے ہیں۔'' اس کی مثال میرے موجودہ شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نے عجیب دی ہے کہ '' جیسے ریلوے کا ٹائم ٹیبل ہوتا ہے جس میں تحریر ہوتا ہے کہ ریل فلاں وقت فلاں اسٹیشن پر پہنچے گی تو ریل کا اسٹیشن پر پہنچنا ٹائم ٹیبل کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ریل کے پہنچنے کا وقت اپنے علم کے اعتبار سے ٹائم ٹیبل میں لکھ دیا گیا ہے لیکن ہمارا علم چونکہ ناقص ہے لہٰذا اس میں کبھی تخلف بھی ہو جاتا ہے کہ ریل کبھی وقت پر نہیں پہنچتی لیکن اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے، ان کو علم ہے کہ فلاں وقت پر فلاں بندہ یہ عمل کرے گا اس میں تخلف نہیں ہوتا۔'' پس معلوم ہوا کہ تقدیر میں جو لکھا ہے اس کی وجہ سے بندے اعمال نہیں کر رہے ہیں بلکہ جو اعمال وہ کرنے والے تھے وہ تقدیر میں لکھ دیے گئے ہیں۔ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ تقدیر نام ہے علمِ الٰہی کا نہ کہ امرِ الٰہی کا۔ (فغانِ رومی:۴۵،۴۶)

وضو کے دوران منقول دعا:

ایک صاحب کے دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ وضو کے دوران ایک ہی دعا مسنون ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عمل الیوم و اللیل میں یہ دعا نقل کی ہے: اَللّٰھُمَّ اغفِرلِی ذَنبِی وَ وَسِّع لِی فِی دَارِی وَ بَارِک لِی فِی رِزقِی۔ (عمل الیوم و اللیل،ص:۲۴،رقم الحدیث:۸۰)

جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کے دوران پڑھا کرتے تھے اور بعض کتابوں میں جو دعائیں لکھی ہوئی ہیں کہ داہنا ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے، بایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے اور چہرہ دھوتے وقت یہ پڑھے تو یہ علماء کی بنائی ہوئی دعائیں ہیں، سنت سے ثابت نہیں، میرے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ جو ان دعاؤں کو پڑھتا ہے تو مسنون دعا رہ جاتی ہے لہٰذا ان کی بجائے مسنون دعا ہی پڑھنا چاہیے۔ ایک سنت میں جو نور ہے وہ دنیا بھر کے صالحین کی وظائف میں نہیں ہوسکتا۔ (معارفِ ربانی:۳۰)

اتباعِ سنت کی تشریح:

ارشاد فرمایا: اتباعِ سنت سے مراد سنن موکدہ ہیں جو شرطِ محبوبیت ہے اس کا ترک عدم محبوبیت کو مستلزم ہے۔ باقی سنن عادیہ پر جس قدر عمل ہوگا محبوبیت میں اسی قدر اضافہ ہوگا بشرطیکہ نافرمانی سے اجتناب رہے ورنہ سنن عادیہ کے باوجود گناہوں میں ابتلاء کے ساتھ محبوبیت کا خواب دیکھنا احمقوں کی جنت میں رہنا ہے کیونکہ سب سے بڑی سنت تقویٰ ہے لہٰذا اس سنت کا خاص اہتمام سنن عادیہ پر مواظبت سے کہیں زیادہ مطلوب ہے۔ اور تقویٰ کے اہتمام سے سنن عادیہ کی خود توفیق ہوگی۔(تربیتِ عاشقانِ خدا:۳۷۵)

تقویٰ محافظ نورِ سنت ہے:

ارشاد فرمایا: سنت کے اتباع سے نور پیدا ہوتا ہے اور تقویٰ اس نور کا محافظ ہے لہٰذا جو تقویٰ کا اہتمام نہیں کرتا انوارِ سنت کو ضائع کرتا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ٹینکی پانی سے بھر لی لیکن ٹونٹیاں کھلی چھوڑ دیں تو سب پانی ضائع ہو جائے گا اسی طرح سنت کے اتباع سے قلب انوار سے بھر گیا لیکن اگر آنکھوں کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دی، بدنظری کر لی، زبان کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دی یعنی غیبت کر لی، جھوٹ بول دیا وغیرہ، کانوں کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دی یعنی گانا سن لیا وغیرہ اس نے اتباعِ سنت کے انوار کو ضائع کر دیا۔ اس لیے انوارِ سنت کی حفاظت کے لیے گناہوں سے بچنا ضروری ہے۔ (افضالِ ربانی:۷۶،۷۸)

نورِ تقویٰ کی حفاظت بھی کیجیے:

ارشاد فرمایا: جتنا اللہ کی یاد کے انوار کا خزانہ حاصل کرنا ضروری ہے اتنا ہی ان انوار کا تحفظ بھی سالک پر فرض ہے اور یہ فرض تب ادا ہوگا جب حسن کے ڈاکوؤں سے نظر کو بچاؤ گے۔ آپ میں سے اکثر تو تاجر اور بزنس مین لوگ ہیں۔ بتائیے جتنا مال کمانا ضروری ہے اتنا ہی مال بچانا ضروری ہے یا نہیں؟ ان عورتوں کو دیکھنا ایسا ہے جیسے کوئی مالدار ڈاکو سے کہے کہ میرا سب مال لے جاؤ۔ بدنظری کرنے والا گویا حسینوں سے کہہ رہا ہے کہ میرے تقویٰ کا نور تم لوگ لے لو، اس نے مرنے والوں پر اس حی و قیوم کی عظمت اور تعلق و محبت کی دولت کو گویا ضائع کر دیا۔ لہٰذا نیک اعمال سے دل میں جو نور آ رہا ہے اس کو نظر بچا کر، گناہوں سے بچ کر محفوظ رکھنا ضروری ہے اور اگر شیطان کہے کہ دیکھنے میں بہت مزہ آتا ہے تو اس وقت میرا شعر پڑھ دینا ؎

ہم ایسی لذتوں کو قابل لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن سے رب مِرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

(الطافِ ربانی:۱۳،۱۴)

دنیا کس چیز کا نام ہے؟

ارشاد فرمایا: وہ چیز جو ہمیں اللہ سے جوڑ دے اور اللہ تک پہنچا دے وہ دنیا نہیں ہے۔ وہ روٹی

دنیا نہیں ہے جس کو کھا کر ہم عبادت کریں اور روٹی سے پیدا شدہ طاقت کو اللہ پر فدا کریں، وہ گھر جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ دنیا نہیں ہے، وہ دولت جو اللہ پر فدا ہو، مسجد کی تعمیر، مدرسہ کی تعمیر، علماء کی خدمت میں صرف ہو وہ دنیا نہیں ہے۔ دنیا وہی ہے جو ہم کو اللہ سے غافل کر دے۔ مولانا فرماتے ہیں ع

چیست دنیا؟ از خدا غافل بدن

دُنیا اللہ سے غافل ہو جانے کا نام ہے۔ (افضالِ ربانی: ٦٧)

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

ترقی کا صحیح مفہوم:

ارشاد فرمایا: ترقی کی دو قسمیں ہیں: ظاہری ترقی، حقیقی ترقی۔ اللہ سے غافل ہو کر جس ذریعہ اور جس طریقہ سے بھی ترقی کی جائے وہ ظاہری ترقی ہوگی۔ حقیقی اور اصل ترقی وہ ہے جو اللہ سے تعلق قائم کرتے ہوئے کی جائے۔ اسے ایک مثال سے سمجھئے۔

ایک شخص مغزیات کا استعمال کرے بادام اور میوے خوب کھائے یقیناً اس سے اس کا جسم فربہ ہوگا، وہ صحت مند اور تندرست ہوگا، لیکن ایک شخص وہ ہے جس کا جسم مقویات کے استعمال سے نہیں بلکہ ضرب شدید یا کسی بیماری سے ورم کر جائے۔ اب دیکھئے دونوں جگہ جسم کی ترقی ہے، مگر پہلی ترقی حقیقی ہے اور دوسری ترقی ہائے ہائے والی ترقی ہے۔

اسلام پہلی ترقی کی دعوت دیتا ہے، جس میں اطمینان ہے، قرار اور دلجمعی ہے، دوسری ترقی سے اس کا کوئی سروکار نہیں۔ یہ تو ہمیشہ انسان کو مضطرب اور بے چین رکھتی ہے۔ ننانوے کے پھیر سے اس کا قدم نکلتا نہیں اور سیر کبھی ہوتا نہیں، یہ ترقی انسان کو ہوا و ہوس اور حرص و لالچ کا غلام بنائے رکھتی ہے۔ قناعت اور صبر و سکون سے اس کا دامن خالی ہے۔

اس ترقی کے لیے یورپ اور امریکہ کی مثال آپ کے سامنے رکھ سکتے ہیں آپ کو چاہیے کہ ترقی کے صحیح مفہوم سے واقف ہوں۔ اور اسی ترقی کے دل و جان سے شیدا ہوں اور ظاہری ترقی کی طمع میں نہ آئیں کہ یہ ترقی باعث پریشانی اور بے سکونی ہوتی ہے۔ (مذاکراتِ دکن بحوالہ روح کی بیماریاں: ٣٠٢، ٣٠٣)

ٹیلی ویژن پر دِینی پروگرام کا حکم:

فرمایا: ٹیلیویژن پر جو دین کی تبلیغ اور تلاوت وغیرہ ہوتی ہے ہمارے اکابر کی تحقیق یہی ہے کہ اس سے بچنا چاہیے۔ جس چمچے سے کوئی عورت اپنے بچے کا پاخانہ صاف کر رہی ہو اسی چمچے سے اگر آپ کو

حلوہ پیش کرے تو آپ کھائیں گے؟ معلوم ہوا جو چیز غلاظت میں استعمال ہو اس کو نظافت کے آلہ کے طور پر استعمال نہیں کرتے۔ تو جس ٹی وی پر ابھی ناچ گانا ہو رہا ہے، عورتوں کا ناچ دکھایا جارہا ہے اس کے فوراً بعد قرآن شریف کی تلاوت شروع ہوگئی یہ دین کے ساتھ مذاق ہے، توہین ہے۔ اب اگر کوئی اس کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے تو ہمارا مقصود بحث اور جرح نہیں ہے ہمیں اپنے بزرگوں کی تحقیق بتانی ہے۔ جیسے ایک گلاس میں پانی ہے، دس ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ پانی بالکل ٹھیک ہے لیکن ایک ڈاکٹر کا اختلاف ہے، وہ کہتا ہے کہ مجھے شبہ ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے تو آپ اس وقت کیا کریں گے؟ احتیاط پر عمل کریں گے اور وہ پانی نہیں پئیں گے تو دین میں کیوں احتیاط نہیں کرتے۔ کون ایسا حاجی اور جن ہے جو ٹیلیویژن پر بیٹھا ہوا ہے اور دین کی تقریر سن رہا ہے اور تسبیح بھی ہاتھ میں ہے اور سامنے جن صاحبہ پاندان لیے مع خاندان بیٹھی ہوئی ہیں، اس کے بعد ٹی وی پر جب سامنے کوئی مرد آجاتا ہے تو کیا جن صاحبہ اُٹھ کر بھاگتی ہیں یا کوئی عورت آگئی تو حاجی صاحب ٹی وی چھوڑ کر بھاگتے ہیں؟ مرشدی شاہ ابرار الحق صاحب فرماتے ہیں کہ ٹیلیویژن سانپوں کا پٹارہ ہے، اس کا زہر کتے کا سا ہے جو آہستہ آہستہ اثر کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہردوئی کے اندر ایک لڑکے نے ٹیلیویژن میں ڈاکہ دیکھا۔ اس نے ڈاکوؤں سے مل کر خود اپنے گھر میں ڈاکہ ڈلوا دیا اور ڈاکو اس کو بھی اُٹھا کر لے گئے، لڑکا بھی گیا اور ٹیلیویژن بھی گیا۔ آہ! ہزاروں خرابیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں، نافرمانی پیدا ہوتی ہے، بے حیائی پیدا ہوتی ہے اور کیسے نہ ہوگی جب کہ آج کل ٹیلیویژن میں ایسی ننگی فلمیں دکھائی جاتی ہیں کہ شرم و حیا کا جنازہ نکل جاتا ہے ایک سید لڑکا بہت ہی نیک پانچوں وقت کا نمازی لیکن غلطی سے اس نے ایک ننگی فلم دیکھ لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھ مہینے تک نماز نہیں پڑھی اس نے آکر مجھ سے کہا کہ مجھے بیماری ہوگئی ہے میرے کپڑے ہر وقت ناپاک رہتے ہیں سجدہ کرتا ہوں تو وہی ننگی عورت سامنے ہوتی ہے۔ پھر اس کو لا الٰہ الا اللّٰہ کی ضربیں بتائیں کہ نہا دھو کر خوشبو لگا کر اللہ کا نام لو اور کچھ مراقبہ بتا دیا اور چھ مہینے تک اس کے لیے دعا کی تب جا کے ٹھیک ہوا اور پھر ماشاء اللہ صحت مند بھی ہوگیا ورنہ معلوم ہوتا تھا کہ مرجائے گا یہ حسین جان لیوا ہیں خالی ایمان ہی نہیں لیتے یہ جان بھی لیتے ہیں آخرت تو تباہ ہوتی ہی ہے دنیا کی عارضی زندگی بھی تباہ ہو جاتی ہے میرا ایک شعر ہے ؎

حسینوں سے جسے پالا پڑا ہے
اسے بس سنکھیا کھانا پڑا ہے

آپ کہیں گے کہ زہر کیوں کھانا پڑتا ہے؟ اس لیے کہ اگر وہ معشوق مل گیا تو روزانہ حرام کاری سے نامرد ہو جائے گا تو پھر حکیم کے پاس جا کر روئے گا تو حکیم اسے کشتہ سنکھیا کھلائے گا اور اگر معشوق نہیں ملا تو اس کی جدائی کے غم میں سنکھیا کھا کر مرجائے گا۔ تو دونوں صورتوں میں سنکھیا کھانا پڑا وصل میں بھی فصل میں بھی۔ اس تشریح کے بعد میرے شعر کی قدر کیجئے ؎

حسینوں سے جسے پالا پڑا ہے
اسے بس سنکھیا کھانا پڑا ہے

لہٰذا دوستوں ہمارے اکابر نے یہاں تک کہا ہے کہ ٹیلیویژن سے اگر تلاوت بھی ہورہی ہے تو اس کو مت سنو اور مت دیکھو کیونکہ یہ ایک مجرمانہ آلہ ہے اس کے بعد گانا بجانا شروع ہو جائے گا آپ خود سوچیں کہ جس چمچے سے بچے کا پاخانہ صاف کیا گیا ہو اسی چمچے کو دھو کر آپ کو حلوہ پیش کیا جائے تو ایسا کرنے والے کو آپ دوست سمجھیں گے یا دشمن؟ بس دوستو میں اپنے بزرگوں کی بات پیش کررہا ہوں اگر عقل میں سلامتی ہوگی تو ان شاء اللہ آپ کا دل قبول بھی کرلے گا کیونکہ یہ ایک کھلی بات ہے۔(معارفِ ربانی:۳۹۹،۱۰۴)

ٹی وی پر حضرت والا کے اشعار ملاحظہ فرمائیے ؎

دیکھ کر ٹی وی کو اب ہیں لوگ ٹی بی کا شکار
جرمِ ڈاکہ، جرمِ چوری، جرمِ عشقِ زلفِ یار
دوستو! ٹی وی کو ویٹو کر کے دیکھو پھر بہار
دل میں اپنے چین و راحت کی فضائے سازگار

اسلام میں چار شادیوں کا حکم:

ارشاد فرمایا: چار شادی کی اجازت ہے، حکم نہیں ہے اور یہ اجازت مطلق نہیں اس شرط سے مقید ہے کہ شوہر انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کمالِ ایمان اور تقویٰ کے ساتھ یہ شرط نازل ہوئی اور آج کل تو ایمان کا کیا حال ہے۔ اس لیے اس زمانے میں ایک ہی پر صبر ضروری ہے ورنہ دو شادی کر کے اگر دونوں میں برابری نہ کی تو سخت گناہ گار ہوگا۔ پھر اس زمانے میں صحت اور قوّت بھی کمزور ہے۔ اس زمانے میں خون نکلوانا پڑتا تھا اور اب خون چڑھوانا پڑتا ہے۔ اور موجودہ زمانے میں جس نے بھی دو شادی کی دل کا چین وسکون غائب ہوا۔ لیلیٰ کی تعداد بڑھا کر مولیٰ کی یاد کے قابل نہ رہے۔ نظر کی حفاظت نہ کرنے کا یہ وبال ہے کہ ایک لیلیٰ پر صبر نہیں۔(تربیتِ عاشقانِ خدا:۱۵۲)

دوسری شادی مت کرو، آخرت کی تیاری کرو:

ایک صاحب نے عرض کیا فلاں (جو حضرت سے بیعت ہیں اور مجلس میں موجود تھے) کا دوسری شادی کا خیال ہے۔ گھر میں اُن کی بیوی بھی موجود تھیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اندر کہلوا دو کہ دوسری شادی کرنے کو میں نے منع کر دیا ہے۔ دوسری شادی مت کرو، آخرت کی تیاری کرو۔ دوسری شادی اگرچہ شرعاً جائز ہے مگر بشرطِ عدل اور انصاف جس کا قران پاک نے اعلان کیا اور ایک بات میری سمجھ میں آئی کہ اس زمانے میں طاقتیں کمزور ہو چکی ہیں، پہلی ہی شادی میں دواخانوں کے سامنے لائن لگائے ہوئے حکیم صاحب کی خوشامد کر رہے ہیں کہ حکیم معجون دے دیجئے۔ تو جب پہلی ہی شادی میں معجون کی

ضرورت ہے تو دوسری شادی کا کیا سوال ہے۔ دوسری شادی کرنا آخرت کو تباہ کرنا ہے کیونکہ اس زمانے میں تقویٰ ایسا نہیں کہ عدل کرسکو گے اس لیے پھر کہتا ہوں دوسری شادی مت کرو اگرچہ شرعاً جائز ہے مگر بشرطِ شئی جائز ہے اور وہ شئی کیا ہے؟ انصاف جو مشکل ہے اِس زمانے میں۔ (پردیس میں تذکرہ وطن: ١٨)

زندگی تلخ ہوجائے گی:

اور ارشاد فرمایا کہ: دوسری شادی سے بیوی بچوں کے جدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور صرف اندیشہ ہی نہیں اس زمانے میں یہ جدائی یقینی ہے، زندگی تلخ ہو جائے گی، ہمارے سامنے بہت سے واقعات ہیں کہ جن بیویوں نے خوشی سے اِجازت بھی دی شادی کے بعد اپنی اولاد کے ساتھ شوہر کے خلاف محاذ قائم کردیا۔ اگر دل میں کوئی عورت سمائی ہوئی نہیں ہے ہونا نہ ہونا برابر ہے تو دوسری بیوی کی چاہت کا اتنا سخت تقاضا کیوں؟ جب کہ قضائے شہوت کا محل (بیوی) موجود ہے، نفس سے ہوشیار رہیں، اس کے کید بہت باریک ہوتے ہیں۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا بحوالہ خزائنِ معرفت ومحبت: ٣٨٨)

شوہروں اور بیویوں کو نصیحت:

ارشاد فرمایا: اللہ نے عورتوں کے لیے سفارش نازل فرمائی کہ ان کے ساتھ بھلائی کرو اور حدیث میں بھی تعلیم ہے کہ ان پر احسان کرو۔ ان کے ٹیڑھے پن پر صبر اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ وہ ضعیف العقل ہیں، ایسے ہی کتنے واقعات ہیں کہ جن کے نفلی اعمال زیادہ نہیں تھے مگر بیوی کی بداخلاقیوں پر صبر کرنے سے اللہ کے یہاں ان کا بہت بڑا درجہ ہوا، اس لیے کہتا ہوں کہ بیوی کی کڑوی باتوں پر صبر کرو، سوچو کہ اگر اپنی بیٹی ایسی ہوتی تو ہم کیا چاہتے؟ یہی چاہتے کہ داماد بہت اچھا سلوک کرے، معاف کردیا کرے، اگر ایسا داماد مل جائے تو آپ کہیں گے کہ میرا داماد فرشتہ ہے، اگر میرے پاس جائیداد ہوتی تو میں سب اس کے نام لکھ دیتا، میری بیٹی تو مزاج کی کڑوی ہے، مگر میرا داماد فرشتہ ہے فرشتہ برداشت کرتا ہے اف نہیں کرتا اللہ کی بندی سمجھ کر۔ (ارشاداتِ دردِ دل ١٩٤۔١٩٦)

اور فرمایا کہ جتنے لوگوں نے اپنی بیویوں کو ستایا اور رلایا اور ٹھنڈی آہ کھنچوائی، میں نے ان کو دیکھا کہ کسی کو فالج گرا کسی کو کینسر ہوا۔ آنکھوں سے دیکھا ہوا حال بتا رہا ہوں، چشم دید۔۔۔ اور جس نے اللہ کی ان بندیوں پر رحم کیا وہ اتنا جلد ولی بنا ہے جس کی حد نہیں۔ (ذکر اللہ اور اطمینانِ قلب: ١٤)

اور فرمایا: لیکن ساتھ ساتھ بیبیاں بھی سن لیں کہ اپنے شوہروں کی اتنی عزت وادب کرو کہ اگر ان سے زیادتی بھی ہوجائے تو ان کی بڑائی اور عظمت کے خیال سے اللہ کو راضی کرنے کے لیے ان کو معاف کردو۔ ان کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھو۔ حدیث میں آتا ہے کہ شوہر اگر ناراض ہو جائے تو عورت کا کوئی عمل قبول نہیں چاہے ساری رات تسبیح کھٹکھٹاتی رہے۔ بیویوں کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اللہ نے شوہروں کا درجہ اتنا بلند کیا ہے اگر سجدہ کسی کو جائز ہوتا تو شوہروں کو جائز ہوتا۔ لیکن جائز نہیں ہے۔ اس

لیے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ سجدہ کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لیے اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ جائز نہیں۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھو اور ماں باپ پر بھی فرض ہے کہ اپنی بیٹیوں کو سمجھاتے رہیں کہ شوہر کی طرف سے اگر کچھ کڑواہٹ بھی آجائے تو برداشت کرو اس کے ہاتھوں سے تمہیں نعمتیں بھی تو مل رہی ہیں۔ خون پسینہ کر کے کما کر لاتا ہے اور تم چولہے کے پاس چپاتی پکا دیتی ہو۔ (خوشگوار ازدواجی زندگی: ۱۸، ۱۹)

دلیلِ توحید:

ارشاد فرمایا: مسلمانوں کا آپس میں محبت سے رہنا اس میں دلیل توحید ہے۔ جن بچوں کا باپ ایک ہوتا ہے ان میں آپس میں محبت ہوتی ہے اور سوتیلوں میں لڑائی جھگڑا اور فساد رہتا ہے۔ مسلمانوں کا اللہ ایک ہے اس لیے ان میں آپس میں محبت ہونا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل ہے۔ (انعاماتِ ربانی: ۱۲۷)

ہنسی کے وقت کا مراقبہ:

ارشاد فرمایا: ہنسنے میں بھی خیال رکھیں کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے اور خوش ہو رہا ہے جیسے بچے ہنستے ہیں تو باپ کو اچھا معلوم ہوتا ہے اور بچے غمگین ہو جائیں تو باپ کو بھی غم ہوتا ہے اس لیے ہنسنے میں یہ نیت کرو کہ ہم لوگ ہنس رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ خوش ہو رہے ہیں اور جو شخص ہنسی مذاق میں اللہ کو بھول گیا وہ لطفِ حیات سے محروم ہو گیا، ایک لمحہ کے لیے جو خالقِ حیات سے بے خبر ہے اس کی اتنی دیر کی حیات لطف سے خالی ہے کیونکہ جب خالقِ لطف سے بے خبر ہو گیا تو لطف کہاں سے آئے گا۔ (معارفِ ربانی: ۲۰۹)

نذر عباداتِ مقصودہ میں ہوتی ہے:

اسی طرح ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں نے ایک نذر مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں آپ کو دس ہزار روپیہ دوں گا چنانچہ میرا کام ہو گیا اب میں آپ کو دس ہزار روپیہ دینا چاہتا ہوں، اب میں بہت پریشان ہوا کیونکہ نذر کا روپیہ غنی نہیں لے سکتا یہ غریبوں کا حق ہے چنانچہ میں نے ایک بڑے مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے ہنس کر فرمایا کہ پیر کو ہدیہ دینا عباداتِ مقصودہ میں سے نہیں ہے، یہ نذر ہی نہیں ہوئی، لہٰذا روپیہ لے لو۔ واقعی علماء کا دم بہت غنیمت ہے، اگر مفتی صاحب سے نہ پوچھتا وہ بلاوجہ دس ہزار کا نقصان ہو جاتا، اگر یہ علماء نہ ہوتے تو دین کی حفاظت مشکل ہو جاتی اور لوگ گمراہی میں پڑ کر ہلاک ہو جاتے۔ (معارفِ ربانی: ۲۱۵، ۲۱۶)

جاہل صوفیاء کی گمراہی کا سبب:

ارشاد فرمایا: جو صوفی علماء سے متنفر، متوحش اور کنارہ کش ہو گا وہ گمراہ اور زندیق ہو جائے گا۔ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جو قانون دان سے نہ ملے گا وہ جہل کے سبب لاقانونیت میں مبتلا ہو جائے گا۔ علماء آخرت کے قانون داں ہیں۔ ان سے دور رہنے والا صوفی بوجہ جہل قانونِ خداوندی کی خلاف ورزیوں میں مبتلا ہو جائے گا۔ (خزائنِ شریعت وطریقت: ۵۶)

عشق کی لوڈشیڈنگ:

ارشادفرمایا: کراچی میں ایک کالج کے پرنسپل نے کہا کہ شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال نے کہا ہے کہ مجھ کو عقل اہلِ فرنگ یعنی اہلِ مغرب سے ملی ہے اور عشق مجھے صوفیاء سے ملا ہے۔ میں نے کہا کہ ان کو عشق تو ملا لیکن عشق کامل نہ ملا، ناقص ملا ورنہ چہرہ پر ڈاڑھی ضرور آجاتی۔ عشق کی بجلی تو آئی لیکن لوڈ شیڈنگ تھی جس کی وجہ سے گالوں کے ایئر کنڈیشن نہیں چل سکے۔ پرنسپل صاحب کو یہ بات بہت پسند آئی اور کہا یہ بہت عمدہ مضمون ہے کیونکہ اس میں ان کی اہانت بھی نہیں ہے، ان کے عشق کو بھی آپ نے تسلیم کر لیا اور یہ بھی بتادیا کہ بجلی کمزور تھی ورنہ شریعت کی اتباع کامل نصیب ہوجاتی۔

اس لیے اہلِ علم کو اپنے معلوم کو معمول بنانے کے لیے اہلِ عمل کی یعنی اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے ورنہ معلومات رہیں گی معمولات نہ رہیں گے اور اگر معمولات ہوں گے تو ان میں اخلاص نہ ہوگا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اخلاص صرف اہل اللہ کی صحبت سے ملتا ہے۔ (فیوضِ ربانی: ۵۹، ۶۰)

اس سے متعلق حضرت والا کے اشعار ہیں ؎

علم کا پندار اہلِ علم کو
رکھتا ہے محرومِ حق سے دوستو
علم کا حاصل ہے بس عشقِ خدا
آہ سب دھوکا ہے بس اس کے سوا

بندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغامِ دوستی:

ارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ نے اتقوا اللّٰہ فرما کر بندوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے، پیغامِ دوستی میں پہل فرمائی ہے اور فرمایا کہ ان اولیاء ہ الا المتقون صرف متقی بندے میرے اولیاء ہیں لہٰذا دلالت التزامی سے اتقوا اللّٰہ کے معنی ہوئے کہ اے ایمان والو! میرے دوست بن جاو۔ بندوں کو یہ پیغامِ دوستی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ورنہ بندے اتنے بڑے مولیٰ کو دوست بنانے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور یہ بھی ان کی محبت و رحمت و کرم ہے کہ نطفۂ ناپاک سے پیدا کر کے فرما رہے ہیں کہ یہ ہمارے دوست ہیں ورنہ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

آیت مبارکہ میں لفظ صادقین نازل فرمانے کا راز:

اور فرمایا: اتقوا اللّٰہ کے بعد کونوا مع المتقین کیوں نازل نہیں ہے کونوا مع الصادقین کیوں نازل ہے جب کہ تمام مفسرین لکھتے ہیں کہ یہاں صادقین سے مراد متقین ہے اور دوسری آیت نے اس کی تفسیر کردی أولئك الذين صدقوا و أولئك هم المتقون معلوم ہوا کہ

صادقین اور متقین دونوں ایک ہی ہیں مگر صادقین یہاں کیوں نازل فرمایا اس کا راز اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمایا کہ جس شیخ سے مرید ہونا چاہو پہلے دیکھ لو کہ وہ تقویٰ میں سچا بھی ہے یا نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لباس متقین میں ہو اور صادق فی التقویٰ نہ ہو اور میرے بندے کہیں جعلی اور چکر باز پیروں کے چکر میں نہ آجائیں اس لیے صادقین نازل فرمایا مگر مراد متقین ہے۔ (افضالِ ربانی:۷۲، ۷۳)

توفیقِ ادب:

ارشاد فرمایا: نفس سے ہوشیار رہو، یہ بے ادبی کرا کے بدنصیب بنا سکتا ہے۔ باادب بانصیب۔ مولانا رومی کا یہ شعر بھی پڑھا کیجئے ؎

اے خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

اے اللہ ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں کہ اپنے بزرگوں سے کوئی بات بے ادبی کی نہ ہو جائے کیونکہ بے ادب فضل رب سے محروم ہوتا ہے۔

اللہ کے راستے کا ادب اللہ کا ادب ہے کیونکہ شیخ اللہ ہی کے راستے کا تو رہبر ہے شیخ کا ادب کرنا اور اس کے ناز اٹھانا اللہ کا ناز اٹھانا ہے جو محبت اللہ کے لیے کرتا ہے وہ اللہ ہی کی محبت ہے، جو محبت اللہ والی ہوتی ہے، للہ ہوتی ہے وہ باللہ ہوتی ہے تو اللہ اپنے مقبول اور پیاروں کی محبت کو اپنی محبت کے کھاتے میں لکھتے ہیں۔ (الطافِ ربانی:۴۰، ۴۱)

اور فرمایا: سوءِ ادبی کی ظلمت کبائر (کبیرہ گناہوں) کی ظلمت سے زیادہ سنگین اور اشد ہوتی ہے اور اپنے ماں باپ، اکابر اور استاد و شیخ کا بے ادب ہمیشہ پریشانیوں کی وادیوں میں مبتلا رہتا ہے لہٰذا اپنے بڑوں کے ساتھ ہمیشہ باادب رہے اور اللہ سے ادب کی توفیق مانگتا رہے۔ (خزائن شریعت وطریقت:۹۸)

کیفیات واحوال کا ادب:

ارشاد فرمایا کہ کیفیات و احوال اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں لہٰذا اگر کسی صوفی پر کوئی حال آجائے کہ کھڑا ہو جائے تو سب کھڑے ہو جاؤ، اگر رونے لگے تو سب رونے لگو ورنہ اس کی روح نکل جائے گی، اس سے موت واقع ہو سکتی ہے کہ ہم کو رونا آیا اور یہ کمبخت ہنس رہا ہے۔ (معارفِ ربانی:۴۲۸)

دربار کا ادب:

حضرت والا نے ایک مسجد میں بیان فرمایا، اس کے بعد عشاء کی اذان ہوگئی اور جب جماعت کھڑی ہوئی تو تکبیر کے وقت بعض حضرات نے ہاتھ باندھ رکھے تھے تو حضرت والا نے یہ مسئلہ بتایا کہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا یہ دربار کا ادب ہے اور دربار میں تکبیرِ تحریمہ کے بعد داخل ہوتا ہے لہٰذا پہلے سے ہاتھ باندکر کھڑا نہ ہونا چاہیے بلکہ ہاتھ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہونا چاہیے جب امام تکبیرِ تحریمہ کہے تو اب تکبیر

کہہ کر ہاتھ باندھے۔ (معارفِ ربانی:۲۲)

صاحب زادہ نہیں خادم زادہ کہو:

حضرت والا کے ایک خادم نے اپنے بیٹے کا تعارف کرایا کہ حضرت یہ میرا صاحبزادہ ہے۔ فرمایا کہ خود صاحبزادہ نہ کہیے ورنہ آپ نے اپنی زبان سے خود کو صاحب تسلیم کرلیا۔ اس لیے بزرگوں نے فرمایا کہ خادم زادہ کہو کہ میں خادم ہوں یہ خادم کا بیٹا ہے۔ (فیوضِ ربانی:۲۹)

اللہ کی نعمتوں کے ادب کی تعلیم:

حضرت والا نے کوئی کتاب طلب فرمائی تو کسی نے کہا کہ حضرت یہ کتاب میرے کمرے میں پڑی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دینی کتابوں کے لیے یہ نہ کہو کہ وہاں پڑی ہے اسی طرح پیسہ کے لیے بھی نہ کہو کہ پیسہ پڑا ہے۔ جو نعمت ہو یا مبارک چیز ہو اس کے لیے ''پڑا رہنا'' نہ کہو۔ یوں کہو کہ ''وہاں رکھی ہے''۔ ایک صاحب نے پاکستان میں اشکال کیا کہ صاحب اپنی زبان ہے، اگر یوں کہہ دیا کہ چیز پڑی ہوئی ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟ میں نے کہا کہ اچھا اگر آپ کسی کے ہاں مہمان ہوں اور میزبان کہہ دے کہ آج کل میرے یہاں پڑے ہوئے ہیں تو وہ فوراً چونک گئے اور معافی مانگی اور کہا کہ آپ نے بالکل صحیح کہا۔ اب میں سمجھ گیا۔ (پردیس میں تذکرہ وطن:۲۱۶)

کھانے کے آداب:

۱۹۹۳ء میں حضرت ری یونین سینٹ پیئر میں اپنے دعوتی سفر کے سلسلہ میں قیام پذیر تھے، ایک دن حضرت کی گفتگو کے بعد دسترخوان بچھا دیا گیا اور جب کھانا شروع ہوا تو ایک صاحب جو حضرت کے متعلقین میں سے ہیں وہ حضرت کے قریب ہی بیٹھے تھے اور کھانے میں منہ سے چَپ چَپ کی آواز آرہی تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ کھاتے وقت منہ سے آواز نہیں آنی چاہیے اس سے طبیعت مالش کرنے لگتی ہے۔

ہمارے بزرگوں نے ہمیں کھانے کا طریقہ بھی سکھایا، اگر وہ نہ سکھاتے تو ہم آپ کو کیسے سکھاتے؟ یہ اُنہی کا سکھایا ہوا ہے کہ کھانے میں منہ سے آواز نہ آئے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ منہ بند کر کے لقمہ چباؤ اور پلیٹ میں چاولوں پر دال سالن ڈال کر ایک ساتھ نہ ملاؤ جیسے گائے بھینس کو سانی کی جاتی ہے بلکہ تھوڑا تھوڑا سالن اور چاول اپنے سامنے سے ملاتے رہو اور کھاتے رہو ویسے بھی حکم ہے کُلْ مِمَّا یَلِیَ اپنے سامنے سے کھاؤ اور کھانے میں سڑپ سڑپ کی آواز بھی نہ ہو۔

پھول پور میں ایک مولوی صاحب آئے، حضرت کے مہمان ہوئے، دوپہر کو دسترخوان پر انہوں نے روٹی کا نوالہ اس طرح بنایا جیسے خول ہوتا ہے، ہندوستان میں اس کو چونگا کہتے ہیں اور اس کے اندر دال بھر بھر کے کھانے لگے۔ بعد میں حضرت پھول پوریؒ نے تنہائی میں فرمایا کہ اب ان کو کھانا الگ بھجوانا، میں ان کے ساتھ نہیں کھا سکتا کیونکہ ساتھ کھانے کے آداب سے یہ شخص واقف نہیں۔ (معارفِ ربانی ۲۱۴،۲۱۵)

اور فرمایا: کھانا جلدی جلدی کھاؤ، اس طرح کھاؤ جس طرح کئی دن کے بھوکے ہو، نوابوں کی طرح استغناء کے ساتھ مت کھاؤ، اسی لیے ٹیک لگا کر کھانا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں استغنائی شان ہے، اس لیے حدیث کی روایت پڑھو کہ ایسا تیز کھاؤ کہ معلوم ہو کہ کئی وقت سے بھوکا ہے لیکن اتنا تیز بھی مت کھاؤ کہ بغیر چبائے نگل جاؤ اور پیٹ میں درد شروع ہو جائے۔ (معارفِ ربانی: ۲۴۳،۲۴۴)

اور فرمایا: حضرت ہردوئی نے فرمایا کہ دسترخوان پر رزق کے جو ذرّات ہیں ان کو ایسی جگہ مت پھینکو جہاں پیر پڑے، یہ پیاری چیز ہے، اس کو کیاری میں ڈال دو۔ ان کو غلط جگہ مت پھینکو جس سے بے ادبی ہوتی ہو۔ دسترخوان اسی لیے ہے تاکہ کوئی ذرّہ اس کا باہر نہ جائے۔ (معارفِ ربانی: ۲۴۲،۲۴۳ ملخص)

عصرِ حاضر میں تقلیلِ طعام، منام، کلام اور اختلاط مع الانام کا حکم:

ارشاد فرمایا: اس زمانے میں اہل اللہ کا مشورہ ہے کہ کھانے میں اور نیند میں کمی نہ کرو اتنا کھاؤ کہ دو ایک لقمہ کی بھوک چھوڑ دو اور کم از کم چھ گھنٹے سوو۔ بے ضرورت زیادہ لوگوں سے میل جول نہ رکھو اور کم بولو۔ بولنے سے پہلے سوچو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اگر گناہ کی بات ہے تو بالکل خاموش رہیں۔ مباح بات تھوڑی سی کر کے خاموش ہو جاؤ۔ لیکن بہت زیادہ خاموش بھی نہ رہیں۔ صحت کے لیے خوش طبعی میں مضائقہ نہیں۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا: ۳۹۶)

عشق ہے نام نامرادی کا:

ارشاد فرمایا: عشق کی تکمیل نامرادی ہی سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی ابتداء کا سبق نامرادی ہی سے دیا کہ اگر مجھے اپنا مراد بنانا چاہتے ہو تو گندی آرزوؤں سے نامراد ہو جاؤ۔ میں اچھے کاموں سے تمہیں نامراد نہیں کر رہا ہوں بلکہ خراب کاموں سے نامراد کر کے تمہیں اچھے کاموں کے لیے بامراد بنانا چاہتا ہوں لہٰذا کلمہ کی بنیاد ہی لا الٰہ سے شروع ہو رہی ہے کہ دیکھو باطل خداوں سے تعلق مت رکھنا، بری خواہشات کو خدا نہ بنانا تب الا اللہ پاؤ گے۔ میرا شعر ہے ؎

کون کہتا ہے بامرادی کا
عشق ہے نام نامرادی کا

(عطاء ربانی: ۴۱)

شیخ کا مقام:

ارشاد فرمایا: میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ نے شیخ کو عجیب مقام دیا ہے۔ اگر وہ ذکر اور تلاوت ملتوی کرا کے کسی مرید سے یہ کہہ دے کہ تمہارا کام خانقاہ میں صرف جھاڑو لگانا اور لیٹرین صاف کرنا اور مہمان جو اللہ کے لیے خانقاہ میں ہیں ان کی خدمت کرنا ہے تو وہ اسی راہ سے اللہ تک پہنچ جائے گا، شیخ نے جو طریق اس کے لیے مقرر کیا ہے اسی سے وہ اللہ تک پہنچ جائے گا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک محدث اور مفتی ایک اللہ والے سے بیعت ہوئے تو شیخ نے کہا کہ اب نہ فتویٰ دینا، نہ بیان کرنا اور نہ حدیث پڑھانا تو اس وقت کے بعض مفتیوں نے فتویٰ دے دیا کہ یہ پیر کافر ہے حالانکہ وہ پیر بہت بڑے شیخ تھے اور چونکہ ان کے مقام سے یہ مفتی صاحب جو مرید ہوئے تھے واقف تھے لہٰذا انھوں نے شیخ کی بات پر عمل کیا اور سال بھر تک نہ بیان کیا، نہ حدیث کا درس دیا اور نہ فتویٰ دیا بس ذکر وفکر کرتے رہے، شیخ نے جو معمول بتایا تھا وہ کرتے رہے۔ ایک سال کے بعد جب شیخ نے دیکھا کہ اصلاح ہوگئی اور دل نسبت مع اللہ کے نور سے بھر گیا تو فرمایا کہ اب منبر پر جاؤ اور بیان کرو، سال بھر کے بعد جب بیان کیا تو ایک ایک لفظ سے لوگ صاحبِ نسبت ہو رہے تھے، ان الفاظ کا اثر بڑھ گیا تھا کیونکہ نفس مٹ گیا تھا، ایک سال تک نفس کو مٹانا پڑا حبِّ جاہ سے اور حبِّ باہ سے یہاں تک کہ حبِّ آہ میں مشغول ہوگئے۔ (معارفِ ربانی: ۴۳۴، ۴۳۵)

اکرامِ شیخ علی الدوام کا طریقہ:

ارشاد فرمایا: جو شخص ہر وقت شیخ کے ساتھ رہے اس کو ہر وقت اکرامِ شیخ (یعنی شیخ کا ادب و اکرام) لازم ہے اور ہر وقت اکرامِ شیخ کے لیے اس پر ہر وقت حضورِ حق کا ہونا لازم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا استحضار ہر وقت اس پر غالب رہے (کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں)۔ دوامِ حضور مع الحق جس کو نصیب ہو وہ اکرامِ شیخ علی الدوام کر سکتا ہے لہٰذا جو لوگ رات دن شیخ کے ساتھ رہیں ان پر لازم ہے کہ دوامِ حضور مع الحق کا مقام حاصل کریں، کسی وقت بھی خدا سے غافل نہ رہیں۔ (معارفِ ربانی: ۲۰۹)

حضرت والا فرماتے ہیں ؎

جس نے اُٹھایا شیخ کے نازِ طریق کو

راہِ فنا سے رہبرِ راہِ خدا ہوئے

رمضان المبارک اور صحبتِ صالحین:

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رمضان شریف کے روزوں کی حکمت قرانِ پاک میں لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ فرمائی ہے جس کی تفسیر روح المعانی میں یہ ہے اَی لِکَی تَصِلُوا بِذَالِکَ اِلٰی مَرْتَبَۃِ التَّقْوٰی تاکہ اُن کے ذریعہ تم مرتبہ تقویٰ تک پہنچ جاؤ۔ اور دوسری آیت کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ میں صادقین کی صحبت کو بھی تقویٰ کا ذریعہ بتایا گیا۔ معلوم ہوا کہ رمضان المبارک تقویٰ کا سببِ زمانی اور صحبتِ صادقین سببِ مکانی ہے۔ پس رمضان میں کاملین کی صحبت سے تقویٰ پیدا کرنے کے دونوں اسباب زمان و مکان کے جمع ہو جاتے ہیں جس سے تقویٰ کا راستہ جلد طے ہو جاتا ہے۔ مشائخ کے یہاں رمضان میں سالکین کے جمع ہونے کی اصل یہ معلوم ہوتی ہے۔ (خزائنِ شریعت وطریقت: ۱۳۵)

روزہ کی فرضیت میں شانِ رحمت کا ظہور:

یَـاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّـقُوۡنَ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رمضان کی فرضیت کو کتنے پیارے انداز سے بیان فرمایا کہ ''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا جاتا ہے، کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ'' گھبرانا مت تم سے پہلے بھی روزہ فرض تھا، پہلے اِنسانوں نے بھی روزہ رکھا ہے یعنی یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ پچھلے لوگوں پر روزہ فرض ہونے کا تذکرہ کرنا یہ اپنے غلاموں پر روزہ کو آسان کرنے کی تدبیر ہے کہ روزہ کوئی ایسی مشکل بات نہیں ہے کہ سحری سے لے کر غروب تک خالی پیٹ رہنے سے کوئی مرجائے گا، تم سے پہلے بھی لوگ روزہ دار رہے ہیں، روزہ بھی رکھا اور زندہ بھی رہے، لہٰذا اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت تم پریشان نہ ہونا۔ تھوڑی سی مشقت ہے لیکن اس کا انعام بہت بڑا ہے۔ آگے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ ''لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ'' روزہ کی فرضیت میں میری شانِ رحمت کا ظہور ہے، تم کو تکلیف دینے کے لیے روزہ فرض نہیں کررہا، بلکہ روزہ اس لیے فرض ہورہا ہے کہ تم میرے دوست بن جاؤ۔ جب تم ایک مہینہ تک جائز نعمتوں سے اور ہماری جائز مہربانیوں سے اپنے نفس کو بچاؤ گے کہ دن بھر رزقِ حلال بھی نہ کھاؤ گے، نہ پیو گے تو اس مشق اور ٹریننگ کے بعد اُمید ہے کہ بعد رمضان تم حرام چھوڑنے میں کامیاب ہوجاؤ گے۔ اس کے علاوہ رمضان شریف کی ایک اور فضیلت یہ ہے کہ روزہ کا بہت ثواب ہے کہ جنت واجب ہوجاتی ہے اور اس کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں جو ایماناً اور احتساباً روزہ رکھتا ہے۔ ''من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه'' (الحدیث)

احتساب کا ترجمہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ کے حوالہ سے بیان کیا تھا کہ احتساب کے معنیٰ ہیں ثواب کی لالچ۔ اللہ والوں کے ترجمہ میں کیا مزہ ہے۔ اِیماناً یعنی اللہ پر یقین رکھتے ہوئے اور احتساباً یعنی ثواب کی لالچ رکھتے ہوئے۔

تو حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے بہشتی زیور حصہ نمبر ۳ میں حدیث نقل فرمائی، جس میں روزہ داروں کی ایسی فضیلت ہے کہ جب قیامت کے دِن حساب کتاب ہوگا تو روزہ داروں کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں دسترخوان بچھوائیں گے اور روزہ دار لوگ میدانِ محشر کی گرمی اور حساب کی پریشانی سے محفوظ عرش کے سائے میں پلاؤ، بریانی کھارہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کی شاندار مہمانی ہوگی اور قیامت کے دن جس کو عرش کا سایہ مل جائے گا اس کا حساب نہیں ہوگا کیونکہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہ ہوگا اور جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہ ہوگا کیونکہ سایہ رحمت میں بلانا اور ضیافت کرنا یہ مہمان کا اعزاز ہے اور دنیا میں بھی کوئی میزبان اپنے معزز مہمان سے یہ سلوک نہیں کرتا کہ دعوت کے بعد اس سے حساب کتاب لے یا اس کو تکلیف دے تو اللہ پاک

تو ارحم الراحمین ہیں ان کی رحمت سے بعید ہے کہ عرش کا سایہ دے کر پھر حساب کتاب کی پریشانی اور دوزخ کے عذاب میں مبتلا کریں۔ اس لیے ان شاء اللہ تعالیٰ روزہ داروں کی اور سایہ عرش پانے والوں کی جنت پکی ہے۔

فدیہ کا مسئلہ:

لٰہذا روزہ دار روزہ رکھ کر تکلیف اُٹھالیں اور جو بہت کمزور ہو، بیمار ہو، دِین دار ڈاکٹر نے کہہ دیا ہو کہ آپ کے لیے روزہ مضر ہے تو وہ رمضان گزر جانے کے بعد دو سیر گندم کی قیمت روزانہ اکھٹی دے لیکن پیشگی دینے سے روزہ کا فدیہ ادا نہیں ہوگا۔

روزہ داروں کے لیے دوخوشیاں:

حدیثِ پاک میں ہے کہ روزہ داروں کے لیے دوخوشیاں ہیں، ایک دنیا میں افطار کے وقت اور دوسری قیامت کے دن جب وہ اپنے رب سے ملاقات کریں گے۔ افطار میں روزہ دار کو اتنا مزہ آتا ہے کہ روزہ خور اس سے محروم ہوتا ہے افطاری کے وقت روزہ دار اور غیر روزہ دار کے چہرے سے پہچان لو گے۔ اگر کسی نے روزہ نہیں رکھا لیکن پھر بھی ٹھونس رہا ہے کہ یار دہی بڑا کون چھوڑے تو اس کا چہرہ بتادے گا کہ اس ظالم نے روزہ نہیں رکھا۔ روزہ دار کے چہرے پر ایک نور رہتا ہے، ایک چمک ہوتی ہے، لیکن افطاری دعوتوں کی وجہ سے جماعت کی نماز چھوڑنا جائز نہیں۔ کہیں افطار کی دعوت ہو جس کا نام افطار پارٹی ہے وہاں سموسہ، دہی بڑا وغیرہ کی ڈش اور فش ہوتی ہے، لٰہذا کبھی بھی افطاری کے لیے جماعت کی نماز مت چھوڑو، تھوڑی سی کھجور وغیرہ سے افطاری کر کے پانی پی لو۔ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھ کے آؤ اور اطمینان سے کھاؤ، جلدی جلدی کھانے میں مزہ بھی نہیں، اور دعوت والے سے پہلے ہی طے کرلو کہ بھئی ہم جماعت سے نماز پڑھیں گے۔ پھر آپ کے افطار کا جتنا بھی سامان ہوا ہم سمیٹنے میں کوئی کوتاہی نہیں کریں گے، تاکہ میزبان بھی خوش ہوجائے ورنہ بیچارہ ڈرے گا کہ اتنی محنت سے پکوایا اور یہ سب جارہے ہیں جماعت سے نماز پڑھنے۔ اس لیے اس سے پہلے ہی وعدہ کرلو کہ ابھی ہم جماعت سے نماز پڑھ کر آتے ہیں پھر آکے خوب کھاؤ، چاہے عشائیہ نہ کھاؤ اور افطار یہ ہی کھالو لیکن افطاری میں اتنا ہوس سے اور ہبک کے کھانا کہ جس سے سجدہ میں حلق سے دہی بڑا نکلنے لگے جائز نہیں، خود تو سجدہ میں جاتے ہوئے کہہ رہے ہیں اللہ اکبر، اللہ بڑا ہے، ادھر دہی بڑا کہہ رہا ہے کہ میرا نام دہی بڑا ہے، پہلے میں نکلوں گا۔ اتنا کھانے کی ضرورت کیا ہے؟، اتنا کھاؤ کہ تراویح پڑھ سکو یہ نہیں کہ کھا کے نیند آگئی اور عشاء اور تراویح غائب یا کھٹی ڈکار آرہی ہے، چورن کھارہے ہیں اور سیون اپ پی رہے ہیں۔ اتنا کھاؤ جتنی بھوک ہے جو ہضم کرلو، معدے کو تکلیف دینا بھی حرام ہے۔

تو رمضان میں اللہ کے نام پر گزارش کرتا ہوں کہ ایک مہینہ کا وعدہ کرلو، نفس سے معاہدہ کرلو کہ

پورے مہینے بدنظری نہیں کریں گے، ایک مہینہ کی ٹریننگ ہے اور روزہ کا بھی احترام ہے، کہتے ہیں کہ پیٹ میں پڑا چارہ بھی نہیں اور پھر بھی اُچھل رہے ہو۔ روزہ رکھ کر بدنظری بہت بڑے خسارہ کی بات ہے، اس لیے فی الحال نفس کو مؤدب کرنے کے لیے اور مہذب بنانے کے لیے اور ٹریننگ دینے کے لیے ایک مہینہ کا اِرادہ کرلو کہ پورے رمضان میں ایک نظر بھی خراب نہیں کریں گے اور رمضان سے پہلے ہی کمر کس لو کیونکہ سفر کرنا ہوتا ہے تو دو دن پہلے ہی سے سامان رکھتے ہو کہ بھئی یہ رکھ لو وہ رکھ لو، ریل میں فلاں فلاں چیز کی ضرورت پڑے گی۔ رمضان کی ریل میں بیٹھنا ہے تو ابھی سے اِرادہ کرلو، آج ہی سے مشق شروع کردو۔ خواتین برقعہ استعمال کرنا شروع کردیں۔ ہر عمل پھر آسان ہوجائے گا۔ روزہ کی فرضیت کا راز اللہ نے ''لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ'' رکھا ہے کہ روزہ اس لیے فرض کیا ہے تاکہ تم متقی ہوجاؤ، جو مہینہ آرہا ہے اس میں آج ہی اِرادہ کرلو۔ خواتین بھی اِرادہ کرلیں کہ آج سے شرعی پردہ کریں گی، اپنے شوہر کے سگے بھائی سے بھی پردہ کریں کہ شوہر کے بھائی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شوہر کا بھائی موت ہے، یعنی جتنا موت سے ڈرتی ہو اتنا شوہر کے بھائی سے ڈرو۔

ماہِ رمضان میں تقویٰ سے رہنے کی برکات:

دل میں پہلے ایک مہینہ کا معاہدہ تو کرو ایسا نور آئے گا کہ رمضان کے بعد بھی ان شاء اللہ اس نور سے محروم ہونے کو دل نہ چاہے گا، جو بڑی روشنی میں رہ لیتا ہے۔ مثلاً ایک ہزار پاور کے بلب میں تو پھر چالیس پاور کے بلب میں اس کو لوڈشیڈنگ معلوم ہوتی ہے، بس ایک مہینہ تقویٰ کے بڑے بلب میں رہ لو۔ ایک مہینہ کے لیے نفس کو آسانی سے منالو کہ بھئی معاہدہ کرتے ہیں کہ نہ بدنظری کریں گے نہ جھوٹ بولیں گے، نہ غیبت کریں گے اور خواتین یہ معاہدہ کرلیں کہ ہم ایک مہینہ بے پردہ نہیں نکلیں گے، برقعہ سے نکلیں گے اور جھوٹ بھی نہیں بولیں گے کسی کی غیبت بھی نہیں کریں گے اور گھر میں وی سی آر، ٹیلی ویژن بھی نہیں چلنے دیں گے۔ ایک مہینہ کا معاہدہ کرلو اور ہر روز اللہ سے کہو کہ اے اللہ! ہم یہ مہینہ تقویٰ سے گزار رہے ہیں آپ اس مہینہ کا تقویٰ قبول کرکے گیارہ مہینہ کے لیے بھی ہمیں متقی بنادیجئے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ جس کا رمضان جتنا بہتر گزرے گا، جتنا زیادہ تقویٰ سے گزرے گا تو اس کے گیارہ مہینے بھی پھر ویسے ہی گزریں گے اور جو رمضان میں بھی گناہ کرے گا اس ظالم کے گیارہ مہینے بھی تباہ ہوجائیں گے۔

بس اس مہینہ کا حق میرے دل میں آج یہی آیا ہے کہ میں آپ حضرات کو رمضان کے مبارک مہینے کے لیے آج ہی سے مستعد کردوں اور نفس کے گھوڑوں کی لگام زبردست ٹائٹ کردی جائے کہ یہ ایک مہینہ اللہ کے نام پر فدا رہو۔ ایک مہینہ کے لیے ان شاء اللہ نفس مان جائے گا کہ کوئی بات نہیں چلو مولوی صاحب کی بات مان لو، ایک مہینہ کا معاملہ ہے۔ اس کا اثر ان شاء اللہ یہ ہوگا کہ ایک مہینہ جب تقویٰ کے نور میں رہیں گے تو رمضان کے بعد بھی گناہ کی ہمت نہیں ہوگی اندھیروں سے مناسبت ختم

ہوجائے گی اور کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ احترام رمضان کے صدقے میں تقویٰ فی رمضان کی برکت سے تقویٰ فی کل زمان ہمیں دے دیں۔

بس بھئی دیکھو راستہ بہت آسان ہوگیا کہ نہیں؟ سب لوگ آج ہی اپنے نفس سے معاہدہ کرلو اور تقویٰ کے بڑے پاور کے بلب میں رہنے کی مشق کرلو اور قبولیت کے اوقات میں بھی دعا کرتے رہو۔ افطار سے پہلے دعا قبول ہوتی ہے اور سحری کے وقت میں تہجد کا وقت ہوتا ہے سحری کے لیے اُٹھتے ہی ہوا اور اُٹھنا ہی مشکل ہوتا ہے لیکن سحری کھانے کے لیے تو اُٹھنا ہی پڑتا ہے جب اُٹھ گئے اور کلی بھی کی، منہ بھی دھویا تو پورا وضو ہی کرلو اور سحری سے پہلے دو رکعت پڑھ لوالا یہ کہ وقت جارہا ہو تو اور بات ہے۔ سحری سے پہلے کیونکہ خالی پیٹ ہوتا ہے تو اللہ بہت یاد آتا ہے اور دعا میں دِل لگتا ہے۔ اس لیے سحری کھانے سے پہلے ہی دو رکعت پڑھ لو سحری کے بعد پڑھنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ شیطان ڈراتا ہے کہ دن بھر کیسے پار ہوگا۔ مغرب تک تو کھانا نہیں ملے گا اس لیے خوب سحری ٹھونس لو، ڈبل اِسٹوری بھرلو، سیکنڈ فلور بھی بھرلو، بیسمنٹ بھی بھرلو، دن بھر کھٹی ڈکار آتی رہے، لہٰذا اِتنا نہ کھاؤ۔ اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اِتنا کھاؤ جو ہضم ہوجائے تو طاقت زیادہ رہے گی۔ تجربہ کی بات کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے زیادہ ٹھونس لیا تاکہ دن بھر بھوک نہ لگے اُن کو زیادہ کمزوری محسوس ہوئی معدے کا نظام خراب ہوگیا، دِن بھر کھٹی ڈکاریں آئیں اور کمزوری زیادہ ہوئی۔ سحری کھانا سنت ہے، اگر اِتنا ضروری ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم واجب کردیتے۔ لہٰذا سنت میں اِتنی زیادہ محنت کرو کہ ٹھونسا ٹھونس مچادو۔ ایک کھجور کھا کر پانی پینے سے بھی سنت ادا ہوجائے گی، اگر سحری کو کچھ نہ ہو تو یا بھوک نہ ہو تو ایک گھونٹ پانی سے بھی سنت ادا ہوسکتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس سنت کو اِتنا آسان فرمایا پھر آپ کیوں اِتنی زحمت فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اللہ تعالیٰ روزہ کو آسان فرمادیتے ہیں۔ اس لیے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

اور اس مبارک مہینہ میں اللہ سے رزقِ حلال مانگو اور کوشش کرو، حلال تلاش کرو لیکن جب تک رزقِ حلال نہ مل جائے جوش میں آکر رزقِ حرام کا دروازہ مت چھوڑو۔ یہ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشورہ ہے۔ بعض لوگوں نے حرام چھوڑ دیا اور حلال بھی نہ پایا تو شیطان آگیا اور کہا کہ تم نے اللہ کے لیے حرام چھوڑا تھا، لیکن اللہ نے تمہیں حلال نہیں دیا، اس طرح اللہ سے بدگمان کردیا۔

روزہ داروں کی دعاؤں پر حاملینِ عرش کی آمین:

جس دن رمضان کا چاند نظر آئے گا اس دن سے روزہ داروں کی دعاؤں پر عرش اُٹھانے والے فرشتوں کی آمین لگ جائے گی۔ اللہ کا حکم ہوگا کہ اے میرے عرشِ اعظم کے اٹھانے والے فرشتو! تم میرے روزہ دار بندوں کی دعاؤں پر آمین کہتے رہو۔ پورے رمضان آپ کو عرش اُٹھانے والے فرشتوں کی آمین ملے گی۔ اس لیے خوب دعا مانگنا، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے۔ آمین

(تحفہ ماہِ رمضان)

حضرت والا حق تعالیٰ شانہ سے دعا گو ہیں ؎

یا رب مجھے زمان اور ایسا مکان دے
جس میں تری ہی یاد ہو ایسی ہر آن دے

بزرگانِ دین کو اہلِ دل کہنے کی وجہ:

ارشاد فرمایا: ایک دن مجھے خیال آیا دل تو ہر انسان کے سینہ میں ہے، اس لیے ہر شخص ''اہلِ دل'' ہے پھر اللہ والے کو خصوصیت کے ساتھ ''اہلِ دل'' کیوں کہتے ہیں۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ انھیں ''اہلِ دل'' اس لیے کہنا مناسب ہے کہ یہ اپنا دل اللہ کو دے چکے ہوتے ہیں، ہر وقت ان کا دل اللہ کے پاس ہی ہوتا ہے، جب دل' دل دینے والے کو کسی نے دے دیا تو اسے ''اہلِ دل'' ہی کہنا چاہیے ؎

اہلِ دل آنکس کہ حق را دل دہد
دل دہد او را کہ دل رامیدہد

(مذاکراتِ دکن بحوالہ روح کی بیماریاں: ۲۹۴، ۲۹۵)

اور فرمایا: میرا شعر جس کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت زیادہ پسند فرمایا تھا اور بہت زیادہ تعریف کی تھی یہ ہے ؎

اہلِ دل آنکس کہ حق را دل دہد
دل دہد اورا کہ دل را میدہد

اہلِ دل وہ ہے جو خدائے تعالیٰ پر دل کو فدا کر دے اور دل اسی ذاتِ حق سبحانہ وتعالیٰ کو دے دے جس نے ماں کے پیٹ میں دل بنایا ہے۔ یہ کیا کہ دل تو اللہ نے بنایا اور فدا کرتے ہو مٹی کے کھلونوں پر۔ اور دل کو خدا پر فدا کرنے کا طریقہ کیا ہے یہ میرے دوسرے شعر میں ہے ؎

ہم نشینی اہل دل اہل نظر
می رساند تا خدائے بحر و بر

جو اللہ والوں کی ہم نشینی اختیار کرتا ہے، اللہ والوں کے پاس بیٹھتا ہے ایک دن یہ اللہ کو پا جاتا ہے۔ جو اہل اللہ کا عاشق نہیں وہ اللہ کا بھی عاشق نہیں اور جو اپنے مرشد کا عاشق ہے وہ دراصل اللہ کا عاشق ہے کیونکہ اللہ ہی کے لیے تو اس سے محبت کر رہا ہے۔ (الطافِ ربانی: ۶۳، ۶۴)

اور اہلِ دِل پر حضرت والا کا اردو شعر بھی ہے ؎

خالق دل پہ دوستو جس نے فدا کیا ہے دل
کہتے ہیں اس کو اہلِ دل سارے جہاں کے اہلِ دل

شادی بیاہ کی غیر شرعی رسومات:

حضرت والاؒ نے فرمایا: ولیمہ سنت ہے جو بیٹے والے کے ذمہ ہے۔ ہاں لڑکی جب رخصت ہو کر

چلی جائے اور شوہر کے ساتھ خلوت ہو جائے۔ اس کے بعد دوسرے دن ولیمہ سنتِ مؤکدہ ہے بشرطیکہ وہاں بھی کوئی خلافِ شریعت کام نہ ہو۔

علامہ شامی ابنِ عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ولیمہ سنتِ مؤکدہ ہے لیکن اگر دسترخوان پر کوئی گناہ کا کام شروع ہو جائے مثلاً غیبت شروع ہو جائے تو روٹیاں اور بریانی اور شامی کباب چھوڑ کر وہاں سے اُٹھ جانا واجب ہے۔ اب یہ وقت امتحان کا ہوتا ہے کہ یہ نلیاں اور بوٹیاں محبوب ہیں یا اللہ کی رضا محبوب ہے۔ یہ کہنا کہ جائیں صاحب چھوڑ کر میزبان ناراض ہو جائیں گے نہایت کم ہمتی کی بات ہے۔ صاف کہہ دو کہ یہاں غیبت ہو رہی ہے، ریکارڈنگ ہو رہی ہے، فوٹو کشی ہو رہی ہے، فلم بن رہی ہے، ویڈیو بن رہی ہے، کھانے والوں کی تصویریں بن رہی ہیں لہٰذا اس نافرمانی کی مجلس میں شریک نہیں ہوسکتا۔

دوستو! یہی وقت امتحان کا ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا موقع آئے اس وقت جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جائے، وہ امتحان میں پاس ہوگیا۔ خالی تنہائی میں، مسجد میں عبادت کر لینے کا نام امتحان نہیں ہے۔ امتحان کا وقت وہ ہوتا ہے جب منہ اور بریانی کے لقمہ کے درمیان آدھے فٹ کا فاصلہ رہ گیا کہ دیکھا کہ فوٹوگرافر آ گیا، فلم بننے والی ہے، اب دیکھنا ہے کہ آدھا فٹ جو بریانی قریب ہوچکی ہے اس قریب شدہ مالِ غنیمت کو واپس کرتا ہے یا نہیں۔ امتحان کا وقت یہ ہوتا ہے۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ اس وقت اس لقمے کو وہیں رکھ دو اور اُٹھ جاؤ، کہہ دو چونکہ یہاں اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے لہٰذا ایسی مجلس میں حاضری جائز نہیں ہے۔ محدث عظیم مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو مکہ شریف میں مدفون ہیں، مشکوٰۃ کی شرح میں فرماتے ہیں: ''لَا یَجُوزُ الحُضُورُ عِندَ مَجلِسٍ فِیهِ المَحظُور'' جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ایسی مجلس میں جہاں اللہ کی مرضی کے خلاف، شریعت کے خلاف کوئی کام ہو رہا ہو۔ اس مجلس میں شرکت جائز نہیں چاہے ابا کی مجلس ہو، چاہے اماں کی مجلس، چاہے پیر کی مجلس ہی کیوں نہ ہو۔

مان لیں کسی کو غلطی سے غلط پیر مل گیا، اس کے یہ معنیٰ تھوڑی ہیں کہ اللہ اور رسول کے فرمان کو پیچھے چھوڑ دیں، اور اس کی بات مان لیں۔ اسی کا نام پیر پرستی ہے۔ اس سے صاف کہہ دو کہ چونکہ آپ خلافِ شریعت وسنت کام کر رہے ہیں، بس میں آپ سے بیعت فسخ کرتا ہوں۔ محبت اللہ کے لیے ہے اور بغض بھی اللہ کے لیے ہے۔

تعجب ہے کہ قرضہ لے لے کر بیٹی والا برادری کو کھلا رہا ہے جو خلافِ سنت ہے۔ اصلاح الرسوم میں بھی ہے اور ہمارے اکابر نے اس کا اہتمام کیا۔ میرے مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے، اتنے بڑے خلیفہ تھے کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہم جیسے

بڑے بڑے علماء ان کے سامنے شاگرد کی طرح بیٹھتے تھے، لیکن حضرت نے اپنی بیٹیوں کی شادی کی، نکاح پڑھا جو دو چار آدمی آئے کسی کو کچھ نہیں کھلایا اور بیٹی کو رخصت کر دیا، یہ نہیں کہ بارات میں ساری برادری کو جمع کیا جارہا ہے ہاں دو چار عزیز و اقارب آگئے مثلاً بیٹی کی شادی میں اس کی دوسری سگی بہنیں آگئیں اور سگے بھائی آگئے تو وہ گھر والے ہیں، خاندان والوں کو کھلانے میں کوئی حرج نہیں جو دو چار آگئے، لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ دعوت نامے کارڈ چھپ رہے ہیں۔ ہزار آدمی اس میں بھی کھا گئے، پانچ سو آدمی کھا گئے، یہ دس ہزار بالکل ضائع ہوا، اس پر کوئی اجر نہیں بلکہ خلافِ سنت عمل پر اندیشۂ مواخذہ ہے۔

نکاح تو ایک عبادت ہے لیکن عبادت جب ہے جب سنت کے مطابق ہو جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو، لہٰذا تمام حدیثوں سے ثابت ہے کہ ولیمہ سنت ہے بشرطیکہ ولیمہ بھی شریعت کے خلاف نہ ہو اور حیثیت سے بھی زیادہ نہ ہو کہ پانچ ہزار تنخواہ پاتا ہے لیکن ولیمہ قرضہ لے کر ایک لاکھ کا کر رہا ہے یہ بھی نام و نمود اور فخر کے لیے ہے، اس میں بھی شرکت جائز نہیں۔ آج اُمتِ مسلمہ، اسی کی وجہ سے مقروض و پریشان ہے۔ دس دس ہزار، بیس بیس ہزار روپیہ کھانے میں جارہا ہے۔ حیثیت سے زیادہ خرچ نہ کرو، ارے امام اور مؤذن کو بلالو۔ دو آدمیوں سے بھی ولیمہ ہو جاتا ہے۔ چلو محلے کے کسی بڑے بوڑھے کو دو چار دوستوں کو بلالو۔ آپ کسی مفتی سے پوچھ لیں کہ اگر دو چار آدمیوں کو بلالیں تو ہماری سنت ولیمہ ادا ہو جائے گی یا نہیں اور باقی پیسے دینی مدارس میں، یتیموں پر، بیواؤں پر خرچ کر دیں یا بیٹی کو دیں یا داماد کو دے دیں۔

یہ کھا کھا کر پچاس پچاس ہزار روپیہ خرچ کرا کر مونچھوں پر تاؤ دے کر جو جاتے ہیں، کوئی خوش نہیں ہوتا تعریف کے لیے جو کام انسان کرتا ہے، تعریف بھی نہیں ملتی۔ جو وہ کہہ کر جاتے ہیں وہ الفاظ، مجھ سے سنیے! ''ارے صاحب! گھی بہت ڈال دیا تھا۔'' ''اتنی چکنائی تھی کہ کھایا نہیں گیا۔'' ''میرے تو پیٹ میں درد ہو گیا۔'' ''یہ اس نے گوشت بچانے کے لیے ترکیب نکالی کہ گھی زیادہ ڈال دیا تاکہ کھانا نہ کھایا جائے۔'' دوسرے صاحب کہتے ہیں: صاحب! نمک تیز ہو گیا۔ تیسرے صاحب کہتے ہیں: بکرا بڈھا تھا۔ گوشت میں بہت سختی تھی، جیسے چمڑے کھینچ رہے تھے۔

حکیم الامتؒ نے اس پر ایک قصہ سنایا کہ ایک بخیل بنیا تھا۔ پیٹ کاٹ کاٹ کر پیسہ جمع کیا اور جب بیٹی کی شادی کی تو سارے گاؤں کو دعوت دے دی کیونکہ عزت و جاہ کا بھوکا کافر ہوتا ہے، اس نے سب گاؤں والوں کو آلو پوری کھلائی آلو پوری بہت مزے دار ہوتی۔ اور ایک ایک اشرفی بھی انعام میں دی۔ اشرفی سونے کی ہوتی ہے۔ اور جب سب مہمان جانے لگے تو جلدی سے دوڑ کر کے گاؤں کے باہر ایک درخت پر بیٹھ گیا کہ آج ذرا تعریف سن کر خوش ہو جاؤں۔ مال تو گیا، زندگی بھر ہم نے چمڑی دے دی مگر دمڑی نہیں دی لیکن آج بیٹی کی شادی میں ذرا واہ واہ لینے کے لیے میں نے اتنا خرچہ کیا تو دیکھوں کہ آج میری کتنی تعریف ہوتی ہے۔ تو آلو کھا کر اور ایک اشرفی لے کر سب یہ کہتے ہوئے گزرے کہ بڑا

ہی کنجوس مکھی چوس تھا۔ ارے! صرف ایک اشرفی دی۔ کمبخت کو پانچ اشرفی دینا چاہیے تھا۔ جب تین چار گالیاں سنیں تو مارے غم کے، اس کی دھوتی ڈھیلی ہوگئی اور جلدی سے درخت سے نیچے اُتر کر صدمہ وغم سے گھر میں جا کر لیٹ گیا کہ اتنا پیسہ بھی چلا گیا اور تعریف بھی نہ ملی۔ مخلوق سے کہیں تعریف ملتی ہے؟۔

اسی طرح غم کے موقع پر بھی انتہائی بیہودہ رسمیں ہیں۔ غمی میں بریانیاں کھلائی جاتی ہیں، تیجہ کیا جاتا ہے جس کا نام قرآن خوانی ہے۔ بکرا کٹ رہا ہے، شامیانے لگ رہے ہیں اور بریانی پک رہی ہے سوچو تو سہی جس کا نانا، جس کا بابا مرگیا اس کے ہاں بریانی کھانے میں شرم بھی نہیں آتی۔

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نوجوان کی تربیت فرمائی جو زمیندار تھا۔ اس کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے اور ان کی صحبت کے فیض سے اس نے وعدہ کیا کہ حضرت! ان شاء اللہ تعالیٰ میں اپنی پوری برادری سے یہ رسم مٹادوں گا، بس اس نے رسم کے مطابق باپ کے انتقال پر دو بکرے کاٹے اور شاندار بریانی پکوائی اور ساری برادری کو بلایا کہ آؤ! آج کھانا کھالو۔ جب دسترخوان بچھا کر گرم گرم بریانی پلیٹوں میں رکھی گئی اور ہاتھ دھو کر سب نے بریانی کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو اس نے فوراً کہا کہ صاحبو! ہاتھ بڑھانے سے پہلے میں ذرا ایک گزارش کرتا ہوں اس کو سن لینے کے بعد آپ لوگ کھایئے، ایک نوجوان، بچہ، بڑے بڑے چودھری بڈھے زمینداروں سے خطاب کررہا ہے کہ آپ لوگ کس خوشی میں یہ بریانی کھانے جارہے ہیں۔ میرے دل سے پوچھو کہ باپ کے مرنے پر کیا صدمہ ہے۔ میرے غم اور صدمے میں آپ نے میرا یہ حق ادا کیا کہ آپ مجھ سے بریانی کھارہے ہو۔ جس کا باپ یا بھائی مرگیا اس سے کس خوشی میں بریانی کھائی جاتی ہے۔ اس تقریر کے بعد کوئی بریانی کھا سکتا تھا؟ آخر سب بڑے زمیندار تھے، عزت وآبرو سے ہاتھ دھو کر تھوڑی آئے تھے، سب لوگ فوراً کھڑے ہوگئے اور کہا: اے نوجوان بچے! شاباش! آج تو نے ہماری آنکھیں کھول دیں۔ ساری بریانی کو لے جا کر غریبوں میں تقسیم کردو۔ یہ غریبوں کا حق ہے ہم جیسے بڑے بڑے مالداروں کا حق نہیں ہے کہ اپنے نوجوان رشتے دار کے باپ کی غمی میں بریانی ٹھونس رہے ہیں، واقعی یہ بے غیرتی ہے۔ حکیم الامت، مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ خبر ملی تو حضرت نے خوش ہو کر وعظ میں یہ واقعہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ جس سے چاہتا ہے بڑا کام لے لیتا ہے۔ اللہ نے اس سے کتنا بڑا کام لیا کہ اس نے ایک بری رسم کو مٹا دیا۔

آج آپ سب حضرات سے میں اس مسجد میں ایک عہد لیتا ہوں کہ آپ لوگ وعدہ کیجیے کہ اپنی شادی بیاہوں کو میرج ہالوں میں نہیں کریں گے۔ اللہ کے لیے وعدہ کیجیے! اُمت پر رحم کیجیے! اپنے خاندان پر رحم کیجیے! یہاں حضرت ہردوئی کی موجودگی میں دو نکاح ہو چکے ہیں۔ آپ لوگ شادی ہالوں کے کرایہ اور بجلیوں کے بل سے جان چھڑا کر وہی پیسہ اپنی بیٹی کو دے دو۔ قرضہ لے لے کر اپنے دل کو کیوں

پریشان کرتے ہو؟

میرے محترم بزرگو، بھائیو اور دوستو! شادی سنت کے مطابق کرو، جمعہ کے دن، عصر کے بعد نکاح پڑھوا ور مغرب بعد رخصتی کردو۔ نوشہ کے ساتھ جو آنے والے ہیں ان کو بھی پہلے ہی راضی کرلو کہ ہم سنت کے مطابق سادگی کے ساتھ شادی بیاہ کریں گے۔ اس طرح یہ لعنت جہیز کی نکل جائے گی۔ کتنی بیٹیاں ہیں جو جہیز کی اس لعنت اور ان اخراجات کی لعنت کی وجہ سے بیٹھی ہوئی ہیں۔ ان کے دلوں میں خودکشی تک کے وسوسے آرہے ہیں۔ میرے دوستو! ان شادی ہالوں میں پیسہ ضائع کرنا اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو پریشانی میں مبتلا کرنا ہے جو اپنی غربت کی وجہ سے اس رسم کو نہیں کرسکتے۔ بیٹی والوں سے پوچھو کہ کیا مصیبتیں ہیں، لہٰذا جو شخص اپنی بیٹی کی شادی میں کھانا کھلائے گا اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن اس پر سنت کی مخالفت کا مقدمہ دائر ہوگا۔ ساتھ ساتھ یہ کہ معاشرے میں اس نے ایک بری رسم جاری کرکے مسلمانوں کی جیب کٹوانے کا انتظام کیا اور ان کو کرب وغم میں مبتلا کرنے کا سامان کیا۔ چھوڑ دیئے! اس کو کوئی کچھ کرتا ہو۔ آپ یہی پوچھئے لو کہ بیٹی والوں کا کھانا کس کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اس لیے آج آپ حضرات یہ عہد کرلیں کہ ہمیں میرج ہالوں میں شادی نہیں کرنی ہے بیٹی والوں کو کھانا نہیں کرنا ہے، بیٹی والوں سے جہیز نہیں مانگنا ہے وغیرہ۔ یہ دس ہزار پانچ ہزار جو ایک رات کا کرایہ لگتا ہے نہیں دینا ہے، مسجد میں سنت کے مطابق نکاح کرائیے۔

نکاح کے بعد چھوارے وغیرہ نہ اُچھالیے۔ خالی کتابوں کو دیکھ کر عمل نہ کیجیے۔ سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ ہمارے مولانا ابرارالحق صاحب نے فرمایا کہ اس زمانے میں چھوارے قاعدے سے تقسیم کرو۔ کیوں؟ اس لیے کہ جس زمانے میں یہ کھجور اور چھوارے اُچھالے گئے تھے اس زمانے میں آنکھوں پر چشمے نہیں لگتے تھے۔ آج سے پچاس برس پہلے کے بزرگوں کو دیکھ لو، اپنے دادا، نانا کو کہ اکثر نے بڑھاپے تک چشمہ نہیں لگایا، خود میرے نانا نے آخر سانس چشمہ نہیں لگایا۔ اور اب چشمے لگے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ نے کھجوروں کو اُچھالا، اور ایک کھجور کسی کے چشمے پر گرگئی، اس کا تو تین سو کا تو چشمہ گیا اور آپ کی دو آنے کی کھجور اس کے نفع میں آئی لہٰذا کھجوریں تقسیم کیجیے اور اس طریقہ سے کہ مسجد میں بھی اس کا اثر نہ ہو کہ مکھیاں بھنکیں، تاکہ مسجد کا فرش بھی نہ خراب ہو۔ اور مغرب بعد بیٹی کو رخصت کردو اور بیٹی والا کھانا نہ کھلائے۔

ولیمہ کے سلسلے میں بھی عرض کرتا ہوں کہ ولیمہ میں یہ کوئی ضروری نہیں کہ ساری برادری آئے۔ کسی کتاب میں نہیں لکھا ہے کہ ساری برادری کا کھانا کرو۔ جتنی اللہ توفیق دے اور قرضہ نہ لینا پڑے۔ یہی ہزار ہزار آدمیوں کو ولیمہ کھلانے والوں سے اگر کہا جائے کہ مسجد کی دری پھٹی ہے کچھ پیسہ دے کر نئی دری بچھوا دو تو کہتے ہیں مولانا! آج کل بڑی کڑکی ہے، کڑکی۔ کڑکی کے معنیٰ معلوم ہیں آپ کو؟ میمنوں کی زبان ہے۔ مرغی جب کُڑک ہوجاتی ہے اور انڈا نہیں دیتی، تو کہتے ہیں کہ یہ مرغی کی کڑکی کا زمانہ ہے

اسی کُڑکی سے یہ کَڑکی بنایا ہے۔ میمن صاحب جب کہے کہ آج کل کَڑکی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میری دکان کی مرغی انڈا نہیں دے رہی ہے یعنی پرافٹ (Profit) نہیں ہو رہا ہے، لیکن یہ پچاس ہزار میرج ہال کے لیے کہاں سے آ گیا؟ کھانا کہاں سے آ گیا؟ جو غریب ہیں وہ بھی بینکوں سے سودی قرضے لے رہے ہیں۔ ولیمہ کون سا فرض ہے اور اگر فرض بھی ہوتا تب بھی سودی قرضہ لینا جائز نہیں۔ ولیمہ سنت ہے لیکن حسبِ گنجائش وتوفیق۔ اگر پوری بکری کرنے کی کسی کے پاس گنجائش نہیں ہے، تو بکری نہ کرے دال روٹی کھلا دے، اگر گنجائش ہے تو چلو ایک بکری کرلو۔ ایک بکری آٹھ نو سو کی مل جاتی ہے۔ ایک ہزار کے چاول بھی ڈال دو، دو ہزار میں ولیمہ کرلو اور کوئی غریب ہے مؤذن ہے، امام ہے، بیچارہ اس کے پاس یہ بھی نہیں ہے تو میاں! آلو پوری کھلا دو، دہی بڑے کھلا دو۔ ولیمہ میں پلاؤ قورمہ کھلانا کوئی واجب نہیں ہے۔ غیر واجب کو واجب سمجھنا یہ بھی اسلام میں بہت بڑا جرم ہے، اس سے ضرر پہنچا ہے۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، دوستو! اپنے نبی ﷺ کی بات کو غور سے سنو! رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اَعظَمُ النِّکَاحِ بَرَکَۃً اَیسَرُہٗ مَؤُنَۃً'' سب سے بڑا برکت والا نکاح وہ ہے جس میں کم خرچ ہو۔ آپ سوچیے اگر آپ کم خرچ کریں گے تو نکاح میں برکت آ جائے گی۔ نبی ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہے۔ اگر آپ کو اللہ نے بہت دولت دی ہے۔ مان لیجیے! بہت سی لانچیں چل رہی ہیں، موٹر چل رہی ہے، ٹیکسی چل رہی ہے، تو پیسہ بچا کر کسی غریب کی بیٹی کا نکاح کرا دو، کہو کہ یہ دس ہزار روپے ہم سے تحفہ لے لو یا کسی اور ضروری کام میں خرچ کر دو بھائی! دو چار بچوں کو حافظ بنوا دو، ہزاروں نیک کام ہیں جن میں خرچ کر سکتے ہیں لیکن مال کو ان فضول رسموں میں خرچ کرنے سے یہ خرابی پیدا ہوگی جو خاندان میں غریب ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں بھی مال دار رشتہ دار کا مقابلہ کروں گا چاہے قرض ہی لینا پڑے۔ ایسا کوئی کام نہ کیجیے کہ جس سے پورے خاندان والے مجبور ہو کر حیثیت سے زیادہ خرچ کریں، اگر ایک بچے کو پیچش ہوتی ہے، تو اس کی رعایت سے ماں دوسرے تندرست بچوں کو بھی کباب نہیں دیتی کہ تمہارے کباب کو دیکھ کر میرا بیمار بچہ روئے گا۔ ایسے ہی اُمت کا خیال کرو، نفسی نفسی نہ کرو۔

اسی طرح جہیز کی لعنت ہے آج کل لڑکے والا بابا کہتا ہے کہ میرا بیٹا امریکا پڑھنے جائے گا۔ جہیز میں امریکا تک پہنچنے کا خرچہ بھی دو، ایک کار بھی دو اور ٹیلیویژن بھی دو اور میرے بیٹے کے لیے دکان کھلوا دو۔ اگر ڈاکٹر ہے تو اس کو میڈیکل اسٹور کھلوا دو یا ہسپتال بنوا دو۔ بیٹی والوں سے پیسہ مانگنا یہ رشوت ہے، حرام ہے چاہئے تو یہ تھا کہ بیٹی والے سے کہہ دیتے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کو تنگدستی ہے، کچھ مقروض بھی ہیں، آپ کچھ نہ دیجیے۔ میرے گھر میں سب کچھ موجود ہے ہمیں آپ کی بیٹی چاہیے دولت نہیں چاہیے اور کوئی طعنہ بھی نہیں دے گا۔ یہ عہد داماد کے باپ اور اس کی ماں کو لکھ کر دے دیں کہ تمہاری بیٹی کو کوئی طعنہ نہیں ملے گا۔ لیکن آج افسوس یہ ہے کہ کھاتے پیتے لوگ نمازی لوگ بھی طعنہ دیتے ہیں اگر

بیوی غریب ہے، کچھ نہیں لائی یا کم لائی، تو شوہر صاحب کہتے ہیں کہ ارے! تیرے باپ نے کیا دیا۔ تجھ سے نکاح کر کے میں تو پچھتا رہا ہوں، فلاں جگہ نکاح کرتا تو مجھ کو اتنا ملتا۔ کیا ہو رہا ہے دوستو! یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ اس لیے دل سیاہ ہو رہے ہیں اور گھروں میں لڑائی جھگڑے ہو رہے ہیں۔ دین واخلاق اور شرافت کا تقاضا ہے کہ یہ کہہ دو کہ آپ بیٹی دے رہے ہیں، اپنے جگر کے ٹکڑے کو آپ دے رہے ہیں، اس کے مقابلے میں ہم کرسی اور صوفہ مانگیں۔ کیا حقیقت ہے؟ وہ اپنی طرف سے آرام کے لیے اپنی بیٹی کے لیے کچھ دے دیں وہ ٹھیک ہے لیکن اگر اس کے پاس نہیں ہے، قرینہ سے پتہ چل جاتا ہے، کہ لڑکی کا والد مالی لحاظ سے کمزور ہے تو شریف داماد اور شریف سمدھی کا حق ہے کہ کہہ دے کہ آپ بالکل تکلف نہ کریں اور اور ان کو یقین دلاؤ کہ کوئی طعنہ نہیں دے گا بلکہ لکھ کر دے دو اور اس پر اس کی ساس کے بھی دستخط کراؤ کیونکہ اس وقت تو جوش میں کہہ دیں گی لیکن بعد میں ساری زندگی طعنے دیتی ہیں۔ جو مہمان آیا، ارے! آپ کی بہو کچھ لائی بھی ہے؟ ارے! کیا لائی ہے بس چند چیتھڑے اور کچھ ٹھیکرے لائی ہے، کپڑے کا نام چیتھڑے رکھ دیا، برتنوں کا نام ٹھیکرے رکھ دیا۔ اس لیے دل روتا ہے ایسے حالات سے۔ آپس میں آج اگر آپ اس مسجد کے اندر عہد کر لیں کہ ہم اپنی شادیوں میں بیٹی والے سے کہہ دیں گے کہ آپ پر کوئی جہیز کی ذمہ داری نہیں ہے۔

اپنی بیٹی کو جو دل چاہے دے نہ دے اس پر کبھی طعنہ نہیں ملے گا اس پر اپنی بیوی اور بیٹے کے علاوہ اس کی بہنوں کے بھی دستخط کراؤ کیونکہ بہنوں کی زبان بھی کبھی کڑوی ہو جاتی ہے۔ پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کتنا راضی ہوتا ہے۔ ذرا یہ عمل کر کے دیکھیے تو شادی بیاہ بالکل آسان معلوم ہوگا۔ آج کل کیا حالات ہیں اسلام آباد میں ایک شخص کی چھ بیٹیاں ہو گئیں تو مجھ سے کہنے لگے کہ کوئی تعویذ دو کہ اب بیٹی نہ ہو کیونکہ خاندان میں پچاس ہزار ایک بیٹی پر خرچہ آتا ہے اور چھ بیٹیوں کو پچاس ہزار پر ضرب کرو تو تین لاکھ بنتا ہے۔ تین لاکھ میں کہاں سے لاؤں گا۔ پانچ ہزار میری تنخواہ ہے۔ تین ہزار خرچ ہو جاتے ہیں۔ ایک ہزار بچاؤں بھی تو تین لاکھ کہاں سے آئے گا لہٰذا مجبوراً سود لینا پڑے گا۔ قرضہ لینا پڑے گا۔ یہ ہماری غلطی ہے کہ ہم نے معاشرہ میں غیر اسلامی رسمیں رائج کی ہیں اس کے لیے خاص طور پر آپ لوگ ہمت کیجیے، نہی عن المنکر کی جماعت الگ بنانے کی ضرورت ہے اور برائیوں کو مٹانے کے لیے آپ سب اس میں داخل ہو جائیں۔ یہ جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں سب بُرائیوں کے مٹانے میں ہمارے ممبر اور انصار ہیں۔

''یہاں ایک بات یاد آئی۔ جب اللہ تعالیٰ ہدایت کا دروازہ کھولتا ہے تو جگر مرادآبادی جیسا شرابی توبہ کرتا ہے۔ میر صاحب جو میرے رفیق سفر جو ہیں، انہوں نے جگر مرادآبادی کو دیکھا ہے، اتنا پیتا تھا کہ دو آدمی اُٹھا کر اس کو مشاعرہ میں لے جاتے تھے مگر ظالم کی آواز ایسی غضب کی تھی کہ مشاعرہ ہاتھ میں لیتا تھا لیکن جب ہدایت کا وقت آ گیا تو دل میں اختلاج شروع ہوا۔ گھبراہٹ شروع ہوئی کہ اللہ

تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ جب ہدایت کا وقت آیا تو دل کو پتہ چل گیا کہ کوئی ہمیں یاد کر رہا ہے ۔

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اسی کو یادِ یار آئی

حضرت بنانی رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں، فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ کو یاد فرماتے ہیں تو مجھ کو پتہ چل جاتا ہے کہ اللہ مجھے یاد فرما رہے ہیں۔ خادم نے پوچھا کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا کہ دلیل قرآن پاک کی ہے: ''تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا''۔

بہر حال جب جگر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے جذب عطا فرمایا تو اس کے آثار ظاہر ہونے لگے ۔

سن لے اے دوست! جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

غرض اب جگر صاحب کی ہدایت کا آغاز ہوتا ہے۔ آغازِ ہدایت اس شعر سے ملا ۔

پینے کو تو بے حساب پی لی
اب ہے روز حساب کا دھڑکا

یعنی اب دل دھڑک رہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ کو کیا جواب دوں گا جب وہ پوچھے گا کہ ظالم میں نے شراب کو حرام کیا تھا اور تو اس قدر پیتا تھا، تجھے شرم نہ آئی، خیال نہ ہوا کہ مجھے قیامت کے دن پیش ہونا ہے۔ پس فوراً خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب (خلیفہ حکیم الامت، مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، اور ان کے اشعار کا مجموعہ کلام کشکول مجذوبؒ کے نام سے موجود ہے) سے مشورہ لیا کہ خواجہ! آپ کیسے اللہ والے ہو گئے؟ کس کی محبت نے آپ کو متبع سنت بنایا؟ آپ تو ڈپٹی کلکٹر ہیں۔ ڈپٹی کلکٹر اور گول ٹوپی اور لمبا کرتا اور عربی پاجامہ اور ہاتھ میں تسبیح!! میں نے دنیا میں کہیں ایسا ڈپٹی کلکٹر نہیں دیکھا ہے۔ یہ آپ کی ''ٹر'' کس نے نکال دی اے مسٹر؟ فرمایا تھانہ بھون میں حکیم الامت نے یہ ٹر نکالی مسٹر کی ٹر کو مس کر دیا۔ تو کہا کہ مجھ جیسا شرابی بھی تھانہ بھون جا سکتا ہے، شرط یہ ہے کہ میں وہاں بھی پیوں گا کیونکہ اس کے بغیر میرا گذارہ نہیں۔ خواجہ صاحب تھانہ بھون پہنچے اور کہا کہ جگر صاحب اپنی اصلاح کے لئے آنا چاہتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ میں خانقاہ میں بھی بغیر پئے نہیں رہ سکتا۔ اور جگر کا لکھا ہوا رقعہ جس پر صرف ایک شعر موجود تھا۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیا ۔

بہ سرِ تو ساقی مستِ من آید سرورِ بے طلبی خوشم
اگرم شراب نمی دھد بہ خمارِ تشنہ لبی خوشم

(''اے میرے مدہوش ساقی! تیرے دل میں یہ بات ہے کہ میں تجھ سے کچھ نہ مانگوں۔ ٹھیک ہے اگر تو مجھے شراب نہیں دیتا تو میں اِسی تشنہ لبی کے خمار میں ہی خوش ہوں۔'') (جگر)

مولانا خود بھی فارسی شاعری کا درک رکھتے تھے، چنانچہ انھوں نے جگر کے خط کو پڑھا تو ان کی مراد سمجھ گئے۔اس کے بعد انھوں نے کاغذ کے دوسری جانب مندرجہ ذیل شعر لکھ کر جگر کو واپس بھجوادیا۔

نہ بہ نثرِ نا تو بے بدل، نہ بہ نظم شاعر خوش غزل

بہ غلامی شہہ عزوجل و بہ عاشقی نبی خوشم

(''اے جگر تیرا تو یہ حال ہے لیکن میرا یہ حال ہے کہ نہ میرا کسی عظیم ادیب کی تحریر میں دل لگتا ہے اور نہ ہی مجھے کسی بڑے شاعر کی شاعری خوش کرتی ہے۔ بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں اور اپنے پیارے نبی کی غلامی میں ہی خوش رہتا ہوں۔'')

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر کہا کہ جگر صاحب سے میرا اسلام کہنا اور یہ کہنا کہ اشرف علی ان کو اپنے مکان میں ٹھہرائے گا، خانقاہ تو ایک قومی ادارہ ہے، اس میں تو ہم اجازت دینے سے مجبور ہیں لیکن ان کو میں اپنا مہمان بناؤں گا۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں جب کافر کو بھی مہمان بناتے تھے تو اشرف علی ایک گنہگار مسلمان کو کیوں مہمان نہ بنائے گا جو اپنے علاج اور اصلاح کے لئے آرہا ہے؟ جگر صاحب نے جب یہ سنا تو رونے لگے اور کہا کہ آہ! ہم تو سمجھتے تھے کہ اللہ والے گنہگاروں سے نفرت کرتے ہوں گے لیکن آج پتہ چلا کہ ان کا قلب کتنا وسیع ہوتا ہے۔

بس تھانہ بھون پہنچ گئے اور عرض کیا کہ حضرت اپنے ہاتھ پر توبہ کرادیجئے اور چار باتوں کے لئے دعا کیجئے۔سب سے پہلے تو یہ کہ میں شراب چھوڑ دوں، پرانی عادت ہے ع

چھٹتی نہیں منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

اللہ تعالیٰ کے کرم سے اب مے نوشی چھوڑنے کا ارادہ کرلیا اور دوسری درخواست دعا یہ کہ مجھ کو حج نصیب ہوجائے۔تیسری درخواست کہ میں داڑھی رکھ لوں اور چوتھی درخواست کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔حضرت نے دعا فرمائی۔اور صاحبانِ مجلس نے آمین کہا۔

بعد ازاں حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جگر سے کچھ سنانے کی فرمائش کی۔جگر نے محفل میں نہایت سوز وگداز سے اپنی یہ غزل سنائی۔

کسی صورت نمودِ سوزِ پنہانی نہیں جاتی

بجھا جاتا ہے دل چہرے کی تابانی نہیں جاتی

صداقت ہو تو دل سینوں سے کھنچنے لگتے ہیں واعظ

حقیقت خود کو منوا لیتی ہے، مانی نہیں جاتی

چلے جاتے ہیں بڑھ بڑھ کر مِٹے جاتے ہیں گر گر کر

حضورِ شمعِ پروانوں کی نادانی نہیں جاتی

وہ یوں دل سے گزرتے ہیں کہ آہٹ تک نہیں ہوتی
وہ یوں آواز دیتے ہیں کہ پہچانی نہیں جاتی
محبت میں ایک ایسا وقت بھی دل پر گزرتا ہے
کہ آنسو خشک ہوجاتے ہیں طغیانی نہیں جاتی
جگر وہ بھی سرتاپا محبت ہی محبت ہیں
مگر اِن کی محبت صاف پہچانی نہیں جاتی

جگر صاحب تھانہ بھون سے واپس آئے تو شراب چھوڑ دی، توبہ کرلی شراب چھوڑنے سے بیمار ہوگئے۔ ڈاکٹروں کے بورڈ نے معائنہ کیا اور کہا کہ جگر صاحب آپ کی موت سے ہم بے کیف ہو جائیں گے آپ قوم کی امانت ہیں تو تھوڑی سی پی لیجئے تاکہ آپ زندہ تو رہیں۔ جگر صاحب نے کہا کہ اگر میں تھوڑی تھوڑی پیتا رہوں گا تو کب تک جیتا رہوں گا۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ پانچ دس سال اور چل جائیں گے۔ فرمایا کہ دس سال کے بعد اگر میں شراب پیتے ہوئے اس گناہِ کبیرہ کی حالت میں مروں گا تو اللہ کے غضب اور قہر کے سائے میں مروں گا اور اگر ابھی مرتا ہوں جیسا کہ آپ لوگ مجھے ڈرا رہے ہیں کہ نہ پینے سے تم مر جاؤ گے تو میں اس موت کو پیار کرتا ہوں۔ ایسی موت کو میں عزیز رکھتا ہوں کیونکہ اگر جگر کو شراب چھوڑنے سے موت آئی تو اللہ کی رحمت کے سائے میں جاؤں گا کیونکہ یہ موت خدا کی راہ میں ہوگی کہ میرے بندہ نے ایک گناہ چھوڑ دیا اس غم میں یہ مرا ہے میری نافرمانی چھوڑنے کے غم میں اسے موت آئی ہے، میرے قہر وغضب کے اعمال چھوڑنے میں میرے بندہ نے جان دی ہے، یہ شہادت کی موت ہے۔

غرض جگر صاحب نے شراب چھوڑ دی اور جب حج کو جانے لگے تو داڑھی پوری ایک مشت رکھی۔ سوچا کہ اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا اور روضۂ مبارک پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا۔

غالباً اسی زمانے کی بات ہے کہ ایک مرتبہ تانگے میں سوار ہوکر کہیں جارہے تھے۔ تانگے والا بار بار نہایت ترنم سے یہ شعر پڑھ رہا تھا ؎

چلو دیکھ کر آئیں تماشا جگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلماں ہوا ہے

تھوڑی دیر بعد تانگے والے نے پچھلی نشست سے ہچکیوں کی آواز سنی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک مولوی صاحب رو رہے تھے۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ یہی جگر مرادآبادی ہیں۔

حج کے متعلق دعا بھی قبول ہوئی۔ ۱۹۵۹ء میں جگر کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوگئی۔ حج کے ایام میں ایک اتفاقی حادثے کے سبب جگر کو مدینہ منورہ میں زیادہ دنوں تک قیام کا موقع بھی مل گیا۔ حج کے بعد جگر صاحب اکثر بے تکلف احباب میں فرمایا کرتے تھے۔ ''میں نے دعائیں کروائی تھیں۔ تین

تو میری زندگی میں ہی پوری ہوگئیں اور چوتھی دعا (کہ خدا میری مغفرت کردے) بھی اِن شاء اللہ قبول ہوگی۔'' جگرصاحب کا اصل میدان غزل تھا۔اسی میدان کے شاہ سوار تھے لیکن شاید بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ جگر نے کچھ نعتیں بھی کہیں۔شراب نوشی چھوڑنے کے بعد جگر نے جو پہلی نعت کہی وہ مکمل نعت اور واقعہ پہلے عرض ہو چکا ہے۔،اس کا مطلع یہ ہے ؎

اِک رند ہے اور مدحتِ سلطانِ مدینہ
ہاں اِک نظرِ رحمت سلطانِ مدینہ

چند مختصر ملفوظات

ارشاد فرمایا: میرے شیخ حضرت پھول پوریؒ فرماتے ہیں کہ کباب ملتا ہے کباب والوں سے، مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے، کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے،تو اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔

(وعظ راہِ مغفرت:۲۲)

ارشاد فرمایا: ولایت کثرتِ وظائف پرنہیں تقویٰ پر موقوف ہے۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا:۲۲۷)

ارشاد فرمایا: عبادت اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہےاور گناہ سے بچنا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دونوں حق ادا کر لیجئے اور ولی اللہ بن جایئے۔ (افضالِ ربانی:۴۴)

ارشاد فرمایا: اصلی ذکر گناہوں سے بچنا ہے خواہ زبان ذاکر نہ ہو، جو گناہوں سے بچتا ہے وہ چوبیس گھنٹے ذاکر ہےاور اگر زبان ذکر سے تر ہے لیکن گناہ کا ارتکاب کر رہا ہےتو ایسا شخص ذاکر نہیں ہے لہٰذا گناہوں سے بچنے میں جان کی بازی لگا دیں۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا:۳۸۸)

اور فرمایا: بجز ہمت کے گناہ سے بچنے کا اور کوئی علاج نہیں ہمت سے بڑے بڑے گناہ کی عادت چھوٹ جاتی ہے۔ (ایضاً:۳۸۲)

اور فرمایا: ماضی کو استغفار کر کے بھول جاو حال کو درست رکھو اور مستقبل کو اللہ پر چھوڑ دو۔

(ایضاً:۳۰۹)

ارشاد فرمایا: گناہگار کو حقیر سمجھنا حرام ہے،لیکن اس کے فعل سے بغض رکھنا واجب ہے۔

(ایضاً:۲۹۸)

ارشاد فرمایا: ذکر کا ناغہ نہ کریں خواہ کم کر دیں ناغہ سے بے برکتی ہو جاتی ہے البتہ ذکر کا ناغہ اتنا مضر نہیں جتنا ارتکابِ معصیت بس گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کریں جان کی بازی لگا دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی دوستی گناہوں سے بچنے پر موقوف ہے۔ (ایضاً:۴۰۲)

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ایک لمحہ ایک سیکنڈ بھی نہ کریں اور خطا ہو جائے تو فوراً توبہ کرلیا کریں۔ (ایضاً:۴۸۱)

اورفرمایا: گناہ چھوڑنے کا عزم کرکے توبہ کرنے سے توبہ قبول ہوتی ہے گناہ بھی کرتے رہو اور استغفار بھی کرتے رہے ایسی استغفار و توبہ قبول نہیں۔ (ایضاً:۴۵۹)

ارشادفرمایا: گناہ نہ کرنے کی بے چینی گناہ کرنے کے سکون سے بہتر ہے، کیونکہ دونوں میں کوئی نسبت نہیں، یہ بے چینی اللہ کی رضا اور قرب کا ذریعہ ہے اور وہ سکون اللہ کے غضب اور دوری کا سبب ہے۔ (ایضاً:۵۲۸)

ارشادفرمایا: گناہ سے بچنے کا علاج سوائے ہمت کے کچھ اور نہیں۔۔۔تقاضائے گناہ کا علاج گناہ کرنا نہیں ہے بلکہ گناہ ترک کرنا ہے جو تقاضے کو دبانے سے نصیب ہوتا ہے۔ گناہ کرتے رہو گے تو تقاضے اور بڑھتے رہیں گے۔ جس طرح کھارے پانی سے پیاس اور بڑھتی ہے اسی طرح گناہ کرنے سے گناہ کے تقاضے اور تیز ہوجائیں گے۔ (ایضاً:۳۵۸)

اورفرمایا: تقاضوں کی مثال کھاد کی سی ہے، کھاد جتنا سڑا ہوا ہوتا ہے پھول اتنا ہی خوشبودار پیدا ہوتا ہے۔ گندے تقاضوں کو دبانے سے تقویٰ کا پھول بھی اتنا ہی خوشبودار ملتا ہے۔ (ایضاً:۴۹۳)

اورفرمایا: تقاضائے گناہ کو مضمحل کرنے کا مختصر علاج یہ ہے: (۱) تقاضے کے وقت گناہ نہ کرنے کے لیے استعمالِ ہمت، (۲) اسبابِ گناہ سے مباعدت، (۳) ذکر اللہ پر مداومت، (۴) اہل اللہ کی مصاحبت۔ (معارفِ ربانی:۱۲۹)

ارشادفرمایا: وساوس کی مثال بجلی کے تار کی سی ہے کہ اگر چھوؤ گے تو بھی کرنٹ مارے گا اور ہٹاؤ گے تو بھی کرنٹ مارے گا۔ بس علاج یہ ہے کہ ان کی طرف التفات ہی نہ کرو۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا:۲۸۴)

اورفرمایا: وسوسہ کی مثال کتے کی سی ہے وہ بھونکتا رہے آپ اپنا راستہ چلتے رہیں تو آپ کا کوئی نقصان نہیں لیکن اگر اس سے الجھو گے یا اس کو چپ کرنے کی کوشش کرو گے تو اور بھونکے گا۔ وسوسہ کا علاج عدم التفات یعنی نہ اس میں مشغول ہوں نہ اس کو بھگانے کی کوشش کریں کسی مباح کام میں لگ جائیں۔ (ایضاً:۳۵۵)

ارشادفرمایا: محبتِ شیخ تمام مقاماتِ سلوک کی مفتاح ہے۔ (ایضاً:۳۷۲)

اورفرمایا: جو شخص ہر بات میں شیخ کا نام لیتا ہے وہ سنتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر عمل کرتا ہے، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے قال رسول اور اس شخص سے فیض بھی زیادہ ہوگا۔ (سفرنامہ رنگون وڈھاکہ:۱۹۸)

ارشادفرمایا: جو خلافت کے لیے (اصلاحی) خط و کتابت کرے گا اسے کچھ نہیں ملے گا۔

(تربیتِ عاشقانِ خدا:۳۳۹)

ارشادفرمایا: حق تعالیٰ کا فضل بقدر حُسنِ ظن مع الشیخ مرتب ہوتا ہے۔ (ایضاً:۱۶)

ارشادفرمایا: نفع کا مدار مناسبت پر ہے کمالات پر نہیں۔ (ایضاً:۳۶۴)

ارشاد فرمایا: حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی شیخ العرب والعجم کے سلسلہ کی یہ برکت ہے کہ اس سلسلہ والوں کو کبھی فاقہ نہیں ہوگا، فہمِ دین عطا ہوگا اور حسنِ خاتمہ نصیب ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(ایضاً:۴۲۳)

ارشاد فرمایا: کسی بزرگ کا عمل حجت نہیں شریعت کا حکم حجت ہے۔ کتبِ فقہ سے بزرگوں کے عمل کو ملاو، بزرگ کے عمل سے کتابوں کو نہ ملاو۔ اگر کتاب یعنی شریعت کے حکم کے مطابق کسی بزرگ کا عمل ہے تو صحیح ہے ورنہ اس کو بشری کمزوری پر محمول کریں گے۔ (ایضاً:۴۵۹)

ارشاد فرمایا: کتابیں صحبت کے قائم مقام ہیں۔ اچھی کتابیں نیک صحبت کا اثر رکھتی ہیں اور بُری کتابیں بُرے اثرات رکھتی ہیں۔ مصنف کے قلب کا اثر اس کے الفاظ میں بھی ہوتا ہے۔ (ایضاً:۲۷۷)

ارشاد فرمایا: اس زمانے میں نگاہوں کو باوضو رکھو شرعی پردہ کرو یہ ہر وقت باوضو رہنے سے افضل ہے۔ (ایضاً:۴۶۱،۴۶۲)

ارشاد فرمایا: کسی نیک عمل کو ریاء کے خوف سے ترک کرنا بھی ریاء ہے۔ (ایضاً:۲۰۹)

اور فرمایا: ہر عمل سے پہلے رضاءِ الٰہی کی نیت کرلیں کافی ہے۔ پھر دل میں خیال آئے تو وہ وسوسہ ہے، ریاء نہیں۔ (ایضاً:۱۷۹)

اور فرمایا: خوف دلیل اخلاص ہے۔ ریا مخلوق کو دنیوی غرض سے عبادت کو دکھانے کا نام ہے مخلوق کے دیکھنے کا نام نہیں۔ ریاء ایسی چیز نہیں کہ اڑ کے لگ جائے۔ ریاء نیت سے ہوتی ہے لہٰذا نیت کو درست رکھیں۔ (ایضاً:۲۴۹)

اور فرمایا: ہر عمل کے بعد یہ کہہ لیں کہ یا اللہ اگر میرے دل کی گہرائیوں میں ریا کا ذرّہ بھی ہو تو اسے معاف فرمادیں اور مجھے ریا اور تمام رذائل سے پاک فرمادیجئے۔ (ایضاً:۱۸۳)

ارشاد فرمایا: اگر دل میں نہ اللہ کی رضا کی نیت تھی نہ مخلوق کو دکھانے کی نیت تھی تو یہ بھی اخلاص ہے کیونکہ جب دل میں مخلوق نہیں تو اللہ ہی اللہ ہے۔ (ایضاً:۱۹۴)

ارشاد فرمایا: اس زمانے میں اہلِ دین کو اپنی حیثیت کے موافق ذرا اچھے لباس میں رہنا چاہیے تاکہ عوام کو دین کی طرف رغبت ہو اور ان کی غلط فہمی دور ہو کہ دین سے نعوذ باللہ مفلسی آتی ہے۔

(ایضاً:۱۵۰)

ارشاد فرمایا: (درود شریف) اس دھیان سے پڑھیں کہ روضہ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر درود شریف پڑھ رہا ہوں اور روضہ مبارک پر جو رحمتِ بیکراں برس رہی ہے اس کے چھینٹے مجھ پر بھی پڑ رہے ہیں۔ (ایضاً:۱۸۳)

ارشاد فرمایا: بدگمانی وہ بری چیز ہے جو خود سوچ کر لائی جاتی ہے اور دل سے اس کو صحیح سمجھے لیکن

اگر کسی کے متعلق بدگمانی کا وسوسہ ائے تو جب تک اس وسوسہ پر عمل نہیں کرتے گناہ گار نہ ہوں گے۔
(ایضاً:۱۸۶)

ارشاد فرمایا: اگر کوئی ظلم کرے تو دل ہلکا کرنے کے لیے اپنے کسی ہمدرد سے اس کا ذکر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ غیبت میں داخل نہیں۔ (ایضاً:۱۹۷)

ارشاد فرمایا: جائز دنیا کی محبت ہونا برا نہیں بس اشد محبت اللہ تعالیٰ کی ہو یہ مطلوب ہے۔ اللہ سے اشد محبت کی علامت یہ ہے کہ دنیا اسے اللہ سے غافل نہ کرے۔ (ایضاً:۱۴۳)

ارشاد فرمایا: دنیا کی محبت وہ مذموم ہے جو اللہ کی محبت پر غالب آجائے محض محبت ہونا برا نہیں اور غالب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے غافل ہوجائے اور یا نافرمانی میں مبتلا ہوجائے۔ (ایضاً:۲۷۴)

ارشاد فرمایا: اعمال سے ترقی ہوتی رہتی ہے لیکن بعض دفعہ احساس نہیں ہوتا جیسے ہوائی جہاز میں آدمی کو محسوس نہیں ہوتا کہ کس تیزی سے راستہ طے ہورہا ہے۔ (ایضاً:۳۹۳)

ارشاد فرمایا: کیفیات مطلوب نہیں، اعمال مطلوب ہیں۔ کیفیات سے ترقی نہیں ہوتی، اعمال سے ہوتی ہے اس لیے اعمال جاری رکھیں۔ (ایضاً:۴۹۸)

ارشاد فرمایا: نیک عمل کرتے رہو اور ڈرتے رہو، نہ اتنا کرو کہ ڈرنا چھوڑ دو، اور نہ اتنا ڈرو کہ کرنا چھوڑ دو۔ (ایضاً:۳۸۲)

ارشاد فرمایا: یکسوئی مطلوب نہیں عمل مطلوب ہے عمل کیے جایئے یکسوئی ہو یا نہ ہو۔
(ایضاً:۳۱۹)

اور فرمایا: دین کے کاموں میں بہ تکلف دل لگاؤ۔ دل لگانا مطلوب ہے دل لگنا مطلوب نہیں۔
(ایضاً:۴۰۸)

ارشاد فرمایا: ولایت کی کسوٹی بیوی سے حسنِ سلوک ہے۔ لاکھ تہجد و تلاوت و ذکر ہو، اگر بیوی کو کسی درجہ میں ایذا پہنچاتا ہے تو سب بیکار ہے، لہٰذا اس کا خیال رکھیں کہ اس کو ذرہ برابر تکلیف نہ پہنچے۔
(ایضاً:۴۳۸)

ارشاد فرمایا: نفع لازم نفع متعدی پر مقدم ہے۔ دوسروں کی خاطر اپنے دین کا نقصان جائز نہیں۔ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ دوسروں کے جوتوں کی حفاظت میں اپنا دوشالہ نہ گنواو۔ (ایضاً:۵۰۷)

ارشاد فرمایا: حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ مقتدیٰ کو بعض ایسی جائز چیزوں سے بھی اجتناب اور پرہیز کرنا چاہیے جس سے عوام فتنے میں مبتلا ہوجائیں۔ (سفرنامہ رنگون وڈھاکہ:۱۸۲)

ارشاد فرمایا: حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

(تربیتِ عاشقانِ خدا: ۴۶۰)

ارشاد فرمایا: جو مولیٰ پر فدا ہوا سارا عالم اس پر فدا ہوا۔ لیکن عالم کو اپنے اوپر فدا کرنے کے لیے اللہ کو نہ چاہو اللہ کے لیے اللہ کو چاہو۔ ورنہ اللہ نہیں ملے گا۔ (افضالِ ربانی: ۹)

ارشاد فرمایا: آنکھیں سرحد ہیں دل دارالخلافہ ہے آنکھوں کو بدنظری سے بچا کر سرحد کی حفاظت کرو اور دل کو گندے خیالات اور ماضی کے گناہوں کے تصورات سے بچا کر دارالخلافہ کی حفاظت کرو۔ جس کی آنکھوں کی سرحد اور دل کا دارالخلافہ محفوظ ہے اس کا ملکِ ایمان واسلام محفوظ ہے۔

(تربیت عاشقانِ خدا: ۱۰۰)

اَللّٰھُمَّ وَفِّقنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرضٰی وَاٰخِرُ دَعوَانَا اَنِ الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ جس نے موت وحیات پیدا کی جب میرے شیخ نے مجھے اس آیت کی تفسیر پڑھائی تو مجھ سے ایک سوال کیا کہ پہلے موت آتی ہے یا زندگی؟

میں نے عرض کیا کہ ''حضرت موت تو بعد میں آتی ہے پہلے زندگی ملتی ہے'' حضرتؒ نے فرمایا کہ ''پھر اللہ تعالیٰ نے پہلے موت کا ذکر کیوں کیا؟''

میں نے عرض کیا ''آپ ہی فرمائیں'' فرمایا ''اس میں راز ہے کہ انسان اپنی زندگی کے سامنے موت کو رکھے گا وہ دنیا کی مشغولیوں کے ساتھ ساتھ وطن آخرت کی تعمیر میں بھی لگا رہے گا۔ ورنہ پردیس کی رنگینیوں میں پھنس کر دائمی وطن کو ہمیشہ تباہ کرے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے موت کو پہلے بیان فرمایا تا کہ دھیان رہے کہ تم یہاں کے نیشنل نہیں ہو، پچاس سال ساٹھ سال، ستر سال، ایک دن تم کو آنا ہے ہمارے پاس۔

تمہاری زندگی کا جہاز میری ہی طرف ''ڈیپارچر'' کرے گا کتنا ہی تم ''رن وے'' سے چپکے رہو، مگر آخر ایک دن اڑنا ہے......

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت

یہ وہ شعر ہے جس کو حکیم الامتؒ نے اپنے کمرہ میں لگا رکھا تھا اتنے بڑے ولی اللہ بلکہ اولیاء کے شیخ ہو کر......

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان میں بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
''میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے''

(تعمیر وطن آخرت ص ۴۲)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی شاعری

جناب مولانا مجیب الرحمٰن منصور صاحب (کراچی)

”زمیں میری ہو جیسے آسماں میں“

کہاں پھرتے ہو فکرِ این و آں میں — کبھی آو تو بزمِ دوستاں میں
اگر ہے برق و باراں اس جہاں میں — کرو فریاد اپنے آشیاں میں
مزہ پاتے ہو کیوں اس کے بیاں میں — کوئی تو بات ہے دردِ نہاں میں
مزہ پایا جو صحرا کی فغاں میں — نہیں پایا مزہ وہ گلستاں میں
وہ ظاہر ہوگیا اس کی زباں میں — اثر پنہاں تھا جو زخمِ نہاں میں
نہیں پایا چراغِ راہِ منزل — مگر بس عاشقوں کی داستاں میں
عطائے خالقِ دونوں جہاں ہے — اثر پاتے ہو جو میرے بیاں میں
رہے لپٹا گلوں کے دامنوں سے — اگرچہ خار ہے وہ گلستاں میں
سنا تو سب نے میری داستاں کو — اثر پایا نگاہِ دوستاں میں
نہ پوچھو لذتِ فریادِ سجدہ — زمیں میری ہو جیسے آسماں میں
کوئی پوچھے یہ جاکر باغباں سے — گذرتی ہے تری کیسے خزاں میں
اگر ہے ربط خلّاقِ چمن سے — تو اختؔر گل لیے ہوگا خزاں میں

”مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں“

زباں سے تو اے دوست شہبازیاں ہیں — بہ باطن مگر آہ خفّاشیاں ہیں
حقارت سے مت دیکھ ان عاصیوں کو — کہ توبہ کی برکت سے درباریاں ہیں
جو پرہیز کرتا نہیں معصیت سے — انہیں راہ میں سخت دشواریاں ہیں
گناہوں کے اسباب سے دور ہو گے — تو منزل میں ہر وقت آسانیاں ہیں

دوائے دل سالکاں عشق حق ہے
دلوں میں بہت گرچہ بیماریاں ہیں

رہ حق میں ہر غم سے کیوں ہے گریزاں
رہ عشق میں کب تن آسانیاں ہیں

یہ خون تمنا کا انعام دیکھو
جو ویرانیاں تھیں وہ آبادیاں ہیں

فدا ان کی مرضی پہ اپنی رضا کر
فقیری میں دیکھے گا سلطانیاں ہیں

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

جو پیتا ہے ہر وقت خون تمنّا
اسی دل پہ نسبت کی تابانیاں ہیں

تجلی ہر ایک دل کی اختؔر الگ ہے
مہربانیاں، جیسی قربانیاں ہیں

''حضرت والا کی تربیت کی اہم باتیں''

مے کدہ میر کا ہے ٹنڈو جام
اور صحرا وہاں کا ہے گُل زار

میر آفت ہے صورت گلفام
ترک صورت کرو یہ ہیں سب خار

ایسی عشرت کہ جس سے ہو کلفت
اپنی حسرت ہے اس سے بہتر یار

خار کھاتے ہیں میر کیوں گل سے
دے گی کیا ان کو وادی پُرخار

جب ملے مے حلال کی، پی لے
پڑ نہ پیچھے حرام کے زنہار

چند حسرت بھرے دلوں کے ساتھ
خوب گذریں گے تیرے لیل و نہار

''حسن سے بیزاری اور اختر کی تیمار داری''

حسن سے جس کے میر تھے سرشار
اس کی صورت سے اب ہیں کیوں بے زار

عشق فانی کے لطف خواب ہوئے
سر پہ ہے بار معصیت کا سوار

ان کی نظروں میں میر ہیں رُسوا
دین و ایماں کیا تھا جن پہ نثار

میر رہتے ہیں عشق کے بیمار
مجھ کو پاتے ہیں اپنا وہ تیمار

ان بتوں کو نہ دیکھ تو زنہار
عقل کھو دے گا ورنہ تو اے یار

عشق لے چل بجانب صحرا
حسن والوں سے قلب ہے بے زار

''نہ کر توہین تو تاثیر آہ بے زبانی کی''

جسے بخشی ہے دولت حق نے اپنی راز دانی کی
محبت ہو نہیں سکتی اسے دنیائے فانی کی

بدلتا ہے کبھی جغرافیہ ایسا حسینوں کا
کہ تاریخیں بدل جاتی ہیں جس سے حسن فانی کی

جنازہ حسن کا جب دفن ہو پیری کی قبروں میں
سنوں کیا آہ ان کی داستاں عہد جوانی کی

میں اب تاریخ ان کے حسن کی کس طرح دہراؤں
نہیں وقعت ہے کوئی حسن رفتہ کی کہانی کی
نہ ہوتا بدگماں ناداں کبھی اہلِ محبت سے
جو ہوتی آگہی ظالم کو کچھ دردِ نہانی کی
رہا تا عمر وہ محروم اہلِ دل کی صحبت سے
کہ جس نے کبر کے باعث ہمیشہ بدگمانی کی
ہزاروں بستیاں ویران ہیں از آہِ مظلوماں
نہ کر توہین تو تاثیر آہِ بے زبانی کی
نہیں پاتا شفا دکتور خود اپنی دواؤں سے
کرے ہے جستجو دکتور بھی دکتور ثانی کی
بدونِ صحبتِ مرشد تجھے کیسے شفا ہوگی
نہیں جب شیخ اوّل جستجو کر شیخ ثانی کی
ہمارے پھول پھل جو دیکھتے ہو دیکھنے والو
ہمارے شیخ نے اختؔر کے دل میں باغبانی کی

”دعوتِ حق کے واسطے محفل دوستاں ملی“

عشق بتاں کے کرب سے غفلت دو جہاں ملی
ذکرِ خدا کے نور سے فرحت دو جہاں ملی
اے مرے خالق جہاں تجھ پہ فدا ہو میری جاں
لذت ذکر سے ترے راحت دو جہاں ملی
جو بھی فدا ہے دوستو! خالق کائنات پر
اس کی خزاں میں بھی مجھے خوشبوئے بوستاں ملی
دیکھ کے میری چشم تر سن کے ہماری آہ کو
ان کو ہمارے عشق کی مفت میں داستاں ملی
آپ کی یاد اے خدا حاصل کائنات ہے
آپ کے نام سے مجھے نعمت دو جہاں ملی
اختؔر بے نوا کو بھی تیرے کرم سے اے خدا
دعوتِ حق کے واسطے محفل دوستاں ملی

”دردِ دل کا امام ہوتا ہے“

جذب جس کا امام ہوتا ہے
راہ میں تیز گام ہوتا ہے
دل سے ان کا غلام ہوتا ہے
عشق جس کا امام ہوتا ہے
جس کا رہبر نہ ہو تو پھر اُس کا
نفس بھی بے لگام ہوتا ہے
دوستو! دردِ دل کی مسجد میں
درد دل کا امام ہوتا ہے
یہ کرامت ہے شیخِ کامل کی
فیض طالب کا عام ہوتا ہے
رائیگاں آہ تو نہیں ہوتی
فضل اس پر بھی تام ہوتا ہے
کار فرما تو لطف ہے ان کا
ہم غلاموں کا نام ہوتا ہے
عالمِ غیب کے ہیں جام و سبو
جام اُن کا ہی جام ہوتا ہے
گر نہ ہو دوستو کرم ان کا
عمر بھر عشق خام ہوتا ہے
اشک باری پہ فضل باری ہو
تب کہیں جا کے کام ہوتا ہے

گر مربی نہ ہو کوئی اُس کا — عشق بھی بے نظام ہوتا ہے
ذکر و تقویٰ کے نور سے اختؔر — نورِ نسبت تمام ہوتا ہے

''گر خدا چاہے تو پہلے عاشقِ ابرار ہو''

عشق کا اے دوستو! ہم سب کا یہ معیار ہو — متبعِ سنت ہو اور بدعت سے بھی بیزار ہو
اتباعِ سنتِ نبوی سے دل سرشار ہو — نورِ تقویٰ سے سراپا حاملِ انوار ہو
عاشقِ کامل کی بس ہے یہ علامت کاملہ — جاں فدا کرنے کو ہر دم سر بکف تیار ہو
عشقِ سنت کی علامت ہر نفس سے ہو عیاں — خواہ وہ رفتار ہو، گفتار ہو، کردار ہو
صحبتِ مرشد سے نسبت تو عطا ہوگی مگر — اجتنابِ معصیت ہو ذکر کی تکرار ہو
عشقِ کامل کی علامت یہ سنا کرتا ہوں میں — آشنائے یار ہو بے گانۂ اغیار ہو
ہے یہی مرضی خدا کی ہم مٹا دیں نفس کو — گرچہ وہ سارے جہاں کا بھی کوئی سردار ہو
اس کی صحبت سے نہیں کچھ فائدہ ہوگا کبھی — بے عمل کوئی محبت کا علمبردار ہو
جب کسی بندہ پہ ہوتا ہے خدا کا فضلِ خاص — دم میں وہ ذوالنور ہوگا گرچہ وہ ذوالنار ہو
عمر بھر کا تجربہ اختؔر کا ہے یہ دوستو — گر خدا چاہے تو پہلے عاشقِ ابرار ہو

حمد باری تعالیٰ شانہ

''اے مرے خالقِ حیات''

اے مرے خالقِ حیات تیری خوشی ہے صد حیات — آپ کی ناخوشی سے ہے میری حیات صد ممات
ذکر سے تیرے مل گئی دل کو ہمارے صد حیات — بلکہ ترے ہی نام سے زندہ ہے ساری کائنات
ترے بغیر میں ہی کیا مردہ ہے ساری کائنات — تیرے کرم سے حشر تک زندہ ہے ساری کائنات
عارضی حسنِ گل پہ ہیں بلبل کی ساری ہزلیات — فانی بتوں کو دل نہ دے یہ ہیں ہماری غزلیات
شمس و قمر کی روشنی ادنیٰ سی بھیک ہے تری — رُوح میں تیرے نور سے کتنے ہیں ماہِ کائنات
نفس کا جو غلام ہے غرق ہے وہ گناہ میں — کیوں نہ کہوں کہ زندگی کتنی ہے اس کی واہیات
اُس کا سکون چھن گیا کتنی ہے تلخی حیات — جس نے چکھے ہیں دوستو فانی بتوں کے نمکیات
توبہ کریں گناہ سے لیکن ہو صدقِ دل سے بھی — حشر میں ہوں گے فائزوں بیبیاں ہوں گی فائزات
ہیں تو خدا سے دور دور لیکن زباں پہ ہے ضرور — دعوئ علمِ ارضیات دعوئ علمِ فلکیات
جس کو خدا نے بخش دی لذتِ ذکر فضل سے — اختؔر وہ پا گیا ہے بس حاصل لطفِ کائنات

مناجات بہ درگاہِ قاضی الحاجات جل جلالہ

''کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ سَر اپنا''

اِلٰہی اپنی رحمت سے تو کر دے باخبر اپنا
نہ انجم ہیں ہمارے اور نہ یہ شمس و قمر اپنا

سوا تیرے نہیں ہے کوئی میرا سنگِ دَر اپنا
کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ سر اپنا

خداوندا محبت ایسی دے دے اپنی رحمت سے
کرے اختر فدا تجھ پہ یہ دل اپنا جگر اپنا

میں کب تک نفس دشمن کی غلامی سے رہوں رُسوا
تو کر لے ایسے ناکارہ کو پھر بارِ دگر اپنا

چھڑا کر غیر سے دل کو تو اپنا خاص کر ہم کو
تو فضلِ خاص کو ہم سب پہ یارب عام کر اپنا

بہ فیضِ مرشدِ کامل تو کر دے ہنس زاغوں کو
کہ وقف خانقاہِ شیخ ہے قلب و جگر اپنا

تغافل سے جو کی توبہ تو ان کی راہ میں اختؔر
ہمہ تن مشغلہ ہے ذکر کا شام و سحر اپنا

نذرانہ عقیدت دربارگاہِ نبوت

''فیضانِ مدینہ ہے یہ فیضانِ مدینہ''

ساحل سے لگے گا کبھی میرا بھی سفینہ
دیکھیں گے کبھی شوق سے مکہ و مدینہ

مومن جو فدا نقشِ کفِ پائے نبی ہو
ہو زیرِ قدم آج بھی عالم کا خزینہ

گر سنتِ نبوی کی کرے پیروی اُمت
طوفاں سے نکل جائے گا پھر اس کا سفینہ

یہ دولتِ ایماں جو ملی سارے جہاں کو
فیضانِ مدینہ ہے یہ فیضانِ مدینہ

جو قلب پریشاں تھا سدا رنج و الم سے
فیضانِ نبوت سے ملا اس کو سکینہ

جو دردِ محبت کا ودیعت تھا ازل سے
مومن پہ ہوا کشف وہ مدفون خزینہ

اے ختم رسل کتنے بشر آپ کے صدقے
ہر شر سے ہوئے پاک بنے مثل نگینہ

خالی جو تھا انوار محبت کی رمق سے
اک آگ کا دریا سا لگے ہے وہی سینہ

صدقے میں ترے ہوگیا وہ رہبرِ اُمت
جو کفر کی ظلمت سے تھا اِک عبد کمینہ

اے صلِّ علیٰ آپ کا فیضانِ رسالت
جو مثل حجر تھا وہ ہوا رشکِ نگینہ

جو ڈوبنے والا تھا ضلالت کے بھنور میں
اب رہبرِ اُمت ہے وہ گمراہ سفینہ

جو کفر کے ظلمات سے تھا ننگِ خلائق
ہے نورِ ولایت سے منوّر وہی سینہ

اختؔر کی زباں اور شرفِ نعتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
اللہ کا احسان ہے بے خون و پسینہ

مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات جل جلالہ

رہیں کب تلک وقفِ جورِ بتاں ہم
کریں کفر کو دل میں کب تک نہاں ہم
نہ چھوڑیں کبھی اب ترا آستاں ہم
ترے مگِ در کے رہیں راز داں ہم
کسی بت کو گر دیکھ لیں ناگہاں ہم
نظر دوسری پھر نہ ڈالیں وہاں ہم
نہ ہوں ان مجنوں سے کبھی شادماں ہم
رہیں ذکر سے تیرے مسرور جاں ہم
دکھائیں گے کیا منہ الٰہی! وہاں ہم
اگر عمر ضائع کریں گے یہاں ہم
کہاں تک کریں ہائے ضبطِ فغاں ہم
سنائیں گے اب درد کی داستاں ہم
کہیں گر نہ تجھ سے مرے مہرباں ہم
بتادے ترے در سے جائیں کہاں ہم
سنی اپنی ہی داستاں جیسے ہم نے
گئے جس طرف ہو کے گذرے جہاں ہم
عجب کیا دکھائیں ہمیں عشق وہ دِن
تجھے دِل نشین پائیں اے جانِ جاں ہم

لذتِ ذکر نام خدا ہے چمن

لذتِ ذکر نام خدا ہے چمن
اور غفلت کی دنیا ہے دشت و دمن
کی ہے جس نے بھی ہجرت ترے نام پر
پا گیا پا گیا وہ بہارِ وطن
ہے ضروری گناہوں کو بھی چھوڑ دیں
اصل ہجرت نہیں صرف ترکِ وطن
یہ ہے فیضان آہ وفغاں دیکھ لو

دامن کوہ میں دِل ہے کیسا مگن

بالیقیں پائے گا نسبتِ اولیاء
جس کے دِل کو لگی ہے خدا سے لگن

شہر محبوب ہوگا جہاں بھی کہیں
عاشقوں کا سنا ہے وہی ہے وطن

پھر مدینہ کی لذت کو میں کیا کہوں
کاش ہوتا مدینے میں میرا وطن

کس طرح میں کہوں دل سے اے دوستو
زندہ باد اے وطن زندہ باد اے وطن

ہیں وطن میں مگر دِل مدینہ میں ہے
اے مدینہ فدا تجھ پہ ہوں صد وطن

نیک لوگوں میں ہو صاحب دردِ دل
ہے چمن میں کوئی جیسے رشکِ چمن

روز وشب ہے یہ اختر کی آہ وفغاں
بخش دے روزِ محشر مجھے ذو المنن

زندگی ہم نے مر کے پائی ہے

یاد دل میں تیری بسائی ہے — حسرتِ دید رنگ لائی ہے
رٹ تیرے نام کی لگائی ہے — اس سے تسکین دِل نے پائی ہے
غیر کی یاد جب بھلائی ہے — تب تری یاد دِل پہ چھائی ہے
باغ دِل میں بہار آئی ہے — رحمتیں بے شمار لائی ہے
مرحبا، مرحبا، مبارک ہو — دِل میں آج اُن کی یاد آئی ہے
جس نے دیکھا، وہی ہوا قرباں — واہ کیا شان، دِلربائی ہے
جام اُلفت نہیں پیا جس نے — اس میں کیا خاک پارسائی ہے
اس پہ قربان کیوں نہ ہوں، جس نے — اس میں کیا خاک پارسائی ہے
اس پہ قربان کیوں نہ ہوں، جس نے — اس میں کیا خاک پارسائی ہے
اس پہ قربان کیوں نہ ہوں، جس نے — مئے اُلفت مجھے پلائی ہے
دونوں علم نثار کردے گا — لذتِ قرب جس نے پائی ہے

میرے دِل میں ہے آج کیوں دھڑکن کیا صبا کچھ پیام لائی ہے
سبز گنبد کے دیکھنے والے دولتِ قرب تو نے پائی ہے
میں کہاں، اور کہاں دیارِ حبیبؐ تیری رحمت ہی کھینچ لائی ہے
مجھ سے راضی ہیں وہ بحمداللہ مژدہ لے کر صبا یہ آئی ہے
ذکر ہوتا رہے مدینہ کا بات یہ میرے دِل کو بھائی ہے
دوستو! ہوگیا خدا جس کا سچ یہ ہے کہ اُس کی کل خدائی ہے
یاد میں تیری جو ہوا مشغول لذت دِید اُس نے پائی ہے
اُس کو حاصل نہ ہوگا چین کبھی غیر سے جس نے لو لگائی ہے

❁❁❁

دربارِ نبی پھر تجھے اللہ دکھائے
پھر ہند سے طیبہ کی طرف جلد تو جائے
لبیک کی کانوں میں صدا پھر ترے آئے
ساقی تجھے پھر جام محبت کے پلائے
اللہ تجھے شرک سے، بدعت سے بچائے
تاعمر تجھے سنتِ نبویؐ پہ چلائے
اِیمان کی لذت تجھے اللہ چکھائے
دیوانہ تجھے عشق محمدؐ کا بنائے
ہے میری دعا اب تیرا مقصود بر آئے
زمزم سے تری پیاس کو اللہ بجھائے
پھر گنبدِ خضرا کا ہو دِیدار میسر
کعبہ تجھے پھر اپنے کلیجے سے لگائے

❁

کشکولِ اختر

(حضرت والا قدس سرہ کا منتخب عارفانہ کلام)

محمد ارمغان ارمان

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم، اَمَّا بَعدُ!

سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃٌ۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب)

''بے شک بعض شعر حکمت آمیز ہوتے ہیں (جو لوگوں کے لیے نافع ہوتے ہیں)''۔

بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شاعر ہوئے ہیں جن میں سے حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن مالک، حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم زیادہ مشہور ہیں اور آج بھی ''قصیدہ حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہ)'' جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں پیش کیے گئے اشعار کا مجموعہ ہے مشہور و معروف ہے۔ خود رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اشعار سنانے کی فرمائش فرما کر سنتے تھے، حضرت مرشدی فرماتے ہیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو باقاعدہ چادر بچھا کر تخت پر بٹھا کر اشعار سنتے تھے۔

اسی طرح ہر دور میں بھی صوفی شعراء مثلاً حضرت بابا فرید الدین عطار، حضرت مولانا جلال الدین رومی، حضرت شیخ سعدی شیرازی، حضرت سلطان باہو، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت امیر خسرو اور ماضی قریب میں حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب اور حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم گزرے ہیں جن کی شاعری عشقِ حقیقی اور معرفت و محبت سے لبریز تھی۔

عصرِ حاضر میں شیخ، عارف باللہ مجددِ زمانہ سلطان العارفین رومی ثانی تبریزِ دوراں قطب الارشاد سیّدی و مرشدی حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز عالمِ ربانی اور عارفِ ربانی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک قادر الکلام اور بلند پایہ شاعر بھی تھے، حضرت والا فرماتے ہیں:

(۱) حیدر آباد دکن جب میں گیا تو ایک دوست نے کہا کہ چلئے آپ کو شہر دکھا لائیں۔ میں نے ان کو جواب دیا جو خود بخود شعر بن گیا کہ ؎

نہ لے جاؤ مجھے ان کی گلی میں　　اضافہ ہو گا میری بے کلی میں

یعنی شہر میں عورتیں بے پردہ پھر رہی ہیں ۔ شیطان تو کہتا ہے کہ ان حسین عورتوں کو دیکھنے سے چین ملے گا لیکن چین چھن جاتا ہے ۔

(۲) میرے دواخانے میں ایک عاشق مزاج نوجوان آیا اور کہا کہ میرے مغز میں ہر وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی کیل ٹھونک رہا ہے، ایک پل کے لیے چین نہیں ہے، اضطراب کا عالم ہے اور دل میں ہر وقت اسی کی یاد آتی ہے جس سے دل لگا بیٹھا ہوں ۔ اُس وقت میں نے یہ شعر کہا ؎

بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے

میں نے اس سے کہا کہ اس کا علاج صرف یہ ہے کہ اس گلی میں جانا چھوڑ دو اور اللہ سے دل لگاو، غیر اللہ سے دل لگا کر چین نہیں پا سکتے ۔

(۳) مدینہ پاک میں ایک ڈاکٹر صاحب نے دعوت کی جس میں کباب بہت عمدہ تھے تو اس وقت میں نے یہ شعر کہا جو اسی وقت موزوں ہوا تھا ؎

ایسی جیسے شباب کی لذت کچھ نہ پوچھو کباب کی لذت

تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میرے کباب کی ایسی تعریف آج تک کسی نے نہیں کی ۔

حضرت والا کی شاعری روایتی اور بالقصد نہیں بلکہ منجانب اللہ قلب پر وارد ہوتی تھی جیسا کہ حضرت والا اپنے مجموعہ کلام ''فیضانِ محبت'' کے افتتاحیہ میں خود رقم طراز ہیں :

احقر کا مجموعہ کلام بعنوان ''فیضانِ محبت'' جس کے تقریباً نوّے فیصد اشعار میری زندگی کے ۶۶ رسال کے بعد اچانک قلب کی آہ وفغاں کے ساتھ زبان ترجمان دردِ دل سے نمودار ہوئے اور بعض راتوں میں بے ساختہ آنکھ کھل گئی اور نیند غائب ہوگئی اور بغیر محنت وکاوشِ دماغی محض عطائے رحمتِ حق تعالیٰ شانہ سے یہ اشعار موزوں ہوگئے ۔ جو درحقیقت اس مضمون کے حقیقی ترجمان ہیں ؎

آہ و فغاں کا آسرا لیتی ہے جان ناتواں دیکھ کے اپنے ضعف کو اور قصورِ بندگی

بطورِ نمونہ صرف ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے ،۱۹۹۳ء میں جب حضرت والا اپنے خصوصی احباب کی دعوت پر فرانس کے جزیرہ ری یونین تشریف لے گئے تھے ۔ ایک دن بعد نمازِ فجر سیر کے لیے تشریف نہیں لے گئے ، فرمایا کہ آج نیند کا غلبہ ہے اس لیے سونا چاہیے اور حضرت والا بستر پر استراحت کے لیے لیٹ گئے ،سونے کے لیے آنکھیں بند کرلیں اور تقریباً سو گئے تھے کہ اچانک بیدار ہوکر مندرجہ ذیل اشعار نہایت درد بھرے ترنم سے پڑھنے لگے جو اسی وقت وارد ہوئے ۔ حضرت والا آنکھیں بند کیے نہایت درد سے پڑھ رہے تھے اور حضرت میر صاحب نوٹ فرما رہے تھے ؎

سوا تیرے کوئی سہارا نہیں ہے سوا تیرے کوئی ہمارا نہیں ہے

پہاڑوں کا دامن سمندر کا ساحل بجز آہ کے کچھ سہارا نہیں ہے

نہیں ختم ہوتی ہے موجِ مسلسل — میرے بحرِ غم کا کنارا نہیں ہے
کوئی کشتیٔ غم کا ہے نا خدا بھی — مری موجِ غم بے سہارا نہیں ہے

اس کے فوراً بعد کچھ اور درد بھرے اشعار فرمائے ؎

میرا سر ہے اور اُن کا آستاں — کر رہا ہوں کس طرح آہ و فغاں
غم ہے کوئی یا کوئی کوہِ گراں — قلب نعرہ زن ہے سوئے آسماں
آتشِ غم کی ہے کوئی داستاں — کیوں دھواں دیتا ہے میرا آشیاں
جب چمن پر ہو بلائے ناگہاں — طائروں کی پھر سنو آہ و فغاں
جب زمیں پر ہو نہ تدبیرِ زماں — کیوں نہ جائے آہ سوئے آسماں
آشیاں میں طائروں کی سن فغاں — ان کی جانب رخ کریں جب بجلیاں
آہِ مظلومی سے ڈرنا چاہیے — ظالموں کی دیکھ اجڑی بستیاں
جس دعا میں ملتی ہو آہ و فغاں — یہ بلا ہے میر مہرِ آسماں

حضرت والا کا ایک شعر ہے ؎

کسی کی آہِ سوزندہ فلک پر نعرہ زن بھی ہو — تو پھر ظالم کو ڈرنا چاہیے اپنے مظالم سے

اس شعر کے متعلق فرمایا کہ یہ بالکل اِلہامی ہے یعنی میرے دماغ کو اس میں بالکل دخل نہیں۔ رات کو ڈھائی بجے میری آنکھ کھلی تو یہ مصرعہ میری زبان پر جاری تھا اس کو میں نے بنایا نہیں ؎

کسی کی آہِ سوزندہ فلک پر نعرہ زن بھی ہو

آسمان پر وہ آہِ بارگاہِ حق کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے کہ رحم کیجئے، ظالموں کے مقابلہ میں میری مدد کیجئے۔ آہِ سوزاں تو بہت لوگوں نے استعمال کیا ہے، آہِ سوزندہ کی لغت شاید زمین پر پہلی بار اختر نے استعمال کی ہے۔

فرمایا کہ: ستّر برس تک میں شاعر نہیں یعنی باقاعدگی کے ساتھ شعر نہیں کہتا تھا۔ میرے اشعار اب اتنی کثرت سے ہوئے کہ فیضانِ محبت کی صورت میں شائع ہوئے (اب دوسرا مجموعہ کلام بنام ''آئینہ محبت'' بھی شائع ہو چکا ہے، الحمدللہ تعالیٰ)، یہ ستّر برس کے بعد کے ہیں۔ ستّر برس کے بعد یہ سب ایک دَم سے ہوا اور اصل بات یہ ہے کہ ؎

شاعری مدِّ نظر ہم کو نہیں — وارداتِ دِل لکھا کرتے ہیں ہم
ایک بلبل ہے ہماری راز داں — ہر کسی سے کب کھلا کرتے ہیں ہم

میرے اشعار کو اشعار نہیں سمجھئے، دردِ دل سمجھئے، یہ میرے دل کی آہ ہے جو شعر میں ڈھل گئی ہے ؎

مری آہیں نغموں کے سانچے میں ڈھل کے چھپاتی رہیں رازِ غم چپکے چپکے

آپ اگر میرے شعروں کو شاعری سمجھیں گے تو کچھ نہیں پائیں گے اگر دل کی آواز سمجھیں گے اور دل کی واردات سمجھیں گے تو امید ہے کہ کچھ پا جائیں گے۔ اور سب نہیں پائیں گے، کچھ پائیں گے۔ سب کب پائیں گے؟ جب میرا جیسا دل ہو جائے گا۔

اشاعت میرے شعروں کی بامیدِ نصیحت ہے بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے

اور فرمایا: میرے شیخِ اوّل حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب صاحب اشعار کے ذریعے نسبت منتقل فرماتے تھے۔ ہماری عادت وہیں سے خراب ہوئی ہے حضرت خود اشعار پڑھتے تھے اور آواز اس قدر پُرکشش اور سحر انگیز تھی کہ دِل نکل پڑتے تھے صبح تک مجلس چلتی تھی۔ مولانا جلال الدین رومی جب درسِ مثنوی دیتے تھے تو نسبت منتقل ہوتی تھی۔ ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی درسِ مثنوی کے ذریعے نسبت الی اللہ، مع اللہ اور باللہ منتقل فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی جب شعر پڑھتے تو آنکھوں سے نسبت منتقل فرماتے تھے۔

عاشقِ ذاتِ حق تعالیٰ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے الہامی اشعار کو ان کے محبوب خلیفہ مولانا حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ قلمبند فرمایا کرتے تھے، ایسے ہی حضرت والا کے خادمِ خاص اور خلیفہ مجاز حضرت سیّد عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم قلمبند فرمایا کرتے تھے، یہ اُمت پر ان کا احسان ہے اللہ تعالیٰ جزائے عظیم عطا فرمائیں۔

قیامت تک تو ان کو یادگار بحر و بر کر دے مرے ہر شعر میں شامل مری آہِ سحر کر دے

حضرت والا کی شاعری علم وعرفان اور توحید وتصوف کا عظیم خزانہ ہے جو غفلت میں ڈوبے دِلوں کو مولائے کریم کی یاد دلاتی ہے، عشقِ مجازی سے نجات دلا کے قلب میں عشقِ حقیقی کا بیج لگاتی ہے، دُنیا سے بے رُغبت کر کے فکرِ آخرت پیدا کرتی ہے، گناہوں سے متنفر کر کے طاعات کی جانب مائل کرتی ہے، اور معرفتِ الٰہی کا راستہ دکھا کر سالکینِ طریقت کی تربیت بھی کرتی ہے۔ حضرت والا اپنے پیارے ربا کے حضور یوں دعا گو ہیں۔

بس تڑپ جائے وہ تیری چاہ کو جو بشر بھی سن لے میری آہ کو

آہ! کتنے درد بھرے الفاظ اور محبت کے ساتھ اپنے کریم ربّا سے کہہ رہے ہیں کہ۔

اے خداوندا یہ میری مثنوی جو پڑھے اس کو ہو تجھ سے آگہی
بھر دے تو ہر شعر میں انوارِ عشق جس سے ہوں ظاہر ترے اسرارِ عشق
ہو مرا ہر شعر ایسا دردناک جس سے پیدا ہو ترا ہی عشقِ پاک

حضرت والا نے فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ع

کہ غذائے عاشقاں باشد سماع

عاشقوں کی غذا سماع ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کے اشعار حدودِ شریعت کے اندر سننا۔ معلوم ہوا کہ وہ عاشق ہی نہیں ہے اس کا عشق برائے نام ہے جو اشعار سے مست نہیں ہوتا۔ یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ اگر کسی کو شعروشاعری سے مناسبت نہیں ہے تو اس کے عشق میں کمی ہے اور سماع کے لیے حدود شریعت یہ ہیں کہ گانا باجانہ ہو اور سنانے والا عورت اور اَمرد نہ ہو۔ مضمون خلافِ شریعت نہ ہو اور سننے والے اللہ والے ہوں صالحین ہوں۔

حضرت والا کے عارفانہ، عاشقانہ، ناصحانہ، حکیمانہ اور الہامی اشعار پر اکابرینِ اُمت نے اپنی پسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا ہے، اس سلسلہ میں چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

۱۹۷۶ء میں جب دیوبند کے صدر مفتی حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہردوئی تشریف لائے تھے تو اُس وقت حضرت والا نے اپنا ایک تازہ شعر سنایا جو کہ اس وقت ہوا تھا، تو مفتی صاحب نے اس شعر کو بہت پسند فرمایا، وہ شعر یہ تھا ؎

یہ چمن صحرا بھی ہو گا یہ خبر بلبل کو دو تاکہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے

اور یہ شعر بھی حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پسند فرمایا تھا ؎

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی قبر میں جاتے ہی دُنیا کی حقیقت کھل گئی

حضرت والا نے فرمایا: جو بندہ اپنا دِل توڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت حلاوتِ ایمانی کی صورت میں اس دِل کا پیار لیتی ہے۔ اس پر میرا ایک اُردو شعر ہے جس کو جب حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سنا تو فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ تمہارا فارسی شعر ہی درد بھرا ہوتا ہے، لیکن آج معلوم ہوا تمہاری اُردو شاعری بھی عجیب وغریب ہے۔ وہ شعر یہ ہے ؎

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

فرمایا: جب میرا پہلا حج ہوا تھا تو کعبہ کے اندر ایک شعر موزوں ہوا ؎

کہاں یہ میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا میں جاگتا ہوں یا ربّ یا خواب دیکھتا ہوں

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی، فداہ ابی وامی کے نواسہ فہیم الحق سلمہ نے بتایا کہ جب میں کعبہ میں طواف کے دوران اس شعر کو پڑھتا ہوں تو دوسرے سال حج کا موقع اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرماتے ہیں۔ یہ ایسا مبارک شعر ہے ہے۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی پورے طواف میں باربار یہ شعر پڑھتے رہے ؎

کہاں یہ میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا میں جاگتا ہوں یا ربّ یا خواب دیکھتا ہوں

اہلِ دل وہ ہے جو خدائے تعالیٰ پر دل کو فدا کر دے اور دل اسی ذاتِ حق تعالیٰ کو دے دے

جس نے ماں کے پیٹ میں دل بنایا ہے۔ یہ کیا کہ دل تو اللہ نے بنایا اور فدا کرتے ہو مٹی کے کھلونوں پر۔

اسی طرح حضرت والا نے اپنے اس فارسی شعر کے متعلق فرمایا۔

روح را با ذات حق آویختہ   دردِ دل اندر دعا آمیختہ

ترجمہ: عارفین اپنی روح کو حق تعالیٰ کے ساتھ آویزاں رکھے ہوئے اپنے دردِ دل کو دعا میں شامل کیے ہوئے ہیں، یہ شعر بروزن مثنوی خواب میں موزوں ہوا جب احقر بیدار ہوا تو لب پر جاری رہا۔ حضرت مخدومی ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ نے اس شعر کی بڑی قدر فرمائی اور دیر تک اس کا لطف لیا اور فرمایا:

''مصرعہ اولیٰ نعمت ہے اور مصرعہ ثانیہ اس کے حصول کا ذریعہ ہے''۔

''حقیقتِ خانقاہ''

اہلِ دل کے دل سے نکلے آہ آہ   بس وہی ہے اختر اصلی خانقاہ

وقفہ وقفہ سے آہ کی آواز   آتشِ غم کی ترجمانی ہے

آہ سے راز چھپایا نہ گیا   منہ سے نکلی مرے مضطر ہو کر

''گر خدا چاہے تو پہلے عاشقِ ابرار ہو''

عشق کا اے دوستو! ہم سب کا یہ معیار ہو   متبعِ سنت ہو اور بدعت سے بھی بیزار ہو
اتباعِ سنتِ نبوی سے دل سرشار ہو   نورِ تقویٰ سے سراپا حاملِ انوار ہو
عاشقِ کامل کی بس ہے یہ علامت کاملہ   جاں فدا کرنے کو ہر دَم سر بکف تیار ہو
عشق سنت کی علامت ہر نفس سے ہو عیاں   خواہ وہ رفتار ہو، گفتار ہو، کردار ہو
صحبتِ مرشد سے نسبت تو عطا ہو گی مگر   اجتنابِ معصیت ہو ذکر کی تکرار ہو
عشقِ کامل کی علامت یہ سنا کرتا ہوں میں   آشنائے یار ہو، بیگانہ اغیار ہو
ہے یہی مرضی خدا کی ہم مٹا دیں نفس کو   گرچہ وہ سارے جہاں کا بھی کوئی سردار ہو
اس کی صحبت سے نہیں کچھ فائدہ ہو گا کبھی   بے عمل کوئی محبت کا علمبردار ہو
جب کسی بندہ پہ ہوتا ہے خدا کا فضلِ خاص   دَم میں وہ ذوالنور ہو گا گرچہ وہ ذوالنّار ہو
عمر بھر کا تجربہ اختر کا ہے یہ دوستو   گر خدا چاہے تو پہلے عاشقِ ابرار ہو

''جمع ضدینِ خوشی و غم''

رضائے دوست کی خاطر یہ حوصلے ان کے
دلوں پہ زخم ہیں پھر بھی یہ مسکراتے ہیں
عجیب مظہرِ اضداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

دردِ عشقِ حق بھی تم حاصل کرو
لاکھ تم عالم ہوئے فاضل ہوئے
یک زمانے صحبتے با اولیاء
جس نے پائی ہے وہی کامل ہوئے

جو بھی اہل اللہ سے تھے بدگماں
عمر بھر نابالغِ منزل رہے
علم کا پندار جن کے دل میں تھا
ہو کے قابل بھی وہ ناقابل رہے

گر نہ ہو دردِ دل قلب و جاں میں
کیا اثر ہو گا اس کے بیاں میں

''جامِ قرب''

تو نے ان کی راہ میں طاعت کی لذت بھی چکھی
ہاں شکستِ آرزو کا بھی مقامِ قرب دیکھ
سرفروشی دل فروشی جاں فروشی سب سہی
پی کے خونِ آرزو پھر کیف جامِ قرب دیکھ

''اپنے مالک کو راضی کریں خوب ہم''

جس کے دل میں نہیں ہے ترا درد و غم
ہو کے انساں نہیں جانور سے وہ کم
دوستو سن لو تم کچھ مری داستاں
ایک دن پھر نہیں ہوں گے دُنیا میں ہم
خاکِ تن میں نہیں ہے اگر دردِ دل
کوئی قیمت نہیں خاک ہیں صرف ہم
دو جہاں میں کوئی میری قیمت نہیں
ہاں اگر آپ کی ہو نگاہِ کرم
صحبتِ اہلِ دل سے ملا دردِ دل
ورنہ پاتے کہاں سے یہ دولت بھی ہم
دردِ دل سیکھنا ہے اگر دوستو
ساتھ میرے رہو پھر سکھائیں گے ہم
سارے ارض و سما اور شمس و قمر
دیکھ کر پا گئے اپنے خالق کو ہم
دل کے ملنے کی ہے بات کچھ اور ہی
ساتھ رہتے ہیں گو ایک مدت سے ہم
سختیاں شیخ کی ہیں فنا کے لیے
مت سمجھ مت سمجھ اس کو ہرگز سِتم
اخترؔ بے نوا کی صدائیں سنو
اپنے مالک کو راضی کریں خوب ہم

یہ ہے ہر لمحہ فرمانِ محبت
فدا ان پر کرو ہر لمحہ جاں کو
نہ پاؤگے کبھی جامِ محبت
نہ ڈھونڈو گے اگر پیرِ مغاں کو
گناہوں سے نہ باز آئے اگر تم
عطاء نسبت نہ ہو گی قلب و جاں کو

نہیں ہوتی ہے تکمیلِ محبت
مگر اے دوست خونِ آرزو سے
محبت ہو خدا کی یا نبی کی
کوئی سیکھے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے لہو سے

"گرم بازاری عشق"

اشک ہائے خون سے جب چشم تر کرتا ہوں میں
عشق کا بازار دل میں گرم تر کرتا ہوں میں
جب بتان حسن سے صرف نظر کرتا ہوں میں
درد کی لذت سے راہ عشق سر کرتا ہوں میں
کر کے خون آرزو خون جگر کرتا ہوں میں
اپنی آہوں کا اثر یوں تیز تر کرتا ہوں میں
ہر قدم پر تا کہ حاصل ہو حیاتِ نو مجھے
ہر قدم پر زیرِ خنجر اپنا سر کرتا ہوں میں

جو اہلِ دل کے جوتوں سے لگے ہیں خاک کے ذرّے
شرف حاصل ہے ان کو موتیوں پر تاج شاہوں کے

پالیا جس نے خدا کو پا لیا سارا جہاں
کون کہتا ہے کہ اہلِ دل جہاں دیدہ نہیں
اہلِ دل کی صحبتوں سے جو حقیقت بیں ہوا
لذتِ دنیائے فانی کا وہ گرویدہ نہیں

تمام عمر ترے دردِ محبت نے مجھے
کسی سے دِل نہ لگانے دیا گلستاں میں

"ہائے لمحات غفلت دل کے"

آرزو میری خاک میں مل کے
لطف لیتی ہے عشق کامل کے
مٹ گئے رنج راہِ منزل کے
پاس آئے ہیں جب سے وہ دل کے
رنج حسرت ہے راہ میں لیکن
لطف شامل ہیں اُن کی منزل کے
کیا کہوں ان کے قرب کا عالم
کتنے عالم ہیں عالم دل کے
فرطِ لذت سے جھوم جاتا ہوں
کتنی خوشیاں ہیں آپ سے مل کے

اب خزاں دل سے دور ہے کیونکہ — پاس رہتے ہیں وہ مرے دل کے
جب یہ لذت ہے دل کے طوفاں میں — کیا کہوں کیف دل میں ساحل کے
کیا خبر تھی کہ خوں بہا ہیں آپ — ہائے لمحات غفلت دل کے
ایسے ویسے بھی ہو گئے کیسے — فیض کیسے ہیں شیخِ کامل کے
جان ان پر فدا کرو اختؔر — سرخرو ہو گے خاک میں مل کے

دوستوں کو عیشِ آب و گل دیا — دوستوں کو اپنا دردِ دل دیا
ان کو ساحل پر بھی طغیانی ملی — مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا

چند فارسی اشعار

میسر چوں مرا صحبتِ بجانِ عاشقاں آید — ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید

نور حق از ذکر حق درجاں رسد — از زباں درد دل ز دل تا جاں رسد

جان خود با ذات حق آویختہ — درد دل اندر دعا آمیختہ

قطرہ اشک ندامت در سجود — ہمسری خون شہادت می نمود

ہر کجا گرید بہ سجدہ عاشقے — آں زمیں با شد حریم آں شہے

اہلِ دل آنکس کہ حق را دل دہد — دل دہد او را کہ دل رامیدہد

اوراہلِ دل پرحضرت والا کے اردو اشعار بھی ہیں، ان میں سے دو اشعار ملاحظہ فرمائیے ؎

خالق دل پہ دوستو جس نے فدا کیا ہے دل — کہتے ہیں اس کو اہلِ دل سارے جہاں کے اہلِ دل
مجھے تو اختر سکونِ دل گر ملا تو بس اہلِ دل کے دَر پر — تو ان کے دَر کو میں اپنا مسکن صمیمِ دل سے نہ کیوں بناؤں

اپنے پیارے مرشد کے اس پیارے کلام پر اختتام کرتا ہوں جو احقر کو بہت پسند ہے اور میرے محبوب

شیخ حضرت والا کو بھی بہت پسند تھی ۔

ہے اسی طرح سے ممکن تری راہ سے گزرنا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

کبھی دل پہ صبر کرنا کبھی دل سے شکر کرنا
یہ تری رضا میں جینا یہ تری رضا میں مرنا

مری عبدیت پہ یا رب ہے تیرا فضل کرنا
یہی عاشقوں کا شیوہ یہی عاشقوں کی عادت

کبھی گریہ و بکا ہے کبھی آہِ سرد بھرنا
یہی عشق کی علامت یہی عشق کی ضمانت

کبھی ذکر ہو زباں سے کبھی دل میں یاد کرنا
مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا

ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا
مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یا رب

ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا
یہ تری عنایتیں ہیں یہ تری مدد کا صدقہ

مری جانِ ناتواں کا ترے غم پہ صبر کرنا
یہ تری عطا ہے یا رب یہ ہے تیرا جذبِ پنہاں

مرا نالہ ندامت ترے سنگِ در پہ کرنا
مرا ہر خطا پہ رونا ہے یہی مری تلافی

تری رحمتوں کا صدقہ مرا جرم عفو کرنا
تری شان جذب ہے یہ تری بندہ پروری ہے

مرے جان و دل کا تجھ کو ہمہ وقت یاد کرنا
کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختؔر

اسے آ گیا ہے جینا اسے آ گیا ہے مرنا

وَاٰخِرُ دَعوَانَا اَنِ الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ

❁

مراجع ومصادر

وعظ غمِ تقویٰ اور انعامِ ولایت ۔ وعظ انوارِ حرم ۔ معارفِ ربانی ۔ ارشاداتِ دردِ دل ۔ سفرنامہ رنگون و ڈھاکہ ۔ وعظ آدابِ راہِ وفا ۔ حرمین شریفین میں حاضری کے آداب ۔ الطافِ ربانی ۔ معارفِ شمس تبریز ۔

بدنظری وعشقِ مجازی کی تباہ کاریاں اوراُن کا علاج (منظوم)

محمد ارمغان ارمان

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ نَحمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم، اَمَّا بَعدُ!

سیّدی ومرشدی حضرت والا قدس سرہٗ نے اِرشاد فرمایا کہ اس زمانے میں بہت ضروری ہے کہ حفاظتِ نظر کے مضمون کو پھیلایا جائے، جس زمانے میں جو خطرناک بیماری زیادہ پھیلی ہو اس کے بارے میں زیادہ بیان کرنا چاہیے یا نہیں؟ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیا بات ہے کہ یہ صرف نظروں کی بیماری کو ہی کہتے ہیں، دوسرے اور گناہ بھی تو ہیں، جیب کاٹنا بھی تو گناہ ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ میرا تجربہ ہے کہ جو اس عمل کو کرے گا یعنی آنکھ کو بچائے گا تمام گناہوں کو چھوڑ دینے کی اس میں ہمت پیدا ہو جائے گی۔ بدنظری کا مرض آج کل تمام امراضِ روحانیہ کا باپ ہے۔ بس اس کو چھوڑ دو، اس کی برکت سے ان شاء اللہ ہر گناہ چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔ جس نے آنکھ کی حفاظت کرلی اور دل کو گندے خیالات سے بچالیا اور جسم کو بھی حسینوں سے دور رکھا اس نے بہت مشکل پرچہ حل کرلیا۔ سانپ دیکھنے میں بہت حسین ہوتا ہے لیکن اتنا زہریلا ہوتا ہے کہ اگر پھنکار دے تو کھوپڑی پھٹ جائے لہٰذا ان حسینوں کو دیکھنے سے یا ان کے بارے میں دل میں گندے خیالات لانے سے یا جسم کو ان کے قریب کرنے سے تمہارے ایمان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، ایمانی موت واقع ہو جائے گی۔ آج کل اوّابین تہجد واشراق کا تو اہتمام ہے مگر اس گناہ سے بچنے کا اہتمام نہیں ہے۔ اس لیے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اس گناہ سے بچو کہ گناہ نیکیوں کے نور کو ختم کر دیتا ہے۔ لہٰذا اللہ کے خوف سے نگاہ بچاؤ، دل بچاؤ اور جسم بچاؤ، ان شاء اللہ ہم آپ ولی اللہ بن کر مریں گے۔ (ملخص از خزائن شریعت وطریقت: ۴۶۰۔۴۶۳)

حضرت والا نے اپنی الہامی شاعری سے بدنظری، عشقِ مجازی، اَمرد پرستی اور ہم جنس پرستی جیسی مہلک وخطرناک بیماریوں کی تباہ کاریوں کو بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا اور ان کا علاج بڑی عجیب پر لطف مثالوں کے ساتھ پیش کر کے ہزاروں عشاقِ مجازی کو عشاقِ حقیقی بنایا، لیلیٰ سے توڑا اور مولیٰ سے جوڑا، ان کی باہ کو آہ میں بدل کے صاحبِ نسبت بنایا۔

حضرت والا نے فرمایا: سارے عالم میں آج کل اختر کا یہی ایک مضمون ہے کہ تم لیلاؤں سے بچ جاؤ تو مولیٰ پا جاؤ گے اور مزہ بھی پاؤ گے۔ جو دونوں جہان کی لذتوں کا خالق ہے وہ مولیٰ جب دل میں

تجلی فرمائے گا تو میرا یہ شعر پڑھو گے ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے | مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

اس بیان کو معمولی مت سمجھو یہ بیان ہم کو آپ کو مولیٰ سے ملانے والا ہے اور لیلیٰ سے چھڑانے والا ہے۔ (درسِ مثنوی مولانا روم: ۱۳۹، ۱۴۰)

اب منتخب عارفانہ اور ناصحانہ اشعار ملاحظہ فرمایئے:

فنائیت وزوالِ حسنِ مجاز

جن کا نقشہ تھا کل جوانی کا | ہے لقب آج نانا نانی کا
کیسا دیکھا تھا ہو گئے کیسے | کیا بھروسہ ہے اس جوانی کا
مل گئے خاک قبر میں کتنے | ناز تھا جن کو زندگانی کا
یہ جہاں گر گیا نگاہوں سے | جب کھلا حال دارِ فانی کا

کمر جھک کے مثل کمانی ہوئی | کوئی نانا ہوا، کوئی نانی ہوئی
ان کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی | کوئی دادا ہوا، کوئی دادی ہوئی

اس طرح شکلیں بدل جاتی ہیں میر | پھر نہیں پہچان میں آتی ہیں میر
اور اگر پہچان میں آتی بھی ہیں | پھر ذرا دِل کو نہیں بھاتی ہیں میر

اِدھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی | نہ اُن کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

ان کے سر پر سفید بالوں کا | ایک دن تم تماشہ دیکھو گے
ان کے چہرہ پہ کھچڑی ڈاڑھی کا | ایک دن تم تماشہ دیکھو گے
میر اس دن جنازہ اُلفت کا | اپنے ہاتھوں سے دفن کر دو گے

لگانا دل کا ان فانی بتوں سے | عبث ہے، دل کو یہ سمجھا جا رہا ہوں

انجام بدنظری وعشقِ مجازی

جس نے دی غیرِ خدا پر اپنی جاں | عمر بھر پایا اسے نوحہ کناں

ہمیشہ حسنِ فانی پر جنھیں مرتے ہوئے دیکھا
انہیں صحرائے غم میں ہم نے پایا آہِ سرگرداں

ہتھوڑے دِل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

مرنے والوں پہ مرنے والوں پر
سینکڑوں غم ہیں سینکروں آفات

ہر عشقِ مجازی کا آغاز برا دیکھا
انجام کا یا اللہ کیا حال ہوا ہوگا

انسانیت کا اپنی وہ پرچم جلا گئے (نظم)

ہم جنس پرستی سے جو لذت اُڑا گئے
انسانیت کا اپنی وہ پرچم جلا گئے

رسوا ہوئے ہیں فاعل و مفعول ان میں
دونوں حیا کے اپنے جنازے اُٹھا گئے

ہرگز ملا سکیں گے نہ آنکھیں تمام عمر
آپس میں شرم کے جو پردے ہٹا گئے

دھوکہ یہ تھا کہ حق محبت ادا کریں
نفرت کا بیج تا دمِ آخر جما گئے

سمجھے تھے جس نظر کو اساس حیاتِ دل
کیوں اس نظر سے آج وہ نظریں بچا گئے

کیا کم ہے دوستو، یہی لعنت مجاز کی
پہچاننے کے بعد بھی آنکھیں چرا گئے

یہ عشق کی صورت میں تقاضے تھے فسق کے
دونوں کو ایک پَل میں جو رسوا بنا گئے

علاج بدنظری وعشقِ مجازی:

اس کا چہرہ اگرچہ نمکدار ہے
جسم اس کا اگرچہ چمکدار ہے

میر ظاہر میں بے شک وہ گلزار ہے
لیکن اندر غلاظت کی بھرمار ہے

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

نہیں علاج کوئی ذوقِ حسن بینی کا
مگر یہی کہ بچا آنکھ بیٹھ گوشے میں

اگر ضرور نکلنا ہو تجھ کو سوئے چمن
تو اہتمام حفاظت نظر ہو توشے میں

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

دل میں یادِ حق کی گرمی دل کو جب گرمائے ہے
یاد ہر لیلائے فانی سرد پھر ہو جائے ہے

مرقع عبرت

کتابی چہرے جو ہوں گے بینگن
تو ٹوٹ جائیں گے سارے بندھن

وہ شاہزادی لگے گی بھنگن
اگرچہ پہنے وہ لاکھ کنگن

وہ شاہزادہ لگے گا بھنگی
اگرچہ کر کے آئے وہ کنگھی

یہ دانت ہل کر اُکھڑ پڑیں گے
لگائیں اُن پر ہزار منجن

نہ سننا اے میر اُن کی ہرگز
کہ نفس و شیطاں ہیں تیرے دشمن

لگا بڑھاپے سے مجھ کو فتّو
اگرچہ پہنے ہوئے ہے اچکن

ہوئے ہیں پیری میں مثلِ بلی
جو تھے جوانی میں شیر افگن

بچاو اپنی نظر کو اختر
یہی ہے بس اِک طریق احسن

مرشدی حضرت والا نے ایک نظم بعنوان ''علاج بدنگاہی وعشقِ مجازی'' اپنی مبارک تصنیف ''معارفِ مثنوی'' (ص:۸۱۳) پرتحریر فرمائی ہے، بہت عمدہ ہے اس کوضرور پڑھیے، احقر طوالت کے خوف سے یہاں مکمل نہیں لکھ پایا، البتہ چند متفرق اشعار ملاحظہ فرمایئے ۔

بدنگاہی مت سمجھ چھوٹا گناہ
دِل کو اِک دم میں یہ کرتی ہے تباہ

بدنگاہی تیر ہے ابلیس کا
زہر میں ڈوبا ہوا تلبیس کا

ہو گئے کتنے ہلاک اس راہ میں
کھو کے منزل گر گئے وہ چاہ میں

کھو نہ تو اس طرح ہے عمرِ عزیز
عمر کی قیمت ہے بس ذکرِ عزیز

چند دن کا حسن ہے حسنِ مجاز
چند روزہ ہیں فقط یہ ساز و باز

عشق جو ہوتا ہے رنگ و روپ پر
جیسے عاشق شمس کا ہو دھوپ پر

عاشق و معشوق کل روزِ شمار
روسیہ ہیں دونوں پیشِ کردگار

دِل کا ہو مطلوب کوئی غیرِ حق
ہے یہ مستی شراب قہرِ حق

ذکرِ حق سے مل گیا جس کو قرار
سامنے اس کے خزاں بھی ہے بہار

غیرِ حق کا دِل سے جب نکلے گا خار
دِل میں ہو گی چین و لذت کی بہار

جان میں ہو گا طلوع وہ آفتاب
اور حیاتِ طیبہ کا فتح باب

دعا برائے عطائے ہمت

اے خدا کشتی مری طوفانِ شہوت سے بچا
ان حسینوں کے عذابِ نارِ اُلفت سے بچا

فانی ہے حسن گو مگر اس کا نشہ ہے سخت تر
ان کی طرف نظر سے بھی مجھ کو بچالے اے خدا

کرم سے نفسِ امارہ کو میرے بے ضرر کر دے
تقاضائے گناہ کو فضل سے زیر و زبر کر دے

ایسی صورت جو مجھے آپ سے غافل کر دے
اے خدا اس سے بہت دور مرا دل کر دے

انعام خونِ تمنا در رضائے مولیٰ

ہزار خونِ تمنا ہزارہا غم سے
دلِ تباہ میں فرماں روائے عالم ہے

خوبرویوں سے مِلا کرتے تھے میر
اب مِلا کرتے ہیں اہل اللہ سے
مت کرے تحقیر کوئی میر کی
رابطہ رکھتے ہیں اب اللہ سے

مرے حسرت زدہ دل پر انہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

دلِ ویراں پہ میرا شاہ برساتا ہے آبادی
سمجھ مت میر ان راہ میں مرنے کو بربادی

دردبھری نصائح

نہ پہنچا منزلِ عشقِ خدا تک
لگایا جس نے دل کو غیرِ ھو سے
اگر رہنا ہے اختر اُن کا بن کر
لگانا نہ دل فانی خوب رُو سے

آنکھوں کی حفاظت میں ہے اس دل کا سکوں بھی
گو نفس کرے تجھ سے کوئی اور بہانا
دھوکہ ہے تجھے لطف حسینوں سے ملے گا
ابلیس کے کہنے سے کبھی اس پہ نہ جانا
پاگل کی طرح پھرتے ہیں عشاقِ مجازی
بے چین ہیں دن رات یہ بدنام زمانہ
رہتا ہے اگر چین سے سن لو یہ مِری بات
آنکھوں کو حسینوں کی نظر سے نہ ملانا

اختر کی یہ اِک بات نصیحت کی سنو تم
ان مردہ حسینوں سے کبھی دل نہ لگانا

تجھے دھوکہ نہ دے فانی بتوں کی عارضی رنگت
کبھی دیکھوگے تم قبروں میں ابتر حال لاشوں کے

خاک ہوجائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
عارضی ڈسٹمبر کی خاطر راہِ پیغمبر نہ چھوڑ
جانے کب آجائے رب سے تجھ کو پیغامِ اجل
راہ گم کردہ نفس کو اُس کی گمراہی سے موڑ
تو نے جو رب سے کیا تھا عہد و پیمانِ ازل
نفس دشمن کی وجہ سے اس کو اے ظالم نہ توڑ

رہنا ہے چین سے تو بتوں سے بچا نظر
ورنہ نظر سے قلب و جگر ہو گا بے قرار
ہے عشقِ مجازی کا صلہ کس قدر بُرا
ہر ایک دوسرے کی نظر میں ہوا ہے خوار

نہیں کرتا ہے صدقِ دل سے توبہ جو گناہوں سے
کسی بھی حال میں اس کی پریشانی نہیں جاتی

میر مت مرنا کسی گلفام پر
خاک ڈالو گے انہیں اجسام پر

میر آفت ہے صورت گلفام
ترک صورت کرو یہ ہیں سب خار

بچو گندے عمل سے امردوں سے دور ہو جاؤ
اگر یہ فعل اچھا تھا خدا پتھر نہ برساتا

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن سے رب مرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے
میر مرنا نہ حسنِ فانی پر
حسنِ فانی کے رنگ فانی پر
جس کا پانی بدلنے والا ہو
میر مرنا نہ ایسے پانی پر
دل فدا اپنے رب پہ کر اختر
کر بھروسہ نہ زندگانی پر

سنبھل کر رکھ قدم اے دل! بہارِ حسنِ فانی میں
ہزاروں کشتیوں کا خون ہے بحرِ جوانی میں
وہ جوانانِ چمن اور ان کا ظالم بانکپن
دیکھتے ہی دیکھتے سب ہو گئے دشت و دمن

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

مچا دے گی وہ باہی میں تباہی
نہ کر اے دوست ہرگز بدنگاہی
چٹائی پر ملے گا تختِ شاہی
اگر حاصل کرو عشقِ الٰہی
حسینوں سے اگر ملنا نہ چھوڑا
نہیں پہنچے گا دربارِ الٰہی
وہی پہنچا ہے دربارِ خدا میں
ملی ہے جس کو آہِ سحر گاہی
جو اہلِ دل کی صحبت میں رہے گا
وہی پائے گا بس عشقِ الٰہی
ملی اختر جسے نسبت خدا کی
مٹا دی اس نے باہی اور جاہی

ظالم ہے عدل کے خلاف غیر کو دل دیا اگر
جس نے دیا ہے دل تجھے دل کو فدا کر اسی پہ کر
اس کا سکون چھن گیا مرکز سے جو ہوا جدا
مرکز دل خدا ہے بس دل نہ فدا کسی پہ کر

وَاٰخِرُ دَعوَانَا اَنِ الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ

منکہ حکیم محمد اختر صدر مجلس اشاعۃ الحق کراچی ST-1-A باہوش وحواس یہ تحریر دیتا ہوں کہ ہم نے اپنی صدارت کے تمام تر اختیارات کلی اور جزئی اپنے لڑکے مولانا قاری محمد مظہر صاحب کے سپرد کر دیا۔ جس کے وجوہ میرا کثرت سے تبلیغی دورہ بیرون ممالک کا ہے نیز یہ کہ ہم مکمل اعتماد مولانا قاری محمد مظہر صاحب پر رکھتے ہیں کہ موصوف ہماری طرح اس ادارہ کے نظم ونسق چلائیں گے۔ واضح رہے کہ اس ادارہ کی تعمیر نیز اس پلاٹ کی خریداری اور کسی بھی مقصد کے لیے اہل محلّہ سے کوئی چندہ نہیں لیا گیا اور یہ ادارہ ہماری ذاتی رقم نیز ہمارے مریدین اور خصوصی محبین کے تعاون سے قائم کیا گیا ہے۔

حکیم محمد اختر عفا اللہ عنہ
صدر مجلس اشاعۃ الحق۔ ۲۴؍اگست ۱۹۸۳ء

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بدنظری واَمرد پرستی پر منتخب ملفوظات

جناب مولانا مجیب الرحمٰن منصور صاحب (کراچی)

رمضان میں بدنظری سے خاص طور پر بچیں:

ارشاد فرمایا کہ: رمضان میں خصوصاً بدنگاہی سے بچو۔ دو بیماریاں ایسی ہیں جن کی وجہ سے انسان روزہ کی برکات سے محروم ہوجاتا ہے۔ ان میں سے ایک یہی بدنظری ہے جس کی میں تفسیر پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بدنظری کو مردوں کے لیے بھی حرام فرمایا ہے اور خواتین کے لیے بھی حرام فرمایا ہے یعنی جہاں یَغُضُّوۡا ہے کہ مردوں کو چاہیے کہ نظر بچائیں وہیں یَغۡضُضۡنَ بھی ہے کہ خواتین پر بھی فرض ہے کہ اپنی نظر کی حفاظت کریں۔

ارشاد فرمایا کہ: بدنظری کی شریعت میں ممانعت ہے کہ کسی نامحرم عورت کو مت دیکھو۔ اس میں بھی ہماری عزت ہے کیونکہ عورت جب دیکھتی ہے کہ یہ لوگ نیچی نظر کر کے گذر گئے تو کہتی ہے کہ بڑے شریف آدمی معلوم ہوتے ہیں جنھوں نے ہمیں نظر اُٹھا کر نہیں دیکھا۔

ملکِ شام جب فتح ہورہا تھا تو عیسائیوں نے اپنی نوجوان لڑکیوں کو دورویہ کھڑا کردیا تھا تاکہ یہ مسلمان گناہ میں مبتلا ہوجائیں تو پھر فتح نہیں ہوسکتی۔ اللہ کی رحمت ہٹ جائے گی، لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے سپہ سالار نے فوراً آیت پڑھی "قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ"۔ "اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اِیمان والوں سے فرمادیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں، نامحرموں پر نہ ڈالیں"۔ لہٰذا سارے لوگ نگاہیں نیچی کر کے گزر گئے۔ عیسائی لڑکیوں نے اپنے والدین سے جاکر کہا کہ آپ نے جو ہم کو ان لوگوں کے لیے جال بنایا تھا تو وہ لوگ ہمارے جال میں نہیں پھنسے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی شان ہم نے دیکھی، وہ فرشتے ہیں، اِنسان نہیں معلوم ہوتے اور جنگ میں فتح ہوگئی۔

تو ہمارے لیے شریعت میں جتنے بھی کرنے کے کام ہیں اور جتنے نہ کرنے کے کام ہیں دونوں میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ ہمارے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کے لوگ جب کام لیتے ہیں تو کام کرا کے پھر مزدوری دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ایسے کریم مالک ہیں کہ بہت سے کاموں کو کہتے ہیں کہ نہ کرو اور نہ کر کے مجھ سے مزدوری لو۔ وہ کام کیا ہیں مثلاً جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹ بولنا بھی تو ایک کام ہے۔ یہ کام نہ کرو، مزدوری لو، ثواب لو۔ غیبت نہ کرو اور مزدوری لو۔

عورتوں کو بری نظر سے مت دیکھو۔ گانا مت سنو، چوری نہ کرو جتنے بھی گندے کام ہیں، خلافِ شریعت کام ہیں۔ان کاموں کو نہ کر کے مجھ سے مزدوری لے لو۔

حضرتؒ فرماتے تھے کہ دنیا میں کوئی فیکٹری مالک ایسا نہیں ہے جو اپنے مزدوروں سے کہہ دے کہ بھائی تم لوگ یہ یہ کام نہ کرو اور نہ کر کے مزدوری لے لو۔ کام نہ کرا کے انعام دینا یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی نظر بچاتا ہے اللہ کے خوف سے تو اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کے دل میں ایمان کی مٹھاس پیدا کر دیتے ہیں۔ یعنی حلاوتِ ایمانی عطا فرما دیتے ہیں۔ (کنز العمال: ج ۵، ص۸۳۲) یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ بصارت کی لذت لے کر بصیرت اور قلب کی لذت دے دی۔

ارشاد فرمایا: کسی کافر عورت کے ساتھ بھی زنا جائز نہیں ہے۔ بعض لوگوں کو شیطان بہکاتا ہے کہ یہ تو کافر ہے، مالِ غنیمت ہے لوٹ لو۔ وہ جہاد پر قیاس کرتے ہیں کہ جیسے جہاد میں کافر عورتیں قید کر لی جاتی تھیں اور مسلمانوں کو مالِ غنیمت کے طور پر ملتی تھیں۔ اب وہ قانون ختم ہو گیا۔ بین الاقوامی معاہدہ سے لونڈی اور غلام بنانا اب ختم ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ کسی کافر عورت کے ساتھ بھی بدنظری جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق مسلمان کے ذمہ ہیں۔

اِرشاد فرمایا: جان دینا ہے مگر نظر سے کسی عورت کو نہیں دیکھنا ہے۔ ان ننگی عورتوں کو نہ دیکھنے سے اگر جان بھی نکل جائے تو ہم آپ پہ جان دے دیں کیونکہ وہ جان بہت مبارک جان ہوگی جو خدا کی راہ میں نکل جائے لیکن میں کہتا ہوں کہ اللہ جان نہیں لیں گے آدھی جان لیں گے اور سو جان عطا فرمائیں گے ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد   انچہ در وہمت نیاید اں دہد

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مجاہد و سالک کو مجاہدہ سے نیم جان کر دیتے ہیں۔ مشقت و غم میں تھوڑا سا مبتلا ہوتا ہے۔ حسرت کرتا ہے کہ آہ! کیسی حسین شکل تھی لیکن کیا کریں اللہ تعالیٰ نے نہ دیکھنے کا حکم دیا ہے۔

حفاظتِ نظر سے حلاوتِ ایمانی ملتی ہے:

اس غم کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے بزبانِ رسالت حلاوتِ ایمانی کا وعدہ کیا ہے کہ ہم تمہیں ایمان کی مٹھاس دیں گے: ان النظر سهم من سهام ابليس مسموم من تركها مخافتي ابدلته ايمانا يجد حلاوته فی قلبه۔ (کنز العمال: ج ۵، ص ۸۲۳)

تم بصیرت کی حلاوت کے لیے اپنی بصارت کی ناجائز مٹھاس کو قربان کر دو۔ علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی آنکھوں کو حسینوں سے بچایا تو گویا بصارت کی حلاوت اس نے اللہ پر فدا کی۔ اس کے بدلہ میں بصیرت یعنی قلب کی حلاوت اللہ تعالیٰ اس کو دیتا ہے اور کیونکہ اللہ تعالیٰ باقی ہیں تو ان کی حلاوت بھی باقی ہوگی۔ اس کے برعکس حسینوں کو دیکھنے سے دل تڑپتا ہی رہتا ہے۔

ایک عالم نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت مجھے نگاہ ڈالنے کی طاقت تو ہے لیکن نگاہ ہٹانے کی طاقت ہی نہیں رہتی۔ حضرت نے جواب دیا کہ آپ پڑھ لکھ کر اور خصوصاً فلسفہ پڑھ کر ایسی بات کرتے ہیں کیونکہ قدرت ضدین سے متعلق ہوتی ہے یعنی جو کام کر سکے اس کو بھی نہ کر سکے۔ قدرت کہلاتی ہے۔ اگر کسی کو رعشہ ہے، ہر وقت اس کا ہاتھ ہل رہا ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس کو ہاتھ ہلانے کی قدرت ہے کیونکہ روک نہیں سکتا۔ یہ ہاتھ ہلانے کی طاقت نہیں کہی جائے گی بلکہ بیماری کہی جائے گی۔ ہاتھ ہلانے کی طاقت وقدرت یہ ہے کہ ہاتھ کو ہلا بھی سکے اور نہ بھی ہلا سکے۔ جب چاہے روک لے۔ لہٰذا جب آپ کو نظر ڈالنے کی طاقت ہے تو معلوم ہوا کہ ہٹانے کی بھی طاقت ہے۔ جب نظر ڈال سکتے ہو تو ہٹا بھی سکتے ہو۔ پھر انہوں نے دوسرا خط لکھا کہ جب نظر بچاتا ہوں تو دل پر بڑی چوٹ لگتی ہے۔ حسرت وغم پیدا ہوتا ہے کہ ہائے! نہ معلوم اس کی شکل کیسی ہوگی؟ اس میں کیا کیا حسن کے نکتے ہوں گے؟ نہ جانے کیسی آنکھیں ہوں گی، کیسی ناک ہوگی؟ نہ دیکھنے سے دل پر ایک زخم لگتا ہے۔ حکیم الامتؒ نے ان سے ایک سوال کیا کہ یہ بتائیے کہ نہ دیکھنے سے دل کو کتنی دیر تک پریشانی رہتی ہے اور دیکھنے کے بعد کتنی دیر تک پریشانی رہتی ہے۔ تب انہوں نے لکھا کہ نہ دیکھنے سے چند منٹ حسرت رہتی ہے، اس کے بعد قلب میں حلاوت محسوس ہوتی ہے اور اگر دیکھ لیتا ہوں تو تین دن تین رات اس کے ناک نقشہ کا تصور دل کو تڑپاتا رہتا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اب آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ بہتر گھنٹے کی مصیبت ہے یا چند منٹ کی؟ بس پھر خط آیا کہ حضرت توبہ کرتا ہوں۔ بات سمجھ میں آگئی۔ ایک اور صاحب نے لکھا کہ میں حسینوں میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کر کے معرفت حاصل کرتا ہوں کیونکہ یہ حسین تو آئینہ جمالِ خداوندی ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ ان کا آئینہ جمالِ خداوندی ہونا میں تسلیم کرتا ہوں لیکن یہ آتشیں آئینے ہیں جن کو دیکھنے سے آگ لگ جاتی ہے۔ تمہارا ایمان جل کر خاک ہو جائے گا۔

ارشاد فرمایا: اور جو شخص رات بھر تہجد پڑھتا ہے، دن بھر تلاوت کرتا ہے، ہر سال حج وعمرہ کرتا ہے لیکن کسی عورت کو دیکھنے سے باز نہیں آتا، بدنظری کرتا ہے، گانا سنتا ہے، غیبت کرتا ہے، یہ شخص ولی اللہ نہیں ہوسکتا باوجود حج وعمرہ کے، باوجود تہجد کے یہ فاسق ہے۔ جو گناہ کرتا ہے شریعت میں وہ فاسق ہے اور فسق وولایت جمع نہیں ہوسکتی۔ ایک شخص جو فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ ادا کرتا ہے لیکن ہر وقت باخدا ہے، کسی وقت گناہ نہیں کرتا یہ متقی ہے، ولی اللہ ہے۔

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی یاد کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر ایک: یادِ مثبت یعنی امتثال اوامر نمبر دو: یادِ منفی یعنی ترک نواہی۔ اگر ہم احکام کو بجالاتے ہیں تو یہ ذکر مثبت ہے جیسے نماز کا وقت آگیا تو نماز ادا کر لی اور گناہ چھوڑنا یہ ذکر منفی ہے جیسے نامحرم عورت سامنے آگئی تو نظر بچالی اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے سودا کر لیں کہ اے اللہ! بصارت کی حلاوت یعنی آنکھوں کی مٹھاس تو میں نے آپ کو دے دی۔ اب آپ مجھے حلاوتِ ایمانی یعنی ایمان کی مٹھاس عطا فرما دیجیے۔ اپنا ایک اور شعر یاد آیا ؎

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے   جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

نابینا کیسے بنیں؟ یعنی نظریں جھکا لو جب کوئی نامناسب شکل سامنے آئے، لیکن موٹر چلانے والا نابینا نہ بنے اس کے لیے معافی ہے۔ بس وہ سامنے نظر رکھے اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ پھر بھی نفس حاشیہ نگاہ سے اور زاویہ نگاہ سے کچھ چرائے گا۔ اس کی ان شاء اللہ تعالیٰ معافی ہوجائے گی۔ توبہ کرلے کہ اے اللہ! میں نے نظر کو سامنے رکھا، قصداً نظر نہیں ڈالی لیکن پھر بھی میرے نفس نے جو حرام مال چرایا ہو میرے مستلذاتِ محرمہ مسروقہ کو آپ معاف فرمادیجئے یعنی حرام لذت کی چوری کا مال جو نفس نے حاصل کیا ہو، آپ اس کو معاف کردیجئے کیونکہ اس وقت اس پر اختیار نہیں تھا۔ اگر نظر جھکاتا تو تصادم ہوجاتا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی واقعی سچا اللہ والا ہے لیکن کمزور ہے اور تسبیح پڑھتا ہوا جارہا ہے کہ ایک حسین تگڑی عورت نے اس کو بری نیت سے دیکھا اور لپٹ گئی اور اس کو پٹخ دیا۔ یہ مفروضہ حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرمارہے ہیں اصلاح اُمت کے لیے اور اس کے سینہ پر بیٹھ گئی اور کہا اے ملا! تم بہت نظر بچاتے ہو اور پوری طاقت سے اس کی آنکھیں کھول کر کہا کہ اب دیکھ مجھے، دیکھتی ہوں کہ اب کیسے نہیں دیکھے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ صاحبِ نسبت ہے تو اپنی شعاعِ بصریہ پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کو غالب رکھے گا اور اچٹی پچٹی سطحی نظر جو غیر اختیاری ہے ڈالے گا، باریک نظر نہیں ڈالے گا۔ یہ باتیں کون بیان کرسکتا ہے؟ ایسی باتیں اللہ تعالیٰ کے بڑے اولیاء بیان کرتے ہیں جو اس راستہ سے گزرے ہوئے ہیں جن کو ایسا ایمان حاصل ہے۔

ایسی دنیا سے کیا دل لگانا:

ارشاد فرمایا: قبرستان میں یہ سڑیں گی یا نہیں؟ اگر ان سڑنے والی لاشوں کے ڈسٹمپر اور رنگ وروغن پر ہم مریں گے تو اللہ سے محروم رہیں گے۔ سوچ لیجئے! فائدہ کس میں ہے؟ ان عاجزوں اور مردوں پر گدھ کی طرح کب تک پڑے رہو گے؟ کب تک ان مردہ لاشوں کو کھاتے رہو گے؟ کب باز شاہی بنو گے؟ ایسا نہ ہو کہ اچانک موت آجائے۔ پھر کفِ افسوس ملو گے اور پھر دوبارہ زندگی نہیں ملے گی۔ ولی اللہ بننے کے لیے اللہ دوبارہ حیات نہیں دے گا، اب میرے تین جملے سن لیجئے: جس دنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا اور پھر لوٹ کر کبھی نہ آنا، ایسی دنیا سے دل کا کیا لگانا۔

یہ تین جملے ہدایت کے لیے کافی ہیں۔ اگر ولی اللہ بننا ہے تو اسی حیات میں بننا ہے۔ مرنے کے بعد کوئی دوبارہ نہیں آنے پائے گا۔ پھر قیامت تک حسرت و افسوس ہے اور میدانِ قیامت میں اگر خدانخواستہ فیصلہ سزا کا ہوگیا تو پھر کہاں ٹھکانہ ہے۔ اس کو سوچنا چاہیے۔

اِرشاد فرمایا: لیکن ایک بات یہ بھی عرض کردوں کہ جس کو اللہ اپنا بناتا ہے اس کو فانی بتوں سے، مرنے گلنے والی لاشوں سے بچاتا ہے لہٰذا جو اللہ کا ہونا چاہتا ہے اسے ان حسینوں سے نظر بچانی پڑے گی، گناہ سے اپنے کو بچانا پڑے گا، خونِ تمنا پینا پڑے گا۔ جیسا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا؎

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں تری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

اور جیسا کہ مولانا اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ؎

ہم نے لیا ہے داغِ دل کھو کے بہارِ زندگی اک گلِ تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

فانی اور مرجھانے والے پھولوں کی بہاروں کو چھوڑنے کا ہم نے غم اٹھایا ہے، پھول جیسے چہروں سے نظر بچانے کا زخم دل پر کھایا ہے اور حق تعالیٰ کے قرب کی غیر فانی بہار کے لیے حسنِ فانی کے چمن کو لٹایا ہے، تب کہیں جا کر اللہ ملتا ہے لہٰذا فانی اور بگڑنے والے پھولوں کو چھوڑو یعنی ان حسینوں سے دل نہ لگاؤ اور سوچو کہ آج ایسے ہیں کل کیسے ہوں گے ؎

ایسے ویسے کیسے کیسے ہوگئے کیسے کیسے ایسے ویسے ہوگئے

اور حسینوں کا انجام سن لو اختر کی زبان سے ؎

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی
ان کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی
اُدھر جغرافیہ بدلا اِدھر تاریخ بھی بدلی نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

ارشاد فرمایا کہ: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کسی کے جغرافیہ اور رنگ وروپ سے، ظاہری ڈسٹمپر اور نقش ونگار سے، آنکھوں سے اور کتابی چہرے سے دل لگاتا ہے، کچھ دن کے بعد یہ محبت نفرت اور عداوت سے تبدیل ہوجاتی ہے اور جو اللہ والی محبت ہوتی ہے، ہمیشہ قائم رہتی ہے، تر وتازہ رہتی ہے یعنی دنیا میں بھی، عالمِ برزخ میں بھی، میدانِ محشر میں بھی اور جنت میں بھی ان شاء اللہ۔ اللہ والے جو اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں، میدانِ محشر میں بھی عرش کے سائے میں رہیں گے۔ یہ اللہ والی محبت ایسی نعمت ہے لہٰذا حضرت فرماتے ہیں کہ اگر محبوب ناقص ہے اور دل کو یہی ناقص غذا دے دی تو دل تباہ ہوجائے گا، خراب ہوجائے گا۔

نظر کی حفاظت پر تین انعامات:

حفاظتِ نظر کا پہلا انعام: بے چینی سے حفاظت

ارشاد فرمایا: پہلا انعام کیا ہے؟ بے چینی سے حفاظت۔ نظر ڈالنے کے بعد بے چینی بڑھ جاتی ہے کہ آہ کاش! یہی ملی ہوتی تو لفظ کاش اور حسرت سے آپ کو حفاظت ملتی ہے۔ اس پہلے انعام کا نام ہے حسرتوں سے حفاظت۔ اب کاش نہیں نکلے گا کیوں کہ دیکھا ہی نہیں۔ پھر گھر کی چٹنی روٹی، بریانی اور پلاؤ معلوم ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے یہ ہم کو عطا فرمائی ہے۔ آپ بتائیے کہ اگر مجنوں کو ساری دنیا کی عورتیں بریانی اور پلاؤ بھیجتیں اور اس کی وہ لیلیٰ جس پر وہ ظالم پاگل ہوا تھا، سوکھی روٹی بھیجتی تو مجنوں کس لیلیٰ کا کھانا کھاتا؟ اپنی لیلیٰ کا! اور کہتا کہ یہ سوکھی روٹی میری لیلیٰ کے ہاتھ سے آئی ہے تو جو مولیٰ کے عاشق ہیں، جو اللہ والے ہیں وہ اپنی بیوی کو تمام دنیا کی لیلاؤں سے بہتر سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے مولیٰ نے

عطا فرمائی ہے اور اسی لیے وہ چین سے رہتے ہیں، ان کے گھر میں سکون رہتا ہے۔ اور جو اِدھر اُدھر تا نک جھانک کرتے ہیں ان کے گھر میں بے برکتی، پریشانی اور لڑائی جھگڑے رہتے ہیں، کیونکہ نظر میں تو دوسری سما گئی اس لیے اپنی بیوی ان کو اچھی نہیں لگتی۔ تو نظر بچانے کا پہلا انعام کیا ملا؟ حسرت اور بے چینی اور پریشانی سے حفاظت۔

حفاظتِ نظر کا دوسرا انعام: ایمان کی حلاوت

دوسرا انعام ہے ایمان کی حلاوت۔ حدیثِ قدسی ہے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ محدثین لکھتے ہیں کہ حدیث قدسی کی تعریف یہ ہے: ''هُوَ الْكَلَامُ الَّذِي يُبَيِّنُهَا النَّبِيُّ بِلَفظِه وَيُنسِبُه اِلٰى رَبِه'' حدیثِ قدسی وہ کلام نبوت ہے جو زبانِ نبوت سے نکلے مگر نبی یہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے، ایسی حدیث کو حدیثِ قدسی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثِ قدسی بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نظر کتنی زہریلی چیز ہے، ابلیس کا تیر ہے۔ ''اِنَّ النَّظَرَ سَهمٌ مِن سِهَامِ اِبلِيسَ مَسمُومٌ''۔ ''نظر ابلیس کا تیر ہے اور تیر بھی زہر میں بجھایا ہوا''۔

مَن تَرَكَهَا مَخَافَتِي اَبدَلتُه اِيمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَه فِي قَلبِه (کنز العمال، جلد: ۵، صفحہ: ۸۲۳)

جس نے میرے خوف سے اپنے قلب و نظر کو اس تیر سے بچالیا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں اس کو کیا دوں گا۔ اس نے آنکھ کی مٹھاس مجھ پر فدا کی میں اس کو دل کی مٹھاس اور ایمان کی حلاوت دے دوں گا۔

حفاظتِ نظر کا تیسرا انعام: حسنِ خاتمہ کی بشارت

محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو ہرات کے رہنے والے تھے۔ ثُمَّ هَاجَرَ اِلیٰ مَکَّه پھر مکہ کی طرف ہجرت کی۔ آج ان کی قبر جنت المعلیٰ میں ہے، وہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ حلاوت دے گا پھر اس کا خاتمہ ایمان پر ضرور ہوجائے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ ایمان کی حلاوت دے کر واپس نہیں لیتے اور حفاظتِ نظر کا یہ تیسرا انعام ہے۔

ارشاد فرمایا: لہٰذا آج سڑکوں پر، ایئر پورٹوں پر، ریلوے اسٹیشنوں پر، مارکیٹوں میں جگہ جگہ جہاں جہاں بھی عورتیں سامنے آئیں نظر بچا بچا کر اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کا سودا کر لیجئے۔ ''وَقَد وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَةَ الاِيمَانِ اِذَا دَخَلَت قَلبًا لَاتَخرُجُ مِنه اَبَدًا'' (مرقات، جلد ۱، صفحہ: ۴)

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس قلب کو ایمان کی مٹھاس دیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے۔ ''وَفِيهِ اِشَارَ اِلٰى حُسنِ الخَاتِمِ'' ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اشارہ ہوگیا کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ آج سڑکوں پر، ایئر پورٹوں پر اور بازاروں میں جگہ جگہ ایمان کی حلاوتیں بٹ رہی ہیں بشرطیکہ اس نظر سے مٹھائی کی دکانوں کو مت دیکھو یعنی نامحرم شکلوں پر نظر نہ ڈالو۔ اگر کسی کی شوگر بڑھی ہو

اور وہ مٹھائی کی دکان کو دیکھ لے تو دیکھنے سے اس کی شوگر نہیں بڑھے گی لیکن یہ نظر کی ایسی ظالم مٹھائی ہے کہ دیکھنے سے ہی زہر اتر جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے نامحرم عورتوں کو صرف دیکھا لیا، استعمال نہیں کیا، بات بھی نہیں کی لیکن یہ آنکھوں کا زنا ہوگیا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے، علماء سے عرض کرتا ہوں کہ بخاری شریف میں دیکھ لیجئے: ''فَزِنَی العَینِ النَّظَرُ''۔ (بخاری، جلد۲، کتاب الاستیذان)

بدنگاہی آنکھوں کا زنا ہے لہٰذا آنکھوں کا زنا کرکے ولی اللہ بننے کا خواب دیکھنے والوں کو اپنا سر پیٹنا چاہیے۔ ولی اللہ بننے کا شوق ہے تو یہی قرینے ہیں ولی اللہ بننے کے؟

ولی اللہ بننے کے لیے دو کام:

ارشاد فرمایا: لہٰذا نظر کی حفاظت اور دل کی حفاظت، اگر سالک یہ دو کام کرلے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ ہوجائے گا۔ باقی سب پرچے آسان ہیں، باقی سب گناہ چھوڑنا آسان ہیں بس دو کام اہم ہیں۔ ایک سرحد کی حفاظت اور ایک دارالخلافہ کی حفاظت۔ دیکھئے! دشمن دو راستوں سے آتا ہے یا تو سرحد سے آئے گا یا براہِ راست دارالخلافہ پر ہوائی جہاز سے حملہ کرسکتا ہے۔ جب آپ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کے مطابق آنکھوں کی سرحد کی حفاظت کرلی اور قلب کے دارالخلافہ کی حفاظت کرلی تو بس آپ کے لیے اللہ کی ولایت اور دوستی کا راستہ بالکل ہموار ہے۔ جو گناہ سے نظر سے بچائے گا اور دل بچائے گا وہ ظالم کیا جھوٹ بولے گا؟ بڑا مشکل پرچہ جو حل کرلے گا اس کو آسان پرچہ حل کرنا کیا مشکل ہے۔ جو سو ڈگری کا بخار برداشت کرلے گا اس کو پچاس ڈگری کا برداشت کرنا کیا مشکل ہے۔

ارشاد فرمایا: بدنظری کرنے والے کو عبادت میں بالکل مزہ نہیں ائے گا۔ جب نظری کی حفاظت پر ایمان کی مٹھاس کا وعدہ ہے تو نظر کی حفاظت نہ کرنے پر ایمان پر مٹھاس چھن جاتی ہے۔ جو لوگ نظر نہیں بچاتے وہ لوگ اپنی نماز، ذکر اور عبادت کا حال دیکھ لیں، بالکل سب بے مزہ ہوجاتا ہے۔ اس لیے دوستو! اس کو بار بار عرض کرتا ہوں کہ شیطان کے تیر مت کھاؤ، دشمن کے تیر سے بچو۔ جب کسی عورت کو دیکھنے کا دل چاہے تو سمجھ لو کہ اب شیطان ہمیں تیر مارے گا کیونکہ عورتوں کی آنکھوں میں شیطان بیٹھے ہوئے ہیں۔ حدیثِ پاک میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد پاک ہے نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو زہر آلود ہے۔ بتاؤ بھائی! جو شخص تیر کھائے گا وہ تڑپ کر مرے گا یا نہیں؟ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ صاحب بڑا مجاہدہ ہے، دل بڑا بے چین ہے۔ اس لیے کہ تم شیطان کے تیر کھا رہے ہو۔ نظر بچانے کی ہمت کیوں نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ نے آنکھ میں پردہ کس لیے دیا ہے، دیکھو! یہ پردہ لگا ہوا ہے، کان میں کوئی پردہ نہیں ہے جب تک اُس میں کوئی انگلی نہ ڈالو لیکن آنکھوں پر تو وہیں پردہ لگا دیا۔ ذرا سا کوئی سامنے نظر آیا جلدی سے آنکھوں کے پردے کو بند کرلیا لیکن ڈرائیور مستثنٰی ہے، موٹر چلانے والا اپنے سامنے اور دائیں بائیں شیشے پر بھی نظر رکھے کیونکہ جان بچانا بھی فرض ہے، بعد میں اللہ تعالیٰ سے استغفار

کر لے۔لیکن اور لوگ جو بیٹھے ہوئے ہیں وہ اِدھر اُدھر کیوں دیکھیں۔ جہاں دیکھا کہ کوئی ننگی ٹانگ والی آرہی ہے،فوراً سمجھ لو کہ شیطان اب ٹانکنے کے لیے آرہا ہے، یہ ذرائع ہیں۔حدیث پاک میں ہے کہ عورتیں شیاطین کے جال ہیں جیسے مچھلی پھنسانے والے کانٹا اور لمبا سا ڈنڈا لے کر جاتے ہیں اسی طرح عورتیں شیطان کے جال ہیں،جس نے ان کو دیکھا شیطان نے فوراً پھانس لیا۔شیطان بہت خوش ہوتا ہے کہ آج بہت بڑی داڑھی والے کو پکڑا ہے، شیطان کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں ہوتی آج صوفی کو اس جال میں پکڑا ہے،تھوڑی دیر بعد ایک حاجی کو پکڑا، پھر اس کو پکڑا جو بہت زور زور سے الا اللہ، الا اللہ کی ضربیں مارتا تھا، شیطان اس طریقے سے دھوکہ دیتا ہے۔ بتایئے! جب دشمن کا تیر لگ جاتا ہے اور وہ بھی زہر میں بجھا ہوا تو دل میں فوراً پریشانی آجاتی ہے۔ دل اس قابل نہیں رہے گا کہ اُس دل میں اللہ ہو، مہمانِ مکرم کے لیے گھر کی صفائی کی جاتی ہے۔ جب لعنتی چیزیں اور غیر اللہ کی عشق ومحبت کی چیزیں قلب میں آجائیں گی تو اُس قلب پر اللہ تعالیٰ کی عنایتیں کیسے ہوں گی؟ اس ماحول میں کوئی صرف نظر بچالے تو ولی اللہ ہوجائے گا،صرف فرض، واجب، سنت موکدہ ادا کر لے، کسی لطائف ستہ کو جاری کرنے کی ضرورت نہیں، صرف نظر کا لطیفہ جاری کر لے، آنکھوں کو اللہ تعالیٰ کا غلام اور فرماں بردار بنالے کیونکہ حدیث میں وعدہ ہے کہ ایک نظر بچانے پر اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی حلاوت نصیب فرمائیں گے۔

ارشاد فرمایا کہ: گناہوں کے قریب رہنے سے ان کا زہر روح میں آہستہ آہستہ گھلنے لگتا ہے اور جب روحانیت میں کمزوری آئے گی تو ہمت پست ہوجائے گی، پھر نظر بھی خراب ہونے لگے گی۔ یہاں تک حسینوں کو اپنی گود میں بٹھانے کے وسوسے شروع ہوجائیں گے۔ یاد رکھو! ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب بنتا ہے۔کوئی تھوڑی دیر کسی لڑکی سے گپ شپ کر لے دل کا ستیاناس ہوجائے گا، اعمالِ صالحہ کی لذت سے اور مناجات کی حلاوت سے محروم ہوجائے گا، یہاں تک کہ ایک دن اہل اللہ کی محبت سے بھی راہِ فرار اختیار کر لے گا، کیونکہ جب الو پن غالب ہوجائے گا تو اب یہ کہاں بلبل رہے گا؟ خانقاہ میں رہنے کے بھی قابل نہیں رہے گا کیونکہ گناہوں سے اس کا دل ویران ہو چکا ہے۔خدائے تعالیٰ اس کو چمنستان سے نکال باہر کریں گے۔الوستان بھیج دیں گے۔ جب الو بن گیا تو الوستان میں بھیجا جائے گا۔

وہ لمحہ حیات جو تجھ پر فدا ہوا اس حاصلِ حیات پہ اختر فدا ہوا

ارشاد فرمایا: جس کو حسینوں پر نظر بازی کا مرض ہو اس کے لیے ایک شعر اور ہے کہ جب ایک دن ان حسینوں کا جغرافیہ بدل جائے گا تب وہاں سے ایسے بھاگو گے، جیسے گدھا شیر سے بھاگتا ہے۔ جہاں رات دن غزلیں پڑھ رہے تھے، جماعت کی نمازیں فوت کر رہے تھے، ہر وقت ناپاک رہتے تھے، پھر اسی صورت سے بھاگ نکلے، بتاؤ! حماقت ہے یا نہیں۔ یہ عشق مجازی بہت ہی خبیث چیز ہے، یہ صورت پرستی انسان کو خبیث بنا دیتی ہے، پیشاب پاخانے کے مقام تک پہنچا دیتی ہے،اس لیے مولانا

رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے سالکانِ طریق! اے اللہ کے راستے پر چلنے والو! شاہراہ حق تعالیٰ کی تمہارے کے لیے کھلی ہے، اگر تم ایک کام کرلو، صرف ایک کام کہ صورت پرستی چھوڑ دو، صورتوں سے توبہ کرلو۔

گرز صورت بگذری اے دوستاں گلستان است، گلستان است، گلستاں

اے دوستو! اگر تم صورت پرستی چھوڑ دو تو پھر آگے قرب کا باغ ہی باغ ہے۔

حفاظتِ نظر کا ایک عجیب فائدہ:

ارشاد فرمایا کہ: ایک بات یاد آگئی۔ میرے دوست نے بتایا کہ ایک فرانسیسی جوڑا ہوٹل میں بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے تقریر کی کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے نظر کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ اس کے فائدے یہ ہیں کہ شوہر کے دل میں بیوی کی محبت بس جاتی ہے، جب غیروں کو نہیں دیکھتا تو اس کی نظر کا تمام مرکز اس کی بیوی ہوتی ہے اس لیے بیوی سے محبت بڑھ جاتی ہے تو بیوی بھی خوش رہتی ہے اور شوہر بھی خوش رہتا ہے۔ برعکس یورپ کی ترقی، ترقی معکوس ہے یعنی اُلٹی ترقی، اللہ کے غضب اور قہر والی ترقی ہے، ان کی ہر بیوی ہر وقت خائف رہتی ہے۔ شوہر نے اگر کسی عورت سے مسکرا کر بات کر لی تو عورت جل کے خاک ہو جاتی ہے، دل تڑپ جاتا ہے کہ ہائے معلوم ہوتا ہے کہ ظالم اس عورت سے پھنسا ہوا ہے اور اگر عورت نے کسی مرد سے ہنس کر بات کر لی اور ہاتھ ملا لیا تو شوہر صاحب کی نیند حرام ہو جاتی ہے، سمجھتے ہیں کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ غرض سارا یورپ آج عذاب میں مبتلا ہے۔ اس کے بعد اس دوست نے کہا کہ زیادہ نہیں صرف تین دن تم کسی نامحرم کو نہ دیکھو، اپنی بیوی کو دیکھو اور عورت صرف اپنے شوہر کو دیکھے۔ صرف تین دن قرآن کی آیت یغضوا من ابصارھم پر عمل کرلو کہ اے ایمان والو! اپنی نگاہوں کو نیچی کرلو، نامحرم عورتوں کو، کسی کی ماں، بہن، بیٹی کو مت دیکھو، کسی کی بیوی کو مت دیکھو، تین دن عمل کرلو اس کے بعد دیکھو گے کہ تمہیں اپنی بیوی کو دیکھنے میں اور تمہاری بیوی کو تمہیں دیکھنے میں کتنا مزہ آتا ہے کیونکہ شبہات ختم ہو جائیں گے اور زندگی خوشگوار ہو جائے گی۔ اس فرانسیسی عوت نے ڈاڑھی والے دوست کا شکریہ ادا کیا کہ ہم بالکل بات سمجھ گئے کہ واقعی آج بدنظری کی وجہ سے سارا یورپ عذاب میں مبتلا ہے۔

آج بھی جو مسلمان اپنی آنکھوں کو تقویٰ سے رکھتے ہیں ان میاں بیوی میں جو محبت ہے وہ ان میں نہیں ہے جو اپنی آنکھوں کو اِدھر اُدھر لڑاتے رہتے ہیں کیونکہ جب ادھر ادھر دیکھتے ہیں تو شیطان ان کی آنکھوں پر اور عورت کے گالوں پر مسمریزم کر دیتا ہے جس کی وجہ سے انہیں وہ غیر عورت اپنی بیوی سے دس گنا زیادہ حسین نظر آتی ہے لہٰذا جب وہ گھر آتے ہیں تو منہ پر افسردگی اور غم کے آثار ہوتے ہیں، بیوی سمجھ جاتی ہے کہ کسی کا مارا پیٹا اور ستایا ہوا چلا آرہا ہے۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ تقویٰ سے رہو۔ میاں بیوی میں اگر محبت ہو جائے تو گھر جنت بن جاتا ہے۔

آنکھوں کا زِنا:

ارشاد فرمایا: بولیے صاحب! جس وقت کوئی حسین سامنے ہوتا ہے، صحیح بخاری شریف کی حدیث یاد آتی ہے کہ زِنَــا الـعَـيـنِ الـنَّـظَـر مردوں کو، لڑکیوں کو دیکھنا، آنکھوں کا زِنا ہے۔ یہ ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں۔ کوئی لڑکی کسی لڑکے کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھے یا لڑکا کسی لڑکی کو دیکھے تو دونوں کا حکم یہ ہے کہ یہ آنکھوں کا زِنا ہے اور زِنَـا الـلِّسَانِ المَنطِقُ زبان کا زِنا یہ ہے کہ کوئی لڑکا کسی لڑکی سے گپ شپ ماررہا ہے، اس کو اپنا دوست بنارہا ہے، لیکن جب شہوت چڑھی ہو تو یہ حدیث کہاں یاد رہتی ہے کہ نامحرم سے شہوت سے بات کرنا زبان کا زنا ہے، اچھے اچھے دین داروں کو یاد نہیں رہتی۔ یہ دل کی سختی کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ سے تعلق کی کمی کی بات ہے، یہ شخص مخلص نہیں معلوم ہوتا، اگر اس کا ارادہ صحیح ہوتا، اللہ تعالیٰ مراد ہوتا تو فکر ہوتی کہ ہم یہ کیا کررہے ہیں۔ ایسا شخص نفس کا غلام ہے، اللہ تعالیٰ کا صحیح بندہ ابھی نہیں بنا ورنہ اس کو خدا ضرور یاد آتا کہ ہم یہ کیا کررہے ہیں جب کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

میرا ایک اردو کا شعر سنئے! جو لوگ سمجھتے ہیں کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، یہ شعر خاص طور پر ان کے لئے ہے ۔

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے   کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

جب کوئی لڑکی کسی لڑکے کو یا لڑکا کسی لڑکی کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ یہ دیکھ رہا ہے کہ یہ بے غیرت، بے حیا کیا کررہا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ کسی نامحرم کو، کسی کی ماں بیٹی کو دیکھنا آنکھوں کا زِنا ہے، ایسے ہی عورتوں کا مَردوں کو دیکھنا، لڑکیوں کا لڑکوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا، یہ آنکھوں کا زنا ہے، ان سے بات چیت کرنا، زبان کا زِنا ہے لیکن نفس کیا کہتا ہے کہ ارے! چند دن عیش کرلو، ایسے لوگوں کو قبر میں جانے کے بعد پتہ چلے گا کہ اپنی زندگی کہاں ضائع کی ہے۔

بدنظری کی حرمت کا ایک سبب ایذاءِ مسلم ہے:

ارشاد فرمایا: بدنظری کے حرام ہونے کا یہ سبب شاید آپ پوری کائنات میں مجھ سے ہی سنیں گے کہ مسلمان کو تکلیف دینا حرام ہے اور کسی کی بہو، بیٹی کو دیکھنے سے اپنے قلب کو کش مکش پر پریشانی اور تکلیف ہوتی ہے تو دیکھنے والا بھی مسلمان ہے لہٰذا کسی مسلمان کا اپنے دل کو تکلیف دینا بھی حرام ہے۔ بدنظری کے حرام ہونے کی یہ حکمت ہے کہ ناظر صاحب بھی تو مسلمان ہیں، اُن کے دل کو تکلیف ہورہی ہے اور ایذائے مسلم حرام ہے، اس لیے بدنظری کو اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا۔

۞

شیخ العرب والعجم نمبر کے پہلے ایڈیشن پر مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہونے والے تبصرے

ماہنامہ بینات

تبصرہ نگار: مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مدیر ماہنامہ بینات واستاذ جامعہ بنوری ٹاؤن

شیخ العرب والعجم نمبر (سہ ماہی فغانِ اختر)

بیاد: شیخ العرب والعجم، عارف باللہ، مجددِ زمانہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ۔

صفحات: ۸۴۸۔ قیمت درج نہیں۔ ملنے کا پتہ: خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال، کراچی۔

زیرِتبصرہ شیخ العرب والعجم نمبر ''سہ ماہی فغانِ اختر'' کی خصوصی اشاعت ''محرم، صفر، ربیع الاول ۱۴۳۵ھ'' تین ماہ پر مشتمل ہے، جو عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ کی یاد میں آمدہ مضامین اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

بزرگوں کی سوانح اور ان کی یاد میں ان کے حالات، واقعات، ملفوظات، بیانات اور تذکار کا جہاں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ان کی تاریخ محفوظ ہو جاتی ہے، وہاں بعد میں آنے والوں کے لیے بھی بہت سی ہدایت کی راہیں اور راہنمائی کا سامان مہیّا ہو جاتا ہے۔

آج جن اکابر اور بزرگوں کا نام اور ان کے کارنامے ہمارے پاس محفوظ یا ہمیں معلوم ہیں، وہ اس لیے ہیں کہ ان کے شاگردوں اور عقیدت مندوں نے اپنے تذکروں اور کتابوں میں اُنہیں محفوظ کیا۔ ہم مبارک باد دیتے ہیں حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب اور ان کی جملہ جماعت کو جنہوں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے اس خصوصی اشاعت کی ترتیب وتکمیل میں محنت کی اور اس کو منصۂ شہود پر لا کر حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین، متوسلین اور عقیدت مندوں کی تسلی کا سامان کیا۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات پر آپؒ کے فرزند ارجمند اور آپؒ کے جانشین مولانا حکیم محمد مظہر صاحب جو حضرت کا عکسِ جمیل اور حضرت کی تصویر ہیں، جن کے ساتھ حضرت والا کی بیٹے ہونے کی حیثیت کے علاوہ بھی روحانی توجہات اور شفقتیں و برکتیں رہی ہیں، انہوں نے بہت ہی عمدہ اور جان دار مضمون سپردِ قلم فرمایا ہے۔ خصوصاً اس پرفتن دور میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وجود ایک نعمت غیر مترقبہ کے عنوان سے آپ کا یہ پیراگراف تو پورے نمبر کا خلاصہ، نچوڑ اور جان ہے، جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''بلاشبہ اس پرفتن دور میں اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مسلمہ پر رحم فرماتے ہوئے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ظاہری و باطنی گناہوں کے سدِباب کے لیے خاص فرمایا، خصوصاً بدنظری کے خلاف حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اعلانِ جہاد کا آوازہ چہار دانگِ عالم میں بلند ہوا اور الحمد للہ اپنے مابعد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑی جماعت چھوڑ گئے جو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشن پر الحمد للہ گامزن ہے، جو اس بات

کی دلیل ہے کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشن کے تا قیامت جاری رکھنے کے حوالے سے نہایت روشن فکر کے حامل تھے، جس میں الحمد للہ وہ فلاح و کامیابی سے سرفراز ہوئے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہلِ علم اور اہلِ فکر و دانش کی طرف سے ایک ایسا عظیم فریضہ ادا کیا جس سے تا حال ان کے کندھے بوجھل ہیں۔ اس قرض کی تلافی کی یہی صورت ہے کہ تمام اہل علم و دانش و رجالِ کار حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فکر پہلے سمجھیں اور پھر آنے والی نسلوں تک پہنچانے کے لیے اپنا کردار ادا کریں اور وہ فکر یہی تھی کہ اُمتِ محمدیہ کا ہر فرد اُمتِ دعوت سے اُمتِ اجابت کے زُمرے میں آ جائے اور نہ صرف یہ کہ ادنیٰ درجے کا ولی اللہ بلکہ اولیاء صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچ کر اپنے خالق حقیقی سے ملے اور اس حیاتِ دو روزہ میں ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرے۔''

اس نمبر میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد زرولی خان صاحب جیسے اساطین علم کے مضامین شامل ہیں۔ حضرت مولانا مفتی خالد محمود صاحب کا مضمون تصوف کے موضوع پر بہت ہی عمدہ مضمون ہے۔ اس خصوصی اشاعت کو اجمالی فہرست میں درج ذیل عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱:......اداریہ، ۲:......نقوش وتأثرات، ۳:......سوانح، ۴:......دینی وعلمی کارنامے، ۵:......فضل وکمال، ۶:......سیرت واخلاق، ۷:......تصوف وسلوک، ۸:......سفرآخرت، ۹:......رسائل وجرائد کا خراجِ تحسین، ۱۰:......مبشرات نامہ، ۱۱:......تعزیتی بیانات، ۱۲:......عالمگیر غم واندوہ، ۱۳:......تعزیتی مکتوبات، ۱۴:......منظوم خراجِ تحسین، ۱۵:......متفرقات، ۱۶:......تصویری جھلکیاں۔

اس خصوصی اشاعت میں پاکستان، ہندوستان کے علاوہ کئی دوسرے ممالک جیسے سعودی عرب، جنوبی افریقہ، برطانیہ، جرمنی، ایران، برما وغیرہ کے حضرات کے مضامین اور تعزیتی پیغامات اس نمبر کا حصہ ہیں۔

اس کی کمپوزنگ، کاغذ، طباعت، جلد اور ترتیب ہر ایک چیز میں اعلیٰ معیار اور نفاست کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ جو صاحب ذوق وصاحب مطالعہ حضرات' حضرت حکیم اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت کو قریب سے دیکھنا چاہتے ہیں، ان کے لیے یہ نمبر خاصے کی شئے ہے۔ خصوصاً حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین ومجازین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس نمبر کو حرزِ جان بنائیں اور حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کا اس کو قائم مقام سمجھیں۔ (ماہنامہ بینات کراچی جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ)

ماہنامہ البلاغ

تبصرہ نگار: مولانا محمد حنیف خالد، استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

نام کتاب.....سہ ماہی فغان اختر کراچی، اشاعت خصوصی بیاد عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نگران.......حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

ضخامت......۸۶۸صفحات، عمدہ طباعت، قیمت درج نہیں

ناشر........خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت وصحبت سے سال ہا سال تک مستفید ہوتے رہے۔ اُن کے بعد حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری قدس اللہ سرہٗ سے بیعت کا تعلق قائم فرمایا اور عرصۂ دراز تک اُن کی خدمت وصحبت سے فیضیاب ہوئے اور مجاہدے کی زندگی گزاری، حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد اُنہی کے حکم سے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے، جنہوں نے حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ کو مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ سب کے ساتھ خصوصی تعلق تھا اور حضرت حکیم صاحبؒ ان سب حضرات کی خدمت میں نیازمندی کے ساتھ حاضر ہوتے رہتے تھے، اس طرح آپ نے اپنے خاص مشائخ کے علاوہ اپنے دور کے دیگر علماء کرام سے فیض حاصل کیا تھا۔

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے آپ ہی کی حیات میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ''خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ'' قائم فرمائی جس میں سالکانِ طریقت کا اِتنا رجوع ہوا کہ دنیا کے تقریباً ہر خطّے سے لوگ جوق در جوق اپنی اصلاح کے لیے آنے لگے اور دِل کی دُنیا بدل کر جانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ماشاء اللہ طویل عمر عطا فرمائی تھی جو پوری کی پوری تربیت و اصلاح اور خدمت خلق میں صرف ہوئی۔

۲۲/رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲/جون ۲۰۱۳ء کو حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ اِنَّـا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ نماز جنازہ ۲۳/رجب پیر کے روز جامعہ اشرف المدارس گلستانِ جوہر میں ادا کی گئی، جن لوگوں کو نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی وہ سب

اس بات کی گواہی دیں گے کہ نماز جنازہ میں مجمع اتنا زیادہ تھا کہ اتنا زیادہ مجمع اس سے پہلے شاید ہی کہیں نظر آیا ہو، سفید پوش مسلمانوں کا جم غفیر تھا جن کے سر ہی سر چاروں طرف نظر آرہے تھے۔ نماز جنازہ اعلان کے مطابق ٹھیک نو بجے شروع کردی گئی، ٹریفک وغیرہ کے ہجوم کی وجہ سے ہزاروں لوگ نماز میں شریک نہ ہوسکے۔

حضرت کی وفات کے بعد اس کی ضرورت تھی کہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وسوانح پر اشاعت خاص کا اہتمام کیا جائے، ماشاء اللہ حضرت کے صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب زید مجدہم کی ہدایت ونگرانی میں یہ کام بحمد اللہ بہت جلد بحسن وخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا چنانچہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی سوانح پر ایک ضخیم نمبر اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے، جس میں عصر حاضر کے علماء، مشائخ، بزرگانِ دین، متعلقین ومنتسبین کے مقالات ومضامین عمدہ ترتیب کے ساتھ اشاعت خاص کی زینت ہیں۔ واقعی یہ اشاعت ایسی جامع ہے کہ حضرت حکیم صاحب کی سوانح کے تمام گوشوں کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے، بظاہر کسی بھی اعتبار سے اس میں تشنگی کا احساس نہیں ہوتا، سب باتیں اس میں درج کردی گئی ہیں، خوبصورت سرورق، پلاسٹک کور کے ساتھ فوم کی جلد اور تصحیح کا اچھا اہتمام کیا گیا ہے الغرض ظاہری و باطنی اعتبار سے یہ نمبر واقعی لائق تحسین ہے۔ مولائے کریم اس سوانح کی ترتیب وتدوین میں شریک تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور تمام مسلمانوں کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ (رجب ۱۴۳۴ھ/مئی ۲۰۱۴ء)

❁

ماہنامہ الابرار

مولانا مفتی محمد ارشاد اعظم، ناظم تعلیمات واستاذ جامعہ

بحمدہٖ تعالیٰ حضرت والا عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف کی اشاعت کے کام کو تیز تر کرنے کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی سے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہم کے زیر ادارت ایک سہ ماہی رسالہ ''فغان اختر'' کا اجراء عمل میں آچکا ہے اور اس کا پہلا شمارہ ہی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اشاعتِ خاص پر مشتمل ہے۔ تقریباً ۹۰۰ رصفحات پر مشتمل اس خاص نمبر میں بڑی تعداد میں اکابر اہلِ علم اور حضرات مشائخ کے مضامین بھی شامل ہیں۔

(ماہنامہ الابرار کراچی جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ)

ماہنامہ لولاک ملتان

تبصرہ نگار: مولانا اللہ وسایا، مدیر ماہنامہ لولاک ملتان

سہ ماہی فغانِ اختر: مولانا حکیم محمد اخترؒ نمبر، نگران: حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب، صفحات ۸۶۸، قیمت درج نہیں، ملنے کا پتہ: خانقاہ اِمدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال۲، کراچی

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعلیم وتربیت اور تزکیۂ نفوس کے میدان میں مرجع خلائق تھے۔آپ کی مصلحانہ کاوشوں سے نہ جانے کتنے لوگوں کی زندگیوں وہ حسین اِنقلاب برپا ہوا، جس سے ضمیر کو سکون، نظر کو آسودگی اور دِل کو تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے۔آپ کو تین مشائخ کی صحبت حاصل رہی۔ حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی، حضرت مولانا عبد الغنی پھول پوری اور حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی رحمہم اللہ۔

سہ ماہی مجلّہ فغان اختر نے آپ سے منسوب خصوصی نمبر شائع کیا ہے، جس میں آپ سے متعلقہ مضامین، مقالہ جات، تعزیتی بیانات، منظوم خراجِ تحسین اور دِینی، علمی وعلمی کارنامے ذِکر ہیں، کتاب کی طباعت، بائنڈنگ اور اِنتخابِ مضامین قابلِ داد اور سرورق کی ڈیزائننگ داد سے بالاتر ہے۔ پاک وہند کی بڑی بڑی شخصیات کے خامہ کرشمے کتاب میں نظر آتے ہیں، خوش اسلوبی اور خوش بیانی کا ایک حسین گلدستہ ہے، غرضیکہ پڑھنے والوں کے لیے عظیم تحفہ اور تالیف کے میدان میں خوشنما اِضافہ ہے۔ بعض جگہوں میں کچھ تکرار نظر آتا ہے لیکن وہ بھی فائدہ سے خالی نہیں، ہمیں خوشی ہے کہ اس کے مرتبین میں مولانا زین العابدین بھی شریکِ کار رہے۔حق تعالیٰ اُن کو بھی بیش از بیش محنت کرنے کا ثمرہ نصیب فرمائیں۔

(ماہنامہ لولاک ملتان، رجب ۱۴۳۵ھ)

❁

ماہنامہ القاسم نوشہرہ

تبصرہ نگار: مولانا عبد القیوم حقانی، مدیر ماہنامہ القاسم

سہ ماہی فغانِ اختر کا خاص نمبر، بیادِ حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ

پیشِ نظر خاص نمبر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی یاد میں شائع کیا گیا ہے، یہ ’فغانِ اختر‘ کی پہلی جلد کا پہلا شمارہ ہے۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ ایک یگانہ روزگار شخصیت تھے، وہ داعی بھی تھے اور حکیم بھی، مصلح بھی تھے اور خطیب بھی، ہزاروں مریدوں کے شیخ بھی تھے اور کئی کتابوں کے مصنف بھی، اگر یہ کہہ دیا جائے کہ وہ اپنی ذات میں انجمن تھے تو بے جا نہ ہوگا۔

اس خاص نمبر میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی شخصیت پر شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا سید محمد رابع ندوی، مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا محمد سالم قاسمی، مولانا خواجہ خلیل احمد کندیاں شریف اور مولانا سید سلمان ندوی، جیسے جید علماء واکابر کے مضامین شامل ہیں۔ اس اشاعتِ خاص میں مضامین کو ’نقوش وتاثرات‘، ’دینی وعلمی

کارنامے‘، ’فضل وکمال‘، ’سیرت واخلاق‘، ’تصوف وسلوک‘، ’سفرآخرت‘، ’تعزیتی بیانات ومکتوبات‘اور ’منظوم خراجِ عقیدت‘ جیسے عنوانات کے تحت عمدہ ترتیب دی گئی ہے، مولانا حکیم محمد مظہر مدظلہم جوحضرتؒ کے جانشین اورصاحبزادے ہیں اُن کا اپنے عظیم والد پر مقالہ پڑھنے کے لائق ہے، موصوف نے قلم توڑ کر رکھ دیا ہے۔فغان اختر کی ضخامت بھی اس پر شاہد عدل ہے کہ اس میں جان دار وشان دار مضامین کا مجموعہ شامل ہے۔اشاعتِ خاص کے آخر میں حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ سے متعلق مستعمل اشیاء کا تصویری البم بھی شامل کردیا گیا ہے، جس سے قارئین آنکھیں ٹھنڈی کرسکتے ہیں، نمبر کی ترتیب وتدوین میں مولانا شفیق احمد بستوی، مولانا مفتی محمد ارشاد اعظم، مولانا محمد یوسف حسین اورمولانا محمد زین العابدین نے بڑی محنت اورعرق ریزی کا مظاہرہ کیا ہے، ساڑھے آٹھ سوصفحات پر مشتمل یہ یادگار اشاعت منگوانے کے لیے مہتمم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال نمبر۲ کراچی سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ (اپریل۲۰۱۴ء)

❁

مجلّہ صفدر کا تبصرہ

تبصرہ نگار: مولانا احسن خدامی مدیر مسئول مجلّہ صفدر

’’فغانِ اختر‘‘ کا ’’خاص نمبر‘‘

عارف باللہ، ثانئ مولانا رومؒ، سراج السالکین حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام نامی سے تب سے آگاہی ہے جب بندہ اپنے جدامجد اورمرشدِاول حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حصول علم اوراُن کی خدمت کی خاطر مقیم تھا۔حضرتِؒ والا کا ماہنامہ رسالہ ’’الابرار‘‘ وہاں گکھڑ میں باقاعدگی سے آیا کرتا تھا اوراسی ماہنامہ کا مطالعہ بندہ کی زندگی میں پہلی مرتبہ ایک بےچینی اورآشفتگی کا باعث بنا، گناہوں سے بچنے، خاص کر بدنظری کے گناہ، جس کے خلاف حضرت والاؒ نے گویا اعلانِ جنگ کررکھا تھا، اس سے دور رہنے کا احساس پیدا ہوا اوراسی بےچینی اور آشفتگی کے نتیجے میں اپنے جدامجد حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا۔گویا ماہنامہ ’’الابرار‘‘ اورحضرت والاؒ کی ذات کواللہ جل شانہ نے بندہ کی لڑکپن کی لااُبالی زندگی میں محبوبِ حقیقی کی جستجو اورتڑپ کا ایک وسیلہ بنایا۔ بہت عرصے بعد ایک مرتبہ حضرت اقدسؒ کی خانقاہ، کراچی میں آپ کی چند لمحے کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔

حضرت والاؒ کے انتقال پرملال کے بعد آپؒ کے متعلقین نے آپؒ کی یاد میں ایک خصوصی نمبر شائع کرنے کا شرف حاصل کیا جوظاہری وباطنی خوبیوں، مضامین کی ندرت، سلیقہ مندی، مضامین نگاروں کے دردِدل کی غمازی اورطباعت واشاعت کی تمام تر خوبیوں سے پوری طرح مزین ہونے کی بناء پراس شعر کا مصداق ہے کہ ؎

بہارِ عالمِ حسنش جہاں را تازہ می دارد
برنگ اصحاب صورت را، ببو ارباب معنی را

پونے نوسو صفحات پر مشتمل اس خاص نمبر کا صفحہ صفحہ اور سطر سطر ایسی جاذب نظر ہے کہ قاری دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہوکر خود کو حضرت والا کی مجلس اور محفل میں پاتا ہے۔ وہی باتیں، وہی یادیں، وہی تبسم، وہی انداز اصلاح، وہی تڑپ، وہی شیفتگی و دل ربائی، چند ساعات کے لیے حضرت کی زیارت و دیدار سے محروم انسان بھی گویا حضرت کی مجلس سے بہرہ ور ہو جاتا ہے اور دنیائے خیال میں حضرتؒ کی بہت سی ہم نشینی کے مزے لے لیتا ہے۔ حضرت والاؒ اور اس کتاب کے تعلق کو الفاظ کے سانچے میں ڈھالا جائے تو یہی کہا جائے گا کہ ؎

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگِ گل
آنکہ دیدن میل دارد، در سخن بیند مرا

رنگا رنگ پھولوں کے اس گلستان سے کچھ کلیوں کا انتخاب کرنا بھی آسان نہیں، ہر کلی کا اپنا رنگ اور ہر پھول کی اپنی خوشبو......!۔ حضرتِ والاؒ کی شانِ استغناء و دیگر اوصافِ حمیدہ کے بہت سے واقعات مختلف حضرات نے بیان کئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ جل شانہ حضرت والا کے فیض کو قیامت تک قائم و دائم رکھیں اور اس کتاب کی اشاعت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ آمین (رجب ۱۴۳۴ھ)

❁

ماہنامہ صدائے فاروقیہ شجاع آباد کا تبصرہ

تبصرہ نگار: مولانا رضا علی

نام کتاب: سہ ماہی فغانِ اختر
ناشر: خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی
نگران: حضرت مولانا حکیم محمد مظہر مدظلہٗ
صفحات: 868

زیرِ نظر سہ ماہی فغانِ اختر جس کی پہلی اشاعت ہی حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ کی یاد میں شائع کی گئی....ایک ضخیم جلد کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ خوبصورت، دیدہ زیب اشاعت حضرتؒ کے ساتھ خلوص و محبت کا مظہر معلوم ہورہی ہے۔ اس میں حضرت والاؒ کی سوانح کو علماء و اکابر کی زبانی بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ اس میں حضرت والاؒ کی وفات کے بعد اکابرینِ اُمت کے تأثرات، تعزیتی بیانات اور دنیا بھر سے تعزیتی مکتوبات جو مختلف اخبارات، رسائل و جرائد میں شائع ہوئے یکجا کر دیئے گئے ہیں....آخر میں آپ کی زندگی میں اکابرین کی طرف سے لکھے گئے خطوط کا خوبصورت مجموعہ اور حضرت والاؒ کی ذاتی

استعمال کی چیزوں کو دیکھ کران کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔آپؒ کے جانشینوں کی اس گرانقدر خدمت کو دیکھ کرحضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ کا یہ مقولہ یاد آتا ہے''وفات کے بعد فیض بڑھ جاتا ہے''اللہ رب العزت آپ کے خلفاء، مریدین، محبین، متوسلین اور متعلقین کو آپؒ کی خدمات کو پورے عالم میں روشن رکھنے کا ذریعہ بنائے۔آمین (شعبان رمضان۱۴۳۴ھ)

روزنامہ اسلام کراچی کا تبصرہ

تبصرہ نگار: مولانا محمد احمد حافظ، انچارج میگزین صفحہ

سہ ماہی فغانِ اختر

خاص نمبر بیاد: حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتبین: مولانا شفیق احمد بستوی، مولانا ارشاد اعظم، مولانا یوسف حسین، مولانا زین العابدین

صفحات: 868

طباعت: مجلد O عمدہ کاغذ

قیمت: لکھی نہیں

ملنے کا پتا: خانقاہ اِمدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال ② کراچی 021-34992176

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابھی تھوڑا عرصہ قبل ہماری اِس دنیا میں رونق افروز تھے اورآپ کے نام کے ساتھ''دامت برکاتہم'' لکھا جاتا تھا، مگر اب آپ کو''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھتے ہوئے دل ودماغ کی عجیب کیفیت ہورہی ہے کہ آہ!......وہ کیا مبارک ہستی تھی جو ہماری آنکھوں کے سامنے موجود تھی، ہرفرد بشر نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔موت نے آپ کو ہم سے جدا کردیا مگرآپ کی ذات اب بھی ہمارے دلوں میں زندہ وجاوید ہے۔شہرکراچی میں ایک وقت تھا جب کئی بڑی ہستیاں حیات تھیں۔حضرت مولانا مفتی رشیداحمد لدھیانوی، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، حضرت مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی، حضرت مولانا سحبان محمود، حضرت مولانا مفتی احمدالرحمٰن ......یہ سب قریب زمانے کے بزرگ ہیں، ذرا پیچھے کی طرف پلٹیں تو حضرت مولانا علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ، حضرت ڈاکٹرمحمد عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ جیسے اکابر حیات تھے، مگرسب ایک ایک کرکے رخصت ہوتے گئے۔اسی سلسلۃ الذھب کی ایک کڑی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ بھی تھے، آج وہ ہم میں موجودنہیں ہیں۔پہلے شہرکراچی پراکابرعلماء کا وجود سائبان کی طرح محسوس ہوتا تھا مگرحضرت رحمہ اللہ کی وفات کے بعدلگتا ہے کراچی شہر بے اَماں ہوگیا ہے۔

ذکرسہ ماہی 'فغانِ اختر' کے خاص نمبر کا ہے، جوحضرت والا رحمہ اللہ کی یاد میں شائع کیا گیا ہے۔یہ 'فغانِ اختر' کی پہلی جلد کا پہلا شمارہ ہے۔آٹھ سواَرسٹھ صفحات پر مشتمل یہ یادگار اشاعت حضرت

حکیم صاحب رحمہ اللہ کی مبارک زندگی کا پوری طرح احاطہ کیے ہوئے ہے۔ مضامین کی فہرست دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ صرف پاکستان ہی نہیں دنیا کے دیگر ممالک کے علماء، متوسلین اور خلفائے کرام کی بھی نمایندگی اس میں شامل ہے، پاکستان اور ہندوستان میں اگرچہ سرحدی دیواریں حائل ہیں مگر ہندوستان میں بھی حضرت کی وفات کا بھرپور غم منایا گیا ہے۔ وہاں سے کئی اکابر اہلِ علم نے تعزیتی مکاتیب اور مضامین لکھ کر اپنے جی کا غم ہلکا کیا ہے۔ 'عالم گیر غم واندوہ' کے نام سے پاکستان کے علاوہ ہندوستان، جنوبی افریقہ، برطانیہ، جرمنی، ایران، مدینہ منورہ، برما کی بھی اس خاص اشاعت میں نمایندگی ہے۔ صرف بھارت سے پینسٹھ مضامین ومکتوباتِ تعزیت اور منظومات شاملِ اشاعت ہیں۔

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کی ذاتِ والا صفات پر شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا سید محمد رابع ندوی، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، مولانا خواجہ خلیل احمد کندیاں شریف، مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی، مولانا سید سلمان ندوی، مولانا سید احمد شاہ خضر کشمیری، مولانا اشہد رشیدی، جیسے اساطینِ علم کے مضامین شامل ہیں۔ اس اشاعت خاص میں مضامین کی 'نقوش وتاثرات'...... 'دینی و علمی کارنامے'...... 'فضل وکمال'...... 'سیرت واخلاق'...... 'تصوف وسلوک'...... 'سفر آخرت'...... 'تعزیتی بیانات'...... 'تعزیتی مکتوبات'...... 'منظوم خراج عقیدت'...... جیسے عنوانات کے تحت عمدہ درجہ بندی کی گئی ہے۔ 'اداریہ' کے بعد جانشین حضرت والا، صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا حکیم محمد مظہر دامت برکاتہم العالیہ کا اپنے والد گرامی پر پراثر مقالہ ہے، جس میں پدرانہ شفقت اور برخوردارانہ فرماں برداری کی جھلکیاں جھلملاتی نظر آتی ہیں۔ سوانح میں مولانا خطیب الرحمٰن ندوی اور حضرت سید عشرت جمیل میر مدظلہ کے مضامین خاصے کی چیز ہیں، انڈیا سے ماہنامہ اشرف الجرائد کے مدیر مولانا محمد عبدالقوی صاحب کا مضمون بھی بار بار پڑھے جانے کے قابل ہے...... مولانا جلیل احمد اخون مدظلہ نے 'میرے شیخ کے آخری لمحات' کو اپنے دل سوز انداز میں ذکر کیا ہے۔ روزنامہ اسلام کے مدیر اعلیٰ مولانا مفتی محمد صاحب مدظلہ کا مضمون مختصر ہونے کے باوجود اہمیت کا حامل ہے کہ اس سے حضرت اقدس مفتی رشید احمد رحمہ اللہ اور حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کے آپس کے مخلصانہ تعلق پر روشنی پڑتی ہے مگر تشنگی بہرحال باقی ہے۔ دونوں ہی حضرات، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمہ اللہ کے فیض یافتہ تھے اور ایک وقت انہوں نے اکٹھے گزارا ہے، ان یادوں کو مزید پھیلایا جاتا تو بہت سی اہم یادیں اور باتیں سامنے آسکتی تھیں۔ ان مضامین کے علاوہ دیگر مضامین بھی بہت عمدہ ہیں۔

'فغانِ اختر' کی ضخامت کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اس میں بہت کچھ سمٹ آیا ہے مگر حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ کی ہمہ جہت شخصیت کو دیکھتے ہوئے کمی کا احساس ہو رہا ہے۔ حضرت

حکیم صاحب محض ایک واعظ اور پیر نہ تھے وہ اپنی ذات میں انجمن تھے ان کی آہِ دل سوز اور صدائے دل نواز نے ہزاروں بندگانِ خدا کو ہدایت کی راہ دکھائی، آپ کے نفَسِ گرم نے لوگوں کے دلوں میں عشق ومحبتِ الٰہیہ کی لَو جگائی تھی، کتنے ہی لوگ تھے آپ کی نگاہوں سے گھائل ہوئے، جس نے آپ کا دامن پکڑ لیا پھر دنوں میں اس کی کایا پلٹتی نظر آئی۔ آپ کے حلقۂ مجازین واسترشاد میں ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں۔ مجازین خلفاء میں درجنوں ایسے اہلِ علم ہیں جن پر آج ایک زمانہ رشک کی نگاہ کرتا ہے۔ جب یہ عالم ہوتو شیخ کا کیا مقام ہوگا۔ اس ناچیز کی رائے میں 'فغانِ اختر' میں حضرتِ والا کی سوانح کا بہت سا حصہ آ گیا ہے مگر اس کے باوجود حضرت حکیم صاحب کی ایک مبسوط سوانح کی بہرحال ضرورت ہے۔

اس خاص نمبر کی ایک خاص بات جو رہی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آخر میں جہاں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ سے متعلق مستعمل اشیاء کا تصویری البم پیش کیا گیا ہے وہیں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی، حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین محدث دیوبندی، حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان، حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی، حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری، حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہم اللہ اور دیگر کئی اکابر کے سوادِ خط کے عکسی فوٹو بھی شامل ہیں۔ یہ نادر و نایاب تحریریں شاید اس سے قبل کہیں شائع نہیں ہوئیں، اور اس خاص نمبر کے ذریعے پہلی مرتبہ قارئین کی آنکھیں حظ اندوز ہوئی ہیں۔

اس خوب صورت، جامع اور ضخیم خاص نمبر کی ترتیب و تدوین اور تزئین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی نگرانی میں مولانا شفیق احمد بستوی، مولانا مفتی محمد ارشاد اعظم، مولانا محمد یوسف حسین، مولانا سید محمد زین العابدین نے کی ہے اور یہ سب حضرات اس قابلِ قدر اور بھاری بھرکم کام کی تکمیل پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ (روزنامہ اسلام کراچی ۲۲ر فروری ۱۴۳۵ھ)

❁

جناب سید محمد اکبر شاہ بخاری صاحب کے عمدہ تأثرات

سید محمد اکبر شاہ بخاری

مدیر و منتظم اعلیٰ مرکز تبلیغ مجلس صیانۃ المسلمین

جامعہ مسجد عثمانیہ، مدرسہ اشرفیہ احتشام العلوم جام پور ضلع راجن پور

فون نمبر: 0346-7357899

محترم المقام جناب مولانا صاحب زید مجدکم!

شعبۂ نشر و اشاعت خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے!۔ جناب والا کا اِرسال کردہ ''سہ ماہی فُغانِ اختر'' کا ''شیخ العرب والعجم نمبر'' موصول ہوا، دیکھتے ہی دِل باغ باغ ہوگیا، دِلی مسرت ہوئی اور دل سے دعائیں نکلیں، ماشاءاللہ عارف باللہ شیخ العرب والعجم حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوّراللہ مرقدہٗ پر یہ خصوصی اشاعت انتہائی دل کش، پرمغز اور معلومات افزا ہے۔ اس خصوصی نمبر میں حضرت شیخ پر جو مضامین شائع ہوئے ہیں سب ہی اِنتہائی مفید اور جامع ہیں، حضرتِ اقدس جیسی محبوب شخصیت پر درحقیقت ایسا ہی عظیم الشان نمبر آنا چاہیے تھا، جو الحمدللہ شائع ہوگیا، حضرت شیخ کی عالمی شخصیت پر قابلِ قدر مضامین کا یہ مجموعہ نہایت مبارک ہے، اکابر علماء اور دیگر اہلِ علم وقلم نے حضرتؒ کی شخصیت اور حضرتؒ کے عظیم دِینی وعلمی کارناموں پر جو مقالات ومضامین وتأثرات قلمبند فرمائے ہیں وہ گراں قدر علمی ذخیرہ ہے، کمپوزنگ، ڈیزائننگ اور خوبصورت جلد اور کاغذ سب ہی حضرتؒ کے شایانِ شان کام ہوگئے ہیں اور آپ حضرات نے جو محنت کی ہے حق تعالیٰ شانہ اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے، جب یہ شان دار خصوصی نمبر ملا ہے، احقر اسی کے مطالعہ میں مصروف ہے، اور قلبی تسکین حاصل کررہا ہے، اس خصوصی عظیم الشان اِشاعت پر دِل کی گہرائیوں سے احقر ناچیز اپنے مخدوم زادہ حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے، اور اُن کی پوری ٹیم کو بھی دِلی مبارکباد اور خراجِ تحسین پیش کرتا ہے کہ جنھوں نے شب و روز محنت کرکے یہ عظیم الشان خصوصی اِشاعت حضرتؒ کے عاشقین کے لیے یہ عظیم تحفہ پیش کیا ہے، جزاکم اللہ احسن الجزاء ۔حق تعالیٰ شانہ آپ سب حضرات کو دِین ودنیا کی سب بھلائیاں اور نعمتیں نصیب فرمائیں اور آپ حضرات کی اس سعی وکاوِش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائیں۔آمین

ایک درخواست یہ ہے کہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی قدس سرہٗ پر بھی ایسی ہی عظیم الشان کتاب مرتب فرمائیں۔ احقر محمد اکبر شاہ بخاری غفرلہ ۲۳؍فروری ۲۰۱۴ء

❁

از چکوٹھی آزاد کشمیر

مؤرخہ ۳۱؍۴؍۲۰۱۴ء

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

بخدمت گرامی مہتمم صاحب خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از ہدیہ مسنونہ، امید ہے کہ مزاج گرامی ٹھیک ہوں گے، انتہائی مسرت ہوئی کہ آپ نے حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہ کی حیات وخدمات پر ''فغان اختر'' کا خصوصی شمارہ شائع کیا ہے۔ ''فغان اختر'' سہ ماہی کی اجرائیگی اور خصوصی نمبر کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا

ہوں۔ نیز استدعاء ہے کہ سہ ماہی فغان اختر راقم کے نام جاری فرمائیں اور خصوصی شمارہ راقم کے پتہ پر وی پی بھیج کر شکریہ کا موقع بخشیں۔ دعاؤں کی خصوصی درخواست بھی ہے۔ فقط والسلام مع الاحترام

خاک پائے اہلِ حق گل احمد الاظہری

خطیب جامع مسجد مدنی موڑ بازار چکوٹھی، تحصیل وضلع ہٹیاں بالا آزاد کشمیر

❁

حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی صاحب کے شاندار تأثرات

مولانا حکیم محمد مظہر صاحب ''مظہر الفیض'' ہیں، خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ سے شائع ہونے والے سہ ماہی فغانِ اختر کی یہ خصوصی اشاعت ''شیخ العرب والعجم نمبر''، عظیم بھی ہے اور ضخیم بھی، اتنی کم مدت میں منظر عام پر آنے والی اتنی عُمدہ خصوصی اشاعت میری نظر سے نہیں گزری، یہ مولانا حکیم محمد مظہر صاحب کی زندہ کرامت اور یادگار رہے گی، یہ میرے مطالعہ کی کتابوں کے ساتھ رکھی رہتی ہے، جس کا میں روزانہ مطالعہ کرتا ہوں۔ وکیل احمد شیروانی، لاہور۔ ۱۶، اپریل ۲۰۱۴ء یک شنبہ

❁

حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی صاحب دامت برکاتہم کے تأثرات

مولانا حکیم محمد مظہر صاحب نے بہت کم وقت میں بہت ضخیم وعظیم نمبر نکال دیا ہے، ماشاءاللہ۔

❁

مولانا محمد زاہد صاحب، نائب مہتمم واستاذ الحدیث جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے تأثرات

خاص نمبر ظاہری و باطنی دونوں اعتبار سے بہت ہی خوب اور خوبصورت ہے۔

❁

حافظ محمد اسحٰق ملتانی صاحب، ناظم ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان کے تأثرات

خاص نمبر بہت خوب ہے۔ اور یہ بہت ہی خوشی کی بات ہے کہ ماشاء اللہ مولانا حکیم محمد مظہر صاحب نے جیسے اعلان کیا ایسے ہی اس پر جلد عمل درآمد بھی کیا، ورنہ اعلان کے بعد سال ہا سال لگ جاتے ہیں اور خاص نمبر منظر عام پر نہیں آتے۔

مولانا ڈاکٹر عبدالحکیم اکبری، خطیب گومل یونیورسٹی ڈی۔آئی۔خان کے تأثرات

مولانا حکیم محمد اختر نمبر میں بہت سا میٹر آگیا ہے اور اس نمبر کے مطالعہ سے تو ہندوستان کے بہت سے علماء واکابر کا تعارف ہوگیا، جن کا نام بھی ہم نے نہیں سنا تھا۔

❁

مرشدِ ملت رحمۃ اللہ علیہ

مولانا فیض اللہ حسنین (میر پور خاص)
فاضل جامعہ اشرف المدارس کراچی

عارف باللہ، جنیدِ زماں، رومی ثانی، مرشدِ ملت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ اقدس اس روئے زمین پر ایک عظیم سرمایہ تھی، آپ کا چشمۂ فیض جس کے آبِ حیات سے بے شمار انسانوں کو نئی زندگی ملی، حضرت کی خدماتِ دینیہ اظہر من الشّمس ہیں، آپ نے عین شریعت وسنت کی دعوت دی اور شرک و بدعت اور غیر شرعی رسم ورواج کی بیخ کنی کی، آپ کی ہستی صرف اہلِ پاکستان کے لیے نہیں بلکہ پورے عالم میں بسنے والے ایک ایک مسلمان کے لیے عملی نمونہ تھی آپ کے لاتعداد اصلاحی بیانات و مواعظ کے ذریعے نہ جانے کتنے لوگوں کی اصلاح ہوئی۔

بیانات کے اندر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی روح المعانی اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی مرقاۃ المفاتیح کے برجستہ عربی حوالے آپ کا مقامِ اِمتیاز رہا، آپ کے مواعظ میں فارسی، اردو، محاورات، ضرب الامثال، برمحل و برموقع اشعار کا استعمال اور اس کی تشریح نہ صرف ادبی ذوق کی تسکین کرتی تھی بلکہ سامعین کو روحانی سیرابی بھی عطا کرتی تھی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات، حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کے ساتھ جب حضرت اپنے یا دوسرے مشہور شعراء کے کلام سے منتخب اشعار سناتے تو ایسا سماں بندھ جاتا کہ حاضرین مسحور ہوجاتے خاص کر اس دوران جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ رقت انگیز آواز میں سچی توبہ کی ترغیب دیتے تھے یا جب معرفتِ الٰہی سے متعلق گفتگو فرماتے تو سنگ سے سنگ دل شخص کے سینے سے بھی رجوع الی اللہ کا چشمہ پھوٹ نکلتا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں فصاحت و بلاغت ایسی تھی کہ گویا الفاظ قطار باندھ کر سامنے کھڑے ہیں حکمت واعتدال ایسا کہ جب منکرات پر جھنجھوڑتے تو اندازِ بیاں اتنا شفقت بھرا اور الفاظ کا انتخاب اتنا موزوں ہوتا کہ نو وارد کی عزتِ نفس مجروح ہوتی محسوس نہ ہوتی اور وہ متنفر ہونے کی بجائے گرویدہ ہوجاتا۔

آپ کے اردو اور فارسی اشعار کے مجموعے کا ورق ورق قرآن وحدیث، فقہ وتصوّف، آہ و فغاں، اصلاح وتربیت، تذکیر وموعظت اور نکاتِ علمیہ سے عبارت ہے۔

حقوق العباد سے متعلق بھی آپ نہایت حساس تھے، خود بھی اہتمام فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی خاص تاکید کیا کرتے تھے اور اس میں ذرہ بھر بھی کوتاہی برداشت نہ فرماتے۔

احقر کو سب سے پہلے آپ کی زیارت اور ملاقات کا شرف ۲۰۰۳ء میں اس وقت حاصل ہوا جب میں نے جامعہ اشرف المدارس کراچی میں درجہ ثالثہ میں داخلہ لیا تھا، اسی رات عشاء کی محفل میں

شرکت کا موقع ملا، اس وقت وہ بیماری کی وجہ سے خود وعظ و نصیحت نہیں فرماتے تھے لیکن اس کے باجود علماء اور عوام الناس کا ایک جم غفیران کی مجلس میں شریک ہوتا تھا، آپ کے بیان کی کیسٹ چلائی جاتی تھی مجمع کیسٹ کے ذریعہ بیان سنتا اور آپ کی زیارت کرتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس پرفتن دور میں ایسی انمول شخصیت کا دنیا سے رخصت ہوجانا اُمت کا بڑا خسارہ ہے، آج بھی جب حضرت کا کوئی بیان سماعت سے ٹکراتا ہے، یا آپ کی کوئی تحریر نظر سے گزرتی ہے تو بے اختیار شورش کاشمیریؒ کے یہ اشعار زبان پر آتے ہیں ۔

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے
زمیں کی رونق چلی گئی ہے، اُفق پہ مہرِ مبیں نہیں ہے
تری جدائی پہ مرنے والے، وہ کون ہیں جو حزیں نہیں ہے
مگر تری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے
کئی دماغوں کا انساں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے
قلم کی عظمت اُجڑ گئی ہے، زباں سے زورِ بیاں گیا ہے
مگر تری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے
یہ کون اُٹھا کہ دیر و کعبہ شکستہ دِل خستہ گام پہنچے
جھکا کے اپنے دِلوں کے پرچم، عوام پہنچے خواص پہنچے
تیری لحد پر خدا کی رحمت، تیری لحد پر سلام پہنچے
مگر تری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

۞

محترم ومکرم جناب جانشین صاحب حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مزاج شریف!

عرض آنکہ بندہ چند سطور حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے بارے میں قارئین کو ہدیہ کرتا ہے، کہ مولائے کریم احقر کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرماویں جیسا کہ اس مائی صاحبہ کے ساتھ فرمایا جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں پیش ہوئی۔ آمین

احقر زیادہ تحریر کے قابل تو نہیں ہے صرف ایک شعر اور یادِ ایام میں سے ایک بات پر اِکتفا کرتا ہوں ۔

آفاق یا کردیدہ ام مہر بتاں روزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو جزے دیگرے

آپ رمضان المبارک ۱۹۹۵ء میں حرم شریف کے ترکی حصہ میں تشریف فرما تھے آپ نے طوافِ کعبہ کے متعلق فرمایا ''لوگ مختلف انداز میں طوافِ کعبہ کے دوران دعائیں مانگتے ہیں میں تو صرف ایک شعر پڑھتا ہوں، اسی میں لطف آتا ہے ؎

کہاں مری قسمت کہ! طواف بڑے گھر کا!

میں جاگتا ہوں یارب! کہ خواب دیکھتا ہوں!

دعا ہے کہ ہم سب کو مولائے کریم آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

نوٹ: جس وقت بھی حضرت اقدسؒ کی سوانح تیار ہو جائے احقر کو وی، پی فرما دیں۔

خیر اندیش: احقر احمد علی ارشد مہتمم جامعہ باقیات الصالحات للبنات موضع رشیدہ جھنگ روڈ تحصیل وضلع چنیوٹ (پنجاب) ۲/رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۰/جولائی ۲۰۱۳ء

۞

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت مولانا قاری نور محمد صاحب دامت برکاتہم کے ایک مرید نے خواب دیکھا کہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب طاب اللہ ثراہ کا اِنتقال ہوگیا ہے ہم تمام افراد مسجد میں جمع ہیں وہاں موجود احباب سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تمام انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لانے والے ہیں۔

دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام مسجد میں منبر کے دائیں جانب ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں، جو کہ اِنتقال پر سب سے پہلے پہنچے اور ان کے بعد ترتیب وار انبیاء کرام علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام بھی تشریف لے آئے اور حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ بیٹھ گئے اس طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام یکے بعد دیگرے حضرت آدم علیہ السلام کے اردگرد بیٹھتے گئے۔ یہاں تک کہ منبر کے دائیں جانب والا حصہ پر ہوگیا۔

پھر کسی بتلانے والے نے بتلایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ ہم مریدین اس وقت اپنے شیخ حضرت مولانا قاری نور محمد صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ منبر کے قریب بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئے حضرت والا نے اُٹھ کر اُن سے مصافحہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت والا سے فرمایا کہ ''اُمتِ محمدیہ کو سلام پہنچے'' بڑی رعب دار اور کڑک آواز تھی، جس کو وہاں موجود تمام لوگوں نے سنا، پھر آنکھ کھل گئی اور یہ خواب فجر سے پہلے دیکھا۔ ۞

مجھے اس عالمِ صد رنگ وبو سے کیا مطلب
مری حیات تو بس آپ ہی کا ایک غم ہے

(حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

آج کے اس پُرفتن دور میں شیخ العرب والعجم، عارف باللہ، مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے شعبہ اصلاح وتزکیہ میں جو عالمگیر وہمہ جہت خدمات سرانجام دیں، وہ کسی سے مخفی نہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو جہاں مقبولیتِ عامّہ نصیب ہوئی وہیں پر اکابر ومشائخ، بزرگانِ دین، علماء ومفتیان اور صوفیاءِ کرام سمیت تقریباً ہر طبقہ کی قد آور شخصیات کا حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے دلی محبت وعقیدت کا تعلق رہا، چوٹی کے اکابر علماء وبزرگانِ دین نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو مجددِ غضِ بصر، رومیٔ ثانی، مرشدِ ملت، اختر الملت وغیرہ جیسے عظیم المرتبت القابات سے نوازا۔

اگلے چند صفحات میں قارئین کی خدمت میں تصویری جھلکیوں کے عنوان کے تحت، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ثالث حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو عطا کردہ خلافت نامہ سمیت اکابر ومشائخ کے اُن نادر ونایاب مخطوطات کے عکس پیش کیے جارہے ہیں، جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اکابرین نے ارسال فرمائے تھے، جن میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھیؒ، حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، حضرت مفتی محمد شفیعؒ، حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ، حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خانؒ، حضرت مولانا فقیر محمد پشاوریؒ، حضرت مولانا محمد اللہؒ (حافظ جی حضور)، حضرت حاجی شریف صاحبؒ، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ، حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ وغیرہ حضرات کی تحریرات شامل ہیں۔ پھر کچھ اُن مخطوطات میں وہ خزانے بھی ہیں جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق نہیں ہیں لیکن ایک عقیدت مند کی حیثیت سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اپنی آنکھوں کا سُرمہ بنا کر محفوظ رکھا تھا، جو کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے اکابر ومشائخ سے بے پناہ عقیدت ومحبت کا پتہ دیتی ہیں۔ اُن میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین صاحب محدث دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم حضرات کی تحریرات شامل ہیں۔

ان مخطوطات کے بعد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی استعمال کی اشیاء اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ خانقاہ، سلوک واحسان کا عظیم سرچشمہ ''خانقاہِ اِمدادیہ اشرفیہ'' اور علم وعمل کے مرکز ''جامعہ اشرف المدارس''، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی مادرِ علمی مدرسہ بیت العلوم سرائے میر، انڈیا کے رُوح پروَر مناظر کے ساتھ ساتھ طبیّہ کالج اِلٰہ آباد، انڈیا کی بھی ایک جھلک پیش کی گئی ہے۔